خطباتِ مسرور

خطباتِ جمعہ

فرمودہ امام جماعت احمدیہ عالمگیر

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب

خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

2014ء

جلد 12

فہرست خطباتِ مسرور 2014ء

جلد12

نمبرشمار	خطبہ فرمودہ	صفحہ
1	خطبہ جمعہ فرمودہ 3/جنوری	1
2	خطبہ جمعہ فرمودہ 10/جنوری	19
3	خطبہ جمعہ فرمودہ 17/جنوری	31
4	خطبہ جمعہ فرمودہ 24/جنوری	43
5	خطبہ جمعہ فرمودہ 31/جنوری	58
6	خطبہ جمعہ فرمودہ 07/فروری	71
7	خطبہ جمعہ فرمودہ 14/فروری	87
8	خطبہ جمعہ فرمودہ 21/فروری	106
9	خطبہ جمعہ فرمودہ 28/فروری	121
10	خطبہ جمعہ فرمودہ 7/مارچ	137
11	خطبہ جمعہ فرمودہ 14/مارچ	154
12	خطبہ جمعہ فرمودہ 21/مارچ	167
13	خطبہ جمعہ فرمودہ 28 /مارچ	184
14	خطبہ جمعہ فرمودہ 4/اپریل	201
15	خطبہ جمعہ فرمودہ 11/اپریل	218
16	خطبہ جمعہ فرمودہ 18/اپریل	234
17	خطبہ جمعہ فرمودہ 25/اپریل	248
18	خطبہ جمعہ فرمودہ 02/مئی	265
19	خطبہ جمعہ فرمودہ 09/مئی	280
20	خطبہ جمعہ فرمودہ 16/مئی	293
21	خطبہ جمعہ فرمودہ 23/مئی	311
22	خطبہ جمعہ فرمودہ30/مئی	324
23	خطبہ جمعہ فرمودہ 6/جون	342
24	خطبہ جمعہ فرمودہ 13/جون	356
25	خطبہ جمعہ فرمودہ 20/جون	369
26	خطبہ جمعہ فرمودہ 27/جون	388
27	خطبہ جمعہ فرمودہ 04 /جولائی	407
28	خطبہ جمعہ فرمودہ 11 /جولائی	420

نمبر شمار	خطبہ فرمودہ	صفحہ
29	خطبہ جمعہ فرمودہ 18؍جولائی	438
30	خطبہ جمعہ فرمودہ 25؍جولائی	452
31	خطبہ جمعہ فرمودہ 01؍اگست	465
32	خطبہ جمعہ فرمودہ 08؍اگست	481
33	خطبہ جمعہ فرمودہ 15؍اگست	493
34	خطبہ جمعہ فرمودہ 22؍اگست	506
35	خطبہ جمعہ فرمودہ 29؍اگست	518
36	خطبہ جمعہ فرمودہ 05؍ستمبر	528
37	خطبہ جمعہ فرمودہ 12؍ستمبر	550
38	خطبہ جمعہ فرمودہ 19؍ستمبر	564
39	خطبہ جمعہ فرمودہ 26؍ستمبر	577
40	خطبہ جمعہ فرمودہ 03؍اکتوبر	589
41	خطبہ جمعہ فرمودہ 10؍اکتوبر	606
42	خطبہ جمعہ فرمودہ 17؍اکتوبر	619
43	خطبہ جمعہ فرمودہ 24؍اکتوبر	631
44	خطبہ جمعہ فرمودہ 31؍اکتوبر	649
45	خطبہ جمعہ فرمودہ 07؍نومبر	660
46	خطبہ جمعہ فرمودہ 14؍نومبر	682
47	خطبہ جمعہ فرمودہ 21؍نومبر	700
48	خطبہ جمعہ فرمودہ 28؍نومبر	716
49	خطبہ جمعہ فرمودہ 5؍دسمبر	727
50	خطبہ جمعہ فرمودہ 12؍دسمبر	739
51	خطبہ جمعہ فرمودہ 19؍دسمبر	754
52	خطبہ جمعہ فرمودہ 26؍دسمبر	767

1

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03 جنوری 2014ء بمطابق 03 صلح 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

سب سے پہلے تو میں آج آپ کو اور دنیا میں پھیلے ہوئے تمام احمدیوں کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں۔ مجھے اداروں کی طرف سے بھی، جماعتوں کی طرف سے بھی، افراد کی طرف سے بھی مبارکباد کے پیغام آ رہے ہیں۔ ان سب کو مبارک ہو اور جماعت کو مبارک ہو اور اس دعا کے ساتھ یہ مبارکباد ہے کہ اللہ تعالیٰ محض اور محض اپنے فضل سے پہلے سے بڑھ کر اس سال کو اپنی رحمتوں، فضلوں اور برکتوں کا سال بنا دے۔ اور یہ دعا ہر احمدی کی یقیناً ہے اور ہونی چاہئے۔ اگر ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں، برکتوں اور رحمتوں کی خواہش اور دعا کئے بغیر یہ مبارکباد دیتے ہیں تو صرف رسماً مبارکباد دینا تو بے فائدہ ہے اور دنیاداروں کی باتیں ہیں۔ لیکن یہ خواہش بھی بے کار ہو گی اور دعا بھی لا حاصل ہو گی اگر ہم اپنی اُن صلاحیتوں اور استعدادوں کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو سمیٹنے کے لئے بروئے کار نہ لائیں جو خدا تعالیٰ نے ہمیں ودیعت فرمائی ہوئی ہیں۔ اُن باتوں پر عمل کرنے کی کوشش نہ کریں جن پر عمل کرنے کا خدا تعالیٰ نے ہمیں حکم فرمایا ہے۔ ہمارا صرف نئے سال کی رات کو اجتماعی نفل پڑھ لینا کافی نہیں ہے، اگر ہمیں ان نوافل کی ادائیگی کے ساتھ یہ احساس پیدا نہیں ہوتا کہ اب ہم نے حتی الوسع یہ کوشش کرنی ہے کہ نوافل کی ادائیگی کرتے رہیں۔ اپنی عبادت کے معیار کو بھی خدا تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے بہتر بنانا ہے اور اپنی عملی زندگی میں ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ اگر اس سوچ کے ساتھ ہم نے دو دن پہلے اپنے نئے سال کا آغاز کیا ہے اور ایک دوسرے کو مبارکبادیں دے رہے ہیں تو ہم اللہ تعالیٰ کے

فضلوں، رحمتوں اور برکتوں کو سمیٹنے کی کوشش کرنے والوں میں شمار ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم میں سے ہر ایک کی یہ سوچ ہو۔ اگر نہیں ہے تو خدا کرے کہ ہماری یہ سوچ ہو جائے۔ یہی سوچ ہے جو اللہ تعالیٰ کے گزشتہ فضلوں کا بھی شکر گزار بناتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے محض اور محض اپنے فضل سے ہم پر جو احسانات اور انعامات کئے ہیں، اُن پر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والا بناتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور ہمارا خالص ہو کر جھکنا ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے۔ پس یہ روح ہے جو ہماری ان مبارکبادوں کے پیچھے کارفرما ہونی چاہئے۔

جب ہم گزشتہ سال کا جائزہ لیتے ہیں تو جماعتی لحاظ سے جہاں بعض مشکلات بھی ہیں لیکن پھر بھی 2013ء کا سال ہمیں اللہ تعالیٰ کے بے شمار فضل دکھاتا ہوا نظر آتا ہے۔ پس اگر ہم نے یہ فضل جاری رکھنے ہیں تو عاجزی، محنت اور دعا کے ساتھ ان فضلوں کو جذب کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ خاص طور پر اُن لوگوں کو جن کے سپرد بعض جماعتی خدمات ہوئی ہوئی ہیں۔ وہ خاص طور پر اس بات کو مدّنظر رکھیں کہ یہ فضل جذب کرنے کے لئے ہمیں عاجزی، انکساری اور دعا اور محنت کی ضرورت ہے۔

بعض لوگ اس بات پر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہمیں جماعت میں اتنے عہدوں پر کام کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ بے شک یہ فقرہ اُن کے منہ سے نکلتا ہے کہ کام کرنے کی توفیق مل رہی ہے لیکن اس کام کی توفیق کا حق تب ادا ہو گا جب ذہن کے کسی گوشے میں بھی عہدہ کا تصور پیدا نہ ہو بلکہ خدمتِ دین کا تصور پیدا ہو۔ خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی سمجھیں۔ یہ خیال دل میں رہے۔ اپنی اَنا، فخر اور رعونت اور اپنے آپ کو دوسرے سے بہتر سمجھنے کا خیال بھی دل میں پیدا نہ ہو۔ جو لوگ اس سوچ کے ساتھ کام کرتے ہیں اور عاجزی کو ہر وقت اپنے سامنے رکھتے ہیں، اُن کے کاموں میں اللہ تعالیٰ پھر بے انتہا برکت بھی ڈالتا ہے۔ اُن کے ساتھ کام کرنے والے بھی بھرپور طریق سے اُن کے مددگار بن کر جماعتی خدمات سرانجام دے رہے ہوتے ہیں اور افرادِ جماعت بھی اُن کی ہر بات کو دل کی خوشی سے قبول کر رہے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے تمام عہدیدار یا خدمت سرانجام دینے والے بھی اپنے آپ میں یہ عاجزی، انکساری، اخلاص، محنت اور دعا کی حالت پیدا کرنے والے ہوں اور پہلے سے بڑھ کر پیدا کرنے والے ہوں۔ اور جب یہ ہو گا تو تبھی وہ یقیناً خلیفۂ وقت کے بھی سلطانِ نصیر بننے والے ہوں گے۔ اور افرادِ جماعت بھی وفا کے ساتھ سلسلہ کے کاموں کو ہر دوسرے کام پر مقدم کرنے والے ہوں تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے نظارے ہمیشہ دیکھتے چلے جانے والے ہوں۔

جیسا کہ ہر احمدی جانتا ہے کہ ہمارا کام حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کو آگے بڑھانا ہے۔ اُس کام کو آگے بڑھانا ہے جو اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلانے کا آپ کے سپرد ہوا ہے۔ بکھرے ہوئے مسلمانوں کو اکٹھا کرنا ہے۔ دنیا کو خدائے واحد کے آگے جھکنے والا بنانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ کام جماعت سرانجام دے رہی ہے۔ مشنز کی تعمیر، مساجد کی تعمیر، تبلیغ کا کام، لٹریچر کی تیاری اور اشاعت، مبلغین اور مربیان کو تیار کرنا اور میدانِ عمل میں بھیجنا، یہ سب کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کر رہی ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا، اللہ تعالیٰ کے فرمان کے مطابق ہماری زندگی کا مقصد عبادت کرنا ہے۔ اور ایک مسلمان مرد پر نماز باجماعت فرض ہے اور باجماعت نماز کے لئے مساجد اور مناسب جگہوں کی تعمیر اور انتظام بھی بڑا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو بے شمار فضل گزشتہ سال جماعت پر فرمائے، اُن میں سے یہ بھی ایک بہت بڑا فضل ہے کہ دنیا میں ہمیں مساجد بنانے کی توفیق ملی اور مساجد کو آباد کرنے کی توفیق ملی۔ گو کہ یورپ میں بھی اور آسٹریلیا میں بھی، فار ایسٹ (Far East) میں بھی اور باقی علاقوں میں بھی لیکن افریقہ اور انڈیا میں خاص طور پر اس سلسلے میں بہت کام ہوا ہے۔ اس کا مختصر جائزہ بھی میں پیش کر دیتا ہوں۔

2013ء کے سال میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے 136 باقاعدہ مساجد اور انڈیا میں بعض چھوٹے چھوٹے گاؤں میں فوری طور پر لکڑی اور ٹین سے عارضی مسجدیں یا شیڈ (Shed) بنائے گئے ہیں ان کی تعداد 22 تھی۔ اور 258 نئی مساجد ملیں۔ یہ مساجد اس طرح ملیں کہ تبلیغ کا جو کام جماعت کر رہی ہے، اُس کے ذریعہ سے جو ائمہ جماعت میں شامل ہوئے اُن کے ساتھ اُن کی مساجد بھی آئیں اور لوگ بھی شامل ہوئے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا زیادہ کام افریقہ اور انڈیا میں ہوا ہے۔ 158 مساجد کی جو میں نے بات کی ہے ان میں سے 102 باقاعدہ مساجد افریقہ میں بنی ہیں اور انڈیا میں مسجد کے لئے 22 شیڈ (Shed) اس لئے بنائے گئے ہیں تاکہ فوری ضرورت پوری ہو۔ اور افریقہ میں اس وقت 41 مساجد زیرِ تعمیر ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا کہ اس سال باقی ممالک میں بھی مسجدیں تعمیر ہوئیں اور ہو بھی رہی ہیں۔

اسی طرح مشن ہاؤسز ہیں۔ 121 مشن ہاؤسز، مرکز تعمیر ہوئے جن میں سے 77 افریقہ میں اور پانچ انڈیا میں۔ انڈیا بھی کافی وسیع ملک ہے اور افریقہ تو براعظم ہے۔ اُس میں بھی ایسٹ اور ویسٹ میں زیادہ تر ہمارے چھ، سات، آٹھ ممالک ہیں، جہاں جماعت پھیل رہی ہے اور بڑی تیزی سے وہاں کام ہو رہا ہے۔

پھر جیسا کہ مَیں نے کہا کہ ہمارا کام اسلام کے پیغام کو دنیا میں پھیلانا ہے۔ اسلام کی حقیقی اور خوبصورت تعلیم کا پرچار کرنا ہے تاکہ دنیا کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کا پتہ چلے اور ہمارے مبلغین اللہ تعالیٰ

کے فضل سے یہ کام کر رہے ہیں۔ اور اس کے علاوہ جب مختلف ممالک میں میرے دورے ہوتے ہیں تو اُن کے ذریعہ سے بھی ایک حد تک جماعت کا تعارف ہوتا ہے۔ اسلام کی تعلیم کا دنیا کو پتہ چلتا ہے اور پھر اس تعارف کو بڑھاتے ہوئے جو مبلغین ہیں، ان میں بعض تو ایسے ہیں جو مستقل ملکی اخباروں میں کالم لکھتے ہیں اور بعض ایسے بھی ہیں جو میرے خطبات کے حوالے سے اخباروں میں اسلام کی تعلیم کے بارے میں مستقل کالم لکھ رہے ہیں۔ تو یہ پیغام بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیل رہا ہے اور گزشتہ سال میں اس کو بہت زیادہ وسعت ملی ہے۔

دورے کی میں نے بات کی ہے۔ پہلے دوروں کے بعد مَیں بتا بھی چکا ہوں کہ امریکہ میں جو مَیں نے پچھلے سال دورے کئے اُس میں مجموعی طور پر بارہ ملین سے زیادہ لوگوں تک پیغام پہنچا۔ کینیڈا کے دورے میں دو شہروں کے دورے کئے اور ساڑھے آٹھ ملین لوگوں تک پیغام پہنچا۔ ان دونوں ممالک میں اس طرح مجموعی طور پر تقریباً دو کروڑ افراد تک پیغام پہنچا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس لحاظ سے بھی بے شمار فضل ہیں کہ احمدیت کا پیغام پہنچانے کے نئے سے نئے راستے کھل رہے ہیں۔

میرے دوروں کے ذریعہ جیسا کہ میں نے کہا کہ پیغام پہنچانے کے نئے راستے کھلے ہیں اور اُنہیں پھر مبلغین نے مزید وسعت دی ہے۔ جو active مبلغ ہیں اُن کو ایک لگن ہے، وہ پھر اس کام کو آگے بڑھاتے ہیں اور اس میں پھر اُن کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی کامیابیاں بھی مل رہی ہیں۔ اسی طرح جرمنی کے دوروں کے دوران، گزشتہ سال میں نے شاید دو دورے کئے تھے، مساجد کے سنگِ بنیاد رکھے اور جلسے میں شامل ہوا تھا تو وہاں اخباروں اور ریڈیو سٹیشنز اور ٹی وی چینلز نے جو کوریج دی ہے وہ صرف جرمنی تک ہی نہیں، بلکہ اُس میں آسٹریا اور سوئٹزرلینڈ کے مشترکہ ٹی وی چینل بھی تھے۔ اور اس طرح مجموعی طور پر جو جرمنی کے سفر ہوئے ان میں چار ملین افراد تک پیغام پہنچا۔ پھر سنگاپور ہے، آسٹریلیا ہے، نیوزی لینڈ ہے، جاپان ہے۔ ان کے دورے کے دوران وسیع پیمانے پر میڈیا نے کوریج دی اور جیسا کہ میں نے بتایا تھا کہ تین کروڑ افراد تک پیغام پہنچا۔

تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ انسانی کوشش سے یہ کبھی نہیں ہو سکتا۔ انسانی کوشش کا تو یہ حال ہے کہ آسٹریلیا میں جو ہمارے سیکرٹری خارجہ تھے یا پریس کے ساتھ ان کا تعلق تھا، انہوں نے وہاں کا جو صوبائی اخبار تھا اُس کے نمائندے کو ایک انٹرویو لینے کے لئے کہا۔ اُس نے کہا مَیں انٹرویو کے لئے آ جاؤں گا اور عین وقت پر اُس نے معذرت کر لی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا کہ اُس نے معذرت کی اور پندرہ

منٹ کے بعد جو وہاں کا نیشنل اخبار ہے اُس سے رابطہ ہوا اور اس طرح لگتا تھا کہ وہ نمائندہ اس انتظار میں بیٹھا ہے کہ کب مجھے پتہ لگے کہ آسٹریلیا کا میرا دورہ ہے اور کب میں آؤں، اور پندرہ منٹ کے نوٹس کے بعد وہ پہنچ گیا۔ تو یہ صرف اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وجہ سے ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی تائیدات اور نصرت کے نظارے ہمیں دکھاتا ہے۔ ورنہ اُن کو امید نہیں تھی کہ اتنے شارٹ نوٹس پر کوئی نمائندہ آئے گا اور انٹرویو لے گا اور وہ بھی نیشنل اخبار کا نمائندہ اور پھر نیشنل اخبار میں اس کی اشاعت بھی ہو جائے گی۔

جرمنی کی تاریخ میں بھی پہلی مرتبہ نیشنل ٹی وی پر جماعت کے متعلق خبر نشر کی گئی۔ آسٹریلیا کے ٹی وی کے نیشنل اور انٹرنیشنل چینل جو ہیں اُن پر خبریں نشر ہوئیں اور جیسا کہ پہلے بھی میں نے بتایا تھا چھیالیس ممالک میں یہ خبر گئی۔ نیوزی لینڈ کے نیشنل ٹیلیویژن نے خبر دی۔ اُن کا ماؤری جو قبیلہ ہے اُن کے ٹی وی چینل نے خبریں دیں۔ جاپان کا ایک اخبار ہے جس کی سرکولیشن بیس ملین یا دو کروڑ ہے، انہوں نے میرا انٹرویو لیا اور خبر دی، پھر یہی نہیں بلکہ انہوں نے بعد میں وہاں کے مشنری انچارج کا بھی انٹرویو لیا اور دوبارہ پھر خبر شائع کی اور اسلام کے متعلق سوالات کئے۔ اور وہاں جو ہماری مسجد بن رہی ہے، پہلی مسجد ہے، اُس کے بارے میں بھی خبریں شائع کیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسی جگہ مل گئی ہے جو بڑی اچھی وسیع جگہ ہے اور ایک ہال بھی اُس میں تعمیر ہوا ہوا ہے۔ اور اتفاق یہ ہے کہ ہال کا رُخ جو ہے وہ بالکل قبلہ رُخ ہے۔ اس لئے وہاں اُس کو بدلنے کی بھی ضرورت نہیں پڑے گی۔ بہر حال اس مسجد کے بننے سے جاپان میں بھی اسلام کا تعارف احمدیت کے حوالے سے بڑھ رہا ہے۔ تو جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مسجد اور دورے کی وجہ سے صرف یہ نہیں کہ وقتی طور پر توجہ پیدا ہوئی اور قصہ ختم ہو گیا، بلکہ بعد میں بھی وہاں انہوں نے مشنری کا انٹرویو لیا اور اُس سے جو پہلے خبریں لگی تھیں یا دی گئی تھیں اُن میں مزید وسعت پیدا ہوئی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل بے شمار ہیں۔

ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے دنیا میں میرے دوروں کی وجہ سے اٹھارہ کروڑ چھبیس لاکھ تک احمدیت کا پیغام پہنچا۔ اسی طرح اس سال میں دس سو اٹھاسی اخبارات کے ذریعہ سولہ کروڑ سے زائد افراد تک پیغام پہنچا۔ تو یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے جو اُس نے اتنے وسیع پیمانے پر احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام پہنچانے کا انتظام فرمایا۔

افریقہ کے ممالک میں جو کام ہو رہا ہے اس کے علاوہ ہے۔ وہاں بھی بڑے وسیع پیمانے پر کام ہو رہا ہے۔ میڈیا کے ذریعہ سے وہاں کروڑوں لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچا ہے۔ گھانا میں وہاں کے سرکاری

ٹی وی نے جو گھانا براڈ کاسٹنگ کارپوریشن کا ٹی وی ہے، ہمارے ایم ٹی اے کے پروگرام دینے شروع کئے ہیں۔ جب 2013ء کا جلسہ ہوا ہے تو اُس کے پروگرام انہوں نے دکھائے اور یہ جو پروگرام ہیں یہ سیٹلائٹ کے ذریعہ گھانا کے علاوہ ہمسایہ ملکوں میں بھی جا رہے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ غیر معمولی طور پر حقیقی اسلام کا پیغام پہنچانے کے راستے کھول رہا ہے۔

اس سال میں جو میری مختلف ریسپشنز ہوئی ہیں اُن میں شامل ہونے والے بھی بڑے متاثر ہوئے۔ پڑھا لکھا طبقہ جو سیاستدان اور پالیسی بنانے والے تھے اُن کو جب اسلام کی حقیقی تعلیم کا پتہ چلا تو اُن کے لئے یہ تصور بالکل نیا تھا۔ جبکہ یہ تصور نہیں، تعلیم ہے اور حقیقت ہے۔ اُن کے لئے بڑی حیرت والی بات تھی کہ اسلام کی اس طرح کی تعلیم بھی ہے۔ پس کن کن فضلوں کو انسان گنے۔

بعض منافق طبع لوگ اس بارے میں یہ بھی باتیں کر دیتے ہیں کہ یہ فلاں کے ذریعہ سے ہوا یا اتنا خرچ کیا گیا تو ہوا۔ بہر حال جماعت میں چند ایک لوگ ہی ایسے ہیں۔ نہ تو اس جماعت کے پیغام پہنچانے کے لئے کسی شخص کی ضرورت ہے، یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے اور نہ خرچ کیا جاتا ہے جس طرح لوگوں میں بلا وجہ کی افواہیں پھیلانے والے بعض پھیلا دیتے ہیں۔ تو ایسے لوگوں سے بھی جماعت کے افراد کو ہشیار ہونا چاہئے۔ یہ منافق لوگ بڑے طریقے سے باتیں کرتے ہیں۔ اتنے وسیع پیمانے پر جیسا کہ میں نے بتایا ہے کسی شخص کی کوشش سے یہ کام نہیں ہو سکتا۔ یہ محض اور محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اور اگر اللہ تعالیٰ نہ چاہتا تو ہم جتنی بھی کوشش کر لیتے یہ کبھی نہ ہوتا۔ بلکہ اب تو میں نے مختلف سفروں میں یہ دیکھا ہے کہ بعض بڑے لوگ ہیں جن سے ملنے کی لوگ بڑی خواہش کرتے ہیں، انہوں نے ملنے کا کہا لیکن میں نے کسی وجہ سے انکار کر دیا تو اُس کے بعد انہوں نے بڑی لجاجت سے بار بار ملنے کی خواہش کی اور ہماری جماعت کے افراد اس بات کے گواہ ہیں۔ اس لئے یہ وہم کسی کے دل میں آنا کہ کسی کے ملنے سے ہماری جماعت کا پیغام دنیا میں پہنچتا ہے یا کسی شخص کے ذریعہ سے پیغام پہنچتا ہے، یہ انتہائی غلط تصور ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے جو اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے اور یہی اللہ تعالیٰ کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ ہے کہ ”مَیں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا“۔ کسی شخص نے نہیں پہنچانا۔

پس ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ نہ ہم نے کسی دنیاوی آدمی اور لیڈر سے کچھ لینا ہے، نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے۔ ہمارا انحصار خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے وہی ہمارا مولیٰ ہے اور وہی ہمارا مددگار ہے جو جماعت کی ترقی کے غیر معمولی نظارے ہمیں دکھا رہا ہے۔

افریقہ میں اس ترقی نے نام نہاد علماء اور بعض لیڈروں کو بہت سخت پریشان کیا ہوا ہے۔ وہ اس بات پر خوش نہیں ہوتے کہ دنیا خدا تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہو رہی ہے بلکہ اُن کو یہ فکر ہے کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے یہ لوگ حقیقی مسلمان بن رہے ہیں۔ گزشتہ دنوں وہاں افریقہ میں بڑی کوشش ہوتی رہی کہ یہ کیا ہو رہا ہے کہ جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے مسلمان بن رہے ہیں۔ ہم تو جو اسلام پھیلانا چاہتے ہیں وہ تو سختی اور دہشت گردی کا اسلام ہے۔ یہ لوگ تو مسلمان ہو کے فتنہ وفساد سے دُور ہو رہے ہیں۔ نام نہاد جہاد سے کنارہ کشی اختیار کر رہے ہیں۔ اور یہی بات ہے جو ان دنیاوی لیڈروں کو بہت زیادہ چُبھتی ہے یا علماء کو چُبھتی ہے۔

ہمارے ٹوگو کے مبلغ بیان کرتے ہیں کہ وہاں آیا کوپے (Ayakope) ایک جگہ ہے اُس کے دورے پر گئے تو وہاں کے نومبائعین نے بتایا کہ یہاں کچھ دن پہلے مسلمانوں کا ایک گروہ آیا تھا اور ہمیں کچھ کھانے پینے کی چیزیں دیں اور کہنے لگے کہ ہم آپ کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دیتے ہیں۔ تو ہم نے کہا آپ ہمیں دعوت دے رہے ہیں یا لالچ دے رہے ہیں۔ ہمیں چیزیں دے کر آپ چاہتے ہیں کہ ہم اسلام قبول کر لیں۔ ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیونکہ ہمارے پاس جماعت احمدیہ والے آئے تھے اور انہوں نے ہمیں اسلام کی تبلیغ کی اور ہم نے پہلے ہی اسلام قبول کر لیا ہے اور ہمیں کسی قسم کا لالچ بھی نہیں دیا اور وہ اب ہمیں یہ خوبصورت تعلیم سکھا بھی رہے ہیں۔ ہمارے بچوں کو نمازیں بھی پڑھنا سکھا رہے ہیں، قرآنِ کریم پڑھنا بھی سکھا رہے ہیں۔ اس لئے ہم آپ سے یہ چیزیں نہیں لیں گے۔ آپ یہ چیزیں واپس لے جائیں۔ آپ جو اسلام پیش کر رہے ہیں ہم اس کو قبول کرنے کو تیار نہیں۔ ہم تو اُس حقیقی اسلام کو قبول کریں گے جس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اور جس کی تبلیغ آج جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔ اور اس کے بعد پھر وہ ایمان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھے ہیں۔ اب اُن نومبائعین نے وہاں اپنی ایک مسجد بھی بنالی ہے۔

اسی طرح مبلغ نائیجر لکھتے ہیں۔ برنی کونی شہر میں ایک چھوٹا سا گاؤں بٹورو (Botoro) ہے، وہاں جب تبلیغ کی گئی تو خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ گاؤں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گیا۔ فوری طور پر بچوں کے لئے یسرنا القرآن کلاسز جاری کر دی گئیں۔ امام صاحب کا ریفریشر کورس جاری کر دیا گیا اور تربیتی پروگرام بنائے گئے۔ جب یہ اطلاع وہاں وہابی مولوی، امام تک پہنچی تو فوری طور پر وہ مولویوں کا ایک گروپ لے کر اس گاؤں میں پہنچ گیا اور تقریر شروع کر دی کہ یہ کافر ہیں۔ آپ جماعت کا انکار کر دیں۔

ہم آپ کو مسجد بھی بنا کے دے دیں گے۔ گاؤں کے چیف نے اُسے کہا کہ میں پیدائشی مسلمان ہوں اور اب عمر کے آخری حصہ میں ہوں۔ میں نے کبھی اپنے گاؤں کی بچی کو قرآنِ کریم پڑھتے اور اسلامی باتیں کرتے نہیں دیکھا۔ مگر یہ جماعت احمدیہ کی برکت ہے کہ میری چھوٹی بچیاں مجھے دعائیں اور حدیثیں سناتی ہیں۔ اس لئے اس پہلی دفعہ کی تو میں تمہیں معافی دیتا ہوں جو تم شور مچا رہے ہو۔ اگر آئندہ ادھر کا رُخ کیا تو گاؤں کے لڑکوں سے تمہاری پٹائی کروا دوں گا۔ مولویوں نے یہ بات سنی تو فوراً (ہوتے تو ڈرپوک اور بزدل ہیں) گاڑی میں بیٹھے اور وہاں سے بھاگ گئے۔

بورکینا فاسو کے مبلغ لکھتے ہیں کہ بنفورا ریجن کی ایک جماعت نیا کارا (Niankara) ہے۔ وہاں کے گاؤں میں دوسو دس افراد ہیں جو اس سال بیعت کر کے جماعت میں شامل ہوئے۔ اس گاؤں کے دو خاندان ایسے ہیں جن کا تعلق انصارِ دین فرقہ سے ہے۔ انہوں نے خوب زور لگایا اور انفرادی ملاقاتیں کر کے احمدی افراد کو مجبور کیا کہ جماعت احمدیہ کو چھوڑ دیں اور انصارِ دین فرقے سے اپنا تعلق جوڑیں۔ لیکن احمدی افراد نے ان باتوں پر کان نہیں دھرے بلکہ ہمیں بتایا کہ ہم پر بڑا دباؤ ڈالا جا رہا ہے کہ ہم جماعت احمدیہ کو چھوڑ دیں۔ لیکن وہ کہتے ہیں کہ جس قدر احمدیوں کی تبلیغ و تربیت نے ہمیں مطمئن کیا ہے، ہم احمدیت سے الگ ہو کر پھر اندھیروں میں واپس نہیں جانا چاہتے۔ اور انہوں نے باقاعدہ چندے بھی دینے شروع کر دیئے ہیں۔

اسی طرح بینن کی ایک جماعت کوجرومیدے ہے، چھوٹا سا گاؤں ہے کوجرومیدے (Kodjromede)۔ وہاں کے ایک شخص کریم نامی نے بیعت کی تھی۔ دو تین ماہ گزرنے کے بعد اس نے مولویوں کے زیرِ اثر آ کر مخالفت شروع کر دی تو ایک دن معلم نے امیر جماعت کو بتایا کہ اس شخص نے جماعت کے خلاف سخت بدزبانی کی ہے تو انہوں نے اُسے کہا کہ کوئی بات نہیں، اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر ایک مرتد ہو گا تو وہ اپنے فضل سے ایک جماعت عطا فرمائے گا۔ کہتے ہیں کہ اُسی دن یہ معلم صاحب اور امیر صاحب اکونوپے (Akonopey) گاؤں ہے، اُس کا جو بادشاہ ہے، جو چیف ہے وہ مقامی بادشاہ کہلاتے ہیں، اُن کو تبلیغ کرنے گئے تو وہ اللہ کے فضل سے احمدی ہو گیا۔ پھر ایک واگا (Waga) گاؤں ہے، اُس گاؤں کے بھی دو آدمی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے کہا آپ ہمارے گاؤں میں بھی آئیں اور تبلیغ کریں تو مغرب کی نماز اُن کے گاؤں میں ادا کی اور تبلیغ کی تو بتیس افراد نے احمدیت قبول کر لی۔ اس طرح گاؤں میں ایک نئی جماعت کا قیام عمل میں آیا۔ اور وہی شخص جو بدزبانی کیا کرتا تھا وہ پولیس کو کسی مقدمے

میں مطلوب تھا، اس کی وجہ سے وہ گاؤں چھوڑ کے چلا گیا۔

پھر نائیجیریا کے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ کیمرون کا علاقہ وومبا (Foumban) کٹّر مسلمانوں کی اکثریت کا علاقہ ہے۔ پہلی بار وہاں جلسہ یومِ خلافت منعقد کیا گیا۔ ہر سال کی طرح اس سال بھی وہاں کیمرون میں پاکستان سے آنے والے تبلیغی گروپ نے احباب جماعتِ احمدیہ کو نشانہ بنانے کی کوشش کی۔ جلسہ یومِ خلافت کی خبریں چونکہ ٹی وی اور ریڈیو پر گاہے بگاہے نشر ہو رہی تھیں اس لئے اُن تک بھی اس کی خبر پہنچ گئی۔ چنانچہ تبلیغی جماعت کا چوبیس افراد پر مشتمل ایک گروپ جس میں دس افراد براستہ کینیا اور پندرہ افراد کیمرون اور چاڈ کے بارڈر کے ذریعہ وہاں آئے۔ اس شہر میں خدا کے فضل سے اب جماعت کی اکثریت ہے۔ یہاں کے چیف امام اور اُن کے نائبین امام مع اپنے احباب کے تین سال قبل احمدیت قبول کر چکے ہیں۔ تو یہ گروپ جو آیا انہوں نے ہمارے معلم کے ذریعہ رابطہ پیدا کیا۔ یہ وہی معلم صاحب ہیں جن کے ذریعہ سے یہاں جماعت کا پودا لگا تھا، گھر گھر پیغام پہنچا تھا۔ اُس معلم کی بابت اس تبلیغی جماعتی گروپ نے دریافت کیا۔ جس پر معلم صاحب کی اہلیہ نے ان کو بتایا کہ معلم صاحب شہر سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ اس پر یہ لوگ وہاں سے شہر کی سینٹرل مسجد میں پہنچے اور یہ جو مسجد ہے یہ اللہ کے فضل سے بڑی مسجد ہے اور جماعت احمدیہ کی مسجد ہے۔ یہاں انہوں نے چیف امام سے کہا کہ ہم یہاں تبلیغ کرنا چاہتے ہیں اور آپ سب احباب کو جماعت احمدیہ کے متعلق حقائق بتانا چاہتے ہیں۔ اس پر ہمارے چیف امام نے ان سے کہا کہ اگر آپ نے جماعت احمدیہ کے خلاف بات کرنی ہے تو میں یہ آپ کو بتا دوں کہ یہ مسجد جہاں آپ کھڑے ہیں یہ جماعت احمدیہ کی مسجد ہے اور ہم سب خدا تعالیٰ کے فضل سے احمدی مسلمان ہیں۔ اس لئے آپ کو ایسا کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہے اور آپ سب احباب یہاں سے جا سکتے ہیں۔ بہر حال پولیس کو بھی اطلاع کر دی گئی اور انہوں نے اُن کو شہر سے نکال دیا۔

اسی طرح آج کل ساؤتھ افریقہ میں پاکستانی مولوی اکٹھے ہوئے ہوئے ہیں۔ پاکستان سے بیس مولویوں کا ایک گروپ ہے۔ دہلی انڈیا سے بھی آئے ہوئے ہیں، سعودی عرب سے بھی آئے ہوئے ہیں۔ ایک گروہ میں وہاں کے مقامی لوگ بھی ہیں۔ جو مسلم جوڈیشل کونسل کے زیرِ اہتمام کانفرنس میں جماعت کی مخالفت میں پروگرام بنا رہے ہیں۔

سیرالیون کی بھی یہی رپورٹ ہے۔ سیرالیون میں پاکستان سے تبلیغی مُلّاں اور مصر سے الازہر یونیورسٹی کے پڑھے ہوئے مُلّاں اور سیرالیون سے سعودی عرب جا کر تعلیم حاصل کرنے والے، سعودیہ کے

خرچ پر سینکڑوں کی تعداد میں لوگ یہاں پر پہنچے ہوئے ہیں اور کہتے ہیں کہ تقریباً ہر فلائٹ پر کافی تعداد میں لوگ آ رہے ہیں اور شہروں اور دیہاتوں میں جا کر جماعت احمدیہ اور شیعہ احباب کے خلاف لوگوں کو اکساتے ہیں۔ تو بجائے اس کے کہ تبلیغ کریں، صرف فتنہ و فساد پیدا کرنا (مقصد) ہے۔ بلکہ اب وہاں ایک افریقہ عرب summit میں بہت بڑی رقمیں افریقہ کے لئے بھی اور خاص طور پر سیرالیون کے لئے بھی، اُن کی ترقی کے نام پر اور سکول کھولنے کے نام پر مخصوص کی گئی ہیں، اور یہ باتیں اخباروں میں وہاں آ رہی ہیں کہ یہ بنا کے دیں گے، وہ بنا کے دیں گے۔ لیکن ہمیشہ کی طرح، پہلے بھی کئی دفعہ اس طرح ہو چکا ہے کہ جاتے ہیں، پیسوں کا اعلان کرتے ہیں، اُس کے بعد یا امداد آتی نہیں، یا آپس میں کھا پی جاتے ہیں اور قصہ ختم ہو جاتا ہے۔ اور یہی انشاء اللہ تعالیٰ اس کا بھی انجام ہوگا۔

بہر حال جوں جوں جماعت ترقی کر رہی ہے، جوں جوں اللہ تعالیٰ کے فضل ہو رہے ہیں، یہ مخالفتیں بھی تیز ہو رہی ہیں اور ہوں گی۔ ان کی ہمیں کوئی فکر نہیں ہے، نہ ہونی چاہئے۔ آخر کار ان کی تقدیر میں ناکامی اور نامرادی لکھی ہوئی ہے۔ لیکن ہمیں جس بات کی فکر کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ آئندہ بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننے کے لئے، ان مخالفتوں کا مقابلہ کرنے کے لئے ہم اپنے ایمانوں میں پہلے سے بڑھ کر مضبوطی پیدا کریں۔ پہلے سے بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تکمیل کی کوشش کریں۔ پہلے سے بڑھ کر دعاؤں کی طرف توجہ دیں۔ دعاؤں کے ساتھ اس سال کو بھر دیں، درود و استغفار پر اس قدر توجہ دیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ہم پر رحمت کی نظر ڈالتے ہوئے اپنے فضلوں کو ہم پر وسیع تر کرتا چلا جائے۔ دشمن کے مکروں کو اُن پر الٹا دے۔ ہر مخالف کو اور ہر مخالفت کو ہوا میں اُڑا دے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل پہلے سے بڑھ کر ہم پر نازل ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

”دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں۔ خدا نے مجھے بار بار بذریعہ الہامات کے یہی فرمایا ہے۔ کہ جو کچھ ہوگا۔ دعاء، ہی کے ذریعہ سے ہوگا۔ ہمارا ہتھیار تو دعاء ہی ہے۔ اور اس کے سوائے اور کوئی ہتھیار میرے پاس نہیں“۔

(سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب صفحہ 518-519)

پس یہی ہتھیار ہے جو ہم نے بھی استعمال کرنا ہے۔ اللہ کرے کہ ہم اس کو صحیح طور پر استعمال کرنے والے ہوں۔

آج جنوری کا پہلا جمعہ ہے اور روایت کے مطابق وقفِ جدید کے نئے سال کا اعلان بھی اس

جمعہ کو ہوتا ہے اور گزشتہ سال میں اللہ تعالیٰ کے جو فضل ہوئے ہیں، جو وقفِ جدید کے ذریعہ خدا تعالیٰ نے کئے اور کر رہا ہے، اُن کا ذکر بھی ہوتا ہے۔ کچھ کا تو میں نے ذکر کیا ہے۔ افریقہ میں وقفِ جدید کے چندے کا بہت سا استعمال ہوتا ہے اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس چندے کی رقم بھی وہاں تبلیغی میدان میں آگے بڑھنے کا، مسجدیں بنانے کا اور دوسری چیزیں کرنے کا ایک ذریعہ بن رہی ہے۔

پس اب مَیں اس ضمن میں مزید میں کچھ کہوں گا۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ وقفِ جدید کی تحریک پہلے صرف پاکستان میں ہوتی تھی اور خلافتِ رابعہ کے وقت میں پاکستان سے باہر کی جماعتوں میں یہ تحریک کی گئی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے کی تا کہ افریقہ اور بھارت میں جماعت کے کاموں کو مزید وسعت دی جائے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ گزشتہ ایک سال میں افریقہ اور بھارت میں مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر ہوئی اور کچھ خریدے بھی گئے ہیں، اس کے علاوہ تبلیغی سرگرمیاں ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں سعید روحوں کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی۔ بیشک ان ممالک میں رہنے والے احمدی بھی اپنی اپنی بساط کے مطابق غیر معمولی طور پر مالی قربانیاں کر رہے ہیں لیکن اُن کی غربت کی وجہ سے وہ اتنی زیادہ قربانی نہیں کر سکتے کہ تمام اخراجات پورے کر سکیں۔ اس لئے امیر ملکوں کا جو چندہ وقفِ جدید ہے، یہ خاص طور پر افریقہ اور بھارت میں خرچ کیا جاتا ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے کہا کہ ان ملکوں کے لوگ بھی ایک جذبے کے تحت چندے دیتے ہیں۔

ہمارے گنی کناکری کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک احمدی نوجوان محمد ساکو نے بتایا کہ میری شادی کی تاریخ طے ہو گئی تھی اور گھر میں اتنی رقم نہیں تھی کہ شادی کی تیاریاں کی جا سکیں اور جہاں سے رقم آنے کی امید تھی، وہاں سے مسلسل مایوسی ہو رہی تھی۔ اس دوران چندوں کا مطالبہ ہوا تو جو رقم گھر میں موجود تھی وہ چندے میں ادا کر دی۔ اس پر اس کی منگیتر نے بڑا شور مچایا کہ یہ تم نے کیا کیا۔ جو معمولی رقم تھی وہ چندے میں دے دی۔ تو یہ نوجوان کہتے ہیں کہ میں نے اُسے کہا کہ خدا کے فضل سے مَیں ایک ایماندار شخص ہوں اور خدا پر یقین رکھنے والا شخص ہوں اس لئے گھبراؤ نہیں، اللہ تعالیٰ خود ہماری مدد فرما دے گا اور خدا کی راہ میں دیا ہوا کبھی ضائع نہیں ہوتا۔ کہتے ہیں کہ اگلے روز ہی جب وہ کام پر گئے تو اُن کو وہ ساری رقم مل گئی جو ایک لمبے عرصے سے رُکی ہوئی تھی۔ اور جب شام کو گھر لا کر انہوں نے دی تو لوگ حیران رہ گئے کہ کس طرح (اتنی) جلدی اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔

پھر قربانی کے بھی یہ لوگ کیسے کیسے ذریعے اختیار کرتے ہیں۔ بینن سے ہمارے مبلغ لکھتے ہیں کہ

سال کے شروع میں ان کے ریجن کوتونو کے اٹلانٹک ایریا میں اس قدر بارشیں ہوئیں کہ لوگوں کی فصلیں تباہ ہوگئیں اور وہاں قحط سالی کا سال بن گیا۔ سب کچھ ڈوب گیا۔ افراد کے پاس چندہ تو کیا کھانے کے لئے بھی کچھ نہیں بچا۔ اس صورت حال میں تبدیلی کے لئے انہوں نے مجھے بھی دعا کے لئے لکھا، اور پھر وہاں کی ایک جماعت نے یہ فیصلہ کیا کہ اگر ہماری فصلیں تباہ ہوگئی ہیں، دیہاتی جماعتیں تو چندہ اُسی پر دیتی ہیں، تو اس بار ہم یوں کریں گے کہ جو فصلیں ہم لگائیں گے اُس میں ایک پلاٹ یا کھیت یا جو کچھ فصل ہے اس میں وہ جماعتی فصل بھی لگائیں گے تا کہ وہ ساری کی ساری چندے پر چلی جائے۔ اس کے بعد انہوں نے وہ فصل لگائی اور خدا تعالیٰ نے اُس میں اتنی برکت ڈالی کہ اُس میں سے تقریباً گیارہ ہزار آٹھ سو فرانک اُن کو آمد ہوئی جو انہوں نے چندے میں دے دی۔

اسی طرح گیمبیا کی ایک خاتون کہتی ہیں کہ جب محصّل ان سے چندہ لینے ان کے گھر آیا تو وہ بار بار گھر کے اندر جاتیں اور اپنے ہر بچے کی طرف سے بھی کچھ نہ کچھ چندے کی رقم لے آتیں۔ مبلغ نے بتایا کہ یہ دیکھ کر اُن کے بچے بھی اندر گئے اور اپنے گلّوں سے جو بھی معمولی رقم نکلی وہ پیش کر دی اور کہتے تھے کہ ہم کیوں ثواب سے پیچھے رہیں۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ بچوں کے دلوں میں بھی چندوں کی اہمیت ڈالتا ہے۔

اسی طرح گیمبیا کی ایک نومبائعہ ہیں، وہ کپڑا دھونے کا صابن لینے جارہی تھی تو رستے میں اُسے معلوم ہوا کہ اس طرح چندوں کی تحریک ہوئی ہے اور یہ کہا گیا ہے کہ ہر شخص چندہ دے چاہے وہ تھوڑا سا ہی دے۔ اس پر انہوں نے وہ جو پیسے تھے وہ (چندہ میں) دے دیئے اور کہہ دیا کہ صابن کا انتظام اللہ تعالیٰ آپ ہی کر دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بھی ایسا انتظام کیا کہ دو دن کے بعد اُن کے ہاں ایک مہمان آیا اور صابن کا پورا کارٹن اُن کو تحفہ دے گیا۔

اسی طرح بینن کی ایک خاتون جو بڑی چھپ کے نیکیاں بجالانے والی ہیں اور دینی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی ہیں۔ اُن کا چندہ بھی خاصا معیاری تھا مگر پھر بھی سال کے اختتام پر اُن سے جب رابطہ کیا گیا تو وہ سنتے ہی اپنے اوپر خدا کے فضلوں کو گننے لگیں اور اپنی طرف سے مزید ایک لاکھ فرانک سیفا چندہ دے دیا۔ اس دوران جب اُنہیں بتایا گیا کہ ان کے فلاں بیٹے کی طرف سے بھی چندے کا انتظار ہے تو فوراً اُس کی طرف سے بھی تیس ہزار ادا کر دیئے۔ بیٹی کا علم ہوا تو اُن کی طرف سے بھی خود ہی دینے لگیں۔ اسی طرح جب اُن کو بتایا گیا کہ آپ کی ایک بیٹی کا معمولی چندہ باقی ہے تو وہ بھی اُنہوں نے ادا کر دیا۔ تو اس طرح کے لوگ بھی ہیں جو اپنی تمام خواہشات کو ختم کر کے چندوں کی اہمیت کو سمجھتے ہوئے اُس کی ادائیگی کرتے ہیں۔

اسی طرح تنزانیہ کے مبلغ صاحب لکھتے ہیں کہ جو نادہند تھے، اُن کو جب کہا گیا تو انہوں نے فوراً اپنے چندے دینے شروع کر دیئے۔ اُن کی ضروریات زیادہ تھیں لیکن بعضوں نے ضروریات کو پسِ پشت ڈالا اور چندوں کی طرف توجہ دی۔

امیر صاحب مالی لکھتے ہیں کہ ہمارے معلم عبدالقادر نے چندے کی تحریک کی اور اس کی اہمیت میں بتایا کہ چندہ دینے میں بڑی برکت ہوتی ہے۔ وہاں کے امام صاحب بڑے غریب آدمی تھے۔ سائیکل خریدنے کی بھی اُن میں استطاعت نہیں تھی، اُس نے پوچھا کتنا چندہ چاہئے۔ معلم صاحب نے بتایا کہ جو اللہ نے توفیق دی ہے۔ اُس کے مطابق دے دیں۔ لیکن یہ بتایا کہ جو بھی آپ نے دینا ہے کوشش کریں کہ پھر اُس میں کمی نہ آئے۔ امام صاحب نے ایک ہزار فرانک ادا کر دیا۔ اور کہتے ہیں ساتھ ہی دل میں یہ سوچا کہ اگر چندے سے برکت والی بات درست ہے تو خدا تعالیٰ اب اس کو سائیکل کے بجائے موٹر سائیکل دے گا۔ چنانچہ ابھی چھ ماہ ہی گزرے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے اُنہیں موٹر سائیکل خریدنے کی توفیق عطا فرمائی اور ایک ہزار چندے کی بجائے انہوں نے پینسٹھ ہزار فرانک چندہ ادا کیا۔

اسی طرح ہریانہ میں ایک احمدی جن کا بجٹ بارہ ہزار روپیہ تھا۔ اُنہیں چندے کی اہمیت کا بتایا گیا تو انہوں نے کہا کہ میری تنخواہ تو پچاس ہزار روپیہ ماہانہ ہے۔ اس لئے اس کے مطابق بجٹ تیار کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس کے مطابق ادائیگی شروع کر دی۔

پھر انڈیا کے ایک انسپکٹر وقفِ جدید لکھتے ہیں کہ جموں کشمیر کی ایک خاتون سکول ٹیچر ہیں۔ پورے علاقے میں ان کا چندہ وقفِ جدید سب سے زیادہ ہے۔ اپنی آمد کے لحاظ سے ان کا یہ طریق ہے کہ جب بھی نیا بجٹ بنتا ہے تو پوچھتی ہیں کہ خلیفہ وقت کی طرف سے کیا بجٹ مقرر کیا گیا ہے۔ جب بتایا جاتا ہے تو پہلے سے بڑھ کر وعدہ لکھواتی ہیں اور اپنی اولین فرصت میں اُس کو ادا بھی کر دیتی ہیں۔ اس سال بھی انہوں نے اپنا وعدہ لکھوایا اور اپنے خاوند مرحوم کی جانب سے بیس ہزار روپے مزید بھی ادا کئے۔

پھر وہاں کے انسپکٹر وقفِ جدید لکھتے ہیں کہ آسنور جماعت کے ایک شخص خواجہ صاحب ہیں۔ جب بھی ان کے پاس چندہ لینے کے لئے گئے تو وہ کوئی نہ کوئی واقعہ اپنی ترقی کا سناتے۔ اس مرتبہ اُن کے پاس گئے تو انہوں نے بتایا کہ اُنہوں نے بہت سے غریب دوستوں کو کاروبار سکھایا اور اب وہ لوگ مجھ سے کاروبار میں بہت مقابلہ کرتے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ وہ کاروبار کے مقابلے میں تو میرے سامنے آ گئے ہیں اللہ تعالیٰ اُن کے کاروبار میں ترقی دے، لیکن کاش کہ وہ چندہ دینے میں مجھ سے مقابلہ کریں۔ کہتے ہیں

میرا مال تو جب منڈی میں پہنچتا ہے، اگر ریٹ کم بھی ہو تو اللہ تعالیٰ خود بخود اُس کا اچھا ریٹ مہیا کر دیتا ہے۔

تو عورتوں اور مردوں کے بے شمار واقعات ہیں جو مالی قربانیوں کے ہیں اور جس سے چندے کی اہمیت اُن پر واضح ہوتی ہے۔ یہ صرف باہر کے لوگوں کی امداد پر گزارہ نہیں کر رہے بلکہ خود بھی بہت قربانیاں دے رہے ہیں۔ اور حتی الوسع یہ لوگ بھی اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش کر رہے ہیں، جیسا کہ ان واقعات سے بھی ظاہر ہے اور یہ سب کچھ ایک احمدی کی اُس روح کے تحت ہے جس کی قرآنِ کریم نے مالی قربانی کے ضمن میں ہمیں تعلیم دی ہے۔ اور جس کی اہمیت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے میں بیان فرمائی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ:

''دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اسی واسطے علم تعبیر الرّؤیاء میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے کہ اس نے جگر نکال کر کسی کو دے دیا ہے تو اس سے مُراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقاء اور ایمان کے حصول کے لیے فرمایا۔ لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ (آل عمران: 93) (کہ) حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک تم عزیز ترین چیز نہ خرچ کرو گے۔ کیونکہ مخلوقِ الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے۔ اور ابنائے جنس اور مخلوقِ خدا کی ہمدردی ایک ایسی شئے ہے جو ایمان کا دُوسرا جزو ہے۔ جس کے بدُوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا۔ جب تک انسان ایثار نہ کرے دُوسرے کو نفع کیونکر پہنچا سکتا ہے۔ دُوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لئے ایثار ضروری شئے ہے۔ اور اس آیت میں لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّ حَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی۔ اور وہ کل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 95۔96)

اللہ تعالیٰ ان تمام قربانی کرنے والوں اور اس روح کو سمجھنے والوں کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے۔ اب گزشتہ سال کا جو جائزہ ہے وہ پیش کرتا ہوں جو چھپن واں سال تھا اور 2014ء کا ستاون واں سال شروع ہو رہا ہے اس کا بھی اعلان کرتا ہوں۔

گزشتہ سال میں جو چھپن واں سال تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید میں چوّن لاکھ

چوراسی ہزار پاؤنڈ کی مالی قربانی جماعت نے پیش کی اور یہ گزشتہ سال کے مقابلے پر چار لاکھ چھیاسٹھ ہزار پاؤنڈ زیادہ تھی۔ اور اس سال برطانیہ کی پوزیشن نمبر ایک ہے۔ اس دفعہ برطانیہ کی پوزیشن نمبر ایک سے مراد یہ ہے کہ پہلے میں پاکستان کی بات کیا کرتا تھا اور پاکستان کو نکال کے پوزیشنیں بتایا کرتا تھا۔ اس سال اللہ تعالیٰ کے فضل سے برطانیہ کی پوزیشن پاکستان سے اوپر ہے اور پاکستان کو نکال کے جو یہ مقابلہ ہوتا تھا اب اس لحاظ سے برطانیہ نمبر ایک آ گیا۔ پھر پاکستان نمبر دو، پھر امریکہ پھر جرمنی پھر کینیڈا پھر ہندوستان پھر آسٹریلیا پھر انڈونیشیا پھر مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے اور پھر بیلجیم۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے برطانیہ نے اس سال جو وصولی کی ہے وہ نمایاں اضافے کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام چندہ دینے والوں کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت ڈالے۔ امریکہ اور جرمنی تو اس سے اب بہت پیچھے ہیں۔ ان کو بہت کوشش کرنی پڑے گی اگر انہوں نے آگے نکلنا ہے۔ اور اِن کو بھی اس کو maintain رکھنے کے لئے بڑی کوشش کرنی پڑے گی کیونکہ جو چھلانگ لگائی ہے، لگتا ہے بہت اونچی چھلانگ لگا دی ہے۔ بعض لوگ شاید مجھے مشورہ دیں کہ ایک دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے زمانے میں بھی پاکستان شاید چندہ تحریکِ جدید میں نمبر دو پر آیا تھا تو انہوں نے باہر والوں کو تحریک کی تھی کہ آپ کے جو عزیز رشتہ دار ہیں آپ اُن کو جو رقم بھیجتے ہیں وہ زائد دے دیں اور چندے کے لئے بھی بھیج دیا کریں۔ اس لئے شاید مجھے یہ مشورہ آئے کہ آپ بھی اس طرح کریں تا کہ پاکستان کا نمبر قائم رہے۔ مَیں یہ نہیں کہوں گا۔ جو نمبر جس کو اللہ تعالیٰ نے دے دیا وہی قائم رہے۔ اب کوشش ہے اپنی کہ کون کون کس طرح کوشش کرتا ہے۔ لیکن اس لحاظ سے پاکستان کا یہ نمبر بھی بہر حال اُن کا ایک مقام ہے کہ ایک تو وہاں کی کرنسی وہاں کے حالات کی وجہ سے انتہائی devalue ہو چکی ہے اور اُس کے باوجود انہوں نے بڑی قربانی دی ہے۔ اس کے علاوہ عمومی طور پر جو پاکستان کے حالات ہیں کہ کاروبار ختم ہو چکے ہیں۔ پھر پاکستان میں جو احمدی ہیں، اُن کو خاص طور پر نشانہ بنایا جاتا ہے، اُن کے کاروبار متاثر ہوئے ہیں۔ اس کے باوجود قربانیوں میں ان کا بڑا نمایاں کردار ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن کے اموال ونفوس میں برکت ڈالے۔ اُن کی مشکلات کو دور فرمائے۔ اُن کے لئے آسانیاں پیدا فرمائے۔ ذرا سی بھی آسانیاں پیدا ہو گئیں تو جس جذبے کے تحت پاکستان کے احمدی چندہ دیتے ہیں کوئی بعید نہیں کہ وہ خود ہی اگلے سال بغیر کسی بیرونی امداد کے آگے نکل جائیں۔ لیکن بہر حال برطانیہ نے بھی جو چھلانگ لگائی ہے اللہ تعالیٰ اس کو یہ اعزاز مبارک کرے اور سیکرٹری صاحب وقفِ جدید اور امیر صاحب کو اب زیادہ دعاؤں اور کوشش کرنے کی ضرورت ہوگی۔

اُس کے بعد بڑی جماعتوں میں فی کس ادائیگی کے مطابق پہلے تو مڈل ایسٹ کی ایک جماعت ہے۔ پھر امریکہ ہے۔ پھر سوئٹزرلینڈ ہے۔ امریکہ کا چندہ 83 پاؤنڈ فی کس ہے۔ نمبر ایک کا 93 پاؤنڈ فی کس ہے۔ سوئٹزرلینڈ کا 61 پاؤنڈ ہے۔ بیلجیم کا 47 پاؤنڈ۔ یو۔کے کا 45 پاؤنڈ۔ تعداد کے لحاظ سے لگتا ہے ان میں اضافہ ہوا ہے۔ اسی لئے ان کا یہ چندہ بڑھ گیا۔ آسٹریلیا 39 پاؤنڈ۔ فرانس 38 پاؤنڈ۔ کینیڈا 32 پاؤنڈ۔ جاپان 30 پاؤنڈ۔ سنگاپور، جرمنی اور ناروے 29 پاؤنڈ۔

شاملین کی تعداد بھی دس لاکھ چوالیس ہزار سات سو بیس ہے۔ اس تعداد میں زیادہ تر افریقہ کے نومبائعین اور بچے شامل ہوئے ہیں۔ لیکن آئندہ سے افریقہ والے بھی یہ نوٹ کریں کہ جنہوں نے چندے دیئے ہیں، چاہے کوئی دس پینس دینے والا ہی ہو وہ اپنی فہرستیں بھجوایا کریں تاکہ ایک دفعہ پتہ لگے کہ تعداد کے لحاظ سے کس کس جماعت کا کتنا ہے۔

شاملین کی تعداد میں اضافے کے اعتبار سے بورکینا فاسو، بینن، سیرالیون، گیمبیا، نائیجر، آئیوری کوسٹ، تنزانیہ کی جماعتیں زیادہ آگے ہیں۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے نائیجیریا سب سے آگے ہے، پھر گھانا ہے، پھر ماریشس ہے۔

پاکستان میں پوزیشن کے لحاظ سے جو پہلی تین جماعتیں جو ہیں ان میں اوّل لاہور ہے۔ پھر دوئم ربوہ ہے۔ سوم کراچی ہے۔ چندہ بالغان میں اضلاع کی پوزیشن جو ہے اُس میں سیالکوٹ نمبر ایک ہے، پھر راولپنڈی، اسلام آباد، فیصل آباد، سرگودھا، گوجرانوالہ، گجرات، ملتان، نارووال اور حیدرآباد۔

دفتر اطفال میں تین بڑی جماعتیں جو ہیں ان میں اوّل لاہور ہے، دوم کراچی ہے، سوم ربوہ ہے اور اطفال میں اضلاع کی پوزیشن کے لحاظ سے سیالکوٹ نمبر ایک ہے، پھر راولپنڈی ہے، مردوں میں بھی اور بچوں میں بھی مطلب بالغان میں بھی اور بچوں میں بھی سیالکوٹ نمبر ایک ہی ہے۔ اور پھر راولپنڈی، اسلام آباد، فیصل آباد، گوجرانوالہ، سرگودھا، گجرات، نارووال، ملتان، ننکانہ صاحب۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی دس بڑی جماعتیں برمنگھم ویسٹ ہے، جلنگھم ہے، رینز پارک ہے، مسجد فضل ہے، ووسٹر پارک ہے، ہونسلو نارتھ، پھر ومبلڈن ہے، بریڈفورڈ ساؤتھ ہے، بالہم ہے، پھر نیومولڈن ہے۔ اور ریجن کے لحاظ سے پہلا نمبر مڈل سیکس۔ پھر ساؤتھ لندن، پھر مڈلینڈ اور نارتھ ایسٹ ہے۔ مجموعی وصولی کے لحاظ سے چھوٹی جماعتیں سپن ویلی، براملے اینڈ ایملوشم، ڈیون اینڈ کارنوال اور نارتھ ہیمپٹن ہیں۔

(وصولی کے لحاظ سے) امریکہ کی دس جماعتیں۔ لاس اینجلس اِن لینڈ امپائر، سلیکون ویلی، ڈیٹرائٹ، سیاٹل، لاس اینجلس ایسٹ، سینٹرل جرسی، سلور سپرنگ، سینٹرل ورجینیا، ڈیلس اور بوسٹن ہیں۔

(وصولی کے لحاظ سے) جرمنی کی پانچ لوکل امارات میں ہمبرگ نمبر ایک پھر فرینکفرٹ، گراس گراؤ، ڈامسٹڈ اور ویزبادن۔

وصولی کے لحاظ سے جرمنی کی دس جماعتیں روئڈر مارک پہلی، پھر نیدا، پھر فیڈ برگ، مائنز، فولڈا، نوئس، راؤن ہیم سیوڈ، کوبلنز، ہنوفر اور کولون ہیں۔

(وصولی کے لحاظ سے) کینیڈا کی بڑی جماعتیں کیلگری، پیس ویلج، وان اور وینکوور جبکہ کینیڈا کی چھوٹی جماعتیں۔ ایڈمنٹن۔ ڈرہم۔ آٹوا۔ سسکاٹون ساؤتھ اور ملٹن ہیں۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے بھارت کے صوبہ جات میں نمبر ایک کیرالہ۔ پھر جموں کشمیر پھر آندھرا پردیش، تامل ناڈو، ویسٹ بنگال، اڑیسہ، کرناٹک، قادیان پنجاب، مہاراشٹرا، دہلی، اُتر پردیش۔

وصولی کے لحاظ سے انڈیا کی پہلی جماعتیں کیرولائی، کالی کٹ، کینانور ٹاؤن، حیدرآباد، قادیان، کولکتہ، چنائی، پینگاڈی، بنگلور، رشی نگر، پرتھاپریم، میتھوتم اور کیرنگ ہیں۔

اللہ تعالیٰ ان سب قربانی کرنے والوں کو بے انتہا نوازے۔

نمازوں کے بعد ایک جنازہ بھی مَیں پڑھاؤں گا۔ یہ مکرم یوسف لطیف صاحب بوسٹن امریکہ کا ہے۔ 23 ستمبر 2013ء کو یہ 93 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ 1920ء میں پیدا ہوئے تھے۔ 9 اکتوبر 1920ء کو ٹینیسی کی اسٹیٹ میں پیدا ہوئے تھے۔ آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب پڑھنے کے بعد 1948ء میں بیعت کی توفیق ملی۔ افریقن امریکن احمدی تھے۔ ان کا شمار ابتدائی افریقن امریکن احمدیوں میں ہوتا ہے۔ اکثر کہا کرتے تھے کہ اس وقت میرا فرض بنتا تھا کہ میں بیعت کروں۔ اگر نہ کرتا تو میں خدا تعالیٰ اور سچائی سے اپنا منہ موڑنے والا ہوتا۔ آپ نے ایجوکیشن میں ڈاکٹریٹ کی ڈگری حاصل کی۔ مختلف یونیورسٹیوں میں بطور پروفیسر پڑھاتے رہے۔ مختلف کتب کے مصنف بھی تھے جن میں آپ کی اپنی سوانح بھی شامل ہے۔ ان کی قدآور شخصیت کی وجہ سے ان کی وفات کی خبر یکدم امریکہ اور ساری دنیا میں پھیل گئی اور امریکہ کے تمام بڑے بڑے اخبارات میں شائع ہوئی۔ صدر کلنٹن نے جب اُنہیں وائٹ ہاؤس میں دعوت پر بلایا تھا تو وہاں اگرچہ یہ پاکستانی نہیں تھے اور افریقن امریکن تھے لیکن شلوار قمیض

پہن کر گئے تھے۔ انہوں نے اپنے پیشے میں سب سے اونچا ایوارڈ حاصل کیا جو نوبل پرائز کے برابر تھا۔ چونکہ احمدی تھے اس لئے دین پر کبھی کمپرومائز (compromise) نہیں کیا۔ موسیقی کے اوپر انہوں نے بہت کچھ لکھا لیکن کبھی ایسی جگہوں پر، ایسے فنکشنوں میں کبھی شامل نہیں ہوتے تھے جہاں شراب وغیرہ ہو۔ آپ کو حج اور عمرے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔ مالی قربانی اور چندہ جات میں غیر معمولی قربانی پیش کرتے۔ لوکل سیکرٹری مال کہتے ہیں کہ ان کی عادت تھی کہ مہینے کے دوران جب بھی ان کو تنخواہ کا چیک ملتا تو سب سے پہلے اپنے لازمی چندہ جات ادا کرتے تھے اور آپ کہا کرتے تھے کہ مجھے آج بھی اتنا ہی یقین ہے جتنا اُس وقت تھا جب میں نے بیعت کی کہ احمدیت کا راستہ سچائی کا راستہ ہے اور یہ وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ تھا۔ مجھے یقین ہے کہ اس راستہ پر چلنے والا کوئی شخص تباہ نہیں ہوسکتا۔ اور مجھے یقین ہے کہ اس راستے پر چلنے سے میں اور میرا خاندان نجات پا جائیں گے۔ اور میرا ایمان ہے کہ احمدیت تمام انسانوں میں بھائی چارہ پیدا کرنے کی تعلیم پیش کرتی ہے۔

آپ کو قادیان اور ربوہ کی زیارت کا بھی موقع ملا۔ لندن بھی گزشتہ سال جلسہ پر آئے ہوئے تھے۔ خلافت سے ان کو والہانہ محبت تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کو بھی ملے ہوئے ہیں۔ حضرت خلیفہ رابع کو بھی اور مجھے بھی ملے تھے۔ جلسہ پر جب آئے ہیں تو بیمار تھے۔ ویل چیئر پر ہی تھے۔ بہت نیک اور نمازوں کے پابند تھے۔ نماز جمعہ کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔ نہایت شفیق اور ہر ایک سے پیار و محبت کا سلوک کرنے والے مخلص انسان تھے۔ احمدی احباب کے علاوہ غیر از جماعت دوستوں سے بھی بڑی محبت اور شفقت سے پیش آتے تھے۔ لمبا عرصہ ان کو مختلف حیثیتوں سے جماعتی خدمتوں کی توفیق ملی۔ دعوتِ الی اللہ کا بہت شوق رکھتے تھے۔ جماعتی لٹریچر اپنے ہمسایوں اور رشتے داروں اور دوستوں میں تقسیم کیا کرتے تھے۔ جیب میں ہمہ وقت کچھ فلائرز وغیرہ رکھتے اور جہاز میں اپنے ہم سفروں میں تقسیم کرتے اپنے خرچ پر نابینا افراد کے لئے ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' اور بچوں کی تربیت کے متعلق کتب انہوں نے شائع کیں۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ محترمہ عائشہ لطیف صاحبہ اور ایک بیٹا مکرم یوسف لطیف صاحب بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور ان کی نیکیوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24 جنوری 2014ء تا 30 جنوری 2014ء جلد 21 شمارہ 04 صفحہ 05 تا 10)

2

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10 جنوری 2014ء بمطابق 10 صلح 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ دو جمعوں سے پہلے مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے خطبات کی روشنی میں چند خطبے عملی اصلاح کے بارے میں دیئے تھے اور بعض اسباب بیان کئے تھے جو عملی اصلاح میں روک کا باعث بنتے ہیں اور یہ بھی ذکر ہو گیا تھا کہ اگر ہم نے من حیث الجماعت اپنی عملی اصلاح کے اعلیٰ معیار حاصل کرنے ہیں تو ان روکوں کو دُور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ بات بھی واضح کر دی گئی تھی کہ عمل کے متعلق ہماری روکیں عقائد کی روکوں سے زیادہ سخت ہیں۔ اس حوالے سے آج مَیں مزید کچھ کہوں گا۔

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن اور بعثت کا مقصد صرف عقائد کی اصلاح کرنا نہیں تھا۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ بندے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے اس چیز کے لئے آپ تشریف لائے ہیں۔ بندے کا ایک دوسرے کے حق ادا کرنا بھی ایک مقصد ہے اور یہ سب باتیں اعمال پر منحصر ہیں۔ نیک اعمال بجا لا کر خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا ہوتا ہے اور بندوں کا بھی حق ادا ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک موقع پر فرمایا تھا، پہلے بھی میں کئی دفعہ یہ چیزیں بیان کر چکا ہوں۔ فرمایا کہ ”یاد رکھو کہ صرف لفّاظی اور لسّانی کام نہیں آ سکتی جب تک کہ عمل نہ ہو۔“

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 77)

پھر ایک موقع پر فرمایا: ”اپنے ایمانوں کو وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے۔ اگر انسان کی عملی

حالت درست نہیں ہے تو ایمان بھی نہیں ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 375-376)

پس اگر ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن میں کارآمد ہونا ہے۔ آپ کے مقصد کو پورا کرنے والا بننا ہے تو یہ اسی صورت میں ہوسکتا ہے جب ہم میں سے ہر ایک اپنی عملی اصلاح کی روکوں کو دُور کرنے کی بھرپور کوشش کرے۔ کیونکہ یہ عملی اصلاح ہی دوسروں کی توجہ ہماری طرف پھیرے گی اور نتیجۃً ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تکمیل میں ممدّ و معاون بن سکیں گے۔ پس ہمیں سوچنا چاہئے کہ اس کے حصول کے لئے ہم نے کیا کرنا ہے؟ کیونکہ ہمارے غالب آنے کا ایک بہت بڑا ہتھیار عملی اصلاح بھی ہے۔ ہماری اپنی اصلاح سے ہی ہمارے اندر وہ قوت پیدا ہوگی جس سے دوسروں کی اصلاح ہم کر سکیں گے۔ ہمارے غالب آنے کا مقصد کسی کو ماتحت کرنا اور دنیاوی مقاصد حاصل کرنا تو نہیں ہے۔ بلکہ دنیا کے دل اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کر ڈالنا ہے۔ لیکن اگر ہمارے اور دوسروں میں کوئی فرق نہیں ہے تو دنیا کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ ہماری باتیں سنے۔ پس ہمیں اپنی عملی قوتوں کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے اور پھر مضبوطی کے ساتھ اس پر قائم رہنے کی ضرورت ہے۔ خود دوسروں سے مرعوب ہونے کی بجائے دنیا کو مرعوب کرنے کی ضرورت ہے آجکل جبکہ دنیا میں لوگ دنیا داری اور مادیت سے مرعوب ہو رہے ہیں ہمیں پہلے سے بڑھ کر اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ اور یہ نظریں رکھتے ہوئے اپنے آپ کو دنیا کے رعب سے نکالنے کی ضرورت ہے۔ اور دنیا کو بھی ان شیطانی حالتوں سے نکالنے کی ضرورت ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کا حق ادا کرنے والے ہم بن سکیں اور دنیا کی اکثر آبادی بن سکے۔ لیکن اس کے راستے میں بہت سی روکیں ہیں۔ اس کے لئے ہم نے اپنے اندر ایسی طاقت پیدا کرنی ہے کہ ان روکوں کو دُور کر سکیں۔ ہمیں دنیا کے مقابلے کے لئے بعض قواعد تجویز کرنے ہوں گے جو ہم میں سے ہر ایک اپنے اوپر لاگو کرے اور پھر اُس کی پابندی کرے۔ اس کے لئے ہمیں اپنے نفسوں کی قربانی دینی ہوگی اور ایک ماحول پیدا کرنا ہوگا۔ جب تک ہمیں یہ حاصل نہیں ہوتا، ہم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

جیسا کہ مَیں گزشتہ ایک خطبہ میں بتا چکا ہوں۔ آجکل دنیا سمٹ کر قریب تر ہو گئی ہے۔ گویا ایک شہر بن گئی ہے بلکہ یہ کہنا چاہئے ایک محلہ بن گئی ہے۔ ہزاروں میل دُور کی برائی بھی ہر گھر میں الیکٹرانک میڈیا کے ذریعہ پہنچ گئی ہے اور ہر ملک کی جو خواہ ہزاروں میل دور ہے، اچھائی بھی ہر گھر تک پہنچ گئی ہے۔

مجموعی لحاظ سے ہم دیکھیں تو برائی کے پھیلنے کی شرح اچھائی کے پھیلنے کی نسبت بہت زیادہ تیز ہے۔ پھر جیسا کہ میں پہلے بھی کئی موقعوں پر ذکر کر چکا ہوں اچھائی اور برائی کا معیار بدل گیا ہے۔ ایک چیز جو اسلامی معاشرے میں برائی ہے، دنیادار معاشرے میں جو اب تقریباً لامذہب معاشرہ ہے، اس میں وہ کوئی ایسی بات نہیں ہے جس کو ہم برائی سمجھتے ہیں۔ یہ ان کے نزدیک بہت معمولی سی چیز ہے بلکہ اچھائی سمجھی جانے لگی ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مثال دی ہے کہ مغربی معاشرے میں ناچ کا رواج ہے۔ یہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تو اتنا عام نہیں تھا یا کم از کم اس کے لئے خاص جگہوں پر جانا پڑتا تھا۔ آجکل تو ٹی وی اور انٹرنیٹ نے ہر جگہ یہ پہنچا دیا ہے اور بعض گھروں میں ہی تفریح کے نام پر ناچ کے اڈے بن گئے ہیں۔ اور بعض گھریلو فنکشنز پر بھی یہ ناچ وغیرہ ہوتے ہیں۔ خاص طور پر شادیوں کے موقع پر تفریح اور خوشی کے نام پر بیہودہ ناچ کئے جاتے ہیں۔ ایک احمدی گھر کو اس سے بالکل پاک ہونا چاہئے۔ اس پر خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ بہرحال میں حضرت مصلح موعود کے حوالے سے بات کر رہا تھا کہ آپ نے فرمایا کہ اب مغربی ملکوں میں ناچ کا رواج ہے مگر پہلے اسے لوگ برا سمجھتے تھے۔ اب آہستہ آہستہ اسے لوگوں نے اختیار کرنا شروع کر دیا۔ پہلے عورت مرد ایک دوسرے کا ہاتھ پکڑ کر ناچتے تھے۔ پھر ایک دوسرے کے قریب منہ کر کے ناچنے لگے اور پھر یہ فاصلے کم ہونے لگے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 432 خطبہ فرمودہ 3 جولائی 1936 مطبوعہ ربوہ)

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ اب تو ناچ کے نام پر بیہودگی کی کوئی حدنہیں رہی۔ ننگے لباسوں میں ٹی وی پر ناچ کئے جاتے ہیں۔ یہ کیوں پھیلا؟ صرف اس لئے کہ برائی پھیلانے والے باوجود دنیا کے شور مچانے کے کہ یہ برائی ہے، برائی پھیلانے پر استقلال سے قائم رہے اور دنیا کی باتوں کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ آخر ایک وقت میں یہ کامیاب ہو گئے۔ اب تو پاکستان جو مسلمان ملک ہے اُس کے ٹی وی پر بھی تفریح کے نام پر، آزادی کے نام پر بیہودگیاں نظر آتی ہیں، ننگ نظر آتا ہے۔ گویا برائی اپنے استقلال کی وجہ سے دنیا کے ذہنوں پر حاوی ہو گئی ہے۔ پس اس کے مقابلے پر آنے کے لئے بہت بڑی منصوبہ بندی اور قربانی کی ضرورت ہے۔ اگر یہ نہ ہوئی تو پھر ہم اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتے۔

پس بہت سوچنے اور غور کرنے اور محنت کرنے کی ضرورت ہے۔ اُن چیزوں کو اپنانے کی ضرورت ہے جن کو اپنا کر ہم یہ روکیں دُور کر سکتے ہیں۔ جن کو استعمال میں لا کر ہمارے اندر یہ روکیں دور کرنے کی

طاقت پیدا ہوسکتی ہے جس کی وجہ سے ہم برائیوں کا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اس کے حصول کے لئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے عمدہ رنگ میں وضاحت فرمائی ہے کہ اگر عملی اصلاح کے لئے یہ باتیں انسان میں پیدا ہو جائیں تو تبھی کامیابی مل سکتی ہے اور یہ تین چیزیں ہیں۔ نمبر ایک قوتِ ارادی۔ نمبر دو صحیح اور پورا علم۔ اور نمبر تین قوتِ عملی۔ لیکن اصل بنیادی قوتیں دو ہیں۔ قوتِ ارادی اور قوتِ عملی۔ جو چیز ان دونوں کے درمیان میں رکھی گئی ہے یعنی صحیح اور پورا علم ہونا، یہ دونوں بنیادی قوتوں پر اثر ڈالتی ہے۔ علم کا صحیح ہونا قوتِ عملی پر بھی اثر ڈالتا ہے اور قوتِ ارادی پر بھی اثر ڈالتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 440 خطبہ فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ ربوہ)

بہر حال پہلے یہ بات ذہن میں رکھنی چاہئے کہ قوتِ ارادی اور قوتِ عملی ہی دو بنیادی چیزیں ہیں جو عملی اصلاح پر اثر انداز ہوتی ہیں۔ اس کے لئے ہمیں قوتِ ارادی کو زیادہ مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اور قوتِ عملی کے نقص کو دُور کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمارا ارادہ اگر کسی برائی کو روکنے کا مضبوط ہو تو تبھی وہ برائیاں رک سکتی ہیں اور ارادے کی مضبوطی اُس وقت کام آئے گی جب عمل کرنے کی جو قوت ہے، ہمارے اندر جو طاقت ہے، اُس کی جو کمزوری ہے اُس کو دُور کریں، اُس کے نقص کو دُور کریں۔ اس کے بغیر اصلاح نہیں ہوسکتی۔

اس پہلو سے جب ہم جائزہ لیتے ہیں کہ ہماری قوتِ ارادی کیسی ہے تو ہمیں نظر آتا ہے کہ جہاں تک ارادے کا تعلق ہے اس میں بہت کم نقص ہے کیونکہ ارادے کے طور پر جماعت کے تمام یا اکثر افراد ہی تقریباً یہ چاہتے ہیں کہ ان میں تقویٰ اور طہارت پیدا ہو۔ وہ اسلامی احکام کی اشاعت کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت اور اُس کا قرب حاصل کر سکیں۔ حضرت مصلح موعود نے اس کی وضاحت یوں فرمائی ہے کہ یہ باتیں ثابت کرتی ہیں کہ ہماری قوتِ ارادی تو مضبوط ہے اور طاقتور ہے پھر بھی نتائج صحیح نہیں نکلتے تو پھر یقیناً دو باتوں میں سے ایک بات ہے۔ یا تو یہ کہ عمل کے لئے حقیقی قوتِ ارادی جو چاہئے، اتنی ہمارے اندر نہیں ہے لیکن عقیدے کی اصلاح کے لئے جتنی قوتِ ارادی کی ضرورت تھی وہ ہم میں موجود تھی۔ اس لئے عقیدے کی تو اصلاح ہو گئی لیکن عملی اصلاح کے لئے چونکہ قوتِ ارادی کی ضرورت تھی، وہ ہم میں موجود نہیں تھی، اس لئے ہم اعمال کی اصلاح میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ اور پھر یہ بھی ماننا پڑے گا کہ ہماری عبودیت میں بھی کچھ نقص ہے۔ خدا تعالیٰ کی یہ بندگی جس کا ہم دعویٰ کرتے ہیں اُس میں بھی کچھ نقص ہے

اور اس وجہ سے قوتِ عملی مفلوج ہو گئی ہے اور قوتِ ارادی کے اثر کو قبول نہیں کر رہی۔ یعنی ہماری عمل کی قوت مفلوج ہو گئی ہے اور قوتِ ارادی کا اثر قبول نہیں کر رہی۔ یا ان باتوں کو قبول کرنے کے لئے جن معاونوں کی یا جن مددگاروں کی ضرورت ہے اُن میں کمزوری ہے۔ اس صورت میں ہم جب تک قوتِ متاثرہ یا عملی قوت کا یا اثر لے کر کسی کام کو کرنے والی قوت کا علاج نہ کر لیں کوئی فائدہ نہیں ہو سکتا۔ مثلاً ایک طالبعلم ہے، وہ اپنا سبق یاد کرتا ہے مگر یاد نہیں رکھ سکتا۔ اُس کا جب تک ذہن درست نہیں کر لیا جاتا اُس وقت تک اُسے خواہ کتنا سبق دیا جائے، کتنی ہی بار اُسے یاد کروایا جائے یا یاد کرانے کی کوشش کی جائے، وہ اُسے یاد نہیں رکھ سکے گا۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 435، 436 خطبہ فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ ربوہ)

پس ذہن کو درست کرنے کے لئے وجوہات معلوم کرنی ہوں گی تا کہ صحیح رہنمائی ہو سکے، یا پھر سبق یاد کروانے کا طریق بدلنا ہو گا۔

پاکستان میں یہ رواج ہے کہ رٹّا لگا کر ہر چیز یاد کر لی، چاہے سمجھ آئے، نہ آئے اور اس طرح وہاں پڑھنے والے بہت سے طالبعلم تیاری کرتے ہیں، اس میں اُن کو بڑی مہارت ہوتی ہے، ایک ایک لفظ کتاب کا بعضوں کو یاد ہو جاتا ہے۔ لیکن جب یہاں مغربی ممالک کی پڑھائی کے نظام میں آتے ہیں تو یہاں کیونکہ طریقہ کار مختلف ہے، ہر چیز کو سمجھ کر پڑھنا پڑتا ہے، اس لئے بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ وہاں کم نمبر لینے والے یہاں بہتر نمبر لے لیتے ہیں، جلد ہی اپنے آپ کو اس نظام میں ڈھال لیتے ہیں۔ اور وہاں زیادہ نمبر لینے والے یہاں آ کر کم نمبر لیتے ہیں۔ ربوہ میں ہمارے جماعتی سکولوں کو جب بعض مجبوریوں کی وجہ سے حکومت کے بورڈوں سے علیحدہ کر کے آغا خان بورڈ کے ساتھ منسلک کیا گیا، رجسٹر کروایا گیا تو وہاں کیونکہ امتحان کا طریق مختلف تھا، اس لئے بہت سے طلباء نے لکھا کہ ہم جتنے نمبر عام پاکستانی نظامِ تعلیم جو ہے اُس کے امتحانات میں لیتے تھے ایسا نہیں ہے، اب نہیں لے سک رہے اور ہمیں سمجھ بھی نہیں آتی کہ کیا ہو گیا ہے؟ تو بعض دفعہ صرف ذہن کی بات نہیں ہوتی۔ ذہن اگر صحیح بھی ہو تو اچھی طرح یاد نہیں ہوتا۔ یہ صرف ذہن کی کمزوری نہیں ہوتی بلکہ اور بھی وجوہات ہو جاتی ہیں اور اگر ذہن بھی کمزور ہو تو پھر بالکل ہی مشکل پڑ جاتی ہے، یاد کروانے کے طریقے بدلنے پڑتے ہیں۔ یہاں ایسے کمزور ذہن بچوں کے لئے بھی خاص سکول ہوتے ہیں، اُن کو توجہ دیتے ہیں اور بعض دفعہ وہی کمزور ذہن بچے پڑھائی میں بڑے اچھے بچے نکل آتے ہیں۔

بہرحال عملی طریق بھی جو ہے وہ پریشان کر دیتا ہے اور اگر اُس صحیح طریق کو اپنایا نہ جائے تو کامیابی نہیں ملتی۔ پس جو عملی طریق کسی کام کرنے کے لئے تجویز ہوا ہے، دماغ کو بھی اُس کے مطابق ڈھالنے کی ضرورت ہے، اس کے بغیر کامیابی ممکن نہیں۔

پس ہمیں اپنی عملی اصلاح کی حالتوں کے لئے بھی اس طرف دیکھنا ہوگا۔ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہماری نیکی کے ارادے دماغ کے اس حصے پر کیوں اثر نہیں کرتے جس پر اثر ہونے کے نتیجہ میں عملی اصلاح شروع ہو جاتی ہے۔ ہمیں ان روکوں کو دُور کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو اس رستے میں حائل ہوتی ہیں۔

پھر دیکھنا ہوگا کہ ہمارے عبودیت کے معیار کیا ہیں؟ ہمیں دیکھنا ہوگا کہ ہماری عملی کوشش میں نیک نیتی اور اخلاص و وفا کتنا ہے۔

پس دو قسم کی روکیں ہیں جو عملی اصلاح کے راستے میں حائل ہوتی ہیں۔ ایک قوتِ ارادی میں کمزوری اور دوسری قوتِ عملی میں کمزوری۔ لیکن جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے ان کے درمیان میں ایک اور صورت بھی عملی اصلاح میں کمی کی ہے اور وہ ہے علمی طور پر کمزوری۔ یہ دونوں طرف اپنا اثر ڈالتی ہے۔

ہم عملی زندگی میں دیکھتے ہیں کہ ارادہ بھی علم کے مطابق چلتا ہے اور عمل بھی علم کے مطابق چلتا ہے۔ اس کی مثال یوں ہے کہ اگر کسی انسان کو یہ معلوم نہ ہو کہ ایک ہزار کا لشکر اُس کے مکان پر حملہ آور ہونے والا ہے بلکہ صرف اس قدر جانتا ہو کہ کسی نے حملہ کرنا ہے اور ہو سکتا ہے ایک دو آدمی ہوں تو اُس کے لئے وہ تیاری کرتا ہے۔ لیکن اگر اُسے یہ علم ہو کہ حملہ آور ایک ہزار ہیں تو پھر اُس کی تیاری اُس سے مختلف ہوتی ہے۔ پس علم کی کمی کی وجہ سے نقص پیدا ہو جاتا ہے اور علم کی صحت قوتِ ارادی کو بڑھا دیتی ہے۔ اسی طرح بعض دفعہ انسان کسی چیز کو اُٹھانے کی کوشش کرتا ہے اور اُسے ہلکی سمجھتا ہے لیکن وہ بھاری ہوتی ہے، اُٹھا نہیں سکتا۔ لیکن جب ایک دفعہ اندازہ ہو جائے کہ یہ بھاری ہے تو پھر زیادہ قوت صَرف کرتا ہے، زیادہ طاقت لگاتا ہے، اُٹھانے کا طریق بدل لیتا ہے تو پھر اُس کو اُٹھا بھی لیتا ہے۔ پس کوئی زائد طاقت اُس میں دوسری دفعہ نہیں آئی بلکہ صحیح علم ہونے کی وجہ سے اور صحیح طریق پر طاقت کا استعمال اُس نے کیا تو اس میں کامیاب ہو گیا۔

پس اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی صلاحیت تو موجود ہے۔ جب اُس صلاحیت اور طاقت کا استعمال صحیح ہو تو آسانی سے کام ہو جاتا ہے یا بہتر رنگ میں کام ہو جاتا ہے اور یہ علم کی وجہ سے ہوتا ہے۔ اگر صلاحیت کا صحیح استعمال نہ ہو تو عام معاملات میں بھی نقصان پہنچ جاتا ہے۔ پس یہاں اسی اصول کو عملی صلاحیت کے استعمال

اور عملی کمزوری کو دور کرنے کے لئے لگانے کی ضرورت ہے۔ اور اس کے لئے اپنے علم کو وسیع کرنے کی ضرورت ہے تا کہ اُس کے مطابق صحیح طاقت کا استعمال کر کے اپنی کمزوریوں پر غالب آیا جا سکے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک بات یہ بھی بیان فرمائی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک انسان میں ایک قوتِ موازنہ رکھی ہے جس سے وہ دو چیزوں کے درمیان موازنہ کر سکتا ہے۔ جو یہ فیصلہ کرتی ہے کہ فلاں کام کرنے کے لئے اتنی طاقت درکار ہے۔ اور کیونکہ ساری طاقت انسان کے ہاتھ میں نہیں ہوتی بلکہ دماغ میں محفوظ ہوتی ہے۔ اس لئے پہلی دفعہ جب ایک کام نہ ہو، جیسے وزن اُٹھانے کی مثال دی گئی ہے، وزن نہ اُٹھایا جا سکے تو پھر انسان دماغ کو مزید طاقت بھیجنے کے لئے کہتا ہے اور اس طاقت کے آنے پر چیز اُٹھانے میں آسانی پیدا ہو جاتی ہے۔ اور یہ قوتِ موازنہ بھی علم کے ذریعہ آتی ہے۔ خواہ اندرونی علم ہو یا بیرونی علم ہو۔ اندرونی علم سے مراد مشاہدہ اور تجربہ ہے اور بیرونی علم سے مراد باہر کی آوازیں ہیں جو کان میں پڑتی ہیں۔ جیسے باہر کے کسی حملے کی مثال دی گئی تھی۔ باہر کے حملے سے ہوشیار کرنے کے لئے باہر کی آوازیں انسان کو ہوشیار کرتی ہیں۔ لیکن یہ جو وزن اُٹھانے کی مثال دی گئی تھی، اس کے لئے قوتِ موازنہ نے خود فیصلہ کرنا ہے کہ پہلے یہ وزن نہیں اُٹھایا گیا تو اس لئے کہ تم اسے کم وزن سمجھتے تھے، اگر مثلاً دس کلو تھا تو پانچ کلو سمجھتے تھے اور تھوڑی طاقت لگائی تھی۔ اب اسے اُٹھانے کے لئے دس کلو کی طاقت لگاؤ تو اُٹھا لو گے۔ اس اصول کو اگر سامنے رکھا جائے تو جب انسان اس لائحہ عمل کے لئے کھڑا ہوتا ہے تو قوتِ موازنہ یہ فیصلہ کرتی ہے کہ مجھے اپنی جدوجہد کے لئے کس قدر طاقت کی ضرورت ہے۔

بعض دفعہ صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان اعمال کی اصلاح نہیں کر سکتا۔ اور قوتِ موازنہ عدمِ علم کی وجہ سے اُسے صحیح خبر نہیں دیتی کہ اس کی عملی اصلاح کے لئے کس قدر طاقت کی ضرورت ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 437، 438 خطبہ فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ ربوہ)

پس قوتِ موازنہ انسان کو ہوشیار کرتی ہے اور یہی ہے جو عدمِ علم کی وجہ سے اُسے غافل بھی کرتی ہے۔ قوتِ موازنہ بھی تبھی ہوگی جب کسی چیز کا علم ہو جائے۔ اگر علم ہوگا تو ہوشیار کرے گی کہ اس کو اس طرح استعمال کرو۔ علم نہیں ہوگا تو انسان وہ کام نہیں کر سکتا۔ اور پھر اسی عدمِ علم کی وجہ سے یا صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان سے گناہ سرزد ہوتے ہیں۔ چنانچہ ایک بچہ جب ایسے لوگوں میں پرورش پاتا ہے جو گناہ کے مرتکب ہوتے ہیں یا مستقل ہی مرتکب رہتے ہیں، ہر وقت اُن کی مجلسوں میں یہ ذکر رہتا ہے کہ جھوٹ کے بغیر تو دنیا میں گزارہ نہیں ہو سکتا تو بچے کے ذہن میں یہ خیال آ جاتا ہے کہ اس زمانے میں جھوٹ کے بغیر

کامیابی حاصل ہو ہی نہیں سکتی۔

یہاں مَیں اس بات کا بھی ذکر کرنا چاہتا ہوں کہ یہاں جو اسائلم لینے والے آتے ہیں، وہ پتا نہیں کیوں، اکثریت کے ذہنوں میں یہ بات راسخ ہوگئی ہے کہ لمبی کہانی بنائے بغیر اور جھوٹی کہانی بنائے بغیر ہمارے کیس پاس نہیں ہوں گے۔ حالانکہ کئی مرتبہ مَیں کہہ چکا ہوں کہ اگر مختصر اور صحیح بات کی جائے تو کیس جلدی پاس ہو جاتے ہیں۔ ایسی کئی مثالیں میرے سامنے ہیں۔ کئی لوگوں نے مجھے بتایا ہے کہ انہوں نے سچی اور مختصر سی بات کی ہے اور چند دنوں میں کیس پاس ہو گیا۔ اس کے لئے تو یہی کافی ہے کہ دماغی ٹارچر اب اُن سے برداشت نہیں ہوتا۔ جہاں ہر وقت اپنا بھی دھڑکا ہے اور اپنے بچوں کا بھی دھڑکا ہے۔ بہت ساری پریشانیاں ہیں۔ سکول نہیں جا سکتے، سکولوں میں تنگ کئے جاتے ہیں تو اس طرح کی بہت ساری چیزیں ہیں۔ اسی بات پر اکثریت جو کیس ہیں وہ پاس ہو جاتے ہیں۔ پس سچائی پر قائم رہنا چاہئے اور پھر خدا تعالیٰ پر توکّل بھی کرنا چاہئے۔ یہ جھوٹی کہانیاں جب بچوں کے سامنے ذکر ہوں کہ ہم نے جج کو یہ کہانی سنائی اور وہ سنائی تو پھر بچے بھی یہی سمجھتے ہیں کہ جھوٹ بولنے میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اگر جھوٹ نہ بولتے تو شاید ہمارا کیس پاس نہ ہوتا یا ہمیں فائدہ نہ پہنچ سکتا۔ یہ تصور پیدا ہو جاتا ہے کہ جھوٹ ہی ہے جو تمام ترقیات کی چابی ہے۔ یہ خیال پیدا ہو جاتا ہے کہ آجکل بھلا کون ہے جو سچ بولتا ہے۔ تو یہ سب باتیں بچوں کے ذہنوں میں اپنے بڑوں کی باتیں سن کر پیدا ہوتی ہیں۔ اور پھر اُن کا علم یہیں محدود ہو جاتا ہے کہ جھوٹ بولنا ایسی بُری بات نہیں ہے۔ اور نتیجہ کیا ہوگا پھر؟ نتیجہ ظاہر ہے کہ بڑے ہو کر جہاں جہاں بھی ایسے بچے کو جھوٹ بولنے کا موقع ملے گا وہ اپنی قوتِ موازنہ سے فیصلہ چاہے گا تو قوتِ موازنہ اُسے فوراً یہ فیصلہ دے دے گی کہ خطرہ زیادہ ہے، جھوٹ بول لو، اس میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح غیبت ہے۔ اگر بچہ اپنے ارد گرد غیبت کرتے دیکھتا ہے کہ تمام لوگ ہی غیبت کر رہے ہیں تو بڑا ہو کر اُس کے سامنے جب غیبت کا موقع آتا ہے اور وہ سمجھتا ہے کہ اگر میں نے غیبت کی تو مجھے فائدہ پہنچے گا تو قوتِ موازنہ اُسے کہتی ہے، تمہارے ارد گرد تمام غیبت کرتے ہیں اگر تم غیبت کر لو تو کیا حرج ہے۔ گویا گناہ تو ہے لیکن اتنا بڑا گناہ نہیں۔ اس بارے میں گزشتہ ایک خطبہ میں بات ہو چکی ہے کہ اصلاحِ اعمال میں ایک بہت بڑی روک یہ ہے کہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ بعض گناہ بڑے ہیں اور بعض چھوٹے گناہ ہیں اور ان کو کر لینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔ اور پھر ان گناہوں کو جب ایک دفعہ انسان کر لے تو چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے۔ یہاں انسان میں قوتِ موازنہ تو موجود ہوتی ہے مگر اس غلط علم کی وجہ سے جو اُسے ماحول نے دیا ہے، وہ انسان کو اتنی طاقت نہیں دیتی جس

طاقت کے ذریعہ سے وہ گناہوں پر غالب آ سکے۔ جیسے کہ وزن اُٹھانے کی مثال بیان کی گئی تھی۔ کمزور طاقت ایک وزن کو اُٹھا نہ سکی لیکن جب دماغ نے زیادہ وزن اُٹھانے کی طاقت بھیجی تو وہی ہاتھ اُس زیادہ وزن کو اُٹھانے کے قابل ہو گیا۔ لیکن اگر انسان کی قوتِ موازنہ یہ حکم دماغ کو نہ بھیجتی تو وہ وزن نہ اُٹھا سکتا۔ اسی طرح گناہوں کو مٹانے میں بھی یہی اصول ہے۔ گناہوں کو مٹانے کی طاقت انسان میں ہوتی ہے لیکن جب گناہ سامنے آتا ہے اور قوتِ موازنہ یہ کہہ دیتی ہے کہ اس گناہ میں حرج کیا ہے کہ چھوٹا سا، معمولی سا تو گناہ ہے جب کہ اس کے کرنے سے فائدہ زیادہ حاصل ہو گا تو دماغ پھر گناہ کو مٹانے کی طاقت نہیں بھیجتا۔ وہ حس مر جاتی ہے یا ہم کہہ سکتے ہیں کہ قوتِ ارادی ختم ہو جاتی ہے اور گناہ سرزد ہو جاتا ہے۔ گویا اصلاحِ اعمال کے لئے تین چیزوں کی مضبوطی کی ضرورت ہے۔

ایک قوتِ ارادی کی مضبوطی کی ضرورت ہے، ایک علم کی زیادتی کی ضرورت ہے اور ایک قوتِ عملیہ میں طاقت کا پیدا کرنا، یہ بھی ضروری ہے۔ یہ بھی یاد رہے کہ علم کی زیادتی درحقیقت قوتِ ارادی کا حصہ ہوتی ہے کیونکہ علم کی زیادتی کے ساتھ قوتِ ارادی بڑھتی ہے۔ یا کہہ سکتے ہیں کہ وہ عمل کرنے پر آمادہ ہو جاتی ہے۔ ان سب باتوں کا خلاصہ یہ بنے گا کہ عملی اصلاح کے لئے ہمیں تین چیزوں کی ضرورت ہے، پہلے قوتِ ارادی کی طاقت کہ وہ بڑے بڑے کام کرنے کی اہل ہو۔ علم کی زیادتی کہ ہماری قوتِ ارادی اپنی ذمہ داری کو محسوس کرتی رہے کہ کیا صحیح ہے اور کیا غلط ہے اور صحیح کی تائید کرنی ہے اور اُس پر عمل کرنے کے لئے پورا زور لگانا ہے۔ غفلت میں رہ کر انسان مواقع نہ گنوا دے۔ تیسرے قوتِ عملیہ کی طاقت کہ ہمارے اعضاء ہمارے ارادے کے تابع چلیں۔ بد ارادوں کے نہیں، نیک ارادوں کے اور اُس کا حکم ماننے سے انکار نہ کریں۔

یہ باتیں گناہوں سے نکالنے اور اعمال کی اصلاح کا بنیادی ذریعہ ہیں۔ اپنی قوتِ ارادی کو ہمیں اُس زبردست افسر کی طرح بنانا ہو گا جو اپنے حکم کو اپنی طاقت اور قوت اور اصولوں کے مطابق منواتا ہے اور کسی مصلحت کو اپنے اوپر غالب نہیں آنے دیتا۔ ہمیں چھوٹے بڑے گناہوں کی اپنی من مانی تعریفیں بنا کر اپنے اوپر غالب آنے سے روکنا ہو گا۔ صحیح علم ہمیں اُن ناکامیوں سے محفوظ رکھے گا جو قوتِ موازنہ کی غلطیوں کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں جس کی مثال میں دے چکا ہوں کہ حس مر جاتی ہے۔ چھوٹے اور بڑے گناہوں کے چکر میں انسان رہتا ہے اور پھر اصلاح کا موقع ہاتھ سے نکل جاتا ہے۔ اور بعض دفعہ یوں بھی ہوتا ہے کہ عدمِ علم کی وجہ سے قوتِ ارادی فیصلہ ہی نہیں کر سکتی کہ اُسے کیا کرنا ہے یا کیا کرنا چاہئے۔ اسی

طرح جب قوتِ عملیہ مضبوط ہوگی تو وہ قوتِ ارادی کے ادنیٰ سے ادنیٰ اشارے کو بھی قبول کرلے گی۔

حضرت مصلح موعود نے ایک نکتہ یہ بھی بیان فرمایا ہے کہ

یہاں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ قوتِ عملیہ کی کمزوری دو طرح کی ہوتی ہے۔ حقیقی اور غیر حقیقی۔ غیر حقیقی تو یہ ہے کہ قوت تو موجود ہو لیکن عادت وغیرہ کی وجہ سے زنگ لگ چکا ہو اور حقیقی یہ ہے کہ ایک لمبے عرصے کے عدم استعمال کی وجہ سے وہ مردہ کی طرح ہوگئی ہو اور اُسے بیرونی مدد اور سہارے کی ضرورت پیدا ہوگئی ہو۔ غیر حقیقی مثال ایسے شخص کی ہے جسے طاقت تو یہ ہو کہ مَن بوجھ اُٹھا سکے، چالیس کلو وزن اُٹھا سکے لیکن کام کرنے کی عادت نہ ہونے کی وجہ سے جب اُسے بوجھ اُٹھانے کا کہو تو اُسے گھبراہٹ چھڑ جاتی ہے، پریشانی شروع ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص اگر اپنی طبیعت پر دباؤ ڈالے گا تو پھر بوجھ اُٹھانے کے قابل ہو جائے گا اور اُس میں کامیابی حاصل ہو جائے گی۔ اور حقیقی کی مثال یہ ہے کہ دیر تک کام نہ کرنے کی وجہ سے انسان میں کام کرنے کی طاقت ہی باقی نہیں رہتی اور اُس میں دس بیس سیر سے یا کلو سے زیادہ وزن اُٹھانے کی طاقت نہیں رہتی۔ تو ایسے شخص کو زائد وزن اُٹھوانے کے لئے مددگار دینا ہوگا۔ اُس کی اصلاح کے لئے اُس کی قوتِ ارادی کو بڑھانے کے لئے اور اُس کی قوتِ عملی کو بڑھانے کے لئے پھر کچھ اور طریقے اختیار کرنے ہوں گے۔ غرض جب طاقت کا خزانہ موجود نہ ہو تو اُس وقت بیرونی ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں تا کہ کام کو پورا کیا جا سکے۔ یہی حال اعمال کی اصلاح کا ہے اور مختلف لوگوں کے لئے مختلف علاجوں کی ضرورت ہے۔ ایک ہی علاج ہر ایک کے لئے نہیں ہے۔ بعض کے لئے قوتِ ارادی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض کے لئے قوتِ عملی پیدا کرنے کی ضرورت ہے اور بعض کے لئے اس صورت میں جبکہ بوجھ زیادہ ہو، اُن کی طاقت اور برداشت سے باہر ہو، بیرونی مدد کی ضرورت ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 441 خطبہ فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ ربوہ)

اُس وقت معاشرے کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے، جماعت کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے، ذیلی تنظیموں کو اپنا کردار ادا کرنا پڑتا ہے۔

پس ہمیں اپنی عملی اصلاح کے لئے ان باتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے، ان باتوں کو پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی قوتِ ارادی کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے، قوتِ عملی کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں اور ہماری جو صلاحیتیں ہیں، اللہ تعالیٰ نے جو طاقتیں ہمیں دی ہیں وہ زنگ لگ کے ختم نہ ہو جائیں۔ اس کی

مزید وضاحت انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ مَیں کروں گا۔ آخر میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشادات پیش کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ سے اصلاح چاہنا اور اپنی قوت خرچ کرنا یہی ایمان کا طریق ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 145)

پس اللہ تعالیٰ سے اصلاح چاہنا، اپنی قوتِ ارادی کو دعا کے ذریعہ سے مضبوط کرنا ہے اور قوت کا خرچ کرنا، قوتِ ارادی اور قوتِ عملی کا اظہار ہے۔ جب یہ اظہار اعلیٰ درجہ کا ہو جائے تو یہی ایمان ہے اور پھر بندہ ہر کام خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے کرتا ہے اُس کی رضا کے حصول کی طرف توجہ رہتی ہے۔

پھر آپ نے ایک جگہ فرمایا: ''تم صرف اپنا عملی نمونہ دکھاؤ۔ اور اس میں ایک ایسی چمک ہو کہ دوسرے اُس کو قبول کر لیں۔ کیونکہ جب تک اس میں چمک نہ ہو، کوئی اس کو قبول نہیں کرتا۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 181)

جب تک تمہاری اندرونی حالت میں صفائی اور چمک نہ ہوگی، کوئی خریدار نہیں ہو سکتا۔ جب تک تمہارے اخلاق اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں، کسی مقام تک نہیں پہنچ سکو گے۔

پس عملی حالتوں کی درستی کے لئے بہت محنت اور مسلسل نظر رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ ہر احمدی اپنے احمدی ہونے کے مقصد کو پورا کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خواہش کے مطابق ہم اپنے آپ کو حقیقی مسلمان بنا سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازوں کے بعد مَیں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرم ماسٹر مشرق علی صاحب ایم اے کلکتہ انڈیا کا ہے۔ 3؍جنوری 2014ء کو تقریباً 80 سال کی عمر میں قادیان میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ گزشتہ ایک سال سے بیمار تھے۔ جاپان بھی آپ کے بیٹے علاج کی غرض سے لے گئے۔ وہاں سے کچھ بہتر ہوئے تھے۔ آجکل اپنی بیٹی کے پاس قادیان تھے۔ آپ کو 1965ء میں بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شمولیت کی سعادت ملی۔ اس کے بعد یہ زندگی کے آخری لمحے تک دیوانہ وار دعوتِ الی اللہ میں مصروف رہے ہیں۔ ان کا 48 سالہ دینی خدمات کا دور ہے اور آپ کو سیکرٹری تبلیغ، قائد خدام الاحمدیہ، ناظم انصار اللہ بنگال، نائب امیر اور امیر کلکتہ، پھر لمبا عرصہ صوبائی امیر بنگال اور آسام کی حیثیت سے خدمات بجالانے کی توفیق ملی۔ اسی طرح نیپال کے تبلیغی امور کے نگران اور انجمن وقفِ جدید قادیان کے ممبر رہے۔ بنگالی زبان میں رسالہ ''البشریٰ'' بڑی محنت سے شائع کرتے اور لوگوں کو پوسٹ بھی خود ہی

کرتے تھے۔ مکرم ناظر صاحب اعلیٰ قادیان انعام غوری صاحب کہتے ہیں کہ میں نے آپ کے ساتھ بنگال و آسام کے متعدد سفر کئے۔ پُرخطر ماحول میں بھی جلسے اور تقاریر کرنے سے باز نہیں رہتے تھے۔ کہتے ہیں تین مرتبہ تو خاکسار کے ساتھ نہایت مخدوش حالات میں سے بحفاظت نکلنے کا اللہ تعالیٰ نے سامان فرمایا۔ گاڑی اور سامان وغیرہ کو تو نقصان پہنچا لیکن ممبران محفوظ رہے۔ بے دھڑک ہو کے ہر خطرے کی جگہ پر لے جایا کرتے تھے۔ موصوف کے ساتھ دورہ کرتے ہوئے ہر علاقے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے تائید و نصرت کے نشانات کا تذکرہ جاری رہتا۔ بنگال و آسام میں متعدد جماعتیں مرحوم کے دور میں قائم ہوئیں۔ نہایت دلیر اور متوکل اور درویش صفت انسان تھے۔ مرحوم موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ قادیان میں ان کی تدفین ہوئی ہے۔ ان کے پسماندگان میں تین بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ایک بیٹے تو عصمت اللہ صاحب ہیں جو جلسہ سالانہ میں نظمیں وغیرہ پڑھتے ہیں۔ جماعت احمدیہ کا ہر فرد تقریباً جانتا ہی ہوگا۔ ایم ٹی اے پر بھی ان کی نظمیں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر قدم مارنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 31 جنوری 2014ء تا 06 فروری 2014ء جلد 21 شمارہ 05 صفحہ 05 تا 08)

3

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17 جنوری 2014ء بمطابق 17 صلح 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ خطبہ میں یہ ذکر ہو رہا تھا کہ عملی اصلاح کے لئے جو روکیں راہ میں حائل ہیں، جو اسباب ہمیں بار بار پیچھے کھینچتے ہیں اُن کو دُور کرنے کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہے اور اس بارے میں یہ بیان کیا گیا تھا کہ اگر انسان میں قوّتِ ارادی، صحیح اور پورا علم اور قوتِ عمل پیدا ہو جائے تو پھر عملی اصلاح کی برائیوں کا مقابلہ کیا جا سکتا ہے۔ کیونکہ اعمال کی کمزوری ہوتی ہی اُس وقت ہے جب قوتِ ارادی نہ ہو، یا یہ علم نہ ہو کہ اچھے اعمال کیا ہیں اور برے اعمال کیا ہیں؟ اور اچھے اعمال کو حاصل کس طرح کرنا ہے، کس طرح بجالانا ہے اور برے اعمال کو دور کرنے کی کس طرح کوشش کرنی ہے؟ اور پھر قوتِ عمل ہے جو اتنی کمزور ہو کہ برائی کا مقابلہ نہ کر سکے۔ پس قوتِ ارادی کو مضبوط کرنا، علمی کمزوری کو دور کرنا اور عملی طاقت پیدا کرنا، یہ بڑا ضروری ہے۔ عملی طاقت اپنی کوشش سے بھی پیدا ہوتی ہے اور اگر انسان بہت ہی کمزور ہو تو پھر بیرونی مدد کی ضرورت ہوتی ہے۔

بہر حال ان باتوں کا گزشتہ خطبہ میں ذکر ہو چکا ہے۔ اس بارے میں بعض مثالوں سے مزید تفصیل اس کی بیان کروں گا۔ جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں کہا تھا کہ اس بارے میں مزید وضاحت کرنی ہے اور اس کی ضرورت ہے۔

یہ تو ہم نے دیکھ لیا کہ عملی اصلاح میں جن تین باتوں کی ضرورت ہے اُن میں سب سے پہلی قوتِ ارادی ہے۔ یہ قوتِ ارادی کیا چیز ہے؟ ہم میں سے بعض کے نزدیک یہ عجیب بات ہوگی کہ قوتِ ارادی کے

بارے میں کہا جا رہا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اکثر یہ کہیں گے کہ قوّتِ ارادی کے جو اپنے الفاظ ہیں، اُن سے ہی ظاہر ہے کہ یہ کسی کام کو کرنے کے مضبوط ارادے اور اُسے بجالانے کی اور انجام دینے کی قوت ہے۔ یہاں یہ سوال اُٹھانے کی کیا ضرورت ہے کہ یہ قوّتِ ارادی کیا چیز ہے؟ تو اس بارے میں واضح ہونا چاہئے اور حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بڑے احسن رنگ میں اس کو بیان فرمایا ہے کہ قوتِ ارادی کا مفہوم عمل کے لحاظ سے ہر جگہ بدل جاتا ہے۔ پس یہ بنیادی بات ہمیں یاد رکھنی چاہئے اور جب یہ بات اپنے سامنے رکھیں گے تو پھر ہی اس نہج پر سوچ سکتے ہیں کہ دین کے معاملے میں قوّتِ ارادی کیا چیز ہے؟

پس واضح ہو کہ دین کے معاملے میں قوتِ ارادی ایمان کا نام ہے۔ اور جب ہم اس زاویے سے دیکھتے ہیں تو پھر پتا چلتا ہے کہ عملی قوت ایمان کے بڑھنے سے بڑھتی ہے۔ اگر پختہ ایمان ہو اور اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو تو پھر انسان کے کام خود بخود ہوتے چلے جاتے ہیں۔ ہر مشکل اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے آسان ہوتی چلی جاتی ہے۔ عملی مشکلات اس ایمان کی وجہ سے ہوا میں اُڑ جاتی ہیں اور آسانی سے انسان اُن پر قابو پا لیتا ہے۔ اور یہ صرف ہوائی باتیں نہیں ہیں بلکہ عملاً اس کے نمونے ہم دیکھتے ہیں۔ جب ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے پر نظر ڈالتے ہیں تو ایمان سے پہلے کی عملی حالتوں اور ایمان کے بعد کی عملی حالتوں کے ایسے حیرت انگیز نمونے نظر آتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو لوگ ایمان لائے وہ کون لوگ تھے؟ اُن کی عملی حالت کیا تھی؟ تاریخ ہمیں اس بارے میں کیا بتاتی ہے؟ اُن ایمان لانے والوں میں چور بھی تھے۔ اُن میں ڈاکو بھی تھے۔ اُن میں فاسق و فاجر بھی تھے۔ اُن میں ایسے بھی تھے جو ماؤں سے نکاح بھی کر لیتے تھے، ماؤں کو ورثے میں بانٹنے والے بھی تھے۔ اپنی بیٹیوں کو قتل کرنے والے بھی تھے۔ اُن میں جواری بھی تھے جو ہر وقت جوا کھیلتے رہتے تھے۔ اُن میں شراب خور بھی تھے اور شراب کے ایسے رسیا کہ اس بارے میں اُن کا مقابلہ کوئی کر ہی نہیں سکتا۔ شراب پینے کو ہی عزت سمجھتے تھے۔ ایک دوسرے پر شراب پینے پر فخر کرتے تھے کہ میں نے زیادہ پی ہے یا مَیں زیادہ پی سکتا ہوں۔ ایک شاعر اپنی بڑائی اور فخر اس بات پر ظاہر کرتا ہے کہ میں وہ ہوں جو راتوں کو اُٹھ اُٹھ کر بھی شراب پیتا ہوں۔ پانی کو تو ہاتھ ہی نہیں لگاتا۔ جواری اپنے جُوئے پر فخر کرتے ہوئے یہ کہتا تھا کہ میں وہ ہوں جو اپنا تمام مال جُوئے میں لٹا دیتا ہوں اور پھر مال آتا ہے تو پھر اُسے جُوئے میں لٹا دیتا ہوں۔ شاید آج بڑے سے بڑا جواری بھی کھل کر یہ اعلان نہ کرتا ہو۔ بہر حال یہ حالت اُن کی اُس وقت تھی۔

پھر جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لائے تو اُن کی حالت کس طرح پلٹی، کیسا انقلاب اُن میں پیدا ہوا، کیسی قوتِ ارادی اس ایمان نے اُن میں پیدا کی؟ اس کے واقعات بھی تاریخ ہمیں بتاتی ہے تو حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح اتنی جلدی اتنا عظیم انقلاب اُن میں پیدا ہو گیا؟ ایمان لاتے ہی اُنہوں نے فیصلہ کر لیا کہ اب دین کی تعلیم پر عمل کے لئے ہم نے اپنے دل کو قوی اور مضبوط کرنا ہے۔ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ خدا تعالیٰ کے احکامات کے خلاف اب ہم نے کوئی قدم نہیں اُٹھانا۔ انہوں نے یہ فیصلہ کر لیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر حکم ہمارے لئے حرفِ آخر ہے۔ اُن کا یہ فیصلہ اتنا مضبوط، اتنا پختہ اور اتنے زور کے ساتھ تھا کہ اُن کے اعمال کی کمزوریاں اُس فیصلے کے آگے ایک لمحے کے لئے بھی نہ ٹھہر سکیں۔ اُن کے حالات ایسے بدلے کہ وہ خطرناک سے خطرناک مصیبت اپنے پر وارد کرنے کے لئے تیار ہو گئے اور نہ صرف تیار ہوئے بلکہ اس قوتِ ارادی نے جو انہوں نے اپنے اندر پیدا کی، اُن کے اعمال کی کمزوری کو اس طرح پرے پھینک دیا اور اُن سے دور کر دیا جس طرح ایک تیز سیلاب کا ریلا، تیز پانی کا ریلا جو ہے ایک تنکے کو بہا کر لے جاتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 443-444 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

ابھی شراب کی مثال دی گئی ہے کس طرح وہ شراب پیتے تھے اور کس قدر اُن کو اس بات پر فخر تھا۔ جب اس کا نشہ چڑھتا ہے تو کیا حالت انسان کی بنا دیتا ہے۔ ان ملکوں میں رہنے والے یہاں کے شرابیوں کے نمونے اکثر دیکھتے رہتے ہیں۔ ہماری مسجد فضل کی سڑکوں پر بھی ایک شرابی پھرتا ہے اور اُس کے پاس سوائے شراب کے ٹِن کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ گندے کپڑے لیکن شراب خرید لیتا ہے۔ مجھے یہ بھی پتا چلا ہے کہ وہ پڑھا لکھا بھی ہے اور شاید کسی زمانے میں انجینئر بھی تھا۔ بہر حال اب تو کچھ کام نہیں کرتا، ویسے بھی اُس کی عمر ایسی ہے۔ کونسل سے جو کچھ ملتا ہے اُس کو، حکومت سے شاید جو بھی خرچہ ملتا ہو، وہ سب شراب پر خرچ کر دیتا ہے۔ سڑکوں پر زندگی گزارتا ہے۔ نشے نے اُس کی دماغی حالت بھی خراب کر دی، بیچارہ بالکل مفلوج ہو گیا۔ نشے کی حالت میں جب وہ ہو تو اُسے دیکھ کے ڈر لگتا ہے۔ کئی دفعہ میں نے دیکھا ہے کہ بعض دفعہ وہ عورتوں کو راہ چلتے روک لیتا ہے، باوجودیکہ وہ اس ماحول میں رہنے والی انگریز عورتیں ہیں لیکن اُن کے چہروں سے خوف ظاہر ہو رہا ہوتا ہے۔ تو بہر حال شراب کے نشے نے اُس کی یہ حالت بنائی ہے۔ ایسے شرابی بھی عام ملتے ہیں جو نشے میں اتنے غصیلے ہو جاتے ہیں کہ ماں باپ کو بھی گالیاں دیتے ہیں۔ عجیب عجیب حرکتیں اُن سے سرزد ہوتی ہیں۔ مجھے یاد ہے جب مَیں گھانا میں تھا تو ٹمالے (Tamale) وہاں

ایک شہر ہے۔ اُس زمانے میں وہاں جماعت کا زرعی پراجیکٹ تھا۔ تو جس گھر میں مَیں رہتا تھا اُس کی باہر کی طرف، نہ صرف باہر کی طرف بلکہ اندر کی طرف بھی چار دیواری نہیں تھی۔ تمام گھر جو تھے وہ بغیر چار دیواری کے ہی تھے۔ یہاں بھی عموماً ایسے بنے ہوتے ہیں۔ بعضوں نے اپنے اندر کے صحنوں میں چار دیواری بنائی ہوئی تھی جس طرح یہاں کے backyard ہوتے ہیں۔ بہر حال ہمارا گھر ایسا تھا کہ نہ اُس کے اندر صحن تھا نہ باہر، ہر طرف سے کھلا تھا۔ چھوٹی سی جگہ تھی جہاں گاڑی کھڑی کی جاتی تھی۔ کوئی دیوار اور گیٹ نہیں جیسا کہ میں نے بتایا۔ اُن دنوں میں وہاں کے معاشی حالات خراب تھے۔ اگر کوئی چیز باہر کھلے میں پڑی ہو تو چوریاں بھی ہوتی تھیں۔ اب تو یہاں بھی چوریاں شروع ہو گئی ہیں بلکہ یہاں تو دروازے توڑ کے چوریاں ہونے لگ گئی ہیں، ڈاکے پڑنے لگ گئے ہیں۔ بہر حال امن کی حالت اُس وقت خراب تھی اس وجہ سے کہ معاشی حالات خراب تھے۔ وہاں ہم نے ایک watch man رکھا ہوا تھا، اُس کو میں نے رکھا تو رات کے لئے آتا تھا اور اُس کو میں نے خاص طور پر کہا کہ ہماری گاڑی جو پک اپ تھی باہر کھڑی ہوتی ہے۔ اس کا ٹائر باہر ہی پڑا ہوتا ہے کیونکہ اس کی ایسی حالت تھی کہ اُس کے اندر تبدیلی کر دی گئی تھی جہاں ٹائر رکھنے کی جگہ ہوتی ہے وہ وہاں رکھا نہیں جا سکتا تھا۔ بہر حال اُس کو خاص طور پر میں نے یہ کہا کہ ٹائر بہت چوری ہوتے ہیں اس کا خیال رکھنا۔ تو اکثر یہی ہوتا تھا کہ وہ شراب کے نشے میں آتا تھا اور ٹائر کو باہر نکالتے وقت ٹائر سے پہلے خود زمین پر گرا ہوتا تھا۔ تو بہر حال ایک دن مَیں نے اُسے دیکھا کہ اوندھے منہ پڑا ہوا ہے۔ اُس دن تو بہت ہی نشے میں تھا۔ اُس وقت چوکیدارا اُس نے کیا کرنا تھا۔ وہ اول فول بک رہا تھا۔ اُس وقت تو مصلحت کا تقاضا یہی تھا کہ کچھ نہ کہا جائے کیونکہ اُس نے پھر مجھے بھی برا بھلا کہنا شروع کر دینا تھا۔ اگلے دن جب اُس کا نشہ تھوڑا کم ہوا یا اترا تو میں نے اُسے کہا کہ تم جاؤ اب، تمہیں نہیں رکھنا۔ بڑی منتیں سماجتیں کرنے لگا۔ خیر پینا تو بہر حال وہ نہیں چھوڑ سکتا تھا لیکن اُس نے یہ عقل مندی کی کہ یا تو وقت سے پہلے اتنا وقت دے دیتا تھا کہ جب یہاں ڈیوٹی پر آنا ہے تو نشہ کم ہو جائے یا پھر اُس وقت حساب سے پیتا ہو گا، نشہ زیادہ ظاہر نہ ہو۔ لیکن بہر حال نشئی جو ہیں وہ قابو تو رکھ نہیں سکتے۔ کچھ عرصے بعد پھر وہی حالت ہونی شروع ہو گئی۔ کہنے کا مطلب یہ ہے کہ نشے میں انسان کو کچھ پتا نہیں ہوتا کہ وہ کیا کر رہا ہے، کیا بول رہا ہے۔ اگلے دن جب اُسے پوچھو کہ تم یہ یہ کہتے رہے تو صاف انکاری ہوتا تھا کہ میں تو بڑے آرام سے رہا ہوں۔ مَیں نے تو ایسی بات ہی کوئی نہیں کی۔ تو ایسے اچھے بھلے انسان ہوتے ہیں کہ نشہ جب اترتا ہے تو مانتے بھی نہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک شخص کا واقعہ بیان کیا ہے کہ جس سے آپ کو ایک ٹرین کے سفر کے دوران واسطہ پڑا۔ وہ ایک معزز خاندان کا شخص تھا۔ شاید حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جانتا بھی تھا اور پونچھ کے کسی وزیر کا بیٹا بھی تھا۔ وہ ٹرین کے اس سفر میں نشے میں ایسی باتیں کہہ رہا تھا جو عقل و ہوش قائم ہونے کی صورت میں کبھی انسان کہہ نہیں سکتا۔ تو حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ یہ شراب کا جو نشہ ہے انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے اور نشے میں اُسے بالکل پاگل بنا دیتا ہے۔

مگر دوسری طرف ہم قوتِ ارادی کا ایسا انقلاب دیکھتے ہیں کہ بعض غیر مسلم اس پر مشکل سے یقین کرتے ہیں۔ یہ قوتِ ارادی ایمان کی قوتِ ارادی تھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے ماننے والوں میں پیدا کی۔ اس کا نظارہ ہمیں اس روایت سے ملتا ہے کہ چند صحابہ ایک مکان میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دروازے بند تھے اور یہ سب شراب پی رہے تھے اور اُس وقت ابھی شراب نہ پینے کا حکم نازل نہیں ہوا تھا اور شراب پینے میں کوئی ہچکچاہٹ بھی نہیں تھی۔ جس کا جتنا دل چاہے، پیتا تھا، نشے میں بھی آ جاتے تھے۔ شراب کا ایک مٹکا اس مجلس میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے خالی کر دیا اور جو مٹکا ہے وہ بھی کئی گیلن کا ہوتا ہے۔ اور دوسرا شروع کرنے لگے تھے کہ اتنے میں گلی سے آواز آئی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ مجھے خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ آج سے مسلمانوں پر شراب حرام کی جاتی ہے۔ اس آواز کا ان لوگوں تک پہنچنا تھا کہ اُن میں سے ایک جو شراب کے نشے میں مزا لے رہا تھا، اُس میں مدہوش تھا، دوسرے کو کہنے لگا کہ اُٹھو اور دروازہ کھول کر اس اعلان کی حقیقت معلوم کرو۔ ان شراب پینے والوں میں سے ایک شخص اُٹھ کر اعلان کی حقیقت معلوم کرنے کا ارادہ کر ہی رہا تھا کہ ایک دوسرا شخص جو شراب کے نشے میں مخمور تھا اُس نے سوٹا پکڑا اور شراب کے مٹکے پر مار کر اُسے توڑ دیا۔ دوسروں نے جب اُسے یہ کہا کہ تم نے یہ کیا کیا؟ پہلے پوچھ تو لینے دیتے کہ حکم کا کیا مفہوم ہے اور کن لوگوں کے لئے ہے؟ تو اُس نے کہا پہلے مٹکے توڑو، پھر پوچھو کہ اس حکم کی کیا حقیقت ہے؟ کہنے لگا کہ جب میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی آواز سن لی تو پہلے تو حکم کی تعمیل ہوگی۔ پھر میں دیکھوں گا کہ اس حکم کی قیود کیا ہیں؟ اُس کی limitations کیا ہیں؟ اور کن حالات میں منع ہے۔ پس یہ وہ عظیم الشان فرق ہے جو ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ اور دوسروں میں نظر آتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 445-446 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

پہلے بیان ہو چکا ہے کہ شرابیوں کی کیا حالت ہوتی ہے؟ کسی شرابی سے شراب پیتے ہوئے گلاس

بھی لے لیں یا اُس کے سامنے سے اُٹھا لیں تو مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔ کلبوں اور باروں (Bars) میں ایسے واقعات ہوتے رہتے ہیں۔ چند دن ہوئے یہاں پر بھی ایک خبر تھی کہ ایک کلب میں یا بار (Bar) میں ایک نشئی شخص نے دوسرے کو مار دیا۔ بلکہ یہ نشئی لوگ خلافِ مرضی باتیں سن کر ہی قتل و غارت پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ پس ان شرابیوں کی جو نشے میں دھت ہوتے ہیں، نہ عقلیں سلامت ہوتی ہیں، نہ سمجھ سلامت ہوتی ہے، نہ زبان پر قابو رہتا ہے اور نہ ماں باپ کی پرواہ ہوتی ہے۔ اُن کے ہاتھ پاؤں بھی غیر ارادی طور پر حرکت کرتے ہیں۔ نشے میں نہ اُنہیں قانون کی پرواہ ہوتی ہے، نہ سزا کا ڈر ہوتا ہے۔ لیکن صحابہ کی قوتِ ارادی نشے پر غالب آ گئی۔ باوجود اس کے کہ وہ نشے میں مخمور تھے۔ ایک مٹکا اُس وقت پی بھی چکے تھے۔ دوسرا مٹکا وہ پینے والے تھے۔ ایسے وقت میں اُن کے کانوں میں یہ آواز پڑتی ہے کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ شراب مسلمانوں پر حرام کر دی گئی ہے تو اُن کا نشہ فوراً ختم ہو جاتا ہے۔ وہ پہلے شراب کا مٹکا توڑتے ہیں اور پھر اعلان کرنے والے سے وضاحت پوچھتے ہیں کہ اس اعلان کا کیا مطلب ہے؟

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 446-447 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

اور یہ ایک گھر کا معاملہ نہیں ہے، چند لوگوں کا معاملہ نہیں۔ بیان کرنے والے بیان کرتے ہیں روایت میں آتا ہے کہ ایسے کئی گھر مدینے میں تھے جن میں شراب کی محفلیں جمی ہوئی تھیں۔ اس اعلان کے ساتھ ہی اس تیزی سے شراب کے مٹکے ٹوٹے کہ مدینے کی گلیوں میں شراب پانی کی طرح بہنے لگی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 448 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

کیسی حیران کُن قوتِ ارادی ہے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہ قوتِ ارادی ایسی ہے کہ اس کے پیدا ہونے کے بعد کوئی روک درمیان میں حائل نہیں رہ سکتی بلکہ ہر چیز پر قوتِ ارادی قبضہ کرتی چلی جاتی ہے۔ گویا قوتِ ارادی سے وافر حصہ رکھنے والے روحانی دنیا کے سکندر ہوتے ہیں، اس کے پہلوان ہوتے ہیں۔ جس طرف اُٹھتے ہیں اور جدھر جاتے ہیں اور جدھر جانے کا قصد کرتے ہیں، شیطان اُن کے سامنے ہتھیار ڈالتا چلا جاتا ہے اور مشکلات کے پہاڑ بھی اگر اُن کے سامنے آئیں تو وہ اُسی طرح کٹ جاتے ہیں جس طرح پنیر کی ٹکیہ کٹ جاتی ہے۔

پس اگر اس قسم کی قوتِ ارادی پیدا ہو جائے اور اس حد تک ایمان پیدا ہو جائے تو پھر لوگوں کے اصلاحِ اعمال کے لئے اور طریق اختیار کرنے کی ضرورت نہیں رہتی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 447 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

چودہ سو سال پہلے اصلاح کا جو عمل قوتِ ایمان کی وجہ سے انقلاب لایا، اُس کی مثال اس وسیع پیمانے پر دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتی۔ کس طرح حیرت انگیز طور پر دنیا میں یہ انقلاب برپا ہوا۔

لیکن اس سے ملتی جلتی کئی مثالیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق کے ماننے والوں میں ہمیں نظر آتی ہیں۔ تمبا کونوشی گو حرام تو نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بہرحال اس کو برا فرمایا بلکہ ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ شاید یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتی تو منع فرما دیتے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 235)

لیکن ایک برائی بہرحال ہے اور اس میں نشہ بھی ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک سفر کے دوران جب حقے سے ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو آپ کے صحابہ نے جو حقہ پینے کے عادی تھے، اپنے حقے کو توڑ دیا اور پھر تمبا کونوشی کے قریب بھی نہیں پھٹکے۔ کہتے کہ اس طرف تو کبھی ہماری توجہ ہی نہیں گئی۔

(ماخوذ از سیرت المہدی از حضرت مرزا بشیر احمد صاحب جلد 1 حصہ سوم صفحہ 666 روایت نمبر 726 مطبوعہ ربوہ)

اسی طرح ایسے صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مثالیں بھی ملتی ہیں جنہوں نے احمدیت قبول کرنے کے بعد تمام برائیوں کو چھوڑا۔ حتی کہ ایسی مثال بھی ہے جو شراب جیسی برائی میں گرفتار تھے لیکن احمدیت قبول کرنے کے بعد وہ چھوڑ دی۔

پس یہ نمونے ہیں جو ہمیں قائم کرنے کی ضرورت ہے۔ کسی قانون سے ڈر کر یا اپنے معاشرے سے ڈر کر ہی برائیاں نہیں چھوڑنی۔ یا اُن سے اس لئے نہیں بچنا کہ اُن میں ماں باپ کا خوف ہے یا معاشرے کا خوف ہے۔ یہ سوچ نہیں ہونی چاہئے بلکہ سوچ یہ ہونی چاہئے کہ ہم نے برائی اس لئے چھوڑنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا۔ یا اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے منع فرمایا ہے تو ہم نے اس سے رکنا ہے۔ مسلمان ملکوں میں اگر شراب کھلے عام نہیں ملتی، پاکستان وغیرہ میں تو مجھے پتا ہے کہ قانون اب اس کی اجازت نہیں دیتا تو چھپ کر ایسی قسم کی شراب بنائی جاتی ہے جو دیسی قسم کی شراب ہے اور پھر پیتے بھی ہیں اور اس کا نشہ بھی بہت زیادہ ہوتا ہے۔ امیر طبقہ اور اور بہانوں سے اعلیٰ قسم کی شراب کا بھی انتظام کر لیتا ہے۔ پھر یونیورسٹی میں سٹوڈنٹس کو مَیں نے دیکھا ہے کہ ایسے سیرپ یا دوائیاں، خاص طور پر کھانسی کے سیرپ جن میں الکوحل ملی ہوتی ہے، اُس کو نشے کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور پھر اس کا نقصان بھی ہوتا ہے کیونکہ اس میں دوسری دوائیاں بھی ملی ہوتی ہیں۔ پس ایسے معاشرے میں بچنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اپنی قوتِ ارادی سے ان برائیوں سے

بچنے کی ضرورت ہے۔

آجکل یہاں یورپین ملکوں میں بھی علاوہ ایسے نشوں کے جو زیادہ خطرناک ہیں، شیشے کے نام سے بھی ریسٹورانوں میں، خاص طور پر مسلمان ریسٹورانوں میں نشہ ملتا ہے۔ اسی طرح امریکہ میں حقّے کے نام سے نشہ کیا جاتا ہے۔ وہ خاص قسم کا حقّہ ہے۔ اور مجھے پتا لگا ہے کہ یہاں ہمارے بعض نوجوان لڑکے اور لڑکیاں یہ شیشہ استعمال کرتے ہیں اور کہتے ہیں اس میں نشہ نہیں ہے یا کبھی کبھی استعمال کرنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ کوئی حرج نہیں ہے۔

یاد رکھیں کہ یہ کبھی کبھی کا جو استعمال ہے ایک وقت آئے گا جب آپ بڑے نشوں میں ملوث ہو جائیں گے اور پھر اس سے پیچھے ہٹنا بہت مشکل ہو جاتا ہے۔

پس ابھی سے اپنی قوتِ ارادی سے کام لینا ہو گا اور اس برائی سے چھٹکارا پانا ہو گا۔ اور اس کے لئے اپنے ایمان کو دیکھیں۔ ایمان کی گرمی ہی قوتِ ارادی پیدا کر سکتی ہے جو فوری طور پر بڑے فیصلے کرواتی ہے جیسا کہ صحابہ کے نمونے میں ہم نے دیکھا، ورنہ قانون تو ان میں روکیں نہیں ڈال سکتے۔ جیسا کہ میں نے کہا پاکستان میں قانون بھی ہے، ملتی بھی نہیں لیکن پھر بھی لوگ پیتے ہیں اور انتظام بھی کر لیتے ہیں۔ انہوں نے کئی طرح کے طریقے اختیار کئے ہوئے ہیں۔ امریکہ میں ایک زمانے میں کھلے عام شراب کی ممانعت کی کوشش ہوئی تو اس کے لئے لوگوں نے دوسرا طریقہ اختیار کیا اور سپرٹ (spirit) پینا شروع کر دیا۔ اور سپرٹ (spirit) پینے کے نقصانات بہت زیادہ ہیں تو اس کی وجہ سے لوگ مرنے بھی لگے۔ حضرت مصلح موعود نے لکھا ہے کیونکہ ایمان نہیں تھا اس لئے دنیاوی قانون کی کوشش کامیاب نہیں ہو سکی بلکہ نشے کے ہاتھوں ایسے مجبور ہوئے کہ سپرٹ پی کر اپنے آپ کو نقصان پہنچا لیتے تھے۔ حکومت نے پھر قانون بنایا کہ اگر ڈاکٹر اجازت دیں، بعض اسباب ایسے ہوں جو اس کو (justify) کرتے ہوں تو پھر شراب ملے گی اور ڈاکٹروں کا اجازت نامہ بھی بعض وجوہات کی وجہ سے تھا۔ تو اس کا نتیجہ کیا نکلا کہ ہزاروں ڈاکٹروں نے اپنی آمدنیاں بڑھانے کے لئے غلط سرٹیفکیٹ جاری کرنے شروع کر دیئے۔ تو ایسے ڈاکٹر جن کی پریکٹس نہیں چلتی تھی اُن کی اس طرح آمدنی شروع ہو گئی کہ شراب پینے کے سرٹیفکیٹ دے دیئے۔ آخر ایک وقت ایسا آیا کہ قانون کو گھٹنے ٹیکنے پڑے اور آہستہ آہستہ اب ہر جگہ عمر کی پابندی کے ساتھ شراب ملتی ہے۔ کہیں یہ عمر اکیس سال ہے، کہیں اٹھارہ سال ہے اور کہیں کہتے ہیں کہ اگر بڑا ساتھ ہو تو پندرہ سولہ سال، سترہ سال کے بچے بھی بعض خاص قسم کی شرابیں پی سکتے ہیں۔ پس اپنے قانون کی بے بسی پر پردہ ڈالنے

کے یہ بہانے ہیں۔ جوں جوں ترقی یافتہ ہو رہے ہیں برائیوں کی اجازت کے قانون پاس ہوتے چلے جا رہے ہیں۔ برائیوں کو روک نہیں سکتے تو قانون میں نرمی کر دیتے ہیں۔

لیکن خدا تعالیٰ کے احکامات میں جو برائی ہے وہ ہمیشہ کے لئے برائی ہے۔ خدا تعالیٰ ہماری مرضی کا پابند نہیں بلکہ ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند ہونا ہوگا اور یہ پابندی اُس وقت پیدا ہوگی جب ہماری ایمانی حالت بھی اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔ آجکل کی جو ترقی یافتہ دنیا ہے وہ جس قوم کو اجڈ اور جاہل کہتی ہے، جسے اَن پڑھ سمجھتی ہے وہ لوگ جو تھے انہوں نے اپنے ایمان کی حرارت کو اپنے نشے پر غالب کر لیا۔ اپنے اعمال کی اصلاح کی اور پھر ایک دنیا میں اپنے اعمال کی برتری کا جھنڈا گاڑ کر دنیا کو اپنے پیچھے چلایا۔ پس یہ واضح ہونا چاہئے کہ دین کے معاملے میں قوتِ ارادی اپنے ایمان کی مضبوطی ہے جو نیک اعمال بجالانے پر قائم رہ سکتی ہے اور برائیوں سے چھڑواتی ہے۔

اس کے ساتھ ہی جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے کہ قوتِ علمی ہے، اگر قوتِ علمی کسی میں ہو تو عمل کی جو کمزوری علم کی وجہ سے ہوتی ہے، وہ دور ہو جاتی ہے۔ جس کے لئے عام دنیاوی مثال یہ ہے کہ بچپن کی بعض عادتیں بچوں میں ہوتی ہیں۔ کسی کو مٹی کھانے کی عادت ہے تو جب اس کے نقصان کا علم ہوتا ہے تو پھر وہ کوشش کر کے اس سے اپنے آپ کو روکتا ہے۔ اَور بہت سی عادتیں ہیں۔ مثلاً ایک بچی کا مجھے پتا ہے کہ اُسے یہ عادت تھی کہ رات کو سوتے ہوئے اپنے بال نوچتی تھی اور زخمی کر لیتی تھی۔ لیکن اب بڑی ہو رہی ہے تو آہستہ آہستہ اُس کو احساس بھی ہو رہا ہے اور کوشش کر کے اس عادت سے چھٹکارا پا رہی ہے۔ تو یہ عادت بہر حال علم ہونے سے ختم ہو جاتی ہے۔

پس اسی طرح جس کو کچھ خدا کا خوف ہے، اگر اُسے عمل کے گناہ کا اور خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا صحیح احساس دلا دیا جائے اور اسے اس بات پر مضبوط کر دیا جائے کہ گناہ سے اللہ تعالیٰ کس طرح ناراض ہوتا ہے تو پھر وہ گناہ سے بچ جاتا ہے۔

پھر تیسری چیز جس سے عملی کمزوری سرزد ہوتی ہے وہ عملی قوت کا فقدان ہے۔ بعض لوگ شاید یہ سمجھ رہے ہوں کہ یہ باتیں دوہرائی جا رہی ہیں۔ بیشک بعض باتیں ایک لحاظ سے دوہرائی جا رہی ہیں لیکن مختلف زاویوں سے اس کا ذکر ہو رہا ہے تا کہ سمجھ آسکے۔

بہر حال واضح ہو کہ قوتِ عملیہ کی کمی یا قوتِ عملیہ نہ ہونے کے بھی بعض اسباب ہیں۔ مثلاً ایک سبب عادت ہے۔ ایک شخص میں قوتِ ارادی بھی ہوتی ہے، علم بھی ہوتا ہے لیکن عادت کی وجہ سے مجبور ہو کر وہ عمل

میں کمزوری دکھا رہا ہوتا ہے۔ یا ایک شخص جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے لیکن مادّی اشیاء کے لئے جذباتِ محبت یا مادی نقصان کے خوف سے جذباتِ خوف غالب آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے انسان محروم رہ جاتا ہے۔ ایسے لوگوں کے لئے اندرونی کے بجائے بیرونی علاج کی ضرورت ہے۔ کیونکہ جو بیرونی علاج کیا جائے اسی سے قوتِ عمل میں بہتری پیدا ہو سکتی ہے۔ اس کے لئے صحیح سہارے کی ضرورت ہے۔ اگر صحیح سہارا مل جائے تو بہتری آ سکتی ہے۔ پس اصلاح کے لئے اس صحیح سہارے کی تلاش کی ضرورت ہے۔ ایک شخص کو اگر پہلے سے کسی بات کا علم ہو تو یہ اصلاح کے لئے تو نہیں ہو سکتا۔ اس کو یہ علم ہے کہ انسان جب گناہ جب کرے تو خدا تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کے غضب سے خوف دلانا یا خدا تعالیٰ کی محبت کے حاصل کرنے کی اُسے تلقین کی جائے جبکہ اُسے پہلے ہی اس کا علم ہے تو یہ اُسے کوئی فائدہ نہیں دے گا۔ ان باتوں کا تو اُسے علم ہے۔ قوتِ ارادی بھی اُس میں ہے لیکن کامل نہیں۔ علم جیسا کہ ذکر ہوا اُسے ہم نے بھی دیا اور اُسے پہلے بھی ہے مگر خدا تعالیٰ کی محبت اور اُس کے غضب کا خوف دل کے زنگ کی وجہ سے دل پر اثر نہیں کر سکتے۔ اب اُس کے لئے کسی اَور چیز کی ضرورت ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ اُس کی نظروں سے اوجھل ہے۔ وہ یہی کہتا ہے ناں کہ خدا تعالیٰ تو مجھے نظر نہیں آ رہا۔ سامنے کی چیزیں تو نظر آ رہی ہیں۔ جس کا ایمان اتنا کامل نہیں تو خدا تعالیٰ بھی اُس کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔ اس لئے وہ خدا تعالیٰ سے نہیں ڈرتا۔ ایسے لوگوں کے لئے بعض دوسرے بندے ہوتے ہیں جن سے وہ ڈر جاتا ہے۔ پس ایسے شخص کے دل میں اگر بندے کا رعب ڈال دیں یا مادی طاقت سے کام لے کر اُس کی اصلاح کریں تو اس کی بھی اصلاح ہو سکتی ہے بشرطیکہ وہ طاقت دنیاوی قانون کی طرح سیاسی مصلحت کی وجہ سے ڈر کر اصلاح سے پیچھے ہٹنے والی نہ ہو۔ جیسے آجکل کے دنیاوی قانون ہیں۔

بہر حال یہ تینوں قسم کے لوگ دنیا میں موجود ہیں اور دنیا میں یہ بیماریاں بھی موجود ہیں۔ بعض ایسے لوگ ہیں جن کے عمل کی کمزوری کی وجہ ایمان میں کامل نہ ہونا ہے۔ بعض لوگ ایسے ہیں جن میں عمل کی کمزوری اس وجہ سے ہے کہ اُن کا علم کامل نہیں ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو ایمان اور علم رکھتے ہیں لیکن دوسرے ذرائع سے اُن پر ایسا زنگ لگ جاتا ہے کہ دونوں علاج اُن کے لئے کافی نہیں ہوتے اور بیرونی علاج کی ضرورت ہوتی ہے، کسی سہارے کی ضرورت ہوتی ہے۔ جیسے کسی کی ہڈی ٹوٹ جائے تو بعض دفعہ ہڈی جوڑنے کے لئے پلستر لگا کر باہر سہارا دیا جاتا ہے۔ بعض دفعہ آپریشن کر کے پلیٹیں ڈالی جاتی ہیں تا کہ ہڈی مضبوط ہو جائے اور پھر آہستہ آہستہ ہڈی جڑ جاتی ہے اور وہ سہارے دُور کر دیئے جاتے ہیں۔

اسی طرح بعض انسانوں کے لئے کچھ عرصے کے لئے سہارے کی ضرورت ہوتی ہے اور آہستہ آہستہ یہ سہارا اُس میں اتنی طاقت پیدا کر دیتا ہے کہ وہ خود فعال ہو جاتا ہے اور عملی کمزوریاں دُور ہو جاتی ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 447 تا 450 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

پس جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ ہمارا نظامِ جماعت، ہمارے عہدیدار، ہماری ذیلی تنظیمیں ان عملی کمزوریوں کو دُور کرنے کا ذریعہ بنیں۔ لیکن اگر خود ہی یہ لوگ جن کی قوتِ ارادی میں کمی ہے، ان عہدیداروں کے بھی اور باقی لوگوں کے بھی علم میں کمی ہے، عملی کمزوری ہے تو وہ کسی کا سہارا کس طرح بن سکیں گے۔ پس جماعتی ترقی کے لئے نظام کے ہر حصے کو، بلکہ ہر احمدی کو اپنا جائزہ لیتے ہوئے اپنی اصلاح کی بھی ضرورت ہے اور اپنے دوستوں اور قریبیوں کا سہارا بننے کی ضرورت ہے جو کمزوریوں میں مبتلا ہیں تاکہ جماعت کا ہر فرد عملی اصلاح کے اعلیٰ معیاروں کو چھونے والا بن جائے اور اس لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والا ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازوں کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ایک افسوسناک خبر ہے کہ عزیزم ارسلان سرور ابن مکرم محمد سرور صاحب راولپنڈی کی 14؍جنوری کو شہادت ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

پہلے ان کے خاندان کا تھوڑا سا تعارف کرا دوں۔ ارسلان سرور صاحب کے دادا محمد یوسف صاحب کا تعلق چک نمبر 55 گ ب تحصیل جڑانوالہ، فیصل آباد سے تھا۔ شہید مرحوم کے والد اور دادا نے خلافت ثالثہ میں 1973ء میں بیعت کی تھی جبکہ والدہ پیدائشی احمدی تھیں۔ 1984ء میں یہ فیملی راولپنڈی شفٹ ہوگئی۔ مرحوم کے والد وہاں فلور مل میں سپروائزر تھے۔ ارسلان شہید کی پیدائش پنڈی کی ہے۔ اسلام آباد میں ایف ایس سی پری انجینئر نگ کے طالب علم تھے۔ وفات کے وقت ان کی عمر سترہ سال کی تھی۔ عزیزم ارسلان کا شہادت کا واقعہ یہ ہے کہ 13، 14 جنوری کی درمیانی شب، رات ایک بجے اپنے محلے کے غیر احمدی دوستوں کے ہمراہ گلی میں 12؍ربیع الاول کے حوالے سے لائٹنگ اور دیگر تیاریاں وغیرہ کر رہے تھے کہ ایک گاڑی گلی کے آخر پر آ کے رُکی اور اُس کے کچھ دیر بعد ایک موٹر سائیکل سوار بھی قریب آ کے رُکا۔ ان کے کھڑے ہونے سے قبل ان میں سے دو افراد قریب واقع گندگی کے ڈھیر سے ایک سفید رنگ کے شاپر میں کچھ لے کر بھی آئے جو کہ پہلے ہی وہاں پر رکھا ہوا تھا۔ اسی دوران گلی میں موجود دو غیر احمدی لڑکوں اور ارسلان سرور صاحب نے ان کو دیکھا اور مشکوک خیال کیا اور آپس میں مشورہ کیا کہ بڑوں کو بھی جگاتے ہیں جس کی وجہ سے ارسلان سرور نے شور مچایا جس پر گاڑی میں سے ایک آدمی نکلا اور اُس نے

پہلے دو تین ہوائی فائر کئے جس پر لڑکے شور مچاتے ہوئے گلی کی دوسری طرف بھاگے جس پر وہ شخص پیچھے آیا اوران پر تین چار فائر کئے۔ ارسلان سرور بھاگتے ہوئے دونوں لڑکوں کے درمیان میں تھا۔ گلی میں موجود فائرنگ کے نشانات سے پتا چلتا ہے کہ دونوں غیر احمدی لڑکوں پر بھی فائرنگ ہوئی ہے جو دائیں اور بائیں تھے۔ جبکہ ارسلان سرور نے بھاگتے ہوئے پیچھے مڑکر دیکھا تو عین اُسی وقت اس کے سر پر گولی لگی جس کی وجہ سے وہ وہیں گر گیا اور دونوں لڑکے بھی گلی میں موجود گاڑیوں کے پیچھے لیٹ گئے۔ حملہ آور کچھ دیر تک آگے آئے پھر واپس مڑ گئے اور بھاگ گئے۔ عزیزم کو ہسپتال لے جایا گیا۔ ''ہولی فیملی'' ہسپتال وہاں قریب ہی ہے۔ ڈاکٹروں نے کوشش تو کی لیکن ڈاکٹروں نے کہہ دیا تھا کہ بچنا مشکل ہے کیونکہ دماغ میں گولی لگی ہے۔ خون وغیرہ بھی دیا گیا۔ تقریباً تین گھنٹے کے بعد عزیزم کی شہادت ہوگئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ کافی ہر دلعزیز تھا۔ وہاں کے غیر از جماعت بھی تعزیت کے لئے ان کے گھر آئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھا اور چودہ سال کی عمر میں وصیت کی تھی۔ خدام الاحمدیہ سیٹلائٹ ٹاؤن میں سائق کے طور پر کام کر رہا تھا۔ پہلے بھی اطفال الاحمدیہ میں خدمات بجا لاتا رہا۔ اس کے بھائی بھی مختلف جماعتی خدمات پر مامور ہیں۔ قائد صاحب ضلع راولپنڈی کہتے ہیں کہ ارسلان سرور مرحوم اور اُن کے تمام بھائی خدام الاحمدیہ کے بڑے فعال رُکن ہیں اور وہ حفاظتی ڈیوٹیاں اور دیگر تنظیمی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے ہیں۔ مربی صاحب راولپنڈی نے بتایا کہ اکثر ان کے دفتر میں آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرنا شہید مرحوم کا معمول تھا۔ نمازوں میں باقاعدہ تھا اور نمازوں میں سوز و گداز تھا۔ جمعہ باقاعدگی سے ایوانِ توحید میں پڑھتے تھے۔ اگرچہ پولیس کا پہرہ بھی ہوتا تھا، بعض پابندیاں بھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چندوں میں بڑے باقاعدہ تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے پسماندگان جو ہیں ان کو صبر اور ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے۔

مرحوم کے پسماندگان میں والد مکرم محمد سرور صاحب سیکرٹری دعوتِ الی اللہ حلقہ، والدہ عشرت پروین صاحبہ اور اس کے علاوہ تین بھائی یاسر احمد (یہ جرمنی میں ہیں)، ناصر احمد (امریکہ میں ہیں) اور محمد احمد راولپنڈی میں ہیں سوگوار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو صبر عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07 فروری 2014ء تا 13 فروری 2014ء جلد 21 شمارہ 06 صفحہ 05 تا 08)

4

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24 جنوری 2014ء بمطابق 24 صلح 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج بھی گزشتہ خطبہ کا مضمون ہی جاری رہے گا۔ پہلے جو باتیں ہوئیں اُن کی مزید وضاحت یا اُن کے بہترین نتائج کے حصول کے لئے کوشش کے مزید راستے کیا ہیں، طریق کیا ہیں، جن سے ہم جماعت کے ایک بڑے حصہ میں بہتری پیدا کر سکتے ہیں۔ اس بارے میں آج کچھ بیان ہوگا۔

گزشتہ دو خطبات میں اس بات کا تفصیل سے ذکر ہوا اور یہ ذکر ہونے کی وجہ سے ہم پر یہ بات واضح ہوگئی کہ عملی اصلاح کے لئے تین باتیں انسان میں پیدا ہو جائیں تو عملی اصلاح جلد اور بہتر طور پر ہو سکتی ہے۔ یعنی قوتِ ارادی کا پیدا ہونا جو دین کے حوالے سے اگر دیکھی جائے تو ایمان میں مضبوطی پیدا کرنا ہے۔ دوسرے علمی کمی کو دور کرنا۔ اور تیسرے قوتِ عملی کی کمزوری کو دور کرنا۔ جیسا کہ میں نے کہا آج میں بعض اَور پہلو بیان کروں گا جن کو حضرت مصلح موعود نے تفصیل سے بیان کیا ہے، اس میں سے کچھ کچھ پوائنٹ مَیں لیتا ہوں۔

لیکن اس بارے میں آج جو باتیں ہوں گی اس کے لئے میں یہ بھی کہنا چاہتا ہوں کہ ہمارے مربیان، ہمارے علماء اور ہمارے وہ عہدیداران اور امراء جن کو نصائح کا موقع ملتا ہے یا جن کے فرائض میں یہ داخل ہے اور ان عہدیداروں میں ذیلی تنظیموں کے عہدیدار بھی شامل ہیں، خاص طور پر ان باتوں کو سامنے رکھیں تاکہ جماعت کے افراد کی عملی اصلاح میں اپنا کردار بھرپور طور پر ادا کر سکیں۔ اس بارے میں بہت سی باتیں مَیں جماعت کے سامنے وقتاً فوقتاً پیش کرتا رہتا ہوں اور ایم ٹی اے کی نعمت کی وجہ سے

جماعت کے افراد جہاں کہیں بھی ہیں اگر وہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے رابطہ رکھتے ہیں تو میری باتیں سن لیتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُن پر اثر بھی ہوتا ہے یا کم از کم اچھی تعداد میں لوگوں پر اثر ہوتا ہے۔ لیکن مربیان، امراء اور عہدیداران کا کام ہے کہ اپنے پروگرام اس نہج سے رکھیں کہ یہ پیغام اور اس بنا پر بنائے ہوئے پروگرام بار بار جماعت کے سامنے آئیں تا کہ ہر احمدی کے ذہن میں اُس کا دائرہ عمل اچھی طرح واضح اور راسخ ہو جائے۔ پس یہ بہت اہم چیز ہے جسے اُن سب کو جن کے سپرد ذمہ داریاں ہیں اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

اصلاح کے ذرائع کا جو سب سے پہلا حصہ ہے، جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے وہ قوتِ ارادی کی مضبوطی ہے۔ یا دوسرے لفظوں میں ایمان ہے جس کے پیدا کرنے کے لئے انبیاء دنیا میں آتے ہیں اور وہ انبیاء تازہ اور زندہ معجزات دکھاتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت کے پاس تو اللہ تعالیٰ کے تازہ بتازہ نشانات کا اتنا وافر حصہ ہے کہ اتنا سامان کیا، اس سامان کے قریب قریب بھی کسی اور کے پاس موجود نہیں۔ اور اسلام کے باہر کوئی مذہب دنیا میں ایسا نہیں جس کے پاس خدا تعالیٰ کا تازہ بتازہ کلام، اُس کے زندہ معجزات اور اُس کی ہستی کا مشاہدہ کرانے والے نشانات موجود ہوں، جو انسانی قلوب کو ہر قسم کی آلائشوں سے صاف کرتے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت سے لبریز کر دیتے ہیں۔

لیکن باوجود اس ایمان کے اور باوجود ان تازہ اور زندہ معجزات کے پھر کیوں ہماری جماعت کے اعمال میں کمزوری ہے؟

اس کے متعلق حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے خیال کا یہ اظہار فرمایا ہے کہ وجہ یہ ہے کہ سلسلہ کے علماء، مربیان اور واعظین نے اس کو پھیلانے کی طرف خاص توجہ نہیں دی۔ حضرت مصلح موعودؓ کی یہ بات جس طرح آج سے پچہتر، چھہتر سال پہلے صحیح تھی، آج بھی صحیح ہے اور اس پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ اور جوں جوں ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے سے دُور جا رہے ہیں، ہمیں اس طرف مکمل planning کر کے توجہ کی ضرورت ہے۔ پس آپ کا یہ فرمانا آج بھی قابلِ توجہ ہے کہ کیا وجہ ہے کہ وفاتِ مسیح پر جس شدّ و مد سے تقریریں کرتے ہیں یا معترضین کے اعتراضات پر حوالوں کے حوالے نکال کر اُن کے یعنی اُن معترضین کے بزرگوں کے جو اقوال ہیں، معترضین کے سامنے ہم پیش کرتے ہیں اور اُن کا منہ بند کر دیتے ہیں۔ اتنی کوشش جماعت کے افراد کے سامنے جماعت کی صحیح تعلیم پیش کرنے کی نہیں ہوئی یا کم از کم علماء کی طرف سے نہیں ہوتی۔ جس کا نتیجہ یہ ہے کہ ہماری جماعت میں

ایسے لوگ تو مل جائیں گے جو وفاتِ مسیح کے دلائل جانتے ہوں یا مولوی کے اعتراضات کے منہ توڑ جواب دے سکتے ہوں۔ یہاں بھی آپ دیکھیں کہ بعض چینلز پر یا انٹرنیٹ پر مولوی جو اعتراض کرتے ہیں اُن کے جواب اور بعض دفعہ بڑے عمدہ اور احسن رنگ میں جواب ایک عام احمدی بھی دے دیتا ہے۔ مجھے بھی بعض لوگ ٹی وی کے حوالے سے اپنی گفتگو کے بارے میں رپورٹ بھجواتے ہیں اور اپنے جوابات بھی لکھتے ہیں اور اُن کے جواب بھی اکثر اچھے اور علمی ہوتے ہیں۔

پس اس لحاظ سے تو ہم ہتھیاروں سے لیس ہیں مگر ایسے لوگ بہت کم ملیں گے جنہیں یہ علم ہو کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کو کس رنگ میں پیش کیا؟ آپ نے معرفت اور محبتِ الٰہی کے حصول کے کیا طریق بتائے؟ اُس کا قرب حاصل کرنے کی آپ نے کن الفاظ میں تاکید کی؟ خدا تعالیٰ کے تازہ کلام اور اُس کے معجزات و نشانات آپ پر کس شان سے ظاہر ہوئے؟

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 450-451 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

اس لئے بعض دفعہ ایسا بھی ہو جاتا ہے کہ ایک شخص وفاتِ مسیح کا تو قائل ہوتا ہے، اُس کی دلیل بھی جانتا ہے۔ ماں باپ کی وراثت میں اُسے احمدیت بھی مل گئی ہے لیکن ان باتوں کا علم ہونے کے باوجود، کہ یہ سب کچھ جانتا ہے، دوسری طرف ان باتوں کا علم نہ ہونے کی وجہ سے ایمانی کمزوری پیدا ہو جاتی ہے جو ابھی میں نے کہیں کہ اللہ تعالیٰ کی معرفت یا خدا تعالیٰ کے تازہ کلام کے معجزات و نشانات یا قرب حاصل کرنے کے طریق، اس کا علم نہیں ہوتا اس لئے کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ ایمان بھی ڈانواڈول ہونے لگتا ہے اور عملی کمزوریاں بھی پیدا ہو جاتی ہیں۔

پس بیشک وفاتِ مسیح کے مسئلے میں تو ایک شخص بڑا پکا ہوتا ہے لیکن اس مسئلے کے جاننے سے اُس کی عملی اصلاح نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس پہلو سے جماعت میں بعض جگہ کمزوری نظر آتی ہے۔ پس جب تک ہماری جماعت کے علماء، مربیان اور وہ تمام امراء اور عہدیداران جن کے ذمہ جماعت کے سامنے اپنے نمونے پیش کرنے اور اصلاح کے کام بھی ہیں، اس بات کی طرف ویسی توجہ نہیں کرتے جیسی کرنی چاہئے اور جماعت کے ہر فرد کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کے ساتھ جوڑنے کی کوشش نہیں کرتے جو کوشش کرنے کا حق ہے، اُس وقت تک جماعت کا وہ طبقہ جو قوتِ ارادی کی کمزوری کی وجہ سے عملی اصلاح نہیں کر سکتا، جماعت میں کثرت سے موجود رہے گا۔

ہمیں اس بات کو جاننے کی ضرورت ہے اور جائزے کی ضرورت ہے کہ ہم دیکھیں کہ ہم میں

سے کتنے ہیں جنہیں یہ شوق ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں۔ رمضان میں ایک مہینہ نہیں یا ایک مرتبہ اعتکاف بیٹھ کر پھر سارا سال یا کئی سال اس کا اظہار کر کے نہیں بلکہ مستقل مزاجی سے اس شوق اور لگن کو اپنے اوپر لاگو کر کے، تا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب مستقل طور پر حاصل ہو، ہم میں سے کتنے ہیں جن سے اللہ تعالیٰ پیار کا سلوک کرتے ہوئے دعاؤں کے قبولیت کے نشان دکھاتا ہے، اُن سے بولتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو مان کر یہ معیار حاصل کرنا یا حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہر احمدی کا فرض ہے۔

پس اسلام کے احیائے نو کا یہی تو وہ انقلاب ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پیدا کرنے کے لئے آئے تھے۔ اگر واقع میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مقام ہر ایک کو معلوم ہو اور آپ کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے کی ہر ایک میں تڑپ ہو، اگر ہمیں پتا ہو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ہاتھ پر کتنے عظیم نشانات دکھائے اور آپ کے ماننے والوں میں سے بھی بے شمار کو نشانات سے نوازا تو ہم میں سے ہر ایک اُس مقام کے حصول کی خواہش کرتا اور اس کے لئے کوشش کرتا جہاں اُس سے بھی براہِ راست یہ نشان ظاہر ہوتے اور اُسے نظر آتے۔ قوتِ ایمان میں وہ جلاء پیدا ہو جاتی جس کے ذریعہ سے پھر ایسی قوتِ ارادی پیدا ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے قرب کے حصول کے لئے ایک خاص جوش پیدا کر دیتی ہے۔

پس اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات جن کا اظہار اللہ تعالیٰ آج تک فرماتا چلا آ رہا ہے ہمارے دلوں میں ایک جَوت جگانے والا ہونا چاہئے کہ ہم بھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کر کے آپ علیہ السلام اور اپنے اور آپ کے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت کے طفیل آپ کے ہر اُسوہ کو اپنے اوپر لاگو کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اُس مقام پر پہنچ جائیں جہاں اللہ تعالیٰ ہم سے ایک خاص پیار کا سلوک کر رہا ہو۔

ہم دنیاوی چیزوں میں تو دوسروں کی نقل کرتے ہیں۔ کسی کی اچھی چیز دیکھ کر اُس کو حاصل کرنے کی خواہش کرتے ہیں یا کوشش کرتے ہیں اور پھر اس کے لئے کئی طریقے بھی استعمال کرتے ہیں، اور اس معاملے میں ہر ایک اپنی سوچ اور اپنی پہنچ کے مطابق عمل کرنے کی یا نقل کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کوئی کسی کا مثلاً اچھا، خوبصورت جوڑا ہی پہنا ہوا دیکھ لے، سوٹ پہنا ہوا دیکھ لے تو اس کی خواہش ہوتی ہے کہ وہ اُس کو بھی مل جائے اور اُس کے پاس بھی ایسا ہی ہو۔ کوئی کوئی اَور چیز دیکھتا ہے تو اُس کی خواہش پیدا ہو جاتی ہے۔ اب تو ٹی وی نے دنیا کو ایک دوسرے کے اتنا قریب کر دیا ہے کہ متوسط طبقہ تو الگ رہا، غریب افراد

بھی یہ کوشش کرتے ہیں کہ میرے پاس زندگی کی فلاں سہولت بھی موجود ہونی چاہئے اور فلاں سہولت بھی موجود ہونی چاہئے۔ ٹی وی بھی ہو میرے پاس اور فریج بھی ہو میرے پاس کیونکہ فلاں کے پاس بھی ہے۔ وہ بھی تو میرے جیسا ہے۔ یہ نہیں سوچتے کہ اگر فلاں کو یا زید کو یہ چیزیں اُس کے کسی عزیز نے تحفۃً لے کر دی ہیں تو مجھے اس بات پر لالچ نہیں کرنا چاہئے۔ فوراً یہ خیال ہوتا ہے کہ زید کے پاس یہ چیز ہے تو میرے پاس بھی ہو اور پھر قرض کی کوشش ہو جاتی ہے۔ یا بعض لوگوں کو اس کام کے لئے بعض جگہوں پر امداد کی درخواست دینے کی بھی عادت ہو گئی ہے۔ بیشک جماعت کا فرض ہے کہ اپنے وسائل کے اندر رہتے ہوئے ضرورتمند کی ضرورت پوری کرے لیکن درخواست دینے والوں کو، خاص طور پر پاکستان، ہندوستان یا بعض اور غریب ممالک بھی ہیں، اُن کو جائز ضرورت کے لئے درخواست دینی چاہئے اور اپنی عزتِ نفس کا بھی بھرم رکھنا چاہئے۔ اسی طرح ذرا بہتر معاشی حالت کے لوگ ہیں تو دیکھا دیکھی وہ بھی بعض چیزوں کی خواہش کرتے ہیں، نقل کرتے ہیں۔ کسی نئے قسم کا صوفہ دیکھا تو اُس کو لینے کی خواہش ہوئی۔ نئے ماڈل کے ٹی وی دیکھے تو اُس کو لینے کی خواہش ہوئی یا اسی طرح بجلی کی دوسری چیزیں یا اور gadget جو ہیں وہ دیکھے تو اُن کو لینے کی خواہش ہوئی۔ یا کاریں قرض لے کر بھی لے لیتے ہیں۔ ضمناً یہ بھی یہاں بتا دوں کہ آجکل دنیا کے جو معاشی بدحالی کے حالات ہیں اُن کی ایک بڑی وجہ بنکوں کے ذریعہ سے ان سہولتوں کے لئے سُود پر لئے ہوئے قرض بھی ہیں۔ سُود ایک بڑی لعنت ہے۔ جب چیزیں لینی ہوں تو یہ بھی نہیں دیکھتے کہ یہ اُن کو کہاں لے جائے گا۔ بہر حال یہ چیزیں خریدنا یا سود پر قرض دینا ہی ہے جس نے آخر کار بہتوں کو دیوالیہ کر دیا۔

بہر حال نقل کی یہ بات ہو رہی تھی کہ لوگ دنیاوی باتوں میں نقل کرتے ہیں اور اُس کے حصول کے لئے یا تو عزتِ نفس کو داؤ پر لگا دیتے ہیں یا دیوالیہ ہو کر اپنی جائیداد سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔ یعنی دنیاوی باتوں کی نقل میں فائدے کم اور نقصان زیادہ ہیں۔ لیکن دین کے معاملے میں نقل اور ویسا بننے کی کوشش کرنا جیسا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس زمانے میں ہمارے سامنے نمونہ پیش فرمایا ہے، بلکہ ہم میں سے تو بہت سوں نے اُن صحابہ کو بھی دیکھا ہوا ہے جنہوں نے قربِ الٰہی کے نمونے قائم کئے۔ لیکن اُن کی نقل کی ہم کوشش نہیں کرتے جبکہ نقصان کا تو یہاں سوال ہی پیدا نہیں ہوتا بلکہ فائدہ ہی فائدہ ہے اور فائدہ بھی ایسا ہے جس کو کسی پیمانے سے ناپا نہیں جا سکتا۔ پس کیا وجہ ہے کہ ہم اس نقل کی کوشش نہیں کرتے جو نیکیوں میں بڑھانے والی چیز کی نقل ہے۔ صاف ظاہر ہے کہ یا تو ہمیں ان چیزوں کا بالکل ہی علم نہیں دیا

جاتا جس کی وجہ سے احساس پیدا نہیں ہوتا یا اتنا تھوڑا علم اور اتنے عرصے بعد دیا جاتا ہے کہ ہم بھول جاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے تازہ بتازہ نشانات آج بھی دکھا رہا ہے۔ نتیجۃً ہماری اس طرف توجہ نہ ہونے کے برابر ہوتی ہے جبکہ دنیاوی چیزوں کے لئے ہم آتے جاتے ٹی وی پر، اخبارات پر دس مرتبہ اشتہارات دیکھتے ہیں اور دماغ میں بات بیٹھ جاتی ہے کہ میں نے کسی نہ کسی ذریعہ سے یہ چیز لینی ہے، حاصل کرنی ہے۔ اور اگر کسی کو سمجھایا جائے یا کوئی ویسے ہی کہہ دے کہ جب وسائل نہیں ہیں تو اس چیز کی تمہیں کیا ضرورت ہے؟ تو فوراً جواب ملتا ہے کہ کیا غریب کے جذبات نہیں ہوتے، کیا ہمارے جذبات نہیں ہیں، کیا ہمارے بچوں کے جذبات نہیں ہیں کہ ہمارے پاس یہ چیز ہو۔ لیکن یہ جذبات کبھی اس بات کے لئے نہیں ابھرتے کہ الہامات کا تذکرہ سن کر یہ خواہش پیدا ہو کہ ہمارے سے بھی کبھی خدا تعالیٰ کلام کرے۔ ہمارے لئے بھی خدا تعالیٰ نشانات دکھائے اور اپنی محبت سے ہمیں نوازے۔ اس سوچ کے نہ ہونے کی بڑی وجہ یہی ہے کہ ہمارے علماء، ہمارے مربیان، ہمارے عہدیداران اپنے اپنے دائرے میں افرادِ جماعت کے سامنے اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کی کوشش کے لئے بار بار ذکر نہیں کرتے، یا اُس طرح ذکر نہیں کرتے جس طرح ہونا چاہئے، یا اُن کے اپنے نمونے ایسے نہیں ہوتے جن کو دیکھ کر اُن کی طرف توجہ پیدا ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اور آپ کے صحابہ کا بار بار ذکر کر کے اس بارے میں اُن بزرگوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور نشانات کے واقعات بھی شدت سے نہیں دہرائے جاتے اور یہ یقین پیدا نہیں کرواتے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفات کو کسی خاص وقت اور اشخاص کے لئے مخصوص نہیں کر دیا بلکہ آج بھی اللہ تعالیٰ اپنی صفات کا اظہار کرتا ہے۔ اگر بار بار ذکر ہو اور یہ تعلق پیدا کرنے کے طریقے بتائے جائیں، اگر اللہ تعالیٰ کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئے گئے وعدوں کا ذکر کیا جائے تو بچوں، نوجوانوں میں یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ نے ہماری دعا کیوں قبول نہیں کی۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ پھر دعا کی قبولیت کے فلسفے کی بھی سمجھ آ جاتی ہے اور نشانات بھی ظاہر ہوتے ہیں۔

پس یہ بات عام طور پر بتانے کی ضرورت ہے کہ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق سے جڑ کر اللہ تعالیٰ سے قرب کا تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے۔ نشانات صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ذات یا زمانے تک محدود نہیں تھے یا مخصوص نہیں تھے بلکہ اب بھی خدا تعالیٰ اپنی تمام تر قدرتوں کے ساتھ جلوہ دکھاتا ہے۔ پس نیکیوں کو حاصل کرنے کی تڑپ، اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کی تڑپ ہماری جماعت

میں عام ہو جائے تو ایک بہت بڑا طبقہ ایسا پیدا ہو سکتا ہے جو گناہ کو بہت حد تک مٹا دے گا۔ گناہ کو مکمل طور پر مٹانا تو مشکل کام ہے، اس کا دعویٰ تو نہیں کیا جا سکتا لیکن بہت حد تک گناہ پر غالب آیا جا سکتا ہے۔ یا اکثر حصہ جماعت کا ایسے لوگوں پر مشتمل ہو گا اور ہو سکتا ہے جو گناہوں پر غالب آ جائے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 452-453 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

پس اس کے لئے ہمارے مربیان اور امراء اور عہدیداران کو اپنے اپنے دائرے میں اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ بتا کر اصلاح کرنی چاہئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ آپ کی کامل پیروی کرنے والے خدا تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوں گے اور ایسے لوگوں کی اکثر دعاؤں کو خدا تعالیٰ سنتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ جماعت میں ایسے لوگ ہیں اور مجھے لکھتے بھی رہتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے بعض واقعات کا مختلف وقتوں میں ذکر بھی ہوتا رہتا ہے اور میں بھی بیان کرتا رہتا ہوں۔

پس ایسے واقعات ہیں جو نقل کی تحریک پیدا کرنے والے ہونے چاہئیں۔ نقل اگر کرنی ہے تو ایسے واقعات کو سن کر اپنے اوپر بھی یہ حالت طاری کرنے کے لئے نقل کرنی چاہئے تا کہ خدا تعالیٰ سے قرب کا رشتہ قائم ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک موقع پر فرماتے ہیں کہ:

''دنیا میں جس قدر قومیں ہیں کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا جو جواب دیتا ہو اور دعاؤں کو سنتا ہو۔........... کیا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ مَیں نے یسوع کو خدا مانا ہے۔ وہ میری دعا کو سنتا اور اس کا جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ جس نے کہا۔ اُدۡعُوۡنِیۡۤ اَسۡتَجِبۡ لَکُمۡ (المومن: 61) تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا اور یہ بالکل سچی بات ہے۔ کوئی ہو جو ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ (یہ چیز اہم ہے جو فرمایا ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ) اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو۔ وہ مجاہدہ کرے اور دعاؤں میں لگا رہے۔ آخر اس کی دعاؤں کا جواب اُسے ضرور دیا جاوے گا۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 201)

پس یہ باتیں بار بار جماعت کے سامنے بیان کی جائیں تو یقیناً اس میں طاقت پیدا ہو سکتی ہے۔ یا جماعت کے ایک بھاری حصے میں یہ طاقت پیدا ہو سکتی ہے اور اُس کی قوتِ ارادی ایسی مضبوط ہو سکتی ہے کہ وہ ہزاروں گناہوں پر غالب آ جائے اور اُن سے ہمیشہ کے لئے محفوظ ہو جائے اور اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا

تعلق پیدا ہو جائے جو کبھی ڈانوا ڈول ہونے والا نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا یہی مقصد تھا کہ انسانیت کو گناہوں سے بچایا جائے اور اللہ تعالیٰ سے ایک ایسا تعلق پیدا ہو جائے کہ خدا تعالیٰ کی رضا ہر چیز پر مقدم ہو جائے۔ عبادت سے بچنے کے بہانے تلاش کرنے کی بجائے یا فرض سمجھ کر جلدی جلدی ادا کرنے کی بجائے، جس طرح کہ سر سے، گلے سے ایک بوجھ ہے جو اتارنا ہوتا ہے، اُس طرح اتارنے کی بجائے ایک شوق پیدا ہو۔

مَیں اس وقت آپ کے سامنے چند مثالیں بھی پیش کر دیتا ہوں کہ احمدیت نے کیا عملی تبدیلی لوگوں میں پیدا کی؟

ہمارے مبلغ قرغزستان نے لکھا ہے کہ ایک بزرگ احمدی مکرم عمر صاحب، انہوں نے 10؍جون 2002ء کو بیعت کی تھی۔ اٹھاون برس اُن کی عمر ہے۔ پیدائشی مسلمان تھے لیکن کمیونسٹ نظریات کے حامی تھے۔ انہوں نے بیعت کے متعلق اپنے جذبات کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔ کہتے ہیں کہ جس دن خاکسار نے بیعت کے لئے خط لکھا وہ دن درحقیقت میری زندگی کا ایک یادگار دن تھا اور مَیں اُس دن کو اپنی ایک نئی پیدائش سے تعبیر کرتا ہوں۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ ہے کہ اس سے قبل مَیں ہر طرح کی دینی جماعتوں کے پاس گیا، مگر میری زندگی میں کوئی خاص تبدیلی واقع نہ ہو سکی، جبکہ بیعت کے بعد میری زندگی میں حقیقی روحانی انقلاب برپا ہو گیا تھا۔ بیعت سے پہلے نماز میرے لئے ایک بالکل اجنبی چیز تھی۔ مگر آج یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پنجوقتہ نماز میری زندگی کا ایک لازمی جزو بن چکی ہے۔ اور تہجد میں ناغہ کرنا میرے لئے ایک امرِ محال ہے اور آج میرا دل اس یقین سے پُر ہے کہ جب انسان سچائی کی تلاش میں نکل پڑتا ہے تو اُس کی منزل اُسے ضرور مل جاتی ہے اور اُسی منزل پر پہنچ کر ہی اُس کی حقیقی روحانی تربیت ہوتی ہے اور اُسے ترقی نصیب ہوتی ہے اور یہی وقت دراصل اُس کی قلبی تسکین کا وقت ہوتا ہے۔

تو یہ انقلابات ہیں جو لوگوں میں، نئے آنے والوں میں پیدا ہو رہے ہیں۔

پھر ہمارے مشنری کوتونو، افریقہ سے لکھتے ہیں کہ ادریسو صاحب آرمی میں لیفٹیننٹ کی پوسٹ پر تعینات ہیں۔ 2013ء میں انہوں نے بیعت کی۔ وہ اپنی قبولیتِ احمدیت کے بارے میں بیان کرتے ہیں کہ میری پیدائش مسلمانوں کی عید کے دن ہوئی تھی۔ تو میرے مشرک باپ نے دائی سے کہا کہ اس کا مسلمانوں کا نام رکھو۔ وہاں افریقہ میں یہ رواج ہے کہ جس دن پیدا ہو اُس دن کا نام رکھ دیتے ہیں یا اُن خصوصیات کی وجہ سے بعض نام رکھے جاتے ہیں۔ تو کہتے ہیں بہرحال عید والے دن میں پیدا ہوا، باپ تو

میرا مشرک تھا لیکن مسلمانوں کی عید ہو رہی تھی۔ میرے باپ نے کہا کہ اس کو مسلمان بنانا ہے اس کا مسلمان نام رکھو کیونکہ یہ عید کے دن پیدا ہوا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں بچپن میں مَیں نے کچھ عرصہ مسجدوں کا رُخ کیا مگر ایک دن جمعہ کی نماز کے بعد واپس آ رہا تھا تو چوٹ لگ گئی۔ خیال آیا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کر کے آ رہا ہوں تو ٹھوکر لگنے کا تو سوال ہی نہیں کہ میں گروں اور چوٹ لگ جائے یا کسی بھی ذریعہ سے چوٹ لگے، تو اس خیال سے کہ خدا کی عبادت کے بعد بھی ٹھوکر لگی تو پھر عبادت کا فائدہ کیا؟ کہتے ہیں مَیں اسلام کو چھوڑ کر عیسائی ہو گیا اور کبھی ایک چرچ میں جاتا، کبھی دوسرے چرچ میں، اور عیسائیت میں بھی فرقے بدلتا رہتا۔ کہتے ہیں میرے مسائل اور بڑھ گئے یہاں تک کہ بیوی سے بھی جھگڑا ہو گیا، سکون برباد ہو گیا۔ ہر وقت پریشانیوں میں گھرا رہتا تھا۔ کہتے ہیں میرے والدین اور بزرگ تھے۔ انہوں نے ہمارے گھریلو مسائل سلجھانے کی کوشش کی، بہت میٹنگیں ہوئیں، پنچائتیں ہوئیں، صلح کروانے کی ہر کوشش ہوئی لیکن بیکار، بے فائدہ۔ ان حالات میں جماعت کے داعی الی اللہ، محمد صاحب اُن کو ملے۔ کہتے ہیں اُن کو میرے حالات کا علم ہوا تو کہنے لگے تم نے تمام نسخے آزما لئے۔ مسلمان ہوئے، عیسائی ہوئے، مسائل بڑھتے رہے، مسائل حل نہیں ہوئے۔ گھریلو طور پر بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی۔ پنچائتی طور پر بھی سمجھانے کی کوشش کی گئی لیکن کوئی فائدہ نہیں۔ اب تمہیں مَیں ایک نسخہ بتاتا ہوں۔ یہ نسخہ آزماؤ اور دیکھو پھر کیا نتیجہ اُس کا نکلتا ہے اور وہ یہ ہے کہ دعا کرو۔ کیونکہ ہمارے مذہب کی سچائی کا نشان یہ ہے کہ اس کے ماننے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ تم بھی اپنے لئے دعا کرو اور میں بھی تمہارے لئے دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ تمہارے اور تمہاری بیوی کے درمیان صلح اور حسنِ سلوک قائم کر دے اور جب یہ قائم ہو جائے گا تو کیونکہ میں نے تمہیں دعا کے لئے کہا ہے، کیونکہ خالص ہو کر تم نے دعا مانگی ہے اور میں خود بھی تمہارے لئے دعا کروں گا۔ کیونکہ میں یہ کہہ رہا ہوں اس لئے جب یہ بات صحیح ہو جائے گی، جب تمہارے مسائل حل ہو جائیں گے تو پھر یاد رکھو کہ یہ ہمارے امام کی صداقت کا نشان ہو گا۔ چنانچہ کئی دن اس نے دعا کی۔ موصوف کہتے ہیں کہ ان دعاؤں کے نتیجہ میں ایک ایک کر کے میرے سارے مسائل حل ہونے لگے اور بیوی سے بھی صلح ہو گئی۔ کہتے ہیں کہ یہی راہ اصل اسلام کی راہ ہے جس میں خدا ملتا ہے اور دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اب میری کایا پلٹ گئی ہے اور کہا کہ یہ سب مسیح موعود، امام الزمان علیہ السلام کی صداقت کا نشان ہے اور آپ کے ماننے میں نجات ہے۔ اور اب وہ احمدی ہیں۔

یہ اُن احمدیوں کے لئے بھی سبق ہے جو اپنے آپ کو پرانے احمدی خاندانوں سے منسوب کرتے

ہیں لیکن اُن کے گھروں میں بے چینیاں ہیں۔ اور بعض گھر بے چینیوں سے بھرے پڑے ہیں، مسائل میرے سامنے آتے ہیں کہ خاوند بیوی کے حقوق نہیں ادا کرتا، بیوی خاوند کے حقوق نہیں ادا کرتی۔ ایمان میں پختگی پیدا کر کے عملی اصلاح کی کوشش کریں، اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں تو پھر یہ مسائل خود بخود حل ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی طریقہ ہر ایک کو آزمانا چاہئے۔ اپنی اناؤں کو چھوڑ کر اپنے دلوں میں جو پہلے ایک سوچ بنا لی ہوتی ہے کہ اس نے یہ کہا اور میں نے یہ کہنا ہے۔ اُس نے یہ کہنا ہے اور میں نے یہ کہنا ہے۔ اس بات کو ختم کر کے خالصۃً اللہ تعالیٰ سے مدد مانگنی چاہئے تبھی اللہ تعالیٰ پھر صحیح راستے دکھاتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ کی تائیدات کے نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اللہ تعالیٰ ہمیں اس زمانے میں بھی دکھاتا ہے اُن کے بارے میں بھی بتادوں۔

ٹیچی مان (Techiman) گھانا کے ہمارے سرکٹ مشنری ہیں۔ کورابوراان کا گاؤں ہے۔ کہتے ہیں کہ وہاں ایک نو احمدی جبریلا صاحب میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ یہ کاشت کا موسم ہے۔ میرے غیر مسلم بُت پرست والد نے مجھے بتوں کے حضور حاضر ہونے اور نذرانہ پیش کرنے کا کہا ہے تا کہ ان کی برکت سے میری یام (Yam) کی فصل اچھی ہو جائے اور خوب پھل آئے (یام وہاں کی ایک خاص فصل ہے۔ لوگ کھاتے ہیں، ویسے تو یہاں بھی ملتا ہے)۔ تو معلم لکھتے ہیں کہ جب میں نے اُسے کہا کہ ان بتوں سے باز ہی رہو اور والد کو بھی باز رکھو۔ نیز اُسے دعائے استخارہ سکھائی تو خدا کے فضل سے جب کٹائی کا وقت آیا تو اس نوجوان کی یام کی فصل بہت اچھی ہوئی اور اُس کے والد کی نسبت اُس کی فصل کو اور زیادہ اچھا پھل لگا۔ والد مشرک تھا اُس کی نسبت اس کی فصل بہت بہتر تھی۔ اس کے والد نے یہ نشان دیکھ کر اُسے کہا کہ میرے بیٹے کا جو خدا ہے وہ سچا خدا ہے۔ پھر جو بُت اُس کے پاس موجود تھے وہ سارے جلا دیئے۔ تو یہ وہ ایمان کی مضبوطی ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے سے نو احمدیوں میں پیدا ہو رہی ہے۔

پھر ہمارے ایلڈوریٹ (Eldoret) کینیا کے مبلغ ہیں۔ مسجد کے احاطے میں اُن کا جو دفتر تھا وہاں کسی طرح مخالفِ احمدیت نے داخل ہو کر جو اصل میں تو پہلے ملازم تھا اور وہاں اُس کا آنا جانا تھا۔ بہر حال کچھ ناراضگیاں ہو گئیں اور اُس کو فارغ کیا گیا تو اُس نے داخل ہو کر چھت کی جو سیلنگ (ceiling) ہوتی ہے اُس میں وہ دوائی، وہ نشہ آور ڈرگز رکھ دیں جو ممنوعہ ہیں۔ اور پولیس کو رپورٹ کر دی کہ یہاں احمدی مبلغ رہتا ہے اور اسلام کی تبلیغ کا تو یہ بس ایک بہانہ ہے۔ اصل میں تو یہ ڈرگ کا کاروبار کرتا ہے۔ اس پر پولیس نے اپنی کارروائی کرتے ہوئے دفتر پر چھاپا مارا اور جب اُس کی بتائی

ہوئی جگہ چھت میں سے کھولی تو وہاں سے دوائی حاصل ہوگئی۔ بہرحال پولیس کو سب کچھ بتایا گیا کہ یہ کسی مخالف نے شرارت کی ہے لیکن پولیس نے کچھ نہیں سنا اور انہوں نے کہا ہم تو اپنی کارروائی کریں گے۔ ہمارے مشنری کو پولیس سٹیشن لے گئے اور حوالات میں بند کر دیا۔ اگلے دن کیس عدالت میں پیش ہوا تو جج نے کیس سننے کے بجائے تاریخ دے دی۔ خیر انہوں نے مجھے بھی یہاں اطلاع کی تو اُن کو میں نے دعائیہ جواب بھی دیا۔ پھر دوبارہ پیشی ہوئی تو کہتے ہیں جب میں جاتا اور کٹہرے میں جج کے سامنے پیش ہوتا تھا تو جج بڑے غور سے مجھے دیکھتا تھا اور اُس کے بعد gentleman sit down کہہ کے وہ مجھے بٹھا دیتا تھا اور وکیلوں کو اگلی تاریخ دے دیتا تھا۔ کہتے ہیں عدالت میں حاضر ہونے کی تاریخ سے دو دن قبل صبح کی نماز کے بعد جب بہت فکر پیدا ہوئی تو میں نے دعا کی۔ قرآن شریف کی تلاوت کرنے لگا تو دل میں خیال آیا کہ قرآن سے نیک فال نکالی جائے تو سوچا کہ قرآن کو کھولتے ہیں جس لفظ پر نظر پڑے گی اُس میں کوئی پیغام ہو گا۔ جب دیکھا تو اس آیت پر نظر پڑی کہ یٰنَارُ کُوْنِیْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا عَلٰٓی اِبْرٰھِیْمَ۔ (الانبیاء:70) اس سے دل کو تسلی ہوئی کہ پیغام تو اچھا ہے۔ خیر کہتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد میں ڈاکخانہ سے ڈاک لینے گیا تو وہاں میرا خط بھی اُس میں اُن کو آیا ہوا تھا جس میں مَیں نے یہ لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر شر سے محفوظ رکھے اور حفاظت میں رکھے اور منافقین کو اپنے منصوبوں میں ناکام کرے اور جماعت کو ہر ابتلاء سے بچائے اور مزید ترقیات دے۔ کہتے ہیں یہ خط پڑھنے کے بعد اور یہ (آیت) دیکھنے کے بعد میرے دل میں میخ کی طرح یہ گڑھ گیا کہ اب ضرور اللہ تعالیٰ فضل کرے گا اور چند احباب کو بھی میں نے یہ خوشخبری سنا دی کہ اللہ تعالیٰ فضل کرنے والا ہے۔ چنانچہ کہتے ہیں جب میں عدالت میں حاضر ہوا تو حسبِ سابق جج نے مجھے بٹھا دیا اور وکیلوں سے بات کرنے کے بعد مجھے کہا کہ تم آزاد ہو۔ جاؤ اور اپنا کام کرو۔ تمہارے خلاف کوئی کیس نہیں۔

پس اگر ایمان مضبوط ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین ہوتا ہے۔ اور انسان صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی طرف دیکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ پھر نشان دکھاتا ہے۔ یہی باتیں ہیں، یہ جہاں اپنا ایمان مضبوط کرتی ہیں، اپنی عملی حالت کو درست رکھتی ہیں وہاں دوسروں کے لئے بھی مضبوطی ایمان کا باعث بنتی ہیں۔ پس یہ چیز ہے جو ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

عملی اصلاح کے لئے دوسری چیز جس کا پہلے ذکر ہو چکا ہے وہ علمی قوت ہے یا علم کا ہونا ہے۔ اس بارے میں پہلے ذکر ہو چکا ہے، دوبارہ بتا دوں کہ غلطی سے یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ کچھ گناہ بڑے ہوتے ہیں اور کچھ گناہ چھوٹے ہوتے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ جن گناہوں کو انسان چھوٹا سمجھ رہا ہوتا ہے وہ گناہ اُس

کے دل و دماغ میں بیٹھ جاتا ہے۔ اگر زیادہ ہیں تو جو زیادہ گناہ ہیں وہ دل و دماغ میں بیٹھ جاتے ہیں کہ یہ تو کوئی گناہ ہے ہی نہیں۔ چھوٹی سی بات ہے یا ایسا معمولی گناہ ہے جس کے بارے میں کوئی زیادہ باز پرس نہیں ہوگی۔ خود ہی انسان تصور پیدا کر لیتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 453 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 10 جولائی 1936 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

ابھی گزشتہ خطبوں میں شاید دو ہفتے پہلے ہی مَیں نے توجہ دلائی تھی کہ اسائلم سیکرز جو ہیں، وہ بھی یہاں آ کر جب غلط بیانی کرتے ہیں اور اپنا کیس منظور کروانے کے لئے جھوٹ کا فائدہ اُٹھانے کی کوشش کرتے ہیں تو حقیقت میں وہ اپنا کیس خراب کر رہے ہوتے ہیں۔ اور نہ صرف اپنا کیس خراب کر رہے ہوتے ہیں بلکہ جماعت کی ساکھ پر بھی حرف آ رہا ہوتا ہے۔ لیکن مجھے کسی نے بتایا کہ خطبہ کے بعد یہاں سے ایک اسائلم سیکر وکیل کے پاس گیا اور وکیل صاحب بھی احمدی ہیں۔ وہ بھی شاید خطبہ سن رہے تھے۔ اور وکیل شاید کوئی جماعتی خدمت بھی کرتے ہیں۔ اُس وکیل نے اس اسائلم لینے والے کو کیس تیار کرتے ہوئے غلط بیانی سے بعض باتیں لکھ دیں کہ یہ غلط باتیں بیچ میں ڈالنی پڑیں گی۔ حالانکہ ان کا حقیقت سے دُور کا بھی واسطہ نہیں تھا۔ اور مؤکل کو کہہ دیا کہ اس کے بغیر کیس بنتا ہی نہیں۔ پھر تمہیں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ اس لئے ایسی غلط بیانی کرنا ضروری ہے۔ حالانکہ میں نے واضح طور پر بتایا تھا کہ کسی غلط بیانی اور جھوٹ سے کام نہیں لینا اور احمدیوں پر ظلموں کے واقعات تو ویسے ہی اتنے واضح اور صاف ہیں اور اب دنیا کو بھی پتا ہے کہ اس کے لئے کسی وکیل کی ہشیاری اور چالاکی اور جھوٹ کی ضرورت ہی نہیں رہتی۔

پس مربیان کو بھی اور عہدیداران کو بھی بار بار جھوٹ سے بچنے کی تلقین کرنی ہوگی۔ بار بار یہ ذکر کرتے چلے جانا ہوگا کہ کوئی گناہ بھی بڑا اور چھوٹا نہیں ہے۔ گناہ گناہ ہے اور اس سے ہم نے بچنا ہے۔ ہر جھوٹ جھوٹ ہے اور اس جھوٹ کے شرک سے ہم نے بچنا ہے۔ اگر اپنا تعلق خدا تعالیٰ سے مضبوط ہے تو پھر فکر کی ضرورت نہیں۔ نشان ظاہر ہوں گے اور انسان پھر دیکھتا ہے۔ لیکن تلقین کرنے والوں کو بھی یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ اُن کی اپنی حالت بھی ایسے معیار کی ہو جہاں وہ اپنی قوتِ ارادی کے اعلیٰ معیاروں کی تلاش میں ہوں۔ اور عملی طور پر بھی اُن کے عمل اور علم میں مطابقت پائی جاتی ہو۔ اس زمرہ میں شمار نہ ہوں جو کہتے کچھ اور ہیں اور کرتے کچھ اور ہیں۔ بہرحال جماعتوں کو بار بار درسوں وغیرہ میں ایمان میں مضبوطی پیدا کرنے اور عملی حالت بہتر کرنے کے لئے علمی کمزوریوں کو دور کرنے کے لئے توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔

پس اگر ہر ایک اپنے اپنے دائرے میں کام شروع کر دے تو ایک واضح تبدیلی نظر آ سکتی ہے۔

اس زمانے میں جبکہ علم کے نام پر سکولوں میں مختلف برائیوں کو بھی بچوں کو بتایا جاتا ہے ہمارے نظام کو بہت بڑھ کر بچوں اور نوجوانوں کو حقیقت سے آگاہ کرنے کی ضرورت ہے۔ ماں باپ کو اپنی حالتوں کی طرف نظر کرتے ہوئے اُس علم کے نقصانات سے اپنے آپ کو آگاہ کرنے کی ضرورت ہے جو بچوں کو علم کی آگاہی کے نام پر بچپن میں سکول میں دیا جاتا ہے۔ ماں باپ کو بھی پتا ہونا چاہئے تا کہ اپنے آپ کو بھی بچائیں اور اپنے بچوں کو بھی بچائیں۔ یہاں بہت چھوٹی عمر میں بعض غیر ضروری باتیں بچوں کو سکھا دی جاتی ہیں اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ اچھے برے کی تمیز ہو جائے۔ جبکہ حقیقت میں اچھے برے کی تمیز نہیں ہوتی بلکہ بچوں کی اکثریت کے ذہن بچپن سے ہی غلط سوچ رکھنے والے بن جاتے ہیں۔ کیونکہ اُن کے سامنے اُن کے ماں باپ کے نمونے یا اُس کے ماحول کے نمونے برائی والے زیادہ ہوتے ہیں، اچھائی والے کم ہوتے ہیں۔

پس مربیان، عہدیداران، ذیلی تنظیموں کے عہدیداران، والدین، ان سب کو مل کر مشترکہ کوشش کرنی پڑے گی کہ غلط علم کی جگہ صحیح علم سے آگاہی کا انتظام کریں۔ سکولوں کے طریق کو ہم روک نہیں سکتے۔ وہاں تو ہم کچھ دخل اندازی نہیں کر سکتے۔ لیکن گندگی اور بے حیائی کا فرق بتا کر، بچوں کو اعتماد میں لے کر اپنے عملی نمونے دکھا کر ماحول کے اثر سے بچا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو احسن رنگ میں اپنے فرائض ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نمازوں کے بعد مَیں دو غائب جنازے بھی پڑھاؤں گا۔ ایک جنازہ ہے مکرمہ نواب بی بی صاحبہ جو مانگٹ اونچا ضلع حافظ آباد کی رہنے والی تھیں اور ہمارے مبلغ سلسلہ گیانا (Guyana) احسان اللہ مانگٹ صاحب کی والدہ تھیں۔ 19؍جنوری 2014ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کے ددھیال کا تعلق اجنیاں والا ضلع شیخوپورہ سے ہے۔ ننھیال کا تعلق مانگٹ اونچا ضلع حافظ آباد سے ہے۔ آپ حضرت ناصر دین صاحب مانگٹ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پڑنواسی تھیں۔ بہت مہمان نواز، نرم مزاج، غریب پرور، مخلص اور نیک خاتون تھیں۔ گاؤں کے احمدی اور غیر احمدی سب آپ کی بڑی عزت کیا کرتے تھے۔ مربیانِ سلسلہ کے ساتھ بہت شفقت اور پیار کے ساتھ پیش آتی تھیں۔ خلافت کے ساتھ بہت عقیدت تھی۔ اکثر پنجابی نظمیں بھی خلافت کے بارے میں انہوں نے بنائی ہوئی تھیں اور سنایا کرتی تھیں۔ پسماندگان میں تین بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا احسان اللہ مانگٹ صاحب مربی سلسلہ ہیں، آجکل گیانا جنوبی امریکہ کے مبلغ انچارج ہیں اور

ملک سے باہر ہونے کی وجہ سے وہ اپنی والدہ کے جنازہ میں شامل بھی نہیں ہو سکے۔ اللہ تعالیٰ اُن کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔

دوسرا جنازہ مکرم شیخ عبدالرشید شرما صاحب شکارپور سندھ کا ہے جو 16 رجنوری 2014ء کو نوّے سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت شیخ عبدالرحیم شرما صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے تھے۔ مولوی عبدالکریم شرما صاحب جو بڑا لمبا عرصہ یہاں رہے ہیں اُن کے بھائی تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے نصف صدی سے زائد عرصہ شکارپور سندھ میں جماعت کی بھرپور خدمت کی توفیق پائی۔ پارٹیشن سے قبل قادیان میں حضرت مرزا شریف احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کارخانے میں انہیں بہت محنت اور اخلاص کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ پاکستان کے قیام کے موقع پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بعض ہدایات تھیں اُن پر عمل کرنے کی توفیق پائی۔ اور پھر پارٹیشن کے بعد آپ کا اس وقت یہاں کوئی ایسا کاروبار نہیں تھا تو میرے والد صاحب صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے مشورے کے بعد شکارپور میں گئے۔ وہاں اُن کو ایک کارخانہ الاٹ ہو گیا تو پھر انہوں نے وہاں جا کر احمدیوں کو تلاش کر کے جماعت قائم کی۔ اس کے پہلے صدر بھی آپ مقرر ہوئے اور اپنے کارخانے کے باغ میں ان کو ایک خوبصورت مسجد بھی بنانے کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کو چار اضلاع سکھر، شکارپور، جیکب آباد اور گوٹکی کا امیر مقرر فرمایا تھا۔ 1982ء میں ان کی اہلیہ فوت ہوئیں اور اکتیس سال کا عرصہ انتہائی صبر اور حوصلے سے انہوں نے گزارا۔ اس دوران 1995ء میں آپ کے بیٹے شیخ مبارک احمد شرما کو مخالفانہ فسادات کے دوران شکارپور میں شہید کیا گیا۔ پھر 1997ء میں آپ کے دوسرے بیٹے مظفر احمد شرما کو بھی شہید کر دیا گیا لیکن آپ کے پایہ ثبات میں ذرا لغزش نہ آئی۔ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے شکر گزار اور احسان مند ہی رہے۔ بہت بہادر اور نڈر انسان تھے۔ مخالفینِ احمدیت کا ایک جلوس اُن کے گھر واقع شکارپور اور فیکٹری پر حملہ آور ہوا تو آپ بہت بہادری سے اکیلے ہی اس کے مقابلے کے لئے باہر نکل کھڑے ہوئے جبکہ پولیس کھڑی تماشا دیکھ رہی تھی۔ انہوں نے آگے بڑھ کر جلوس کی قیادت کرنے والے مولوی کو پکڑ لیا۔ یہ منظر دیکھ کر سارا جلوس بھاگ گیا۔ پولیس والے بھی حیران تھے۔ بار بار پوچھتے تھے کہ آپ نے جلوس کو کیسے بھگا دیا۔ اس کے بعد یہ اسلام آباد منتقل ہو گئے۔ خلافت سے بڑا مضبوط تعلق تھا۔ مالی قربانیوں میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔ بزرگوں کی طرف سے بھی باقاعدگی سے چندہ دیتے تھے۔ پاکستان کی بہت سی مساجد کی تعمیر میں بڑی مالی قربانی دی۔ موصی تھے اور پورے سال کا حصہ

آمد سال کے شروع میں ادا کر دیا کرتے تھے۔ آپ کے پسماندگان میں پانچ بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں۔ ایک بیٹی لئیقہ فوزیہ صاحبہ نائیجیریا میں ہے۔ وہ بھی ڈاکٹر ہیں اور (ان کے میاں) واقفِ زندگی ڈاکٹر ملک مدثر احمد صاحب ہیں۔ دونوں ہی ڈاکٹر لئیقہ فوزیہ بھی اور اُن کے میاں ڈاکٹر مدثر بھی وقفِ زندگی ہیں۔ نائیجیریا میں خدمات بجا لا رہے ہیں۔ اسی طرح ان کے پوتے مکرم سہیل مبارک شرما صاحب مربی سلسلہ آج کل صدر مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور ان کی اولاد کو اور نسل کو احسن رنگ میں اپنے بزرگوں کے نقشِ قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے اور وفا سے اس تعلق کو قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 فروری 2014ء تا 20 فروری 2014ء جلد 21 شمارہ 07 صفحہ 05 تا 09)

5

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 31 جنوری 2014ء بمطابق 31 صلح 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ خطبہ میں اصلاحِ اعمال یا تربیت کے حوالے سے مربیان، اس میں تمام واقفینِ زندگی شامل ہیں، امراء اور عہدیداران کی ذمہ داریوں کی بات ہو رہی تھی کہ کس طرح انہیں اپنا کردار عملی اصلاح کی روک کے اسباب پر قابو پانے کے لئے ادا کرنا چاہئے اور اس کے لئے کن چیزوں کی ضرورت ہے جن کو مربیان اور عہدیداران کو اپنے اوپر لاگو کر کے پھر جماعت کو بتانے اور دکھانے کی ضرورت ہے۔ یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ وہ علماء اور واعظین جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تھے اُن میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام شامل تھے اور صحابہ سے تربیت پانے والے بھی شامل تھے، اُن کا تعلق باللہ اور ایمان اور یقین کا معیار بھی یقیناً بہت اعلیٰ تھا۔ اُن کی کمی ان باتوں میں نہیں تھی۔ کمی اس بات کی تھی جس کی طرف حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے توجہ دلائی کہ ترجیحات کو بدلنے کی ضرورت ہے یا اعتقادی مسائل پر جس طرح زور دیا جا رہا ہے اسی طرح عملی اصلاح کی اہمیت پر بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات اور اپنے ذاتی تعلق باللہ اور اطاعتِ خلافت اور احترامِ نظام کے حوالے سے بھی افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے۔ لیکن آجکل ہمیں نظر آتا ہے کہ ہمارا ان باتوں میں وہ معیار نہیں ہے۔ اس لئے جب میں کہتا ہوں کہ مربیان اور عہدیداران اپنے اوپر لاگو کر کے پھر افرادِ جماعت کو بتائیں تو اس کی خاص اہمیت ہے۔ یعنی اپنے پر لاگو کرنے کے لفظ پر غور کرنے اور عمل کرنے اور اپنا نمونہ قائم کرنے کی بہت ضرورت ہے تبھی اصلاحی باتوں کا اثر بھی حقیقی رنگ میں ہوگا۔

گزشتہ خطبہ میں قوتِ ارادی کے پیدا کرنے اور علمی کمزوری دُور کرنے کا ذکر ہو گیا تھا لیکن تیسری بات اس ضمن میں بیان نہیں ہوئی تھی۔ یعنی عملی کمزوری کو دور کرنے کا طریق یا عملی قوت کو کس طرح بڑھایا جا سکتا ہے۔ اس بارے میں آج کچھ کہوں گا۔ اس کے لئے جیسا کہ پہلے خطبات میں ذکر ہو چکا ہے، بیرونی علاج یا مدد کی ضرورت ہے۔ یا کہہ سکتے ہیں کہ دوسرے کے سہارے کی ضرورت ہے۔ اور عملی اصلاح کے لئے یہ سہارا دو قسم کا ہوتا ہے یا دو قسم کے سہاروں، ایک نگرانی کی اور دوسرا جبر کی ضرورت ہے۔

نگرانی یہ ہے کہ مستقل نظر میں رکھا جائے، زیرِ نگرانی رکھا جائے کہ کہیں کوئی بد عمل نہ کر لے۔ اس قسم کی نگرانی دنیاوی معاملات میں بھی ہوتی ہے۔ گھروں میں ماں باپ بچوں کی نگرانی کرتے ہیں۔ سکولوں میں استاد علاوہ پڑھانے کے نگرانی کا کردار ادا کر رہے ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ حکومت کے کارندے نگرانی کر رہے ہوتے ہیں اور یہ بتا دیتے ہیں کہ ہم نگرانی کریں گے۔ سڑکوں پر ٹریفک کے لئے مستقل کیمرے لگائے ہوتے ہیں اور بورڈ لگے ہوتے ہیں کہ کیمرہ لگا ہوا ہے۔ یہ نگرانی کا ایک عمل ہے۔ جو بچے ماں باپ کی زیادتیوں کا نشانہ بنتے ہیں اُن کے والدین کو warning دی جاتی ہے کہ ہم نگرانی کریں گے۔ اگر بچوں کو زیادہ تنگ کیا گیا تو پھر بچوں کی بہبود کا جو ادارہ ہے وہ کہتا ہے کہ ہم بچے لے جائیں گے۔ ان ترقی یافتہ ممالک میں تو یہ بہت عام ہے۔ بلکہ میرے خیال میں تو بچوں کے معاملے میں ناجائز حد تک یہ نگرانی ہوتی ہے۔ اور ماں باپ بچوں سے ڈر کر یا اس ادارے سے ڈر کر جائز روک ٹوک بھی بچوں پر نہیں کرتے اور نتیجۃً بسا اوقات بچے بھی بگڑ جاتے ہیں۔ دنیا کے معاملات میں تو یہ نگرانی بعض دفعہ نقصان کا باعث بھی بن رہی ہوتی ہے۔ پھر خاوند بیوی کے تعلقات میں خرابی کی وجہ سے بھی اُن کی نگرانی ہوتی ہے۔ پھر ملزمان کی نگرانی ہوتی ہے۔

بہرحال اس ساری نگرانی کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اُس کو اُن کاموں سے روکا جائے جن کی وجہ سے فساد پیدا ہو سکتا ہے یا اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ اصلاح ہو۔ بہرحال نگرانی ہر معاشرے کے قانون میں اصلاح کا ایک ذریعہ ہے اور عملی اصلاح کرنے کے لئے دین بھی اس کی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے۔ اور بہت سے غلط کاموں سے انسان اس وجہ سے بچ رہا ہوتا ہے کہ معاشرہ اس کی نگرانی کر رہا ہے۔ ماں باپ اپنے دائرے میں نگرانی کر رہے ہوتے ہیں۔ مربیان کا اپنے دائرے میں یہ نگرانی کرنا کام ہے۔ اور باقی نظام کو بھی اپنے اپنے دائرے میں نگران بننا ضروری ہے۔ اور جب اسلام کی یہ تعلیم بھی سامنے ہو کہ ہر نگران نگرانی کے بارے میں پوچھا جائے گا۔

(صحیح البخاری کتاب الجمعہ باب الجمعۃ فی القریٰ و المدن حدیث نمبر 893)

تو نہ صرف اُن کی اصلاح ہوگی جن کی نگرانی کی جا رہی ہے بلکہ نگرانوں کی بھی اصلاح ہو رہی ہو گی۔ بہرحال عملی اصلاح کے لئے نگرانی بھی ایک مؤثر ذریعہ ہے۔

دوسری بات جو اصلاح کے لئے ضروری ہے جبر ہے۔ یہاں کسی کے دل میں یہ سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ ایک طرف تو ہم کہتے ہیں کہ ''دین کے معاملے میں جبر نہیں ہے'' دوسری طرف عملی اصلاح کے لئے جو علاج تجویز کیا جا رہا ہے، وہ جبر ہے۔ پس واضح ہو کہ یہ جبر دین قبول کرنے یا دین چھوڑنے کے معاملے میں نہیں ہے۔ ہر ایک آزاد ہے، جس دین کو چاہے اختیار کرے اور جس دین کو چاہے چھوڑ دے۔ اسلام تو بڑا واضح طور پر یہ اختیار دیتا ہے۔ یہاں جبر یہ ہے کہ دین کی طرف منسوب ہو کر پھر اُس کے قواعد پر عمل نہ کرنا اور اُسے توڑنا، ایک طرف تو اپنے آپ کو نظامِ جماعت کا حصہ کہنا اور پھر نظام کے قواعد کو توڑنا۔ یہ بات اگر ہو رہی ہے تو پھر بہرحال سختی ہوگی اور یہاں جبر سے یہی مراد ہے۔ نظام کا حصہ بن کر رہنا ہے تو پھر تعلیم پر بھی عمل کرنا ہوگا۔ ورنہ سزا مل سکتی ہے، جرمانہ بھی ہوسکتا ہے، بعض قسم کی پابندیاں بھی عائد ہوسکتی ہیں۔ اور ان سب باتوں کا مقصد اصلاح کرنا ہے تا کہ قوتِ عملی کی کمزوری کو دور کیا جا سکے۔ جماعت میں بھی جب نظامِ جماعت سزا دیتا ہے تو اصل مقصد اصلاح ہوتا ہے۔ کسی کی سبکی یا کسی کو بلاوجہ تکلیف میں ڈالنا نہیں ہوتا۔ یہ جبر حکومتی قوانین میں بھی لاگو ہے۔ سزائیں بھی ملتی ہیں، جیلوں میں بھی ڈالا جاتا ہے، جرمانے بھی ہوتے ہیں، بعض دفعہ مارا بھی جاتا ہے۔ اور مقصد یہی ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن رہے اور جو دوسرے کو نقصان پہنچانے والے ہیں وہ نقصان پہنچانے کا کام نہ کر سکیں بلکہ بعض دفعہ تو اپنے آپ کو نقصان پہنچانے والے کام پر بھی سزا مل جاتی ہے۔ لیکن اس سزا کے دوران اصلاح کرنے کے مختلف ذرائع استعمال کئے جاتے ہیں۔ اگر کسی کو پھانسی بھی دی جاتی ہے تو یہ جبر اس لئے ہے کہ قاتل نے ایک جان لی اور قاتلوں کو اگر کھلی چھٹی مل جائے تو پھر معاشرے کا امن برباد ہو جائے اور کئی اور قاتل پیدا ہو جائیں۔ پس قتل کی سزا قتل دینے سے کئی ایسے لوگوں کی اصلاح ہو جاتی ہے یا وہ اس کام سے رُک جاتے ہیں جو قتل کا رجحان رکھتے ہیں، جو زیادہ جوشیلے ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ جبر اصلاح کا ایک پہلو ہے جو دنیا میں بھی رائج ہے۔

دنیادار کے جبر سے یا دنیاوی سزاؤں کے جبر سے ایمان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ لیکن ایک دین کی طرف منسوب ہونے والے پر جب جبر کیا جاتا ہے اور دینی نظام کے تحت اُس کو سزا دی جاتی ہے یا کسی بھی قسم کی سزا یا جرمانہ ہو، کوئی اور سزا ہو یا بعض پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں۔ جماعت میں بعض دفعہ بعض چندے لینے پر پابندیاں عائد کر دی جاتی ہیں تو بیشک جبراً اُن کاموں سے روکا جا رہا ہوتا ہے لیکن ساتھ ہی

جب وہ باتیں یا اعمال جو صالح اعمال ہیں، اُن کی طرف توجہ دلائی جا رہی ہو اور کوئی شخص اس لئے کر رہا ہو کہ سزا سے بچ جاؤں یا خلیفہ وقت کی ناراضگی سے بچ جاؤں یا اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچ جاؤں تو آہستہ آہستہ دل میں ایمان پیدا ہوتا ہے اور پھر یہ بڑھنا شروع ہو جاتا ہے اور ایسے لوگ برائیوں کو چھوڑ کر خوشی سے نیک اعمال بجالانے والے بننا شروع ہو جاتے ہیں۔

پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ نیک اعمال بجالانے کی عادت ڈالنے کے لئے مختلف ذرائع استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ بغیر ان ذرائع کو اختیار کئے اصلاحِ اعمال میں کامیابی نہیں ہو سکتی۔ پس ان ذرائع کا استعمال انتہائی ضروری ہے۔ یعنی ایمان کا پیدا کرنا، علمِ صحیح کا پیدا کرنا، ان باتوں کا تو گزشتہ خطبہ میں ذکر ہو گیا تھا۔ اور قوتِ عملی پیدا کرنے کے ضمن میں نگرانی کرنا اور جبر کرنا، جن کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے۔

یہ چار چیزیں ہیں جن کے بغیر اصلاح مشکل ہے۔ جب ہم گہرائی میں جائزہ لیں تو ہمیں پتا چلتا ہے کہ دنیا میں ایک طبقہ ایسا ہے جو ایمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتا۔ یعنی وہ معیار نہیں رکھتا جو اصلاحِ عمل کے لئے ایک انسان میں ہونا ضروری ہے۔ ایسے لوگوں کے دلوں میں اگر قوتِ ایمانیہ بھر دی جائے تو ان کے اعمال درست ہو جاتے ہیں۔ اور ایک طبقہ ایسا ہوتا ہے جو عدمِ علم کی وجہ سے گناہوں کا شکار ہوتا ہے۔ اس کے لئے صحیح علم کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور ایک طبقہ جو نیک اعمال بجالانے کے لئے دوسروں کا محتاج ہوتا ہے۔ یہ تین قسم کے لوگ ہیں۔ اور اس کی احتیاج جو ہے وہ دو طرح سے پوری کی جاتی ہے۔ یا اُس کی بیرونی مدد دو طرح سے ہوگی۔ ایک تو نگرانی کر کے، جس کی میں نے ابھی تفصیل بیان کی ہے کہ نگرانی کی جائے تو بدیاں چھوٹ جاتی ہیں اور نیکیوں کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے لیکن وہ طبقہ جو بالکل ہی گرا ہوا ہو، جو نگرانی سے بھی باز آنے والا نہ ہو، اُسے جب تک سزا نہ دی جائے اُس کی اصلاح نہیں ہو سکتی۔

پس ان چاروں ذرائع کو جماعت کی اصلاح کے لئے بھی اختیار کرنا ضروری ہے۔ اور ہر ایک کی بیماری کا علاج اُس کی بیماری کی نوعیت کے لحاظ سے کرنا ضروری ہے۔ یہ بات یاد رکھنا ضروری ہے کہ جس زمانے میں مذہب کے پاس نہ حکومت ہو، نہ تلوار اُس زمانے میں یہ چاروں علاج ضروری ہوتے ہیں۔

پس جیسا کہ گزشتہ خطبہ میں ذکر ہو چکا ہے کہ پہلے علاج کے طور پر تربیت کر کے ایمان میں مضبوطی پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور اس کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات، آپ کی وحی، آپ کے تعلق باللہ اور آپ کے ذریعہ سے آپ کے ماننے والوں میں روحانی انقلاب کا ذکر کیا جائے۔

اُنہیں بتایا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے قرب کے کیا فوائد ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ اس دور میں جب شیطان بھرپور حملے کر رہا ہے تو ان باتوں کے بارے میں بتانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ یہ ذکر متواتر اور بار بار ہونا چاہئے۔ یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت انسان کو کس طرح حاصل ہو سکتی ہے اور اُس کا پیار جب کسی انسان کے شاملِ حال ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس سے کس طرح امتیازی سلوک کرتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں اس بارے میں کس طرح بتایا ہے۔ مختلف قوموں سے جو نئے احمدی ہو رہے ہیں، افریقہ میں سے بھی اور زیادہ تر عربوں میں سے بھی، وہ اپنے واقعات لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھ کر اُن میں تبدیلیاں ہوئیں، اُن کے ایمان میں اضافہ ہوا۔ بیشک کتب پڑھ کر اُن کی اعتقادی غلط فہمیاں بھی دور ہوئیں اور اعتقادی لحاظ سے اُن کے علم میں اضافہ ہو کر اُن کو ایمان کی نئی راہیں نظر آئیں۔ لیکن ایمان کی مضبوطی اُن میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات کو دیکھنے، آپ کی وحی کی حقیقت کو سمجھنے اور آپ کے تعلق باللہ سے پیدا ہوئی اور پھر اللہ تعالیٰ نے بھی اُنہیں بعض نشانات دکھا کر اپنے قرب کا نظارہ دکھا دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات، وحی، الہامات اور تعلق باللہ جو ہمارے دلوں میں بھی ایمان کی کرنوں کو روشن تر کرے، کی اہمیت اپنے انداز میں بیان فرماتے ہوئے یوں فرمایا کہ: حضرت عیسیٰ بیشک زندہ آسمان پر بیٹھے رہیں۔ اُن کا آسمان پر زندہ بیٹھے رہنا اتنا نقصان دہ نہیں ہے جتنا خدا تعالیٰ کا ہمارے دلوں میں مردہ ہو جانا نقصان دہ ہے۔ پس کیا فائدہ اس بات کا کہ تم حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات پر زور دیتے رہو جبکہ خدا تعالیٰ کو لوگوں کے دلوں میں تم مار رہے ہو اور اُسے زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ خدا تعالیٰ تو حیّ و قیوم ہے اور کبھی نہیں مرتا مگر بعض انسانوں کے لحاظ سے وہ مر بھی جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ حضرت خلیفہ اول کے ایک استاد جو بھوپال کے رہنے والے تھے، کہتے ہیں کہ: انہوں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ بھوپال کے باہر (بھوپال ہندوستان کا ایک شہر ہے) ایک پُل ہے، وہاں ایک کوڑھی پڑا ہوا ہے جو کوڑھی ہونے کے علاوہ آنکھوں سے اندھا ہے، ناک اُس کا کٹا ہوا ہے، انگلیاں اُس کی جھڑ چکی ہیں اور تمام جسم میں پیپ پڑی ہوئی ہے۔ مکھیاں اُس پر بھنبھنا رہی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اُسے دیکھ کر مجھے سخت کراہت آئی۔ اور میں نے پوچھا کہ بابا تو کون ہے؟ وہ کہنے لگا کہ میں خدا

ہوں۔ یہ جواب سن کر مجھ پر سخت دہشت طاری ہو گئی۔ اور میں نے کہا کہ تم خدا ہو؟ آج تک تو تمام انبیاء دنیا میں یہی کہتے چلے آئے ہیں کہ خدا تعالیٰ سب سے زیادہ خوبصورت ہے اور اُس سے بڑھ کر اور کوئی حسین نہیں۔ ہم جو اللہ تعالیٰ سے عشق و محبت کرتے ہیں تو کیا اسی شکل پر؟ اُس نے کہا انبیاء جو کہتے آئے وہ ٹھیک اور درست کہتے ہیں۔ میں اصل خدا نہیں ہوں۔ میں بھوپال کے لوگوں کا خدا ہوں۔ یعنی بھوپال کے لوگوں کی نظروں میں مَیں ایسا ہی سمجھا جاتا ہوں۔ یعنی ان لوگوں کی نظر میں خدا تعالیٰ کی کوئی اہمیت نہیں ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 455-456 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس خدا تعالیٰ تو نہیں مرتا مگر جب کوئی انسان اُسے بھلا دیتا ہے تو اُس کے لحاظ سے وہ مر جاتا ہے۔ یہاں نوجوانوں کو یہ بھی سمجھا دوں کہ اس سے یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ بس لوگ ایسے ہو گئے تو خدا نے یہ شکل اختیار کر لی اور معاملہ ختم۔ اصل میں تو یہ شکل اُن لوگوں کی اپنی ہے جنہوں نے خدا کو چھوڑا۔ جس طرح آئینہ میں اپنی تصویر نظر آتی ہے۔ اصل چیز یہی ہے اپنی شکل نظر آ رہی ہوتی ہے۔ یہ شکل جو اُس نے خواب میں دیکھی، وہ اُن لوگوں کا آئینہ تھا۔ وہ روحانی لحاظ سے کوڑھی ہو گئے اور ایسے لوگ پھر اپنے انجام کو بھی پہنچتے ہیں۔ نعوذ باللہ خدا نے مر کر اُن سے کنارہ کشی نہیں کر لی۔ اللہ تعالیٰ کو ایسا سمجھنے والوں کو خدا تعالیٰ بعض دفعہ اس دنیا میں بھی سزا دیتا ہے۔ خدا تعالیٰ ایک طرف ہو کے بیٹھ نہیں جاتا بلکہ اس دنیا میں بھی ایسے لوگوں کو سزا دیتا ہے۔ بلکہ متعدد جگہ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کا انجام یہی بتایا ہے کہ وہ جہنم میں جانے والے ہیں جو خدا کو بھول جائیں۔ پس اس مثال سے کوئی یہ نہ سمجھ لے کہ خدا کو چھوڑ دیا یا بے طاقت تصور کر لیا تو بات ختم ہو گئی، کچھ نہیں ہو گا۔ اللہ تعالیٰ بدلہ لینے والا بھی ہے، سزا دینے والا بھی ہے اور اُس کا غضب جب بھڑکتا ہے تو پھر کوئی بھی اُس کے غضب کے سامنے ٹھہر نہیں سکتا۔ پس اس لحاظ سے یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے کہ خدا کو بھول گئے اور قصہ ختم ہو گیا۔

حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ: عجیب بات ہے کہ ہمارے علماء حضرت عیسیٰ کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں مگر ساتھ ہی اللہ تعالیٰ کو زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے۔ وہ روح پیدا نہیں کرتے جس سے اللہ تعالیٰ کا فہم اور ادراک پیدا ہو۔ ہماری اصل کوشش خدا تعالیٰ کو زندہ کرنے کی اور اُس سے زیادہ تعلق پیدا کرنے کی ہونی چاہئے۔ اگر خدا سے ہمارا زندہ تعلق ہے تو چاہے عیسیٰ کو زندہ سمجھنے والے جتنا بھی شور مچاتے رہیں، ہمارے ایمانوں میں کبھی بگاڑ پیدا نہیں ہو گا کیونکہ خدا ہر قدم پر ہمیں سنبھالنے والا ہو گا۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 456 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس بیشک وفاتِ مسیح، ختمِ نبوت یا جو دوسرے مسائل ہیں جن کا اعتقاد سے تعلق ہے اُن کا علم ہونا تو بہت ضروری ہے اور ان پر دلیل کے ساتھ قائم رہنا بھی ضروری ہے، بغیر دلیل کے نہیں، لیکن عملی اصلاح کے لئے ہمیں خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا ہوگا اور اس کے لئے وہ ذرائع اپنانے ہوں گے جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں دکھائے۔ ہمیں اپنے قول و فعل کے تضاد کو ختم کرنا ہوگا۔ جو ہم دوسروں کو کہیں اُس کے بارے میں اپنے بھی جائزے لیں کہ کس حد تک ہم اس پر عمل کر رہے ہیں۔

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیا میں جماعت احمدیہ کے جو جامعات ہیں جہاں مبلغین اور مربیان تیار ہوتے ہیں، ان میں نوجوان مربی اور مبلغ بننے کے لئے بہت سارے بچے داخل ہو رہے ہیں اور خاص طور پر پاکستان میں بڑی تعداد میں بچے جامعہ میں آتے ہیں۔ ان میں بہت کثرت سے واقفینِ نو بھی ہیں۔ بعض دفعہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعداد کی کثرت معیار میں کمی کر دیتی ہے۔ اور بعض دفعہ یہ مثالیں بھی سامنے آتی ہیں کہ روحانی معیار کے حصول میں کوشش نہ کرنے، بلکہ بعض غلط عادتوں کی وجہ سے اور صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے کہ مربی اور مبلغ کا کیا تقدس ہونا چاہئے جب ایسے لڑکے بعض حرکتیں کرتے ہیں تو پھر اُن کو جامعات سے فارغ بھی کیا جاتا ہے۔

پس وہ زمانہ جو انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ احمدیت کی ترقی کا آنے والا ہے، اس کی تیاری کے لئے مربیان بننے والے، مبلغین بننے والے اپنے آپ کو بہت زیادہ تیار کریں۔ کوئی معمولی کام نہیں جو اُن کے سپرد ہونے والا ہے۔ ابھی سے خدا تعالیٰ سے ایک تعلق پیدا کریں اور اس کے لئے پہلے سے بڑھ کر کوشش کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو نشانات ہمیں دکھائے، اسلام کی جو حقیقی تعلیم دوبارہ کھول کر واضح فرمائی، اُسے سامنے رکھیں۔ صرف مسائل کو یاد کرنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ رکھیں۔ مجھے قادیان سے کسی عالم نے لکھا کہ آجکل کھلے جلسے جو مخالفین کے جواب دینے کے لئے پہلے ہندوستان میں منعقد ہوتے تھے، اب نہیں ہوتے، ہم اُن جلسوں میں ایسے تابڑ توڑ حملے مخالف علماء پر کرتے تھے کہ ایک کے بعد دوسرے حملے نے اُنہیں زِچ کر دیا تھا۔ ٹھیک ہے یہ اچھی بات ہے کہ کرتے تھے۔ مخالفین کے جواب دینے چاہئیں، بلکہ دلائل کے ساتھ اُن کی باتوں کے ردّ اُن پر ہی پھینکنے چاہئیں لیکن یہ بات اس سے بھی زیادہ اہم ہے اور ضروری ہے کہ ہمارے معلمین اور مبلغین اور مربیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کے مقصد کو سمجھتے ہوئے اپنی روحانی حالت میں بھی وہ ترقی کرتے کہ ہر ایک کا وجود خود ایک نشان بن جاتا۔ اور اس کے لئے کوشش کرنی چاہئے بلکہ وہ ترقی کریں کہ خود ایک نشان بن جائے۔ اور اسی نمونے کو

دیکھ کر لوگ جماعت میں داخل ہوں۔ بعض دفعہ نمونے دیکھ کر داخل ہوتے ہیں۔ لیکن یہاں مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ یہ معیار پیدا نہیں ہوا۔ اسی لئے ہندوستان میں بہت سے معلمین کو فارغ کرنا پڑا۔ لگتا تھا کہ بعض پر دنیاداری غالب آ گئی ہے۔ پس یہ خط لکھنے والے بھی اور ہم میں سے ہر ایک اپنے جائزے لے کہ اُس کی ذمہ داریاں کیا ہیں؟ معلمین، مبلغین یہ دیکھیں کہ انہوں نے دلوں میں ایمان پیدا کرنے کی کتنی کوشش کی ہے۔ خشک دلائل سے لوگوں کے دلوں پر اثر ڈالنے اور غیر احمدی مولویوں کو دوڑانے پر ہی ہمیں اکتفا نہیں کر لینا چاہئے اور اسی پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے بلکہ ہمارے پاس جو خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات اور معجزات ہیں، اُس سے خدا تعالیٰ کی ہستی دنیا کو دکھائیں۔ اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ ہے، اُس سے لوگوں کے دلوں کو قائل کریں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مثال دی ہے کہ اگر سورج چڑھا ہو اور کوئی کہے کہ تمہارے پاس کیا دلیل ہے کہ سورج چڑھا ہوا ہے تو دوسرا اُسے سورج چڑھنے کی دلیلیں دینی شروع کر دے کہ اتنے بجے سورج نکلنے کا وقت ہوتا ہے، اتنے بجے غروب ہوتا ہے اور سائنس یہ کہتی ہے اور فلاں کہتی ہے۔ پس یہ جو دلیلیں ہیں تو کہتے ہیں کہ دلیل دینے والا بھی احمق ہی ہوگا جو دلیلیں دینے بیٹھ گیا، اُس کا سادہ علاج تو یہ تھا کہ سورج کی دلیل پوچھنے والے کی ٹھوڑی کے نیچے ہاتھ رکھ کر اُس کا منہ اونچا کرتا اور کہتا کہ وہ سورج ہے، دیکھ لو۔ اُن کو دلیلیں دینے کی ضرورت نہیں ہوتی۔ تمہاری بیوقوفانہ باتوں کا جواب اس وقت سورج کا وجود ہے۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ بھی ہمارے سامنے جلوہ گر ہے۔ وہ بھی عریاں ہو کر اپنی تمام صفات کے ساتھ دنیا کے سامنے رونما ہو گیا ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ وہ اپنے سارے حسن کے ساتھ جلوہ نما ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 457 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس واعظین کا یہ کام ہے کہ سورج کے وجود کی دلیلیں دینے والے احمق بننے کے بجائے تازہ نشانات جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ ظاہر ہو رہے ہیں، اللہ تعالیٰ کی فعلی شہادت جو ہر دم ہمارے ساتھ ہے، اُس سے یہ سچائی ثابت کریں۔ لیکن بات وہی ہے کہ اپنی حالتوں کو بھی خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق بنائیں۔ جماعت کی عملی قوت کو مضبوط کریں۔ جماعت کے بچوں، عورتوں اور مردوں کے سامنے یہ باتیں پیش کریں اور بار بار پیش کریں۔ جیسا کہ میں نے کہا، اُنہیں بتائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ کس طرح خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہوا، اُنہیں سمجھائیں کہ

خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے کیا ذرائع ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے؟ پھر دیکھیں کہ جو نوجوان دنیاداری کے معاملات میں نقل کی طرف رجحان رکھتے ہیں، خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے والے بنیں گے۔ پھر صرف چند مربیان یا علماء غیر از جماعت مولویوں کے چھکے چھڑانے والے نہیں ہوں گے بلکہ یہ نمونے جو ہمارے نوجوان مرد، عورتیں، بچے قائم کر رہے ہوں گے یہ دنیا کو اپنی طرف کھینچنے والے ہوں گے۔ پس اپنی عملی حالتوں کی درستی کی طرف توجہ کی سب سے پہلے ضرورت ہے۔

اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جوڑ کر پھر خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ یہی چیز ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی۔ خلافت کی پہچان اور اُس کا صحیح علم اور ادراک اس طرح جماعت میں پیدا ہو جانا چاہئے کہ خلیفہ وقت کے ہر فیصلے کو بخوشی قبول کرنے والے ہوں اور کسی قسم کی روک دل میں پیدا نہ ہو، کسی بات کو سن کر انقباض نہ ہو۔

خلافت کا صحیح فہم و ادراک پیدا کرنا بھی مربیان کے کاموں میں سے اہم کام ہے۔ اور پھر عہدیداران کا کام ہے کہ وہ بھی اس طرف توجہ دیں۔ بعض ایسی مثالیں بھی سامنے آ جاتی ہیں کہ کہتے ہیں کہ خلیفہ وقت نے یہ غلط کام کیا اور یہ غلط فیصلہ کیا یا فلاں فیصلے کو اس طرح ہونا چاہئے تھا۔ بعض قضا کے فیصلوں پر اعتراض ہوتے رہتے ہیں۔ یا فلاں شخص کو فلاں کام پر کیوں لگایا گیا؟ اس کی جگہ تو فلاں شخص ہونا چاہئے تھا۔ خلیفہ وقت کی فلاں فلاں کے بارے میں تو بڑی معلومات ہیں، علم ہے، اور فلاں شخص کے بارے میں اُس نے باوجود علم ہونے کے آنکھیں بند کی ہوئی ہیں۔ اس قسم کی باتیں کرنے والے چند ایک ہی ہوتے ہیں لیکن ماحول کو خراب کرتے ہیں۔ اگر مربیان اور ہر سطح کے عہدیداران، پہلے بھی میں کہہ چکا ہوں، ہر تنظیم کے اور جماعتی عہدیداران اپنی اس ذمہ داری کو بھی سمجھیں تو بعض دلوں میں جو شکوک و شبہات پیدا ہوتے ہیں، کبھی پیدا نہ ہوں۔ خاص طور پر مربیان کا یہ کام ہے کہ اُنہیں سمجھائیں اور بتائیں کہ تمام برکتیں نظام میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو جب کسی قوم پر لعنت ڈالنا چاہتا ہے تو نظام کو اُٹھا لیتا ہے۔ پس جب یہ باتیں ہر ایک کے علم میں آ جائیں گی تو بعض لوگ جن کو ٹھوکر لگتی ہے وہ ٹھوکر کھانے سے بچ جائیں گے۔ ایسا طبقہ چاہے وہ چند ایک ہی ہوں ہمیشہ رہتا ہے جو اپنے آپ کو عقلِ کُل سمجھتا ہے اور ادھر اُدھر بیٹھ کر باتیں کرتا رہتا ہے کہ خلیفہ خدا تو نہیں ہوتا، وہ بھی غلطی کر سکتا ہے، جیسا کہ عام آدمی غلطی کر سکتا ہے، ٹھیک ہے۔ لیکن حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اس کا بڑا اچھا جواب دیا ہے۔ اور یہ جواب جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی

نے دیا، ہر وقت اور ہر دَور کے لئے ہے۔ اگر خلافت برحق ہے، اگر خلافت پر ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ انعام دیا گیا ہے تو آپ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ خلفاء جن امور کا فیصلہ کیا کرتے ہیں ہم ان امور کو دنیا میں قائم کر کے رہتے ہیں۔

وہ فرماتا ہے وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (النور:56) یعنی وہ دین اور وہ اصول جو خلفاء دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں، ہم اپنی ذات ہی کی قسم کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اُسے دنیا میں قائم کر کے رہیں گے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 458 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس یہ باتیں جماعت کے ہر فرد کے دل میں راسخ ہونی چاہئیں اور یہ مربیان اور اہلِ علم کا کام ہے کہ اسے ہر ایک کے دل میں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔ پس اس ذمہ داری کو سمجھیں، اس بات کے پیچھے پڑ جائیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی برکات اور آپ کے فیوض لوگوں پر ظاہر کرنے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے زندہ نشانات کا بار بار تذکرہ کرنا ہے، لوگوں کو یہ بتانا ہے کہ خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کے ذرائع کیا ہیں؟ اور خلیفہ وقت کی ہر صورت میں اطاعت اور نظام کی فرمانبرداری کی ایک اہمیت ہے اور ہر ایک پر یہ اہمیت واضح ہونی چاہئے۔

پس جب یہ ہو گا تو دلوں کے وساوس بھی دُور ہوں گے۔ اور اس طریق سے وساوس دور کرنے والوں کی تعداد، یا جن کے دلوں کے وساوس دور ہو جائیں اُن کی تعداد اتنی زیادہ ہو جائے گی کہ ہر فتنہ اپنی موت آپ مر جائے گا۔ جماعت میں ہر لحاظ سے عملی اصلاح کا ہر پہلو نظر آ رہا ہو گا اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا بڑا مقصد ہے۔

یاد رہنا چاہئے کہ ہمیں ختمِ نبوت اور وفاتِ مسیح کے متعلق مسائل جاننے کی ضرورت ہے اور یہ ضرورت مخالفین کے جواب دینے کے لئے ہے لیکن عمل اور عرفان کو بھی اپنی جماعت میں رائج کرنے کے لئے ایک کوشش کی ضرورت ہے۔ پس جتنی توجہ ہم نے باہر کے محاذ پر دینی ہے، اتنی بلکہ اُس سے بڑھ کر اندرونی محاذ پر بھی ہمیں توجہ دینی چاہئے۔ ہماری روحانی پاکیزگی اور ہماری عملی اصلاح انشاء اللہ تعالیٰ زیادہ بڑا انقلاب لانے کا باعث بنے گی، بہ نسبت اس تبلیغ کے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا یہ ارشاد یقیناً بڑا اہم ہے کہ ''اگر وہ'' یعنی علماء اور مربیان ''قلوب کی اصلاح کریں اور لوگوں کے دلوں میں عرفان اور اللہ تعالیٰ کی محبت پیدا کریں تو کروڑوں کروڑ لوگ احمدیت میں داخل

ہونے لگ جائیں۔ اللہ تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اِذَا جَآءَ نَصۡرُ اللّٰہِ وَالۡفَتۡحُ۔ وَرَاَیۡتَ النَّاسَ یَدۡخُلُوۡنَ فِیۡ دِیۡنِ اللّٰہِ اَفۡوَاجًا۔ فَسَبِّحۡ بِحَمۡدِ رَبِّکَ وَاسۡتَغۡفِرۡہُ۔ (النصر: 2-4) کہ اگر تبلیغ کے ذریعہ تم اپنے مذہب کی اشاعت کرو گے تو ایک ایک دو دو کر کے لوگ تمہاری طرف آئیں گے، لیکن اگر تم استغفار اور تسبیح کرو اور اپنی جماعت سے گناہ دور کر دو تو پھر فوج در فوج لوگ آئیں گے اور تمہارے اندر شامل ہو جائیں گے۔"

(خطباتِ محمود جلد 17 صفحہ 460 خطبہ جمعہ فرمودہ 10 جولائی 1936ء)

پس وہ ہمارے عالم جو مجھے لکھتے ہیں کہ ہم غیروں کے چھکے چھڑا دیا کرتے تھے۔ اس چھکے چھڑانے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوگا جو اپنی عملی اصلاح سے ہوگا۔ اس لئے عملی اصلاح کی طرف توجہ دیں اور خلافت کے نائبین بننے کی کوشش کریں۔ خلیفہ وقت کے مددگاروں میں سے بننے کی کوشش کریں۔ سالوں ہم صرف علمی بحثوں میں نہیں الجھ سکتے بلکہ اگر ہم نے جماعت کو ترقی کی طرف لے جانا ہے اور انشاء اللہ لے جانا ہے تو ہمیں کچھ اور طریق اختیار کرنے ہوں گے اور وہ جیسا کہ میں نے کہا، یہ عملی اصلاح کا (طریق) ہے۔

پس ہمیں اپنے اعمال اچھے کرنے کی ضرورت ہے، ہمیں اپنے دیانت اور امانت کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ ہمیں اپنی آمد کے حلال ذرائع اختیار کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ چند پیسوں کے لئے کونسل کو دھوکہ دے کر اپنی سچائی کے معیار کو داؤ پر لگا دیں اور benefit حاصل کر لیں یا روپے حاصل کرنے کے لئے جھوٹے مقدمے کر دیں۔ ہمیں اپنے کام جو بھی ہمارے سپرد کئے جائیں، پوری تندہی اور محنت اور پوری خوش اسلوبی اور پوری دیانتداری سے کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر یہ ہوگا تو دین کے ساتھ دنیا کے میدان بھی ہم پر کھل جائیں گے۔ انشاء اللہ۔ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ غیروں پر عمومی طور پر جماعت کا اچھا اثر ہے لیکن اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا۔

پس جہاں مربیان کو اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے وہاں ہر فردِ جماعت کو اپنے جائزے لے کر اصلاح کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ سب سے بڑا ہتھیار دعا کا ہے جس کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے اور اس کے صحیح استعمال اور اس سے صحیح فائدہ اُٹھانے کے لئے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ایمان میں ترقی کرو اور میں نے جو نیک اعمال بجالانے کے لئے لائحہ

عمل دیا ہے اُس پر عمل کرو۔ پس یہ عمل اور دعا اور دعا اور عمل ساتھ ساتھ چلیں گے تو حقیقی اصلاح ہو گی۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کے حصول کی توفیق عطا فرمائے۔

آخر میں اس بات کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں، جس نے آجکل ہر حقیقی مومن کو بے چین کر دیا ہوا ہے اور وہ مسلمان ممالک کی قابلِ رحم حالت ہے۔ آج مسلم اُمّہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کے ماننے والوں کی دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ پس یہ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم اس کے لئے بہت دعا کریں۔ سیریا کے حالات بد سے بدتر ہو رہے ہیں۔ حکومت نے بھی ظلموں کی انتہا کی ہوئی ہے اور حکومت مخالف گروپ جو ہیں انہوں نے بھی ظلم کی انتہا کی ہوئی ہے۔ دونوں طرف سے ظلم ہو رہے ہیں۔ کسی کا قصور ہے یا نہیں، بچوں، عورتوں، بوڑھوں کو بھی ظلموں کا نشانہ بنایا جا رہا ہے۔ جب جس کو چاہیں پکڑ کے لے جاتے ہیں، اور پھر بھوکا رکھا جاتا ہے، اذیت دی جاتی ہے۔ بعض کی تصویریں دکھائی گئی ہیں اُن کو دیکھ کر تو آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں کہ مسلمان مسلمان پر اس قدر ظلم کر رہا ہے اور غیر مسلموں کو موقع دے رہا ہے کہ اسلام پر اعتراض کریں۔ گزشتہ دنوں بعض چودہ پندرہ سال کے لڑکوں کے انٹرویو دکھائے جا رہے تھے، جو اپنے ماں باپ کو کھو بیٹھے ہیں یا کسی وجہ سے اُن سے علیحدہ ہو گئے، کھانے پینے کے لئے اُن کو کچھ نہیں ملتا۔ ادھر اُدھر ہاتھ مار کر گزارہ کرتے ہیں۔ جب پوچھنے والے نے بارہ تیرہ سال کے لڑکے سے پوچھا کہ تم بڑے ہو کر کیا بننا چاہو گے۔ تو اُس نے بڑے ہنس کر جواب دیا کہ ظاہر ہے کہ criminal بنوں گا۔ ہم چور، ڈاکو، بدمعاش اور دہشتگرد بنیں گے، اس کے علاوہ ہم کیا بن سکتے ہیں تا کہ اپنے بدلے لیں۔ اپنی کرسی بچانے کے لئے حکومت اور کرسی حاصل کرنے کے لئے اپوزیشن اپنی نسلوں کو برباد کر رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو کیفرِ کردار تک پہنچائے۔ اور ظالموں کے تسلط سے عوام کو بچائے اور اُنہیں انصاف پسند حکام عطا فرمائے۔

پاکستان میں بھی خاص طور پر احمدیوں پر ظلموں کی انتہا ہو رہی ہے۔ ذہنی اور جسمانی دونوں طرح کی اذیتیں دی جا رہی ہیں۔ عام پاکستانی بھی ظلم کی چکّی میں پس رہا ہے۔ اور لگتا ہے کہ ان حالات کی جو شدت ہے وہ بڑھتی چلی جائے گی۔ یہ دہشتگرد گروپ جو ہیں یہ بھی حکومتوں کے پیدا کردہ ہیں اور اس لئے ان پر قابو پانا بھی ان کے لئے مشکل ہے۔ پس دعا ہی ہے جو ان ظالموں کو عبرت کا نشانہ بنا سکتی ہے۔ بہت دعاؤں کی ضرورت ہے۔ پاکستان سے بھی اللہ تعالیٰ ان ظالموں کو ختم کرے۔ اسی طرح دوسرے

مسلمان ممالک ہیں، مصر ہے، لیبیا وغیرہ ہے اور دوسرے بھی۔ قریباً ہر جگہ حالات خراب ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو عقل دے اور اسلام کو بدنام کرنے کی جو ان کی مذموم کوششیں ہیں اُن سے محفوظ رکھے۔ جو بھی ظلم کرنے والے ہیں اُنہیں اللہ تعالیٰ عبرت کا نشان بنائے اور اللہ تعالیٰ ان ملکوں میں رہنے والے ہر احمدی کو ان کے شر سے محفوظ رکھے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21 فروری 2014ء تا 27 فروری 2014ء جلد 21 شمارہ 08 صفحہ 05 تا 08)

6

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07 فروری 2014ء بمطابق 07 تبلیغ 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

راہِ ہدیٰ پروگرام جو ہر ہفتے کو ایم ٹی اے پر شام کے وقت آتا ہے جس میں مختلف موضوعات پر ہمارے علماء اور مربیان بات چیت کرتے ہیں اور لائیو کالز کے ذریعہ سے سوال جواب بھی ہوتے ہیں جس میں غیر از جماعت احباب بھی سوال کرتے ہیں۔

گزشتہ ہفتے کے پروگرام کا کچھ حصہ دیکھنے کا مجھے موقع ملا تو اُس وقت ایک غیر از جماعت کا سوال پیش ہو رہا تھا۔ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک الہام کے حوالے سے یہ سوال کر رہے تھے، بلکہ ایک رنگ میں اعتراض ہی تھا۔ تمہید بھی اس طرح باندھی کہ قرآنِ کریم خدا تعالیٰ کا کلام ہے، بعد اس کے احادیث ہیں پھر اسی طرح بزرگوں کا کلام ہے۔ اُن سب کو جب ہم دیکھتے ہیں تو اُن میں آپس میں ربط نظر آتا ہے لیکن یہ الہام پیش کرنے کے بعد وہ کہتے ہیں کہ اس میں ربط نہیں یا ہمیں سمجھ نہیں آئی۔ بہر حال ایک اعتراض کا رنگ تھا، اور اگر اُن کی نیت اعتراض کی نہیں بھی تھی تو سوال کی ٹون (Tone) ایسی تھی کہ لگتا تھا اعتراض ہے۔

الہام یہ تھا کہ ''دس دن کے بعد میں موج دکھاتا ہوں۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ۔ فِیْ شَآئِلِ مِقْیَاسٍ''۔ پھر آگے انگریزی کا حصہ ہے، ''دن وِل یو گو ٹو امرت سر''۔ (Then will you go to Amritsar)

(براہین احمدیہ ہر چہار حصص۔ روحانی خزائن جلد نمبر 1 صفحہ 559۔ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

اس کا جواب تو اپنے انداز میں جواب دینے والوں نے مختصراً دیا۔ لیکن مَیں سمجھتا ہوں کہ اس کی تفصیل جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ میں ہے، وہ بتانی ضروری ہے۔ کیونکہ شاید دوسرے معترضین بھی اور کم علم بھی یا کم علم رکھنے والے ہمارے نوجوان سوال کرنے والے کے انداز سے متاثر ہوں یا پھر تفصیل چاہتے ہوں۔ راہِ ہدیٰ پروگرام میں اس طرح کے اور سوال بھی غیر از جماعت جو افراد ہیں کرتے رہتے ہیں جس کا بعض دفعہ اُسی وقت علماء جواب دے دیتے ہیں، بعض دفعہ اگر جواب تفصیل چاہتا ہو تو اگلے پروگرام میں دیا جاتا ہے۔ اس لئے مجھے ضرورت نہیں کہ جو اعتراض اور سوال اُٹھتے ہیں اُن میں سے ہر ایک کا اپنے خطبات میں جواب دینا شروع کر دوں۔ تاہم اس کی تفصیل مَیں اس لئے بتا رہا ہوں کہ گزشتہ جمعوں میں جو خطبات کا سلسلہ جاری تھا اُن میں مَیں نے یہ بھی کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات ہمارے ایمان میں اضافے اور غیروں کے منہ بند کرنے کے لئے اس قدر تعداد میں موجود ہیں کہ شاید اس کا عشرِ عشیر بھی غیروں کے پاس نہ ہو۔ جس بات کو یا الہام کو ان صاحب نے ہنسی کا نشانہ بنانے کی کوشش کی ہے، وہ بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے براہینِ احمدیہ میں اپنے نشان کے طور پر پیش فرمائی ہے۔ اسی طرح تذکرہ میں بھی اس کا ذکر ہے اور کافی تفصیل سے ذکر ہے۔

بہر حال سوال کرنے والے کے سوال سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اُس نے جو سوال یا اعتراض ہے وہ کم از کم ''تذکرہ'' پڑھ کر کیا ہے۔ لیکن سیاق وسباق یا پڑھا ہے یا جان بوجھ کر اُس میں اُس کو ذکر نہیں کیا تاکہ الجھن میں ڈالا جائے۔ براہینِ احمدیہ میں بھی اسی طرح ہے۔ تقریباً یہی مضمون ہے اور وہ بہر حال انہوں نے نہیں پڑھی ہوگی۔ کیونکہ وہ تو ایسی کتاب ہے جو بڑی توجہ سے پڑھنے کی ضرورت ہے اور میرا نہیں خیال کہ ان میں یہ صلاحیت ہو۔ بہر حال اصل حوالہ پیش ہے۔ یہ 1882ء کا ذکر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''کچھ عرصہ گزرا ہے کہ ایک دفعہ سخت ضرورت روپیہ کی پیش آئی۔ جس ضرورت کا ہمارے اس جگہ کے آریہ ہم نشینوں کو بخوبی علم تھا...... اس لئے بلا اختیار دل میں اس خواہش نے جوش مارا کہ مشکل کشائی کے لئے حضرتِ احدیت میں دعا کی جائے تا اس دعا کی قبولیت سے ایک تو اپنی مشکل حل ہو جائے اور دوسری مخالفین کے لئے تائیدِ الٰہی کا نشان پیدا ہو۔ ایسا نشان کہ اس کی سچائی پر وہ لوگ گواہ ہو جائیں۔ سو اسی دن دعا کی گئی اور خدائے تعالیٰ سے یہ مانگا گیا کہ وہ نشان کے طور پر مالی مدد سے اطلاع بخشے۔ تب یہ الہام

ہوا۔'' دس دن کے بعد میں موج دکھاتا ہوں۔ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ۔ فِیْ شَآئِلٍ مِقْیَاسٍ۔ دن وِل یُو گو ٹُو امرت سر''۔(Then will you go to Amritsar)۔(حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خود ہی تشریح فرمائی)''یعنی دس دن کے بعد روپیہ آئے گا۔ خدا کی مدد نزدیک ہے۔ اور جیسے جب جننے کے لئے اونٹنی دُم اٹھاتی ہے تب اس کا بچہ جننا نزدیک ہوتا ہے ایسا ہی مددِ الٰہی بھی قریب ہے۔ اور پھر انگریزی فقرہ میں یہ فرمایا کہ دس دن کے بعد جب روپیہ آئے گا تب تم امرتسر بھی جاؤ گے۔ تو جیسا اس پیشگوئی میں فرمایا تھا ایسا ہی ہندوؤں یعنی آریوں مذکورۂ بالا کے رُوبرو وقوع میں آیا۔ یعنی حسب منشاء پیشگوئی دس دن تک ایک خرمہرہ نہ آیا'' (یعنی ایک کوڑی بھی نہ آئی)''اور دس دن کے بعد یعنی گیارھویں روز محمد افضل خان صاحب سپرنٹنڈنٹ بندوبست راولپنڈی نے ایک سودس روپیہ بھیجے اور بیست روپیہ (بیس روپے) ایک اور جگہ سے آئے اور پھر برابر روپیہ آنے کا سلسلہ ایسا جاری ہو گیا جس کی امید نہ تھی۔ اور اسی روز کہ جب دس دن کے گزرنے کے بعد محمد افضل خان صاحب وغیرہ کا روپیہ آیا۔ امرتسر بھی جانا پڑا۔ کیونکہ عدالتِ خفیفہ امرتسر سے ایک شہادت کے ادا کرنے کے لئے اس عاجز کے نام اسی روز ایک سمن آ گیا۔''

(براہین احمدیہ۔ روحانی خزائن جلد نمبر 1 صفحہ 561-559۔ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

تو یہ تھا اس الہام کا پورا حصہ اور اس کی background۔ اس کے آگے پھر ایک جگہ ایک اور حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے مزید وضاحت بھی فرمائی ہے جس میں اس کے علاوہ ایک اور نشان کا بھی اظہار ہے۔ فرمایا کہ:

''کچھ عرصہ ہوا۔...... ایک صاحب نور احمد نامی جو حافظ اور حاجی بھی ہیں بلکہ شاید کچھ عربی دان بھی ہیں اور واعظِ قرآن ہیں اور خاص امرتسر میں رہتے ہیں، اتفاقاً اپنی درویشانہ حالت میں سیر کرتے کرتے یہاں بھی آ گئے۔...... چونکہ وہ ہمارے ہی یہاں ٹھہرے اور اس عاجز پر انہوں نے خود آپ ہی یہ غلط رائے جو الہام کے بارہ میں اُن کے دل میں تھی، مدعیانہ طور پر ظاہر بھی کر دی۔ اس لئے دل میں بہت رنج گزرا''۔

غلط رائے کا جو حوالہ ہے وہ یہ ہے کہ اُن کے ایک استاد مولوی صاحب تھے جن کے نام کا بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے براہین احمدیہ میں ذکر کیا ہوا ہے وہ یہ کہا کرتے تھے کہ اُنہیں الہامِ اولیاء اللہ کے بارے میں شک تھا۔ تو یہ نور احمد صاحب بھی اُن سے متاثر تھے۔ اس کا ذکر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرما

رہے ہیں کہ الہام کے بارے میں اُن کو کچھ شکوک تھے۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''ہر چند معقولی طور پر سمجھایا گیا، کچھ اثر مترتب نہ ہوا''۔ (کوئی اثر نہ ہوا)۔ ''آخر توجہ اِلی اللہ تک نوبت پہنچی''۔ (پھر یہی ہوا کہ اللہ تعالیٰ سے دعا کی جائے)۔ ''اور اُن کو قبل از ظہورِ پیشگوئی بتلایا گیا کہ خداوند کریم کی حضرت میں دعا کی جائے گی۔ کچھ تعجب نہیں کہ وہ دعا بپایۂ اجابت پہنچ کر کوئی ایسی پیشگوئی خداوند کریم ظاہر فرماوے جس کو تم بچشمِ خود دیکھ جاؤ۔ سو اُس رات اِس مطلب کے لئے قادرِ مطلق کی جناب میں دعا کی گئی۔ علی الصباح بنظرِ کشفی ایک خط دکھلایا گیا'' (کشفی حالت میں ایک خط دکھلایا گیا) ''جو ایک شخص نے ڈاک میں بھیجا ہے۔ اس خط پر انگریزی زبان میں لکھا ہوا ہے۔ آئی ایم کوَرلر (I am quarreler)۔ اور عربی میں یہ لکھا ہوا ہے۔ هٰذَا شَاهِدٌ نَزَّاغٌ۔ اور یہی الہام حکایتاً عن الکاتب القا کیا گیا اور پھر وہ حالت جاتی رہی۔ چونکہ یہ خاکسار انگریزی زبان سے کچھ واقفیت نہیں رکھتا، اِس جہت سے پہلے علی الصباح میاں نور احمد صاحب کو اس کشف اور الہام کی اطلاع دے کر''، (یعنی وہی شخص جن کو کچھ شکوک تھے کہ اولیاء اللہ کے الہامات جو ہیں یہ باتیں ہی ہیں، کہتے ہیں اُن کو کشف اور الہام کی اطلاع دے کر) ''اور اس آنے والے خط سے مطلع کر کے پھر اسی وقت ایک انگریزی خوان سے اس انگریزی فقرہ کے معنے دریافت کئے گئے تو معلوم ہوا کہ اُس کے یہ معنے ہیں کہ مَیں جھگڑنے والا ہوں۔ سو اس مختصر فقرہ سے یقیناً یہ معلوم ہو گیا کہ کسی جھگڑے کے متعلق کوئی خط آنے والا ہے۔ اور هٰذَا شَاهِدٌ نَزَّاغٌ کہ جو کاتب کی طرف سے دوسرا فقرہ لکھا ہوا دیکھا تھا اُس کے یہ معنے کھلے کہ کاتبِ خط نے کسی مقدمہ کی شہادت کے بارہ میں وہ خط لکھا ہے۔ اُس دن حافظ نور احمد صاحب بباعث بارش باران امرت سر جانے سے روکے گئے''۔ (انہوں نے جانا تھا، سفر کرنا تھا لیکن بارش کی وجہ سے نہ جا سکے) ''اور درحقیقت ایک سماوی سبب سے اُن کا روکا جانا بھی قبولیّتِ دعا کی ایک خبر تھی تا وہ جیسا کہ اُن کے لئے خدائے تعالیٰ سے درخواست کی گئی تھی، پیشگوئی کے ظہور کو بچشمِ خود دیکھ لیں۔ غرض اس تمام پیشگوئی کا مضمون اُن کو سنا دیا گیا۔ شام کو اُن کے رُوبرو پادری رجب علی صاحب مہتمم و مالک مطبع سفیر ہند کا ایک خط رجسٹری شدہ امرتسر سے آیا جس سے معلوم ہوا کہ پادری صاحب نے اپنے کاتب پر جو اِسی کتاب کا کاتب ہے عدالتِ خفیفہ میں نالش کی ہے اور اِس عاجز کو ایک واقعہ کا گواہ ٹھہرایا ہے۔ اور ساتھ اُس کے ایک سرکاری سمن بھی آیا اور اس خط کے آنے کے بعد وہ فقرہ الہامی یعنی هٰذَا شَاهِدٌ نَزَّاغٌ جس کے یہ معنے ہیں کہ یہ گواہ تباہی ڈالنے والا ہے۔ ان معنوں پر محمول معلوم ہوا کہ مہتمم مطبع سفیر ہند کے دل میں بہ یقینِ کامل یہ مرکوز تھا کہ اس عاجز کی

شہادت جو ٹھیک ٹھیک اور مطابق واقعہ ہوگی، بباعث وثاقت اور صداقت اور نیز باعتبار اور قابلِ قدر ہونے کی وجہ سے فریقِ ثانی پر تباہی ڈالے گی''۔ (یعنی کہ اس کی سچائی بھی اور اس کی value، قدر بھی اس کی ہو گی اور ٹھوس بھی ہوگی۔ اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو بیان ہے اس کی ہر لحاظ سے ایک اہمیت ہو گی اور اس اہمیت کی وجہ سے اُس کا خیال تھا کہ یہ دوسرے فریق پر تباہی ڈالے گی) ''اور اسی نیت سے مہتمم مذکور نے اس عاجز کو ادائے شہادت کے لئے تکلیف بھی دی اور سمن جاری کرایا۔ اور اتفاق ایسا ہوا کہ جس دن یہ پیشگوئی پوری ہوئی اور امرتسر جانے کا سفر پیش آیا وہی دن پہلی پیشگوئی کے پورے ہونے کا دن تھا۔ سو وہ پہلی پیشگوئی بھی میاں نور احمد صاحب کے رُوبرو پوری ہوگئی۔ یعنی اُسی دن جو دس دن کے بعد کا دن تھا، روپیہ آ گیا اور امرتسر بھی جانا پڑا۔ فالحمد للہ علی ذالک۔''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد نمبر 1 صفحہ 562 تا 565۔ بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

آج میں نشانات کے حوالے سے اتنا ہی ذکر کرنا چاہتا تھا اور وہ جیسا کہ مَیں نے بتایا راہِ ہدیٰ پروگرام میں ایک سوال کی وجہ سے اس کا ذکر ہوا ہے۔ انشاء اللہ آئندہ نشانات کا ذکر ہوگا۔

اس کے بعد مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اپنی جماعت کی عملی حالت کے بارے میں فکر کے حوالے سے آپ علیہ السلام کے بعض حوالے پیش کروں گا۔ اس سے پہلے کہ میں آپ کی نصائح اور توقعات بیان کروں، حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ کی سیرت میں جو ایک واقعہ درج فرمایا ہے، وہ بیان کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر یہ بھی فضل اور احسان ہے کہ جب خلیفۂ وقت کی کسی مضمون کی طرف توجہ ہوتی ہے تو وہ اگر اصلاحی پہلو ہے تو جماعت کا بڑا حصہ اصلاح کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے اور اس کا اندازہ مجھے خطوط سے بھی ہو رہا ہے اور پھر بعض مددگار جو اللہ تعالیٰ نے خلافت کو عطا فرمائے ہوئے ہیں، وہ بھی اپنی یادداشت کے مطابق بعض حوالے نکال کر بھیج دیتے ہیں۔ چاہے یہ حوالے پہلے پڑھے ہوں لیکن نظر سے اوجھل ہو جاتے ہیں۔ تو سیرت کا جو حوالہ ہے جب مَیں پڑھوں گا تو اس میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی فکر کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ بھی ہمارے ایک مربی صاحب نے مجھے بھیجا کہ آپ خطبات میں عملی اصلاح کی اہمیت کے بارے میں بتا رہے ہیں، تو ایک حوالہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی پیش ہے جو اس فکر کا اظہار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو بھی جزا دے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا یہ حوالہ جو سیرت میں بیان کیا گیا ہے یوں ہے کہ:

''بیان کیا مجھ سے مولوی سید محمد سرور شاہ صاحب نے کہ ایک دفعہ کسی کام کے متعلق میر صاحب

یعنی میر ناصر نواب صاحب کے ساتھ مولوی محمد علی صاحب کا اختلاف ہو گیا۔ میر صاحب نے ناراض ہو کر اندر حضرت صاحب کو جا اطلاع دی (کہ اس طرح اختلاف ہو گیا، غصے کا اظہار کیا۔) مولوی محمد علی صاحب کو اس کی اطلاع ہوئی تو انہوں نے حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) سے عرض کیا کہ ہم لوگ یہاں حضور کی خاطر آئے ہیں کہ تا حضور کی خدمت میں رہ کر کوئی خدمتِ دین کا موقع مل سکے۔ لیکن اگر حضور تک ہماری شکایتیں اس طرح پہنچیں گی تو حضور بھی انسان ہیں، ممکن ہے کسی وقت حضور کے دل میں ہماری طرف سے کوئی بات پیدا ہو تو اس صورت میں ہمیں بجائے قادیان آنے کا فائدہ ہونے کے اُلٹا نقصان ہو جائے گا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ میر صاحب نے مجھ سے کچھ کہا تو تھا مگر مَیں اُس وقت اپنے فکروں میں اتنا محو تھا کہ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے معلوم نہیں کہ میر صاحب نے کیا کہا اور کیا نہیں کہا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ چند دن سے ایک خیال میرے دماغ میں اس زور کے ساتھ پیدا ہو رہا ہے کہ اس نے دوسری باتوں سے مجھے بالکل محو کر دیا ہے۔ (یہ بڑے غور سے سننے والی بات ہے) بس ہر وقت اُٹھتے بیٹھتے وہی خیال میرے سامنے رہتا ہے، میں باہر لوگوں میں بیٹھا ہوتا ہوں اور کوئی شخص مجھ سے کوئی بات کرتا ہے تو اُس وقت بھی میرے دماغ میں وہی خیال چکر لگا رہا ہوتا ہے۔ وہ شخص سمجھتا ہو گا کہ میں اُس کی بات سن رہا ہوں مگر میں اپنے اس خیال میں محو ہوتا ہوں۔ جب میں گھر جاتا ہوں تو وہاں بھی وہی خیال میرے ساتھ ہوتا ہے۔ غرض ان دنوں یہ خیال اس زور کے ساتھ میرے دماغ پر غلبہ پائے ہوئے ہے کہ کسی اور خیال کی گنجائش نہیں رہی۔ وہ خیال کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ (میرے آنے کی اصل غرض کیا ہے؟) میرے آنے کی اصل غرض یہ ہے کہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاوے جو سچی مومن ہو اور خدا پر حقیقی ایمان لائے اور اُس کے ساتھ حقیقی تعلق رکھے اور اسلام کو اپنا شعار بنائے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ پر کاربند ہو اور اصلاح و تقویٰ کے رستے پر چلے اور اخلاق کا اعلیٰ نمونہ قائم کرے، تا پھر ایسی جماعت کے ذریعہ دنیا ہدایت پاوے اور خدا کا منشاء پورا ہو۔ پس اگر یہ غرض پوری نہیں ہوتی تو اگر دلائل و براہین سے ہم نے دشمن پر غلبہ بھی پا لیا اور اُس کو پوری طرح زیر بھی کر لیا (یعنی فتح کر لیا) تو پھر بھی ہماری فتح کوئی فتح نہیں۔ کیونکہ اگر ہماری بعثت کی اصل غرض پوری نہ ہوئی تو گویا ہمارا سارا کام رائیگاں گیا۔ مگر میں دیکھ رہا ہوں کہ دلائل و براہین کی فتح کے تو نمایاں طور پر نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور دشمن بھی اپنی کمزوری محسوس کرنے لگا ہے لیکن جو ہماری بعثت کی اصل غرض ہے، اس کے متعلق ابھی تک جماعت میں بہت کمی ہے اور بڑی توجہ کی ضرورت ہے۔ پس یہ خیال ہے جو مجھے آج کل کھا رہا ہے اور یہ اس قدر غالب

ہو رہا ہے کہ کسی وقت بھی مجھے نہیں چھوڑتا۔‘‘

(سیرت المہدی مرتبہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ جلد 1 حصہ اول صفحہ 235-236 روایت نمبر 258)

پس یہ درد ہے جس نے آپ کو بے چین کر دیا تھا۔ مختلف وقتوں میں آپ نے جماعت کو نصائح فرمائیں کہ احمدی کو کیسا ہونا چاہئے۔ دوسری کتابوں کے علاوہ ملفوظات جو آپ کی مجالس کی مختصراً رپورٹس ہوتی تھیں، تفصیلی نہیں، اُس کی بھی دس جلدیں ہیں۔ اور ان دسوں میں سے کسی جلد کو بھی آپ لے لیں، اس میں آپ نے جماعت سے توقعات اور جماعت کو نصائح، عملی حالتوں کی تبدیلی کا یہ مضمون مختلف حوالوں اور مختلف زاویوں سے ہر جگہ، ہر مجلس میں بیان فرمایا ہوا ہے۔ ان میں سے چند ایک اس وقت میں پیش کرتا ہوں۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

’’جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو اور اجتماع کرو۔ خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہی تعلیم دی تھی کہ تم وجودِ واحد رکھو ورنہ ہوا نکل جائے گی۔ نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لیے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی۔ اگر اختلاف ہو، اتحاد نہ ہو تو پھر بے نصیب رہو گے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ آپس میں محبت کرو اور ایک دوسرے کے لیے غائبانہ دُعا کرو‘‘۔ (اب ہمیں یہ دیکھنے کی، جائزہ لینے کی ضرورت ہے کہ کتنے ہیں جو ایک دوسرے کے لئے غائبانہ دعا کرتے ہیں) ’’اگر ایک شخص غائبانہ دعا کرے تو فرشتہ کہتا ہے کہ تیرے لیے بھی ایسا ہی ہو۔ کیسی اعلیٰ درجہ کی بات ہے۔ اگر انسان کی دعا منظور نہ ہو تو فرشتہ کی تو منظور ہوتی ہے۔ مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو۔‘‘

فرمایا: ’’مَیں دو ۲ ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو۔ وہ نمونہ دکھلاؤ کہ غیروں کے لیے کرامت ہو۔ یہی دلیل تھی جو صحابہؓ میں پیدا ہوئی تھی۔ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ (آل عمران: 104) یاد رکھو! تالیف ایک اعجاز ہے۔ یاد رکھو! جب تک تم میں ہر ایک ایسا نہ ہو کہ جو اپنے لیے پسند کرتا ہے وہی اپنے بھائی کے لیے پسند کرے، وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔ وہ مصیبت اور بلا میں ہے۔ اس کا انجام اچھا نہیں۔......‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’...... یاد رکھو بُغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی۔ وہ ضرور ہو

گی۔ تم کیوں صبر نہیں کرتے۔ جیسے طبّی مسئلہ ہے کہ جب تک بعض امراض میں قلع قمع نہ کیا جاوے، مرض دفع نہیں ہوتا۔ میرے وجود سے انشاء اللہ ایک صالح جماعت پیدا ہوگی۔ باہمی عداوت کا سبب کیا ہے بخل ہے، رعونت ہے، خود پسندی ہے اور جذبات ہیں۔ ...... ایسے تمام لوگوں کو جماعت سے الگ کر دوں گا جو اپنے جذبات پر قابو نہیں پا سکتے اور باہم محبت اور اخوت سے نہیں رہ سکتے۔ جو ایسے ہیں وہ یاد رکھیں کہ وہ چند روزہ مہمان ہیں۔ جبتک کہ عمدہ نمونہ نہ دکھائیں۔ میں کسی کے سبب سے اپنے اُوپر اعتراض لینا نہیں چاہتا۔ ایسا شخص جو میری جماعت میں ہو کر میرے منشاء کے موافق نہ ہو، وہ خشک ٹہنی ہے۔ اُس کو اگر باغبان کاٹے نہیں تو کیا کرے۔ خشک ٹہنی دوسری سبز شاخ کے ساتھ رہ کر پانی تو چوستی ہے مگر وہ اُس کو سرسبز نہیں کر سکتا بلکہ وہ شاخ دوسری کو بھی لے بیٹھتی ہے۔ پس ڈرو میرے ساتھ وہ نہ رہے گا جو اپنا علاج نہ کرے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 48-49)

یہ حوالہ ہم پہلے بھی کئی دفعہ سنتے ہیں، پڑھتے ہیں لیکن اُس حوالے کے ساتھ ملا کر دیکھیں جس میں آپ نے درد کا اظہار کیا ہے کہ کئی دن سے مجھے اور کسی چیز کا ہوش ہی نہیں سوائے اس بات کے کہ جماعت کی عملی اصلاح ہو جائے، تو پھر ایک خاص فکر پیدا ہوتی ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ کس وقت کوئی آدمی سچا مومن کہلا سکتا ہے؟ فرمایا کہ:

’’مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ جب تک ہر بات پر اللہ تعالیٰ مقدّم نہ ہو جاوے اور دل پر نظر ڈال کر وہ نہ دیکھ سکے کہ یہ میرا ہی ہے، اس وقت تک کوئی سچا مومن نہیں کہلا سکتا۔ ایسا آدمی تو اول (عرف عام) کے طور پر مومن یا مسلمان ہے۔ جیسے چوہڑے کو بھی مُصلّی یا مومن کہہ دیتے ہیں۔ مسلمان وہی ہے جو اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ (البقرة: 113) کا مصداق ہو گیا ہو۔ وَجْہٌ مونہ کو کہتے ہیں مگر اس کا اطلاق ذات اور وجود پر بھی ہوتا ہے۔ پس جس نے ساری طاقتیں اللہ کے حضور رکھ دی ہوں وہی سچا مسلمان کہلانے کا مستحق ہے۔ مجھے یاد آیا کہ ایک مسلمان نے کسی یہودی کو دعوت اسلام کی کہ تُو مسلمان ہو جا۔ مسلمان (وہ دعوتِ اسلام دینے والا جو تھا) خود فسق و فجور میں مبتلا تھا۔ یہودی نے اس فاسق مسلمان کو کہا کہ تُو پہلے اپنے آپ کو دیکھ اور تُو اس بات پر مغرور نہ ہو کہ تو مسلمان کہلاتا ہے۔ خدا تعالیٰ اسلام کا مفہوم چاہتا ہے نہ نام اور لفظ۔‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’...... یاد رکھو کہ صرف لفّاظی اور لسّانی کام نہیں آ سکتی، جب تک کہ عمل نہ ہو۔ محض باتیں عنداللہ

کچھ بھی وقعت نہیں رکھتیں چنانچہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے: كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَاللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَالَا تَفْعَلُوْنَ (الصف:4)"۔

پھر فرمایا کہ اگر تم اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہو تو پہلے خود تقویٰ اور طہارت اختیار کرو۔ فرماتے ہیں کہ: " صَابِرُوْا وَرَابِطُوْا۔ (قرآنِ کریم میں آل عمران کی آیت 201 ہے) جس طرح دشمن کے مقابلہ پر سرحد پر گھوڑا ہونا ضروری ہے تا کہ دشمن حد سے نہ نکلنے پاوے۔ اسی طرح تم بھی تیار رہو۔ ایسا نہ ہو کہ دشمن سرحد سے گزر کر اسلام کو صدمہ پہنچائے۔ میں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ اگر تم اسلام کی حمایت اور خدمت کرنا چاہتے ہو تو پہلے خود تقویٰ اور طہارت اختیار کرو جس سے خود تم خدا تعالیٰ کی پناہ کے حصنِ حصین میں آسکو۔ اور پھر تم کو اس خدمت کا شرف اور استحقاق حاصل ہو۔ تم دیکھتے ہو کہ مسلمانوں کی بیرونی طاقت کیسی کمزور ہو گئی ہے۔ قومیں ان کو نفرت و حقارت کی نظر سے دیکھتی ہیں"۔ (اور آج جب ہم دیکھتے ہیں تو یہ حالت تو پہلے سے بھی بڑھ کر ہوئی ہوئی ہے) فرمایا کہ "اگر تمہاری اندرونی اور قلبی طاقت بھی کمزور اور پست ہو گئی تو بس پھر تو خاتمہ ہی سمجھو۔ تم اپنے نفسوں کو ایسے پاک کرو کہ قُدسی قوت ان میں سرایت کرے اور وہ سرحد کے گھوڑوں کی طرح مضبوط اور محافظ ہو جائیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہمیشہ متقیوں اور راستبازوں ہی کے شامل حال ہوا کرتا ہے۔ اپنے اخلاق اور اطوار ایسے نہ بناؤ جن سے اسلام کو داغ لگ جاوے۔ بدکاروں اور اسلام کی تعلیم پر عمل نہ کرنے والے مسلمانوں سے اسلام کو داغ لگتا ہے۔ کوئی مسلمان شراب پی لیتا ہے تو کہیں قے کرتا پھرتا ہے۔ پگڑی گلے میں ہوتی ہے۔ موریوں اور گندی نالیوں میں گرتا پھرتا ہے۔ پولیس کے جوتے پڑتے ہیں۔ ہندو اور عیسائی اس پر ہنستے ہیں۔ اس کا ایسا خلاف شرع فعل اس کی ہی تضحیک کا موجب نہیں ہوتا بلکہ در پردہ اس کا اثر نفسِ اسلام تک پہنچتا ہے۔ مجھے ایسی خبریں یا جیل خانوں کی رپورٹیں پڑھ کر سخت رنج ہوتا ہے جب مَیں دیکھتا ہوں کہ اس قدر مسلمان بدعملیوں کی وجہ سے موردِ عتاب ہوئے۔ دل بے قرار ہو جاتا ہے کہ یہ لوگ جو صراطِ مستقیم رکھتے ہیں اپنی بداعتدالیوں سے صرف اپنے آپ کو نقصان نہیں پہنچاتے بلکہ اسلام پر ہنسی کراتے ہیں...... میری غرض اس سے یہ ہے کہ مسلمان لوگ مسلمان کہلا کر ان ممنوعات اور منہیات میں مبتلا ہوتے ہیں جو نہ صرف ان کو بلکہ اسلام کو مشکوک کر دیتے ہیں۔ پس اپنے چال چلن اور اطوار ایسے بنالو کہ کفار کو بھی تم پر (جو دراصل اسلام پر ہوتی ہے) نکتہ چینی کرنے کا موقعہ نہ ملے۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 76 تا 78)

آج کل جو اعتراضات ہو رہے ہیں وہ یہی ہو رہے ہیں کہ قرآنِ کریم کی اگر تعلیم یہی ہے تو مسلمانوں کے عمل اس کے مطابق کیوں نہیں؟ جہاں جاؤ یہی سوال اُٹھتا ہے اور یہی اعتراض ہوتا ہے۔ اور آج کل جماعت احمدیہ ہی ہے جس نے اپنی حالتوں کو بدل کر ان اعتراضوں کو دھونا ہے۔ اس کے لئے ہمیں بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔

پھر آپ شکر کے بارے میں فرماتے ہیں کہ شکر اگر کرنا ہے تو تقویٰ اور طہارت کو اختیار کرنا ہو گا۔ فرمایا کہ:

''تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے۔ مسلمان پوچھنے پر اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہہ دینا سچا سپاس اور شکر نہیں ہے''۔ (یہ کوئی شکر گزاری نہیں کہ کوئی پوچھے مسلمان ہو؟ الحمدللہ ہم مسلمان ہیں) ''اگر تم نے حقیقی سپاس گزاری یعنی طہارت اور تقویٰ کی راہیں اختیار کر لیں تو مَیں تمہیں بشارت دیتا ہوں کہ تم سرحد پر کھڑے ہو، کوئی تم پر غالب نہیں آ سکتا۔ مجھے یاد ہے کہ ایک ہندو سررشتہ دار نے جس کا نام جگن ناتھ تھا اور جو ایک متعصب ہندو تھا بتلایا کہ امرتسر یا کسی جگہ میں وہ سررشتہ دار تھا جہاں ایک ہندو اہلکار در پردہ نماز پڑھا کرتا تھا'' (ہندو تھا، مسلمان ہو گیا لیکن اپنا آپ ظاہر نہیں کیا۔ نمازیں باقاعدہ پڑھتا تھا۔) ''مگر بظاہر ہندو تھا۔'' جو سررشتہ دار ہے وہ بتانے لگا، جو سرکاری افسر تھا وہ کہنے لگا کہ ''مَیں اور دیگر دوسرے سارے ہندو اُسے بہت برا جانتے تھے اور ہم سب اہلکاروں نے مل کر ارادہ کر لیا کہ اس کو ضرور موقوف کرائیں''۔ (نوکری سے فارغ کروائیں) ''سب سے زیادہ شرارت میرے دل میں تھی۔ میں نے کئی بار شکایت کی'' (اپنے افسروں کو شکایت کرتا تھا) ''کہ اس نے یہ غلطی کی ہے۔ اور یہ خلاف ورزی کی ہے۔ مگر اس پر کوئی التفات نہ ہوتی تھی''۔ (افسران اس پر کوئی توجہ نہیں دیتے تھے) ''لیکن ہم نے ارادہ کر لیا ہوا تھا کہ اسے ضرور موقوف کرا دیں گے۔ اور اپنے اس ارادہ میں کامیاب ہونے کے لئے بہت سی نکتہ چینیاں بھی جمع کر لی تھیں اور مَیں وقتاً فوقتاً ان نکتہ چینیوں کو صاحب بہادر کے رُوبرو پیش کر دیا کرتا تھا۔ صاحب اگر بہت ہی غصّہ ہو کر اس کو بلا بھی لیتا تھا تو جوں ہی وہ سامنے آ جاتا تو گویا آگ پر پانی پڑ جاتا''۔ (اس کا غصہ ٹھنڈا ہو جاتا) ''معمولی طور پر نہایت نرمی سے اُسے فہمائش کر دیتا۔ گویا اس سے کوئی قصور سرزد ہی نہیں ہوا۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 78-79)

تو یہ ہے کہ تقویٰ ہو، اللہ تعالیٰ سے تعلق ہو تو پھر کوئی مشکل جو ہے وہ کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ کوئی کوشش نقصان نہیں پہنچا سکتی۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’یہ بات بھی خوب یاد رکھنی چاہیے کہ ہر بات میں منافع ہوتا ہے۔ دنیا میں دیکھ لو۔ اعلیٰ درجہ کی نباتات سے لے کر کیڑوں اور چوہوں تک بھی کوئی چیز ایسی نہیں، جو انسان کے لئے منفعت اور فائدے سے خالی ہو۔ یہ تمام اشیاء خواہ وہ ارضی ہیں یا سماوی اللہ تعالیٰ کی صفات کے اظلال اور آثار ہیں‘‘۔ (اللہ تعالیٰ کی صفات کے سائے ہیں۔) ’’اور جب صفات میں نفع ہی نفع ہے تو بتلاؤ کہ ذات میں کس قدر نفع اور سود ہو گا‘‘۔ (یعنی یہ صفات ہیں تو اللہ تعالیٰ کی ذات سے اگر تعلق پیدا کر لو گے تو کس قدر نفع ہے) ’’اس مقام پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ جیسے ان اشیاء سے کسی وقت نقصان اٹھاتے ہیں تو اپنی غلطی اور نافہمی کی وجہ سے۔ اس لئے نہیں کہ نفس الامر میں ان اشیاء میں مَضرّت ہی ہے‘‘۔ (یعنی اس لئے نہیں ہوتا کہ ان کی اصل میں، ان چیزوں کی بنیاد میں ہی نقصان رکھا ہوا ہے۔) ’’نہیں، بلکہ اپنی غلطی اور خطا کاری سے‘‘۔ (نقصان ہوتا ہے) ’’اسی طرح پر ہم اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں ورنہ خدا تعالیٰ تو ہمہ رحم اور کرم ہے۔ دنیا میں تکلیف اٹھانے اور رنج پانے کا یہی راز ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی سُوءِ فہم اور قصورِ علم کی وجہ سے مبتلائے مصائب ہوتے ہیں‘‘۔ (یہ سوال بھی اکثر لوگ کرتے رہتے ہیں کہ کیوں مصیبتیں آتی ہیں؟ مصیبتیں ہماری اپنی غلطیوں کی وجہ سے آتی ہیں) ’’پس اس صفاتی آنکھ کے ہی روزن سے ہم اللہ تعالیٰ کو رحیم اور کریم اور حد سے زیادہ قیاس سے باہر نافع ہستی پاتے ہیں‘‘۔ (یہی اگر صفاتی آنکھ سے ہم دیکھتے ہیں تو تبھی ہمیں اللہ تعالیٰ کریم اور رحیم نظر آتا ہے اور اُس سے ہر فائدہ پہنچتا ہے۔ اور وہ ہستی نظر آتی ہے جس سے فائدہ پہنچ سکتا ہے اور پہنچتا ہے) فرمایا ’’اور ان منافع سے زیادہ بہرہ ور وہی ہوتا ہے جو اس کے زیادہ قریب اور نزدیک ہوتا جاتا ہے۔ اور یہ درجہ ان لوگوں کو ہی ملتا ہے جو متقی کہلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں جگہ پاتے ہیں۔ جوں جوں متقی خدا تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے ایک نورِ ہدایت اسے ملتا ہے جو اس کی معلومات اور عقل میں ایک خاص قسم کی روشنی پیدا کرتا ہے اور جوں جوں دُور ہوتا جاتا ہے ایک تباہ کرنے والی تاریکی اس کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ صُمٌّ بُكْمٌ عُمْيٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُونَ (البقرۃ:19) کا مصداق ہو کر ذلّت اور تباہی کا مورد بن جاتا ہے۔ مگر اس کے بالمقابل نور اور روشنی سے بہرہ ور انسان اعلیٰ درجہ کی راحت اور عزت پاتا ہے۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر:28-29) یعنی اے وہ نفس جو اطمینان یافتہ ہے اور پھر یہ اطمینان خدا کے

ساتھ پایا ہے۔ بعض لوگ حکومت سے بظاہر اطمینان اور سیری حاصل کرتے ہیں۔ بعض کی تسکین اور سیری کا موجب ان کا مال اور عزت ہو جاتی ہے۔ اور بعض اپنی خوبصورت اور ہوشیار اولاد واحفاد کو دیکھ دیکھ کر بظاہر مطمئن کہلاتے ہیں‘‘ (اپنے اولاد اور مددگار اور کام کرنے والوں کو دیکھ کر سمجھتے ہیں کہ ہم بہت ہیں۔ ہمارے لئے اطمینان ہو گیا) ’’مگر یہ لذّت اور انواع واقسام کی لذّاتِ دنیا انسان کو سچا اطمینان اور سچی تسلی نہیں دے سکتیں۔ بلکہ ایک قسم کی ناپاک حرص کو پیدا کر کے طلب اور پیاس کو پیدا کرتی ہیں۔ استسقاء کے مریض کی طرح ان کی پیاس نہیں بجھتی یہاں تک کہ ان کو ہلاک کر دیتی ہے‘‘۔ (دنیادار صرف دنیا کے پیچھے ہی پڑا رہتا ہے۔ آخر ہلاک ہو جاتا ہے) ’’مگر یہاں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وہ نفس جس نے اپنا اطمینان خدا تعالیٰ میں حاصل کیا ہے۔ یہ درجہ بندے کے لئے ممکن ہے۔ اس وقت اس کی خوشحالی باوجود مال ومنال کے دنیوی حشمت اور جاہ وجلال کے ہوتے ہوئے بھی خدا ہی میں ہوتی ہے۔ یہ زروجواہر، یہ دنیا اور اس کے دھندے، اُس کی سچی راحت کا موجب نہیں ہوتے۔ پس جب تک انسان خدا تعالیٰ ہی میں راحت اور اطمینان نہیں پاتا وہ نجات نہیں پا سکتا کیونکہ نجات اطمینان ہی کا ایک مترادف لفظ ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 110-111)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ نفس مطمئنہ کے بغیر انسان نجات نہیں پاسکتا۔ اس کے بارے میں فرمایا کہ:

’’مَیں نے بعض آدمیوں کو دیکھا اور اکثروں کے حالات پڑھے ہیں جو دنیا میں مال و دولت اور دنیا کی جھوٹی لذتیں اور ہر ایک قسم کی نعمتیں اولاد احفاد رکھتے تھے‘‘۔ (یعنی اولاد بھی اور کام کرنے والے مددگار بھی رکھتے تھے) ’’جب مرنے لگے اور ان کو اس دنیا کے چھوڑ جانے اور ساتھ ہی ان اشیاء سے الگ ہونے اور دوسرے عالَم میں جانے کا علم ہوا تو ان پر حسرتوں اور بے جا آرزوؤں کی آگ بھڑکی اور سرد آہیں مارنے لگے۔ پس یہ بھی ایک قسم کا جہنم ہے جو انسان کے دل کو راحت اور قرار نہیں دے سکتا، بلکہ اس کو گھبراہٹ اور بے قراری کے عالَم میں ڈال دیتا ہے۔ اس لیے یہ امر بھی میرے دوستوں کی نظر سے پوشیدہ نہیں رہنا چاہیے کہ اکثر اوقات انسان اہل وعیال اور اموال کی محبت، ہاں ناجائز اور بیجا محبت میں ایسا محو ہو جاتا ہے‘‘۔ (محبت تو ہو سکتی ہے لیکن ناجائز اور بے جا محبت نہیں ہونی چاہئے، اُس میں محو نہیں ہونا چاہئے) ’’اور اکثر اوقات اسی محبت کے جوش اور نشہ میں ایسے ناجائز کام کر گزرتا ہے جو اُس میں اور خدا تعالیٰ میں ایک حجاب پیدا کر دیتے ہیں اور اس کے لیے ایک دوزخ تیار کر دیتے ہیں۔ اس کو اس بات کا علم نہیں ہوتا جب وہ ان سب سے یکا یک علیحدہ کیا جاتا ہے اس گھڑی کی اسے خبر نہیں ہوتی۔ تب وہ ایک

سخت بے چینی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ یہ بات بڑی آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ کسی چیز سے جب محبت ہو تو اس سے جدائی اور علیحدگی پر ایک رنج اور دردناک غم پیدا ہو جاتا ہے۔ یہ مسئلہ اب منقولی ہی نہیں بلکہ معقولی رنگ رکھتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ (الهمزة:8-7)۔ پس یہ وہی غیر اللہ کی محبت کی آگ ہے جو انسانی دل کو جلا کر راکھ کر دیتی ہے اور ایک حیرت ناک عذاب اور درد میں مبتلا کر دیتی ہے۔ مَیں پھر کہتا ہوں کہ یہ بالکل سچی اور یقینی بات ہے کہ نفس مطمئنہ کے بدوں انسان نجات نہیں پا سکتا۔"

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 111-112)

پھر جماعت کو نصائح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو اور درندگی اور اختلاف کو چھوڑ دو۔ ہر ایک قسم کے ہزل اور تمسخر سے مطلقاً کنارہ کش ہو جاؤ، کیونکہ تمسخر انسان کے دل کو صداقت سے دُور کر کے کہیں کا کہیں پہنچا دیتا ہے۔ آپس میں ایک دوسرے کے ساتھ عزّت سے پیش آؤ۔ ہر ایک اپنے آرام پر اپنے بھائی کے آرام کو ترجیح دیوے۔ اللہ تعالیٰ سے ایک سچی صلح پیدا کر لو اور اس کی اطاعت میں واپس آ جاؤ۔ اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں۔

تم یاد رکھو کہ اگر اللہ تعالیٰ کے فرمان میں تم اپنے تئیں لگاؤ گے اور اس کے دین کی حمایت میں ساعی ہو جاؤ گے تو خدا تمام رکاوٹوں کو دور کر دے گا اور تم کامیاب ہو جاؤ گے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ کسان عمدہ پودوں کی خاطر کھیت میں سے ناکارہ چیزوں کو اکھاڑ کر پھینک دیتا ہے اور اپنے کھیت کو خوش نما درختوں اور بار آور پودوں سے آراستہ کرتا اور ان کی حفاظت کرتا اور ہر ایک ضرر اور نقصان سے ان کو بچاتا ہے، مگر وہ درخت اور پودے جو پھل نہ لاویں اور گلنے اور خشک ہونے لگ جاویں ان کی مالک پروا نہیں کرتا کہ کوئی مویشی آ کر ان کو کھا جاوے یا کوئی لکڑہارا ان کو کاٹ کر تنور میں ڈال دیوے۔ سو ایسا ہی تم بھی یاد رکھو اگر تم اللہ تعالیٰ کے حضور میں صادق ٹھہرو گے تو کسی کی مخالفت تمہیں تکلیف نہ دے گی۔ پر اگر تم اپنی حالتوں کو درست نہ کرو اور اللہ تعالیٰ سے فرمانبرداری کا ایک سچا عہد نہ باندھو تو پھر اللہ تعالیٰ کو کسی کی پروا نہیں۔ ہزاروں بھیڑیں اور بکریاں روز ذبح ہوتی ہیں پر اُن پر کوئی رحم نہیں کرتا اور اگر ایک آدمی مارا جاوے تو کتنی باز پرس ہوتی ہے۔ سو اگر تم اپنے آپ کو درندوں کی مانند بیکار اور لاپروا بناؤ گے تو تمہارا بھی ایسا ہی حال ہو گا۔ چاہئے کہ تم

خدا کے عزیزوں میں شامل ہو جاؤ تا کہ کسی وباء کو یا آفت کو تم پر ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ ہو سکے، کیونکہ کوئی بات اللہ تعالیٰ کی اجازت کے بغیر زمین پر ہو نہیں سکتی۔ ہر ایک آپس کے جھگڑے اور جوش اور عداوت کو درمیان میں سے اٹھا دو کہ اب وہ وقت ہے کہ تم ادنیٰ باتوں سے اعراض کر کے اہم اور عظیم الشان کاموں میں مصروف ہو جاؤ......۔‘‘ فرمایا: ’’......اس بات کو وصیت کے طور پر یاد رکھو کہ ہرگز تندی اور سختی سے کام نہ لینا۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 266 تا 268)

ہمیشہ نرمی سے سمجھاؤ اور جوش کو ہرگز کام میں نہ لاؤ۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

’’آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ حقوقِ اخوت کو ہرگز نہ چھوڑو، ورنہ حقوق اللہ بھی نہ رہیں گے۔‘‘ پھر فرمایا: ’’مجھے یہی بتایا گیا ہے کہ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ (الرعد: 12) اللہ تعالیٰ کسی حالت میں قوم میں تبدیلی نہ کرے گا جبتک لوگ دلوں کی تبدیلی نہ کریں گے۔ ان باتوں کو سن کر یوں تو ہر شخص جواب دینے کو تیار ہو جاتا ہے کہ ہم نماز پڑھتے ہیں، استغفار بھی کرتے ہیں، پھر کیوں مصائب اور ابتلا آ جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی باتوں کو جو سمجھ لے وہی سعید ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا منشا کچھ اَور ہوتا ہے۔ سمجھا کچھ اَور جاتا ہے اور پھر اپنی عقل اور عمل کے پیمانہ سے اسے ماپا جاتا ہے۔ یہ ٹھیک نہیں۔ ہر چیز جب اپنے مقررہ وزن سے کم استعمال کی جاوے تو وہ فائدہ نہیں ہوتا جو اس میں رکھا گیا ہے۔ مثلاً ایک دوائی جو تولہ کھانی چاہئے اگر تولہ کی بجائے ایک بوند استعمال کی جاوے تو اس سے کیا فائدہ ہوگا اور اگر روٹی کی بجائے کوئی ایک دانہ کھالے تو کیا وہ سیری کا باعث ہو سکے گا؟ اور پانی کے پیالے کی بجائے ایک قطرہ سیراب کر سکے گا؟ ہرگز نہیں۔ یہی حال اعمال کا ہے۔ جب تک وہ اپنے پیمانہ پر نہ ہوں وہ اوپر نہیں جاتے ہیں۔ یہ سنّت اللہ ہے جس کو ہم بدل نہیں سکتے۔......‘‘ فرمایا: ’’...... بھائی کی ہمدردی کرنا صدقات خیرات کی طرح ہی ہے۔......اور یہ حق، حق العباد کا ہے جو فرض ہے۔ جیسے خدا تعالیٰ نے صوم وصلوٰۃ اپنے لیے فرض کیا ہے اسی طرح اس کو بھی فرض ٹھہرایا ہے کہ حقوق العباد کی حفاظت ہو۔‘‘

فرمایا: ’’......جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے۔ قرآن شریف فرماتا ہے: مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ......الآیۃ (المائدۃ: 33)۔ یعنی جو شخص کسی نفس کو بلاوجہ قتل کر دیتا

ہے وہ گویا ساری دنیا کو قتل کرتا ہے۔ ایسا ہی مَیں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تو اس نے ساری دنیا کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔ زندگی سے اس قدر پیار نہ کرو کہ ایمان ہی جاتا رہے۔ حقوق اخوت کو کبھی نہ چھوڑو......"۔ اگر ہم لوگ اس بات کو بھی سمجھ لیں تو بہت سارے ہمارے لڑائی جھگڑے، رنجشیں، مقدمے سب ختم ہو سکتے ہیں۔

فرمایا: "...... یاد رکھو کہ سارے فضل ایمان کے ساتھ ہیں۔ ایمان کو مضبوط کرو۔ قطع حقوق معصیت ہے۔......" جب حقوق کو کاٹو گے، ختم کرو گے تو یہ گناہ ہے۔ فرمایا: "...... یہ جماعت جس کو خدا تعالیٰ نمونہ بنانا چاہتا ہے اگر اس کا بھی یہی حال ہوا کہ ان میں اخوت اور ہمدردی نہ ہو تو بڑی خرابی ہوگی۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 351 تا 353)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

"ہماری جماعت (جس سے مخالف بُغض رکھتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ یہ جماعت ہلاک اور تباہ ہو جاوے) کو یاد رکھنا چاہیے کہ مَیں اپنے مخالفوں سے باوجود اُن کے بُغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو اور اپنے چال چلن کا عمدہ نمونہ دکھاوے۔ وہ قرآن شریف کی تعلیم پر سچّی عامل ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فنا ہو جاوے۔ ان میں باہم کسی قسم کا بُغض و کینہ نہ رہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے ساتھ پوری اور سچی محبت کرنے والی جماعت ہو۔ لیکن اگر کوئی شخص اس جماعت میں داخل ہو کر بھی اس غرض کو پورا نہیں کرتا اور سچّی تبدیلی اپنے اعمال سے نہیں دکھاتا وہ یاد رکھے کہ دشمنوں کی اس مراد کو پورا کر دے گا۔ وہ یقیناً ان کے سامنے تباہ ہو جاوے گا۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ کسی کا رشتہ نہیں اور وہ کسی کی پروا نہیں کرتا۔ وہ اولاد جو انبیاء کی اولاد کہلاتی تھی یعنی بنی اسرائیل جن میں کثرت سے نبی اور رسول آئے اور خدا تعالیٰ کے عظیم الشان فضلوں کے وہ وارث اور حقدار ٹھہرائے گئے تھے۔ لیکن جب اس کی روحانی حالت بگڑی اور اُس نے راہِ مستقیم کو چھوڑ دیا، سرکشی اور فسق و فجور کو اختیار کیا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ وہ ضُرِبَتۡ عَلَیۡہِمُ الذِّلَّۃُ وَ الۡمَسۡکَنَۃُ (البقرۃ: 62) کی مصداق ہوئی۔ خدا تعالیٰ کا غضب ان پر ٹوٹ پڑا۔...... یہ کس قدر عبرت کا مقام ہے۔ بنی اسرائیل کی حالت ہر وقت ایک مفید سبق ہے۔ اسی طرح یہ قوم جس کو خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے بنایا ہے وہ قوم ہے کہ خدا تعالیٰ اس پر بڑے بڑے فضل کرے گا۔ لیکن اگر کوئی اس جماعت میں داخل ہو کر خدا تعالیٰ سے سچّی محبت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچّی اور کامل اتباع نہیں کرتا وہ چھوٹا ہو یا بڑا کاٹ ڈالا جائے گا اور خدا تعالیٰ کے غضب کا

نشانہ ہوگا۔ پس تمہیں چاہیے کہ کامل تبدیلی کرو اور جماعت کو بدنام کرنے والے نہ ٹھہرو۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 187۔188)

پس یہ وہ معیار ہے جو ہم سب نے حاصل کرنے کی کوشش کرنی ہے اور کرنی چاہئے۔ تقویٰ پر چلنا، اپنے اعمال کی اصلاح کرنا، اپنے ایمان کے معیار بلند کرنا، یہ باتیں کوئی معمولی باتیں نہیں ہیں۔ ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے تو اُس کی توقعات پر پورا اترنے کے لئے ہمیں پوری طرح سعی و کوشش کرنی چاہئے۔ ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو ہمیں انجام دینے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور ہر بدی سے ہمیں مکمل طور پر نفرت کا اظہار کرنا چاہئے۔ محبت، پیار اور اخوّت کو بڑھانے کی ہمیں ضرورت ہے۔ ہمیں ایک دوسرے کا مددگار بننے کی ضرورت ہے۔ تبھی ہم اپنی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

آج مَیں پھر یاددہانی کے طور پر آپ کو اسلامی ممالک خاص طور پر سیریا یا مصر وغیرہ جہاں فساد ہیں، خاص طور پر شام وہاں بہت زیادہ ظلم ہو رہے ہیں، اُن کے لئے دعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں، اسی طرح پاکستان کے احمدیوں کے لئے بھی۔ پاکستان میں احمدیوں پر بہت ظلم ہو رہے ہیں اور ہر طرح سے اُن کو عدمِ تحفظ کا احساس دلایا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اُن سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور یہ لوگ جو فتنہ پرداز اور امن برباد کرنے والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جلدی اپنی پکڑ میں لے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 فروری 2014ء تا 06 مارچ 2014ء جلد 21 شمارہ 09 صفحہ 05 تا 09)

7

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14 فروری 2014ء بمطابق 14 تبلیغ 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات کے حوالے سے کچھ ذکر کروں گا جو اپنے نشانات کے بارے میں آپ نے تحریر فرمایا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس ضمن میں یہ ایک اصولی بات بڑی واضح طور پر فرمائی کہ اصل مقصد، یہ نشانات جو ابھی ظاہر ہوئے یا ہو رہے ہیں یا آئندہ ہوتے رہیں گے، ان کا مقصد یہ ہے کہ اس زمانے میں خدا تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے اسلام کی صداقت کو دنیا پر واضح کرنا چاہتا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو دنیا پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ یہ نشانات جہاں غیروں کے اور اسلام پر اعتراض کرنے والوں کے منہ بند کرتے ہیں، وہاں مسلمانوں کے لئے بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا ثبوت ہیں کہ آپ ہی وہ جری اللہ ہیں جن کو اسلام کی نشأۃ ثانیہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اس وقت میں براہین احمدیہ سے ایک اقتباس پیش کرتا ہوں جس سے آپ کے اس بیان کا اظہار ہوتا ہے اور اس کی روح کا پتا لگتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"یہ سب اہتمام اس لئے کیا گیا کہ تا جو لوگ فی الحقیقۃ راہِ راست کے خواہاں اور جُویاں ہیں ان پر بکمال انکشاف ظاہر ہو جائے کہ تمام برکات اور انوار اسلام میں محدود اور محصور ہیں اور تا جو اس زمانہ کے ملحد ذرّیت ہے اس پر خدائے تعالیٰ کی حجت قاطعہ اِتمام کو پہنچے اور تا ان لوگوں کی فطرتی شیطنت ہر یک منصف پر ظاہر ہو کہ جو ظلمت سے دوستی اور نور سے دشمنی رکھ کر حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے

مراتب عالیہ سے انکار کر کے اس عالی جناب کی شان کی نسبت پُرخبث کلمات مونہہ پر لاتے ہیں اور اس افضل البشر پر ناحق کی تہمتیں لگاتے ہیں اور بباعث غایت درجہ کی کور باطنی کے اور بوجہ نہایت درجہ کی بے ایمانی کے اس بات سے بے خبر ہو رہے ہیں کہ دنیا میں وہی ایک کامل انسان آیا ہے جس کا نور آفتاب کی طرح ہمیشہ دنیا پر اپنی شعاعیں ڈالتا رہا ہے اور ہمیشہ ڈالتا رہے گا۔ اور تا ان تحریرات حقّہ سے اسلام کی شان وشوکت خود مخالفوں کے اقرار سے ظاہر ہو جائے۔ اور تا جو شخص سچی طلب رکھتا ہو اس کے لئے ثبوت کا راستہ کھل جائے۔ اور جو اپنے میں کچھ دماغ رکھتا ہو اس کی دماغ شکنی ہو جائے۔ اور نیز ان کشوف اور الہامات کے لکھنے کا یہ بھی ایک باعث ہے'' (جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الہامات ہیں) ''کہ تا اس سے مومنوں کی قوت ایمانی بڑھے اور ان کے دلوں کو تثبت اور تسلی حاصل ہو۔ اور وہ اس حقیقت حقّہ کو بہ یقین کامل سمجھ لیں کہ صراط مستقیم فقط دین اسلام ہے اور اب آسمان کے نیچے فقط ایک ہی نبی اور ایک ہی کتاب ہے یعنی حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے اور ظلماتی پردے اٹھتے ہیں اور اسی جہان میں سچی نجات کے آثار نمایاں ہوتے ہیں اور قرآن شریف جو سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے جس کے ذریعہ سے حقانی علوم اور معارف حاصل ہوتے ہیں اور بشری آلودگیوں سے دل پاک ہوتا ہے اور انسان جہل اور غفلت اور شبہات کے حجابوں سے نجات پا کر حق الیقین کے مقام تک پہنچ جاتا ہے۔ اور ایک باعث ان کشوف اور الہامات کی تحریر پر اور پھر غیر مذہب والوں کی شہادتوں سے اس کے ثابت کرنے پر یہ بھی ہے کہ تا ہمیشہ کے لئے ایک قوی حجت مسلمانوں کے ہاتھ میں رہے اور جو سفلہ اور ناخدا ترس اور سیاہ دل آدمی ناحق کا مقابلہ اور مکابرہ مسلمانوں سے کرتے ہیں''۔ (اپنی برابری یا بڑائی جتاتے ہیں) ''ان کا مغلوب اور لاجواب ہونا ہمیشہ لوگوں پر ثابت اور آشکار ہوتا رہے اور جو ضلالت اور گمراہی کی ایک زہرناک ہوا آج کل چل رہی ہے اس کی زہر سے زمانہ حال کے طالب حق اور نیز آئندہ کی نسلیں محفوظ رہیں۔ کیونکہ ان الہامات میں ایسی بہت سی باتیں آئیں گی جن کا ظہور آئندہ زمانوں پر موقوف ہے۔ پس جب یہ زمانہ گزر جائے گا اور ایک نئی دنیا نقاب پوشیدگی سے اپنا چہرہ دکھائے گی اور ان باتوں کی صداقت کو جو اس کتاب میں درج ہے بچشم خود دیکھے گی تو ان کی تقویت ایمان کے لئے یہ پیشین گوئیاں بہت فائدہ دیں گی۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔''

(براہین احمدیہ حصہ چہارم، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 555 تا 558 بقیہ حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

براہین احمدیہ کی جو پہلی چار جلدیں ہیں یہ حوالہ ان میں سے ہے اور آپ نے صرف اُس زمانے کے لئے ان الہامات کا اور پیشگوئیوں کا ذکر نہیں فرمایا بلکہ فرمایا کہ آئندہ کی نسلیں اگر اس کو یاد رکھیں تو اس (ضلالت و گمراہی) سے محفوظ رہیں گی۔ اور بہت ساری پیشگوئیاں جو کی گئی ہیں آئندہ زمانوں میں ظاہر ہوں گی۔ اور سب کچھ پیشگوئیاں جو آپ نے کیں یہ اپنے لئے نہیں بلکہ اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام و مرتبہ ہمیں بتانے کے لئے یا دنیا کو بتانے کے لئے ہیں۔ حیرت ہوتی ہے اُن لوگوں پر جو اس روح کی تلاش نہیں کرتے اور اس بات پر اعتراض کر دیتے ہیں کہ آپ کو اس قسم کے الہام ہو رہے ہیں اور جو اردو، انگریزی اور عربی سارے ملا کر ہو رہے ہیں۔ خدا کو پابند تو نہیں کیا جا سکتا۔ خدا تعالیٰ کی مرضی ہے جس مرضی زبان میں اور ایک ہی وقت میں ایک ہی مضمون کو دو، تین، چار زبانوں میں بیان کروا سکتا ہے۔ بہرحال یہ جو الہام ہوئے ان کے پورے ہونے کے گواہ غیر بھی ہوئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اُن پر ظاہر ہوئی۔ روحانی آنکھ رکھنے والوں کے لئے تو براہینِ احمدیہ آج بھی ایک نشان ہے۔ اس میں بیان کردہ مضامین اور نشانات ایمان میں اضافے کا باعث بنتے ہیں اور جیسا کہ آپ نے فرمایا ان باتوں کی صداقت آئندہ نسلیں دیکھیں گی۔ یہ دیکھ کر یقیناً ایمان کو تقویت ملتی ہے۔ یہ کتاب اور آپ علیہ السلام کی دوسری کتابیں ہدایت کا باعث بن رہی ہیں بلکہ ایک نشان ہیں۔ لیکن جن کے دل اندھے ہیں اُن کو آپ کے علوم و معرفت اور نشانات کا کچھ پتا نہیں لگتا، کچھ سمجھ نہیں آتی۔ اللہ تعالیٰ سے اطلاع پا کر جس طرح آپ نے پیشگوئیاں فرمائی ہیں اُن کا ذکر فرماتے ہوئے آپ کشتیٔ نوح میں فرماتے ہیں کہ:

''وہ غیب کی باتیں جو خدا نے مجھے بتلائی ہیں اور پھر اپنے وقت پر پوری ہوئیں وہ دس ہزار سے کم نہیں۔ مگر کتاب نزول المسیح میں جو چھپ رہی ہے نمونہ کے طور پر صرف ڈیڑھ سو ان میں سے مع ثبوت اور گواہوں کے لکھی گئی ہیں۔ اور کوئی ایسی پیشگوئی میری نہیں ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی یا اُس کے دو حصوں میں سے ایک حصہ پورا نہیں ہو چکا۔ اگر کوئی تلاش کرتا کرتا مر بھی جائے تو ایسی کوئی پیشگوئی جو میرے منہ سے نکلی ہو اس کو نہیں ملے گی جس کی نسبت وہ کہہ سکتا ہو کہ خالی گئی۔ مگر بے شرمی سے یا بے خبری سے جو چاہے کہے۔ اور مَیں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہزارہا میری ایسی کھلی کھلی پیشگوئیاں ہیں جو نہایت صفائی سے پوری ہو گئیں جن کے لاکھوں انسان گواہ ہیں۔ ان کی نظیر اگر گزشتہ نبیوں میں تلاش کی جائے تو بجز آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے کسی اَور جگہ ان کی مثل نہیں ملے گی۔ اگر میرے مخالف اسی طریق سے فیصلہ

کرتے تو کبھی سے اُن کی آنکھیں کھل جاتیں اور میں ان کو ایک کثیر انعام دینے کو تیار تھا اگر وہ دنیا میں کوئی نظیر ان پیشگوئیوں کی پیش کر سکتے۔ محض شرارت سے یا حماقت سے یہ کہنا کہ فلاں پیشگوئی پوری نہ ہوئی ہم بجز اس کے کیا کہیں کہ ایسے اقوال کو خباثت اور بدظنی کی طرف منسوب کریں۔ اگر کسی مجمع میں اسی تحقیق کے لئے گفتگو کرتے تو ان کو اپنے قول سے رجوع کرنا پڑتا یا بے حیا کہلانا پڑتا۔ ہزار ہا پیشگوئیوں کا ہُو بہو پورا ہو جانا اور اُن کے پورا ہونے پر ہزار ہا گواہ زندہ پائے جانا یہ کچھ تھوڑی بات نہیں ہے۔ گویا خدائے عزّ وجلّ کو دکھلا دینا ہے۔ کیا کسی زمانہ میں باستثنائے زمانہ نبوی کے کبھی کسی نے مشاہدہ کیا کہ ہزار ہا پیشگوئیاں بیان کی گئیں اور وہ سب کی سب روز روشن کی طرح پوری ہو گئیں اور ہزار ہا لوگوں نے ان کے پورے ہونے پر گواہی دی۔ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ اِس زمانہ میں جس طرح خدا تعالیٰ قریب ہو کر ظاہر ہو رہا ہے اور صدہا امورِ غیب اپنے بندہ پر کھول رہا ہے۔ اس زمانہ کی گزشتہ زمانوں میں بہت ہی کم مثال ملے گی۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 7-6)

جن پیشگوئیوں کے بارے میں آپ نے نزول المسیح کا ذکر فرمایا، اُس میں سے تین چار میں نے نمونے کے طور پر رکھی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''یَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَۃُ عَلٰی شَفَتَیْکَ۔ دیکھو براہینِ احمدیہ صفحہ 517۔''

ترجمہ یہ ہے کہ ''اے احمد تیرے لبوں پر رحمت جاری کی جاوے گی۔ بلاغت اور فصاحت اور حقائق اور معارف تجھے عطا کئے جاویں گے۔ سو ظاہر ہے کہ میری کلام نے وہ معجزہ دکھلایا کہ کوئی مقابلہ نہیں کر سکا۔ اس الہام کے بعد بیس ۲۰ سے زیادہ کتابیں اور رسائل مَیں نے عربی بلیغ فصیح میں شائع کئے مگر کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔ خدا نے ان سے زبان اور دل دونو چھین لئے اور مجھے دے دیئے۔''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 510)

پھر آپ ایک اور پیشگوئی کے ذکر میں فرماتے ہیں:

''وَ قَالُوْٓا اَنّٰی لَکَ ھٰذَا۔ اِنْ ھٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ یُّؤْثَرُ۔ لَنْ نُّؤْمِنَ لَکَ حَتّٰی نَرَی اللّٰہَ جَھْرَۃً۔ لَا یُصَدِّقُ السَّفِیْہُ اِلَّا سَیْفَۃَ الْھَلَاکِ۔ عَدُوٌّ لِّیْ وَ عَدُوٌّ لَّکَ۔ قُلْ اَتٰٓی اَمْرُ اللّٰہِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْہ۔ دیکھو صفحہ 518-519 براہینِ احمدیہ۔''

اور ترجمہ اس کا یہ ہے۔ ''اور کہتے ہیں کہ یہ مقام تجھے کہاں سے ملا یہ تو ایک فریب ہے۔ ہم تیرے پر ایمان نہیں لائیں گے جب تک خدا کو نہ دیکھ لیں۔ یہ لوگ تو بجز موت کے نشان کے کبھی مانیں گے

نہیں۔ ان کو کہہ دے کہ مَری یعنی طاعون بھی چلی آتی ہے۔ سو تم مجھ سے جلدی مت کرو۔‘‘

فرمایا کہ: ’’یہ پیشگوئی بیس برس پہلے طاعون کے کی گئی تھی۔‘‘ (نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 510)

طاعون جو آیا تھا اُس سے بیس برس پہلے کی گئی اور کئی سال تک وہ طاعون چلا اور لاکھوں آدمی مرے۔ پھر آپ ایک پیشگوئی کے بارے میں فرماتے ہیں:

’’اَصْحَابُ الصُّفَّةِ وَمَا اَدْرٰكَ مَا اَصْحَابُ الصُّفَّةِ. تَرٰى اَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ. يُصَلُّوْنَ عَلَيْكَ رَبَّنَا اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِىْ لِلْاِيْمَانِ وَ دَاعِيًا اِلَى اللّٰهِ وَسِرَاجًا مُّنِيْرًا. اَمْلُوْا۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ 242۔‘‘

ترجمہ یہ ہے۔ ’’صُفّہ کے دوست، اور تُو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صُفّہ کے دوست۔ تو اُن کی آنکھوں کو دیکھے گا کہ اُن سے آنسو جاری ہیں۔ تیرے پر درود بھیجیں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا! ہم نے ایک آواز دینے والے کی آواز کو سنا جو کہتا تھا کہ اپنے ایمان کو درست کرو اور قوی کرو اور وہ خدا کی طرف بلاتا تھا اور شرک سے دُور کرتا تھا اور وہ ایک چراغ تھا زمین پر روشنی پھیلانے والا۔ (لکھ لو) یہ پیشگوئی جس زمانہ میں براہینِ احمدیہ میں شائع کی گئی، اُس وقت نہ کوئی صُفّہ تھا، نہ اصحاب الصُّفّہ۔‘‘ (یہ جو براہینِ احمدیہ ہے یہ 1882ء کی کتابیں ہیں (ان میں) یہ الہامات ہیں۔) ’’پھر بعد اس کے جو مخلصین قادیان میں ہجرت کر کے آئے اُن کے لئے صُفّے اور مہمانخانے تیار کئے گئے۔ دیکھو یہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئی ہے کہ اُس زمانے میں یہ باتیں بتلائی گئیں جبکہ کسی کو اس طرف خیال بھی نہیں آسکتا تھا کہ ایسا وقت بھی آئے گا کہ قادیان میں ایسے مخلص جمع ہوں گے اور اُن کے لئے صُفّے تیار کئے جاویں گے۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 502-501)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ’’يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَ اللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكَافِرُوْنَ۔ دیکھو براہین احمدیہ صفحہ 240۔

ترجمہ۔ مخالف لوگ ارادہ کریں گے کہ خدا کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے بجھاویں۔ یعنی بہت سے مکر کام میں لاویں گے مگر خدا اپنے نور کو کمال تک پہنچائے گا اگرچہ کافر لوگ کراہت ہی کریں۔ یہ اُس زمانہ کی پیشگوئی ہے کہ جبکہ اس سلسلہ کے مقابل پر مخالفوں کو کچھ جوش اور اشتعال نہ تھا۔‘‘ یعنی مخالفت تھی ہی کوئی نہیں اور پیشگوئی ہو رہی ہے کہ جو مخالف ہیں وہ ختم ہو جائیں گے۔ ’’اور پھر اس پیشگوئی سے دس ۱۰ برس

بعد وہ جوش دکھلایا کہ انتہا تک پہنچ گیا، یعنی تکفیر نامہ لکھا گیا، قتل کے فتوے لکھے گئے اور صدہا کتابیں اور رسالے چھاپ دیئے گئے اور قریباً تمام مولوی مخالف ہو گئے اور کوئی ذلیل سے ذلیل منصوبہ نہ چھوڑا جو میرے تباہ کرنے کے لئے نہ کیا گیا مگر نتیجہ برعکس ہوا اور یہ سلسلہ فوق العادت ترقی کر گیا۔"

(نزول المسیح۔ روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 527-526)

پھر آپ فرماتے ہیں: "اِنْ لَّمْ يَعْصِمْكَ النَّاسُ فَيَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ۔ يَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ وَاِنْ لَّمْ يَعْصِمْكَ النَّاسُ۔ دیکھو براہینِ احمدیہ صفحہ 510۔

ترجمہ۔ اگرچہ لوگ تجھے نہ بچاویں یعنی تباہ کرنے میں کوشش کریں مگر خدا اپنے پاس سے اسباب پیدا کر کے تجھے بچائے گا۔ خدا تجھے ضرور بچالے گا اگرچہ لوگ بچانا نہ چاہیں۔ اب دیکھو کہ یہ کس قوت اور شان کی پیشگوئی ہے اور بچانے کے لئے مکرر وعدہ کیا گیا ہے اور اس میں صاف وعدہ کیا گیا ہے کہ لوگ تیرے تباہ اور ہلاک کرنے کے لئے کوشش کریں گے اور طرح طرح کے منصوبے تراشیں گے مگر خدا تیرے ساتھ ہوگا اور وہ ان منصوبوں کو توڑ دے گا اور تجھے بچائے گا۔ اب سوچو کہ کونسا منصوبہ ہے جو نہیں کیا گیا بلکہ میرے تباہ کرنے اور ہلاک کرنے کے لئے طرح طرح کے مکر کئے گئے۔ چنانچہ خون کے مقدمے بنائے گئے، بے آبرو کرنے کے لئے بہت جوڑ توڑ عمل میں لائے گئے اور ٹکس لگانے کے لئے منصوبے کئے گئے۔ کفر کے فتوے لکھے گئے، قتل کے فتوے لکھے گئے لیکن خدا نے سب کو نامراد رکھا۔ وہ اپنے کسی فریب میں کامیاب نہ ہوئے۔ پس اس قدر زور کا طوفان جو بعد میں آیا مدت دراز پہلے خدا نے اُس کی خبر دے دی تھی۔ خدا سے ڈرو اور سچ بولو کہ کیا یہ علمِ غیب اور تائیدِ الٰہی ہے یا نہیں؟ اور اگر کہو کہ عصمت کا وعدہ چاہتا تھا کہ وہ لوگ کسی قسم کی تکلیف نہ دیں مگر انہوں نے جھوٹے مقدمات کر کے عدالت میں جانے کی تکلیف دی، بہت سی گالیاں دیں، مقدمات کے خرچ سے نقصان کرایا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عصمت سے مراد یہ ہے کہ بڑی آفتوں سے جو دشمنوں کا اصل مقصود تھا بچایا جاوے۔ دیکھو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی عصمت کا وعدہ کیا گیا تھا حالانکہ اُحد کی لڑائی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخت زخم پہنچے تھے اور یہ حادثہ وعدہ عصمت کے بعد ظہور میں آیا تھا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کو فرمایا تھا اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ۔ (المائدۃ: 111) یعنی یاد کر وہ زمانہ کہ جب بنی اسرائیل کو جو قتل کا ارادہ رکھتے تھے مَیں نے تجھ سے روک دیا۔ حالانکہ تواترِ قوی سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور صلیب پر کھینچ دیا تھا لیکن خدا نے آخر جان بچا دی۔ پس یہی معنی اِذْ كَفَفْتُ کے ہیں۔ جیسا کہ وَاللّٰهُ

یَعۡصِمُکَ مِنَ النَّاسِ کے ہیں۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 529-528)

پس یہ تین چار میں نے نمونے رکھے تھے۔ اسی طرح آپ کی کتب جو ہیں وہ بھی ایک نشان ہیں۔ اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:۔

’’میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب مَیں عربی میں یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو مَیں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے اور ہمیشہ میری تحریر گو عربی ہو یا اردو یا فارسی، دو حصہ پر منقسم ہوتی ہے۔ (1) ایک تو یہ کہ بڑی سہولت سے سلسلہ الفاظ اور معانی کا میرے سامنے آتا جاتا ہے اور مَیں اُس کو لکھتا جاتا ہوں اور گو اُس تحریر میں مجھے کوئی مشقّت اٹھانی نہیں پڑتی مگر دراصل وہ سلسلہ میری دماغی طاقت سے کچھ زیادہ نہیں ہوتا۔ یعنی الفاظ اور معانی ایسے ہوتے ہیں کہ اگر خدا تعالیٰ کی ایک خاص رنگ میں تائید نہ ہوتی تب بھی اس کے فضل کے ساتھ ممکن تھا کہ اس کی معمولی تائید کی برکت سے جو لازمہ فطرت خواص انسانی ہے کسی قدر مشقت اٹھا کر اور بہت سا وقت لے کر ان مضامین کو مَیں لکھ سکتا۔ وَاللّٰہُ اَعۡلَمُ۔ (2)۔ دوسرا حصہ میری تحریر کا محض خارق عادت کے طور پر ہے اور وہ یہ ہے کہ جب میں مثلاً ایک عربی عبارت لکھتا ہوں اور سلسلۂ عبارت میں بعض ایسے الفاظ کی حاجت پڑتی ہے کہ وہ مجھے معلوم نہیں ہیں تب ان کی نسبت خدا تعالیٰ کی وحی رہنمائی کرتی ہے اور وہ لفظ وحی مَتلُوّ کی طرح روح القدس میرے دل میں ڈالتا ہے اور زبان پر جاری کرتا ہے اور اس وقت میں اپنی حِسّ سے غائب ہوتا ہوں۔ مثلاً عربی عبارت کے سلسلہ تحریر میں مجھے ایک لفظ کی ضرورت پڑی جو ٹھیک بسیاریٔ عیال کا ترجمہ ہے اور وہ مجھے معلوم نہیں اور سلسلہ عبارت اس کا محتاج ہے تو فی الفور دل میں وحی مَتلُوّ کی طرح لفظ ضفف ڈالا گیا جس کے معنی ہیں بسیاری عیال۔ یا مثلاً سلسلہ تحریر میں مجھے ایسے لفظ کی ضرورت ہوئی جس کے معنی ہیں غم وغصّہ سے چپ ہو جانا اور مجھے وہ لفظ معلوم نہیں تو فی الفور دِل پر وحی ہوئی کہ وَجُوم۔ ایسا ہی عربی فقرات کا حال ہے۔ عربی تحریروں کے وقت میں صدہا بنے ہوئے فقرات وحی مَتلُوّ کی طرح دِل پر وارد ہوتے ہیں اور یا یہ کہ کوئی فرشتہ ایک کاغذ پر لکھے ہوئے وہ فقرات دکھا دیتا ہے اور بعض فقرات آیات قرآنی ہوتے ہیں یا ان کے مشابہ کچھ تھوڑے تصرّف سے۔ اور بعض اوقات کچھ مدّت کے بعد پتہ لگتا ہے کہ فلاں عربی فقرہ جو خدائے تعالیٰ کی طرف سے برنگ وحی متلُوّ القاء ہوا تھا وہ فلاں کتاب میں موجود ہے۔ چونکہ ہر ایک چیز کا خدا مالک ہے اس لئے وہ یہ بھی

اختیار رکھتا ہے کہ کوئی عمدہ فقرہ کسی کتاب کا یا کوئی عمدہ شعر کسی دیوان کا بطور وحی میرے دل پر نازل کرے۔ یہ تو زبان عربی کے متعلق بیان ہے۔ مگر اس سے زیادہ تر تعجب کی یہ بات ہے کہ بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ ان کا لکھا گیا ہے۔ اور مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ یہی عادت اللہ میرے ساتھ ہے اور یہ نشانوں کی قسم میں سے ایک نشان ہے جو مجھے دیا گیا ہے جو مختلف پیرایوں میں امور غیبیہ میرے پر ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور میرے خدا کو اس کی کچھ بھی پرواہ نہیں کہ کوئی کلمہ جو میرے پر بطور وحی القاء ہو وہ کسی عربی یا انگریزی یا سنسکرت کی کتاب میں درج ہو کیونکہ میرے لئے وہ غیب محض ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بہت سے توریت کے قصے بیان کر کے ان کو علم غیب میں داخل کیا ہے کیونکہ وہ قصّے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے علمِ غیب تھا گو یہودیوں کے لئے وہ غیب نہ تھا۔ پس یہی راز ہے جس کی وجہ سے مَیں ایک دنیا کو معجزہ عربی بلیغ کی تفسیر نویسی میں بالمقابل بلاتا ہوں۔ ورنہ انسان کیا چیز اور ابنِ آدم کیا حقیقت کہ غرور اور تکبر کی راہ سے ایک دنیا کو اپنے مقابل پر بلاوے۔‘‘

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 434 تا 436)

آپ کی عربی کتب نے عربوں پر جو اثر کیا اُس کی چند مثالیں اب اس زمانے میں بھی ہیں جو پیش کرتا ہوں۔ چند نہیں بلکہ بہت سی مثالیں ہیں اُن میں سے چند ایک پیش کرتا ہوں۔ اُس زمانے میں تو آپ کی عربی کے مقابلے پر کوئی نہیں آیا لیکن آج بھی عربوں کا جو اظہار ہے وہ کس طرح کا ہے۔

فلسطین کی ہماری ایک خاتون ہیں، وہ کہتی ہیں کہ مروجہ طرزِ فکر کے زیرِ اثر میرا بڑا پکا ایمان تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر موجود ہیں اور آخری زمانے میں آسمان سے نازل ہوں گے اور اُمت کو دیگر اقوام کی غلامی سے تلوار کے زور پر آزاد کروائیں گے۔ نیز تلوار کے زور سے ہی جبراً لوگوں کو اسلام میں داخل کریں گے۔ لہٰذا مجھے بڑی شدت کے ساتھ اس دن کا انتظار تھا۔ پھر جماعت سے میرا تعارف ہوا اور یہ تعارف میرے دیور کے ذریعہ ہوا جو نہ صرف جماعت کے بارے میں میرے ساتھ اکثر بات چیت کرتے تھے بلکہ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی عربی کتب اور لٹریچر بھی بھیجتے رہتے تھے۔ اُن کتب میں مجھے بے مثل اور انمول موتی ملے۔ ایسے معارف کا مطالعہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی نہیں کیا تھا۔ ایسی بلاغت اور اعجاز سے بھرپور عربی کلام جس میں علم و معرفت کے ہیرے رکھ دیئے گئے ہوں میرے لئے بالکل نیا تھا۔ ایسے جواہر پاروں کے مطالعہ سے ہی قاری کا خدا سے تعلق قائم ہونا شروع ہو جاتا ہے اور مکمل اطمینان

ہونے کے بعد میں نے بیعت کر لی۔

پھر الجزائر سے حجاز صاحب ہیں۔ کہتے ہیں کہ مسخ شدہ اسلامی تعلیم اور قرآن کریم کی غلط تفاسیر سے بالکل مایوس ہو چکا تھا۔ علماء کی تشریحات سن کر سوچتا تھا کہ کیا یہ خدا کا کلام ہوسکتا ہے؟ یہاں تک کہ اردن کے احمدی دوست کے ذریعہ احمدیت اور بانی سلسلہ کی تحریرات سے آگاہی ہوئی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تفسیر پڑھنے سے قبل نوافل پڑھ کر دعا کی کہ اللہ تعالیٰ راہِ راست کی طرف رہنمائی فرمائے۔ جیسے جیسے پڑھتا گیا سینہ کھلتا گیا اور اس کلام کی ہیبت سے جسم پر کپکپی طاری ہوگئی اور یقین ہو گیا کہ یہ کسی انسان کا کلام نہیں بلکہ یہ الٰہی وحی ہے۔

پھر فراس صاحب ابوظہبی سے ہیں، یہ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جس قدر کتابیں مجھے مہیا ہوسکیں اُن کے مطالعہ سے نیز ایم ٹی اے کے پروگرام ''الحوار المباشر'' کو باقاعدگی سے دیکھنے سے مجھے جماعتی عقائد پر اطلاع ہوئی۔ شروع میں تو جہالت اور گزشتہ خیالات کی وجہ سے میں نے فوری منفی ردّعمل ظاہر کیا لیکن جب قرآنی آیات واحادیث اور خدائی سنت کا بغور مطالعہ کیا تو میرا دل مطمئن ہونے لگا۔ اب میرے سامنے دو راستے ہو گئے۔ یا تو مَیں مسلسل حضرت عیسیٰ بن مریم کے آسمان سے نزول کا انتظار کئے جاؤں اور اس سے قبل دجال کا انتظار، جس کی بعض ایسی صفات بیان کی گئی ہیں جو صرف خدا تعالیٰ کو زیبا ہیں، جیسے احیائے موتیٰ وغیرہ اور پھر جن بھوتوں کے قصے اور قرآن کریم میں ناسخ ومنسوخ کے عقیدے سے چمٹا رہوں۔ یا پھر حضرت احمد علیہ السلام کو مسیح موعود اور امام مہدی مان لوں جنہوں نے اسلام کو خرافات سے پاک فرمایا ہے اور اسلام کے حسین چہرے کو نکھار کر پیش فرمایا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بھی دفاع فرمایا ہے۔ خیر کہتے ہیں، بہرحال میں نے خدا تعالیٰ سے مدد چاہی اور بہت دعا کی کہ وہ میری رہنمائی فرمائے اور حق اور اپنی رضا کی راہوں پر چلائے۔ چنانچہ میں نے جماعت احمدیہ اور حضرت احمد علیہ السلام کی طرف ایک دلی میلان محسوس کیا۔ پھر کہتے ہیں کہ میں نے قانون پڑھا ہوا ہے۔ جب مَیں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اشعار سنے تو میرا جسم کانپنے لگا اور آنکھوں میں آنسو امڈ آئے اور میں نے زور سے کہا کہ ایسے شعر کوئی مفتری نہیں کہہ سکتا۔ ایک مفتری کے سینے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتنی محبت کیسے ہوسکتی ہے۔ پھر ایک عجمی کا اتنا قوی اور فصیح وبلیغ عربی زبان کا استعمال کرنا بغیر خدائی تائید کے ناممکن ہے۔

پھر عباس صاحب ہیں جو اٹلی میں رہتے ہیں۔ عرب ہیں۔ کہتے ہیں کہ میں باوجود مولویوں کی

ہرزہ سرائی کے ایم ٹی اے العربیہ کا ہو کر رہ گیا تھا۔ ایک دن میں الحوار دیکھ رہا تھا کہ اس میں وقفے کے دوران حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ عربی قصیدہ آ گیا۔

عِلْمِیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ ذِی الْاٰلَاءِ
بِاللّٰہِ حُزْتُ الْفَضْلَ لَا بِدَھَآءِ

(انجام آتھم، روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 282-266)

میں یہ قصیدہ سننے کے ساتھ ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر کو بھی دیکھتا جاتا تھا۔ یہاں تک کہ ایک بے اختیاری کے عالم میں میرے منہ سے بلند آواز سے یہ کلمات نکلے کہ خدا کی قسم! یہ بات کوئی جھوٹا ہرگز نہیں کہہ سکتا۔ یہ شخص لازمی خدا کا فرستادہ ہے۔ ایسا کلام خدا تعالیٰ اور اُس کے رسول کی بے حرمتی کرنے والا نہیں ہو سکتا۔

پھر مراکش کے ایک خالد صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں۔ احمدیت سے تعارف کے بعد مجھے اس بات سے کسی قدر حیرت بھی ہوئی کہ امام مہدی آ کر چلا بھی گیا اور ہم اب اُن کے بارے میں سن رہے ہیں۔ سوچ سوچ کر میں نے خدا تعالیٰ سے رہنمائی کی دعا کی اور جماعت کی عربی ویب سائٹ پر موجود کتب کا مطالعہ شروع کر دیا۔ سب سے پہلی کتاب جو میں نے پڑھی وہ اسلامی اصول کی فلاسفی کا عربی ترجمہ تھا جسے مَیں نے کئی مرتبہ پڑھا۔ اس کتاب میں عدل واحسان اور ایتائ ذی القربیٰ کا مضمون پڑھ کر میری روح بھی وجد کرنے لگی۔ اس کے بعد میں نے ''التبلیغ'' پڑھی اور دیگر کتب کا مطالعہ کیا۔ ان کتب نے روحانی دقائق اور دینی معارف کے ایسے دریا بہائے کہ اکثر میری زبان پر یہ فقرہ آتا تھا کہ مجھے خزانہ مل گیا ہے۔

ہمارے ایک صاحب حمادہ صاحب ہیں اُن کے بارے میں ہانی طاہر صاحب لکھتے ہیں کہ ہماری ویب سائٹ پر انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مریم بننے اور پھر اس مریم میں نفخ روح کے بارے میں پوچھا تھا۔ اس پر اُن سے رابطہ کیا گیا اور کچھ مضامین اور حضور علیہ السلام کے اقتباسات بھجوائے گئے جن سے وہ بہت متاثر ہوئے اور حقیقت پا گئے۔ وہ لکھتے ہیں کہ حضور علیہ السلام کی کتاب ''التبلیغ'' نے میرا سینہ کھول دیا اور مجھے حیرت آمیز خوشی ہوئی کہ اس زمانے میں بھی انبیاء کا پُرنور کلام مجھے پڑھنے کو ملا۔ اپنے سابقہ شکوک وشبہات پر افسوس بھی ہوا۔

یمن کے ایک صاحب حطامی صاحب ہیں، کہتے ہیں کہ ایک صحافی اور ایک محقق ہونے کے ناطے

حقیقتِ حال جاننے کا مجھے شوق تھا۔ لہٰذا جماعت کے مخالفین کی کتب بھی پڑھیں۔ اُن میں ناروا الزام تراشی کے بعد نوبت تکفیر تک پہنچتی نظر آئی۔ مزید تحقیق کے بعد اس نتیجہ پر پہنچا کہ ان میں وہی پرانے غلط الزامات کے سوا کچھ نہیں۔ دوسری طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی عربی دانی وغیرہ جیسے معجزات تھے۔ یہ بھی الٰہی معجزہ تھا کہ امام مہدی کو فارسی الاصل پیدا کیا۔ ضروری نہیں کہ عربوں میں ہی مہدی آتا۔ کیونکہ ہدایت اور نبوت صرف عربوں پر ہی منحصر نہیں، دوسری دنیا کا کیا قصور ہے۔ اسلام کے آخری زمانے میں غریب ہو جانے کا میرے نزدیک ایک یہ بھی مطلب ہے کہ اس کی نشأۃ ثانیہ غیر عرب ملک سے شروع ہو گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچا کہ آپ نے اسلام کا صحیح تصور دوبارہ پیش کیا ہے۔ جس کو لوگوں نے بھلا دیا تھا یا بگاڑ دیا تھا۔ اسلام امن اور سلامتی کا نام ہے۔ لیکن مسلمان آپس میں لڑ مر رہے ہیں۔ کوئی خونی مہدی کا انتظار کر رہا ہے تو کوئی مہدی کے غار سے نکلنے کا منتظر ہے۔ لیکن ایک جماعت احمدیہ ہے جو حقیقی مہدی کو مان کر اُس کی پیروی کر رہی ہے۔

پھر ایران کے ایک صاحب عبیات صاحب ہیں۔ کہتے ہیں میری پیدائش اور پرورش شیعہ خاندان میں ہوئی جہاں شروع سے ہی دینی رجحان تھا۔ میں نے مختلف ٹی وی پروگرامز اور کتب کا مطالعہ کیا لیکن جس طرح سے اسلام کو پیش کیا جا رہا تھا اس سے تسلی نہ ہوتی تھی۔ اور خیال کرتا تھا کہ جس طریق سے اسلام پیش کیا جا رہا ہے، ضرور اس میں کوئی کمی یا کمزوری ہے۔ کیونکہ قرآن تو یہ فرماتا ہے کہ کثرت سے لوگ اس دین میں داخل ہوں گے لیکن آجکل لوگوں کی اکثریت تو اسلام کی حقیقت سے خالی ہے۔ اس پر مجھے یقین ہو گیا کہ رائج الوقت مفاہیم کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ کہتے ہیں ایک روز میرے ایک دوست نے اپنے گھر بلایا اور ایم ٹی اے سے تعارف کروایا۔ اس کے بعد میں نے پروگرام ''الحوار المباشر'' اور بعض دیگر پروگرام دیکھے جن میں آپ کی تفسیر القرآن اور مختلف مسائل پر گہری علمی اور حکیمانہ گفتگو سے بہت متاثر ہوا۔ پہلی بار کسی چینل پر اسلام کے بارے میں علمی طریق سے گفتگو اور رابطہ کرنے والوں کے سوالوں کے قوی دلائل پر مبنی جوابات سنے۔ پھر کہتے ہیں نیز عجیب بات یہ تھی کہ یہ علماء جو غیر از جماعت علماء ہیں، شیعوں کو تو مناظرے کی دعوت دیتے ہیں لیکن جماعت احمدیہ کے مقابلے پر صرف تکفیر بازی اور گالی گلوچ پر اکتفا کرتے ہیں کیونکہ وہ جماعت احمدیہ کے قوی دلائل کا مقابلہ نہیں کر سکتے۔ کہتے ہیں کہ احمدی لوگوں کو قید اور قتل کیا جاتا ہے تو مجھے یقین ہو گیا کہ جماعت کے مخالفین کے پاس سوائے اسلام کو بدنام کرنے والے ان کاموں کے اور کچھ نہیں۔ جب بھی میں ایم ٹی اے دیکھتا ہوں میرا ایمان مضبوط تر ہوتا ہے۔ قرآنِ کریم

میں کسی قسم کے نسخ نہ ہونے کے بارے میں آپ کا عقیدہ معلوم کر کے آپ کی اسلام کے ساتھ محبت کا یقین ہو گیا۔ جب یہ سنا کہ مسیح موعود نے اسلام کی دوسرے مذاہب پر فوقیت ثابت کرنے کے لئے اور اسلام پر ہونے والے اعتراضات کے جواب میں کتاب براہین احمدیہ لکھی ہے تو مجھے اس کی تبلیغ کے بارہ میں آپ کی لگن کا یقین ہو گیا۔ حضرت مسیح موعود اور پھر خلفاء کی کتب پڑھ کر یقین ہو گیا کہ یہ لوگ معمولی آدمی نہیں بلکہ یہ اسلام کے سرگروہ ہیں اور ان کے افکار کی دنیا کو سخت ضرورت ہے۔ حضور علیہ السلام کی عربی زبان کی مہارت اور عرب وعجم کو عربی میں مقابلہ کا چیلنج دینا مخالفین کے لئے گولڈن چانس مہیا کرتا تھا کہ اپنی فوقیت ثابت کر سکیں لیکن وہ ایسا نہ کر سکے۔ ان سب دلائل نے میرے لئے آپ علیہ السلام پر ایمان لانے کے علاوہ کوئی چارہ نہ چھوڑا۔ جماعت کی حقیقت پر آگاہ ہونے کے بعد اس کی تبلیغ کرنا اپنا فرض سمجھتا ہوں۔

اس طرح کے بے شمار واقعات ہیں لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ مَیں چند ایک پیش کروں گا جو پیش کئے ہیں۔

پھر ان نشانات کے ضمن میں ہی ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

’’میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے۔ کیا زمین پر کوئی ایسا انسان زندہ ہے کہ جو نشان نمائی میں میرا مقابلہ کر کے مجھ پر غالب آ سکے۔ مجھے اُس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اب تک دو لاکھ سے زیادہ میرے ہاتھ پر نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور شاید دس ہزار کے قریب یا اس سے زیادہ لوگوں نے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپؐ نے میری تصدیق کی۔ اور اس ملک میں جو بعض نامی اہل کشف تھے جن کا تین تین، چار چار لاکھ مرید تھا اُن کو خواب میں دکھلایا گیا کہ یہ انسان خدا کی طرف سے ہے۔ اور بعض اُن میں سے ایسے تھے کہ میرے ظہور سے تیس برس پہلے دنیا سے گزر چکے تھے۔ جیسا کہ ایک بزرگ گلاب شاہ نام ضلع لدھیانہ میں تھا۔ جس نے میاں کریم بخش مرحوم ساکن جمال پور کو خبر دی تھی کہ عیسیٰ قادیان میں پیدا ہو گیا اور وہ لدھیانہ میں آئے گا۔ میاں کریم بخش ایک صالح موحد اور بڈھا آدمی تھا۔ اُس نے مجھ سے لدھیانہ میں ملاقات کی اور یہ تمام پیشگوئی مجھے سنائی۔ اس لئے مولویوں نے اُس کو بہت تکلیف دی۔ مگر اُس نے کچھ پروانہ کی۔ اُس نے مجھے کہا کہ گلاب شاہ مجھے کہتا تھا کہ عیسیٰ بن مریم زندہ نہیں، وہ مر گیا ہے۔ وہ دنیا میں واپس نہیں آئے گا۔ اس امّت کے لئے مرزا غلام احمد عیسیٰ ہے جس کو خدا کی قدرت اور مصلحت نے پہلے عیسیٰ سے مشابہ بنایا ہے اور آسمان پر اُس کا نام عیسیٰ رکھا ہے اور فرمایا کہ اے کریم بخش جب وہ عیسیٰ ظاہر ہو گا تو تُو دیکھے گا کہ مولوی لوگ کس قدر اُس کی مخالفت کریں گے۔ وہ

سخت مخالفت کریں گے لیکن نامراد رہیں گے۔ وہ اس لئے دنیا میں ظاہر ہوگا کہ تا وہ جھوٹے حاشیے جو قرآن پر چڑھائے گئے ہیں اُن کو دُور کرے اور قرآن کا اصل چہرہ دنیا کو دکھاوے۔ اس پیشگوئی میں اس بزرگ نے صاف طور پر یہ اشارہ کیا تھا کہ تُو اس قدر عمر پائے گا کہ اس عیسیٰ کو دیکھ لے گا۔''

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 36-37)

اب ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں بعض لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔ (اس ضمن میں) حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بعض جو بیعت کرنے والے تھے، اُن کے کچھ واقعات اور بعد کے واقعات بھی بیان کرتا ہوں۔

حضرت میاں عبدالرشید صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ: ''مجھے بیعت کی تحریک حضرت والد صاحب کی تحریک اور ایک خواب کے ذریعہ سے ہوئی۔ میں نے آنحضرت صلعم کو خواب میں دیکھا کہ حضور ایک چارپائی پر لیٹے ہیں اور بہت بیمار ہیں۔ اور حضرت مسیح موعودؑ آپ کے پاس کھڑے ہیں جیسے کسی بیمار کی خبر گیری کرتے ہیں۔ حضور صلعم چارپائی سے آپ کے کندھے پر سہارا دے کر کھڑے ہوئے۔ اس کے بعد اس حالت میں حضور صلعم نے لیکچر دینا شروع کیا۔ جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے متعلق بیان تھا اور اس کے بعد خواب میں دیکھا کہ حضور صلعم تندرست ہو گئے ہیں اور آپ کا چہرہ پُر رونق ہو گیا۔ جس سے میں نے یہ تعبیر نکالی کہ اب اسلام حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام) کے ذریعہ سے دوبارہ زندہ ہوگا۔ چنانچہ اس خواب کے بعد پھر میں نے بیعت کر لی۔''

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 11 صفحہ 28 روایت حضرت میاں عبدالرشید صاحبؓ لاہور)

اسی طرح عبدالستار صاحبؓ ولد عبداللہ صاحب فرماتے ہیں کہ: ''میں نے اپنے والد صاحب سے سوال کیا کہ مسیح ناصری کی وفات کا مسئلہ ہمیں نہیں آتا، زندہ کا آتا ہے۔ کیونکہ مسیح زندہ کے بارے میں سنتے رہے ہیں۔ یہ ہمیں سمجھا دیں۔ میرے والد صاحب نے اپنا ایک خواب بیعت سے آٹھ دس ماہ کے بعد یہ سنایا کہ میں نے دریائے راوی کے کنارے پر دیکھا کہ دو خیمے لگے ہوئے ہیں، ایک مسیح موعود علیہ السلام کا ہے اور دوسرا رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا۔ میں رسولِ کریمؐ کے خیمے میں داخل ہوا اور یہ سوال کیا کہ مسیح موعود کا دعویٰ کرنے والے بزرگ کیسے ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص بہت لائق، بہت لائق (ہے)، بہت لائق۔ تین دفعہ انگلی کے اشارے سے فرمایا۔ مکمل شہادت کو دیکھ کر یقینِ کامل ہو گیا کہ آپ یعنی مسیح موعود علیہ السلام اپنے دعویٰ میں راستباز ہیں، ہمیں

حیات و اموات کے مسئلے کی ضرورت نہیں، ایمان لے آئے اور بیعت میں داخل ہوئے۔''

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 6 صفحہ 178 روایت حضرت عبدالستار صاحبؓ)

پھر سردار کرمداد صاحبؓ روایت کرتے ہیں کہ: ''میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بیعت کرنے سے پہلے خواب میں دیکھا۔ وہ اس طرح کہ ایک سڑک ہے اس پر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام مل کر ٹہلتے آ رہے ہیں۔ بندہ سامنے سے آ رہا ہے۔ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بندہ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں، (انگلی کا اشارہ کر کے) کہ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ یہ خدا کی طرف سے ہے۔ یعنی تین دفعہ حضور نے فرمایا۔ جب میں نے 1902ء میں بمقام قادیان دارالامان میں جبکہ چھوٹی مسجد ہوا کرتی تھی، بیعت کی تو اُسی حلیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو پایا۔''

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 5 صفحہ 1 روایت حضرت سردار کرم داد خان صاحبؓ)

اس زمانے میں پھر ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رہنمائی کا نظارہ دیکھتے ہیں۔ محمد بن احمد صاحب جرمنی میں رہتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ایک عرصے سے مَیں یہ لکھنے کا سوچ رہا تھا لیکن بار بار لکھنے میں تردد پیدا ہوا۔ کیونکہ جب تک میں ایک خاص روحانی کیفیت میں نہ ہوں، خدا تعالیٰ کی رضا کو محسوس نہ کر رہا ہوں، لکھنے نہیں بیٹھتا۔ کہتے ہیں۔ خاکسار اس وقت جرمنی میں انجینئرنگ پڑھ رہا ہے۔ بچپن اور جوانی اپنی فیملی کے ساتھ سعودی عرب میں گزاری جہاں احمدیت کا نام تک نہ سنا تھا۔ 2004ء یا 2005ء میں خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ اُس وقت ہم ایک خوبصورت مینار میں تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم انگلی سے چاند کی طرف اشارہ کر رہے تھے جو اپنے جوبن پر اور ہمارے بالکل قریب تھا۔ چاند کی روشنی ہمارے چاروں طرف دُور دُور تک پھیلی ہوئی تھی جس کے درمیان میں ایک مینار تھا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی چیز کی طرف اشارہ کر کے مجھے بتا رہے تھے جسے مَیں پہلے نہیں جانتا تھا۔ آپ میرے ساتھ اتنی محبت اور شفقت سے پیش آ رہے تھے کہ جس کا بیان ناممکن ہے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لے گئے۔ حضور کے چہرہ سے اہل دنیا کے لئے ہموم وغموم کا بوجھ ہویدا تھا۔ پھر میں بیدار ہو گیا اور یوں محسوس ہوا جیسے مَیں زمین سے بلند ہوں۔ اس کے بعد کئی روز تک لوگوں سے میرا اسلام کلام بہت کم رہا۔ مجھے اس خواب کی کچھ سمجھ نہ آئی، یہاں تک کہ میرے والد صاحب نے بعد میں اس بارے میں بتایا۔ میری حیرت کی انتہا نہ رہی جب والد صاحب نے بتایا کہ اُنہیں بھی نبیٔ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی تھی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُنہیں 1979ء میں میری ولادت کی بشارت دی تھی

اور فرمایا تھا کہ تمہارے ہاں بیٹا پیدا ہوگا اور اُس کا نام محمد رکھنا۔ یہ بات میرے والد صاحب نے مجھے 2007ء میں بتائی۔ اُس وقت تک میں احمدیت کے بارے میں کچھ نہ جانتا تھا۔ پھر سیریا میں ایک بار میرے چھوٹے بھائی نے جماعت کی ویب سائٹ کے بارے میں بتایا جہاں میں نے جماعت کے عقائد اور تفسیر کا مطالعہ کیا۔ یہ کم و بیش وہی عقائد تھے جن کا ہم بچپن میں اپنے دوستوں کے ساتھ ذکر کیا کرتے تھے۔ مثلاً یہ کہ دجال سے مراد عصرِ حاضر کا مغربی ممالک کا صنعتی انقلاب اور مادی کشش، نیز عیسائیت کا پرچار کرنے والی قوتیں ہیں۔ پھر مجھے لکھتے ہیں کہ یقین کریں کہ مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب پڑھتے وقت حقائق و معارف اور حضور کی روزِ روشن کی طرح واضح صداقت کو پڑھ کر رویا کرتا تھا۔ ہر لفظ میری روح میں اتر جاتا تھا۔ یہ متاعِ ایمان ایسی دولت ہے جس کا بیان کرنا ممکن نہیں ہے۔ جماعت کے عقائد کا دوسروں پر غلبہ بھی واضح تھا۔ یقیناً جو جماعت اسلام کے صحیح عقائد پیش کرتی ہے، مثلاً قرآن کریم کا ناسخ و منسوخ سے پاک ہونا، اس کی عقلی اور منطقی تفسیر، عصمتِ انبیاء، ختم نبوت کی تفسیر، اسراء اور معراج کی حقیقت، وہ صرف مسیح موعود کی جماعت ہی کھول سکتی ہے۔ گو آج اُسے جزوی غلبہ حاصل ہے لیکن مستقبل قریب میں اُسے کامل غلبہ حاصل ہوگا۔

دمشق کے ایک دوست رضوان صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ مَیں نے دمشق یونیورسٹی سے میتھیمیٹک (Mathematic) اور آئی ٹی (IT) کی تعلیم مکمل کرنے کے بعد کمپیوٹر کی مرمت کا کام شروع کیا اور اس کے ساتھ دمشق کی بعض مساجد میں نوجوانوں کو قرآن پڑھانے لگا۔ دینی علوم مَیں نے کسی ادارے میں نہیں حاصل کئے بلکہ ذاتی کوشش اور مطالعہ سے اخذ کئے۔ ایک واقعہ کے بعد مَیں معرفتِ الٰہی کے حصول کی کوشش میں لگ گیا۔ تو اُس کے بعد جو پہلا رؤیا دیکھا اُس میں میرے لئے پیغام تھا کہ قرآنِ کریم ہی علوم و معارف کا خزانہ ہے اور اپنی زندگی کی تمام مشکلات کا حل اس میں تلاش کرو۔ میں نے جب قرآن کریم پر غور کیا تو اُس کے فیوض و علوم سے میرا دامن بھر گیا۔ ایک رات میں نماز میں قولِ خدا اَلَّذِيۡنَ ضَلَّ سَعۡيُهُمۡ فِى الۡحَيٰوةِ الدُّنۡيَا وَهُمۡ يَحۡسَبُوۡنَ اَنَّهُمۡ يُحۡسِنُوۡنَ صُنۡعًا (الکہف:105) سے بہت ڈرا۔ اور خدا تعالیٰ سے ہی سیدھے راستے کی ہدایت چاہی۔ اُس وقت دو نوجوانوں نے میرا دروازہ کھٹکھٹایا اور قادیانیت کے بارے میں سوال کیا۔ میں نے قادیانیت کے کافر ہونے کے بارے میں ایک کتاب لی اور اُنہیں سنانے لگا۔ اچانک مجھے ایک عجیب احساس ہوا اور میں نے کتاب بند کر دی اور کہا مجھے لگتا ہے کہ کوئی بڑی غلطی کر رہا ہوں۔ کیونکہ میں ایسی جماعت کے بارے میں بتا رہا ہوں جس کے ساتھ

مجھے بات کرنے کا کبھی اتفاق نہیں ہوا بلکہ میں سنی سنائی باتیں کر رہا ہوں۔ پھر میرا تعارف ایک احمدی مکرم بدر صاحب سے ہوا جنہوں نے مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب ”اسلامی اصول کی فلاسفی“ دی۔ میں نے یہ کتاب اُس وقت تک نہ رکھی جب تک مکمل نہ پڑھ لی۔ میں نے محسوس کیا کہ اس شخص کے انگ انگ میں اسلام سمایا ہوا ہے۔ یہ سنا سنایا ہوا اسلام نقل نہیں کر رہا بلکہ اس نے اسلام کو خود تجربہ کر کے دیکھا ہے۔ یہ ضرور کوئی خدا کا مقرب انسان ہے۔ اس کتاب میں جس موضوع نے مجھے سب سے زیادہ متاثر کیا وہ وحی الٰہی اور اُس کا غیر منقطع ہونا ہے کیونکہ کوئی چھ ماہ قبل میں نے ایک رؤیا دیکھا تھا کہ جیسے مَیں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوں اور خدا تعالیٰ کا نور پھیلا ہوا ہے۔ اُس وقت اللہ تعالیٰ مجھے فرماتا ہے۔ اَعْطَيْتُكَ الدِّرْعَ الْوَاقِيَ۔ یعنی میں نے تجھے محفوظ رکھنے والی زرہ عطا کی ہے۔ مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی اور خدا تعالیٰ سے شرم کے سبب میں نے اُنہیں نہیں پوچھا بلکہ عرض کیا کہ سَمْعًا وَ طَاعَتًا۔ اس پر ایک فرشتہ نظر آیا جو جنگجو لگتا تھا اور اُس نے اسلحہ وغیرہ زیب تن کیا ہوا تھا۔ اس فرشتے نے مجھے کہا کہ اپنے دوست باسط سے کہو کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کے ساتھ چمٹ جاؤ۔ اس کے بعد میں نے حضور علیہ السلام کی تمام عربی کتب پڑھ لیں اور بہت فائدہ اُٹھایا۔ آپ کے کلام نے مجھ پر جادو کا سا اثر کیا۔ اس کے بعد میں نے استخارہ کیا تو ایک دفعہ مجھے یہ آیت سنائی دی۔ عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا۔ (الکہف: 66) پھر دوسری دفعہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ میرے پوچھنے پر آپؐ نے فرمایا کہ اس زمانے کے فتنوں سے بچنے کے لئے صرف مرزا غلام احمد ہی سفینۂ نجات ہیں۔

پھر بعض نشانات دیکھ کر افریقہ کے جو مختلف لوگ ہیں (ان کے کچھ واقعات بیان کرتا ہوں)۔ ہمارے مبلغ لکھتے ہیں کہ سرکٹ مبلغ عبدالمالک اپنے دو ساتھیوں مونسے (Monsie) نامی قصبہ میں تبلیغ کے لئے گئے۔ قصبے کے نوجوانوں نے تبلیغ کی جگہ پر خوب شور شرابا کیا جن پر اُن کو تبلیغی نشست بند کرنا پڑی۔ اگلے دن قصبے کے لوگ اپنے ایک پروگرام کے تحت ایک جگہ اکٹھے ہوئے۔ اچانک تیز ہوا شروع ہوئی۔ بظاہر بارش کا کوئی امکان نہ تھا کہ اچانک گھنے بادل آئے اور بڑی تیز آندھی چلی۔ موسلا دھار بارش ہوئی اور اُن کا سارا پروگرام خراب ہو گیا۔ اس واقعہ پر قصبہ کے لوگوں نے محسوس کیا کہ یہ طوفان خدا کے غضب کا نشان تھا جو احمدیوں کو تبلیغ سے روکنے کے نتیجہ میں ظاہر ہوا ہے۔ چنانچہ اس کے نتیجہ میں اکتالیس افراد نے احمدیت میں شمولیت اختیار کر لی۔

پھر نائیجیریا کی ایک رپورٹ ہے کہ وہاں اودولو (Odulu) گاؤں اور اس کے اردگرد تبلیغ کر

رہے تھے تو وہاں کافی مخالفت ہوئی۔ کچھ عرصے بعد اس گاؤں کا ایک نوجوان بشیر ہے، اس نے آ کر بتایا کہ اُس نے خدا تعالیٰ سے دعا کی کہ اگر یہ احمدی لوگ سچے نہیں ہیں تو اُنہیں تکلیف میں مبتلا کر اور اگر احمدی سچے ہیں تو مخالفین کو تکلیف میں مبتلا کر جو ایک نشان بنے۔ چنانچہ پانچ دن بعد میں نے دیکھا کہ مخالفین میں دو شخص بیمار ہوئے اور شدید تکلیف میں مبتلا ہو کر فوت ہوئے جس سے مجھے یقین ہو گیا کہ یہ جماعت خدا کی طرف سے ہے اور میں سچے دل کے ساتھ ایمان لا کر احمدی ہوتا ہوں۔

پھر بورکینا فاسو میں ددگو (Dedougou) ریجن ہے، وہاں سے (ہمارے مبلغ) لکھتے ہیں کہ جب تبلیغ کے سلسلے میں مختلف گاؤں کا دورہ کیا تو ایک گاؤں پہنچے۔ اس گاؤں میں ہمارے سو کے قریب ممبر ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مربی صاحب! کافی عرصے سے بارش نہیں ہو رہی اور ہم فصلیں کاشت نہیں کر سکے۔ خاکسار نے کہا کہ آؤ خدا سے دعا کرتے ہیں اور نمازِ استسقاء پڑھتے ہیں۔ صبح دس بجے نمازِ استسقاء ہو گی۔ تمام گاؤں کے افراد، بچے بوڑھے خواتین سب کو اطلاع کر دیں۔ جب اطلاع کی تو غیر احمدی مسلمان اپنے امام سمیت اس نماز میں شامل نہیں ہوئے۔ کہتے ہیں مَیں نے نماز میں حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا واسطہ دے کر کہا کہ اے میرے رب! ان لوگوں کی زمین کی پیاس بجھا دے، ہماری دعائیں سُن اور آج یہ نظارہ گاؤں والوں کو دکھا دے۔ خدا تعالیٰ نے احمدی بچوں اور خواتین اور بوڑھوں کی دعا کو سنا۔ اُسی رات موسلا دھار بارش ہوئی۔ کہتے ہیں ہم تو نماز پڑھ کے دوسرے گاؤں میں تبلیغ کرنے چلے گئے تھے۔ صبح جب جماعت ماسو کے لوگ پیغام دینے کے لئے آئے کہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے گاؤں میں یہ سب سے پہلی بڑی بارش برسی ہے جو خدا تعالیٰ کا بڑا فضل تھا۔ اس واقعہ سے غیر احمدی مسلمان اور عیسائی بہت متاثر ہوئے جنہوں نے ہمیں نماز پڑھتے دیکھا تھا اور نتیجۃً وہاں نوّے (90) بیعتیں ہوئیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے۔ اور اُن کو شکر کرنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے اُن کو یونہی نہیں چھوڑا بلکہ اُن کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 438)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم لوگ اللہ تعالیٰ سے ایک سچا تعلق پیدا کرنے والے ہوں۔ ایسا تعلق پیدا کرنے والے ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہم میں سے ہر ایک کو اپنا نشان دکھانے والا بنائے اور ہمارے ایمانوں میں اضافہ کرنے والا بنائے۔ اور آئندہ نسلوں میں بھی ہم اس روح کو پھونکنے والے ہوں کہ خدا تعالیٰ سے ایک

سچا تعلق جوڑو اور جماعت کے ہمیشہ وفادار رہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آئے ہو تو اُس کی قدر کرو۔ اللہ تعالیٰ ہماری نسلوں میں بھی ایمان قائم رکھے اور بڑھاتا چلا جائے۔

اس وقت ایک افسوسناک خبر ہے۔ میں نمازوں کے بعد دو جنازے پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ مکرم رضی الدین صاحب ابن مکرم محمد حسین صاحب کا ہے، جو 8 فروری 2014ء کو اپنے گھر سے کام پر جانے کے لئے نکلے تھے کہ ان کو شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ کراچی میں تھے۔ ان کی اہلیہ اور بھتیجا بھی ان کے ہمراہ تھے۔ کراچی میں اُس دن ہڑتال تھی اور ان کی اہلیہ نے اُنہیں کہا بھی کہ کام پر نہ جائیں لیکن یہ پھر بھی کام پر جانے کے لئے تیار ہوئے۔ ابھی گھر سے کچھ فاصلے پر ہی پہنچے تھے کہ دو نامعلوم موٹر سائیکل سوار آئے اور انہوں نے ان پر فائرنگ کر دی۔ ایک گولی آپ کی گردن میں لگی جس نے سانس کی نالی کو زخمی کر دیا۔ بھتیجا ان کا ساتھ تھا، وہ تو خیر اطلاع دینے کے لئے گھر چلا گیا۔ اہلیہ ان کو فوری طور پر ہسپتال لے گئیں جہاں ڈاکٹر نے ہر ممکن کوشش کی لیکن مکرم رضی الدین صاحب زخموں کی تاب نہ لاتے ہوئے جامِ شہادت نوش فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ محمد حسین مختار صاحب کے یہ بیٹے تھے۔ شہید مرحوم کے آباؤ اجداد کا تعلق مینڈر ضلع پونچھ کشمیر سے تھا۔ مینڈر کے دو بزرگان نے قادیان جا کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی تھی اور واپس آ کر تبلیغ شروع کر دی جس کے نتیجہ میں شہید مرحوم کے پڑدادا مکرم فتح محمد صاحب نے بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت کی توفیق پائی تھی۔ شہید مرحوم کے دادا کا نام مکرم مختار احمد صاحب جبکہ والد مکرم محمد حسین مختار ہیں۔ قیامِ پاکستان کے بعد یہ خاندان گوئی ضلع کوٹلی میں آباد ہوا۔ بعد میں 1992ء سے کراچی میں رہائش اختیار کر لی۔ ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کی۔ ایک فیکٹری میں چھ سال سے ملازم تھے۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 26 سال تھی۔ نہایت ہمدرد اور مخلص انسان تھے۔ ہر ایک سے خوش دلی اور خوش اخلاقی سے پیش آتے تھے۔ خلافت سے عشق تھا۔ عہدیداران اور نظامِ جماعت کا بہت احترام کرتے تھے۔ کسی سے جھگڑے کی نوبت کبھی نہیں آئی۔ شہادت کے بعد غیر از جماعت دوست بھی اظہار کرتے رہے کہ کبھی کسی کو تکلیف نہیں پہنچائی، نہ ہی کبھی کسی کو شکایت کا موقع دیا۔ بار بار شہادت کی تمنا کیا کرتے تھے۔ شہادت سے چند دن پہلے خواب میں دیکھا کہ ایک لڑکا کلہاڑی لے کر تعاقب کر رہا ہے اور اچانک وار کر دیتا ہے تو اس سے آپ کی آنکھ کھل جاتی ہے۔ شہادت سے دو دن قبل چھ فروری کو ان کی اہلیہ محترمہ نے خواب میں دیکھا کہ میرے خاوند شہید مرحوم کی شادی ہو رہی ہے۔ پھر اچانک دیکھتی ہیں کہ گھر جنازہ پڑا ہوا ہے۔ کہتی ہیں میں بھاگ کر اپنے والدین کے گھر جاتی ہوں جو قریب ہی تھا تو دیکھا کہ ایک جنازہ وہاں بھی پڑا ہوا ہے۔ پھر ان کی آنکھ کھل گئی۔ شہید مرحوم کے والد نے بھی خواب دیکھی تھی کہ بڑا بیٹا

محمد احمد میرے پاس آتا ہے اور کہتا ہے کہ آپ کے پاس سترہ دن کی مہلت ہے۔

بفضلہٖ تعالیٰ شہید موصی تھے اور اکثر مسجد میں جو آجکل خدام ڈیوٹی دیتے ہیں اُن ڈیوٹی دینے والوں میں بڑے فعّال تھے۔ ان کے والد عمر رسیدہ ہیں۔ اسّی (80) سال ان کی عمر ہے۔ گزشتہ چار سال سے مفلوج بھی ہیں۔ یہ اپنی فیملی کے، والدین اور بچوں کے بھی اکیلے ہی کفیل تھے۔ ان کے بھائیوں کو بھی دھمکیاں ملی ہیں جس کی وجہ سے وہ وہاں سے چلے گئے تھے۔ ان کے جانے کے بعد پھر ان کو دھمکیاں ملنی شروع ہو گئیں تھیں۔ ان کے والدین کے علاوہ اہلیہ محترمہ نصرت جبین صاحبہ اور سات ماہ کی بیٹی عزیزہ عطیۃ النور ہیں۔ صرف ایک ہی ان کی بیٹی ہے۔ بھائی ہیں، اُن کے بیٹے ہیں۔ اللہ تعالیٰ شہید کے درجات بلند فرمائے اور ان کے والدین کو بھی اور باقی لوگ، بیوی کو بھی اور بچی کو بھی اپنی حفاظت میں رکھے اور صبر اور حوصلہ کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ ڈاکٹر خالد یوسف صاحب کا ہو گا جو 7؍فروری 2014ء کو فضلِ عمر ہسپتال ربوہ میں 46 سال کی عمر میں وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ڈاکٹر صاحب موصی تھے۔ بہشتی مقبرہ میں آپ کی تدفین ہوئی ہے۔ آپ کے والد محترم سیٹھ محمد یوسف صاحب تھے جو نوابشاہ کے امیر ضلع تھے اور اُنہیں 9؍ستمبر 2008ء میں شہید کر دیا گیا تھا۔ ان کی والدہ نوابشاہ میں ہی رہتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے تین بیٹیوں اور ایک بیٹے سے نوازا تھا۔ امۃ الشافعی اور ادیبہ یوسف اور اعیان احمد بیٹا نو سال کا ہے اور ایمان خالد پانچ سال۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی صبر اور حوصلہ دے اور ان کو اپنی حفاظت میں رکھے۔ اپنے والد کی شہادت کے بعد یہ نوابشاہ سے یہاں آئے تھے اور بڑے اچھے ڈاکٹر تھے۔ وہاں بھی انہوں نے غریبوں کی بڑی خدمت کی لیکن نوابشاہ کے حالات خراب ہونے کی وجہ سے پھر یہ فضل عمر ہسپتال میں آ گئے تھے۔ ای این ٹی کے رجسٹرار تھے۔ اور مریضوں کے ساتھ ان کا بڑا اچھا سلوک ہوتا تھا۔ جس دن ہسپتال میں داخل ہوئے ہیں، اُس دن بھی باوجود اپنی بیماری کے انہوں نے اسّی (80) مریض دیکھے۔ بڑی خدمت کا جذبہ رکھنے والے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07؍مارچ 2014ء تا 13 مارچ 2014ء جلد 21 شمارہ 10 صفحہ 05 تا 10)

8

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21 فروری 2014ء بمطابق 21 تبلیغ 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

کل یعنی گزشتہ کل 20 رفروری کا دن گزرا ہے۔ یہ دن جماعت میں مصلح موعود کی پیشگوئی کے حوالے سے خاص اہمیت کا حامل ہے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ایک بیٹے کے پیدا ہونے کی خبر دی تھی جو نیک، صالح اور بہت سی صفات کا حامل ہونا تھا۔ گزشتہ جمعہ کو بھی میں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات کے حوالے سے ذکر کیا تھا، آج بھی میں نے یہی مناسب سمجھا کہ 20 رفروری کے قریب کا جمعہ ہے اس وجہ سے اس پیشگوئی کا ذکر کروں جس کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک عظیم الشان نشان قرار دیا ہے۔ معترضین کے جواب میں آپ نے یہ وضاحت فرمائی کہ تم اعتراض تو کرتے ہو لیکن یہ بشری طاقتوں سے بالاتر ہے کہ ایسی پیشگوئی کی جائے۔ اور صرف بیٹا ہونے کی پیشگوئی نہیں کی جا رہی بلکہ ایسی صفات کا حامل بیٹا ہونے کی (پیشگوئی کی جارہی ہے) جو لمبی عمر پانے والا بھی ہوگا اور جو آپ کی زندگی میں پیدا ہوگا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر اس اعلان کو گہری اور انصاف کی نظر سے دیکھا جائے تو اس کے نشانِ الٰہی ہونے میں کوئی شک نہیں ہوسکتا۔ آپ نے معترضین کو فرمایا کہ اگر شک ہو تو اس قسم کی پیشگوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو، پیش کرو۔

فرمایا: اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے۔ اور جیسا کہ آپ کی بعثت کا مقصد ہی اسلام کی حقانیت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت سب پر ثابت کرنا تھا۔ یہاں بھی آپ اس پیشگوئی اور نشان کو پیش فرما کر یہ نہیں فرما رہے کہ یہ میری

صداقت کوظاہر کرتا ہے بلکہ فرمایا کہ اس نشانِ آسمانی کوخدائے کریم جل شانہٗ نے ہمارے نبی کریم، رؤوف الرحیم محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت وعظمت ظاہر کرنے کے لئے ظاہر فرمایا ہے۔ اور فرمایا اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ زندہ کرنے سے صدہا درجہ اعلیٰ اولیٰ واکمل وافضل واتم ہے۔ آپ نے وضاحت فرمائی کہ مردہ زندہ کرنا تو صرف اتنا ہی ہے کہ ایک روح تھوڑے عرصے کے لئے واپس منگوالی، جیسا کہ بائبل میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام یا بعض انبیاء کے بارے میں لکھا گیا ہے۔ گو اس پر بھی اعتراض کرنے والوں کے اعتراض موجود ہیں۔ اور کسی مردہ کا زندہ ہونا اگر مان بھی لیا جائے تو اس سے دنیا کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ مگر یہاں بفضلہٖ تعالیٰ واحسانہٖ ببرکت حضرت خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا ہے جس کی ظاہری و باطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔

(ماخوذ از مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 99 اشتہار نمبر 34 مطبوعہ ربوہ)

آپ فرماتے ہیں کہ ''اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت؟ جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہے، حملہ کرنا چاہتا ہے۔ مگر اُس کو یاد رکھنا چاہئے، وہ آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا بلکہ وہی خاک اُس کے سر پر، اُس کی آنکھوں پر، اُس کے منہ پر گر کر اُس کو ذلیل اور رسوا کرے گی۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وشوکت اُس کی عداوت اور اُس کے بخل سے کم نہیں ہوگی بلکہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ ظاہر کرے گا۔ کیا تم فجر کے قریب آفتاب کو نکلنے سے روک سکتے ہو۔ ایسے ہی تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے آفتابِ صداقت کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔ خدا تعالیٰ تمہارے کینوں اور بخلوں کو دور کرے''۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 100 اشتہار نمبر 34 مطبوعہ ربوہ)

ان اعتراض کرنے والوں میں غیر مسلموں کے ساتھ بعض مسلمان بھی شامل تھے جن کو آپ نے یہ چیلنج دیا اور تنبیہ بھی فرمائی۔

بہرحال اس پیشگوئی کے تحت جیسا کہ ہم جانتے ہیں 1889ء میں جنوری میں وہ موعود بیٹا پیدا ہوا جس نے اسلام کی برتری اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان وشوکت کو قائم کرنے کے لئے وہ کارہائے نمایاں انجام دیئے جو رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے اور جن کا غیروں نے بھی اعتراف کیا۔

اس سے پہلے کہ مَیں حضرت مصلح موعودؓ کے بعض کارناموں کا ذکر کروں، پیشگوئی کے اصل الفاظ بھی آپ کے سامنے رکھنا ضروری سمجھتا ہوں تا کہ ان کے بار بار ہمارے سامنے آنے سے ہمیں اس کی

عظمت وشوکت کا بھی پتا لگے اور اس کی حقیقت کا بھی پتا لگے۔

حضرت اقدس علیہ السلام نے اپنے قلم سے 20 رفروری 1886ء کو ایک اشتہار ''رسالہ سراجِ منیر مشتمل برنشانہائے ربّ قدیر'' کے نام سے تحریر فرمایا جو اخبار ریاض ہند امرتسر میں یکم مارچ 1886ء کی اشاعت میں بطور ضمیمہ شائع ہوا۔ اس میں آپ نے لکھا کہ ''ان ہر سہ قسم کی پیشگوئیوں میں سے جو انشاء اللہ رسالہ میں بہ بسط تمام درج ہوں گی'' (یعنی تفصیلات کے ساتھ درج ہوں گی) ''پہلی پیشگوئی جو خود اس احقر سے متعلق ہے۔ آج 20 رفروری 86ء میں جو مطابق پندرہ جمادی الاول ہے، برعایت ایجاز و اختصار'' (یعنی مختصر مضمون بیان کرتے ہوئے) ''کلمات الٰہیہ نمونے کے طور پر لکھی جاتی ہے اور مفصل رسالہ میں مندرج ہوگی، انشاء اللہ تعالیٰ۔''

''پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزّوجل خدائے رحیم و کریم بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جلّشانہٗ وعزّ اسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بپایۂ قبولیت جگہ دی اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔ سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے اور فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں موت کے پنجے سے نجات پاویں اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں، باہر آویں اور تا دینِ اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں اور تا وہ یقین لائیں کہ مَیں تیرے ساتھ ہوں اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفی (صلی اللہ علیہ وسلم) کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جائے۔'' ''سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تیرے ہی تخم سے تیری ہی ذریّت و نسل ہوگا''۔ (اللہ تعالیٰ نے یہاں ہر قسم کا ابہام ختم کر دیا کہ بعد کی نسل میں یا ذرّیت میں نہیں پیدا ہوگا بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا بیٹا ہوگا) فرمایا ''خوبصورت پاک لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل'' (انجامِ آتھم میں جو پوری پیشگوئی ہے، عربی میں لکھی ہوئی ہے، وہاں عمانوایل لکھا گیا ہے تو اصل عمانوایل ہی ہے، بہرحال) پھر

فرمایا ’’اور بشیر بھی ہے‘‘۔ اُس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے یا عمانوایل اور بشیر بھی ہے۔ ’’اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رِجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (......) دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مَظْهَرُ الْاَوَّلِ وَالْاٰخِرِ مَظْهَرُ الْحَقِّ وَ الْعُلَاءِ۔ كَاَنَّ اللّٰهَ نَزَلَ مِنَ السَّمَآءِ۔ جس کا نزول بہت مبارک اور جلالِ الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی کے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا۔ وَكَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا‘‘۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 95-96 اشتہار نمبر 33 مطبوعہ ربوہ)

پس جیسا کہ میں نے کہا، یہ وہ خصوصیات ہیں جن کا حامل وہ بیٹا ہونا تھا اور ایک دنیا نے دیکھا کہ وہ بیٹا پیدا ہوا اور 52 سال تک خلافت پر متمکن رہنے کے بعد اپنی خصوصیات کا لوہا دنیا سے منوا کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔ اگر ان خصوصیات کی گہرائی میں جا کر دیکھیں اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد المصلح الموعود کی زندگی کا جائزہ لیا جائے تو اس کے لئے کئی کتابیں لکھنے کی ضرورت ہے۔ کسی خطبہ میں یا کسی تقریر میں حضرت مصلح موعود کی زندگی اور آپ کے کارناموں کا احاطہ نہیں کیا جا سکتا۔ جماعت میں اس حوالے سے ہر سال 20 رفروری کو جلسے منعقد کئے جاتے ہیں اور مقررین اور علماء اپنے اپنے ذوق اور علم کے مطابق اس مضمون کو بیان کرتے ہیں۔ مَیں بھی کئی مرتبہ اس مضمون کو بیان کر چکا ہوں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابع بھی بیان کر چکے ہیں۔ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ حضرت مصلح موعود کی زندگی اور اس پیشگوئی کا مکمل احاطہ ہو گیا یا ہر ایک کو سمجھ آ گئی۔ بہر حال آج بھی مَیں اس پیشگوئی کے حوالے سے اس کے ایک آدھ پہلو کو لے کر حضرت مصلح موعود کی زندگی کی بعض باتیں پیش کروں گا۔ اور یہ بھی کہ اپنوں کو اور غیروں کو آپ کے علم و عرفان نے کس طرح متاثر کیا۔

اس سے پہلے میں حضرت مصلح موعود کی کتب اور لیکچرز اور تقاریر کا ایک جائزہ بھی پیش کرنا چاہتا

ہوں۔ اُس وقت ریکارڈنگ کا تو باقاعدہ انتظام نہیں تھا۔ اُن کے بعض لیکچر، تقاریر مکمل موجود ہیں، بعض نہیں۔ زُود نویس ساتھ ساتھ لکھتے جاتے تھے اور بعض دفعہ پوری طرح لکھا بھی نہیں جاتا تھا۔

بہرحال حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی کتب، لیکچرز اور تقاریر کا مجموعہ ''انوار العلوم'' کے نام سے فضل عمر فاؤنڈیشن شائع کر رہی ہے۔ اس وقت تک انوار العلوم کی 24 جلدیں شائع ہو چکی ہیں۔ اور ان جلدوں میں آپ کے کُل 633 لیکچر اور تقاریر اور کتب آ چکی ہیں۔ اور فضلِ عمر فاؤنڈیشن کی سکیم ہے، اُن کا اندازہ ہے کہ 32 جلدیں شائع ہوں گی۔ اور اس طرح کُل تقاریر، لیکچر اور کتب وغیرہ تقریباً ساڑھے آٹھ سو کے قریب بن جائیں گے۔ 24 جلدوں میں مَیں نے کہا آ گئیں۔ 25 سے 29 جلدیں جو ہیں وہ تیار ہو گئی ہیں، ابھی چھپی نہیں ہیں۔ اُن میں 163 کتب، لیکچرز اور تقاریر شامل ہیں۔ پھر اُس کے بعد تین اور رہ جائیں گی۔ تو یہ تقریباً آٹھ سو سے اوپر چلی جائیں گی۔ اسی طرح خطباتِ جمعہ اور عیدین اور نکاح ہیں۔ ابھی تک جو لسٹ ملی ہے اس کے مطابق ان کی تعداد 2076 بنتی ہے۔ اور خطباتِ محمود کی اس وقت کُل 28 جلدیں شائع ہو چکی ہیں جن میں 1602 خطبات شامل ہیں۔ اور 1948ء سے 1959ء تک کے خطبات 29 سے 39 جلد میں شائع ہوں گے۔ ان میں بھی تقریباً 500 خطبات اور شامل ہو جائیں گے۔

تو یہ آپ کے علمی کاموں کا ایک ہلکا سا عمومی خاکہ ہے، اور اگر ہر خطبے اور ہر تقریر کو سنیں، ہر لیکچر کو دیکھیں تو علم و عرفان کے ایسے موتی پروئے ہوئے نظر آتے ہیں اور علم کی ایسی نہریں بہہ رہی ہوتی ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بھی ایک دفعہ یہ تجزیہ پیش کیا تھا اور انہوں نے ایک پہلو ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' کو لے کے فرمایا تھا کہ اس میں ہی اتنی وسعت ہے کہ اس کو بیان کرتے چلے جائیں تو ختم نہیں ہو سکتا۔

بہرحال اس سلسلہ میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا تھا کہ ''اس سلسلہ میں حضور کی ایک کتاب تو تفسیرِ کبیر ہے جو خود اتنی عجیب تفسیر ہے کہ جس شخص نے بھی غور سے اُس کے کسی ایک حصہ کو پڑھا ہوگا یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہوگا کہ اگر دنیا میں کوئی خدا رسیدہ بزرگ پیدا ہوتا اور وہ صرف یہ حصہ قرآنِ کریم کا تفسیری نوٹوں کے ساتھ شائع کر دیتا تو یہ اُس کو دنیا کی نگاہ میں بزرگ ترین انسانوں میں سے ایک انسان بنانے کے لئے کافی تھا۔ لیکن اس پر ہی بس نہیں، قرآنِ کریم پر اور بہت سی کتب لکھیں۔ اور'' خلیفہ ثالث فرماتے ہیں کہ ''میرا خیال ہے کہ حضور نے صرف قرآنِ کریم کی تفسیر پر ہی آٹھ، دس ہزار صفحات

لکھے ہیں۔اس وقت جو چھپی ہوئی صورت میں تفسیر کبیر کی دس جلدیں ہیں وہ تقریباً چھ ہزار صفحات بنتے ہیں۔اس کے علاوہ سورتوں کے نوٹس ہیں اور مختلف تقریروں میں بہت ساری جگہوں پر تفاسیر بیان کی گئی ہیں جو اس میں شامل نہیں۔

پھر کلام کے اوپر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے دس کتب اور رسائل لکھے۔حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا جو اُس وقت جائزہ تھا یہ اُس کے مطابق ہیں۔تفسیرِ کبیر جو ہے دس جلدیں، اُس میں سورۃ فاتحہ اور سورۃ البقرۃ، پہلی دو سورتیں، پھر سورۃ یونس سے سورۃ عنکبوت تک، دسویں سورۃ سے لے کر انتیسویں سورۃ تک ہے۔اُس کے بعد پھر بیچ میں لکھی نہیں گئیں، چھپی نہیں۔پھر سورۃ النّبأ سے لے کر النّاس تک ہے۔گویا کہ تقریباً 59 سورتیں بنتی ہیں جن کی تفسیر لکھی۔اور یہ جو تفسیر ہے تقریباً چھ ہزار صفحات پر مشتمل ہے اور اس کو بہت باریک لکھا ہوا ہے۔اگر آج کل کے حساب سے لکھا جائے تو شاید دس بارہ ہزار صفحات بن جائیں۔بہرحال یہ دوبارہ پرنٹ ہو رہی ہے انشاء اللہ تعالیٰ منظرِ عام پہ آجائے گی۔قرآنِ کریم کی کُل 114 سورتیں ہیں۔جس کا مطلب ہے کہ 55 سورتیں ابھی اس میں شامل نہیں۔

پھر کلام پر آپ کی دس کتب اور رسائل ہیں۔آپ نے روحانیات، اسلامی اخلاق اور اسلامی عقائد پر 31 کتب اور رسائل تحریر فرمائے۔سیرت وسوانح پر 13 کتب و رسائل لکھے۔تاریخ پر چار کتب اور رسائل لکھے۔فقہ پر تین کتب اور رسائل لکھے۔سیاسیات قبل از تقسیمِ ہند 25 کتب اور رسائل۔سیاسیات بعد از تقسیمِ ہند اور قیامِ پاکستان 9 کتب اور رسائل، سیاستِ کشمیر 15 کتب اور رسائل۔پھر تحریکِ احمدیت کے مخصوص مسائل اور تحریکات پر تقریباً 100 کتب اور رسائل۔اس کے علاوہ بے شمار اور مضامین ہیں۔جیسا کہ میں نے تفصیل بیان کی کہ یہ تعداد سینکڑوں میں چلی جاتی ہے۔تقریباً 800 سے اوپر چلی جائے گی۔

تو خلیفہ ثالث فرماتے ہیں کہ "جیسا کہ فرمایا تھا کہ وہ علومِ ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا۔ان پر ایک نظر ڈال لیں تو ان میں علومِ ظاہری بھی نظر آتے ہیں اور علومِ باطنی بھی نظر آتے ہیں اور پھر لطف یہ کہ جب بھی آپ نے کوئی کتاب یا رسالہ لکھا، ہر شخص نے یہی کہا کہ اس سے بہتر نہیں لکھا جا سکتا۔سیاست میں جب بھی آپ نے قیادت سنبھالی یا جب بھی آپ نے سیاست کے بارے میں قائدانہ مشورے دیئے، بڑے سے بڑا مخالف بھی آپ کی بے مثال قابلیت کو تسلیم کرنے پر مجبور ہو گیا۔

(ماخوذ از ماہنامہ انصار اللہ حضرت مصلح موعودؓ نمبر مئی، جون، جولائی 2009ء صفحہ 64-65)

غرض حضور کے علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کے متعلق ایک بڑی تفصیل ہے جس کے ہزارویں حصہ تک بھی ہم نہیں پہنچ سکتے۔ جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے فرمایا تھا کہ صرف تفسیر ہی حضرت مصلح موعود کے مقام کو منوانے کے لئے بہت کافی ہے۔ یقیناً ان تفاسیر نے قرآنِ کریم کو سمجھنے کا جو نیا انداز اور علوم و معارف کے گہرے راز کھولے ہیں، وہ ہمیشہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حصہ رہیں گے۔

اس وقت مَیں آپ کی تفسیر پر بعض غیروں کے تبصرے پیش کرتا ہوں۔

علامہ نیاز فتح پوری صاحب حضرت مصلح موعود کو اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں کہ: ''تفسیرِ کبیر جلد سوم آج کل میرے سامنے ہے''۔ (یہ احمدی نہیں تھے) ''اور میں اسے بڑی نگاہ غائر سے دیکھ رہا ہوں۔ اس میں شک نہیں کہ مطالعہ قرآن کا ایک بالکل نیا زاویہ فکر آپ نے پیدا کیا ہے اور یہ تفسیر اپنی نوعیت کے لحاظ سے بالکل پہلی تفسیر ہے جس میں عقل و نقل کو بڑے حسن سے ہم آہنگ دکھایا گیا ہے۔ آپ کی تبحّرِ علمی۔ آپ کی وسعتِ نظر، آپ کی غیر معمولی فکر و فراست، آپ کا حسنِ استدلال اس کے ایک ایک لفظ سے نمایاں ہے۔ اور مجھے افسوس ہے کہ میں کیوں اس وقت تک بے خبر رہا۔ کاش کہ میں اس کی تمام جلدیں دیکھ سکتا۔ کل سورۃ ہود کی تفسیر میں حضرت لوطؑ پر آپ کے خیالات معلوم کر کے جی پھڑک گیا اور بے اختیار یہ خط لکھنے پر مجبور ہو گیا آپ نے ''هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ'' کی تفسیر کرتے ہوئے مفسرین سے جدا بحث کا جو پہلو اختیار کیا ہے اس کی داد دینا میرے امکان میں نہیں۔ خدا آپ کو تا دیر سلامت رکھے''۔

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 157 مطبوعہ ربوہ)

یہ اُس وقت انہوں نے دعا دی۔

پھر علامہ نیاز فتح پوری صاحب ہی ایک دوسرے خط میں لکھتے ہیں:

''تفسیر کبیر برابر پیشِ نظر رہی اور رات کو تو بالالتزام اُسے دیکھتا ہوں۔ میں نے اُسے کیسا پایا یہ بڑی تفصیل طلب بات ہے۔ لیکن مختصر یوں سمجھ لیجئے کہ میرے نزدیک یہ اردو میں بالکل پہلی تفسیر ہے جو بڑی حد تک ذہنِ انسانی کو مطمئن کر سکتی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کے ادارے نے اس تفسیر کے ذریعہ سے جو خدمت اسلام کی انجام دی ہے وہ اتنی بلند ہے کہ آپ کے مخالف بھی اس کا انکار نہیں کر سکتے''۔

(تفسیر کبیر جلد 7 تعارفی نوٹ، مطبوعہ ربوہ)

جناب اختر اورینوی صاحب (ایم۔اے صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی) تفسیر کے بارے میں، پروفیسر عبدالمنان بیدل صاحب (سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج) کا اپنا ایک چشم دید واقعہ بیان کرتے ہیں، کہتے ہیں کہ: ''میں نے یکے بعد دیگرے حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی تفسیرِ کبیر کی چند جلدیں پروفیسر عبدالمنان بیدل سابق صدر شعبہ فارسی پٹنہ کالج، پٹنہ وحال پرنسپل شبینہ کالج پٹنہ کی خدمت میں پیش کیں اور وہ ان تفسیروں کو پڑھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے مدرسہ عربیہ شمس الہدیٰ کے شیوخ کو بھی تفسیر کی بعض جلدیں پڑھنے کے لئے دیں اور ایک دن کئی شیوخ کو بلوا کر انہوں نے اِن کے خیالات دریافت کئے۔ ایک شیخ نے کہا کہ فارسی تفسیروں میں ایسی تفسیر نہیں ملتی۔ پروفیسر عبدالمنان صاحب نے پوچھا کہ عربی تفسیروں کے متعلق کیا خیال ہے شیوخ خاموش رہے۔ کچھ دیر کے بعد ان میں سے ایک نے کہا پٹنہ میں ساری عربی تفسیریں ملتی نہیں ہیں۔ مصروشام کی ساری تفاسیر کے مطالعہ کے بعد ہی صحیح رائے قائم کی جاسکتی ہے۔ پروفیسر صاحب نے قدیم عربی تفسیروں کا تذکرہ شروع کیا اور فرمایا مرزا محمود کی تفسیر کے پایہ کی ایک تفسیر بھی کسی زبان میں نہیں ملتی۔ آپ جدید تفسیریں بھی مصروشام سے منگوا لیجئے اور چند ماہ بعد مجھ سے باتیں کیجئے۔ عربی وفارسی کے علماء مبہوت رہ گئے۔''

(تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 157-158 مطبوعہ ربوہ)

پھر سید جعفر حسین صاحب ایڈووکیٹ نے ایک مختصر مکتوب کے بعد ایک مفصل مضمون بھی اخبار صدقِ جدید کو بھجوایا جس میں وہ صدقِ جدید کے ایڈیٹر کو لکھتے ہیں کہ ''حصول دارالسلام کی جدوجہد میں مجھے جب جیل پہنچایا گیا تو تیسرے دن مجھے وجوہات نظر بندی تحریری شکل میں مہیا کئے گئے۔ جن میں میری گزشتہ تین چار برسوں کی تقریروں کے اقتباسات تھے۔ اور الزام یہ تھا کہ میں ہندوستان کی حکومت کا تختہ الٹ کر اسلامی حکومت قائم کرنا چاہتا ہوں۔ مَیں حیران تھا کہ مجھ جیسا چھوٹا آدمی اور یہ پہاڑ جیسا الزام۔ لیکن مجھے آہستہ آہستہ محسوس ہوا کہ میری تقریروں سے کچھ ایسا ہی مفہوم اخذ کیا جاسکتا ہے۔ میں نے آپ سے عرض کیا تھا کہ میں بھٹکا ہوا مسافر تھا جس کی منزل تو متعین تھی لیکن راستے کا پتا نہ تھا۔ مسلمانوں کی انجمنِ اتحادالمسلمین ہو یا کوئی اور جماعت، ان سب کی حالت یہی ہے۔ (کہتے ہیں کہ) دوسرے دن میں نے تفسیر کبیر کا مطالعہ شروع کیا (جو اُن کے ایک دوست نے اسی جیل میں ہی دی تھی۔) جو میں اپنے ساتھ لے کر گیا تھا۔ تو مجھے اس تفسیر میں زندگی سے معمور اسلام نظر آیا۔ (یہ احمدی نہیں تھے) اس میں وہ سب کچھ تھا جس کی مجھ کو تلاش تھی۔ تفسیرِ کبیر پڑھ کر میں قرآنِ کریم سے پہلی دفعہ روشناس ہوا۔ جیسا کہ آپ نے ارشاد

فرمایا (اُن کو لکھ رہے ہیں) اپنا مسلک چھوڑ کر احمدیہ جیسی جماعت میں داخل ہونا، جس کو تمام علمائے اسلام نے ایک ہوّا بنا رکھا، کچھ معمولی بات نہیں۔ لیکن حق کے کھل جانے کے بعد یہاں خطرات کی پرواہ بھی کسی کو نہ تھی۔ تاہم سجدے میں گر کر شب وروز میں نے دعائیں شروع کیں کہ یا اللہ! مجھے صراط المستقیم دکھا۔ کئی ماہ اسی حالت میں گزر گئے۔ میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ میری سجدے کی زمین آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ میری دعائیں قبول ہوئیں کیونکہ احمدیت کو سچا سمجھنے کے عقیدے میں مستحکم ہو گیا اور قادیان سے حضرت میاں وسیم احمد صاحب کی خدمت میں ایک خط کے ذریعہ سے میں نے درخواست کی کہ میں بیعت کرنا چاہتا ہوں۔ (پھر کہتے ہیں کہ) میری قید کا بڑا حصہ سکندر آباد جیل میں گزرا۔ وہاں کے جیلر ایک مسلمان اور علم دوست بھی تھے۔ قیدیوں کی پوری خط و کتابت اُن لوگوں کے علم میں رہتی ہے۔ کیونکہ اُن کے دستخط کے بعد ہی قیدیوں کے خطوط روانہ...... ہوتے ہیں۔ اگرچہ یہ بات کچھ اچھی نہ تھی لیکن جرأت کی کمی کے باعث میری یہ کوشش رہتی تھی کہ قادیان کو لکھے ہوئے میرے خطوط حکامِ جیل کے علم میں نہ آنے پائیں۔ مجلس اتحاد المسلمین حیدرآباد ایک بڑی ہی ہر دلعزیز جماعت ہے۔ (یہ انڈیا کا حیدرآباد ہے) جیل کا عملہ جمعیت حتی کہ جیل کے سارے ہی قیدی مجھ سے بڑی محبت اور عقیدت سے پیش آتے تھے۔ (یہ جو تنظیم تھی اس کی وجہ سے، تو کہتے ہیں) اگرچہ پہریداروں کے سوا مجھ سے کوئی نہ مل سکتا تھا، ان وجوہ سے حکام کے علم میں آئے بغیر میرے خطوط قادیان کو پوسٹ ہو جاتے تھے۔ لیکن جو خط قادیان سے آتا تھا وہ بہر صورت جیلر کے علم میں آنا ضروری تھا۔ جب قادیان سے بیعت کا فارم آیا تو جیل میں بڑی گڑ بڑ ہوئی۔ راز باقی نہ رہ سکا...... (کہتے ہیں) آخر جیلر میرے پاس آئے اور میرا خط مع بیعت فارم کے اُن کے پاس تھا۔ مجھ سے بڑی ہی ہمدردانہ گفتگو کی کہ یہ آپ کیا کر رہے ہیں۔ قرآن کی اس تفسیر کو چھوڑ دیئے۔ میں آپ کو مولانا ابوالکلام آزاد اور مولانا مودودی کی تفسیرِ قرآن دیتا ہوں۔ آپ کے خیالات ٹھیک ہو جائیں گے۔ چنانچہ انہوں نے وہ دونوں تفسیریں لا دیں جو اصل میں ترجمہ تھے اور کہیں کہیں تفسیر تھی۔ بیعت کا فارم تکمیل کر کے بھیجنے سے قبل مَیں نے ان دونوں تفاسیر کا مطالعہ کیا۔ تفسیرِ کبیر کے طالب علم میں اتنی اہلیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ دیگر تمام تفاسیر پر تنقید کر سکے۔ چنانچہ میں نے جیلر صاحب کو بتلایا کہ ان دونوں تفاسیر میں کون کون سے مقامات مبہم ہیں۔ کہاں کہاں ترجمے کی غلطی ہے اور کہاں کہاں معنی محدود ہیں۔ مجھے ایسا کرنے میں آسانی اس لئے ہوئی کہ تفسیرِ کبیر میں لغتِ قرآن بھی موجود ہے۔ لَا یَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔ صرف مطہر لوگ ہی قرآنِ کریم کے مطالب کو سمجھ سکیں گے"۔

تو کہتے ہیں "یہ تفصیل (میں نے) اس لئے لکھی ہے کہ مجھ پر سے یہ الزام دور ہو جائے کہ میں نے بیعت میں عجلت کی"۔ میں نے غیروں کی تفسیریں بھی پڑھیں۔ پھر تفسیرِ کبیر پڑھی، موازنہ کیا اور مجھے سمجھ آ گئی۔ اور پھر کہتے ہیں اس کے بعد "بیعت کا فارم بھیج کر مَیں دعاؤں میں لگ گیا" (کہ کہیں میری بیعت قبول بھی ہوتی ہے کہ نہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ) "اندیشہ غلط نہ نکلا۔ میری بیعت قبول کرنے سے پہلے حضور خلیفہ صاحب نے دریافت فرمایا کہ ایک احمدی مسلمان کا فرض ہے کہ وہ حکومتِ وقت کا بھی وفادار رہے اور قانون کے اندر رہ کر کام کرے۔ میں نے جواب دیا کہ حضور کی تفسیر نے یہ ساری باتیں میرے دل پر نقش کر دی ہیں۔ کچھ دنوں کے بعد جب قادیان سے مجھے معلوم ہوا کہ میری بیعت قبول کر لی گئی تو میں سجدے میں گر گیا۔ (پھر کہتے ہیں کہ) تفسیرِ کبیر میں ایک مقام پر میں نے پڑھا تھا کہ خلیفہ جو مصلح موعود ہو گا وہ اسیروں کی رہائی کا باعث ہو گا۔ میں نے حضور سے درخواست کی۔ (یہ ابھی تک جیل میں تھے) کہ وہ میری رہائی کے لئے دعا فرمائیں۔ حضور خلیفہ صاحب نے دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ آپ کی رہائی کے سامان کرے۔ اس کے چند ہی دنوں بعد میں رہا ہو گیا۔ خلیفہ موعود کی نسبت یہ پیشگوئی کہ "وہ اسیروں کی رہائی کا باعث ہو گا" میں اس کا زندہ ثبوت ہوں۔"

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 8 صفحہ 159 تا 162 مطبوعہ ربوہ)

پھر مغربی مفکرین ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے مختلف مفکرین ہیں۔ اس وقت مَیں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ اے۔ جے آربری (A.J.Arberry) جو برطانوی مستشرق ہیں۔ عربی، فارسی، اسلامیات کے سکالر ہیں۔ کہتے ہیں "قرآنِ شریف کا یہ نیا ترجمہ اور تفسیر ایک بہت بڑا کارنامہ ہے۔ (یہ five volume کی بات کر رہے ہیں)۔ موجودہ جلد اس کارنامہ کی گویا پہلی منزل ہے۔ کوئی پندرہ سال کا عرصہ ہوا جماعت احمدیہ قادیان کے محقق علماء نے یہ عظیم الشان کام شروع کیا اور کام حضرت اقدس مرزا بشیر الدین محمود احمد کی حوصلہ افزاء قیادت میں ہوتا رہا۔ کام بہت بلند قسم کا تھا۔ یعنی یہ کہ قرآنِ شریف کے متن کی ایک ایسی ایڈیشن شائع کی جائے جس کے ساتھ ساتھ اُس کا نہایت صحیح صحیح انگریزی ترجمہ ہو اور ترجمہ کے ساتھ آیت آیت کی تفسیر ہو۔ پہلی جلد جو اس وقت سامنے ہے قرآنِ شریف کی پہلی نو سورتوں پر مشتمل ہے۔ شروع میں ایک طویل دیباچہ ہے جو خود حضرت مرزا بشیر الدین نے رقم فرمایا ہے۔ اس دیباچہ میں حضرت اقدس نے لکھا ہے کہ جو کچھ اس تفسیر میں بیان ہوا ہے وہ اُن معارف کی ترجمانی ہے جو بانیٔ سلسلہ احمدیہ نے اپنی کتابوں اور مواعظ میں بیان فرمائے یا پھر آپ کے خلیفہ اول یا خود حضرت ممدوح نے جو بانی

سلسلہ کے خلیفہ ثانی ہیں بیان فرمائے۔ اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ یہ ترجمہ اور یہ تفسیر جماعت احمدیہ کے فہمِ قرآن کی صحیح ترجمانی کرنے والی ہے''۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 862-863 مطبوعہ ربوہ)

پھر صرف یہی نہیں بلکہ اور بھی، عربوں میں سے بھی ہیں۔ شام کے ایک ڈاکٹر انس صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں: حق اور نور کی تلاش میں مختلف علماء کی کتب اور تفاسیر پڑھیں جن میں سلطان العارفین، محی الدین ابنِ عربی اور محمد بن علی الحاتمی الطائی وغیرہ کی تفاسیر شامل تھیں لیکن کسی تفسیر میں وہ خوبی اور چاشنی اور لذت نہ پائی جو حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد کی تفسیر میں ملی۔ مَیں اپنی روح اور جسم کے ساتھ پیش آنے والے کشوف وغیرہ کی تفسیر کا متلاشی تھا۔ پھر جب جماعت کی ویب سائٹ پر موجود تفسیرِ کبیر کا مطالعہ کیا تو اس میں احمدی نور اور سچائی اور صداقت نظر آئی جس نے میرے دل کو موہ لیا۔

پھر مراکش کے جمال صاحب ہیں۔ ان کی طویل خط و کتابت حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے چلتی رہی تھی۔ کہتے ہیں اس عرصے میں جو خط و کتابت کا عرصہ تھا مجھے مرکز سے تفسیرِ کبیر جلد اول کے ترجمہ کا تحفہ ارسال کیا گیا۔ میں نے جب اس تفسیر کو پڑھا اور اس کا دیگر تفاسیر سے موازنہ کیا تو زمین و آسمان کا فرق نکلا۔ یہاں الٰہی علوم اور حکمتوں کی کنہ کا بیان تھا اور شریعت کے مغز کا خلاصہ تھا جبکہ دیگر تفاسیر میں محض چھلکے پر اکتفا کیا گیا تھا۔ اس تفسیر کے مطالعہ نے میرے دل میں اسلام کی ایسی حسین تصویر پیش کی کہ جو روح تک اترتی چلی گئی۔

پھر حضرت مصلح موعود کے لیکچروں کا غیروں پر اثر آپ کے گہرے علم کا اعتراف ہے۔ اس کی چند مثالیں پیش کرتا ہوں۔

سیدنا حضرت مصلح موعود نے پنجاب لٹریری کی تحریک پر جس کے لیڈر جو تھے پنجاب یونیورسٹی سے تعلق رکھنے والے تھے، لاہور میں دو لیکچر دینے منظور فرمائے۔ اس کے مطابق حضور کا پہلا لیکچر ''عربی زبان کا مقام السنۂ عالم میں'' کہ عربی زبان کا مقام دنیا کی زبانوں میں کیا تھا، کے موضوع پر 31 رمئی 1934ء کو وائی ایم سی اے ہال میں جو مال روڈ پر لاہور میں تھا، شروع ہوا۔ اور اس کی صدارت جناب ڈاکٹر برکت علی صاحب قریشی ایم۔اے، پی ایچ ڈی پرنسپل اسلامیہ کالج نے کی۔ حضور کا لیکچر ڈیڑھ گھنٹے جاری رہا جسے سامعین نے ہمہ تن گوش ہو کر سنا۔ اختتام پر جنابِ صدر نے شکریہ ادا کرنے کے بعد حاضرین کو لیکچر سے فائدہ اُٹھانے کی طرف توجہ دلائی اور خواہش ظاہر کی کہ ایسے علمی مضامین پھر بھی سننے کا موقع ملا۔

سامعین میں علمی طبقہ کے ہر خیال کے اصحاب شامل تھے۔

لالہ کنور سین صاحب سابق چیف جسٹس کشمیر جو جناب لالہ بھیم سین صاحب کے فرزند ارجمند تھے وہ بھی وہاں موجود تھے۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کی تقریر اور صدر صاحب کی تقریر کے بعد اپنے شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کیا، انگلش میں ایک تقریر کی۔ کہتے ہیں کہ آج قابل لیکچرر نے زبانِ عربی کی فضیلت پر جو دلچسپ اور معرکۃ الآراء تقریر کی ہے اُسے سن کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ جب میں لیکچر سننے کے لئے آیا اُس وقت میں نے خیال کیا تھا کہ مضمون اس رنگ میں بیان کیا جائے گا جس طرح پرانی طرز کے لوگ بیان کرتے ہیں۔ وہ کس طرح بیان کرتے ہیں؟ کہتے ہیں کہ مشہور ہے کہ کسی عرب سے ایک دفعہ زبانِ عربی کی فضیلت کی وجہ دریافت کی گئی تو اُس نے کہا کہ اُسے یعنی عربی زبان کو تین وجہ سے فضیلت حاصل ہے۔ پہلی وجہ: اس لئے کہ مَیں عرب کا رہنے والا ہوں۔ دوسرے اس لئے کہ یہ قرآنِ مجید کی زبان ہے۔ تیسرے اس لئے کہ جنت میں عربی بولی جائے گی۔ کہتے ہیں مَیں سمجھتا تھا کہ شاید اس قسم کی باتیں زبانِ عربی کی فضیلت میں پیش کی جائیں گی۔ مگر جو لیکچر دیا گیا وہ نہایت ہی عالمانہ اور فلسفیانہ شان اپنے اندر رکھتا ہے۔ مَیں جناب مرزا صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ مَیں نے ان کے لیکچر کے ایک ایک حرف کو پوری توجہ اور کامل غور کے ساتھ سنا ہے اور میں نے اس سے بہت ہی حظ اُٹھایا اور فائدہ حاصل کیا ہے۔ مجھے امید ہے کہ اس لیکچر کا اثر مدّتوں میرے دل پر قائم رہے گا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 180-181 مطبوعہ ربوہ)

پھر سید عبدالقادر صاحب ایم۔اے وائس پرنسپل اسلامیہ کالج لاہور کے تاثرات ہیں۔ یہ صدر شعبہ تاریخ تھے۔ اسلامیہ کالج نے اسلام اور اشتراکیت (Islam and Communism) کے عنوان پر اخبار ''سن رائز لاہور'' (24 مارچ 1945ء) میں ایک نوٹ دیا جس کا ایک حصہ درج کیا جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ''اسلام کا اقتصادی نظام'' اور کمیونزم کے موضوع پر (حضرت) مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب امام جماعت احمدیہ کا لیکچر سننے کا مجھے بھی فخر حاصل ہوا۔ یہ لیکچر بھی آپ کے دوسرے لیکچروں کی طرح جو مجھے سننے کا اتفاق ہوا ہے، عالمانہ، خیالات میں جلا پیدا کر دینے والا اور پُر از معلومات تھا۔ مرزا صاحب خداداد قابلیت کے مالک ہیں اور اس موضوع کے ہر پہلو پر آپ کو پورا پورا عبور حاصل ہے۔ اس وجہ سے آپ کے خیالات اس بات کے مستحق ہیں کہ ہم ان کو قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہوئے ان پر توجہ کریں''۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 626 مطبوعہ ربوہ)

بیرونی دنیا میں بھی اس کتاب کی تقسیم کی ضرورت ہے۔ عموماً یہ سمجھ لیا جاتا ہے کہ اسلام کا اقتصادی نظام کا نظریہ شاید مودودی صاحب نے پیش کیا تھا۔ حالانکہ اس سے بہت پہلے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بڑی عالمانہ قسم کی تقریر فرمائی تھی جو کتابی صورت میں شائع ہوئی ہوئی ہے اور اب اس کا انگلش میں بھی ترجمہ ہو گیا ہے۔ جو انگریزی دان احمدی ہیں اُن کو بھی پڑھنا چاہئے اور جو لوگ معاشیات میں دلچسپی رکھتے ہیں اُن کو دینی بھی چاہئے۔

پھر لالہ رام چند مچندہ صاحب کی ''اسلام کا اقتصادی نظام'' پر صدارتی تقریر ہے کہتے ہیں کہ ''میں اپنے آپ کو بہت خوش قسمت سمجھتا ہوں کہ مجھے ایسی قیمتی تقریر سننے کا موقع ملا اور مجھے اس بات سے خوشی ہے کہ تحریکِ احمدیت ترقی کر رہی ہے اور نمایاں ترقی کر رہی ہے۔ جو تقریر اس وقت آپ لوگوں نے سنی ہے اس کے اندر نہایت قیمتی اور نئی نئی باتیں حضور نے بیان فرمائی ہیں۔ مجھے اس تقریر سے بہت فائدہ ہوا ہے''۔ پھر کہتے ہیں کہ ''یہ میری غلطی تھی کہ اسلام صرف اپنے قوانین میں مسلمانوں کا ہی خیال رکھتا ہے۔ غیر مسلموں کا کوئی لحاظ نہیں رکھتا۔ مگر آج حضرت امام جماعت احمدیہ کی تقریر سے معلوم ہوا کہ اسلام تمام انسانوں میں مساوات کی تعلیم دیتا ہے اور مجھے یہ سن کر بہت خوشی ہوئی ہے۔ مَیں غیر مسلم دوستوں سے کہوں گا کہ اس قسم کے اسلام کی عزت و احترام کرنے میں آپ لوگوں کو کیا عذر ہے؟'' پھر کہتے ہیں ''حضرت امام جماعت احمدیہ کا بار بار اور لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں کہ انہوں نے اپنی نہایت ہی قیمتی معلومات سے پُر تقریر سے ہمیں مستفید فرمایا''۔

(تاریخ احمدیت جلد 9 صفحہ 622-623 مطبوعہ ربوہ)

پس یہ صرف ایک پہلو کی جھلک ہے جو پیشگوئی میں علومِ ظاہری و باطنی سے پُر ہونے کے بارے میں درج ہے۔ حضرت مصلح موعود نے علم و عرفان کا جو خزانہ ہمیں دیا ہے، اللہ تعالیٰ اس کو پڑھنے کی ہمیں توفیق بھی عطا فرمائے اور جیسا کہ آپ کے مضامین کے عنوانات کی عمومی فہرست میں مَیں نے بتایا ہے مختلف نوع کے جو مضامین ہیں، اللہ تعالیٰ ہمیں اُن سے بھی استفادہ کرنے کی توفیق دے اور ہم اپنا علم و عرفان بڑھانے والے ہوں۔

اس وقت مَیں نمازوں کے بعد ایک جنازہ بھی پڑھاؤں گا جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک صاحبزادے کا ہے۔ یہ حضرت سارہ بیگم صاحبہ کے بطن سے پیدا ہوئے تھے جو بہار کی رہنے والی تھیں۔ ان کا نام مکرم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب ہے جو 17 رفروری کو بوقت ساڑھے نو بجے

طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ ربوہ میں 82 سال کی عمر میں انتقال کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ میرے ماموں بھی تھے۔

24؍مارچ 1932ء کو پیدا ہوئے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے تمام بیٹوں کی طرح آپ کو بھی بچپن میں وقف کیا ہوا تھا اور اس لحاظ سے آپ کی تربیت اور تعلیم کے مراحل طے کرائے گئے تھے۔ آپ نے مدرسہ احمدیہ اور جامعۃ المبشرین قادیان میں دینی تعلیم حاصل کی۔ میٹرک پرائیویٹ پاس کیا۔ 1958ء میں بی۔اے پاس کیا۔ لاہور لاء کالج سے 1962ء میں اس شرط پر ایل ایل بی کیا کہ اس کی پریکٹس نہیں کرنی۔ 1962ء میں آپ خدماتِ سلسلہ کے لئے بیرونِ ملک تشریف لے گئے۔ 1962ء سے 1969ء تک بطور پرنسپل سیکنڈری سکول سیرالیون میں خدمت کی توفیق پائی۔ علمی شخصیت کے مالک تھے۔ بیس سال کی محنت و تحقیق کے بعد قرآنِ کریم کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر و تفسیر کے بحرِ بےکراں کا احاطہ کرتے ہوئے قیمتی ارشادات اور اردو، فارسی اور عربی اشعار کا چناؤ اور الہام اکٹھے کر کے ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم فہم قرآن'' کے نام سے ایک بڑی اچھی اور ضخیم کتاب مرتب کی جو 2004ء میں شائع ہوئی۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے عربی، فارسی اور اردو ادب پر مشتمل اشعار کی دوسری کتاب بھی 'ادب المسیح' کے نام سے شائع کی۔ یہ بھی ایک بڑا اچھا شاہکار ہے۔ ان کی شادی 1959ء میں مکرم سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کے ماموں تھے، اُن کی بیٹی طاہرہ بیگم صاحبہ سے ہوئی۔ اور ان کے چار بچے تھے۔ ایک عزیزم مرزا سلیمان احمد، یہ امریکہ میں ہیں۔ اور تین بیٹیاں ہیں۔ امۃ المومن حنا جو ڈاکٹر خالد تسلیم احمد صاحب ربوہ میں ہیں اُن کی اہلیہ، اور ایک مینا مبارکہ مرزا احسن احمد کی اہلیہ، اور امۃ السمیع فرخ احمد خان کی اہلیہ ہیں۔

سیرالیون میں ایک عرصہ رہے ہیں۔ آپ کی اہلیہ بیان کرتی ہیں کہ بو (Bo) شہر میں پہلی مرتبہ جماعت کے کسی سکول میں سائنس بلاک کا قیام عمل میں آیا۔ تو آپ کی اہلیہ کہتی ہیں بہت محنت اور توجہ سے سارا سارا دن کھڑے ہو کر اس بلاک کی تعمیر کروایا کرتے تھے۔ قمر سلیمان صاحب سیرالیون دورے پر گئے تھے تو کہتے ہیں سیرالیون کے لوگ ابھی تک صاحبزادہ صاحب کو بہت زیادہ یاد کرتے ہیں۔ یتیموں کی پرورش کا بھی خیال کرتے تھے۔ خاموشی سے اُن کی مدد کرتے رہتے تھے۔ اپنے دوستوں کا بہت خیال رکھتے تھے۔ دوستی خوب نبھاتے تھے۔ اپنے ایک بہت قریبی اور ہردلعزیز دوست کی وفات کے بعد جس کی اولاد جو ابھی چھوٹی تھی، اُن کا بڑا خیال رکھا، اُن کی شادیاں کروائیں اور دوستی کے رشتے کو

انہوں نے بڑا نبھایا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اولاد میں سب سے زیادہ فارسی زبان پر آپ کو عبور حاصل تھا۔ فارسی بڑی اچھی ان کو آتی تھی۔ حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کا بڑا گہرا مطالعہ تھا۔ اور اسی کی وجہ ہے کہ آپ نے جو تعلیم فہم القرآن کتاب لکھی ہے، یہ لکھی ہی نہیں جا سکتی جب تک اُس میں اچھی طرح مطالعہ نہ ہو۔ بہرحال آپ کی اہلیہ نے بتایا کہ انہوں نے خود مجھے بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعض کتب یا شاید ساری کتب بیس پچیس مرتبہ انہوں نے پڑھیں۔ قادیان سے بھی بڑی غیر معمولی محبت تھی۔ دو چار سال سے اُن کی صحت کافی خراب تھی، پھر بھی پچھلے دو سال باقاعدگی سے قادیان جلسے پر جاتے رہے۔ دعا پر بھی آپ کو بڑا یقین تھا۔ آپ کی بیٹی نے بتایا کہ انہوں نے کسی صحابی کا قصہ بیان کیا کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ ان کے درجات بلند ہوتے جا رہے ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ میرے تو ایسے اعمال نہ تھے۔ اس پر اُنہیں بتایا گیا کہ تم نے جو اپنی نیک اولاد چھوڑی ہے وہ ہر وقت تیرے لئے دعا کرتی ہے اور اس سے ہر روز تیرے درجے میں اضافہ ہوتا ہے۔ کہتی ہیں، اپنے بچوں کو نصیحت کرتے تھے کہ میرے لئے دعا کرتے رہنا۔ اللہ کرے کہ ان کی اولاد نیکیوں پر قائم ہو۔ جس طرح کہ وہ دیکھنا چاہتے تھے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی اولاد اور اپنی جماعت کے لئے جو دعائیں کی ہیں اس دعا کے مصداق اور ان کے بچے بھی اور باقی افرادِ خاندان بھی اور جماعت بھی بنے۔ حضرت مصلح موعود نے بچوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولادیں اور اُن کی اولادیں ابد تک تیری امانت ہوں جس میں شیطان خیانت نہ کر سکے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں۔

(میری سارہ، انوار العلوم جلد 13 صفحہ 189 مطبوعہ فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

اللہ تعالیٰ محترم صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب سے مغفرت کا سلوک فرمائے، رحم کا سلوک فرمائے، آپ کے درجات بلند فرمائے۔ ان کے بچوں کو بھی حقیقت میں اُس خون کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے جس کی طرف وہ منسوب ہوتے ہیں۔ مجھ سے بھی ان کا بہت گہرا تعلق تھا۔ خلافت سے پہلے بھی تھا اور خلافت کے بعد تو پیار کا یہ تعلق بہت بڑھ گیا تھا۔ لیکن اس میں عاجزی اور اخلاص اور وفا کا بے انتہا اظہار تھا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرماتا رہے اور ان کی اولاد کو بھی خلافت سے خاص تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 / مارچ 2014ء تا 20 مارچ 2014ء جلد 21 شمارہ 11 صفحہ 05 تا 09)

9

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28 فروری 2014ء بمطابق 28 تبلیغ 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ جمعہ میں مَیں نے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیشگوئی کے حوالے سے بات کی تھی اور اس ضمن میں آپ کے علوم ظاہری و باطنی سے پُر کئے جانے کا ذکر ہوا تھا اور یہ بھی کہ آپ کے علم و معرفت اور قرآنِ کریم کے تفسیری نکات کا غیروں پر بھی اثر تھا اور اس بات کا انہوں نے برملا اظہار کیا۔ یہ اظہار، یہ کارنامے تو اتنے وسیع ہیں کہ مہینوں شاید سالوں بھی یہ ذکر چل سکتا ہے جو ظاہر ہے بیان کرنا ممکن نہیں۔ لیکن ایک بات کا میں گزشتہ خطبہ میں ذکر کرنا چاہتا تھا جو وقت کی کمی کی وجہ سے مَیں نہیں کر سکا۔ آج اسی کا ذکر کروں گا۔

یہ بات آج سے 90 سال پہلے کی ہے اور اس شہر لندن سے اس کا تعلق ہے۔ آپ میں سے بہت سے جانتے ہوں گے کہ ستمبر 1924ء میں ایک مذاہب کانفرنس منعقد ہوئی تھی جس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی خود بنفسِ نفیس شامل ہوئے تھے۔ آجکل تو ہمارے تعارف بھی ہیں، تعلقات بھی ہیں اور احمدیوں پر دنیا میں مختلف جگہوں پر جو ظلم ہو رہا ہے، اُس کی وجہ سے بہت سی حقوقِ انسانی کی جو تنظیمیں ہیں، اُن کی بھی نظر ہے۔ پھر ان تعلقات کی وجہ سے پارلیمنٹ کے ممبران اور پڑھے لکھے طبقے سے ہمارا یہاں بھی اور دنیا میں بھی تعارف ہے۔ لیکن اُس زمانے میں یہ سب کچھ نہیں تھا۔ مگر اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے جو خاص حالات پیدا فرمائے اور خود کانفرنس کرنے والی انتظامیہ نے مشورے کے بعد آپ سے لندن آ کر کانفرنس میں دینِ اسلام کے بارے میں کہنے کے لئے درخواست کی۔ یہ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت لئے ہوئے تھی۔ اور پھر جب ہم اُن حالات کو دیکھتے ہیں جو مالی لحاظ سے جماعت کے حالات تھے۔ اور

اُس وقت آپ اپنے ساتھ گیارہ افراد کا وفد لے کے آئے تھے اور یہ بھی کوئی معمولی بات نہیں تھی بلکہ خود تو حضرت مصلح موعود نے اپنا خرچ ذاتی طور پر کیا، باقیوں کے لئے قرض لینا پڑا تھا۔ بہر حال پہلے تو یہاں نہ آنے کا فیصلہ ہوا، پھر دعا اور استخارے اور جماعت سے مشورے کے بعد یہ سفر ہوا اور اس میں اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے ہمیں ہر جگہ نظر آئے۔ یہ خلیفۃ المسیح کا پہلا دورۂ یورپ تھا اور اس کے ساتھ عرب ممالک بھی شامل تھے۔ شام، مصر، فلسطین وغیرہ عرب ممالک میں تو سوائے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کسی بھی خلیفہ کا دورہ نہیں ہوا۔ اس کے بعد تو حالات بگڑتے چلے گئے اور پابندیاں لگتی چلی گئیں۔

اس وقت مَیں اس کانفرنس کے مختصر حالات اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے بارے میں انگریزوں کے تاثرات بھی پیش کروں گا۔ یہ تاثرات جہاں آپ کی ذات کے علمی ہونے اور اللہ تعالیٰ کی خاص تائید ساتھ ہونے کا اظہار کرتے ہیں وہیں اس میں بعض تاریخی پہلو بھی ہیں جو ہمارے نوجوانوں کو پتہ ہونے چاہئیں۔ اُس زمانے میں سفر تو بحری جہاز کے ذریعہ ہوتے تھے اور سفر میں کئی دن لگتے تھے۔

ایک روز حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ فرسٹ اور سیکنڈ کلاس کے درمیان ڈیک پر نماز باجماعت پڑھا رہے تھے۔ نماز کے بعد فارغ ہو کر بیٹھے تھے۔ ساتھ ساتھی بھی بیٹھے تھے تو جہاز کے ڈاکٹر کا وہاں سے گزر ہوا جو Italian تھا۔ اس نے آپ کو بیٹھے دیکھا تو بے اختیار اُس کے منہ سے نکلا کہ Jesus Christ and twelve disciples یعنی یسوع مسیح اور اُس کے بارہ حواری۔ یہ ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کی روایت ہے۔ ڈاکٹر صاحب کہتے ہیں کہ یہ سنا تو میں حیرت زدہ رہ گیا کہ ڈاکٹر جو تھا Italian تھا اور اس لحاظ سے پوپ کی بستی کا رہنے والا تھا اُس نے کیسی صحیح اور عارفانہ بات کی ہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 437 مطبوعہ ربوہ)

حضور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ جو گیارہ ساتھی تھے ان میں بارہویں چوہدری محمد شریف صاحب وکیل تھے جو اپنے طور پر سفر میں شامل ہوئے تھے۔

اب اس کانفرنس جو ویمبلے کانفرنس کہلاتی ہے، اس کا تاریخی پسِ منظر اور اغراض و مقاصد بھی پیش کرتا ہوں۔ شروع 1924ء میں انگلستان کی مشہور ویمبلے نمائش کے سلسلہ میں سوشلسٹ لیڈر ولیم لافٹس ہیئر (William Loftus Hare) نے یہ تجویز کی کہ اس عالمی نمائش کے ساتھ ایک مذہبی کانفرنس بھی منعقد کی جائے۔ جس میں برطانوی مملکت کے، (اُس زمانے میں برطانیہ کی حکومت کی کالونیز تھیں،

بہت جگہ پھیلی ہوئی تھی۔) مختلف مذاہب کے نمائندوں کو بھی دعوت دی جائے تا کہ وہ اس کانفرنس میں شریک ہوں اور اپنے اپنے مذہب کے اصولوں پر روشنی ڈالیں۔ نمائش کے منتظمین نے جن میں مستشرقین بھی شامل تھے اس خیال سے اتفاق کیا اور لندن یونیورسٹی کا علومِ شرقیہ کا سکول یعنی School of oriental studies جو ہے اُس کے زیرِ انتظام کانفرنس کے وسیع پیمانے پر انعقاد کے لئے ایک کمیٹی قائم کر دی گئی اور کانفرنس کا مقام اِمپیریل انسٹی ٹیوٹ لندن مقرر کیا گیا اور 22 ستمبر 1924ء سے 3 اکتوبر 1924ء تک کی تاریخیں رکھی گئیں اور کمیٹی نے ان مذاہب کے مقررین کو منتخب کیا اور اُن کو دعوت دی۔ ہندومت، اسلام، بدھ ازم، پارسی مذہب، جینی مذہب، سکھ ازم، تصوف، برہمو سماج، آریہ سماج، کنفیوشس ازم وغیرہ۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 422 مطبوعہ ربوہ)

اُس زمانے میں حضرت مولوی عبدالرحیم صاحب نیرّ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو 1923ء کے آغاز میں ہی لنڈن میں آئے تھے۔ وہ لندن میں تھے لیکن آپ کو اس کانفرنس کا علم نہیں ہو سکا تھا۔ جب کمیٹی کی تشکیل کے علاوہ مقررین بھی تجویز ہو چکے۔ (یہ سارا کام ہو چکا تھا اُس وقت) اور 1924ء کا کچھ حصہ بھی گزر گیا تو کسی نے ایک جگہ بیٹھ کر یونہی برسبیلِ تذکرہ حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ کے سامنے ذکر کیا جس پر آپ گئے اور کمیٹی کے جوائنٹ سیکرٹری ایم ایم شارپلز سے ملے۔ انہوں نے جب آپ کی باتیں سنیں تو محسوس کیا کہ اسلام کے متعلق احمدی جماعت کا نقطۂ نگاہ ضرور پیش ہونا چاہئے۔ تو کمیٹی میں اس کا ذکر ہوا۔ کمیٹی کے نائب صدر ڈاکٹر سر تھامس ڈبلیو آرنلڈ (Dr .Sir Thomas Walker Arnold) اُن کی شخصیت سے اور اُن کے علم سے وہ اتنے متاثر ہوئے کہ انہوں نے اس طرف توجہ دلائی کہ مقررین کے بارے میں بھی نیرّ صاحب سے ضرور مشورہ کر لیا جائے۔ آجکل بعض دفعہ ہم لوگ ہمت ہار بیٹھتے ہیں کہ جی اب وقت گزر گیا، کچھ نہیں ہو سکتا۔ اُس وقت انہوں نے سب کچھ ہونے کے باوجود بھی ہمت کی، گئے اور ساری انتظامیہ کو قائل کر لیا۔ چنانچہ نیرّ صاحب کے ساتھ پھر اس پروگرام پر نظر ثانی ہوئی، اور ہندومت اور بدھ کے نمائندوں کے نام بھی اور اس کے علاوہ تصوف کی نمائندگی کے لئے بھی نیرّ صاحب سے مشورہ ہوا اور تصوّف کے لئے حضرت صوفی حافظ روشن علی صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام لکھا گیا۔ مگر ساتھ ہی انہوں نے یہ بھی بتایا کہ یہ حافظ روشن علی صاحب نہیں آ سکتے جب تک حضرت خلیفۃ المسیح الثانی جو امام جماعت احمدیہ ہیں، کی اجازت حاصل نہ کی جائے۔ تو کمیٹی میں جونہی یہ نام پیش ہوئے تو ڈاکٹر

آرنلڈ اور پروفیسر مارگولیتھ (David Samuel Margoliouth) نے اور کمیٹی کے دوسرے ممبران نے نہایت خلوص اور محبت سے یہ فیصلہ کیا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی خدمت میں کانفرنس میں شمولیت کی درخواست کی جائے اور صوفی صاحب کو بھی ساتھ لانے کی گزارش کی جائے۔ اس طرح حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں انگلستان کے جو بڑے بڑے مستشرقین تھے، اُن کا دعوت نامہ پہنچا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 423-422)

بہرحال جیسا کہ میں نے کہا، بڑے سوچ و بچار کے بعد یہ دعوت قبول کی گئی تھی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے کانفرنس کے لئے مضمون لکھنا شروع کیا اور اس کا ترجمہ اور اصلاح وغیرہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب، مولوی شیر علی صاحب اور حضرت مرزا بشیر احمد صاحب نے کی۔ لیکن جو مضمون لکھا گیا تھا تو وہ بہت لمبا بن گیا۔ اس کا کوئی حصّہ پڑھ کر سنانا مناسب نہیں تھا۔ اتنا وقت ہی نہیں تھا۔ کیونکہ سارا پڑھا نہیں جا سکتا تھا اور خلاصہ بیان کرنا مناسب نہیں تھا۔ اس لئے یہ فیصلہ ہوا کہ نیا مضمون لکھا جائے۔ چنانچہ پھر نیا مضمون لکھا گیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے لکھا اور اُس کا پھر ترجمہ ہوا۔

(ماخوذ از انوار العلوم جلد 8 صفحہ 423-422)

بہرحال آپ سفر پر روانہ ہوئے۔ جیسا کہ میں نے کہا 23 ستمبر 1924ء کو یہ کانفرنس شروع ہوئی۔ یہ دن سفر یورپ کی تاریخ جو ہے، اُس میں بھی سنہری دن تھا۔ اس دن ویمبلے کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا جو بے نظیر مضمون تھا، یہ پڑھا جانا تھا اور اس کے پڑھے جانے سے اسلام اور احمدیت کی شہرت کو چار چاند لگے۔ یورپ میں اسلام کا پیغام صحیح رنگ میں پہنچایا گیا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا لندن میں تقریر کرنے کا جو ایک رؤیا تھا، اُس کا ذکر حضرت مصلح موعود نے تقریر میں بھی کیا ہے، وہ پوری آب و تاب سے پورا ہو گیا۔ یہ کہتے ہیں کہ مضمون کا وقت پانچ بجے شام مقرر تھا، جبکہ اس سے پہلے لوگ اڑھائی گھنٹے سے مسلسل بیٹھے اسلام سے متعلق باتیں سن رہے تھے، یا مذہب سے متعلق باتیں سن رہے تھے۔ مگر جونہی آپ کی تقریر کا وقت آیا تو نہ صرف لوگ پورے ذوق و شوق سے اپنی جگہ پر بیٹھے رہے بلکہ دیکھتے دیکھتے اور لوگ بھی ہال میں آنے شروع ہو گئے اور ہال بالکل بھر گیا۔ اس سے پہلے کسی لیکچر کے وقت حاضری اتنی زیادہ نہیں تھی۔ اجلاس کے صدر سر تھیوڈر ماریسن (Sir Theodore Morrison) تھے۔ انہوں نے حضور کا تعارف کروایا اور پھر نہایت ادب و احترام کے جذبات کے ساتھ آپ سے درخواست کی کہ اپنے

کلمات سے محظوظ فرمائیں۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ جو اپنے رفقاء کے ساتھ، ساتھیوں کے ساتھ سٹیج پر تشریف رکھتے تھے، کھڑے ہوئے اور انگلش میں آپ نے مختصر سا خطاب کیا کہ ''مسٹر پریذیڈنٹ، بہنو اور بھائیو! سب سے پہلے مَیں خدا کا شکر ادا کرتا ہوں کہ اُس نے اس کانفرنس کے بانیوں کے دلوں میں یہ خیال پیدا کیا کہ لوگ اس طرح پر مذہب کے سوال پر غور کریں اور مختلف مذاہب سے متعلق تقریریں سن کر یہ دیکھیں کہ کس مذہب کو قبول کرنا چاہئے؟'' پھر آپ نے کہا کہ ''اس کے بعد مَیں اپنے مرید چوہدری ظفر اللہ خان صاحب بار ایٹ لاء سے کہتا ہوں کہ میرا مضمون سنائیں''۔ آپ نے کہا کہ ''مَیں ایسے طور پر اپنی زبان میں بھی لکھے ہوئے پرچے پڑھنے کا عادی نہیں ہوں کیونکہ مَیں ہمیشہ زبانی تقریریں کرتا ہوں اور کئی کئی گھنٹے تک، چھ چھ گھنٹے تک بولتا ہوں۔ فرمایا کہ مذہب کا معاملہ اسی دنیا تک ختم نہیں ہو جاتا بلکہ وہ مرنے کے بعد دوسرے جہان تک جاتا ہے۔ اور انسان کی دائمی راحت مذاہب سے وابستہ ہے۔ اس لئے آپ اس پر غور کریں اور سوچیں اور مجھے امید ہے کہ آپ توجہ سے سنیں گے''۔

بہرحال چوہدری صاحب نے اُس مضمون کو پڑھنے پر تقریباً ایک گھنٹہ لگایا اور بڑے پُرشوکت لہجے میں مضمون پڑھا گیا۔ اس کے باوجود کہ چوہدری صاحب کے گلے میں خراش تھی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے خاص تائید فرمائی اور بڑے اعلیٰ رنگ میں انہوں نے مضمون پڑھا۔ (حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا ہے کہ چوہدری صاحب نے یہ مضمون جو پڑھا تھا، یہ اصل میں میری زبان تھی۔ یعنی چوہدری صاحب پڑھ رہے تھے لیکن چوہدری صاحب کی زبان نہیں تھی، میری زبان تھی۔) بہرحال اس مضمون پر حاضرین میں ایک وجد کی کیفیت طاری تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ سب حاضرین گویا احمدی ہیں۔ تمام لوگ ایک محویت کے عالم میں اخیر تک بیٹھے رہے۔ جب مضمون میں اسلام کے متعلق کوئی ایسی بات بیان کی جاتی جو اُن کے لئے نئی ہوتی تو کئی لوگ خوشی سے اچھل پڑتے۔ غلامی، سود اور تعدد ازدواج وغیرہ مسائل کو نہایت واضح طور پر بیان کیا گیا۔ اس حصہ مضمون کو بھی نہ صرف مردوں نے بلکہ عورتوں نے بھی نہایت شوق اور خوشی سے سنا۔ ایک گھنٹے کے بعد لیکچر ختم ہوا تو لوگوں نے بڑی گرمجوشی کے ساتھ اور بڑی دیر تک تالیاں بجائیں۔ جبکہ اجلاس کے جو پریذیڈنٹ تھے اُن کو کئی منٹ تک انتظار کرنا پڑا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 452-451 مطبوعہ ربوہ)

یہ مضمون انوار العلوم کی آٹھویں جلد میں موجود ہے۔

بہر حال خلاصۃً یہ کہ اس مضمون میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پہلے جماعت احمدیہ کی بنیاد اور قیام کا ذکر کیا، جو 1889ء میں پڑی۔ پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ مہدی ہونے کا تھا جس کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی اور اسی طرح مسیح ہونے کا دعویٰ تھا جس کی پیشگوئی انجیل اور اسلامی کتب میں بھی موجود ہے۔ اور آپ کے اس دعویٰ کی وجہ سے آپ کو ہر جگہ سے مخالفت کا سامنا کرنا پڑا۔ مسلمان علماء نے بھی بڑھ بڑھ کر آپ کی مخالفت کی۔ لیکن اس سب کے باوجود آپ کے گرد لوگ جمع ہونے شروع ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک جماعت بن گئی اور پھر جماعت دنیا کے مختلف ممالک میں بھی آہستہ آہستہ بننی شروع ہوئی۔ مَیں مضمون کا خلاصہ بیان کر رہا ہوں اور خلاصہ کیا؟ اس کو انتہائی خلاصہ کہہ سکتے ہیں، پوائنٹس جو تھے، ویسے تو جو مختصر مضمون لکھا گیا ہے اس میں بھی مَیں نے جیسا کہ بتایا ایک گھنٹہ لگا تھا اور جو پہلا لکھا گیا تھا، ''احمدیت یعنی حقیقی اسلام'' وہ تو کافی لمبی کتاب بن جاتی ہے۔ بہر حال پھر آپ نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی وفات کے بعد خلافت کا نظام جاری ہوا اور اس خلافت کے نظام کے تحت یہی مشن چلتے رہے اور دنیا کے درجنوں ممالک جو ہیں، وہاں جماعت کا قیام ہوا۔ ہر مذہب کے لوگ اسلام میں، جماعت میں شامل ہونا شروع ہوئے۔ پھر یہ بھی بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ واضح فرمایا کہ پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود کی ضرورت اس زمانے میں ہونی تھی۔ کیونکہ یہی زمانہ تھا جس کی حالت یہ ہے کہ جو نشانیاں بتائی گئی تھیں ان کے مطابق جس میں کوئی نہ کوئی مصلح اور مسیح موعود آتا ہے جن کی پیشگوئی کی گئی تھی۔

پھر آپ نے یہ بھی بتایا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا تھا کہ خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں سے کلام کرتا ہے۔ اُن کی دعائیں سنتا ہے۔ خدا رحیم و مشفق ہے۔ اُس نے مسیح موعود کو بھیج کر اس زمانے میں بھی دنیا کی اصلاح کے سامان کئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود نے خدا تعالیٰ کی ذات پر یقین پیدا کروا کر اور اُس کی توحید ثابت کر کے اُس سے تعلق پیدا کروا کر آج بھی اللہ تعالیٰ کے زندہ ہونے کا ثبوت دیا ہے اور یہ بھی واضح طور پر بتایا کہ اگر کوئی مذہب خدا کے وجود کی کامل شناخت نہیں کروا سکتا تو وہ مذہب کہلانے کا مستحق نہیں ہے۔ پھر حضرت مصلح موعود نے اپنے مضمون میں انبیاء کی حیثیت اور ہر فردِ بشر کے خدا سے تعلق، تاکہ روحانی ترقی ہو، اس کی بھی وضاحت فرمائی۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ حضرت مسیح موعود نے اس بات کو بڑی حکمت اور دوراندیشی سے بیان فرمایا کہ قرآنِ کریم گو آخری اور کامل شریعت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ انسان عقلی ترقی کے آخری دور تک پہنچ چکا ہے۔ بلکہ قرآن کی آخری کتاب

ہونے کی خوبصورتی یہ ہے کہ اس کے اندر علموں کا گہرا خزانہ چھپا ہوا ہے جو اُس کو ملتا ہے جو اس کی تلاش میں سنجیدہ ہو۔ اور سنجیدگی کے ساتھ جب اس کی تلاش کی جائے، جہاں روحانی ترقی ہوتی ہے، وہاں دوسرے چھپے ہوئے دنیاوی اور علمی مضامین بھی ہر ایک کو اُس کے ذوق کے مطابق قرآنِ کریم سے ملتے ہیں۔ پھر حضرت مصلح موعود نے یہ بھی فرمایا کہ قرآنِ کریم اس اعتراض کو ردّ کرتا ہے جو مسلمانوں پر کیا جاتا ہے کہ اسلام تلوار سے پھیلا اور اس کی دلیل یہ پیش کی جو قرآنِ کریم کی آیت ہے کہ دین میں کوئی جبر نہیں۔ جنگ کی صرف اس وقت اجازت ہے جب اسلام کو برباد کر دینے کی کوشش کی جائے، نقصان پہنچانے کی کوشش کی جائے۔ پھر مختلف موضوعات ہیں جو اس تقریر میں آپ نے بیان فرمائے۔ مثلاً غلامی، جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے۔ حرمتِ سود، تعددِ ازدواج، طلاق، اخلاقی تعلیم، حیات بعد الموت۔ یہ ساری باتیں جو تھیں، اس پر اسلامی نظریہ کیا ہے اس پر روشنی ڈالی۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے ثبوت دیئے۔ آپ علیہ السلام کی تائید میں الٰہی نشانات کا ذکر فرمایا۔ پھر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس مضمون میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ایک رؤیا کا بھی ذکر فرمایا جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے یہ دیکھا تھا کہ آپ لندن میں ایک سٹیج پر کھڑے ہیں اور اسلام پر ایک تقریر فرما رہے ہیں۔ اور بعد ازاں آپ نے چند پرندے پکڑے۔ آپ نے اس کی تعبیر یہ کی کہ آپ کی تعلیم کی لندن میں تبلیغ کی جائے گی اور آپ کی معرفت لوگ اسلام میں داخل ہوں گے۔ اور پھر اس کی جو پہلی تعبیر ہے وہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جو یہ تقریر تھی اس صورت میں پوری ہوئی۔

پھر حضرت مصلح موعود نے حضرت مسیح موعودؑ کے حوالے سے یہ بھی فرمایا کہ اگر کوئی تعصب سے پاک ہو کر چالیس دن تک صداقت جاننے کے لئے دعا کرے تو اُس پر صداقت کھل جائے گی۔ وہ پیرا پڑھا گیا۔ وہ اقتباس پڑھا گیا۔

(ماخوذ از دورہ یورپ/ مجمع البحرین، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 388 تا 414)

آخر میں حضرت مصلح موعود نے اس مضمون کو اس طرح بند کیا کہ:

’’بہنو اور بھائیو! خدا کی روشنی تمہارے لئے چمک اٹھی ہے اور وہ جس کو دنیا بوجہ مرورِ زمانہ ایک عجیب فسانہ خیال کرنے لگی تھی تمہاری عین آنکھوں کے سامنے ظاہر ہو گیا ہے۔ خدا کا جلال ایک نبی کے ذریعے تم پر ظاہر کیا گیا ہے۔ ہاں ایسا نبی جس کی بعثت کی خبر نوحؑ لے کر محمد صلی اللہ علیہ وسلم تک تمام

انبیاء نے پہلے سے دی تھی۔ خدا نے آج تمہارے لئے پھر یہ امر ثابت کر دیا کہ میں صرف ان کا خدا نہیں جو مر چکے ہیں بلکہ ان کا بھی خدا ہوں جو زندہ ہیں۔ اور نہ صرف ان کا خدا ہوں جو پہلے گزر چکے ہیں بلکہ ان کا بھی خدا ہوں جو آئندہ آئیں گے۔ پس تم اس روشنی کو قبول کرو اور اپنے دلوں کو اس سے منور کر لو۔ بہنو اور بھائیو! یہ زندگی عارضی ہے لیکن یہ خیال کرنا غلطی ہے کہ اس کے بعد فنا ہے۔ فنا تو کوئی چیز ہی نہیں۔ روح کو فنا کے لئے نہیں بلکہ ابدی زندگی کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ اپنی پیدائش کے لمحے سے لے کر انسان ایک نہ ختم ہونے والے رستے پر چلنا شروع کر دیتا ہے اور سوائے اس کے کہ موت اس کی رفتار کی تیزی کا ذریعہ ہو اور کچھ نہیں۔ یہ کیا بات ہے کہ تم جو چھوٹے چھوٹے مقابلوں میں ایک دوسرے سے سبقت لے جانے کی لگاتار کوشش میں لگے رہتے ہو اس بڑے مقابلہ کو نظر انداز کر رہے ہو جس میں ماضی، حال اور مستقبل کی تمام پشتوں کو لازماً حصہ لینا پڑے گا۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ مشرق میں ایک فرستادہ مبعوث کیا گیا اور خدا نے اس کے ذریعے سچائی کو تمہارے دروازوں تک پہنچا دیا ہے۔ تم سچے دل سے اس فضل کا شکریہ ادا کرو جو تم پر کیا گیا تا تم پر زیادہ فضل نازل کئے جائیں اور تم اس کی رحمت کو لینے کے لئے آگے دوڑو تا تمہارے لئے اس کی محبت ایک جوش مارے۔ یہ کیا بات ہے کہ تم جو تمام ان نیند آور چیزوں کو جو دماغ میں سستی پیدا کریں نفرت سے دیکھتے ہو کس طرح ایسی چیز سے مطمئن ہو جو نفع رساں نہیں اور روح کی خواہشات کو دبانے والی ہے۔ تم بتوں کے سامنے جھکنے سے تو انکار کرتے ہو پھر کس طرح تم ایسے بت کے آگے جھکتے ہو جس میں زندگی کی کوئی علامت نہیں۔ آؤ اور اس ربّانی شرابِ زندگی کو پیو جو خدا نے تمہارے لئے مہیا کی۔ یہ ایسی شراب ہے جو عقل کو ہلاک کرنے والی نہیں بلکہ اس کو مضبوط کرنے والی ہے۔

خوش ہو جاؤ اے دلہن کی سہیلیو (یہ بائبل کے حوالے سے آگے اُس رنگ میں بیان فرمایا کہ) خوش ہو جاؤ اے دلہن کی سہیلیو! اور خوشی کے گیت گاؤ کیونکہ دولہا آ پہنچا ہے۔ وہ جس کی تلاش تھی مل گیا ہے۔ وہ جس کا انتظار کیا جا رہا تھا یہاں تک کہ انتظار کرنے والوں کی آنکھیں مدھم پڑ گئی تھیں اب تمہاری آنکھوں کو منور کر رہا ہے۔ مبارک ہے وہ جو خدا کے نام پر آیا۔ ہاں مبارک ہے جو خدا کے نام پر آیا۔ وہ جو اس کو پا لیتے ہیں سب کچھ پا لیتے ہیں اور وہ جو اس کو نہیں دیکھ سکتے وہ کچھ بھی نہیں دیکھ سکتے۔

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین۔"

(انوار العلوم جلد 8 صفحہ 415-416۔ دورۂ یورپ)

آپ نے یہ مضمون یہاں ختم فرمایا۔ پس بڑی حکمت سے، بڑی جرأت سے آپ نے اسلام کی

خوبیاں بھی بیان کیں اور دعوتِ اسلام بھی دی۔ جیسا کہ مَیں نے کہا، یہ ایک گھنٹے سے زائد کی تقریر تھی۔ اس کا انتہائی مختصر خلاصہ چند نکات کے حوالے سے مَیں نے پیش کیا ہے۔ بہرحال اس تقریر کا حاضرین پر جو اثر ہوا اُس کے بارے میں مَیں بیان کرنا چاہتا ہوں۔

کانفرنس کے صدر اجلاس نے کہا، جو الفضل کی رپورٹ میں درج ہے کہ:

''مرزا بشیر الدین امام جماعت احمدیہ کے مضمون پڑھے جانے پر سر تھیوڈور ماریسن نے اپنے پریذیڈنشل ریمارکس میں کہا کہ اس (یعنی احمدیہ) سلسلہ اور ایسے ہی زمانہ حال کے دوسرے سلسلوں کا پیدا ہونا ثابت کرتا ہے کہ اسلام ایک زندہ مذہب ہے جس کی تجدید کے متعلق لوگ اعلیٰ مطالعہ جاری رکھتے ہیں۔ (حضرت) مرزا بشیر الدین نے جن کے ہمراہ بہت سے سبز عماموں والے متبعین تھے فرمایا کہ سلسلہ احمدیہ سلسلہ موسویہ میں سلسلہ عیسویہ کی طرح اسلام میں ایک ضروری اور قدرتی تجدید ہے جس کی غرض کسی نئے (شرعی) قانون کا اجراء نہیں بلکہ اصلی اور حقیقی اسلامی تعلیم کی اشاعت کرنا ہے۔''

(الفضل 30 ستمبر 1924ء نمبر 35 جلد 12 صفحہ 2)

پھر پریذیڈنٹ نے کہا ''مجھے زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں۔ مضمون کی خوبی اور لطافت کا اندازہ خود مضمون نے کرا لیا ہے۔ میں اپنی طرف سے اور حاضرین کی طرف سے مضمون کی خوبیٔ ترتیب، خوبیٔ خیالات اور اعلیٰ درجہ کے طریقِ استدلال کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ حاضرین کے چہرے زبانِ حال سے میرے اس کہنے کے ساتھ متفق ہیں۔ اور مَیں یقین کرتا ہوں کہ وہ اقرار کرتے ہیں کہ مَیں اُن کی طرف سے شکریہ ادا کرنے میں حق پر ہوں اور اُن کی ترجمانی کا حق ادا کر رہا ہوں۔ پھر حضور کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ مَیں آپ کو لیکچر کی کامیابی پر مبارکباد عرض کرتا ہوں۔ آپ کا مضمون بہترین مضمون تھا جو آج پڑھے گئے۔'' اور اس کے بعد بھی سر تھیوڈر ماریسن جو تھے، وہ سٹیج پر بڑی دیر تک کھڑے رہے اور بعد میں اور بار بار مضمون کی تعریف کرتے رہے۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 453-452)

مضمون کے یہ پوائنٹ میں نے اس لئے بتائے ہیں کہ اس مضمون میں اسلام کی تبلیغ کی گئی تھی۔ آخر میں جو پورا پیرا پڑھا گیا ہے۔ اُس میں تو صاف بتایا گیا کہ جو مسیح آنے والا تھا وہ آ گیا۔

پھر (فری چرچ کے ہیڈ) ڈاکٹر والٹر والش (Dr. Walter Walsh) نے جو خود فصیح البیان لیکچرار تھے اپنے تاثرات بیان کرتے ہوئے کہا: ''مَیں نہایت خوش قسمت ہوں کہ مجھے یہ لیکچر سننے کا موقع ملا۔''

پھر" قانون کے ایک پروفیسر نے بیان کیا کہ جب مَیں مضمون سن رہا تھا تو یہ محسوس کر رہا تھا کہ یہ دن گویا ایک نئے دور کا آغاز کرنے والا ہے۔ پھر کہا، اگر آپ لوگ کسی اور طریق سے ہزاروں ہزار روپیہ بھی خرچ کرتے تو اتنی زبردست کامیابی حاصل نہیں کر سکتے تھے۔"

پھر ایک پادری منش نے کہا کہ تین سال ہوئے مجھے خواب میں دکھایا گیا کہ حضرت مسیح تیرہ حواریوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے ہیں اور اب مَیں یہ دیکھتا ہوں کہ یہ خواب پورا ہو گیا۔ (میں نے پہلے بارہ حواریوں کا ذکر کیا تھا۔ یہ تیرھویں جو وہاں فنکشن کے وقت موجود تھے وہ حضرت چوہدری ظفر اللہ خان صاحب تھے۔ اس طرح تیرہ پورے ہو گئے۔)

مس شارپلز جو کانفرنس کی سیکرٹری ہیں، انہوں نے کہا کہ لوگ اس مضمون کی بہت تعریف کرتے ہیں اور خود ہی بتایا کہ ایک صاحب نے His Holiness کے متعلق کہا کہ "یہ اس زمانے کا Luther معلوم ہوتا ہے۔" بعض نے کہا کہ "ان کے سینہ میں ایک آگ ہے۔ ایک نے کہا یہ تمام پرچوں سے بہتر پرچہ تھا۔"

"ایک جرمن پروفیسر نے جلسہ کے بعد سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھ کر حضور کی خدمت میں مبارکباد عرض کی اور کہا میرے پاس بعض بڑے بڑے انگریز بیٹھے کہہ رہے تھے (کہ) یہ نادر خیالات ہیں جو ہر روز سننے میں نہیں آتے۔"

مسٹر لین جو انڈیا آفس میں ایک بڑے عہدے دار تھے، انہوں نے تسلیم کیا کہ "خلیفۃ المسیح کا پرچہ سب سے اعلیٰ اور بہترین پرچہ تھا"۔

(تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 453 مطبوعہ ربوہ)

پھر حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانیؓ بیان کرتے ہیں۔ ایک صاحب حضور کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میں نے ہندوستان میں تیس سال کام کیا ہے اور مسلمانوں کے حالات اور دلائل کا مطالعہ کیا ہے۔ کیونکہ میں ایک مشنری کی حیثیت سے ہندوستان میں رہا ہوں مگر جس خوبی، صفائی اور لطافت سے آپ نے آج کے مضمون کو پیش کیا ہے، مَیں نے اس سے پہلے کبھی کسی جگہ بھی نہیں سنا۔ مجھے اس مضمون کو سن کر کیا بلحاظ خیالات اور کیا بلحاظ ترتیب اور کیا بلحاظ دلائل بہت گہرا اثر ہوا ہے۔

پھر ایک صاحب نے کہا جو یہ مضمون سننے کے لئے فرانس سے آئے ہوئے تھے کہ "مَیں عیسائیت پر اسلام کو ترجیح دیا کرتا تھا (عیسائیت کو ترجیح نہیں دیتے تھے۔ اسلام کو ترجیح دیتے تھے۔) اور اسلام پر

بدھ ازم کو ترجیح دیا کرتا تھا۔ اب جبکہ میں نے آپ کا مضمون بھی سن لیا ہے اور بدھ ازم کو بھی سنا ہے، میں یہ تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی اسلام ہی سب سے بالاتر مذہب ہے۔ جس خوبی سے اور جس خوش اسلوبی سے آپ نے اسلام کو پیش کیا اس کا کوئی دوسرا مذہب مقابلہ نہیں کر سکتا۔ میرے دل پر اب اس کا گہرا اثر ہے۔''

(الفضل 23 اکتوبر 1924ء جلد 12 نمبر 45 صفحہ 4 کالم 3)

پھر بہت ساری عورتیں بھی آئیں اور انہوں نے اس مضمون کی بہت تعریف کی۔ ایک عورت کہتی ہے کہ بعض نے مجھے کہا کہ There is a fire in him۔ اس میں ایک آگ ہے۔

پھر مسز شارپلز نے کہا وہ بھی سیکرٹری تھیں، سیکرٹری کی بیوی بھی تھیں اور انتظامیہ میں بھی شامل تھیں۔ کہتی ہیں کہ ایک انگریز میرے پاس آیا اور اُس نے مجھے کہا کہ چائے پر تو مجھے نہیں بلایا، وہاں چائے کا انتظام بھی تھا، مگر مجھے اجازت دو کہ میں اندر آ جاؤں۔ میری غرض دراصل اس شخص کو دیکھنا ہے جو ہندوستان سے اسلام کو پیش کرنے کے لئے آیا ہے اور احمدیوں کا سردار ہے۔ وہ شخص حضرت صاحب سے ملا، باتیں کیں اور پھر مولوی مبارک علی صاحب کی طرف مخاطب ہو کر کہا کہ مَیں نے بدھ مذہب کے پرچے بھی سنے اور دوسرے پرچے بھی لیکن یہ تمام پرچوں سے بہتر تھا۔ ایک جرمن شخص جو یہاں اُس زمانے میں پروفیسر تھے، انہوں نے جلسے سے واپسی کے وقت سڑک پر چلتے ہوئے آگے بڑھ کر (یہ وہی لگتے ہیں جن کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے لیکن یہاں ذرا تفصیل ہے) حضرت کے حضور مبارکباد عرض کی اور کہا، میرے پاس بڑے بڑے انگریز بیٹھے تھے، میں نے دیکھا کہ بعض زانو پر ہاتھ مارتے تھے اور کہتے تھے۔ .Rare ideas One can not hear such ideas everyday. یعنی یہ نہایت نادر خیالات ہیں۔ ایسے خیالات ہر روز سننے میں نہیں آتے۔ وہی جرمن پروفیسر روایت کرتے ہیں کہ بعض جگہ لوگ بے اختیار بول پڑتے تھے کہ .What a beautiful and true principles کیسے خوبصورت اور سچے اصول ہیں۔ اور ان جرمن پروفیسر نے خود اپنی رائے ان الفاظ میں ظاہر کی کہ یہ موقع احمدیوں کے لئے ایک ٹرننگ پوائنٹ ہے۔ اور یہ ایسی کامیابی ہے کہ اگر آپ لوگ ہزاروں پاؤنڈ بھی خرچ کر دیتے تو ایسی شہرت اور کامیابی کبھی نہ ہوتی۔

مسٹر لین کا ذکر ہوا ہے۔ انڈیا آفس کے ایک بڑے عہدیدار تھے۔ وہ لیکچر سن رہے تھے لیکن اُن کی بیوی اُس دن نہیں آئی تھیں۔ انہوں نے جا کر اپنے گھر میں بیوی سے ذکر کیا تو وہ اگلے دن آئیں اور قافلے کے جو لوگ تھے اُن کو ملیں کہ میں کل آ نہیں سکی تھی اور میرے خاوند نے مجھے گھر جا کر بتایا ہے کہ لیکچر

کتنا کامیاب اور مقبول ہوا۔

مس گارنر ایک دہریہ اور خدا کی منکر عورت ہے۔ اُس نے کہا کہ It was charmfull۔ یہ ایک دلکش اور اچھا مضمون تھا۔'' ''نہایت اعلیٰ خیالات تھے۔'' ''نئی صداقت'' وغیرہ وغیرہ الفاظ تو اکثر نے استعمال کئے۔

بہائی مذہب کی ایک عورت نے لیکچر سنا اور ہمارے ساتھ ساتھ مکان کے قریب تک چلی۔ وہ کہتی تھی کہ میں بہائی خیالات رکھتی تھی مگر اب آج کا لیکچر سن کر میرے خیالات بدل گئے ہیں۔ مَیں چاہتی ہوں کہ آپ کے زیادہ لیکچر سنوں۔ مجھے اگر مہربانی سے بتائیں کہ کب اور کہاں کہاں لیکچر ہوں گے تو میں ضرور آؤں گی۔

ایک عیسائی عورت مع اپنی لڑکی کے وہاں آئی۔ بڑے خلوص سے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے پیچھے پیچھے چلی آئی اور درخواست کی کہ میرے مکان پر جمعرات کو چائے کے لئے آئیں۔ حضرت نے مصروفیت کا عذر کیا۔ مگر اس نے بڑے اصرار اور محبت سے درخواست کو منظور کرا لیا اور کہا کہ خواہ کسی وقت آئیں مگر ضرور آئیں۔ ایک شخص نے کہا کہ ایسا پیارا مضمون تھا کہ حب الوطنی سے بھی زیادہ پیارا تھا۔

(ماخوذ از الفضل 23 اکتوبر 1924 نمبر 45 جلد 12 صفحہ 5-4)

اخباروں میں جو ذکر ہوا، ان میں سے ایک اخبار کا ذکر سن لیں۔ 'مانچسٹر گارڈین' نے اپنی 24 ستمبر 1924ء کی اشاعت میں لکھا کہ اس کانفرنس میں ایک ہلچل ڈالنے والا واقعہ، جو اُس وقت ظاہر ہوا، وہ آج سہ پہر کو اسلام کے ایک نئے فرقے کا ذکر تھا۔ نئے فرقہ کا لفظ ہم نے آسانی کے لئے اختیار کیا ہے۔ ورنہ یہ لوگ اس کو درست نہیں سمجھتے۔ یہ بھی اُس نے وضاحت کر دی۔ اس فرقے کی بناء ان کے قول کے بموجب آج سے 34 سال پہلے اس مسیح نے ڈالی جس کی پیشگوئی بائبل اور دوسری کتابوں میں ہے۔ اس سلسلے کا یہ دعویٰ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے صریح الہام کے ماتحت اس سلسلے کی بنیاد اس لئے رکھی ہے کہ وہ نوعِ انسان کو اسلام کے ذریعہ خدا تعالیٰ تک پہنچائے۔ ایک ہندوستان کے باشندے نے جو سفید دستار باندھے ہوئے ہے اور جس کا چہرہ نورانی اور خوش کُن ہے۔ اور وہ سیاہ داڑھی رکھتا ہے اور جس کا لقب His holiness خلیفۃ المسیح الحاج مرزا بشیر الدین محمود احمد یا اختصار کے ساتھ خلیفۃ المسیح ہے۔ مندرجہ بالا تحدّی اپنے مضمون میں پیش کی۔ جس کا عنوان ہے ''اسلام میں احمدیہ تحریک''۔ آپ کے ایک شاگرد نے جو سرخ رومی ٹوپی پہنے ہوئے تھا آپ کا پرچہ کمال خوبی کے ساتھ پڑھا۔ آپ نے اپنے مضمون کو جس میں

زیادہ تر اسلام کی حمایت اور تائید تھی، ایک پُرجوش اپیل کے ساتھ ختم کیا جس میں انہوں نے حاضرین کو اس نئے مسیح اور نئی تعلیم کے قبول کرنے کے لئے مدعو کیا۔ اس بات کا بیان کر دینا بھی ضروری ہے کہ اس پرچے کے بعد جس قدر تحسین اور خوشنودی کا چیئرز کے ذریعہ اظہار کیا گیا، اُس سے پہلے کسی پرچے پر ایسا نہیں کیا گیا۔

(ماخوذ از تاریخ احمدیت جلد 4 صفحہ 454-453)

بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ مضمون کے خاتمہ پر ریزولیوشن پیش کیا گیا اور اتفاقِ رائے سے پاس کیا گیا کہ ایسے مفید معلومات، علمی خیالات اور اعلیٰ درجہ کے مشورہ کے لئے His Holiness کا شکریہ ادا کیا جائے۔ ایک پروفیسر اور پادری جو اس لیکچر کی خبر پا کر پہلے مکان پر آئے اور پھر ہمارے ساتھ لیکچر کی جگہ تک گئے تھے، بہت متاثر تھے۔ انہوں نے سلسلے کی بعض کتابیں بھی خریدیں۔ وہ لیکچر کی خوبی سے متاثر ہو کر اپنی کرسی سے بار بار اچھلتے نظر آتے تھے۔ بہت کچھ سنا اور پھر آنے کا وعدہ کیا۔ اور اقرار کیا کہ آئندہ میں اسلام کے ان خیالات کو preach کروں گا۔ اُن کی تبلیغ کیا کروں گا۔ اور ٹیچنگز آف اسلام میں جو خیالات بیان کئے گئے ہیں اُن کو لے کر وعظ و تبلیغ کروں گا۔

(ماخوذ از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی...... کا سفر یورپ 1924ء ڈائری از قلم حضرت بھائی عبدالرحمن صاحب قادیانیؓ صفحہ 314 تا 316 مطبوعہ ربوہ)

پس یہ مضمون جو پڑھا گیا، یہ بھی اور جو پہلے تیار کیا گیا تھا جیسا کہ میں نے بتایا، وہ لمبا ہونے کی وجہ سے پڑھا نہیں جا سکتا تھا، یہ دونوں مضامین انگلش میں translate ہوئے ہوئے ہیں۔ گو بعض اعداد و شمار جو ہیں، یا مشن ہاؤسز یا جماعت کے کاموں کی جو تفصیل دی گئی ہے، وہ اُس زمانے کی ہے۔ اب تو جماعت اس سے بہت آگے نکل چکی ہے۔ لیکن اس مضمون کی خوبصورتی جو ہے، جو علم ہے اور جو باقی بیان ہے، وہ ابھی بھی قائم ہے۔ اس لئے ہمارا جو انگریزی دان طبقہ ہے اُسے اور نوجوانوں کو بھی یہ ضرور پڑھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مصلح موعودؓ پر بیشمار رحمتیں فرمائے جنہوں نے ہمارے لئے تقریباً ہر مضمون میں بے شمار خزانہ چھوڑا ہے جس کا میں نے پہلے خطبہ میں ذکر کیا تھا۔ انہوں نے ہر ٹاپک (topic) کو ٹچ (touch) کیا ہے۔ فضل عمر فاؤنڈیشن کو بھی اب اس علمی خزانے کے مختلف زبانوں میں ترجمے جلدی کروانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ کچھ تو کوشش کر رہے ہیں لیکن مزید تیزی کی ضرورت ہے۔

آج بھی مَیں جمعہ (وعصر) کی نمازوں کے بعد ایک جنازہ غائب پڑھاؤں گا جو مکرم کمال احمد کرو

صاحب کا ہے۔ ڈنمارک کے رہنے والے تھے۔ 1942ء میں ڈنمارک کے شہر ہوئے بیو (Hojby) میں پیدا ہوئے اور ابتدائی تعلیم کے بعد ٹیچرز یونیورسٹی سے گریجویشن کرنے کے بعد 2003ء تک آپ تاریخ، مذہب، جغرافیہ اور ڈینش زبان کے مضامین پڑھاتے رہے۔ ابھی آپ یونیورسٹی کے طالب علم تھے کہ آپ کو اسلام قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی۔ آپ عبدالسلام میڈیسن صاحب کے شاگردوں میں سے تھے۔ آپ کے ذریعہ 1960ء کی دہائی کے شروع میں اُس وقت ان کو احمدیت قبول کرنے کی سعادت نصیب ہوئی جب مکرم میر مسعود صاحب مرحوم وہاں مبلغ تھے اور پھر وفات تک آپ نے جماعت سے نہایت اخلاص اور محبت اور وفا کا تعلق قائم رکھا۔ خلافت اور خلیفہ وقت سے آپ کو نہایت درجہ عقیدت اور محبت تھی، بلکہ عشق تھا۔ مجھے بھی ملے ہیں تو اخلاص و وفا تھی۔ جب مَیں ڈنمارک گیا ہوں تو حالانکہ بیمار بھی تھے پھر بھی جتنے دن ہم وہاں رہے باقاعدہ آیا کرتے تھے۔ مختلف جماعتی عہدوں پر انہوں نے کام کیا۔ نیشنل قائد مجلس خدام الاحمدیہ اور نیشنل سیکرٹری تبلیغ کی ذمہ داریاں سالہا سال تک نہایت محنت اور صدق و وفا سے نبھاتے رہے۔ تبلیغ کا جنون کی حد تک شوق تھا۔ ہر موقع پر آپ نے ڈنمارک کے لوگوں کو اسلام احمدیت کا پیغام پہنچانے میں کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ آپ کی اہلیہ کا کہنا ہے کہ جماعتی کاموں سے فارغ ہو کر جب رات کو دیر سے گھر آتے تھے تو پھر اگلی میٹنگ کی منصوبہ بندی کے لئے بیٹھ جاتے اور نصف رات تک کام کر کے امیر صاحب کو رپورٹ دیتے اور اُس کے بعد آپ سوتے۔ آپ کا حلقۂ احباب بہت وسیع تھا اور ڈینش اکابرین کے ساتھ آپ کے اچھے تعلق تھے۔ امیر صاحب ڈنمارک لکھتے ہیں کہ 89-1988ء میں جب وہ یہاں مبلغ انچارج تھے تو انہوں نے نہایت اطاعت اور فرمانبرداری کے ساتھ جماعتی کاموں میں خاص طور پر شعبہ تبلیغ میں دن رات میری معاونت کی اور اُس وقت جب ڈنمارک کے پرائم منسٹر کو ایک ملاقات میں ڈینش زبان میں قرآنِ کریم کا تحفہ دیا گیا تو کمال کرو صاحب بھی اس وفد میں شامل تھے بلکہ اس ملاقات کا انتظام بھی انہوں نے ہی کیا تھا۔ اس کے علاوہ نوجوانوں اور بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے آپ مسجد نصرت میں ہر جمعہ کی شام کو ایک پروگرام کرتے تھے۔ اس میں بچوں اور بچیوں کے سوالات کے جوابات اور اُن کے مسائل کے حل پر گفتگو فرمایا کرتے تھے۔ کئی کتابوں کے مصنف تھے اور جماعتی کتب کے تراجم بھی آپ نے کئے۔ ''اسلامی اصول کی فلاسفی'' کے ڈینش ترجمہ کی نظر ثانی کا کام آپ نے کیا۔ جماعت احمدیہ ڈنمارک کا سہ ماہی رسالہ ایکٹو اسلام (Active Islam) کی ادارت کی ذمہ داری کئی سال تک خوش اسلوبی سے سرانجام دی اور اسی طرح ستر اور اسی کی دہائی میں مسلمان ممالک سے آنے

والے ریفیوجیز (refugees) کو احمدیت کا پیغام پہنچاتے رہے۔ 2004ء میں آپ کو فالج کا حملہ ہوا جس کے باعث آپ معذوری کی زندگی گزارتے رہے لیکن معذوری اور بیماری کے باوجود جمعہ اور جماعتی پروگراموں میں کافی دور سے سفر کر کے شامل ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ جب بھی امیر صاحب ان کو ملنے کے لئے جاتے تو ہر ملاقات میں جماعت کی ترقی کے بارے میں دریافت کرتے اور مشن ہاؤس کی جو آجکل وہاں نئی تعمیر ہونی ہے اُس کے لئے خاص طور پر پوچھتے۔ امیر صاحب سے ہر ملاقات میں میرے بارے میں بھی بار بار پوچھا کرتے تھے کہ خلیفہ وقت کا کیا حال ہے اور کافی جذباتی ہو جایا کرتے تھے۔ 18 رفروری 2014ء کو آپ کی طبیعت اچانک ناساز ہوئی اور آپ ہسپتال میں داخل کر دیئے گئے۔ 19 رفروری کو صبح ساڑھے پانچ بجے اکہتّر سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

آپ نے اپنے پیچھے بیوہ اور ایک لڑکا اور ایک لڑکی اور پانچ پوتے پوتیاں چھوڑے ہیں۔ ان کی اہلیہ بھی نہایت درجہ اخلاص کے ساتھ جماعتی پروگرام میں شامل ہوتی ہیں اور ترجمہ کا کام کر رہی ہیں اور بڑی مددگار ہیں۔ یہ غیروں میں بھی کافی معروف تھے۔ جو ڈینش الیکٹرانک میڈیا ہے وہاں جو ان کے بارے میں بعض کی رائے ہے وہ اس طرح ہے۔ ہنریک جینسن (Mr.Henrik Jensen) صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں کہ کرو صاحب، ایک بہت عظیم شخصیت جو آج ہم میں نہیں رہی۔ کمال صاحب کو ہمیشہ ہی بہت عزت کی نگاہ سے دیکھا گیا ہے۔ ہم جیسے کئی شاگردوں کے دلوں میں اُن کی بہت عزت ہے۔ وہ بہت معزز اور عظیم شخصیت تھے۔ وہ ایک ایسی شخصیت تھے جو کلاس میں ہر دلعزیز تھی۔ کہتے ہیں کہ مَیں خود بھی آج کمال کی طرح تعلیمی شعبہ سے منسلک ہوں۔ میرے تمام تعلیمی عرصہ میں کمال میرے لئے ایک نمونہ تھے۔ انہیں علمی لحاظ سے اپنے مضامین میں بہت عبور حاصل تھا۔ آپ نے ہم میں سے بہتوں کو زندگی کی راہ پر گامزن کر دیا ہے۔ اور کہتے ہیں کہ سب انسان ہی اپنی زندگی بسر کرتے ہیں۔ کچھ نے حاصل کرنے کا علم پا لیا ہے۔ جبکہ بہت کم تعداد میں وہ لوگ ہیں جو اس نقطہ کو پا گئے کہ انسان زندگی سے زندہ رہنے کا گُر پا سکتا ہے۔

پھر ایک خاتون ہیں وہ بیان کرتی ہیں۔ کمال کرو صاحب ایک ایسے استاد تھے جسے انسان کبھی بھلا نہیں سکتا۔ مسٹر کینیتھ (Mr. Kenneth) صاحب ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ایک ایسے ٹیچر جس سے میں بہت متاثر ہوں۔ ایک اچھا اور متقی انسان۔ ایک خاتون مس اِنگرتھ (Ms. Ingerrethe) (صحیح تلفظ

جو بھی ہے) کہتی ہیں کہ کالج میں میرے بہت سے اور شاگرد تھے جو اپنے سکول کے زمانے میں کمال کرو کے شاگرد رہ چکے تھے۔ وہ ہمیشہ کمال کرو کا ذکر بڑی عزت اور تکریم سے کرتے۔ مذہب کے مضمون میں یہ شاگرد جو کمال کرو کے زیرِ تعلیم رہ چکے تھے، دیگر ساتھیوں سے بہت آگے ہوتے تھے۔ بہرحال اسی طرح کے اور بہت سارے تبصرے ہیں۔

ایک مسٹر مائیکل (Mr.Mikael) ہیں وہ کہتے ہیں کہ امید کرتا ہوں کہ ڈنمارک کی سرزمین میں کوئی ایسا ہوگا جو اُن کے کام کو جاری رکھ سکے جو انہوں نے ڈینش عوام اور غیر ممالک سے آنے والے مسلمانوں کے درمیان پُل بنانے اور ان کے درمیان ڈائیلاگ کی فضا پیدا کرنے کے لئے شروع کیا تھا۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ اب ہماری سوسائٹی میں بعض لوگ باہمی تعلقات کو فروغ دینے کی بجائے آگ پر تیل چھڑکنے کا کام کرتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند کرے اور ان کے بیوی بچوں کو بھی صبر اور ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے اور ہمیشہ جماعت سے وابستہ رکھے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا نمازوں کے بعد ان کا جنازہ غائب انشاء اللہ ادا ہوگا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21 / مارچ 2014ء تا 27 مارچ 2014ء جلد 21 شمارہ 12 صفحہ 05 تا 09)

10

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07 مارچ 2014ء بمطابق 07 امان 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

تقریباً تین ہفتے پہلے جماعت احمدیہ یوکے نے برطانیہ میں جماعت کے سو سال مکمل ہونے پر ایک تقریب منعقد کی تھی جس میں مختلف مذاہب کے علماء یا نمائندوں کو دعوت دی گئی تھی کہ وہ اپنی اپنی مقدس کتب پر بنیاد رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اور مذہب کے تصور کی تعلیم کو پیش کریں، اور یہ کہ اکیسویں صدی میں خدا تعالیٰ کا کردار اور خدا تعالیٰ کی کیا ضرورت ہے۔ بہر حال اس میں ظاہر ہے اسلام کی نمائندگی تو ہونی تھی اور جماعت نے کرنی تھی اور مَیں نے کی۔ اس کے علاوہ یہودی، عیسائی، بدھ مت، دروزی، ہندو مت وغیرہ کی بھی نمائندگی تھی جنہوں نے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور زرتشتی اور سکھوں کی نمائندگی بھی تھی۔ مختلف مذاہب کے لوگ وہاں موجود تھے۔ اسی طرح بہائی وغیرہ بھی موجود تھے۔

اس کے علاوہ بعض سیاستدانوں اور ہیومن رائٹس ایکٹوسٹس (Activists) جو ہیں اُن کو بھی اپنے خیالات (کے اظہار) کا موقع دیا گیا۔ اور یہ تقریب یہاں کے سب سے بڑے پرانے اور روایتی ہال جس کا نام Guildhall ہے، وہاں منعقد ہوئی۔ یہ عمارت 1429ء یا بعض روایات ہیں کہ اس سے بھی پہلے کی تعمیر ہوئی ہوئی عمارت ہے۔ اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ لندن کی پرانی ترین دو عمارتوں میں سے ایک ہے۔ بہر حال اس کی ایک تاریخی حیثیت ہے۔ ایم ٹی اے پر یہ پروگرام دکھایا بھی جا چکا ہے اور آپ نے بھی یہ دیکھا ہوگا۔ لیکن جہاں تک اس کی تاریخی حیثیت کا سوال ہے امید ہے جب الفضل میں رپورٹ شائع ہوگی تو اس میں اس کا ذکر بھی ہو جائے گا۔ میرا مقصد اس وقت اس کی تاریخ بیان کرنا نہیں۔ یہ مختصر

تعارف تھا۔ اصل مقصد یہ ہے کہ جو تقریب منعقد ہوئی اُس کے بارے میں کچھ بتاؤں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ ایم ٹی اے پر دکھائی جا چکی ہے۔ اور اردو میں بھی مقررین اور میرے خطاب کا ترجمہ امید ہے آ گیا ہوگا، مَیں نے دیکھا تو نہیں۔ لیکن پاکستان سے مجھے یہ مطالبہ آیا کہ بہتر ہوگا کہ اس بڑے فنکشن کی تفصیل یا اس کے بارے میں کچھ حد تک ذکر مَیں اپنے خطبے میں کروں، جس طرح اپنے دوروں کے بارے میں بھی بیان کرتا ہوں تا کہ سننے والے بہتر سمجھ سکیں اور زیادہ اُن کو اس کی اہمیت کا زیادہ اندازہ بھی ہو اور فائدہ بھی اٹھا سکیں۔ ایم ٹی اے پر بعض پروگرام بعض لوگ دیکھتے بھی نہیں۔ یہاں بھی کل ہی مَیں دیکھ رہا تھا ایک خط میں ذکر تھا کہ مَیں نے فلاں اخبار میں اس تقریب کی کارروائی پڑھی حالانکہ ایم ٹی اے پر آ چکی تھی۔

خطبے بہر حال لوگ زیادہ بہتر سنتے ہیں، اس لئے مَیں اس کا مختصراً ذکر کروں گا لیکن بہتر یہی ہے کہ اس کو جب بھی ایم ٹی اے پر آئے، احمدیوں کو دیکھنا چاہئے۔ ایک اچھی بھرپور قسم کی تقریب تھی۔

اس وقت مَیں مختصراً مقررین کے چند فقرات پیش کروں گا۔ اور جو مَیں نے کہا، اُس کا خلاصہ آپ کو بتاؤں گا۔ اور اس کے علاوہ مہمانوں کے، لوگوں کے، غیروں کے جو تاثرات تھے، وہ بھی بتاؤں گا تا کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا جس سے اظہار ہوتا ہے، وہ سامنے آئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی برتری، اسلام کی برتری جو آپ کے عاشقِ صادق کے ذریعہ دنیا پہ ظاہر ہو رہی ہے اُس کا دنیا کو پتا لگے، ہمیں پتا لگے۔

اس فنکشن کے ضمن میں مَیں پہلی بات یہ بھی کہوں گا اس سے پہلے کہ باقی تفصیلات بیان کروں کہ یو کے جماعت کی انتظامیہ جنہوں نے اتنا بڑا اور اہم فنکشن کیا، اُن کو جس طرح اس فنکشن سے پہلے فنکشن کی تشہیر کرنی چاہئے تھی اُس طرح نہیں کی اور اس بات پر خوش ہو گئے کہ ہم فنکشن کر رہے ہیں اور اتنے لوگ آئیں گے۔ حالانکہ یہ موقع تھا کہ جماعت کے وسیع پیمانے پر تعارف اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کے پرچار کا زیادہ سے زیادہ لوگوں کو بتایا جاتا۔ اگر پریس سے صحیح رابطہ ہوتا تو جو کوشش اب امیر صاحب اور اُن کی ٹیم کر رہی ہے، خبریں لگوا رہے ہیں، یہ خود بخود لگتیں اور اس سے بہتر طریق پر لگتیں۔ آجکل تو پریس پیغام پہنچانے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس بارے میں دنیا کے اکثر ممالک کی جماعتوں میں جس طرح کام ہونا چاہئے تھا، وہ نہیں ہو رہا اور کمزوری دکھائی جاتی ہے۔ اب امریکہ میں کچھ عرصے سے کچھ بہتری پیدا ہوئی ہے، اللہ کے فضل سے اچھا کام کر رہے ہیں۔ افریقہ میں گھانا اور سیرالیون میں اس بارے میں اچھا کام ہو رہا ہے۔ اور بعض افریقن فرانکوفون ممالک جو ہیں اُن میں بھی اس طرف توجہ ہوئی ہے۔

بہرحال ہر سطح پر میڈیا تک ہماری رسائی ہونی چاہئے تا کہ اس تعارف کے ساتھ جو جماعت احمدیہ کا تعارف ہے، اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کو پتا لگے اور تبلیغ میں تیزی آئے۔ یہ بھی تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس طرف جماعتوں کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اب مَیں اس کی کارروائی کے بارے میں مختصراً بیان کرتا ہوں۔ بعض مقررین نے بڑی اچھی باتیں بھی کیں۔ اللہ کرے جو کچھ انہوں نے کہا وہ اُن کے دل کی آواز ہو اور اس پر عمل بھی کریں۔

پہلے ایک ہندو کونسل جو یہاں ہے اُس کے چیئر مین ہمیش چندر شرما صاحب ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ آج کا عنوان بہت دلچسپ ہے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ہم سب اس بات پر متفق ہیں کہ اس کائنات میں خدا کا وجود ہے۔ دوسری بات جو بڑی واضح ہے وہ یہ ہے کہ سیاسی لیڈر اور دیگر نظام دنیا میں امن قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے۔ ہر طرف جھگڑے اور فساد برپا ہیں اور عوام کا سیاستدانوں سے اعتماد اُٹھ گیا ہے۔ اسی لئے میرے خیال میں وقت آ گیا ہے کہ ہم انسانیت کی بہتری کے لئے دوبارہ مذہب کی طرف رُخ کریں، ہمیں اپنے مذہب کے مطابق اپنی زندگیوں کو ڈھالنا ہوگا۔ اور پھر یہ کہتے ہیں کہ سب سے ضروری بات یہ ہے کہ ہم اپنے لوگوں کو صرف نصیحتیں ہی نہ کرتے چلے جائیں بلکہ اپنے نمونے بھی پیش کرنے والے ہوں۔ اور یہی حقیقت ہے۔ اللہ کرے کہ یہ مقرر بھی جو کچھ انہوں نے کہا اُس پر عمل کرنے والے ہوں۔

پھر دلائی لامہ کا پیغام، بدھ مت کے رہنما جو یہاں لندن میں ہیں، انہوں نے اُن کی نمائندگی میں پڑھا۔ وہ کہتے ہیں کہ تمام مذاہب اپنے پیروکاروں کو باہم محبت، رواداری اور صبر وسکون کا درس دیتے ہیں۔ اس لئے خواہ اُن کے عقائد ہمارے عقائد سے مختلف ہی کیوں نہ ہوں ہمیں اُن کی عزت کرنی چاہئے۔ ہر سچے مذہب نے اپنے اپنے وقت میں انسانیت کو اعلیٰ اقدار سے نوازا ہے۔ آئندہ زمانے میں بھی یہی مذہبی قدریں ہمیں دنیا میں امن، ہم آہنگی اور مفاہمت پیدا کرنے اور ایک دوسرے کے شانہ بشانہ زندگی گزارنے کے لئے مشعل راہ ثابت ہوں گی۔ ہم سب پر واجب ہے کہ خلوصِ نیت کے ساتھ اپنی روزمرہ زندگی میں اُن اعلیٰ اخلاق پر کاربند ہو جائیں جن کی تعلیم ہمارا مذہب ہمیں دیتا ہے۔ بہرحال یہ باتیں اُن کی بڑی صحیح ہیں۔

کہتے ہیں کہ مذہب کے نام پر فساد تب برپا ہوتا ہے جب لوگ مذہب کی اصل غرض وغایت کو سمجھ نہیں پاتے۔ کہتے ہیں، کچھ وقت سے مجھے خیال آ رہا تھا کہ ہمیں مل کر ایسے اقدامات کرنے چاہئیں جن

کے ساتھ عالمی مذہبی برادری کو اکٹھا کیا جا سکے تا کہ آپس میں مفاہمت ہو اور یگانگت کی فضا پیدا ہو اور دنیا میں امن کا قیام ممکن ہو سکے۔ کہتے ہیں کہ جماعت احمدیہ مسلمہ کی طرف سے برطانیہ میں 11 رفروری 2014ء کو منعقد ہونے والی مذہبی عالمی کانفرنس کو منعقد کرنے کے جرأت مندانہ اقدام کو سراہتا ہوں۔ مَیں یقین رکھتا ہوں کہ اس قسم کے جلسے بہت دُوررَس نتائج کے حامل ہوتے ہیں۔

بہرحال اکثر مقررین نے ایسی باتیں کی ہیں جن کی اس وقت زمانے کو ضرورت ہے۔

پھر دروزی کمیونٹی کے روحانی پیشوا شیخ موفّق صاحب کہتے ہیں کہ ہم ایک ایسی قوم ہیں جن کے ارضِ مقدس میں بسنے والے تمام مذاہب کے ساتھ مضبوط تعلقات ہیں۔(یہ کمیونٹی زیادہ تر فلسطین اور اسرائیل وغیرہ کے علاقے میں ہے، ویسے شام میں بھی ہے) کہتے ہیں کہ ارضِ مقدس وہ سرزمین ہے جہاں بہت سے مذاہب نے جنم لیا اور وہیں سے بہت سے انبیاء کا روحانی سفر شروع ہوا۔ پھر کہتے ہیں کہ قرآنِ کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ہم نے تمہیں نَر اور مادہ سے پیدا کیا اور پھر قوموں اور قبیلوں میں تقسیم کیا تا کہ تم ایک دوسرے کو پہچان سکو۔ بلاشبہ اللہ کے نزدیک تم میں سب سے بہتر اور معزز وہ ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ یقیناً اللہ دائمی علم رکھنے والا اور ہمیشہ باخبر ہے۔ یہ سورۃ الحجرات آیت 14 ہے جو انہوں نے پڑھی۔

اور کہتے ہیں کہ مَیں امام جماعت احمدیہ کا ممنون ہوں کہ انہوں نے اور اُن کی جماعت نے مجھے اس کانفرنس میں شمولیت کی دعوت دی اور مَیں جماعت احمدیہ کے برطانیہ میں سو سال پورے ہونے کی خوشی میں منعقد کی جانے والی اس شاندار کانفرنس کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ ہماری دروز کمیونٹی کے ارضِ مقدس میں جماعت احمدیہ کے ساتھ بہت دوستانہ مراسم ہیں۔ ہمیں آپ کی طرف سے دعوت ملنے پر خوشی ہے۔ آئیں ہم سب مل کر ظلم اور تشدد کی مذمت کریں اور محبت کے وہ بیج بوئیں جن سے صرف مشرق میں ہی نہیں بلکہ تمام عالَم میں محبت کے چشمے پھوٹ پڑیں۔

پھر کیتھولک چرچ کے بشپ کیمن مکڈونلڈ نے کہا کہ مجھے مذاہبِ عالم کی اس کانفرنس میں شمولیت کر کے اور کیتھولک چرچ کی نمائندگی میں اپنی تقریر پیش کر کے انتہائی خوشی ہو رہی ہے۔ اس وقت دنیا کو اس قسم کے جلسوں کی شدید ضرورت ہے۔

پھر اس کے بعد انہوں نے جناب کارڈینل پیٹر ٹرکسن جو پوپ کی کیبنٹ کے پریذیڈنٹ ہیں اور کونسل فار جسٹس پیس بھی ہیں، اُن کا پیغام پڑھ کر سنایا کہ مَیں خوشی محسوس کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کی برطانیہ میں صدسالہ قیام کے سلسلہ میں منعقد کی جانے والی اس تقریب میں آپ سے مخاطب ہوں۔ اس

محفل کی خاص بات یہ ہے کہ دنیا بھر سے مختلف مذاہب کے نمائندگان اکٹھے ہو کر دنیا میں امن کے قیام کے لئے بات کر رہے ہیں۔

اس کے بعد اسرائیل کے ایک ربائی (Rabbai) ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ہم جس معاشرے میں رہ رہے ہیں وہاں ظاہری ترقی کو ایک بہت بلند کامیابی تصور کیا جاتا ہے۔ اور امیروں اور غریبوں کے درمیان معاشی فرق خوفناک حد تک بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ ترقی اور آسائش کے نام پر ہم دنیا کی نعمتوں کو اسراف کی حد تک خرچ کرتے جا رہے ہیں۔ تازہ پانیوں کو گندہ کر رہے ہیں۔ جنگلات کو تباہ کر رہے ہیں۔ ہم جس دور میں رہ رہے ہیں یہاں ہر طرف مذہبی اور سیاسی کشمکش جاری ہے اور فساد برپا ہے۔ خدا تعالیٰ کا نام اور اس کی دی ہوئی ہدایت کو پامال کیا جا رہا ہے اور اس سب کارروائی کو سمجھداری اور مصلحت اور سیاسی مجبوریوں کا نام دے دیا جاتا ہے۔ آیئے ہم سب مل کر اس کے خلاف کام کریں۔

اللہ کرے کہ یہ جو ان کی باتیں ہیں وہ ان کے جو سربراہانِ حکومت ہیں اُن کو بھی سمجھ آنے والی ہوں اور یہ لوگ اُن کو بتانے والے بھی ہوں۔

بعض سیاسی لوگوں کے بھی پیغامات تھے اور خطاب تھے۔

گھانا کے صدرِ مملکت کا پیغام اُن کے ایک ہائی کمشنر نے پڑھ کر سنایا، ویسے اُن کے ایک نمائندے بھی وہاں آئے ہوئے تھے۔ انہوں نے لکھا کہ ہمیں اس موقع پر ایک مرتبہ پھر یہ باور کرایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر دنیا میں بھیجے جنہوں نے دنیا میں موجود تمام رنگ و نسل کے لوگوں کو بلا تفریق یہ پیغام دیا کہ انسان کو پُرعزم، منظم اور باہمی رواداری کے طریقوں سے زندگی گزارنی چاہئے۔ اور پھر اپنا لکھا ہے کہ گھانا میں نیشنل پیس کونسل کا قیام ہوا ہے اور مذہبی رواداری ہے اور ہر ایک کو نمائندگی حاصل ہے۔

پھر یہاں کی بیرونس سعیدہ وارثی صاحبہ ہیں۔ یہ بھی آئی ہوئی تھیں۔ یہ کہتی ہیں آج اس عظیم الشان ہال میں جلسہ مذاہبِ عالم کے لئے جمع ہونے والے معزز مہمانوں کے سامنے اپنے خیالات کا اظہار کرنا میرے لئے ایک اعزاز ہے۔ یہ کانفرنس جماعت احمدیہ کی وسعتِ حوصلہ، کشادہ دلی، کشادہ نظری اور اعلیٰ ظرفی کی آئینہ دار ہے کہ آپ لوگوں نے عالمی نوعیت کی ایک ایسی تقریب کا انعقاد کیا ہے جس میں صرف اپنی جماعت کے عقائد پیش کرنے کی بجائے تمام مذاہب کے نمائندگان کو اپنا اپنا نقطۂ نظر پیش کرنے کی دعوت دی ہے۔ ہمیں برطانیہ کے طول و عرض میں محض انسانیت کی بنیاد پر جماعت احمدیہ کی طرف سے کئے گئے فلاحی کاموں کے اثرات نظر آتے ہیں۔ پھر کہتی ہیں اس جلسے کے کامیاب انعقاد سے

یہ بھی ثابت ہو گیا ہے کہ دنیا بھر کے مذاہب مل بیٹھ کر متحد ہو کر بین المذاہب ہم آہنگی کی طرف قدم بڑھانے کے لئے تیار ہیں۔ اس کانفرنس میں شمولیت میرے لئے بہت اعزاز کی بات ہے۔

امریکہ کی کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجس فریڈم (USCIRF) کی وائس چیئرمین، ڈاکٹر کیٹرینا ہیں۔ ان کا جماعت سے بڑا پرانا تعلق ہے۔ یہ کہتی ہیں کہ آج آپ کے ساتھ شامل ہونے کا جو موقع مجھے مل رہا ہے، اس پر میں بہت خوشی اور اعزاز محسوس کر رہی ہوں۔ اور آپ کی جماعت کے برطانیہ میں قیام پر سو سال پورے ہونے کے موقع پر آج کی تقریب میں حاضر ہوں۔ (یہ امریکہ سے خاص طور پر اس مقصد کے لئے آئی تھیں) کہتی ہیں آج کی تقریب باہمی رواداری اور مذہبی آزادی کی اعلیٰ قدروں کی پہچان کے لئے منعقد کی گئی ہے۔ اور یہ اوصاف ہی دراصل آپ کی جماعت کے بنیادی اصول ہیں۔ آپ لوگ یعنی جماعت احمدیہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ مذہب کا امن، باہمی افہام و تفہیم اور آزادی سے چولی دامن کا ساتھ ہے۔ گزشتہ صدی کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ایک بہت خوبصورت نظارہ نظر آتا ہے جس میں کچھ ایسی ہستیاں دکھائی دیتی ہیں جو نیکی اور پاکیزگی کی شمعیں روشن کر کے اندھیروں کو دُور کرنے کی جدوجہد میں لگے رہے۔ پھر انہوں نے دوسروں کی کچھ مثالیں دی ہیں۔ لیکن بہرحال پھر آخر میں وہ کہتی ہیں کہ بیسویں صدی میں ہم آپ کی جماعت کو دیکھتے ہیں کہ کس طرح آپ تمام دنیا میں لوگوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کے خلاف آواز اُٹھا رہے ہیں۔

یہاں یہ غلطی پر ہیں۔ اصل میں تو یہ انیسویں صدی سے ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کے وقت تھی۔ اُس وقت سے ہی جماعت احمدیہ ظلم کے خلاف آواز اُٹھا رہی ہے اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تعلیم کے مطابق ہے۔ ان کو یہاں بیسویں صدی نہیں بلکہ انیسویں صدی، کہنا چاہئے تھا۔

بہرحال کہتی ہیں کہ بیسویں صدی میں ہم آپ کی جماعت کو دیکھتے ہیں کہ کس طرح آپ تمام دنیا میں لوگوں کے ساتھ ہونے والے مظالم کے خلاف آواز اُٹھا رہے ہیں۔ ہم آپ کی طرح رواداری اور انصاف کے علمبردار ہیں۔ اور آپ کی طرح ہم بھی اس معاشرے کا قیام چاہتے ہیں جہاں مختلف عقائد رکھنے والے تمام لوگ مل جل کر رہیں۔ ایک دوسرے کی باتیں سنیں اور ہم ایک دوسرے کی بات اس وقت تک نہیں سن سکتے جب تک ہم ایک دوسرے کے لئے عزت و احترام کے جذبات نہ رکھتے ہوں۔ میں اس بات کی قدر کرتی ہوں کہ جماعت احمدیہ باہمی رواداری کا سبق دیتی ہے۔ ہم سب کو اپنے عقائد پر عمل

کرنے کی آزادی ہونی چاہئے۔ نیز یہ کہ جب ہم آپس میں تبادلہ خیال کریں تو وہ برابری، انصاف اور انسانیت کی اقدار کو مدّنظر رکھ کر کیا جائے۔ میری یہ خواہش ہے کہ ہم سب اس مقصد کے حصول کے لئے اپنے پورے دل اور اپنی پوری جان سے کوشش کرنے والے بن جائیں۔

اللہ کرے یہ بڑی طاقتیں بھی اس چیز کو سمجھنے والی ہوں۔

وزیراعظم برطانیہ کا پیغام یہاں کے اٹارنی جنرل رائٹ آنریبل ڈومینک گریو (Rt. Hon. Dominic Grieve) نے پڑھا تھا لیکن اس سے پہلے انہوں نے اپنی باتیں کی۔ کہتے ہیں کہ پیغام پڑھنے سے پہلے یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اس کانفرنس کے اعتبار سے جگہ کا انتخاب بھی موزوں ترین ہے۔ یہی وہ جگہ ہے جہاں سے انگریزوں میں بحیثیت ایک قوم کے وسعتِ نظری نے جنم لیا اور انہوں نے دنیا کی طرف نظریں اُٹھا کر دیکھنا شروع کیا۔ آج ہم سب کا اس اجلاس کے لئے یہاں اکٹھا ہونا بھی اسی کا مرہونِ منت ہے۔ آج کا جلسہ ایک منفرد نوعیت کا جلسہ ہے۔ ایک عیسائی ہونے کے ناطے میرا یہ تجربہ ہے کہ ایسا شخص جو کسی بھی مذہب کا پیروکار ہو، ایک لا مذہب آدمی کی نسبت دوسرے مذہب کے ماننے والوں کے احساسات وجذبات کو بہتر طور پر سمجھ سکتا ہے۔ اللہ کرے کہ ان کی یہ بات صحیح ہو۔ سمجھنے والے ہوں۔

پھر وزیرِاعظم کا پیغام انہوں نے پڑھا کہ مَیں احمدیہ مسلم جماعت کو دنیا میں امن کے قیام کے لئے مختلف مذاہب کے نمائندگان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ مَیں جماعت احمدیہ کی انگلستان میں بے مثال خدمتِ خلق کو سراہتا ہوں۔ آپ لوگ ایک طرف ملک کے طول و عرض میں بین المذاہب کانفرنسز کا انعقاد کرتے ہیں تو دوسری طرف حالیہ سیلاب کے حالات میں مصیبت زدہ لوگوں کی امداد کر رہے ہیں۔ (اللہ تعالیٰ کے فضل سے خدام الاحمدیہ نے اس میں بڑا کام کیا ہے) پھر کہتے ہیں کہ جہاں تک مذاہب کے درمیان خوشگوار تعلقات پیدا کرنے کا سوال ہے تو آج کے دن منعقد ہونے والی یہ تقریب اس بات کی شہادت دے رہی ہے کہ آپ لوگ اپنے مشن میں کس قدر سنجیدہ ہیں کہ مختلف مذاہب کے لوگ مل بیٹھیں اور پوری دنیا امن کا گہوارہ بن جائے۔ مجھے اس بات کی بے حد مسرت ہے کہ اس اجلاس میں حکومتِ برطانیہ کی نمائندگی بھی ہو رہی ہے۔ ہم لوگ امام جماعت احمدیہ اور دیگر مذاہب کے نمائندگان اور دیگر مہمانان کے ساتھ مل کر اس بات پر غور کریں گے کہ مختلف ادیان ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کر کے کس طرح دنیا میں امن کے قیام میں اپنا کردار ادا کر سکتے ہیں۔

پھر ملکہ جو چرچ آف انگلینڈ کی سربراہ ہیں، اُن کے پرائیویٹ سیکرٹری نے لکھا کہ ملکہ عالیہ

انگلستان کے لئے جماعت احمدیہ انگلستان کی طرف سے اپنے صد سالہ جشن کے موقع پر Guildhall میں اس عظیم الشان جلسہ ہائے مذاہب عالم کا انعقاد باعث مسرت ہے۔ ملکہ عالیہ کو اس جلسہ کے مقاصد جان کر بہت خوشی ہوئی اور وہ آپ کے پیغام بھجوانے کی درخواست پر بہت ممنون ہیں۔ ملکہ عالیہ کی آپ سب کے لئے دلی تمنا ہے کہ جلسہ ایک کامیاب اور یادگار جلسہ ہو جائے۔

یہ تو غیروں کے کچھ تاثرات تھے۔

جو مَیں نے وہاں کہا اُس کا خلاصہ بھی بیان کر دوں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ بہت سارے لوگوں نے لگتا ہے سنا بھی نہیں اور اخبار میں اس طرح کھل کے آیا نہیں۔ جو مَیں نے کہا وہ یہ تھا کہ اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انسانوں کی اصلاح ہو اور انسان خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا کرنے والے ہوں اور اُس کی مخلوق کا بھی حق ادا کرنے والے ہوں۔ اور اسی مقصد کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء کو دنیا میں بھیجتا ہے۔ جو انبیاء کی بات سنتے ہیں وہ لوگ کامیاب ہوتے ہیں۔ جنہوں نے انکار کیا وہ بد انجام کو پہنچے۔ ہر وہ قوم جس نے انبیاء اور مذہب کی مخالفت کی، خدا تعالیٰ کے بھیجے ہوؤں کا انکار کیا، خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار کیا اور یہ کہا کہ یونہی باتیں ہیں۔ نہ کوئی خدا ہے اور نہ کسی قسم کا کوئی عذاب ہے، نہ سزا ہے۔ ایسی تمام قومیں پھر ختم ہو گئیں۔ قرآنِ کریم ایسی قوموں کی تاریخ سے بھرا پڑا ہے۔ مختلف جگہوں پر اس کا بیان ہے۔ اسی طرح دوسرے مذاہب کی کتب بھی اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فرستادوں کے منکر تباہ ہو گئے۔ پس یہ باتیں ہمیں سوچنے پر مجبور کرنے والی ہونی چاہئیں کہ یہ قصے کہانیاں نہیں ہیں بلکہ ہر مذہب کی تاریخ اس کی گواہی دیتی ہے کہ یہ سچ تھا۔

پھر مَیں نے بتایا کہ میں جس آسمانی کتاب کو مانتا ہوں وہ قرآنِ کریم ہے۔ اور وہ ہمیں یہ بتاتی ہے کہ خدا تعالیٰ انبیاء کو بھیج کر اس بات کو رائج کرنا چاہتا ہے کہ انسان روحانیت کے اعلیٰ معیار قائم کرتے ہوئے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا کرے اور اُس کا حق ادا کرے۔ اسی طرح اعلیٰ اخلاق کے معیار قائم کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی مخلوق کا حق ادا کرے۔ مَیں نے پھر بتایا کہ جب خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام دنیا کی اصلاح کے لئے بھیجا تو آپ نے اس کے حصول کے لئے تبلیغ کو انتہا تک پہنچایا۔ اور صرف تبلیغ ہی نہیں کی بلکہ راتوں کو اس شدت سے اس کے نتائج حاصل کرنے اور لوگوں کے دلوں اور سینوں کو کھولنے کے لئے دعائیں کیں کہ آپ کی سجدہ گاہیں آنسوؤں سے تر ہو جاتی تھیں۔ آپ کے دل میں انسانیت کی اصلاح اور اُسے تباہی سے بچانے کے لئے جو درد تھا وہ بیان نہیں کیا جا سکتا۔ آپ کی اس تڑپ اور دعاؤں

کی حالت کو دیکھ کر خدا تعالیٰ نے آپ کو یہ بھی فرمایا کہ اگر وہ تیری بات نہ مانیں تو کیا تو اپنی جان کو ہلاک کر لے گا؟ مَیں نے پھر کہا کہ لیکن خدا تعالیٰ نے یہ کہہ کر بس نہیں کر دیا۔ دعاؤں کی قبولیت کو ردّ نہیں کر دیا بلکہ ان دعاؤں کو شرفِ قبولیت بخشا۔ اس درد کی تسکین کے سامان کئے اور وہ لوگ جو ہر قسم کی برائیوں میں مبتلا تھے، اُن سے برائیوں کو چھڑا کر بااخلاق اور خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے والا بنا دیا۔ یہ تبدیلی کوئی دنیاوی طاقت نہیں کر سکتی تھی۔ یہ خالص اُس خدا کا فعل تھا جو دعاؤں کو سننے والا اور دلوں پر قبضہ رکھتا ہے۔

پھر مَیں نے بتایا کہ دشمنوں سے حسنِ سلوک کی بھی ایسی مثالیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمائیں کہ جس کی دنیاوی معاملات میں کہیں مثال نہیں مل سکتی۔ دشمنوں کو، اُن دشمنوں کو جنہوں نے مکہ میں دشمنی کی انتہا کی ہوئی تھی، فتح مکہ کے موقع پر اس طرح معاف فرمایا کہ جس طرح انہوں نے کبھی کوئی غلطی یا شرارت کی ہی نہ ہو۔ ہر ایک کافر کو بھی امن سے قانون کے دائرے کے اندر رہنے کی شرط پر معاف فرما دیا اور اس حسنِ سلوک کو دیکھ کر بڑے دشمن جو تھے، بہت بڑے بڑے اور کفر میں بڑھے ہوئے جو تھے، بے اختیار ہو کر بول اُٹھے کہ ایسا جذبہ صرف خدا تعالیٰ کے نبی کا ہی ہو سکتا ہے۔ اور یقیناً اسلام برحق ہے۔ اور پھر وہ بھی ایمان لے آئے۔

(ماخوذ از دلائل النبوۃ و معرفۃ احوال صاحب الشریعۃ جلد 5 صفحہ 58 باب ما قالت الانصار حین امن... دار الکتب العلمیۃ بیروت 2002ء)

پھر مَیں نے بتایا کہ قرآنِ کریم میں خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمت للعالمین فرمایا ہے اور یقیناً آپ رحمت کے انتہائی مقام پر پہنچے ہوئے تھے اور ایسی ہزاروں مثالیں ہیں جو یقیناً خدا تعالیٰ کے کلام کی سچائی کا ثبوت ہیں جو آپ کی رحمت کی دلیل کے طور پر پیش کی جا سکتی ہیں۔

پھر مَیں نے بتایا کہ اس کے باوجود کہ آپ رحمت للعالمین تھے، اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سختی اور جنگوں کا جو الزام لگایا جا سکتا ہے اور آجکل بھی اس دنیا میں لگایا جاتا ہے، یہ تاریخی حقائق سے لاعلمی کا نتیجہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی جنگوں میں پہل نہیں کی۔ مکہ میں ظلم سہے۔ جب یہ ظلم ناقابلِ برداشت ہوئے تو مدینہ ہجرت کی۔ کبھی بدلے نہیں لئے۔ لیکن جب مکّہ والوں نے مدینہ پر مسلمانوں کو ختم کرنے کے لئے حملہ کیا تو پھر خدا تعالیٰ کے اذن سے جواب دیا جس کا قرآنِ کریم میں ذکر ہے۔ وہاں مَیں نے قرآنِ کریم کی سورۃ حج کی یہ دو آیات سنائیں کہ اُذِنَ لِلَّذِیۡنَ یُقٰتَلُوۡنَ بِاَنَّہُمۡ ظُلِمُوۡا ؕ وَ اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی نَصۡرِہِمۡ لَقَدِیۡرُۨ ۔ الَّذِیۡنَ اُخۡرِجُوۡا مِنۡ دِیَارِہِمۡ بِغَیۡرِ حَقٍّ اِلَّاۤ اَنۡ

يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ؕ وَلَوْ لَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ وَلَيَنْصُرَنَّ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَقَوِيٌّ عَزِيْزٌ (الحج: 41-40) یعنی اُن لوگوں کو جن کے خلاف قتال کیا جا رہا ہے، قتال کی اجازت دی جاتی ہے کیونکہ اُن پر ظلم کئے گئے۔ اور یقیناً اللہ اُن کی مدد پر پوری قدرت رکھتا ہے۔ یعنی وہ لوگ جنہیں اُن کے گھروں سے ناحق نکالا گیا۔ محض اس بناء پر کہ وہ کہتے تھے کہ اللہ ہمارا رب ہے۔ اور اگر اللہ کی طرف سے لوگوں کا دفاع اُن میں سے بعض کو بعض دوسروں سے بھڑا کر نہ کیا جاتا تو راہب خانے منہدم کر دیئے جاتے اور گرجے بھی اور یہود کے معابد بھی اور مساجد بھی، جس میں بکثرت اللہ کا نام لیا جاتا ہے اور یقیناً اللہ ضرور اُس کی مدد کرے گا جو اس کی مدد کرتا ہے۔ یقیناً اللہ بہت طاقتور اور کامل غلبہ والا ہے۔

مَیں نے بتایا کہ اس آیت کی روشنی میں مظلوموں کو دفاع کی اجازت دی گئی۔ دوسرے اس اجازت میں تمام مذاہب کو محفوظ کیا گیا ہے اور پھر یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ خدا تعالیٰ طاقتوں کا مالک ہے، وہ کفار کے خلاف کمزور مسلمانوں کی مدد کی طاقت رکھتا ہے۔ کفار باوجود اپنی تمام تر طاقت کے اور ہتھیاروں کے شکست کھائیں گے اور خدا تعالیٰ نے اپنے وجود کا ثبوت دیتے ہوئے پھر کمزور مسلمانوں کو کفار پر فتح بھی عطا فرمائی۔ اور اپنے سے بہت بڑے لشکر اور بہت اسلحہ سے لیس لشکر کو شکست دی۔ پس جو جنگیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے خلفائے راشدین نے لڑیں، وہ دفاع کے لئے اور امن قائم کرنے کے لئے لڑیں، نہ کہ حکومتیں حاصل کرنے کے لئے۔ اور اس وجہ سے پھر اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت بھی رہی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔

پھر مَیں نے یہ بتایا کہ مسلمانوں کی کمزور اور مذہب سے دور جانے کی حالت کی پیشگوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی۔ اور آج اگر مسلمانوں کی طرف سے کوئی ظلم ہو رہا ہے یا اُن کی بگڑی ہوئی حالت ہم دیکھتے ہیں تو یہ عین پیشگوئی کے مطابق ہے۔ اور پھر یہ بھی بتایا کہ مسلمانوں کی آخری حالت یہ نہیں ہے کہ تم سمجھ لو کہ یہ انتہا ہو گئی اور مسلمان ختم ہو گئے۔ میرا یہ بھی ایمان ہے اور اس پر مَیں مضبوط ہوں کہ جس طرح مسلمانوں کے بگڑنے کی پیشگوئی پوری ہوئی، اُن کی روحانی حالت کی بہتری کی پیشگوئی بھی پوری ہو گی جو مسیح موعود کی آمد کے ساتھ ہونی تھی۔ پھر مَیں نے بتایا کہ مَیں اور جماعت احمدیہ یہ ایمان رکھتی ہے کہ مسیح موعود بانیٔ جماعت احمدیہ کی صورت میں آ گئے اور اپنے ماننے والوں میں حقیقی اسلام کی تعلیم کو رائج فرما دیا۔ ایک جماعت قائم کر دی جو حقیقی اسلام پر عمل کر رہی ہے اور کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ میں

نے یہ بھی بتایا کہ مسیح موعود علیہ السلام جو اسلام کے احیائے نو کے لئے آئے، اُن کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کی تائیدات ہیں۔ مثال کے طور پر مَیں نے تین باتیں پیش کیں کہ یہ تین پیشگوئیاں مثال کے طور پر پیش کرتا ہوں جو آپ کی سچائی کے بارے میں ہیں۔

آپ نے فرمایا تھا کہ اس زمانے میں زلزلوں اور طوفانوں کی بہت زیادہ تعداد ہوگی۔

(ماخوذ از حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 267 تا 269)

جو سچ ثابت ہوئی اور ہم دیکھتے ہیں کہ گزشتہ صدیوں کی نسبت سب سے زیادہ اس صدی میں آئے۔ پھر آپ نے ایک پیشگوئی روسی حکومت کا تختہ الٹنے کے بارے میں فرمائی تھی کہ زار کا تختہ الٹا جائے گا۔

(ماخوذ از براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 152)

وہ پیشگوئی سچ ثابت ہوئی۔ پھر ایک تیسری پیشگوئی جنگوں کی بتائی۔

(ماخوذ از براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 151-152)

اور بتایا کہ اب تک ہم دو عالمی جنگیں دیکھ چکے ہیں۔ دنیا پھر اس لپیٹ میں آنے کی کوشش کر رہی ہے۔ دنیا کے فوجی بجٹ باقی تمام ضروریات کو پسِ پشت ڈال رہے ہیں اور صرف فوج بڑھانے اور اسلحہ رکھنے اور فوجی طاقت بننے کی طرف دنیا کی زیادہ توجہ ہو رہی ہے۔ اس لئے دنیا کو پھر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ بدامنی دنیا میں مذہب کی وجہ سے نہیں پھیل رہی بلکہ لالچ اور سیاست اس کی وجوہات ہیں۔ پھر میں نے یہ بھی بتایا کہ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائیدات ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو ہندوستان کے ایک دور دراز قصبہ میں رہنے والا اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تمام دنیا میں نہ پھیلا سکتا۔ اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد خلافت کا نظام قائم ہوا، جس کے تحت یہ مشن آگے بڑھتا چلا جا رہا ہے اور یہ جہاں اس زمانے میں خدا تعالیٰ کے وجود کا ثبوت ہے، وہاں جماعت احمدیہ کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائیدات کا بھی ثبوت ہے۔ یہ میں نے بتایا کہ بانیٔ جماعت احمدیہ نے ہم میں یہ ادراک پیدا فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ کی باتیں کوئی پرانے قصے نہیں ہیں بلکہ خدا تعالیٰ آج بھی زندہ ہے اور اپنے نیک بندوں سے بولتا اور نشان دکھاتا ہے۔ پس دنیا اس طرف توجہ دے اور اپنی غلطیوں کا الزام خدا اور مذہب کو نہ دے بلکہ اپنے گریبان میں جھانکے۔ خدا تعالیٰ دنیا کو توفیق دے کہ اس پر عمل کرے۔

یہ اس کا خلاصہ ہے جو مَیں نے اُن کو کہا۔ تقریباً تیس پینتیس منٹ کی میری تقریر تھی۔

اس وقت میں بعض تاثرات پیش کرتا ہوں۔ لوگوں کے چہروں سے بہرحال لگ رہا تھا، بعض نے

اظہار بھی کیا ہے کہ اسلام کی تعلیم جو مختصراً پیش کی گئی تھی، اُس کا اُن پر اثر ہے۔

Stein Villumstad یورپین کونسل فار ریلیجس لیڈرز کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ''اس طرح مل جل کر بیٹھنا اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کا ایک دوسرے کی بات کو حوصلے سے سننا اور پھر سب کا یہ تسلیم کرنا کہ ہم سب امن کے خواہاں ہیں ایک بہت بڑی کامیابی ہے''۔

پھر انگلستان میں گریناڈا (Grenada) کے ہائی کمشنر HE Joselyn Whiteman یہ کہتے ہیں کہ ''یہ بہت زبردست تقریب تھی۔ یہ خیال کہ اتنے سارے مذاہب ایک ہی چھت کے نیچے اس طرح اکٹھے ہو سکتے ہیں ہمارے ایمانوں میں اضافہ کا باعث ہے۔ اور اس کا ایک فائدہ یہ بھی ہے کہ ہمیں اندازہ ہوتا ہے کہ آج کل دنیا کے مسائل کے حل کے لئے لوگوں کو اکٹھا کس طرح کیا جا سکتا ہے''۔

پھر Mak Chishty، جو لنڈن میں میٹروپولیٹن پولیس میں کمانڈر ہیں، کہتے ہیں کہ ''مجھے آج کی تقریب میں یہ بات اچھی لگی کہ ہر کسی نے اپنے مذہب کی خوبیاں بیان کیں۔ دوسرے مذاہب پر نکتہ چینی نہیں کی۔ اور اسی چیز سے ہم میں باہم اتحاد اور یگانگت کا احساس پیدا ہوتا ہے۔''

یہی بات ہے جس کو کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ملکہ کو لکھا بھی تھا کہ (ایسا) ہونا چاہئے۔

(ماخوذ از تحفہ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 261)

پھر یورپین پارلیمنٹ میں لندن کے جو نمائندے ہیں Dr. Charles Tannock MEP، وہ کہتے ہیں کہ ''مستقبل میں اس رستہ کو اپنانے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ ہم سب خدا تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہیں اور ہم یہ نہیں مان سکتے کہ خدا تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ ہم مذہب کے نام پر ایک دوسرے سے اس طرح لڑتے چلے جائیں۔ اس لیے مَیں امن کے اس پیغام کی پرزور تائید کرتا ہوں۔ احمدیوں کے بارے میں جس بات کو میں قابلِ قدر جانتا ہوں وہ یہ ہے کہ ان کے مذہب کی تعلیمات کا مرکز 'محبت سب کے لئے، نفرت کسی سے نہیں' ہے۔ میرے خیال میں یہ ایک عالمی نوعیت کا پیغام ہے۔ جس قدر مختلف مذاہب مل بیٹھ سکیں اتنا ہی بہتر ہے۔''

Baroness Berridge جو انگلستان کی پارلیمنٹ کی 'آل پارٹی پارلیمنٹری گروپ' (APPG) آن انٹرنیشنل فریڈم آف ریلیجن کی چیئر پرسن ہیں۔ کہتی ہیں: ''مجھے آل پارٹی گروپ برائے مذہبی آزادی کی چیئر مین ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ مَیں جانتی ہوں کہ احمدیہ کمیونٹی کس طرح دوسروں کی

فلاح و بہبود کے لئے خدمات کرتی چلی جارہی ہے اور یہ بات امام جماعت احمدیہ نے اپنی تقریر میں بھی کی۔ ہمیں بہت خوشی ہے کہ ہم احمدیہ کمیونٹی کے ساتھ ان کے کاموں میں تعاون کرتے ہیں۔ اور ہمیں اس بات پر بھی خوشی ہے کہ احمدیوں کو اس ملک میں مکمل آزادی حاصل ہے۔''

پھر Kay Carter جو انگلستان کی پارلیمنٹ کے آل پارٹی پارلیمنٹری گروپ (APPG) آن انٹرنیشنل فریڈم آف ریلیجن کے ممبر ہیں۔ کہتے ہیں کہ ''امام جماعت احمدیہ نے جو کہا کہ تمام مذاہب میں بنیادی بات ایک ہی نظر آتی ہے یعنی محبت، رواداری اور امن۔ درحقیقت میڈیا میں مذہب کو ایک ایسی چیز بنا کر پیش کیا گیا ہے جو انسانوں کو ایک دوسرے سے لڑانے کا جواز پیدا کر رہا ہے، لیکن جیسا کہ آج کی اس محفل میں ہم نے دیکھا کہ حقیقت اس کے بالکل برعکس ہے۔''

پھر یہی چیف ربائی جو تھے اُن کا دوبارہ ایک پیغام (آیا) تھا کہ ''امام جماعت احمدیہ کا پیغام امن اور ایک دوسرے کو سمجھنے کے متعلق ہے۔'' نیز یہ کہ ''دنیا کے تمام مذاہب کو ایک دوسرے سے تبادلہ خیالات کرنا چاہیے کیونکہ ہم سب آدم کی نسل ہیں اور خدا تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔'' کہتے ہیں کہ ''ہمیں ایک دوسرے کے جذبات کا احترام کرنا چاہئے اور امن کے ساتھ مل جل کر رہنا چاہیے، نہ یہ کہ ہم ایک دوسرے سے لڑنے لگ جائیں بلکہ جس قدر ممکن ہو سکے ہمیں امن کے لیے کوشش کرنی ہے۔''

جیسا کہ پہلے بھی مَیں نے کہا، یہ ربائی ہیں۔ ان کو یہ چاہئے کہ یہ اسرائیل کی حکومت کو بھی اس بارے میں بتائیں۔

پھر ایک کونسلر سنتوخ سنگھ صاحب کہتے ہیں کہ ''میرا خیال ہے کہ امام جماعت احمدیہ یہ بات ہمیں سمجھا رہے ہیں کہ تمام مذاہب میں بہت ساری تعلیمات مشترک ہیں۔ تمام مذاہبِ عالم ہمیں انسانیت کا سبق سکھاتے ہیں۔ ہمیں مل جل کر کام کرنا چاہیے اور ایک دوسرے کا بھلا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔''

پھر ناروے سے ان کی ایک سیاسی پارٹی Christian Republic کے Billy Tranger ہیں، وہ کہتے ہیں کہ ''امام جماعت احمدیہ نے اپنے خطاب کے آخر میں ایک بہت ہی اہم پیغام دیا ہے کہ ہم سب کو مل کر امن کے قیام کے لئے کام کرنا چاہیے۔ اور میرا خیال ہے کہ یہی وہ امر ہے جس کی اس دنیا کو اس وقت سب سے زیادہ ضرورت ہے۔ اس پیغام کی ہمیں ناروے میں بھی بہت ضرورت ہے۔''

یونیورسٹی آف ایمسٹرڈم کے پروفیسر Prof. Dr. T. Sunier نے کہا کہ ''امام جماعت

احمدیہ نے بڑے واشگاف الفاظ میں یہ ثابت کیا ہے کہ اسلام اور قرآن کی تعلیمات تشدد کی بجائے امن کے قیام پر زور دیتی ہیں۔''

پھر Greek Orthodox Patriarch of Antioch سے تعلق رکھنے والے Father Ethelwine نے کہا کہ ''مَیں نے احمدیہ مسلم جماعت کے مختلف فنکشنز میں شمولیت کی ہے۔ امام جماعت کی شخصیت اور ان کے پیغام کو دل سے سراہتا ہوں۔ ہمیشہ کی طرح اس کانفرنس کی بہترین تقریر جماعت کے خلیفہ کی تھی۔ یقیناً مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو اکٹھا کر دینا اور ان سے ان کے مذہب کی بات سننا ایک بہت ہی جرأت مندانہ اور قابلِ قدر اقدام ہے۔ یہ ایک بہت بڑی کامیابی ہے۔''

آئرلینڈ سے ایک صاحب آئے ہوئے تھے، وہ کہتے ہیں کہ ''میں اس کانفرنس میں شامل ہوا اور یہاں پر جو پیغام مجھے ملا ہے اس نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میں احمدیوں سے یہ کہوں گا کہ آج کل دنیا میں پبلسٹی کے بغیر اپنے پیغام کو پھیلانا بہت مشکل ہے۔ جماعت احمدیہ اس قدر کام کر رہی ہے لیکن مجھے خوشی ہو گی اگر آپ لوگ اپنے کاموں کی تشہیر بہتر طور پر کر سکیں کیونکہ آپ لوگوں کے بارے میں دنیا میں مٹھی بھر لوگ ہی معلومات رکھتے ہیں۔''

جہانگیر سارو صاحب جو یوروپین کونسل آف ریلیجیس لیڈرز سے تعلق رکھتے ہیں کہتے ہیں کہ میں مذہباً زرتشتی ہوں۔ میں اس تقریب سے بہت متأثر ہوا ہوں۔ سب مقررین نے بہت اچھی تقاریر کیں لیکن آخر میں امام جماعت کا خطاب تو بہت ہی بھرپور تھا۔''

پھر رابن ہسّی جو مذہبی تعلیمات کے استاد ہیں کہتے ہیں کہ ''اس قدر روحانیت سے پُر یہ تقریب ہو گی مجھے نہیں معلوم تھا۔ میں نے بہت سارے مذاہب کے پیغامات سنے اور میں یقیناً گھر جا کر ان باتوں پر غور کروں گا۔ میں امید کرتا ہوں کہ امام جماعت احمدیہ کے لیکچر کا متن جلد شائع کیا جائے گا۔''

پھر Reverend Canon Dr. Anthony Cane، ان کا بھی کسی کیتھیڈرل سے تعلق ہے، کہتے ہیں: ''کچھ عرصہ پہلے لوگ یہ سمجھنے لگ گئے تھے کہ ہمیں مذہب کی ضرورت نہیں۔ میرا خیال ہے کہ یہ بات حتمی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ یہ بات سراسر بے بنیاد ہے۔''

پھر بیلجیم کی یونیورسٹی آف Antwerpen سے Dr Lydia جو اپنے ایک colleague کے ساتھ آئی تھیں۔ یہاں سے دو پروفیسر ڈاکٹر شامل ہوئے تھے، ان دونوں نے کہا کہ ''اسلام اور رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی تعلیمات کے حوالہ سے امام جماعت احمدیہ کے خطاب سے وہ بے حد متأثر

ہوئے ہیں۔ خطاب سننے کے بعد ہم نے فیصلہ کیا ہے کہ ہم یونیورسٹی میں اپنے طلباء کو قرآن کریم کا فلیمش ترجمہ دیں گے تاکہ وہ قرآن کریم کو پڑھ کر اسلام کی حقیقی تعلیمات جان سکیں۔"

واپس جا کر ان کو وہاں ترجمہ دے دیا گیا ہے جو اپنی یونیورسٹی میں تقسیم بھی کر رہے ہیں۔ تو اس سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے تبلیغ کے مزید راستے بھی کھلے ہیں۔

Santiago Catala Rubio (سنتی آگو کتالہ روبیو) صاحب سپین سے آئے تھے اور میڈرڈ یونیورسٹی میں ریلیجنز کے پروفیسر ہیں۔ کئی کتابوں کے مصنف بھی ہیں۔ جماعت کے ساتھ ان کا قریبی تعلق ہے۔ یورپین پارلیمنٹ برسلز میں 2012ء میں جو تقریب ہوئی تھی وہاں بھی آئے تھے، مجھے ملے تھے۔ کہتے ہیں: "اگر عالمی مذاہب کی اس کانفرنس کے متعلق اپنے خیالات اور جذبات کا اظہار کرنے لگوں تو اس کانفرنس کی اہمیت اور مسلم جماعت احمدیہ کے پیغام کی اہمیت کو بیان کرنے میں کئی صفحات بھر جائیں۔ دنیا کی تاریخ میں مختلف مذاہب تنازعات کا باعث رہے ہیں۔ حتیٰ کہ آج کے دور میں بھی مختلف ثقافتوں مشرق ومغرب، اسلام اور عیسائیت، ترقی یافتہ اور ترقی پذیر ممالک کے مابین اختلاف موجود ہے۔ یہ اختلاف نفرت اور ظلم میں زیادتی کو ہوا دینے کے لئے بطور بہانہ پیش کیا جا سکتا ہے۔ لیکن احمدیہ مسلم جماعت کا نعرہ 'محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں' تمام مذاہب کا خلاصہ ہے۔ یہ نعرہ دنیا کے تمام مذاہب اور تمام لوگوں کو ان کے عقائد، حالات اور افکار سے بالا ہو کر یکجا کر دیتا ہے۔ ایک ایسے وقت میں جب مسلمانوں کا ایک خاص طبقہ لڑائی، نفرت، ظلم، دوسروں کی اور اپنی زندگیوں کو خطرے میں ڈالنے اور اپنے ہی لوگوں پر حملہ کرنے کی حمایت کر رہا ہے جماعت احمدیہ کا کردار انتہائی اہمیت کا حامل ہے۔ اس لئے اس قسم کی تقریبات کو عالمی سطح پر مذہبی اور نظریاتی کمیونٹیز میں بھرپور پذیرائی ملنی چاہئے۔"

میگِل گارسیا (Miguel Garcia) پیدرو آباد کے ہیں۔ کانفرنس میں شامل ہوئے تھے۔ یہ میئر بھی رہ چکے ہیں۔ اور انہوں نے اپنے دور میں اس وقت چرچ کی مخالفت کے باوجود 1980ء میں 'مسجد بشارت' بنانے کی اجازت دی تھی۔ مسجد بشارت کے افتتاح کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو بھی ملے تھے۔ انہوں نے ان کو ایک فریم تحفہ دیا جس پہ کلمہ لکھا ہوا تھا وہ انہوں نے اپنے دفتر میں بھی لگایا ہوا ہے۔ جماعت سے کافی متاثر ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ "مسلم جماعت احمدیہ کی طرف سے مختلف مذاہب سے تعلق رکھنے والے وفود، ممبرز آف پارلیمنٹ، سیاسی شخصیات، تعلیم دان اور مختلف انسانی ہمدردی سے تعلق رکھنے والے اداروں کے نمائندگان کو لندن میں جمع کیا گیا تاکہ وہ اتحاد اور امن کے قیام کیلئے ڈائیلاگ کی

ضرورت پر غور کریں۔ یہ انتہائی مثبت قدم تھا۔ مَیں جماعت احمدیہ کو اس تقریب کے انعقاد پر مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ اور میری خواہش ہے کہ یہ جماعت اپنے مقاصد کو حاصل کرنے میں کامیاب ہو جائے۔ میرے لئے بڑے اعزاز کی بات ہے کہ مجھے جماعت احمدیہ کے تیسرے خلیفہ کے ساتھ پیدرو آباد میں مسجد بشارت کے سنگِ بنیاد کے موقع پر 1981ء میں ملنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس کے بعد چوتھے خلیفہ کے ساتھ اسی مسجد کے افتتاح کے موقع پر 1982ء میں ملنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اب اس کانفرنس کے ذریعہ مجھے جماعت احمدیہ کے پانچویں خلیفہ کے ساتھ ملنے کی بھی سعادت مل گئی۔ مَیں حضرت مرزا مسرور احمد صاحب کے الفاظ سے بہت محظوظ ہوا ہوں۔ انہوں نے جنگ و جدل سے آزاد ایک پُرامن معاشرے کے قیام کے حوالہ سے بات کی ہے اور اُن حکومتوں کی مذمت کی ہے جو دفاع کے نام پر اسلحہ کو انسانیت پر ترجیح دیتی ہیں۔ مجھے خوشی ہے کہ مرزا مسرور احمد نے ایک ایسے معاشرہ کے قیام کے لئے جس کی بنیاد انصاف اور باہمی عزت و احترام پر ہو، مختلف مذاہب کے لوگوں کو ایک جگہ اکٹھا کرنے کی دعوت دی ہے۔ ہم ایک ایسی دنیا میں رہ رہے ہیں جو تضادات سے بھری پڑی ہے۔ بعض ممالک ترقی کی انتہا کو چھو گئے ہیں جبکہ لوگوں کی ایک بہت بڑی تعداد بھوک اور افلاس کی وجہ سے مر رہی ہے۔ ایک طرف ہم لاکھوں ٹن خوراک سمندر میں پھینک دیتے ہیں اور دوسری طرف کروڑوں لوگ ایسے ہیں جن کو کھانے کے لئے انتہائی مشکل کے ساتھ کچھ ملتا ہے۔ ایک طرف کروڑ پتی افراد کی تعداد میں اضافہ ہوا ہے تو دوسری طرف معاشرے کے بعض طبقے انتہائی غریب ہو گئے ہیں۔ ایک ایسی دنیا کے قیام کی ضرورت ہو گی جو جنگ کو ترک کر دے اور امن کی خواہاں ہو، جو سب کو ساتھ لے کر مشترکہ طور پر ترقی کرے، جو ناانصافی کے خلاف کھڑی ہو جائے اور معاشرتی انصاف کو فروغ دے۔“

بہرحال یہ چند تبصرے تھے جو مَیں نے پیش کئے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے کی طرف رجوع کرے۔ اُسے پہچانے اور خدا کو پہچاننے سے ہی اس تباہی سے بچ سکتے ہیں جو ہمارے سامنے کھڑی ہے جس کی وارننگ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے کلام میں، اپنی تحریرات میں بارہا دی ہے۔

اس کے علاوہ مَیں آج پھر پاکستان کے حالات کے بارے میں بھی دعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں۔ دعا کریں اللہ تعالیٰ شر پسند لوگوں سے اس ملک کو بچائے اور احمدیوں کو بھی محفوظ رکھے اور اُن سب لوگوں کو محفوظ رکھے جو امن کے خواہاں ہیں اور اس فتنہ و فساد سے بچنا چاہتے ہیں اور اس کا حصہ نہیں۔ اسی طرح

سیریا کے حالات کے بارے میں بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ وہاں بھی احمدیوں کو محفوظ رکھے۔ گزشتہ دنوں پھر ایک احمدی کو بلاوجہ گرفتار کر لیا گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کی حفاظت فرمائے۔ اور عمومی طور پر دنیا کے لئے بھی دعا کریں۔ جو حالات اب پیدا ہو رہے ہیں لگتا ہے کہ یہ جنگ کی طرف بڑی تیزی سے بڑھ رہے ہیں۔ بعض بڑی حکومتیں اس بات کو سمجھ نہیں رہیں کہ اگر جنگ ہوتی ہے تو کیا خوفناک صورتحال پیدا ہونے والی ہے۔ دنیا بالکل تباہی کے کنارے پر کھڑی ہے۔ ہمارا فرض بنتا ہے کہ ہم ان کے لئے بہت زیادہ دعائیں کریں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 مارچ 2014ء تا 03 اپریل 2014ء جلد 21 شمارہ 13 صفحہ 05 تا 09)

11

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14 مارچ 2014ء بمطابق 14 امان 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

چند جمعے پہلے تک عملی اصلاح کے طریقوں کے بارے میں مَیں نے چند خطبات دیئے تھے جن میں یہ بھی ذکر ہوا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمارے سامنے اللہ تعالیٰ کو کس طرح پیش فرمایا اور معرفت الٰہی اور محبت الٰہی کے کیا طریق بتائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے آپ نے کس طرح رہنمائی فرمائی ہے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کا تازہ کلام اور اللہ تعالیٰ نے آپ کے حق میں جو معجزات ونشانات دکھائے ہیں وہ کس شان سے پورے ہوئے؟ یہ سب باتیں ایسی ہیں جن کا علم ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام کی روشنی میں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ یہ باتیں ہمارے ایمان اور ہمارے عمل میں ترقی کا باعث بنیں۔

سو آج اس سلسلے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات اور ارشادات کے کچھ نمونے مَیں پیش کروں گا جن میں معرفت الٰہی کے بارے میں آپ نے رہنمائی فرمائی ہے۔ صرف اس ضمن میں ہی آپ کی تحریرات پیش کی جائیں تو بیسیوں بلکہ اگر گہرائی میں جایا جائے تو سینکڑوں صفحات بھی اس بارے میں مل جاتے ہیں۔ تاہم جیسا کہ مَیں نے کہا آج بطور نمونہ چند اقتباسات آپ کے سامنے رکھوں گا جو اس بارے میں ہماری رہنمائی کرتے ہیں کہ معرفت الٰہی کیا ہے؟ اس میں انبیاء اور اولیاء کا تو ایک مقام ہے ہی، ایک عام مسلمان کا بھی اس میں کیا معیار ہونا چاہئے؟

عموماً مَیں نے ایسے حوالے لینے کی کوشش کی ہے جو آسان ہوں لیکن ان کی زبان یا بعض حوالے

سمجھنے مشکل بھی ہو سکتے ہیں۔ بہر حال خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے طریق کی رہنمائی کرتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

’’انسان خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ اول بدی سے پرہیز کرنا۔ دوم نیکی کے اعمال کو حاصل کرنا۔ اور محض بدی کو چھوڑنا کوئی ہنر نہیں ہے۔ پس اصل بات یہ ہے کہ جب سے انسان پیدا ہوا ہے یہ دونوں قوتیں اس کی فطرت کے اندر موجود ہیں۔ ایک طرف تو جذباتِ نفسانی اس کو گناہ کی طرف مائل کرتے ہیں اور دوسری طرف محبت الٰہی کی آگ جو اس کی فطرت کے اندر مخفی ہے وہ اس گناہ کے خس و خاشاک کو اس طرح پر جلا دیتی ہے جیسا کہ ظاہری آگ ظاہری خس و خاشاک کو جلاتی ہے۔ مگر اس روحانی آگ کا افروختہ ہونا جو گناہوں کو جلاتی ہے‘‘ (یعنی اس کا بھڑکایا جانا جو گناہوں کو جلاتی ہے) ’’معرفت الٰہی پر موقوف ہے‘‘۔ (معرفت الٰہی ہو گی تو تب ہی یہ جل سکتی ہے اسی پر اس کا انحصار ہے) ’’کیونکہ ہر ایک چیز کی محبت اور عشق اس کی معرفت سے وابستہ ہے۔ جس چیز کے حسن اور خوبی کا تمہیں علم نہیں تم اس پر عاشق نہیں ہو سکتے۔ پس خدائے عزّوجل کی خوبی اور حسن و جمال کی معرفت اس کی محبت پیدا کرتی ہے اور محبت کی آگ سے گناہ جلتے ہیں۔ مگر سنّت اللہ اِسی طرح پر جاری ہے کہ وہ معرفت عام لوگوں کو نبیوں کی معرفت ملتی ہے اور ان کی روشنی سے وہ روشنی حاصل کرتے ہیں اور جو کچھ ان کو دیا گیا وہ ان کی پیروی سے سب کچھ پا لیتے ہیں۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 62)

پھر آپ نے یہ بھی واضح فرمایا کہ مَیں نے تمام مذاہب کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے (جائزہ لیا ہے) اور اس کے بعد مَیں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس وقت اسلام ہی ہے جو خدا تعالیٰ کی حقیقی معرفت ہر زمانے میں پیدا کر سکتا ہے کیونکہ یہی ایک ایسا مذہب ہے جس کا نبی بھی زندہ ہے۔ جس کی تعلیم زندہ ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور پیروی میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا کلام بھی اتر سکتا ہے اور انوار الٰہی کے دروازے بھی کھل سکتے ہیں اور ان سے تم فیض پا سکتے ہو۔

(ماخوذ از حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 63 تا 65)

پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ اسلام کی حقیقت اور معرفت الٰہی کا ایک تعلق ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

’’علم اور معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقت اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور اگرچہ حصول

حقیقت اسلام کے وسائل اور بھی ہیں جیسے صوم وصلوٰۃ اور دعا اور تمام احکام الٰہی جو چھ سو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن علم عظمت و وحدانیت ذات اور معرفت شیون و صفات جلالی و جمالی حضرت باری عزّ اسمہ وسیلۃ الوسائل اور سب کا موقوف علیہ ہے"۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم، اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا علم، اللہ تعالیٰ کے نشانوں کی معرفت حاصل کرنا، اللہ تعالیٰ کی صفات کی معرفت حاصل کرنا ان سب کا انحصار اس بات پر ہے اور یہی ایک ذریعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اس طرح جانا جائے جس طرح اس کے پہچاننے جاننے کا حق ہے۔) فرمایا کہ: "کیونکہ جو شخص غافل دل اور معرفت الٰہی سے بکلی بے نصیب ہے وہ کب توفیق پا سکتا ہے کہ صوم اور صلوٰۃ بجالاوے یا دعا کرے یا اور خیرات کی طرف مشغول ہو۔ ان سب اعمال صالح کا محرّک تو معرفت ہی ہے اور یہ تمام دوسرے وسائل دراصل اسی کے پیدا کردہ اور اس کے بنین و بنات ہیں"۔ (یعنی کہ اس کے بچّے ہیں) "اور ابتدا اس معرفت کی پرتو اسم رحمانیت سے ہے۔" (یعنی اللہ تعالیٰ کی معرفت کی جو ابتدا ہے وہ اس کے اسم یا اس کی رحمانیت کی جو صفت ہے اس سے ہے)۔ "نہ کسی عمل سے نہ کسی دعا سے بلکہ بلا علّتِ فیضان سے صرف ایک موہبت ہے"۔ (یعنی بغیر کسی علّت فیضان کے، بغیر کسی فیض پانے کے سبب کے، صرف اللہ تعالیٰ کی عطا سے یہ ملتی ہے اور یہ رحمانیت ہے۔) فرمایا: "يَهۡدِيۡ مَنۡ يَّشَآءُ وَ يُضِلُّ مَنۡ يَّشَآءُ" (اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے) "مگر پھر یہ معرفت اعمال صالحہ اور حسن ایمان کے شمول سے زیادہ ہوتی جاتی ہے"۔ (پہلی بات تو یہ کہ یہ معرفت اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمانیت سے ملتی ہے لیکن جب یہ معرفت مل جائے تو اس کے بعد کیا ہو اور اس میں آدمی کو پھر کیا کرنا چاہئے۔ اعمال صالحہ بجالانے کی ضرورت ہے اور ایمان میں اَور خوبصورتی پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ جب ایمان کی خوبصورتی ہوگی اور اعمال صالحہ ہوں گے تو پھر اس معرفت میں اضافہ ہوتا چلا جاتا ہے۔) "یہاں تک کہ آخر الہام اور کلام الٰہی کے رنگ میں نزول پکڑ کر تمام صحن سینہ کو اس نور سے منور کر دیتی ہے جس کا نام اسلام ہے"۔

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 187 تا 189)

پھر اللہ تعالیٰ کی معرفت، گناہوں سے نجات، نیکیوں کی توفیق اور دعا کے معیار کے بارے میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

"اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پا سکتا ہے اور نہ سچے طور پر خدا سے محبت کر سکتا ہے اور نہ جیسا کہ حق ہے اس سے ڈر سکتا ہے جب تک کہ اسی کے فضل اور کرم سے اس کی

معرفت حاصل نہ ہو اور اس سے طاقت نہ ملے۔ اور یہ بات نہایت ہی ظاہر ہے کہ ہر ایک خوف اور محبت معرفت سے ہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیا کی تمام چیزیں جن سے انسان دل لگاتا ہے اور ان سے محبت کرتا ہے یا ان سے ڈرتا ہے اور دور بھاگتا ہے۔ یہ سب حالات انسان کے دل کے اندر معرفت کے بعد ہی پیدا ہوتے ہیں۔ ہاں یہ سچ ہے کہ معرفت حاصل نہیں ہو سکتی جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو۔ اور نہ مفید ہو سکتی ہے جب تک خدا تعالیٰ کا فضل نہ ہو اور فضل کے ذریعہ سے معرفت آتی ہے۔ تب معرفت کے ذریعہ سے حق بینی اور حق جوئی کا ایک دروازہ کھلتا ہے‘‘۔ (یعنی سچائی پھر نظر بھی آتی ہے اور اس معرفت کے آنے سے سچائی کی تلاش کی طرف اَور دروازے کھلتے چلے جاتے ہیں۔) ’’اور پھر بار بار دور فضل سے ہی وہ دروازہ کھلا رہتا ہے۔‘‘ (یعنی اللہ تعالیٰ کا یہ فضل پھر دوبارہ دوبارہ آتا چلا جاتا ہے اور اسی فضل کے آنے کی وجہ سے پھر یہ معرفت کا دروازہ کھلا رہتا ہے) ’’اور بند نہیں ہوتا۔ غرض معرفت فضل کے ذریعہ سے حاصل ہوتی ہے اور پھر فضل کے ذریعہ سے ہی باقی رہتی ہے۔ فضل معرفت کو نہایت مصفّٰی اور روشن کر دیتا ہے اور حجابوں کو درمیان سے اٹھا دیتا ہے اور نفس امّارہ کے لئے گرد و غبار کو دور کر دیتا ہے اور روح کو قوت اور زندگی بخشتا ہے اور نفسِ امّارہ کو امّارگی کے زندان سے نکالتا ہے اور بدخواہشوں کی پلیدی سے پاک کرتا ہے اور نفسانی جذبات کے تند سیلاب سے باہر لاتا ہے۔ تب انسان میں ایک تبدیلی پیدا ہوتی ہے اور وہ بھی گندی زندگی سے طبعاً بیزار ہو جاتا ہے کہ بعد اس کے پہلی حرکت جو فضل کے ذریعہ سے روح میں پیدا ہوتی ہے وہ دعا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم بھی ہر روز دعا کرتے ہیں اور تمام نماز دعا ہی ہے جو ہم پڑھتے ہیں۔ کیونکہ وہ دعا جو معرفت کے بعد اور فضل کے ذریعہ سے پیدا ہوتی ہے وہ اَور رنگ اور کیفیت رکھتی ہے۔ وہ فنا کرنے والی چیز ہے۔ وہ گداز کرنے والی آگ ہے۔ وہ رحمت کو کھینچنے والی ایک مقناطیسی کشش ہے۔ وہ موت ہے پر آخر کو زندہ کرتی ہے۔ وہ ایک تند سیل ہے پر آخر کو کشتی بن جاتی ہے‘‘۔ (ایک تیز سیلاب ہے۔ کشتی بن جاتی ہے) ’’ہر ایک بگڑی ہوئی بات اس سے بن جاتی ہے اور ہر ایک زہر آخر اس سے تریاق ہو جاتا ہے۔‘‘

(لیکچر سیالکوٹ روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 222-221)

یہ معرفت کا مقام ہے۔

پھر فرمایا کہ انسان گناہ کی طرف کیوں زیادہ گرتا ہے۔ نفس امّارہ کیوں دلوں پر قبضہ کرتا ہے؟ اس کی وضاحت میں فرماتے ہیں کہ:۔

’’گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا ہے۔ لیکن یہ خوف کیونکر پیدا

ہو۔اس کے لیے معرفت الٰہی کی ضرورت ہے۔جس قدر خدا تعالیٰ کی معرفت زیادہ ہوگی اسی قدر خوف زیادہ ہوگا۔ ہر کہ عارف تراست ترساں تر۔'' یعنی جو زیادہ عرفان رکھتا ہے وہ اتنا ہی خوف رکھتا ہے۔لرزاں و ترساں رہتا ہے۔فرمایا: ''اس امر میں اصل معرفت ہے۔'' (یہ جو بات ہے اس میں اصل بنیادی چیز جو ہے وہ معرفت ہے۔) ''اور اس کا نتیجہ خوف ہے''۔(اگر معرفت پیدا ہوگی تو اللہ تعالیٰ کی پہچان ہوگی۔اللہ تعالیٰ کی حقیقت کا علم ہوگا تو پھر ہی خوف بھی پیدا ہوگا۔) ''معرفت ایک ایسی شئے ہے کہ اس کے ہوتے ہوئے انسان ادنیٰ ادنیٰ کیڑوں سے بھی ڈرتا ہے''۔(یعنی جن کیڑوں کے بارے میں انسان کو علم ہوتا ہے کہ ان کی حقیقت کیا ہے، ان سے بھی ڈرتا ہے۔) فرمایا: ''جیسے پسّو اور مچھر کی جب معرفت ہوتی ہے تو ہر ایک اُن سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔پس کیا وجہ ہے کہ خدا جو قادر مطلق ہے اور علیم اور بصیر ہے اور زمینوں اور آسمانوں کا مالک ہے، اس کے احکام کے برخلاف کرنے میں یہ اس قدر جرأت کرتا ہے۔اگر سوچ کر دیکھو گے تو معلوم ہوگا کہ معرفت نہیں''۔(اللہ تعالیٰ کا صحیح علم ہی نہیں۔اس لئے گناہوں کی طرف رغبت پیدا ہوتی ہے۔) ''بہت ہیں کہ زبان سے تو خدا تعالیٰ کا اقرار کرتے ہیں لیکن اگر ٹٹول کر دیکھو تو معلوم ہوگا کہ ان کے اندر دہریت ہے کیونکہ دنیا کے کاموں میں جب مصروف ہوتے ہیں تو خدا تعالیٰ کے قہر اور اس کی عظمت کو بالکل بھول جاتے ہیں۔اس لیے یہ بات بہت ضروری ہے کہ تم لوگ دعا کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے معرفت طلب کرو۔بغیر اس کے یقینِ کامل ہرگز حاصل نہیں ہوسکتا۔وہ اس وقت حاصل ہوگا جبکہ یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے میں ایک موت ہے۔گناہ سے بچنے کے لیے جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو......''

اب آج کل اس دنیا میں ہماری کون سی مجلسیں ہیں جو گناہ کی طرف لے جاتی ہیں۔کہیں ٹی وی ہے، کہیں انٹرنیٹ ہے، کہیں فیس بکیں (facebook) ہیں۔یہ اب ایسی چیزیں ہیں جن کو دنیا والے بھی محسوس کرنے لگ گئے ہیں۔گزشتہ دنوں میں پہلے یہ خبر آئی تھی کہ امریکہ میں ہی اس بات پر کہ فیس بُک نے لوگوں میں بے چینیاں پیدا کر دی ہیں انہوں نے چھ لاکھ سے زیادہ اکاؤنٹ وہاں بند کر دیئے۔

بہرحال فرمایا کہ: ''...... جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو اور تمام محفلیں اور مجلسیں جن میں شامل ہونے سے گناہ کی تحریک ہوتی ہے ان کو ترک کرو اور ساتھ ہی ساتھ دعا بھی کرتے رہو۔اور خوب جان لو کہ ان آفات سے جو قضاء و قدر کی طرف سے انسان کے ساتھ پیدا ہوتی ہیں

جب تک خدا تعالیٰ کی مدد ساتھ نہ ہو ہرگز رہائی نہیں ہوتی''۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ نمبر 123-122)

پھر اس بات کو مزید کھولتے ہوئے کہ گناہوں سے بچنا بغیر معرفت الٰہی کے ممکن نہیں ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''یقیناً یاد رکھو کہ گناہوں سے بچنے کی توفیق اس وقت مل سکتی ہے جب انسان پورے طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے۔ یہی بڑا مقصد انسانی زندگی کا ہے کہ گناہ کے پنجہ سے نجات پالے۔ دیکھو ایک سانپ جو خوشنما معلوم ہوتا ہے بچہ تو اس کو ہاتھ میں پکڑنے کی خواہش کرسکتا ہے اور ہاتھ بھی ڈال سکتا ہے لیکن ایک عقلمند جو جانتا ہے کہ سانپ کاٹ کھائے گا اور ہلاک کر دے گا وہ کبھی جرأت نہیں کرے گا کہ اس کی طرف لپکے بلکہ اگر معلوم ہو جاوے کہ کسی مکان میں سانپ ہے تو اس میں بھی داخل نہیں ہوگا۔ ایسا ہی زہر کو جو ہلاک کرنے والی چیز سمجھتا ہے تو اس کے کھانے پر وہ دلیر نہیں ہوگا۔ پس اسی طرح پر جب تک گناہ کو خطرناک زہر یقین نہ کرلے اس سے بچ نہیں سکتا۔ یہ یقین معرفت کے بدُوں پیدا نہیں ہوسکتا......'' (جب تک معرفت نہ ہو اس وقت تک یہ یقین پیدا نہیں ہوسکتا۔ یعنی انسان کو یہ پتا ہے، معرفت ہے، اس کا علم ہے کہ زہر بھی خطرناک ہے، سانپ بھی خطرناک ہے تبھی ان سے بچتا ہے۔) فرمایا کہ: ''...... پھر وہ کیا بات ہے کہ انسان گناہوں پر اس قدر دلیر ہو جاتا ہے باوجودیکہ وہ خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور گناہ کو گناہ بھی سمجھتا ہے۔ اس کی وجہ بجز اس کے اور کوئی نہیں کہ وہ معرفت اور بصیرت نہیں رکھتا جو گناہ سوز فطرت پیدا کرتی ہے۔ اگر یہ بات پیدا نہیں ہوتی تو پھر اقرار کرنا پڑے گا کہ معاذ اللہ اسلام اپنے اصلی مقصد سے خالی ہے لیکن مَیں کہتا ہوں کہ ایسا نہیں۔ یہ مقصد اسلام ہی کامل طور پر پورا کرتا ہے اور اس کا ایک ہی ذریعہ ہے مکالمات ومخاطبات الٰہیہ۔ کیونکہ اسی سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر کامل یقین پیدا ہوتا ہے اور اسی سے معلوم ہوتا ہے کہ فی الحقیقت اللہ تعالیٰ گناہ سے بیزار ہے اور وہ سزا دیتا ہے۔ گناہ ایک زہر ہے جو اول صغیرہ سے شروع ہوتا ہے اور پھر کبیرہ ہو جاتا ہے اور انجام کار کفر تک پہنچا دیتا ہے''۔

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 287)

پھر گناہوں سے رکنے کے لئے معرفت کی اہمیت کو ایک جگہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یوں بیان فرمایا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

''معرفت بھی ایک شَے ہے جو کہ گناہ سے انسان کو روکتی ہے جیسے جو شخص سمّ الفار، سانپ اور شیر کو

ہلاک کرنے والا جانتا ہے تو وہ ان کے نزدیک نہیں جاتا"۔ (یعنی ان چیزوں کے بارے میں علم ہے کہ یہ انسان کو مار سکتے ہیں، ہلاک کر سکتے ہیں اس لئے وہ ان کے نزدیک نہیں جاتا۔) "ایسے جب تم کو معرفت ہو گی تو تم گناہ کے نزدیک نہ پھٹکو گے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ یقین بڑھاؤ اور وہ دعا سے بڑھے گا اور نماز خود دعا ہے۔ نماز کو جس قدر سنوار کر ادا کرو گے اسی قدر گناہوں سے رہائی پاتے جاؤ گے۔ معرفت صرف قول سے حاصل نہیں ہو سکتی۔ بڑے بڑے حکیموں نے خدا کو اس لیے چھوڑ دیا کہ ان کی نظر مصنوعات پر رہی اور دعا کی طرف توجہ نہ کی جیسا کہ ہم نے براہین میں ذکر کیا ہے۔"

اس بارے میں براہین احمدیہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے کافی تفصیل سے روشنی ڈالی ہے۔ فرماتے ہیں:

"مصنوعات سے تو انسان کو ایک صانع کے وجود کی ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ ایک فاعل ہونا چاہئے لیکن یہ نہیں ثابت ہوتا کہ وہ "ہے" بھی۔ "ہونا چاہئے" اَور شئے ہے اور "ہے" اور شئے ہے۔ اس "ہے" کا علم سوائے دعا کے نہیں حاصل ہوتا۔ (اللہ تعالیٰ کی موجودگی کا علم دعا سے حاصل ہوتا ہے۔) "عقل سے کام لینے والے "ہے" کے علم کو نہیں پا سکتے۔" (اگر صرف عقل سے کام لینا ہے تو وہ "ہونا چاہئے" اور "ہے" کے فرق کو محسوس نہیں کر سکتے۔ "ہے" کے علم کو پا نہیں سکتے۔) "اسی لیے ہے" (یعنی یہ جو ایک محاورہ ہے) "کہ خدا را بخدا تواں شناخت"۔ (کہ خدا کو خدا تعالیٰ کے ذریعہ ہی پہچانا جاتا ہے۔) "لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ کے بھی یہی معنی ہیں کہ وہ صرف عقلوں کے ذریعہ سے شناخت نہیں کیا جا سکتا بلکہ خود جو ذریعے اس نے بتلائے ہیں ان سے ہی اپنے وجود کو شناخت کرواتا ہے اور اس امر کے لیے اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ:6) جیسی اور کوئی دعا نہیں ہے"۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 368)

پھر حقیقی توبہ کی وضاحت کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"جو خدا کی تلاش میں استقلال سے لگتا ہے وہ اُس کو پا لیتا ہے۔ نہ صرف پا لیتا ہے بلکہ میرا تو یہ ایمان ہے کہ وہ اس کو دیکھ لیتا ہے۔ ارضی علوم کی تحصیل میں کس قدر وقت اور روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے۔ یہ علوم روحانی علوم کی تحصیل کے قواعد کو صاف طور پر بتا رہے ہیں"۔ (یعنی عام جو دنیاداری کی تعلیم ہے اس پر محنت لگاتے ہیں روپیہ بھی لگاتے ہیں تو یہی اصول روحانی علوم کو حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے۔) فرمایا کہ "ہمارا مذہب جو روحانی علوم مبتدی کے لئے ہونا چاہئیں، یہ ہے کہ وہ پہلے خدا کی ہستی، پھر اس کی

صفات کی واقفیت پیدا کرے ایسی واقفیت جو یقین کے درجہ تک پہنچ جاوے۔ تب اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کاملہ پر اس کو اطلاع مل جاوے گی اور اس کی رُوح اندر سے بول اُٹھے گی کہ پورے اطمینان کے ساتھ اس نے خدا کو پالیا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایسا ایمان پیدا ہو جاوے کہ وہ یقین کے درجہ تک پہنچ جاوے اور انسان محسوس کر لے کہ اس نے گویا خدا کو دیکھ لیا ہے اور اس کی صفات سے واقفیت حاصل ہو جاوے تو گناہ سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے اور طبیعت جو پہلے گناہ کی طرف جھکتی تھی اب ادھر سے ہٹتی اور نفرت کرتی ہے اور یہی توبہ ہے"۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 237)

پھر معرفت الٰہی کے حصول کے لئے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ کی مزید تشریح کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"سورۃ فاتحہ میں جو پنج ۵ وقت فریضہ نماز میں پڑھی جاتی ہے یہی دعا سکھلائی گئی ہے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ صِرَاطَ الَّذِيۡنَ اَنۡعَمۡتَ عَلَيۡهِمۡ۔ تو کسی امّتی کو اس نعمت کے حاصل ہونے سے کیوں انکار کیا جاتا ہے۔ کیا سورہ فاتحہ میں وہ نعمت جو خدا تعالیٰ سے مانگی گئی ہے جو نبیوں کو دی گئی تھی وہ درہم و دینار ہیں۔ ظاہر ہے کہ انبیاء علیہم السلام کو مکالمہ اور مخاطبہ الٰہیہ کی نعمت ملی تھی جس کے ذریعہ سے ان کی معرفت حق الیقین کے مرتبہ تک پہنچ گئی تھی اور گفتار کی تجلی دیدار کے قائم مقام ہو گئی تھی"۔ (یعنی جو تجلّی اللہ تعالیٰ کی طرف سے مکالمہ کی تجلّی تھی، اللہ تعالیٰ سے اتنی زیادہ شدت سے اتنی زیادہ قربت پیدا ہو گئی کہ وہ اللہ تعالیٰ کو دیکھنے کے قائم مقام ہو گئی تھی۔) فرمایا: "پس یہ جو دُعا کی جاتی ہے کہ اے خداوندوہ راہ ہمیں دکھا جس سے ہم بھی اس نعمت کے وارث ہو جائیں اس کے بجز اس کے اور کیا معنے ہیں کہ ہمیں بھی شرف مکالمہ اور مخاطبہ بخش۔ بعض جاہل اس جگہ کہتے ہیں کہ اس دعا کے صرف یہ معنے ہیں کہ ہمارے ایمان قوی کر اور اعمال صالحہ کی توفیق عطا فرما اور وہ کام ہم سے کرا جس سے تو راضی ہو جائے۔ مگر یہ نادان نہیں جانتے کہ ایمان کا قوی ہونا یا اعمال صالحہ کا بجالانا اور خدا تعالیٰ کی مرضی کے موافق قدم اٹھانا یہ تمام باتیں معرفت کاملہ کا نتیجہ ہیں۔ جس دل کو خدا تعالیٰ کی معرفت میں سے کچھ حصہ نہیں ملا وہ دل ایمان قوی اور اعمال صالحہ سے بھی بے نصیب ہے۔" (اس کو وہ بھی نہیں مل سکتا۔) "معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے۔ اور معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کی محبت دل میں جوش مارتی ہے۔ جیسا کہ دنیا میں بھی دیکھا جاتا ہے کہ ہر ایک چیز کا خوف یا محبت معرفت سے ہی پیدا ہوتا ہے۔ اگر اندھیرے میں ایک شیر ببر تمہارے پاس کھڑا ہو

اور تم کو اس کا علم نہ ہو کہ یہ شیر ہے بلکہ یہ خیال ہو کہ یہ ایک بکرا ہے تو تمہیں کچھ بھی اس کا خوف نہیں ہوگا اور جبھی کہ تمہیں معلوم ہو جائے کہ یہ تو شیر ہے تو تم بے حواس ہو کر اس جگہ سے بھاگ جاؤ گے۔ ایسا ہی اگر تم ایک ہیرے کو جو ایک جنگل میں پڑا ہوا ہے جو کئی لاکھ روپیہ قیمت رکھتا ہے محض ایک پتھر کا ٹکڑا سمجھو گے تو اس کی تم کچھ بھی پروا نہیں کرو گے۔ لیکن اگر تمہیں معلوم ہو جائے گا کہ یہ اس شان اور عظمت کا ہیرا ہے تب تو تم اس کی محبت میں دیوانہ ہو جاؤ گے اور جہاں تک تم سے ممکن ہوگا اس کے حاصل کرنے کے لئے کوشش کرو گے۔ پس معلوم ہوا کہ تمام محبت اور خوف معرفت پر موقوف ہے۔ انسان اس سوراخ میں ہاتھ نہیں ڈال سکتا جس کی نسبت اس کو معلوم ہو جائے کہ اس کے اندر ایک زہریلا سانپ ہے اور نہ اس مکان کو چھوڑ سکتا ہے جس کی نسبت اس کو یقین ہو جائے کہ اس کے نیچے ایک بڑا بھاری خزانہ مدفون ہے۔ اب چونکہ تمام مدار خوف اور محبت کا معرفت پر ہے اس لئے خدا تعالیٰ کی طرف بھی پورے طور پر اس وقت انسان جھک سکتا ہے جب کہ اس کی معرفت ہو"۔ (جب اللہ تعالیٰ کی صحیح معرفت ہوگی تب ہی اس کی محبت بھی دل میں پیدا ہوگی، تب ہی اس کا خوف بھی دل میں پیدا ہوگا۔) فرمایا: "اوّل اس کے وجود کا پتہ لگے اور پھر اس کی خوبیاں اور اس کی کامل قدرتیں ظاہر ہوں اور اس قسم کی معرفت کب میسر آسکتی ہے بجز اس کے کہ کسی کو خدا تعالیٰ کا شرف مکالمہ اور مخاطبہ حاصل ہو اور پھر اعلام الٰہی سے اس بات پر یقین آ جائے کہ وہ عالم الغیب ہے اور ایسا قادر ہے کہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ سو اصلی نعمت (جس پر قوتِ ایمان اور اعمال صالحہ موقوف ہیں۔)" {ایمان اور اعمال صالحہ کا جس پر انحصار ہے} "خدا تعالیٰ کا مکالمہ اور مخاطبہ ہے جس کے ذریعہ سے اول اس کا پتہ لگتا ہے اور پھر اس کی قدرتوں سے اطلاع ملتی ہے اور پھر اس اطلاع کے موافق انسان ان قدرتوں کو بچشم خود دیکھ لیتا ہے۔ یہی وہ نعمت ہے جو انبیاء علیہم السلام کو دی گئی تھی اور پھر اس امّت کو حکم ہوا کہ اس نعمت کو تم مجھ سے مانگو کہ مَیں تمہیں بھی دوں گا۔ پس جس کے دل میں یہ پیاس لگا دی گئی ہے کہ اس نعمت کو پاوے بیشک اس کو وہ نعمت ملے گی"۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 307 تا 309)

پھر نیکیوں کے بجا لانے اور برائیوں سے روکنے کے لئے معرفت الٰہی کے حصول پر مزید روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

"تمام سعادت مندیوں کا مدار خدا شناسی پر ہے اور نفسانی جذبات اور شیطانی محرکات سے روکنے والی صرف ایک ہی چیز ہے جو خدا کی معرفت کاملہ کہلاتی ہے جس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ خدا ہے۔ وہ

بڑا قادر ہے وہ ذُو الۡعَذَابِ الشَّدِیۡدِ ہے۔ یہی ایک نسخہ ہے جو انسان کی متمردانہ زندگی پر'' (سرکش زندگی پر) ''ایک بھسم کرنے والی بجلی گراتا ہے''۔ (ایسی بجلی گراتا ہے جو اس کو جلا کر خاک کر دیتی ہے۔) ''پس جب تک انسان اٰمَنۡتُ بِاللّٰہِ کی حدود سے نکل کر عَرَفۡتُ اللّٰہ کی منزل میں قدم نہیں رکھتا'' (اللہ پر ایمان لانے کی حد سے نکل کر اس کی پہچان اور معرفت حاصل کرنے کی منزل پر قدم نہیں رکھتا) ''اس کا گناہوں سے بچنا محال ہے''۔ (بہت مشکل ہے کہ گناہوں سے بچا جائے۔) ''اور یہ بات کہ ہم خدا کی معرفت اور اس کی صفات پر یقین لانے سے گناہوں سے کیونکر بچ جائیں گے ایک ایسی صداقت ہے جس کو ہم جھٹلا نہیں سکتے۔ ہمارا روزانہ تجربہ اس امر کی دلیل ہے کہ جس سے انسان سے ڈرتا ہے اس کے نزدیک نہیں جاتا۔ مثلاً جب کہ یہ علم ہو کہ سانپ ڈس لیتا ہے اور اس کا ڈسا ہوا ہلاک ہو جاتا ہے تو کون دانشمند ہے جو اس کے منہ میں اپنا ہاتھ دینا تو درکنار کبھی ایسے سوٹے کے نزدیک جانا بھی پسند کرے جس سے کوئی زہریلا سانپ مارا گیا ہو۔ اسے خیال ہوتا ہے کہ کہیں اس کے زہر کا اثر اس میں باقی نہ ہو''۔ (یعنی سوٹے میں بھی زہر کا اثر نہ لگا ہو۔) ''اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ فلاں جنگل میں شیر ہے تو ممکن نہیں کہ وہ اس میں سفر کر سکے یا کم از کم تنہا جا سکے۔ بچوں تک میں یہ مادہ اور شعور موجود ہے کہ جس چیز کے خطرناک ہونے کا ان کو یقین دلایا گیا ہے وہ اس سے ڈرتے ہیں۔ پس جب تک انسان میں خدا کی معرفت اور گناہوں کے زہر کا یقین پیدا نہ ہو کوئی اور طریق خواہ کسی کی خودکشی ہو یا قربانی کا خون، نجات نہیں دے سکتا اور گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں کر سکتا۔ یقیناً یاد رکھو کہ گناہوں کا سیلاب اور نفسانی جذبات کا دریا بجز اس کے رک ہی نہیں سکتا کہ ایک چمکتا ہوا یقین اس کو حاصل ہو کہ خدا ہے اور اس کی تلوار ہے جو ہر ایک نافرمان پر بجلی کی طرح گرتی ہے۔ جب تک یہ پیدا نہ ہو گناہ سے بچ نہیں سکتا اگر کوئی کہے کہ ہم خدا پر ایمان لاتے ہیں اور اس بات پر بھی ایمان لاتے کہ وہ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے مگر گناہ ہم سے دور نہیں ہوتے۔ میں جواب میں یہی کہوں گا کہ یہ جھوٹ ہے اور نفس کا مغالطہ ہے۔ سچے ایمان اور سچے یقین اور گناہ میں باہم عداوت ہے۔ جہاں سچی معرفت اور چمکتا ہوا یقین خدا پر ہو وہاں ممکن نہیں کہ گناہ رہے''۔

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 5-4)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

''خدا شناسی کی طرف قدم جلد اٹھانا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کا مزا اسے آتا ہے جو اسے شناخت کرے اور جو اس کی طرف صدق و وفا سے قدم نہیں اُٹھاتا اس کی دعا کھلے طور پر قبول نہیں ہوتی اور کوئی نہ کوئی حصہ

تاریکی کا اسے لگا ہی رہتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف ذراسی حرکت کرو گے تو وہ اس سے زیادہ تمہاری طرف حرکت کرے گا۔ لیکن اوّل تمہاری طرف سے حرکت کا ہونا ضروری ہے۔ یہ خام خیالی ہے کہ بلا حرکت کئے اس سے کسی قسم کی توقع رکھی جاوے۔ یہ سنت اللہ اسی طریق سے جاری ہے کہ ابتدا میں انسان سے ایک فعل صادر ہوتا ہے پھر اس پر خدا تعالیٰ کا ایک فعل نتیجۃً ظاہر ہوتا ہے۔ اگر ایک شخص اپنے مکان کے کُل دروازے بند کر دے گا تو یہ بند کرنا اس کا فعل ہوگا۔ خدا تعالیٰ کا فعل اس پر یہ ظاہر ہوگا کہ اس مکان میں اندھیرا ہو جاوے گا لیکن انسان کو اس کوچہ میں پڑ کر صبر سے کام لینا چاہئے۔

بعض لوگ شکایت کرتے ہیں کہ ہم نے سب نیکیاں کیں، نماز بھی پڑھی، روزے بھی رکھے، صدقہ خیرات بھی دیا، مجاہدہ بھی کیا مگر ہمیں وصول کچھ نہیں ہوا۔ تو ایسے لوگ شقی ازلی ہوتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کی ربوبیت پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ انہوں نے سب اعمال خدا تعالیٰ کے لیے کئے ہوتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کے لیے کوئی فعل کیا جاوے تو یہ ممکن نہیں ہے کہ وہ ضائع ہو اور خدا تعالیٰ اس کا اجر اسی زندگی میں نہ دیوے۔ اسی وجہ سے اکثر لوگ شکوک و شبہات میں رہتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کی ہستی کا کوئی پتہ نہیں لگتا کہ ہے بھی کہ نہیں۔ ایک پارچہ سلا ہوا ہو تو انسان جان لیتا ہے'' (کپڑا سلا ہوا ہو تو انسان جان لیتا ہے) ''کہ اس کے سینے والا ضرور کوئی ہے۔ ایک گھڑی ہے وقت دیتی ہے۔ اگر جنگل میں بھی انسان کو مل جاوے تو وہ خیال کرے گا کہ اس کا بنانے والا ضرور ہے۔ پس اسی طرح خدا تعالیٰ کے افعال کو دیکھو کہ اس نے کس کس قسم کی گھڑیاں بنا رکھی ہیں اور کیسے کیسے عجائبات قدرت ہیں۔ ایک طرف تو اس کی ہستی کے عقلی دلائل ہیں۔ ایک طرف نشانات ہیں۔ وہ انسان کو منوا دیتے ہیں کہ ایک عظیم لشان قدرتوں والا خدا موجود ہے۔ وہ پہلے اپنے برگزیدہ پر اپنا ارادہ ظاہر فرماتا ہے اور یہی بھاری شئے ہے جو انبیاء لاتے ہیں اور جس کا نام پیشگوئی ہے''۔

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 230-229)

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''مذہب کی جڑھ خداشناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے اور اس کی شاخیں اعمال صالحہ اور اس کے پھول اخلاق فاضلہ ہیں اور اس کا پھل برکات روحانیہ اور نہایت لطیف محبت ہے جو ربّ اور اس کے بندہ میں پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اس پھل سے متمتع ہونا روحانی تقدس و پاکیزگی کا مثمر ہے..... کمالیت محبت، کمالیت معرفت سے پیدا ہوتی ہے اور عشق الٰہی بقدر معرفت جوش مارتا ہے اور جب محبت ذاتیہ پیدا ہو جاتی

ہے تو وہی دن نئی پیدائش کا پہلا دن ہوتا ہے اور وہی ساعت نئے عالَم کی پہلی ساعت ہوتی ہے''۔

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 281)

پھر آپ فرماتے ہیں:

''خدا ایک موتی ہے اس کی معرفت کے بعد انسان دنیاوی اشیاء کو ایسی حقارت اور ذلّت سے دیکھتا ہے کہ ان کے دیکھنے کے لئے بھی اسے طبیعت پر ایک جبر اور اکراہ کرنا پڑتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی معرفت چاہو اور اس کی طرف ہی قدم اٹھاؤ کہ کامیابی اسی میں ہے''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 145)

فرماتے ہیں: ''مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے۔ اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے وہ چاہے تو اس کو قائم رکھے اور چاہے تو دُور کر دے۔ پس سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئی محض سمجھے اور آستانۂ الوہیت پر گر کر انکسار اور عجز کے ساتھ خدا تعالیٰ کے فضل کو طلب کرے اور اس نورِ معرفت کو مانگے جو جذبات نفس کو جلا دیتا ہے اور اندر ایک روشنی اور نیکیوں کے لیے قوت اور حرارت پیدا کرتا ہے۔ پھر اگر اس کے فضل سے اس کو حصہ مل جاوے اور کسی وقت کسی قسم کا بسط اور شرح صدر حاصل ہو جاوے تو اس پر تکبر اور ناز نہ کرے بلکہ اس کی فروتنی اور انکسار میں اور بھی ترقی ہو کیونکہ جس قدر وہ اپنے آپ کو لاشئی سمجھے گا اسی قدر کیفیات اور انوار خدا تعالیٰ سے اتریں گے جو اس کو روشنی اور قوت پہنچائیں گے۔ اگر انسان یہ عقیدہ رکھے گا تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کی اخلاقی حالت عمدہ ہو جائے گی۔ دنیا میں اپنے آپ کو کچھ سمجھنا بھی تکبر ہے اور یہی حالت بنا دیتا ہے۔ پھر انسان کی یہ حالت ہو جاتی ہے کہ دوسرے پر لعنت کرتا ہے اور اُسے حقیر سمجھتا ہے''۔ آپ فرماتے ہیں کہ: ''مَیں یہ سب باتیں بار بار اس لیے کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے جو اس جماعت کو بنانا چاہا ہے تو اس سے یہی غرض رکھی ہے کہ وہ حقیقی معرفت جو دنیا میں گُم ہو چکی ہے اور وہ حقیقی تقویٰ و طہارت جو اس زمانہ میں پائی نہیں جاتی اسے دوبارہ قائم کرے''۔

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 278-277)

پھر آپ مزید اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''اس وقت بھی چونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا ہے اور خدا شناسی اور خدا رسی کی راہیں نظر نہیں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اور محض اپنے فضل و کرم سے اس نے مجھ کو معوث کیا

ہے تا مَیں ان لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور بیخبر ہیں اس کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع بلکہ جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں انہیں خدا تعالیٰ کو دکھلا دوں''۔(جو سچائی اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں وہ آپ کو ماننے کے بعد خدا تعالیٰ کو بھی دیکھ لیں۔) پھر فرمایا کہ: ''اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْكَ'' یعنی تُو مجھ سے ہے یا مجھ سے ظاہر کیا گیا ہے اور مَیں تجھ سے۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 7-8)

پس یہ وہ مقصد ہے جس کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے کہ خدا تعالیٰ کی ایسی معرفت ہم میں پیدا فرمائیں گویا ہم خدا تعالیٰ کو دیکھتے ہیں اور اپنے ہر فعل کو خدا تعالیٰ کی محبت اور اس کے خوف کو سامنے رکھتے ہوئے بجالائیں۔ ایسی معرفت الٰہی ہم میں پیدا ہو جائے جو ہمارے تمام گناہوں کو جلا دے اور ہم آپ کے بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان تمام باتوں پر عمل کرنے کی اور اس روح کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

یہاں نمازوں کے بعد ایک جنازہ بھی ہوگا۔ حاضر جنازہ ہے۔ مَیں نیچے جا کر جنازہ ادا کروں گا۔ احباب یہیں مسجد میں رہیں گے۔ یہیں میرے پیچھے ادا کریں۔ مکرم عبدالسبحان منان دین صاحب کا جنازہ ہے جو عبدالمنان دین صاحب کے بیٹے تھے۔ 72 سال کی عمر میں کل وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ انگلستان میں آنے والے ابتدائی لوگوں میں سے تھے۔ 1945ء میں یہاں آئے تھے۔ جلسہ سالانہ میں تیس سال تک شعبہ امانت میں کافی خدمات دیتے رہے ہیں۔ پرانے لوگوں میں سے تھے۔ نصیر دین صاحب کے یہ چچا زاد ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا نماز جنازہ جمعہ کے بعد ادا ہوگی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 4/اپریل 2014ء تا 10/اپریل 2014ء جلد 21 شمارہ 14 صفحہ 05 تا 08)

12

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21 مارچ 2014ء بمطابق 21 امان 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج مَیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی چند تحریرات اور اقتباسات ارشادات پیش کروں گا جن میں آپ نے اپنی صداقت اور نشانات و معجزات کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن اس سے پہلے مَیں گزشتہ خطبہ کے حوالے سے بھی کچھ کہنا چاہتا ہوں۔

گزشتہ خطبہ میں مَیں نے آپ علیہ السلام کے معرفت الٰہی کی اہمیت اور حصول کے طریق کے بارے میں کچھ اقتباسات پڑھے تھے اور ایک دو مشکل حوالوں کی مختصر وضاحت بھی کی تھی۔ لیکن بعد میں جب مَیں نے اس خطبہ کا ابتدائی انگریزی ترجمہ سنا اور پھر الفضل میں چھپنے کے لئے خطبہ تحریری شکل میں میرے سامنے آیا تو مجھے احساس ہوا کہ ایک اقتباس کی وضاحت صحیح طور پر نہیں ہو سکی جس کی وجہ سے شاید مختلف زبانوں میں ترجمہ کرنے والوں کو دقّت ہوئی ہو۔ اسی طرح تحریر میں لانے والے کو بھی دقت ہوئی۔ اس لئے آج مَیں پہلے اس اقتباس کی چند سطریں یا اس کا کچھ حصہ پڑھ کر آسان الفاظ میں اس کو مختصراً بیان کروں گا یا بیان کرنے کی کوشش کروں گا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جو علم کلام ہے اس کو بڑی گہرائی میں جا کر غور کرنا پڑتا ہے، سمجھنا پڑتا ہے۔

اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ احکامِ الٰہی پر عمل بغیر معرفت الٰہی کے نہیں ہو سکتا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

"علم اور معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقت اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے اور اگرچہ حصولِ

حقیقت اسلام کے وسائل اَور بھی ہیں جیسے صوم وصلوٰۃ اور دعا اور تمام احکام الٰہی جو چھ سو سے بھی کچھ زیادہ ہیں لیکن علم، عظمت و وحدانیت ذات اور معرفت شیون و صفات جلالی و جمالی حضرت باری عزّ اِسْمُہٗ وسیلۃ الوسائل اور سب کا موقوف علیہ ہے کیونکہ جو شخص غافل دل اور معرفت الٰہی سے بکلّی بے نصیب ہے وہ کب توفیق پا سکتا ہے کہ صوم اور صلوٰۃ بجا لاوے یا دعا کرے یا اور خیرات کی طرف مشغول ہو۔ ان سب اعمال صالح کا محرک تو معرفت ہی ہے اور یہ تمام دوسرے وسائل دراصل اسی کے پیدا کردہ اور اس کے بنین و بنات ہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 187-188)

یہ اقتباس بڑا اہم ہے اس لئے میں نے ضروری سمجھا کہ عام آدمی کے سمجھنے کے لئے بھی اس کی کچھ وضاحت کر دوں۔

پہلی بنیادی بات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ بیان فرمائی کہ اسلام کی حقیقت اسی کو پتہ چل سکتی ہے جب کوئی گہرائی میں جا کر اس کا علم اور معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرے یا اس وقت پتہ لگ سکتی ہے جب یہ کوشش کی جائے کہ علم اور معرفت حاصل ہو۔ فرمایا کہ اسلام کی حقیقت کے حصول کے لئے بہت سے ذریعے ہیں اور اسلام کی حقیقت انہی پر واضح ہو سکتی ہے جو ان ذریعوں کو حاصل کریں۔ بے شمار ذریعے ہیں ان کو حاصل کرنے کی کوشش ہو گی تبھی اسلام کی حقیقت واضح ہو گی۔ ان ذرائع میں نماز ہے، روزہ ہے، دعا ہے اور وہ تمام احکام الٰہی ہیں جو قرآن کریم میں درج ہیں اور ایک اندازے کے مطابق ان کی تعداد چھ سو سے زیادہ ہے۔ لیکن یاد رکھو نہ نماز کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے، نہ روزے کی حقیقت معلوم ہو سکتی ہے۔ یعنی حقیقی طور پر نہ نماز کی ادائیگی کا فرض ادا ہو سکتا ہے، نہ روزے کی ادائیگی کا فرض ادا ہو سکتا ہے، نہ دعا کی حقیقت کا علم ہو سکتا ہے، نہ ہی قرآن کریم کے باقی احکامات کا صحیح فہم و ادراک ہو سکتا ہے۔ ان سب باتوں کی گہرائی، اہمیت اور حقیقت کا علم تبھی ہو گا جب اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم اور معرفت حاصل ہو۔ جب اللہ تعالیٰ کی ذات کی وحدانیت کی معرفت حاصل ہو۔ یہ یقین ہو کہ وہی ایک خدا ہے اور اس کے علاوہ کوئی اور خدا نہیں۔

اور پھر فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی جو مختلف صفات ہیں جن میں صفات جلالی بھی ہیں اور صفات جمالی بھی ہیں ان کی نئی سے نئی شان کا فہم و ادراک اور معرفت نہ ہو تو اس وقت تک احکامات پر عمل نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی صفات کا ادراک ہو گا تو تبھی اس کے احکامات پر عمل بھی صحیح طرح ہو سکے گا۔ گویا اگر نماز روزہ اور

باقی احکام کی روح کو سمجھنا ہے تو جس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں دوسری جگہ فرمایا ہے کُلَّ یَوۡمٍ ھُوَ فِیۡ شَاۡنٍ۔ (الرحمن:30) یعنی ہر گھڑی وہ ایک نئی شان میں ہوتا ہے۔ اس کی معرفت حاصل کرنا ضروری ہے۔

پس اسلام کی حقیقت اور عبادات اور احکام الٰہی کو سمجھنے کے لئے بنیادی چیز اللہ تعالیٰ کی عظمت کا علم ہونا ہے کہ وہ کتنی عظیم ذات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ذات کا علم ہونا، اللہ تعالیٰ کی صفات جلالی اور جمالی کے مختلف پہلوؤں اور شانوں کا علم ہونا ضروری ہے کہ ان صفات کی بھی مختلف شانیں ہیں۔ یا اس کا علم اور معرفت حاصل کرنے کی کوشش کرنا ضروری ہے۔ اگر پوری طرح ادراک نہیں بھی ہوتا تو انسان کو کوشش کرنی چاہئے کہ اپنی عبادات کو بجالانے کے لئے اور احکامات پر عمل کرنے کے لئے یہ کوشش کرے کہ اللہ تعالیٰ کی ان صفات کی معرفت حاصل کرے کیونکہ تمام احکام الٰہی پر عمل کا انحصار اسی معرفت الٰہی پر ہے۔

آپ نے فرمایا کہ جو غافل دل ہے اس کو علم ہی نہیں کہ معرفت الٰہی کیا چیز ہے؟ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت ذات وصفات کی شان اور عظمت کیا ہے؟ وہ کب نماز میں یا روزے کی ادائیگی میں اس کا حق ادا کرنے کی توفیق پا سکتا ہے یا دعا اور صدقہ وخیرات کی طرف توجہ دے سکتا ہے۔ آپؑ نے فرمایا کہ سب اعمال صالحہ کا محرک جس کی وجہ سے یہ تحریک پیدا ہو، جس کی وجہ سے یہ خیال پیدا ہو کہ اعمال صالحہ بجا لانے ہیں، وہ معرفت ہی ہے۔ جتنی زیادہ خدا تعالیٰ کی معرفت ہوگی اتنا زیادہ عبادات اور اعمال صالحہ کی روح کو سمجھتے ہوئے ان کو بجالانے کی طرف توجہ ہوگی۔ پس اگر ہم معرفت الٰہی کے حصول کی طرف توجہ کریں گے تو احکام الٰہی پر عمل کی طرف بھی توجہ رہے گی۔ بیشک شروع میں یہ معرفت اللہ تعالیٰ کی رحمانیت کی وجہ سے، اللہ تعالیٰ کی خاص عطا کی وجہ سے نیک فطرت لوگوں کو عطا ہوتی ہے مگر پھر یہ معرفت ایمان کی خوبصورتی اور اعمال صالحہ کے بجالانے سے بڑھتی جاتی ہے اور انسان اس مقام پر پہنچ جاتا ہے جہاں اسے حقیقی اسلام کا پتہ چلتا ہے۔ صرف نام کا اسلام نہیں رہتا۔ اور اس کا سینہ ودل اللہ تعالیٰ کی معرفت سے روشن ہو جاتا ہے۔ پس یہ چیز ہے جسے ہمیں ایک حقیقی مسلمان ہونے کا دعویٰ کرنے والے کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اس وضاحت کے بعد اب مَیں اس مضمون کو بیان کرتا ہوں جس کا میں نے شروع میں ذکر کیا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں جو مختلف الٰہی تائیدات اور نشانات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

نے بیان فرمائے ہیں ان میں سے کچھ کا ذکر ہے۔ دو دن تک انشاء اللہ تعالیٰ 23 مارچ ہے اور یوم مسیح موعود بھی جماعتوں میں منایا جائے گا جس میں اس دن کے حوالے سے علماء اور مقررین تقریریں بھی کرتے ہیں اور اس حوالے سے باتیں بھی کرتے ہیں جس میں نشانات کا بھی ذکر ہوتا ہے، تائیدات کا بھی ذکر ہوتا ہے یا جو بھی متعلقہ مضامین ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت سے متعلق وہ بیان ہوتے ہیں۔ بہرحال یہ حسن اتفاق ہے کہ آج کا مضمون اس دن کے حوالے سے میں بیان کر رہا ہوں جو گو دو دن پہلے بیان ہو رہا ہے۔ اس بارے میں یہ بھی بتا دوں کہ اس سال قادیان سے تین دن کا ایک پروگرام نشر ہو گا جو عربی میں یوم مسیح موعود کے حوالے سے ہو رہا ہے اور یہ پروگرام ایم ٹی اے پر لائیو (Live) آئے گا۔ وہاں ہمارے عرب دوست گئے ہوئے ہیں جو وہاں سے اس دن کی اہمیت سے یا اس مضمون کی اہمیت کے بارے میں بیان کریں گے۔ قادیان کی بستی سے ہی انشاء اللہ تعالیٰ یہ لائیو پروگرام ہو رہا ہے اور امید ہے کہ انشاء اللہ اتوار کو میں بھی اس میں اپنا پیغام دوں گا۔ احباب اس سے بھی استفادہ کرنے کی کوشش کریں۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کچھ اقتباسات پیش کرتا ہوں۔ اپنی آمد اور صداقت کے بارے میں چاند اور سورج گرہن کا نشان پیش فرماتے ہوئے، ان کے بارے میں وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''صحیح دارقطنی میں یہ ایک حدیث ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ یَنْکَسِفُ الْقَمَرُ لِاَوَّلِ لَیْلَۃٍ مِنْ رَمَضَانَ وَتَنْکَسِفُ الشَّمْسُ فِی النِّصْفِ مِنْہُ۔ ترجمہ یعنی ہمارے مہدی کے لئے دو نشان ہیں اور جب سے کہ زمین و آسمان خدا نے پیدا کیا یہ دو نشان کسی اور مامور اور رسول کے وقت میں ظاہر نہیں ہوئے۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ مہدی معہود کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند کا گرہن اس کی اوّل رات میں ہو گا یعنی تیرھویں تاریخ میں۔ اور سورج کا گرہن اس کے دِنوں میں سے بیچ کے دن میں ہو گا۔ یعنی اسی رمضان کے مہینہ کی اٹھائیسویں تاریخ کو۔ اور ایسا واقعہ ابتدائے دنیا سے کسی رسول یا نبی کے وقت میں کبھی ظہور میں نہیں آیا۔ صرف مہدی معہود کے وقت اس کا ہونا مقدر ہے۔ اب تمام انگریزی اور اردو اخبار اور جملہ ماہرین ہیئت اس بات کے گواہ ہیں کہ میرے زمانہ میں ہی جس کو عرصہ قریباً بارہ ۱۲ سال کا گزر چکا ہے اسی صفت کا چاند اور سورج کا گرہن رمضان کے مہینہ میں وقوع میں آیا ہے۔ اور جیسا کہ ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے۔ اول اس ملک میں دوسرے امریکہ میں۔ اور

دونوں مرتبہ اُنہیں تاریخوں میں ہوا ہے جن کی طرف حدیث اشارہ کرتی ہے۔ اور چونکہ اس گرہن کے وقت میں مہدی معہود ہونے کا مدعی کوئی زمین پر بجز میرے نہیں تھا اور نہ کسی نے میری طرح اس گرہن کو اپنی مہدویت کا نشان قرار دے کر صدہا اشتہار اور رسالے اردو اور فارسی اور عربی میں دنیا میں شائع کئے، اس لئے یہ نشانِ آسمانی میرے لئے متعین ہوا۔ دوسری اس پر دلیل یہ ہے کہ بارہ ۱۲ برس پہلے اس نشان کے ظہور سے خدا تعالیٰ نے اس نشان کے بارے میں مجھے خبر دی تھی کہ ایسا نشان ظہور میں آئے گا اور وہ خبر براہین احمدیہ میں درج ہو کر قبل اس کے جو یہ نشان ظاہر ہو لاکھوں آدمیوں میں مشتہر ہو چکی تھی"۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 202)

گو اب بعض لوگ چاند گرہن کی دلیلیں پیش کرتے ہیں لیکن اس کی خصوصیت یہ ہے کہ آپ نے پہلے فرما دیا تھا کہ یہ نشان ظاہر ہوگا۔

پھر اس بارے میں مزید وضاحت فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

"یہ حدیث ایک غیبی امر پر مشتمل ہے جو تیرہ سو برس کے بعد ظہور میں آ گیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت مہدی موعود ظاہر ہوگا اس کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن تیرھویں رات کو ہوگا اور اسی مہینہ میں سورج گرہن اٹھائیسویں دن ہوگا اور ایسا واقعہ کسی مدعی کے زمانہ میں بجز مہدی معہود کے زمانہ کے پیش نہیں آئے گا۔ اور ظاہر ہے کہ ایسی کھلی کھلی غیب کی بات بتلانا بجز نبی کے اور کسی کا کام نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ۔ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن: 27-28)۔ یعنی خدا اپنے غیب پر بجز برگزیدہ رسولوں کے کسی کو مطلع نہیں فرماتا۔ پس جبکہ یہ پیشگوئی اپنے معنوں کے رُو سے کامل طور پر پوری ہو چکی تو اب یہ کچے بہانے ہیں کہ حدیث ضعیف ہے یا امام محمد باقر کا قول ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ لوگ ہرگز نہیں چاہتے کہ کوئی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری ہو۔ یا کوئی قرآن شریف کی پیشگوئی پوری ہو"۔ (اب یہ صداقت کا جو نشان ہے یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورے ہونے کا نشان ہے۔) فرمایا کہ "دنیا ختم ہونے تک پہنچ گئی مگر بقول ان کے اب تک آخری زمانہ کے متعلق کوئی پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ اور اس حدیث سے بڑھ کر اور کونسی حدیث صحیح ہوگی جس کے سر پر محدّثین کی تنقید کا بھی احسان نہیں بلکہ اس نے اپنی صحت کو آپ ظاہر کر کے دکھلا دیا کہ وہ صحت کے اعلیٰ درجہ پر ہے۔ خدا کے نشانوں کو قبول نہ کرنا یہ اَور بات ہے ورنہ یہ عظیم الشان نشان ہے جو مجھ سے پہلے ہزاروں علماء اور محدّثین اس کے وقوع کے امیدوار تھے اور منبروں پر چڑھ چڑھ

کر اور رو رو کر اس کو یاد دلایا کرتے تھے۔ چنانچہ سب سے آخری مولوی لکھو کے والے اسی زمانہ میں اسی گرہن کی نسبت اپنی کتاب 'احوال الاخرت' میں ایک شعر لکھ گئے ہیں جس میں مہدی موعود کا وقت بتایا گیا ہے اور وہ یہ ہے (پنجابی کا شعر ہے کہ):۔

تیرھویں چند ستیہویں[1] سورج گرہن ہوسی اس سالے
اندر ماہ رمضانے لِکھیا ہک روایت والے

اور پھر دوسرے بزرگ جن کا شعر صدہا سال سے مشہور چلا آتا ہے یہ لکھتے ہیں:۔

درسنِ 1311 غاشی ہجری دو قِران خواہد بود
از پئے مہدی و دجّال نشاں خواہد بود

یعنی (1311ھ) چودھویں صدی میں جب چاند اور سورج کا ایک ہی مہینہ میں گرہن ہوگا تب وہ مہدی معہود اور دجال کے ظہور کا ایک نشان ہوگا۔ اِس شعر میں ٹھیک سن کسوف خسوف درج ہوا ہے''۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 204-205)

پھر اللہ تعالیٰ کا آپ کے دعویٰ سے بھی پہلے آپ سے جو سلوک رہا اس بارے میں ایک واقعہ اور اللہ تعالیٰ کے الہام کے ذریعہ تسلّی کا ذکر فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ یہ بھی ایک نشان ہے کہ

''جب مجھے یہ خبر دی گئی کہ میرے والد صاحب آفتاب غروب ہونے کے بعد فوت ہو جائیں گے تو بموجب مقتضائے بشریت کے مجھے اس خبر کے سننے سے درد پہنچا اور چونکہ ہماری معاش کے اکثر وجوہ انہیں کی زندگی سے وابستہ تھے اور وہ سرکار انگریزی کی طرف سے پنشن پاتے تھے اور نیز ایک رقم کثیر انعام کی پاتے تھے جو ان کی حیات سے مشروط تھی۔ اس لئے یہ خیال گذرا کہ ان کی وفات کے بعد کیا ہوگا اور دل میں خوف پیدا ہوا کہ شاید تنگی اور تکلیف کے دن ہم پر آئیں گے اور یہ سارا خیال بجلی کی چمک کی طرح ایک سیکنڈ سے بھی کم عرصہ میں دل میں گذر گیا تب اسی وقت غنودگی ہوکر یہ دوسرا الہام ہوا۔ **اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ**۔ یعنی کیا خدا اپنے بندہ کے لئے کافی نہیں ہے۔ اس الہام الٰہی کے ساتھ ایسا دل قوی ہوگیا کہ جیسے ایک سخت دردناک زخم کسی مرہم سے ایک دم میں اچھا ہو جاتا ہے۔ درحقیقت یہ امر بارہا آزمایا گیا ہے کہ وحی الٰہی میں دلی تسلّی دینے کے لئے ایک ذاتی خاصیت ہے اور جڑھ اس خاصیت کی وہ یقین ہے جو وحی الٰہی پر ہو جاتا ہے۔ افسوس ان لوگوں کے کیسے الہام ہیں کہ باوجود دعویٰ الہام کے یہ بھی کہتے ہیں کہ یہ

[1] اس جگہ حاشیہ میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے تحریر فرمایا ہے کہ: ''شعر میں ستائیسویں کا لفظ سہو کاتب ہے یا خود مولوی صاحب سے بباعث بشریت سہو ہوگیا ہے ورنہ جس حدیث کا یہ شعر ترجمہ ہے اس میں بجائے ستائیس کے اٹھائیسویں تاریخ ہے۔ منہ''

ہمارے الہام ظنّی امور ہیں نہ معلوم یہ شیطانی ہیں یا رحمانی ایسے الہاموں کا ضرر ان کے نفع سے زیادہ ہے۔ مگر مَیں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مَیں ان الہامات پر اُسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر۔ اور جس طرح مَیں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام جانتا ہوں اُسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں کیونکہ اس کے ساتھ الٰہی چمک اور نور دیکھتا ہوں اور اس کے ساتھ خدا کی قدرتوں کے نمونے پاتا ہوں۔ غرض جب مجھ کو الہام ہوا کہ اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ تو مَیں نے اسی وقت سمجھ لیا کہ خدا مجھے ضائع نہیں کرے گا۔ تب مَیں نے ایک ہندو کھتری ملاوامل نام کو جو ساکن قادیان ہے اور ابھی تک زندہ ہے وہ الہام لکھ کر دیا اور سارا قصہ اس کو سنایا اور اس کو امرتسر بھیجا کہ تا حکیم مولوی محمد شریف کلانوری کی معرفت اس کو کسی نگینہ میں کھدوا کر اور مُہر بنوا کر لے آوے اور مَیں نے اس ہندو کو اس کام کے لئے محض اس غرض سے اختیار کیا کہ تا وہ اس عظیم الشان پیشگوئی کا گواہ ہو جائے اور تا مولوی محمد شریف بھی گواہ ہو جاوے۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے ذریعہ سے وہ انگشتری بصرف مبلغ پانچ روپیہ طیار ہو کر میرے پاس پہنچ گئی جو اب تک میرے پاس موجود ہے...... یہ اُس زمانہ میں الہام ہوا تھا جبکہ ہماری معاش اور آرام کا تمام مدار ہمارے والد صاحب کی محض ایک مختصر آمدنی پر منحصر تھا اور بیرونی لوگوں میں سے ایک شخص بھی مجھے نہیں جانتا تھا اور مَیں ایک گمنام انسان تھا جو قادیان جیسے ویران گاؤں میں زاویۂ گمنامی میں پڑا ہوا تھا۔ پھر بعد اس کے خدا نے اپنی پیشگوئی کے موافق ایک دنیا کو میری طرف رجوع دے دیا اور ایسی متواتر فتوحات سے مالی مدد کی کہ جس کا شکریہ بیان کرنے کے لئے میرے پاس الفاظ نہیں۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اس نے ایسی میری دستگیری کی کہ مَیں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آ چکا ہے اور شائد اس سے زیادہ ہو اور اس آمدنی کو اس سے خیال کر لینا چاہئے کہ سالہا سال سے صرف لنگر خانہ کا ڈیڑھ ہزار روپیہ ماہوار تک خرچ ہو جاتا ہے یعنی اوسط کے حساب سے اور دوسری شاخیں مصارف کی یعنی مدرسہ وغیرہ اور کتابوں کی چھپوائی اس سے الگ ہے۔ پس دیکھنا چاہئے کہ یہ پیشگوئی یعنی اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کس صفائی اور قوّت اور شان سے پوری ہوئی۔ کیا یہ کسی مفتری کا کام ہے یا شیطانی وساوس ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ اس خدا کا کام ہے جس کے ہاتھ میں عزت اور ذلّت اور اِدبار اور اِقبال ہے۔ اگر اس میرے بیان کا اعتبار نہ ہو تو بیس برس کی ڈاک کے سرکاری رجسٹروں کو دیکھو تا معلوم ہو کہ

کس قدر آمدنی کا دروازہ اس تمام مدت میں کھولا گیا''۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 219 تا 221)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا یہ جو لنگر ہے اب ساری دنیا میں جاری ہے اور یہاں بھی یہ جاری ہے۔ خلافت کی وجہ سے یہاں مستقل بنیادوں پر قائم ہے۔ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں کی ایک اہم شاخ ہے۔ اس لئے یہاں لنگر کے جو ذمہ دار ہیں، ضیافت کے جو ذمہ دار ہیں ان کا کام ہے کہ ہر آنے والے کی ضیافت کی طرف بھی خاص طور پر توجہ دیا کریں۔ بیشک اسراف جائز نہیں۔ منصوبہ بندی صحیح ہونی چاہئے۔ لیکن کہیں کنجوسی کا اظہار نہیں ہونا چاہئے کیونکہ یہ لنگر آپ کا نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا لنگر ہے جو جاری ہے۔ اس لئے بعض دفعہ ضیافت کی جو ٹیم ہے ان کے بارے میں یا جو عہدیدار ہیں ان کے بارے میں شکایات آ جاتی ہیں، تو ان کو دنیا میں ہر جگہ اور خاص طور پر یہاں اس طرف توجہ دینی چاہئے۔ اسی طرح ربوہ میں بھی اور قادیان میں بھی۔

پھر جماعت کی ترقی کے متعلق اپنے ایک الہام کا ذکر فرماتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''براہین احمدیہ میں اس جماعت کی ترقی کی نسبت یہ پیشگوئی ہے کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ۔ یعنی پہلے ایک بیج ہوگا کہ جو اپنا سبزہ نکالے گا۔ پھر موٹا ہوگا۔ پھر اپنی ساقوں پر قائم ہوگا۔ یہ ایک بڑی پیشگوئی تھی جو اس جماعت کے پیدا ہونے سے پہلے اور اس کے نشوونما کے بارہ میں آج سے پچیس برس پہلے کی گئی تھی۔ ایسے وقت میں کہ نہ اُس وقت جماعت تھی اور نہ کسی کو مجھ سے تعلق بیعت تھا بلکہ کوئی اُن میں سے میرے نام سے بھی واقف نہ تھا۔ پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ کے فضل و کرم نے یہ جماعت پیدا کر دی جو اب تین لاکھ سے بھی کچھ زیادہ ہے''۔ (جس زمانے میں یہ ذکر ہے اس وقت کی (تعداد) بیان فرما رہے ہیں کہ) ''مَیں ایک چھوٹے سے بیج کی طرح تھا جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے بویا گیا۔ پھر مَیں ایک مدت تک مخفی رہا۔ پھر میرا ظہور ہوا اور بہت سی شاخوں نے میرے ساتھ تعلق پکڑا۔ سو یہ پیشگوئی محض خدا تعالیٰ کے ہاتھ سے پوری ہوئی۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 241)

اور آج ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت دنیا کے 204 ممالک میں قائم ہے اور کروڑوں کی تعداد میں اللہ کے فضل سے ہے۔ اور دنیا کے ہر کونے میں ایم ٹی اے کے ذریعہ سے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام بھی پہنچ رہا ہے۔

پھر آپ ایک جگہ ایک نشان کے بارے میں بیان فرماتے ہیں کہ:

''براہین احمدیہ میں ایک یہ بھی پیشگوئی ہے یَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ وَلَوْ لَمْ یَعْصِمْكَ النَّاسُ۔ یعنی خدا تجھے آپ تمام آفات سے بچائے گا اگرچہ لوگ نہیں چاہیں گے کہ تُو آفات سے بچ جائے۔ یہ اس زمانہ کی پیشگوئی ہے جبکہ مَیں ایک زاویۂ گمنامی میں پوشیدہ تھا اور کوئی مجھ سے نہ تعلق بیعت رکھتا تھا نہ عداوت''۔ (بچائے جانے کا سوال تب ہو سکتا ہے جب کوئی دشمنی ہو۔ کسی کو جانتا ہی کوئی نہیں تھا تو دشمنی کیسی۔) فرمایا کہ ''بعد اس کے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ مَیں نے کیا تو سب مولوی اور ان کے ہم جنس آگ کی طرح ہو گئے۔ ان دنوں میں میرے پر ایک پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک نام نے خون کا مقدمہ کیا۔ اس مقدمہ میں مجھے یہ تجربہ ہو گیا کہ پنجاب کے مولوی میرے خون کے پیاسے ہیں اور مجھے ایک عیسائی سے بھی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دشمن ہے اور گالیاں نکالتا ہے بدتر سمجھتے ہیں۔ کیونکہ بعض مولویوں نے اس مقدمہ میں میرے مخالف عدالت میں حاضر ہو کر اس پادری کے گواہ بن کر گواہیاں دیں اور بعض اس دعا میں لگے رہے کہ پادری لوگ فتح پاویں۔ میں نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ وہ مسجدوں میں رو رو کر دعائیں کرتے تھے کہ اے خدا! اس پادری کی مدد کر، اس کو فتح دے۔ مگر خدائے علیم نے ان کی ایک نہ سنی۔ نہ گواہی دینے والے اپنی گواہی میں کامیاب ہوئے اور نہ دعا کرنے والوں کی دعائیں قبول ہوئیں۔ یہ علماء ہیں دین کے حامی اور یہ قوم ہے جس کے لئے لوگ قوم قوم پکارتے ہیں۔ ان لوگوں نے میرے پھانسی دلانے کے لئے اپنے تمام منصوبوں سے زور لگایا اور ایک دشمنِ خدا اور رسول کی مدد کی۔ اور اس جگہ طبعاً دلوں میں گذرتا ہے کہ جب یہ قوم کے تمام مولوی اور ان کے پیرو میرے جانی دشمن ہو گئے تھے تو پھر کس نے مجھے اس بھڑکتی ہوئی آگ سے بچایا۔ حالانکہ آٹھ ۸ نو ۹ گواہ میرے مجرم بنانے کے لئے گذر چکے تھے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اُسی نے بچایا جس نے پچیس ۲۵ برس پہلے یہ وعدہ دیا تھا کہ تیری قوم تو تجھے نہیں بچائے گی اور کوشش کرے گی کہ تو ہلاک ہو جائے مگر میں تجھے بچاؤں گا۔ جیسا کہ اس نے پہلے سے فرمایا تھا جو براہین احمدیہ میں آج سے پچیس برس پہلے درج ہے اور وہ یہ ہے فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا۔ یعنی خدا نے اُس الزام سے اُس کو بری کیا جو اس پر لگایا گیا تھا اور وہ خدا کے نزدیک وجیہہ ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 242-243)

دیکھیں یہ الہام آج بھی کس شان سے پورا ہوا ہے کہ جب ڈاکٹر مارٹن کلارک کا پڑپوتا ہمارے سامنے کھل کر یہ اظہار کرتا ہے کہ میرا پڑدادا غلط تھا اور مرزا غلام احمد قادیانی سچے تھے۔ اور یہ ریکارڈ ہوا ہوا ہے۔ جلسہ میں کھل کے کہا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پھر ایک اور نشان کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنے رسالہ فتح رحمانی میں جو 1315ھ کو میری مخالفت میں مطبع احمدی لدھیانہ میں چھاپ کر شائع کیا گیا مباہلہ کے رنگ میں میرے پر ایک بددعا کی تھی جیسا کہ کتاب مذکور کے صفحہ 26,27 میں ان کی یہ بددعا تھی:۔

''اَللّٰھُمَّ یَا ذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ یَا مَالِکَ الْمُلْکِ جیسا کہ تُو نے ایک عالم ربّانی حضرت محمد طاہر مؤلف مجمع بحار الانوار کی دعا اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بیڑا غارت کیا (جو ان کے زمانہ میں پیدا ہوا تھا) ویسا ہی دعا اور التجاء اس فقیر قصوری کَانَ اللّٰہُ لَہٗ سے ہے جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے'' (یہ کوشش کرتا ہے) ''کہ تُو مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق رفیق فرما۔ اور اگر یہ مقدر نہیں تو اُن کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا۔ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَالْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ. اِنَّکَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔ وَبِالْاِجَابَۃِ جَدِیْرٌ ۔ آمین۔ یعنی جو لوگ ظالم ہیں وہ جڑ سے کاٹے جائیں گے اور خدا کے لئے حمد ہے۔ تو ہر چیز پر قادر ہے اور دعا قبول کرنے والا ہے۔ آمین۔ اور پھر صفحہ 26 کتاب مذکور کے حاشیہ میں مولوی مذکور نے میری نسبت لکھا ہے تَبًّا لَہٗ وَلِاَتْبَاعِہٖ۔ یعنی وہ اور اس کے پیرو ہلاک ہو جائیں۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل سے مَیں اب تک زندہ ہوں اور میرے پیرو اُس زمانہ سے قریباً پچاس حصہ زیادہ ہیں'' (اور اب تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں ہزاروں حصے زیادہ ہو چکے ہیں۔) ''اور ظاہر ہے کہ مولوی غلام دستگیر نے میرے صدق یا کذب کا فیصلہ آیت فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا (الانعام:46) پر چھوڑا تھا جس کے اس محل پر یہ معنی ہیں کہ جو ظالم ہوگا اس کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ اور یہ امر کسی اہل علم پر مخفی نہیں کہ آیت ممدوحہ بالا کا مفہوم عام ہے جس کا اس شخص پر اثر ہوتا ہے جو ظالم ہے۔ پس ضرور تھا کہ ظالم اس کے اثر سے ہلاک کیا جاتا۔ لہٰذا چونکہ غلام دستگیر خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم تھا اس لئے اس قدر بھی اس کو مہلت نہ ملی جو اپنی اس کتاب کی اشاعت کو دیکھ لیتا۔ اس سے پہلے ہی مر گیا۔ اور سب کو معلوم ہے کہ وہ اس دعا سے چند روز بعد ہی فوت ہو گیا۔

بعض نادان مولوی لکھتے ہیں کہ غلام دستگیر نے مباہلہ نہیں کیا صرف ظالم پر بددعا کی تھی۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ جبکہ اس نے میرے مرنے کے ساتھ خدا سے فیصلہ چاہا تھا اور مجھے ظالم قرار دیا تھا تو پھر وہ بددعا اُس پر کیوں پڑ گئی اور خدا نے ایسے نازک وقت میں جبکہ لوگ خدائی فیصلہ کے منتظر تھے غلام دستگیر کو ہی کیوں ہلاک کر دیا۔ اور جبکہ وہ اپنی دعا میں میرا ہلاک ہونا چاہتا تھا تا دنیا پر یہ بات ثابت کر دے کہ جیسا کہ محمد طاہر کی بددعا سے جھوٹا مہدی اور جھوٹا مسیح ہلاک ہو گیا تھا میری بددعا سے یہ شخص ہلاک ہو گیا تو اس دعا کا الٹا اثر کیوں ہوا۔ یہ تو سچ ہے کہ محمد طاہر کی بددعا سے جھوٹا مہدی اور جھوٹا مسیح ہلاک ہو گیا تھا اور اسی محمد طاہر کی رِیس سے'' (اس کی رِیس میں جو اس نے کہا تھا) ''غلام دستگیر نے میرے پر بددعا کی تھی تو اب یہ سوچنا چاہئے کہ محمد طاہر کی بددعا کا کیا اثر ہوا اور غلام دستگیر کی دعا کا کیا اثر ہوا۔ اور اگر کہو کہ غلام دستگیر اتفاقاً مر گیا تو پھر یہ بھی کہو کہ وہ جھوٹا مہدی بھی اتفاقاً مر گیا تھا محمد طاہر کی کوئی کرامت نہ تھی۔ لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الْكَاذِبِيْنَ۔

اِس وقت قریباً گیارہ سال غلام دستگیر کے مرنے پر گذر گئے ہیں۔ جو ظالم تھا خدا نے اس کو ہلاک کیا اور اس کا گھر ویران کر دیا۔ اب انصافاً کہو کہ کس کی جڑھ کاٹی گئی اور کس پر یہ دعا پڑی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ (التوبة: 98)۔ یعنی اے نبی! تیرے پر یہ بدنہاد دشمن طرح طرح کی گردشیں چاہتے ہیں۔ انہیں پر گردشیں پڑیں گی۔ پس اس آیت کریمہ کی رُو سے یہ سنت اللہ ہے کہ جو شخص صادق پر کوئی بددعا کرتا ہے وہی بددعا اس پر پڑتی ہے۔ یہ سنت اللہ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ سے ظاہر ہے۔ پس اب بتلاؤ کہ غلام دستگیر اس بددعا کے بعد مر گیا ہے یا نہیں۔ لہٰذا بتلاؤ کہ اس میں کیا بھید ہے کہ محمد طاہر کی بددعا سے تو ایک جھوٹا مسیح مر گیا اور میرے پر بددعا کرنے والا خود مر گیا۔ خدا نے میری عمر تو بڑھا دی کہ گیارہ سال سے میں اب تک زندہ ہوں اور غلام دستگیر کو ایک مہینہ کی بھی مہلت نہ دی''۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 343-345)

پھر فصاحت و بلاغت کے نشان کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئی ہے کہ تجھے عربی زبان میں فصاحت و بلاغت عطا کی جائے گی جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا۔ چنانچہ اب تک کوئی مقابلہ نہ کر سکا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 235)

''اس بارہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا تھا۔ كَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ كَرِيْمٍ۔ اور جو مَیں نے اب تک عربی میں کتابیں بنائی ہیں جن میں سے بعض نثر میں ہیں اور بعض نظم میں۔ جس کی نظیر علماء مخالف پیش نہیں کر سکے ان کی تفصیل یہ ہے:۔ رسالہ ملحقہ انجام آتھم صفحہ 73 سے صفحہ 282 تک (عربی میں ہے)۔ التبلیغ ملحقہ آئینہ کمالات اسلام۔ کرامات الصادقین۔ حمامۃ البشریٰ۔ سیرت الابدال۔ نور الحق حصہ اول۔ نور الحق حصہ دوم۔ تحفہ بغداد۔ اعجاز المسیح۔ اتمام الحجۃ۔ حجۃ اللہ۔ سر الخلافۃ۔ مواہب الرحمن۔ اعجاز احمدی۔ خطبہ الہامیہ۔ الہدیٰ۔ علامات المقربین ملحقہ تذکرۃ الشہادتین۔ اور وہ کتابیں جو عربی میں تالیف ہو چکی ہیں مگر ابھی شائع نہیں ہوئیں یہ ہیں۔ ترغیب المؤمنین۔ لجۃ النور۔ نجم الہدیٰ۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 235۔ حاشیہ)

یہ اس وقت کی باتیں ہیں جب آپ نے یہ پیشگوئی فرمائی تھی کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے بتایا ہے اور پھر اس کے بعد یہ کتابیں بھی لکھیں۔ اور ان کتابوں کی فصاحت و بلاغت کا اعتراف تو آج بھی، اس زمانے میں بھی عرب بھی کرتے ہیں جیسا کہ مَیں گزشتہ چند خطبہ پہلے بعض حوالوں سے اس کا ذکر بھی کر چکا ہوں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''ایک دفعہ ایک ہندو صاحب قادیان میں میرے پاس آئے جن کا نام یاد نہیں رہا۔ اور کہا کہ مَیں ایک مذہبی جلسہ کرنا چاہتا ہوں آپ بھی اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق کچھ مضمون لکھیں تا اس جلسہ میں پڑھا جائے۔ مَیں نے عذر کیا پر اس نے بہت اصرار سے کہا کہ آپ ضرور لکھیں۔ چونکہ مَیں جانتا ہوں کہ مَیں اپنی ذاتی طاقت سے کچھ بھی نہیں کر سکتا بلکہ مجھ میں کوئی طاقت نہیں۔ مَیں بغیر خدا کے بلائے بول نہیں سکتا اور بغیر اس کے دکھانے کے کچھ دیکھ نہیں سکتا اس لئے مَیں نے جناب الٰہی میں دعا کی کہ وہ مجھے ایسے مضمون کا القا کرے جو اس مجمع کی تمام تقریروں پر غالب رہے۔ مَیں نے دعا کے بعد دیکھا کہ ایک قوّت میرے اندر پھونک دی گئی ہے۔ مَیں نے اس آسمانی قوّت کی ایک حرکت اپنے اندر محسوس کی اور میرے دوست جو اس وقت حاضر تھے جانتے ہیں کہ مَیں نے اس مضمون کا کوئی مسودہ نہیں لکھا۔ جو کچھ لکھا صرف قلم برداشتہ لکھا تھا اور ایسی تیزی اور جلدی سے مَیں لکھتا جاتا تھا کہ نقل کرنے والے کے لئے مشکل ہو گیا کہ اس قدر جلدی اس کی نقل لکھے۔ جب مَیں مضمون ختم کر چکا تو خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا کہ مضمون بالا رہا۔ خلاصہ کلام یہ کہ جب وہ مضمون اس مجمع میں پڑھا گیا تو اس کے پڑھنے کے وقت سامعین

کے لئے ایک عالم وجد تھا۔ اور ہر ایک طرف سے تحسین کی آواز تھی۔ یہاں تک کہ ایک ہندو صاحب جو صدر نشین اس مجمع کے تھے ان کے مُنہ سے بھی بے اختیار نکل گیا کہ یہ مضمون تمام مضامین سے بالا رہا۔ اور سول اینڈ ملٹری گزٹ جو لاہور سے انگریزی میں ایک اخبار نکلتا ہے اس نے بھی شہادت کے طور پر شائع کیا کہ یہ مضمون بالا رہا۔ اور شائد بیس ۲۰ کے قریب ایسے اردو اخبار بھی ہوں گے جنہوں نے یہی شہادت دی اور اس مجمع میں بجز بعض متعصب لوگوں کے تمام زبانوں پر یہی تھا کہ یہی مضمون فتحیاب ہوا اور آج تک صدہا آدمی ایسے موجود ہیں جو یہی گواہی دے رہے ہیں۔ غرض ہر ایک فرقہ کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے میری پیشگوئی پوری ہوگئی کہ مضمون بالا رہا۔ یہ مقابلہ اس مقابلہ کی مانند تھا جو موسیٰ نبی کو ساحروں کے ساتھ کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ اس مجمع میں مختلف خیالات کے آدمیوں نے اپنے اپنے مذہب کے متعلق تقریریں سنائی تھیں جن میں سے بعض عیسائی تھے اور بعض سناتن دھرم کے ہندو اور بعض آریہ سماج کے ہندو اور بعض برہمو اور بعض سکھ اور بعض ہمارے مخالف مسلمان تھے اور سب نے اپنی اپنی لاٹھیوں کے خیالی سانپ بنائے تھے لیکن جبکہ خدا نے میرے ہاتھ سے اسلامی راستی کا عصا ایک پاک اور پُرمعارف تقریر کے پیرایہ میں ان کے مقابل پر چھوڑا تو وہ اژدہا بن کر سب کو نگل گیا اور آج تک قوم میں میری اس تقریر کا تعریف کے ساتھ چرچا ہے جو میرے منہ سے نکلی تھی۔ فالحمدللہ علی ذالک۔‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 291-292)

اور صرف اس زمانے میں نہیں بلکہ آج بھی پڑھنے والے یہ اعتراف کرتے ہیں۔ اس لئے مَیں ہمیشہ کہا کرتا ہوں کہ اس کتاب کی بھی تشہیر ہونی چاہئے اور لٹریچر میں دینی چاہئے۔ کئی غیر مجھے خط لکھتے ہیں کہ یہ کتاب پڑھنے سے اسلام کی خوبصورتی کا ہمیں پتہ لگا۔ کئی نئے بیعت کرنے والوں سے جب میں پوچھتا ہوں، کس چیز نے متاثر کیا تو کئی لوگوں کے یہ جواب ہوتے ہیں کہ اسلامی اصول کی فلاسفی جو ہے اس کتاب نے ہمیں متاثر کیا اور ہمیں اسلام کی طرف رغبت اور توجہ پیدا ہوئی اور جماعت کی طرف توجہ پیدا ہوئی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’ان پیشگوئیوں کو کہ مَیں تجھے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرلوں، اس زمانہ میں ظاہر کر دیا۔ چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ باوجود تمہاری سخت مخالفت اور مخالفانہ دعاؤں کے اُس نے مجھے نہیں چھوڑا۔ اور ہر میدان میں وہ میرا حامی رہا۔ ہر ایک پتھر جو میرے پر چلایا گیا اُس نے اپنے ہاتھوں پر

لیا۔ ہر ایک تیر جو مجھے مارا گیا اُس نے وہی تیر دشمنوں کی طرف لوٹا دیا۔ مَیں بےکس تھا اس نے مجھے پناہ دی۔ مَیں اکیلا تھا اُس نے مجھے اپنے دامن میں لے لیا۔ مَیں کچھ بھی چیز نہ تھا مجھے اس نے عزت کے ساتھ شہرت دی اور لاکھوں انسانوں کو میرا ارادت مند کر دیا۔ پھر وہ اُس مقدس وحی میں فرماتا ہے کہ جب میری مدد تمہیں پہنچے گی اور میرے منہ کی باتیں پوری ہو جائیں گی یعنی خلق اللہ کا رجوع ہو جائے گا اور مالی نصرتیں ظہور میں آئیں گی تب منکروں کو کہا جائے گا کہ دیکھو کیا وہ باتیں پوری نہیں ہو گئیں جن کے بارے میں تم جلدی کرتے تھے۔ چنانچہ آج وہ سب باتیں پوری ہو گئیں۔ اس بات کے بیان کرنے کی حاجت نہیں کہ خدا نے اپنے عہد کو یاد کر کے لاکھوں انسانوں کو میری طرف رجوع دے دیا اور وہ مالی نصرتیں کیں جو کسی کے خواب وخیال میں نہ تھیں۔ پس اے مخالفو! خدا تم پر رحم کرے اور تمہاری آنکھیں کھولے۔ ذرا سوچو کہ کیا یہ انسانی مکر ہو سکتے ہیں۔ یہ وعدے تو براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانے میں کئے گئے تھے جبکہ قوم کے سامنے ان کا ذکر کرنا بھی ہنسی کے لائق تھا اور میری حیثیت کا اس قدر بھی وزن نہ تھا جیسا کہ رائی کے دانہ کا وزن ہوتا ہے۔ تم میں سے کون ہے کہ جو مجھے اس بیان میں ملزم کر سکتا ہے۔ تم میں سے کون ہے کہ یہ ثابت کر سکتا ہے کہ اس وقت بھی اِن ہزار ہا لوگوں میں سے کوئی میری طرف رجوع رکھتا تھا۔ مَیں تو براہین احمدیہ کے چھپنے کے وقت ایسا گمنام شخص تھا کہ امرتسر میں ایک پادری کے مطبع میں جس کا نام رجب علی تھا میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی تھی اور مَیں اُس کے پروف دیکھنے کے لئے اور کتاب کے چھپوانے کیلئے اکیلا امرتسر جاتا اور اکیلا واپس آتا تھا اور کوئی مجھے آتے جاتے نہ پوچھتا کہ تُو کون ہے اور نہ مجھ سے کسی کو تعارف تھا اور نہ میں کوئی حیثیت قابلِ تعظیم رکھتا تھا۔ میری اس حالت کے قادیان کے آریہ بھی گواہ ہیں جن میں سے ایک شخص شرمپت نام اب تک قادیان میں موجود ہے جو بعض دفعہ میرے ساتھ امرتسر میں پادری رجب علی کے پاس مطبع میں گیا تھا جس کے مطبع میں میری کتاب براہین احمدیہ چھپتی تھی اور تمام یہ پیشگوئیاں اس کا کاتب لکھتا تھا۔ اور وہ پادری خود حیرانی سے پیشگوئیوں کو پڑھ کر باتیں کرتا تھا کہ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک ایسے معمولی انسان کی طرف ایک دنیا کا رجوع ہو جائیگا پر چونکہ وہ باتیں خدا کی طرف سے تھیں میری نہیں تھیں اس لئے وہ اپنے وقت میں پوری ہو گئیں اور پوری ہو رہی ہیں۔ ایک وقت میں انسانی آنکھ نے اُن سے تعجب کیا۔ اور دوسرے وقت میں دیکھ بھی لیا‘‘۔

(براہین احمدیہ حصّہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 79-80)

اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اب تو بڑی شان سے پوری ہو رہی ہیں۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے بھی

کہا کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا میں ہر جگہ یہ پیغام پہنچ رہا ہے۔ اسی طرح پہلے تو امرتسر پریس میں جاتے تھے۔ آج قادیان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام تر جدید سہولیات کے ساتھ پریس جاری ہے اور وہاں کتابیں چھپ رہی ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے اور آسمان پر کسوف خسوف رمضان میں ہوا۔ اب جو شخص خدا اور رسول کے بیان کو نہیں مانتا اور قرآن کی تکذیب کرتا ہے اور عمداً خدا تعالیٰ کے نشانوں کو رد کرتا ہے اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیونکر ہو سکتا ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 168)

بہرحال یہ چند نشانات مَیں نے ان میں سے پیش کئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے یہ لاکھوں میں ہیں۔ یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے نشان ہیں اور صرف یہ نشان اس وقت میں بند نہیں ہو گئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ آج تک جاری ہے۔ اور ہزاروں لوگ یہ نشانات دیکھ کر سلسلہ عالیہ احمدیہ میں شامل ہو رہے ہیں۔ بیعتیں کرتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشقِ صادق کی بیعت میں آتے ہیں۔ ہاں بعض جگہوں پر احمدیوں کو تکالیف کا ضرور سامنا ہے، مشکلات کا سامنا ہے۔ وقت آئے گا کہ انشاء اللہ تعالیٰ وہ بھی دُور ہو جائیں گی اور ہمارے ایمان و ایقان اور معرفت میں یقیناً ان کو دیکھتے ہوئے اضافہ ہو گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''برائے خدا ناظرین اِس مقام میں کچھ غور کریں تا خدا ان کو جزائے خیر دے ورنہ خدا تعالیٰ اپنی تائیدات اور اپنے نشانوں کو ابھی ختم نہیں کر چکا۔ اور اُسی کی ذات کی مجھے قسم ہے کہ وہ بس نہیں کرے گا جب تک میری سچائی دنیا پر ظاہر نہ کر دے۔ پس اے تمام لوگو! جو میری آواز سنتے ہو خدا کا خوف کرو اور حد سے مت بڑھو۔ اگر یہ منصوبہ انسان کا ہوتا تو خدا مجھے ہلاک کر دیتا اور اس تمام کاروبار کا نام و نشان نہ رہتا۔ مگر تم نے دیکھا کہ کیسی خدا تعالیٰ کی نصرت میرے شامل حال ہو رہی ہے اور اس قدر نشان نازل ہوئے جو شمار سے خارج ہیں۔ دیکھو کس قدر دشمن ہیں جو میرے ساتھ مباہلہ کر کے ہلاک ہو گئے۔ اے بندگانِ خدا! کچھ تو سوچو، کیا خدا تعالیٰ جھوٹوں کے ساتھ ایسا معاملہ کرتا ہے؟''

(تتمہ حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 554)

جیسا کہ میں نے بتایا کہ آج 125 سال ہو گئے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ سلسلہ ترقی کرتا چلا جا رہا ہے۔ پس کیا یہ لوگ عقل استعمال نہیں کریں گے؟ مخالفین اپنی مخالفتوں سے باز نہیں آئیں گے؟ اللہ تعالیٰ سے دعا ہی ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور یہ زمانے کے امام اور مسیح موعود کو پہچاننے والے ہوں۔ ورنہ جب اللہ تعالیٰ کی پکڑ آتی ہے تو پھر یہ تمام مخالفین جو ہیں، چاہے جتنی طاقت رکھنے والے ہوں، خس وخاشاک کی طرح اڑ جاتے ہیں۔ ایک سوکھی ہوئی لکڑی کی طرح بھسم ہو جاتے ہیں۔ اللہ کرے کہ ان کو عقل آئے اور یہ پہچاننے والے بنیں۔

اس کے علاوہ مَیں پھر آج دعا کے لئے کہنا چاہتا ہوں۔ شام کے احمدیوں کے لئے بھی دعا کی خاص ضرورت ہے۔ پاکستان کے احمدیوں کے لئے بھی خاص ضرورت ہے۔ اسی طرح بعض تکلیفیں اور مشکلات مصر کے احمدیوں کو بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کی مشکلات دور فرمائے اور اس بارے میں بھی ہم خاص نشان دیکھنے والے ہوں تاکہ یہ آزادی سے اپنے مذہب کا اظہار بھی کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنے والے بھی ہوں۔ جہاں ہم پر یہ پابندیاں ہیں کہ ہم عبادتیں نہیں کر سکتے، نمازیں ادا نہیں کر سکتے، وہاں ہر جگہ یہ پابندیاں بھی اللہ تعالیٰ دُور فرمائے۔

آج مَیں نمازوں کے بعد ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرمہ محترمہ لطیفہ الیاس صاحبہ۔ بالٹی مور۔ یو ایس اے (USA) کا ہے جو 9؍ مارچ کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

محترمہ لطیفہ الیاس صاحبہ افریقن امریکن خاتون تھیں جنہیں اسلام احمدیت قبول کئے تقریباً پچاس سال سے زائد عرصہ گزر چکا تھا۔ وفات کے وقت ان کی عمر 76 سال تھی۔ نہایت سادہ مخلص اور متقی احمدی تھیں۔ خلافت سے بھی انہیں بے پناہ عشق تھا۔ مسجد کی جیسے وہ جان تھیں۔ ان کے پسماندگان میں ایک بیٹا جمال الیاس ہے جو مخلص احمدی ہے۔ ان کے صدر جماعت لکھتے ہیں کہ محدود وسائل ہونے کے باوجود سسٹر لطیفہ اپنے گھر سے صفائی کا سامان لاتیں اور گھنٹوں مسجد کی صفائی میں مصروف رہتیں اور اکثر ایسے اوقات میں صفائی کرتیں جب انہیں خیال ہوتا کہ مسجد میں ان کو کوئی دیکھ نہ لے تاکہ کسی قسم کی ریاکاری نہ ہو۔ مسجد صاف کرتے وقت بھی، ویسے بھی ہر وقت تسبیح وتحمید کرتی رہتی تھیں۔ رمضان المبارک میں بھی افطار سے دو گھنٹے پہلے مسجد آ جاتیں۔ کچن کی صفائی کرتیں اور کبھی انہوں نے شکایت نہیں کی کہ لوگ کیوں گند ڈال جاتے ہیں۔ ہمیشہ یہ کہا کرتی تھیں کہ خدمت دین کو اِک فضل الٰہی جانو۔ عملاً اس کی تصویر

تھیں۔ ستّر سال کی عمر میں بھی عموماً پیدل چل کر مسجد آتی رہیں۔ اگر کوئی احمدی سڑک سے گزرتے ہوئے احترام کی وجہ سے گاڑی میں چھوڑنے کی پیشکش کرتا تو کہتیں کہ نہیں، مسجد کی طرف اٹھنے والا ہر قدم حدیث کے مطابق ثواب کا باعث ہے اس لئے مجھے پیدل جانے دو۔ ڈیوٹیاں دیا کرتی تھیں۔ سکیورٹی کی ڈیوٹیاں بھی دیا کرتی تھیں۔ بہت سالوں تک مقامی لجنہ میں سیکرٹری مال اور سیکرٹری خدمت خلق کے فرائض احسن رنگ میں انجام دیتی رہیں۔ کبھی کسی سے ذاتی عناد نہیں رکھا۔ بچوں سے انتہائی شفقت سے پیش آتیں۔ خطبہ سننے کی طرف ان کا خاص رجحان تھا۔ ایم ٹی اے پر خطبہ سنتیں اور اس کی تحریک کیا کرتی تھیں اور جمعہ پر جانا تو خیر ان کو فرض تھا ہی۔ بیٹا جمال الیاس جمعہ کی نماز پر کچھ ہفتے نہ آ سکا تو اس سے پوچھا کہ کیوں نہیں گئے۔ اس نے بتایا کہ نئی جاب کی وجہ سے فی الحال چھٹی نہیں مل رہی تو اس کو خاص طور پر تنبیہ کی کہ جمعہ چھوڑنا نہیں چاہئے۔ لیکن بہرحال اس کا بیٹے پر بھی یہ اثر تھا کہ وہ کہتا ہے کہ یہاں سے ایم ٹی اے پر جو میرا خطبہ آتا تھا وہ باقاعدہ ڈرائیونگ کے دوران بھی سن لیتا تھا۔ تو ان کے بیٹے کی بھی ایسی تربیت تھی۔

ایک لکھنے والے لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا بھی خوبصورت نشان تھیں اور خلافت پر فدا ہونے والی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان لوگوں کو بھی توجہ کرنی چاہئے جو لوگ ایم ٹی اے پر خطبے کو اہمیت نہیں دیتے اور سنتے نہیں۔ اگر یہ سب ایم ٹی اے سے منسلک ہو جائیں اور جماعت کا ہر فرد اس پر توجہ دینی شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا تربیتی معیار بہت بلند ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی بھی سب کو توفیق دے۔ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بیٹے کو بھی ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11 اپریل 2014ء تا 17 اپریل 2014ء جلد 21 شمارہ 15 صفحہ 05 تا 09)

13

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28 مارچ 2014ء بمطابق 28 امان 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج بھی میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نشانات کے بارے میں اقتباسات اور کچھ واقعات جو آپ نے خود بیان فرمائے ہیں یا بعض ایسے بھی جو لوگوں نے بیان کئے وہ اس وقت پیش کروں گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:

''میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو 16 رجولائی 1906ء ہے اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں اور اگر کوئی میری قسم کا اعتبار نہ کرے تو میں اس کو ثبوت دے سکتا ہوں۔ بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں خدا تعالیٰ نے ہر ایک محل پر اپنے وعدہ کے موافق مجھ کو دشمنوں کے شرّ سے محفوظ رکھا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں ہر محل میں اپنے وعدہ کے موافق میری ضرورتیں اور حاجتیں اس نے پوری کیں اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں اس نے بموجب اپنے وعدہ اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کے میرے پر حملہ کرنے والوں کو ذلیل اور رسوا کیا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو مجھ پر مقدمہ دائر کرنے والوں پر اس نے اپنی پیشگوئیوں کے مطابق مجھ کو فتح دی......''

یہ جو اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ، ہے آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ مختلف جگہوں سے افریقہ سے بھی اور دوسری جگہوں سے بھی رپورٹیں آتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح ذلیل کرتا ہے اور اگر کہیں جھوٹ ہے، اور وہ لوگ اگر پکڑ میں نہیں آرہے تو ان کو اللہ تعالیٰ کا یہ قول کہ اُمْلِیْ لَھُمْ اِنَّ

كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (الاعراف:184) ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ پکڑ انشاء اللہ ان کی بھی ہو گی پر وہ باز نہیں آتے۔ آپ فرماتے ہیں:

''......اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری مدّت بعثت سے پیدا ہوتے ہیں کیونکہ جب سے دنیا پیدا ہوئی ہے یہ مدت دراز کسی کاذب کو نصیب نہیں ہوئی اور بعض نشان زمانہ کی حالت دیکھنے سے پیدا ہوتے ہیں یعنی یہ کہ زمانہ کسی امام کے پیدا ہونے کی ضرورت تسلیم کرتا ہے اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جن میں دوستوں کے حق میں میری دعائیں منظور ہوئیں اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو شریر دشمنوں پر میری بددعا کا اثر ہوا اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میری دعا سے بعض خطرناک بیماروں نے شفا پائی اور انکی شفا سے پہلے مجھے خبر دی گئی اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو میرے لئے اور میری تصدیق کیلئے ...... بڑے بڑے ممتاز لوگوں کو جو مشاہیر فقراء میں سے تھے خوابیں آئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا جیسے سجادہ نشین صاحبُ العلَم سندھ جن کے مرید ایک لاکھ کے قریب تھے اور جیسے خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے اور بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ ہزارہا انسانوں نے محض اس وجہ سے میری بیعت کی کہ خواب میں انکو بتلایا گیا کہ یہ سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا اور آپ نے فرمایا کہ دنیا ختم ہونے کو ہے اور یہ خدا کا آخری خلیفہ اور مسیح موعود ہے اور بعض نشان اس قسم کے ہیں جو بعض اکابر نے میری پیدائش یا بلوغ سے پہلے میرا نام لیکر میرے مسیح موعود ہونے کی خبر دی جیسے نعمت اللہ ولی اور میاں گلاب شاہ ساکن جمالپور ضلع لدھیانہ۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 70-71)

پھر ایک جگہ آپ بیان فرماتے ہیں، لیکن اس سے پہلے یہ بتادوں کہ یہ واقعہ صاحبزادہ سراج الحق صاحب نعمانی جو احمدی تھے کے بڑے بھائی جو سجادہ نشین تھے، پیر تھے انہوں نے اپنے بھائی پیر (سراج الحق) صاحب کو خط لکھا کہ میں تو کشفِ قبور کروا سکتا ہوں کیا مرزا صاحب بھی کروا سکتے ہیں؟ کشفِ قبور یہ ہے کہ مُردے کے حالات معلوم کر کے دے سکتا ہوں یا اس سے ملاقات کروا سکتا ہوں، تو اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''......کشفِ قبور کا معاملہ تو بالکل بیہودہ امر ہے۔ جو شخص زندہ خدا سے کلام کرتا ہے اور اس کی تازہ بتازہ وحی اس پر آتی ہے اور اس کے ہزاروں نہیں لاکھوں ثبوت بھی موجود ہیں اس کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ مُردوں سے کلام کرے اور مُردوں کی تلاش کرے۔ اور اس امر کا ثبوت ہی کیا ہے کہ فلاں مُردے

سے کلام کیا ہے؟ یہاں تو لاکھوں ثبوت موجود ہیں۔ایک ایک کارڈ اور ایک ایک آدمی اور ایک ایک روپیہ جو اَب آتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا ایک زبردست نشان ہے کیونکہ ایک عرصہ دراز پیشتر خدا تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ اور ایسے وقت فرمایا تھا کہ کوئی شخص بھی مجھے نہ جانتا تھا۔اب یہ پیشگوئی کیسے زور شور سے پوری ہو رہی ہے۔کیا اس کی کوئی نظیر بھی ہے؟ غرض ہمیں ضرورت کیا پڑی ہے کہ ہم زندہ خدا کو چھوڑ کر مُردوں کو تلاش کریں۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 323۔324)

پھر آپ فرماتے ہیں ''۔۔۔دیکھو میں سچ کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی آیات کی بے ادبی مت کرو اور انہیں حقیر نہ سمجھو کہ یہ محرومی کے نشان ہیں اور خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔ابھی کل کی بات ہے کہ لیکھرام خدا تعالیٰ کے عظیم الشان نشان کے موافق مارا گیا۔کروڑوں آدمی اس پیشگوئی کے گواہ ہیں۔خود لیکھرام نے اسے شہرت دی۔وہ جہاں جاتا اسے بیان کرتا۔یہ نشان اسلام کی سچائی کے لئے اس نے خود مانگا تھا اور اس کو سچے اور جھوٹے مذہب کے لیے بطور معیار قائم کیا تھا۔آخر وہ خود اسلام کی سچائی اور میری سچائی پر اپنے خون سے شہادت دینے والا ٹھہرا۔اس نشان کو جھٹلانا اور اس کی پروا نہ کرنا یہ کس قدر بے انصافی اور ظلم ہے پھر ایسے کھلے کھلے نشان کا انکار کرنا تو خود لیکھرام بننا ہے اور کیا؟

مجھے بہت ہی افسوس ہوتا ہے کہ جس حال میں خدا تعالیٰ نے ایسا فضل کیا ہے کہ اس نے ہر قوم کے متعلق نشانات دکھائے۔جلالی اور جمالی ہر قسم کے نشان دیئے گئے پھر ان کو ردّی کی طرح پھینک دینا یہ تو بڑی ہی بدبختی اور اللہ تعالیٰ کے غضب کا مورَد بننا ہے۔جو آیات اللہ کی پروا نہیں کرتا وہ یاد رکھے اللہ تعالیٰ بھی اس کی پروا نہیں کرتا۔خدا تعالیٰ کی طرف سے جو نشان ظاہر ہوتے ہیں وہ ایسے ہوتے ہیں کہ ایک عقلمند خدا ترس ان کو شناخت کر لیتا ہے اور ان سے فائدہ اٹھاتا ہے لیکن جو فراست نہیں رکھتا اور خدا کے خوف کو مدنظر رکھ کر اس پر غور نہیں کرتا وہ محروم رہ جاتا ہے کیونکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ دنیا دنیا ہی نہ رہے اور ایمان کی وہ کیفیت جو ایمان کے اندر موجود ہے نہ رہے۔ایسا خدا تعالیٰ کبھی نہیں کرتا۔اگر ایسا ہوتا تو یہودیوں کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ حضرت مسیح کا انکار کرتے۔موسیٰ علیہ السلام کا انکار کیوں ہوتا اور پھر سب سے بڑھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس قدر تکالیف کیوں برداشت کرنی پڑتیں۔خدا تعالیٰ کی یہ عادت ہی نہیں کہ وہ ایسے نشان ظاہر کرے جو ایمان بالغیب ہی اٹھ جاوے۔ایک جاہل وحشی سنت اللہ سے ناواقف تو اس چیز کو معجزہ اور نشان کہتا ہے جو ایمان بالغیب کی مدّ سے نکل جاوے مگر خدا تعالیٰ ایسا کبھی نہیں کرتا۔ہماری

جماعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے کمی نہیں کی۔ کوئی شخص کسی کے سامنے کبھی شرمندہ نہیں ہوسکتا۔ جس قدر لوگ اس سلسلہ میں داخل ہیں ان میں سے ایک بھی نہیں جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔''

(یعنی اُس زمانے میں بھی اور اب بھی جو بھی بیعت کر کے شامل ہوتے ہیں نشان دیکھ کے ہوتے ہیں اور جو پیدائشی احمدی ہیں ان کو بھی ان اپنے آباؤ اجداد کی تاریخ کو پڑھتے رہنا چاہئے، اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتب کو پڑھتے رہنا چاہئے اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی طرف متوجہ رکھنا چاہئے۔)

فرمایا کہ: ''براہین احمدیہ کو پڑھو اور اس پر غور کرو اس زمانہ کی ساری خبریں اس میں موجود ہیں۔ دوستوں کے متعلق بھی ہیں اور دشمنوں کے متعلق بھی۔ اب کیا یہ انسانی طاقت کے اندر ہے کہ تیس برس پہلے جب ایک سلسلہ کا نام ونشان بھی نہیں اور خود اپنی زندگی کا بھی پتہ نہیں ہوسکتا کہ میں اس قدر عرصہ تک رہوں گا یا نہیں، ایسی عظیم الشان خبریں دے اور پھر وہ پوری ہو جائیں نہ ایک نہ دو بلکہ ساری کی ساری براہین احمدیہ، احمدیہ لوگوں کے گھروں میں بھی ہے عیسائیوں اور آریوں اور گورنمنٹ تک کے پاس موجود ہے اور اگر خدا کا خوف اور سچ کی تلاش ہے تو میں کہتا ہوں کہ براہین کے نشانات پر ہی فیصلہ کرلو۔ دیکھو اس وقت جب کوئی مجھے نہیں جانتا تھا اور کوئی یہاں آتا بھی نہیں تھا، ایک آدمی بھی میرے ساتھ نہ تھا اس جماعت کی جو یہاں موجود ہے خبر دی۔ اگر یہ پیشگوئی خیالی اور فرضی تھی تو پھر آج یہاں اتنی بڑی جماعت کیوں ہے؟ اور جس شخص کو قادیان سے باہر ایک بھی نہیں جانتا تھا اور جس کے متعلق براہین میں کہا گیا تھا فَحَانَ أَنْ تُعَانَ وَتُعْرَفَ بَيْنَ النَّاسِ۔ (یعنی سو وقت آ گیا ہے جو تیری مدد کی جائے اور تجھے لوگوں میں معروف ومشہور کیا جائے) فرمایا ''...... آج کیا وجہ ہے کہ وہ ہندوستان ہی میں نہیں بلکہ عرب، شام، مصر سے نکل کر یورپ اور امریکہ تک دنیا اس کو شناخت کرتی ہے (بلکہ افریقہ میں بھی)......'' (اور یہ جو پچھلے دنوں میں قادیان سے عرب دنیا کے لئے تین دن پروگرام ہوتا رہا ہے اس نے تو دنیا میں، عرب دنیا میں تہلکہ مچا دیا۔) فرمایا: ''......اگر یہ خدا کا کلام نہیں تھا اور خدا کے منشاء کے خلاف ایک مفتری کا منصوبہ تھا تو خدا نے اس کی مدد کیوں کی؟ کیوں اس کے لیے ایسے سامان اور اسباب پیدا کر دیئے؟ کیا یہ سب میں نے خود بنا لیے ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ اسی طرح پر کسی مفتری کی تائید کیا کرتا ہے تو پھر راستبازوں کی سچائی کا معیار کیا ہے؟ تم خود ہی اس کا جواب دو۔ سورج اور چاند کو رمضان میں گرہن لگنا کیا یہ میری اپنی طاقت میں تھا کہ میں اپنے وقت میں کر لیتا اور جس طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کو سچے مہدی کا نشان قرار دیا

تھا اور خدا تعالیٰ نے ...... اس نشان کو میرے دعویٰ کے وقت پورا کر دیا۔ اگر میں اس کی طرف سے نہیں تھا تو کیا خدا تعالیٰ نے خود دنیا کو گمراہ کیا؟ اس کا سوچ کر جواب دینا چاہئے کہ میرے انکار کا اثر کہاں تک پڑتا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب اور پھر خدا تعالیٰ کی تکذیب لازم آتی ہے۔ اسی طرح پر اس قدر نشانات ہیں کہ ان کی تعداد دو چار نہیں بلکہ ہزاروں لاکھوں تک ہے۔ تم کس کس کا انکار کرتے جاؤ گے؟

اسی براہین میں یہ بھی لکھا ہے۔ يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ اب تم خود آئے ہو تم نے ایک نشان پورا کیا ہے۔ اس کا بھی انکار کرو۔ اگر اس نشان کو جو تم نے اپنے آنے سے پورا کیا ہے مٹا سکتے ہو تو مٹاؤ۔ میں پھر کہتا ہوں کہ دیکھو آیات اللہ کی تکذیب اچھی نہیں ہوتی۔ اس سے خدا تعالیٰ کا غضب بھڑکتا ہے۔ میرے دل میں جو کچھ تھا میں نے کہہ دیا ہے۔ اب ماننا نہ ماننا تمہارا اختیار ہے۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں صادق ہوں اور اسی کی طرف سے آیا ہوں۔''

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 453 تا 455)

یہ جو آخری پیرا ہے کہ تم خود آئے ہو اور تم نے نشان پورا کیا ہے، یہ جس کو آپ فرما رہے ہیں ایک نو مسلم تھا جو مسلمان تو ہو گیا تھا لیکن آپ سے آ کے نشان دکھانے کی درخواست کی تھی۔ اس پر آپ نے یہ تفصیل سے اس کو سمجھایا تھا کہ نشان کا کیا کہتے ہو؟ یہ یہ نشان پورے ہوئے اور تمہارا آنا بھی ایک نشان ہے اور آج تو ہم دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہر ملک میں یہ نشانات ظاہر ہو رہے ہیں۔

پھر بیماری سے شفا کے نشانات ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''سردار نواب محمد علی خانصاحب رئیس مالیر کوٹلہ کا لڑکا عبدالرحیم خاں ایک شدید محرقہ تپ کی بیماری سے بیمار ہو گیا تھا (بڑا تیز بخار تھا) اور کوئی صورت جانبری کی دکھائی نہیں دیتی تھی گویا مُردہ کے حکم میں تھا۔ اسوقت میں نے اسکے لئے دعا کی تو معلوم ہوا کہ تقدیر مبرم کی طرح ہے۔ تب میں نے جناب الٰہی میں عرض کی کہ یا الٰہی میں اس کے لئے شفاعت کرتا ہوں۔ اسکے جواب میں خدا تعالیٰ نے فرمایا مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ إِلَّا بِإِذْنِهٖ۔ یعنی کس کی مجال ہے کہ بغیر اذن الٰہی کے کسی کی شفاعت کر سکے۔ تب میں خاموش ہو گیا۔ بعد اس کے بغیر توقف کے یہ الہام ہوا۔ إِنَّكَ أَنْتَ الْمُجَازُ۔ یعنی تجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی گئی۔ تب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے دعا کرنی شروع کی تو خدا تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور لڑکا گویا قبر میں سے نکل کر باہر آیا اور آثار صحت ظاہر ہوئے اور اس قدر لاغر ہو گیا تھا کہ مدت دراز کے بعد

وہ اپنے اصلی بدن پر آیا اور تندرست ہو گیا اور زندہ موجود ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 229-230)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بیان فرماتے ہیں کہ:

''بشیر احمد میرا لڑکا (یہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی بات ہے) آنکھوں کی بیماری سے ایسا بیمار ہو گیا تھا کہ کوئی دوا فائدہ نہیں کر سکتی تھی اور بینائی جاتے رہنے کا اندیشہ تھا۔ جب شدت مرض انتہا تک پہنچ گئی تب مَیں نے دعا کی تو الہام ہوا۔ بَرَّقَ طِفْلِی بَشِیْر۔ یعنی میرا لڑکا بشیر دیکھنے لگا۔ تب اسی دن یا دوسرے دن وہ شفایاب ہو گیا۔ یہ واقعہ بھی قریباً سو آدمی کو معلوم ہوگا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 240)

پھر مخالفین کے ہلاک ہونے کے نشانات ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اکہتر واں نشان جو کتاب سرّ الخلافہ کے صفحہ 62 میں مَیں نے لکھا ہے یہ ہے کہ مخالفوں پر طاعون پڑنے کے لئے مَیں نے دعا کی تھی یعنی ایسے مخالف جن کی قسمت میں ہدایت نہیں۔ سو اس دعا سے کئی سال بعد اس ملک میں طاعون کا غلبہ ہوا اور بعض سخت مخالف اس دنیا سے گذر گئے اور وہ دعا یہ تھی

وَخُذْ رَبِّ مَنْ عَادَی الصلاحَ و مفسدًا وَنَزِّلْ علیه الرِّجزَ حقًّا و دَمِّرِ

کہ اے میرے خدا جو شخص نیک راہ اور نیک کام کا دشمن ہے اور فساد کرتا ہے اس کو پکڑ اور اس پر طاعون کا عذاب نازل کر اور اس کو ہلاک کر دے۔

وفَرِّجْ کُروبی یا کریمی و نَجِّنی وَمَزِّقْ خَصِیْمِی یَا اِلٰھی و عَفِّرِ

اور میری بیقراریاں دور کر اور مجھے غموں سے نجات دے اے میرے کریم۔ اور میرے دشمن کو ٹکڑے ٹکڑے کر اور خاک میں ملا دے۔

اور پھر کتاب اعجاز احمدی میں یہ پیشگوئی تھی۔

اذا ما غضبنا غاضب اللّٰہ صائِلاً علٰی معتدٍ یؤذی و بالسّوء یجهر

جب ہم غضبناک ہوں تو خدا اس شخص پر غضب کرتا ہے جو حد سے بڑھ جاتا ہے اور کھلی کھلی بدی پر آمادہ ہوتا ہے

ویأتی زمان کاسرٌ کُلّ ظالم وهل یهلکنّ الیوم الا المدَمّرُ

اور وہ زمانہ آرہا ہے کہ ہر ایک ظالم کو توڑے گا اور وہی ہلاک ہونگے جو اپنے گناہوں کے باعث

ہلاک ہو چکے ہیں

وانّی لشرّ النّاس ان لم یکن لھم جزاء اھانتھم صغارٌ یصغّر

اور میں سب بدلوگوں سے بدتر ہوں گا اگر ان کے لئے اہانت کی جزا اہانت نہ ہو

قضی اللہ انّ الطعن بالطعن بیننا فذالك طاعون اتاھم لیبصروا

خدا نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ طعن کا بدلہ طعن ہے پس وہی طاعون ہے جو ان کو پکڑے گی

ولمّا طغی الفسق المبید بسیلہ تمنّیت لو کان الوباء المتبّر

اور جب فسق ہلاک کرنے والا حد سے بڑھ گیا تو میں نے آرزو کی کہ اب ہلاک کرنیوالی طاعون چاہئے۔ اور اس کے بعد یہ الہام ہوا۔ ع اے بسا خانۂ دشمن کہ تو ویران کردی۔ (فارسی میں یعنی تو نے کئی دشمنوں کے گھر ویران کئے) اور یہ الحکم اور البدر میں شائع کیا گیا اور پھر مذکورہ بالا دعائیں جو دشمنوں کی سخت ایذاء کے بعد کی گئیں جناب الٰہی میں قبول ہو کر پیشگوئیوں کے مطابق طاعون کا عذاب ان پر آگ کی طرح برسا اور کئی ہزار دشمن جو میری تکذیب کرتا اور بدی سے نام لیتا تھا ہلاک ہو گیا۔ لیکن اس جگہ ہم نمونہ کے طور پر چند سخت مخالفوں کا ذکر کرتے ہیں۔ چنانچہ سب سے پہلے مولوی رسل بابا باشندۂ امرتسر ذکر کے لائق ہے جس نے میرے ردّ میں کتاب لکھی اور بہت سخت زبانی دکھائی اور چند روزہ زندگی سے پیار کر کے جھوٹ بولا۔ آخر خدا کے وعدہ کے موافق طاعون سے ہلاک ہوا۔ پھر بعد اسکے ایک شخص محمد بخش نام جو ڈپٹی انسپکٹر بٹالہ تھا عداوت اور ایذا پر کمر بستہ ہوا وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوا۔ پھر بعد اس کے ایک شخص چراغ دین نام ساکن جموں اٹھا جو رسول ہونے کا دعویٰ کرتا تھا جس نے میرا نام دجّال رکھا تھا اور کہتا تھا کہ حضرت عیسیٰ نے مجھے خواب میں عصا دیا ہے تا میں عیسیٰ کے عصا سے اس دجال کو ہلاک کروں۔ سو وہ بھی میری اس پیشگوئی کے مطابق جو خاص اسکے حق میں رسالہ ''دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء'' میں اسکی زندگی میں ہی شائع کی گئی تھی 4/اپریل 1906ء کو مع اپنے دونوں بیٹوں کے طاعون سے ہلاک ہو گیا۔ کہاں گیا عیسیٰ کا عصا جس کے ساتھ مجھے قتل کرتا تھا؟ اور کہاں گیا اس کا الہام اِنِّیْ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ؟ افسوس اکثر لوگ قبل تزکیہ نفس کے حدیث النفس کو ہی الہام قرار دیتے ہیں......'' (یعنی نفس کو پاکیزہ کرنے سے پہلے ہی، اپنے نفس کا تزکیہ کرنے سے پہلے ہی یہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہم بہت پاک ہو گئے ہیں اور جو اُن کی نفس کی خواہشات ہیں انہی کو الہام سمجھنے لگ جاتے ہیں۔) فرمایا ''......اس لئے آخر کار ذلّت اور رسوائی سے انکی موت ہوتی ہے اور انکے سوا اور بھی کئی لوگ ہیں جو ایذا اور اہانت میں حد سے بڑھ گئے تھے اور خدا تعالیٰ کے قہر سے نہیں ڈرتے

تھے اور دن رات ہنسی اور ٹھٹھا اور گالیاں دینا ان کا کام تھا آخر کار طاعون کا شکار ہو گئے جیسا کہ منشی محبوب عالم صاحب احمدی لاہور سے لکھتے ہیں کہ ایک میرا چچا تھا جس کا نام نور احمد تھا وہ موضع بھڑی چٹھہ تحصیل حافظ آباد کا باشندہ تھا اس نے ایک دن مجھے کہا کہ مرزا صاحب اپنی مسیحیت کے دعوے پر کیوں کوئی نشان نہیں دکھلاتے......'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کی طرف سے بیان دے رہے ہیں کہ محبوب عالم صاحب کہتے ہیں ''......میں نے کہا کہ ان کے نشانوں میں سے ایک نشان طاعون ہے جو پیشگوئی کے بعد آئی جو دنیا کو کھاتی جاتی ہے۔ تو اس بات پر وہ بول اٹھا کہ طاعون ہمیں نہیں چھوئے گی بلکہ یہ طاعون مرزا صاحب کو ہی ہلاک کرنے کے لئے آئی ہے۔ اور اس کا اثر ہم پر ہرگز نہیں ہوگا، مرزا صاحب پر ہی ہوگا۔ اسی قدر گفتگو پر بات ختم ہوگئی''۔ تو منشی محبوب عالم صاحب کہتے ہیں کہ ''جب میں لاہور پہنچا تو ایک ہفتہ کے بعد مجھے خبر ملی کہ چچا نور احمد طاعون سے مر گئے اور اس گاؤں کے بہت سے لوگ اس گفتگو کے گواہ ہیں اور یہ ایسا واقعہ ہے کہ چُھپ نہیں سکتا۔''

پھر آپ فرماتے ہیں: ''اور میاں معراج الدین صاحب لاہور سے لکھتے ہیں کہ مولوی زین العابدین جو مولوی فاضل اور منشی فاضل کے امتحانات پاس کردہ تھا اور مولوی غلام رسول قلعہ والے کے رشتہ داروں میں سے تھا اور دینی تعلیم سے فارغ التحصیل تھا اور انجمن حمایت اسلام لاہور کا ایک مقرب مدرس تھا۔ اُس نے حضور کے صدق کے بارہ میں مولوی محمد علی سیالکوٹی سے کشمیری بازار میں ایک دوکان پر کھڑے ہو کر مباہلہ کیا۔ پھر تھوڑے دنوں کے بعد بمرض طاعون مر گیا اور نہ صرف وہ بلکہ اسکی بیوی بھی طاعون سے مر گئی اور اس کا داماد بھی جو محکمہ اکاؤنٹنٹ جنرل میں ملازم تھا طاعون سے مر گیا۔ اسی طرح اس کے گھر کے سترہ آدمی مباہلہ کے بعد طاعون سے ہلاک ہو گئے۔''

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ ''یہ عجیب بات ہے، کیا کوئی اس بھید کو سمجھ سکتا ہے کہ ان لوگوں کے خیال میں کاذب اور مفتری اور دجّال تو میں ٹھہرا مگر مباہلہ کے وقت میں یہی لوگ مرتے ہیں۔ کیا نعوذ باللہ خدا سے بھی کوئی غلط فہمی ہو جاتی ہے؟ ایسے نیک لوگوں پر کیوں یہ قہر الٰہی نازل ہے۔ جو موت بھی ہوتی ہے اور پھر ذلّت اور رسوائی بھی'' آپ فرماتے ہیں ''اور میاں معراج دین لکھتے ہیں کہ ایسا ہی کریم بخش نام لاہور میں ایک ٹھیکہ دار تھا وہ سخت بے ادبی اور گستاخی حضور کے حق میں کرتا تھا اور اکثر کرتا ہی رہتا تھا۔ میں نے کئی دفعہ اس کو سمجھایا مگر وہ باز نہ آیا۔ آخر جوانی کی عمر میں ہی شکارِ موت ہوا۔''

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ''سید حامد شاہ صاحب سیالکوٹی لکھتے ہیں کہ حافظ سلطان سیالکوٹی حضور کا

سخت مخالف تھا۔ یہ وہی شخص تھا جس نے ارادہ کیا تھا کہ سیالکوٹ میں آپ کی سواری گذرنے پر آپ پر راکھ ڈالے۔ آخر وہ سخت طاعون سے اسی 1906ء میں ہلاک ہوا اور اس کے گھر کے نو یا دس آدمی بھی طاعون سے ہلاک ہوئے۔ ایسا ہی شہر سیالکوٹ میں یہ بات سب کو معلوم ہے کہ حکیم محمد شفیع جو بیعت کر کے مرتد ہو گیا تھا جس نے مدرسۃ القرآن کی بنیاد ڈالی تھی آپ کا سخت مخالف تھا یہ بدقسمت اپنی اغراضِ نفسانی کی وجہ سے بیعت پر قائم نہ رہ سکا اور سیالکوٹ کے محلہ لوہاراں کے لوگ جو سخت مخالف تھے عداوت اور مخالفت میں ان کا شریک ہو گیا۔ آخر وہ بھی طاعون کا شکار ہوا اور اس کی بیوی اور اس کی والدہ اور اس کا بھائی سب یکے بعد دیگرے طاعون سے مرے اور اس کے مدرسہ کو جو لوگ امداد دیتے تھے وہ بھی ہلاک ہو گئے۔''

پھر فرمایا کہ ''ایسا ہی مرزا سردار بیگ سیالکوٹی جو اپنی گندہ زبانی اور شوخی میں بہت بڑھ گیا تھا اور ہر وقت استہزا اور ٹھٹھا اس کا کام تھا اور ہر ایک بات طنز اور شوخی سے کرتا تھا وہ بھی سخت طاعون میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوا اور ایک دن اس نے شوخی سے جماعت احمدیہ کے ایک فرد کو کہا کہ کیوں طاعون طاعون کرتے ہو ہم تو تب جانیں کہ ہمیں طاعون ہو۔ پس اس سے دو دن بعد طاعون سے مر گیا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 235-238)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں اور یہ سب کام ہو رہا ہے لیکن جن کی آنکھوں پر پٹی ہے وہ اس کو دیکھ نہیں سکتے۔ حالانکہ اب یہ سلسلہ سورج کی طرح روشن ہو گیا ہے اور اس کی آیات ونشانات کے اس قدر لوگ گواہ ہیں کہ اگر ان کو ایک جگہ جمع کیا جائے تو ان کی تعداد اس قدر ہو کہ روئے زمین پر کسی بادشاہ کی بھی اتنی فوج نہیں ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 14)

پھر آپ نے ایک جگہ پر فرمایا کہ:

''خدا نے مجھے اصلاح کرنے کے لئے مامور کر کے بھیجا اور میرے ہاتھ پر وہ نشان دکھلائے کہ اگر ان پر ایسے لوگوں کو اطلاع ہو جن کی طبیعتیں تعصّب سے پاک اور دلوں میں خدا کا خوف ہے اور عقل سلیم سے کام لینے والے ہیں تو وہ ان نشانوں سے اسلام کی حقیقت بخوبی شناخت کر لیں۔ وہ نشان ایک دو نہیں

بلکہ ہزار ہا نشان ہیں جن میں سے بعض ہم اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھ چکے ہیں۔ جب سن ہجری کی تیرھویں صدی ختم ہو چکی تو خدا نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے اپنی طرف سے مامور کر کے بھیجا اور آدم سے لے کر اخیر تک جس قدر نبی گذر چکے ہیں سب کے نام میرے نام رکھ دیئے اور سب سے آخری نام میرا عیسیٰ موعود اور احمد اور محمد معہود رکھا۔ اور دونوں ناموں کے ساتھ ساتھ بار بار مجھے مخاطب کیا۔ ان دونوں ناموں کو دوسرے لفظوں میں مسیح اور مہدی کر کے بیان کیا گیا۔

اور جو معجزات مجھے دیئے گئے بعض ان میں سے وہ پیشگوئیاں ہیں جو بڑے بڑے غیب کے امور پر مشتمل ہیں کہ بجز خدا کے کسی کے اختیار اور قدرت میں نہیں کہ ان کو بیان کر سکے اور بعض دعائیں ہیں جو قبول ہو کر ان سے اطلاع دی گئی اور بعض بددعائیں ہیں جن کے ساتھ شریر دشمن ہلاک کئے گئے اور بعض دعائیں از قسم شفاعت ہیں جن کا مرتبہ دعا سے بڑھ کر ہے اور بعض مباہلات ہیں جن کا انجام یہ ہوا کہ خدا نے دشمنوں کو ہلاک اور ذلیل کیا اور بعض صلحائے زمانہ کی وہ شہادتیں ہیں جنہوں نے خدا سے الہام پا کر میری سچائی کی گواہی دی۔ اور بعض ایسے صلحائے اسلام کی شہادتیں ہیں جو میرے ظہور سے پہلے فوت ہو چکے تھے جنہوں نے میرا نام لے کر اور میرے گاؤں کا نام لے کر گواہی دی تھی کہ وہی مسیح موعود ہے جو جلد آنے والا ہے اور بعض نے ایسے وقت میں میرے ظہور کی خبر دی تھی جب کہ میں ابھی پیدا ابھی نہیں ہوا تھا اور بعض نے میرے ظہور کے بارے میں ایسے وقت میں خبر دی تھی جب کہ میری عمر شاید دس ۱۰ یا بارہ ۱۲ برس کی ہوگی اور اپنے بعض مریدوں کو بتلا دیا تھا کہ تم اس قدر عمر پاؤ گے......" (ان بزرگوں نے بعض مریدوں کو بتلا دیا تھا) "......کہ تم اس قدر عمر پاؤ گے کہ ان کو دیکھ لو گے اور جو نشانیاں زمانہ مہدی معہود کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کی تھیں جیسا کہ اس کے زمانہ میں کسوف خسوف رمضان میں ہونا اور طاعون کا ملک میں پھیلنا یہ تمام شہادتیں میرے لئے ظہور میں آ گئیں اور اس وقت تک چودھویں صدی کا بھی میں نے چہارم حصہ پا لیا۔ یہ اس قدر دلائل اور شواہد ہیں کہ اگر وہ سب کے سب لکھے جائیں تو ہزار جزو میں بھی سما نہیں سکتے۔"

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 328-329)

یہ اقتباس چشمہ معرفت کا ہے، اس سے پہلے جو تھا وہ حقیقۃ الوحی کا تھا۔ ان اقتباسات میں مخالفین کے انجام کے بارے میں بھی ذکر ہوا جو نشان پورا ہونے کا ذریعہ بن کر اپنے بد انجام کو پہنچے، اس دنیا سے رخصت ہوئے۔ بعض دوسرے قبولیت دعا اور نشانات کا بھی ذکر ہوا۔ اب میں قبول احمدیت کے چند

واقعات پیش کرتا ہوں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں لوگوں کی رہنمائی فرمائی۔

حضرت شیخ محمد افضل صاحب فرماتے ہیں کہ ”جس وقت خاکسار کی عمر بارہ سال کی تھی اور گو ہمارے خاندان میں میرے تایا حکیم شیخ عباد اللہ صاحب اور میرے تایازاد بھائی شیخ کرم الٰہی صاحب حضرت صاحب سے بیعت تھے مگر خادم نے نہ تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دیکھا تھا اور نہ ہی حضور کا فوٹو دیکھا تھا۔ خواب دیکھا کہ میرے جسم کی تمام جان نکل گئی ہے مگر دماغ میں سمجھنے کی اور آنکھوں میں دیکھنے کی طاقت باقی ہے۔ میرے سامنے ایک بزرگ بیٹھے ہیں اور ان کے پیچھے گھٹنوں تک قدم مبارک دکھائی دیتے ہیں۔ (یعنی ایک بزرگ پیچھے بیٹھے ہیں اور پیچھے قدم نظر آرہے ہیں گھٹنوں تک) میرے دل میں ڈالا گیا یہ بزرگ جو بیٹھے تیری طرف دیکھ رہے ہیں مرزا صاحب ہیں اور پچھلی طرف جو قدم مبارک نظر آتے ہیں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہیں۔ میری آنکھ کھل گئی۔ صبح میں نے مرتضیٰ خان ولد مولوی عبداللہ خان صاحب جو ان دنوں لاہوری جماعت میں شامل ہیں، سے تعبیر دریافت کی تو انہوں نے فرمایا کہ تم کو مرزا صاحب کی بدولت رسول کریم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی حاصل ہوگی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور میں خدا کی قسم کھا کر تحریر کرتا ہوں کہ جب 1905ء میں مَیں بیعت ہوا تو حضور وہی تھے جو خواب میں میری طرف دیکھ رہے تھے۔ اس طرح سے خدا جس کو چاہتا ہے سچا راستہ دکھا دیتا ہے۔“

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 7 صفحہ نمبر 218-219 روایت حضرت شیخ محمد افضل صاحبؓ)

پھر حضرت نظام الدین صاحب فرماتے ہیں کہ ”مَیں ابھی بیعت میں داخل نہیں ہوا۔ نماز عصر مسجد مبارک سے پڑھ کر...... پرانی سیڑھیوں سے جب نیچے اترا تو ابھی سقفی ڈیوڑھی میں تھا (یعنی جو چھتا ہوا باہر کمرہ ہے، اسی میں تھا) کہ دو آدمی بڑے معزز سفید پوش جوان قد والے ملے جو مجھے سوال کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کا پتہ مہربانی کر کے بتلائیں کہ کہاں ہیں۔ ہم بہت دور دراز سے سفر طے کر کے یہاں پہنچے ہیں۔ تو میں نے کہا آؤ میں بتلا دوں۔ انہوں نے کہا نہیں آپ ہمارے پیچھے ہو جائیں اوپر ہیں (اگر آپ اوپر ہیں) تو ہم پہچانیں گے۔ تب میں ان کے پیچھے ہو لیا۔ وہ میرے آگے آگے سیڑھیاں چڑھتے ہوئے چلے گئے۔ آگے اجلاس لگا ہوا تھا اور حضور دستار مبارک سر سے اتارے ہوئے بے تکلف حالت میں بیٹھے ہوئے تھے......“ (آگے لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اردگرد بیٹھے ہوئے تھے اور آپ بھی بیٹھے تھے، پگڑی اتاری ہوئی تھی۔ کہتے ہیں) ”جاتے ہوئے ان میں سے ایک شخص نے حضور کو جاتے ہی پوچھا

کہ آپ کا نام غلام احمد ہے۔ آپ نے فرمایا ہاں۔ پھر اس نے کہا۔ آپ کا دعویٰ مسیح موعودؑ کا ہے۔ حضور نے فرمایا ہاں۔ تو پھر اس نے کہا کہ پہلے آپ کو السلام علیکم، جناب حضرت رسول مقبول محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اور پھر میری طرف سے۔ اور میں فلاں دن حضوری میں تھا تب رسول خدا کا ہاتھ مبارک حضور کے دائیں کندھے پر تھا اور فرمایا ھٰذا مسیح۔ ان کی بیعت کرو اور میرا سلام کہو۔" یعنی یہ خواب میں انہوں نے دیکھا تھا جو بیان کر رہے ہیں کہ اس طرح میں نے دیکھا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کندھے پر تھا، آپؐ نے فرمایا کہ ھذا مسیح۔ سلام کرو اس لئے میں آیا ہوں اور سلام پہنچا رہا ہوں۔ اور پھر انہوں نے بیعت کی۔

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 7 صفحہ نمبر 189-190 روایت حضرت نظام الدین صاحبؓ)

حضرت حکیم عطاء محمد صاحب فرماتے ہیں کہ "........ بعد بیعت چند دن قادیان رہا اور پھر حضور سے اجازت حاصل کر کے واپس لاہور آ گیا اور صوفی احمد دین صاحب (ڈوری باف) نے احمدیہ جماعت کے احباب سے ملاقات کرائی۔ کچھ عرصہ کے بعد ایک صاحب نے محبت سے فرمایا کہ پھر محمدؐ صاحب قادیان آ گئے ہیں۔ اس بات کو سن کر مجھے حیرانی ہوئی اور دعا کی کہ یا الٰہی اس جماعت کا یہ عقیدہ ہے کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آ گئے ہیں اور مرزا صاحب محمدؐ کیسے ہو سکتے ہیں۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ اقدس حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کھڑے ہیں اور آسمان سے ایک فرشتے نے اتر کر مجھ سے پوچھا کہ یہ کون ہیں۔ میں نے کہا یہ مرزا صاحب ہیں۔ پھر میں نے دیکھا کہ آسمان سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اترا اور وہ نور حضرت مسیح موعود کے دماغ میں داخل ہوا۔ پھر تمام جسم میں سرعت کر گیا اور حضور کا چہرہ اس نور سے پرنور ہو گیا۔ پھر اس فرشتے نے کہا کہ یہ کون ہیں؟ میں نے کہا کہ پہلے تو مرزا صاحب تھے اب واقعی محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہو گئے ہیں۔"

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر نمبر 7 صفحہ نمبر 176 روایت حضرت حکیم عطاء محمد صاحبؓ)

یہ تو لوگوں کے چند پرانے واقعات تھے کہ کس طرح انہوں نے خوابیں دیکھیں اور بیعت ہوئی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی اور نشانات کا یہ سلسلہ جاری رہے گا جب تک کہ یہ سلسلہ کمال تک نہ پہنچ جائے۔

(ماخوذ از چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 332)

پس آپ کی یہ پیشگوئی آج بھی کس شان سے پوری ہو رہی ہے اور اللہ تعالیٰ کس طرح یہ نشان دکھا

رہا ہے۔ ہزاروں میل دور رہنے والے بھی اس بات کے گواہ ہیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔ ان کے چند واقعات بھی پیش کرتا ہوں۔

مالی کے علاقے Bala میں تیجانیہ فرقے کے بڑے امام صاحب ہیں۔ ان کے والد کے ذریعہ سے اس علاقے کے 93 گاؤں مسلمان ہوئے تھے۔ اپنے والد صاحب کی وفات کے بعد یہ جانشین بنے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے کچھ عرصہ قبل انہیں احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ آدم صاحب بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ان کے گھر ان کے کمرے میں تشریف لائے ہیں۔ وہ حضور کے ساتھ کمرے میں ہیں جبکہ باہر بہت سے علماء حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا انتظار کر رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں عرض کیا کہ باہر علماء آپ کا انتظار کر رہے ہیں حضور باہر تشریف لاتے ہیں اور تمام غیر احمدی علماء کے سروں سے ٹوپیاں اتار دیتے ہیں اور صرف میرے سر پر ٹوپی رہنے دیتے ہیں۔

اس جگہ ان کے مریدوں کے کئی گاؤں ہیں۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد یہ ہمارے معلمین کے ساتھ اپنے مریدوں کے وہاں جتنے بھی گاؤں تھے۔ ان میں گاؤں گاؤں جاتے ہیں اور اللہ کے فضل سے اب تک چالیس سے زائد گاؤں احمدیت قبول کر چکے ہیں۔

پھر برکینا فاسو کے ایک جیارا بخاری صاحب (Jiara Boukhari) نے ریڈیو میں فون کیا۔ وہاں ہمارے مختلف ریڈیو سٹیشن کام کرتے ہیں۔ کہ میں نے آپ کی تبلیغ سنی۔ جس میں کہا گیا تھا کہ اگر آپ نے یہ دیکھنا ہو کہ امام مہدی جو آنے والا ہے وہ یہی ہے یا نہیں تو خود حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کے لئے یہ طریق فیصلہ بتایا ہے کہ اس کے لئے استخارہ کریں۔ چنانچہ اس دن سے میں نے بھی استخارہ شروع کر دیا اور استخارہ کرتے ہوئے ایک ہفتہ ہی گزرا تھا کہ خواب میں ایک ٹینٹ کے نیچے دو نورانی آدمیوں کو دیکھا۔ خواب میں ہی ان کے دوست نے کہا کہ جو دائیں طرف والے ہیں وہ امام مہدی ہیں اور دوسرے آدمی کا ان کو پتا نہیں چلا۔ تو کہتے ہیں کہ اس کے بعد ان پر واضح ہو گیا کہ آنے والا امام مہدی سچا ہے۔ اگر وہ نعوذ باللہ جھوٹا ہوتا تو میرے استخارے کے جواب میں میری خواب میں کیسے آ جاتا۔ اس لئے میں نے بیعت کر لی۔

پھر مصر سے ایک خاتون نے مجھے لکھا۔ وہ لکھتی ہیں کہ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے مجھے بعض خوبیوں سے نوازا ہے۔ چنانچہ میں نے خواب میں حضرت مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام اور آپ کو دیکھا ہے اور خدا کی قسم ہے کہ مجھے اس وقت یہ بھی علم نہ تھا کہ اس وقت دنیا میں کوئی خلیفہ بھی موجود ہے۔ میں

صرف استخارہ کر رہی تھی تو خدا تعالیٰ نے مجھے یہ دونوں شخصیات دکھائیں لیکن شیطان نے مجھے بہکا دیا اور اب خدا کا شکر ہے کہ اس نے مجھے حق قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائی اور اس بہکاوے سے میں باہر نکل آئی۔ میری استقامت اور مغفرت کے لئے دعا کی درخواست ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو استقامت بخشے۔

پھر مراکش کی ایک خاتون فاہمی صاحبہ ہیں، وہ کہتی ہیں لقاء مع العرب کے ذریعہ سے تعارف ہوا۔ پھر لکھتی ہیں کہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی بات گو کہ مدلل اور مطمئن کرنے والی ہوتی تھی اس کے باوجود تقریباً ہر پروگرام میں ہی وہ استخارہ کرنے اور خدا تعالیٰ سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سچائی کے بارے میں دعا کرنے کی طرف بھی توجہ دلاتے تھے۔ چنانچہ میں نے استخارہ شروع کیا اور خواب میں دیکھا کہ ایک وسیع علاقے میں لمبا اور بہت بڑا خیمہ لگا ہوا ہے اس خیمہ میں ایک شخص بہت غمزدہ اور حزین بیٹھا ہوا ہے۔ اتنے میں ایک شخص اس کے پاس آتا ہے اور پوچھتا ہے کہ تم اتنے دکھی کیوں ہو؟ وہ جواب دیتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں میں لوگوں کو سیدھے راستے کی طرف بلاتا ہوں لیکن لوگ میری تصدیق نہیں کرتے۔ اس پر سوال کرنے والا شخص اسے کہتا ہے کہ میں تیری تصدیق کرتا ہوں۔ میں محمد رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں۔ اس رؤیا کے بعد میں نے کہا۔ اب جو ہونا ہے ہو جائے۔ اب مجھے کسی چیز کی پرواہ نہیں ہے۔ چنانچہ میں نے فوراً بیعت کر لی اور بیعت کے ساتھ ہی پردہ کرنا بھی شروع کر دیا۔ پھر یہ یہاں بھی آئی تھیں۔ جلسہ کا جو نظارہ انہوں نے دیکھا اور خیمہ دیکھا۔ تو کہتی ہیں یہ ہو بہو وہی خیمہ تھا جہاں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اکیلے بیٹھے دیکھا تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر آپ کو فرمایا تھا کہ میں آپ کی تصدیق کرتا ہوں۔

پھر مالی سے عبداللہ صاحب معلم تحریر کرتے ہیں باماکو (Bamako) کے استاد (Dambele) دامبلے صاحب ہیں۔ وہ احمدیت کے سخت مخالف تھے۔ جب بھی وہ احمدیہ ریڈیو ٹیلیفون کرتے تو جماعت کو گالیاں نکالنے لگ جاتے اور اگر انہیں ٹیلیفون کیا جاتا تو پھر بھی جماعت کو سخت گالیاں دیتے۔ اسی طرح کرتے ہوئے انہیں کافی عرصہ گزر گیا۔ ایک دن انہوں نے روتے ہوئے احمدیہ ریڈیو ٹیلیفون کیا جس کا نام 'ربوہ FM' ہے، اور بتایا کہ انہوں نے ایک رات پہلے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا تھا اور جو نور اس نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ دیکھا ہے وہ پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ لہٰذا اب وہ جماعت سے صدقِ دل سے معافی مانگتے ہیں اور وہ اس بات سے ڈرتے ہیں کہ اگر احمدیوں نے اسے معاف نہ کیا تو خدا بھی معاف نہیں کریگا۔ اس پر معلم صاحب نے انہیں

احمدیت میں شامل ہونے کی دعوت دی کہ حق واضح ہو گیا ہے تو اب بیعت کریں۔ چنانچہ انہوں نے احمدیت قبول کی اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام میں شامل ہوئے۔

پھر مالی ریجن کولی کورو (Koulikoro) سے یوسف صاحب، یہ معلم ہیں، بیان کرتے ہیں کہ ہمارے ریجن کولیکورو (Koulikoro) کے گاؤں جالا کروجی (Jala Koroji) کے ایک بزرگ پیدائشی مسلمان تھے۔ مگر مسلمان فرقوں کی طرف دیکھ کر انہیں سمجھ نہیں آتی تھی کون سا فرقہ خدا کی طرف سے ہے۔ بہت عرصہ حق کی تلاش کرتے رہے مگر آپ کو کہیں بھی حق نہ ملا۔ ایک دن جب آپ نے احمدیہ ریڈیو ربوہ لگایا تو اس پر معلم صاحب نے اپنی تقریر میں بیان کیا کہ اگر کوئی سچے مذہب کو جاننا چاہتا ہے تو خدا سے دعا کرے وہ خود اسکی راہنمائی کر دے گا۔ یہ طریق آپ کو بہت پسند آیا اور آپ نے اس پر عمل کرنے کے لئے چلہ کرنے کا ارادہ کیا۔ اس کے بعد آپ نے نیت کی کہ جب تک خدا آپ کی راہنمائی نہ کرے اس وقت تک آپ کسی سے بات نہ کریں گے اور خدا سے دعائیں کرتے رہیں گے۔ چنانچہ یہ چلہ ابھی کچھ دن ہی کیا تھا کہ ایک دن خدا نے آپ کو دکھایا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آپکے گھر نازل ہوئے ہیں اور پیار سے آپ کے بیٹے کے سر پر ہاتھ رکھا۔ یہ خواب دیکھتے ہی آپ کی آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد آپ کو یقین ہو گیا کہ تمام دنیا میں احمدی ہی حق پر ہیں۔ کیونکہ صرف یہی لوگ حضرت امام مہدی کی آمد کی خبر دیتے ہیں۔ اس خواب کے فوراً بعد آپ نے مالی کے جلسہ سالانہ میں شرکت کی اور وہاں حضرت امام مہدی کی تصویر کو دیکھ کر کہا کہ یہی حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں جو کہ آپ کے گھر تشریف لائے تھے اور پھر بیعت بھی کر لی۔

مالی سے ہمارے مربی سلسلہ بلال صاحب لکھتے ہیں کہ

احمدیہ ریڈیو سٹیشن سکاسو (Sikaso) میں ہمارے ایک احمدی بھائی تشریف لائے اور بتایا کہ ان کا ایک ہمسایہ آج ان کے گھر آیا اور رو رو کر معافی مانگنے لگا۔ جب اس نے ان سے وجہ پوچھی تو کہنے لگا کہ مجھے احمدیت سے شدید نفرت تھی اور جب بھی میں آپ لوگوں کا ریڈیو سنتا تھا تو سوائے گالیوں کے کچھ میرے منہ سے نہ نکلتا تھا۔ کل رات آپ کے مبلغ لائیو پروگرام کر رہے تھے اور اس کو سنتے سنتے اور دل ہی میں برا بھلا کہتے ہوئے سو گیا۔ مگر رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میرے خواب میں تشریف لائے اور مجھے خوب ڈانٹا۔ میں نے خواب میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے معافی مانگی کہ رسول اللہ مجھے معاف کر دیں۔ میں اب کبھی بھی احمدیوں کو برا بھلا نہیں کہوں گا اور آج سے میں بھی احمدی ہوں۔ اب اللہ کے فضل سے یہ بھائی پرجوش مبلغ بھی ہیں۔

مالی سے معلم عبداللہ صاحب لکھتے ہیں کہ باماکو (Bamako) میں ایک طالبعلم بکری تراؤرے (Bakary Tarore) صاحب نے انٹرنیٹ پر احمدیت کے بارے میں مطالعہ شروع کیا اور مطالعہ کرنے کے ساتھ انہوں نے انٹرنیٹ پر فرانس جماعت سے رابطہ کیا۔ جماعت احمدیہ فرانس نے انہیں باماکو مشن کا رابطہ دیا۔ چنانچہ اس طالبعلم نے معلم صاحب سے رابطہ کیا اور چند سوالات پوچھے۔ سوالات کے جواب ملنے پر اس طالبعلم کو جماعت کی سمجھ آ گئی مگر اس نے بیعت نہ کی۔ ایک دن وہ طالبعلم معلم صاحب کے پاس آیا اور اس نے کہا کہ وہ بیعت کرنا چاہتا ہے کیونکہ اس نے رات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خواب میں دیکھا تھا جو اس کے گھر آئے تھے اور آپ علیہ السلام کے چہرہ پر نور ہی نور تھا اور وہ ایسا نور تھا کہ جیسا اس نے پہلے کہیں نہیں دیکھا۔ اس نے کہا کہ وہ اب نہ صرف بیعت کرتا ہے بلکہ جماعت کے ساتھ مل کر تبلیغ بھی کرے گا۔

پھر مالی ریجن کولیکورو سے وہاں کے مبلغ فاتح صاحب لکھتے ہیں کہ:

میرے ریجن کولیکورو (Koulikoro) سے ایک بزرگ سعید کولیبالی صاحب (Saeed Coulibaly) ہمارے ریڈیو 'النور' آئے اور انہوں نے بتایا کہ ان کے آباء واجداد بت پرست تھے۔ اور ان سے بھی بتوں کی پوجا کروانا چاہتے تھے۔ مگر بچپن سے ہی آپ کی طبیعت بتوں کی پوجا کو پسند نہ کرتی تھی۔ چنانچہ جب آپ تھوڑے بڑے ہوئے تو انہوں نے بتوں کی پرستش سے صاف انکار کر دیا۔ جس پر آپ کے والدین اور تمام دیگر رشتہ دار ناراض ہو گئے۔ انہوں نے اس مخالفت کی کچھ پرواہ نہیں کی اور اسلام قبول کر لیا۔ اسلام قبول کرنے کے بعد ان کو حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کا انتظار تھا۔ کہتے ہیں اس انتظار کے لمبا عرصہ بعد ایک دن خواب میں دیکھا کہ سفید رنگ کے ایک بزرگ مالی سے شمال کی جانب نازل ہوئے ہیں اور ان بزرگ کو دیکھنے کے لئے بہت سے لوگ اکٹھے ہو گئے ہیں۔ حضور علیہ السلام کا اتنا پر نور چہرہ کیونکہ آپ نے پہلے کبھی نہ دیکھا تھا۔ اس لئے آپ نے بے اختیار ہو کر اپنے آپ سے پوچھا کہ یہ کون بزرگ ہیں؟ تو آپکے پیچھے کھڑے ایک شخص نے بتایا کہ یہ حضرت امام مہدی علیہ السلام ہیں جو کہ نازل ہو چکے ہیں۔ یہ نظارہ دیکھتے ہی آنکھ کھل گئی۔ اس کے بعد سے آپ کو یقین ہو گیا کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آ چکے ہیں۔ مگر جب آپ نے مسلمان فرقوں کی طرف دیکھا تو ان میں سے کوئی بھی حضرت امام مہدی علیہ السلام کی آمد کی خبر نہ دیتا تھا۔ اتفاقاً ایک دن آپ نے احمدیہ ریڈیو 'النور' لگایا تو اس پر حضرت امام مہدی کی آمد کی خبر بیان ہوئی۔ یہ خبر سنتے ہی ان کو یقین ہو گیا کہ یہی لوگ حق پر ہیں۔ اس خواب کے کچھ عرصہ

بعد آپ نے احمدیہ مشن ہاؤس آ کر اپنے تمام گھر والوں کے ساتھ بیعت کر لی اور جب یہاں آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دکھائی گئی تو تصویر دیکھتے ساتھ ہی کہنے لگے کہ یہی وہ حضرت امام مہدی ہیں جو کہ انہوں نے خواب میں دیکھے تھے۔ اس کے بعد انہوں نے دس ہزار فرانک سیفا کی بڑی رقم بطور چندہ بھی ادا کی اور بتایا کہ اب وہ خدا کا شکر کرتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے انہیں حق پہچاننے کی توفیق دی۔

یہ سب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حق میں اللہ تعالیٰ کی تائیدات ہیں اور نشانات ہیں۔ اگر ان کو نشانات اور تائیدات نہ مانیں تو پھر کیا چیز ہے جو لوگوں کے دلوں میں ایک ہلچل مچا رہی ہے۔ کاش کہ دوسرے مسلمان بھی اس بات کو سمجھیں اور اس حقیقت کو جاننے کے لئے دعا کریں، اللہ تعالیٰ سے رہنمائی چاہیں اور مخالفت کے بجائے سیدھے راستے کی تلاش کی طرف جستجو زیادہ ہو تا کہ اللہ تعالیٰ ان کی بھی رہنمائی فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ان کو یہ توفیق عطا فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

”خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اُس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں کہ اگر وہ ہزار نبی پر بھی تقسیم کئے جائیں تو ان کی بھی ان سے نبوت ثابت ہوسکتی ہے لیکن چونکہ یہ آخری زمانہ تھا اور شیطان کا مع اپنی تمام ذریت کے آخری حملہ تھا اس لئے خدا نے شیطان کو شکست دینے کے لئے ہزارہا نشان ایک جگہ جمع کر دیئے لیکن پھر بھی جو لوگ انسانوں میں سے شیطان ہیں وہ نہیں مانتے اور محض افترا کے طور پر ناحق کے اعتراض پیش کر دیتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ کسی طرح خدا کا قائم کردہ سلسلہ نابود ہو جائے مگر خدا چاہتا ہے کہ اپنے سلسلہ کو اپنے ہاتھ سے مضبوط کرے جب تک کہ وہ کمال تک پہنچ جاوے۔“

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 332)

آخر میں پھر مسلمان امت مسلمہ اور مسلمان ممالک کے لئے دعا کی درخواست کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان میں، ان ملکوں میں امن اور سلامتی قائم فرمائے اور اس بات کو یہ تسلیم کر لیں کہ یہ امن وسلامتی اگر حقیقت میں قائم کرنی ہے تو اس کا صرف ایک ہی حل ہے، اللہ تعالیٰ نے جس کو امام مہدی بنا کر بھیجا ہے، جس کو امن قائم کرنے کے لئے دنیا میں بھیجا ہے اس کو یہ قبول کر لیں۔ اس مسیح محمدی کی پیروی کریں جس کی پیشگوئیاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی فرمائی تھیں۔ تو یہی ایک حل ہے جو ان کی نجات کا ذریعہ ہے اور اس سے وہ فتنے اور فساد اور دکھوں سے رہائی پا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18 /اپریل 2014ء تا 24 /اپریل 2014ء جلد 21 شمارہ 16 صفحہ 05 تا 09)

14

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 04 راپریل 2014ء بمطابق 04 شہادت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی محبت الٰہی سے متعلق کچھ تحریرات پیش کروں گا، ارشادات پیش کروں گا جن میں آپ نے محبت الٰہی کی حقیقت اور تعریف بھی بیان فرمائی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کا راز اور طریق اور اس کی گہرائی اور فلاسفی بھی بیان فرمائی ہے اور ہمارے سے، جو آپ کے ماننے والے ہیں جو آپ کی جماعت میں شامل ہیں محبت الٰہی کے بارے میں کیا توقعات رکھی ہیں۔ یہ سب بھی بیان فرمایا کہ ہماری کیا کوشش ہونی چاہئے اور اس کے کیا معیار ہونے چاہئیں۔ پس اس لحاظ سے ہر حوالہ ہی قابل غور ہے اور ہمارے لئے مشعل راہ ہے۔ اس لئے توجہ سے سننے کی ضرورت ہے تا کہ ہم محبت الٰہی کے مضمون کی روح کو سمجھتے ہوئے اس میں بڑھنے والے ہوں اور اضافہ کرنے والے ہوں اور اپنی اصلاح کرنے والے ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''محبت کوئی تصنع اور تکلف کا کام نہیں بلکہ انسانی قویٰ میں سے یہ بھی ایک قوت ہے۔ اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ دل کا ایک چیز کو پسند کر کے اس کی طرف کھنچے جانا اور جیسا کہ ہر یک چیز کے اصل خواص اس کے کمال کے وقت بدیہی طور پر محسوس ہوتے ہیں (بہت کھلے اور واضح محسوس ہوتے ہیں) یہی محبت کا حال ہے کہ اس کے جوہر بھی اس وقت کھلے کھلے ظاہر ہوتے ہیں کہ جب اتم اور اکمل درجہ پر پہنچ جائے۔''

(کمال اور اِتمام ایسی ہو جو اپنے انتہا کو پہنچ جائے) فرمایا کہ ''اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اُشْرِبُوْا فِيْ قُلُوْبِهِمُ

الْعِجْلَ (البقرۃ:94)۔ یعنی انہوں نے گوسالہ سے ایسی محبت کی کہ گویا ان کو گوسالہ شربت کی طرح پلا دیا گیا۔ درحقیقت جو شخص کسی سے کامل محبت کرتا ہے تو گویا اسے پی لیتا ہے یا کھا لیتا ہے اور اس کے اخلاق اور اس کے چال چلن کے ساتھ رنگین ہو جاتا ہے اور جس قدر زیادہ محبت ہوتی ہے اسی قدر انسان بالطبع اپنے محبوب کی صفات کی طرف کھینچا جاتا ہے یہاں تک کہ اسی کا روپ ہو جاتا ہے جس سے وہ محبت کرتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ جو شخص خدا سے محبت کرتا ہے وہ ظلّی طور پر بقدر اپنی استعداد کے اس نور کو حاصل کر لیتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے اور شیطان سے محبت کرنے والے وہ تاریکی حاصل کر لیتے ہیں جو شیطان میں ہے۔'' (یعنی فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو اپنانا یہی محبت کا راز ہے۔ معرفت کے ضمن میں بتایا گیا تھا کہ جب تک تمام صفات کا علم نہ ہو معرفت نہیں ہو سکتی اور معرفت کے بعد جب انسان مزید آگے بڑھتا ہے تو وہ محبت ہے اور محبت اسی وقت کامل ہوتی ہے جب اللہ تعالیٰ کی صفات کو اپنایا بھی جائے۔ صرف علم حاصل کرنا ہی ضروری نہیں بلکہ اسے اپنایا بھی جائے۔ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہوا جائے تو پھر اللہ تعالیٰ کا نور حاصل ہوتا ہے۔)

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 430)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ

''......محبت کی حقیقت بالالتزام اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان سچے دل سے اپنے محبوب کے تمام شمائل اور اخلاق اور عبادات پسند کرے اور ان میں فنا ہونے کے لئے بدل و جان ساعی ہو تا اپنے محبوب میں ہو کر وہ زندگی پاوے جو محبوب کو حاصل ہے۔ سچی محبت کرنے والا اپنے محبوب میں فنا ہو جاتا ہے۔ اپنے محبوب کے گریبان سے ظاہر ہوتا ہے اور ایسی تصویر اس کی اپنے اندر کھینچتا ہے کہ گویا اسے پی جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اس میں ہو کر اور اس کے رنگ میں رنگین ہو کر اور اس کے ساتھ ہو کر لوگوں پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ درحقیقت اس کی محبت میں کھویا گیا ہے۔''

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 431)

پھر محبت الٰہی کے معیار کی وضاحت فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ یہ ایک اقتباس ہے۔ اصل میں یہ پادری فتح مسیح کے خط کے جواب میں آپ فرما رہے ہیں جس نے کچھ اعتراضات کئے تھے اور آپ نے ان کے جواب دیئے۔ آپ نے فرمایا

''......آپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مسلمان لوگ خدا کے ساتھ بھی بلاغرض محبت نہیں کرتے ان کو

یہ تعلیم نہیں دی گئی کہ خدا اپنی خوبیوں کی وجہ سے محبت کے لائق ہے۔‘‘ (تو اس کا جواب یہ ہے۔ فرمایا) ’’پس واضح ہو کہ یہ اعتراض درحقیقت انجیل پر وارد ہوتا ہے نہ قرآن پر کیونکہ انجیل میں یہ تعلیم ہرگز موجود نہیں کہ خدا سے محبت ذاتی رکھنی چاہئے اور محبت ذاتی سے اس کی عبادت کرنی چاہئے مگر قرآن تو اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے۔ قرآن نے صاف فرما دیا ہے۔ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَذِكْرِكُمْ اٰبَآءَكُمْ اَوْاَشَدَّ ذِكْرًا......‘‘ (البقرة:201) اور پھر فرمایا ’’......وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ (البقرة:166) یعنی خدا کو ایسا یاد کرو جیسا کہ اپنے باپوں کو بلکہ اس سے بہت زیادہ۔ اور مومنوں کی یہی شان ہے کہ وہ سب سے بڑھ کر خدا سے محبت رکھتے ہیں یعنی ایسی محبت نہ وہ اپنے باپ سے کریں اور نہ اپنی ماں سے اور نہ اپنے دوسرے پیاروں سے اور نہ اپنی جان سے اور پھر فرمایا: حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ (الحجرات:8)۔ یعنی خدا نے تمہارا محبوب ایمان کو بنا دیا۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا اور پھر فرمایا۔ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِى الْقُرْبٰى (النحل:91) یہ آیت حق اللہ اور حق العباد پر مشتمل ہے اور اس میں کمال بلاغت یہ ہے کہ دونوں پہلو پر اللہ تعالیٰ نے اس کو قائم کیا ہے۔......‘‘ فرمایا کہ ’’......حق العباد کا پہلو تو ہم ذکر کر چکے ہیں......‘‘۔

اصل میں یہ جس کتاب کا حوالہ دیا جا رہا ہے وہ نور القرآن نمبر 2 ہے۔ اس میں آپ نے تفصیل سے ذکر فرمایا ہے۔ بہرحال اس میں پہلے حق العباد کا جو آپ نے ذکر فرمایا اس میں آپ نے وضاحت فرمائی ہے کہ وہ یہ ہیں کہ مؤمن کافر پر بھی شفقت کرے یہ حق العباد ہے اور گہرائی میں جا کر اگر اس کی ہمدردی کی ضرورت ہو تو ضرور کرے۔ اس کی جسمانی اور روحانی بیماریوں کا غمگسار رہو۔ یعنی چاہے وہ کافر ہی ہے اگر اس کو کسی قسم کی بیماری ہے۔ چاہے وہ روحانی بیماری ہے تو اس کے لئے غمگسار رہو۔ اور یہ ہیں حقوق العباد۔ یہاں اس بات کا بھی جواب آ گیا کہ کافر سے محبت کس طرح ہو؟ بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں Love for all۔ یہ کس طرح ہو سکتی ہے؟ تو فرمایا کہ اس کی ہمدردی اس کی اصلاح کرنا، اس کی ضرورت کو پورا کرنا اس سے محبت ہے نہ کہ محبت میں آ کر کافر کی کافرانہ باتوں اور اس کے دین کو اختیار کر لینا۔ ایک مؤمن سے جو محبت ہے اگر وہ حقیقی مؤمن ہے تو اس سے محبت یہ ہے کہ اس کی جو اچھی عادات ہیں، اس میں جو نیکیاں ہیں ان کو اختیار کرنا اور اگر اس میں کوئی برائیاں ہیں تو اس کو دین کے حوالے سے ان کو سمجھانا۔ لیکن جو عام انسانی ہمدردی ہے وہ ہر ایک کے لئے اس سے محبت ہے۔ محبت کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ہر ایک کی جو ذاتی برائیاں، عادات ہیں ان کو اپنا لیا جائے کہ ہمیں اس سے بڑی محبت ہے۔ پھر

حقوق العباد میں بھی آپ نے فرمایا کہ بھوکوں کو کھانا کھلانا، غلاموں کو آزاد کرنا، قرضداروں کے قرض ادا کرنا، جو زیر بار ہیں ان کا بار اٹھانا۔ پھر یہ کہ عدل کا بھی اس میں، حقوق العباد میں ذکر آ گیا، کہ عدل سے بڑھ کر پھر احسان کرو۔ اور احسان یہ ہے کہ بلا تخصیص مذہب وملت ہر ایک سے کرو اور یہی حقوق العباد ہیں اور یہ ان لوگوں کے حق ہیں جو ایک انسان کے لئے اس کی محبت میں ایک مؤمن ادا کرتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی رضا چاہنے کے لئے۔ اول محبت بہر حال خدا تعالیٰ کی ہے۔ پھر فرمایا کہ حق العباد کا ذکر تو ہم نے کر دیا۔

''......اور حق اللہ کے پہلو کی رو سے اس آیت کے (یعنی اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ ذِی الْقُرْبٰی (النحل:91)) کے یہ معنی ہیں کہ انصاف کی پابندی سے خدا تعالیٰ کی اطاعت کر کیونکہ جس نے تجھے پیدا کیا اور تیری پرورش کی اور ہر وقت کر رہا ہے اس کا حق ہے کہ تو بھی اس کی اطاعت کرے اور اگر اس سے زیادہ تجھے بصیرت ہو تو نہ صرف رعایت حق سے بلکہ احسان کی پابندی سے اس کی اطاعت کر کیونکہ وہ محسن ہے اور اس کے احسان اس قدر ہیں کہ شمار میں نہیں آ سکتے اور ظاہر ہے کہ عدل کے درجہ سے بڑھ کر وہ درجہ ہے جس میں اطاعت کے وقت احسان بھی ملحوظ رہے اور چونکہ ہر وقت مطالعہ اور ملاحظہ احسان کا محسن کی شکل اور شمائل کو ہمیشہ نظر کے سامنے لے آتا ہے اس لئے احسان کی تعریف میں یہ بات داخل ہے کہ ایسے طور سے عبادت کرے کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہا ہے اور......'' (یعنی محسن کی شکل جب سامنے آتی ہے تو تبھی اس کے احسان بھی یاد آتے ہیں یا جب احسان یاد کرے تو محسن کی شکل سامنے آ جائے تو انسان مزید زیر احسان ہوتا ہے۔ تو فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا احسان یہ ہے کہ ایسے طور سے عبادت کرو کہ گویا خدا تعالیٰ کو دیکھ رہے ہو اور درحقیقت خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے ہو۔ فرمایا کہ)

''......خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے درحقیقت تین قسم پر منقسم ہیں۔ اوّل وہ لوگ جو بباعث محجوبیت اور رویت اسباب کے احسان الٰہی کا اچھی طرح ملاحظہ نہیں کرتے۔'' (یعنی اللہ تعالیٰ تو پردے میں ہے ظاہر میں نہیں کہ انسانی شکل میں نظر آ جائے اور دنیاوی اسباب جو ہیں وہ نظر آ رہے ہوتے ہیں ان کا علم بھی ہوتا ہے اور انہیں محسوس بھی انسان کرتا ہے۔ پھر جب دنیاوی چیزیں سامنے نظر آ رہی ہوں تو یہ احساس نہیں رہتا کہ ان اسباب کو پیدا کرنے والی بھی کوئی ہستی ہے اور وہ خدا ہے۔ اس لئے ان دنیاوی چیزوں سے ایک انسان زیادہ محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ تین قسم پر یہ چیزیں ہیں پہلے وہ لوگ ہیں جو ملاحظہ نہیں کرتے، اللہ تعالیٰ کے احسانات کو اچھی طرح نہیں دیکھتے اور وجہ کیا ہے کہ وہ پردے میں ہے اور دوسرے اسباب جو ہیں وہ سامنے نظر آ رہے ہوتے ہیں۔ پھر فرماتے ہیں کہ) اور نہ وہ جوش ان میں پیدا ہوتا ہے جو

احسان کی عظمتوں پر نظر ڈال کر پیدا ہوا کرتا ہے اور نہ وہ محبت ان میں حرکت کرتی ہے جو محسن کی عنایات عظیمہ کا تصور کر کے جنبش میں آیا کرتی ہے بلکہ صرف ایک اجمالی نظر سے خدا تعالیٰ کے حقوق خالقیت وغیرہ کو تسلیم کر لیتے ہیں......‘‘ (اللہ کا احسان نہیں مانتے لیکن بہر حال مجموعی طور پر کیونکہ ایک ایمان ہوتا ہے، یہ دعویٰ ہوتا ہے کہ ہم مسلمان ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کا جو حق ہے یا اس کے مخلوق ہونے کا جو حق ہے وہ تسلیم کر لیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں پیدا کیا) فرمایا کہ ’’......اور احسان الٰہی کی ان تفصیلات کو جن پر ایک باریک نظر ڈالنا اس حقیقی محسن کو نظر کے سامنے لے آتا ہے ہرگز مشاہدہ نہیں کرتے‘‘ (عمومی طور پر تو کہہ دیتے ہیں کہ ہم خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں۔ خدا تعالیٰ سے محبت ہے لیکن ہر فائدہ جو وہ اُٹھا رہے ہوتے ہیں اس فائدہ کے اُٹھاتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے احسان کو سامنے نہیں رکھتے بلکہ دنیاوی فائدوں کو، دنیاوی اسباب کو سامنے رکھ رہے ہوتے ہیں۔ فرمایا وجہ کیا ہے اس کی؟) ’’......کیونکہ اسباب پرستی کا گرد و غبار مُسبّبِ حقیقی کا پورا چہرہ دیکھنے سے روک دیتا ہے‘‘ (کیونکہ ظاہری طور پر جو اسباب ہیں جن سے انسان فائدہ اُٹھا رہا ہوتا ہے، انہوں نے اس طرح ڈھانک لیا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ جو اِن سب اسباب کو پیدا کرنے والا ہے اس کا چہرہ نظر نہیں آتا۔ پھر کیونکہ اسباب پرستی ہے اس لئے مسبب حقیقی کا پورا چہرہ دیکھنے سے یہ چیز روک دیتی ہے) ’’اس لئے ان کو وہ صاف نظر میسر نہیں آتی جس سے کامل طور پر معطی حقیقی کا جمال مشاہدہ کر سکتے۔‘‘ (وہ جو ہر چیز عطا کرنے والا ہے اصل میں تو حقیقی طور پر وہی ہے جو ہر چیز دینے والا ہے اس کی جو خوبصورتی ہے اس کا جو حسن ہے وہ ہمارے سامنے نہیں آتا۔ تو فرمایا کہ) ’’سو ان کی ناقص معرفت رعایت اسباب کی کدورت سے ملی ہوئی ہوتی ہے اور بوجہ اس کے جو وہ خدا کے احسانات کو اچھی طرح دیکھ نہیں سکتے خود بھی اس کی طرف وہ التفات نہیں کرتے جو احسانات کے مشاہدہ کے وقت کرنی پڑتی ہے جس سے محسن کی شکل نظر کے سامنے آجاتی ہے بلکہ ان کی معرفت ایک دھندلی سی ہوتی ہے۔ وجہ یہ کہ وہ کچھ تو اپنی محنتوں اور اپنے اسباب پر بھروسہ رکھتے ہیں اور کچھ تکلف کے طور پر یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کا حق خالقیت اور رزاقیت ہمارے سر پر واجب ہے اور چونکہ خدا تعالیٰ انسان کو اس کے وسعت فہم سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اس لئے ان سے جب تک کہ وہ اس حالت میں ہیں یہی چاہتا ہے کہ اس کے حقوق کا شکر ادا کریں اور آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاۡمُرُ بِالۡعَدۡلِ (النحل: 91)۔ میں عدل سے مراد یہی اطاعت برعایت عدل ہے۔‘‘ (چونکہ ان کو پوری طرح علم نہیں، صرف اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور اس کے رازق ہونے کا جا ہے وہ زبانی ہو اظہار کر رہے ہوتے ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ بھی ان کی اسی حالت کو سامنے رکھتے ہوئے جتنا جتنا بھی شکر وہ ادا کر رہے

ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے عدل کا بھی تقاضا ہے کہ وہ اس کو اتنا ہی ان کے لئے کافی سمجھے اور وہ بھی یہی سمجھتے ہیں کہ ہم نے اللہ تعالیٰ کی خاطر کافی کچھ کرلیا) فرمایا کہ ''......مگر اس سے بڑھ کر ایک اور مرتبہ انسان کی معرفت کا ہے اور وہ یہ ہے کہ جیسا کہ ہم ابھی بیان کر چکے ہیں انسان کی نظر رویت اسباب سے بالکل پاک اور منزہ ہو کر خدا تعالیٰ کے فضل اور احسان کے ہاتھ کو دیکھ لیتی ہے اور اس مرتبہ پر انسان اسباب کے حجابوں سے بالکل باہر آ جاتا ہے اور یہ مقولہ کہ مثلاً میری اپنی ہی آبپاشی سے میری کھیتی ہوئی اور یا میرے اپنے ہی بازو سے یہ کامیابی مجھے ہوئی یا زید کی مہربانی سے فلاں مطلب میرا پورا ہوا اور بکر کی خبر گیری سے میں تباہی سے بچ گیا یہ تمام باتیں ہیچ اور باطل معلوم ہونے لگتی ہیں اور ایک ہی ہستی اور ایک ہی قدرت اور ایک ہی محسن اور ایک ہی ہاتھ نظر آتا ہے۔ تب انسان ایک صاف نظر سے جس کے ساتھ ایک ذرہ شرک فی الاسباب کی گرد و غبار نہیں خدا تعالیٰ کے احسانوں کو دیکھتا ہے اور یہ رویت اس قسم کی صاف اور یقینی ہوتی ہے کہ وہ ایسے محسن کی عبادت کرنے کے وقت اس کو غائب نہیں سمجھتا بلکہ یقیناً اس کو حاضر خیال کر کے اس کی عبادت کرتا ہے اور اس عبادت کا نام قرآن شریف میں اِحْسَان ہے۔ اور صحیح بخاری اور مسلم میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے احسان کے یہی معنی بیان فرمائے ہیں۔

اور اس درجہ کے بعد ایک اور درجہ ہے جس کا نام اِیْتَآءِ ذِی الْقُرْبٰی ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ جب انسان ایک مدت تک احسانات الٰہی کو بلا شرکت اسباب دیکھتا رہے اور اس کو حاضر اور بلا واسطہ محسن سمجھ کر اس کی عبادت کرتا رہے تو اس تصور اور تخیّل کا آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک ذاتی محبت اس کو جناب الٰہی کی نسبت پیدا ہو جائے گی۔ کیونکہ متواتر احسانات کا دائمی ملاحظہ بالضرورت شخص ممنون کے دل میں یہ اثر پیدا کرتا ہے'' (یعنی اس شخص کے دل میں جس پر احسان کیا جائے یہ اثر پیدا کرتا ہے) ''کہ وہ رفتہ رفتہ اس شخص کی ذاتی محبت سے بھر جاتا ہے جس کے غیر محدود احسانات اس پر محیط ہو گئے۔ پس اس صورت میں وہ صرف احسانات کے تصور سے اس کی عبادت نہیں کرتا بلکہ اس کی ذاتی محبت اس کے دل میں بیٹھ جاتی ہے جیسا کہ بچہ کو ایک ذاتی محبت اپنی ماں سے ہوتی ہے۔ پس اس مرتبہ پر وہ عبادت کے وقت صرف خدا تعالیٰ کو دیکھتا ہی نہیں بلکہ دیکھ کر سچے عشاق کی طرح لذت بھی اٹھاتا ہے اور تمام اغراض نفسانی معدوم ہو کر ذاتی محبت اس کی اندر پیدا ہو جاتی ہے اور یہ وہ مرتبہ ہے جس کو خدا تعالیٰ نے لفظ ایتائ ذی القربی سے تعبیر کیا ہے اور اسی کی طرف خدا تعالیٰ نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ اَوْ اَشَدَّ ذِکْرًا (البقرۃ: 201) غرض آیت اِنَّ اللّٰہَ یَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَآئِ

ذِی الْقُرْبٰی (النحل:91) کی یہ تفسیر ہے اور اس میں خدا تعالیٰ نے تینوں مرتبے انسانی معرفت کے بیان کر دیئے اور تیسرے مرتبہ کو محبت ذاتی کا مرتبہ قرار دیا اور یہ وہ مرتبہ ہے جس میں تمام اغراض نفسانی جل جاتے ہیں اور دل ایسا محبت سے بھر جاتا ہے جیسا کہ ایک شیشہ عطر سے بھرا ہوا ہوتا ہے اسی مرتبہ کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّشْرِيْ نَفْسَهُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ (البقرة:208)۔ یعنی بعض مومن لوگوں میں سے وہ بھی ہیں کہ اپنی جانیں رضاء الٰہی کے عوض میں بیچ دیتے ہیں اور خدا ایسوں ہی پر مہربان ہے۔ اور پھر فرمایا بَلٰى مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ (البقرة:113)۔ یعنی وہ لوگ نجات یافتہ ہیں جو خدا کو اپنا وجود حوالہ کر دیں اور اس کی نعمتوں کے تصور سے اس طور سے اس کی عبادت کریں کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہیں۔ سو ایسے لوگ خدا کے پاس سے اجر پاتے ہیں اور نہ ان کو کچھ خوف ہے اور نہ وہ کچھ غم کرتے ہیں یعنی ان کا مدّعا خدا اور خدا کی محبت ہو جاتی ہے اور خدا کے پاس کی نعمتیں ان کا اجر ہوتا ہے اور پھر ایک جگہ فرمایا۔ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّ يَتِيْمًا وَّ اَسِيْرًا اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَآءً وَّلَا شُكُوْرًا (الدھر:9-10) یعنی مومن وہ ہیں جو خدا کی محبت سے مسکینوں اور یتیموں اور قیدیوں کو روٹی کھلاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اس روٹی کھلانے سے تم سے کوئی بدلہ اور شکر گذاری نہیں چاہتے اور نہ ہماری کچھ غرض ہے ان تمام خدمات سے صرف خدا کا چہرہ ہمارا مطلب ہے۔ اب سوچنا چاہئے کہ ان تمام آیات سے کس قدر صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ قرآن شریف نے اعلیٰ طبقہ عبادت الٰہی اور اعمال صالحہ کا یہی رکھا ہے کہ محبت الٰہی اور رضاء الٰہی کی طلب سچے دل سے ظہور میں آوے۔ ...... خدا تعالیٰ نے تو اس دین کا نام اسلام اس غرض سے رکھا ہے کہ تا انسان خدا تعالیٰ کی عبادت نفسانی اغراض سے نہیں بلکہ طبعی جوش سے کرے (خدا تعالیٰ کی عبادت نفسانی اغراض سے نہیں، ضرورتیں پوری کرنے کے لئے عبادت نہیں کرنی بلکہ طبعی جوش سے کرے) کیونکہ اسلام تمام اغراض کے چھوڑ دینے کے بعد رضا بقضا کا نام ہے۔ دنیا میں بجز اسلام ایسا کوئی مذہب نہیں جس کے یہ مقاصد ہوں۔ بے شک خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت جتلانے کے لئے مومنوں کو انواع اقسام کی نعمتوں کے وعدے دیئے ہیں مگر مومنوں کو جو اعلیٰ مقام کے خواہش مند ہیں یہی تعلیم دی ہے کہ وہ محبت ذاتی سے خدا تعالیٰ کی عبادت کریں۔"

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 436 تا 441)

اصل عبادت وہی ہے جو محبت ذاتی سے ہو نہ کہ کسی فائدے کے لئے۔ پھر ایک جگہ سچی محبت کی علامت بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

''......محبت عجیب چیز ہے۔ اس کی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلے کو بھسم کر دیتی ہے۔ سچی اور ذاتی اور کامل محبت کے ساتھ عذاب جمع ہو ہی نہیں سکتا اور سچی محبت کے علامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ اس کی فطرت میں یہ بات منقوش ہوتی ہے کہ اپنے محبوب کے قطع تعلق کا اُس کو نہایت خوف ہوتا ہے اور ایک ادنیٰ سے ادنیٰ قصور کے ساتھ اپنے تئیں ہلاک شدہ سمجھتا ہے اور اپنے محبوب کی مخالفت کو اپنے لئے ایک زہر خیال کرتا ہے اور نیز اپنے محبوب کے وصال کے پانے کے لئے نہایت بے تاب رہتا ہے اور بُعد اور دُوری کے صدمہ سے ایسا گداز ہوتا ہے کہ بس مر ہی جاتا ہے۔ اس لئے وہ صرف ان باتوں کو گناہ نہیں سمجھتا کہ جو عوام سمجھتے ہیں کہ قتل نہ کر۔ خون نہ کر۔ زنا نہ کر۔ چوری نہ کر۔ جھوٹی گواہی نہ دے۔ بلکہ وہ ایک ادنیٰ غفلت کو اور ادنیٰ التفات کو جو خدا کو چھوڑ کر غیر کی طرف کی جائے ایک کبیرہ گناہ خیال کرتا ہے۔ اس لئے اپنے محبوب ازلی کی جناب میں دوام استغفار اس کا ورد ہوتا ہے۔'' (باقاعدگی سے استغفار کرتا رہتا ہے) ''اور چونکہ اس بات پر اس کی فطرت راضی نہیں ہوتی کہ وہ کسی وقت بھی خدا تعالیٰ سے الگ رہے اس لئے بشریت کے تقاضا سے ایک ذرّہ غفلت بھی اگر صادر ہو تو اس کو ایک پہاڑ کی طرح گناہ سمجھتا ہے۔ یہی بھید ہے کہ خدا تعالیٰ سے پاک اور کامل تعلق رکھنے والے ہمیشہ استغفار میں مشغول رہتے ہیں کیونکہ یہ محبت کا تقاضا ہے کہ ایک محب صادق کو ہمیشہ یہ فکر لگی رہتی ہے کہ اس کا محبوب اس پر ناراض نہ ہو جائے اور چونکہ اس کے دل میں ایک پیاس لگا دی جاتی ہے کہ خدا کامل طور پر اس سے راضی ہو اس لئے اگر خدا تعالیٰ یہ بھی کہے کہ میں تجھ سے راضی ہوں تب بھی وہ اس قدر پر صبر نہیں کر سکتا کیونکہ جیسا کہ شراب کے دَور کے وقت ایک شراب پینے والا ہر دم ایک مرتبہ پی کر پھر دوسری مرتبہ مانگتا ہے۔ اسی طرح جب انسان کے اندر محبت کا چشمہ جوش مارتا ہے تو وہ محبت طبعاً یہ تقاضا کرتی ہے کہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو......'' (اگر اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا میں راضی ہوں تو بیٹھ نہیں جانا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی اطلاع ہونا اس شخص کو مزید استغفار میں اور عبادتوں میں مائل کرتی ہے اور بجالانے کی طرف توجہ دلاتی ہے) فرمایا ''......پس محبت کی کثرت کی وجہ سے استغفار کی بھی کثرت ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خدا سے کامل طور پر پیار کرنے والے ہر دم اور ہر لحظہ استغفار کو اپنا ورد رکھتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر معصوم کی یہی نشانی ہے کہ وہ سب سے زیادہ استغفار میں مشغول رہے۔ اور استغفار کے حقیقی معنی یہ ہیں کہ ہر ایک لغزش

اور قصور جو بوجہ ضعف بشریت انسان سے صادر ہوسکتی ہے اس امکانی کمزوری کو دور کرنے کے لئے خدا سے مدد مانگی جائے تا خدا کے فضل سے وہ کمزوری ظہور میں نہ آوے۔ اور مستور و مخفی رہے۔" (چھپی رہے کمزوری۔ ظاہر نہ ہو) "پھر بعد اس کے استغفار کے معنی عام لوگوں کے لئے وسیع کئے گئے اور یہ امر بھی استغفار میں داخل ہوا کہ جو کچھ لغزش اور قصور صادر ہو چکا خدا تعالیٰ اس کے بدنتائج اور زہریلی تاثیروں سے دنیا اور آخرت میں محفوظ رکھے۔ پس نجات حقیقی کا سرچشمہ محبت ذاتی خدائے عزّوجل کی ہے جو عجز و نیاز اور دائمی استغفار کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔ اور جب انسان کمال درجہ تک اپنی محبت کو پہنچاتا ہے اور محبت کی آگ سے اپنے جذبات نفسانیت کو جلا دیتا ہے تب یکدفعہ ایک شعلہ کی طرح خدا تعالیٰ کی محبت جو خدا تعالیٰ اس سے کرتا ہے اس کے دل پر گرتی ہے اور اس کو سفلی زندگی کے گندوں سے باہر لے آتی ہے اور خدائے حیّ وقیّوم کی پاکیزگی کا رنگ اس کے نفس پر چڑھ جاتا ہے بلکہ تمام صفاتِ الٰہیہ سے ظلّی طور پر اس کو حصّہ ملتا ہے۔ تب وہ تجلیات الٰہیہ کا مظہر ہو جاتا ہے اور جو کچھ ربوبیت کے ازلی خزانہ میں مکتوم و مستور ہے" (چھپا ہوا ہے) "اس کے ذریعہ سے وہ اسرار دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں۔ چونکہ وہ خدا جس نے اس دنیا کو پیدا کیا ہے بخیل نہیں ہے بلکہ اس کے فیوض دائمی ہیں اور اس کے اسماء اور صفات کبھی معطّل نہیں ہو سکتے۔......"

(چشمۂ مسیحی، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 378-380)

پھر اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ گناہوں کو دور کرنا اور اعمال صالحہ بجالانا بغیر خدا تعالیٰ کی محبت کے ممکن نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ

"......گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور خدا کی پُرجوش محبت اور محبانہ یادِ الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو۔ اور جیسا کہ ایک درخت جب زمین سے اکھڑ جائے اور پانی چوسنے کے قابل نہ رہے تو وہ دن بدن خشک ہونے لگتا ہے اور اس کی تمام سرسبزی برباد ہو جاتی ہے۔ یہی حال اس انسان کا ہوتا ہے جس کا دل خدا کی محبت سے اکھڑا ہوا ہوتا ہے۔ پس خشکی کی طرح گناہ اس پر غلبہ کرتا ہے سو اس خشکی کا علاج خدا کے قانون قدرت میں تین طور سے ہے۔ (۱) ایک محبت (۲) استغفار جس کے معنے ہیں دبانے اور ڈھانکنے کی خواہش۔ کیونکہ جب تک مٹی میں درخت کی جڑ جمی رہے تب تک وہ سرسبزی کا امیدوار ہوتا ہے۔ (۳) تیسرا علاج توبہ ہے۔ یعنی زندگی کا پانی کھینچنے کے لئے تذلّل کے ساتھ خدا کی طرف پھرنا اور اس سے اپنے تئیں نزدیک کرنا اور معصیت کے حجاب سے اعمال

صالحہ کے ساتھ اپنے تئیں باہر نکالنا۔‘‘

یعنی گناہوں کا جو پردہ پڑا ہوا ہے اس کو دور کرنے کے لئے اعمال صالحہ کی ضرورت ہے اور اعمال صالحہ بجالانے کے لئے جو اس پردے کو دور کر دیں جیسا کہ میں خطبات میں چند ماہ پہلے یا چند ہفتوں پہلے بھی بیان کر چکا ہوں کہ ان کے لئے پھر قوت ارادی اور علم کا پیدا ہونا اور قوت عملی کی ضرورت ہے، تبھی یہ حجاب دور ہوتے ہیں اور اعمال صالحہ کرنے کی توفیق ملتی ہے اور پھر ان برائیوں سے انسان باہر آتا ہے۔

فرمایا: ’’......اور توبہ صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمال صالحہ کے ساتھ ہے۔‘‘ (کہ زبان سے توبہ کہنا کوئی ضروری نہیں بلکہ توبہ اسی وقت ہے، یہ توبہ اسی وقت مکمل ہوگی، اسی وقت توبہ سمجھی جائے گی جب اعمال صالحہ بھی ساتھ ساتھ بجالائے جا رہے ہوں) ’’تمام نیکیاں توبہ کی تکمیل کے لئے ہیں کیونکہ سب سے مطلب یہ ہے کہ ہم خدا سے نزدیک ہو جائیں۔ دعا بھی توبہ ہے کیونکہ اس سے بھی ہم خدا کا قرب ڈھونڈتے ہیں۔ اسی لئے خدا نے انسان کی جان کو پیدا کر کے اس کا نام روح رکھا۔ کیونکہ اس کی حقیقی راحت اور آرام خدا کے اقرار اور اسکی محبت اور اسکی اطاعت میں ہے۔ اور اس کا نام نفس رکھا کیونکہ وہ خدا سے اتّحاد پیدا کرنیوالا ہے......‘‘ (روح اس لئے رکھا کہ اس کو خدا کی محبت میں راحت ملتی ہے اس کو اور نفس اس لئے کہ نفس میں خدا تعالیٰ سے جڑنے کی صلاحیت ہے۔ یہ نکتہ آپؑ نے بیان فرمایا کہ خدا نے انسان کی جان کو پیدا کر کے اس کا نام اس لئے روح رکھا کیونکہ اس کی حقیقی راحت اور آرام خدا کے اقرار اور اس کی محبت اور اس کی اطاعت میں ہے۔ روح کی راحت اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں انسان فنا ہو جائے اس کے احکامات کی پابندی کرے، اطاعت کرے۔ نفس اس لئے رکھا کیونکہ وہ خدا سے اتحاد پیدا کرنے والا ہے یعنی خدا تعالیٰ کے ساتھ جڑنے کی اس میں صلاحیت موجود ہے) فرمایا کہ ’’......خدا سے دل لگانا ایسا ہوتا ہے جیسا کہ باغ میں وہ درخت ہوتا ہے جو باغ کی زمین سے خوب پیوستہ ہوتا ہے۔ یہی انسان کا جنت ہے۔ اور جس طرح درخت زمین کے پانی کو چوستا اور اپنے اندر کھینچتا اور اس سے اپنے زہریلے بخارات باہر نکالتا ہے اسی طرح انسان کے دل کی حالت ہوتی ہے کہ وہ خدا کی محبت کا پانی چوس کر زہریلے مواد کے نکالنے پر قوت پاتا ہے اور بڑی آسانی سے اُن مواد کو دفع کرتا ہے۔ اور خدا میں ہو کر پاک نشوونما پاتا جاتا ہے۔ اور بہت پھیلتا اور خوشنما سرسبزی دکھلاتا اور اچھے پھل لاتا ہے۔ مگر جو خدا میں پیوستہ نہیں وہ نشوونما دینے والے پانی کو چوس نہیں سکتا اس لئے دم بدم خشک ہوتا چلا جاتا ہے۔ آخر پتے بھی گر جاتے ہیں اور خشک اور بدشکل ٹہنیاں رہ جاتی ہیں۔ پس چونکہ گناہ کی خشکی بے تعلقی سے پیدا ہوتی ہے اس لئے اس خشکی

کے دور کرنے کے لئے سیدھا علاج مستحکم تعلق ہے۔" (اپنا مضبوط تعلق اللہ تعالیٰ سے پیدا کرو تبھی یہ خشکی دور ہوگی۔ نہیں تو سوکھے ہوئے درخت کی طرح انسان روحانی لحاظ سے بالکل ختم ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ) "جس پر قانون قدرت گواہی دیتا ہے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہ اشارہ کر کے فرماتا ہے۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفۡسُ الۡمُطۡمَئِنَّةُ ارۡجِعِیۡۤ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرۡضِیَّةً فَادۡخُلِیۡ فِیۡ عِبٰدِیۡ وَادۡخُلِیۡ جَنَّتِیۡ۔ (الفجر: 28-31) یعنی اے وہ نفس جو خدا سے آرام یافتہ ہے اپنے رب کی طرف واپس چلا آ۔ وہ تجھ سے راضی اور تو اس سے راضی۔ پس میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میرے بہشت کے اندر آ......" فرمایا کہ "......غرض گناہ کے دور کرنے کا علاج صرف خدا کی محبت اور عشق ہے۔ لہٰذا وہ تمام اعمال صالحہ جو محبت اور عشق کے سرچشمہ سے نکلتے ہیں گناہ کی آگ پر پانی چھڑکتے ہیں کیونکہ انسان خدا کیلئے نیک کام کر کے اپنی محبت پر مہر لگاتا ہے۔ خدا کو اس طرح پر مان لینا کہ اس کو ہر ایک چیز پر مقدم رکھنا یہاں تک کہ اپنی جان پر بھی۔ یہ وہ پہلا مرتبہ محبت ہے جو درخت کی اس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وہ زمین میں لگایا جاتا ہے۔ اور پھر دوسرا مرتبہ استغفار جس سے یہ مطلب ہے کہ خدا سے الگ ہو کر انسانی وجود کا پردہ نہ کھل جائے۔ اور یہ مرتبہ درخت کی اس حالت سے مشابہ ہے جبکہ وہ زور کر کے پورے طور پر اپنی جڑ زمین میں قائم کر لیتا ہے اور پھر تیسرا مرتبہ توبہ جو اس حالت کے مشابہ ہے کہ جب درخت اپنی جڑیں پانی سے قریب کر کے بچہ کی طرح اس کو چوستا ہے۔ غرض گناہ کی فلاسفی یہی ہے کہ وہ خدا سے جدا ہو کر پیدا ہوتا ہے۔ لہٰذا اس کا دور کرنا خدا کے تعلق سے وابستہ ہے۔ پس وہ کیسے نادان لوگ ہیں جو کسی کی خودکشی کو گناہ کا علاج کہتے ہیں۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن۔ جلد 12 صفحہ 328 تا 330)

پھر اللہ تعالیٰ کے قرب پانے کے ذریعہ کا ذکر فرماتے ہوئے آپ ایک جگہ فرماتے ہیں۔

"قرآن شریف ......اس تعلیم کو پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدارِ الٰہی میسر آ سکتا ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ مَنۡ کَانَ یَرۡجُوۡا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلۡیَعۡمَلۡ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا یُشۡرِكۡ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا (الکھف: 111) یعنی جو شخص چاہتا ہے کہ اسی دنیا میں اس خدا کا دیدار نصیب ہو جائے جو حقیقی خدا اور پیدا کنندہ ہے۔ پس چاہئے کہ وہ ایسے نیک عمل کرے جن میں کسی قسم کا فساد نہ ہو۔ یعنی عمل اس کے نہ لوگوں کے دکھلانے کے لئے ہوں نہ ان کی وجہ سے دل میں تکبر پیدا ہو کہ میں ایسا ہوں اور ایسا ہوں اور نہ وہ عمل ناقص اور ناتمام ہوں اور نہ ان میں کوئی ایسی بدبو ہو جو محبت

ذاتی کے برخلاف ہو بلکہ چاہئے کہ صدق اور وفاداری سے بھرے ہوئے ہوں اور ساتھ اس کے یہ بھی چاہئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو۔ نہ سورج نہ چاند نہ آسمان کے ستارے نہ ہوا نہ آگ نہ پانی نہ کوئی اور زمین کی چیز معبود ٹھہرائی جائے اور نہ دنیا کے اسباب کو ایسی عزت دی جائے اور ایسا ان پر بھروسہ کیا جائے کہ گویا وہ خدا کے شریک ہیں اور نہ اپنی ہمت اور کوشش کو کچھ چیز سمجھا جائے کہ یہ بھی شرک کے قسموں میں سے ایک قسم ہے بلکہ سب کچھ کر کے یہ سمجھا جائے کہ ہم نے کچھ نہیں کیا۔ اور نہ اپنے علم پر کوئی غرور کیا جائے اور نہ اپنے عمل پر کوئی ناز۔ بلکہ اپنے تئیں فی الحقیقت جاہل سمجھیں اور کاہل سمجھیں اور خدا تعالیٰ کے آستانہ پر ہر ایک وقت روح گری رہے اور دعاؤں کے ساتھ اس کے فیض کو اپنی طرف کھینچا جائے اور اس شخص کی طرح ہو جائیں کہ جو سخت پیاسا اور بے دست و پا بھی ہے اور اس کے سامنے ایک چشمہ نمودار ہوا ہے نہایت صافی اور شیریں۔ پس اس نے افتاں وخیزاں بہرحال اپنے تئیں اس چشمہ تک پہنچا دیا اور اپنی لبوں کو اس چشمہ پر رکھ دیا اور علیحدہ نہ ہوا جب تک سیراب نہ ہوا۔''

(لیکچر لاہور روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 154)

پھر محبت الٰہی کے معیار کا ذکر فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''اگر یہ معلوم کر لو کہ تم میں ایک عاشق صادق کی سی محبت ہے جس طرح وہ اس کے ہجر میں، اس کے فراق میں بھوکا مرتا ہے پیاس سہتا ہے نہ کھانے کی ہوش نہ پانی کی پرواہ۔ نہ اپنے تن بدن کی کچھ خبر اسی طرح تم بھی خدا کی محبت میں ایسے محو ہو جاؤ کہ تمہارا وجود ہی درمیان سے گم ہو جاوے پھر اگر ایسے تعلق میں انسان مر بھی جاوے تو بڑا ہی خوش قسمت ہے۔ ہمیں تو ذاتی محبت سے کام ہے۔ نہ کشوف سے غرض نہ الہام کی پرواہ'' (یہ لوگ کہتے ہیں ناں کہ کشف ہوا یا الہام ہوا ہے۔ ذاتی محبت اللہ تعالیٰ سے ہو تو وہ اصل چیز ہے۔ یہ نہیں کہ کتنے الہام ہوئے اور کتنے کشف آئے اور کتنی سچی خوابیں آئیں) ''دیکھو ایک شرابی شراب کے جام کے جام پیتا ہے اور لذّت اٹھاتا ہے۔ اسی طرح تم اس کی ذاتی محبت کے جام بھر بھر کے پیو۔ جس طرح وہ دریا نوش ہوتا ہے اسی طرح تم بھی کبھی سیر نہ ہونے والے بنو۔ جب تک انسان اس امر کو محسوس نہ کر لے کہ میں محبت کے ایسے درجہ کو پہنچ گیا ہوں کہ اب عاشق کہلا سکوں تب تک پیچھے ہرگز نہ ہٹے۔ قدم آگے ہی آگے رکھتا جاوے اور اس جام کو منہ سے نہ ہٹائے۔ اپنے آپ کو اس کے لیے بیقرار و شیدا و مضطرب بنا لو۔ اگر اس درجہ تک نہیں پہنچے تو کوڑی کے کام کے نہیں۔ ایسی محبت ہو کہ خدا کی محبت کے مقابل پر کسی چیز کی پرواہ نہ ہو۔ نہ کسی قسم کی طمع کے مطیع بنو اور نہ کسی قسم کے

خوف کا تمہیں خوف ہو۔‘‘

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 173-172)

پھر فرماتے ہیں ’’جب اللہ تعالیٰ سے بالکل راضی ہو جاوے اور کوئی شکوہ شکایت نہ رہے اس وقت محبت ذاتی بیدار ہو جاتی ہے۔ اور جب تک اللہ تعالیٰ سے محبت ذاتی پیدا نہ ہو تو ایمان بڑے خطرہ کی حالت میں ہے لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آ جاتا ہے۔ اس ذاتی محبت کو دعا سے حاصل کرنا چاہئے۔ جب تک یہ محبت پیدا نہ ہو انسان نفس امارہ کے نیچے رہتا ہے اور اس کے پنجہ میں گرفتار رہتا ہے اور ایسے لوگ جو نفس امارہ کے نیچے ہیں ان کا قول ہے (پنجابی میں فرمایا کہ) ’’ایہہ جہان مٹھا اگلا کن ڈٹھا‘‘ (یعنی یہ جہان تو میٹھا میٹھا ہے اگلا جہاں پتا نہیں آنا ہے کہ نہیں آنا، کون سا ہم نے دیکھا ہے)’’ یہ لوگ بڑی خطرناک حالت میں ہوتے ہیں اور لوّامہ والے ایک گھڑی میں ولی اور ایک گھڑی میں شیطان ہو جاتے ہیں۔‘‘ (دوسری حالت لوامہ کی ہے۔ ان کی حالت یہ ہے کہ ایک وقت میں تو ولی ہو جاتے ہیں اور دوسرے وقت میں شیطان بھی ہو جاتے ہیں۔ اوپر نیچے حالت ہوتی ہے۔)’’ان کا ایک رنگ نہیں رہتا کیونکہ ان کی لڑائی نفس کے ساتھ شروع ہوتی ہے جس میں کبھی وہ غالب اور کبھی مغلوب ہوتے ہیں تاہم یہ لوگ محل مدح میں ہوتے ہیں کیونکہ ان سے نیکیاں بھی سرزد ہوتی ہیں اور خوفِ خدا بھی ان کے دل میں ہوتا ہے لیکن نفس مطمئنہ والے بالکل فتح مند ہوتے ہیں اور وہ سارے خطروں اور خوفوں سے نکل کر امن کی جگہ میں جا پہنچتے ہیں۔ وہ اس دارالاماں میں ہوتے ہیں جہاں شیطان نہیں پہنچ سکتا۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 251-250)

پھر ایک مؤمن کے عشق الٰہی کے معیار کے بارے میں فرمایا کہ

’’مؤمن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے اور وہ اپنے عشق میں صادق ہوتا ہے اور اپنے معشوق یعنی خدا کے لیے کامل اخلاص اور محبت اور جان فدا کرنے والا جوش اپنے اندر رکھتا ہے اور تضرع اور ابتہال اور ثابت قدمی سے اس کے حضور میں قائم ہوتا ہے۔ دنیا کی کوئی لذت اس کے لیے لذت نہیں ہوتی۔ اس کی روح اسی عشق میں پرورش پاتی ہے۔ معشوق کی طرف سے استغنا دیکھ کر وہ گھبراتا نہیں۔ اس طرف سے خاموشی اور بے التفاتی بھی معلوم کر کے وہ کبھی ہمت نہیں ہارتا بلکہ ہمیشہ قدم آگے ہی رکھتا ہے اور درد دل زیادہ سے زیادہ پیدا کرتا جاتا ہے۔ ان دونوں چیزوں کا ہونا ضروری ہے کہ مومن عاشق‘‘ (جو مؤمن عاشق ہے)’’ کی طرف سے محبت الٰہی میں پورا استغراق ہو۔‘‘ (مؤمن عاشق بن کے محبت الٰہی میں پوری طرح

غرق ہو جائے اور) ’’عشق کمال ہو، محبت میں سچا جوش اور عہد عشق میں ثابت قدمی ایسی کوٹ کوٹ کے بھری ہو کہ جس کو کوئی صدمہ جنبش میں نہ لا سکے‘‘ (جس کو کوئی صدمہ ہلا نہ سکے) ’’اور معشوق کی طرف سے کبھی کبھی بے پرواہی اور خاموشی ہو۔ درد دو قسم کا موجود ہو۔ ایک تو وہ جو اللہ تعالیٰ کی محبت کا درد ہو۔ دوسرا وہ جو کسی کی مصیبت پر دل میں درد اٹھے اور خیر خواہی کے لیے اضطراب پیدا ہو۔ اور اس کی اعانت کے لیے بے چینی پیدا ہو۔ خدا تعالیٰ کی محبت کے لیے جو اخلاص اور درد ہوتا ہے اور ثابت قدمی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے وہ انسان کو بشریت سے الگ کر کے الوہیت کے سایہ میں لا ڈالتا ہے۔ جب تک اس کی حد تک درد اور عشق نہ پہنچ جائے کہ جس میں غیر اللہ سے محویت حاصل ہو جائے اس وقت تک انسان خطرات میں پڑا رہتا ہے۔ ان خطرات کا استیصال بغیر اس امر کے مشکل ہوتا ہے کہ انسان غیر اللہ سے بکلی منقطع ہو کر اسی کا ہو جائے اور اس کی رضا میں داخل ہونا بھی محال ہوتا ہے اور اس کی مخلوق کے لیے ایسا درد ہونا چاہئے جس طرح ایک نہایت ہی مہربان والدہ اپنے ناتواں پیارے بچے کے لیے دل میں سچا جوش محبت رکھتی ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 42-41)

یعنی کہ اللہ تعالیٰ کے غیر سے بالکل تعلق قطع کر لینا اور دوسرے اللہ تعالیٰ کی مخلوق کا درد بھی دل میں رکھنا چاہئے۔ یہ اصل ہے جو ایک صحیح مؤمن کے دل میں ہوتا ہے جو اللہ تعالیٰ کا عاشق ہو۔ پھر فرمایا:

’’اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق قوی اور محبت صافی تب ہو سکتی ہے جب اس کی ہستی کا پتہ لگے۔ دنیا اس قسم کے شبہات کے ساتھ خراب ہوئی ہے۔ بہت سے تو کھلے طور پر دہریہ ہو گئے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دہریہ تو نہیں ہوئے مگر ان کے رنگ میں رنگین ہیں اور اسی وجہ سے دین میں سست ہو رہے ہیں۔ اس کا علاج یہی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں تا ان کی معرفت زیادہ ہو اور صادقوں کی صحبت میں رہیں جس سے وہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور تصرف کے تازہ بتازہ نشان دیکھتے رہیں۔ پھر وہ جس طرح پر چاہے گا اور جس راہ سے چاہے گا معرفت بڑھا دے گا اور بصیرت عطا کرے گا اور ثلج قلب ہو جائے گا‘‘۔ (یعنی دل تسلی پائے گا) یہ بالکل سچ ہے کہ جس قدر اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی عظمت پر ایمان ہو گا اسی قدر اللہ تعالیٰ سے محبت اور خوف ہو گا ورنہ غفلت کے ایام میں جرائم پر دلیر ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ سے محبت اور اس کی عظمت اور جبروت کا رعب اور خوف ہی دو ایسی چیزیں ہیں جن سے گناہ جل جاتے ہیں اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ انسان جن اشیاء سے ڈرتا ہے، پرہیز کرتا ہے۔ مثلاً جانتا ہے کہ آگ جلا دیتی ہے اس لیے آگ میں ہاتھ نہیں ڈالتا۔ یا مثلاً اگر یہ علم

ہو کہ فلاں جگہ سانپ ہے تو اس راستہ سے نہیں گذرے گا۔ اسی طرح اگر اس کو یہ یقین ہو جاوے کہ گناہ کا زہر اس کو ہلاک کر دیتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی عظمت سے ڈرے اور اس کو یقین ہو کہ وہ گناہ کو ناپسند کرتا ہے اور گناہ پر سخت سزا دیتا ہے تو اس کو گناہ پر دلیری اور جرأت نہ ہو۔ زمین پر پھر اس طرح سے چلتا ہے جیسے مردہ چلتا ہے۔ اسکی روح ہر وقت خدا تعالیٰ کے پاس ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 63-62)

پھر فرمایا کہ ''انسان جب خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ میں پڑ کر اپنی تمام ہستی کو جلا دیتا ہے تو وہی محبت کی موت اس کو ایک نئی زندگی بخشتی ہے۔ کیا تم نہیں سمجھ سکتے کہ محبت بھی ایک آگ ہے اور گناہ بھی ایک آگ ہے۔ پس یہ آگ جو محبت الٰہی کی آگ ہے گناہ کی آگ کو معدوم کر دیتی ہے۔ یہی نجات کی جڑھ ہے۔''

(قادیان کے آریہ اور ہم، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 448)

خاص طور پر جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''خدا نہ معمولی طور پر بلکہ نشان کے طور پر کامل متقی کو بلا سے بچاتا ہے ہر یک مکار یا نادان متقی ہونے کا دعویٰ کرتا ہے مگر متقی وہ ہے جو خدا کے نشان سے متقی ثابت ہو۔ ہر ایک کہہ سکتا ہے کہ میں خدا سے پیار کرتا ہوں۔ مگر خدا سے پیار وہ کرتا ہے جس کا پیار آسمانی گواہی سے ثابت ہو۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ میرا مذہب سچا ہے مگر سچا مذہب اس شخص کا ہے جس کو اسی دنیا میں نور ملتا ہے۔ اور ہر ایک کہتا ہے کہ مجھے نجات ملے گی مگر اس قول میں سچا وہ شخص ہے جو اسی دنیا میں نجات کے انوار دیکھتا ہے۔ سو تم کوشش کرو کہ خدا کے پیارے ہو جاؤ تا تم ہر ایک آفت سے بچائے جاؤ۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 82)

پھر خدا کی محبت ہمیں اپنے دلوں میں پیدا کرنے کے لئے کس طرز سے آپ نے نصیحت فرمائی ہے، اس کی ایک مثال دیتا ہوں۔ فرمایا کہ

''کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب

کرے گا۔ یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دَف سے مَیں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سن لیں اور کس دوا سے مَیں علاج کروں تا سننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔ اگر تم خدا کے ہو جاؤ گے تو یقیناً سمجھو کہ خدا تمہارا ہی ہے۔ تم سوئے ہوئے ہو گے اور خدا تعالیٰ تمہارے لئے جاگے گا۔ تم دشمن سے غافل ہو گے اور خدا اسے دیکھے گا اور اس کے منصوبے کو توڑے گا۔ تم ابھی تک نہیں جانتے کہ تمہارے خدا میں کیا کیا قدرتیں ہیں اور اگر تم جانتے تو تم پر کوئی ایسا دن نہ آتا کہ تم دنیا کے لئے سخت غمگین ہو جاتے۔ ایک شخص جو ایک خزانہ اپنے پاس رکھتا ہے کیا وہ ایک پیسہ کے ضائع ہونے سے روتا ہے اور چیخیں مارتا ہے اور ہلاک ہونے لگتا ہے پھر اگر تم کو اس خزانہ کی اطلاع ہوتی کہ خدا تمہارا ہر ایک حاجت کے وقت کام آنے والا ہے تو تم دنیا کے لئے ایسے بے خود کیوں ہوتے۔ خدا ایک پیارا خزانہ ہے اس کی قدر کرو کہ وہ تمہارے ہر ایک قدم میں تمہارا مددگار ہے۔ تم بغیر اس کے کچھ بھی نہیں اور نہ تمہارے اسباب اور تدبیریں کچھ چیز ہیں۔ غیر قوموں کی تقلید نہ کرو کہ جو بکلی اسباب پر گر گئی ہیں اور جیسے سانپ مٹی کھاتا ہے انہوں نے سفلی اسباب کی مٹی کھائی۔ اور جیسے گدھ اور کتے مردار کھاتے ہیں انہوں نے مردار پر دانت مارے۔ وہ خدا سے بہت دور جا پڑے۔ انسانوں کی پرستش کی اور خنزیر کھایا اور شراب کو پانی کی طرح استعمال کیا اور حد سے زیادہ اسباب پر گرنے سے اور خدا سے قوت نہ مانگنے سے وہ مر گئے اور آسمانی روح ان میں سے ایسی نکل گئی جیسا کہ ایک گھونسلے سے کبوتر پرواز کر جاتا ہے ان کے اندر دنیا پرستی کا جذام ہے جس نے ان کے تمام اندرونی اعضا کاٹ دیئے ہیں۔ پس تم اس جذام سے ڈرو۔"

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 21-22)

پھر آپ فرماتے ہیں:۔

"تم اس خدا کے پہچاننے کے لئے بہت کوشش کرو جس کا پانا عین نجات اور جس کا ملنا عین رستگاری ہے۔ وہ خدا اسی پر ظاہر ہوتا ہے جو دل کی سچائی اور محبت سے اس کو ڈھونڈتا ہے۔ وہ اسی پر تجلّی فرماتا ہے جو اسی کا ہو جاتا ہے۔ وہ دل جو پاک ہیں وہ اس کا تخت گاہ ہیں اور وہ زبانیں جو جھوٹ اور گالی اور یاوہ گوئی سے منزّہ ہیں" (پاک ہیں) "وہ اس کی وحی کی جگہ ہیں اور ہر ایک جو اس کی رضا میں فنا ہوتا ہے اس کی اعجازی قدرت کا مظہر ہو جاتا ہے۔"

(کشف الغطاء، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 188)

اللہ تعالیٰ ہمیں ان معیاروں کو حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے جن پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے والے اور اس سے محبت کرنے والے ہوں اور اس کی محبت حاصل کر کے اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے والے ہوں اور اس کی رضا کی جنتوں میں جانے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25 اپریل 2014ء تا 01 مئی 2014ء جلد 21 شمارہ 17 صفحہ 05 تا 09)

15

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11 را پریل 2014ء بمطابق 11 شہادت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک ایسے نشان کا ذکر کروں گا جو آج کے دن یعنی 11 را پریل 1900ء میں ظاہر ہوا۔ یا یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ نشان عمل میں آیا۔ یہ نشان آپ کا عربی زبان میں خطبہ ہے جو خاص تائید الٰہی سے آپ کی زبان پر جاری ہوا، بلکہ الہام میں ہی تھا۔ یہ ایک ایسا نشان تھا جو الہامی تھا اس لئے اس کا نام ''خطبہ الہامیہ'' رکھا گیا۔ اس الہامی خطبہ اور اس الہامی کیفیت کو دو سو کے قریب لوگوں نے اُس وقت سنا اور دیکھا۔ مجھے بھی کسی نے اس طرف توجہ دلائی کہ آج کے دن کی مناسبت سے جبکہ آج جمعہ بھی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس عظیم الشان نشان کو بیان کروں کیونکہ ایسے احمدی بھی ہیں جو شاید خطبہ الہامیہ کا نام تو جانتے ہوں جو کتابی صورت میں شائع ہے لیکن اس کی تاریخ اور پس منظر اور مضمون کا علم نہیں رکھتے۔ اور اس بات نے مجھے حیران بھی کیا جب یہ پتا چلا کہ بعض ایسے بھی ہیں جن کو پتا ہی نہیں کہ خطبہ الہامیہ کیا چیز ہے۔ ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ یہ نشان جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تائید میں اللہ تعالیٰ نے دکھائے ایسے ہیں جو ہمارے ایمانوں کو مضبوط کرتے ہیں اور مخالفین احمدیت کا منہ بند کرنے کے لئے ہمیں مواد مہیا کرتے ہیں۔ آپ کی صداقت کی دلیل ہمیں مہیا کرتے ہیں۔ اور خاص طور پر ایسے نشان جیسے خطبہ الہامیہ ہے یہ تو عظیم الشان نشانوں میں سے ہے۔ جس نے بڑے بڑے علماء کے منہ بند کر دیئے۔ بہرحال جیسا کہ میں نے کہا کہ مختصراً اس کا پس منظر اور تاریخ بیان کروں گا اور یہ بھی کہ اس نے اپنوں پر اس وقت کیا اثر کیا، کس کیفیت میں سے وہ

گزرے اور غیر اس کے متعلق کیا کہتے ہیں۔ اسی طرح اس خطبہ کی چند سطریں یا بعض چھوٹے سے اقتباسات پیش کروں گا۔

اس الہامی خطبہ کی حقیقت اور عظمت کا تو اسے پڑھنے سے ہی پتا چلتا ہے لیکن یہ چند فقرے جو میں پیش کروں گا جو میں نے پڑھنے کے لئے چنے ہیں ان میں بھی اس کی عظمت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام و مرتبے کا پتا چلتا ہے۔ تذکرہ میں یہ خطبہ الہامیہ شاید اس لئے شامل نہیں کیا گیا کہ علیحدہ کتابی صورت میں چھپا ہوا ہے لیکن بہر حال مجھے اس بارے میں کچھ تحفظات ہیں۔ اس لئے آئندہ جب بھی تذکرہ شائع ہو یا آئندہ کسی زبان میں جو بھی ایڈیشن شائع ہوں تو متعلقہ ادارے اس بارے میں مجھ سے پوچھ لیں۔

اس خطبہ الہامیہ کا پس منظر یہ ہے جو بدر نے لکھا ہے، اخبار الحکم نے بھی لکھا تھا یا جماعتی روایات میں آ رہا ہے کہ

"یوم العرفات کو (یعنی بڑی عید، عیدالاضحیٰ سے ایک دن پہلے) علی الصبح حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بذریعہ ایک خط کے حضرت مولانا نورالدین صاحب کو اطلاع دی۔ کہ

میں آج کا دن اور رات کا کسی قدر حصہ اپنے اور اپنے دوستوں کے لئے دعا میں گزارنا چاہتا ہوں۔ اس لئے وہ دوست جو یہاں موجود ہیں اپنا نام معہ جائے سکونت (یعنی پتہ وغیرہ کہاں رہتے ہیں) لکھ کر میرے پاس بھیج دیں، تا کہ دعا کرتے وقت مجھ یاد رہے۔"

اس پر تعمیل ارشاد میں ایک فہرست احباب کی ترتیب دے کر حضورؑ کی خدمت میں بھیج دی گئی۔ اس کے بعد اور احباب باہر سے آ گئے جنہوں نے زیارت و دعا کے لئے بیقراری ظاہر کی اور رقعے بھیجنے شروع کر دیئے۔ حضورؑ نے دوبارہ اطلاع بھیجی کہ

"میرے پاس اب کوئی رقعہ وغیرہ نہ بھیجے۔ اس طرح سخت ہرج ہوتا ہے۔"

مغرب و عشاء میں حضورؑ تشریف لائے جو جمع کر کے پڑھی گئیں۔ بعد فراغت فرمایا:

"چونکہ میں خدا تعالیٰ سے وعدہ کر چکا ہوں کہ آج کا دن اور رات کا حصہ دعاؤں میں گزاروں۔ اس لئے میں جاتا ہوں تا کہ تخلف وعدہ نہ ہو۔" (وعدہ خلافی نہ ہو)

یہ فرما کر حضورؑ تشریف لے گئے اور دعاؤں میں مشغول ہو گئے۔ دوسری صبح عید کے دن مولوی عبدالکریم صاحب نے اندر جا کر تقریر کرنے کے لئے خصوصیت سے عرض کی۔ اس پر حضورؑ نے فرمایا:

''خدا نے ہی حکم دیا ہے'' اور پھر فرمایا کہ

''رات الہام ہوا ہے کہ مجمع میں کچھ عربی فقرے پڑھو۔ میں کوئی اور مجمع سمجھتا تھا۔ شاید یہی مجمع ہو۔ (یعنی عید کا)''

(پھر یہ بھی رپورٹس میں ہے کہ) ''جب حضرت اقدسؑ عربی خطبہ پڑھنے کے لئے تیار ہوئے تو حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی نورالدین صاحب کو حکم دیا کہ وہ قریب تر ہو کر اس خطبہ کو لکھیں۔ جب حضرات مولوی صاحبان تیار ہو گئے تو حضورؑ نے یَاعِبَادَ اللّٰہِ کے لفظ سے عربی خطبہ شروع فرمایا۔ اثناء خطبہ میں حضرت اقدسؑ نے یہ بھی فرمایا

''اب لکھ لو پھر یہ لفظ چلے جاتے ہیں''

(یعنی ساتھ ساتھ لکھتے جاؤ۔ اگر کوئی لفظ سمجھ نہیں آیا تو ابھی پوچھ لینا)

جب حضرت اقدسؑ خطبہ پڑھ کر بیٹھ گئے، تو اکثر احباب کی درخواست پر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب اس کا ترجمہ سنانے کے لئے کھڑے ہوئے۔ اس سے پیشتر کہ مولانا موصوف ترجمہ سنائیں، حضرت اقدسؑ نے فرمایا کہ

''اس خطبہ کو کل عرفہ کے دن اور عید کی رات میں جو مَیں نے دعائیں کی ہیں ان کی قبولیت کے لیے نشان رکھا گیا تھا کہ اگر مَیں یہ خطبہ عربی زبان میں ارتجالاً پڑھ گیا، تو وہ ساری دعائیں قبول سمجھی جائیں گی۔ الحمد للہ کہ وہ ساری دعائیں بھی خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق قبول ہو گئیں.... '' (آپ نے یہ فرمایا اور پھر اس کا اردو میں ترجمہ شروع ہوا۔) ''.....ابھی مولانا عبدالکریم صاحب ترجمہ سنا ہی رہے تھے کہ حضرت اقدس علیہ السلام فرطِ جوش کے ساتھ سجدۂ شکر میں جا پڑے۔ حضورؑ کے ساتھ تمام حاضرین نے سجدۂ شکر ادا کیا۔ سجدہ سے سر اٹھا کر حضرتِ اقدسؑ نے فرمایا

''ابھی میں نے سرخ الفاظ میں لکھا دیکھا ہے کہ ''مبارک'' یہ گویا قبولیت کا نشان ہے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 29 تا 31)

یہ رپورٹ الحکم میں شائع ہوئی تھی جو ملفوظات میں بھی درج ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی کتاب ''نزول المسیح'' میں تحریر فرماتے ہیں کہ

''عید اضحیٰ کی صبح کو مجھے الہام ہوا کہ کچھ عربی میں بولو۔ چنانچہ بہت احباب کو اس بات سے اطلاع دی گئی اور اس سے پہلے میں نے کبھی عربی زبان میں کوئی تقریر نہیں کی تھی لیکن اس دن میں عید کا خطبہ عربی

زبان میں پڑھنے کے لئے کھڑا ہوا تو اللہ تعالیٰ نے ایک بلیغ فصیح پُر معانی کلام عربی میں میری زبان میں جاری کی جو کتاب خطبہ الہامیہ میں درج ہے۔ وہ کئی جز کی تقریر ہے جو ایک ہی وقت میں کھڑے ہو کر زبانی فی البدیہہ کہی گئی۔ اور خدا نے اپنے الہام میں اس کا نام نشان رکھا کیونکہ وہ زبانی تقریر محض خدائی قوت سے ظہور میں آئی۔ میں ہرگز یقین نہیں مانتا کہ کوئی فصیح اور اہل علم اور ادیب عربی بھی زبانی طور پر ایسی تقریر کھڑا ہو کر کر سکے۔ یہ تقریر وہ ہے جس کے اِس وقت قریباً ڈیڑھ سو آدمی گواہ ہوں گے۔"

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 588)

پھر حقیقۃ الوحی میں آپ ذرا تفصیل سے فرماتے ہیں کہ

"11 /اپریل 1900ء کو عید اضحی کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی۔ اور نیز یہ الہام ہوا کَلَامٌ أُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ كَرِيْمٍ یعنی اس کلام میں خدا کی طرف سے فصاحت بخشی گئی ہے۔ چنانچہ اس الہام کو اسی وقت اخویم مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اور اخویم حکیم مولوی نور دین صاحب اور شیخ رحمت اللہ صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے اور ماسٹر عبدالرحمن صاحب اور ماسٹر شیر علی صاحب بی اے اور حافظ عبدالعلی صاحب اور بہت سے دوستوں کو اطلاع دی گئی۔ تب میں عید کی نماز کے بعد عید کا خطبہ عربی زبان میں پڑھنے کے لئے کھڑا ہو گیا اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ غیب سے مجھے ایک قوت دی گئی اور وہ فصیح تقریر عربی میں فی البدیہہ میرے منہ سے نکل رہی تھی کہ میری طاقت سے بالکل باہر تھی اور میں نہیں خیال کر سکتا کہ ایسی تقریر جس کی ضخامت کئی جزو تک تھی ایسی فصاحت اور بلاغت کے ساتھ بغیر اس کے کہ اول کسی کاغذ میں قلمبند کی جائے کوئی شخص دنیا میں بغیر خاص الہام الٰہی کے بیان کر سکے۔ جس وقت یہ عربی تقریر جس کا نام خطبہ الھامیہ رکھا گیا لوگوں میں سنائی گئی اس وقت حاضرین کی تعداد شاید دو سو ۲۰۰ کے قریب ہو گی۔ سبحان اللہ اس وقت ایک غیبی چشمہ کھل رہا تھا۔ مجھے معلوم نہیں کہ مَیں بول رہا تھا یا میری زبان سے کوئی فرشتہ کلام کر رہا تھا کیونکہ مَیں جانتا تھا کہ اس کلام میں میرا دخل نہ تھا۔ خود بخود بنے بنائے فقرے میرے منہ سے نکلتے جاتے تھے اور ہر ایک فقرہ میرے لئے ایک نشان تھا۔ چنانچہ تمام فقرات چھپے ہوئے موجود ہیں جن کا نام خطبہ الہامیہ ہے۔ اس کتاب کے پڑھنے سے معلوم ہو گا کہ کیا کسی انسان کی طاقت میں ہے کہ اتنی لمبی تقریر بغیر سوچ اور فکر کے عربی زبان میں کھڑے ہو کر محض زبانی طور پر فی البدیہہ بیان کر سکے۔ یہ ایک علمی معجزہ ہے جو

خدا نے دکھلایا اور کوئی اس کی نظیر پیش نہیں کر سکتا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 375-376)

پس یہ چیلنج آج تک قائم ہے۔ یہ خطبہ دے دیا تو (اس بارہ میں) بعض مزید باتیں تاریخ احمدیت میں لکھی ہیں کہ

''خطبہ چونکہ ایک زبردست علمی نشان تھا....'' جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا'' .....اس لئے اس کی خاص اہمیت کے پیش نظر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے خدام میں تحریک فرمائی کہ اسے حفظ کیا جائے۔ چنانچہ اس کی تعمیل میں صوفی غلام محمد صاحب، حضرت میر محمد اسمٰعیل صاحب، مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب کے علاوہ بعض اور اصحاب نے اسے زبانی یاد کیا۔ بلکہ مؤخر الذکر دو اصحاب نے مسجد مبارک کی چھت پر مغرب و عشاء کے درمیان حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجلس میں بھی اسے زبانی سنایا۔ حضرت مولوی عبدالکریم صاحب جو انتہا درجہ ادبی ذوق رکھتے تھے وہ تو اس خطبہ کے اتنے عاشق تھے کہ اکثر اسے سناتے رہتے تھے اور اس کی بعض عبارتوں پر تو وہ ہمیشہ وجد میں آجاتے۔ مولوی صاحب ایسے بلند پایہ عالم کو خطبہ الہامیہ کے اعجازی کلام پر وجد آنا ایک طبعی بات قرار دی جاسکتی ہے مگر خدا کی طرف سے ایک تعجب انگیز امر یہ پیدا ہوا کہ تقریر سننے والے بچے بھی اس کی جذب و کشش سے خالی نہیں تھے۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا بیان ہے کہ وہ دن جس میں یہ تقریر کی گئی ابھی ڈوبا نہیں تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے جن کی عمر بارہ سال سے بھی کم تھی اس کے فقرے قادیان کے گلی کوچوں میں دہراتے پھرتے تھے (یعنی خطبہ کے فقرے) جو ایک غیر معمولی بات تھی۔

یہ خطبہ اگست 1901ء میں شائع ہوا۔ حضور نے نہایت اہتمام سے اسے کاتب سے لکھوایا۔ فارسی اور اردو میں ترجمہ بھی خود کیا اور اعراب بھی خود لگائے۔ اصل خطبہ کتاب کے (جو خطبہ الہامیہ کتاب ہے اس کے) اڑتیسویں صفحہ پر ختم ہو جاتا ہے جو کتاب کے باب اول کے تحت درج ہے۔ اگلا حصہ آخر تک عام تصنیف ہے جس کا اضافہ حضور نے بعد میں فرمایا۔ اور پوری کتاب کا نام خطبہ الہامیہ رکھا گیا'' (یعنی پہلا حصہ جو ہے وہ اصل خطبہ الہامیہ ہے۔ الہامی ہے۔) ''یہ کتاب شائع ہوئی تو بڑے بڑے عربی دان اس کی بے نظیر زبان اور عظیم الشان حقائق و معارف پڑھ کر دنگ رہ گئے۔ حق تو یہ ہے کہ مسیح محمدی کا یہ وہ علمی نشان ہے جس کی نظیر قرآن مجید کے بعد نہیں ملتی۔''

(تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 85-86)

اسی خطبہ الہامیہ کے متعلق دو خوابیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی قلم مبارک سے لکھی ہوئی ملی ہیں جو تذکرے میں بھی درج ہیں۔

''19 اپریل 1900ء کی تاریخ دے کر حضورؑ نے میاں عبداللہ صاحب سنوری کی مندرجہ ذیل خواب لکھی ہے کہ

میاں عبداللہ سنوری کہتے ہیں کہ منشی غلام قادر مرحوم سنور والے یہاں آئے ہیں۔ ان سے انہوں نے پوچھا ہے کہ اس جلسہ کی بابت اُس طرف کی خبر دو۔ کیا کہتے ہیں۔ تو اس نے جواب دیا کہ اوپر بڑی دھوم مچ رہی ہے۔ (یہ خواب بیان کر رہے ہیں کہ اوپر کیا حالات ہیں؟)۔ یہ خواب بعینہٖ سید امیر علی شاہ صاحب کے خواب سے مشابہ ہے کیونکہ انہوں نے دیکھا تھا کہ جس وقت عربی خطبہ بروز عید پڑھا جاتا تھا اس وقت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت خضر علیہ السلام جلسہ میں موجود ہیں اور اس خطبہ کو سن رہے ہیں۔ یہ خواب عین خطبہ پڑھنے کے وقت ہی بطور کشف اس جگہ بیٹھے ہوئے ان کو معلوم ہو گیا تھا۔''

(تذکرہ صفحہ 290 حاشیہ ایڈیشن چہارم)

بعض صحابہ کے بھی تاثرات ہیں۔

حضرت حافظ عبدالعلی صاحبؓ بیان فرماتے ہیں کہ

''میں بوقت خطبہ الہامیہ موجود تھا۔ حضور کی آواز اس وقت بدلی ہوئی تھی۔ ضلع سیالکوٹ کا ایک سید ملہم [خادم حضور] (سید صاحب تھے ان کو الہام ہوا کرتا تھا لیکن بہر حال وہ احمدی تھے) میرے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا کہ فرشتے بھی سننے کے لئے موجود ہیں۔''

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر 3 صفحہ 146 روایت حضرت حافظ عبدالعلی صاحبؓ)

حضرت مرزا افضل بیگ صاحب بیان فرماتے ہیں کہ

''عیدالاضحیٰ کا خطبہ الہامیہ میرے سامنے حضرت اقدس نے مسجد اقصیٰ میں جو پرانی مسجد مسیح موعود کے وقت کی ہے محراب اندرون دروازے کے سامنے باہر کے دروازے میں کھڑے ہو کر خطبہ بزبان عربی میں پڑھا۔ (یعنی جو برآمدے کی ڈاٹ تھی یا در تھا اس کے اوپر کھڑے ہو کر) حضور ہر لفظ کو تین بار دہراتے تھے اور مولوی حاجی خلیفۃ المسیح اوّل اور مولوی عبدالکریم صاحب یہ ہر دو صاحب کتابت کرتے تھے اور حضور سے دریافت کرتے تھے کہ لفظ 'س' سے ہے یا 'ث' سے۔ عین سے یا الف سے ہے۔ (یعنی

لفظ پوچھا بھی جایا کرتے تھے۔) غرضیکہ مولوی صاحبان خود اپنے اصلاح کے دریافت کرتے تھے۔ حضرت اس کی تصحیح فرماتے تھے۔ پھر ختم ہونے پر حضور نے مولوی عبدالکریم صاحب کو فرمایا کہ آپ ترجمہ کر کے پبلک کو سنا دیں چنانچہ مولوی صاحب نے ترجمہ سنایا اور پھر سجدہ شکر مسجد میں ادا کیا گیا۔''

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر 8 صفحہ 212 روایات حضرت مرزا افضل بیگ صاحبؓ)

حضرت مولانا شیر علی صاحب فرماتے ہیں کہ'' اس عید کا خطبہ الہامیہ حضرت صاحب نے پڑھایا۔ یوم الحج کی صبح کو حضرت مسیح موعود نے حضرت مولوی صاحب کو پیغام بھیجا یا خط لکھا کہ جتنے لوگ یہاں موجود ہیں ان کے نام لکھ کر میرے پاس بھیج دیں تا میں ان کے لئے دعا کروں۔ حضرت مولوی صاحب نے موجود احباب کو تعلیم الاسلام سکول میں جمع کیا۔ (تعلیم الاسلام ان دنوں مدرسہ احمدیہ کی جگہ میں تھا) اور لوگوں کے ناموں کی فہرست تیار کروائی اور حضرت صاحب کی خدمت میں بھیجی۔ حضرت صاحب نے اپنے دالان کے دروازے بند کر کے دعائیں فرمائیں۔ بعض لوگ جو پیچھے آتے تھے بند دروازے میں سے اپنے رقعے اندر پہنچاتے تھے۔ اس دن صبح کو حضرت مسیح موعودؑ عید کے لئے نکلے مسجد مبارک کی سیڑھیوں سے تو آپ نے فرمایا کہ رات کو مجھے الہام ہوا ہے کہ کچھ کلمات عربی میں کہو۔ اس لئے حضرت مولوی عبدالکریم صاحب اور حضرت مولوی نورالدین صاحب دونوں کو پیغام بھیجا کہ وہ کاغذ اور قلم دوات لے کر آویں۔ کیونکہ عربی میں کچھ کلمات پڑھنے کا الہام ہوا ہے۔ نماز مولوی عبدالکریم نے پڑھائی اور مسیح موعود نے پھر اردو میں خطبہ فرمایا غالباً کرسی پر بیٹھ کر۔ اردو خطبے کے بعد آپ نے عربی خطبہ پڑھنا شروع کیا کرسی پر بیٹھ کر۔ اس وقت آپ پر ایک خاص حالت طاری تھی۔ آنکھیں بند تھیں۔ ہر جملے میں پہلی آواز اونچی تھی، پھر دھیمی ہو جاتی تھی۔ سامنے بائیں طرف حضرت مولوی صاحبان لکھ رہے تھے۔ ایک لفظ دونوں میں سے ایک نے نہ سنا اس لئے پوچھا تو حضرت نے وہ لفظ بتایا اور پھر فرمایا کہ جو لفظ سنائی نہ دے وہ ابھی پوچھ لینا چاہئے کیونکہ ممکن ہے مجھے بھی یاد نہ رہے۔ آپ نے فرمایا کہ جب تک اوپر سے سلسلہ جاری رہا میں بولتا رہا اور جب ختم ہو گیا بس کر دیا۔ پھر حضرت صاحب نے اس کے لکھوانے کا خاص اہتمام کیا اور خود ہی اس کا دو زبانوں فارسی اور اردو میں ترجمہ کیا اور یہ تحریک بھی فرمائی کہ اس کو لوگ یاد کر لیں جس طرح قرآن مجید یاد کیا جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مفتی محمد صادق صاحب اور مولوی محمد علی صاحب نے اس کو یاد کر کے مسجد مبارک میں باقاعدہ حضرت صاحب کو سنایا۔ اس کے بعد میرے بھائی حافظ عبدالعلی صاحب نے حضرت مولوی صاحب سے اس کے متعلق پوچھا۔ مولوی صاحب نے جواب دیا کہ ہم

جانتے ہیں کہ یہ حضرت صاحب کی طاقت سے بالا ہے۔ ان کے اس جواب سے یہ مطلب تھا کہ یہ خدا کا کلام ہے۔ حضرت صاحب کا نہیں''۔

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر 10 صفحہ 302 تا 304 روایت حضرت مولانا شیر علی صاحبؓ)

حضرت میاں امیر الدین صاحب بیان کرتے ہیں کہ

''حضرت صاحب جو خطبہ الہامیہ سنا کر نکلے تو راستے میں فرمایا کہ 'جب میں ایک فقرہ کہہ رہا ہوتا تھا تو مجھے پتا نہیں ہوتا تھا کہ دوسرا فقرہ کیا ہوگا۔ لکھا ہوا سامنے آجاتا تھا اور میں پڑھ دیتا تھا' حضور بہت ٹھہر ٹھہر کر اور آہستہ آہستہ پڑھ رہے تھے۔''

(رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ رجسٹر 10 صفحہ 62 روایت حضرت میاں امیر الدین صاحبؓ)

حضرت مولوی عبداللہ صاحب بوتالویؓ تحریر فرماتے ہیں کہ

''سید عبدالحئی صاحب عرب جو عرب سے آکر بہت دنوں تک قادیان میں بغرض تحقیق ٹھہرے رہے اور بعد میں انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت کی۔ انہوں نے خاکسار سے اپنی بیعت کرنے کا حال اس طرح بیان کیا تھا'' فرمایا کہ ''میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی فصیح و بلیغ تصانیف کو پڑھ کر اس بات کا دل ہی میں قائل ہو گیا تھا کہ ایسا کلام سوائے تائید الٰہی کے اور کوئی لکھ نہیں سکتا۔ لیکن یہ مجھے یقین نہیں آتا تھا کہ یہ کلام خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے۔ اگرچہ مجھے حضرت مولوی نورالدین صاحب اور دیگر علماء اس بات کا یقین دلاتے اور شہادت دیتے تھے لیکن میرے شُبہ کو ان کا بیان دور نہ کر سکا اور میں نے مختلف طریقوں سے اس بات کا ثبوت مہیا کرنا شروع کر دیا کہ آیا واقعی یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اپنا ہی کلام ہے؟ اور کسی دوسرے کی امداد اس میں شامل نہیں۔ چنانچہ میں عربی میں بعض خطوط حضرت اقدسؑ کی خدمت میں لکھ کر ان کے جواب عربی میں حاصل کرتا اور پھر اس عبارت کو غور سے پڑھتا اور اس کا مقابلہ حضور کی تصانیف سے کر کے معلوم کرتا تھا کہ یہ دونوں کلام ایک جیسے ہیں۔ لیکن پھر بھی مجھے کچھ نہ کچھ ان میں فرق ہی نظر آتا جس کا جواب مجھے یہ دیا جاتا کہ حضرت اقدس کا عام کلام جو خطوں وغیرہ کے جواب میں تحریر ہوتا ہے اس میں معجزانہ رنگ اور خاص تائید الٰہی نہیں ہو سکتی چونکہ عربی تصانیف کو حضرت صاحب نے متحدّیانہ طور پر خدا تعالیٰ کے منشا اور حکم کے ماتحت اس کی خاص تائید سے لکھا ہے اس لئے ان کا رنگ جدا ہوتا ہے اور جدا ہونا چاہئے ورنہ عام لیاقت اور خاص تائید الٰہی میں کوئی فرق نہیں رہ جاتا۔

بہر حال میں قادیان میں اس بات کی تحقیقات کے واسطے ٹھہرا رہا تا کہ میں بھی کوئی اس قسم کی تائید الٰہی کا وقت بچشم خود ملاحظہ کروں۔ چنانچہ خطبۂ الہامیہ کے نزول کا وقت آ گیا اور میں نے اپنی آنکھوں سے اس الہامی اور معجزانہ کلام کے نزول کو دیکھا اور خود کانوں سے سنا کہ بلا امداد غیرے کس طرح وہ انسان روز روشن میں تمام لوگوں کے سامنے ایسا فصیح وبلیغ کلام سنا رہا ہے۔ لہٰذا میں نے اس خطبہ کو سننے کے بعد شرح صدر سے بیعت کر لی۔‘‘

(اصحاب احمد جلد ہفتم صفحہ 188 روایت حضرت مولوی محمد عبداللہ صاحب بوتالویؓ مطبوعہ ربوہ)

’’ایک دوست مکرم حاجی عبدالکریم صاحب فوجی ملازمت کے سلسلے میں مصر گئے۔ (شاید 1940ء سے کچھ پہلے کا کوئی وقت ہے۔) وہاں انہوں نے تبلیغ کا کام جاری رکھا اور ایک دوست علی حسن صاحب احمدی ہو گئے۔ ان کو لے کر حاجی صاحب مختلف مصری عرب احباب کے پاس جاتے اور تبلیغ کرتے تھے۔ ان میں سے ایک دوست محکمہ تار میں کلرک تھے۔ کئی روز ان سے خیالات کا تبادلہ ہوتا رہا۔ وہ تمام مسائل میں ان کے ساتھ متفق ہو گئے مگر امتی نبی ماننے پر تیار نہ تھے (یہ بات ماننے پر تیار نہ تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام امتی نبی ہیں) انہوں نے اس کلرک کو ’’الخطبة الالهامية‘‘ دیا اور پھر کئی دن اس کے پاس نہ گئے۔ ایک دن اس دوست کا خط آیا جس میں اس نے حاجی صاحب کو کھانے پر بلایا تھا۔ وہاں پہنچنے پر اس نے کہا۔ آپ میری بیعت کا خط لکھ دیں۔ حاجی صاحب نے پوچھا کہ کیا ختم نبوت کا مسئلہ حل ہو گیا ہے۔ اس پر اس دوست نے کہا کہ میں نے ’’الازھر‘‘ یونیورسٹی کے ایک بڑے عالم کو رات کے کھانے پر بلایا تھا اور اسے بتایا کہ اس طرح مجھے بعض ہندوستانیوں نے تبلیغ کی ہے اور کہا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں اور آنے والا عیسیٰ امت محمدیہ کا ہی ایک فرد ہے جو مسیح ومہدی ہو کر آئے گا اور اس کے دعوے دار حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ مجھے ان لوگوں کے تمام دلائل سے اتفاق ہے لیکن وہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب امتی نبی ہیں اور یہ وہ بات ہے جس کو میں ماننے کے لئے تیار نہیں۔ چونکہ آپ عالم دین ہیں آپ مجھے بتائیں کہ کیا میرا مؤقف درست ہے یا نہیں؟ اس ازہری عالم نے‘‘ ازھر یونیورسٹی کے عالم نے’’ جواب دیا کہ میں نے مرزا صاحب کا لٹریچر پڑھا ہے اور بعض احمدیوں سے بھی ملا ہوں اور تبادلہ خیالات کیا ہے۔ جس قسم کی نبوت کا مرزا صاحب نے دعویٰ کیا ہے اگر اس قسم کے ہزار بھی نبی آ جائیں تو ختم نبوت نہیں ٹوٹتی‘‘ (یہ تسلیم کیا انہوں نے، کہتے ہیں) ’’اس پر میں نے انہیں کہا کہ دیکھو اب میں احمدیہ جماعت میں داخل ہو جاؤں گا اور قیامت والے دن تم اس کے ذمہ دار ہو گے۔ ازہری عالم کہنے

لگے کہ میرا یہ جواب صرف یہاں کے لئے ہی ہے۔ اگر پبلک میں سوال کرو گے تو میں یہی کہوں گا کہ امتی نبی بھی نہیں آ سکتا'' (لوگوں کے سامنے میں نہیں کہوں گا۔) ''ہاں اگر آپ جماعت احمدیہ میں شامل ہونا چاہئیں تو بیشک میری ذمہ داری پر داخل ہو جائیں۔ جہاں تک میرا تعلق ہے تو میرے لئے بعض روکیں ہیں جن میں سب سے بڑی یہ ہے کہ اگر میں احمدی ہو جاؤں تو مجھے ملازمت سے نکال دیا جائے گا'' (دنیاداری غالب آ گئی) ''یہ مصری دوست کہتے ہیں کہ جب میں نے ازہری عالم سے یہ بات سنی تو فوراً جماعت میں داخل ہونے کا مصمم ارادہ کر لیا اور خطبہ الہامیہ پڑھنا شروع کر دیا اور ختم کر کے سویا۔ رات کو میں نے خواب میں دیکھا کہ حضرت سیدنا احمد المسیح علیہ السلام ایک کثیر جماعت کے ساتھ کہیں تشریف لے جا رہے ہیں۔ میں نے دریافت کیا کہ حضور یہ کون لوگ ہیں؟ اور انہیں آپ کہاں لے کے جا رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا: یہ اولیاء اللہ ہیں جو امت محمدیہ میں مجھ سے پہلے ہوئے ہیں اور میں ان کو دربار رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں زیارت کے لئے لے کے جا رہا ہوں۔ میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہی جو میری جماعت میں سے ہو اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نہیں مگر وہی جو امتی نبی ہو جیسے میں ہوں۔ جب میں بیدار ہوا تو میرے لئے مسئلہ ختم نبوت حل ہو چکا تھا اور میں بہت خوش تھا۔''

حاجی عبدالکریم صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اس وقت ان کا یہ واقعہ اور بیعت فارم پر کر کے قادیان روانہ کر دیا۔''

ایک صاحب شیخ عبدالقادر المغربی بڑے چوٹی کے عالم تھے۔ ''حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب کے ان علامہ المغربی سے علمی، ادبی اور دینی مزاج کی وجہ سے گہرے دوستانہ مراسم تھے۔ آپ سے ان کی پہلی ملاقات 1916ء میں ہوئی تھی۔ ایک دفعہ علامہ المغربی نے حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحب کو کہا کہ آیئے ہم دونوں تصویر بنائیں اور دوستی کا اقرار قرآن مجید پر ہاتھ رکھتے ہوئے کیا۔ اسی دوستی کی وجہ سے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب دمشق گئے ہیں تو مولوی عبدالقادر صاحب بھی آپ سے ملنے آ گئے اور بہت سے سوالات آپ سے کئے اور جب حضرت مصلح موعودؓ نے جواب دیئے تو انہوں نے پھر یہ کہہ دیا (کیونکہ علامہ تھے، ضد بھی تھی) کہ ہم لوگ عرب ہیں، اہل زبان ہیں۔ قرآن مجید کو خوب سمجھتے ہیں ہم سے بڑھ کر کون قرآن کو سمجھے گا۔ اس پر خیر باتیں ہوتی رہیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے یہ فرمایا کہ تم لوگ بھی اسی طرح سے لغت کے محتاج ہو جس طرح سے ہم ہیں۔ قرآن خدا نے ہمیں سکھایا ہے اور سمجھایا ہے اور ہماری زبان باوجود یہ کہ ہم لوگ اردو میں گفتگو کرنے کا محاورہ رکھتے ہیں اور عربی میں بولنے کا ہمیں موقع

نہیں ملتا تم سے زیادہ فصیح و بلیغ ہے وغیرہ وغیرہ

حضور نے بڑے جوش سے عربی میں ایسی فصیح گفتگو فرمائی کہ پاس بیٹھے ایک سید صاحب بھی مولوی عبدالقادر کی طرف متوجہ ہو کر کہنے لگے کہ واقعہ میں ان کی زبان ہم لوگوں سے زیادہ فصیح ہے۔ اس پر مولوی عبدالقادر نے کچھ نرمی اختیار کی اور پھر ادب سے گفتگو کرنے لگے۔

بہر حال دوران گفتگو انہوں نے (علامہ مغربی صاحب نے) یہ بھی کہا کہ حضرت مسیح موعود کی کتب میں زبان کی غلطیاں ہیں۔ اس کا بھی جواب حضرت خلیفہ ثانی نے دیا۔ فرمایا کہ تم میں اگر طاقت ہے تو اب ہی اغلاط کا اعلان کر دو یا ان کتب کا جواب لکھ کر شائع کر دو۔ پر یاد رکھو کہ تم ہرگز نہ کر سکو گے۔ اگر قلم اٹھاؤ گے تو تمہاری طاقت تحریر سلب کر لی جاوے گی۔ تجربہ کر کے دیکھ لو۔ ان باتوں پر اب اس نے منت سماجت شروع کی کہ آپ ان دعووں کو عرب مصر اور شام میں نہ پھیلائیں اس سے اختلاف بڑھتا ہے اور اختلاف اس وقت ہمارے لئے سخت نقصان دہ ہے۔ وہابیوں نے پہلے ہی سخت صدمہ پہنچایا ہوا ہے۔ آپ بلاد یورپ، امریکہ اور افریقہ کے کفار اور نصاریٰ میں تبلیغ کریں۔ مبشر بھیجیں لیکن یہاں ہرگز ایسے عقائد کا نام نہ لیں خدا کے واسطے۔ اَنَا اَرْجُوْكُمْ يَا سَيِّدِي کبھی بوسہ دے کر کبھی ہاتھوں کو لپیٹ کر غرض ہر رنگ میں بار بار منت کرتا تھا کہ خدا کے واسطے ان علاقہ جات میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیمات کا اعلان نہ کریں اور نہ مبلغ بھیجیں وغیرہ وغیرہ۔ پھر کہنے لگے کہ ہم جانتے ہیں کہ وہ اچھے آدمی تھے۔ اسلام کے لئے غیرت رکھتے تھے مگر ان کی نبوت اور رسالت کو ہم تسلیم نہیں کر سکتے۔ صرف لا الٰہ الا اللہ پر لوگوں کو جمع کریں۔ خیر ان باتوں کا جواب حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے بڑے پرشوکت الفاظ میں، لہجے میں دیا کہ اگر یہ منصوبہ ہمارا ہوتا تو ہم چھوڑ دیتے۔ مگر یہ خدا کا حکم ہے اس میں ہمارا اور سیدنا احمد کا کوئی دخل نہیں۔ خدا کا یہ حکم ہے ہم پہنچائیں گے اور ضرور پہنچائیں گے ......"

انہیں مغربی صاحب کا یہ واقعہ آگے چل رہا ہے، حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مولانا جلال الدین صاحب شمس کو شام بھیجا۔ اس زمانے کا ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے حضرت سید زین العابدین ولی اللہ شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ "..... ایک دن میں اور حضرت مولانا شمس صاحب بعض دوستوں سے احمدیت کے بارے میں باتیں کر رہے تھے کہ شیخ عبدالقادر المغربی مرحوم تشریف لائے اور بیٹھ کر ہماری باتیں سنیں۔ اثنائے گفتگو استخفاف سے اپنی سابقہ ملاقات کا ذکر کیا" (یعنی جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی سے ہوئی تھی بڑے تحقیر کے الفاظ میں) "..... اور جو مشورہ حضور کو دیا تھا اسے دہرایا۔ (یعنی تبلیغ

یہاں نہ کریں) اور مذاقاً کہا 'کہ الہامات کی عربی عبارت بھی درست نہیں'۔ (یعنی حضرت مسیح موعود کے الہامات کی عربی عبارت بھی درست نہیں ہے تو کہتے ہیں)''میں نے خطبہ الہامیہ ان کے ہاتھ میں دیا اور کہا کہ پڑھیں کہاں عربی غلط ہے۔ انہوں نے اونچی آواز سے پڑھنا شروع کیا اور ایک دو لفظوں سے متعلق کہا کہ یہ عربی لفظ ہی نہیں۔ تو مولانا شمس صاحب نے (وہاں بیٹھے ہوئے تھے) تاج العروس (عربی کی ایک لغت ہے) الماری سے نکالی اور وہ لفظ نکال کر دکھائے۔ سامعین کو حیرت ہوئی اور شاہ صاحب کہتے ہیں مَیں نے اس موقع کو غنیمت سمجھتے ہوئے کہا کہ کہلاتے تو آپ بڑے ادیب ہیں، بڑے عالم ہیں لیکن آپ کو اتنی عربی بھی نہیں آتی جتنی میرے شاگرد کو آتی ہے۔'' (کہتے ہیں شمس صاحب ان دنوں مجھ سے انگریزی پڑھا کرتے تھے تو اس لئے میں نے ان کو شاگرد کہا۔) اس پر انہیں بڑا غصہ آیا اور یہ کہتے ہوئے اٹھے اور کمرے سے باہر چلے گئے کہ میں تمہیں دیکھ لوں گا اور کل بتاؤں گا تمہیں کیا ہوتا ہے.....''خیر شاہ صاحب کہتے ہیں''..... میں نے دیکھا کہ جو لوگ بیٹھے ہوئے ہیں وہ میری باتوں سے کچھ متاثر ہیں تو ان کو بھی میں نے کہا کہ ہم دونوں اکٹھے رہے ہیں۔ میں بھی وہاں پڑھایا کرتا تھا اور ان کو علامہ صاحب کو خطبہ الہامیہ پڑھ کر ایسی رائے کا اظہار نہیں کرنا چاہئے تھا۔ بجائے اس کے حق بات ان کو مان لینی چاہئے تھی۔ خیر یہ دوستوں میں باتیں ہوتی رہیں۔ دوسرے دن کہتے ہیں صبح سویرے شمس صاحب نے مجھے کہا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے آپ کو کہا تھا کہ عبدالقادر المغربی سے بگاڑ نہیں پیدا کرنا، تعلقات رکھیں تو آپ نے تو انہیں ناراض کر دیا ہے۔ تو میں نے کہا فکر نہ کرو ٹھیک کر لیں گے۔ دوسرے دن ہم دونوں صبح سویرے علامہ صاحب کے مکان پر گئے۔ دروازہ کھٹکھٹایا تو مغربی صاحب تشریف لے آئے اور آتے ہی مجھ سے بغلگیر ہو گئے اور مجھے بوسہ دیا اور کہا کہ میں آپ سے معافی مانگتا ہوں۔ میں آپ کی طرف آنا ہی چاہتا تھا۔ اندر تشریف لے آئیں۔ قہوہ پئیں اور میں آپ کو دکھاؤں کہ میری رات کیسے گزری۔ ہم اندر گئے تو انہوں نے رسالہ ''الحقائق عن الاحمدیہ'' (یہ حضرت ولی اللہ شاہ صاحب کی تالیف تھی) کی طرف اشارہ کیا اور کہا۔ یہ رسالہ میرے ہاتھ میں تھا اور پختہ ارادہ کیا کہ اس رسالے کا ردّ شائع کروں۔ میں نے حدیث اور تفاسیر کی کتب جو میرے پاس تھیں وہ میز پر رکھ لیں اور عشاء کی نماز پڑھ کر ردّ لکھنا شروع کر دیا۔ ادھر سے رسالہ پڑھتا اور ردّ لکھنے کے لئے کتابیں دیکھتا۔ ایک ردّ لکھتا اس میں تکلف معلوم ہوتا اسے پھاڑ دیتا۔ ایک اَور رد لکھتا اسے بھی پھاڑ دیتا۔ اسی طرح رات گزر گئی۔ بیوی نے بھی کہا کیا ہو گیا ہے تمہیں واپس آ جاؤ۔ سو جاؤ (کہتے ہیں کہ) آخر صبح فجر کی اذان ہو گئی اور میں کچھ نہیں لکھ سکا۔ ہر بات جو میں لکھتا تھا مجھے لگتی تھی یہ تو غلط

ہوگئی اور وہ سارا جماعت کا ہی لٹریچر ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات پر ہی بنیاد رکھتا ہے۔ تو اس کے بعد وہ ان کو (شاہ صاحب کو) کہنے لگے کہ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ اب ایک کلمہ مخالفت کا مجھ سے آپ نہیں سنیں گے۔ آپ کے خیالات سراسر اسلامی ہیں اور آپ آزادی سے تبلیغ کریں اور پوچھنے والوں سے میں آپ کے حق میں اچھی بات ہی کہوں گا لیکن میں آپ کے فرقے میں داخل نہیں ہوں گا۔ آخری دم تک وہ جماعت کی تعریف کرتے رہے۔''

(ماخوذ از سیرت حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ۔ صفحہ 27-29)

اب میں خطبہ الہامیہ کے بعض اقتباسات پیش کرتا ہوں جس سے اس کی جیسا کہ میں نے کہا عظمت کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔ اصل تو پورا پڑھیں گے تو پتا لگے گا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام عربی میں فرماتے ہیں کہ

''أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّيْ أَنَا الْمَسِيْحُ الْمُحَمَّدِيُّ. وَإِنِّيْ أَنَا أَحْمَدُ نِ الْمَهْدِيُّ وَإِنَّ رَبِّيْ مَعِيَ إِلٰى يَوْمِ لَحْدِيْ مِنْ يَّوْمِ مَهْدِيْ. وَإِنِّيْ أُعْطِيْتُ ضِرَامًا أَكَّالًا. وَمَاءً زُلَالًا وَأَنَا كَوْكَبٌ يَّمَانِيٌّ. وَوَابِلٌ رُوْحَانِيٌّ. إِيْذَائِيْ سِنَانٌ مُّذَرَّبٌ. وَدُعَائِيْ دَوَاءٌ مُّجَرَّبٌ. أُرِيْ قَوْمًا جَلَالًا. وَقَوْمًا اٰخَرِيْنَ جَمَالًا. وَبِيَدِيْ حَرْبَةٌ أُبِيْدُ بِهَا عَادَاتِ الظُّلْمِ وَالذُّنُوْبِ. وَفِي الْأُخْرٰى شُرْبَةٌ أُعِيْدُ بِهَا حَيَاةَ الْقُلُوْبِ.''

(یعنی) اے لوگو! مَیں وہ مسیح ہوں کہ جو محمدی سلسلہ میں سے ہے اور میں احمد مہدی ہوں اور سچ مچ میرا ربّ میرے ساتھ ہے۔ میرے بچپن سے لے کر میری لحد تک۔ اور مجھ کو وہ آگ ملی ہے جو کھا جانے والی ہے اور وہ پانی جو میٹھا ہے اور میں یمانی ستارہ ہوں اور روحانی بارش ہوں۔ میرا رنج دینا تیز نیزہ ہے اور میری دعا مجرب دوا ہے۔ ایک قوم کو میں اپنا جلال دکھاتا ہوں اور دوسری قوم کو جمال دکھاتا ہوں۔ اور میرے ہاتھ میں ہتھیار ہے اس کے ساتھ میں ظلم اور گناہ کی عادتوں کو ہلاک کرتا ہوں اور دوسرے ہاتھ میں شربت ہے جس سے میں دلوں کو دوبارہ زندہ کرتا ہوں۔''

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 61-62)

پھر آپ فرماتے ہیں۔

''أَيُّهَا النَّاسُ قُوْمُوْا لِلّٰهِ زَرَافَاتٍ وَفُرَادٰى فُرَادٰى. ثُمَّ اتَّقُوا اللّٰهَ وَفَكِّرُوْا كَالَّذِيْ مَا بَخِلَ وَمَا عَادٰى. أَلَيْسَ هٰذَا الْوَقْتُ وَقْتَ رُحْمِ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَوَقْتَ دَفْعِ

الشَّرِّ وَتَدَارُكِ عَطَشِ الْأَكْبَادِ بِالْعِهَادِ۔ أَلَيْسَ سَيْلُ الشَّرِّ قَدْ بَلَغَ اِنْتِهَاءَهٗ۔ وَذَيْلُ الْجَهْلِ طَوَّلَ أَرْجَاءَهٗ۔ وَفَسَدَ الْمُلْكُ كُلُّهٗ وَشَكَرَ اِبْلِيْسُ جُهَلَاءَهٗ۔ فَاشْكُرُوا اللهَ الَّذِيْ تَذَكَّرَكُمْ وَتَذَكَّرَ دِيْنَكُمْ وَمَا أَضَاعَهٗ۔ وَعَصَمَ حَرْثَكُمْ وَزَرْعَكُمْ وَلُعَاعَهٗ۔ وَأَنْزَلَ الْمَطَرَ وَأَكْمَلَ أَبْضَاعَهٗ۔ وَبَعَثَ مَسِيْحَهٗ لِدَفْعِ الضَّيْرِ۔ وَمَهْدِيَّهٗ لِإِفَاضَةِ الْخَيْرِ۔ وَأَدْخَلَكُمْ فِيْ زَمَانِ اِمَامِكُمْ بَعْدَ زَمَانِ الْغَيْرِ۔

(کہ) اے لوگو! خدا کے لئے تم سب کے سب یا اکیلے اکیلے خدا کا خوف کر کے اس آدمی کی طرح سوچو جو نہ بخل کرتا ہے اور نہ دشمنی۔ کیا یہ وہ زمانہ نہیں کہ خدا بندوں پر رحم کرے؟ اور کیا یہ وہ زمانہ نہیں کہ بدی کو دفع کیا جائے اور جگروں کی پیاس کا مینہ برسانے سے تدارک کیا جائے؟ کیا بدی کا سیلاب اپنی انتہا کو نہیں پہنچا؟ اور جہالت کے دامن نے اپنے کناروں کو نہیں پھیلایا؟ اور ملک فاسد ہو گیا اور شیطان نے جاہلوں کا شکریہ ادا کیا۔ پس اس خدا کا شکر کرو جس نے تم کو یاد کیا اور تمہارے دین کو یاد کیا اور ضائع ہونے سے محفوظ رکھا اور تمہارے بوئے ہوئے کو اور تمہاری زراعت کو آفتوں سے بچایا اور مینہ نازل فرمایا اور اس کے سرمایہ کو کامل کیا اور اپنے مسیح کو ضرر کے دور کرنے کے لئے اور اپنے مہدی کو خیر اور نفع پہنچانے کے لئے بھیجا اور تمہیں تمہارے امام کے زمانے میں غیر کے زمانہ کے بعد داخل کیا۔''

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 66-67)

پھر آپ فرماتے ہیں

''وَاِنِّيْ عَلٰى مَقَامِ الْخَتْمِ مِنَ الْوِلَايَةِ۔ كَمَا كَانَ سَيِّدِي الْمُصْطَفٰى عَلٰى مَقَامِ الْخَتْمِ مِنَ النُّبُوَّةِ۔ وَاِنَّهٗ خَاتَمُ الْاَنْبِيَاءِ۔ وَاَنَا خَاتَمُ الْاَوْلِيَاءِ۔ لَا وَلِيَّ بَعْدِيْ۔ اِلَّا الَّذِيْ هُوَ مِنِّيْ وَعَلٰى عَهْدِيْ۔ وَاِنِّيْ أُرْسِلْتُ مِنْ رَّبِّيْ بِكُلِّ قُوَّةٍ وَبَرَكَةٍ وَعِزَّةٍ۔ وَاِنَّ قَدَمِيْ هٰذِهٖ عَلٰى مَنَارَةٍ خُتِمَ عَلَيْهَا كُلُّ رِفْعَةٍ۔ فَاتَّقُوا اللهَ أَيُّهَا الْفِتْيَانُ۔ وَاعْرِفُوْنِيْ وَأَطِيْعُوْنِيْ وَلَا تَمُوْتُوْا بِالْعِصْيَانِ۔ وَقَدْ قَرُبَ الزَّمَانُ۔ وَحَانَ أَنْ تُسْئَلَ كُلُّ نَفْسٍ وَتُدَانُ۔

اور میں ولایت کے سلسلے کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نبوت کے سلسلے کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں۔ میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام تر قوت اور برکت

اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔ پس خدا سے ڈرو اے جوانمردو اور مجھے پہچانو اور نافرمانی مت کرو اور نافرمانی پر مت مرو اور زمانہ نزدیک آ گیا ہے اور وہ وقت نزدیک ہے کہ ہر ایک جان اپنے کاموں سے پوچھی جائے اور بدلہ دی جائے۔‘‘

(خطبہ الہامیہ، روحانی خزائن جلد 16 صفحہ 69-71)

پس یہ وہ عظیم الشان نشان ہے، یہ عظیم الشان الفاظ ہیں، یہ دعوت ہے جو اللہ تعالیٰ کے حکم سے آپ نے دی۔ اللہ تعالیٰ کے الہام سے آپ نے دنیا کو دی اور یہ نشان جیسا کہ میں نے کہا 11 ر اپریل 1900ء کو ظہور میں آیا، آج تک اپنی چمک دکھلا رہا ہے اور آج تک کوئی ماہر سے ماہر زبان دان اور بڑے سے بڑا عالم اور ادیب بھی چاہے وہ عرب کا رہنے والا ہے اس کا مقابلہ نہیں کر سکا۔ اور کس طرح یہ مقابلہ ہوسکتا ہے۔ یہ تو خدا تعالیٰ کا کلام تھا جو آپ علیہ السلام کی زبان سے ادا ہوا۔ اللہ تعالیٰ دنیا کو اور خاص طور پر عرب مسلمانوں کو عقل اور جرأت دے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرستادے کے پیغام کو سمجھیں اور امت مسلمہ کو آج پھر امت واحدہ بنانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غلام صادق کے مددگار بنیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنی ذمہ داریاں نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز جمعہ کے بعد میں دو جنازے بھی پڑھاؤں گا۔ ان میں سے ایک جنازہ مکرمہ حنیفاں بی بی صاحبہ اہلیہ مکرم چوہدری بشیر احمد صاحب بھٹی بھوڑو چک ضلع شیخوپورہ کا ہے جو 3 ر اپریل 2014ء کو 84 سال کی عمر میں وفات پا گئیں تھیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ نے 1953ء میں ایک خواب کی بناء پر بیعت کر کے جماعت میں شمولیت کی سعادت پائی تھی۔ جلسہ سالانہ ربوہ میں آپ نے خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو دیکھا تو بتایا کہ خواب میں بیعت کے لئے کہنے والے بزرگ حضور ہی تھے۔ آپ بہن بھائیوں میں اکیلی احمدی تھیں اور پنجوقتہ نمازی، تہجد گزار، بڑی دعا گو تھیں۔ غریب پرور نیک دل مخلص خاتون تھیں۔ جماعت سے اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ عہدے داران کی بڑی عزت کرتی تھیں۔ ان کے پسماندگان میں میاں کے علاوہ دو بیٹیاں اور پانچ بیٹے ہیں۔ اپنے ایک بیٹے مکرم محمد افضل بھٹی صاحب کو انہوں نے جامعہ بھیجا۔ وہ تنزانیہ میں مبلغ سلسلہ ہیں اور وہاں خدمت بجا لا رہے ہیں اور میدانِ عمل میں ہونے کی وجہ سے اپنی والدہ کے جنازے پر بھی شامل نہیں ہو سکے تھے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند کرے اور ان کے اس بیٹے کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے جو میدان عمل میں دین کی خدمت بجا لا رہا ہے۔

دوسرا جنازہ مکرم سید محمود احمد شاہ صاحب آف کراچی کا ہے۔ جو 29؍مارچ 2014ء کو 76 سال کی عمر میں حرکت قلب بند ہونے کی وجہ سے وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ اپنے گھر میں تھے کہ وضو کر کے عصر کی نماز پڑھنے کے لئے اپنے کمرے میں گئے ہیں۔ کافی انتظار کے بعد جب ان کی اہلیہ نے جا کے دیکھا تو جائے نماز ابھی کھولی نہیں تھی، فولڈ کی ہوئی جائے نماز پڑی تھی، یا نماز پڑھ لی تھی یا پڑھنے سے پہلے بہر حال جائے نماز پر یہ گرے ہوئے تھے تو بستر پر ڈالا، ایمبولینس آئی، انہوں نے چیک کر کے بتایا کہ ان کی وفات ہو چکی ہے۔ آپ حضرت سید ناظر حسین شاہ صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بیٹے اور مکرم عبداللہ شاہ صاحب جو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کے خالہ زاد بھائی تھے ان کے داماد تھے۔ نہایت شفیق، حلیم، نیک، دعا گو، نظام جماعت اور خلافت سے بے انتہا محبت کا تعلق رکھنے والے تھے۔ جماعتی کاموں میں مختلف ذمہ داریوں پر طویل عرصے تک ان کو خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ تہجد گزار، نمازوں کے پابند، باقاعدگی سے وقف عارضی بھی کرتے تھے۔ جلسہ سالانہ کا ہر سال بے چینی سے انتظار کرتے۔ یہاں آتے تھے اور جلسہ میں شمولیت اور خلیفہ وقت سے ملاقات کا بھی ان کو بڑا شوق ہوتا تھا۔ لمبے عرصہ تک کراچی میں اپنے حلقے کے سیکرٹری وصایا کے طور پر خدمت کی توفیق پائی۔ موصی تھے۔ اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور چار بیٹے یادگار چھوڑے ہیں جو سارے پاکستان سے باہر ہی آسٹریلیا، کینیڈا، امریکہ اور سویڈن وغیرہ میں رہتے ہیں۔ ان کے دو بھائی یہاں ہیں۔ ایک سید نصیر شاہ صاحب ہیں جو آجکل یو۔کے میں شعبہ رشتہ ناطہ کے انچارج ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کی مغفرت فرمائے۔ رحم کا سلوک فرمائے اور تمام لواحقین کو صبر اور حوصلہ دے اور ان کی نیکیاں جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02؍مئی 2014ء تا 08؍مئی 2014ء جلد 21 شمارہ 18 صفحہ 05 تا 09)

16

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18 / اپریل 2014ء بمطابق 18 شہادت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس وقت میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے چند اقتباسات پیش کروں گا جن میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے بارے میں بتایا کہ اللہ تعالیٰ کی کیا حقیقت ہے؟ اس کا مرتبہ کیا ہے؟ اس کے سب طاقتوں کے مالک اور واحد و یگانہ ہونے کا مقام بیان فرمایا ہے نیز یہ بھی کہ وہی ہے جو تمام مخلوق کا خالق ہے۔ ہر چیز کو فنا ہے اور اس کو فنا نہیں۔ آپ نے یہ بھی بیان فرمایا کہ اس کائنات کے خدا تک پہنچنے کا ذریعہ اب صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ جس کا حسن و احسان میں کوئی ثانی نہیں۔ آپ نے بتایا کہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں کو دیکھنے کے لئے اس کی طرف خالص ہو کر جھکنا ضروری ہے۔ اس کے آگے خالص ہو کر جھکنا ضروری ہے۔ اس کی عبادت بجالانا ضروری ہے۔ پھر جب انسان کی یہ حالت ہوتی ہے تو پھر خدا تعالیٰ دوڑ کر انسان کو گلے لگاتا ہے اور اس پر اپنے فضلوں کی بارش برساتا ہے۔ پس آپ نے بڑے درد سے فرمایا کہ ایسے خدا سے تعلق جوڑو تا کہ اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے بن سکو۔

اللہ تعالیٰ کی کیا حقیقت ہے، وہ خدا جو تمام کائناتوں کا مالک ہے جس کو اسلام نے پیش کیا ہے اس کی کیا حقیقت ہے؟ اس بارے میں ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:۔

”خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے۔ خواہ وہ ارواح میں ہے۔ خواہ اجسام میں اور خواہ ذاتی ہے اور خواہ عرضی اور خواہ ظاہری ہے اور خواہ باطنی اور خواہ ذہنی ہے خواہ خارجی۔“ (یعنی ہر قسم کا نور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی وہ نور ہے جو جسموں میں نظر

آتا ہے۔ ذاتی خوبیاں ہیں ان میں نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے بعض خاص آدمیوں کو دی گئی خوبیاں ہیں وہ ان میں نظر آتی ہیں، ظاہری خوبیاں ہیں یا چھپی ہوئی خوبیاں ہیں، ذہنی خوبیاں ہیں یا خارجی ہیں۔ انسان کے باہر نظر آ رہی ہوتی ہیں۔ کسی چیز کی خوبصورتی جو نظر آ رہی ہوتی ہے وہ سب اللہ تعالیٰ کے نور کی وجہ سے ہیں۔ فرمایا:) ''اسی کے فیض کا عطیہ ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ حضرت رب العالمین کا فیضِ عام ہر چیز پر محیط ہو رہا ہے اور کوئی اس کے فیض سے خالی نہیں۔''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 191 حاشیہ نمبر 11)

دنیا میں جتنی چیزیں ہیں، جتنی ان کی خوبیاں نظر آتی ہیں، جہاں جہاں خوبصورتی نظر آتی ہے، حسن نظر آتا ہے۔ انسان دیکھتا ہے اس کو فائدے پہنچ رہے ہوتے ہیں۔ ہر قسم کی چیزیں جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فیض عام کی وجہ سے ہیں اور اس کے فیض سے کوئی خالی نہیں چاہے وہ کوئی بھی ہو۔ فرمایا کہ

''وہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے'' (اسی سے تمام فیض پھوٹتے ہیں۔ وہی تمام نوروں کا سبب اور ذریعہ ہے۔ وہی ہے جہاں سے رحمتوں کے چشمے پھوٹتے ہیں) ''اسی کی ہستیٔ حقیقی تمام عالم کی قیّوم اور تمام زیروزبر کی پناہ ہے۔'' (یعنی تمام دنیا کے قائم رکھنے کے لئے اور جو بھی اس میں شکست و ریخت ہو رہی ہے یا جو بھی تبدیلیاں پیدا ہو رہی ہیں وہ اسی کی طرف لوٹتی ہیں) ''وہی ہے جس نے ہر ایک چیز کو ظلمت خانۂ عدم سے باہر نکالا'' (جو اندھیروں میں پڑی ہوئی چیزیں تھیں ان کو باہر نکالا) ''اور خلعتِ وجود بخشا۔ بجز اس کے کوئی ایسا وجود نہیں ہے کہ جو فی حد ذاتہ واجب اور قدیم ہو۔'' (اس کے علاوہ کوئی ہستی نہیں، کوئی وجود نہیں جو اپنی ذات میں اس بات کا حقدار ٹھہرتا ہو اور ہمیشہ سے ہو) ''یا اس سے مستفیض نہ ہو بلکہ خاک اور افلاک اور انسان اور حیوان اور حجر اور شجر اور روح اور جسم سب اسی کے فیضان سے وجود پذیر ہیں۔'' (یہ دنیا، ہماری دنیا بھی، آسمان بھی، انسان بھی، حیوان بھی، پتھر بھی، درخت بھی، روح جسم ہر چیز جو ہے وہ اللہ تعالیٰ کے فیض سے ہی وجود میں ہے۔)

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 192-191 حاشیہ نمبر 11)

پھر اللہ تعالیٰ کے واحد اور لاشریک ہونے کے بارے میں وضاحت فرماتے ہوئے حضرت اقدس مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ:

''شرکت از روئے حصر عقلی چار قسم پر ہے۔ کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے اور کبھی مرتبہ میں اور کبھی نسب میں اور کبھی فعل میں اور تاثیر میں۔ سو اس سورۃ میں......'' (یعنی سورۃ اخلاص میں) ''......ان

چاروں قسموں کی شرکت سے خدا کا پاک ہونا بیان فرمایا اور کھول کر بتلا دیا کہ وہ اپنے عدد میں ایک ہے دو یا تین نہیں اور وہ صمد ہے یعنی اپنے مرتبہ وجوب اور محتاج الیہ ہونے میں منفرد اور یگانہ ہے اور بجز اس کے تمام چیزیں ممکن الوجود اور ہالک الذّات ہیں......'' آگے بعض مشکل الفاظ آئیں گے میں مختصراً ان کی وضاحت کر دوں گا۔

فرمایا کہ ''...... جو اس کی طرف ہر دم محتاج ہیں اور وہ لَمۡ یَلِدۡ ہے یعنی اس کا کوئی بیٹا نہیں تا بوجہ بیٹا ہونے کے اس کا شریک ٹھہر جائے اور وہ لَمۡ یُوۡلَدۡ ہے یعنی اس کا کوئی باپ نہیں تا بوجہ باپ ہونے کے اس کا شریک بن جائے اور وہ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا ہے یعنی اس کے کاموں میں کوئی اس سے برابری کرنے والا نہیں تا باعتبار فعل کے اس کا شریک قرار پاوے۔ سو اس طور سے ظاہر فرما دیا کہ خدائے تعالیٰ چاروں قسم کی شرکت سے پاک اور منزہ ہے اور وحدہ لاشریک ہے۔''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 518، حاشیہ درحاشیہ نمبر 3)

آپ نے اس میں فرمایا کہ شرکت یا شریک ہونا عقل کی رو سے چار قسم پر منحصر ہے یعنی تعداد میں۔ ایک تو کسی کی شرکت ہو سکتی ہے، کوئی کسی کا شریک ہو سکتا ہے جب تعداد میں اس کے مطابق ہو۔ ایک دو تین چار پانچ ہوں۔ دوسرے مرتبہ اور مقام میں۔ تیسرے نسب یا خاندان میں۔ چوتھے کسی کام کے کرنے کی طاقت میں اور اس کے اثرات قائم کرنے میں۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ان چاروں قسم کے شرک سے پاک ہے۔ یہاں اس سورت میں اللہ تعالیٰ نے کھول کر بتا دیا کہ وہ احد ہے۔ وہ اپنے عدد میں ایک ہے۔ دو تین چار نہیں۔ نہ اس کے برابر کوئی ہو سکتا ہے۔ وہ صمد ہے یعنی وہی ہے جس کی ضرورت ہر وقت مخلوق کو ہے۔ جب بھی کسی چیز کی احتیاج ہو، کسی چیز کی ضرورت ہو تو اسی کی طرف جایا جاتا ہے اور جایا جانا چاہئے۔ یا وہی ہے جو اس بات کا حقدار ہے کہ اس کی طرف جایا جائے۔ کوئی اور وجود ضرورت پوری کرنے کے لئے اس کا ہم پلہ نہیں ہے۔ اس کے برابر نہیں ہے۔ وجہ کیا ہے؟ کوئی وجود برابر کیوں نہیں ہے جو ضرورتیں پوری کر سکے؟ یہاں آپ نے وجہ یہ بیان فرمائی کہ اس کے علاوہ ہر چیز وجود میں آسکتی ہے لیکن خدا تعالیٰ ہمیشہ سے ایک ہی ہے اور رہے گا اور پھر ہر چیز کو فنا ہے۔ ایک وقت میں ختم ہو جائے گی، ہلاک ہونے والی ہے۔ یعنی ہر وجود جو مخلوق ہے اس کے ساتھ پیدائش بھی ہے اور فنا بھی لیکن خدا تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ پس بوجہ پیدا ہونے اور ہلاک ہونے کے باقی مخلوق عارضی ہے۔ کچھ وقت کے لئے ہے اور جو عارضی اور کچھ وقت کے لئے ہو وہ اپنی ضروریات کے تمام سامان مہیا نہیں کر سکتا، نہ کسی کو مہیا کروا سکتا ہے۔ پس جو

تمام سامان مہیا نہ کر سکے اسے خود ایک خدا کی ضرورت ہے جو ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ جس نے یہ اعلان کیا ہے کہ میں نے اپنی مخلوق کی زندگی قائم رکھنے کے لئے سامان مہیا کئے ہیں۔ وہی ہے جس پر انحصار کیا جا سکتا ہے اور کیا جانا چاہئے۔ پس یہ وجہ ہے اور تفصیل سے صمد کے یہ معنی ہیں۔

پھر نسب کی بات کی تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَمۡ یَلِدۡ اس کا کوئی بیٹا نہیں۔ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ اور اس کا کوئی باپ نہیں۔ پس نسب، نسل سے وہ بالا ہے۔ لہٰذا اس کا کوئی شریک ہو نہیں سکتا۔ پھر چوتھی بات اللہ تعالیٰ کے متعلق فرماتا ہے کہ لَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ اس کے کاموں میں کوئی اس کی برابری کرنے والا نہیں۔ پس جب برابری کرنے والا نہیں تو نہ ہی خدا تعالیٰ جیسے کوئی کام کر سکتا ہے۔ نہ ہی کام کے نتائج اور اثرات پیدا کرنا کسی کے بس میں ہے یا ہو سکتا ہے۔ یہ عام دنیا دار بھی جو اپنے کاموں کا نتیجہ دیکھ رہا ہوتا ہے اور بڑے فخر سے کہتا ہے کہ میں نے یہ کر دیا وہ کر دیا۔ اس کے بھی جو نتائج پیدا ہو رہے ہوتے ہیں یہ نتائج پیدا کرنا اس کے بس میں نہیں ہے بلکہ قانونِ قدرت کے تحت انسان کو اس کی محنت کا صلہ مل رہا ہوتا ہے جو محنت وہ کرتا ہے۔ وہ رب بھی ہے اور رحمان بھی ہے۔ اس کی ربوبیت اور رحمانیت کا فیض انسان کو مل رہا ہوتا ہے۔ پس کتنا بدقسمت ہے وہ انسان جو بجائے اپنے خدا کے اس احسان کے اس کے قریب ہو، اس کے آگے جھکے، اکثریت ان میں سے دور ہٹتی چلی جاتی ہے۔

پھر لیکچر لاہور میں خدا تعالیٰ کی توحید اور سب طاقتوں کا مالک ہونے کے بارے میں آپ نے اسی سورت کو مزید بیان فرمایا کہ:

''قرآن میں ہمارا خدا اپنی خوبیوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ قُلۡ ہُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ۔ اَللّٰہُ الصَّمَدُ۔ لَمۡ یَلِدۡ وَلَمۡ یُوۡلَدۡ۔ وَلَمۡ یَکُنۡ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ۔ (الاخلاص: 2-5)۔ یعنی تمہارا خدا وہ خدا ہے جو اپنی ذات اور صفات میں واحد ہے نہ کوئی ذات اس کی ذات جیسی ازلی اور ابدی...... نہ کسی چیز کے صفات اُس کی صفات کے مانند ہیں۔ انسان کا علم کسی معلّم کا محتاج ہے......'' (علم حاصل کرنے والے کے لئے کسی علم سکھانے والے کی ضرورت ہے) ''......اور پھر محدود ہے......'' (جو بھی علم حاصل ہو گا وہ محدود ہوتا ہے) ''......مگر اس کا علم......'' (خدا تعالیٰ کا علم) ''...... کسی معلم کا محتاج نہیں اور با ایں ہمہ غیر محدود ہے......'' (اور ساتھ ساتھ غیر محدود بھی ہے) ''......انسان کی شنوائی ہوا کی محتاج ہے......'' (بغیر ہوا کے سن نہیں سکتے) ''......اور محدود ہے مگر خدا کی شنوائی ذاتی طاقت سے ہے اور محدود نہیں۔ اور انسان کی بینائی سورج یا کسی دوسری روشنی کی محتاج ہے اور پھر محدود ہے......'' (ایک حد تک دیکھ سکتا ہے انسان)

''......مگر خدا کی بینائی ذاتی روشنی سے ہے اور غیر محدود ہے۔ ایسا ہی انسان کی پیدا کرنے کی قدرت کسی مادہ کی محتاج ہے اور نیز وقت کی محتاج اور پھر محدود ہے۔ لیکن خدا کی پیدا کرنے کی قدرت نہ کسی مادہ کی محتاج ہے نہ کسی وقت کی محتاج اور غیر محدود ہے کیونکہ اس کی تمام صفات بے مثل و مانند ہیں اور جیسے کہ اس کی کوئی مثل نہیں اس کی صفات کی بھی کوئی مثل نہیں...... اگر ایک صفت میں وہ ناقص ہو تو پھر تمام صفات میں ناقص ہوگا۔ اس لئے اس کی توحید قائم نہیں ہو سکتی جب تک کہ وہ اپنی ذات کی طرح اپنے تمام صفات میں بے مثل و مانند نہ ہو۔

آپ فرماتے ہیں کہ ''......پھر اس سے آگے آیت ممدوحہ بالا کے یہ معنی ہیں کہ خدا نہ کسی کا بیٹا ہے اور نہ کوئی اس کا بیٹا ہے۔ کیونکہ وہ غنی بالذات ہے۔ اس کو نہ باپ کی حاجت ہے اور نہ بیٹے کی۔ یہ توحید ہے جو قرآن شریف نے سکھلائی ہے جو مدار ایمان ہے۔''

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 155-154)

پھر خدا تعالیٰ کی وحدانیت کی عقلی دلیل دیتے ہوئے آپ قرآن شریف کے عقائد سے ہی استنباط کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ یعنی بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''پھر بعد اِس کے اُس کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایک عقلی دلیل بیان فرمائی اور کہا لَوْ كَانَ فِيهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۔......'' (سورۃ) انبیاء کی آیت 23 ہے۔ پھر فرمایا: ''...... وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ الخ ۔......'' المومنون کی آیت (92) ہے۔ ''......یعنی اگر زمین و آسمان میں بجز اُس ایک ذات جامع صفات کاملہ کے کوئی اور بھی خدا ہوتا تو وہ دونوں بگڑ جاتے۔ کیونکہ ضرور تھا کہ کبھی وہ جماعت خدائیوں کی ایک دوسرے کے برخلاف کام کرتے۔ پس اسی پھوٹ اور اختلاف سے عالَم میں فساد راہ پاتا اور نیز اگر الگ الگ خالق ہوتے تو ہر واحد ان میں سے اپنی ہی مخلوق کی بھلائی چاہتا اور ان کے آرام کے لئے دوسروں کا برباد کرنا روا رکھتا۔ پس یہ بھی موجب فساد عالم ٹھہرتا۔''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 519-518 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پس سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ایک سے زیادہ کوئی خدا ہو۔ پھر خدا تعالیٰ کی بعض صفات جن کا قرآن کریم میں ذکر ہے، ان کا ذکر فرماتے ہوئے مختصر وضاحت آپ نے فرمائی۔ فرمایا کہ

''جس خدا کی طرف ہمیں قرآن شریف نے بلایا ہے اس کی اس نے یہ صفات لکھی ہیں۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ. عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ. هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ. (الحشر: 23) مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ. (الفاتحة: 4) اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ. (الحشر: 24) هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى. يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ. (الحشر: 25) عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ. (البقرة: 21) رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ. اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ. مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ. (الفاتحة: 2-4) اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ. (البقرة: 187) اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ. (البقرة: 256) قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ. اَللّٰهُ الصَّمَدُ. لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُوْلَدْ. وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ. (الاخلاص: 2-5)

یعنی وہ خدا جو واحد لاشریک ہے جس کے سوا کوئی بھی پرستش اور فرمانبرداری کے لائق نہیں۔ یہ اس لئے فرمایا کہ اگر وہ لاشریک نہ ہو تو شاید اس کی طاقت پر دشمن کی طاقت غالب آ جائے۔ اس صورت میں خدائی معرضِ خطرہ میں رہے گی۔ اور یہ جو فرمایا کہ اس کے سوا کوئی پرستش کے لائق نہیں۔ اس سے یہ مطلب ہے کہ وہ ایسا کامل خدا ہے جس کی صفات اور خوبیاں اور کمالات ایسے اعلیٰ اور بلند ہیں کہ اگر موجودات میں سے بوجہ صفات کاملہ کے ایک خدا انتخاب کرنا چاہیں یا دل میں عمدہ سے عمدہ اور اعلیٰ سے اعلیٰ خدا کی صفات فرض کریں تو سب سے اعلیٰ جس سے بڑھ کر کوئی اعلیٰ نہیں ہو سکتا۔ وہی خدا ہے جس کی پرستش میں ادنیٰ کو شریک کرنا ظلم ہے۔......" (جہاں تک بھی اعلیٰ سے اعلیٰ خدا کی سوچ پہنچ سکتی ہے اس کے ساتھ پھر کسی ادنیٰ کو شریک نہیں ٹھہرایا جا سکتا۔)

"......پھر فرمایا کہ عالم الغیب ہے یعنی اپنی ذات کو آپ ہی جانتا ہے۔ اس کی ذات پر کوئی احاطہ نہیں کر سکتا۔ ہم آفتاب اور ماہتاب اور ہر ایک مخلوق کا سراپا دیکھ سکتے ہیں مگر خدا کا سراپا دیکھنے سے قاصر ہیں۔......" (ہر چیز کو ہم دیکھ سکتے ہیں لیکن خدا کو جسمانی صورت میں نہیں دیکھ سکتے۔)

"......پھر فرمایا کہ وہ عَالِمُ الشَّهَادَة ہے یعنی کوئی چیز اس کی نظر سے پردہ میں نہیں ہے۔ یہ جائز نہیں کہ وہ خدا کہلا کر پھر علم اشیاء سے غافل ہو۔ وہ اس عالم کے ذرہ ذرہ پر اپنی نظر رکھتا ہے لیکن انسان نہیں رکھ سکتا۔ وہ جانتا ہے کہ کب اس نظام کو توڑ دے گا اور قیامت برپا کر دے گا۔ اور اس کے سوا کوئی نہیں جانتا کہ ایسا کب ہو گا؟ سو وہی خدا ہے جو ان تمام وقتوں کو جانتا ہے۔ پھر فرمایا هُوَ الرَّحْمٰن یعنی وہ جانداروں کی ہستی اور ان کے اعمال سے پہلے محض اپنے لطف سے نہ کسی غرض سے اور نہ کسی عمل کی پاداش

میں ان کے لئے سامان راحت میسر کرتا ہے۔ جیسا کہ آفتاب اور زمین اور دوسری تمام چیزوں کو ہمارے وجود اور ہمارے اعمال کے وجود سے پہلے ہمارے لئے بنا دیا۔ اس عطیہ کا نام خدا کی کتاب میں رحمانیت ہے۔ اور اس کام کے لحاظ سے خدائے تعالیٰ رحمٰن کہلاتا ہے۔......'' (یعنی تمام ضروریات کو پہلے سے مہیا کر دیا یہ اس کی روحانیت ہے۔)

''......اور پھر فرمایا کہ اَلرَّحِیْم یعنی وہ خدا نیک عملوں کی نیک تر جزا دیتا ہے اور کسی کی محنت کو ضائع نہیں کرتا اور اس کام کے لحاظ سے رحیم کہلاتا ہے۔ اور یہ صفت رحیمیت کے نام سے موسوم ہے۔ اور پھر فرمایا مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ یعنی وہ خدا ہر ایک کی جزا اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے۔ اس کا کوئی ایسا کارپرداز نہیں جس کو اس نے زمین و آسمان کی حکومت سونپ دی ہو......'' (کسی سے کوئی کام کروانے کے لئے اس کو ضرورت نہیں۔ ہر چیز اس کے اپنے ہاتھ میں ہے۔) ''......اور آپ الگ ہو بیٹھا ہو اور آپ کچھ نہ کرتا ہو۔ وہی کارپرداز سب کچھ جزا سزا دیتا ہو یا آئندہ دینے والا ہو۔ اور پھر فرمایا اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ یعنی وہ خدا بادشاہ ہے جس پر کوئی داغ عیب نہیں۔ یہ ظاہر ہے کہ انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں۔......'' (انسانی بادشاہت عیب سے خالی نہیں ہے۔ کوئی نہ کوئی خامیاں کمزوریاں اس میں ہیں۔) ''......اگر مثلاً تمام رعیت جلا وطن ہو کر دوسرے ملک کی طرف بھاگ جاوے تو پھر بادشاہی قائم نہیں رہ سکتی یا اگر مثلاً تمام رعیت قحط زدہ ہو جائے......'' (رعایا قحط زدہ ہو جائے) ''......تو پھر خراج شاہی کہاں سے آئے......'' (جو اس سے ٹیکس وصول کیا جا سکتا ہے وہ کہاں سے آئے گا) ''......اور اگر رعیت کے لوگ اس سے بحث شروع کر دیں کہ تجھ میں ہم سے زیادہ کیا ہے تو وہ کونسی لیاقت اپنی ثابت کرے۔......'' (بادشاہ کے مقابلے پر اگر رعایا کھڑی ہو جائے تو کیا ثابت کرے۔ آجکل دنیا میں، ملکوں میں آپ دیکھ لیں۔ یہی کچھ فتنہ و فساد ہو رہا ہے۔ حکومتوں اور رعایا کی جنگیں ہو رہی ہیں۔ پس فرمایا کہ) ''......پس خدا تعالیٰ کی بادشاہی ایسی نہیں ہے۔ وہ ایک دم میں تمام ملک کو فنا کر کے اور مخلوقات پیدا کر سکتا ہے۔ اگر وہ ایسا خالق اور قادر نہ ہوتا تو پھر بجز ظلم کے اس کی بادشاہت چل نہ سکتی۔ کیونکہ وہ دنیا کو ایک مرتبہ معافی اور نجات دے کر پھر دوسری دنیا کہاں سے لاتا۔ کیا نجات یافتہ لوگوں کو دنیا میں بھیجنے کے لئے پھر پکڑتا اور ظلم کی راہ سے اپنی معافی اور نجات دہی کو واپس لیتا؟ تو اس صورت میں اس کی خدائی میں فرق آتا......'' (یہ جو لوگوں کا نظریہ ہے ناں کہ معافی کی اور پھر بھیجا۔ پھر فرمایا) ''......اور دنیا کے بادشاہوں کی طرح داغدار بادشاہ ہوتا جو دنیا کے لئے قانون بناتے ہیں۔ بات بات میں بگڑتے ہیں اور اپنی خودغرضی کے وقتوں پر جب دیکھتے ہیں کہ ظلم کے بغیر چارہ نہیں تو ظلم کو

شیرِ مادر سمجھ لیتے ہیں۔.......‘‘ (ظلم کے بغیر چارہ نہیں تو پھر اس طرح ظلم کرتے ہیں جس طرح ماں کا دودھ پی رہے ہیں۔ آجکل بھی آپ دیکھ لیں، بعض ملکوں میں حکومت کے سربراہان کی طرف سے جو ظلم ہو رہا ہے، اسی طرح ہو رہا ہے۔ پھر فرمایا) ’’.......مثلاً قانون شاہی جائز رکھتا ہے کہ ایک جہاز کو بچانے کے لئے ایک کشتی کے سواروں کو تباہی میں ڈال دیا جائے اور ہلاک کیا جائے مگر خدا کو تو یہ اضطرار پیش نہیں آنا چاہئے۔ پس اگر خدا پورا قادر اور عدم سے پیدا کرنے والا نہ ہوتا تو یا تو وہ کمزور راجوں کی طرح قدرت کی جگہ ظلم سے کام لیتا اور یا عادل بن کر خدائی کو ہی الوادع کہتا۔ بلکہ خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھ سچے انصاف پر چل رہا ہے۔ پھر فرمایا اَلسَّلام یعنی وہ خدا جو تمام عیبوں اور مصائب اور سختیوں سے محفوظ ہے بلکہ سلامتی دینے والا ہے۔ اس کے معنے بھی ظاہر ہیں کیونکہ اگر وہ آپ ہی مصیبتوں میں پڑتا، لوگوں کے ہاتھ سے مارا جاتا اور اپنے ارادوں میں ناکام رہتا تو پھر اس بدنمونہ کو دیکھ کر کس طرح دل تسلی پکڑتے کہ ایسا خدا ہمیں ضرور مصیبتوں سے چھڑا دے گا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ باطل معبودوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰہِ لَنۡ یَّخۡلُقُوۡا ذُبَابًا وَّ لَوِ اجۡتَمَعُوۡا لَہٗ ؕ وَ اِنۡ یَّسۡلُبۡہُمُ الذُّبَابُ شَیۡئًا لَّا یَسۡتَنۡقِذُوۡہُ مِنۡہُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَ الۡمَطۡلُوۡبُ ۔ مَا قَدَرُوا اللّٰہَ حَقَّ قَدۡرِہٖ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَقَوِیٌّ عَزِیۡزٌ (الحج: 74-75) جن لوگوں کو تم خدا بنائے بیٹھے ہو وہ تو ایسے ہیں کہ اگر سب مل کر ایک مکھی پیدا کرنا چاہیں تو کبھی پیدا نہ کر سکیں اگرچہ ایک دوسرے کی مدد بھی کریں۔ بلکہ اگر مکھی ان کی چیز چھین کر لے جائے تو انہیں طاقت نہیں ہوگی کہ وہ مکھی سے چیز واپس لے سکیں۔ ان کے پرستار عقل کے کمزور اور وہ طاقت کے کمزور ہیں۔ کیا خدا ایسے ہوا کرتے ہیں؟ خدا تو وہ ہے کہ سب قوتوں والوں سے زیادہ قوت والا اور سب پر غالب آنے والا ہے۔ نہ اُس کو کوئی پکڑ سکے اور نہ مار سکے۔ ایسی غلطیوں میں جو لوگ پڑتے ہیں وہ خدا کی قدر نہیں پہچانتے اور نہیں جانتے خدا کیسا ہونا چاہئے اور پھر فرمایا کہ خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ سچے خدا کا ماننے والا کسی مجلس میں شرمندہ نہیں ہو سکتا اور نہ خدا کے سامنے شرمندہ ہوگا کیونکہ اس کے پاس زبردست دلائل ہوتے ہیں۔ لیکن بناوٹی خدا کا ماننے والا بڑی مصیبت میں ہوتا ہے۔ وہ بجائے دلائل بیان کرنے کے ہر ایک بیہودہ بات کو راز میں داخل کرتا ہے تا ہنسی نہ ہو اور ثابت شدہ غلطیوں کو چھپانا چاہتا ہے۔

اور پھر فرمایا کہ اَلۡمُہَیۡمِنُ الۡعَزِیۡزُ الۡجَبَّارُ الۡمُتَکَبِّرُ یعنی وہ سب کا محافظ ہے اور سب پر غالب اور بگڑے ہوئے کاموں کا بنانے والا ہے۔ اور اس کی ذات نہایت ہی مستغنی ہے۔

اور فرمایا ھُوَ اللّٰہُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَہُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ یعنی وہ ایسا خدا ہے کہ جسموں کا بھی پیدا کرنے والا اور روحوں کا بھی پیدا کرنے والا۔ رِحم میں تصویر کھینچنے والا ہے۔.....‘‘ (بچے کی پیدائش سے پہلے جب بچہ رحم میں ہی ہوتا ہے تو وہیں اس کی شکل بنا دیتا ہے۔) ’’.....تمام نیک نام جہاں تک خیال میں آ سکیں سب اسی کے نام ہیں۔ اور پھر فرمایا۔ یُسَبِّحُ لَہٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ یعنی آسمان کے لوگ بھی اس کے نام کو پاکی سے یاد کرتے ہیں اور زمین کے لوگ بھی۔ اس آیت میں اشارہ فرمایا کہ آسمانی اجرام میں آبادی ہے اور وہ لوگ بھی پابند خدا کی ہدایتوں کے ہیں۔.....‘‘ (یعنی دنیا میں اور بھی ایسے کرّے ہو سکتے ہیں جہاں آبادیاں ہوں، بلکہ ہیں۔)

’’.....اور پھر فرمایا عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ یعنی خدا بڑا قادر ہے۔ یہ پرستاروں کے لئے تسلی ہے۔ کیونکہ اگر خدا عاجز ہو اور قادر نہ ہو تو ایسے خدا سے کیا امید رکھیں۔

اور پھر فرمایا۔ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ۔ اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ یعنی وہی خدا ہے جو تمام عالموں کا پرورش کرنے والا۔ رحمن رحیم اور جزا کے دن کا آپ مالک ہے۔ اس اختیار کو کسی کے ہاتھ میں نہیں دیا۔ ہر ایک پکارنے والے کی پکار کو سننے والا اور جواب دینے والا یعنی دعاؤں کا قبول کرنے والا۔ اور پھر فرمایا اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ یعنی ہمیشہ رہنے والا اور تمام جانوں کی جان اور سب کے وجود کا سہارا۔ یہ اس لئے کہا کہ وہ ازلی ابدی نہ ہو تو اس کی زندگی کے بارے میں بھی دھڑکا رہے گا کہ شاید ہم سے پہلے فوت نہ ہو جائے۔ اور پھر فرمایا کہ وہ خدا اکیلا خدا ہے نہ وہ کسی کا بیٹا اور نہ کوئی اس کا بیٹا۔ اور نہ کوئی اس کے برابر اور نہ کوئی اس کا ہم جنس۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 372-376)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’مذہب اسلام کے تمام احکام کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ حقیقت جو لفظ اسلام میں مخفی ہے اُس تک پہنچایا جائے۔ اسی غرض کے لحاظ سے قرآن شریف میں ایسی تعلیمیں ہیں کہ جو خدا کو پیارا بنانے کے لئے کوشش کر رہی ہیں۔ کہیں اس کے حسن و جمال کو دکھاتی ہیں اور کہیں اُس کے احسانوں کو یاد دلاتی ہیں۔ کیونکہ کسی کی محبت یا تو حُسن کے ذریعہ سے دل میں بیٹھتی ہے اور یا احسان کے ذریعہ سے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ خدا اپنی تمام خوبیوں کے لحاظ سے واحد لاشریک ہے کوئی بھی اس میں نقص نہیں۔ وہ مجمع ہے تمام صفات کاملہ کا.....‘‘ (تمام صفات اس میں کامل طور پر جمع ہیں۔) ’’.....اور مظہر ہے تمام پاک قدرتوں کا.....‘‘

(ہر پاک قدرت کے اظہار اس سے ہو رہے ہوتے ہیں)''......اور مبدأ ہے تمام مخلوق کا۔......'' (ہر چیز جو ہے وہی پیدا کرنے والا ہے)''......اور سرچشمہ ہے تمام فیضوں کا۔......'' (تمام فیض اسی سے ملتے ہیں۔) ''......اور مالک ہے تمام جزا سزا کا۔ اور مرجع ہے تمام امور کا۔'' (تمام کام جو ہیں، تمام اعمال جو ہیں اسی کی طرف لوٹنے والے ہیں)''......اور نزدیک ہے باوجود دُوری کے اور دُور ہے باوجود نزدیکی کے۔ وہ سب سے اُوپر ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اس کے نیچے کوئی اور بھی ہے۔......'' (یعنی کہ اتنا وہ قریب ہے)''......اور وہ سب چیزوں سے زیادہ پوشیدہ ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ اُس سے کوئی زیادہ ظاہر ہے۔ وہ زندہ ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ زندہ ہے۔......'' (حیّ کا مطلب یہی ہے کہ زندہ بھی ہے اور زندہ رکھنے والا بھی ہے)''...... وہ قائم ہے اپنی ذات سے اور ہر ایک چیز اس کے ساتھ قائم ہے۔ اُس نے ہر یک چیز کو اُٹھا رکھا ہے اور کوئی چیز نہیں جس نے اُس کو اُٹھا رکھا ہو۔......'' (یعنی ہر چیز کا انحصار اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہی ہے)''......کوئی چیز نہیں جو اس کے بغیر خود بخود پیدا ہوئی ہے یا اس کے بغیر خود بخود جی سکتی ہے۔ وہ ہر یک چیز پر محیط ہے مگر نہیں کہہ سکتے کہ کیسا احاطہ ہے۔ وہ آسمان اور زمین کی ہر یک چیز کا نور ہے اور ہر یک نُور اسی کے ہاتھ سے چمکا۔ اور اُسی کی ذات کا پَرتَوہ ہے۔ وہ تمام عالموں کا پروردگار ہے۔ کوئی روح نہیں جو اس سے پرورش نہ پاتی ہو اور خود بخود ہو۔ کسی روح کی کوئی قوت نہیں جو اس سے نہ ملی ہو اور خود بخود ہو۔ اور اس کی رحمتیں دو قسم کی ہیں (۱) ایک وہ جو بغیر سبقت عمل کسی عامل کے قدیم سے ظہور پذیر ہیں جیسا کہ زمین اور آسمان اور سورج اور چاند اور ستارے اور پانی اور آگ اور ہوا اور تمام ذرّات اس عالم کے جو ہمارے آرام کے لئے بنائے گئے۔ ایسا ہی جن جن چیزوں کی ہمیں ضرورت تھی وہ تمام چیزیں ہماری پیدائش سے پہلے ہی ہمارے لئے مہیّا کی گئیں اور یہ سب اُس وقت کیا گیا جبکہ ہم خود موجود نہ تھے۔ نہ ہمارا کوئی عمل تھا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ سورج میرے عمل کی وجہ سے پیدا کیا گیا یا زمین میرے کسی شدھ کرم کے سبب سے بنائی گئی۔ غرض یہ وہ رحمت ہے جو انسان اور اس کے عملوں سے پہلے ظاہر ہو چکی ہے جو کسی کے عمل کا نتیجہ نہیں (۲) دوسری رحمت وہ ہے جو اعمال پر مترتب ہوتی ہے''۔

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 153-152)

کہ جب عمل کرو نیک عمل کرو تو پھر اللہ تعالیٰ اس کی جزا دیتا ہے۔

پھر آپ نے یہ بیان فرمایا کہ اب اس زمانے میں خدا تک پہنچنے کے لئے ایک ہی راستہ ہے اور وہ راستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

''اُس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے جس کے ہاتھ سے ہر ایک روح اور ہر ایک ذرہ مخلوقات کا مع اپنی تمام قویٰ کے ظہور پذیر ہوا اور جس کے وجود سے ہر ایک وجود قائم ہے اور کوئی چیز نہ اس کے علم سے باہر ہے اور نہ اُس کے تصرف سے نہ اُس کی خَلق سے۔ اور ہزاروں درود اور سلام اور رحمتیں اور برکتیں اُس پاک نبی محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوں جس کے ذریعہ سے ہم نے وہ زندہ خدا پایا جو آپ کلام کر کے اپنی ہستی کا آپ ہمیں نشان دیتا ہے اور آپ فوق العادت نشان دکھلا کر اپنی قدیم اور کامل طاقتوں اور قوتوں کا ہم کو چمکنے والا چہرہ دکھاتا ہے۔ سو ہم نے ایسے رسول کو پایا جس نے خدا کو ہمیں دکھلایا۔ اور ایسے خدا کو پایا جس نے اپنی کامل طاقت سے ہر ایک چیز کو بنایا۔ اس کی قدرت کیا ہی عظمت اپنے اندر رکھتی ہے جس کے بغیر کسی چیز نے نقش وجود نہیں پکڑا اور جس کے سہارے کے بغیر کوئی چیز قائم نہیں رہ سکتی۔ وہ ہمارا سچا خدا بیشمار برکتوں والا ہے اور بیشمار قدرتوں والا اور بیشمار حسن والا اور بے شمار احسان والا۔ اس کے سوا کوئی اور خدا نہیں۔''

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 363)

پھر ایسے لوگوں کے بارے میں جو خدا تعالیٰ کو نہیں مانتے آپ فرماتے ہیں۔ کہ

''خدا کی ذات غیب الغیب اور وراء الوراء اور نہایت مخفی واقع ہوئی ہے جس کو عقول انسانیہ محض اپنی طاقت سے دریافت نہیں کر سکتیں......'' (وہ چھپی ہوئی ہستی ہے اور اس کو صرف عقلوں سے محفوظ نہیں کیا جا سکتا۔ دہریہ لوگ کہتے ہیں کہ جی ہم عقل سے خدا تعالیٰ کو کس طرح سمجھیں یا صرف عقل سے ہی سمجھا جا سکتا ہے۔ فرمایا) ''......عقول انسانیہ محض اپنی طاقت سے دریافت نہیں کر سکتیں اور کوئی برہان عقلی اس کے وجود پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتی......'' (کوئی عقلی دلیل اس کے وجود پر قطعی دلیل نہیں ہو سکتی) ''......کیونکہ عقل کی دوڑ اور سعی صرف اِس حد تک ہے کہ اس عالم کی صنعتوں پر نظر کر کے صانع کی ضرورت محسوس کرے......'' (عقل زیادہ سے زیادہ یہیں تک پہنچ سکتی ہے کہ کسی چیز کو دیکھ کر بتائے کہ اس کو کس نے بنایا ہے) ''......مگر ضرورت کا محسوس کرنا اور شئے ہے اور اس درجہ عین الیقین تک پہنچنا کہ جس خدا کی ضرورت تسلیم کی گئی ہے وہ درحقیقت موجود بھی ہے یہ اور بات ہے۔......'' (ایک خدا کی ضرورت ہے وہ موجود بھی ہے کہ نہیں یہ بالکل اور بات ہے) ''......اور چونکہ عقل کا طریق ناقص اور ناتمام اور مشتبہ ہے اسلئے ہر ایک فلسفی محض عقل کے ذریعہ سے خدا کو شناخت نہیں کر سکتا بلکہ اکثر ایسے لوگ جو محض عقل کے ذریعہ سے خدا تعالیٰ کا پتہ لگانا چاہتے ہیں آخر کار دہریہ بن جاتے ہیں۔ اور مصنوعات زمین و آسمان پر غور کرنا کچھ بھی ان کو

فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔......" (بڑے غور وفکر کرنیوالے ہیں، بڑے کائنات پر بھی غور کرتے ہیں، زمین پر بھی غور کرتے ہیں، سائنس پر بھی غور کرنے والے ہیں لیکن ان میں سے بہت سارے لوگ دہریہ بھی ہیں جیسا کہ اس زمانے میں نظر آتا ہے کیونکہ صرف عقل کے استعمال کرنے سے ان کو کچھ فائدہ نہیں پہنچتا۔)

"......اور خدا تعالیٰ کے کاملوں پر ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں......" (نتیجۃً کیا ہوتا ہے کہ جو اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھیجے گئے ہیں، جن کا اللہ تعالیٰ سے خاص تعلق ہے ان سے مذاق اور ٹھٹھہ کر رہے ہوتے ہیں فرمایا) "......اور اُن کی یہ حجت ہے کہ دنیا میں ہزار ہا ایسی چیزیں پائی جاتی ہیں جن کے وجود کا ہم کوئی فائدہ نہیں دیکھتے اور جن میں ہماری عقلی تحقیق سے کوئی ایسی صنعت ثابت نہیں ہوتی جو صانع پر دلالت کرے بلکہ محض لغو اور باطل طور پر اُن چیزوں کا وجود پایا جاتا ہے۔......"

عقل کیونکہ اس تک پہنچ نہیں سکی، اس لئے ضرورت ہی نہیں کہ کوئی اس کا بنانے والا بھی ہوگا۔

فرماتے ہیں کہ "......افسوس وہ نادان نہیں جانتے کہ عدم علم سے عدم شیٔ لازم نہیں آتا۔......" (یعنی کسی چیز کا علم نہ ہو تو اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ چیز موجود نہیں ہے) "......اِس قسم کے لوگ کئی لاکھ اِس زمانہ میں پائے جاتے ہیں جو اپنے تئیں اول درجہ کے عقلمند اور فلسفی سمجھتے ہیں......" (اب تو یہ کروڑوں میں ہو گئے ہیں۔ بلکہ دنیا میں بہت سارے لوگ ہیں کہ انہی باتوں کی وجہ سے انہوں نے خدا تعالیٰ پر یقین کرنا چھوڑ دیا ہے کیونکہ روحانیت کا جو خانہ تھا وہ بالکل خالی ہوتا چلا جا رہا ہے۔)

فرمایا "......اور خدا تعالیٰ کے وجود سے سخت منکر ہیں۔ اب ظاہر ہے کہ اگر کوئی عقلی دلیل زبردست اُن کو ملتی تو وہ خدا تعالیٰ کے وجود کا انکار نہ کرتے۔ اور اگر وجود باری جلّ شانہ پر کوئی برہان یقینی عقلی انکو ملزم کرتی تو وہ سخت بے حیائی اور ٹھٹھے اور ہنسی کے ساتھ خدا تعالیٰ کے وجود سے منکر نہ ہو جاتے۔......" (یعنی اگر ایسا کوئی یقینی اور عقلی ثبوت مل جاتا جو ان کا منہ بند کرانے کے لئے کافی ہوتا تو پھر وہ خدا تعالیٰ کی ذات پر ٹھٹھہ اور ہنسی نہ کرتے، اس کا انکار نہ کرتے جس طرح آجکل دنیا کی اکثریت کر رہی ہے۔ فرمایا) "......پس کوئی شخص فلسفیوں کی کشتی پر بیٹھ کر طوفان شبہات سے نجات نہیں پا سکتا......" (پھر فلسفیوں کی بھی باتیں سنی ہیں یا ظاہری طور پر سائنس کو دیکھنا ہے یا روحانیت سے دور ہٹ کے دیکھنا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں جو شبہات دل میں پیدا ہوتے ہیں ان سے تم نجات نہیں پا سکتے وہ تمہارے دل سے کبھی نہیں دور ہو سکتے) "......بلکہ ضرور غرق ہوگا......" (مزید دہریت میں ڈوبتا چلا جائے گا۔) "......اور ہرگز ہرگز شربت توحیدِ خالص اس کو میسر نہیں آئے گا۔ اب سوچو کہ یہ خیال کس قدر باطل اور بدبودار ہے کہ

بغیر وسیلہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے توحید میسر آ سکتی ہے......'' (توحید میسر نہیں آ سکتی جب تک ایک روحانی وسیلہ نہ ہو اور روحانی وسیلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہے۔)''......اور اس سے انسان نجات پا سکتا ہے۔ اے نادانو! جب تک خدا کی ہستی پر یقین کامل نہ ہو اُس کی توحید پر کیونکر یقین ہو سکے۔ پس یقیناً سمجھو کہ توحید یقینی محض نبی کے ذریعہ سے ہی مل سکتی ہے جیسا کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے عرب کے دہریوں اور بد مذہبوں کو ہزارہا آسمانی نشان دکھلا کر خدا تعالیٰ کے وجود کا قائل کر دیا اور اب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور کامل پیروی کرنے والے ان نشانوں کو دہریوں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ بات یہی سچ ہے کہ جب تک زندہ خدا کی زندہ طاقتیں انسان مشاہدہ نہیں کرتا شیطان اس کے دل میں سے نہیں نکلتا اور نہ سچی توحید اس کے دل میں داخل ہوتی ہے اور نہ یقینی طور پر خدا کی ہستی کا قائل ہو سکتا ہے۔ اور یہ پاک اور کامل توحید صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے ملتی ہے۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 121-120)

پھر خدا کے وجود پر یقین، ایسا یقین دلوانے کے لئے جو انسان کی توجہ ہر معاملے میں صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی طرف رکھے آپ فرماتے ہیں اور بڑے درد سے فرماتے ہیں کہ

''ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اس کے ہو گئے ہیں۔ وہ غیروں پر جو اس کی قدرتوں پر یقین نہیں رکھتے اور اس کے صادق وفادار نہیں ہیں وہ عجائبات ظاہر نہیں کرتا۔ کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اُس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے۔ ہماری اعلیٰ لذّات ہمارے خدا میں ہیں۔ کیونکہ ہم نے اس کو دیکھا اور ہر ایک خوبصورتی اس میں پائی۔ یہ دولت لینے کے لائق ہے اگرچہ جان دینے سے ملے۔ اور یہ لعل خریدنے کے لائق ہے اگرچہ تمام وجود کھونے سے حاصل ہو۔ اے محرومو! اس چشمہ کی طرف دوڑو کہ وہ تمہیں سیراب کرے گا یہ زندگی کا چشمہ ہے جو تمہیں بچائے گا۔ میں کیا کروں اور کس طرح اس خوشخبری کو دلوں میں بٹھا دوں۔ کس دَف سے میں بازاروں میں منادی کروں کہ تمہارا یہ خدا ہے تا لوگ سُن لیں اور کس دوا سے میں علاج کروں تا سُننے کے لئے لوگوں کے کان کھلیں۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 22-21)

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس زندہ خدا کا پیغام اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی اتباع میں دنیا کو پہنچانے والے ہوں اور دنیا کو یہ احساس دلانے والے ہوں

کہ زندہ خدا ہے، موجود ہے، اب بھی سنتا ہے، نشان بھی دکھاتا ہے۔ اس کی طرف لَوٹو۔ اس کی طرف آؤ۔ اور ہم خود بھی اس خدا سے زندہ تعلق پیدا کرنے والے ہوں اور اس تعلیم پر عمل کرنے والے ہوں۔ اس کی عبادت کا حق ادا کرنے والے ہوں۔ اس کی صفات کا صحیح ادراک حاصل کرنے والے ہوں۔ اس کے انعامات کے وارث ہوں۔ ہماری نسلیں بھی اور ہم بھی ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے شرک سے ہر طرح محفوظ رہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09 مئی 2014ء تا 15 مئی 2014ء جلد 21 شمارہ 19 صفحہ 05 تا 08)

17

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25 ؍اپریل 2014ء بمطابق 25 شہادت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس وقت میں ذکر کرنا چاہتا ہوں ایک انتہائی پیاری شخصیت کا جو اپنے انتہائی باوفا ہونے میں ایک خاص مقام رکھتے تھے۔ فدائی خادمِ سلسلہ تھے۔ دو دن پہلے ان کا انتقال ہوا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ہر انسان نے ایک دن اس دنیا کو چھوڑنا ہے لیکن کتنے خوش قسمت ہیں وہ انسان جو اپنی زندگیاں خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق گزارنے کی کوشش کرتے ہیں۔ جب عہد کرتے ہیں تو عہدوں کو نبھانے کی حتی المقدور کوشش کرتے ہیں۔ خدمت دین کے ساتھ خدمت انسانیت کی بھی ہمہ وقت کوشش میں لگے رہتے ہیں۔ ان لوگوں میں شامل ہوتے ہیں جن کی ایک دنیا تعریف کرتی ہے اور اس وجہ سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قول کے مطابق جنت ایسے لوگوں پر واجب ہو جاتی ہے۔ یہ خادم سلسلہ خلفائے وقت کے سلطانِ نصیر اور خلافت کے لئے انتہائی غیرت رکھنے والے ہمارے پیارے بھائی مکرم محمود احمد شاہد صاحب تھے جن کو محمود بنگالی کے نام سے پاکستان میں بھی اکثر لوگ جانتے ہیں۔ اس وقت یہ آسٹریلیا جماعت کے امیر تھے اور وہیں بدھ کے روز 23 ؍اپریل کو ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

مجھے ان کی وفات کے بعد ایک عزیز کا جو پہلا خط یا پیغام آیا انہوں نے یہ لکھا کہ خلافت کے فدائی ایسے تھے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی بنائے۔ ان کو میں نے یہی جواب دیا تھا کہ وہ نبض کی طرح چلتے تھے۔ کبھی ان کے دل میں یہ انقباض پیدا نہیں ہوا کہ یہ حکم کیوں آیا اور اس طرح کیوں آیا۔ اپنی مرضی کے خلاف بھی اگر کوئی بات ان کو کہی جاتی تو فوراً اس کی تعمیل ہوتی تھی۔ ان کی بیماری اور وفات کی کچھ تفصیلات کا

ذکر کرتا ہوں۔

22/ اپریل کو مشن ہاؤس سڈنی میں نماز عصر کے لئے مسجد کی طرف نکلے لیکن تھوڑا سا چل کے واپس گھر لوٹ آئے کہ طبیعت خراب ہو رہی ہے۔ اور گھر پہنچتے ہی شدید برین ہیمبرج کا حملہ ہوا۔ شوگر اور بلڈ پریشر کے مریض تو پہلے ہی تھے۔ ہسپتال لے گئے۔ وہاں وینٹی لیٹر پر ان کو رکھا گیا۔ ڈاکٹروں کا تو یہی خیال تھا کہ دماغ کے جس حصہ میں برین ہیمبرج ہے وہاں سے زندگی کی واپسی ممکن نہیں ہے لیکن بہر حال میں نے ان کو کہا کہ 24/ گھنٹے کوشش کر لیں اس سے زیادہ نہیں۔ 24/ گھنٹے کے بعد جب وہ مشین اتاری گئی تو دو منٹ بعد ہی آپ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔

ان کا تعارف کچھ اس طرح ہے۔ محمود صاحب 18/ نومبر 1948ء کو بنگلہ دیش کے ایک گاؤں چار دکھیہ ضلع چاند پور میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد مولانا ابوالخیر محمد محب اللہ اور والدہ کا نام زیب النساء تھا۔ ان کے والد ابوالخیر محمد محب اللہ صاحب نے 1943ء میں احمدیت قبول کی تھی۔ ابتدائی نام ابو الخیر محمد تھا۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے 'محب اللہ' کے نام کا اضافہ فرمایا تھا۔ ان کے والد اپنے علاقے کے سب سے پہلے احمدی تھے اور بڑے پائے کے عالم تھے۔ تبلیغ کا بھی ان کو بڑا شوق تھا۔ اور انہوں نے تبلیغ کے ذریعہ سے اپنے والد خواجہ عبدالمنان صاحب یعنی محمود صاحب کے دادا کو احمدیت کے نور سے فیضیاب کیا۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی کی بات ہے کہ اس زمانے میں یہ سہارن پور یو۔ پی میں پڑھنے کے لئے گئے ہوئے تھے تو وہاں ان کو احمدیت کے بارے میں علم ہوا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب دہلی تشریف لے گئے تو ان کے دادا کو بھی حضور علیہ السلام سے ملنے کا شوق پیدا ہوا لیکن جہاں وہ زیر تعلیم تھے ان لوگوں نے انہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ملنے کی اجازت نہیں دی۔ بعد میں جب یہ احمدی ہوئے تو کہا کرتے تھے کہ لوگوں نے تو ہمیں اس نعمت سے محروم رکھنے کی کوشش کی لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ نعمت ہمیں عطا فرما دی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی تحریک پر مکرم محمود احمد شاہد صاحب کے والد نے آپ کو وقف اولاد کے تحت 1954ء میں وقف کیا۔ محمود شاہد صاحب مرحوم نے ابتدائی تعلیم اپنے وطن میں ہی حاصل کی اور پھر 1962ء میں، ابھی بچے ہی تھے کہ جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوئے اور 1974ء میں انہوں نے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ آپ کی شادی 1977ء میں مولوی محمد صاحب مرحوم امیر جماعت بنگلہ دیش کی بیٹی ہاجرہ صاحبہ سے ہوئی۔ ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے سب

شادی شدہ ہیں اور جماعتی خدمات میں پیش پیش ہیں۔

محمود صاحب نے اپنی ابتدائی زندگی کی بعض باتیں اپنے داماد کو نوٹ کروائی تھیں کہ کیا واقعات تھے۔ کہتے ہیں کہ تعلیم کے دوران ایک مرتبہ جامعہ میں ہی فٹ بال کھیلتے ہوئے ان کے گھٹنے میں سخت چوٹیں آئیں۔ سخت بیمار ہو گئے اور مشرقی بنگال واپس چلے گئے۔ ربوہ کا موسم بھی اس زمانے میں سخت تھا۔ وہاں سہولیات بھی نہیں تھیں۔ پانی نمکین تھا۔ میٹھے پانی کی دستیابی نہیں تھی۔ اکثر ان کے پیٹ میں تکلیف رہتی تھی۔ والدین بھی دور تھے۔ چھوٹے تھے۔ چوٹیں بھی لگی ہوئی تھیں۔ آخر والدین کی یاد بھی آئی تو بنگلہ دیش واپس چلے گئے۔ اس زمانے میں مشرقی پاکستان ہوتا تھا۔ ربوہ واپس آنے کی ان کی کوئی کوشش نہیں تھی۔ کوئی خواہش نہیں تھی کہ دوبارہ جائیں لیکن کہتے ہیں کہ سید میر داؤد احمد صاحب جو اس زمانے میں پرنسپل تھے انہوں نے بار بار خط لکھے اور کوشش کی کہ دوبارہ جامعہ میں آ جائیں تو اس وجہ سے پھر ان کی واپسی ہوئی۔ کہتے ہیں کہ میرے والد صاحب کی دعاؤں کا بھی میری زندگی پر بڑا گہرا اثر تھا۔ ربوہ میں جب تھے تو انہوں نے والد صاحب کو لکھا کہ ربوہ کا موسم سخت ہے۔ پانی نہیں ہے۔ گرمی ہے۔ کھانے پینے کی بڑی تکلیف ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس کے جواب میں ان کے والد مکرم محب اللہ صاحب نے لکھا کہ مکہ میں بھی بڑے تکلیف دہ حالات تھے اور سورۃ ابراہیم کی آیت رَبَّنَآ اِنِّیۡۤ اَسۡکَنۡتُ مِنۡ ذُرِّیَّتِیۡ بِوَادٍ غَیۡرِ ذِیۡ زَرۡعٍ...... (ابراہیم: 38) کے حوالے سے پھر انہوں نے نصیحت کی اور لکھا کہ اللہ کے خلیفہ نے جو شہر آباد کیا ہے اگر وہاں نہیں رہ سکتے تو والد کے ساتھ تعلق بے معنی ہے۔ کہتے ہیں اس کے بعد پھر میری زندگی میں بڑی گہری تبدیلی آئی۔

راولپنڈی سے مکرم مجیب الرحمن صاحب ایڈووکیٹ جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ خاموش اور سلیقہ مند کام کرنے والے خادم سلسلہ تھے۔ ساری عمر نہایت اخلاص اور وفا کے ساتھ اپنے فرائض بجا لاتے رہے۔ عین خدمت کی حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہو گئے۔ ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے صدر خدام الاحمدیہ بنایا تھا اور اس کے بعد سے پھر ان کی انتظامی خوبیاں بھی سامنے آنے لگیں۔ مجیب الرحمن صاحب کہتے ہیں کہ ان کے والد محترم مولانا محب اللہ صاحب کی تعیناتی بنگال میں بطور مبلغ ہوئی۔ انہوں نے اپنی پہلی اولاد کو وقف کر دیا اور محمود احمد ابھی چھوٹے ہی تھے کہ انہیں ربوہ میں بھجوا دیا۔ اجنبی ماحول میں شروع شروع میں کافی اداس ہو جاتے تھے۔ مجیب الرحمن صاحب محمود صاحب کے ماموں ہیں۔ یہ کہتے ہیں کہ ان کے والد کو اتنی تڑپ تھی کہ مجھے اکثر لکھتے تھے کہ محمود کو اداس نہ ہونے دینا تا کہ یہ پڑھ لکھ جائے۔ جامعہ سے

فارغ ہو۔ یہ ابتدائی دنوں کی بات تھی مگر بہت جلد محمود صاحب پھر پورے دل و جان سے اپنی تعلیم میں مشغول ہو گئے اور ربوہ کے ماحول میں ربوہ کے پرانے رہنے والے جانتے ہیں کہ بڑے گھل مل گئے۔ میر داؤد احمد صاحب گرمیوں کی تعطیلات میں ان کو مجیب الرحمن صاحب کے پاس راولپنڈی بھیج دیا کرتے تھے۔

مجیب صاحب لکھتے ہیں اور بڑا صحیح لکھتے ہیں کہ عزیزم مرحوم کی طبیعت میں سادگی اور خلوص اس قدر تھا اور اتنے خوش اخلاق اور ملنسار تھے کہ غیر از جماعت ہمسائے کے بچے اور خواتین بھی ان سے مانوس ہو جایا کرتے تھے اور ہمیشہ ان کو یاد کرتے تھے۔ محمود احمد صاحب کا اپنے بھائیوں سے بہت شفقت کا تعلق تھا۔ اپنے غریب رشتہ داروں کی خاموشی سے مدد کرتے رہتے تھے۔ بنگلہ دیش کی جماعت میں کچھ رقم ان کی امانت میں رکھی رہتی تھی جس سے وہ اپنی والدہ کی مستقل خدمت کرتے رہتے تھے۔ سب ان کے عزیز رشتہ دار بھی یہی کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ بڑا پیار کا تعلق تھا۔

جب یہ صدر بنے، (یہ بھی انہوں نے اپنے داماد کو خود نوٹ کروایا،) تو کہتے ہیں 1979ء میں خدام الاحمدیہ کی شوریٰ میں صدر کا انتخاب ہوا۔ ووٹ کے لحاظ سے وہ پانچویں پوزیشن میں تھے۔ انتخاب کے بعد نماز فجر کے وقت حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے انہیں بلا کے فرمایا کہ کثرت سے استغفار کرو اور درود پڑھو۔ اور اگلے روز یا اس دن شام کو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے ان کی بطور صدر منظوری عطا فرمائی۔ پانچویں نمبر پر تھے ووٹوں کے لحاظ سے۔ ان کے جامعہ کے ساتھی انعام الحق کوثر صاحب جو آجکل امریکہ میں مبلغ سلسلہ ہیں وہ لکھتے ہیں کہ جامعہ کے ناصر ہوسٹل میں آپ سے دوستی ہوئی۔ آپ ہوسٹل کے زعیم تھے اور انعام صاحب معتمد تھے۔ کہتے ہیں کہ میس (کمیٹی) کے ممبر اور پھر صدر بنے۔ جامعہ میں نائب الرئیس الجامعہ منتخب ہوئے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے انہیں صدر منتخب کیا اور اس کا اعلان ہوا تو انعام صاحب کہتے ہیں کہ میں محمود صاحب کے پاس ہی کھڑا تھا۔ میں نے آگے بڑھ کر ان کو گلے ملنا چاہا۔ کہنے لگے پرے ہٹو۔ اور اپنی مخصوص زبان جس میں بنگالی اردو بھی ملی ہوئی تھی، پوچھنے لگے کیا میرا نام کا اعلان ہوا ہے تو میں نے کہا ہاں۔ انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔ خوشی کی بجائے صدمے کی حالت تھی۔ مگر پھر جلد سنبھل گئے اور کہتے ہیں پھر میں نے ان کو گلے لگایا۔

خالد سیف اللہ صاحب جو ان کے بعد اب اس وقت قائمقام امیر جماعت آسٹریلیا ہیں وہ کہتے ہیں کہ ایک موقع پر محمود بنگالی صاحب نے یہی صدر بننے کا قصہ خود انہیں بتایا کہ 1979ء میں جب

انٹرنیشنل صدر خدام الاحمدیہ کا انتخاب ہوا تو آپ ووٹوں کی گنتی کے لحاظ سے پانچویں نمبر پر تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ آپ سے بہت شفقت فرماتے تھے۔ حضور نے آپ کو بلا کر فرمایا کہ آج شام تک کثرت سے استغفار کرو۔ کہتے ہیں کہ میں بہت ڈرا کہ پتا نہیں مجھ سے کیا غلطی سرزد ہو گئی ہے۔ جب حضور رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے پانچویں نمبر پر ہونے کے باوجود صدر مقرر فرما دیا تو مجھے سمجھ آئی کہ حضور اس طریق سے مجھے عاجزی کی طرف متوجہ فرما رہے تھے۔ یہ ان سب عہدے داروں کے لئے بھی سبق ہے جو جب منتخب ہوتے ہیں تو (انہیں) استغفار اور درود بہت زیادہ پڑھنے کی ضرورت ہے تا کہ عاجزی ہمیشہ قائم رہے اور خدمت کی توفیق اللہ تعالیٰ صحیح رنگ میں عطا فرماتا رہے۔

محمود مجیب صاحب انجینئر جو ہیں وہ بھی ان کے بارے میں لکھتے ہیں کہ محمود بنگالی صاحب بڑے ہی فدائی اور خلافت کے شیدائی احمدی تھے۔ خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے غالباً (ان کو سن تو یاد نہیں۔ غالباً لکھا ہوا ہے اور شاید ٹھیک ہی لکھا ہوا ہے کہ) 80ء یا 81ء میں سارے صدران شمار کروائے جو 1960ء سے اس وقت تک پہلے گزر چکے تھے اور اس کے بعد پھر محمود بنگالی صاحب کی تعریف فرمائی کہ اطاعت میں اور دعائیں لینے میں یہ سب سے آگے نکل گئے ہیں۔ اور پھر وہاں خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ میں نے ان کو پانچویں نمبر سے اٹھا کے جو صدر بنایا تھا تو جماعت کو ایک سبق دینا چاہتا تھا کہ خلافت کا جو انتخاب ہے وہی بہتر ہوتا ہے۔ خدام الاحمدیہ کے دَور میں انہوں نے ان سے کافی کتابیں لکھوائیں۔

1981ء کا یہ واقعہ ہے۔ خدام الاحمدیہ کا اجتماع تھا۔ اس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ کے جو اپنے الفاظ ہیں جس میں آپ نے ان کو، ان کی خدمات کو سراہا۔ فرمایا کہ ''برکت اسی کو ملے جو مخلصانہ نیت سے خلافت کی اتباع کرے کیونکہ ساری برکتیں اسی نظام سے وابستہ ہیں۔ اس کے سوا کوئی بات اللہ تعالیٰ کے ہاں قبولیت کا مرتبہ حاصل نہیں کر سکتی''۔

پھر فرمایا کہ ''پچھلے سال خدام الاحمدیہ کے صدر کا جو انتخاب ہوا اس میں ووٹوں کے لحاظ سے محمود احمد صاحب.... پانچویں نمبر پر تھے اور میں یہ سبق جماعت کو دینا چاہتا تھا کہ جن چار کو ووٹ زیادہ ملے ان کے کام میں برکت ان کے ووٹوں کی وجہ سے نہیں ہو گی بلکہ جو مخلصانہ نیت سے خلافت کی اتباع کرے گا وہی برکت حاصل کرے گا۔ چنانچہ پانچویں نمبر پر جو محمود احمد بنگالی صاحب تھے ان کو میں نے صدر منتخب کر دیا۔ بڑے مخلص آدمی ہیں۔ اللہ ان کے اخلاص میں ترقی دے۔ بڑا کام کیا۔ دعائیں لیں۔'' اور پھر حضور نے 1960ء سے لے کر اس وقت تک کے جو مختلف صدران مجالس خدام الاحمدیہ تھے۔ ان کے زمانوں

میں اجتماعات میں مجالس کی نمائندگی کے گراف کا ذکر کرنے اور اس میں ایک مرحلے پر درمیان میں تنزل کے علاوہ تدریجی ترقی کی طرف اشارہ کرنے کے بعد فرمایا کہ ''میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ کامیابی ووٹ لینے والوں کو نہیں خلیفہ وقت کی دعائیں حاصل کرنے کے نتیجہ میں ملتی ہے۔ پچھلی دفعہ پانچویں نمبر پر ووٹ لینے والے صاحب کو صدر بنایا گیا تھا۔ ان کے پہلے سال 771 مجالس حاضر تھیں اور دوسرے سال یعنی اس سال 818 مجالس (اس وقت کی جو رپورٹ ہے اس میں) حاضر ہیں۔''

(مشعل راہ جلد دوم صفحہ 571 تا 573)

محمود بنگالی صاحب جو تھے وہ اپنے دورِ صدارت میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے صدر تھے۔ اس زمانے میں تمام دنیا میں مرکز کے تحت ایک صدر ہوتا تھا۔ باقی دنیا کے صدران نہیں تھے بلکہ قائدین کہلاتے تھے اور ان کے دور میں یہ اختتام ہوا۔ یہ آخری صدر تھے جو خدام الاحمدیہ کے بین الاقوامی صدر تھے۔ تو بہرحال جب یہ دور ختم ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں انہوں نے ایک بڑا عاجزانہ خط بھیجا۔ اس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے جواب دیا کہ آپ نے خط میں خوامخواہ شرمندگی کا اظہار کیا ہے۔ شرمندگی کی کیا بات ہے۔ آپ نے تو ماشاء اللہ بہت اچھا دور نبھایا ہے۔ بڑے مشکل حالات میں بڑی عمدگی، حکمت اور بہادری کے ساتھ کام کیا ہے۔ اللہ مبارک کرے۔ اسی لئے تو آپ کو انصار اللہ میں جانے کے باوجود خدمت کا موقع ملا۔ (ان کو ایک سال کی extention دی گئی تھی۔) اگر آپ نااہل ہوتے تو ہرگز ایسا نہ کیا جاتا۔ اللہ تعالیٰ آئندہ بھی آپ کو ہمیشہ سلسلے کا بے لوث خادم بنائے رکھے اور بہترین خدمات کی توفیق پاتے رہیں (مکتوب 15 نومبر 1989ء)۔ آپ نے اسیران کی بھلائی اور بہبود کے حوالے سے بہت کام کیا اور اس حوالے سے رپورٹس باقاعدہ جاتی رہیں۔ ان رپورٹس پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کا یہ ارشاد بھی تھا کہ ''آپ کی رپورٹ بابت بہبودی اسیران موصول ہوئی۔ آپ ماشاء اللہ بڑی حکمت اور محنت سے کام کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کے نیک نتائج پیدا فرمائے'' اور واقعی انہوں نے اس زمانے میں اسیران کی بڑی خدمت کی۔ اور پھر ایک جگہ ایک رپورٹ پر لکھا: ''خدمت اسیران میں آپ کی مساعی سے بڑی خوشی ہوئی ہے''۔ 84ء کا جو قانون تھا یہ اس کا ابتدائی دور تھا اور سینکڑوں کی تعداد میں اسیران کلمہ کی وجہ سے جیل میں جا رہے تھے۔ اس زمانے میں خدام الاحمدیہ اور صدر خدام الاحمدیہ نے کافی کام کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ''خدمت اسیران میں آپ کی مساعی سے بڑی خوشی ہوئی ہے۔ بہت عمدگی سے کام کر رہے ہیں۔ بالکل اسی طرح سے جس طرح کہ میرا منشا تھا''۔ (مکتوب 12 مئی 1988ء)

خدام الاحمدیہ میں آپ کی نمایاں خدمات یہ ہیں کہ آپ کے دور میں خدام الاحمدیہ نے کئی شعبوں میں نمایاں طور پر آگے قدم بڑھایا۔ آپ نے اسیروں کی بھلائی اور بہبودی کے لئے اسیران ٹرسٹ قائم کیا جس کے تحت ان کی ضروریات پوری کرنے اور ان کے دکھوں کا مداوا کرنے کی کوشش کی گئی۔ اسی طرح صد سالہ جشن تشکر کے موقع پر مجلس خدام الاحمدیہ کی طرف سے ایک ایمبولینس مخلوق خدا کی خدمت کے لئے چلائی گئی۔ بیوت الحمد سوسائٹی کے آغاز پر مجلس خدام الاحمدیہ نے بھاری عطیہ پیش کیا جس کے روحِ رواں مکرم محمود احمد صاحب ہی تھے۔ پھر خدام احمدیہ کے کارکنان کے لئے کوارٹرز تعمیر کرنے کی خاطر زمین خریدی جس میں آپ نے ذاتی دلچسپی کا اظہار کیا۔ پھر تراجم قرآن فنڈ میں مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ نے گراں قدر عطیہ پیش کرنے کی سعادت پائی۔ آپ نے پاکستان سے باہر خدام الاحمدیہ کی تنظیمی ترقی کے لئے کئی ممالک کا دورہ فرمایا اور ان میں سب سے تفصیلی دورہ 11 جون سے 11 راکتوبر 1987ء کا سہ ماہی دورہ تھا جس میں آپ نے یورپ امریکہ اور مغربی افریقہ کے گیارہ ممالک ہالینڈ، بیلجیم، جرمنی، برطانیہ، امریکہ، گیمبیا، سینیگال، سیرالیون، لائبیریا، آئیوری کوسٹ اور گھانا وغیرہ مختلف جگہوں پر سفر کیا۔ کسی صدر مجلس خدام الاحمدیہ کا ان ممالک کا یہ پہلا دورہ تھا۔ 1989ء میں آپ نے انڈونیشیا، ملائیشیا اور سنگا پور کا دورہ کیا۔ آپ ہی کے دور میں خدام الاحمدیہ کے گیسٹ ہاؤس کی بالائی منزل تعمیر ہوئی۔ پھر خدام الاحمدیہ کا محمود ہال جو ایوان محمود کہلاتا ہے اس کو ایک دفعہ آگ لگ گئی تھی تو بغیر کسی مالی تحریک کے پھر اس کی مرمت اور ساری رینوویشن وغیرہ کروائی۔ آپ کے دور میں خدام الاحمدیہ کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کے انتخاب کے موقع پر، خلافت رابعہ کے انتخاب کے موقع پر خدمات کی توفیق ملی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی پاکستان سے ہجرت کے وقت کے نازک حالات میں بھی خدام الاحمدیہ نے خدمت کی توفیق پائی۔ ڈیوٹیاں دیں، ساتھ بھی گئے۔ آپ کے دور کو خدا تعالیٰ نے کئی تاریخی اعزازات بھی عطا فرمائے۔ ہجری کیلنڈر کے لحاظ سے چودھویں اور پندرھویں دونوں صدیوں میں اور اسی طرح جماعت کی پہلی اور دوسری دونوں صدیوں میں خدمت کی توفیق پائی۔ ان کے عہد میں ہی خدام الاحمدیہ اپنے پچاس سال پورے کر کے اکاونویں (51) سال میں داخل ہوئی۔ سلطان مبشر صاحب جو تاریخ خدام الاحمدیہ لکھ رہے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ

محمود صاحب کہا کرتے تھے کہ جب مجھے صدر خدام الاحمدیہ بنے دو تین روز ہوئے تو مَیں بہت گھبرایا اور حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے قدموں میں بیٹھ کر بہت رویا اور اپنے مخصوص لہجے میں مَیں نے

کہا۔ مذکر مؤنث کا تو ان کو خیال نہیں رہتا تھا کہ مجھ سے یہ کام نہیں ہوتا۔ اس پر حضور نے شفقت سے فرمایا کہ خلیفہ وقت جب فیصلہ کر لیتا ہے اور دعا کر کے فیصلہ کیا ہے تو بدلتا نہیں۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ جب مشکل ہو میرے پاس آ جانا۔ اور کہتے تھے کہ پھر میں نے خلفاء کی دعاؤں کو ہمیشہ اپنے سر پر ہی دیکھا۔ خدام سے براہِ راست تعلق تھا۔ کہتے تھے کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ نے مجھے نصیحت کی تھی کہ دفتر میں کم سے کم بیٹھنا اور خدام سے براہِ راست تعلق رکھنا۔ محمود صاحب عموماً دفتر میں بیٹھنے کے بجائے شام کو باہر کرسی پر بیٹھ جایا کرتے تھے، خدام الاحمدیہ کا کیونکہ باقاعدہ دفتر ہے اور سارا احاطہ ہی خدام الاحمدیہ کا ہے اس لئے وہاں خدام کا ہی آنا جانا ہوتا تھا تو وہاں بیٹھ جاتے تھے اور ایوان محمود میں آنے جانے والوں سے براہ راست رابطہ رکھتے، حال احوال پوچھتے، خدام سے بے تکلف ہوتے، نتیجۃً خدام سے یگانگت کا ماحول پیدا ہو جاتا۔ ہر ایک کے غم میں برابر کے شریک ہوتے۔

ڈاکٹر مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ ایک دن ہم دفتر میں بیٹھے کام کر رہے تھے کہ بہت دیر ہو گئی تو محمود صاحب کہنے لگے کہ کچھ کھانے کو ہو تو لاؤ۔ کہتے ہیں میں گیسٹ ہاؤس گیا۔ جو کھانا دارالضیافت سے معاونین کے لئے آیا تھا وہ ختم ہو چکا تھا۔ چند بچے کھچے ٹکڑے تھے۔ میں خالی ہاتھ واپس آیا اور بتایا کہ کچھ نہیں ہے۔ صرف چند ٹکڑے ہیں۔ اس پر انہوں نے کہا کہ وہ بھی تبرک ہیں وہی لے آؤ۔ چنانچہ وہی ٹکڑے انہوں نے کھائے۔ کسی منتظم کو یا گیسٹ ہاؤس کے خادم کو نہ کوئی ہدایت دی نہ ہی کچھ باز پرس کی کہ میرے لئے کوئی کھانا وغیرہ کیوں نہیں رکھا۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ رات کا وقت ہے، ان کو شوگر اس وقت ہو گئی ہوئی تھی، اور شوگر کے مریض کو تو بعض دفعہ بھوک بھی لگ جاتی ہے۔ لیکن کوئی اظہار نہیں کیا۔ اسی طرح معتمد صاحب کا اور دوسرے کارکنوں کا گھر بھی خدام الاحمدیہ کے احاطے میں تھا مگر انہیں بھی زحمت نہیں دی۔

پھر ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں کہ تاریخ خدام الاحمدیہ لکھنے پر انہوں نے ہی مامور کیا اور بہت حوصلہ افزائی کی۔ ان کی زبان میں بنگالی لہجہ تھا جو تحریر میں بھی آ جاتا تھا۔ عموماً اپنے خطوط مجھ سے لکھواتے۔ 2010ء میں جب وہ جلسہ لندن پر تشریف لائے تو کچھ خطوط اور رپورٹس خاکسار سے لکھوائیں۔ ڈاکٹر صاحب بھی یہاں آئے ہوئے تھے۔

ان کا جو بنگالی لہجہ تھا اس میں الفاظ کی ادائیگی کی وجہ سے بعض دفعہ سمجھنے میں دشواری ہوتی تو کہتے ہیں کہ مذاق سے کہہ بھی دیا کرتا تھا لیکن کبھی انہوں نے مذاق کو برا نہیں مانا۔ پھر یہ لکھتے ہیں کہ سب سے

بڑھ کر جو بات خاکسار نے یعنی ڈاکٹر صاحب نے ان سے سیکھی، وہ خلیفہ وقت کی اطاعت اور مفوضہ فرائض کی ادائیگی میں اپنی تمام تر صلاحیتوں کو کمال تک پہنچا دینا تھا۔ وہ خلفاء کے معتمد تھے۔ اگر کبھی خلیفہ وقت کی طرف سے کسی معاملے میں باز پرس ہوتی تو قول سدید سے کام لیتے۔ کبھی اس لئے ہمت نہ چھوڑتے کہ حضور کی طرف سے ناراضگی کیوں ہوئی ہے بلکہ ہمیشہ اصلاح پر مامور رہتے اور آئندہ کے لئے خلفاء سے رہنمائی چاہتے۔ دعا کرتے اور دعاؤں کے لئے کہتے۔

فیروز عالم صاحب بھی یہ لکھتے ہیں کہ مجھے ان سے گہری وابستگی تھی۔ 1982ء میں جب میں جامعہ گیا تو اس وقت میں تجربہ سے عاری ایک نو احمدی تھا اور اپنی اہم مصروفیت کے باوجود کہتے ہیں کہ مجھ پر نظر شفقت رکھتے۔ عید اور دوسرے مواقع پر گھر بلاتے، تحفے دیتے۔ غریب الوطنی میں جو کمیاں ہوتیں انہیں دور کرنے کی کوشش کرتے۔ اسی طرح عبدالاوّل صاحب نے بھی انہی خصوصیات کا ذکر کیا ہے اور سب سے بڑی خصوصیت یہی کہ خلافت کے بہت ہی قریبی تھے اور قربان تھے۔ خاموش طبع تھے۔ دوسروں کی خوبیوں پر نظر رکھنے والے باعمل بزرگ تھے۔ بارہا مجھ جیسے بچے کی حوصلہ افزائی فرمائی۔ کہتے ہیں جب میں میٹرک کر کے جامعہ گیا تو اس وقت سولہ سال کا تھا اور وہاں میں نے دیکھا کہ آپ دور بیٹھے بھی اپنے وطن کے حالات کا جائزہ لیتے رہتے اور قیمتی دعاؤں اور مشوروں سے نوازتے رہتے تھے۔

گزشتہ سال مَیں نے ان کو بنگلہ دیش ایک جلسہ پہ نمائندے کے طور پر بھجوایا تھا تو کہتے ہیں وہاں بھی بڑے خوش تھے اور بار بار ہماری حوصلہ افزائی فرماتے تھے۔

خالد سیف اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ امیر صاحب بتایا کرتے تھے کہ جب ہم پڑھنے کے لئے ربوہ آئے تو میرے ساتھ اور بھی لڑکے تھے۔ ہم حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ملاقات کے لئے گئے تو حضور چارپائی پر لیٹے ہوئے تھے۔ ہم پاس ہی زمین پر بیٹھے ہوئے تھے۔ حضور ہمیں وقف کی اہمیت اور قربانی کے بارے میں بتا رہے تھے اور حضور نے اپنا ایک ہاتھ میرے اوپر رکھا ہوا تھا کیونکہ میں سب سے زیادہ حضور کے قریب تھا۔ اللہ کی حکمت کہ باقی اکثر لڑکے جو باہر سے آئے ہوئے تھے آب و ہوا اور غذا وغیرہ کی سختی برداشت نہ کر سکے اور واپس گھروں کو چلے گئے۔ میں نے اپنی تعلیم اور وقف خدا کے فضل سے پورا کیا جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے لمس کی برکت تھی۔

پھر خالد سیف اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ امیر صاحب مرحوم ایک ذہین انسان تھے۔ تعلق بنانے اور نبھانے کا فن خوب جانتے تھے اور اسے جماعت کے مفاد میں استعمال کرتے تھے۔ اس کے نتیجہ میں

امیگریشن کا عمل پاکستانی احمدیوں کے لئے آسان ہو گیا اور آسٹریلیا کی جماعت جو آپ کے آسٹریلیا آنے پر صرف چند سو تھی اب ہزاروں میں ہو چکی ہے اور ترقی کا یہ سلسلہ جاری ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کی ہدایت کے مطابق احمدیوں کو آسٹریلیا کے سبھی بڑے شہروں میں بسایا گیا۔ چنانچہ اب ہر سٹیٹ کے کیپیٹل میں مضبوط جماعت قائم ہے اور وسیع و عریض خوبصورت مساجد اور مشن ہاؤسز قائم ہیں۔

سڈنی میں بھی مسجد بیت الھدیٰ کے علاوہ خلافت سینٹینری ہال اور مشن ہاؤس بھی ہے اور ایک گیسٹ ہاؤس ابھی تعمیر کیا جا رہا ہے۔ اسی طرح برسبین (Brisbane) میں مسجد بنی۔ میلبرن (Melbourne) میں مسجد بنی۔ ایڈیلیڈ (Adelaide) میں مسجد محمود ہے۔ کینبرا (Canberra) میں مسجد کے لئے قطعہ زمین کے لئے کوشش ہو رہی تھی جلد مل جائے گا۔ آسٹریلیا کی جماعت میں، ان کی ترقی میں انہوں نے ماشاء اللہ خوب حصہ لیا ہے۔

آسٹریلیا کے نیشنل سیکرٹری تربیت عمران احسن صاحب جو ہیں وہ کہتے ہیں کہ امیر صاحب 1991ء سے آسٹریلیا میں مشنری انچارج اور امیر جماعت کے طور پر خدمات انجام دے رہے تھے۔ آپ کے دور میں بہت بڑے پراجیکٹس تکمیل کو پہنچے جبکہ جماعت ابھی بھی بہت تھوڑی تعداد میں ہے۔

2006ء کے دورے کے بعد انہوں نے وہاں دو تین نئی مساجد اور سینٹینری ہال تعمیر کروایا۔ مسجد بیت السلام ملبرن جو ہے اس میں بڑا حصہ ہے وہ ہال ہے جس میں دو ہزار سے زائد نمازی نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اسی طرح باقی مساجد بھی کافی وسیع ہیں۔ پھر آپ کے دور میں وفاقی حکومت آسٹریلیا کی دونوں سیاسی جماعتوں سے امیگریشن کے معاملات میں بہت اچھے روابط قائم ہوئے اور اسی طرح اور سہولتیں انہوں نے حکومت سے حاصل کیں۔ آسٹریلیا میں ذیلی تنظیموں کی تشکیل مرکزی خطوط پر کی۔ مختلف ممالک کے باشندوں کے مابین بھائی چارے کی فضا قائم کرنے میں آپ کی تربیت کا بہت ہاتھ ہے۔ آسٹریلیا میں صرف پاکستانی نہیں ہیں بلکہ وہاں پہ فجین بھی بہت سارے آئے ہوئے ہیں، آسٹریلین بھی ہیں اور افریقن بھی۔ انہوں نے ان سب میں بھائی چارے کی بہت فضا قائم کی اور ہر ایک کو ڈیوٹیاں سپرد کر کے ذمہ دار بنایا اور ان سے ان کی صلاحیتوں کے مطابق کام لیا اور یہی ایک اچھے ایڈمنسٹریٹر کی خوبی ہے جس پر باقیوں کو بھی عمل کرنا چاہئے۔ ابھی پچھلے دنوں میں ان کا جلسہ ہوا ہے انہوں نے اس کی صدارت کی اور خدا تعالیٰ کی ذات کے شکر کے مضمون پر خطاب کیا۔ اس وقت تو بڑے صحت مند تھے۔ کسی کو خیال بھی نہیں تھا۔

بڑے (صحت مند) تو نہیں، مطلب یہ کہ بیماری کے لحاظ سے ان کی صحت دوبارہ بحال ہو رہی تھی اور کافی حد تک بحال ہو چکی تھی کہ پھر اچانک یہ سٹروک (stroke) ہوا۔

پھر وکٹوریہ جماعت کے صدر جاوید صاحب ہیں وہ اپنے ایک تفصیلی خط میں لکھتے ہیں کہ امیر صاحب کی معاملہ فہمی، چھوٹی چھوٹی بات میں رہنمائی، تدبر، بصیرت اور دور اندیشی کے واقعات ہر شخص کی زبان پر عام ہیں۔ امیر صاحب کے پاس پرانی سی گاڑی تھی مجلس عاملہ کے بار بار اصرار اور کہتے ہیں میری ذاتی درخواست پر بھی اچھی گاڑی نہیں لی اور ہمیشہ دوسرے مربیان کو اچھی گاڑیاں لے کر دیں۔ اپنی کوئی فکر نہیں تھی۔ اسی طرح ان کی بیٹی نے لکھا ہے کہ کپڑوں وغیرہ کو لے کر ہم آتے تھے تو ان کو زیادہ نہیں ہوتا تھا۔ یہی تھا کہ جو آرام دہ کپڑا ہے وہ پہنوں۔ زیادہ fuss کرنے کی ضرورت نہیں۔ جماعتی اخراجات پر بڑی احتیاط سے کام لیتے تھے۔ یادداشت بہت اچھی تھی۔ احباب جماعت کو ان کے ناموں سے یاد کرتے اور ان کی خوبیوں کو استعمال میں لانے کا خداداد ملکہ ان کو اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہوا تھا۔

مجلس عاملہ میں اور شوریٰ کے اجلاس میں خلیفہ وقت کے حوالے دے کر بات سمجھایا کرتے تھے۔ ایک صاحب کہتے ہیں کہ ایک صاحب جنہوں نے یہاں جو کرکٹ ٹورنامنٹ ہوتا ہے اس میں آنا تھا لیکن ایک طوفان کی وجہ سے فلائٹ لیٹ ہوگئی یا کینسل ہوگئی اور وہ ٹورنامنٹ میں شامل نہیں ہو سکے تو امیر صاحب نے انہیں سمجھایا کہ پھر بھی ضرور جائیں۔ اگر ٹورنامنٹ میں شامل نہیں ہو سکتے تو کوئی بات نہیں۔ اصل مقصد تو خلیفہ وقت سے ملاقات ہے اگر وہ ہو جائے تو تم سمجھو کہ تمہارا ٹورنامنٹ کا مقصد پورا ہو گیا۔ اب دورے پر جب میں گیا ہوں تو ان دنوں میں ایک بیماری کی وجہ سے کافی شدید بیمار تھے اور ساتھ میلبرن نہیں جا سکے لیکن فون پر ہر تھوڑے تھوڑے وقفے سے فون کر کے تمام انتظامات کا جائزہ لیتے رہے۔

کہتے ہیں کہ امیر صاحب اپنے خطابات میں خدام، انصار اور لجنات کو حقوق کی ادائیگی کی تلقین کیا کرتے تھے جس کا خوشگوار اثر ان کی زندگیوں میں دیکھنے میں آتا رہا۔ غیر ممالک سے آئے طلباء کا خاص خیال کرتے۔ شہداء کی فیملیز کے متعلق ہر دوسرے کام پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ فیملیز کے معاملات کو ہر دوسرے کام پر ترجیح دیا کرتے تھے۔ تعزیری کارروائی کی کبھی شکایت کرنی پڑتی اور یہاں سے تعزیر ہوتی تو فرمایا کرتے تھے کہ اس سے میرا دل کٹ جاتا ہے اور معافی کے معاملے میں بہت جلدی کرتے تھے۔ جماعت احمدیہ آسٹریلیا کے لئے امیر صاحب کی شخصیت ایک ایسی اینٹ کی حیثیت رکھتی ہے جس نے

جماعت احمدیہ آسٹریلیا کی تعمیر و تنظیم میں بنیاد کا کام کیا ہے۔

ڈاکٹر سید حسن احمد کہتے ہیں کہ پیار کا ایک سمندر تھا جو میں نے آپ میں دیکھا اور محسوس کیا۔ ہر احمدی چاہے چھوٹا ہو یا بڑا آپ کے گھر بلا تکلف چلا جاتا اور معمولی نوعیت کی باتیں ان سے بیان کرتا۔ نوجوانوں کو خاص طور پر کام سپرد کرتے۔ گویا ان کو لیڈر بننے کی ٹریننگ دے رہے ہیں۔ ہر وقت جماعت افراد جماعت کے درد میں گھلتے رہتے تھے۔

میلبرن سے ایک اسامہ احمد صاحب کہتے ہیں کہ مولانا محمود احمد صاحب کا وجود ہم آسٹریلیا کے احمدیوں کے لئے ایک شفیق باپ کی طرح تھا۔ آپ آسٹریلیا کے تمام احمدیوں سے یکساں اور بلا امتیاز پیار اور شفقت اور محبت کا سلوک فرماتے تھے۔ ہر چھوٹے بڑے کو اپنے حسن سلوک، اعلیٰ اخلاق اور نمونے سے اپنا گرویدہ بنالیا تھا۔ آپ ہر موقع پر سڈنی آنے والے مہمانوں کا بہت خیال رکھتے۔ ہر جلسے اور اجتماع کے موقع پر اپنے گھر سے باہر تشریف لا کر مہمانوں کا خود استقبال کرتے اور گلے لگاتے۔ ہم ہمیشہ امیر صاحب کا مسکراتا ہوا چہرہ دیکھتے اور اس محبت اور سلوک سے سفر کی تھکان دور ہو جاتی۔

بعض لوگوں نے ان کو بعض تکلیفیں بھی دیں لیکن جب تحقیق کی گئی تو باوجود لوگوں کی بدظنیوں کے کبھی براہ راست ان کا قصور نہیں نکلا۔ ایک دو کیس ایسے تھے جن میں ان پر بدظنیاں کی گئیں اور شکایتیں کرنے والوں کا ہی اصل میں قصور ہوتا تھا۔

ایک خاتون طاہرہ اطہر صاحبہ بیان کرتی ہیں کہ چند دن پہلے جلسہ سالانہ آسٹریلیا ختم ہوا ہے۔ مسجد میں رہائش پذیر مہمانوں کی مہمان نوازی کی خاص تاکید کرتے رہے کہ جلسے پر آنے والوں کا خیال رکھا جائے۔ نمازوں کی ادائیگی کے لئے بڑی تاکید کی۔

ہمارے ہاں پریس کے انچارج عابد وحید ہیں جو میرے ساتھ دورے پر بھی تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ گزشتہ دورہ آسٹریلیا کے دوران محترم محمود بنگالی صاحب کو قریب سے دیکھنے اور جاننے کا موقع ملا۔ باوجودیکہ تمام دورے کے دوران ان کی طبیعت ناساز تھی۔ چھوٹی سے چھوٹی بات کا خیال رکھتے اور بھرپور توجہ دیتے۔ مثال کے طور پر ایک دفعہ رات کے کھانے میں ہمیں دوسرے روز بھی ایک ہی سبزی پیش کی گئی۔ گو کہ ہمیں اس بات کا احساس بھی نہیں تھا لیکن بنگالی صاحب نے اس بات کو نوٹ کیا اور بیماری کے باوجود خود کچن میں جا کر ضیافت والوں سے وجہ معلوم کی کہ یہاں کوئی اور سبزی نہیں ملتی جو ایک ہی چیز کھلائی جا رہی ہو۔ اس طرح مہمانوں کا ہر طرح سے خیال رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ ان کی طبیعت

میں عاجزی بہت تھی۔ یہ عابد کہتے ہیں کہ اپنے علم و تجربے کے باوجود مجھ سے پریس اور میڈیا کے امور کے متعلق مشورہ لینے میں عار محسوس نہیں کرتے تھے۔ نظام جماعت کی عزت کرتے اور خلافت سے والہانہ محبت رکھتے تھے۔

زرتشت منیر صاحب امیر ناروے کہتے ہیں کہ جن دنوں آپ صدر خدام الاحمدیہ تھے۔ خاکسار کو کراچی میں بطور قائد ضلع خدمت کی توفیق ملی۔ انتہائی پرآشوب دور میں آپ نہایت کامیاب صدر تھے۔ یہ چوراسی پچاسی چھیاسی کا دور تھا جب حالات بہت خراب ہو گئے تو سندھ اور بلوچستان کو جماعتی اور تنظیمی سطح پر جماعت کراچی کے سپرد کر دیا گیا تھا۔ سندھ میں کسی جگہ بھی شہادت ہوتی تو محمود صاحب یا ان کا نمائندہ کراچی جماعت کے نمائندے سے قبل پہنچ جاتے۔ مشکل حالات میں محمود صاحب بہت دلیری، دانشمندی کے ساتھ بڑے مشکل امور کو بڑی محنت کے ساتھ سرانجام دیتے۔ خلافت کے ساتھ عشق کی حد تک پیار تھا اور اس کی بڑی غیرت رکھتے تھے۔ حفاظت کے سلسلے میں معمولی کوتاہی بھی برداشت نہیں کرتے تھے۔ جب ہم ربوہ اجتماعات اور جلسوں پر جاتے تو آپ بہت ہی پیار و محبت کا سلوک فرماتے۔

ملک اکرم صاحب جو یہاں مربی ہیں یہ کہتے ہیں کہ جامعہ میں طالب علمی کے دور میں خاکسار نے ان کے ہمراہ مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کے تحت راولپنڈی کی مجلس کا دورہ کیا۔ انہوں نے ہر مجلس میں مختلف تقریر کی۔ آیات قرآنیہ، احادیث مبارکہ ارشادات حضرت مسیح موعود علیہ السلام، خلفائے احمدیت کے کلمات پورے حوالوں کے ساتھ زبانی یاد کئے ہوئے تھے اور راولپنڈی کے ایک سینئر عہدے دار نے ایک جلسے کے بعد کہا تھا کہ زندگی میں یہ بچہ اعزاز پائے گا حالانکہ اس وقت محترم محمود صاحب جامعہ کے تیسرے چوتھے سال کے طالبعلم تھے۔ اکرم صاحب کہتے ہیں کہ خاکسار کو آپ کی صدارت خدام الاحمدیہ کے دور میں ان کی عاملہ میں پانچ سال تک خدمت کی توفیق ملی۔ نہایت باریک بین، زیرک، معاملہ فہم انسان تھے۔ انکساری کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ نہایت شفیق اور محبت کرنے والی ہستی تھی۔ خود بھی محنتی تھے اور عاملہ سے بھی محنت کی توقع رکھتے تھے۔ نہایت دلیر تھے۔ کہتے ہیں کہ مجھے یاد ہے ایک دفعہ ایک شریر فطرت افسر ربوہ پر مسلط کر دیا گیا تو اس نے بعض نامناسب روکیں پیدا کر دیں۔ محمود صاحب بحیثیت صدر مجلس خدام الاحمدیہ اس کے دفتر گئے اور ایسے رعب اور دبدبے سے بات کی کہ خوف سے اس نے ان رکاوٹوں کو دور کر دیا۔ پھر یہ کہتے ہیں کہ ان کے ساتھ کام کے دوران کبھی بھی انہیں جماعتی کار اپنے ذاتی کام یا فیملی کے لئے استعمال کرتے نہیں دیکھا۔ ربوہ میں بالعموم پیدل یا سائیکل پر تقریبات

میں شرکت کرتے۔ خدام الاحمدیہ کے اجتماع میں خطاب کرتے ہوئے کہا کہ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ غیر احمدی لوگوں سے احمدی نوجوان بہتر ہیں۔ آپ نے کہا کہ یہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا مقصد نہیں تھا کہ دوسروں کے ساتھ اپنی نسبت تلاش کرتے پھرو یا ان سے مقابلہ کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ فرمایا ہے کہ ہر احمدی کے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنی چاہئیں اور اس بات کو سامنے رکھنا چاہئے۔

بنگلہ دیش کے ظفر احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے بنگلہ دیش میں ان کے قیام کے دوران ان کی خدمت کی توفیق پائی، جب یہ گزشتہ سال گئے ہوئے تھے۔ محمود احمد صاحب بہت ہی سادہ طبیعت کے اور ملنسار انسان تھے۔ نمازوں کے لئے بروقت مسجد میں حاضر ہوتے تھے۔ بیماری کے باوجود باقاعدگی سے تہجد پڑھتے تھے۔ مہمان خانے میں ان کے قیام کے دوران ان کی ہدایت تھی کہ جو بھی ملنا چاہیں انہیں روکنا نہیں۔ ذاتی خرچ پر ان کی مہمان نوازی کیا کرتے تھے۔ ہر ایک کا خیال رکھتے تھے۔ مریضوں کی عیادت کے لئے جایا کرتے تھے۔ اس طرح کی خصوصیات تو بہت ساروں نے لکھی ہیں کہ جو پہلے دن سے تھے آخر تک وہ رہے۔

مکرم عطاء المجیب راشد صاحب امام مسجد لندن لکھتے ہیں کہ نہایت مخلص، دیندار، خاکسار اور بے ریا انسان تھے۔ کہتے ہیں 2004ء میں مجھے ایک ماہ کے لئے آسٹریلیا جانے کا موقع ملا تو اس دوران ان کی بے شمار خوبیوں سے آگاہی ہوئی۔ سر فہرست ان کی خلافت سے محبت اور اطاعت تھی۔ صبح کی سیر میں اکثر اس موضوع پر بات ہوتی۔ جماعت کی ترقی اور جماعتی کاموں میں شمولیت اور وابستگی پر بات ہوتی۔ اس بات کا بڑے درد سے ذکر کرتے کہ ابھی بہت کمزوریاں ہیں۔ دوروں پر جاتے ہوئے مجھے ہر جماعت کے حوالے سے بتا دیتے کہ انہیں کن کن امور کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے۔

خالد احمد صاحب جو ہمارے رشین ڈیسک کے انچارج ہیں۔ انہوں نے مجھے لکھا کہ آپ سے مسند خلافت پر متمکن ہونے کے بعد محمود صاحب کی محبت نہایت درجہ عقیدت میں تبدیل ہوگئی اور ذکر سے ہی چہرے پر انکساری اور عاجزی اور خلوص پھوٹ جاتا تھا۔ پھر یہ کہتے ہیں اور واقعی یہ صحیح کہتے ہیں۔ اس میں کوئی مبالغہ نہیں کہ فی زمانہ آپ کے مقام و مرتبہ کے مخلص، عاجز، متقی، درویش صفت، ہمدرد، خلافت کے فدائی بہت کم ہوں گے۔

ایک عزیز نے لکھا کہ وہ امیر صاحب کے پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ آسٹریلیا کے ہی کسی فرد جماعت کا فون آیا جو اپنی بات منوانا چاہتا تھا اور اس میں کچھ سختی کے الفاظ بھی استعمال کر رہا تھا کہ میں ٹھیک

ہوں۔ محمود صاحب نے اسے سمجھایا تو وہ اور زیادہ غصہ میں آ گیا کہ میں پھر خلیفہ وقت کو آپ کی رپورٹ کروں گا۔ خیر جب بات ختم ہوئی تو بڑے افسوس سے کہنے لگے کہ یہ لوگ غلطیاں خود کرتے ہیں اور پھر خلیفہ وقت کے لئے پریشانی کا باعث بنتے ہیں۔

یہ تو جیسا کہ میں نے کہا کئی لوگوں نے کہا ہے کہ اس بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے کہ غلطی کی وجہ سے خلیفہ وقت سے کیا سرزنش ہوگی۔ جو حق تھا تمام معاملہ انصاف کے ساتھ پیش کر دیا کرتے تھے۔ نوجوانوں کو سمجھاتے رہتے تھے کہ ہم تو مہرے ہیں۔ یہ خدا کی جماعت ہے خود معاملات سنبھالتا چلا جا رہا ہے۔ اگر تمہیں موقع مل رہا ہے تو موقع سے فائدہ اٹھاؤ۔

ان کی جو جماعتی خدمات ہیں وہ زعامت ناصر ہوسٹل سے انہوں نے شروع کی تھیں۔ پھر 77ء سے 79ء تک مہتمم مقامی مجلس خدام الاحمدیہ ربوہ رہے۔ پھر سالانہ اجتماع 79ء کے موقع پر آپ کو صدر مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ کی اعلیٰ ذمہ داری تفویض ہوئی۔ 80-1979ء سے اٹھاسی انانوے تک تقریباً دس سال صدر خدام الاحمدیہ رہے۔ خدام الاحمدیہ کے آخری صدر تھے جو بین الاقوامی تھے جیسا کہ میں نے بتایا۔ پھر اس کے بعد سے علیحدہ علیحدہ تنظیمیں ہوگئیں۔ شعبہ اصلاح و ارشاد میں خدمت کی توفیق پائی۔ خلافت رابعہ میں جب مرکزی شعبہ سمعی بصری کا قیام عمل میں آیا تو نومبر 1983ء میں اس کی نگرانی آپ ہی کے سپرد ہوئی۔ 84ء میں بطور وکیل سمعی بصری تحریک جدید میں خدمت کی توفیق پائی۔ اس کے بعد یہ شعبہ بھی تحریک جدید میں ختم ہو گیا۔ میرا خیال ہے کہ شاید ختم نہیں ہو گیا بلکہ ایم ٹی اے کے بعد اس نے کام نہیں کیا کیونکہ اس وقت یہ کیسٹ پہنچانے کے لئے شروع کیا گیا تھا۔ پھر ایم ٹی اے نے یہ کام سنبھال لیا۔ 28؍جون 1991ء سے لے کر تادمِ آخر آسٹریلیا کے امیر کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔

اللہ تعالیٰ ان کو غریق رحمت کرے۔ ان کے درجات بلند سے بلند تر کرتا چلا جائے۔ یقیناً بے نفس اور اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ جماعت کی خدمت کرنے والے بزرگ تھے۔ نہ اپنی صحت کی پرواہ کی نہ کسی روک کو جماعتی کام میں سامنے آنے دیا۔ میرے گزشتہ دورہ آسٹریلیا کے دوران باوجود اس کے کہ انتہائی تکلیف میں تھے ہر کام کی نگرانی کرتے رہے۔ میں جب جہاز سے باہر آیا ہوں تو یہ سامنے کھڑے تھے۔ ان کی حالت دیکھ کر بڑی فکر پیدا ہوئی۔ کمر کی ان کو شدید تکلیف تھی۔ ان کی ریڑھ کی جو ہڈی تھی وہ کافی خراب ہو چکی تھی۔ ڈاکٹروں کے مطابق تو ایسے مریض کو آرام کرنا چاہئے لیکن انہوں نے آرام نہیں کیا کہ خلیفہ وقت کا دورہ ہے تو میں کس طرح آرام سے بیٹھ سکتا ہوں۔ ائیرپورٹ سے باہر آ کے

کار میں بیٹھتے ہوئے نائب امیر ناصر صاحب ہماری کار ڈرائیو کر رہے تھے ان کو میں نے کہا کہ محمود صاحب تو مجھے بہت زیادہ کمزور اور بوڑھے لگے ہیں۔ اس وقت مجھے ان کی تکلیف کا اندازہ نہیں تھا۔ یہ تو تفصیل بعد میں مجھے پتہ لگی۔ وہاں کے ڈاکٹر سے بات کی تو پتا چلا کہ کس طرح یہ شخص اتنی شدید تکلیف میں اپنے آپ کو مشقت میں ڈال کر چل پھر رہا ہے اور نہ صرف یہ بلکہ تمام امور کی جو دورے سے متعلقہ تھے نگرانی بھی کر رہے تھے۔ ایک دن اسی تکلیف کے ساتھ دورے کے دوران ان کا بلڈ پریشر بھی بہت بڑھ گیا۔ خیال یہ ہوا کہ سٹروک نہ ہو یا دل کا حملہ نہ ہو۔ حالت انتہائی خراب تھی۔ ہسپتال لے کر گئے۔ چند گھنٹے ہسپتال میں رہے پھر بہرحال ہسپتال والوں نے گھر آنے کی اجازت دے دی۔ اور اس مردِ مجاہد نے گھر آتے ہی پھر دوبارہ کام شروع کر دیا۔ ایک شہر میں میرے ساتھ دورے پر نہیں جا سکے تو اس کا بڑے غم سے ذکر کرتے تھے۔ دوسری جگہ تکلیف کے باوجود بھی گئے۔ باوجود اس کے کہ میں نے کہا نہ جائیں لیکن یہ ساتھ گئے اور تمام پروگرام جو بڑے hectic اور سخت پروگرام تھے اس میں یہ ساتھ ساتھ رہے۔ ہر وقت موجود رہے نگرانی کرتے رہے۔ اپنی فکر بھول کر میری فکر تھی کہ کسی قسم کی تکلیف نہ ہو اور تمام پروگرام باحسن ہو جائیں۔ اور صرف یہی نہیں کہ میری فکر تھی بلکہ جو میرے قافلے کے افراد تھے ان کی بھی فکر تھی۔ ان کا بھی خیال رکھا۔ بار بار اس بات کا اظہار کرتے تھے کہ تم لوگوں کا صحیح خیال نہیں رکھ سکا۔ اور یہ فکر صرف اس وجہ سے تھی کہ قافلے کے افراد کی وجہ سے خلیفہ وقت کو تکلیف نہ ہو بلکہ مجھے تو دوران دورہ ان کی فکر رہی کہ ان کی طبیعت خراب نہ ہو جائے۔ بہرحال دورے کے دوران ہی ان کی طبیعت بہتر ہونا شروع ہوئی اور پھر آہستہ آہستہ کافی بہتر ہو گئی۔ گزشتہ دنوں ان کا جلسہ ہوا، شوریٰ ہوئی اس میں انہوں نے بھرپور حصہ لیا۔

میں نے خدام الاحمدیہ میں بھی ان کے ماتحت کام کیا ہے۔ بڑے کھلے ہاتھ سے اپنے ماتحتوں سے کام لیا کرتے تھے۔ کام کرنے کا ان کو موقع دیتے تھے اور پھر قدردانی بھی کیا کرتے تھے۔ اور خلافت کے بھی ایسے سلطان نصیر کہ جس کی مثالیں کم کم ملتی ہیں اس کا تو میں نے شروع میں ہی ذکر کر دیا ہے۔ ان کے جانے سے گو آسٹریلیا جماعت میں ایک خلاء پیدا ہوا ہے لیکن الٰہی جماعتوں کو اللہ تعالیٰ خود سنبھالتا ہے اور ان خلاؤں کو خود پورا کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور ان جیسے سلطان نصیر ہمیشہ اللہ تعالیٰ عطا فرماتا رہے جو خلافت کے باوفا بھی ہوں، جاں نثار بھی ہوں اور اپنے عہد کو پورا کرنے والے بھی ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے اہلیہ اور بچوں کا بھی حافظ و ناصر ہو اور انہیں بھی توفیق دے کہ اپنے باپ کی طرح ایمان و ایقان میں

مضبوط ہوں اور خلافت کے ساتھ مضبوط تعلق پیدا کرنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کے بچوں کو بھی توفیق دے کہ اپنے ماں باپ کا حق ادا کرنے والے ہوں۔

ابھی نماز جمعہ کے بعد میں ان شاء اللہ ان کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16 مئی 2014ء تا 22 مئی 2014ء جلد 21 شمارہ 20 صفحہ 05 تا 09)

18

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 02رمئی 2014ء بمطابق 02 ہجرت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اقتباسات کے حوالے سے میں گزشتہ خطبات میں معرفتِ الٰہی کے طریق محبت الٰہی کے طریق اور اللہ تعالیٰ کی ذات کی حقیقت کا بیان کرتا رہا ہوں۔ آج آپ علیہ السلام کے اقتباسات پیش کرتے ہوئے آپ کے اس علمی خزانے میں سے چند حوالے پیش کروں گا جن میں آپ نے اللہ تعالیٰ کے قرب کی حقیقت، اس کی اہمیت، اس کو حاصل کرنے کے بعض طریق اور اپنی جماعت سے اس کے حصول کے لئے توقعات کا اظہار فرمایا ہے۔

اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کو حاصل کرنا ہے تو اس بات کا ادراک ہونا ضروری ہے کہ اصل نیکی خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے اور اس کی طرف سے ہی نیکی آتی ہے۔ جو خدا تعالیٰ کی تعلیم کو اختیار کرنے سے ملتی ہے اور نتیجۃً خدا تعالیٰ کے انعامات اور اس کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ

’’حقیقی طور پر بجز خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نیک نہیں۔ تمام اخلاق فاضلہ اور تمام نیکیاں اسی کے لئے مسلم ہیں۔ پھر جس قدر کوئی اپنے نفس اور ارادت سے فانی ہو کر اس ذات خیر محض کا قرب حاصل کرتا ہے اسی قدر اخلاقِ الٰہیہ اس کے نفس پر منعکس ہوتی ہیں......‘‘

(یعنی جس قدر کوئی اپنے نفس اور ارادت یعنی چاہت اور پسند سے بالا ہو کر اللہ تعالیٰ کے قرب کی کوشش کرتا ہے تو پھر اسے اس کا قرب حاصل ہو جاتا ہے اور اخلاق الٰہیہ جو ہیں اس کے نفس پر منعکس

ہوتے ہیں۔ جب انسان اپنے نفس سے بالا ہو، انسان اپنی پسندوں کو چھوڑے، اللہ تعالیٰ میں ڈوبنے کی کوشش کرے تو پھر یہ نتیجہ ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کے جو اخلاق ہیں، اللہ تعالیٰ کے جو رنگ ہیں اس میں انسان رنگین ہونا شروع ہوتا ہے اور پھر جتنا زیادہ اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہوگا اس کے احکامات پر عمل کرنے کی توفیق ملتی چلی جائے گی، بڑھتی چلی جائے گی۔)

فرمایا: ''......پس بندہ کو جو جو خوبیاں اور سچی تہذیب حاصل ہوتی ہے وہ خدا ہی کے قرب سے حاصل ہوتی ہے اور ایسا ہی چاہئے تھا کیونکہ مخلوق فی ذاتہٖ کچھ چیز نہیں ہے۔ سو اخلاق فاضلہ الٰہیہ کا انعکاس انہیں کے دلوں پر ہوتا ہے کہ جو لوگ قرآن شریف کا کامل اتباع اختیار کرتے ہیں......'' اللہ تعالیٰ کے جو اخلاق فاضلہ ہیں اسی کے دل پر منعکس ہوتے ہیں، انہیں سے ان کا اظہار ہو رہا ہوتا ہے اسی کی جو قرآن شریف کی مکمل اور کامل پیروی کرتے ہیں اتباع کرتے ہیں۔

فرمایا: ''......اور تجربہ صحیحہ بتلا سکتا ہے کہ جس مشرب صافی اور روحانی ذوق اور محبت کے بھرے ہوئے جوش سے اخلاق فاضلہ ان سے صادر ہوتے ہیں اس کی نظیر دنیا میں نہیں پائی جاتی اگرچہ منہ سے ہر یک شخص دعویٰ کر سکتا ہے اور لاف وگذاف کے طور پر ہر یک کی زبان چل سکتی ہے مگر جو تجربہ صحیحہ کا تنگ دروازہ ہے اس دروازہ سے سلامت نکلنے والے یہی لوگ ہیں اور دوسرے لوگ اگر کچھ اخلاق فاضلہ ظاہر کرتے بھی ہیں تو تکلّف اور تصنّع سے ظاہر کرتے ہیں......'' (جو اللہ تعالیٰ کے رنگ میں رنگین ہونے کی کوشش کرتا ہے قرآن شریف کے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اسی سے ہی ایسے اخلاق ظاہر ہوں گے۔ دوسری دنیا میں یا اس کے علاوہ اگر کوئی اخلاق فاضلہ ظاہر کرتا ہے یا بظاہر اخلاق ظاہر ہو رہے ہیں تو تکلف ہے، تصنع ہے، بناوٹ ہے۔)

فرمایا: ''......اور اپنی آلودگیوں کو پوشیدہ رکھ کر اور اپنی بیماریوں کو چھپا کر اپنی جھوٹی تہذیب دکھلاتے ہیں......'' (ان کے اوپر جو گند ہیں، زنگ لگے ہوئے ہیں ان کو انہوں نے چھپایا ہوتا ہے، اخلاق اصل میں نہیں ہوتے وہ ظاہری لیپا پوتی ہوتی ہے، بناوٹ ہوتی ہے، تصنع ہوتی ہے۔)

فرمایا: ''......اپنی جھوٹی تہذیب دکھلاتے ہیں......'' (سب کچھ انہوں نے چھپایا ہوتا ہے۔)

''......اور ادنیٰ ادنیٰ امتحانوں میں ان کی قلعی کھل جاتی ہے......'' (جب امتحان آتا ہے، آزمایا جاتا ہے تو قلعی کھل جاتی ہے۔ ذاتی مقدمے ہوتے ہیں تو اس وقت پتا لگ جاتا ہے کہ کتنے پانی میں ہیں۔ جھوٹ اور سچ اور اخلاق سب ظاہر ہو جاتے ہیں۔ یہ پتا لگ جاتا ہے کہ جھوٹ کتنا ہے۔ سچ کو کتنا چھپایا جا رہا ہے یہ پتا لگ

جاتا ہے۔ اخلاق کس حد تک دکھائے جا رہے ہیں یہ پتا لگ جاتا ہے۔ اور یہ نہ بھی ہو تو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مثال دی ہے کہ ایک دفعہ بڑے پڑھے لکھوں کی ایک جگہ ایک مجلس میں جو ظاہری طور پر سوسائٹی کے بڑے سرکردہ بنے پھرتے تھے، ان کی مجلس میں فیصلہ ہوا کہ آج بے تکلف مجلس ہونی چاہئے اور آپ کہتے ہیں اس بے تکلفی کا معیار یہ تھا کہ جو کچھ بیہودگیاں ہو سکتی تھیں وہ کی گئیں۔ تو وہاں ان سب کی قلعی کھل جاتی ہے۔

فرمایا: ''......اور تکلف اور تصنّع اخلاق فاضلہ کے ادا کرنے میں اکثر وہ اس لئے کرتے ہیں کہ اپنی دنیا اور معاشرت کا حسن انتظام وہ اسی میں دیکھتے ہیں......'' (یہ تکلف اور تصنّع اور اخلاق کیوں دکھائے جاتے ہیں؟ اس لئے کہ ان کی جو دنیا ہے، جو دنیاوی باتیں ہیں، معاشرہ ہے اس میں وہ سمجھتے ہیں کہ ہمارے لئے یہ چیزیں دکھانی ضروری ہیں۔ اس سے ہمیں فائدہ ہوگا۔ اس لئے دکھایا جاتا ہے نہ کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے۔)

فرمایا: ''......اور اگر اپنی اندرونی آلائشوں کی ہر جگہ پیروی کریں تو پھر مہمات معاشرت میں خلل پڑتا ہے......'' جو ان کے دلوں میں گندگی اور آلائشیں شامل ہوئی ہوئی ہیں اگر اس کی پیروی کریں، اس کے پیچھے چلیں تو جو کچھ ان کے دنیاوی کام ہیں وہ پھر متاثر ہوں گے، ان میں خلل پڑے گا۔ اس لئے یہ اخلاق دکھانے کا مقصد صرف ذاتی مفاد ہوتا ہے نہ کہ اخلاق کو لاگو کرنا۔ اخلاق پر عمل کرنا اس لئے کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو، اخلاق اس لئے دکھانا کہ دوسرے کا فائدہ ہو۔ (یہ مقصد نہیں ہوتا)

فرمایا: ''......اور اگرچہ بقدر استعداد فطرتی کے کچھ تخم اخلاق کا ان میں بھی ہوتا ہے مگر وہ اکثر نفسانی خواہشوں کے کانٹوں کے نیچے دبا رہتا ہے اور بغیر آمیزشِ اغراضِ نفسانی کے خالصاً للہ ظاہر نہیں ہوتا چہ جائیکہ اپنے کمال کو پہنچے اور خالصًا للہ انہیں میں وہ تخم کمال کو پہنچتا ہے کہ جو خدا کے ہو رہتے ہیں اور جن کے نفوس کو خدائے تعالیٰ غیریّت کی لوث سے بکلّی خالی پا کر خود اپنے پاک اخلاق سے بھر دیتا ہے......'' (وہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں اور جو غیریت کی آلودگی ہے، اللہ تعالیٰ کے علاوہ کسی چیز کی آلودگی ہے وہ اس سے بالکل پاک ہو جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ اپنے اخلاق ان میں بھر دیتا ہے۔) ''......اور ان کے دلوں میں وہ اخلاق ایسے پیارے کر دیتا ہے جیسے وہ اس کو آپ پیارے ہیں۔ پس وہ لوگ فانی ہونے کی وجہ سے تخلق باخلاق اللہ کا ایسا مرتبہ حاصل کر لیتے ہیں کہ گویا وہ خدا کا ایک آلہ ہو جاتے ہیں جس کی توسّط سے وہ اپنے اخلاق ظاہر کرتا ہے اور ان کو بھوکے اور پیاسے پا کر وہ آب زلال

ان کو اپنے اس خاص چشمہ سے پلاتا ہے......'' (یعنی اخلاق کا، روحانیت کا ایک میٹھا پانی پلاتا ہے۔)

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 542-541 حاشیہ در حاشیہ نمبر 3)

پھر ایک جگہ قربِ الٰہی کے طریق کے بارے میں فرمایا کہ

''خدا تعالیٰ دھوکا کھانے والا نہیں۔ وہ انہیں کو اپنا خاص مقرب بناتا ہے جو مچھلیوں کی طرح اس کی محبت کے دریا میں ہمیشہ فطرتاً تیرنے والے ہیں اور اسی کے ہو رہتے ہیں اور اسی کی اطاعت میں فنا ہو جاتے ہیں۔ پس یہ قول کسی سچے راستباز کا نہیں ہو سکتا......'' (جو بعض مذہبوں کے بعض لوگوں کا اس کے بارہ میں نظریہ ہے۔) ''کہ خدا تعالیٰ کے سوا درحقیقت سب گندے ہی ہیں اور کوئی نہ کبھی پاک ہوا نہ ہو گا......''۔

فرمایا: ''......گویا خدا تعالیٰ نے اپنے بندوں کو عبث پیدا کیا ہے بلکہ سچی معرفت اور گیان کا یہ قول ہے کہ نوعِ انسان میں ابتدا سے یہ سنت اللہ ہے کہ وہ اپنی محبت رکھنے والوں کو پاک کرتا رہا ہے۔ ہاں حقیقی پاکی اور پاکیزگی کا چشمہ خدا تعالیٰ ہی ہے۔ جو لوگ ذکر اور عبادت اور محبت سے اس کی یاد میں مصروف رہتے ہیں خدا تعالیٰ اپنی صفت ان پر بھی ڈال دیتا ہے تب وہ بھی اس پاکی سے ظلّی طور پر حصہ پا لیتے ہیں جو خدا تعالیٰ کی ذات میں حقیقی طور پر موجود ہے''

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 210)

پھر آپ نے فرمایا کہ یہ اخلاق فاضلہ اور نیکیاں اور خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا جو وسیلہ اور نمونہ اور تعلیم خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں کہ

''ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا چہ جائیکہ راہِ راست کے اعلیٰ مدارج بجز اقتدا اُس امام الرسل کے حاصل ہو سکیں کوئی مرتبہ شرف و کمال کا اور کوئی مقام عزت اور قرب کا بجز سچی اور کامل متابعت اپنے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہم ہرگز حاصل کر ہی نہیں سکتے۔ ہمیں جو کچھ ملتا ہے ظلّی اور طفیلی طور پر ملتا ہے''

(ازالہ اوہام حصہ اوّل، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 170)

پھر اسلام کی حقیقت کیا ہے اور ایک مسلمان کو کیسا ہونا چاہئے اور ایک مسلمان کو خدا تعالیٰ کا قرب کس معیار تک پہنچاتا ہے، آپ فرماتے ہیں کہ

''اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا۔ اور اپنے تمام ارادوں سے کھوئے جانا اور خدا کے ارادہ اور رضا میں محو ہو جانا۔ اور خدا میں گُم ہو کر ایک موت اپنے پر وارد کر لینا اور اس کی محبت ذاتی سے پورا رنگ حاصل کر کے محض محبت کے جوش سے اس کی اطاعت کرنا نہ کسی اور بنا پر۔ اور ایسی آنکھیں حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ دیکھتی ہوں۔ اور ایسے کان حاصل کرنا جو محض اس کے ساتھ سنتے ہوں۔ اور ایسا دل پیدا کرنا جو سراسر اس کی طرف جھکا ہوا ہو۔ اور ایسی زبان حاصل کرنا جو اس کے بلائے بولتی ہو۔ یہ وہ مقام ہے جس پر تمام سلوک ختم ہو جاتے ہیں اور انسانی قویٰ اپنے ذمہ کا تمام کام کر چکتے ہیں۔......'' (سلوک کا مطلب یہ ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کو پانے کے لئے کوشش کر کے ہر قسم کی مشکلات میں سے بھی گزرے اور خدا تعالیٰ کو حاصل کرنے کی کوشش کرے۔)

پھر فرمایا: ''......اور پورے طور پر انسان کی نفسانیت پر موت وارد ہو جاتی ہے تب خدا تعالیٰ کی رحمت اپنے زندہ کلام اور چمکتے ہوئے نوروں کے ساتھ دوبارہ اُس کو زندگی بخشتی ہے اور وہ خدا کے لذیذ کلام سے مشرف ہوتا ہے اور وہ دقیق در دقیق نور جس کو عقلیں دریافت نہیں کر سکتیں اور آنکھیں اس کی کُنہ تک نہیں پہنچتیں وہ خود انسان کے دل سے نزدیک ہو جاتا ہے۔ جیسا کہ خدا فرماتا ہے۔ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ (ق:17)۔ یعنی ہم اس کی شاہ رگ سے بھی زیادہ اُس سے نزدیک ہیں۔ پس ایسا ہی وہ اپنے قرب سے فانی انسان کو مشرف کرتا ہے۔ تب وہ وقت آتا ہے کہ نابینائی دُور ہو کر آنکھیں روشن ہو جاتی ہیں اور انسان اپنے خدا کو اُن نئی آنکھوں سے......دیکھتا ہے۔ اور اُس کی آواز سنتا ہے اور اس کی نُور کی چادر کے اندر اپنے تئیں لپٹا ہوا پاتا ہے۔ تب مذہب کی غرض ختم ہو جاتی ہے اور انسان اپنے خدا کے مشاہدہ سے سفلی زندگی کا گندہ چولہ اپنے وجود پر سے پھینک دیتا ہے۔......'' (جو گندی زندگی ہے، گندہ چولہ ہے، اس گندگی کا، دنیاوی چیزوں کا جو لباس پہنا ہوا ہے، وہ انسان پھینک دیتا ہے۔ جب اُسے اللہ تعالیٰ کا اتنا قرب حاصل ہو جائے۔) ''......اور ایک نور کا پیراہن پہن لیتا ہے۔......'' (ایک نیا لباس پہنتا ہے جو نور ہوتا ہے) ''......اور نہ صرف وعدہ کے طور پر اور نہ فقط آخرت کے انتظار میں خدا کے دیدار اور بہشت کا منتظر رہتا ہے بلکہ اسی جگہ اور اِسی دنیا میں دیدار اور گفتار اور جنت کی نعمتوں کو پالیتا ہے۔''

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 160-161)

پھر استغفار کی دو قسموں کا ذکر فرماتے ہوئے آپؑ فرماتے ہیں کہ

''استغفار جس کے ساتھ ایمان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں قرآن شریف میں دو معنے پر آیا ہے۔

ایک تو یہ کہ اپنے دل کو خدا کی محبت میں محکم کر کے گناہوں کے ظہور کو جو علیحدگی کی حالت میں جوش مارتے ہیں خدا تعالیٰ کے تعلق کے ساتھ روکنا اور خدا میں پیوست ہو کر اس سے مدد چاہنا یہ استغفار تو مقربوں کا ہے......" ہر وقت استغفار اس لئے چاہنا کہ ایک دل میں خدا ہی ہر وقت یاد رہے اور انسان اللہ تعالیٰ کی محبت میں مضبوط ہوتا جائے۔ یہ استغفار تو مقربوں کا ہے۔ "......جو ایک طرفۃ العین خدا سے علیحدہ ہونا اپنی تباہی کا موجب جانتے ہیں......" یعنی ایک لمحہ کے لئے بھی خدا سے علیحدہ ہونا سمجھتے ہیں کہ ہماری تباہی ہو جائے گی۔ "......اس لئے استغفار کرتے ہیں تا خدا اپنی محبت میں تھامے رکھے۔ اور دوسری قسم استغفار کی یہ ہے کہ گناہ سے نکل کر خدا کی طرف بھاگنا اور کوشش کرنا کہ جیسے درخت زمین میں لگ جاتا ہے ایسا ہی دل خدا کی محبت کا اسیر ہو جائے تا پاک نشوونما پا کر گناہ کی خشکی اور زوال سے بچ جائے اور ان دونوں صورتوں کا نام استغفار رکھا گیا۔"

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 346۔347)

اس بات کی وضاحت فرماتے ہوئے کہ خدا تعالیٰ کی پہچان کے کئی مرتبے ہیں۔ مگر سب سے اعلیٰ مرتبہ قربِ الٰہی کا ہے جس سے اللہ تعالیٰ کی صحیح رنگ میں پہچان ہوتی ہے۔ اس لئے صرف اس بات پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ میں نے سچی خوابیں دیکھ لی ہیں یا کوئی کشف مجھے ہو گیا یا الہام ہو گیا۔ الہام تو بلعم کو بھی ہو گیا تھا لیکن اس نے اس کے باوجود ٹھوکر کھائی۔ اس لئے قرب کی تلاش کرو اور قربِ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ سے جڑ کر ہی ملتا ہے جس سے مسلسل اللہ تعالیٰ اس کو اپنے نور سے فیضیاب فرماتا رہتا ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی رضا بندے کا مقصود ہو جاتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ

"خدا نور ہے جیسا کہ اس نے فرمایا اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (النور: 36)۔ پس وہ شخص جو صرف اس نور کے لوازم کو دیکھتا ہے وہ اس شخص کی مانند ہے جو دور سے ایک دھواں دیکھتا ہے مگر آگ کی روشنی نہیں دیکھتا اِسلئے وہ روشنی کے فوائد سے محروم ہے......" (روشنی کے فوائد تو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا میں ڈوب جانے سے ملتے ہیں)۔ فرمایا کہ "......اور نیز اس کی گرمی سے بھی جو بشریّت کی آلودگی کو جلاتی ہے۔......" فوائد سے بھی محروم ہے اور نیز اس کی گرمی سے بھی جو بشریت کی آلودگی کو جلاتی ہے۔ انسان کے بشری تقاضے ہونے کے جو بعض گند ہیں جنہوں نے اس کو گھیرا ہوا ہے، اس گرمی سے بھی محروم رہتا ہے، اس آگ سے محروم رہتا ہے جو ان گندوں کو جلاتی ہے۔ فرمایا کہ "......پس وہ لوگ جو صرف منقولی یا معقولی دلائل یا ظنّی الہامات سے خدا تعالیٰ کے وجود پر دلیل پکڑتے ہیں جیسے علماء ظاہری یا جیسے فلسفی لوگ

اور یا ایسے لوگ جو صرف اپنے روحانی قویٰ سے جو استعداد کشوف اور رؤیا ہے خدا تعالیٰ کی ہستی کو مانتے ہیں مگر خدا کے قرب کی روشنی سے بے نصیب ہیں......‘‘ (اب اس میں یہ فرمایا کہ ان کے پاس منقولی اور عقلی دلائل بھی ہیں۔ الہامات پر یا بعض دفعہ خوابوں پر ظن کرتے ہوئے ان کو خدا تعالیٰ کی ہستی پر اور وجود پر یقین بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہے۔ علماء ظاہری اسی چیز کی وجہ سے خدا کو مانتے ہیں یا ایسے فلسفی یا وہ لوگ جن کی روحانیت اس حد تک ہے کہ ان میں بعض کشف اور رؤیا صالحہ کی استعدادیں بھی موجود ہوتی ہیں اور اس وجہ سے خدا تعالیٰ کو مانتے ہیں مگر ان سب چیزوں کے باوجود وہ خدا تعالیٰ کے قرب کی روشنی سے بے نصیب ہیں۔ فرمایا کہ) ’’......وہ اس انسان کی مانند ہیں جو دور سے آگ کا دھواں دیکھتا ہے مگر آگ کی روشنی کو نہیں دیکھتا اور صرف دھوئیں پر غور کرنے سے آگ کے وجود پر یقین کر لیتا ہے‘‘

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 14)

پھر قرب کے مدارج کی مزید وضاحت فرماتے ہوئے فرمایا کہ

’’چونکہ مدارج قرب اور تعلق حضرت احدیت کے مختلف ہیں......‘‘ اللہ تعالیٰ سے ملنے کے جو قرب اور تعلق کے درجے ہیں وہ مختلف ہیں۔ ’’......اس لئے ایک شخص باوجود خدا کا مقرب ہونے کے جب ایسے شخص سے مقابلہ کرتا ہے جو قرب اور محبت کے مقام میں اس سے بہت بڑھ کر ہے تو آخر نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص جو ادنیٰ درجہ کا قرب الٰہی رکھتا ہے نہ صرف ہلاک ہوتا ہے بلکہ بے ایمان ہو کر مرتا ہے جیسا کہ موسیٰ کے مقابل پر بلعم باعور کا حال ہوا......‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 349)

اور آپ نے فرمایا کہ اس قرب کے مقام کا جو سب سے اعلیٰ درجہ ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اس زمانے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور اتباع کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ مقام دیا ہے۔ آج اس زمانے میں اب جو آپ علیہ السلام سے علیحدہ ہو کر اس قرب کی تلاش کرے گا اس کا انجام پھر بلعم جیسا ہی ہوگا۔

پھر آپ نے یہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا قرب قرآن کریم کی پیروی سے ملتا ہے اور ایسا قرب پانے والے کے لئے خدا تعالیٰ پھر نشانات دکھاتا ہے۔ زبانی جمع خرچ نہیں ہوتا۔

فرمایا کہ ’’ہر ایک جو اُس شخص سے مقابلہ کرے جو قرآن شریف کا سچا پیرو ہے خدا اپنے ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اس بندہ کے ساتھ ہے جو اس کے کلام کی پیروی کرتا ہے

جیسا کہ اُس نے لیکھرام پر ظاہر کیا اور اس کی موت ایسی حالت میں ہوئی کہ وہ خوب سمجھتا تھا کہ خدا نے اُس کی موت سے اسلام کی سچائی پر مہر لگا دی۔ غرض اس طرح پر خدا اپنے زندہ تصرفات سے قرآن شریف کی پیروی کرنے والے کو کھینچتا کھینچتا قرب کے بلند مینار تک پہنچا دیتا ہے۔‘‘

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 309)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’یہ بات بھی خوب یاد رکھنی چاہئے کہ ہر بات میں منافع ہوتا ہے۔ دُنیا میں دیکھ لو۔ اعلیٰ درجہ کی نباتات سے لے کر کیڑوں اور چوہوں تک بھی کوئی چیز ایسی نہیں جو انسان کے لئے منفعت اور فائدہ سے خالی ہو۔ یہ تمام اشیاء خواہ وہ ارضی ہیں یا سماوی اللہ تعالیٰ کی صفات کے اظلال اور آثار ہیں اور جب صفات میں نفع ہی نفع ہے، تو بتلاؤ کہ ذات میں کس قدر نفع اور سود ہوگا۔ اس مقام پر یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جیسے ان اشیاء سے کسی وقت نقصان اٹھاتے ہیں تو اپنی غلطی اور نافہمی کی وجہ سے۔ اس لئے نہیں کہ نفس الامر میں ان اشیاء میں مضرّت ہی ہے۔ ......‘‘ (یعنی ان چیزوں کے اندر سوائے نقصان کے اور کچھ ہے ہی نہیں۔) ’’......نہیں بلکہ اپنی غلطی اور خطا کاری سے......‘‘ (انسان نقصان اٹھاتا ہے۔ اگر کسی چیز میں نقصان پہنچے۔) فرمایا: ’’......اسی طرح پر ہم اللہ تعالیٰ کی بعض صفات کا علم نہ رکھنے کی وجہ سے تکلیف اور مصائب میں مبتلا ہوتے ہیں ورنہ خدا تعالیٰ تو ہمہ رحم اور کرم ہے۔ دُنیا میں تکلیف اٹھانے اور رنج پانے کا یہی راز ہے کہ ہم اپنے ہاتھوں اپنی سوءِ فہم اور قصورِ علم کی وجہ سے مبتلائے مصائب ہوتے ہیں۔ ......‘‘ (صحیح طرح ہم کسی بات کو سمجھ نہیں سکتے یا ہمیں علم نہیں ہوتا اس وجہ سے مصیبتوں اور مشکلات میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔) فرمایا: ’’......پس اس صفاتی آنکھ کے ہی روزن سے ہم اللہ تعالیٰ کو رحیم اور کریم اور حد سے زیادہ قیاس سے باہر نافع ہستی پاتے ہیں اور ان منافع سے زیادہ بہرہ ور وہی ہوتا ہے جو اس کے زیادہ قریب اور نزدیک ہو جاتا ہے اور یہ درجہ اُن لوگوں کو ہی ملتا ہے جو متّقی کہلاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے قرب میں جگہ پاتے ہیں۔ جوں جوں متقی خدا تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے ایک نورِ ہدایت اسے ملتا ہے جو اس کی معلومات اور عقل میں ایک خاص قسم کی روشنی پیدا کرتا ہے اور جوں جوں دور ہوتا جاتا ہے ایک تباہ کرنے والی تاریکی اس کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیتی ہے۔ یہاں تک کہ وہ صُمٌّۢ بُكۡمٌ عُمۡیٌ فَهُمۡ لَا يَرۡجِعُوۡنَ (البقرۃ:19) کا مصداق ہو کر ذلّت اور تباہی کا مورد بن جاتا ہے، مگر اس کے بالمقابل نور اور روشنی سے بہرہ ور انسان اعلیٰ درجہ کی راحت اور عزّت پاتا ہے؛ چنانچہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا ہے۔ يٰۤاَيَّتُهَا

النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ۔ ارْجِعِيْٓ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر:29-28)......‘‘ (یعنی اے نفس مطمئنہ اپنے رب کی طرف لوٹ آ۔ اسے پسند کرنے والا بھی ہے اور اس کا پسندیدہ بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ) ’’......یعنی اے وہ نفس جو اطمینان یافتہ ہے اور پھر یہ اطمینان خدا کے ساتھ پایا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 110۔111)

آپ نے اس کی یہ وضاحت بھی فرمائی کہ بعض لوگ بظاہر حکومت سے کچھ حاصل کر کے اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ بعض لوگوں کے اطمینان کا ذریعہ ان کی اولاد اور رشتے دار اور ارد گرد کے لوگ ہوتے ہیں مگر یہ سب کچھ جو ہے یہ سچا اطمینان مہیا نہیں کر سکتا بلکہ پیاس کے مریض کی طرح جوں جوں ان لوگوں سے یہ بظاہر اطمینان حاصل کر رہے ہوتے ہیں پیاس بڑھتی چلی جاتی ہے، تسلی نہیں ہوتی۔ آخر انسان کو یہ بیماری ہلاک کر دیتی ہے۔ مگر خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس بندے نے خدا تعالیٰ کا قرب پا کر یہ اطمینان حاصل کیا ہے اس کے پاس بے انتہا دولت بھی ہو تو وہ اس کی خدا تعالیٰ کے مقابلے میں ذرہ برابر بھی پرواہ نہیں کرتا۔ دنیا اس کا مقصود نہیں ہوتی۔ وہ اصل راحت کی تلاش کرتا ہے جو خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے۔

پھر آپ نے فرمایا کہ

’’خدا تعالیٰ نے سمجھایا کہ تمام راحت انسان کی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت میں ہے اور جب اس سے علاقہ توڑ کر دنیا کی طرف جھکے تو یہ جہنمی زندگی ہے۔ اور اس جہنمی زندگی پر آخر کار ہر یک شخص اطلاع پالیتا ہے اور اگرچہ اس وقت اطلاع پاوے جبکہ یکدفعہ مال و متاع اور دنیا کے تعلقات کو چھوڑ کر مرنے لگے۔‘‘

(لیکچر لاہور، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 158)

بہر حال کہیں نہ کہیں کسی نہ کسی وقت یہ اطلاع مل جاتی ہے کہ دنیا جہنمی ہے۔ چاہے مرتے وقت ہی انسان کو اس کی اطلاع ہو۔ پھر فرمایا کہ

’’اعلیٰ درجے کی خوشی خدا میں ملتی ہے۔ جس سے پرے کوئی خوشی نہیں ہے۔ جنت پوشیدہ کو کہتے ہیں......‘‘ (یعنی چھپی ہوئی چیز کو جنت کہتے ہیں) ’’......اور جنّت کو جنّت اس لئے کہتے ہیں کہ وہ نعمتوں سے ڈھکی ہوئی ہے۔ اصل جنت خدا ہے جس کی طرف تردّد منسوب ہی نہیں ہوتا۔ اس لئے بہشت کے اعظم ترین انعامات میں رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (التوبۃ: 72) ہی رکھا ہے۔ انسان انسان کی حیثیت سے

کسی نہ کسی دکھ اور تردّد میں ہوتا ہے، مگر جس قدر قرب الٰہی حاصل کرتا جاتا ہے اور تَخَلَّقُوْا بِاَخْلَاقِ اللّٰہِ سے رنگین ہوتا جاتا ہے، اسی قدر اصل سکھ اور آرام پاتا ہے جس قدر قرب الٰہی ہوگا لازمی طور پر اسی قدر خدا کی نعمتوں سے حصہ لے گا اور رفع کے معنے اسی پر دلالت کرتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 137)

خدا کا قرب پانے کی کوشش کرنے والوں کے انجام کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھ دے اور اپنی زندگی اس کی راہوں میں وقف کرے اور نیکی کرنے میں سرگرم ہو سو وہ سرچشمہ قرب الٰہی سے اپنا اجر پائے گا اور ان لوگوں پر نہ کچھ خوف ہے نہ کچھ غم۔ یعنی جو شخص اپنے تمام قویٰ کو خدا کی راہ میں لگا دے اور خالص خدا کے لئے اس کا قول اور فعل اور حرکت اور سکون اور تمام زندگی ہو جائے۔ اور حقیقی نیکی بجالانے میں سرگرم رہے، سو اس کو خدا اپنے پاس سے اجر دے گا اور خوف اور حزن سے نجات بخشے گا۔''

(سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 344)

پھر دعا جو قرب الٰہی کا ذریعہ ہے اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ

''دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے۔ وہ جب چاہے اس چشمہ سے اپنے آپ کو سیراب کر سکتا ہے جس طرح ایک مچھلی بغیر پانی کے زندہ نہیں رہ سکتی اسی طرح مومن کا پانی دعا ہے کہ جس کے بغیر وہ زندہ نہیں رہ سکتا۔ اس دعا کا ٹھیک محل نماز ہے......'' (دعا کی جو صحیح جگہ ہے وہ نماز ہے۔ یہی حقیقت میں صحیح دعا ہو سکتی ہے۔) فرمایا کہ ''......جس میں وہ راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے۔......'' (نماز میں راحت اور سرور مومن کو ملتا ہے) ''کہ جس کے مقابل ایک عیّاش کا کامل درجہ کا سرور جو اُسے کسی بدمعاشی میں میسر آ سکتا ہے، ہیچ ہے۔ بڑی بات جو دعا میں حاصل ہوتی ہے وہ قربِ الٰہی ہے۔ دُعا کے ذریعہ ہی انسان خدا تعالیٰ کے نزدیک ہو جاتا اور اسے اپنی طرف کھینچتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 59)

پس قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے نمازوں کا حق ادا کرنا بھی ضروری ہے اور وہ حق تبھی ادا ہو گا جب اس کی ادائیگی باقاعدہ کی جائے اور جس طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا اس طرح کی جائے۔

پھر نمازوں اور دعاؤں کے معیار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے مزید آپ فرماتے ہیں کہ

''انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کا ایک درد ہونا چاہئے جس کی وجہ سے اس

کے نزدیک وہ ایک قابل قدر شئے ہو جاوے گا۔ اگر یہ درد اس کے دل میں نہیں ہے اور صرف دنیا اور اس کے مافیہا کا ہی درد ہے تو آخر تھوڑی سی مہلت پا کر وہ ہلاک ہو جاوے گا۔ خدا تعالیٰ مہلت اس لیے دیتا ہے کہ وہ حلیم ہے لیکن جو اس کے حلم سے خود ہی فائدہ نہ اٹھاوے تو اُسے وہ کیا کرے۔ پس انسان کی سعادت اسی میں ہے کہ وہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ ضرور تعلق بنائے رکھے۔ سب عبادتوں کا مرکز دل ہے۔ اگر عبادت تو بجالاتا ہے مگر دل خدا کی طرف رجوع نہیں ہے تو عبادت کیا کام آوے گی۔ اس لیے دل کا رجوعِ تام اس کی طرف ہونا ضروری ہے۔......'' (دل کا مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع ہونا ضروری ہے۔)

''......اب دیکھو کہ ہزاروں مساجد ہیں۔ مگر سوائے اس کے کہ ان میں رسمی عبادت ہو اور کیا ہے؟ ایسے ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہودیوں کی حالت تھی کہ رسم اور عادت کے طور پر عبادت کرتے تھے اور دل کا حقیقی میلان جو کہ عبادت کی رُوح ہے ہرگز نہ تھا۔ اس لئے خدا تعالیٰ نے ان پر لعنت کی۔ پس اس وقت بھی جو لوگ پاکیزگی قلب کی فکر نہیں کرتے تو اگر رسم و عادت کے طور پر وہ سینکڑوں ٹکریں مارتے ہیں ان کو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ اعمال کے باغ کی سرسبزی پاکیزگیٔ قلب سے ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (الشمس: 10-11) کہ وہی بامراد ہوگا جو کہ اپنے قلب کو پاکیزہ کرتا ہے اور جو اُسے پاک نہ کرے گا بلکہ خاک میں ملا دیگا یعنی سفلی خواہشات کا اُسے مخزن بنا رکھے گا وہ نامراد رہے گا۔ اس بات سے ہمیں انکار نہیں ہے کہ خدا کی طرف آنے کے لئے ہزارہا روکیں ہیں۔ اگر یہ نہ ہوتیں تو آج صفحہ دُنیا پر نہ کوئی ہندو ہوتا نہ عیسائی۔ سب کے سب مسلمان نظر آتے لیکن ان روکوں کو دُور کرنا بھی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ وہی توفیق عطا کرے تو انسان نیک و بد میں تمیز کر سکتا ہے۔ اس لئے آخر کار بات پھر اسی پر آ ٹھہرتی ہے کہ انسان اسی کی طرف رجوع کرے تاکہ قوّت اور طاقت دیوے۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 289-290)

پھر قرب الٰہی حاصل کرنے کے لئے توبہ کی طرف توجہ دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''بخوبی یاد رکھو کہ گناہ ایسی زہر ہے جس کے کھانے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے اور نہ صرف ہلاک ہی ہوتا ہے بلکہ وہ خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے رہ جاتا ہے اور اس قابل نہیں ہوتا کہ یہ نعمت اس کو مل سکے۔ جس جس قدر گناہ میں مبتلا ہوتا ہے اسی اسی قدر خدا تعالیٰ سے دور ہوتا چلا جاتا ہے اور وہ روشنی اور نور جو خدا تعالیٰ کے قرب میں اسے ملنی تھی اس سے پرے ہٹتا جاتا ہے اور تاریکی میں پڑ کر ہر طرف سے

آفتوں اور بلاؤں کا شکار ہو جاتا ہے۔ یہانتک کہ سب سے زیادہ خطرناک دشمن شیطان اس پر اپنا قابو پا لیتا ہے اور اُسے ہلاک کر دیتا ہے۔ لیکن اس خطرناک نتیجہ سے بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایک سامان بھی رکھا ہوا ہے۔ اگر انسان اس سے فائدہ اٹھائے تو وہ اس ہلاکت کے گڑھے سے بچ جاتا ہے اور پھر خدا تعالیٰ کے قرب کو پا سکتا ہے۔ وہ سامان کیا ہے؟ رجوع الی اللہ یا سچی توبہ۔......‘‘ (یہ سچی توبہ وہ سامان ہے۔) فرمایا کہ ’’......خدا تعالیٰ کا نام توّاب ہے۔ وہ بھی رجوع کرتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ انسان جب گناہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ سے دُور ہو جاتا ہے اور خدا تعالیٰ اس سے بعید ہوتا ہے۔......‘‘ (گناہ کرتا ہے تو وہ اللہ تعالیٰ سے دور ہو جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ اس سے دور ہو جاتا ہے۔) ’’......لیکن جب انسان رجوع کرتا ہے یعنی اپنے گناہوں سے نادم ہو کر پھر خدا تعالیٰ کی طرف جھکتا ہے تو اس کریم رحیم خدا کا رحم اور کرم بھی جوش میں آتا ہے اور وہ اپنے بندہ کی طرف توجّہ کرتا ہے اور رجوع کرتا ہے۔ اس لئے اس کا نام......‘‘ (اللہ تعالیٰ کا نام بھی) ’’......توّاب ہے۔......‘‘ (وہ بھی بندے کی طرف توبہ قبول کرتے ہوئے آتا ہے اس لئے اس کا نام توّاب ہے۔) ’’......پس انسان کو چاہئے کہ اپنے ربّ کی طرف رجوع کرے تا کہ وہ اس کی طرف رجوع برحمت کرے۔‘‘

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 183-184)

پھر آپ فرماتے ہیں:

’’اسلام وہی طریق نجات بتاتا ہے جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ازل سے مقرر ہے اور وہ یہ ہے کہ سچے اعتقاد اور پاک عملوں اور اس کی رضا میں محو ہونے سے اس کے قرب کے مکان کو تلاش کیا جائے اور کوشش کی جائے کہ اس کا قرب اور اس کی رضا حاصل ہو کیونکہ تمام عذاب خدا تعالیٰ کی دوری اور غضب میں ہے پس جس وقت انسان سچی توبہ اور سچے طریق کے اختیار کرنے سے اور سچی تابعداری حاصل کرنے سے اور سچی توحید کے قبول کرنے سے خدا تعالیٰ سے نزدیک ہو جاتا ہے اور اس کو راضی کر لیتا ہے تو تب وہ عذاب اس سے دور کیا جاتا ہے۔‘‘

(ست بچن، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 275)

پھر قرب الٰہی کے حصول کے لئے عمومی طور پر اعمال صالحہ بجا لانے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

’’عمل صالح بڑی ہی نعمت ہے۔ خداوند کریم عمل صالح سے راضی ہو جاتا ہے اور قرب حضرت احدیّت حاصل ہوتا ہے......‘‘ (اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔) ’’......مگر جس طرح شراب کے آخری

گھونٹ میں نشہ ہوتا ہے اسی طرح عمل صالح کے برکات اُس کی آخری خیر میں مخفی ہوتے ہیں۔ جو شخص آخر تک پہنچتا ہے اور عمل صالح کو اپنے کمال تک پہنچاتا ہے وہ ان برکات سے متمتع ہو جاتا ہے لیکن جو شخص درمیان سے ہر عمل صالح کو چھوڑ دیتا ہے اور اس کو اپنے کمال مطلوب تک نہیں پہنچاتا، وہ ان برکات سے محروم رہ جاتا ہے۔''

(مکتوبات احمد جلد 1 صفحہ 600۔ مکتوب بنام میر عباس علی صاحب مکتوب نمبر 45)

فرمایا: ''میں تو یہ جانتا ہوں کہ مومن پاک کیا جاتا ہے اور اس میں فرشتوں کا رنگ ہو جاتا ہے۔ جیسے جیسے اللہ تعالیٰ کا قرب بڑھتا جاتا ہے وہ خدا تعالیٰ کا کلام سنتا اور اس سے تسلّی پاتا ہے۔ اب تم میں سے ہر ایک اپنے اپنے دل میں سوچ لے کہ کیا یہ مقام اسے حاصل ہے؟ مَیں سچ کہتا ہوں کہ تم صرف پوست اور چھلکے پر قانع ہو گئے ہو حالانکہ یہ کچھ چیز نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ مغز چاہتا ہے۔ پس جیسے میرا یہ کام ہے کہ ان حملوں کو روکا جاوے جو بیرونی طور پر اسلام پر ہوتے ہیں ویسے ہی مسلمانوں میں اسلام کی حقیقت اور روح پیدا کی جاوے۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 261)

آپ نے فرمایا: ''انسان کی عزت اسی میں ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہو۔ جب وہ خدا کا مقرّب ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ ہزاروں برکات اس پر نازل کرتا ہے۔ زمین سے بھی اور آسمان سے بھی اس پر برکات اترتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیخ کنی کے لئے قریش نے کس قدر زور لگایا۔ وہ ایک قوم تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنِ تنہا۔ مگر دیکھو! کون کامیاب ہوا۔ اور کون نامراد رہے۔ نصرت اور تائید خدا تعالیٰ کے مقرب کا بہت بڑا نشان ہے۔''

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 128)

پھر ہمیں قرب حاصل کرنے کے معیار کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ

''خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے۔ بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ متکبر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ ظالم اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ خائن اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ اور ہر ایک جو اس کے نام کیلئے غیرت مند نہیں اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا۔ وہ جو دنیا پر کتوں یا چیونٹیوں یا گِدّوں کی طرح گرتے ہیں اور دنیا سے آرام یافتہ ہیں وہ اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتے۔ ہر ایک ناپاک آنکھ اس سے دور ہے۔ ہر ایک ناپاک دل اس سے بے خبر ہے۔ وہ جو اس کے

لئے آگ میں ہے وہ آگ سے نجات دیا جائے گا۔ وہ جو اس کے لئے روتا ہے وہ ہنسے گا۔ وہ جو اس کے لئے دنیا سے توڑتا ہے وہ اس کو ملے گا۔ تم سچے دل سے اور پورے صدق سے اور سرگرمی کے قدم سے خدا کے دوست بنو تا وہ بھی تمہارا دوست بن جائے۔ تم ماتحتوں پر اور اپنی بیویوں پر اور اپنے غریب بھائیوں پر رحم کرو تا آسمان پر تم پر بھی رحم ہو۔ تم سچ مچ اس کے ہو جاؤ تا وہ بھی تمہارا ہو جاوے۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

پھر خدا تعالیٰ اپنے مقربوں کے لئے کس طرح غیرت کا اظہار فرماتا ہے اور مخالفوں کو کس طرح ختم کرتا ہے، اس بارے میں آپ نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہو جائے تو اس کے لئے اللہ تعالیٰ پھر کس طرح غیرت دکھاتا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

''پس جس وقت توہین اور ایذا کا امر کمال کو پہنچ گیا اور جو ابتلا خدا کے ارادہ میں تھا وہ ہو چکا۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ کی غیرت اس کے دوستوں کیلئے جوش مارتی ہے۔ اور خدا ان کی طرف دیکھتا ہے اور ان کو مظلوم پاتا ہے اور دیکھتا ہے کہ وہ ظلم کئے گئے اور گالیاں دیئے گئے اور ناحق کافر ٹھہرائے گئے اور ظالموں کے ہاتھوں سے دکھ دیئے گئے۔ پس وہ کھڑا ہوتا ہے تا کہ ان کے لئے اپنی سنت پوری کرے اور اپنی رحمت کو دکھلائے اور اپنے نیک بندوں کی مدد کرے۔ پس ان کے دلوں میں ڈالتا ہے تا کہ پورے طور پر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوں۔ اور صبح شام اس کی جناب میں تضرّع کریں اور اسی طرح اس کی سنت اس کے مقربین کی نسبت جاری ہے۔ پس آخر کار دولت اور مدد ان کے لئے ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ ان کے دشمنوں کو شیروں اور پلنگوں کی غذا کر دیتا ہے......'' (شیروں اور چیتوں کی غذا کر دیتا ہے) ''...... اور اسی طرح مخلصوں میں سنت اللہ جاری ہے وہ ضائع نہیں کئے جاتے اور برکت دیئے جاتے ہیں اور حقیر نہیں کئے جاتے اور بزرگ کئے جاتے ہیں۔''

(حجۃ اللہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 198)

اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی خدا تعالیٰ کا یہ سلوک ہم نے دیکھا اور دشمنوں کو اس نے ذلیل و خوار کیا۔ ایک بار نہیں دو بار نہیں، بار بار کئی مرتبہ اور مختلف علاقوں میں، مختلف ملکوں میں دشمنانِ احمدیت کی ذلت اور رسوائی اور تباہی ہم نے دیکھی۔ پس آج بھی یہ نظارے ہم دیکھتے ہیں۔ میں پھر افراد جماعت کو اور خاص طور پر پاکستان کے احمدیوں کو توجہ دلانی چاہتا ہوں کہ مخالفین احمدیت کے خلاف خدا تعالیٰ کی لاٹھی چلے گی اور ضرور چلے گی انشاء اللہ تعالیٰ۔ چھوٹے پیمانے پر اس کے

نظارے ہم دیکھتے بھی ہیں، دیکھتے رہتے ہیں لیکن اگر وسیع پیمانے پر جلد یہ نظارے دیکھنے ہیں تو پاکستان میں رہنے والے ہر احمدی اور پاکستان سے تعلق رکھنے والے ہر احمدی کو خدا تعالیٰ سے قرب اور تعلق میں بڑھنے کی ضرورت ہے۔ پس دنیا کو پیچھے دھکیلیں۔ خدا تعالیٰ سے قرب میں بڑھتے چلے جائیں اور اس کے بڑھتے چلے جانے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہئے تا یہ نظارے ہم جلدتر دیکھ سکیں۔ عمومی طور پر دنیا کے احمدیوں کو بھی خاص طور پر اس طرف توجہ کرنے کی ضرورت ہے تا کہ دنیا میں شیطان کی حکومت کا جلد خاتمہ ہو اور اللہ تعالیٰ کے مقربین کی حکومت دنیا میں قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان دعاؤں کے کرنے کی بھی توفیق عطا فرمائے اور ان لوگوں میں شامل ہونے کی بھی توفیق عطا فرمائے جو اللہ تعالیٰ کے مقرب ہوتے ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 23 رمئی 2014ء تا 29 رمئی 2014ء جلد 21 شمارہ 21 صفحہ 05 تا 09)

19

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 09 رمئی 2014ء بمطابق 09 ہجرت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں''۔ یہ نعرہ ہم خاص طور پر غیروں کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ ہم یہ نعرہ اس بات کے جواب میں یا اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے لگاتے ہیں کہ جماعت احمدیہ مسلمہ یا اس کے افراد دوسروں کے لئے بغض و کینہ رکھتے ہیں یا دوسروں کو اپنے سے بہتر نہیں سمجھتے۔ یا غیر مسلموں کی اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لئے ہم یہ آواز بلند کرتے ہیں کہ اسلام محبت پیار حسن سلوک اور دوسروں کے جذبات کا خیال نہ رکھنے کی تعلیم دیتا ہے۔ اس لئے ان کی یہ بات ہی غلط ہے کہ اسلام ظلم و تعدی اور بربریت کا مذہب ہے یا پھر ہم یہ نعرہ بلند کرتے ہیں کہ ہم آپس میں نفرتوں کی دیواروں کو گرا کر پیار اور محبت سے رہتے ہیں اور رہنا چاہتے ہیں۔

پس اگر ہم کسی بھی قسم کی خدمت انسانیت کرتے ہیں، ہم اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں تو یہ بھی اسی وجہ سے ہے کہ ہمیں دنیا کے ہر انسان سے محبت ہے اور ہم ہر ایک کے دل سے نفرتوں کے بیج ختم کر کے محبت اور پیار کے پودے لگانا چاہتے ہیں۔ یہ سب کیوں ہے؟ اس لئے کہ ہمیں ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ سکھایا ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ ہم نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں کو دنیا کی ہمدردی اور محبت میں تڑپتے دیکھا ہے اور اس حد تک تڑپتے اور بے چین ہوتے اور سجدوں میں روتے دیکھا ہے کہ اس تڑپ کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرما کر قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے، ان انسانوں کے لئے جو بغض و کینے سے پاک ہوں بطور ثبوت محفوظ فرما دیا تاکہ آئندہ

آنے والے آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرنے سے پہلے اس تڑپ پر غور کریں اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہونے والے جو مسلمان کہلاتے ہیں اس اسوہ حسنہ پر چلنے کی کوشش کرنے والے بنیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ اِنْ لَّمْ يُؤْمِنُوْا بِهٰذَا الْحَدِيْثِ اَسَفًا (الکہف: 7) پس کیا تو شدتِ غم کے باعث ان کے پیچھے اپنی جان کو ہلاک کر دے گا اگر وہ اس بات پر ایمان نہ لائیں۔ یہ جن کا ذکر کیا گیا ہے وہ کس بات پر ایمان نہیں لاتے؟ اس بات پر کہ شرک نہ کرو، خدا کا بیٹا نہ بناؤ۔ جب ان کو کہا جاتا ہے تو اس پر ایمان نہیں لاتے۔ شرک ایک ایسا گناہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ اسے معاف نہیں کرتا۔ پس یہ ہمدردی اور محبت ہے ہر انسان سے حتیٰ کہ مشرک کے ساتھ بھی کہ اسے سیدھے راستے پر لانے کے لئے جہاں عملی کوشش کی جائے وہاں اس کے لئے دعا بھی کی جائے۔

پس اگر احمدیوں کو ''محبت سب سے'' کا صحیح ادراک حاصل کرنا ہے تو ہمیں اپنے آقا اور محسن انسانیت سے اس کے طریق سیکھنے ہیں اور یہ ہم تبھی کر سکتے ہیں جب خود اپنی توحید کے معیاروں کو بھی ماپیں۔ پھر ہم دیکھتے ہیں محبت اور ہمدردی کے جذبات کی ایک اور مثال کہ جب قوم کی طرف سے ظلم و تعدی کی انتہا ہوتی ہے تو تباہی کی دعائیں نہیں کیں بلکہ یہ دعا کی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے۔ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ میں کہہ رہا ہوں ان کے فائدے کے لئے ہے۔ جب دوسرے قبیلے تنگ کرتے ہیں اور بددعا کے لئے کہا جاتا ہے تو تب بھی ایک موقع پر آپ نے یہی ہاتھ اٹھائے۔ لوگ سمجھے کہ بددعا ہوئی اور قبیلہ تباہ ہوا۔ آپ نے کہا کہ

اے اللہ دوس قبیلے کو ہدایت دے۔

(صحیح البخاری کتاب الجہاد و السیر باب الدعاءِ للمشرکین بالھدیٰ لیتألفھم حدیث 2937)

پس محبت صرف اپنوں کے لئے اور ہمدردی صرف اپنوں سے ہی نہیں بلکہ دوسروں سے بھی محبت اور ہمدردی کے وہی معیار ہیں۔ صرف اور صرف ایک درد ہے کہ توحید کا قیام ہو جائے تا کہ دنیا تباہی سے بچ جائے۔ آج بھی دنیا میں ہزاروں قسم کا شرک پھیل چکا ہے اور نہ صرف شرک بلکہ خدا کے وجود سے ہی دنیا کا ایک بڑا حصہ انکاری ہے۔ پس خدا تعالیٰ کی حکومت قائم کرنے کے لئے اور توحید کے قیام کے لئے ہمیں بھی اس چیز کو اپنانے کی ضرورت ہے جس کا سبق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نمونے سے ہمیں دیا ہے۔

ہمیں صرف اس بات پر خوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ ایک نعرہ ہم نے لگالیا جسے دنیا پسند کرتی ہے اور اس بات پر مختلف جگہوں پر ہماری واہ واہ ہو جاتی ہے۔ ہمیں ہمیشہ یادرکھنا چاہئے کہ یہ نعرہ ایک ذریعہ ہے اس وسیع تر مقصد کے حصول کے لئے جس کی خاطر انسان کی پیدائش ہوئی ہے۔ پس ہمارے انسانی ہمدردی کے کام، محبت کا پرچار اور اظہار اور عمل اور نفرت سے دوری اور نفرت سے صرف دوری ہی نہیں کرنی بلکہ نفرت سے ہمیں نفرت بھی اللہ تعالیٰ کا پیار حاصل کرنے کے لئے ہے، اس کی توحید کے قیام کے لئے ہے۔ اگر ہمیں نفرت ہے تو کسی شخص سے نفرت نہیں بلکہ شیطانی عمل سے نفرت ہے اور ہونی چاہئے۔ شیطانی عمل کرنے والوں سے بھی ہمیں ہمدردی ہے اور اس ہمدردی کا تقاضا ہے کہ ہم انہیں اس گند سے باہر لائیں تا کہ انہیں خدا تعالیٰ کے عذاب سے بچائیں۔ دنیا داروں سے ہماری محبت اور ہمدردی دنیاداری کی خاطر نہیں ہے۔ ہم اپنے دلوں سے دنیاداروں کی نفرت ختم کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو کچھ حاصل کرنے کے لئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی محبت کو حاصل کرنے کے لئے، توحید کے قیام کے لئے، توحید کو اپنے دلوں میں پہلے سے بڑھ کر بسانے اور راسخ کرنے کے لئے کرتے ہیں۔

پس ہمیں چاہئے کہ دنیا کی نظر میں پسندیدہ بننے کے لئے صرف نعرے نہ لگائیں یا اظہار نہ کریں بلکہ اپنے مقصد کے حصول کے لئے یہ نعرہ لگائیں۔ اس زمانے میں ہم وہ خوش قسمت جماعت ہیں جنہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے خدا تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے، ہمدردئ خلق اور محبت کے اصول اپنانے کے لئے چنا ہے اور آپ نے ہمیں وہ اصول سکھائے اور تعلیم دی۔ آپ علیہ السلام فرماتے ہیں کہ

”دین کے دو ہی کامل حصے ہیں۔ ایک خدا سے محبت کرنا اور ایک بنی نوع سے اس قدر محبت کرنا کہ ان کی مصیبت کو اپنی مصیبت سمجھ لینا اور ان کے لئے دعا کرنا“

(نسیم دعوت، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 464)

پھر آپ فرماتے ہیں:

”یہ طریق اچھا نہیں کہ صرف مخالفتِ مذہب کی وجہ سے کسی کو دکھ دیں۔“

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 281)

ایک مجلس میں آپ نے فرمایا کہ

”میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی حد سے زیادہ سختی نہ ہو.... میں سچ کہتا ہوں کہ تم کسی کو اپنا ذاتی دشمن نہ سمجھو اور اس کینہ توزی کی عادت کو بالکل ترک کردو۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 104)

یہاں پہلے جو فرمایا کہ ''دشمن کے ساتھ بھی حد سے زیادہ سختی نہ ہو''۔ اس سے یہ خیال آسکتا ہے کہ جب نفرت کسی سے نہیں تو دشمنی کیسی۔ اس کا جواب بھی فرما دیا کہ جو مذہب کی وجہ سے دشمن ہیں، جو خود دشمنی میں بڑھے ہوئے ہیں تم ان کو ذاتی دشمن نہ سمجھو۔ تمہارے دل میں دشمنی ہے یا نہیں۔ جو بھی تمہارے سے دشمنی کرنے والے ہیں ان کی اصلاح کی کوشش تو کرو لیکن ذاتی دشمن بنا کر یا ذاتی دشمنی کا دل میں خیال لا کر پھر کینہ توزی کی عادت نہ ڈالو۔

نفرتوں کو دور کرنے کے بارے میں نصیحت فرماتے ہوئے آپ نے فرمایا:

''نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے یہ ایک زبردست ذریعہ ہے۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 102)

فرمایا: ''اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ بغیر لحاظ مذہب ملت کے تم لوگوں سے ہمدردی کرو۔ بھوکوں کو کھلاؤ۔ غلاموں کو آزاد کرو۔ قرضہ داروں کے قرض دو۔ زیر باروں کے بار اٹھاؤ اور بنی نوع سے سچی ہمدردی کا حق ادا کرو۔''

(نور القرآن نمبر 2، روحانی خزائن جلد 9 صفحہ 434)

پھر ایک موقع پر فرمایا کہ

''میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں...... مگر میں تمہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ہرگز ہرگز اپنی ہمدردی کے دائرہ کو محدود نہ کرو۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 282-283)

پھر فرمایا: ''تم مخلوقِ خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم ان کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں...... جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی خودنمائی نہیں کرسکتا''۔ (دکھاوے کے لئے نیکی نہیں کرسکتا۔)

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 30)

پس دوسروں سے ہمدردی اور محبت کے یہ معیار ہیں اور یہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا حکم ہے، اس کے رسول کا حکم ہے۔ قرآن کریم میں ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ حکم دیا ہے۔

پس ہمدردئ خلق کے بارے میں اسلام کی یہ کیسی خوبصورت تعلیم ہے۔ کیا اس تعلیم کے دینے

والے خدا کو چھوڑ کر اور اس زمانے کے فرستادے کو چھوڑ کر جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں آیا ہم کہیں اور جا کر یہ معیار حاصل کر سکتے ہیں؟ کبھی نہیں کر سکتے۔ پس ہر ایک کے لئے ہماری جو محبت ہے یا نفرت کسی سے نہیں جو ہے یہ ایک آخری مقصد نہیں ہے بلکہ خدا کی رضا حاصل کرنے کا ایک ذریعہ ہے۔ اس کو ہمیشہ ہمیں سامنے رکھنا چاہئے اور اسی کے لئے کوشش کرنی چاہئے۔

کچھ عرصہ ہوا مجھے احساس ہوا کہ خدمت انسانیت کے لئے ہیومینٹی فرسٹ کے نام سے جو ہمارا ادارہ ہے اس کے کام کرنیوالوں اور شاید انتظامیہ کو یہ خیال ہو گیا ہے کہ دین سے بالکل اپنے آپ کو علیحدہ کرنا ہے اور اگر علیحدہ کر کے خدمت کریں تو شاید ہماری دنیا میں زیادہ آؤ بھگت ہو گی۔ تو میں نے یہاں مرکزی انتظامیہ کو کہا کہ آپ کی اہمیت اس لئے ہے کہ دین سے جڑے ہوئے ہیں۔ جماعت کا کہیں نہ کہیں نام آتا ہے۔ اگر کہیں حسب ضرورت جماعت کا نام بھی استعمال کرنا پڑے تو لینے میں کوئی حرج نہیں۔ یہ پیش نظر رہے کہ ہم نے خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے خدمت انسانیت کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ بندوں کے حقوق ادا کرو اس لئے ہم نے خدمت انسانیت کرنی ہے اور اللہ تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ سے تعلق اور اپنی عبادتوں کی حفاظت کی بھی ضرورت ہے۔ بغیر اس کے خدمت انسانیت کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔ انہیں تو یہ بات سمجھ آ گئی لیکن باقی ممالک میں جو ہیومینٹی فرسٹ کی شاخیں ہیں ان کے کارکنوں اور انتظامیہ کو جن میں الا ماشاء اللہ تقریباً سارے احمدی ہی ہیں، یہ بتانا چاہتا ہوں کہ آپ کے کام میں برکت اسی وقت پڑے گی جب خدا تعالیٰ سے تعلق کو مضبوط کریں گے اور اپنے کام کو اللہ تعالیٰ کے فضل کو حاصل کرنے والا بنانے کی کوشش کریں گے اور اپنے کاموں کو دعاؤں سے شروع کریں گے۔ اس کے بغیر ہمارے کسی کام میں برکت نہیں پڑ سکتی، چاہے کوئی اپنی عقل سے منصوبہ بندی کرتا رہے۔ بہر حال یہ بات کہنی بھی ضروری تھی اور آج میں نے اسی ضمن میں بات کی ہے کیونکہ میں سوچ رہا تھا کہ کبھی ہیومینٹی فرسٹ کی انتظامیہ کو توجہ دلانے کے لئے کہوں گا، اس کا ذکر کروں گا تو چاہے ضمناً کہہ لیں یا اس تعلق میں میں کہہ لیں۔ بہر حال اس کا ذکر کرنا ضروری ہے اور اسی لئے مَیں نے یہ بات بیان کی ہے۔

اب میں ''محبت سب کے لئے'' کے نعرے کی بات جو میں کر رہا تھا اس کی طرف آتا ہوں۔ اور یہ واضح کرنا چاہتا ہوں کہ بے شک خدمت خلق اور ہمدردیٔ خلق اور محبت پھیلانے اور دشمنیاں ختم کرنے کی نیکی ایک بہت بڑی نیکی ہے لیکن صرف یہی نہیں سمجھنا چاہئے کہ یہ نعرہ ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ اگر ہمیں یہ خیال آ جائے کہ اگر ہم نے یہ کر لیا تو سب کچھ پا لیا۔ لیکن جیسا کہ پہلے بھی میں بتا آیا ہوں کہ یہ نعرہ اس

مقصد کے حصول کا ایک حصہ ہے۔ اس منزل کی طرف بڑھنے کا ایک قدم ہے جس کو حاصل کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے تھے اور آپ کی غلامی میں اس زمانے میں اس کے حصول کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے۔ اور وہ مقصد ہے خدا تعالیٰ کی وحدانیت کا صحیح ادراک پیدا کرنا، خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے تمام احکامات پر چلنے کی کوشش کرنا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کو اپنا مطمح نظر اور مقصد بنانا اور اس کے حصول کے لئے مقدور بھر کوشش کرنا کیونکہ یہی چیز ہے جس سے ہر قسم کے اعلیٰ اخلاق اور نیکیوں کے حصول کو ممکن بنایا جا سکتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں بھی علماء کی ایک بحث مضامین کی صورت میں چلی جو الفضل میں شائع ہوتے رہے یا بعض بزرگوں نے اس بارے میں اپنا اپنا نقطہ پیش کیا کہ جماعت کا ماٹو یا مطمح نظر کیا ہونا چاہئے؟ اس پر حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کو جو ماٹو دیا یا جس طرف توجہ دلائی وہ ایسا ہے جس سے دین بھی مضبوط ہوتا ہے، ایمان بھی مضبوط ہوتا ہے، حقوق اللہ کی ادائیگی بھی ہوتی ہے اور حقوق العباد کی ادائیگی بھی ہوتی ہے۔ دو بزرگوں میں سے ایک نے کہا کہ ہماری جماعت کا مطمح نظر فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرَاتِ (البقرة:149) ہونا چاہئے۔ دوسرے نے کہا کہ ہمارا ماٹو یا مطمح نظر ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' ہونا چاہئے۔ حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ کوئی نہ کوئی مطمح نظر ضرور ہونا چاہئے۔ دنیا میں جتنی تنظیمیں ہیں اور انجمنیں ہیں جب قائم ہوتی ہیں تو اپنا اپنا کوئی نہ کوئی مطمح نظر رکھتی ہیں اور اگر سنجیدہ اور امانت کا حق ادا کرنے والی ہیں تو اس کے حصول کے لئے سنجیدگی سے کوشش بھی کرتی ہیں تا کہ اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز کر سکیں۔ دنیا میں اخلاقی ترقی کو بھی مطمح نظر بنانے کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ تعلیمی ترقی کو بھی مطمح نظر بنانے کا نعرہ لگایا جاتا ہے۔ اگر کسی جگہ عوام کے یا کسی کے حقوق غصب ہو رہے ہیں تو سیاسی تنظیمیں آزادی کو اپنا ماٹو بنا لیتی ہیں، اس کے لئے کوشش کرتی ہیں اور نعرے لگاتی ہیں۔ اگر کسی جگہ کوئی اور صورت ہے تو اس کو اپنا مطمح نظر بنایا جاتا ہے۔ بہرحال مطمح نظر کا بنیادی مقصد یہ ہوتا ہے کہ ہم نے اس بات کو دنیا میں قائم کرنا ہے اور اپنی جماعت کے سامنے بھی ہر وقت اسے موجود رکھنا ہے، دنیا میں بھی قائم کرنا ہے اور اپنے سامنے بھی موجود رکھنا ہے۔ اس دنیا میں ہزاروں قسم کی نیکیاں ہیں اگر کسی ایک نیکی کو چن لیا جائے تو بظاہر ایک اچھی بات ہے، مطمح نظر ہے لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہوتا کہ باقی قسم کی نیکیوں کی ضرورت نہیں رہتی۔ بلکہ ضرورت اور سہولت کو سامنے رکھتے ہوئے ان نیکیوں میں سے کسی ایک نیکی کو مطمح نظر بنایا جاتا ہے۔

بہر حال کوئی بھی اچھا ماٹو کوئی اپنے لئے مقرر کرے وہ اس کے لئے نیکی ہے۔ آپ نے یہ وضاحت فرمائی کہ بعض ماٹو ایسے ہوتے ہیں جن کا آپس میں اشتراک ہوتا ہے مثلاً یہ کہ ''خدا کی اطاعت کرو'' اور یہ ماٹو کہ ''نیکیوں میں ترقی کرو'' یہ آپس میں لازم وملزوم ہیں کیونکہ خدا کی اطاعت کے بغیر نیکیوں کا حصول ناممکن ہے اور اسی طرح جو نیک نہیں وہ خدا کا مطیع نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح یہ ماٹو کہ ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' اور یہ کہ ''میں نیکیوں میں سبقت لے جانے کی کوشش کروں گا''، دونوں آپس میں مشابہ ہیں۔ دونوں ایک دوسرے کے اندر آجاتے ہیں۔ پس ساری نیکیاں ہی اچھی ہیں اور ہمیں انہیں اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 560 تا 562 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1936ء)

لیکن جب ماٹو کے بارے میں سوال اٹھے تو پھر اسی طرف توجہ رکھ کر اسی طرف اپنی توجہ محدود کر کے بعض لوگ اپنی نیکیوں کو بالکل ہی محدود کر دیتے ہیں یا اسی کو سب کچھ سمجھنے لگ جاتے ہیں۔ جیسے ہمارے نوجوانوں میں یا بعض اور لوگوں میں بھی (لوگ) اپنی دینی حالت کو تو بھول گئے ہیں لیکن صرف دنیا دکھاوے کے لئے ''محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں'' کا نعرہ بہت زیادہ لگانے لگ گئے ہیں۔ ٹھیک ہے اگر اسلام کی تعلیم کا پرچار اگر کرنا ہے، نیک نیت ہے تو یہ نعرہ بہت اچھا ہے لیکن ہمارا صرف یہی مقصد نہیں جیسا کہ میں نے کہا بلکہ ہمارے مقصد بہت وسیع ہیں۔ اسی طرح ہمدردیٔ خلق اگر کرنی ہے تو صرف ہمدردیٔ خلق ہی کچھ چیز نہیں ہے اگر اللہ تعالیٰ کی یاد دلوں سے غائب ہو رہی ہے تو پھر اس کا بھی کوئی فائدہ نہیں۔

حضرت مصلح موعود نے لکھا ہے کہ میں نے جب یہ مضمون پڑھے تو مجھے ایک یہودی کا قصہ یاد آ گیا کہ جب اس نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے باتیں کرتے ہوئے دورانِ گفتگو کہا کہ ہمیں آپ لوگوں سے یعنی مسلمانوں سے بہت زیادہ حسد ہوتی ہے۔ حضرت عمرؓ نے پوچھا کہ حسد کی کیا وجہ ہے؟ یہ کس لئے ہوتی ہے؟ تو یہودی کہنے لگا کہ اس بات کا حسد ہے کہ اسلام میں ایک خاص خوبی ہے کہ دنیا کی کوئی بات ایسی نہیں جو اسلام کے احکامات میں موجود نہ ہو۔ قرآن کریم میں موجود نہ ہو۔ ذاتی نوعیت سے لے کر بین الاقوامی نوعیت تک تمام احکام اور مسائل اور ان کا حل اس میں موجود ہے۔ یہ چیز ایسی ہے جو ہم میں حسد پیدا کرتی ہے۔

پس اگر ہم میں سے ہر ایک اس بات کو سامنے رکھے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کی کسی ایک

بات کو بطور ماٹو چننا درست نہیں پس بے شک ''فَاسۡتَبِقُوا الۡخَیۡرٰتِ'' ایک عمدہ ماٹو ہے اسی طرح ''میں دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا'' بھی عمدہ ہے۔ قرآن کریم میں بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے جیسا کہ آیت بَلۡ تُؤۡثِرُوۡنَ الۡحَیٰوۃَ الدُّنۡیَا وَالۡاٰخِرَۃُ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی (الأعلی: 17-18) یعنی نادان لوگ دنیا کو دین پر مقدم کرتے ہیں حالانکہ آخرت یعنی دین کی زندگی کا نتیجہ دنیوی زندگی سے اعلیٰ اور دیرپا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 562 تا 563 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1936ء)

اکثر ہم جمعہ پر سورۃ میں یہی آیت پڑھتے ہیں اور اس کے علاوہ بھی بے شمار تعلیم قرآن کریم نے دی ہے۔ پس قرآن کریم کی وہ کون سی تعلیم ہے جو ماٹو نہ بن سکے، جو مطمح نظر نہ بن سکے۔ جس پر نظر ڈالیں اور اس پر غور کریں تو وہ دل کو اپنی طرف کھینچتی ہے۔

اس تمہید کے بعد پھر آپ نے یہ فرمایا کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کا زمانہ ظَہَرَ الۡفَسَادُ فِی الۡبَرِّ وَالۡبَحۡرِ کا مصداق تھا۔ کوئی خرابی ایسی نہ تھی جو اس زمانہ میں پیدا نہ ہوگئی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل ہیں، اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ بھی اس زمانے کا ظل ہے اور ہم دیکھتے ہیں کہ آج بھی تمام قسم کی خرابیاں اپنے کمال کو پہنچی ہوئی ہیں۔ اس لئے آج مذہب کی بھی ضرورت ہے۔ اخلاق کی تمام اقسام کی بھی ضرورت ہے۔ دنیا کی ہر خوبی اور ترقی کی بھی ضرورت ہے۔ جہاں لوگوں کے دلوں سے ایمان اٹھ گیا ہے وہاں اخلاق فاضلہ بھی اٹھ گئے ہیں اور حقیقی دنیوی ترقی بھی مٹ گئی ہے کیونکہ اس وقت جسے لوگ ترقی کہتے ہیں وہ نفسانیت کا ایک مظاہرہ ہے۔ چاہے وہ ذاتی طور پر ہو یا بین الاقوامی طور پر دیکھ لیں کیونکہ اس وقت جسے لوگ ترقی کہتے ہیں وہ صرف اپنی ذات کے لئے مفاد ہے۔ وہ دنیا کی ترقی نہیں کہلا سکتی کیونکہ اس سے دنیا کا ایک حصہ فائدہ اٹھا رہا ہے اور دوسرے کو غلام بنایا جا رہا ہے۔ چاہے وہ سیاسی غلامی ہو یا معاشی اور اقتصادی غلامی ہو کسی نہ کسی صورت میں ایک حصہ غلام بن رہا ہے اور ان کے لئے بہرحال یہ ترقی نہیں ہے اور جو ترقی کر رہے ہیں ان کے بھی اپنے مفادات ہیں، نفسانیت ہے جس کو وہ ترقی کا نام دیتے ہیں۔

پس ایسے وقت میں یہ کہنا کہ فلاں آیت کو مطمح نظر بناؤ اور فلاں کو چھوڑ دو یہ غلط ہے بلکہ قرآن کریم کی ہر آیت ہی ہمارا مطمح نظر اور نصب العین ہے اور ہونا چاہئے۔ پس ہمارا ماٹو تو تمام قرآن کریم ہی ہے لیکن اگر کسی دوسرے ماٹو کی ضرورت ہے تو حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے مقرر کر دیا اور وہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوۡلُ اللّٰہِ۔

اور یہ تمام قرآن کریم کا خلاصہ ہے۔

حقیقت بھی یہی ہے کہ تمام تعلیمیں اور تمام اعلیٰ مقاصد توحید سے ہی تعلق رکھتے ہیں۔ اسی طرح بندوں کے آپس کے تعلقات اور بندے کے خدا تعالیٰ سے تعلقات یہ بھی توحید کے اندر آ جاتے ہیں۔ اور توحید ایسی چیز ہے جو بغیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کے ظاہر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لگا دیا گیا ہے کہ حقیقی معبود کی تلاش یا خدا تعالیٰ کو اگر دیکھنا ہے تو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد سے دیکھو۔ گویا آپ ہی وہ عینک ہیں جس سے معبود حقیقی نظر آ سکتا ہے اور جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد لی جائے تو الحمد سے لے کر الناس تک ہر جگہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا مضمون نظر آئے گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود مبارک ہی ہے جن کے آنے سے دنیا میں توحید حقیقی قائم ہوئی ورنہ اس سے پہلے بعض لوگوں نے حضرت عزیر کو بعض نے حضرت عیسیٰ کو خدا کا بیٹا بنایا ہوا تھا۔ بعض لوگ ملائکہ کو معبود بنائے بیٹھے تھے۔ ایسے وقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہی ہر قسم کے فسادوں کو دور فرمایا اور اللہ تعالیٰ نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہی توحید کے قیام کے لئے کھڑا کیا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے ہی دنیا میں پھر توحید قائم ہوئی اور یہی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا ماٹو ہے جو ہم اپنی اذانوں کے ساتھ بھی بلند کرتے ہیں۔ جب کسی شخص کو اسلام میں لایا جاتا ہے تو اسے بھی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہلوایا جاتا ہے کیونکہ حقیقی اسلام اسی کا نام ہے۔ اگر کسی میں دینی کمزوری پیدا ہوتی ہے تو اس کی بھی یہی وجہ ہے کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اس کے سامنے سے ہٹ گیا ہوتا ہے ورنہ اگر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ ہر وقت سامنے ہو تو انسان دینی کمزوریوں سے محفوظ رہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 563 تا 565 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1936ء)

صرف منہ سے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہنا مقصد نہیں ہے اکثر جیسے لوگ دہراتے رہتے ہیں۔ جھوٹ بھی بولیں گے تو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کہہ کر جھوٹ بول دیں گے۔ بلکہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ اگر کہا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت اور اس کا خوف اور اس کی تمام صفات سامنے آ جاتی ہیں۔ پھر جیسا کہ بیان ہو چکا ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ کی حقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہی واضح ہوتی ہے۔ پس جب تک انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو نہ ہو جائے توحید کو کامل نہیں سمجھ سکتا یا توحید کامل کو نہیں سمجھ سکتا۔ اور نہ اللہ تعالیٰ اور اس کے تفصیلی جلوہ یعنی قرآن کریم کو سمجھ سکتا ہے۔ جو لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہو کر توحید کو نہیں سمجھتے، باوجود عقل کے شرک میں مبتلا رہتے ہیں۔ غیر مسلموں کو تو ایک طرف رکھیں مسلمانوں میں

بھی جو لوگ ہیں ان کی بہت بڑی اکثریت پیروں فقیروں کو اپنا خدا بنا بیٹھے ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 566 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1936ء)

کہا تو احمدیوں کو جاتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کر کے اسلام سے خارج ہو گئے ہیں لیکن حقیقت میں یہ لوگ ہیں جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام کو نہیں پہچانا اور نتیجۃً توحید سے بھی دور ہیں۔ اس زمانے میں اس توحید کا حقیقی ادراک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو حاصل ہوا ہے اور یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہونے کی وجہ سے آپ کو ملا ہے۔ جن کو دنیا کافر کہتی ہے وہی توحید کے حقیقی علمبردار ہیں۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہوئے تو آپ کو نظر آ گیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام وفات پا گئے ہیں اور ان کو زندہ ماننا شرک ہے۔ آپ سے پہلے لاکھوں ایسے عالم اور فقیہ تھے جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی طرف خدائی صفات منسوب کرتے تھے مثلاً یہ کہ وہ اب تک زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں، وہ مردے زندہ کیا کرتے تھے، ان کو غیب کا علم تھا وغیرہ وغیرہ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے آج ہم بلکہ ہر احمدی بچہ عقلی اور نقلی دلائل سے اس عقیدے پر قائم رہنا گوارا نہیں کرتا۔ اسی طرح اور بہت سی باتیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہو کر، آپ سے نور لے کر ہمیں بتائیں اور شرک کو ہم سے دور کیا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہی اس زمانے کے لوگوں کو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کا جلوہ دکھایا اور یہی ایک چیز ہے جو اسلام کا لب لباب ہے اور جس کا ہر کامل موحد میں پایا جانا ضروری ہے۔ باقی تو سب تفصیلات ہیں جو مختلف آدمیوں کے لئے مختلف شکلوں میں بدلتی رہتی ہیں جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی کو بڑی نیکی ماں باپ کی خدمت بتایا، کسی کو بڑی نیکی جہاد فی سبیل اللہ بتایا، کسی کو بڑی نیکی تہجد کی ادائیگی بتایا۔ پس ہر ایک کو اس کی بنیادی کمزوری دور کرنے کے لئے توجہ دلائی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ باقی نیکیاں بجا لانے کی ضرورت نہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 566 تا 567 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1936ء)

پس یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم کے تمام احکام اپنی اپنی جگہ پر بہت عمدہ اور مفید ہیں لیکن لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ سب پر حاوی ہے۔ پس یہ اصل ماٹو ہے جسے ہمیں ہر وقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ توحید کی حقیقت اور اس کے قیام پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ توحید صرف اس بات کا نام نہیں کہ انسان بت پرستی نہ کرے یا کسی انسان کو خدا تعالیٰ کے مقابل پر زندہ نہ مانے یا کسی کو خدا کا شریک نہ ٹھہرائے بلکہ دنیا کے ہر کام میں توحید کا تعلق ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے سونے کے وقت اور وضو

کے وقت بھی توحید کا اقرار فرمایا کرتے تھے۔ جب بھی کسی انسان کو دنیا کے کسی کام پر بھروسہ یا انحصار ہو گیا تو وہ انسان شرک کے مقام پر جا ٹھہرا اور پھر اس کے موحد ہونے کا دعویٰ باطل ہو جاتا ہے کیونکہ توحید کی لازمی شرط ہے کہ انسان صرف خدا تعالیٰ کی ذات پر ہی تکیہ رکھے اور بھروسہ کرے۔ توحید کا مطلب ہی یہ ہے کہ ہر کام میں خواہ دینی ہے یا دنیاوی انسان کی نظر صرف ایک خدا کی طرف اٹھے۔ پس بے شک اپنی جگہ تمام نیک فقرات عمدہ اور اچھے ماٹو ہیں لیکن کامل موحد بننے کے لئے ضروری ہے کہ انسان کی نظر سے ہر ایک چیز غائب ہو جائے اور اللہ تعالیٰ کے سوا اس کے لئے ہر چیز کالعدم ہو جائے۔ پس حقیقی ماٹو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ ہے جس میں تمام نیکیاں جمع ہو جاتی ہیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 568 تا 569 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1936ء)

اور توحید کو سمجھنے کے لئے جو دقتیں ہیں ان کا حل بھی ہمیں یہی بتاتا ہے۔ دقتیں دور کرنے کے لئے کوئی نمونہ ہونا چاہئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ نمونہ ہے جس کو حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے ایک فقرے میں یوں بیان فرمایا تھا کہ کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْآن

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 144 مسند عائشةؓ حدیث 25108 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

اس ایک فقرے میں توحید کا اعلیٰ معیار بھی بیان ہو گیا۔ احکام قرآن کا عملی نمونے کا معیار بھی قائم ہو گیا اور احکامات کی تفصیل بھی سامنے آ گئی۔ پس جس نے محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سمجھ لیا اس نے خدا تعالیٰ کو سمجھ لیا اور جس نے خدا تعالیٰ کو سمجھ لیا اس نے سب کچھ ہی سمجھ لیا کیونکہ شرک ہی تمام بدیوں، غفلتوں اور گناہوں کی جڑ ہے اور توحید پر قائم ہونے کے بعد انسان میں اعلیٰ اخلاق، علم، عرفان، تمدن، سیاست، دوسرے فنون میں کمال، سب ہی کچھ آ جاتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا نور ایک تریاق ہے جس میں تمام امراض کا علاج ہے۔ پس ہمارا ماٹو جو خود بخود خدا تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ ہے۔ باقی تفصیلات ہیں جو نصیحت کے طور پر کام آ سکتی ہیں۔ اس زمانے میں چونکہ دجال اپنی تمام طاقت کے ساتھ دنیا میں رونما ہوا ہے اور اس کا مقصد یہ ہے کہ میں دنیا کو دین پر مقدم رکھوں گا۔ یہ دجال کا مقصد ہے کہ دنیا کو دین پر مقدم کرنا ہے۔ اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس کے مقابل پر ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا نعرہ لگائیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی شرائط بیعت میں یہ فقرہ شامل فرمایا ہے جس کا مطلب یہی ہے کہ اپنے اوپر ہم دین کی تعلیم لاگو رکھیں گے اور ہر مخالف کے اعتراض کے مقابل پر اسلام کا خوبصورت

چہرہ دکھائیں گے اور یہ سب اس لئے کہ ہم لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو دنیا میں قائم کرنے والے بنیں۔ ہم نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت اس مقصد کے حصول کے لئے کی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً یہ فرمایا تھا کہ

خُذُوا التَّوْحِیْدَ اَلتَّوْحِیْدَ یَآ اَبْنَآءَ الْفَارِسِ۔

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 267)

یعنی کہ اے ابنائے فارس! توحید کو مضبوطی سے پکڑو۔ ابنائے فارس سے مراد صرف آپ کا خاندان ہی نہیں ہے بلکہ تمام جماعت روحانی لحاظ سے ابنائے فارس کے ماتحت آتی ہے اور یہ حکم تمام جماعت کے لئے ہے اور یہ قاعدہ ہے کہ مصیبت کے وقت انسان کسی خاص چیز کو پکڑتا ہے۔ فرمایا کہ تم مصائب کے وقت توحید کو پکڑ لیا کرو کہ اس کے اندر باقی تمام چیزیں ہیں۔ پس ہماری جماعت کا فرض ہے کہ وہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ماٹو کو ہر وقت اپنے سامنے رکھیں۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 570 تا 571 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 اگست 1936ء)

آج جبکہ شرک کے ساتھ دہریت بھی بہت تیزی سے پھیل رہی ہے بلکہ دہریت بھی شرک کی ایک قسم ہے یا شرک دہریت کی قسم ہے۔ ہم اپنے آپ کو ایک نعرے پر محدود کر کے اور اس پر اکتفا کر کے اپنی دنیا و آخرت سنوارنے والے نہیں بن سکتے۔ نہ ہی ہم انسانیت کی خدمت کے زعم میں اپنی نمازوں اور عبادتوں کو چھوڑ سکتے ہیں۔ جو ایسا کرتا ہے یا کہتا ہے اس کا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ پس ہمیں اپنے حقیقی مطمح نظر اور مقصود کو ہمیشہ سامنے رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم تمام دینی و دنیاوی انعامات کے حاصل کرنے والے بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی حقیقت کو سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز جمعہ کے بعد میں ایک جنازہ بھی پڑھاؤں گا (آ گیا ہے جنازہ؟) جو مکرم صدیق اکبر رحمان صاحب کا ہے۔ فیض الرحمان صاحب کے بیٹے تھے۔ والتھم فاریسٹ (Waltham Forest) میں رہتے تھے۔ 7 رمئی کو کینسر کی بیماری کی وجہ سے چالیس سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ عہدوں کے لحاظ سے تو جماعتی خدمت کی ان کو زیادہ توفیق نہیں ملی لیکن کارکن کے لحاظ سے ہمیشہ بڑے سرگرم کارکن رہے ہیں۔ خلافت سے بھی مضبوط تعلق رکھا۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر اور دعاؤں پر بڑا یقین تھا۔ انہوں نے بڑی لمبی بیماری کاٹی ہے۔ کینسر کی

انہیں بیماری تھی اور بڑے صبر سے اور حوصلے سے انہوں نے اپنا یہ بیماری کا عرصہ گزارا ہے۔

اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے اور اپنی رضا کی جنتوں میں جگہ دے۔ ان کی والدہ کو بھی صبر کی توفیق دے۔ ان کی اہلیہ اور چھوٹا بچہ شاید سال ڈیڑھ سال کا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کا بھی حافظ و ناصر ہو۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 30 مئی 2014ء تا 05 جون 2014ء جلد 21 شمارہ 22 صفحہ 05 تا 08)

20

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 16 رمئی 2014ء بمطابق 16 ہجرت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ خطبہ میں ذکر ہوا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں محو ہو کر قرآن کریم کو سمجھا، قرآنی احکامات کو سمجھا، اللہ تعالیٰ کی توحید کو سمجھا کیونکہ توحید کا حقیقی مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے کے بغیر سمجھ آ ہی نہیں سکتا اور نہ ہی قرآن کریم کا علم آپ کے وسیلے کے بغیر حاصل ہو سکتا ہے۔ اس لئے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے ساتھ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کو سمجھنا بھی ضروری ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہیں جو لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا حقیقی اور عملی نمونہ اور مثال ہیں۔ بہر حال آج میں اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعض ارشادات پیش کروں گا جو توحید کے بارے میں آپ نے بیان فرمائے کہ سچی توحید کیا ہے؟ توحید کی حقیقت کیا ہے؟ کس طرح عمل کرنے سے انسان حقیقی موحد کہلا سکتا ہے۔

سورۃ الناس کی تفسیر میں اِلٰہِ النَّاسِ کی اہمیت پر روشنی ڈالتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔ رَبِّ النَّاسِ۔ مَلِكِ النَّاسِ۔ اِلٰہِ النَّاسِ کا مضمون بیان ہو رہا ہے۔ فرماتے ہیں کہ

''مَیں ...... بتلانا چاہتا ہوں کہ پہلے اس صورت میں خدا تعالیٰ نے رَبِّ النَّاسِ فرمایا۔ پھر مَلِكِ النَّاسِ، آخر میں اِلٰہِ النَّاسِ فرمایا جو اصلی مقصود اور مطلوب انسان کا ہے'' (یعنی اِلٰہِ النَّاسِ جو ہے وہی انسان کا اصل مقصد ہے، اسی کی انسان کو طلب ہے اور ہونی چاہئے)۔ فرمایا کہ: ''اِلٰہ کہتے ہیں مقصود، معبود، مطلوب کو۔'' (یعنی وہ چیز جو حاصل کرنی ہے، جو ہمارا ٹارگٹ ہے، جس کو حاصل کرنا ضروری

ہے یا جہاں تک پہنچنے کے لئے ایک مسلمان کو کوشش کرنی چاہئے، ایک موحد کو کوشش کرنی چاہئے اور اسی کی ہمیں طلب ہے)۔ فرمایا: ''اِلٰہ کہتے ہیں مقصود، معبود، مطلوب کو۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی یہی ہیں کہ لَا مَعْبُوْدَ لِیْ وَلَا مَقْصُوْدَ لِیْ وَلَا مَطْلُوْبَ لِیْ اِلَّا اللّٰہُ۔'' (کہ سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی مقصود نہیں، کوئی مطلوب نہیں، کوئی معبود نہیں)۔

فرمایا کہ ''......یہی سچی توحید ہے کہ ہر مدح اور ستائش کا مستحق اللہ تعالیٰ کو ہی ٹھیرایا جاوے۔''

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 24)

جتنی بھی تعریفیں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی منسوب کی جائیں۔ جو تعریفیں ہیں اللہ تعالیٰ کی طرف ہی جاتی ہیں اور اسی کو ہی زیب دیتی ہیں اور یہی حقیقی توحید ہے۔

فرمایا کہ ''توحید تبھی پوری ہوتی ہے کہ کُل مرادوں کا مُعطی اور تمام امراض کا چارہ اور مداوا وہی ذاتِ واحد ہو۔ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے معنی یہی ہیں۔'' فرمایا: ''صوفیوں نے اس میں اِلٰہ کے لفظ سے محبوب، مقصود، معبود مراد لی ہے۔ بے شک اصل اور سچ یونہی ہے جب تک انسان کامل طور پر کاربند نہیں ہوتا۔ اس میں اسلام کی محبت اور عظمت قائم نہیں ہوتی۔''

(حضرت اقدس کی ایک تقریر اور مسئلہ وحدت وجود پر ایک خط مرتبہ حضرت شیخ یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 13)

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ پر حقیقی طور پر کاربند ہو تبھی اسلام کی محبت اور عظمت قائم ہوگی ورنہ صرف باتیں ہیں۔

پھر آپ اسلام کی اعلیٰ و اکمل تعلیم کے بارے میں فرماتے ہیں

''یہ خدا کا فضل ہے جو اسلام کے ذریعہ مسلمانوں کو ملا اور اس فضل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے۔ جس پہلو سے دیکھو مسلمانوں کو بہت بڑے فخر اور ناز کا موقع ہے۔ مسلمانوں کا خدا پتھر، درخت، حیوان، ستارہ یا کوئی مردہ انسان نہیں ہے بلکہ وہ قادر مطلق خدا ہے جس نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا کیا اور حیّ و قیوم ہے۔

مسلمانوں کا رسول وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی نبوت اور رسالت کا دامن قیامت تک دراز ہے۔ آپؐ کی رسالت مُردہ رسالت نہیں بلکہ اس کے ثمرات اور برکات تازہ بتازہ ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں جو اس کی صداقت اور ثبوت کی ہر زمانہ میں دلیل ٹھہرتے ہیں۔

چنانچہ اس وقت بھی خدا نے ان ثبوتوں اور برکات اور فیوض کو جاری کیا ہے اور مسیح موعود کو بھیج کر نبوتِ محمدیہ کا ثبوت آج بھی دیا ہے اور پھر اس کی دعوت ایسی عام ہے کہ کُل دنیا کے لیے ہے۔''

فرمایا اللہ تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے۔

"قُلْ يَاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف: 159)" (کہ کہہ دے کہ اے لوگو! میں تمہارے لئے تم، سب کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رسول بن کر آیا ہوں)

"اور پھر فرمایا وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء: 108)۔ (اور ہم نے تجھے دنیا کی طرف صرف رحمت بنا کر بھیجا ہے۔) فرمایا کہ "کتاب دی تو ایسی کامل اور ایسی محکم اور یقینی کہ لَا رَيْبَ فِيْهِ (البقرة: 3) اور فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البيّنة: 4)" (جس میں قائم رہنے والے احکام ہیں۔ باقی کتابیں تو صرف قصے ہیں، قصے رہ گئے ہیں۔ ایسی صداقتیں جو دائمی ہیں وہ صرف قرآن کریم میں نظر آتی ہیں۔) "اور اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ۔ قَوْلٌ فَصْلٌ۔ مِيْزَانٌ۔ مُهَيْمِنٌ۔"

پھر فرماتے ہیں کہ "غرض ہر طرح سے کامل اور مکمل دین مسلمانوں کا ہے جس کے لئے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَ رَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا (المائدة: 4) کی مہر لگ چکی ہے۔" (کہ آج تمہارے لئے تمہارا دین مکمل ہو گیا۔ اپنی نعمتوں کو اللہ تعالیٰ نے پورا کر دیا اور تمہارے لئے دین کے طور پر اسلام کو پسند کیا۔ یہ مہر اب لگ چکی ہے۔ پس اسلام ہی ہے جو آخری اور کامل دین ہے جو تمام ضرورتوں کو پورا کرنے والا ہے۔)

پھر فرمایا: "...... پھر کس قدر افسوس ہے مسلمانوں پر کہ وہ ایسا کامل دین جو رضاء الٰہی کا موجب اور باعث ہے رکھ کر بھی بے نصیب ہیں" (ایسے دین کی طرف منسوب ہو کر بھی بے نصیب ہیں) "اور اس دین کے برکات اور ثمرات سے حصہ نہیں لیتے بلکہ خدا تعالیٰ نے جو ایک سلسلہ ان برکات کو زندہ کرنے کے لئے قائم کیا تو اکثر انکار کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے اور لَسْتَ مُرْسَلًا اور لَسْتَ مُؤْمِنًا کی آوازیں بلند کرنے لگے۔" (مسیح موعود کو بھیجا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ہی فیض ہے تو بجائے اس کے کہ قبول کرتے انکار کرنا شروع کر دیا۔ یہ نعرے لگانے شروع کر دیئے کہ تم خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی نہیں آئے۔ یہ آوازیں بلند کرنی شروع کر دیں کہ تم مومن نہیں ہو۔)

فرمایا کہ "یاد رکھو خدا تعالیٰ کی توحید کا اقرار محض ان برکات کو جذب نہیں کر سکتا جو اس اقرار اور اُس کے دوسرے لوازمات یعنی اعمال صالحہ سے پیدا ہوتے ہیں۔" صرف توحید کا اقرار کر لینا برکات کو جذب نہیں کرے گا۔ اس اقرار کے ساتھ جو لوازمات ہیں یعنی اعمال صالحہ کا بجا لانا، وہ بھی کیونکہ ضروری ہیں اس لئے جب تک وہ پیدا نہیں ہوتے (برکتیں نہیں ملیں گی)۔ توحید کی برکتیں تبھی ملیں گی جب

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں سے ہو کر آپ کے اسوہ حسنہ کو دیکھتے ہوئے، عمل کرتے ہوئے اعمال صالحہ بجا لاؤ گے۔

فرمایا: ”یہ سچ ہے کہ توحید اعلیٰ درجہ کی جُز ہے جو ایک سچے مسلمان اور ہر خدا ترس انسان کو اختیار کرنی چاہئے مگر توحید کی تکمیل کے لئے ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ محبتِ الٰہی ہے یعنی خدا سے محبت کرنا۔

قرآن شریف کی تعلیم کا اصل مقصد اور مدّعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ جیسا وحدہٗ لاشریک ہے ایسا ہی محبت کی رُو سے بھی اس کو وحدہٗ لاشریک یقین کیا جاوے اور کُل انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا اصل منشاء ہمیشہ یہی رہا ہے۔ چنانچہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ جیسے ایک طرف توحید کی تعلیم دیتا ہے ساتھ ہی توحید کی تکمیلِ محبت کی ہدایت بھی کرتا ہے“ (لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہُ توحید کی تعلیم بھی دیتا ہے اور توحید کی تکمیل محبت، اس سے توحید سے محبت کرنے کے کمال کو حاصل کرنے کی ہدایت بھی کرتا ہے۔) ”اور جیسا کہ مَیں نے ابھی کہا ہے یہ ایک ایسا پیارا اور پُر معنی جملہ ہے کہ اس کی مانند ساری تورات اور انجیل میں نہیں اور نہ دنیا کی کسی اور کتاب نے کامل تعلیم دی ہے۔

اِلٰہ کے معنی ہیں ایسا محبوب اور معشوق جس کی پرستش کی جاوے۔ گویا اسلام کی یہ اصل محبت کے مفہوم کو پورے اور کامل طور پر ادا کرتی ہے۔ یاد رکھو کہ جو توحید بِدوں محبت کے ہو وہ ناقص اور ادھوری ہے۔“

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 186-187)

اور جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا اللہ تعالیٰ کی محبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو کر ملتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کرو۔ اعلان کرایا کہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللہُ (آل عمران: 32)۔ انہوں نے فرمایا کہ میری پیروی کرو تو پھر اللہ تعالیٰ کی محبت بھی ملے گی۔

توحید کی حقیقت اور ایک مؤمن کا کیا معیار ہونا چاہئے، اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ

”جو لوگ حکّام کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور ان سے انعام یا خطاب پاتے ہیں۔ اُن کے دل میں اُن کی عظمت خدا کی سی عظمت داخل ہو جاتی ہے۔ وہ اُن کے پرستار ہو جاتے ہیں اور یہی ایک امر ہے جو توحید کا استیصال کرتا ہے“ (توحید کے معیار کو ختم کر دیتا ہے۔) ”اور انسان کو اس کے اصل مرکز سے ہٹا کر دُور پھینک دیتا ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اسباب اور توحید میں تناقض نہ ہونے پاوے بلکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر رہے اور مآل کار توحید پر جا ٹھہرے۔“ (آخر کار جو نتیجہ ہے، جو سارا

انحصار ہے وہ توحید پر جا کے ٹھہرے۔) ”وہ انسان کو“ (یعنی انبیاء انسان کو) ”یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ ساری عزّتیں، سارے آرام اور حاجات برآری کا متکفّل خدا ہی ہے۔ پس اگر اس کے مقابل میں کسی اور کو بھی قائم کیا جاوے تو صاف ظاہر ہے کہ دو ضدّوں کے تقابل سے ایک ہلاک ہو جاتی ہے۔“ (جب دو ضدوں کا مقابلہ ہوگا تو لازماً ایک ہلاک ہوگی۔ دو دشمنوں کا مقابلہ ہوگا، دو فریقین کا مقابلہ ہوگا تو ایک کو بہرحال ہار ماننی پڑے گی۔)

فرمایا کہ ”اس لئے مقدم ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید ہو۔ رعایت اسباب کی جاوے۔ اسباب کو خدا نہ بنایا جاوے۔“ (اسباب کو استعمال کرنا ضروری ہے۔ جو ذریعے اللہ تعالیٰ نے مہیا کئے ہیں، وسائل مہیا کئے ہیں ان کو استعمال کرو لیکن ان کو خدا نہ بناؤ۔ توحید کو مقدم رکھو۔) ”اسی توحید سے ایک محبت خدا تعالیٰ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ نفع و نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔ محسنِ حقیقی وہی ہے۔ ذرّہ ذرّہ اُسی سے ہے۔ کوئی دوسرا درمیان نہیں آتا۔ جب انسان اس پاک حالت کو حاصل کرلے تو وہ موحد کہلاتا ہے۔“ (جب یہ حالت ہو جائے گی، مکمل انحصار خدا تعالیٰ پر ہو جائے گا کوئی دوسرا درمیان میں نہیں ہوگا تبھی موحد کہلاؤ گے۔) ”غرض ایک حالت توحید کی یہ ہے کہ انسان پتھروں یا انسانوں یا اور کسی چیز کو خدا نہ بنائے بلکہ ان کو خدا بنانے سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرے اور دوسری حالت یہ ہے کہ رعایت اسباب سے نہ گزرے۔“ (یعنی اسباب جو ہیں انہی پر زیادہ انحصار نہ کرے۔ حد سے زیادہ نہ بڑھے۔ صرف انہی پر چارہ نہ کرے، اپنا مدار نہ رکھے۔)

فرمایا کہ ”تیسری قسم یہ ہے کہ اپنے نفس اور وجود کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھا دیا جاوے“ (توحید قائم کرنے کے لئے تیسری چیز یہ ہے کہ اپنے نفس کو بھی مٹا دو۔ اس کی جو غرضیں ہیں، جو ذاتی نفسانی اغراض ہیں ان کو ختم کر دو۔) ”اور اس کی نفی کی جاوے۔ بسا اوقات انسان کے زیرِ نظر اپنی خوبی اور طاقت بھی ہوتی ہے“ (اکثر یہ ہوتا ہے کہ انسان کی اپنی خوبی اور طاقت بھی ہوتی ہے اور بعض کاموں میں اپنی خوبی اپنی طاقت پر انحصار کر رہا ہوتا ہے۔) ”کہ فلاں نیکی مَیں نے اپنی طاقت سے کی ہے۔ انسان اپنی طاقت پر ایسا بھروسہ کرتا ہے کہ ہر کام کو اپنی قوت سے منسوب کرتا ہے۔ انسان موحد تب ہوتا ہے کہ جب اپنی طاقتوں کی بھی نفی کر دے۔

لیکن اب اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان جیسا کہ تجربہ دلالت کرتا ہے“ (تجربے سے یہ ثابت ہے کہ) ”......عموماً کوئی نہ کوئی حصہ گناہ کا اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ بعض موٹے گناہوں میں مبتلا

ہوتے ہیں اور بعض اوسط درجہ کے گناہوں میں اور بعض باریک در باریک قسم کے گناہوں کا شکار ہوتے ہیں۔ جیسے بخل، ریاکاری یا اور اسی قسم کے گناہ کے حصوں میں گرفتار ہوتے ہیں۔ جب تک ان سے رہائی نہ ملے انسان اپنے گمشدہ انوار کو حاصل نہیں کرسکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام دیئے ہیں۔ بعض اُن میں سے ایسے ہیں کہ ان کی بجا آوری ہر ایک کو میسّر نہیں ہے۔ مثلاً حج۔ یہ اس آدمی پر فرض ہے جسے استطاعت ہو۔ پھر راستہ میں امن ہو۔ پیچھے جو متعلقین ہیں ان کے گزارہ کا بھی معقول انتظام ہو" (یہ نہیں کہ گھر والوں کو بھوکا چھوڑ جاؤ کہ ہم حج پر جا رہے ہیں) "اور اسی قسم کی ضروری شرائط پوری ہوں تو حج کرسکتا ہے۔ ایسا ہی زکوٰۃ ہے۔ یہ وہی دے سکتا ہے جو صاحب نصاب ہو۔ ایسا ہی نماز میں بھی تغیرات ہو جاتے ہیں۔" (سفر میں قصر ہو جاتی ہے یا بعض دوسرے حالات میں جمع ہو جاتی ہے۔) "لیکن ایک بات ہے جس میں کوئی تغیر نہیں۔" (کوئی تبدیلی نہیں پیدا ہوسکتی) "وہ ہے: لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ۔ اصل بات یہی ہے اور باقی جو کچھ ہے وہ سب اس کے مکمّلات ہیں۔ توحید کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک عبادات کی بجا آوری نہ ہو۔" (جس طرح اللہ تعالیٰ نے عبادت کرنے کا حکم دیا ہے اس طرح عبادت کرو گے تبھی توحید کی تکمیل ہوگی۔)

فرمایا کہ "اس کے یہی معنے ہیں کہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہنے والا اس وقت اپنے اقرار میں سچا ہوتا ہے کہ حقیقی طور پر عملی پہلو سے بھی وہ ثابت کر دکھائے کہ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی دوسرا محبوب و مطلوب اور مقصود نہیں ہے۔ جب اس کی یہ حالت ہو اور واقعی طور پر اس کا ایمانی اور عملی رنگ اس اقرار کو ظاہر کرنے والا ہو تو وہ خدا تعالیٰ کے حضور اس اقرار میں جھوٹا نہیں۔ ساری مادی چیزیں جل گئی ہیں اور ایک فنا اُن پر اس کے ایمان میں آ گئی ہے۔ تب وہ لَاۤ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ منہ سے نکالتا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ جو اس کا دوسرا جزو ہے وہ نمونہ کے لیے ہے۔ کیونکہ نمونہ اور نظیر سے ہر بات سہل ہو جاتی ہے۔" (مثالیں قائم ہوں تو سب باتیں آسان ہو جاتی ہیں اور مثال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے ہر حکم پر عمل کر کے، اپنا اسوہ حسنہ قائم کر کے ہمیں دے دی۔)

فرمایا کہ "انبیاء علیہم السلام نمونوں کے لئے آتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع کمالات کے نمونوں کے جامع تھے۔" (تمام کمالات جتنے بھی ہیں آپ میں جمع ہو گئے اور ان کے نمونوں کی مثالیں بھی آپ نے قائم کر دیں۔) "کیونکہ سارے نبیوں کے نمونے آپؐ میں جمع ہیں۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 81 تا 83)

ایک دفعہ ایک مجلس میں ایک سوال ہوا کہ یہودیوں میں بھی توحید موجود ہے۔ اسلام اس سے بڑھ کر کیا پیش کرتا ہے؟ اعتراض کرنے والے نے یہ اعتراض کیا۔

آپ نے فرمایا کہ ”یہودیوں میں توحید تو نہیں ہے۔ ہاں قشر التوحید بے شک ہے“ (کہ توحید کا خول ہے جو موجود ہے۔) ”اور نرا قشر کسی کام نہیں آ سکتا۔ توحید کے مراتب ہوتے ہیں۔ بغیر ان کے توحید کی حقیقت معلوم نہیں ہوتی۔ نرا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ ہی کہہ دینا کافی نہیں۔ یہ تو شیطان بھی کہہ دیتا ہے۔ جب تک عملی طور پر لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰه کی حقیقت انسان کے وجود میں متحقق نہ ہو۔ کچھ نہیں۔ یہودیوں میں یہ بات کہاں ہے؟ آپ ہی بتا دیں۔“ (سوال کرنے والا بھی یہودی تھا۔) ”توحید کا ابتدائی مرحلہ اور مقام تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے قول کے خلاف کوئی امر انسان سے سرزد نہ ہو۔ اور کوئی فعل اس کا اللہ تعالیٰ کی محبت کے منافی نہ ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ ہی کی محبت اور اطاعت میں محو اور فنا ہو جاوے۔ اسی واسطے اس کے معنے یہ ہیں۔ لَا مَعْبُوْدَ لِیْ وَلَا مَحْبُوْبَ لِیْ وَلَا مَطَاعَ لِیْ اِلَّا اللّٰهُ۔ یعنی اللہ تعالیٰ کے سوا نہ کوئی میرا معبود ہے نہ کوئی محبوب ہے اور نہ کوئی واجب الاطاعت ہے۔

یاد رکھو شرک کی کئی قسمیں ہوتی ہیں۔ ان میں سے ایک شرک جلی کہلاتا ہے دوسرا شرک خفی۔ شرک جلی کی مثال تو عام طور پر یہی ہے جیسے یہ بُت پرست لوگ بتوں، درختوں یا اور اشیاء کو معبود سمجھتے ہیں۔ اور شرک خفی یہ ہے کہ انسان کسی شئی کی تعظیم اسی طرح کرے جس طرح اللہ تعالیٰ کی کرتا ہے۔“ (ضرورت سے زیادہ کسی کو عزت و مقام دینا شروع کر دے) تو فرمایا ”جس طرح اللہ تعالیٰ کی کرتا ہے یا کرنی چاہیے یا کسی شئے سے اللہ تعالیٰ کی طرح محبت کرے یا اس سے خوف کرے یا اس پر توکل کرے۔

اب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ حقیقت کامل طور پر توریت کے ماننے والوں میں پائی جاتی ہے یا نہیں۔ خود حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی ہی میں جو کچھ ان سے سرزد ہوا۔“ (بتانے والے کو آپ فرما رہے ہیں کہ) ”وہ آپ کو بھی معلوم ہوگا۔ اگر توریت کافی ہوتی تو چاہئے تھا کہ یہودی اپنے نفوس کو مزکی کرتے مگر ان کا تزکیہ نہ ہوا۔ وہ نہایت قسی القلب اور گستاخ ہوتے گئے۔“ (حضرت موسیٰ کو بھی جواب دینے لگ گئے تھے۔) ”یہ تاثیر قرآن شریف ہی میں ہے کہ وہ انسان کے دل پر بشرطیکہ اس سے صوری اور معنوی اعراض نہ کیا جاوے۔ ایک خاص اثر ڈالتا ہے اور اس کے نمونے ہر زمانہ میں موجود رہتے ہیں۔ چنانچہ اب بھی موجود ہے۔

قرآن شریف نے فرمایا: قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ

اللّٰهُ (آل عمران: 32) یعنی اے رسول! تو ان لوگوں کو کہہ دے کہ اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت کرتے ہو تو میری اتباع کرو۔ اللہ تعالیٰ تم کو اپنا محبوب بنا لے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع انسان کو محبوبِ الٰہی کے مقام تک پہنچا دیتی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کامل موحد کا نمونہ تھے۔ پھر اگر یہودی توحید کے ماننے والے ہوتے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ ایسے موحد سے دُور رہتے۔'' (یعنی پھر ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ماننا چاہئے تھا) ''انہیں یاد رکھنا چاہئے تھا کہ خدا تعالیٰ کے خاتم الرسلؐ کا انکار اور عناد نہایت خطرناک امر ہے۔ مگر انہوں نے پروا نہیں کی اور باوجودیکہ ان کی کتاب میں آپ کی پیشگوئی موجود تھی مگر انکار کر دیا۔ اس کی وجہ بجز اس کے اَور کیا ہو سکتی ہے کہ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (الانعام: 44)''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 114-115)

ایک موقع پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں غلط عقیدے پر ارشاد فرماتے ہوئے فرمایا کہ

''اسلام وہ مصفّا اور خالص توحید لے کر آیا تھا جس کا نمونہ اور نام ونشان بھی دوسرے ملّتوں اور مذہبوں میں پایا نہیں جاتا۔ یہاں تک کہ میرا ایمان ہے کہ اگرچہ پہلی کتابوں میں بھی خدا کی توحید بیان کی گئی ہے اور کُل انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض اور منشاء بھی توحید ہی کی اشاعت تھی۔ لیکن جس اسلوب اور طرز پر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم توحید لے کر آئے اور جس نہج پر قرآن نے توحید کے مراتب کو کھول کھول کر بیان کیا ہے کسی اور کتاب میں اس کا ہرگز پتہ نہیں ہے۔ پھر جب ایسے صاف چشمہ کو انہوں نے مکدّر کرنا چاہا ہے'' (یعنی ان لوگوں نے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مخالفت کرتے ہیں اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی وفات کے قائل نہیں ہیں اور خدا تعالیٰ کے مقابل پر بعض جگہ انہوں نے کھڑا کیا ہوا ہے اور پھر بھی اپنے آپ کو مسلمان کہتے ہیں، ان کے بارے میں فرما رہے ہیں کہ جب ایسے صاف چشمہ کو انہوں نے یعنی ایسے مسلمان کہلانے والوں نے مکدر کرنا چاہا ہے۔) ''تو بتاؤ اسلام کی توہین میں کیا باقی رہا۔ اس پر اُن کی بدقسمتی یہ ہے کہ جب اُن کو وہ اصل اسلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے پیش کیا جاتا ہے اور قرآن شریف کے ساتھ ثابت کر کے دکھایا جاتا ہے کہ تم غلطی پر ہو تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح مانتے آئے ہیں۔ مگر مَیں کہتا ہوں کہ کیا اتنی بات کہہ کر یہ اپنے آپ کو بَری کر سکتے ہیں؟ نہیں! بلکہ قرآن شریف کے موافق اور خدا تعالیٰ کی سنتِ قدیم کے مطابق اس قول سے بھی ایک حجت اُن پر پوری ہوتی ہے۔ جب کبھی کوئی خدا کا مامور اور مُرسل آیا ہے تو مخالفوں نے اس کی تعلیم کو سن کر یہی کہا ہے۔ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (المؤمنون: 25)۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 254)

یعنی ہم نے اپنے پہلے باپ دادوں میں اس قسم کا واقعہ ہوتے نہیں دیکھا نہ سنا۔

توحید اور شرک فی الاسباب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

''توحید اس کا نام نہیں کہ صرف زبان سے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ لیا۔ بلکہ توحید کہ یہ معنی ہیں کہ عظمتِ الٰہی بخوبی دل میں بیٹھ جاوے اور اس کے آگے کسی دوسری شئے کی عظمت دل میں جگہ نہ پکڑے۔ ہر ایک فعل اور حرکت اور سکون کا مرجع اللہ تعالیٰ کی پاک ذات کو سمجھا جاوے اور ہر ایک امر میں اسی پر بھروسہ کیا جاوے کسی غیر اللہ پر کسی قسم کی نظر اور توکل ہرگز نہ رہے اور خدا تعالیٰ کی ذات میں اور صفات میں کسی قسم کا شرک جائز نہ رکھا جاوے۔

اس وقت مخلوق پرستی کے شرک کی حقیقت تو کُھل گئی ہے اور لوگ اس سے بیزاری ظاہر کر رہے ہیں'' (یعنی عیسائی بھی جو حضرت عیسیٰ کو خدا سمجھتے تھے دور ہٹنے لگ گئے ہیں، بیزاری ظاہر کرنے لگ گئے ہیں۔) ''اس لئے یورپ وغیرہ تمام بلاد میں عیسائی لوگ ہر روز اپنے مذہب سے متنفر ہو رہے ہیں۔ چنانچہ روزمرہ کے اخباروں، رسالوں اور اشتہاروں سے جو یہاں پڑھے جاتے ہیں اس بات کی تصدیق ہوتی ہے۔'' (اس زمانے میں متنفر ہونے کی جو رفتار تھی اب تو اس سے ہزاروں گنا بڑھ گئی ہے بلکہ عملاً بہت سے لوگ صرف کہنے کے لئے نام نہاد عیسائی ہیں۔ اس نظریے کو ماننے کے قائل ہی نہیں کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں یا نہیں ہیں یا خدا ہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے وجود کے بھی اسی وجہ سے انکاری ہو رہے ہیں۔)

فرمایا کہ ''الغرض مخلوق پرستی کو اب کوئی نہیں مانتا۔ ہاں اسباب پرستی کا شرک اس قسم کا شرک ہے کہ اس کو بہت لوگ نہیں سمجھتے۔ مثلاً کسان کہتا ہے کہ مَیں جب تک کھیتی نہ کرونگا اور وہ پھل نہ لاوے گی تب تک گزارہ نہیں ہو سکتا۔ اسی طرح ہر ایک پیشہ والے کو اپنے پیشہ پر بھروسہ ہے اور انہوں نے یہ سمجھ رکھا ہے کہ اگر ہم یہ نہ کریں تو پھر زندگی محال ہے۔ اس کا نام اسباب پرستی ہے اور یہ اس لئے ہے کہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان نہیں ہے پیشہ وغیرہ تو درکنار پانی، ہوا، غذا وغیرہ جن اشیاء پر مدارِ زندگی ہے یہ بھی انسان کو فائدہ نہیں پہنچا سکتے جب تک خدا تعالیٰ کا اذن نہ ہو۔'' (اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو تو کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔) ''اسی لئے جب انسان پانی پئے تو اسے خیال کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ نے پانی پیدا کیا ہے اور پانی نفع نہیں پہنچا سکتا جب تک خدا تعالیٰ کا ارادہ نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کے ارادے سے پانی نفع دیتا ہے اور جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو وہی پانی ضرر دے دیتا ہے۔'' (نقصان دیتا ہے۔)

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 315-316)

فرمایا کہ ایک شخص نے ایک دفعہ روزہ رکھا ہوا تھا تو جب روزہ افطار کیا تو پانی پی لیا اور پانی پیتے

ہی لیٹ گیا۔ اس کے لئے پانی نے ہی زہر کا کام کیا۔ پانی پیتے ہی ایسی تکلیف ہوئی کہ اٹھنے کے قابل نہیں رہا اور وہی پانی جو زندگی بخش چیز ہے وہاں اس کے لئے زہر بن گیا۔ بعض لوگ روزے کے بعد بے انتہا پانی پی جاتے ہیں ہیں، ان کے لئے نقصان دہ ہوتا ہے۔ اس بارے میں احتیاط کرنی چاہئے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 316)

پھر فرمایا کہ ”جو کام ہے خواہ معاشرہ کا خواہ کوئی اور جب تک اس میں آسمان سے برکت نہ پڑے تب تک مبارک نہیں ہوتا غرض کہ اللہ تعالیٰ کے تصرفات پر کامل یقین چاہیئے۔ جس کا یہ ایمان نہیں ہے اس میں دہریت کی ایک رگ ہے۔ پہلے ایک امر آسمان پر ہو رہتا ہے۔ تب زمین پر ہوتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316)

فرمایا کہ ”لاف وگزاف کا نام توحید نہیں۔ مولویوں کی طرف دیکھو کہ دوسروں کو وعظ کرتے اور آپ کچھ عمل نہیں کرتے۔ اسی لئے اب اُن کا کسی قسم کا اعتبار نہیں رہا ہے۔ ایک مولوی کا ذکر ہے کہ وہ وعظ کر رہا تھا۔ سامعین میں اس کی بیوی بھی موجود تھی۔ صدقہ وخیرات اور مغفرت کا وعظ اس نے کیا۔ اس سے متاثر ہو کر ایک عورت نے پاؤں سے ایک پازیب اُتار کر واعظ صاحب کو دیدی جس پر واعظ صاحب نے کہا تو چاہتی ہے کہ تیرا دوسرا پاؤں دوزخ میں جلے؟ یہ سن کر اس نے دوسری بھی دیدی۔ جب گھر میں آئے تو بیوی نے بھی اس وعظ پر عملدرآمد چاہا کہ محتاجوں کو کچھ دے۔ مولوی صاحب نے فرمایا کہ یہ باتیں سنانے کی ہوتی ہیں کرنے کی نہیں ہوتیں اور کہا کہ اگر ایسا کام ہم نہ کریں تو گزارہ نہیں ہوتا۔“ (آجکل کے مولویوں کا یہی حال ہے۔) ”انہیں کے متعلق یہ ضرب المثل ہے ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب ومنبر مے کنند چوں بخلوت مے روند آں کارِ دیگر مے کنند“

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 316)

یعنی وعظ کرنے والے جو کچھ محراب ومنبر پر بتاتے ہیں جب تنہائی میں جاتے ہیں تو اس کام کے برخلاف کرتے ہیں۔

پھر ایک حقیقی مومن جو توحید پر قائم ہو کیسا ہوتا ہے یا کیسا ہونا چاہئے۔ اس کی حالت بیان فرماتے ہوئے ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ

”مومن ایک لاپروا انسان ہوتا ہے۔ اسے صرف خدا تعالیٰ کی رضامندی کی حاجت ہوتی ہے اور اسی کی اطاعت کو وہ ہر دم مدنظر رکھتا ہے کیونکہ جب اس کا معاملہ خدا سے ہے تو پھر اسے کسی کے ضرر اور نفع کا

کیا خوف ہے۔ جب انسان خدا تعالیٰ کے بالمقابل کسی دوسرے کے وجود کو دخل دیتا ہے تو ریاء اور عجب وغیرہ معاصی میں مبتلا ہوتا ہے۔''

فرمایا: ''یاد رکھو کہ یہ دخل دہی ایک زہر ہے اور کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے اوّل جزو لَآ اِلٰہَ میں اس کی بھی نفی ہے۔''

فرمایا کہ ''جب انسان کسی انسان کی خاطر خدا تعالیٰ کے ایک حکم کی بجا آوری سے قاصر رہتا ہے تو آخر اُسے خدا کی کسی صفت میں شریک کرتا ہے تبھی تو قاصر رہتا ہے'' (جب اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان میں سے کسی ایک حکم کو وہ نہیں بجا لاتا، اس کو چھوڑتا ہے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اس صفت میں کسی کو شریک سمجھتا ہے تبھی وہ کام نہیں کر رہا۔ فرمایا کہ) ''اس لئے لَآ اِلٰہَ کہتے وقت اس قسم کے معبودوں کی بھی نفی کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 112)

اگر حقیقی مومن ہے تو جب لَآ اِلٰہَ کہتا ہے تو اس قسم کے معبودوں کی بھی نفی کر رہا ہے۔ یعنی کسی بھی صفت میں اللہ تعالیٰ کے مقابل پر کسی کو نہیں لاتا اور یہی لَآ اِلٰہَ کی حقیقت ہے۔

فرمایا ذکر کرتے ہوئے کہ بعض کتابوں میں بعض واقعات لکھے ہیں۔ روزے داروں کا ایک ذکر لکھا ہے کہ ''کوئی روزہ دار مولوی کسی کے ہاں جاوے اور اسے مقصود ہو کہ اپنے روزہ کا اظہار کرے تو مالکِ خانہ کے استفسار پر بجائے اس کے کہ سچ بولے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے اس کی نظروں میں بڑا نفس کُش ثابت کرنے کے لئے'' (کہ میں اپنے نفس پر بڑی سختی کرتا ہوں) ''جواب دیا کرتے ہیں کہ مجھے عذر ہے۔'' (غرض اس کی یہ ہوتی ہے کہ بہت سے مخفی ہوتے ہیں۔ یعنی واضح طور پر نہیں کہتا کہ روزہ رکھا ہوا ہے بلکہ بہانہ کہ بس ایک وجہ ہے۔ میں کچھ کھاؤں پیوں گا نہیں۔ فرمایا کہ) ''غرضکہ اسی طرح کے بہت سے مخفی گناہ ہوتے ہیں جو اعمال کو تباہ کرتے رہتے ہیں۔'' (اس طرح جو بناوٹ ہے اور تصنع ہے یا اپنی کسی بھی نیکی کا اظہار کرنا یہ مخفی گناہ ہیں اور اس سے آہستہ آہستہ پھر اعمال تباہ ہو جاتے ہیں۔ انسان توحید سے دور ہو جاتا ہے۔

فرمایا کہ ''امراء کو کبر اور نخوت لگے رہتے ہیں جو کہ ان کے عملوں کو کھاتے رہتے ہیں۔ اس لئے بعض غریب آدمی جن کو اس قسم کے خیالات نہیں ہوتے وہ سبقت لے جاتے ہیں۔'' (کیونکہ کبر اور نخوت جو ہے وہ انسان کو توحید سے بھی دور کرتی ہے۔ فرمایا کہ) ''غرضکہ ریاء وغیرہ کی مثال ایک چوہے کی ہے جو

کہ اندر ہی اندر اعمال کو کھا تا رہتا ہے۔ خدا تعالیٰ بڑا کریم ہے لیکن اس کی طرف آنے کے لئے عجز ضروری ہے۔" (عاجزی ہوگی تو اللہ کے قریب آؤ گے) "جس قدر انانیت اور بڑائی کا خیال اس کے اندر ہوگا خواہ وہ علم کے لحاظ سے ہو، خواہ ریاست کے لحاظ سے، خواہ مال کے لحاظ سے، خواہ خاندان اور حسب نسب کے لحاظ سے، تو اسی قدر پیچھے رہ جاویگا۔ اسی لئے بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ سادات میں سے اولیاء کم ہوئے ہیں کیونکہ خاندانی تکبر کا خیال ان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ قرونِ اولیٰ کے بعد جب یہ خیال پیدا ہوا تو یہ لوگ رہ گئے۔"

فرمایا کہ "اس قسم کے حجاب انسان کو بے نصیب اور محروم کر دیتے ہیں۔ بہت ہی کم ہیں جو ان سے نجات پاتے ہیں۔ امارت اور دولت بھی ایک حجاب ہوتا ہے۔"

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 112-113)

اور یہی چیزیں، دولت بھی اور امارت بھی ہیں جو احکامات کی بجا آوری سے روکتی ہیں اور جب احکامات پر عمل نہ ہو تو پھر توحید سے انسان دور ہو جاتا ہے۔

آپ کا ایک الہام ہے کہ اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْکَ۔ (اس کے بارہ میں) آپ سے سوال کیا گیا کہ لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ تو مجھ میں سے ہے اور میں تجھ میں سے یہ تو توحید کے خلاف ہے۔

فرمایا کہ "اَنْتَ مِنِّیْ تو بالکل صاف ہے اس پر کسی قسم کا اعتراض اور نکتہ چینی نہیں ہو سکتی۔ میرا ظہور محض اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے اور اسی سے ہے۔" یعنی (اَنْتَ مِنِّیْ کا مطلب ہی یہ ہے کہ جو کچھ ملا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔)

پھر فرماتے ہیں کہ "یاد رکھنا چاہئے کہ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جیسا قرآن شریف میں بار بار اس کا ذکر ہوا ہے وحدہٗ لاشریک ہے نہ اس کی ذات میں کوئی شریک ہے نہ صفات میں نہ افعال الٰہیہ میں۔ سچی بات یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توحید پر ایمان کامل اس وقت تک نہیں ہو سکتا جب تک انسان ہر قسم کے شر سے پاک نہ ہو۔ توحید تب ہی پوری ہوتی ہے کہ وہ درحقیقت اللہ تعالیٰ کو کیا" (باعتبار ذات اور کیا) "باعتبار صفات کے اصل اور افعال کے بے مثل مانے۔" (اب اللہ تعالیٰ کی ذات اور صفات کے حساب سے یہی سمجھے کہ اسی کی طرف ساری منسوب ہوتی ہیں۔ اسی کی ذات اور صفات جو ہیں وہ ہر چیز پر حاوی ہیں اور جو کام ہیں ان کے جیسے بے مثل نتائج اللہ تعالیٰ پیدا فرما سکتا ہے اور کوئی پیدا نہیں فرما سکتا۔)

فرمایا: "نادان میرے اس الہام پر تو اعتراض کرتے ہیں اور سمجھتے نہیں کہ اس کی حقیقت کیا ہے لیکن اپنی زبان سے ایک خدا کا اقرار کرنے کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کی صفات دوسرے کے لئے تجویز

کرتے ہیں جیسے حضرت مسیح علیہ السلام کو محی اور ممیت مانتے ہیں۔'' (زندہ کرنے والا اور مردہ کرنے والا مانتے ہیں۔ مارنے والا مانتے ہیں۔) ''عالم الغیب مانتے ہیں۔ الحیّ القیوم مانتے ہیں۔ کیا یہ شرک ہے یا نہیں؟ یہ خطرناک شرک ہے جس نے عیسائی قوم کو تباہ کیا ہے اور اب مسلمانوں نے اپنی بدقسمتی سے اُن کے اس قسم کے اعتقادوں کو اپنے اعتقادات میں داخل کر لیا ہے۔ پس اس قسم کے صفات جو اللہ تعالیٰ کے ہیں کسی دوسرے انسان میں خواہ وہ نبی ہو یا ولی تجویز نہ کرے اور اسی طرح خدا تعالیٰ کے افعال میں بھی کسی دوسرے کو شریک نہ کرے۔ دنیا میں جو اسباب کا سلسلہ جاری ہے بعض لوگ اس حد تک اسباب پرست ہو جاتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کو بھول جاتے ہیں۔ توحید کی اصل حقیقت تو یہ ہے کہ شرک فی الاسباب کا بھی شائبہ باقی نہ رہے۔ خواص الاشیاء کی نسبت کبھی یہ یقین نہ کیا جاوے'' (یعنی جو چیزوں میں خواص ہوتے ہیں ان کے بارے میں یہ یقین نہ کیا جائے۔) ''کہ وہ خواص ان کے ذاتی ہیں بلکہ یہ ماننا چاہئے کہ وہ خواص بھی اللہ تعالیٰ نے ان میں ودیعت کر رکھے ہیں۔ جیسے تُربد'' (ایک بوٹی ہے) ''اسہال لاتی ہے یا سم الفار ہلاک کرتا ہے۔'' (ایک زہر ہے) ''......اب یہ قوتیں اور خواص ان چیزوں کے خود بخود نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے اُن میں رکھے ہوئے ہیں۔ اگر وہ نکال لے تو پھر نہ تُربد دست آور ہو سکتی ہے اور نہ سنکھیا ہلاک کرنے کی خاصیت رکھ سکتا ہے، نہ اسے کھا کر کوئی مَر سکتا ہے۔ غرض اسباب کے سلسلہ کو حدِّ اعتدال سے نہ بڑھا دے اور صفات و افعال الٰہیہ میں کسی کو شریک نہ کرے تو توحید کی حقیقت متحقق ہوگی اور اسے موحد کہیں گے لیکن اگر وہ صفات و افعال الٰہیہ کو کسی دوسرے کے لئے تجویز کرتا ہے تو وہ زبان سے گو کتنا ہی توحید ماننے کا اقرار کرے وہ موحد نہیں کہلا سکتا۔ ایسے موحد تو آریہ بھی ہیں جو اپنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم ایک خدا کو مانتے ہیں لیکن باوجود اس اقرار کے وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ روح اور مادہ کو خدا نے پیدا نہیں کیا۔ وہ اپنے وجود اور قیام میں اللہ تعالیٰ کے محتاج نہیں ہیں گویا اپنی ذات میں ایک مستقل وجود رکھتے ہیں۔'' (یہ روح اور مادہ۔) ''اس سے بڑھ کر اور کیا شرک ہوگا؟ اسی طرح پر بہت سے لوگ ہیں جو شرک اور توحید میں فرق نہیں کر سکتے۔ ایسے افعال اور اعمال اُن سے سرزد ہوتے ہیں یا وہ اس قسم کے اعتقادات رکھتے ہیں جن میں صاف طور پر شرک پایا جاتا ہے مثلاً کہہ دیتے ہیں کہ اگر فلاں شخص نہ ہوتا تو ہم ہلاک ہو جاتے یا فلاں کام درست نہ ہوتا۔ پس انسان کو چاہئے کہ اسباب کے سلسلہ کو حدِّ اعتدال سے نہ بڑھا دے اور صفات و افعال الٰہیہ میں کسی کو شریک نہ کرے۔''

فرمایا کہ ''انسان میں جو قوتیں اور ملکات اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں ان میں وہ حد سے نہیں بڑھ سکتے

مثلاً آنکھ اس نے دیکھنے کے لئے بنائی ہے اور کان سننے کے لئے، زبان بولنے اور ذائقہ کے لئے۔ اب یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ وہ کانوں سے بجائے سننے کہ دیکھنے کا کام لے۔ زبان سے بولنے اور چکھنے کی بجائے سننے کا کام لے۔ ان اعضاء اور قویٰ کے افعال اور خواص محدود ہیں مگر اللہ تعالیٰ کے افعال اور صفات محدود نہیں ہیں اور وہ لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ ہے۔ غرض یہ توحید تب ہی پوری ہوگی جب اللہ تعالیٰ کو ہر طرح سے واحد لاشریک یقین کیا جاوے اور انسان اپنی حقیقت کو ہالکۃ الذات اور باطلۃ الحقیقت سمجھ لے کہ نہ مَیں اور نہ میری تدابیر اور اسباب کچھ چیز ہیں۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 2 تا 4)

فرمایا کہ اب اَنَا مِنْکَ کے بارے میں پھر فرماتے ہیں کہ

''اس کی حقیقت سمجھنے کے واسطے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا انسان جو نیستی کے کامل درجہ پر پہنچ کر ایک نئی زندگی اور حیات طیبہ حاصل کر چکا ہے اور جس کو خدا تعالیٰ نے مخاطب کر کے فرمایا ہے اَنْتَ مِنِّیْ۔ جو اس کے قُرب اور معرفت الٰہی کی حقیقت سے آشنا ہونے کی دلیل ہے اور یہ انسان خدا تعالیٰ کی توحید اور اس کی عزت و عظمت اور جلال کے ظہور کا موجب ہوا کرتا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی ہستی کا ایک عینی اور زندہ ثبوت ہوتا ہے۔ اس رنگ سے اور اس لحاظ سے گویا خدا تعالیٰ کا ظہور اس میں ہو کر ہوتا ہے'' (جب بالکل خدا تعالیٰ میں ڈوب جاتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ کا ظہور اس میں ہو جاتا ہے۔) ''اور خدا تعالیٰ کے ظہور کا ایک آئینہ ہوتا ہے۔ اس حالت میں جب اس کا وجود خدا نما آئینہ ہو۔ اللہ تعالیٰ اُن کے لئے یہ کہتا ہے وَاَنَا مِنْکَ۔ ایسا انسان جس کو اَنَا مِنْکَ کی آواز آتی ہے اُس وقت دنیا میں آتا ہے جب خدا پرستی کا نام و نشان مٹ گیا ہوتا ہے'' (اَنَا مِنْکَ کی آواز جس انسان کو آئے وہ اس وقت آتا ہے جب لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے سے دور ہٹ چکے، ہوتے ہیں اس کا نام و نشان مٹ چکا ہوتا ہے) ''اس وقت بھی چونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا ہے اور خدا شناسی اور خدا رسی کی راہیں نظر نہیں آتی ہیں اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے اور محض اپنے فضل و کرم سے اس نے مجھ کو مبعوث کیا ہے تا مَیں اُن لوگوں کو جو اللہ تعالیٰ سے غافل اور بیخبر ہیں اس کی اطلاع دوں اور نہ صرف اطلاع بلکہ جو صدق اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں انہیں خدا تعالیٰ کو دکھلا دوں۔ اس بناء پر اللہ تعالیٰ نے مجھے مخاطب کیا اور فرمایا۔ اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْکَ''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 7۔8)

فرماتے ہیں کہ ''توحید کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی

درمیان سے اٹھادے اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کردے۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 241)

صحابہ کا اخلاص بیان فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

’’صحابہ کرامؓ کے حالات کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے نہ گرمی دیکھی نہ سردی اپنی زندگی کو تباہ کردیا۔ نہ عزت کی پروا کی نہ جان کی۔ بکری کی طرح ذبح ہوتے رہے۔ اس طرح کی نظیر پیش کرنی آسان نہیں ہے۔ اس جماعت کے اخلاص کا اس سے زیادہ کیا ثبوت ہے کہ جان دے کر اخلاص ثابت کیا۔ ان کے نفس بالکل دنیا سے خالی ہوگئے تھے جیسے کوئی ڈیوڑھی پر کھڑا سفر کے لئے تیار ہوتا ہے ویسے ہی وہ لوگ دنیا کو چھوڑ کر آخرت کے واسطے تیار تھے۔ لوگوں کے کاموں میں بہت حصہ دنیا کا ہوتا ہے اور اس فکر میں ہوتے ہیں کہ یہ کرو وہ کرو اور وہ وقت مؤجل آ پہنچتا ہے۔ خدا ایسا نہیں کہ کسی کو ضائع کرے۔ یہ اعتراض کہ ہمارے املاک تباہ ہوجاویں گے غلط ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوبکرؓ وغیرہ کے املاک ہی کیا تھے؟ ایک ایک دو دو سو یا کچھ زیادہ روپیہ کسی کے پاس ہوگا مگر اس کا اجر اُن کو یہ ملا کہ خدا تعالیٰ نے بادشاہ کردیا اور قیصر و کسریٰ کے وارث ہوگئے۔ مگر خدا تعالیٰ کی غیرت یہ نہیں چاہتی کہ کچھ حصّہ خدا کا ہو اور کچھ شیطان کا اور توحید کی حقیقت بھی یہی ہے کہ غیر از خدا کا کچھ بھی حصہ نہ ہو۔ توحید کا اختیار کرنا تو ایک مرنا ہے لیکن اصل میں یہ مرنا ہی زندہ ہونا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 6 تا 8)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ

’’یقیناً سمجھو۔ اس دنیا کے بعد ایک اور جہان ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا۔ اس کے لئے تمہیں اپنے آپ کو تیار کرنا چاہئے۔ یہ دنیا اور اس کی شوکتیں یہاں ہی ختم ہوجاتی ہیں مگر اس کی نعمتوں اور خوشیوں کا کوئی بھی انتہا نہیں ہے۔

مَیں سچ کہتا ہوں کہ جو شخص ان سب باتوں سے الگ ہوکر خدا تعالیٰ کی طرف آتا ہے وہی مومن ہے اور جب ایک شخص خدا کا ہوجاتا ہے تو پھر یہ کبھی نہیں ہوسکتا کہ خدا تعالیٰ اسے چھوڑ دے۔ یہ مت سمجھو کہ خدا ظالم ہے۔ جو شخص خدا تعالیٰ کے لئے کچھ کھوتا ہے وہ اس سے کہیں زیادہ پالیتا ہے۔ اگر تم خدا تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرلو اور اولاد کی خواہش نہ کرو تو یقیناً اور ضروری سمجھو کہ اولاد مل جاوے گی۔ اور اگر مال کی خواہش نہ ہو تو وہ ضرور دے دے گا۔ تم دو کوششیں مت کرو کیونکہ ایک وقت دو کوششیں نہیں ہوسکتی ہیں اور

وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کو پانے کی سعی کرو۔'' (کوشش کرو۔ جو خدا تعالیٰ کے واسطے دنیا کو چھوڑ دیتے ہیں انہیں دنیا بھی مل جاتی ہے لیکن یہ شرط ہے کہ ہر قسم کے شرک سے بچو۔)

فرمایا: ''مَیں پھر کہتا ہوں کہ اسلام کی اصل جڑ توحید ہے۔ یعنی خدا تعالیٰ کے سوا کوئی چیز انسان کے اندر نہ ہو اور خدا اور اُس کے رسولوں پر طعن کرنے والا نہ ہو خواہ کوئی بلا یا مصیبت اس پر آئے۔ کوئی دکھ یا تکلیف یہ اٹھائے مگر اس کے منہ سے شکایت نہ نکلے۔ بلا جو انسان پر آتی ہے وہ اس کے نفس کی وجہ سے آتی ہے۔ خدا تعالیٰ ظلم نہیں کرتا۔ ہاں کبھی کبھی صادقوں پر بھی بلا آتی ہے مگر دوسرے لوگ اسے بلا سمجھتے ہیں درحقیقت وہ بلا نہیں ہوتی۔ وہ ایلام برنگ انعام ہوتا ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ کے ساتھ ان کا تعلق بڑھتا ہے اور ان کا مقام بلند ہوتا ہے۔ اس کو دوسرے لوگ سمجھ ہی نہیں سکتے لیکن جن لوگوں کو خدا تعالیٰ سے تعلق نہیں ہوتا اور ان کی شامتِ اعمال ان پر کوئی بلا لاتی ہے تو وہ اَور بھی گمراہ ہوتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے لئے فرمایا ہے: فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا (البقرة:11) پس ہمیشہ ڈرتے رہو اور خدا تعالیٰ سے اس کا فضل طلب کرو تا ایسا نہ ہو کہ تم خدا تعالیٰ سے قطع تعلق کرنے والوں میں ہو جاؤ۔ جو شخص خدا تعالیٰ کی قائم کردہ جماعت میں داخل ہوتا ہے وہ خدا تعالیٰ پر کوئی احسان نہیں کرتا بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے اس کو ایسی توفیق عطا کی۔ وہ اس بات پر قادر ہے کہ ایک قوم کو فنا کر کے دوسری پیدا کرے۔ یہ زمانہ لوطؑ اور نوحؑ کے زمانہ سے ملتا ہے۔ بجائے اس کے کہ کوئی شدید عذاب آتا اور دنیا کا خاتمہ کر دیتا اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل اور رحم سے اصلاح چاہی ہے اور اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔''

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 116 تا 118)

ہماری بھی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اس تعلیم کو سمجھیں۔ توحید کی حقیقت کو سمجھیں۔

فرمایا کہ: ''ہماری جماعت کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پاک تبدیلی کریں، کیونکہ ان کو تو تازہ معرفت ملتی ہے اور اگر معرفت کا دعویٰ کر کے کوئی اس پر نہ چلے تو یہ نری لاف گزاف ہی ہے۔ پس ہماری جماعت کو دوسروں کی سُستی غافل نہ کر دے'' (دنیا کے نمونے دیکھ کر ان کے پیچھے نہ چل پڑو۔) ''......اور اس کو کاہلی کی جرأت نہ دلا دے۔ وہ ان کی محبت سرد دیکھ کر خود بھی دل سخت نہ کر لے۔'' (دوسرے لوگوں کی دین کی طرف اور اللہ تعالیٰ کی طرف محبت نہیں ہے تو دیکھا دیکھی اپنے دل بھی کہیں سخت نہ کر لیں۔)

فرمایا ''انسان بہت آرزوئیں اور تمنائیں رکھتا ہے۔ مگر غیب کی، قضاء وقدر کی کس کو خبر ہے۔ زندگی آرزوؤں کے موافق نہیں چلتی۔ تمناؤں کا سلسلہ اور ہے، قضا وقدر کا سلسلہ اور ہے۔ اور وہی سچا سلسلہ

ہے۔'' (جو قضا و قدر کا ہے۔) خدا کے پاس انسان کے سوانح سچے ہیں۔ اسے کیا معلوم ہے اس میں کیا لکھا ہے۔ اس لئے دل کو جگا جگا کر غور کرنا چاہئے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 241)

ہمیشہ جائزہ لیتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توحید کا حقیقی ادراک عطا فرمائے اور ہمارا ہر عمل خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کی کوشش کرنے والا ہو۔

نماز جمعہ کے بعد ایک جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔ یہ مکرم عبدالکریم عباس صاحب سیریا کا ہے جو 5 مئی کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ انہوں نے 2005ء میں بیعت کی سعادت پائی تھی اور بعد میں آ کے بہت آگے نکلنے والوں میں شامل ہو گئے۔ خاندان میں اکیلے احمدی تھے۔ 2009ء میں نظام وصیت میں شامل ہوئے۔ چندوں کی ادائیگی میں باقاعدہ تھے۔ گزشتہ سال مالی حالات کی خرابی کے باعث ملک میں جو حالات ہیں ان پر بھی اثر پڑا۔ اگر بہت دور بھی ہوتے تھے تو کسی رشتے دار کے ہاتھ چندہ ضرور بھجوا دیا کرتے تھے۔ مرحوم شوگر کے مریض تھے اور صحت کافی خراب تھی۔ جسم بھی دبلا پتلا تھا۔ گزشتہ دنوں خرابی صحت اور تکلیف کے بعد اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر ہوئے۔

ان کو مکرم ملہم العدس صاحب نے تبلیغ کی تھی اور اپنے صدق و اخلاص کی وجہ سے جلد ہی انہوں نے بیعت کی توفیق پائی۔ لکھتے ہیں کہ آپ نے سچی تلاش حق اور اعلیٰ درجہ کی روحانیت کے باعث زیادہ مطالعہ کے بغیر ہی حق کو قبول کر لیا اور تبلیغ کے ایک ماہ بعد ہی بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ آپ مسجد قبا میں کبار صحابہ کے ساتھ نماز پڑھ رہے ہیں اور سب نے سفید لباس پہنا ہوا ہے۔ نیز بیان کیا کہ نماز کے دوران ان کی حالت بہت روحانی تھی۔ مرحوم اس خواب سے بہت خوش تھے۔ کہا کرتے تھے کہ یہ خواب اس بات کا ثبوت ہے کہ میرا بیعت کا فیصلہ درست تھا۔ لیکن اپنی خاکساری کے باعث ہمیشہ پوچھا کرتے تھے کہ کیا میں واقعی صحابہ کے ساتھ نماز پڑھنے کا اہل ہوں۔ جہاں بھی ہوتے تبلیغ کرتے۔ اس بارے میں کسی خوف یا ملامت کی پرواہ نہیں کرتے تھے۔ خصوصاً یہ بات اس لئے بھی قابل ذکر ہے کہ آپ اس علاقے میں رہتے تھے جہاں کے رہائشی اپنے عقائد اور عادات کے خلاف کوئی بات سننے کو تیار نہیں ہوتے۔

شدید بیماری کے باوجود جماعت سے رابطہ رکھتے اور مطالعہ کرتے اور دلائل سیکھتے اور نرمی سے آگے بیان فرماتے۔ بہت نرم دل اور دھیمے مزاج کے طور پر مشہور تھے۔ ہمیشہ یہ ثابت کرتے کہ بیماری کوئی

روک نہیں ہے اور ہر کوئی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پیغام کو پہنچانے میں حصہ لے سکتا ہے۔ جب تبلیغ کرتے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ذکر کرتے تو آنکھیں نمناک ہو جاتیں۔ حق کی بات ہمیشہ جرأت اور بہادری سے کرتے اور سننے والوں کو احساس نہ ہوتا کہ ایسا کلام کوئی دبلا پتلا انسان بھی کر سکتا ہے۔

وفات کے بعد ان کے گھر والے کیونکہ احمدی نہیں تھے ان کی نعش آبائی گاؤں لے گئے اور وہاں احمدی بھی جنازہ نہیں پڑھ سکے۔ بہر حال بعد میں انہوں نے جنازہ غائب پڑھا۔ ہم بھی انشاء اللہ پڑھیں گے۔

ہانی طاہر صاحب لکھتے ہیں کہ مرحوم بہت مخلص احمدی تھے۔ 2009ء میں میرے لئے ویب سائٹ ڈیزائن کرنے کی پیشکش کی۔ میں نے وقت کی کمی کا عذر کیا تو کہنے لگے مجھے صرف مضامین بھجوا دیا کریں۔ باقی کام میں خود کروں گا۔ پھر انہوں نے بہت ہی خوبصورت ویب سائٹ ڈیزائن کی۔ جماعت کی خدمت کے بارے میں اپنی لگن اور شدت کا اور تڑپ کا اظہار کرتے تھے۔ مجید عامر صاحب نے بھی لکھا ہے کہ مرحوم محمد العباس کے ساتھ خاکسار کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اردو کتب کے عربی تراجم کی چیکنگ اور دہرائی کے سلسلے میں کام کرنے کی توفیق ملی۔ اس دوران شدت سے محسوس کیا کہ مرحوم غیر معمولی اخلاص اور باریک بینی سے کام کرنے اور جلد کام کو نپٹانے کے عادی تھے۔ کبھی بیماری کو اس راہ میں آڑے نہیں آنے دیا بلکہ بیماری کا کبھی ذکر تک بھی نہیں کیا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کو پڑھ کر بڑی سعادت اور خوشی کا اظہار کرتے اور اکثر کہا کرتے تھے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معارف اور تعلیمات جلد عرب لوگوں میں پہنچنے چاہئیں تا کہ وہ بھی اس سے مستفیض ہوں اور ہدایت پائیں۔ خلافت کی محبت میں سرشار تھے۔

اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 06 رجون 2014ء تا 12 رجون 2014ء جلد 21 شمارہ 23 صفحہ 05 تا 09)

21

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 23 رمئی 2014ء بمطابق 23 ہجرت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔لندن

تشہد وتعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ۔ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۔ وَسَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ۔ وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۔ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ۔ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِىْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ۔ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ۔ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۔ (آل عمران: 146-149)

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا ۔ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ۔ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ۔ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۔ (آل عمران: 170-172)

یہ آیات سورۃ آل عمران کی 146 سے 149 اور 170 سے 172 تک ہیں۔ پہلے حصے کا ترجمہ یہ ہے کہ اور کسی جان کے لئے مرنا ممکن نہیں سوائے اس کے کہ اللہ کے اِذن سے ہو۔ یہ ایک طے شدہ نوشتہ ہے۔ اور جو کوئی دنیا کا ثواب چاہے ہم اسے اس میں سے عطا کرتے ہیں۔ اور جو کوئی آخرت کا ثواب چاہے ہم اسے

اسی میں سے عطا کرتے ہیں۔ اور ہم شکر کرنے والوں کو یقیناً جزا دیں گے۔

اور کتنے ہی نبی تھے کہ جن کے ساتھ مل کر بہت سے ربانی لوگوں نے قتال کیا۔ پھر وہ ہرگز کمزور نہیں پڑے اس مصیبت کی وجہ سے جو اللہ کے رستے میں انہیں پہنچی۔ اور انہوں نے ضعف نہیں دکھایا اور وہ (دشمن کے سامنے) جھکے نہیں۔ اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

اور ان کا قول اس کے سوا کچھ نہ تھا کہ انہوں نے عرض کیا اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملہ میں ہماری زیادتی بھی۔ اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا کر۔

تو اللہ نے انہیں دنیا کا ثواب بھی دیا اور آخرت کا بہت عمدہ ثواب بھی۔ اور اللہ احسان کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

دوسرے حصے کا ترجمہ یہ ہے کہ

اور جو لوگ اللہ کی راہ میں قتل کئے گئے ان کو ہرگز مردے گمان نہ کرو بلکہ وہ تو زندہ ہیں اور انہیں ان کے رب کے ہاں رزق عطا کیا جارہا ہے۔

بہت خوش ہیں اس پر جو اللہ نے اپنے فضل سے انہیں دیا ہے اور وہ خوشخبریاں پاتے ہیں اور اپنے پیچھے رہ جانے والوں کے متعلق جو ابھی ان سے نہیں ملے کہ ان پر بھی کوئی خوف نہیں ہوگا اور وہ غمگین نہیں ہوں گے۔

وہ اللہ کی نعمت اور فضل کے متعلق خوشخبریاں پاتے ہیں اور یہ خوشخبریاں بھی پاتے ہیں کہ اللہ مومنوں کا اجر ضائع نہیں کرے گا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا فضل و احسان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایسے لوگ عطا فرمائے ہیں جو اپنے عہدوں کی روح کو جانتے ہیں اور جو قربانیوں کی روح کو جانتے ہیں اور نہ صرف جانتے ہیں بلکہ اس کے ایسے نمونے قائم کرنے والے ہیں جن کی اس زمانے میں کہیں اور مثال نہیں ملتی۔ مال کی قربانی کا سوال اٹھے کہ کہاں ہیں ایسے لوگ جو اپنے مال کو دین کی خاطر قربان کرنے والے ہیں تو جماعت احمدیہ کے افراد کا گروہ سامنے آ کر کھڑا ہو جاتا ہے۔ وقت کی قربانی کا مطالبہ ہو تو آج جماعت احمدیہ میں دین کی خاطر وقت قربان کرنے کے اعلیٰ نمونے موجود ہیں۔ عزت کی قربانی کے نمونے دیکھنے ہیں تو آج جماعت احمدیہ میں اس کے نمونے نظر آئیں گے۔ تبلیغ اسلام کے لئے زندگیاں وقف کرنے کا مطالبہ کیا جائے تو مخلصین کا گروہ اس کام کے لئے اپنے آپ کو پیش کرنے والا ہے۔ جان کی قربانی کا حقیقی

نمونہ دیکھنا ہے تو جماعت احمدیہ کی تاریخ اس حقیقی قربانی کے نمونوں پر مہر لگاتی ہے۔

غرض کہ کوئی بھی ایسی قربانی جو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں کے مطابق اور خدا تعالیٰ کی خاطر ہو، اس کے نمونے قائم کرنے کے لئے آج خدا تعالیٰ نے جماعت احمدیہ کو پیدا کیا ہے۔ آج حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے ایسی جماعت عطا کی ہے جس کی اکثریت مال جان وقت اور عزت قربان کرنے کی روح کو سمجھنے والی ہے اور ہر وقت تیار ہے۔ لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو علم کی کمی کی وجہ سے ایسا اظہار کر دیتے ہیں جو مومن کی شان نہیں یا حالات کی وجہ سے بشری تقاضے کے تحت ایسے اظہار کر دیتے ہیں جس سے بعض کم تربیت یافتہ یا کچے ذہن ضرورت سے زیادہ اثر لے لیتے ہیں۔ بعض لوگ مجھے لکھ بھی دیتے ہیں کہ یہ ابتلا اور امتحان کا عرصہ لمبا ہوتا چلا جا رہا ہے۔ اگر صرف یہاں تک ہی ہو کہ مشکلات اور امتحان کا عرصہ لمبا ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد آسانیوں کے سامان پیدا فرمائے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے کیونکہ جب ان سختیوں اور ابتلاؤں کی انتہا پہنچتی ہے تو رسول اور مومنین کی جماعت مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہ کی آواز بلند کرتے ہیں اور یہ دعا بھی کرتے ہیں لیکن ایسا اظہار جس سے دنیاوی واسطوں اور اسباب کی طرف توجہ کی طرف رغبت کا اظہار ہو تو یہ ایک مومن کی شان نہیں ہے۔ مثلاً مجھے ایک لکھنے والے نے لکھا کہ پاکستان میں جماعت پر جو کچھ ظلم ہو رہے ہیں، ہمیں دنیا کو بتانا چاہئے اور ایم ٹی اے کو بھی ایک بڑا حصہ اس بات پر لگا دینا چاہئے کہ وہ اس کے ذریعہ ظلموں کا اظہار کرتی رہے، دنیا کو بتائے اور دوسرے ذرائع بھی استعمال کئے جائیں۔ ظلم کے خلاف دنیا میں آواز بلند کی جائے۔ بلکہ خط سے یوں لگا کہ جیسے دنیا والے کرتے ہیں ہم بھی دنیاوی طریقے سے شور شرابہ کر کے دنیا کے سامنے اپنے احتجاج کے نعرے بلند کریں تو پھر شاید ان حکومتوں کو جو ہمارے خلاف ہیں ہمارے حقوق دینے کی طرف توجہ پیدا ہو اور یہ ابتلا اور مشکلات کا دور ختم ہو۔ یہ کہتے ہیں کہ میرے شیعہ دوست کہتے ہیں کہ جو کچھ جماعت احمدیہ کے ساتھ ہو رہا ہے اگر ہمارے ساتھ ہو تو ہم تو یوں جلوس نکالتے ہیں اور یوں احتجاج کرتے ہیں اور یہ کر دیتے ہیں اور وہ کر دیتے ہیں۔ اور یہ بھی کہ اگر ہمارے سے تھوڑا سا بھی ہو تو ہم دنیا میں شور مچا دیتے ہیں۔ احمدی صحیح احتجاج نہیں کرتے۔ اس لئے ان کا ابتلا اور ان پر ظلم کا عرصہ لمبا ہو رہا ہے۔

اس بارے میں پہلی بات تو یہ یاد رکھنے والی ہے کہ جب ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ ہم الٰہی جماعت ہیں تو پھر ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ الٰہی جماعتیں دنیاوی حکومتوں یا دنیاوی طرز کے احتجاجوں پر یقین نہیں رکھتیں، نہ الٰہی جماعتوں کی ترقی میں دنیاوی مدد کا کوئی کردار ہے یا ہاتھ ہے۔ دنیاوی مددیں بغیر شرائط کے نہیں ہوتیں۔ بغیر کسی غرض کے نہیں ہوتیں۔ اپنے آگے کسی نہ کسی رنگ میں جھکائے بغیر نہیں ہوتیں۔ اور یہ

باتیں ایک حقیقی مومن کبھی برداشت نہیں کرسکتا۔ مَتٰی نَصْرُ اللّٰہ کی آواز اگر مومنین کی طرف سے بلند ہوتی ہے تو یہ خدا تعالیٰ کے آگے جھکتے ہوئے دعا کی آواز ہے۔ اور ہر مرتبہ جب ہم ابتلا اور امتحانوں کے دَور سے گزرتے ہوئے اللہ کے آگے جھکتے ہوئے اس کے فضلوں اور اس کی مدد مانگتے ہیں، اس کی مدد کے طالب ہوتے ہیں تو ترقی کے نئے سے نئے راستے ہمارے سامنے کھلتے چلے جاتے ہیں۔

آج تقریباً تمام دنیا میں پھیلے ہوئے افرادِ جماعت اور دنیا کے 204 ممالک میں بسنے والے احمدی اس بات کے گواہ ہیں کہ یہ ابتلاء جماعتی ترقی کے نئے سے نئے راستے کھول رہا ہے اور نئی سے نئی منزلیں طے ہو رہی ہیں۔ پس صرف اس بات پر پریشان نہیں ہو جانا چاہئے کہ ایک ملک میں ابتلا یا امتحان کا دور لمبا ہو گیا۔ بلکہ یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی وسعتیں کہاں تک پھیل رہی ہیں۔ جہاں تک یہ سوال ہے کہ دنیاوی اسباب کا استعمال بھی ہونا چاہئے تو بالکل ٹھیک ہے۔ یہ ہونا چاہئے۔ رعایت اسباب منع نہیں ہے بلکہ اس کا بھی حکم ہے۔ ظاہری طریقوں کو اپنانا بالکل منع نہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جن حدود میں رہتے ہوئے ہم نے یہ ظاہری اسباب استعمال کرنے ہیں اور ہمیں یہ استعمال کرنے چاہئیں ہم کرتے بھی ہیں۔ دنیا کو آگاہ بھی کرتے ہیں کہ کس طرح جماعت پر مظالم ہو رہے ہیں۔ اور ہم ان کو یہ بتاتے ہیں کہ اگر آج دنیا نے مل کر ان ظلموں کو ختم کرنے کی کوشش نہ کی تو یہ مظالم پھیلتے چلے جائیں گے۔ جماعت کا سوال نہیں ہے بلکہ کوئی بھی انسان محفوظ نہیں رہے گا اور اب یہ پھیل رہے ہیں۔ دنیا دیکھ رہی ہے۔ لیکن یہ سب کچھ بتانے کے باوجود ہمارا انحصار نہ کسی حکومت پر ہے نہ کسی انسانی حقوق کی تنظیم پر بلکہ ہمارا انحصار خدا تعالیٰ کی ذات پر ہے۔ اور یہی مضمون میں خاص طور پر گزشتہ دو تین جمعوں میں خطبوں میں بتا رہا ہوں کہ تمام نتائج کے حصول کے لئے ہماری نظر خدا تعالیٰ پر ہونی چاہئے۔ اور یہی ایک مومن کی مثال ہے۔

دنیاوی لوگ اگر شور مچاتے ہیں۔ جلسے جلوس کرتے ہیں۔ توڑ پھوڑ کرتے ہیں۔ اپنے خلاف ظلموں کا اسی طرح ظلم کر کے بدلہ لیتے ہیں تو اس لئے کہ ان سے الٰہی وعدے نہیں ہیں کہ آخری فتح تمہاری ہے۔ جبکہ ہمارے ساتھ خدا تعالیٰ کے وعدے ہیں کہ ان سب ظلموں کے باوجود جو تم سے روا رکھے جا رہے ہیں، جو تم پر ہو رہے ہیں۔ ان سب زیادتیوں کے باوجود جو حکومتوں کی طرف سے یا حکومتوں کے اشیر باد پر حکومت کے قریبیوں اور کارندوں اور اہلکاروں کی طرف سے ہو رہے ہیں اللہ تعالیٰ کی تقدیر نے یہ فیصلہ کر چھوڑا ہے کہ تمہیں وہ انعامات ملنے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ ملنے والے ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت سے مومنوں کو ملتے ہیں۔ اس دنیا کے انعامات کے بھی تم وارث ہو گے اور اگلے جہان کے انعامات کے بھی تم

وارث ہو گے۔ قربانیوں کی جو مثالیں تم قائم کر رہے ہو وہ کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی اور آخری فتح تمہاری ہے۔ اس فتح کے حصول کا سب سے زیادہ تیر بہدف نسخہ جو ہے وہ دعائیں ہیں۔ جتنا زیادہ دعاؤں میں ڈوبو گے اتنی جلدی یہ مشکلات دور ہوں گی۔ دشمنوں کے حملوں سے بچنے کے لئے جتنے زیادہ یار نہاں میں نہاں ہو گے اتنی زیادہ تیزی سے وہ ظاہر ہو کر خارق عادت نشان دکھائے گا انشاء اللہ۔

پس ہماری سوچ اور دنیا داروں کی سوچ میں بہت فرق ہے۔ ہم نے زمانے کے امام کی بیعت کی ہے جس سے خدا تعالیٰ کے فتوحات کے وعدے ہیں۔ فتوحات کے نئے سے نئے دروازے کھلنے کے وعدے ہیں اور جیسا کہ میں نے کہا یہ نظارے ہم دیکھ بھی رہے ہیں لیکن دوسروں سے اس قسم کے کوئی وعدے نہیں ہیں۔ جہاں تک شیعوں کی مثال دیتے ہیں یا کسی دوسرے کی مثال دیتے ہیں مجھے تو کہیں ایسا نظر نہیں آتا کہ دنیاوی احتجاج کر کے انہوں نے اپنے مقاصد حاصل کر لئے ہوں۔ ہاں توڑ پھوڑ، گھیراؤ جلاؤ ہر جگہ ضرور ہو رہا ہے اور اس کی وجہ سے مزید فساد پھیل رہا ہے۔

تو جیسا کہ میں نے کہا کہ ظلم کا بدلہ ظلم کے علاوہ کچھ نہیں ہوگا اور ہم نے یہ نہیں کرنا۔ یہاں میں دنیا داروں کے رویوں کی ایک مثال بھی دے دیتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ دنیا اگر مدد بھی کرتی ہے تو اپنے مفادات کو دیکھتے ہوئے یا اپنی مصلحتوں کو دیکھتے ہوئے کرتی ہے۔ گزشتہ دنوں یہاں ایک اخبار نے ایک مضمون دیا کہ مسلمان یہاں حکومت کے وفادار نہیں ہیں اس لئے مغربی ممالک سے ان مسلمانوں کو نکال دینا چاہئے۔ اس پر ہمارے پریس سیکشن نے کہا کہ یہ غلط ہے۔ اسلام ملکی قانون کی پابندی اور وطن سے محبت کا حکم دیتا ہے۔ اس پر اخبار نے کہا کہ دوسرے مسلمان فرقوں کا تو یہ عمل نہیں ہے۔ تم دوسرے مسلمان فرقوں کو بھی یہ نصیحت کرو۔ تو ہم نے کہا ٹھیک ہے اگر تمہارا اخبار اس نصیحت کو شائع کرنے کے لئے تیار ہے تو ہم بیان دے دیتے ہیں۔ جب ان کی دی ہوئی شرائط کے مطابق کہ یہ لکھ کے، فلاں لکھ کے دو، وہ پورا کر دیا گیا تو پھر ایڈیٹر نے یا ان کے بورڈ نے یہ اعلان دینے سے بھی انکار کر دیا۔ بہانہ یہ تھا کہ کچھ اور مضامین ایسے آ گئے ہیں جس کی وجہ سے ہم نہیں دے سکتے اور پھر کبھی دینا ہوا تو دیکھیں گے۔ ٹال مٹول۔ تو بہرحال یہ بہانے تھے۔ اصل بات یہ ہے کہ ان میں یہ جرأت نہیں تھی کہ دوسرے مسلمان فرقے جو احمدیوں کے مخالف ہیں ان کو ناراض کریں۔ انصاف کے تقاضے یہ لوگ پورے نہیں کرنا چاہتے۔ بعض قسم کے خوف اور ڈر ان کے اندر ہیں اور جب وہ بعض مسلمانوں کے سختی کے رویے دیکھتے ہیں تو یہ ڈر مزید اور بڑھ جاتے ہیں۔

میں اکثر جب مختلف لیڈروں اور پریس کو یہ کہتا ہوں کہ امن قائم کرنا ہے تو انصاف قائم کرو اور

ڈبل سٹینڈرڈ نہ بناؤ تو اکثر اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس بات کی ہمارے اندر کمی ہے اور یہی حقیقت ہے۔ بعض تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ کھلے طور پر ہم یہ نہیں کہیں گے کہ ہمارے مقاصد ہیں، جن کے حصول کے لئے ہم نے ایجنڈے بنائے ہوئے ہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ ہم دنیا کے سامنے باتیں تو انصاف کی کرتے ہیں لیکن مقاصد ہمارے اپنے ہیں۔ ان کو ہم نے حاصل کرنا ہے۔ تو یہ تو ان کا حال ہے جن کی طرف ہم کہتے ہیں کہ ہم اپنی نظریں رکھیں یا بعض لوگوں کا خیال ہے کہ نظر کریں۔ دو عملی کرنے والوں پر تو انحصار نہیں کیا جا سکتا اور نہ ان میں کوئی طاقت ہے کہ یہ مشکلات دور کر سکیں۔ ایک اخبار ہے جو ایک ایسا بیان بھی شائع نہیں کرنا چاہتا جس سے ملک کی محبت کا اظہار ہو رہا ہے۔ کوئی نزاعی اور جھگڑے والا معاملہ نہیں ہے جن پر ان کو تحفظات ہوں۔ اس پر ایسے لوگوں کو جو اس قسم کے مشورے دیتے ہیں، سوچنا چاہئے کہ کیسے ہم ان لوگوں کی طرف دیکھیں اور ان پر تکیہ کریں۔ اگر ہر احمدی خدا پر انحصار کی حقیقت کو سمجھ کر اس پر عمل کرنا شروع کر دے تو جہاں جہاں بھی احمدیوں پر تنگیاں وارد کی جا رہی ہیں وہ انشاء اللہ تعالیٰ دعاؤں سے ہی ہوا میں اڑ جائیں گی۔ مگر شرط ان دعاؤں کا حق ادا کرنا ہے۔

ہمیں یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ جماعت پر پاکستان یا بعض دوسرے ممالک میں غیروں کی طرف سے جو سختیاں ہو رہی ہیں یا حکومتوں کی طرف سے یہ ظلم جو قانون کی آڑ میں یا کسی بھی طرح سے کئے جا رہے ہیں یہ آج کی پیداوار نہیں۔ یہ کوئی گزشتہ دو تین دہائیوں کا معاملہ نہیں ہے۔ یہ تو اس وقت سے ہیں جب سے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تھا اور ایک جماعت قائم کی تھی۔ آپ کو اور جماعت کو ابتدا سے ہی ان ظلموں اور سختیوں سے گزرنا پڑا تھا۔ بلکہ ایک موقع ایسا بھی آیا کہ جب یہ خیال پیدا ہوا کہ آپ کو اپنی آبائی بستی قادیان سے ہجرت کرنی پڑے گی جس کا مالک مدّتوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا خاندان تھا۔ آپ وہاں بھی محفوظ نہیں تھے۔ بلکہ ہم اس سے بھی اوپر جائیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا تمام دور ہی دشمنوں کی طرف سے ظلم پر ظلم کے اظہار دیکھتے ہوئے گزرا ہے۔ آپ کی چہیتی بیوی جو لاکھوں روپے کی مالک تھی اور جن کے بیسیوں غلام تھے، جو مکہ کی امیر ترین عورتوں میں شمار ہوتی تھیں، انہیں اسلام قبول کرنے کے بعد کیسی شدتوں سے گزرنا پڑا۔ بڑھاپے میں گھر سے بے گھر ہوئیں اور نہ صرف یہ بلکہ بڑا لمبا عرصہ نہایت کسمپرسی کی حالت میں ایک گھاٹی میں رہنا پڑا جہاں خوراک کی بھی تنگی، پانی کی بھی تنگی، رہائش کی بھی تنگی تھی اور یہی تنگی کے حالات اور سختی کی جو حالت تھی ان کی وفات کی وجہ

بنی۔ (انہوں نے) یہ سب کچھ اسلام کی خاطر، ایک نیک مقصد کی خاطر اس امید پر برداشت کیا کہ ان قربانیوں کے پیچھے اللہ تعالیٰ کی مدد کے وعدے ہیں جو پورے ہونے ہیں۔

خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات کو کس قدر تکالیف پہنچیں۔ متواتر تیرہ سال تو مکہ میں ہی آپ پر مظالم ہوئے۔ تیروں، سونٹوں، پتھروں غرض کہ کون سی ایسی چیز تھی جس سے آپ پر حملہ نہ کیا گیا ہو اور آپ کو اذیت دینے کی کوشش نہ کی گئی ہو لیکن آپ نے نہ صرف جوانمردی سے اس کا مقابلہ کیا۔ اپنے پیاروں، عزیزوں اور صحابہ کی جان کی قربانیوں کو برداشت کیا بلکہ جب ان ظلموں کی وجہ سے آپ سے بددعا کی درخواست کی جاتی تو آپ نے ہدایت کی دعا ہی مانگی۔ جب خود آپ کی ذات پر پتھروں سے حملہ کر کے آپ کو لہولہان کر دیا گیا، جس کو خود آپ نے اپنی زندگی کا سخت ترین دن فرمایا ہے۔ اس وقت جب اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو تباہ کرنے کے لئے آپ کی مرضی پوچھی تو آپ نے فرمایا کہ نہیں پہاڑوں کو ان پر نہیں گرانا شاید ان لوگوں میں سے ایسے لوگ پیدا ہو جائیں جو حق کو قبول کر لیں بلکہ امید ہے کہ ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو حق کو قبول کر کے اپنی دنیا و آخرت کو سنوارنے والے بن جائیں۔ پھر ہجرت کے بعد جنگوں کا سلسلہ شروع ہو گیا اور دشمنوں کی طرف سے بار بار حملہ ہوتا تھا۔

پس جہاں ظلموں کی ایک لمبی داستان ہے وہاں صبر برداشت اور رحم کی بھی بے مثل داستانیں ہیں جو آپ نے رقم کی ہیں۔ یہ سب کچھ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے تو برداشت کرنا ہی تھا کہ آپ نے ہر معاملے میں دنیا میں ایک مثال قائم کرنی تھی۔ آپ کے صحابہ نے بھی قربانیوں کے نمونے دکھائے ہیں۔ اس لئے کہ خدائی وعدوں اور اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر ان کی نظر تھی اور کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل پر آنا تھا اور آپ آئے۔ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظل ہیں۔ اس لئے آپ نے بھی اپنے ماننے والوں کو یہی فرمایا کہ میرے ساتھ اور میری جماعت کے ساتھ تو یہ ظلم و زیادتی ہونی ہے تکالیف کے دور آنے ہیں۔ آپ نے واضح فرمایا کہ میرا راستہ پھولوں کی سیج نہیں ہے کانٹوں پر چلنا ہوگا۔ آپ نے کسی سے کوئی دھوکہ نہیں کیا۔ ہر شخص جو احمدیت میں داخل ہوتا ہے یہ سمجھ کر ہوتا ہے کہ تکالیف برداشت کرنی پڑیں گی۔ میں بعض دفعہ نومبائعین سے یہ دیکھنے کے لئے یہ سوال کر دیتا ہوں کہ ان کو کچھ اندازہ بھی ہے کہ احمدیت کوئی پھولوں کی سیج نہیں ہے۔ گزشتہ دنوں یہاں یوکے (UK) کے جو نومبائعین تھے، ان کے ساتھ ایک نشست تھی تو ایک دوست سے میں نے یہی سوال پوچھا۔ کیونکہ ان کا تعلق پاکستان سے ہے تو ان کا یہی جواب تھا کہ ہم نے سوچ سمجھ کر بیعت کی ہے اور ہر سختی جھیلنے کے لئے

تیار ہیں۔ بعض عورتوں نے بھی اپنے گھر بار چھوڑ دیئے لیکن ایمان کو نہیں چھوڑا۔ تو یہ سب کچھ اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا ادراک حاصل کیا۔ یہ ادراک حاصل کیا کہ زندگی اور موت خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے اور خوش قسمت ہیں وہ جو اللہ تعالیٰ کی خاطر استقامت دکھانے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں دونوں جہان کی جنتوں کا وارث بناتا ہے اور یہ صرف منہ کی باتیں نہیں ہیں۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ میں اب یہ واقعات کسی نہ کسی شکل میں نظر آتے رہتے ہیں۔ جب یہ قربانیوں کے نمونے دکھائے جاتے ہیں۔ اور یہ ایسی ایسی قربانیوں کے نمونے ہیں کہ بعض دفعہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ یہ سب اس لئے ہے کہ جیسا کہ میں نے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں ابتدا سے ہی یہ واضح کر دیا کہ یہ ہوگا۔ اور یہ بھی فرما دیا کہ سب کچھ دیکھنے اور اپنے پر بیتنے کے باوجود تم اپنے ایمان پر حرف نہ آنے دینا اور اسی بات کو ہمیشہ یاد رکھنا کہ اس استقامت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے دونوں جہان میں انعامات مقرر کئے ہوئے ہیں۔ اس کا ذکر خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں بھی کئی جگہ فرمایا ہے۔ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں ان میں بھی یہی مضمون ہے۔ اس کا ترجمہ بھی آپ نے سن لیا۔

پس زندگی اور موت تو ہر ایک کے ساتھ لگی ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جہاں یہ واضح فرما دیا کہ زندگی اور موت خدا تعالیٰ کے اِذن سے ہے۔ دشمن زیادہ سے زیادہ ہمیں موت کا ہی خوف دلا سکتا ہے تو اس کی پرواہ نہیں۔ اگر یہ خدا تعالیٰ کے راستے میں آئے تو انعامات کی بشارتیں ہیں۔ ہم اسلام کی تاریخ میں دیکھتے ہیں کہ حضرت خالد بن ولیدؓ جب بستر مرگ پر تھے تو ایک دوست جو اُن کی عیادت کے لئے گئے، ان کو دیکھ کر وہ شدت سے رونے لگے۔ یہ دوست سمجھے کہ شاید موت کا ڈر ہے۔ انہوں نے کہا کہ خالد! آپ تو دشمنوں کے نرغے میں کئی دفعہ آئے اور ایسی شجاعت کے مظاہرے کئے ہیں کہ انسان حیران رہ جاتا ہے۔ اب اس وقت کیوں موت سے ڈر رہے ہیں؟ حضرت خالد نے کہا کہ میرے اوپر سے کپڑا اٹھاؤ۔ دیکھا تو جسم کے اوپر والے حصے میں انچ انچ پر زخم کے نشانات تھے۔ پھر انہوں نے کہا کہ اب میری ٹانگوں سے کپڑا اٹھاؤ۔ وہاں بھی انچ انچ پر زخموں کے نشانات تھے۔ پھر حضرت خالد بن ولید نے کہا کہ میں موت کے ڈر سے نہیں رو رہا۔ اس فکر میں رو رہا ہوں کہ میں نے ہمیشہ شہادت کی تمنا کی ہے اور یہ زخموں کے نشان اس بات کے گواہ ہیں لیکن مجھے وہ مقام و مرتبہ نہیں ملا اور اب میں بستر پر جان دے رہا ہوں اور سوچ رہا ہوں کہ شہادت کی موت نہ آنا کہیں میرے شامت اعمال کا نتیجہ تو نہیں ہے۔ اور یہ خوف ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے شہادت نہیں دی تو اس میں خدا تعالیٰ کی کوئی ناراضگی نہ ہو۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی کی روح کو یا قربان

ہونے کی روح کو سمجھنے والوں کا یہ مقام تھا۔ یہ تو ان کے دل کی حالت تھی لیکن اللہ تعالیٰ ایسے غازیوں کے متعلق بھی فرماتا ہے کہ ان کو بھی جنت کی بشارتیں ہیں۔ کہنے کا مقصد یہ ہے کہ شہادت کے لئے یہ جذبے تھے۔

پھر قربانی کی روح کو سمجھنے کی اس زمانے میں یہ مثال ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں جب بادشاہ نے حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید سے بار بار یہ اصرار کے ساتھ کہا کہ اگر حضرت مسیح موعود کا انکار کر دو، جس کو تو نے مانا ہے اس کا انکار کر دو، تو میں اس کے نتیجہ میں تمہاری جان بخشی کر دوں گا۔ یہ لالچ دی تو آپ نے ہر دفعہ یہی فرمایا کہ آج اگر مجھے خدا تعالیٰ وہ موت دے رہا ہے جو اس کے انعامات کا وارث بنانے والی ہے تو میں دنیا کی خاطر اس کا انکار کیوں کر دوں۔ عجیب جاہلوں والا سوال تم مجھ سے کر رہے ہو یا سودا مجھ سے کر رہے ہو۔ پس یہی مومن کی شان ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں یہ فرمایا ہے کہ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ۔ (آل عمران: 147) پس وہ ہرگز کمزور نہیں پڑے اس مصیبت کی وجہ سے جو اللہ کے راستے میں انہیں پہنچی۔ اور انہوں نے ضعف نہیں دکھایا اور دشمن کے سامنے جھکے نہیں اور اللہ صبر کرنے والوں سے محبت کرتا ہے۔

آج بھی ہمارے مخالفین کو یہی تکلیف ہے کہ یہ کیوں کمزوری نہیں دکھاتے۔ کیوں ہمارے ظلموں پر ہمارے سامنے گھٹنے نہیں ٹیکتے لیکن ان کو نہیں پتا کہ ایک حقیقی احمدی ہر وقت خدا پر نظر رکھتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہر وقت کوشش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی رضا حاصل کرنے کے لئے یہاں ایک دعا بھی سکھائی ہے کہ اپنے ثبات قدم کے لئے ہمیشہ دعا مانگتے رہو۔ کیونکہ ایمان کی مضبوطی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہی آتی ہے۔ یہ دنیا تمہارے ایمانوں کو کمزور کرنے پر اپنا زور لگا رہی ہے۔ اس کے اثر میں نہ آ جانا اور دعا یہ سکھائی جو آیات میں مَیں نے پڑھی ہے کہ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ۔ کہ اے ہمارے رب! ہمارے گناہ بخش دے اور اپنے معاملے میں ہماری زیادتی سے ہمیں بچا کے رکھ اور ہمیں ثبات قدم عطا فرما۔ اور ہمیں کافر قوم کے خلاف نصرت عطا فرما۔

یا یہ کہہ لیں کہ ہمارے اعمال میں جو ہم نے زیادتی کی ہے، بعض غلط باتیں ہو گئیں ہم سے ہمیں بخش دے، ہمارے گناہوں کو معاف کر دے۔ پس جہاں اللہ تعالیٰ نے ہر معاملے میں خدا تعالیٰ کی طرف جھکنے کے لئے دعا سکھائی ہے وہاں یہ بھی بتا دیا کہ کامیابیاں دعاؤں سے ملتی ہیں اس لئے اللہ تعالیٰ کے آگے

جھکو، اس سے مانگو اور جبکہ خالص ہو کر اس سے دعائیں مانگی جا رہی ہوں تو اس کے نتیجہ میں پھر دنیا اور آخرت کے ثواب کا انسان وارث بن جاتا ہے۔

پھر سورۃ آل عمران کا دوسرا حصہ ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا، اس میں ایمانوں کی مزید مضبوطی کے لئے یہ تسلی بخش الفاظ بیان فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ یہ مردے نہیں بلکہ زندہ ہیں۔ امواتاً کا مردہ ہونے کے علاوہ یہ بھی مطلب ہے کہ جس کا بدلہ نہ لیا جائے۔ دوسرے یہ کہ جس کے پیچھے اس کے مقصد کو پورا کرنے والا کوئی نہ ہو۔ تیسرا یہ کہ جو مایوس اور غمزدہ ہو۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی راہ میں مرنے والے ایسے ہوں گے جو مردے نہیں ہیں جو احیاء کے زمرے میں آتے ہیں اور ان شہیدوں کے خون کا بدلہ خدا تعالیٰ لے گا۔ دوسرے یہ کہ ان شہیدوں کی شہادت سے پیچھے رہنے والے کمزور نہیں ہو جائیں گے۔ شہادت سے سرشار لوگوں کا گروہ ہر وقت موجود رہے گا۔ اور تیسرے یہ کہ یہ شہداء خدا تعالیٰ کے حضور ایسا مقام پانے والے ہیں اور انہیں ایسا رزق دیا جائے گا جس پر وہ خوش ہیں۔ ان کی موت افسردہ موت نہیں ہے بلکہ ان کے لئے خوشی کے سامان پیدا کرنے والی موت ہے۔ وہ اس بات پر خوش ہیں کہ جب اگلے جہان جا کر ان کو یہ خوشخبری ملے گی کہ ان کی قربانی نہ صرف قربانیاں کرنے والوں کی، خواہش رکھنے والوں کی ایک تعداد پیدا کرنے والی بنی ہے بلکہ یہ بھی خوشی ہے کہ یہ قربانیاں دشمنوں پر آخری فتح کا باعث بننے والی ہیں۔ پس یہ قربانیاں، یہ امتحان، یہ عارضی ابتلاء ہماری ترقی کی رفتار تیز کرنے والے ہیں نہ کہ مایوسی میں دھکیلنے والے۔ اللہ تعالیٰ نے ایک اور جگہ اس طرح فرمایا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ (حٰم السجدۃ: 31) یعنی یقیناً وہ لوگ جنہوں نے کہا اللہ ہمارا رب ہے اور استقامت اختیار کی ان پر بکثرت فرشتے نازل ہوتے ہیں کہ خوف نہ کرو اور غم نہ کھاؤ اور اس جنت کے ملنے سے خوش ہو جاؤ جس کا تم وعدہ دیئے جاتے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ:

”وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی یعنی طرح طرح کی آزمائشوں اور بلا کے وقت ثابت قدم رہے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں کہ تم مت ڈرو اور مت غمگین ہو اور خوش ہو اور خوشی میں بھر جاؤ کہ تم اس خوشی کے وارث ہو گئے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ ہم اس دنیوی زندگی میں اور آخرت میں تمہارے دوست ہیں۔ اس جگہ ان کلمات سے یہ اشارہ فرمایا کہ اس استقامت سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہوتی ہے۔ یہ سچ بات ہے کہ استقامت فوق

الکرامت ہے۔ کمال استقامت یہ ہے کہ چاروں طرف بلاؤں کو محیط دیکھیں اور خدا کی راہ میں جان اور عزت اور آبرو کو معرضِ خطر میں پاویں اور کوئی تسلی دینے والی بات موجود نہ ہو۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ بھی امتحان کے طور پر تسلی دینے والے کشف یا خواب یا الہام کو بند کر دے اور ہولناک خوفوں میں چھوڑ دے۔ اس وقت نامردی نہ دکھلاویں اور بزدلوں کی طرح پیچھے نہ ہٹیں اور وفاداری کی صفت میں کوئی خلل پیدا نہ کریں۔ صدق اور ثبات میں کوئی رخنہ نہ ڈالیں۔ ذلت پر خوش ہو جائیں۔ موت پر راضی ہو جائیں اور ثابت قدمی کے لئے کسی دوست کا انتظار نہ کریں کہ وہ سہارا دے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 419-420)

پس یہ حالت ہے جو ہم میں سے ہر ایک کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ جب یہ حالت ہو کہ انسان ہر قربانی کے لئے تیار ہو جائے تو پھر خدا تعالیٰ اپنے بندے کو چھوڑتا نہیں، وہ بڑھ کر تھام لیتا ہے تبھی تو جنتوں کے وعدے بھی دے رہا ہے اور اس لئے اس میں ثبات قدم کی دعا بھی سکھلائی ہے اور دشمنوں پر فتح پانے کی دعا بھی سکھائی ہے۔ اس کا مطلب ہی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان دعاؤں کو قبول کرتے ہوئے اس طرح فتوحات کے دروازے کھولے گا کہ دشمن کے لئے کوئی جائے فرار نہیں ہو گی اور انشاء اللہ تعالیٰ آخری فتح کے جو وعدے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود سے کئے ہیں وہ یقیناً پورے ہوں گے اور آخری فتح ہماری ہی ہو گی۔

ان قربانیوں کی داستان رقم کرنے والوں میں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے جنت کی خوشخبری پانے والوں میں آج پھر ہمارے ایک بھائی شامل ہوئے ہیں جو بھوئیوال ضلع شیخوپورہ کے مکرم خلیل احمد صاحب ابن مکرم فتح محمد صاحب ہیں، جن کو 16 مئی 2014ء کو شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ واقعہ یوں ہے کہ 13 مئی 2014ء کو مخالفین نے گاؤں میں جماعت کے جو مخالفانہ سٹکر لگائے ہوئے تھے ان کو اتارنے کی وجہ سے احمدیوں سے جھگڑا ہو گیا اور جھگڑا تو نہیں ہوا تو تکار ہی تھی۔ اس معاملے کو جواز بنا کر انہوں نے جماعت کے خلاف بھوئیوال ضلع شیخوپورہ میں جلوس نکالا۔ لاؤڈ سپیکر پر جماعت کے خلاف اشتعال انگیز تقاریر کیں اور ٹریفک بلاک کر کے پولیس سے مطالبہ کیا کہ مقدمہ درج کریں جس پر پولیس نے چار احمدی احباب کے خلاف مقدمہ درج کر لیا جن میں مبشر احمد صاحب، غلام احمد صاحب، خلیل احمد صاحب اور احسان احمد صاحب تھے اور ایف آئی آر میں نامزد ملزمان میں سے خلیل احمد صاحب اور ملزمان کے بعض دیگر رشتہ داروں کو گرفتار کر لیا اور حوالات میں بند کر دیا۔ مقدمہ کے اندراج کے بعد ایف آئی آر

میں جو باقی نامزد ملزمان تھے، ان کی عبوری ضمانتیں کروالی گئی تھیں اور خلیل صاحب کی ضمانت کے حوالے سے کارروائی ہو رہی تھی کہ 16 رمئی 2014ء بروز جمعہ سوا بارہ بجے دوپہر سلیم نامی ایک نوجوان آیا، جو قریبی گاؤں کا رہنے والا تھا کہ میں کھانا دینے آیا ہوں۔ اس بہانے سے اندر داخل ہوا اور حوالات کے قریب آ کر پوچھا کہ خلیل صاحب کون ہیں؟ اور نشاندہی ہونے پر پستول نکال کر خلیل صاحب کے چہرے پر فائر کر دیا جس سے وہ شدید زخمی ہو گئے اور قاتل نے دوسرے احمدی اسیران پر بھی فائر کی کوشش کی لیکن اس وقت پستول چلا نہیں، گولی پھنس گئی۔ پولیس نے مجرم کو گرفتار کر لیا، خلیل صاحب کو حوالات سے باہر نکالا لیکن اس وقت تک جام شہادت نوش فرما چکے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

گو اُسے گرفتار تو کر لیا لیکن حال یہی ہے کہ یہ سب کچھ وہاں کے سرکاری افسروں اور پولیس کی آنکھوں تلے ہو رہا ہے اور یہ نوجوان جس کو مولویوں نے احمدیت کی دشمنی میں بالکل ہی اندھا کیا ہوا تھا اس نے یہ ایک نعرہ لگایا کہ ''مجھے جنت مل گئی''۔ یہ تو آج کل کے مولویوں کا حال ہے جو یہ تعلیم دے رہے ہیں۔ اللہ اور اس کا رسول یہ کہتے ہیں کہ کلمہ پڑھنے والے کو مارنے والے، قتل کرنے والے کی سزا جہنم ہے اور یہ ان کو جنتوں کی خوشخبریاں دے رہے ہیں۔

شہید مرحوم کے خاندان کا تعلق بھوئیوال ضلع شیخوپورہ سے تھا۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد فتح محمد صاحب کے ذریعہ سے ہوا۔ دو بھائیوں سردار محمد صاحب اور چوہدری محمد عمر دین صاحب کے ہمراہ 1918ء میں خلافت ثانیہ میں انہوں نے بیعت کی۔ شہید مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔ بوقت شہادت ان کی عمر 61 سال تھی، میٹرک تک تعلیم تھی۔ واپڈا میں ملازم ہو گئے تھے۔ شہادت سے ڈیڑھ ماہ قبل ہی محکمہ سے ریٹائرڈ ہوئے تھے۔ مکرم خلیل احمد صاحب شہید مرحوم بفضل خدا تہجد گزار، پنجوقتہ نمازوں کے پابند، تلاوت کے باقاعدہ کرنے والے، خلافت کے ساتھ محبت کا، اخلاص کا گہرا تعلق رکھنے والے، خطبہ جمعہ اور باقی پروگرام بڑی باقاعدگی سے سنتے تھے۔ بچوں کو اس کی تلقین کرتے تھے۔ واقفین زندگی کے ساتھ بڑی محبت کا تعلق تھا۔ عزت واحترام ان کا کرتے تھے۔ مہمان نوازی آپ کا وصف تھا۔ مرکزی نمائندوں کی مہمان نوازی میں فخر محسوس کرتے۔ بڑے امانتدار اور مخلص احمدی تھے۔ خدمت خلق کے جذبے سے سرشار تھے۔ کمزور احباب اور غرباء کا ہر طرح سے خیال رکھنے کی کوشش کرتے۔ جماعتی خدمات کے طور پر ان کو سیکرٹری مال، سیکرٹری دعوت الی اللہ اور زعیم انصار اللہ کی خدمت کی توفیق ملی۔

ان کی اہلیہ اور دو بیٹیاں ہیں اور دو بیٹے ہیں۔ ایک جرمنی میں ہیں لئیق احمد صاحب اور ایک

احسان احمد وہیں قائد خدام الاحمدیہ ہیں۔

معلم صاحب لکھتے ہیں کہ یہ بڑے دعا گو تھے اور بڑی پُر درد دعائیں کیا کرتے تھے۔ فرضوں اور سنتوں کی ادائیگی کے بعد تمام دوست مسجد سے چلے جاتے تھے لیکن ان کی سنتیں اور نوافل دیر تک جاری رہتے تھے۔ ابھی نماز کے بعد انشاء اللہ تعالیٰ ان کا نماز جنازہ غائب پڑھاؤں گا۔

اس کے علاوہ نماز جنازہ حاضر بھی ہیں۔ ایک جنازہ ہے مولوی احسان الٰہی صاحب ریٹائرڈ معلم وقف جدید کا جو آجکل یہاں لندن میں رہتے تھے۔ 17 ر مئی کو 84 سال کی عمر میں وفات پا گئے ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابی حضرت مولوی رحمت علی صاحب (پھیرو چچی جو قادیان کے نزدیک ہے ان) کے بیٹے تھے اور یہ جو مولوی رحمت علی صاحب تھے ان کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بہشتی مقبرہ قادیان میں مالی مقرر فرمایا تھا۔ احسان الٰہی صاحب نے 1949ء میں زندگی وقف کی اور 1957ء سے وقف جدید میں بطور معلم خدمت کا آغاز کیا جو اکتوبر 1999ء تک جاری رہا۔ اسی سال ریٹائرمنٹ کے بعد اپنے بچوں کے پاس لندن آ گئے۔ سندھ میں ان کی تقرری رہی ہے۔ بے شمار جگہوں پر ان کو نئی جماعتیں قائم کرنے کی توفیق ملی۔ مرحوم موصی تھے۔ پسماندگان میں چار بیٹیاں اور تین بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ ایک بیٹے ان کے محمد احمد صاحب شمس مربی سلسلہ بھی ہیں۔

دوسرا جنازہ حاضر جو ہے وہ نسرین بٹ صاحبہ کا ہے جو 18 ر مئی کو 48 سال کی عمر میں ہارٹ اٹیک سے وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ بہت نیک، خدا ترس، غریب پرور خاتون تھیں۔ جماعت کی فعال ممبر تھیں۔ چندہ جات کی ادائیگی میں باقاعدہ تھیں۔ ساڑھے چار سال قبل اپنے شوہر کی اچانک وفات کے بعد اپنے بچوں کی اچھے رنگ میں پرورش اور تربیت کی توفیق پائی اور انہیں نظام جماعت اور خلافت کے ساتھ وابستہ رکھا۔ خلافت سے اخلاص و وفا کا تعلق تھا۔ انہوں نے چار بیٹے پیچھے یادگار چھوڑے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کو اپنی حفاظت میں رکھے اور ماں باپ کی نیک دعاؤں اور تمناؤں کا وارث بنائے۔ جماعت سے وابستہ رکھے اور یہ تینوں جن کے ہم جنازے پڑھیں گے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 13 ر جون 2014ء تا 19 ر جون 2014ء جلد 21 شمارہ 24 صفحہ 05 تا 08)

22

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 30 مئی 2014ء بمطابق 30 ہجرت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح۔ لندن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا ایک احسان اور بہت بڑا احسان جس نے جماعت احمدیہ کو ایک اکائی میں پرو یا ہوا ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد جاری نظام خلافت ہے۔ جماعت احمدیہ کی تاریخ کے گزشتہ 106 سال اس بات کے گواہ ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وصال کے بعد جیسا کہ آپ علیہ السلام نے رسالہ الوصیۃ میں بیان فرمایا تھا افراد جماعت نے کامل اطاعت کے ساتھ نظام خلافت کو قبول کیا۔ دنیا میں بسنے والا ہر احمدی چاہے وہ کسی قوم یا ملک سے تعلق رکھتا ہے اس بات کو اچھی طرح سمجھتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی آمد کے ساتھ جو خلافت علیٰ منہاج النبوۃ کا سلسلہ شروع ہونا تھا اس سے جُڑ کر رہنا اس کا سب سے بڑا فریضہ ہے۔ مَیں ان لوگ کی بات نہیں کر رہا جو شروع میں علیحدہ ہو گئے اور ان کی اب حیثیت بھی کوئی نہیں۔ جو جماعت احمدیہ کی اکثریت ہے، وہ جماعت جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام و مرتبہ کو سمجھتی ہے وہ بہرحال اس بات کا ادراک رکھتی ہے کہ خلافت سے جڑ کر رہنا ہی اصل چیز ہے۔ اسی سے جماعت کی اکائی ہے۔ اسی سے جماعت کی ترقی ہے۔ اسی سے دشمنان احمدیت اور اسلام کے حملوں کے جواب کی طاقت ہم میں پیدا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ کی تائید و نصرت اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق اب اسلام کی اس نشأۃ ثانیہ میں خلافت کے نظام سے وابستہ ہے۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ صرف زبانی ایمان کا اعلان اللہ تعالیٰ کے فضل حاصل کرنے والا نہیں بنا دیتا بلکہ آیت استخلاف میں جہاں اللہ تعالیٰ نے مومنوں میں خلافت کا وعدہ فرمایا ہے، ان کے خوف کو امن

میں بدلنے کی خوشخبری دی ہے، خلافت سے وابستہ رہنے والوں کو تمکنت عطا فرمانے کا اعلان فرمایا ہے وہاں ان انعامات کا صرف ان لوگوں کو مورد ٹھہرایا ہے جو عبادتوں اور دعاؤں کی طرف توجہ دینے والے ہوں اور اس مقصد کے لئے قربانیاں کرنے والے ہوں کہ خدا کی توحید دنیا میں قائم کرنی ہے۔ پہلے بھی کئی دفعہ بتا چکا ہوں کہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے والے تو بہت سے ہوں گے لیکن حقیقی لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللہ کہنے والے وہی ہیں جو ہر حالت میں صرف خدا تعالیٰ کی طرف دیکھتے ہیں۔ غیر اللہ کی طرف اُن کی نظر نہیں ہوتی۔ پس ہر یوم خلافت جو ہم مناتے ہیں، ہمیں اپنی دعاؤں اور عبادتوں اور توحید پر قائم رہنے اور توحید کو پھیلانے کے معیاروں کو ماپنے کی طرف توجہ دلانے والا ہونا چاہئے۔ ورنہ اگر یہ نہیں، اگر ہمارے معیار اللہ تعالیٰ سے تعلق میں پہلے سے بلند نہیں ہو رہے تو جلسے، تقریریں، علمی باتیں اور خوشیاں منانا کوئی حیثیت نہیں رکھتے۔ پس اس روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ دعاؤں کی طرف ہماری توجہ ہوگی، توحید کی حقیقت کو سمجھنے کی طرف ہماری نظر ہوگی تو ہم میں سے ہر ایک ان فضلوں کا وارث بنے گا جس کا اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے وعدہ فرمایا ہے۔

گزشتہ خطبہ میں بھی میں نے ذکر کیا تھا کہ ہر پریشانی اور ہر مشکل کے وقت ہمیں خدا تعالیٰ کے آگے جھکنا چاہئے۔ دنیاوی طریقہ احتجاج جو ہے اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا خلافت سے وابستہ رہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے اور پریشانیوں سے نجات پانے اور امن کی حالت میں آنے والوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے دعاؤں اور عبادتوں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پس یہی ہمارے اصل ہتھیار ہیں جن پر ہم مکمل اور مستقل انحصار کر سکتے ہیں۔ دعاؤں کے ہتھیار کو چھوڑ کر ہم چھوٹے اور عارضی ہتھیاروں کی طرف دیکھیں گے تو ہمیں کامیابی نہیں مل سکتی، نہ کبھی چھوٹے ہتھیاروں سے کسی کو کامیابی ملی ہے یا ملا کرتی ہے۔ انبیاء کی تاریخ میں ہمیں کامیابیاں انہیں دعاؤں کے ذریعہ سے ہی ملتی نظر آتی ہیں اور خاص طور پر جب ہم اسلام کی تاریخ دیکھیں اور خاص طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور خلافت راشدہ کے زمانے کو دیکھیں تو دنیاوی طاقت سے نہیں، اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے ہی فتوحات ملیں۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق فتوحات ملیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ تمام تر وعدوں کے باوجود ان فتوحات کو حاصل کرنے کے لئے جان کی قربانیاں دینی پڑیں، عبادتوں کے معیار بھی بلند کرنے پڑے۔

یہاں ضمناً یہ بھی ذکر کر دوں کہ میں نے گزشتہ خطبہ میں ایک احمدی کا ذکر کیا تھا جس نے اپنے شیعہ دوست کے حوالے سے بات کی تھی کہ تم لوگ صحیح جواب نہیں دیتے اور یہ بھی شاید مَیں نے بتایا تھا کہ لگتا

ہے ان احمدی دوست کی سوچ بھی یہ ہے کہ دنیاوی کوشش کی طرف ہمیں توجہ دینی چاہئے۔ مَیں نے نام تو نہیں لیا تھا لیکن بہرحال سمجھ گئے۔ انہوں نے مجھے خط لکھا ہے کہ مَیں نے اپنے شیعہ دوست کا ذکر کیا تھا، میری ایسی سوچ نہیں ہے۔ لیکن بہرحال مجھے اور مختلف جگہوں سے ایسی باتیں پہنچتی رہتی ہیں جن سے ایسی سوچ کا اظہار ہوتا ہے۔ اس لئے ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات دعاؤں سے ملنے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس طرف توجہ دلاتے ہوئے ہمیں فرماتا ہے کہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (الکوثر:03)۔ پس تو اپنے رب کی عبادت کر اور اس کے لئے قربانیاں دے۔ پھر یہ جو عبادت اور قربانیاں ہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنائیں گی۔ اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انسانی فطرت ہے اور یہ جو فطرت ہے اس کے مطابق لمبے عرصے کی پریشانیاں اور تنگیاں اور ابتلا انسان کو بے چین کر دیتے ہیں۔ اور جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں ذکر کیا تھا کہ ایسے حالات میں رسول اور مومنین بھی مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ کہ اللہ کی مدد کب آئے گی، اس کی آواز بلند کرتے ہیں۔ بے چین ہو کر ان کے دل سے یہ آواز بلند ہوتی ہے۔ مایوسی کی وجہ سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے رحم کو ابھارنے کے لئے، اس کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے اپنے آپ کو مکمل طور پر خدا تعالیٰ کی گود میں ڈالتے ہوئے دعاؤں کو اپنی انتہا تک پہنچاتے ہوئے قربانیوں کے معیار قائم کرتے ہوئے یہ آواز بلند کرتے ہیں۔ تب پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ اَلَاۤ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ کہ سنو! یقیناً اللہ تعالیٰ کی مدد قریب ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے۔

(تذکرہ صفحہ 39 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

مختلف اوقات میں آپ نے اللہ تعالیٰ کی نصرت کے قریب ہونے کے نظارے دیکھے ہیں۔ آپ کو بھی الہاماً یہی فرمایا گیا اور پھر عملاً دیکھا بھی۔ آپؑ نے تو یہ نظارے دیکھے ہی ہیں لیکن ہم نے بھی مختلف وقتوں میں دیکھے ہیں اور دیکھتے رہتے ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ آئندہ بھی دیکھتے رہیں گے۔ اس کے اپنے اپنے دائرے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی مدد اپنے نظارے دکھاتی ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کا فتح کی صورت میں آخری عظیم الشان نظارہ بھی انشاء اللہ تعالیٰ ہم دیکھیں گے۔ دشمن کے منصوبے بہت خطرناک ہیں۔ دنیاوی نظر سے دیکھیں تو بظاہر خوفناک صورتحال نظر آتی ہے، خاص طور پر مسلمان ممالک اور پاکستان میں تو خصوصی طور پر۔ لیکن اللہ تعالیٰ تو سب قدرتوں کا مالک ہے وہ خَيْرُ الْمَاكِرِيْنَ ہے۔ دشمن کے تمام منصوبوں کو خاک میں ملانے کی طاقت رکھتا ہے۔ اور انشاء اللہ تعالیٰ ان سب کے مکر اُن پر

الٹائے جائیں گے۔ لیکن ہمیں دعاؤں اور استغفار کی طرف بہت زیادہ توجہ کی ضرورت ہے۔ اپنی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے بھی اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے آنے والی فتوحات کو سنبھالنے کے لئے بھی ہمیں دعاؤں کی ضرورت ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ (النصر: 4)۔ کہ پس اپنے رب کی حمد کے ساتھ اس کی تسبیح کر اور اس سے مغفرت مانگ۔ پس اس مضمون کو سمجھنے کی ہم سب کو ضرورت ہے۔ اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔

مَیں نے پہلے بھی اس طرف توجہ دلائی تھی کہ قربانیوں کے مضمون کو تو ہم بہت حد تک سمجھتے ہیں لیکن دعاؤں کی حقیقت کو سمجھنے کی ابھی بہت ضرورت ہے۔ اگر ہم نے ان قربانیوں کے پھل جلد سے جلد حاصل کرنے ہیں تو دعاؤں کے معیاروں کو بلند کرنے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اپنے اندر وہ حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو خدا تعالیٰ ہم سے چاہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ (النمل: 63) کہ (نیز بتاؤ تو) کون کسی بیکس کی دعا سنتا ہے جب وہ اس (خدا) سے دعا کرتا ہے اور (اس کی) تکلیف کو دور کر دیتا ہے اور وہ تم (دعا کرنے والے انسانوں) کو (ایک دن) ساری زمین کا وارث بنا دے گا۔ کیا (اس قادرِ مطلق) اللہ کے سوا کوئی معبود ہے؟ تم بالکل نصیحت حاصل نہیں کرتے۔

(ترجمہ از تفسیر صغیر)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں فرماتے ہیں کہ

''یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آ جاوے تو ان باتوں کے واسطے اس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالتِ اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے جیسا کہ فرمایا اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ (النمل: 63)''

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 137)

پس ہمیں اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں پہلے سے بڑھ کر توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اضطراب پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے رحم کو ابھارنے کی ضرورت ہے۔ اس وقت میں بعض دعاؤں کی طرف بھی توجہ دلانا چاہتا ہوں جو جماعت احمدیہ کی جوبلی کے لئے پہلے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثالث نے بتائی

تھیں۔ پھر بعد میں خلافت جوبلی کے لئے میں نے بتائی تھیں۔ ان کو بھولنا نہیں، نہ کم کرنا ہے۔ ان کو ہمیشہ کرتے رہنا چاہئے۔ مستقل اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا چاہئے اور پھر اپنی نمازوں کو اپنی عبادتوں کو بھی سنوار کر ادا کرنے کی اور اس کا حق ادا کرتے ہوئے ادا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ تبھی ہم دعاؤں کا بھی حق ادا کر سکتے ہیں۔

ایم ٹی اے پر تو یہ دعائیں آتی رہتی ہیں لیکن بہرحال یاددہانی کے طور پر بتا دیتا ہوں۔ ان میں سے پہلے سورۃ فاتحہ ہے، اس کو بہت زیادہ پڑھنا چاہئے۔ درود شریف ہے جو ہم نماز میں پڑھتے ہیں، اس کا بہت زیادہ ورد کریں۔ پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو الہامی دعا سکھائی گئی تھی۔ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔

(تذکرہ صفحہ 25 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

اس کو بہت زیادہ پڑھیں۔ ایک حدیث میں آتا ہے حضرت ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ دو کلمے ایسے ہیں جو بولنے کے لحاظ سے زبان پر نہایت ہی ہلکے ہیں لیکن وزن کے لحاظ سے ترازو میں بہت وزنی ہیں اور وہ خدائے رحمان کے بہت ہی پیارے ہیں اور وہ سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ۔ آپ نے فرمایا خدائے رحمان کے بہت پیارے ہیں۔ پس اللہ تعالیٰ کے رحم کو ابھارنے کے لئے یہ دعا بھی بہت ضروری ہے۔

(صحیح البخاری کتاب الدعوات باب فضل التسبیح حدیث نمبر 6406)

پھر یہ دعا تھی جو اَب بھی پڑھنی چاہئے کہ رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔ (آل عمران: 9)

یعنی اے اللہ! ہمارے دلوں کو ٹیڑھا ہونے نہ دینا بعد اس کے کہ تو ہمیں ہدایت دے چکا ہے اور ہمیں اپنی جناب سے رحمت عطا کر۔ یقیناً تو ہی ہے بہت عطا کرنے والا ہے۔

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی وفات کے بعد خواب دیکھی تھی جس میں آپؑ نے بڑی تاکید فرمائی تھی کہ یہ دعا بہت پڑھا کرو رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا والی۔ حضرت خلیفہ اول کو جب آپ نے یہ خواب سنائی تو حضرت خلیفہ اول نے فرمایا کہ میں اب اسے کبھی پڑھنا نہیں چھوڑوں گا۔ بہت زیادہ پڑھوں گا اور یہ فرمایا کہ جہاں اس میں ایمان کی مضبوطی کے لئے اللہ تعالیٰ سے التجا ہے وہاں یہ دعا نظام خلافت سے جڑے رہنے کے لئے بھی بہت بڑی دعا ہے۔

(ماخوذ از تحریرات مبارکہ صفحہ 306-307 شائع کردہ شعبہ اشاعت لجنہ اماء اللہ پاکستان)

پھر ایک دعا تھی جس پر بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ رَبَّنَآ اَفۡرِغۡ عَلَيۡنَا صَبۡرًا وَّ ثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ۔(البقرة:251)

کہ اے ہمارے رب! ہم پر صبر نازل کر اور ہمارے قدموں کو ثبات بخش اور کافر قوم کے خلاف ہماری مدد کر۔

پھر اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُكَ فِيۡ نُحُوۡرِهِمۡ وَنَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شُرُوۡرِهِمۡ کی دعا ہے۔

ایک روایت میں آتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کسی قوم کی طرف سے کوئی خطرہ محسوس فرماتے تھے تو آپ یہ دعا پڑھتے تھے کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُكَ فِيۡ نُحُوۡرِهِمۡ وَ نَعُوۡذُبِكَ مِنۡ شُرُوۡرِهِمۡ ۔ کہ اے اللہ! ہم تجھے ان کے سینوں میں ڈالتے ہیں اور ان کی شرارتوں سے تیری پناہ طلب کرتے ہیں۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلوۃ باب مایقول الرجل اذا خاف قومًا حدیث نمبر 1537)

اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَجۡعَلُكَ فِيۡ نُحُوۡرِهِمۡ ۔ کا ترجمہ اے اللہ ہم تجھے ان کے سینوں میں ڈالتے ہیں پوری طرح واضح نہیں ہوتا، سمجھ نہیں آتی اس کا کیا مطلب ہے۔ نَحر کے لغوی معنی بتاؤں تو شاید مزید واضح ہو جائے۔ اَلنَّحۡرُ کہتے ہیں سینے کے اوپر کے حصہ کو یا سینہ اور گردن کے جوڑ کو اور خاص طور پر اس جگہ جہاں گڑھا ہے اس جگہ کو جو سانس کی نالی کا اوپر کا حصہ ہے۔ یعنی اس کا یہ مطلب بنے گا کہ اے اللہ! تُو ہی ان پر ایسا وار کر جس سے ان کی زندگی کا سلسلہ منقطع ہو جائے اور ہم ان کی شرارتوں سے بچ جائیں۔ تُو ہی ہے جو ان شریروں اور فساد پیدا کرنے والوں اور ظلم کرنے والوں کی طاقت توڑنے والا ہے۔ پس ان کا خاتمہ کر اور ہمیں ان کے شر سے اپنی پناہ میں لے لے۔

پھر جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ استغفار کا بھی فرماتا ہے کہ بہت زیادہ استغفار کرو۔ اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰهَ رَبِّيۡ مِنۡ كُلِّ ذَنۡبٍ وَّ اَتُوۡبُ اِلَيۡهِ کی دعا ہے۔

پھر اسی طرح کچھ عرصہ ہوا مَیں نے ایک خواب کی بنا پر کہا تھا کہ رَبِّ كُلُّ شَيۡءٍ خَادِمُكَ رَبِّ فَاحۡفَظۡنِيۡ وَانۡصُرۡنِيۡ وَارۡحَمۡنِيۡ

(تذکرہ صفحہ 363 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

کی دعا بہت زیادہ پڑھیں۔ پھر یہ دعا بھی اس میں شامل کریں جو میں نے گزشتہ خطبہ میں بتائی تھی کہ رَبَّنَا اغۡفِرۡ لَنَا ذُنُوۡبَنَا وَاِسۡرَافَنَا فِيۡۤ اَمۡرِنَا وَثَبِّتۡ اَقۡدَامَنَا وَانۡصُرۡنَا عَلَى الۡقَوۡمِ

الْكَافِرِيْنَ (آل عمران: 148) کہ اے ہمارے رب! ہمارے قصور یعنی کوتاہیاں اور ہمارے اعمال میں ہماری زیادتیاں ہمیں معاف کر اور ہمارے قدموں کو مضبوط کر اور کافر لوگوں کے خلاف ہماری مدد کر۔

اس کے علاوہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ایک الہامی دعا ہے اسے پڑھنے کی بہت ضرورت ہے۔ دشمن اب اپنی انتہا کو پہنچا ہوا ہے ہمیں بھی دعائیں کرنی چاہئیں۔ حضرت مسیح موعودؑ فرماتے ہیں کہ میں اپنی جماعت کے لئے اور پھر قادیان کے لئے دعا کر رہا تھا تو یہ الہام ہوا کہ زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں۔ پھر فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا۔ یعنی پس پیس ڈال ان کو، خوب پیس ڈالنا۔ فرمایا کہ میرے دل میں آیا کہ اس پیس ڈالنے کو میری طرف کیوں منسوب کیا گیا ہے۔ اتنے میں میری نظر اس دعا پر پڑی جو ایک سال ہوا بیت الدعا پر لکھی ہوئی ہے اور وہ دعا یہ ہے۔ يَا رَبِّ فَاسْمَعْ دُعَآئِيْ وَ مَزِّقْ اَعْدَآئَكَ وَ اَعْدَآئِيْ وَ اَنْجِزْ وَعْدَكَ وَانْصُرْ عَبْدَكَ وَ اَرِنَا اَيَّامَكَ وَ شَهِّرْ لَنَا حُسَامَكَ وَلَا تَذَرْ مِنَ الْكَافِرِيْنَ شَرِيْرًا۔ کہ اے میرے رب! تو میری دعا سن اور اپنے دشمن اور میرے دشمنوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے اور اپنا وعدہ پورا فرما اور اپنے بندے کی مدد فرما اور ہمیں اپنے دن دکھا اور ہمارے لئے اپنی تلوار سونت لے اور انکار کرنے والوں میں سے کسی شریر کو باقی نہ رکھ۔

(ماخوذ از تذکرہ صفحہ 426 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

پس یہ دعائیں ہیں ان کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے۔

اب اس کے بعد میں آج اپنے ایک انتہائی پیارے، مخلص، باوفا، نافع الناس اور بہت سی خوبیوں کے مالک جن کا نام ڈاکٹر مہدی علی قمر تھا ابن مکرم چوہدری فرزند علی صاحب کا ذکر خیر کروں گا جنہیں 26 رمئی کو ربوہ میں شہید کر دیا گیا۔ اور واقعہ یہ ہے کہ صبح تقریباً پانچ بجے دو نامعلوم موٹر سائیکل سوار آئے جب یہ دارالفضل کے قریب بہشتی مقبرہ کی طرف جا رہے تھے وہاں ان کو فائرنگ کر کے انہوں نے شہید کیا۔

یہ کہتے ہیں کہ مکرم ڈاکٹر مہدی علی صاحب جو ہارٹ سپیشلسٹ تھے اپنی اہلیہ اور بچوں کے ہمراہ دو یوم قبل امریکہ سے وقف عارضی کے لئے طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں تشریف لائے تھے۔ ڈاکٹر صاحب کی رہائش بھی وہیں تھی اور 26 رمئی 2014ء کی صبح بعد نماز فجر اہلیہ، ایک بیٹے اور عزیزہ کے ہمراہ بہشتی مقبرہ دعا کے لئے جا رہے تھے۔ کچی سڑک پر بہشتی مقبرے کے گیٹ کے سامنے پہنچے تھے کہ ایک موٹر سائیکل پر سوار دو افراد آئے جنہوں نے آ کر ڈاکٹر صاحب پر فائرنگ کر دی اور فائر کر کے مین روڈ پر سرگودھا کی طرف فرار ہو گئے اور 11 گولیاں فائر کیں جو ان کو لگیں جس سے ڈاکٹر صاحب کی موقع پر ہی شہادت ہو گئی۔

ڈاکٹر صاحب شہید کے خاندان کا تعلق گوکھووال ضلع فیصل آباد سے ہے۔ ان کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ آپ کے والد مکرم چوہدری فرزند علی صاحب کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے اوائل جوانی میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کی تھی۔ چوہدری صاحب کی بیعت کے بعد اُن کے بھائی مکرم چوہدری اللہ دتہ صاحب نے بیعت کر لی۔ پھر یہ خاندان ربوہ شفٹ ہو گیا۔ ڈاکٹر صاحب شہید کے نانا مکرم ماسٹر ضیاء الدین صاحب شہید ربوہ کے مکینوں میں پہلے شہید تھے جو 1974ء میں سرگودھا سٹیشن پر فائرنگ سے شہید ہوئے۔ اس وقت ماسٹر ضیاء الدین صاحب محلہ دارالبرکات کے صدر اور تعلیم الاسلام سکول میں استاد بھی تھے۔

ڈاکٹر صاحب شہید 23 ستمبر 1963ء کو ربوہ میں پیدا ہوئے۔ ڈاکٹر صاحب کی پیدائش کے روز حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ قمر الانبیاء کا وصال ہوا۔ اسی مناسبت سے ڈاکٹر صاحب کے والد نے ان کے نام کے ساتھ ''قمر'' کا لقب لگا دیا۔ پھر ڈاکٹر صاحب کے نانا شہید جو تھے انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے نام کا حصہ ''بشیر الدین'' بھی ساتھ شامل کر دیا۔ چنانچہ ڈاکٹر صاحب شہید کا پورا نام ''مہدی علی بشیر الدین قمر'' ہو گیا۔ اور یہی نام ہر جگہ لکھا جاتا ہے۔ ڈاکٹر صاحب شہید نے ابتدائی تعلیم ربوہ میں ہی تعلیم الاسلام سکول اور کالج میں لی۔ نہایت ذہین اور ہونہار طلباء میں ان کا شمار ہوتا تھا۔ پھر پنجاب میڈیکل کالج فیصل آباد میں میڈیکل کی تعلیم شروع کی۔ وہاں پڑھائی کے دوران احمدیت کی وجہ سے طلباء نے کافی مخالفت کی۔ کتابیں اور سامان وغیرہ جلا دیا جس کی وجہ سے کچھ عرصہ کے لئے واپس ربوہ آ گئے۔ پھر حالات بہتر ہوئے تو دوبارہ جا کر تعلیم شروع کی۔ ایم بی بی ایس کا امتحان پاس کیا۔ پھر 1989ء سے جولائی 91ء تک دو سال فضل عمر ہسپتال ربوہ میں خدمات سرانجام دیتے رہے۔ بعض ازاں اپنی والدہ کے ساتھ کینیڈا منتقل ہو گئے۔ کینیڈا میں میڈیکل کے امتحانات پاس کرنے کے بعد ہاؤس جاب کیا۔ پھر بروک لِن (Brooklyn) یونیورسٹی نیو یارک چلے گئے۔ وہاں کارڈیالوجی میں سپیشلائزیشن کیا۔ تعلیم مکمل کرنے کے بعد کولمبس اوہایو امریکہ میں آپ نے جاب شروع کیا۔ وہیں پھر مستقل رہائش اختیار کر لی اور طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے قیام کے بعد جب میں نے ڈاکٹروں کو تحریک کی تو یہ بھی وقف عارضی کے لئے آتے تھے۔ اس سے پہلے بھی دو دفعہ آ چکے تھے۔ اب تیسری دفعہ تشریف لائے تھے۔ جماعتی طور پر مختلف سطح پر ان کو کام کرنے کی توفیق ملی۔ بڑے نرم مزاج، نرم خو اور نرم روشخصیت کے مالک تھے۔ ہر کسی کے ساتھ ہمدرد اور دکھ درد میں شریک ہوتے تھے۔ کبھی کسی سے لڑائی جھگڑا یا تنگی ترشی نہیں کی۔ ڈاکٹر صاحب کی

اہلیہ نے بتایا کہ میرے ساتھ بھی بے حد نرم رویہ رکھتے تھے۔ ہر طرح دلداری کرتے۔ غلطیوں کو ہمیشہ نظر انداز کیا۔ کبھی کوئی تکلیف نہیں ہونے دی۔ بچوں کے لئے بڑے شفیق اور مہربان باپ تھے۔ بچوں کی اچھی تعلیم و تربیت کا ہر وقت خیال رکھتے تھے۔ انتہائی منکسر المزاج تھے۔ یہ کہتی ہیں کہ مجھے اگر کسی بات پر غُصّہ آ جاتا تو ہمیشہ کہتے غُصّہ نہیں کرتے۔ طبیعت میں عاجزی اور انکساری بہت تھی۔ سسرالی رشتہ داروں کا بھی بہت خیال رکھتے تھے۔ ان کی خوشدامن نے بتایا کہ مَیں پانچ سال امریکہ جا کے ان کے پاس رہی اور انہوں نے کبھی اونچی آواز سے بات نہیں کی اور ہمیشہ اپنی ماں کی طرح میرا عزت و احترام کیا۔ مہمان نوازی ان کا ایک بہت بڑا شیوہ تھا۔ جماعتی تقریبات کے موقع پر اپنے گھر میں مہمان ٹھہرانے کا اہتمام کرتے۔ پھر ائیرپورٹ سے لانے لے جانے کا کام کرتے۔ غریبوں اور ضرورتمندوں کی کثرت سے امداد کیا کرتے تھے۔ شہید اپنے شعبہ کے علاوہ ادبی ذوق بھی رکھتے تھے۔ ایک اچھے شاعر بھی تھے۔ ان کا مجموعہ کلام ’برگ خیال‘ کے نام سے طباعت کے مراحل میں ہے۔ اسی طرح کیلیگرافی بھی اچھی کر لیتے تھے۔ ان کا خلافت سے انتہائی گہری محبت اور خلوص کا تعلق تھا اور ہر تحریک پر فوری لبیک کہنے والے تھے۔ بڑھ چڑھ کر چندہ دیتے تھے۔ کولمبس کی مسجد کی تعمیر میں بھی ایک بہت خطیر رقم انہوں نے پیش کی۔ اس کی زیبائش اور آرائش کا کام بھی کیا۔ اسی طرح اپنے آبائی محلہ دارالرحمت غربی ربوہ کی مسجد کے لئے بھی بڑی رقم دی۔ طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ کے لئے بھی عطیات کی فراہمی میں پیش پیش رہتے تھے۔ دعوت الی اللہ کا جنون کی حد تک ان کو شوق تھا اور دینی مطالعہ بھی اللہ کے فضل سے کافی تھا۔ یُوٹیوب پر غیر احمدیوں اور معترضوں کے اعتراضوں کے مؤثر جواب دینے میں مستعد تھے۔ ان کے لواحقین میں اہلیہ محترمہ وجیہہ مہدی اور تین بیٹے عزیزم عبداللہ علی عمر پندرہ سال، ہاشم علی عمر سات سال اور عزیزم اشعر علی عمر تین سال ہیں۔ ان کا یہ چھوٹا بچہ اس وقت ساتھ ہی تھا جب ان کو گولیاں ماری گئیں۔

ان کی شاعری کی بات کی تھی تو وہ نمونۃً مَیں بتا دوں۔ 28؍مارچ 2014ء کو انہوں نے جو اپنی آخری نظم کہی اس کے دو تین شعر یہ ہیں۔

موت کے روبرو کریں گے ہم　　　زندگی کے حصول کی باتیں

نہ مٹا پائے گا یزید کوئی　　　حق ہیں ابن بتول کی باتیں

سب فنا ہو گا پر رہیں گی تمام　　　باقی اللہ رسول کی باتیں

پھر ایک ان کا پرانا شعر پہلے کا بھی ہے کہ

اللہ تیری راہ میں یہی آرزو ہے اپنی
اے کاش کام آئے خونِ جگر ہمارا

پھر اپنی شاعری میں 'نورِ استخلاف' کے نام سے ایک نظم ہے۔ اس میں لکھتے ہیں کہ

رحمتِ حق نے پلایا ہے یوں جامِ زندگی
کہ بندھا اپنا خلافت سے نظامِ زندگی
رشک ہے شمس و قمر کو نورِ استخلاف پر
ابلیس کے چیلوں پہ ہے تاریک شامِ زندگی

ہادی علی صاحب جو ہمارے مبلغ سلسلہ ہیں یہاں بھی بڑا لمبا عرصہ رہے ہیں، ڈاکٹر صاحب ان کے چھوٹے بھائی تھے اور جس طرح ہادی علی صاحب کیلیگرافی کرتے ہیں ڈاکٹر صاحب کو بھی اسی طرح کیلیگرافی کا بڑا شوق تھا، لکھا کرتے تھے۔ ہادی علی صاحب کہتے ہیں کہ ہمارے بھائی بہت ہی غیر معمولی انسان تھے۔ ان کی جدائی سارے خاندان کے لئے گویا ایک بہت بڑا صدمہ ہے مگر محض اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارا خاندان اللہ تعالیٰ کی رضا پر صدقِ دل سے راضی اور صابر اور شاکر ہے۔ مہدی علی شہید کی ای میلز پر اس طرح کے فقرے لکھے ہوتے تھے کہ قُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ:84)۔ ان کی ہمشیرہ کہتی ہیں کہ بچپن سے ہی بہت پیاری مدبرانہ اور بزرگ طبیعت کے مالک تھے۔ فضولیات سے ہمیشہ بچتے۔ نہایت شوق اور باقاعدگی سے نماز ادا کرتے۔ بچپن سے ہی ذیلی تنظیم کے فعال رکن تھے۔ جب طفل تھے تو صبح نمازِ فجر سے پہلے لوگوں کو جگانے کے لئے صَلِّ عَلٰی کیا کرتے تھے۔ بچپن سے ہی مطالعہ کا شوق تھا اور جماعتی کتب کا مطالعہ بہت کم سنی سے شروع کر دیا تھا۔

اکثر بزرگ جو آپ کے محلے میں رہتے تھے آپ ان سے استفادہ کیا کرتے تھے، اُن کے پاس جایا کرتے تھے۔ ان میں مولانا عبداللطیف بہاولپوری صاحب، اسی طرح صوفی بشارت الرحمن صاحب، مولانا ابوالعطاء صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ ان کو ربوہ سے ایک خاص محبت تھی جو ساری زندگی آپ کے دل میں رہی یہاں تک کہ اپنی جان بھی اسی سرزمین ربوہ میں اپنے خدا کے حضور پیش کی۔ والدین کی خواہش پر ڈاکٹر بنے اور بہت پائے کے ڈاکٹر بنے اور کئی اعزازات حاصل کئے۔ یہ معمولی ڈاکٹر بھی نہیں تھے۔ طبیعت میں بہت ٹھہراؤ تھا۔ کبھی وقت ضائع نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ علم کی جستجو رہی۔ بچوں کی بھی بہت اعلیٰ تربیت کی۔ مصروف الاوقات ہونے کے باوجود اپنی بیوی بچوں کے لئے وقت نکالتے۔

اپنے بچوں کو قرآن کریم بھی انہوں نے خود سکھایا اور پڑھایا۔ یہاں ہمارے بعض لوگ کہتے ہیں کہ جی ہمیں وقت نہیں ملتا۔ دوسروں کے معاملے میں عفو سے کام لینے والے۔ خود تکالیف برداشت کر لیتے تھے اور پوچھنے پر یہی بتاتے تھے کہ اللہ کی رضا کی خاطر کر رہا ہوں۔ ان کے ایک دوست ڈاکٹر محمود کہتے ہیں کہ ہم میڈیکل کالج میں روم میٹ تھے وہاں دیکھنے کا موقع ملا۔ صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور میرے سے سینئر تھے اس لئے کوئی غلط کام دیکھتے تو بڑے پیار سے رہنمائی بھی فرماتے تھے۔ خدمت خلق کا جذبہ ہمیشہ غالب رہا۔

ربوہ کا پہلا بلڈ بنک بھی ڈاکٹر مہدی علی شہید اور ڈاکٹر سلطان مبشر اور ڈاکٹر محمود صاحب نے شروع کیا لیکن اس میں زیادہ کوشش ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی تھی۔ اب یہ بلڈ بنک اللہ تعالیٰ کے فضل سے اردگرد کے لوگوں کو بھی جب بھی خون کی ضرورت پڑے، خون مہیا کرتا ہے۔

ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ شہید نہایت عاجز اور منکسر المزاج طبیعت کے مالک تھے۔ ہمیشہ چہرے پر مسکراہٹ ہوتی تھی۔ ابھی کچھ دن ہوئے مجھے مل کے گئے تھے۔ جب سے ان کی شہادت کی خبر ملی ہے وہی مسکراتا چہرہ بار بار سامنے آ جاتا ہے۔ بڑا پرسکون چہرہ تھا اور جیسا کہ بعض لکھنے والوں نے لکھا ہے شہادت کے وقت بھی جو اُن کی تصویر دیکھی ہے سینہ خون سے بھرا ہوا ہے لیکن لگتا ہے بڑے پرسکون انداز میں سوئے ہوئے ہیں۔

عبدالسلام ملک صاحب جو کولمبس جماعت کے صدر ہیں کہتے ہیں کہ ڈاکٹر مہدی علی صاحب ہماری جماعت میں دس سال قبل آئے تھے اور شروع سے ہی ہماری لوکل عاملہ کے فعال رکن تھے۔ جماعت کی اطاعت کا بھرپور جذبہ ان کی ذات میں ودیعت تھا۔ کبھی کسی بات پر argument نہیں کرتے تھے۔ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ہر بات قبول کرتے۔ کبھی یہ نہ کہتے کہ یہ کام نہیں ہوسکتا۔ جب بھی کوئی ذمہ داری آپ کے سپرد کی گئی ہمیشہ اسے عمدگی سے نبھایا۔

خلافت سے ایک والہانہ رنگ میں عشق تھا اور جب میں 2012ء میں وہاں کولمبس امریکہ کے دورے پر گیا ہوں تو رات بھر جاگ کر مسجد کی آرائش اور خطاطی کا کام کرتے رہے۔ کئی بینر لگائے اور ان کے بھائی ہادی صاحب بھی ساتھ تھے اور رات بھر مسجد میں کام کرنے کے بعد صبح اپنے ہسپتال کی ڈیوٹی بھی پوری نبھائی۔ اور پھر یہ کہ مسجد کی سجاوٹ پر جو بھی خرچ ہوا انہوں نے ہمیشہ اپنی جیب سے ادا کیا۔ اور جب مسجد میں کام کر رہے ہوتے تھے تو کوئی یہ نہیں سمجھتا تھا کہ آپ اتنے بڑے ڈاکٹر ہیں۔ نہایت سادگی سے

اپنی خدمت کر رہے ہوتے تھے۔ مالی قربانی میں صف اول میں رہے۔ عبدالسلام ملک صاحب بھی ڈاکٹر ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کے ساتھ مجھے بھی کام کرنے کا موقع ملا۔ کئی دفعہ ایسا ہوجاتا کہ آپ کی کامیابی کو دیکھ کر بعض دوسرے لوگ حسد کی بنا پر مشکلات کھڑی کرتے تھے۔ آپ ہمیشہ خندہ پیشانی سے ان مشکلات کا سامنا کرتے۔ کبھی آپ کو میں نے غصّے میں نہیں دیکھا۔ ہمیشہ ہی پرسکون اور مسکراتے ہوئے پایا۔ اور یہ کہا کرتے تھے کہ ہمیں کیا ضرورت ہے پریشان ہونے کی۔ خلیفۂ وقت کی دعائیں ہمارے ساتھ ہیں کوئی فکر کی بات نہیں۔ جیسا کہ مَیں پہلے بھی بتا چکا ہوں یہاں آئے چند دن رہے اور بڑے خوش تھے۔ جا کے دوستوں کو بتایا کہ مَیں مل کے آیا ہوں۔ میٹنگ کی باتیں کیں۔

یہ ایک لکھنے والے لکھتے ہیں کہ آپ کی ای میل پر یہ بھی لکھا ہوتا تھا کہ اپنے اندر وہ تبدیلی پیدا کرو جو تم دوسروں میں دیکھنا چاہتے ہو اور خود اس کی زندہ مثال تھے۔

ڈاکٹر نوری صاحب جو ربوہ میں طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ میں ہمارے ڈاکٹر ہیں کہتے ہیں ڈاکٹر مہدی علی صاحب مریضوں میں بے حد مقبول تھے۔ غریب اور نادار مریض آپ کے پاس بہت خوشی اور امید سے علاج کے لئے آتے تھے۔ ذاتی دلچسپی اور توجہ سے ہر مریض کو دیکھتے۔ طبیعت میں انتہائی سادگی تھی۔ لباس اتنا سادہ ہوتا کہ ان کو مریضوں کے درمیان دیکھ کر پہچاننا مشکل ہوتا تھا۔ طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں خدمت کے لئے اپنے آپ کو رضا کارانہ طور پر اور بغیر کسی تکلف کے پیش کیا۔ ارادے کے بہت پکے تھے۔ بے لوث خدمت خلق کے لئے ان کا اس ہسپتال میں آتے رہنا اپنے پیشہ کے ساتھ پرخلوص وابستگی کا ثبوت ہے۔ انتہائی عاجز انسان تھے۔ حافظہ کمال کا تھا۔ قرآن کریم اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ساتھ شاعری اور کیلیگرافی میں بھی دلچسپی تھی۔

ہمارے ہاں مبارک صدیقی صاحب جو ہیں وہ بھی ان کے کلاس فیلو تھے۔ کہتے ہیں کہ مہدی علی بچپن سے ہی مومنانہ صفات کے حامل خوبصورت اور ذہین انسان تھے۔ جماعت احمدیہ کے جان نثار خادم اور خلافت سے از حد پیار کرنے والے تھے۔ علم اور مالی فراخی میں ہمیشہ ہم سے بہت آگے ہونے کے باوجود انتہائی حلیم اور عاجز قسم کے انسان تھے۔ کہتے ہیں کہ سکول کے زمانے میں بعض اوقات میرے پاس کورس کی ساری کتابیں نہیں ہوتی تھیں تو یہ مجھے کہتے کہ آدھا دن کتاب میں نے پڑھ لی ہے اب آدھا دن کتاب تم پڑھ لو۔ حتی کہ بعض اوقات عین اس وقت جب اگلے روز امتحان ہوتا تھا آپ جلدی جلدی کتاب پڑھ کر مجھے پکڑا جاتے کہ اب باقی دن تم پڑھ لو۔ اس کے باوجود بھی آپ زیادہ تر اول پوزیشن ہی حاصل

کرتے تھے۔ گزشتہ دنوں جب لندن آئے تھے تو میں نے کہا امریکہ کے ایک بڑے سرجن بن گئے ہیں تو اب کسی اچھے ریسٹورنٹ میں لے کے چلتے ہیں۔ کہنے لگے میں وہی عاجز انسان ہوں۔ کسی غریب سے ہوٹل میں چلے جائیں وہیں کھانا کھالیں گے۔ کبھی آپ کے منہ سے غیر شائستہ لفظ نہیں سنا۔ نظام جماعت کے بارے میں بڑی غیرت رکھتے تھے اور کسی کی مجال نہیں تھی کہ آپ کے سامنے کسی چھوٹے سے چھوٹے جماعتی عہدیدار کے خلاف بھی کوئی بات کر سکے۔ ایک مثالی احمدی تھے۔ غریب دوستوں کی مالی مدد کرتے تھے لیکن ایسے رنگ میں کہ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو۔

ان کے ایک دوست ہیں وہ کہتے ہیں کہ ان کی آواز نہایت رسیلی اور دلکش اور دلربا تھی۔ تلاوت اور تقریر کے مقابلوں میں بچپن سے ہی حصہ لیا کرتے تھے۔ ہمیشہ اچھی پوزیشن لیتے رہے۔ کہتے ہیں حضرت مصلح موعود کے چند شعر اکثر پڑھا کرتے تھے جو ابھی بھی ان کی شہادت کے بعد میرے کانوں میں گونج رہے ہیں۔ حضرت مصلح موعودؓ کے وہ شعر یہ ہیں کہ

عبث ہیں باغ احمدؐ کی تباہی کی یہ تدبیریں
چھپی بیٹھی ہیں تیری راہ میں مولیٰ کی تقدیریں
بھلا مومن کو قاتل ڈھونڈھنے کی کیا ضرورت ہے
نگاہیں اس کی بجلی ہیں تو آہیں اس کی شمشیریں
تیری تقصیریں خود ہی تجھ کو لے ڈوبیں گی اے ظالم
لپٹ جائیں گی تیرے پاؤں میں وہ بن کے زنجیریں

(کلام محمود صفحہ 282 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پھر ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب لکھتے ہیں کہ غریبوں کا بہت خیال رکھنے والے تھے۔ گزشتہ سال آئے تو بنک اکاؤنٹ کھلوا کے مجھے بتایا کہ میں نے یہاں پیسے جمع کروا دیئے ہیں ان سے ضرورتمندوں کی مدد کر دیا کرو۔ ایک دن فون آیا کہ فلاں جماعت کا سابق کارکن ہے۔ اب وہ کارکن نہیں اور ان کو پیسوں کی ضرورت ہے۔ وہ مکان بنا رہے ہیں تو ان کو ایک لاکھ روپیہ دے دو۔ اسی طرح یہ بھی کہا کہ اگر کوئی سٹوڈنٹ جو میڈیکل کالج میں پڑھنا چاہے تو میں اس کا سارا خرچہ دوں گا۔

ان کے ایک دوست حافظ عبدالقدوس نے بتایا کہ ڈاکٹر صاحب فضل عمر ہسپتال میں تھے تو ایک دن دوپہر کو ان کے گھر تشریف لائے اور بتایا کہ یہ لاوارث مریض ہے اسے ایک بوتل خون تو میں نے

دے دی ہے، ایک کی مزید ضرورت ہے میں چاہتا ہوں کہ وہ آپ دیں۔

طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کے لئے سامان وغیرہ بھیجتے رہتے تھے۔ جو Stent وغیرہ آپریشن کے لئے ڈالتے ہیں اور کہتے تھے ہسپتال کی خدمت کر کے مجھے بڑا فخر ہے۔ پھر یہ بھی چاہتے تھے کہ ربوہ میں مکان بناؤں تا کہ جماعت کی رہائش پر بوجھ نہ بنوں۔ بچوں کی تربیت کے بارے میں بھی ان کو تسلی تھی۔ باوجود امریکہ میں رہتے ہوئے اللہ کے فضل سے اچھی تربیت ہو رہی ہے کیونکہ خود ذاتی طور پر توجہ دیتے تھے۔

ان کے ایک دوست کہتے ہیں کہ ہمارا بڑا پیارا بھائیوں جیسا تعلق تھا۔ اس سال ہفتہ کی رات کو ربوہ پہنچے تو فوراً آنے کو کہا۔ رات کے دس بجے تھے۔ میں نے آرام کرنے کو کہا مگر انہوں نے کہا کہ نہیں ابھی آؤ۔ خیر ملاقات ہوئی۔ بہت پیار سے ایک جدید سٹیتھوسکوپ کا تحفہ پیش کیا جسے خاص طور پر لائے تھے اور پھر نمازوں کے بارے میں قبلے کا رخ وغیرہ پوچھا۔ کہتے ہیں رات کو ملاقات ہوئی۔ سوا گیارہ بجے تک گفتگو ہوتی رہی۔ میں سوا گیارہ بجے اٹھ کے آ گیا اور خدا حافظ کہہ کے رخصت کیا اور چند گھنٹوں کے بعد ہی صبح جب بہشتی مقبرے گئے تو وہیں جام شہادت نوش کیا۔

Dawn اخبار کی ویب سائٹ پر ڈاکٹر صاحب کی شہادت پر جماعت احمدیہ کی مخالفت کا پس منظر بیان کر کے یوں ذکر کیا گیا ہے کہ

ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب کوئی عام ڈاکٹر نہیں تھے۔ انہوں نے امریکن کالج آف کارڈیالوجی سے ینگ انوسٹی گیٹر (young investigator) کا ایوارڈ حاصل کیا اور سال 2003ء اور 2004ء میں امریکہ کے بہترین فزیشنز میں ان کا شمار ہوا۔ اس کے علاوہ سال 2005ء، 2006ء، 2007ء میں مسلسل تین سال تک اور 2009ء، 2010ء، 2011ء اور 2012ء میں مسلسل چار سال تک امریکہ کے بہترین کارڈیالوجسٹ میں ان کا شمار ہوا۔ نیز انہیں امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کی جانب سے فزیشن ریکگنیشن (recognition) کا بھی ایوارڈ ملا۔ پھر اخبار والے یہ لکھتے ہیں کہ میں نے انٹرنیٹ پر مہدی صاحب کے ایک پروفائل پر ان کی مسکراتی ہوئی روشن تصویر دیکھی جس کے ساتھ ان کے یہ الفاظ لکھے تھے کہ میں اعلیٰ ترین پیشہ وارانہ معیار کو قائم رکھتے ہوئے مریض کی بہترین دیکھ بھال پر یقین رکھتا ہوں تا کہ ان اداروں کی ترقی میں معاون ثابت ہوسکوں جن سے مَیں وابستہ ہوں۔ میری ترجیح پیشہ وارانہ ذمہ داریوں کو قابلیت، سچائی اور دیانت داری سے نبھانا ہے اور یقیناً قابلیت، سچائی اور دیانت داری سے انہوں

نے یہ سب نبھایا۔

پھر آخر میں لکھنے والے نے لکھا کہ ڈاکٹر مہدی علی قمر! میں معذرت خواہ ہوں کہ آپ کو بچا نہیں سکا لیکن میں نے اس ظلم کے خلاف آواز اٹھائی ہے۔ مَیں نے اپنی سلامتی خطرے میں ڈال دی ہے تا کہ کل میں ایسے نہ مروں کہ میری آواز نہ سنی گئی ہو۔

پھر پاکستان، امریکہ، کینیڈا، برطانیہ اور دنیا کے متعدد اخباروں اور نیوز چینلز نے اس نہایت بہیمانہ قتل اور انسانیت سوز فعل کی سخت مذمت کی ہے۔ اب تک ان اخباروں اور دیگر ذرائع ابلاغ کی تعداد تیس سے زیادہ ہے جن میں خبریں شائع ہوئی ہیں۔ جس میں National Post Canada، The star Canada، CBC News Canada، Global News، CNN، U.S.A Today، New York Times، Washington Post، Columbus Dispath، The Wall Street Gournal (اور یہ بہت بڑا مشہور اخبار ہے)، The Washington Times، Express Tribune، The Strategic Intelligence، Daily Mail، BBC Urdu، الجزیرۃ، ڈان وغیرہ۔ ان تمام تر اخباروں اور ذرائع ابلاغ میں جہاں ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب شہید کے بہیمانہ قتل کی مذمت کی گئی ہے وہیں جماعت احمدیہ کے تعارف اور پچھلی کئی دہائیوں سے ہونے والے جبر و تشدد کا بھی انتہائی تفصیل سے ذکر موجود ہے۔ ان تمام تر اخباروں اور دوسرے میڈیا نے جماعت احمدیہ کا تعارف کرواتے ہوئے جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے نام اور دعویٔ نبوت اور مسیحیت کا ذکر کیا ہے وہیں اس امر کا بھی ذکر کیا ہے کہ جماعت احمدیہ ایک امن پسند جماعت ہے جو جہاد کے نام پر مظلوموں کو قتل کرنے کی مذمت کرتی ہے۔ اسی طرح بعض اخباروں نے جماعت کے فلاحی کاموں کو بھی سراہا۔ پس یہ جان دے کر بھی تبلیغ کے نئے سے نئے راستے کھول گئے اور دنیا کو متعارف کروا گئے۔

وَال سٹریٹ جنرل امریکہ کا مشہور اخبار ہے، دنیا میں کئی جگہ چھپتا ہے۔ اس کے تجزیہ نگار نے شہادت کے واقعہ، جماعت احمدیہ کا تعارف اور جماعت کے خلاف ہونے والے مظالم کا ذکر کرنے کے بعد ہیومن رائٹس کمیشن آف پاکستان کی چیئر پرسن صاحبہ کا تجزیہ پیش کیا کہ گو پاکستان میں تمام تر اقلیتیں ہی مظالم کا شکار ہیں مگر جماعت احمدیہ سخت ترین ظلموں کا شکار ہے۔ پاکستان کی کئی لوکل اخباریں احمدیوں کے خلاف اشتعال انگیز خبریں شائع کرتی رہتی ہیں۔ اگر مسیحی برادری کے خلاف دہشت گردی کا کوئی واقعہ ہوتا

ہے تو ملک کے وزیر اعظم خود اظہار افسوس کرنے اور متاثرین سے ملنے جاتے ہیں مگر احمدیوں کے حق میں کوئی کھڑا ہونے والا نہیں۔ (احمدیوں کے حق میں خدا کھڑا ہوتا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا انشاء اللہ تعالیٰ۔)

تجزیہ نگار نے شہید کے ایک ساتھی ڈاکٹر شنتانو سنہا کا بھی انٹرویو شائع کیا ہے۔ ڈاکٹر سنہا نے شہید مرحوم کے متعلق کہا کہ میں نے اپنی زندگی میں ان سے زیادہ دیانتدار اور خوش اخلاق شخص نہیں دیکھا۔ آپ کے جسم میں ایک بھی شر پسند ذرہ نہ تھا۔ آپ بہت زیادہ خدمت خلق کرنے والے شخص تھے اور گو کہ آپ جانتے تھے کہ آپ کے ساتھ ایسا واقعہ پیش آ سکتا ہے مگر اس کے باوجود خدمت خلق کے لئے پاکستان گئے۔ میں بس اس قدر چاہتا ہوں کہ زیادہ سے زیادہ لوگوں کو معلوم ہو سکے کہ کس طرح ایک انتہائی بااخلاق انسان جو انسانیت کی خدمت کرنے کے لئے گیا ہوا تھا اس کو انتہائی بہیمانہ انداز میں قتل کر دیا گیا۔ پھر آخر میں پولیس انسپکٹر کی طرف سے صرف اس قدر بات درج کی ہے کہ پولیس والوں نے کہا ہم کوئی روشنی نہیں ڈال سکتے اور ایک پولیس اہلکار کا یہ بیان ہے کہ ہم اکثر ایسے پمفلٹ دیکھتے رہتے ہیں جن میں ربوہ کے اس ہسپتال اور یہاں علاج کروانے کی مخالفت کی جاتی ہے اور غالباً یہ قتل بھی اسی سے متعلق ہے۔

اسی طرح الجزیرۃ کے ایک تجزیہ نگار نے بھی یہی لکھا ہے کہ اکثر احمدیوں کے خلاف ظلم اور تشدد کی خبریں ملتی رہتی ہیں اور مجرم یہ ظلم اس تسلی کے ساتھ کرتے ہیں کہ حکومت انہیں سزا دینے کے لئے کچھ نہیں کرے گی۔

واشنگٹن پوسٹ میں بھی شہادت کی خبر شائع ہوئی اور اسی طرح لکھا کہ جرم اس لئے ہو رہے ہیں کہ پتا ہے کچھ نہیں ہونا۔

پھر لنکاسٹر ایگل گزٹ (Lancaster Eagle Gazette) جو کہ اس علاقے کا اخبار ہے جہاں ڈاکٹر صاحب خدمت انجام دے رہے تھے۔ اس اخبار نے ایک تفصیلی مضمون مرحوم کی شہادت پر شائع کیا جس میں مرحوم کے ساتھ کام کرنے والوں کے تاثرات بھی درج کئے گئے۔ کیلی موریسن جو وہاں کارڈیو ویسکولر بزنس ڈیویلپمنٹ کے مینیجر ہیں انہوں نے کہا کہ یہ ایک انتہائی افسوسناک وقت ہے اور یہاں ہسپتال میں ہر ایک کی آنکھ آنسوؤں سے تر ہے۔ پھر تجزیہ نگار نے اس امر کا بھی اظہار کیا کہ مرحوم گورڈن بی سنائڈر (Gordon. B. Snider) کارڈیو ویسکیولر انسٹی ٹیوٹ کے بانی ڈاکٹروں میں سے تھے اور انہیں 2013ء میں عظیم الشان خدمت خلق یعنی لیجنڈری فلنتھراپسٹ کا اعزاز بھی ملا تھا۔ نامہ نگار نے لکھا ہے کہ مرحوم کی وفات سے نہ صرف جماعت احمدیہ کے افراد بلکہ کمیونٹی کا ہر فرد متاثر ہوا

ہے۔ ان کے مریض بھی اخباروں میں ان کی بڑی تعریفیں کر رہے ہیں۔ کولمبس ڈِسپیچ نے اپنی خبر میں مرحوم کے بڑے بیٹے کا انٹرویو لیا۔ یہ لکھتا ہے کہ سولہ سالہ عبداللہ علی سے جب پوچھا گیا کہ وہ اپنے والد صاحب کے اس طرح قتل کئے جانے پر کیسا محسوس کر رہے ہیں۔ تو انہوں نے کہا کہ I am disappointed. نامہ نگار نے اس جواب کو پسند کرتے ہوئے خاص طور پر ذکر کیا کہ اس بچے کے دل میں غصہ یا انتقام کا جذبہ نہیں۔

Fox 28 Columbus نے بھی مرحوم کی شہادت کا ذکر کیا اور مرحوم کے بڑے صاحبزادے عبداللہ علی کا انٹرویو بھی شائع کیا جس میں انہوں نے کہا کہ میرے والد صاحب ایک عظیم شخص تھے اور مجھے یقین ہے کہ اگر قاتل کچھ دیر رک کر آپ سے بات کرتے تو یقیناً آپ ان کی زندگی میں بھی کوئی مثبت تبدیلی لے آتے۔ انہوں نے یہ قتل صرف ایک ایسی جماعت کو نقصان پہنچانے کے لئے کیا ہے جن کے بارے میں مجھے یقین ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں جانتے۔ اور یہی حالت ہے۔ مولویوں نے صرف زہر بھر دیا ہے۔ خود ان کو پتا ہی نہیں کہ کیا ہے کیا نہیں؟

بی بی سی اردو نے بھی مرحوم کی شہادت اور احمدیوں کے خلاف ظلم وستم کا ذکر کیا نیز طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کے خلاف چھپنے والے پمفلٹ کا عکس بھی شائع کیا جس میں لکھا ہوا ہے کہ طاہر ہارٹ میں علاج کروانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ نیز احمدیوں سے تعلق رکھنے والا خود بھی کافر ہو جاتا ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ۔

بہر حال یہ شہید تو اپنی زندگی میں بھی کامیابیاں دیکھتا رہا اور مخلوق خدا کی خدمت کرتا رہا اور موت بھی ایسی پائی جو اللہ تعالیٰ کے ہاں اسے دائمی زندگی دے گی۔ اللہ تعالیٰ ہمارے اس پیارے بھائی کو جنت میں اعلیٰ درجے عطا فرمائے۔ لحہ لحہ ان کے درجات کی بلندی ہوتی رہے اور اپنے پیاروں کے قدموں میں اس کو جگہ دے۔ ان کے بیوی بچوں کو بھی اپنے حفظ وامان میں رکھے اور ڈاکٹر صاحب شہید کی تمام نیک خواہشات اور دعائیں جو انہوں نے اپنے بچوں کے لئے کیں، انہیں قبول فرمائے۔

جیسا کہ مَیں بتا آیا ہوں کہ ہماری ترقیات اور دشمن کو مغلوب کرنے کے لئے سب سے بڑا ہتھیار ہمارے پاس دعاؤں ہی کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے کچھ ظاہری سامان کی طرف بھی توجہ دلائی ہے وہ بھی ساتھ ساتھ ہونے چاہئیں جس حد تک ہو سکتا ہے۔ اس لئے ربوہ میں اس واقعہ کے بعد اب ربوہ میں انتظامیہ کو بھی پہلے سے زیادہ چوکس اور ہشیار ہونے کی ضرورت ہے۔ اپنی تدبیروں اور وسائل کو انتہا تک پہنچائیں پھر معاملہ اللہ تعالیٰ پر چھوڑیں اور پھر ربوہ کے ہر شہری کو بھی چوکس رہنے کی ضرورت ہے۔ اس پیارے شہید

نے ربوہ کی زمین پر اپنا خون بہا کر ہمیں دعاؤں اور تدبیروں کی طرف توجہ دلائی ہے۔ پس اس طرف بہت توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔ دنیا کے احمدی بھی پاکستانی احمدیوں کے لئے بہت دعائیں کریں کیونکہ وہ انتہائی ناقابل برداشت حالات میں اب رہ رہے ہیں اور یہ جو حالات ہیں یہ شدت اختیار کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق بھی عطا فرمائے۔ اب تو پورا ملک ہی ظلموں کی داستان بن کے رہ گیا ہے۔ کچھ دن ہوئے ہائیکورٹ کے اندر پتھر مار مار کر ایک عورت کو مار دیا۔ روزانہ وہاں قتل و غارت ہو رہی ہے اور ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ یہ ایک احمدی کو شہید کیا تو اس کا بدلہ یہ ظلم اور یہ سب کچھ ہے۔ جب یہ ظلم کیا گیا تو سرکاری اہلکار بھی وہاں یقیناً موجود ہوں گے، پولیس بھی موجود ہو گی ان کے سامنے ہوا۔ اور پاکستان میں ہر ایک پہ جو ظلم ہو رہا ہے وہ اللہ اور رسول کے نام پر ہو رہا ہے۔ اس رسول کے نام پر ہو رہا ہے جو محسن انسانیت ہے۔ اس رسول کے نام پر ہو رہا ہے جو رحمت للعالمین ہے۔ پس ہمارے دل اس بات سے زخمی اور چھلنی ہوتے ہیں کہ اگر ظلم کرنے ہیں تو کم از کم اللہ اور رسول کے نام پر ظلم تو نہ کرو۔ اس محسن انسانیت اور رحمت للعالمین کے نام پر ظلم تو نہ کرو۔ اسلام کو بدنام تو نہ کرو۔ لیکن یہ ان کو سمجھ نہیں آتی اور ان کو پتا نہیں ہے یہ کس طرف جا رہے ہیں۔ جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر چلے گی اور انشاء اللہ ضرور چلے گی تو ان کے نام و نشان مٹ جائیں گے۔ نہ ظلم کرنے والے رہیں گے اور نہ ظلم کی پشت پناہی کرنے والے رہیں گے۔ پس ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں، بہت دعائیں کرنی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ عوام الناس کو بھی علماء کے چنگل سے نکالے اور یہ حقیقت کو سمجھیں اور زمانے کے امام کو پہچاننے والے ہوں۔

نماز جمعہ کے بعد میں انشاء اللہ شہید مرحوم کی نماز جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 20 رجون 2014ء تا 26 رجون 2014ء جلد 21 شمارہ 25 صفحہ 05 تا 09)

23

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 06رجون 2014ء بمطابق 06 احسان 1393 ہجری شمسی
بمقام فرانکفرٹ۔ جرمنی

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ ۔ کَیۡفَ خُلِقَتۡ۔ وَ اِلَی السَّمَآءِ کَیۡفَ رُفِعَتۡ۔ وَ اِلَی الۡجِبَالِ کَیۡفَ نُصِبَتۡ۔ وَاِلَی الۡاَرۡضِ کَیۡفَ سُطِحَتۡ۔ (الغاشیۃ:18-21)

یہ اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی موعود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی۔ جہاں بھی اور جس معاملے میں بھی ہمیں رہنمائی کی ضرورت ہو، کسی بات کو سمجھنے کی ضرورت ہو۔ قرآن کریم میں بیان فرمودہ حکمت کے موتیوں کو تلاش کرنے کی ضرورت ہو یا ان کی تلاش ہو تو ہمیں اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے اس فرستادے کی کتب اور ارشادات مل جاتے ہیں جو ہمارے مسائل حل کرتے ہیں۔ یہ آیات جو میں نے تلاوت کی ہیں جمعہ پر اکثر ہم دوسری رکعت میں پڑھتے ہیں۔ سورۃ غاشیۃ کی یہ آیات پڑھی جاتی ہیں۔ ان میں پہلی آیت جو میں نے پڑھی ہے یعنی اَفَلَا یَنۡظُرُوۡنَ اِلَی الۡاِبِلِ کَیۡفَ خُلِقَتۡ۔ کیا وہ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے پیدا کئے گئے؟ اس کی جو تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمائی ہے وہ اپنی گہرائی اور خوبصورتی اور علم و عرفان اور پھر عملی حالت پر منطبق کرنے کا ایک عجیب اور جدا نقشہ کھینچتی ہے۔ آپ علیہ السلام نے اس آیت سے نبوت اور امامت کی اطاعت کے مسئلہ کو حل فرمایا ہے اور نبوت اور امامت کے ساتھ جڑنے والوں کے لئے جو بنیادی چیز ہے یعنی اطاعت اور کامل اطاعت اس کو آپ نے اِبِل یعنی اونٹ کے لفظ سے یا اونٹوں کے لفظ سے جوڑ کر

وضاحت فرمائی ہے۔ بظاہر یہ عجیب سی بات لگتی ہے کہ اونٹوں اور نبوت اور امامت کی اطاعت کا کیا جوڑ ہے لیکن جس طرح کھول کر آپ نے تشریح فرمائی ہے اس سے اس جوڑ کا حیرت انگیز ادراک ہمیں بھی حاصل ہوتا ہے۔ آپ کی تفسیر پہلے پیش کرتا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ

"قرآن شریف میں جو یہ آیت آئی ہے اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کَیْفَ خُلِقَتْ (الغاشیۃ:18) یہ آیت نبوّت اور امامت کے مسئلہ کو حل کرنے کے واسطے بڑی معاون ہے۔ اونٹ کے عربی زبان میں ہزار کے قریب نام ہیں اور پھر ان ناموں میں سے اِبِل کے لفظ کو جو لیا گیا ہے اس میں کیا سرّ ہے؟ کیوں اِلَی الْجَمَل بھی تو ہو سکتا ہے"؟ جَمَل بھی تو اونٹ کو کہتے ہیں۔ فرمایا کہ "اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ جَمَل ایک اونٹ کو کہتے ہیں اور اِبِل اسم جمع ہے۔ یہاں اللہ تعالیٰ کو چونکہ تمدّنی اور اجماعی حالت کا دکھانا مقصود تھا اور جَمَل میں جو ایک اونٹ پر بولا جاتا ہے یہ فائدہ حاصل نہ ہوتا تھا اسی لئے اِبِل کے لفظ کو پسند فرمایا۔ اونٹوں میں ایک دوسرے کی پیروی اور اطاعت کی قوّت رکھی ہے۔ دیکھو اونٹوں کی ایک لمبی قطار ہوتی ہے اور وہ کس طرح پر اس اونٹ کے پیچھے ایک خاص انداز اور رفتار سے چلتے ہیں اور وہ اونٹ جو سب سے پہلے بطور امام اور پیشرَو کے ہوتا ہے وہ ہوتا ہے جو بڑا تجربہ کار اور راستہ سے واقف ہو۔ پھر سب اونٹ ایک دوسرے کے پیچھے برابر رفتار سے چلتے ہیں اور ان میں سے کسی کے دل میں برابر چلنے کی ہوس پیدا نہیں ہوتی جو دوسرے جانوروں میں ہے۔ جیسے گھوڑے وغیرہ میں۔ گویا اونٹ کی سرشت میں اِتّباعِ امام کا مسئلہ ایک مانا ہوا مسئلہ ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اَفَلَا یَنْظُرُوْنَ اِلَی الْاِبِلِ کہہ کر اس مجموعی حالت کی طرف اشارہ کیا ہے جبکہ اونٹ ایک قطار میں جا رہے ہوں۔ اسی طرح پر ضروری ہے کہ تمدّنی اور اتحادی حالت کو قائم رکھنے کے واسطے ایک امام ہو"۔ یہ پہلی بات ہمیں یاد رکھنی چاہئے۔ اس سے مطابقت کے لئے تمدنی اور اتحادی حالت قائم رکھنے کے لئے ایک امام ہو۔ "پھر یہ بھی یاد رہے کہ یہ قطار سفر کے وقت ہوتی ہے۔ پس دنیا کے سفر کو قطع کرنے کے واسطے جب تک ایک امام نہ ہو انسان بھٹک بھٹک کر ہلاک ہو جاوے"۔ دنیا کا بھی جو زندگی کا سفر ہے اس میں ایک امام ہونا ضروری ہے جو صحیح رہنمائی کرتا رہے۔ "پھر اونٹ زیادہ بارکش اور زیادہ چلنے والا ہے۔ اس سے صبر و برداشت کا سبق ملتا ہے۔ پھر اونٹ کا خاصہ ہے کہ وہ لمبے سفروں میں کئی کئی دنوں کا پانی جمع رکھتا ہے۔ غافل نہیں ہوتا۔ پس مومن کو بھی ہر وقت اپنے سفر کے لئے تیار اور محتاط رہنا چاہئے اور بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے"۔ فرمایا کہ "اُنْظُر کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ دیکھنا بچوں کی طرح دیکھنا نہیں ہے بلکہ اس

سے اتّباع کا سبق ملتا ہے کہ جس طرح پر اونٹ میں تمدّنی اور اتحادی حالت کو دکھایا گیا ہے اور ان میں اتّباع امام کی قوت ہے۔ اسی طرح پر انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتّباع امام کو اپنا شعار بناوے۔ کیونکہ اونٹ جو اس کے خادم ہیں ان میں بھی یہ مادہ موجود ہے۔ ''كَيْفَ خُلِقَتْ'' میں ان فوائد جامع کی طرف اشارہ ہے جو اِبل کی مجموعی حالت سے پہنچتے ہیں''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 133۔134)

پس اس زمانے میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدوں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود کو بھیجا اور ہمیں پھر انہیں ماننے کی توفیق بھی عطا فرمائی اور پھر آپ کے بعد خلافت کے جاری نظام سے بھی نوازا۔ ہمیں اس انعام کی قدر کرنی چاہئے اور اس روح کو سمجھنا چاہئے جو خلافت کے نظام میں ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا جو مَیں مفہوم بیان کر رہا ہوں کہ میرے نام پر افراد جماعت سے بیعت لینے والے افراد آتے رہیں گے۔

(ماخوذ از الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 306)

یعنی خلافت آپ کی نیابت میں آپ کے نام پر بیعت لے گی۔ جب آپ کے نام پر بیعت لی جا رہی ہے تو پھر خلافت کی بیعت اور اطاعت کی کڑی بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جا کے ملتی ہے۔ پس یہ جو اقتباس مَیں نے پڑھا ہے اس میں نبوت اور امامت کا جو تعلق آپ نے اِبل کی خصوصیات کے ساتھ جوڑا ہے اس کا واضح مطلب یہ ہے کہ آپ کے بعد خلافت کے جاری نظام سے جڑے رہنے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے والوں کی روحانی بقا اور ترقی ہے اور یہ ضمانت ہے۔ اس میں جماعت کی ترقی اسی صورت میں ہے جب ہم خلافت کے نظام سے جڑے رہیں گے۔ اسی میں شیطانی حملوں سے بچنے کے سامان بھی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام تمہاری ڈھال ہے۔

(الصحیح البخاری کتاب الجہاد و السیر باب یقاتل من وراء الامام و یتقی بہ حدیث 2957)

پس اس ڈھال کے پیچھے رہو گے تو بچت کے سامان ہیں اور ڈھال کے پیچھے رہنا یہی ہے کہ کامل اطاعت کرو۔ اپنی لائنوں پر چلو۔ اس قطار میں چلو جو تمہارے لئے مقرر کر دی گئی ہے۔ اس سے ذرا باہر نکلے تو بھٹکنے کا خطرہ ہے گمنے کا خطرہ ہے۔

پھر اطاعت کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد بھی یاد رکھنا چاہئے کہ مَنْ اَطَاعَ

اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ۔

(مسند ابی داؤد الطیالسی جلد دوم صفحہ 736 حدیث 2554 مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2004ء)

اور جس نے میرے امیر کی اطاعت کی اس نے میری اطاعت کی اور جس نے میرے امیر کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اطاعت امیر کے بارے میں اور بھی بہت سے ارشادات ہیں۔ اسی طرح قرآن کریم میں بھی متعدد جگہ اطاعت اور فرمانبرداری کے حکم دیئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ یہی ایک راز ہے جو جماعتی ترقی کے لئے جاننا ضروری ہے۔ ہر اس شخص کے لئے جاننا ضروری ہے جو جماعت سے منسلک ہے۔ پس اس بات کو سمجھنے کی افراد جماعت کو بہت زیادہ ضرورت ہے۔ خاص طور پر آجکل کے دور میں جبکہ آزادی کے نام پر ان غلط خیالات کا اظہار کیا جاتا ہے کہ کیوں ہم پابندیاں کریں؟ کیوں ہمارے پر پابندیاں عائد ہوتی ہیں؟ کیوں ہمیں بعض معاملات میں آزادی نہیں؟ ایک احمدی مسلمان کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اسلام نے ہر جائز آزادی اپنے ماننے والوں کو دی ہے۔ اور جتنی آزادیاں اسلام میں ہیں شاید ہی کسی دوسرے مذہب میں ہوں بلکہ اس کے مقابلے میں نہیں ہیں۔ لیکن بعض حدود جو قائم کی ہیں وہ انسان کے اپنے اخلاق کی درستی کے لئے، روحانی ترقی کے لئے اور جماعتی یکجہتی کے لئے اور جماعتی ترقی کے لئے قائم کی گئی ہیں اور ان کے اندر رہنا ضروری ہے۔ یہاں میں عہدیداروں کو بھی کہوں گا کہ اگر جماعتی ترقی میں مدد و معاون بننا ہے اور عہدے صرف بڑائی کی خاطر نہیں لئے گئے۔ اپنے اظہار کی خاطر نہیں لئے گئے۔ اپنی انا کی تسکین کی خاطر نہیں لئے گئے تو اطاعت کے مضمون کو سمجھنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہر سطح کے عہدیداروں کو ہے۔ اگر عہدیدار اس مضمون کو سمجھ جائیں تو افراد جماعت خود بخود اس کی طرف توجہ کریں گے۔ اور ہر سطح پر اطاعت کے نمونے ہمیں نظر آئیں گے۔ ہمیں اونٹوں کی قطار کی پیروی کرتے ہوئے سب نظر آئیں گے۔ ایک رخ پر چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ امام کے قدم سے قدم ملاتے ہوئے چلتے ہوئے نظر آئیں گے۔ پس امیر بھی، صدر بھی اور دوسرے عہدیدار بھی پہلے اپنے جائزے لیں کہ کیا ان کی اطاعت کے معیار ایسے ہیں کہ ہر حکم جو خلیفہ وقت کی طرف سے آتا ہے اس کی بلا چون و چرا تعمیل کرتے ہیں یا اس میں تاویلیں نکالنے کی کوشش میں لگ جاتے ہیں۔ اگر تاویلیں نکالتے ہیں تو یہ اطاعت نہیں۔ روایات میں ایک واقعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے کا آتا ہے۔ جب گلی میں چلتے ہوئے آپ کے ایک صحابی عبداللہ بن مسعود نے 'بیٹھ جاؤ' کی آواز سنی اور بیٹھ گئے۔ آواز سن کر یہ نہیں کہا کہ یہ حکم تو اندر مسجد والوں کے لئے ہے بلکہ آواز سنی اور بیٹھ گئے اور بیٹھے بیٹھے مشکل سے قدم قدم

مسجد کی طرف بڑھنا شروع کیا۔ کسی پوچھنے والے نے پوچھا کہ یہ آپ کو کیا ہوا ہے جو اس طرح گھسٹ رہے ہیں۔ آپ نے یہی جواب دیا کہ اندر سے مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز آئی تھی کہ بیٹھ جاؤ تو میں بیٹھ گیا۔ پوچھنے والے نے کہا کہ یہ حکم تو اندر والوں کے لئے تھا۔ آپ نے جواب دیا مجھے اس سے غرض نہیں کہ یہ اندر والوں کے لئے ہے یا باہر والوں کے لئے یا سب کے لئے۔ میرے کان میں اللہ کے رسول کی آواز پڑی اور میں نے اطاعت کی۔ پس یہی میرا مقصد ہے۔

(ماخوذ از سنن ابی داؤد کتاب الجمعۃ باب الامام یکلم الرجل فی خطبتہ حدیث 1091)

پس یہ معیار ہیں اطاعت کے جو ہمیں حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ بعض عہدیدار خلیفۂ وقت سے جو کوئی ہدایت آتی ہے تو اس پر عمل بھی کر لیتے ہیں لیکن بڑے انقباض سے، نہ چاہتے ہوئے یہ عمل کرتے ہیں۔ اور نہ چاہتے ہوئے عمل کرنا کوئی اطاعت نہیں ہے۔ اطاعت وہی ہے جو فوری طور پر کی جائے۔ اپنی رائے رکھنا کوئی بری بات نہیں ہے۔ لیکن جب کسی معاملے میں خلیفہ وقت کا فیصلہ آ جائے کہ یوں کرنا ہے تو پھر اپنی رائے کو یکسر بھلا دینا ضروری ہے۔ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب فرمایا کرتے تھے کہ مَیں بعض معاملات میں اپنی رائے رکھتا ہوں اور اپنی طرف سے دلیل کے ساتھ خلیفۃ المسیح کو اپنی رائے پیش کرتا ہوں لیکن اگر میری رائے ردّ ہو جائے تو کبھی مجھے خیال بھی نہیں آیا کہ کیوں یہ ردّ ہوئی ہے یا میری رائے کیا تھی۔ پھر میری رائے وہی بن جاتی ہے جو خلیفہ وقت کی رائے ہے۔ پھر کامل اطاعت کے ساتھ اس حکم کی بجا آوری پر میں لگ جاتا ہوں جو خلیفہ وقت نے حکم دیا تھا۔

(ماخوذ از حیات بشیر مؤلفہ شیخ عبدالقادر صاحب سابق سوداگر مَل صفحہ 323-322 مطبوعہ ضیاء الاسلام پریس ربوہ)

حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: غسّال کی طرح اپنے آپ کو امام کے ہاتھ میں دو۔ جس طرح مردہ اپنے آپ کو ادھر ادھر نہیں کر سکتا، حرکت نہیں کر سکتا، اس کو نہلانے والا اس کو حرکت دے رہا ہوتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات نور صفحہ 131 مطبوعہ ربوہ)

اسی طرح کامل اطاعت کرنے والے کا فرض ہے کہ اپنے آپ کو امام کے ہاتھ میں دیدے اور جب یہ معیار ہو گا تو تبھی عہد بیعت نبھانے والے بن سکیں گے۔ تبھی اللہ اور اس کے رسول کے بتائے ہوئے اطاعت کے معیاروں کو حاصل کرنے والے بن سکیں گے۔

پس ہم میں سے ہر ایک کو جس نے بیعت کا عہد کیا ہے نہ صرف یہ سوچ پیدا کرنی ہوگی بلکہ اپنے

عمل سے اس کا ثبوت دینا ہوگا۔ اپنے نمونے نئے آنے والوں کے لئے بھی اور اپنی اولادوں کے لئے بھی قائم کرنے ہوں گے۔ نوجوانوں کو بھی اپنے نمونے بڑوں کو دکھانے کی ضرورت ہے، یعنی بڑے اپنے نمونے قائم کریں جوان کے بچے اور نوجوان دیکھیں اور سیکھیں اور سب سے بڑھ کر یہ معیار اوپر سے لے کر نیچے تک ہر عہدیدار کو دکھانا ہوگا، قائم کرنا ہوگا۔ یہاں بعض ذہنوں میں کبھی کبھی یہ سوال اٹھتا ہے۔ اگر وہ باتیں صحیح ہیں۔ میں سوال کی بات کر رہا ہوں جو مجھ تک پہنچے ہیں اگر یہ باتیں صحیح ہیں کہ یہ سوال اٹھانے والے اٹھاتے ہیں کہ کامل اطاعت شاید نقصان دہ ہے۔ اور ایسے لوگوں کی یہ سوچ شاید اس لئے ہے جو کامل اطاعت کو نقصان دہ سمجھتے ہیں کہ یہاں جرمنی میں ہٹلر نے اپنا ہر حکم منوایا اور ڈکٹیٹر بن کر رہا اس لئے دوسری جنگ عظیم میں یہ تصور ہے، یہ تاثر ہے کہ اس وجہ سے ہماری یعنی جرمنی کی شکست بھی ہوئی۔ ان کو نقصان اٹھانا پڑی، سبکی اٹھانی پڑی۔

میں یہاں ہر احمدی اور ہر نئے آنے والے اور ہر نوجوان پر واضح کرنا چاہتا ہوں کہ امامت اور خلافت اور ڈکٹیٹر شپ میں بڑا فرق ہے۔ خلافت زمانے کے امام کو ماننے کے بعد قائم ہوئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے وعدوں کے مطابق قائم ہوئی ہے اور ہر ماننے والا یہ عہد کرتا ہے کہ ہم خلافت کے نظام کو جاری رکھیں گے۔ دین میں کوئی جبر نہیں ہے۔ جب اپنی خوشی سے دین کو مان لیا تو پھر دین کے قیام کے لئے اس عہد کو نبھانا بھی ضروری ہے جو خلافت کے قیام کے لئے ایک احمدی کرتا ہے اور جو قومی یکجہتی کے لئے وحدت کے لئے ضروری ہے۔ خلافت کی اطاعت کے عہد کو اس لئے نبھانا ہے کہ ایک امام کی سرکردگی میں خدا تعالیٰ کی حکومت کو دنیا کے دلوں میں بٹھانے کی مشترکہ کوشش کرنی ہے۔ دوسرے مسلمان جو ہیں وہ بغیر امام کے ہیں اور جماعت احمدیہ کی کوششیں جو ہیں وہ خلافت سے وابستہ ہو کر ہو رہی ہیں۔ یہ سب کوششیں جو خلافت سے وابستہ ہو کر ہو رہی ہیں ان کی کامیابی کے نتائج بتا رہے ہیں کہ اسلام کی حقیقی تعلیم کے ساتھ (حقیقی تعلیم دوسرے مسلمانوں کے پاس بھی ہے لیکن اسلام کی حقیقی تعلیم کے ساتھ) ان نتائج کا حصول، کامیابی کا حصول خلافت کی لڑی میں پروئے جانے کی وجہ سے ہے۔

پھر خلافت کا مقصد حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھرپور توجہ دینا ہے۔ ان حقوق کو منوانا اور قائم کرنا اور مشترکہ کوشش سے ان کی ادائیگی کی کوشش کرنا ہے۔ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کے لئے افراد جماعت میں یہ روح پیدا کرنا ہے۔ ان کو توجہ دلانا ہے کہ دین بہرحال دنیا سے مقدم رہنا چاہئے اور اسی میں تمہاری بقا ہے۔ اس میں تمہاری نسلوں کی بقا ہے۔ یہ ایک روح پھونکنا بھی خلافت کا کام ہے۔ توحید کے

قیام کے لئے بھرپور کوشش یہ بھی خلافت کا کام ہے۔ جبکہ دنیاوی لیڈروں کے تو دنیاوی مقاصد ہیں۔ ان کا کام تو اپنی دنیاوی حکومتوں کی سرحدوں کو بڑھانا ہے۔ اسی کی ان کو فکر پڑی رہتی ہے۔ ان کا کام تو سب کو اپنے زیرنگیں کرنا ہے۔ دنیا میں آپ دیکھیں اپنے ملکوں کی حدوں سے باہر نکل کر بھی دوسرے ملکوں کی آزادیوں پر قبضہ کرنے کی کوشش کر رہے ہیں چاہے وہ ڈکٹیٹر ہوں یا سیاسی حکومتیں ہوں۔ دنیاوی لوگوں کا تو یہ کام ہے۔ ان کا کام تو جھوٹی اَناؤں اور عزتوں کے لئے انصاف کی دھجیاں اڑانا ہے جو ہمیں مسلمان دنیا میں بھی اور باقی دنیا میں بھی نظر آتی ہے۔

کون سا ڈکٹیٹر ہے جو اپنے ملک کی رعایا سے ذاتی تعلق بھی رکھتا ہو۔ خلیفۂ وقت کا تو دنیا میں پھیلے ہوئے ہر قوم اور ہر نسل کے احمدی سے ذاتی تعلق ہے۔ ان کے ذاتی خطوط آتے ہیں جن میں ان کے ذاتی معاملات کا ذکر ہوتا ہے۔ ان روزانہ کے خطوط کو ہی اگر دیکھیں تو دنیا والوں کے لئے ایک یہ ناقابل یقین بات ہے۔ یہ خلافت ہی ہے جو دنیا میں بسنے والے ہر احمدی کی تکلیف پر توجہ دیتی ہے۔ ان کے لئے خلیفۂ وقت دعا کرتا ہے۔

کون سا دنیاوی لیڈر ہے جو بیماروں کے لئے دعائیں بھی کرتا ہو۔ کون سا لیڈر ہے جو اپنی قوم کی بچیوں کے رشتوں کے لئے بے چین اور ان کے لئے دعا کرتا ہو۔ کون سا لیڈر ہے جس کو بچوں کی تعلیم کی فکر ہو۔ حکومت بیشک تعلیمی ادارے بھی کھولتی ہے۔ صحت کے ادارے بھی کھولتی ہے۔ تعلیم تو مہیا کرتی ہے لیکن بچوں کی تعلیم جو اس دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں ان کی فکر صرف آج خلیفۂ وقت کو ہے۔ جماعت احمدیہ کے افراد ہی وہ خوش قسمت ہیں جن کی فکر خلیفۂ وقت کو رہتی ہے کہ وہ تعلیم حاصل کریں۔ ان کی صحت کی فکر خلیفۂ وقت کو رہتی ہے۔ رشتے کے مسائل ہیں۔ غرض کہ کوئی مسئلہ بھی دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کا چاہے وہ ذاتی ہو یا جماعتی ایسا نہیں جس پر خلیفۂ وقت کی نظر نہ ہو اور اس کے حل کے لئے وہ عملی کوشش کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتا نہ ہو۔ اس سے دعائیں نہ مانگتا ہو۔ مَیں بھی اور میرے سے پہلے خلفاء بھی یہی کچھ کرتے رہے۔

مَیں نے ایک خاکہ کھینچا ہے بے شمار کاموں کا جو خلیفۂ وقت کے سپرد خدا تعالیٰ نے کئے ہیں اور انہیں اس نے کرنا ہے۔ دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشم تصور میں مَیں نہ پہنچتا ہوں اور ان کے لئے سوتے وقت بھی اور جاگتے وقت بھی دعا نہ ہو۔ یہ مَیں باتیں اس لئے نہیں بتا رہا کہ کوئی احسان ہے۔ یہ میرا فرض ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ اس سے بڑھ کر مَیں فرض ادا کرنے والا بنوں۔

کہنے کا مقصد صرف یہ ہے کہ خلافت اور دنیاوی لیڈروں کا موازنہ ہو ہی نہیں سکتا۔ یہ ویسے ہی غلط ہے۔ بعض دفعہ دنیاوی لیڈروں سے باتوں میں جب مَیں صرف ان کو روزانہ کی ڈاک کا ہی ذکر کرتا ہوں کہ اتنے خطوط مَیں دیکھتا ہوں لوگوں کے ذاتی بھی اور دفتری بھی تو حیران ہوتے ہیں کہ یہ کس طرح ہوسکتا ہے۔ پس کسی موازنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

بعض لوگوں کی اس غلط فہمی کو بھی دور کر دوں گو کہ پہلے بھی مَیں شرائط بیعت کے خطبات کے ضمن میں اس کا تفصیلی ذکر کر چکا ہوں کہ ہر احمدی خلیفہ وقت سے اس کے معروف فیصلہ پر عمل کرنے کا عہد کرتا ہے۔ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ معروف کی تعریف انہوں نے خود کرنی ہے۔ ان پر واضح ہو کہ معروف کی تعریف اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے کر دی ہے۔ یہ پہلے ہی تعریف ہو چکی ہے۔ معروف فیصلہ وہ ہے جو قرآن اور سنت کے مطابق ہو۔ جس خلافت نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق عَلٰی مِنْہَاجِ النُّبُوَّۃ قائم ہونا ہے، اس طریق کے مطابق چلنا ہے جو نبوت قائم کر چکی ہے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ارشاد کے مطابق یہ دائمی بھی ہے جو آپ کے کام کو آگے چلانے کے لئے ہے وہ قرآن وسنت کے منافی یا خلاف کوئی کام کر ہی نہیں سکتی اور یہی معروف ہے۔ معروف سے یہاں یہ مراد ہے۔ پس اطاعت کے بغیر دوسروں کے لئے اور کوئی راستہ نہیں ہے۔ یا پھر قرآن وسنت سے جو اختلاف کرنے والے ہیں یہ ثابت کریں کہ خلیفہء وقت کا فلاں فیصلہ یا فلاں کام قرآن وسنت کے منافی ہے۔ یہاں یہ بھی بتا دوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی بتایا ہے کہ خلفاء راشدین کے فیصلے اور عمل اور سنت بھی تمہارے لئے قابل اطاعت ہیں۔ ان پر چلو۔

(سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی لزوم السنۃ حدیث 4607)

پس یہ ثابت کرنے کے لئے کہ فیصلے غلط ہیں پہلے بہت کچھ سوچنا ہوگا۔ جماعت میں رہتے ہوئے اگر کوئی بات کرنی ہے تو پھر ادب کے دائرہ میں رہتے ہوئے خلیفہ وقت کو لکھنا ہوگا۔ لکھنے کی اجازت ہے۔ اِدھر اُدھر باتیں کرنے کی اجازت نہیں۔ یہاں سے وہاں بیٹھ کر غلط قسم کی افواہیں پھیلانے کی اجازت نہیں ہے۔ تا کہ اگر سمجھنے والے کی سمجھ میں غلطی ہے تو خلیفہ وقت اس کو دور کر سکے اور اگر سمجھے کہ اس غلطی کو جماعت کے سامنے بھی رکھنے کی ضرورت ہے تو تمام جماعت کو بتائے۔ جماعت جب بڑھتی ہے تو منافقین بھی اپنا کام کرنا چاہتے ہیں۔ حاسدین بھی اپنا کام کرتے ہیں۔ خلافت سے سچی وفا یہ ہے کہ ان کے منصوبوں کو ہر سطح پر ناکام بنائیں اور خلافت سے جو بعض بدظنیاں پیدا کرنے کی کوشش کرتے

ہیں ان کو اپنے قریب بھی نہ پھٹکنے دیں۔

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا ایک واقعہ ہے جو قرآن کریم کا ترجمہ انگلش میں کرنے کے لئے لندن آ رہے تھے تو بمبئی سے غالباً ان کی روانگی تھی۔ وہاں پہنچے تو جمعہ کا دن آ گیا۔ جماعت نے درخواست کی کہ آج جمعہ ہے آپ جمعہ پڑھائیں۔ قادیان سے آئے ہیں بزرگ ہیں صحابی ہیں ہم بھی آپ سے کوئی فیض پا لیں۔ نہ جماعت والے آپ کو جانتے تھے، نہ کبھی دیکھا تھا، نہ آپ کسی کو جانتے تھے۔ آپ نے خطبہ دیا کہ دیکھو تم مجھے جانتے نہیں ہو۔ بعضوں نے مجھے دیکھا بھی نہیں ہوا۔ تم نے مجھے جمعہ کے لئے کھڑا کر دیا۔ آج اپنا امام بنا دیا۔ اسلامی تعلیم یہ ہے کہ اگر امام نماز پڑھاتے ہوئے کوئی غلطی کرے تو تم نے سبحان اللہ کہہ دینا ہے۔ اگر امام اس سبحان اللہ پر اپنی اصلاح کر لیتا ہے تو ٹھیک ہے۔ اگر وہ اصلاح نہیں کرتا، اسی طرح اپنے عمل جاری رکھتا ہے تو تمہارا کام کامل اطاعت کرتے ہوئے اس کے ساتھ اٹھنا اور بیٹھنا ہے۔ تمہارا کوئی حق نہیں بنتا ہے کہ تم اپنے طور پر نماز پڑھنی شروع کر دو۔ اسی طرح تم نے بیٹھنا ہے اسی طرح اٹھنا ہے اسی طرح جھکنا ہے۔ پس آگے انہوں نے فرمایا کہ جب عارضی امامت میں اطاعت کا یہ معیار ہے اس کی اتنی پابندی ہے تو خلیفہ وقت کی بیعت میں آ کر جو تم عہد کرتے ہو اور خوشی سے عہد کر کے خود شامل ہوتے ہو، اس میں کس قدر اطاعت ضروری ہے۔ جبکہ تم نے خود سوچ سمجھ کر یہ بیعت کی ہے۔ پس یاد رکھیں عہد بیعت پورا کرنے کے لئے اطاعت انتہائی اہم ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے۔ مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے بدُوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی ہے''۔ بڑے بڑے توحید کا دعویٰ کرنے والے جو ہیں وہ بھی اطاعت سے بعض دفعہ باہر نکل جاتے ہیں بت بنا بیٹھتے ہیں۔ فرمایا: ''کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرمانبرداری کے اصول کو اختیار نہ کرے''۔ پھر فرماتے ہیں کہ ''اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ

ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سرّ ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔‘‘

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد دوم صفحہ 247-246 تفسیر سورۃ النساء زیر آیت 59۔ الحکم جلد 5 نمبر 5 مورخہ 10 فروری 1901ء صفحہ 1 کالم 2-3)

تاریخ اسلام میں ہم دیکھتے ہیں کہ صحابہ نے کامل اطاعت کی وجہ سے اپنی گردنیں کٹوانے سے بھی دریغ نہیں کیا اور چند سالوں میں دنیا میں اسلام کو پھیلا دیا تو یہ اطاعت کی وجہ تھی۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ جنگوں سے اسلام پھیلا ہے بلکہ مطلب یہ ہے کہ تبلیغ بھی انہوں نے کی۔ اگر کہیں جنگوں کا سامنا ہوا تو دشمن کی کثرت اور تعداد اور حملے انہیں اپنے کام سے روک نہیں سکے۔ اطاعت کی روح ان میں تھی تو کثیر دشمن کے سامنے بھی اگر ضرورت پڑی تو کھڑے ہو گئے اور اس کے مقابلے میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے ماننے والوں نے اطاعت کا نمونہ نہ دکھا کر چالیس سال تک اپنے آپ کو انعام سے محروم رکھا۔ پس اگر ترقی کرنی ہے تو اس زمانے کا جو جہاد ہے جو اپنی تربیت کا جہاد ہے اور پھر وہ جہاد ہے جو تبلیغ کے ذریعہ ہونا ہے خلیفہ وقت کے پیچھے چل کے ہونا ہے اس کی پابندی کرنی ہوگی۔ اسی طرح عمل کرنا ہوگا جس کی مثال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اِبِل یعنی اونٹوں کی مثال سے واضح فرمائی ہے۔ اپنی فطرت ثانیہ اطاعت کو بنانا ہوگا بلکہ ہر چیز پر اطاعت امام کو فوقیت دینی ہوگی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ہی تفسیر کی روشنی میں بات مزید آگے بڑھاتا ہوں کہ ہلاکت سے بچنے اور بھٹکنے سے بچنے کے لئے اپنی اطاعت کو اطاعت کے اعلیٰ معیاروں پر رکھنے کی ضرورت ہے۔ خلافت کے ساتھ جڑ کر ہی صبر کے ساتھ مشکلات میں سے گزرا جا سکتا ہے۔ یہ بھی آپ نے فرمایا جو مشکلات میں سے گزر سکتے ہیں تو صبر کے ساتھ مشکلات میں سے خلافت کے ساتھ جڑ کر ہی گزرا جا سکتا ہے۔ مخالفین احمدیت جتنا بھی ہمیں دبائیں گے۔ ہمیں اپنے زعم میں جتنا بھی دبانے کی کوشش کریں گے، مشکلات میں ڈالیں گے، اپنے زعم میں ہمیں ختم کرنے کی آخری کوششیں کریں گے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کے باوجود ہماری منزلوں کی طرف انشاء اللہ تعالیٰ لے جاتا چلا جائے گا۔ لیکن شرط یہی ہے کہ اطاعت اور کامل اطاعت۔

آج ہم دیکھتے ہیں دوسرے مسلمان بیشک قرآن وسنت کو ماننے اور عمل کا دعویٰ کرتے ہیں جیسا کہ میں نے پہلے بھی بیان کیا لیکن ہمیں ان میں صبر اور برداشت نظر نہیں آتی۔ سوائے اسلام کو بدنام کرنے

کے اور کیا کام یہ لوگ کر رہے ہیں۔ پس یہ آج صرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کا ہی طُرّہ امتیاز ہے کہ صبر اور برداشت کے ایسے نمونے قائم کر رہے ہیں جو قابل رشک ہیں۔ تکلیفوں کو برداشت کرنے کے ایسے نمونے دکھا رہے ہیں جو کہ دَورِ اوّل کے مسلمانوں میں نظر آتے ہیں۔ اور وَّ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة:4) کا مضمون اس زمانے کے لئے واضح ہو جاتا ہے۔

پھر آپ علیہ السلام نے فرمایا کہ اونٹ سفر کے لئے پانی جمع رکھتا ہے۔ اس بات سے غافل نہیں ہوتا کہ میں نے ضرورت کے وقت پانی کی کمی کو کس طرح پورا کرنا ہے۔ پانی جمع رکھتا ہے تا کہ ضرورت کے وقت وہ پانی کام آئے۔ آپ نے فرمایا کہ مومن کو بھی ہر وقت سفر کے لئے تیار اور محتاط رہنا چاہئے۔ اور یہ تیاری اور احتیاط کس طرح ہوگی؟ یہ زادِ راہ کے ساتھ ہے۔ زادِ راہ رکھنے سے ہوگی۔ اور جیسا کہ میں نے پہلے کہا مومن بھی اس دنیا میں مسافر کی طرح ہے اور بہترین زادِ راہ مومن کے لئے تقویٰ ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 134)

اعمال کو اور اپنی عبادتوں کو وہ رنگ ہمیں دینے کی ضرورت ہے جو ہمارے لئے بہترین زادِ راہ ثابت ہوں۔ اس زمانے کے امام کو مان کر روحانی پانی ہمیں میسر آ گیا۔ اس کو سنبھالنا اور اس سے فائدہ اٹھانا اب ہمارا کام ہے۔ پس اس حقیقت کو بھی ہر احمدی کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ کیا ہی خوش قسمت ہیں وہ جو کامل اطاعت کے ساتھ امام وقت کی باتوں کو سنتے ہیں اور ان پر عمل کرتے ہیں اور یہی باتیں ہیں جو پھر خلافت کے انعام سے بھی فیض پانے والا بناتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خلافت کے فیض سے فیض پانے والے وہی بتائے ہیں جو عمل صالح کرنے والے ہیں، عبادت کرنے والے ہیں، توحید کو قائم رکھنے والے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو تقویٰ پر چلنے والے کہلاتے ہیں۔

پس ان باتوں کو سامنے رکھتے ہوئے ہم کس طرح کہہ سکتے ہیں کہ خلافت میں کبھی دنیاوی مقاصد ہو سکتے ہیں یا خلافت کا مقصد بھی دنیاوی مقاصد کی طرح ہے یا دنیاداروں کی طرح ہے۔ دنیاوی مقاصد حاصل کرنے والوں کا روحانیت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا۔ وہ تو تمام دنیاوی ساز و سامان کے ساتھ بھی بسا اوقات کامیاب نہیں ہوتے۔ ان کے دنیاوی مقاصد پورے نہیں ہوتے۔ کامیابی تو وہی ہے ناں جو آخری فتح مل جائے۔ وہ ان کو حاصل نہیں ہوتی۔ لیکن خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والوں اور تقویٰ پر چلنے والوں کا مقصد دنیاوی ہار جیت نہیں ہے بلکہ کامل اطاعت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنا اور تقویٰ میں بڑھنا ہوتا ہے۔ ہمارا مقصد خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنا ہے۔ کوئی ذاتی نفع رسانی نہیں ہے۔ توحید

کا جھنڈا لہرانا ہے۔ ہم نے دنیا کے دل جیت کر دنیا کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے لانا ہے۔ اسی مقصد کے لئے ہمارے تبلیغی پروگرام ہیں اور دوسرے پروگرام ہیں۔ اس کے حصول کے لئے ہماری دعاؤں کی طرف توجہ ہے اور ہونی چاہئے۔

پس خلافت تو ان مقاصد کو حاصل کرنے کے لئے کام کر رہی ہے۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا اس کے لئے اس روح کو سمجھنے کی ضرورت ہے کہ خلافت ہے کیا؟ اور یہ بات اسی وقت سمجھ آئے گی جب کامل اطاعت پر یقین پیدا ہوگا۔ کوئی جتنا جتنا بھی اپنے آپ کو عالم مدبّر یا مقرر سمجھتا ہے، اگر اطاعت نہیں ہے تو نہ ہی جماعت احمدیہ میں اس کی کوئی جگہ ہے، نہ اس کا یہ علم اور عقل دنیا کو کوئی روحانی فائدہ پہنچا سکتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس فقرے کو ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ انسان کے لئے ضروری ہے کہ وہ اتباع امام کو اپنا شعار بناوے۔ پس جب مکمل طور پر خلیفہ وقت کی پیروی اور اطاعت اختیار کر لیں گے۔ خلیفہ وقت کی طرف سے ملنے والی ہدایات اور حکموں پر عمل کریں گے اور ان کی توجیہیں اور تاویلات نکالنی بند کر دیں گے تو علم بھی اور عقل بھی اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرتے ہوئے ثمر آور ہوگی اور پھل پھول لائے گی۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس تفسیر پر بنیاد رکھتے ہوئے جب ہم باقی آیات جو مَیں نے تلاوت کی تھیں ان کو بھی دیکھیں تو مزید معانی کھلتے ہیں کہ روحانی آسمان کی بلندیوں کو بھی انسان اُسی وقت چھو سکتا ہے جب اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَ اَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَ اُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (النساء:60) کے مضمون کو سمجھیں۔ اور جیسا کہ میں نے کہا عہدیداران اپنے آپ کو اولی الامر سمجھ کر اپنی اطاعت کروانے کے اس وقت تک حقدار نہیں کہلا سکتے جب تک خلافت کی کامل اطاعت اپنے اوپر لاگو نہیں کرتے اور تاویلیں کرنے سے پرہیز نہیں کرتے۔ بلکہ خلیفہ وقت کے ہر لفظ کو اپنے لئے قابل اطاعت سمجھ کر اس پر عمل کریں۔

بعض دفعہ بعض معاملات تحقیق کے لئے جب بھیجے جائیں تو پہلی یہ کوشش ہوتی ہے کہ یہ پتا کرو کہ شکایت کس نے کی ہے۔ بجائے اس کے کہ یہ دیکھا جائے کہ وہ بات سچ ہے یا غلط ہے۔ اگر تحقیق میں سچائی ہے تو اس کے لئے مداوا ہونا چاہئے اس کا حل ہونا چاہئے اور جو بھی کمی ہے اس کو پورا ہونا چاہئے اور غلط ہے تو پھر رپورٹ دے دی جائے کہ غلط ہے کسی نے یونہی بات کر دی۔ تحقیق بعد میں کی جاتی ہے، پہلے اس شخص کا پتا کھوج لگانے کی کوشش کی جاتی ہے کہ کون ہے وہ یا کون نہیں ہے۔ اس سے کسی عہدیدار کو غرض نہیں ہونی چاہئے کہ کس نے شکایت کی ہے کس نے اطلاع دی ہے۔ آپ کا کام یہ ہے کہ جو رپورٹ بھیجی جائے،

رپورٹ کے لئے کوئی بات بھیجی جائے اس پر تحقیق کریں اور اطلاع دیں۔ جہاں خلیفہ وقت کے کسی حکم کی واضح طور پر سمجھ نہ آئے جیسا کہ پہلے بھی میں نے کہا ہے وہاں یہ کہنے کی بجائے کہ اس کا یہ مطلب ہے اور وہ مطلب ہے مجھ سے لکھ کر پوچھیں کہ اس بات کی مزید وضاحت چاہئے ہمیں یہ واضح نہیں ہوئی۔ اس بات کا کیا مطلب ہے۔ اسی طرح ہر فرد جماعت کے لئے بھی ضروری ہے کہ وہ کامل اطاعت کرے۔ جب ہر ایک کامل اطاعت کرے گا تو روحانی بلندیوں کی طرف ہمارے قدم انشاء اللہ بڑھیں گے۔ یہی اس آیت کا مطلب ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جب روحانی بلندیوں پر جاؤ گے تو ایمان بھی اس طرح مضبوط ہوں گے جس طرح پہاڑ مضبوطی سے زمین میں گڑھے ہوئے ہیں اور اس روحانی عروج اور مضبوطی ایمان کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم زمین پر اسلام کا پیغام لے کر پھیل جاؤ گے۔ تمہاری ترقی انشاء اللہ تعالیٰ مشرق میں بھی ہوگی اور مغرب میں بھی ہوگی۔ یورپ بھی تمہارا ہوگا اور ایشیا بھی۔ امریکہ بھی تمہارا ہوگا اور افریقہ بھی۔ آسٹریلیا میں بھی حقیقی اسلام کا جھنڈا لہرائے گا اور جزائر میں بھی۔

اسلام کے پھیلنے کے حوالے سے مَیں ایک اَور بات بھی کہنا چاہتا ہوں۔ یہاں مَیں نے یہ سنا ہے کہ ایک اعتراض کرنے والے کی یہ بات سن کر آپ میں سے بعض پریشان ہو جاتے ہیں کہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ فرمایا کہ جرمنی فتح ہو گیا تو یورپ فتح ہو گیا۔ جلسہ پر یہ بینر لگا ہوا تھا تو کسی نے دیکھ کر یہ اعتراض کیا کہ گویا آپ یہاں جرمنی کو فتح کرنے آئے ہیں۔ ظاہراً آپ نرمی اور پیار کا نعرہ لگاتے ہیں اور لبادہ اوڑھا ہوا ہے لیکن آپ کے عزائم خطرناک ہیں۔ یہ بات کہنے والے کی بھی بے سمجھی ہے۔ بے عقلی ہے یا شرارت ہے۔ اگر شرارت ہے تو خطرناک ہے کہ اس طرح مسلمانوں کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی جارہی ہے، جماعت کے خلاف بھڑکانے کی کوشش کی جارہی ہے۔ اور سمجھانے والے کی بھی کم علمی ہے اور بلاوجہ کی پریشانی ہے کہ اس سوال سے پتا نہیں کیا ہو جائے گا۔ عمومی طور پر یہاں کے رہنے والے لوگ، مقامی جرمن لوگ عقل رکھتے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ جو جماعت دنیا میں مشنری کام کر رہی ہے اور خدمت خلق کے کام کر رہی ہے، تبلیغ اسلام کر رہی ہے تو اس لئے کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا کو بتا کر انہیں اسلام سے قریب کرے اور اس میں شامل کرے۔ فتح کے لفظ سے قطعاً یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ خدانخواستہ ہم نے تلوار چلانی ہے یا حکومتوں پر قبضہ کرنا ہے۔ ہم تو سب سے پہلے یہ اعلان کرتے ہیں کہ دین کے معاملے میں کوئی جبر نہیں۔ یہ ہر ایک کے دل کا معاملہ ہے۔ پس اس میں پریشان ہونے والی تو کوئی بات نہیں ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہم دنیا میں تبلیغ کا کام کر رہے ہیں۔ جرمنی کیا اور یورپ کیا ہمیں تو انشاء اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو فتح کرنا ہے۔ لیکن تلوار

سے نہیں بلکہ دل جیت کر۔ اسلام کی خوبصورت تعلیم سے دلوں کو گھائل کر کے۔ اگر حضرت مصلح موعود نے یہ فقرہ کہا تھا تو یہ تو جرمن قوم کی بڑائی بیان کی تھی۔ ایک جرمن نو احمدی کی دعوت پر یہ فقرات کہے گئے تھے کہ یورپ کے لیڈر جرمن ہیں۔ اس وقت آپ کے زمانے میں جرمن نو احمدی وہاں گئے تھے تو یہ ان کی بڑائی بیان ہو رہی ہے کہ یورپ کے لیڈر جرمن ہیں۔ ان میں لیڈرانہ صلاحیت ہے۔ اگر انہوں نے اسلام کو سمجھ لیا تو سمجھو کہ یہ تمام یورپ کو سمجھا سکیں گے اور پھر یورپ ان کی بات مانے گا۔

(ماخوذ از ہر عبدالشکور کنزے کے اعزاز میں دعوتوں کے مواقع پر تین تقاریر، انوار العلوم جلد 21 صفحہ 69 مطبوعہ ربوہ)

حضرت مصلح موعود کی یہ بات سچ ہے۔ آج یہ ثابت ہو رہی ہے۔ یورپی یونین بنی ہوئی ہے۔ اس میں دیکھ لیں جرمنی کی لیڈرانہ صلاحیتیں ہی نظر آ رہی ہیں۔ ہر ایک اس کی طرف دیکھتا ہے۔ اب اس بات میں نہ تلوار کا سوال ہے نہ سختی کا سوال ہے بلکہ اسلام کی پیار و محبت کی تعلیم اور خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی تعلیم کی بات ہو رہی ہے۔ اس تعلیم کو لوگوں کے دلوں میں بٹھانے کی بات ہو رہی ہے۔

پرسوں ویزبادن میں مسجد کا سنگ بنیاد تھا۔ چار سو سے اوپر وہاں کے مقامی لوگ آئے ہوئے تھے۔ جرمن مہمان آئے ہوئے تھے۔ میں نے مختصراً اسلامی تعلیم کے حوالے سے وہاں باتیں کیں۔ ہر ایک نے تقریباً یہی کہا کہ یہ پیغام ہم سب کے دل کی آواز ہے۔ انہوں نے کہا کہ ہمیں آج اسلام کو سمجھنے کا موقع ملا ہے۔ پس ہمیں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اخلاص و وفا کے ساتھ اپنے کام کرتے رہے تو ان میں سے یا ان کی اگلی نسلوں میں سے لوگ اسلام کو سمجھیں گے اور داخل ہوں گے۔ جس کو اللہ چاہے گا اس کو قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے گا۔ پس خوفزدہ ہونے کی ضرورت نہیں ہے، نہ پریشان ہونے کی ضرورت ہے، نہ جھجکنے کی ضرورت ہے، نہ ڈیفینسیو (defensive) ہونے کی ضرورت ہے، نہ ایسا جواب دینے کی ضرورت ہے جس سے خوف اور ڈر جھلک رہا ہو۔ نہ دنیاوی حکومتیں ہمارا مقصد ہیں اور نہ ہمیں ان کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت دلوں میں بٹھانا اور اس کے آگے جھکانا ہمارا کام ہے اور یہ کام انشاء اللہ ہم کرتے رہیں گے۔ پس اس کام کو کرنے کے لئے اور اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے ہر احمدی کو خلافت سے کامل اطاعت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 27 رجون 2014ء تا 03 رجولائی 2014ء جلد 21 شمارہ 26 صفحہ 05 تا 09)

24

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 13؍ جون 2014ء بمطابق 13 احسان 1393 ہجری شمسی
بمقام کالسروئے۔ جرمنی

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج جرمنی کا جلسہ سالانہ اس خطبہ کے ساتھ شروع ہو رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جلسے کی حاضری میں ہر سال اضافہ ہوتا ہے۔ امید ہے انشاء اللہ تعالیٰ اس سال بھی ہوگا اور ہونا چاہئے کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس کی بار بار جماعت کو توجہ دلائی ہے کہ تمام احمدیوں کو اس جلسہ میں شامل ہونا چاہئے۔ پس جس طرح جماعت کی تعداد بڑھ رہی ہے جلسے کی حاضری بھی بڑھنی چاہئے اور اس کی خاطر تکلیف اٹھا کر بھی لوگوں کو آنا چاہئے۔ آپ لوگ خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جلسے کے موقع عطا فرمائے ہوئے ہیں۔ پاکستان میں جلسے پر پابندی ہے تو وہاں کے احمدی بے چین ہو جاتے ہیں کہ کاش یہ پابندیاں ختم ہوں تو ہم بھی جلسے منعقد کریں اور ان مقاصد کو حاصل کرنے کی کوشش کریں جو جلسے کے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں۔ ہم بھی ان دعاؤں کے حاصل کرنے والے بنیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسے میں شامل ہونے والوں کے لئے کیں۔ یہاں بعض مہمان عورتیں بھی اور مرد بھی پاکستان سے آئے ہوئے ہیں جو مجھے ملے ہیں، روتے ہوئے بعض کی ہچکی بندھ جاتی ہے کہ ہم ان نعمتوں سے محروم ہیں۔ یہ دعا کریں کہ ہمیں بھی یہ نعمتیں ملیں۔

بہر حال جیسا کہ ہمیشہ کہتا ہوں کہ پاکستان کے احمدیوں کو اگر جلد ان مشکلات سے نکلنا ہے تو پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ جلد فضل کے سامان پیدا فرمائے۔ ظالموں کے ظلم اور دشمنوں کی مخالفتوں سے ہمیں نجات دے۔ یہ سب کچھ دعاؤں سے ہونا ہے۔ یہ چیز حاصل کرنے کا اس کے

علاوہ اور کوئی ہتھیار نہیں۔ بہر حال میں آپ لوگوں سے جو یہاں رہنے والے ہیں یہ کہہ رہا تھا کہ آپ خوش قسمت ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے یہ سامان پیدا فرمائے کہ جلسے منعقد کرتے ہیں۔ ہر طرح کے اجتماعات کرتے ہیں۔ ہر سطح پر اجلاسات منعقد کرتے ہیں۔ پس اس بات پر اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوں اور شکر گزاری یہ ہے کہ جلسے کے پروگراموں سے بھر پور فائدہ اٹھائیں۔ جلسہ کے دنوں میں بھی اور پھر بعد میں بھی جو نیک باتیں یہاں دیکھیں اور سنیں انہیں اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسے کا مقصد صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرنا اور فقط دین کو چاہنا بتایا ہے۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

یعنی ہر شخص جو جلسہ میں شامل ہوتا ہے اس نیت سے شامل ہونے کے لئے آئے کہ تھوڑی بہت مشکلات، تکلیفیں اگر برداشت بھی کرنی پڑیں تو کر لیں گے اور کوئی بے صبری کا کلمہ منہ سے نہیں نکالیں گے کہ ہم سے یہ سلوک ہوا اور وہ سلوک ہوا۔ اول تو عموماً یہاں ڈیوٹی دینے والے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اپنے فرائض ادا کرنے کی کوشش کرتے ہیں اور جن میں کمی ہے انہیں مَیں دوبارہ یاددہانی کروا دیتا ہوں کہ صبر سے اور برداشت سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے اپنے فرائض ادا کریں اور ساتھ ہی شاملین جلسہ سے بھی میں کہوں گا کہ یہاں جلسہ پر آنا صرف اس مقصد کے لئے ہونا چاہئے کہ اس نے یا آپ نے دین سیکھنا ہے اور اس ماحول میں اپنی روحانی ترقی کے سامان کرنے ہیں۔ اور پھر اس روحانی ترقی میں اپنی نسلوں کو بھی شامل کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس درد کو ہمیشہ محسوس کرتے رہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں۔'' فرمایا: ''انسان اس وقت سوجاکھا کہلا سکتا ہے جب کہ باطنی رؤیت یعنی نیک و بد کی شناخت کا اس کو حصہ ملے اور پھر نیکی کی طرف جھک جائے۔'' فرمایا: ''نجات انہیں کو ہے کہ جو دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل تھے۔'' فرمایا کہ ''جب تک دل فروتنی کا سجدہ نہ کرے صرف ظاہری سجدوں پر امید رکھنا طمع خام ہے۔ جیسا کہ قربانیوں کا خون اور گوشت خدا تک نہیں پہنچتا صرف تقویٰ پہنچتی ہے ایسا ہی جسمانی رکوع و سجود بھی ہیچ ہے جب تک دل کا رکوع و سجود و قیام نہ ہو۔'' فرمایا کہ ''دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو اور رکوع یہ کہ اس کی طرف جھکے اور سجود یہ کہ اس کے لئے

اپنے وجود سے دست بردار ہو“

پھر آپ نے یہ بھی دعا دی کہ ”خدا تعالیٰ میری اس جماعت کے دلوں کو پاک کرے اور اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے ان کے دل اپنی طرف پھیر دے“

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 397-398)

پس ہماری عملی اصلاح کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی یہ دعائیں ہیں۔ یہ دلی جذبات ہیں۔ یہ درد ہے۔ اور ان جلسوں کا مقصد بھی یہی عملی اصلاح ہے۔ ہمیں اللہ تعالیٰ نے یہ موقع عطا فرمایا ہے کہ ان تین دنوں میں اپنی عملی اصلاح کے جائزے بھی لیتے رہیں اور اس طرف توجہ بھی دیں۔ ہمارے یہ معیار اس وقت قائم ہوں گے جب ہم ایک فکر کے ساتھ اس کی کوشش کریں گے۔ آپ علیہ السلام کا ایک ایک فقرہ اور ایک ایک لفظ درد انگیز اور ہمیں ہلا دینے والا ہے۔

فرمایا اپنی روحانی آنکھوں کو اس طرح روشن کرو جس طرح تمہاری یہ مادی آنکھیں روشن ہیں۔ ہماری آنکھوں کو ذرا سی تکلیف پہنچے تو ہمیں بے چین کر دیتی ہے۔ فوراً ڈاکٹر کے پاس جاتے ہیں۔ آنکھوں کی ذرا سی دھندلاہٹ ہمیں پریشان کرتی ہے۔ اس کے لئے ہم کتنا تردد کرتے ہیں۔ ہر ایسی چیز سے اپنی آنکھوں کو بچانے کی کوشش کرتے ہیں جو ہماری نظر پر اثر ڈالنے والی ہو۔ برا اثر ڈالنے والی ہو۔ کیا یہی کوشش ہم اپنی روحانی آنکھ کی روشنی اور اس کو صحت مند رکھنے کے لئے کرتے ہیں؟ ان تین دنوں میں اگر ہم توجہ بھی دے رہے ہوں تو اس کے بعد باہر جا کر ہم پھر ایسے کاموں میں ملوث ہو جاتے ہیں جو ہمارے روحانیت پر منفی اثر ڈالتے ہیں۔ پس روحانی آنکھ کی روشنی چند دنوں کی بات نہیں بلکہ یہ تین دن تو اس روشنی کے قائم رکھنے کے لئے علاج کے طور پر ہیں۔ اگر اس علاج کے بعد پھر بے احتیاطی ہو گی تو روحانی آنکھ کی روشنی متاثر ہو گی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ حقیقی سوجاکھا وہی ہے جو نیک و بد میں پہچان کرنے والا ہو اور پھر جب پہچان ہو جاوے تو نیکی کی طرف جھک جاوے۔ پھر وہ نیکیاں سرزد ہوں جن کے کرنے کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے۔ اور ان نیکیوں میں جہاں خدا تعالیٰ کی عبادت ہے وہاں خدا تعالیٰ کی مخلوق کا حق بھی ہے۔

اب ایک مثال دیتا ہوں ایک حق جس کو ادا نہ کرنے کی وجہ سے جماعت میں پریشانی بڑھتی چلی جا رہی ہے۔ جس کی عدم ادائیگی نے نہ صرف گھروں میں بے سکونی پیدا کی ہوئی ہے بلکہ کئی لڑکیاں جو پاکستان سے یا کئی دوسری جگہوں سے شادی ہو کر یہاں آتی ہیں ان کو اپنے گھروں سے دوری نے بھی انتہائی تکلیف میں مبتلا کیا ہوا ہے۔ پھر پاکستان میں جو اُن کے ماں باپ ہیں ان کی پریشانی کی وجہ سے ان

کی نیندیں الگ اڑ رہی ہیں۔ گو بعض لڑکوں سے بھی یہ زیادتیاں ہو رہی ہیں اور لڑکی یا لڑکی کے ماں باپ یہ زیادتیاں کر رہے ہیں۔ ماں باپ کا کردار ان زیادتیوں میں زیادہ ہے لیکن مرد پھر بھی مرد ہونے کی وجہ سے اپنے نقصان کو پورا کرنے کی کوشش کر لیتا ہے۔ گو تکلیف سے ہی سہی لیکن اس کا یہ وقت گزر ہی جاتا ہے لیکن عورت کو تو معاشرے کی نظریں بھی تکلیف دے رہی ہوتی ہیں۔ اور پھر جیسا کہ میں نے کہا پیچھے بیٹھے ہوئے اس کے والدین الگ پریشان ہو رہے ہوتے ہیں۔ پس ایسے لوگوں کو جو جان بوجھ کر بلاوجہ صرف اپنی ذاتی اناؤں کی وجہ سے ایسی حرکتیں کر رہے ہوں چاہے کوئی بھی فریق ہو انہیں خدا کا خوف کرنا چاہئے۔ پھر بعض دفعہ عہدے دار بھی خدا کا خوف نہیں کرتے اور غلط طرف داریاں کر کے اس ظلم میں شامل ہو جاتے ہیں۔ پس خدا کا خوف رکھتے ہوئے ہر ایک کو اپنے آپ کو روحانی بیماریوں سے بچانے کی ضرورت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ نجات انہی کو ہے جو دنیا کے جذبات سے بیزار اور بری اور صاف دل ہیں۔

پس ان درد بھرے الفاظ پر غور کرنے کی ضرورت ہے۔ کیا ہمارے دل دنیا کے جذبات سے بیزار ہیں یا دنیاوی جذبات ہمیں اپنی لپیٹ میں لئے ہوئے ہیں؟ کیا ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ ہم ہر قسم کی برائیوں سے بچے ہوئے ہیں؟ کوئی ہمارے حقیقی عمل کو جانتا ہے یا نہیں جانتا۔ ہم کیا کرتے ہیں یہ کسی کو پتا ہے یا نہیں پتا لیکن کیا خدا کو حاضر ناظر جان کر ہم اپنے آپ کو ہر قسم کی گندگیوں اور دوسروں کو تکلیف پہنچانے سے بچا کر خدا تعالیٰ کی نظر میں بری کرنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا ہمارے دل خدا تعالیٰ کے حق ادا کرنے اور اس کی مخلوق کے حق ادا کرنے میں صاف ہیں؟ یا کم از کم ہم انہیں حتی المقدور صاف رکھنے کی کوشش کر رہے ہیں؟ اور اس کوشش کے ساتھ اللہ تعالیٰ سے مدد بھی مانگ رہے ہیں؟ اگر نہیں تو ہماری حالت قابل فکر ہے۔ کیا ہمارے سجدے فروتنی اور عاجزی کے سجدے ہیں؟ فروتنی کا سجدہ وہ ہے جو اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کرنے کی کوشش کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ سے اس کے فضل کو حاصل کرنے کے لئے کیا جاتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہوتا ہے۔ ظاہری سجدوں کا حال تو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرما دیا کہ فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (الماعون: 5)۔ کہ ظاہری سجدے کرنے والے نمازیوں پر ہلاکت ہے۔ خدا نہ کرے خدا نہ کرے کہ ہم میں سے کوئی خدا تعالیٰ کی ناراضگی کا مورَد بن کر ہلاکت میں پڑے لیکن خدا تعالیٰ بے نیاز ہے۔ ہمیشہ اس کے خوف کی ضرورت ہے۔ پس جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ وہ قیام اور رکوع و سجود ہمیں کرنے چاہئیں جو اللہ تعالیٰ کو پسند ہیں جن کے نمونے قائم کروانے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام تشریف لائے تھے۔

آپ نے وضاحت بھی فرمادی کہ قیام رکوع و سجود ہیں کیا؟ کس طرح کئے جاسکتے ہیں؟ فرمایا دل کا قیام یہ ہے کہ اس کے حکموں پر قائم ہو۔ دل کا قیام اس وقت ہوگا جب اللہ تعالیٰ کے حکموں پر قائم ہو جاؤ گے۔ اللہ تعالیٰ کے حکم کون سے ہیں وہ حکم ہیں جو قرآن کریم میں بیان ہوئے ہیں اور قائم ہونا یہ ہے کہ ان کو اس مضبوطی سے پکڑے رکھنا کہ کبھی نہ گریں۔ نہ آپ گریں نہ آپ سے وہ دور ہو جائیں۔ کبھی ان کا سہارا نہ چھوٹے۔ کبھی انہیں تخفیف کی نظر سے نہ دیکھیں۔ دل کا رکوع یہ ہے کہ ہر معاملے میں خدا تعالیٰ کے حضور جھکے۔ کوئی دنیاوی وسیلے کوئی دنیاوی ذریعے یا خیال دل میں پیدا نہ کریں کہ ان سے ہمارے مسائل حل ہو جائیں گے۔ پھر دل کا سجدہ کیا ہے؟ فرمایا دل کا سجدہ یہ ہے کہ اپنے وجود سے دست بردار ہو جاؤ۔ خدا تعالیٰ کے رضا کی حصول کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دو۔ اپنے جذبات کو قربان کر دو۔ اپنے عزیزوں کی قربانی دو۔ تعلقات کی قربانی دو۔ اپنی اَناؤں کو قربان کر دو۔ اپنی غیرتوں کی، جھوٹی غیرتوں اور جھوٹی اناؤں کی قربانی دو۔ یعنی وہ باتیں جو تم غیرت سمجھتے ہو لیکن یہ غیرت خدا تعالیٰ سے دور لے جانے والی ہے اس کو قربان کرنا ہو گا۔ غیرت دکھانی ہے تو دین کی غیرت ہونی چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف کوئی چلانے کی کوشش کرے تو وہاں غیرت دکھانی چاہئے۔ گویا کہ ہمارے ہر عمل ایسے ہو جائیں یا انہیں ایسا کرنے کی کوشش میں ہم لگ جائیں جو ہمارے دلوں کو پاک کرنے والی ہو۔ آپ فرماتے ہیں:

میں تو اپنی جماعت سے یہ چاہتا ہوں اور امید بھی کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اپنی رحمت کا ہاتھ لمبا کر کے افراد جماعت کی یہ حالت کر دے گا۔ آپ نے فرمایا جو اس حالت کے حصول کے لئے کوشش نہیں کرتے ان کا پھر میرے ساتھ کوئی تعلق بھی نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کرے کہ ہم میں سے کوئی بھی کبھی ان لوگوں میں شامل ہو جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے اپنا تعلق توڑنے والے ہوں بلکہ ہم میں سے ہر ایک اس کوشش میں ہو کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ تعلق کو کس طرح مضبوط سے مضبوط تر کر سکتے ہیں۔

پس جلسہ پر آنے والے جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا ان دنوں میں اپنے جائزے لیں، دیکھیں کہ کس حد تک ہم وہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے چاہتے ہیں۔ جلسہ کے دنوں میں یہ ماحول اللہ تعالیٰ نے میسر فرمایا ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کے عملی اظہار ہو سکتے ہیں اور پھر ان عملی اظہاروں کو زندگی کا مستقل حصہ بنانے کی کوشش ہو۔ انشاء اللہ تعالیٰ اس مہینہ کے آخر میں رمضان کا مہینہ بھی شروع ہو رہا ہے جو عملی تربیت کا مہینہ ہے۔ اگر ان دنوں کی برکتوں کو رمضان المبارک کی عظیم برکتوں سے جوڑنے کی کوشش کریں تو ایک روحانی انقلاب

ہم میں پیدا ہوسکتا ہے۔ اور اگر اس نیت سے جلسے پر نہیں آئے یا یہ دن کوئی تبدیلی پیدا کرنے والے نہ بن سکے یا ان کے لئے کوشش نہ کی تو اس جلسے پر آنا نہ آنا ایک جیسا ہے۔ بلکہ بعض دفعہ نقصان کا باعث بھی بن جاتا ہے۔ ایک مجمع ٹھوکر کا باعث بھی بن جاتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے کا ایک شخص کا ایک واقعہ بیان کرتے تھے کہ جس کی بدبختی کی وجہ سے اس کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صحبت سے کوئی فائدہ نہیں پہنچا بلکہ الٹا ایمان ضائع کر کے چلا گیا۔ اس لئے کہ اس کی اَنا اور اس کی جھوٹی نیکی کا اظہار اس کے آڑے آ گیا۔ واقعہ یوں ہے کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام مسجد میں تشریف لاتے تھے تو لوگ زیادہ سے زیادہ کوشش کرتے تھے کہ آپ کے قریب تر ہو جائیں اور آپ کی باتیں سنیں اور ان سے فیض اٹھائیں۔ اپنی روحانیت کی تسکین کریں۔ اس کو بڑھانے کی کوشش کریں۔ ایسی ہی ایک مجلس میں ایک شخص آیا اور آ کے مسجد میں ایک طرف یا تقریباً بیچ میں ہی سنتیں پڑھنی شروع کر دیں۔ اور اتنی لمبی سنتیں پڑھنی شروع کر دیں کہ اس کے ارد گرد جو لوگ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے قریب ہونا چاہتے تھے، ان میں بے چینی شروع ہوگئی۔ آخر بعض دوسرے جو دوسری طرف سے آ رہے تھے قریب آنے شروع ہوئے تو انہوں نے بھی جرأت کی اور آگے بڑھنے شروع ہو گئے۔ تو بعض لوگ جب تیزی سے آگے بڑھ رہے تھے تو کسی کی کہنی اس سنتیں پڑھنے والے شخص کو لگ گئی۔ اس پر وہ کہنے لگا کہ یہ اچھا نبی اور مسیح موعود ہے کہ اس کی مجلس کے لوگ نماز پڑھنے والوں کو ٹھوکریں مارتے ہیں۔ سخت ناراض ہوا اور مرتد ہو کے چلا گیا۔

(ماخوذ از خطباتِ محمود جلد 11 صفحہ 544 تا 546 خطبہ جمعہ فرمودہ 26 دسمبر 1919ء)

یہ اس کی بدبختی تھی۔ وہی مجلس جو لوگوں کے ایمانوں میں اضافہ کر رہی تھی، ایمان میں ترقی کا باعث ہو رہی تھی اس کے لئے ٹھوکر کا باعث بن گئی۔ پس اس کا یہ عمل ظاہر کر گیا کہ اس کے رکوع و سجود دکھاوے کے لئے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کی مجلس جس میں تازہ مائدہ اتر رہا ہو اور روحانی خزائن تقسیم ہو رہے ہوں اس کو چھوڑ کر وہاں اپنی نمازوں کے اظہار میں لگ گیا اور اس عمل نے اس کا ایمان بھی ضائع کر دیا۔ پس گو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مجالس تو اب نہیں ہیں لیکن آپ کی تعلیم کی روشنی میں یہی باتیں ہوتی ہیں۔ قرآن کریم کی تفسیریں بیان ہوتی ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ کی روشنی میں تربیت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے۔ معین پروگرام ہوتے ہیں۔ نمازیں بھی ہیں اور تہجد بھی ہے۔ سارے پروگرام اپنے وقت پر ادا کئے جاتے ہیں ہر پروگرام میں اس کے وقت پر ہر ایک کو شامل ہونا چاہئے اور

فائدہ اٹھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اگر نمازیں کسی وجہ سے رہ بھی گئی ہیں تو ایک کونے میں جا کر ادا کرنے کی کوشش کریں۔ تا کہ نہ آپ کی وقت پر ادا نہ کی گئی نمازیں متاثر ہوں اور نہ لوگوں کو بیٹھنے میں دقت ہو کہ وہ آرام سے جلسے کی کارروائی بھی سن سکیں۔

یاد رکھیں عمل صالح وہ عمل ہے جو موقع اور محل کے حساب سے ہے۔ ورنہ غلط موقع پر کیا گیا عمل غلط نتائج کی وجہ سے ایمان میں ٹھوکر کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ اگر وہ نماز پڑھنے والا شخص حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقام کو سمجھ کر اپنی نماز کو مختصر کر کے آپ کی مجلس میں بیٹھتا تو یہ عمل اس کا زیادہ صالح عمل ہوتا اور وہ ایمان ضائع کرنے سے بچ جاتا۔ اس بات سے یہ سبق بھی ملتا ہے کہ صبر اور برداشت ایمان ضائع ہونے سے بھی بچاتی ہے۔ ان دنوں میں آ کر آپ کو جائز تکلیف بھی کسی سے پہنچے۔ صرف کہنی لگنے کا سوال نہیں۔ بڑی تکلیف بھی ہو تو تب بھی صبر اور برداشت سے کام لیں اور اس نیک مقصد کے حاصل کرنے کی طرف توجہ دیں جس کے لئے آپ یہاں آئے ہیں۔ جلسوں پر بعض دفعہ اس بے صبری کی وجہ سے بعض لوگ ایک دوسرے سے سختی بھی کرتے ہیں اور لڑائی تک نوبت آ جاتی ہے۔ اور نتیجۃً لڑنے والوں کے خلاف پھر جب پتا لگتا ہے تو تعزیری کارروائی بھی ہوتی ہے جو بعض دفعہ ان کو مزید ٹھوکر لگاتی ہے کیونکہ پھر اَنا غالب آ جاتی ہے۔ ایمان بھی ضائع ہوتا ہے۔ تو جیسا کہ میں نے کہا یہ جلسہ فیض کے بجائے اللہ تعالیٰ سے دور لے جانے والا ہو جاتا ہے۔ نقصان کا باعث بن جاتا ہے۔ ایمان کے ضائع ہونے کا باعث بنتا ہے، لیکن اگر صبر، برداشت اور جلسے میں شمولیت کا حقیقی مقصد پیش نظر ہو تو نہ صرف اپنے ایمان میں ترقی ہوتی ہے بلکہ بہتوں کے ایمان میں ترقی اور ہدایت کا موجب بھی انسان بن جاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کے فضل سے دنیائے احمدیت میں اب ہر جگہ جلسے منعقد ہوتے ہیں۔ بیسیوں ممالک میں جلسے منعقد ہوتے ہیں جو جماعتیں بڑھی ہیں۔ حضرت مسیح موعود کے ماننے والے جو مختلف قوموں اور نسلوں سے تعلق رکھتے ہیں ان کی وجہ سے جو دنیا میں جو ہدایت پھیل رہی ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حضور ہمیں بھی جھکانے والا بناتی ہے۔ اگر کوئی بدبخت ایمان ضائع کرنے والا ہوتا ہے تو سینکڑوں خوش قسمت ایمان لانے والے بھی ہوتے ہیں۔ اس کی مثالیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں بھی تھیں اور آج بھی ہیں۔ اس وقت میں ایک مثال پیش کرتا ہوں کہ وہ لوگ ہدایت کا باعث بنے جو ہزاروں میل دور بیٹھے ہیں لیکن ایمان میں ترقی کر رہے ہیں۔ ان میں سے اکثریت نے شاید خلیفہ وقت کو بھی نہ دیکھا ہو اور جنہوں نے دیکھا ہے انہیں بھی پچیس تیس سال کا عرصہ ہو چکا ہے۔ لیکن ہدایت کا باعث یہ لوگ کس طرح بن رہے

ہیں، ایمان میں کس طرح بڑھ رہے ہیں یہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

سیرالیون کا ایک واقعہ ہے۔ وہاں کے کوٹ لوکو ریجن کے معلم لکھتے ہیں کہ کافے (Kaffeh) چیفڈم کے چیف امام اور ڈپٹی چیف امام شیخ آدم جماعت کے بہت مخالف تھے۔ ہمارے لوکل معلم شیخ ابراہیم تورے صاحب ان سے جماعتی مسائل پر بات چیت کرتے رہتے تھے۔ جلسہ سیرالیون قریب آیا تو معلم سے کہا کہ چیف امام اور ڈپٹی چیف امام کو جلسے پر بطور مہمان آنے کی دعوت دیں۔ چیف امام نے تو انکار کر دیا لیکن ڈپٹی چیف شیخ آدم جو تھے انہوں نے دعوت قبول کر لی اور پھر یہ جلسے پر تشریف لائے۔ وہاں بو (Bo) میں جلسہ ہوتا ہے۔ یہ جو ڈپٹی چیف امام شیخ آدم تھے، کہتے ہیں کہ میں سوچ رہا تھا کہ یہ لوگ کس بات کے لئے اتنا خرچ کر کے یہاں اکٹھے ہوئے ہیں لیکن جلسے کے پہلے دن جب لوگ نماز تہجد کے لئے اکٹھے ہوئے جو ایک بہت بڑا مجمع تھا اور جب نماز تہجد میں قرآن کریم سنا اور لوگوں کو خدا کے حضور دعائیں کرتے ہوئے روتے دیکھا تو میرا دل پگھل گیا کہ یہ نشانیاں اور لوگوں کا عبادت میں اس طرح مشغول ہونا بتاتا ہے کہ یہ سچے لوگ ہیں اور یہ سچے لوگوں کی جماعت ہے۔ دنیاوی اور جھوٹے لوگوں کی جماعت کے لوگ اس طرح کے نہیں ہوتے۔

پھر مبلغ صاحب کہتے ہیں کہ میں نے پہلے سیشن کے بعد ان سے پوچھا کہ آپ کو یہ جلسہ کیسا لگا، کیا محسوس ہوا؟ انہوں نے بتایا کہ میں احباب جماعت اور جماعتی روایات سے بہت متاثر ہوا ہوں اور احمدی ہو گیا ہوں اور میرے تمام شبہات دور ہو گئے ہیں۔ واپس جا کر اپنے علاقے میں بھی تبلیغ کرنے لگے کہ حقیقی اسلام یہی ہے جس پر جماعت احمدیہ عمل کر رہی ہے اور پھیلا رہی ہے۔ ان کے امام ان سے ناراض ہو گئے اور ان کو نکال بھی دیا۔ انہوں نے کہا کہ حق مجھے مل گیا ہے۔ اب میں جماعت کے لئے سب کچھ چھوڑ دوں گا اور سچائی کا ساتھ دوں گا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس علاقے میں ان کے ذریعہ سے بہت سے لوگ احمدی بھی ہوئے ہیں۔

تو ایک جلسے نے ایک شخص کو احمدی بنایا جس کی وجہ سے پھر سینکڑوں لوگوں کو احمدی ہونے اور زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق ملی۔ اب شیخ آدم صاحب جو ہیں کیونکہ وہ جلسے کی وجہ سے احمدی ہوئے تھے انہوں نے اپنے نام کے ساتھ بھی یہ لگا لیا۔ شیخ آدم جلسہ سالانہ۔ پس جلسے کئی آدم پیدا کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی حالتوں میں تبدیلی پیدا کر کے نئی زمینیں اور نئے آسمان بنا رہا ہے۔ پس ہمیں بھی فکر کرنی چاہئے کہ ہم لوگ جن میں سے اکثریت پیدائشی احمدیوں کی ہے اپنی حالتوں کو درست کریں۔ یہاں بہت سے

اسائلم سیکر بھی اب آ گئے ہیں وہ صرف یہ نہ سمجھیں کہ دنیا کمانے کے لئے دنیاوی غرض سے آئے ہیں۔ اگر جماعت کی مخالفت کی وجہ سے پاکستان سے آئے ہیں تو یہاں پھر جماعت کے سفیر بن کر اپنا کردار ادا کریں اور اپنے عملوں سے اس بات کا اظہار کریں جو جماعت کی حقیقی تعلیم ہے۔ دنیا کمائیں بے شک لیکن دنیا میں پڑنے کے بجائے، دنیا میں ڈوب جانے کے بجائے اپنی روحانیت کی طرف بھی توجہ دیں۔

بہر حال یہ جلسوں کی برکات ہیں جو دنیا میں ظاہر ہو رہی ہیں۔ دنیائے احمدیت میں اب نیکیوں میں سبقت لے جانے کی ایک دوڑ لگی ہوئی ہے۔ پس آپ لوگ بھی کوشش کریں کہ اس دوڑ میں پیچھے نہ رہ جائیں۔ ایک زمانہ تھا کہ جب شہروں کے مقابلے ہوتے تھے۔ اب تو ملکوں کے مقابلے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے وہی ہوں گے جو اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کے درد کو سمجھتے ہوئے اپنی حالتوں میں تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں گے۔

یہاں میں کچھ باتیں کارکنان اور خاص طور پر ان کارکنان کو جن کے سپرد مہمان نوازی ہے کہنا چاہتا ہوں۔ یاد رکھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جب **وَسِّعْ مَكَانَكَ** کا الہام ہوا تو اس لئے کہ آپ کے مہمان جو پہلے ہی کافی تعداد میں آپ کے پاس آتے تھے، اور جن کی مہمان نوازی آپ ہر ایک کی ضرورت کو سامنے رکھتے ہوئے کرتے تھے اس میں مزید اضافہ ہوتا رہا۔ یہ الہام آپ کو شروع دعویٰ میں ابتدائی زمانے میں بھی ہوا اور کئی مرتبہ ہوا اور آخر تک مختلف شکلوں میں یہ ہوا ہے۔

(تذکرہ صفحہ 41، 246، 395، 541، 624 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

پس یہ **وَسِّعْ مَكَانَكَ** کا پیغام جو ہے آپ کے ماننے والوں کے لئے بھی ہے اور یہ اس وقت آپ کے ساتھ کام کرنے والے جو آپ کے کارندے تھے ان کے لئے بھی تھا کہ یہ وسعت جو مکانیت میں ہوگی، مہمان نوازی میں بھی اضافے کا باعث بنے گی۔ اب یہاں بھی جرمنی میں جو وسعت ہو رہی ہے، نئے مشن بن رہے ہیں، یہاں مساجد بن رہی ہیں، اس وجہ سے مہمان نوازی میں بھی اضافہ ہوتا چلا جائے گا۔ پس اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا تم لوگ جو کام کرنے والے ہو، تم جو مسیح موعود کو ماننے والے ہو، تم تھک نہ جانا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام تو پہلے ہی بہت کھلے دل کے تھے اور مہمانوں کے لئے آپ کو اللہ تعالیٰ نے جو یہ فرمایا کہ مہمانوں کے آنے سے نہ تھکنا ہے، نہ پریشان ہونا ہے (الفاظ میرے ہیں مفہوم یہی ہے) آپ کے لئے تو تھا ہی آپ کے ان کارندوں کے لئے بھی ہے جن کے سپرد اللہ تعالیٰ نے مہمان نوازی کی ہے، جو آپ کے زمانے میں بھی تھے اور آپ کے بعد آنے والے بھی ہیں۔ یہ ان کے لئے برکتیں

حاصل کرنے کے مواقع ہیں۔ پس ان خدمتوں کے کرنے والوں کو وَسِّعْ مَكَانَكَ کے اللہ تعالیٰ کے حکم کو آج بھی پورا کرنے کے لئے اپنے دلوں کو بھی مہمانوں کے لئے وسیع کرنا ہوگا۔

لنگر خانہ تو آپ کے اہم کاموں میں سے ایک کام تھا اور آج بھی جو لوگ خاص طور پر جب خلیفہ وقت کی موجودگی ہو آتے ہیں تو اس لئے کہ خلیفہ وقت کے قریب ہوں، کچھ دن گزاریں۔ اس لئے ان دنوں میں مہمانوں کا خاص طور پر خیال رکھنا چاہئے۔ صرف جلسہ پر ہی نہیں بلکہ عام حالات میں بھی۔ قرآن کریم نے ہمیں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی مہمان نوازی کی خبر دی ہے اور یہ بتایا کہ مہمان کے لئے یہ نہیں پوچھنا کہ مہمان نوازی کروں یا نہ کروں اور کسی بھی قسم کے خرچ سے ڈرنا نہیں ہے۔ مہمان نوازی کرنی چاہئے، اس کے آرام کا خیال رکھنا چاہئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خاص طور پر مہمان نوازی کی تلقین فرمائی ہے۔ آپ کا چہرہ اس وقت خوشی سے دمک جاتا تھا جب آپ کو پتا چلتا تھا کہ آج مدینہ میں رہنے والے آپ کے صحابہ نے باہر سے آنے والے مہمانوں کے آرام کا خیال رکھا ہے اور اپنے سے زیادہ ان کے آرام کا خیال رکھا ہے اور اپنی توفیق سے بڑھ کر ان کا خیال رکھا ہے اور ان کی مہمان نوازی کی ہے۔

(صحیح البخاری کتاب مناقب الانصار باب قول اللہ عزوجل ویؤثرون علیٰ انفسھم ولو کان بھم خصاصۃ... حدیث نمبر 3798)

(مسند الامام احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 503-502 مسند جریر بن عبداللہ حدیث نمبر 19388 عالم الکتب بیروت 1998ء)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مثالیں بھی ہمارے سامنے ہیں کہ لنگر خانوں کے کارکنوں سے ناراض ہو کر چلے جانے والے مہمانوں کے پیچھے بڑے لمبے فاصلے تک آپ گئے اور انہیں واپس لے کر آئے۔ پھر ان کا سامان خود تانگے سے اتارنا شروع کیا تو کارکنوں نے آگے بڑھ کر سامان لے لیا۔

(ماخوذ از اصحاب احمد جلد 4 صفحہ 161-160 مؤلفہ ملک صلاح الدین صاحب ایم۔اے)

یہ سب کچھ اس لئے کہ آپ مہمان نوازی کے اعلیٰ معیار جہاں قائم کرتے تھے وہاں اپنے ماننے والوں کو سکھانا بھی چاہتے تھے۔ یہ باتیں صرف ہمارے پڑھنے سننے اور لطف اٹھانے کے لئے ہیں نہیں بلکہ عمل کرنے کے لئے ہیں۔

جیسا کہ میں نے کہا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے جماعت کے قیام سے پہلے بھی

وَسِّعْ مَکَانَکَ کی خبر دی تھی، لوگوں کے آنے کی خبر دی تھی۔ لیکن پھر دوبارہ بار بار اس کی تجدید فرمائی۔ آخر تک آپ کو الہام ہوتے رہے۔ 1907ء میں بھی ہوا۔ اس لئے کہ آپ کے بعد آپ کی جماعت اس کی اہمیت کو سمجھے۔

پس یہاں کی انتظامیہ کو بھی میں توجہ دلانا چاہتا ہوں کہ مہمان نوازی کی اہمیت کو سمجھیں۔ ایک مہمان نوازی تو یہ ہے جو یہاں جلسے کے دنوں میں ہو رہی ہے۔ تیس بتیس ہزار افراد کا کھانا پکانا ہے۔ ان کو کھانا کھلانا ہے اسلئے ایک وقت میں ایک سالن پکتا ہے، ساتھ روٹی ہوتی ہے۔ اس کا خیال تو رکھنا چاہئے کہ جہاں ہر فرد تک یہ کھانا پہنچے، ہر ایک کو اس کی ضرورت کے مطابق ملے اور عزت کے ساتھ اس کو یہ کھانا کھلایا جائے وہاں یہ بھی احتیاط ہو کہ ضیاع بھی نہ ہو۔ لیکن ضیاع سے بچنے کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ اس گرمی میں ایک وقت کے بچے ہوئے کھانے کو دوبارہ لوگوں کو کھلا دیں اور بیمار کر دیں۔

دوسری مہمان نوازی جیسا کہ میں نے کہا عام دنوں کی ہے اور اس عام دنوں کی مہمان نوازی کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام مہمانوں کی ہر ضرورت اس کے مزاج کے مطابق مہیا کرنے کی کوشش فرماتے تھے۔ پس متعلقہ انتظامیہ کو بھی اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ کسی کو کھانا کھلا کے مہمان نوازی کا کوئی حق نہیں ادا ہو گیا بلکہ مہمان کی خدمت کا حق ادا ہو ہی نہیں سکتا۔ ہمارے بہت سے غیر مہمان ہمارے فنکشن میں شامل ہوتے ہیں۔ ان پر ہماری مہمان نوازی کا بھی دنیا میں مختلف جگہوں پر بہت اثر ہوتا ہے جس کا ذکر بھی وہ کرتے ہیں۔ جرمنی کی جماعت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے مساجد بنا رہی ہے اور مساجد کے فنکشنز میں مہمانوں کے لئے مہمان نوازی کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ دوسرے مہمان بھی آتے ہیں۔ اکثر جگہ پر چائے وغیرہ کی حد تک تو ٹھیک ہے کافی بہتر انتظام ہوتا ہے لیکن بیٹھنے کا انتظام میرے نزدیک ٹھیک نہیں ہوتا۔ کہتے یہ ہیں کہ یہاں کے لوگوں کو بنچوں پر بیٹھنے کی عادت ہے اس لئے لکڑی کے بنچ رکھے جاتے ہیں اور اچھے اچھے معزز لوگ اس پر بیٹھے ہوتے ہیں۔ عادت ہو بھی تو ہمارے مہمان نوازی کے معیار بہتر ہونے چاہئیں۔ اگر عادت ہے تو پھر آپ لوگوں کو یہاں بھی اس عادت کا مظاہرہ کرنا چاہئے کہ کرسیاں جہاں رکھی ہوئی ہیں اس کی جگہ بنچ رکھنے چاہئیں۔ اپنے لئے اور معیار ہیں مہمانوں کے لئے اور معیار ہیں۔ اب اس کا یہ مطلب بھی نہ لے لیں کہ آئندہ سال کے لئے کرسیاں اٹھا کر بنچ رکھنے شروع کر دیں۔ میرا مطلب صرف یہ ہے کہ وہاں معیار بہتر کریں۔ یہاں کرسیاں ہی رہنے دیں۔ افسر صاحب جلسہ سالانہ فوراً اپنے بجٹ میں کمی کی کوشش کریں گے۔ بہرحال شریفانہ طور پر مہمانوں کو بٹھانے کا انتظام ہونا

چاہئے۔ ہمارے مہمان نوازی کے جو اعلیٰ معیار کے طریق ہیں وہ نظر آنے چاہئیں جس کی ہمیں تعلیم دی گئی ہے۔ یہ چائے وغیرہ کا میں نے ذکر کیا، ہلکی پھلکی ریفرشمنٹ دی جاتی ہے، وہاں کی حد تک تو ٹھیک ہے لیکن اس میں بھی یہ خیال رکھنا چاہئے کہ یہاں کے لوگوں کو کیا پسند ہے۔ لیکن اگر کھانے کی دعوت ہو اور غیر مہمان بلائے ہوں تو پھر ان کے مزاج کے مطابق کھانا بھی ہونا چاہئے، ہلکی مرچ کا کھانا بھی ہونا چاہئے اور ایسا ہو جو یہ پسند کرتے ہیں۔ حلال اور طیب کھانے بھی ان کے مزاج کے مطابق بنائے جا سکتے ہیں۔ چند دن پہلے میونخ میں مسجد کا افتتاح تھا۔ وہاں ممبر آف پارلیمنٹ بھی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے، ڈسٹرکٹ گورنر اور میئر اور مختلف لوگ تھے۔ ان کے لئے تو تھوڑا سا کھانا جو چند ایک کے لئے تھا نسبتاً بہتر تھا لیکن عمومی طور پر ڈھائی تین سو کے قریب جرمن لوگ آئے ہوئے تھے اور اچھی تعداد تھی اور معززین تھے۔ ان کے لئے کھانا جو مجھے نظر آ رہا تھا وہ بالکل ایسا تھا جیسے ٹالنے کی کوشش کی گئی ہے۔ بعض لوگوں نے شاید کھانا کھایا بھی نہیں۔ ایک فنکشن ہوتا ہے جس میں معززین بلائے جاتے ہیں۔ لوگ اس لئے بھی آتے ہیں کہ خلیفہ وقت کی موجودگی ہے۔ ان کی مہمان نوازی کا تو حق ادا کیا کریں۔ اگر مقامی جماعت خرچ نہیں کر سکتی تو ملکی مرکز کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ مہمان نوازی کرے۔ بہر حال فنکشن تو بہت اچھا تھا، کافی لوگ تھے۔ جو ہال میں بیٹھنے کی جگہ انہوں نے لی ہوئی تھی وہ بھی اچھی تھی۔ اس کی تفصیل تو بعد میں بیان کروں گا لیکن بہر حال جو کمی تھی اس طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہے کیونکہ نہیں تو پھر ہمیں عادت پڑ جائے گی۔ پھر یہ بھی یاد رکھیں کہ جو مہمان خاص طور پر ان دنوں میں آتا ہے جب میں یہاں آؤں تو مَیں نے پہلے بھی کہا ہے کہ ان کی احسن رنگ میں مہمان نوازی آپ کا فرض ہے۔

اور یہ مستقل مہمان نوازی کرنے کی جو ضیافت کی ٹیم ہے ان کا فرض ہے اور جس جس شہر میں جایا جائے وہاں کے مقامی لوگوں کا فرض ہے۔ اور کسی قسم کے ایسے اظہار کے بغیر مہمان نوازی کرنی چاہئے کہ مہمان بوجھ بن رہے ہیں۔ جس سے کسی بھی قسم کی جذباتی تکلیف کسی کو پہنچنے کا احتمال ہو اس سے بچنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے تو صدقہ دے کر احسان جتانے والے کو بھی بڑا ناپسند فرمایا ہے کہ اچھی بات کہنا اس سے بہتر ہے کہ کسی کی مدد کر کے پھر احسان جتاؤ یا ایسے الفاظ کہو جس سے اس کو تکلیف پہنچے اور مہمان نوازی تو مہمانوں کا حق ہے۔ اس کی مہمان نوازی کر کے پھر باتیں بنانا یہ انتہائی گھٹیا فعل ہے۔ بعض ایسے لوگ جو ایسی حرکتیں کرتے ہیں، یہاں تک کر جاتے ہیں کہ میرے ساتھ جو لوگ آئے ہوئے ہیں ان سے بھی ایسی باتیں کرتے ہیں جو جذباتی ٹھیس پہنچانے والی ہوں۔ فی الحال میں اشارۃً سمجھا رہا ہوں۔

ضرورت پڑی تو یہ بھی کبھی کھول کر بیان کر دوں گا لیکن اللہ کرے ضرورت نہ پڑے اور جو جو ذمہ دار ہیں ان کو پہلے ہی ہوش آ جائے۔ لیکن بہر حال مجھے امید ہے کہ جو لوگ بھی متعلقہ اشخاص ہیں وہ اپنی غلطی کو سمجھتے ہوئے استغفار کریں گے۔ اللہ تعالیٰ سب کام کرنے والوں کو عقل اور سمجھ دے اور وہ اپنے فرائض اس کی دی ہوئی تعلیم کے مطابق ادا کرنے والے ہوں۔

جلسہ کے حوالے سے یہ بات بھی یاد رکھیں کہ آپ میں سے ہر ایک کو اپنے ماحول پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔ ڈیوٹی والے کارکنان ہیں ان سے ہر شامل ہونے والا مکمل تعاون کرے۔ سکیورٹی کے مسائل اب ہر جگہ ہیں اس لئے ہوشیار رہنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ اس جلسے کو ہر لحاظ سے کامیاب فرمائے اور تمام شامل ہونے والوں کو ان برکات کو سمیٹنے والا بنائے جو اس جلسہ سے وابستہ ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت کا مقصد ہم پورا کرنے والے ہوں اور آپ کو اپنی جماعت سے جو توقعات ہیں ہم اپنی زندگیوں کا حصہ انہیں بنانے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 04؍ جولائی 2014ء تا 10؍ جولائی 2014ء جلد 21 شمارہ 27 صفحہ 05 تا 08)

25

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 20 رجون 2014ء بمطابق 20 احسان 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ دو جمعے جرمنی کے سفر کی وجہ سے مَیں نے جرمنی میں پڑھائے۔ وہاں 6 رجون کے خطبہ میں مَیں نے خلافت کی اطاعت اور خلافت سے وفا کے موضوع پر صرف جرمنی کے لئے ہی نہیں بلکہ تمام دنیا کے لئے خطبہ دیا تھا۔ گو بعض مثالیں جرمنی کے حالات کی وجہ سے وہاں کی دی تھیں۔ بہر حال مجھے خوشی ہے کہ دنیا بھر کے احمدیوں نے ردّعمل دکھایا اور فوری طور پر خلافت کی کامل اطاعت اور مکمل وفا کا اظہار کیا۔ اور خاص طور پر اس بات پر بھی بعض نے اظہار کیا کہ ہم میں سے بعض عہدیدار بعض ہدایات کی تاویلیں اور توجیہیں نکالنے لگ جاتے ہیں اور آئندہ سے انشاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔

پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی قائم کردہ جماعت کی خوبصورتی ہے کہ جب توجہ دلاؤ تو فوری توجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ سب احمدیوں کو اس اطاعت و وفا میں بڑھاتا رہے۔

جیسا کہ مَیں عموماً جلسہ کے بعد جلسہ کے بارے میں کچھ بیان کرتا ہوں تو اب مَیں اس سفر کے حوالے سے کچھ اَور باتیں کروں گا۔ جلسہ بھی ہوا۔ جلسہ پر ایک رونق تو افرادِ جماعت کی ان کے شامل ہونے سے ہوتی ہے۔ احمدی مرد عورتیں بچے ایک خاص جذبے کے تحت جلسہ میں شامل ہوتے ہیں یا شامل ہونے کی کوشش کرتے ہیں۔ لیکن اب ہمارے جلسوں کی ایک رونق غیر از جماعت اور غیر مسلم افراد سے بھی ہوتی ہے جو یہ دیکھنے اور سننے آتے ہیں کہ یہ جلسہ جس کی احمدیوں نے اتنی دھوم مچائی ہوئی ہے یہ ہوتا کیسا ہے؟ اور احمدیوں کے اس جلسے کے دوران کیسے عمل ہوتے ہیں اور یہ کیا کہتے ہیں؟ اور اگر اچھی باتیں کہتے ہیں تو کیا

ان کے عمل ان باتوں سے مطابقت رکھتے ہیں یا نہیں؟ یا صرف دنیا داروں کی طرح ایک اکٹھ ہوتا ہے، ایک اجتماع ہوتا ہے، ہلّہ گلّہ اور رونق ہوتی ہے۔ جب یہ دیکھتے ہیں کہ جلسے کا ماحول تو ایک عجیب ماحول ہوتا ہے جس کی دنیاوی میلوں اور جلسوں سے مثال نہیں دی جاسکتی تو پھر یہ جلسہ غیر مسلمانوں کے لئے، مہمانوں کے لئے اسلام کی خوبصورت تعلیم بتانے اور اسلام کے بارے میں شکوک وشبہات دور کرنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اسی طرح بعض غیر مسلم اور غیر احمدی جنہوں نے احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے بارے میں کچھ نہ کچھ معلومات لی ہوتی ہیں جلسے کے ماحول اور پروگراموں کو جب اپنی آنکھوں سے دیکھتے ہیں اور کانوں سے سنتے ہیں تو ان میں سے بعض بیعت پر آمادہ ہوجاتے ہیں اور بیعت کر کے جاتے ہیں یا اس حد تک متاثر ہوجاتے ہیں کہ کچھ عرصے بعد ان کے دل احمدیت کی طرف مکمل طور پر مائل ہوجاتے ہیں۔ گویا کہ یہ جلسہ جہاں اسلام کے بارے میں نیک اثرات پیدا کرنے والا ہوتا ہے وہاں تبلیغ کا بھی بہت بڑا ذریعہ بن جاتا ہے۔

پس جرمنی کا جلسہ بھی یقیناً ان باتوں کا ذریعہ بنا۔ اس لئے مَیں پہلے جلسے میں آنے والے مہمانوں کے بعض تاثرات پیش کروں گا کہ اللہ تعالیٰ کس طرح حیرت انگیز طور پر اپنی تائید و نصرت دکھا رہا ہے۔ کیونکہ دل تو صرف اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہی مائل ہو سکتے ہیں اور پھر صرف جلسہ ہی نہیں بلکہ ہر جماعتی فنکشن جس میں مہمانوں کو بلایا جاتا ہے وہ فنکشن جماعتی تعارف کا بہت بڑا ذریعہ بنتا ہے اور ہر فنکشن ہی اسلام کی خوبصورت تعلیم کو بتانے اور تبلیغ کے میدان کھولنے والا بن جاتا ہے۔

جرمنی کے دورے کے دوران مسجدوں کی بنیادیں رکھنے اور مسجدوں کے افتتاح کرنے کا بھی موقع ملا۔ اس سے بھی اسلام کی خوبصورت تعلیم لوگوں پر واضح ہوئی جس پر انہوں نے اظہار بھی کیا کہ یہ اسلام ہماری نظروں کے سامنے پہلے کبھی نہیں لایا گیا۔ پھر اخباروں نے جو کوریج دی اس سے بھی کئی ملینز (millions) تک یہ پیغام پہنچا۔ بہرحال سب سے پہلے تو مَیں جلسے پر آنے والے غیروں کے تاثرات یہاں بیان کرتا ہوں۔ جرمنی کے جلسے میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف ہمسایہ ممالک کے وفود بھی شامل ہوئے اور اچھی خاصی تعداد میں یہ وفد شامل ہوئے۔ جو افراد شامل تھے ان کی تعداد بھی کافی تھی۔ فرانس اور بیلجیم سے آنے والے نو مبائعین اور زیر تبلیغ دوستوں کے علاوہ اسٹونیا، کروشیا، لتھوینیا، سلووینیا، رومانیہ، ہنگری، مونٹی نیگرو، بوسنیا اور رشین ممالک، کوسووو، البانیہ، بلغاریہ اور میسیڈونیا سے وفد آئے جن میں بچے بھی تھے، مرد و خواتین، زیر تبلیغ افراد اور غیر مسلم دوست شامل تھے۔

میسیڈ ونیا سے امسال جلسے پر 55 افراد کا وفد شامل ہوا۔ اس میں اٹھائیس عیسائی دوست تھے۔ دس غیر احمدی مسلمان اور سترہ احمدی تھے۔

اسی طرح بلغاریہ سے 82 افراد پر مشتمل وفد لمبا سفر کر کے آیا۔ ان وفود سے ملاقاتیں بھی ہوئیں۔ جلسے کا روحانی ماحول بھی تھا جس سے کافی متاثر ہوئے اور ایک نمایاں تبدیلی تھی جس کا برملا سب نے اظہار کیا اور جماعت کے خدمت کے جذبے کو، مہمان نوازی کے جذبے کو بہت سراہا۔

جیسا کہ بتایا میسیڈ ونیا سے امسال پچپن افراد کا وفد تقریباً دو ہزار کلومیٹر کا فاصلہ طے کر کے آیا تھا اور سواری بھی ان کی ایسی تھی کہ ان کو پینتیس گھنٹے لگے۔ اس وفد میں اٹھائیس عیسائی دوست تھے۔ دس غیر احمدی مسلمان اور سترہ احمدی۔ اس دفعہ اس میں دو صحافی اور کیمرہ مین بھی شامل ہوئے جو پروگراموں کی ریکارڈنگ کرتے رہے اور انہوں نے کہا کہ ہم واپس جا کر اپنے ٹی وی پروگرام میں دکھائیں گے۔ اس وفد میں سے جلسہ کے آخری دن نو (9) افراد نے بیعت بھی کی۔

ایک مہمان Nikolcho Goshevski (نیکلچو گوشیوسکی) جو ایک سرکاری دفتر میں کام کرتے ہیں انہوں نے کہا کہ میرا یہ وِزٹ مذہب کو جاننے اور مذہب کے بارے میں غور و فکر کے اعتبار سے بہت اچھا ہے۔ جلسے کی تقاریب نے مجھ پر بہت اچھا اثر چھوڑا۔ پھر میرا کہا کہ ان کے خطابات نے میرے اسلام کے بارے میں خیالات کو تبدیل کر دیا۔ قبل ازیں مَیں اسلام کو ایک radical اور تشدد پسند مذہب کے طور پر دیکھتا تھا۔ اب میں نے اپنے پرانے خیالات کو تبدیل کر دیا ہے۔ اسلام تو امن کا مذہب ہے۔

اسی طرح ایک اور مہمان تھے۔ Dusko Vuksanov (دوشکو ووکسانوو) کہتے ہیں کہ میل ملاقات اور اجتماعی عبادات کے اثر مجھے اس طرف لے جاتے ہیں کہ مَیں اسلامی تقاریب، روایات نیز اس مذہب کے بارے میں علم حاصل کروں۔ مجھ پر سب سے زیادہ امام جماعت کی تقریر کا اثر ہوا اور اگلے سال بھی اس جلسہ میں شامل ہونا چاہوں گا۔ ان کی ملاقات کا مجھ سے ذکر کرتے ہیں کہ ملاقات ہوئی انہوں نے ہمارے سوالوں کی اور ہر بات کی وضاحت کی جو ہم نے پوچھی اور اسلام کے بارے میں ہماری سوچ تبدیل ہوئی۔ اور یہ جوابات نہایت تفصیل سے تھے۔ سچائی تھی۔ ہمیں معلوم ہوا کہ مذہب اسلام کی تعلیم کتنی اچھی ہے جو سب قوموں سے محبت کی تعلیم دیتی ہے۔

پھر میسیڈ ونیا سے آنے والی ایک خاتون کہتی ہیں۔ میرا اسلام کے بارے میں اور اسلام کی تعلیمات کے بارے میں خیال تبدیل ہو گیا ہے اور امام جماعت احمدیہ کے خطابات نے اسلام کے

بارے ہماری سوچوں کو تبدیل کر دیا ہے۔

پھر میسیڈونیا سے ہی ایک مہمان Marincho (مارنچو) صاحب کہتے ہیں کہ مَیں روح کی گہرائی تک خوش اور مطمئن ہوں اور خاص طور پر خلیفہ کی تقاریر کے بارے میں کہنا چاہتا ہوں کہ انہوں نے ہمیں امن کی طرف بلایا، برداشت کی طرف بلایا، محبت کی طرف بلایا۔ ہم سب جانتے ہیں کہ ہم ایک ایسے وقت میں زندگی گزار رہے ہیں جبکہ برداشت کا لیول اس وقت صفر ہے اور یہ وہ وقت ہے جب جنگیں ہو رہی ہیں اور ہلاکتیں ہو رہی ہیں۔

پھر ایک پروفیسر صاحب تھے Sashko (ساشکو) صاحب وہ کہتے ہیں کہ اس جلسے پر مَیں نے امام جماعت احمدیہ کے خطابات سے اسلام کے بارے میں اپنے علم میں مزید اضافہ کیا ہے۔ مَیں ان کا بہت شکر گزار ہوں۔ اور پھر ملاقات کا ذکر کیا کہ ملاقات میری کل ہوئی اور یہ بہت انوکھی ملاقات تھی۔ بہت دلچسپ تجربہ حاصل ہوا۔ انہوں نے ہمیں بہت وقت دیا۔ تفصیل سے ہمارے سوالات کے جواب دیئے اور احمدیت اور اسلام کے بارے میں ہمیں نئی چیزیں سننے کو ملیں اور ہمیں علم ہوا کہ احمدی جو کہتے ہیں وہی کرتے ہیں۔

میسیڈونیا سے انفارمیشن ٹیکنالوجی کی فائنل ائیر کی ایک طالبہ کہتی ہیں۔ میرے لئے بہت متاثر کن تھا اور میں بہت حیران تھی۔ پھر جو امام جماعت احمدیہ سے میری ملاقات ہوئی میرے لئے ایک نئی قسم کا تجربہ تھا۔ اس ملاقات نے میری مدد کی کہ مَیں جماعت احمدیہ کو بہتر انداز میں سمجھ سکوں۔

پھر میسیڈونیا سے ہی ایک مہمان نے اسی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے کہا کہ مجھے انہوں نے تجویز دی کہ تمام مذاہب کو محبت پر اکٹھا کیا جائے۔ اپنی تجویز کا ذکر کر رہے ہیں کہ ایسا پروگرام ہو تو پھر میرا جواب انہوں نے بتایا کہ ہم تو پہلے سے اس بارے میں کوشش کرتے ہیں اور پھر ان کو تفصیل سے جو گلڈ ہال میں پروگرام ہوا تھا اس کے بارے میں بتایا گیا۔ اس کا بڑا اچھا اثر ہوا۔

البانیا سے اکیس افراد پر مشتمل وفد آیا تھا جس میں دس غیر احمدی اور گیارہ احمدی تھے۔ اور ایک سابق فوجی جو فوج کے عہدے پر بڑا لمبا عرصہ رہے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ ایسا ڈسپلن مَیں نے دنیا میں کہیں نہیں دیکھا اور افراد جماعت میں رضا کارانہ خدمات کے جذبہ کا یوں پایا جانا بھی ایک خوش کن تجربہ تھا کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی مہمانوں کو پانی پلا کر نہایت مسرت محسوس کر رہے تھے۔

پھر ایک البانین مہمان تھے جو بلدیہ کے نائب صدر بھی ہیں وہ کہتے ہیں کہ میں گزشتہ سال بھی آیا

تھا۔ اس سال جو نمایاں طور پر ایک چیز نظر آئی وہ یہ تھی کہ جرمن نژاد احمدیوں کی غیر معمولی حاضری تھی۔ انہوں نے کہا اس جلسہ میں ہمیں نظر بھی آیا کہ جماعت احمدیہ کے علاوہ دیگر مسلمان فرقوں میں صرف دعاوی اور لفاظی ہی نظر آتی ہے جبکہ اسلام کا حقیقی عملی نمونہ صرف جماعت احمدیہ کا ہی طُرّہ امتیاز ہے۔

ہنگری سے آنے والے وفد کے تاثرات یہ تھے۔ ایک مہمان ٹیچر جو تاریخ کے ٹیچر تھے۔ یہودیت میں ماسٹر کیا ہوا ہے۔ انہوں نے کہا کہ جماعت محبت اور پیار اور رضا کارانہ خدمت کرنے میں بہت آگے ہے۔ اتفاق و اتحاد بہت واضح نظر آتا ہے۔ بیعت کی تقریب میں کہا کہ یہ نظارہ دل کو کھینچنے والا اور موہ لینے والا تھا۔ ایک ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر اتحاد کا ایک دلفریب نقشہ ابھرتا ہے۔ نماز باجماعت پڑھتے دیکھ کر بہت متاثر ہوا اور ان کے لئے یہ ایک منفرد اور انوکھی بات تھی۔ بہت ہی پر اثر نظارہ تھا۔ موصوف نے کہا کہ جماعت کے افراد اپنے خلیفہ سے بے حد محبت کرتے ہیں۔ یہ محبت بے لوث اور خالص محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس میں کچھ بناوٹ تصنع یا تکلف نہیں لگا۔ بلکہ لگتا ہے جماعت کی اپنے خلیفہ سے محبت کسی فطری اور طبعی جذبہ سے ہے۔ اور یقیناً یہ صحیح بات ہے۔

پھر ہنگری کے وفد کے ایک مسٹر رابرٹ (Mr Robert) ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ جلسے کے انتظامات سے بہت متاثر ہوا۔ اس سے بڑا مسلمانوں کا اجتماع پہلے مَیں نے کبھی نہیں دیکھا تھا۔

رومانیہ سے جو وفد آیا تھا اس میں ایک سیرین دوست تھے حسین الحافظ صاحب جو بڑے لمبے عرصے سے رومانیہ میں رہتے ہیں۔ وہاں بزنس کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جب جلسہ میں شامل ہوئے تو وہاں ہمارے جو ایک مبلغ ہیں ان سے کہنے لگے کہ خلیفۃ المسیح کو ہم دُور سے دیکھیں گے یا قریب سے بھی دیکھنے کا موقع ملے گا۔ جب انہوں نے بتایا کہ ملاقات بھی ہوگی تو اس پر ان کو یقین نہیں آیا۔ لیکن بہرحال ملاقات ہوئی اور اس بات پر بڑے خوش تھے۔ بڑی مسرت کا اظہار کیا۔ مبلغ صاحب کہتے ہیں کہ جلسے کے پہلے دن سے انہوں نے کہنا شروع کر دیا کہ وہ خلیفہ سے محبت کرتے ہیں اور بار بار کہتے کہ سارے عالم اسلام کا ایک خلیفۃ المسلمین ہو تو مسلمانوں کے مسائل حل ہو جائیں کیونکہ خلیفہ ہی ہے جو ہمیں سیدھا اور صحیح راستہ دکھا سکتا ہے۔ ملاقات کے دوران بھی انہوں نے اس بات کا اظہار کیا۔ پھر ہمارے مبلغ سے انہوں نے پوچھا کہ خلیفہ کا انتخاب کیسے ہوتا ہے؟ اس پر انہوں نے خلافت کے بارے میں بتایا کہ کس طرح خلافت راشدہ کا بھی انتخاب ہوا اور اب بھی ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ انتخاب کرنے والوں کو اپنے تصرف میں لے لیتا ہے اور وحی خفی کے ذریعہ سے اکٹھا کر دیتا ہے۔ وحی خفی اور تصرف الٰہی کا پہلو ان کی سمجھ میں نہیں آیا لیکن شام ہوئی تو

کہتے ہیں میرا یہ مسئلہ حل ہو گیا۔ جب میں لجنہ سے خطاب کر کے نماز ظہر کے لئے واپس آیا ہوں تو اس وقت لوگ لائنوں میں کھڑے تھے تو یہ کہتے ہیں مَیں بھی وہاں کھڑا ہو گیا۔ جب میں ان کے پاس سے گزرا ہوں تو کہتے ہیں کہ خلیفۂ وقت پر میری نظر پڑی تو بے اختیار اور بلا ارادہ میرا ہاتھ سلام کے لئے فضا میں بلند ہو گیا۔ کہتے ہیں یہ بے اختیار فعل تھا۔ اس پر تصرف الٰہی اور وحی خفی کا عقدہ حل ہو گیا۔ یہ بھی کہا کہ عادتاً وہ عام طور پر ہاتھ بلند کر کے اور لہرا کر کسی کو سلام نہیں کرتے خواہ کوئی بڑا شخص ہی ہو۔ لیکن اب جو مجھ سے ہوا ہے یہ یقیناً تصرف الٰہی ہے اور ایسا کرنا میرے اختیار میں نہیں تھا۔ بہت حد تک قائل ہو چکے ہیں۔ مجھے بھی انہوں نے بتایا کہ مزید تھوڑا سا سوچ کر وہ جماعت میں انشاء اللہ شامل ہو جائیں گے۔

پھر یونیورسٹیوں سے آئے ہوئے لتھو ینیا کے تین مہمان تھے۔ ایک طالبعلم نے اپنے تاثرات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ یہ جلسہ ان مغربی مفکرین کے لئے بہت مفید ہے جو اسلام کے بارے میں کم معلومات یا منفی خیالات رکھتے ہیں کیونکہ یہ جلسہ ان کی محدود سوچ کو وسیع کر سکتا ہے۔ آپ لوگ بہت مثبت خیالات کے مالک ہیں۔ اور ہر وقت چہرے پر بشاشت اور مسکراہٹ رہتی ہے۔ اور جب مجھ سے ملے ہیں پھر بھی ان پر بڑا اچھا اثر تھا۔

پھر ایک طالبہ نے اس بات کا اظہار کیا کہ ہمیں اس چیز نے بہت متاثر کیا ہے کہ بہت پُرسکون تحمل اور برداشت والا ماحول ہے۔ آپ لوگوں کے اندر رہ کر اسلام کا حقیقی چہرہ دیکھنے کا موقع ملا۔ اور انہوں نے کہا کہ نمازوں کے دوران بھی ایک عجیب نظارہ تھا۔ پھر اس بات پر وہ متاثر ہوئیں کہ ایک موقع پر جب میں نے مجمع کو کہا تھا کہ خاموش ہو جاؤ تو فوراً خاموش ہو گئے۔ یہ کیسی اطاعت ہے۔

پھر ایک طالبہ نے بیان کیا کہ مجھے مذاہب میں کافی دلچسپی ہے۔ میرے لئے یہ بات اہم ہے کہ آج کے دَور میں لوگ ایک دوسرے کے بارے میں کیسی رائے رکھتے ہیں۔ جلسہ میں شریک ہو کر اسلام کے بارے میں اور اسی طرح دوسرے لوگوں اور خاص طور پر اپنے آپ کو جاننے اور سمجھنے کا بھی موقع ملا۔

کروشیا سے جو وفد آیا تھا ان کے ایک صاحب اپنے علاقے میں شعبہ زراعت سے منسلک ہیں۔ سوشل ویلفیئر کے کمیونٹی لیڈر بھی ہیں اور باقی خواتین تھیں جو یونیورسٹی میں قانون اور پبلک ریلیشنز میں ماسٹرز کی ڈگری لے رہی ہیں۔ تو کہتے ہیں کہ ملاقات کے دوران جو اُن سٹوڈنٹس نے مجھ سے سوالات کئے تھے۔ تقریباً آدھ گھنٹے سے زیادہ یہ سوال جواب ہوتے رہے۔ اسلام کے بارے میں تعصب سوشل میڈیا کا رویہ، مذہب سے دوری کا سبب، اسلام میں عورت کا مقام اور حقوق پر مبنی بہت سے سوالات ہوئے۔

طالبات نے اس بات کا برملا اظہار کیا کہ ان کی طرف سے اٹھائے گئے سوالات کا امام جماعت احمدیہ نے بہت اچھے انداز میں اور بڑی تفصیل سے جواب دیا اور ان کی پوری تسلی ہوگئی۔ بلکہ مجھے یاد ہے کہ مَیں نے ان سے پوچھا بھی تھا کہ اگر مزید تسلی کروانی ہے؟ تو انہوں نے کہا کہ نہیں۔ کوئی ایسی بات اب نہیں رہی جس کی ہمیں تسلی نہیں۔

یہ شعبہ زراعت سے جو دوست تعلق رکھتے ہیں انہوں نے کہا۔ امام جماعت احمدیہ سے ملنا میرے لئے بڑا اعزاز ہے۔ اس بات کا ہمیں ملاقات کے دوران اندازہ ہوا کہ جماعت میں خلیفہ کا مقام کیا ہے اور احمدیوں سے مل کر اور خلیفہ کی تقاریر سن کر اندازہ ہوا۔ جب شروع میں آئے تو بڑا ڈر تھا لیکن وہ ڈر جلد ہی محبت اور عزت میں تبدیل ہو گیا اور ہمیں محسوس ہوا کہ ہم اسلام کو ایک اور طرح دیکھ رہے ہیں۔ ہمارا نظریہ بالکل بدل گیا۔

اور اسی طرح بہت سارے لوگوں کے تاثرات ہیں۔

ایک بلغاریہ سے آئے ہوئے مہمان نے کہا کہ پہلی دفعہ یہاں آیا ہوں۔ جب تک میں یہاں نہیں آیا تھا تو اَور کیفیت تھی اور جماعت کا مخالف تھا۔ جب سے میں یہاں آیا ہوں جلسے کا ماحول دیکھا ہے اور امام جماعت کے خطابات سنے ہیں تو میری کایا پلٹ گئی ہے۔

پھر بلغاریہ سے ایک دوست کہتے ہیں مَیں عیسائی ہوں اور پہلی دفعہ آیا ہوں، بہت متاثر ہوا ہوں۔ اسلام کا حقیقی اور حسین چہرہ یہاں دیکھا ہے۔ اب دل چاہتا ہے کہ بلغاریہ میں اعلان کر دیا جائے کہ کثرت سے لوگ یہاں جلسے پر آئیں تا کہ انہیں معلوم ہو کہ اسلام کتنا پیارا مذہب ہے اور ہم کس طرح باہمی پیار و محبت اور رواداری کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔ بلکہ وہ مجھے زور دے رہے تھے کہ اعلان کرو۔ اس کو مَیں نے بتایا کہ آپ کے مفتی صاحبان جو ہیں وہ آپ کو وہاں پھر جینے نہیں دیں گے۔ بہرحال پھر انہوں نے کہا کہ جلسے پر ہمیں روحانی کھانا ملا ہے۔ ہمیں بلغاریہ میں اس کھانے کی ضرورت ہے۔ وہاں ہمیں یہ کھانا کب ملے گا؟ انہوں نے یہ مجھ سے سوال کیا تھا۔ ان کو میں نے یہی کہا کہ اپنی حکومت کو کہیں جب حکومت ہمیں مشن کھولنے کی اجازت دے گی، تبلیغ کی اجازت دے گی تو انشاء اللہ تعالیٰ یہ سب کچھ ہوگا۔ تو دنیا بے چین ہے حق کو دیکھنے اور سننے اور پانے کے لئے لیکن شیطان بھی اپنا کام کر رہا ہے۔ دعاؤں کی بہت زیادہ ضرورت ہے کہ جلد ہی جہاں جہاں روکیں ہیں اللہ تعالیٰ ان کو دور فرمائے اور ان لوگوں کی پیاس بھی بجھ سکے جو اسلام کا حقیقی پیغام سننا چاہتے ہیں۔

کوسووو سے آنے والے ایک دوست نے بتایا کہ مَیں پہلی دفعہ آیا ہوں اور حکومتی محکمے میں کام کرتا ہوں۔ مَیں نے کل بیعت کی ہے۔ مَیں کبھی سوچ نہیں سکتا تھا کہ ایسا عظیم الشان جلسہ ہو سکتا ہے۔ اگر جرمنی کا ملک بھی یہ کرنا چاہے تو نہیں کر سکتا۔ صرف جماعت احمدیہ کی ہی یہ خوبی ہے کہ وہ ایسا عظیم الشان جلسہ کر سکتی ہے جس میں صرف امن، محبت، پیار اور رواداری ہو۔

بوسنیا کے وفد کی ایک ممبر خاتون نے مجھ سے ملاقات میں مجھے بتایا کہ میں نے بہت سے سوالات آپ سے پوچھنے تھے۔ لیکن آپ کا جو جلسے والا خطبہ جمعہ سنا تو اس میں سارے سوالات کے جواب دے دیئے گئے ہیں اور میرے تمام سوالوں کا جواب مل گیا ہے۔ اب میرا کوئی سوال نہیں رہا۔ میں اپنے آپ کو خوش قسمت تصور کرتی ہوں کہ خلافت کے تابع ہوں۔ انہوں نے بیعت بھی کی تھی۔ ان کو میں نے بتایا بھی کہ یہ خطبہ تو پرانے احمدیوں کے لئے تربیت کے لئے تھا، تمہارے سوال کیا ملے۔ لیکن انہوں نے کافی نکات اس میں سے نکالے کہ جن کا صحیح فہم وادراک حاصل ہوا۔ تو اللہ تعالیٰ اس طرح بھی لوگوں کے دلوں کو کھولتا ہے کہ کوئی بات کسی کے دل پر اثر کر جاتی ہے اور وہی اس کی اصلاح کا ذریعہ بن جاتی ہے، ہدایت کا ذریعہ بن جاتی ہے۔

جرمنی میں جرمنوں سے ایک علیحدہ خطاب بھی ہوتا ہے۔ اس میں تقریباً دوسو جرمن اور دوسری قوموں کے لوگ تھے۔ تقریباً کُل چار سو سے اوپر یا ساڑھے چار سو کے قریب تھے۔ اور ایک سیاستدان واگنر صاحب ہیں۔ میرا کہتے ہیں کہ مَیں تین سالوں سے جلسے کے موقع پر ان کے خطابات سن رہا ہوں لیکن آج کے خطاب نے مجھے بہت متاثر کیا ہے کیونکہ بہت واضح خطاب تھا۔ ٹُو دی پوائنٹ (to the point) تھا اور امن کے لئے بہت اچھی کوشش ہے اور مجھے سارے سوالوں کے جواب مل گئے۔ تو غیروں کو بھی اس طرح اللہ تعالیٰ اطمینان کرواتا ہے۔ یہ کہتے ہیں کہ یہ ایک بڑی حیران کر دینے والی بات ہے کہ اتنا بڑا مجمع کتنے امن وسکون کے ساتھ رہ رہا ہے۔ کوئی بھی کسی قسم کا مسئلہ کھڑا نہیں کر رہا۔ اگر اتنا بڑا مجمع جرمن لوگوں کا ہوتا تو کچھ لوگ ان میں ضرور ہوتے جو ماحول کو خراب کرتے۔

ایک مہمان کارل ہینز (Karl Heinz) صاحب نے میرا خطاب سننے کے بعد کہا کہ وہ باتیں کہی ہیں جو پوپ نے بھی کبھی نہیں کہہ سکنی تھی۔ میڈیا میں مسلمانوں کو اس طرح پیش کیا جاتا ہے جیسا کہ وہ سارے تشدد پسند ہوں اور ان کے خلاف اکسایا جاتا ہے اور عیسائیوں کو بطور معصوم پیش کیا جاتا ہے۔ آج مجھے اسلام کی حقیقی اور سچی تعلیم کا علم ہوا ہے۔ پھر کہتے ہیں ایک پُر امن ماحول ہے۔ بڑی تعجب کی بات ہے

کہ اتنے زیادہ لوگ اتنے پیار سے اور مہذبانہ طریقے پر اکٹھے رہ رہے ہیں۔

ایک مہمان حسین صاحب تھے۔ وہ میری تقریر سننے کے بعد کہتے ہیں خطاب تو بڑا اچھا لگا۔ بہت سی باتوں پر یقین نہیں ہے لیکن پھر بھی مجھے خطاب اچھا لگا۔ جلسے کا ماحول حیرت انگیز تھا اور یہ کیونکہ مسلمان ہیں اس لئے انہیں خطاب بھی بہرحال اچھا لگا، باتیں بھی اچھی لگیں، جماعت کا اطاعت کا جذبہ بھی اچھا لگا لیکن کہتے ہیں مجھے پھر بھی اختلاف ہے۔

ایک مہمان ڈومینک (Dominik) صاحب کہتے ہیں کہ خلیفۂ وقت کے خطاب سے ہماری معلومات میں اضافہ ہوا۔ جماعت کا پہلے سے کچھ تعارف تو تھا لیکن خلیفہ کی تقریر سننے کے بعد بہت سی نئی باتوں کا علم ہوا۔ پھر ایک مہمان کہتے ہیں آپ نے آج رواداری اور مساوات کی جو تعلیم پیش کی ہے یہ بہت ہی اعلیٰ تعلیم ہے۔ یہ جرمن قانون کے عین مطابق ہے۔ میرے ساتھ یونیورسٹی میں ایک احمدی پڑھتا ہے اور اس کے عمل سے نظر آتا ہے کہ احمدی مسلمانوں اور دوسرے مسلمانوں میں فرق ہے۔

پس یہ عملی فرق ہے جو ہم نے ہر سطح پر ہر طبقے میں دکھانا ہے اور دکھانا چاہئے اور یہ بہت بڑا ذریعہ ہے تبلیغ کا۔ اس لئے ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے عملی نمونوں کی طرف لوگوں کی نظر ہے۔

ایک جرمن کہتے ہیں کہ یوں لگتا تھا کہ یہ خلیفہ کا خطاب میں نے لکھا ہے کیونکہ اس کا ہر لفظ میرے دل کی آواز تھی۔

مسجد کے سنگ بنیاد کے دوران ویزبادن شہر کی پارلیمنٹ کے ڈپٹی سپیکر نے لارڈ میئر کی نمائندگی میں اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے بہت ساری باتوں کے علاوہ یہ کہا کہ آپ کی جماعت شہر میں مختلف موقعوں پر اور پروگراموں میں بڑا فعال اور مثبت کردار ادا کر رہی ہے۔ آپ یہاں غیر قوموں کے لوگوں سے تعلق قائم کرنے میں سب سے آگے ہیں۔ آپ غیر مسلموں میں وہ خوف دور کرتے ہیں جو بعض دوسرے شدت پسند مسلمانوں کے رویہ کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ آپ ہمیشہ امن کے قیام کی کوشش کرتے ہیں۔

صوبہ ہیسن (Hessen) کی صوبائی حکومت کی نمائندگی میں وزارت انٹیگریشن کے سیکرٹری آف سٹیٹ نے اپنا ایڈریس پیش کرتے ہوئے کہا کہ میرے لئے ایک اعزاز کی بات ہے کہ اس طرح آج میں ایک تقریب میں شامل ہو رہا ہوں اور مسجد کی مبارکباد پیش کی۔

پھر بعض مہمان جو مسجدوں میں آئے ان کے تاثرات یہ ہیں۔ ایک قطعۂ زمین جو ہم نے مسجد

کے لئے لیا وہ ایک بیوہ کی ملکیت تھی جس نے چالیس سال تک یہ پلاٹ اپنے پاس رکھا۔ بعد میں بڑھاپے کی وجہ سے شہر کی انتظامیہ کو فروخت کر دیا۔ یہ خاتون تقریب میں موجود تھی اور جب انہوں نے میرا خطاب سنا تو کہنے لگی کہ مجھے خوشی ہے کہ جس جگہ کی مَیں مالک تھی میرے بعد وہاں خدا کی عبادت کی جائے گی اور اس زمین پر اللہ تعالیٰ کا گھر آباد ہوگا اور ہمیشہ قائم رہے گا اور خلیفۃ المسیح نے جو کچھ کہا ہے اس سے مجھے بہت اطمینان ہوا کہ واقعی جیسا کہا گیا ہے ویسا ہی ہے۔ بلکہ ایک بہت پرانے بوڑھے جرمن کا ایک تبصرہ مجھے یہ بھی ملا کہ مَیں نے تو مر جانا ہے اور مجھے فکر تھی کہ قوموں میں اتار چڑھاؤ آتے رہتے ہیں۔ اگر جرمنی میں جرمنوں پر ایسی حالت ہوتی ہے تو کیا بنے گا، اس پر کون لوگ قابض ہو جائیں گے۔ لیکن آج جماعت احمدیہ کے خلیفہ کی باتیں سن کے مجھے یہ یقین ہو گیا ہے کہ جرمنی پر اگر کوئی ایسی صورتحال ہوئی تو یقیناً جماعت احمدیہ کے ہاتھوں ہی جرمنی آئے گا اور بڑے محفوظ ہاتھوں میں ہوگا۔

ایک مہمان نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ خلیفہ کی بات بہت دوستانہ، ذاتی اور براہ راست تھی۔ خلیفہ کا پیغام ہمیں پہنچ گیا ہے۔ ہمیں ایک دوسرے سے محبت کرنی چاہئے، نفرت نہیں۔ اسلام کو کچھ لوگوں کے اعمال کی وجہ سے تنقید کا نشانہ بنایا گیا ہے جو بالکل غلط ہے۔

لجنہ کی طرف مسجد کا جو پروگرام تھا وہاں ایک خاتون ٹیچر گئیں تو جب بچیاں میرے سے چاکلیٹ لے رہی تھیں تو بعض بچیاں رو کے اپنے لئے دعا کے لئے بھی کہتی تھیں تو کہتی ہیں کہ اتنی چھوٹی عمر سے کسی سے ایسی محبت مَیں نے کبھی نہیں دیکھی۔ میں آج بہت متاثر ہوئی ہوں۔

پھر مسٹر جوکم آرنلڈ (Mr Joachim Arnold) ڈسٹرکٹ ایڈمنسٹریٹر کمشنر آف کاؤنٹی نے اپنے ایڈریس میں بہت ساری باتوں میں سے یہ بھی کہا کہ پچیس سال سے اس بات پر گواہ ہوں کہ احمدیہ مسلم جماعت ہمیشہ رواداری کا پاس رکھتی ہے اور معاشرے میں اپنا کردار ادا کرتی ہے۔ آپ کی مسجد اس بات کی نشانی ہے کہ یہاں مذہبی رواداری ہے اور ایک دوسرے سے رواداری کے ساتھ رہ سکتے ہیں۔

ایک مہمان نے کہا کہ مَیں نے خلیفۃ المسیح کی تقریر آدھی اردو میں اور آدھی جرمن میں سنی۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ براہ راست خلیفۃ المسیح کی آواز سننا چاہتا تھا اور اردو زبان بھی سننا چاہتا تھا۔ اور پھر انہوں نے کہا کہ بڑی اچھی تقریر تھی اور مجھے بہت اچھا لگا۔ آپ نے اپنی جماعت کو حکم دیا کہ وہ ملک کی ترقی کے لئے کام کریں۔

تو لوگوں کے جماعت کو پرکھنے کے، سننے کے اپنے عجیب عجیب انداز ہیں۔ یہ سب اللہ تعالیٰ کی

چلائی ہوئی ہوا ہے۔ کسی شخص یا عہدیدار کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کی محنت کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے۔ محنت تو پہلے بھی ہوتی تھی لیکن نتائج نہیں نکلتے تھے۔ اب اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ یہ نتائج نکلیں تو اللہ تعالیٰ نے یہ ہوا بھی چلائی اور ان کے رویّے بالکل بدلتے چلے جا رہے ہیں۔

جرمنی کی ایک پارٹی کے ممبر ہیں مہمت ترن (Mehmet Turan) صاحب کہتے ہیں کہ آپ کے خطاب سے تمام سیاستدان بیحد متاثر ہوئے اور اس کا اظہار ان کے چہروں سے بھی عیاں تھا۔ خلیفۃ المسیح کی یہ بات بڑی مؤثر اور پُرحکمت ہے کہ آپ نے اپنی جماعت کے تمام ممبران کو ملک جرمنی کی ترقی میں حصہ لینے کی طرف توجہ دلائی ہے۔

پھر ایک مہمان نے کہا کہ مجھے آج کی تقریب نے حیران کر دیا ہے۔ جرمن لوگوں کو چاہئے کہ آپ احمدی لوگوں سے کچھ سیکھیں۔ پس ہمیں، یورپ میں رہنے والوں کو بھی کسی کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ آج دنیا کی رہنمائی کی باگ ڈور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کو دی ہے۔ پس اس کو سمجھیں اور اپنی ذمہ داریاں ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اپنے تعلق کو اللہ تعالیٰ سے مضبوط کریں پھر انشاء اللہ تعالیٰ یہ انعامات بھی ضرور ملنے والے ہیں۔

مسجد مہدی میونخ کے افتتاح کے موقع پر مہمانوں کے تاثرات یہ ہیں۔ ایک جرنلسٹ نے میرے حوالے سے بات کرتے ہوئے کہا کہ جو امن کا پیغام دیا ہے اس کا اظہار بھی ہو رہا تھا اور سارے ہال پر اس کا گہرا اثر تھا۔

ایک خاتون کہتی ہیں کہ خلیفۃ المسیح نے جب اپنے ایڈریس میں ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کا ذکر کیا تو میں برداشت نہ کر سکی اور رونے لگی۔ پھر خلیفۃ المسیح نے جب یہ کہا کہ اس شہادت کے باوجود ہماری خدمت کے جذبے میں کوئی کمی نہیں آئی اور ہم یہ خدمت جاری رکھیں گے تو اپنے جذبات پر قابو رکھنا میرے لئے بہت مشکل ہو گیا۔

ایک خاتون کہتی ہیں۔ مَیں بہت متاثر ہوئی خاص طور پر جو امن کے لئے حل پیش کیا گیا ہے، یعنی دنیا کے سب انسانوں کو چاہئے کہ مذہب و ملت سے بالاتر ہو کر ایک دوسرے سے محبت کریں۔ نہ یہ کہ ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی بڑھتی جائے۔ یہ تقریب بڑی کامیاب رہی۔ پروگرام کے لئے صرف اپنی جماعت کے لوگوں کو نہیں بلایا۔ یا سیاستدان ہی نہیں بلائے بلکہ ہمسایوں کو بھی دعوت دی۔ یہ بھی بڑی اچھی بات تھی اور اس نے مجھے بڑا متاثر کیا۔

پس مسجدوں کے افتتاح کے موقع پر یہ پیغام جو احمدیوں کو دیا جاتا ہے کہ نئے رستے کھلیں گے۔ اس طرف بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہر احمدی کی ذمہ داریاں بڑھ جاتی ہیں جب اس کے علاقے میں کسی مسجد کا افتتاح ہوتا ہے یا مسجد بنتی ہے۔

جرمنی میں جلسے کے تیسرے دن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بیعت بھی ہوئی تھی جس میں انیس (19) قوموں کے تراسی (83) لوگوں نے بیعت کی توفیق پائی جو وہاں موجود تھے۔ بعض بیعت کرنے والوں کے واقعات بیان کرتا ہوں۔

ایک البانین مہمان ایڑوین صاحب پہلے مسلمان تھے۔ انہوں نے بتایا کہ مَیں نے حدیثوں کی کتاب میں پڑھا تھا۔ جب امام مہدی علیہ السلام نازل ہوں گے تو ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ان کی بیعت میں شامل ہو۔ چنانچہ بیعت میں شامل ہو کر ان کی عجیب قلبی کیفیت تھی۔ کہتے ہیں دوسری بات جس نے مجھے متاثر کیا وہ ایک کثیر تعداد میں سعید الفطرت روحوں کا خوابوں کے ذریعہ سے خبر پا کر جماعت میں شامل ہونا ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ یہ واقعی الٰہی جماعت ہے اور اللہ تعالیٰ خود دلوں کو اس جماعت کی طرف کھینچ رہا ہے۔

پھر ایک مہمان حیدر صاحب بیان کرتے ہیں کہ ایک خواب کے ذریعہ احمدیت قبول کی۔ انہوں نے بیان کیا کہ چند سال قبل جبکہ انہیں جماعت کے بارے میں کوئی معلومات نہیں تھیں ایک رات انہوں نے خواب دیکھا کہ وہ دوست کے ہمراہ ہیں اور اس وقت انہیں اذان کی آواز سنائی دیتی ہے چنانچہ وہ اور ان کے ایک دوست نماز پڑھنے کے لئے ایک پہاڑ پر چڑھنے لگتے ہیں۔ غالباً پہاڑ کی چوٹی پر نماز پڑھائی جانی ہے۔ جب وہ بلندی پر پہنچتے ہیں تو وہاں انہیں مختلف داڑھیوں والے افراد نظر آتے ہیں جو ایک دوسرے کو دھکا دے رہے ہیں اور مار پیٹ کر رہے ہیں۔ کہیں آگ لگی ہوئی ہے اور ایک عجیب خوفناک صورتحال ہے۔ اس پر حیدر صاحب اپنے دوست سے کہتے ہیں کہ یہاں سے نکلو ورنہ یہ لوگ ہمیں بھی مار دیں گے۔ چنانچہ وہ وہاں سے روانہ ہوتے ہیں اور تھوڑی ہی دوری پر انہیں ایک سرسبز و شاداب وادی نظر آتی ہے جو چاروں طرف سے خوبصورت تناور درختوں سے گھری ہوئی ہے۔ اس وادی میں سفید لباس میں ملبوس نمازیوں کی ایک کثیر تعداد انتہائی نظم و ضبط کے ساتھ نماز کے لئے صف آراء ہے اور ان کے سامنے ایک شخص کھڑا ہے جو ان کی امامت کرا رہا ہے۔ میں اپنے دوست سے پوچھتا ہوں کہ یہ کون لوگ ہیں؟ وہ بتاتا ہے کہ یہ احمدی لوگ ہیں اور اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ اس وقت میں جماعت کے نام سے بھی

واقف نہ تھا، نہ میرا کسی احمدی سے رابطہ تھا۔ یہی خواب میرے لئے قبول احمدیت کا موجب بنی۔

پھر مراکش کے ایک دوست عبدالقادر صاحب کہتے ہیں کہ چھ سال قبل احمدیت سے متعارف ہوا تھا لیکن چند ہفتے قبل احمدیت کی تلاش میں جماعت کے ایک نماز سینٹر پہنچا اور جماعت کا مزید تعارف حاصل کیا اور نمازوں اور جمعوں پر آنا شروع کیا۔ مجھے جلسہ سالانہ جرمنی کے لئے دعوت دی گئی۔ مَیں اس میں شامل ہوا جلسہ کا روحانی ماحول دیکھ کر اور خلیفہ وقت سے احباب جماعت کی محبت اور اطاعت دیکھ کر میرے دل میں ایک غیر معمولی تبدیلی آئی کہ یہ یقیناً سچوں کی جماعت ہے۔ اس پر مَیں نے جماعت میں داخل ہونے کا فیصلہ کر لیا اور بیعت کر لی۔

پھر سویڈن سے عراق کے ایک دوست ہیں۔ کہتے ہیں جلسے کا روحانی ماحول دیکھ کر بہت متاثر ہوا۔ وہ کہتے ہیں یہی وہ حقیقی اور سچی جماعت ہے جس کی مجھے تلاش تھی اور یہی جماعت احمدیہ میرے سب سوالوں کا جواب ہے اور پھر جلسے پر انہوں نے بیعت کر لی۔

بیلجیم سے ایک غانین دوست عباس صاحب جلسے پر آئے تھے۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں خدا کو دیکھ رہا ہوں اور خدا تعالیٰ بھی رحمت کی نظر سے مجھے دیکھ رہا ہے۔ میں ایک تبلیغی میٹنگ میں گیا اور وہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر کو دیکھ کر مجھے یاد آیا کہ یہ تو وہی شخص ہیں جنہیں مَیں نے خواب میں دیکھا تھا۔ مَیں پوری میٹنگ میں تصویر دیکھ کر روتا رہا اور اب جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہونے کے لئے آیا ہوں اور میں نے بیعت کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ مَیں احمدیت کے ہر مخالف کو کہتا ہوں کہ اگر وہ جلسے کا ماحول دیکھ لیں اور ایک بار آ کر جلسے میں شرکت کر لیں تو مَیں یقین سے کہتا ہوں کہ وہ مخالفت چھوڑ دیں گے۔

پھر ایک مراکشی خاتون بیلجیم سے آئی ہیں۔ کہتی ہیں خواب دیکھا کہ امام مہدی آئے ہیں اور ایک چاند کی روشنی کی طرح انہوں نے کہا بشارت ہو، بشارت ہو۔ پھر بعد میں خلیفۃ المسیح الخامس کو دیکھا جنہوں نے انگریزی میں فرمایا Don't worry۔ مجھے کوئی علم نہ تھا کہ یہ بزرگ کون ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تصویر دیکھی تو آپ علیہ السلام ہی تھے جو مجھے خواب میں امام مہدی کے طور پر نظر آئے تھے۔ پھر میں جلسہ سالانہ یوکے میں شامل ہوئی تو خلیفۃ المسیح کو دیکھ کر یقین نہیں آیا اور آنکھوں سے آنسو رواں تھے کہ یہ وہی شخص تھا جس کو خواب میں مَیں نے دیکھا تھا اور مجھے یقین ہو گیا کہ یہ سچی اور حقیقی جماعت ہے۔ چنانچہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئی۔

پھر فرانس سے ایک دوست آئے ہوئے تھے۔ کہتے ہیں میں عیسائی فیملی میں پیدا ہوا ہوں۔ میں کوئی مذہبی پریکٹس نہیں کرتا۔ جب اپنے ماں باپ کے کہنے پر چرچ میں گیا تو سامنے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا بت رکھا تھا۔ مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ خدا کی عبادت کروں یا اس بت کی عبادت کروں۔ چنانچہ جس احمدی دوست سے رابطہ ہوا، انہوں نے مجھے جماعت کا تعارف کروایا اور معلومات مہیا کیں۔ اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھنے کیلئے دی۔ جلسہ میں شامل ہوا۔ امام جماعت کا خطاب سنا اور میرے دل کی حالت بدل گئی اور مَیں جلسہ کے تیسرے دن بیعت کر کے احمدیت میں داخل ہو گیا ہوں۔ یہ مقامی فرانسیسی ہیں۔

ہنگری سے آنے والے وفد کے انچارج صداقت صاحب کہتے ہیں کہ جرمنی میں ایک فیملی تھی۔ ان سے انٹرنیٹ پر رابطہ تھا۔ انہیں جلسے پر آنے کی دعوت دی تو اسلام کے بارے میں کیونکہ اچھا تاثر نہیں رکھتے تھے اس لئے انہوں نے پہلے تو انکار کیا۔ لیکن بہر حال پھر تسلی دلائی تو اس پر وہ آ گئے اور تینوں دن جلسے میں شامل ہوئے اور میرا خطبہ جمعہ بھی انہوں نے سنا اور بہت غور سے سنا اور بڑے متاثر ہوئے۔ پھر نماز کے ماحول کو دیکھا۔ اس نے بھی انہیں بہت متاثر کیا کہ اس طرح کا ماحول انہوں نے زندگی میں پہلی مرتبہ دیکھا ہے۔ اس کے بعد شام کو ان کی مجھ سے ملاقات تھی جس میں یہ بہت متاثر ہوئے۔ انہوں نے بتایا کہ میں عیسائی پادریوں سے بھی ملتا رہتا ہوں لیکن ان کی باتوں کا کچھ بھی اثر نہیں کیونکہ میں ان کی باتیں ایک کان سے سنتا ہوں دوسرے سے نکال دیتا ہوں لیکن خلیفہ وقت کے الفاظ میرے دل میں اتر رہے تھے۔ پھر کہتے ہیں کہ اسی روز رات انہوں نے اپنے بیٹے کو فون کر کے ساری تفصیل بتائی کہ جماعت احمدیہ کے سربراہ نے انہیں وقت دیا اور بڑی شفقت اور پیار سے ہم سے باتیں کیں اور ہمیں پین وغیرہ دیا اور آخر میں ہاتھ پکڑ کر تصویر کھنچوائی۔

ہفتہ کے دن ان کی اہلیہ عورتوں کی جلسہ گاہ میں چلی گئیں۔ عورتوں کی جلسہ گاہ کے انتظامات دیکھ کر بہت متاثر ہوئیں۔ ظہر اور عصر کی نمازیں بھی احمدی خواتین کو دیکھ کر ان کی طرح ادا کرتی رہیں۔

پھر یہ کہتے ہیں ان کا مبلغین سے بھی رابطہ رہا۔ مختلف مبلغین کے ساتھ ان کی سٹنگز (sittings) بھی ہوئیں جس میں انہیں اسلام اور احمدیت کے بارے میں تفصیل سے بتایا گیا۔ موصوف نے بتایا کہ ہفتے اور اتوار کی درمیانی رات تقریباً دو بجے اپنے ہوٹل میں جہاں یہ رہائش پذیر تھے انہیں کمرے میں میری آواز آئی کہ جس طرح مَیں نماز پڑھا رہا ہوں۔ تو کہتے ہیں مَیں نے آواز سنی اور اٹھ کر بیٹھ گیا اور اٹھنے پر انہیں آواز سنائی دیتی رہی۔ کہتے ہیں مَیں نے اپنی بیوی کو اٹھایا اور اسے خواب کے بارے

میں بتایا۔ اور کہاں تو یہ اسلام کے مخالف تھے لیکن پھر اس وجہ سے انہوں نے اتوار کی دوپہر کو جب بیعت ہوئی تو جلسے پر آ کر انہوں نے بیعت کرنے کا اظہار کیا اور بیعت کر کے احمدیت میں شامل ہو گئے۔

فرانس سے آئے ہوئے ایک عرب احمدی نے بتایا۔ یہ اپنا ایک پرانا خواب بتا رہے ہیں۔ کہتے ہیں خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ کی وفات سے کچھ عرصہ پہلے مَیں نے رؤیا میں سنا کہ کوئی کہہ رہا ہے۔ یٰۤاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَىِٕنَّةُ۔ ارْجِعِیْۤ اِلٰى رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً۔ فَادْخُلِیْ فِیْ عِبٰدِیْ۔ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (الفجر: 31-28) پھر ایک نوجوان کو دیکھا جس کے بارے میں مجھے خواب میں کہا گیا کہ یہ تمہارا نیا خلیفہ ہے۔ تو کہتے ہیں اس رؤیا کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی وفات ہو گئی اور جب انتخاب خلافت ہوا تو مجھے یہ رؤیا یاد آ گیا اور جب میں نے تصویر دیکھی تو آپ ہی تھے۔

پھر سپین کے علاقہ مرسیا سے آئے ہوئے ایک مراکشی نو احمدی نے بتایا کہ ایک مراکشی احمدی الطیب الفرح کے ساتھ کام کیا کرتے تھے۔ ان کی اخلاقی اور دینی حالت سے بہت متاثر تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ کئی مراکشی لوگ ان سے استہزاء کا سلوک کرتے ہیں۔ ایک روز کسی نے مجھے کہا کہ کیا تم بھی قادیانی ہو؟ مَیں نے کہا وہ کیا ہوتا ہے؟ انہوں نے کہا کہ یہ الطیب الفرح قادیانی ہے۔ میں نے جب طیب صاحب سے پوچھا کہ قادیانیت کیا چیز ہے۔ تو جماعتی عقائد کے بارے میں مجھے تفصیل سے انہوں نے بتایا اور پھر جب میں نے ایم ٹی اے دیکھا تو وہاں بھی بیٹھے ہوئے لوگوں کے چہروں سے نظر آ گیا کہ یہ جھوٹوں کے چہرے نہیں ہیں۔ کہتے ہیں کہ اس بات پر مَیں نے تحقیق کی اور پھر بیعت کر لی۔

کہتے ہیں بیعت کے بعد مَیں نے خواب میں دیکھا کہ مَیں اور میری اہلیہ آپ کے گھر آئے ہیں۔ مجھے کہہ رہے ہیں کہ دروازہ کھٹکھٹانے پر آپ نے دروازہ کھولا اور اندر بٹھایا، ضیافت فرمائی۔ پھر ہم نے نمازیں ادا کیں۔ جب انہوں نے بیعت کی ہے تو اکیلے تھے۔ چار سال تک اکیلے تھے اور لوگ ان کو تمسخر کا نشانہ بنایا کرتے تھے لیکن جماعت نہیں تھی۔ پھر انہوں نے مجھے خط بھی لکھا اور جواب میں جب مَیں نے انہیں یہ لکھا کہ آپ دعا بھی کیا کریں کہ رَبِّ لَا تَذَرْنِیْ فَرْدًا وَّ اَنْتَ خَیْرُ الْوٰرِثِیْنَ (الانبیاء:90)۔ تو کہتے ہیں کہ یہ دعا کا معجزہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پھر ایک سے دو، دو سے چار کر دیئے اور مزید احمدی بیعت میں شامل ہوئے۔ اب وہاں ایک فیملی شامل ہوئی ہے، گیارہ احمدیوں کی جماعت بن گئی ہے۔

پھر ایک اور دوست ہیں جو اٹلی میں ہیں، وہاں نمازیں پڑھایا کرتے تھے۔ بیعت کر لی تو لوگ ان کا مذاق اڑاتے تھے۔ اس بات پر پریشان تھے۔ مَیں نے انہیں کہا کہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں ہے، انشاء اللہ تعالیٰ آپ کو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو نماز پڑھانے کے لئے چنا ہے۔ پہلے تو آپ ایسے لوگوں کو نماز پڑھاتے تھے جو مومن نہیں تھے۔ بہرحال ایک خوبصورت ماحول میں اچھی باتیں وہاں ہوتی رہیں۔ ہر ایک اچھا اثر لے کے گیا۔

پریس اور میڈیا نے بھی مساجد کے افتتاح کی، جلسہ سالانہ کی کافی کوریج دی ہے۔ اس کے مطابق ساٹھ سے زائد رپورٹس اور خبریں مختلف چینلوں میں آئی ہیں۔ اخبارات کے علاوہ چار ٹی وی چینلز، چار ریڈیو سٹیشن بھی اس میں شامل ہیں۔ اور جماعت کا ایک اندازہ ہے کہ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا کے ذریعہ مجموعی طور پر سینتیس ملین (37million) افراد تک پیغام پہنچا ہے۔ پس یہ باتیں اللہ تعالیٰ کی خاص تائید کا اظہار کرتی ہیں۔ یہ باتیں تو ہو گئیں جو جلسہ اور مساجد کے افتتاح یا سنگ بنیاد کی تقریبات کے موقع پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہمیں دکھاتی ہیں۔

اب مَیں بعض باتیں وہ بھی کرنا چاہتا ہوں جو ہمیں اپنے جائزوں کی طرف توجہ دلانے کے لئے ہیں۔ جہاں ہمیں اس بات پر اللہ تعالیٰ کا شکر گزار ہونا چاہئے اور ہوتے ہیں کہ وہ کس کس طرح اپنی تائیدات اور نصرت کے نظارے دکھاتا ہے وہاں ہمیں اس بات کی بھی فکر ہونی چاہئے کہ کہیں ہم میں سے کسی ایک کی بھی کوئی ایسی حرکت یا ہماری شامت اعمال اسے ان فضلوں کا حصہ بننے سے محروم نہ کر دے۔ دوسروں کو تو عموماً خوبیاں نظر آتی ہیں لیکن ہمیں اپنی کمی اور خامیوں کی طرف بھی نظر رکھنی چاہئے اور کوشش کرنی چاہئے کہ کس طرح ہم اپنی حالتوں اور اپنے کاموں کو بہتر کر سکتے ہیں۔ خاص طور پر عہدیداران اور ان میں سے بھی خاص طور پر نیشنل عاملہ کے عہدیداران اور مرکزی کارکنان کو اس جائزے کی ضرورت ہے۔

وہاں بعض باتیں ایسی توجہ طلب تھیں یا خامیاں اور کمزوریاں تھیں (کہ جن کی طرف مَیں نے جب توجہ دلائی) تو اس کے بعد جرمنی کے امیر صاحب نے مجھے یہ لکھ دیا کہ ہم میں جو کمزوریاں رہ گئی ہیں اس کے لئے معذرت اور معافی۔ لیکن یہ لکھ دینا کافی نہیں جب تک سارا سال ان باتوں کے جائزے نہ لیں اور عملی طور پر اس کی درستی کے سامان نہیں کرتے، اس معذرت کا کوئی فائدہ نہیں۔ معذرتیں اور معافیاں تو کوئی فائدہ نہیں دے سکتیں۔ اصل چیز اصلاح ہے اور عملی کوشش ہے۔

ایک جرنلسٹ خاتون جو وہاں غالباً میسیڈونیا سے آئی ہوئی تھیں۔ انہوں نے مجھ سے سوال کیا کہ آپ جلسے کے تمام انتظامات سے مطمئن ہیں؟ اس کی کیا نیت تھی، اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے ہوسکتا ہے یہ بھی ہو کہ بعض کمیوں کی طرف نشاندہی کرنا چاہتی ہو۔ اگر مَیں کہوں کہ سو فیصد مطمئن ہوں تو اگلا سوال پوچھ سکتی تھی۔ مَیں نے ان کو یہی جواب دیا کہ ترقی کرنے والی قومیں خوب سے خوب تر کی تلاش میں ہوتی ہیں۔ چند لوگوں کی تعریفیں سن کر ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ جو کچھ ہم نے کرنا تھا کرلیا اور بہت اعلیٰ کام ہوگیا اور ظاہری کمیاں جو ہیں ان کو ہم بھول جائیں۔ یہ تو کبھی نظر انداز نہ ہوسکتی ہیں، نہ ہونی چاہئیں۔ تو بہرحال اس پر وہ خاموش ہوگئی۔ اب ساؤنڈ سسٹم کا ہی مسئلہ ہے۔ دو تین دفعہ ایسے وقت میں خرابی ہوئی جب میرے پروگرام تھے۔ بہرحال اس پر جب میں نے بتایا کہ تم نے بھی ساؤنڈ سسٹم کا پروگرام دیکھا، اس میں خرابی ہوئی۔ تو اس نے سوال تو آگے نہیں کیا۔ وہ چپ ہوگئی۔ شاید اس لئے بھی چپ ہوگئی کہ خود ہی اپنی غلطیوں کی نشاندہی کر رہے ہیں۔ بیشک یہ ٹھیک ہے کہ کسی کام میں سو فیصد perfection نہیں آسکتی لیکن بہتر سے بہتر کرنے کی کوشش ضرور ہونی چاہئے اور ساؤنڈ سسٹم میں جو گڑبڑ ہوئی ہے وہ تو خالصتاً لاپرواہی کی وجہ سے ہوئی ہے۔ جبکہ مَیں ایک دن پہلے کارکنوں کو مخاطب کر کے یہ کہہ چکا تھا کہ اگر آپ کے کام میں کوئی خرابی پیدا ہوگی تو لاپرواہی سے پیدا ہوگی ویسے تو ماشاء اللہ سب trained ہیں۔ اس لئے چھوٹے سے چھوٹے کام کو بھی معمولی نہ سمجھیں۔ لیکن شاید افسروں نے یہ سمجھ لیا کہ یہ ہدایت کارکنوں کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں اور اسی وجہ سے یہ سب خرابیاں پیدا ہوئی ہیں۔ اور اب تحقیق کے بعد جو باتیں سامنے آرہی ہیں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ جو بے احتیاطیاں کی گئیں وہ لاپرواہی کی وجہ سے تھیں اور کسی بڑے حادثے کی وجہ بھی بن سکتی تھیں۔ بجلی کے پوائنٹس کو بغیر کسی نگرانی کے چھوڑا ہوا تھا جس کی وجہ سے کسی نے آکر لاؤڈ سپیکر کا پلگ نکال دیا جس کی وجہ سے آواز بند ہوگئی۔ یہ کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ پھر جلسہ کی انتظامیہ کو اپنے لوڈ (load) کا بھی پتا ہونا چاہئے کہ بجلی کا کتنا لوڈ ہمارے پاس ہے اور کوئی زائد چیز ہم لگا بھی سکتے ہیں کہ نہیں۔ اب وہاں چائے بنانے کا انتظام کیا ہوا تھا۔ اسی پلگ (Plug) میں ساؤنڈ سسٹم ہے، اسی پلگ میں چائے کا نظام رکھا ہوا ہے جس کی وجہ سے ایک فیوز (fuse) اڑ گیا۔ ایک وقت میں اس لئے آواز بند ہوگئی۔ تو مَیں بار بار احتیاط کے لئے کہتا ہوں اور سکیورٹی کی طرف توجہ دلاتا ہوں اور سب سے بڑا سکیورٹی پوائنٹ یہ فیوز باکس اور پلگ کنکشن (plug connection) وغیرہ ہوتے ہیں۔ یوکے کا بھی جلسہ ہو رہا ہے۔ ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ایک تو مکمل سکیورٹی چوبیس گھنٹے ایسی جگہوں پر ہونی چاہئے جہاں کہیں بھی مین مارکی کے اندر بجلی کے پوائنٹس ہوں۔ اور چائے وائے بنانی ہے تو دوسری جگہوں پر بنا کر

کارکنوں کے لئے لایا کریں۔

امیر صاحب جرمنی ایک یہ جواب دیتے ہیں کہ اگلے سال ہم اس کمپنی کو بدل دیں گے جن سے یہ ساؤنڈ سسٹم لیا تھا، ان کی negligence ہے۔ یہ تو بالکل بچگانہ باتیں ہیں۔ اگر بدل کر پھر بے احتیاطی کرنی ہے، تو پھر یہی نتیجے نکلیں گے۔ جب تک ہر معاملے میں مکمل اطاعت کی عادت نہیں ڈالتے، بات سن کر اس پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتے اس وقت تک یہی کچھ ہوتا رہے گا۔ یہ غلطیاں اور چھوٹی چھوٹی خامیاں سامنے آتی رہیں گی۔

اب بیعت کے وقت میں بھی آواز بند ہوگئی۔ اس کے بھی کئی بہانے ہیں۔ یہ تو اچھا ہوا کہ میں نے بیعت کے الفاظ دوبارہ دہرا دیئے۔ دنیا سے فوراً شکریہ کی فیکسیں آنی شروع ہوگئی تھیں کہ آپ نے الفاظ دہرا دیئے، بڑا اچھا کیا۔ ورنہ ہمیں تو آواز نہیں پہنچی تھی اور ہم بیعت کے الفاظ سے محروم رہ گئے تھے اور خاص طور پر پاکستان والے کہتے ہیں کہ جب بیعتیں ہوتی ہیں تو عموماً انگریزی میں الفاظ دہرائے جاتے ہیں۔ اردو کی بیعت بہت کم ہوتی ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اردو میں بیعت ہو تو ان کی طرف سے بہت زیادہ اس بات کا اظہار ہوا۔ تو اس طرف توجہ دینے کی بہت ضرورت ہے۔

اسی طرح انتظامیہ جرمنی جو ہے ان کو کھانے کے معاملے میں پچھلی دفعہ بھی مَیں نے توجہ دلائی تھی۔ اب مجھے پتا چلا ہے کہ وہاں روٹی جو استعمال کی گئی ہے اس میں بعض دفعہ بعض ایسے پیکٹ تھے جن کی تاریخ ایکسپائر (expire) ہوئی ہوئی تھی۔ اس بارے میں بھی ان کو تحقیق کر کے رپورٹ دینی چاہئے۔ اور ان تمام کمیوں اور خامیوں کو یہ جو سامنے آ گئیں یا مزید کارکنوں سے پوچھ کے جو بھی ہیں، جیسا کہ میں نے کہا ہوا ہے ایک لال کتاب بنانی چاہئے۔ اس ریڈ بُک (Red Book) میں سب خامیاں اور کمیاں سارا کچھ لکھا جانا چاہئے اور پھر ان کو دیکھ کر آئندہ سال کے لئے بہتری کے سامان بھی کرنے چاہئیں، پڑھنا بھی چاہئے، صرف یہ نہیں کہ لکھ لیا۔ اس پر غور سارا سال ہونا چاہئے کہ کس طرح ہم اس کو بہتر سے بہتر کر سکتے ہیں۔ بہرحال عملی طور پر بہتری کریں تبھی اس کا مداوا ہو سکتا ہے، صرف باتوں میں نہیں۔ اور اگر توجہ ہو تو سب کچھ ہو سکتا ہے۔ کینیڈا کی جماعت میں بھی ایک سال اسی طرح ہوا تھا۔ اُن کو میں نے توجہ دلائی اور انہوں نے توجہ کی۔ عملی اقدام اٹھائے۔ اب وہاں کے لوگ لکھتے ہیں کہ بہت بہتر انتظام ہے۔ اس لئے کہ انہوں نے بات کو سنا اور اس پر عمل کیا یا عمل کرنے کی پوری کوشش کی۔

جرمنی والے بھی اس اصول پر چلیں گے تو انشاء اللہ تعالیٰ بہتری ہوگی۔ عام کارکن اور افراد

جماعت تو بے چین ہو ہو کر لکھتے ہیں اور اب بھی شاید لکھیں گے لیکن نیشنل عہدیداروں کو اپنے خولوں سے باہر آنے کی ضرورت ہے۔ وہ باہر نکلیں اور اپنے آپ کو افسر نہ سمجھیں بلکہ خادم سمجھ کر جماعت کی خدمت کریں۔ اپنے اندر یہ سوچ پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو توفیق دے اور جو بھی کامیابیاں جماعت کو مل رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے موصوف و منسوب کریں۔ عاجزی اور انکساری اور اللہ تعالیٰ کی شکرگزاری میں بڑھنے کی کوشش کریں۔ اللہ کرے کہ سب عہدیداروں میں یہ روح پیدا ہو جائے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو پہلے سے بڑھ کر جذب کرنے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 11 / جولائی 2014ء تا 17 / جولائی 2014ء جلد 21 شمارہ 28 صفحہ 05 تا 09)

26

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 27 رجون 2014ء بمطابق 27 احسان 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو دعویٰ سے پہلے بھی یہ الہام ہوا، پھر آخر تک کئی مرتبہ ہوا کہ يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِىْٓ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ۔ (تذکرہ صفحہ 39 ایڈیشن چہارم)

یعنی تیری مدد وہ لوگ کریں گے جن کے دلوں میں ہم الہام کریں گے۔ اور 1907ء میں اس کے ساتھ یہ بھی الہام ہے کہ يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ (تذکرہ صفحہ 623 ایڈیشن چہارم)

وہ دور دراز جگہوں سے تیرے پاس آئیں گے۔ یہ الہام بڑی شان سے مختلف شکلوں میں مختلف صورتوں میں اب تک پورا ہوتا چلا جارہا ہے۔ مختلف لوگ مختلف علاقوں سے آپ کے پاس آتے ہیں۔ یعنی آپ کی زندگی میں آپ کے پاس آتے رہے اور پھر آپ کے بعد آپ کے ذریعہ جاری نظام خلافت میں خلفاء وقت کے پاس آتے رہے اور آرہے ہیں جو مددگار بنتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نہ صرف ان کے دلوں کو اس طرف مائل کرتا ہے کہ مددگار بنیں بلکہ مدد اور خدمت اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو مکمل کرنے کی ایک تڑپ اور لگن ان میں پیدا ہو جاتی ہے اور پھر وہ اپنے تن من دھن سے اس کام میں جُت جاتے ہیں اور آپ کے سلطان نصیر بن جاتے ہیں۔ خلفائے وقت کے دست و بازو بن جاتے ہیں۔ ان میں سے ایسے بھی ہیں جو قرآنی حکم تَفَقُّهْ فِي الدِّيْن کے مطابق دین کا علم حاصل کر کے اپنے ہم قوموں کو دین حق کا پیغام پہنچاتے ہیں اور اس میں اپنی زندگیاں قربان کر دیتے ہیں۔ بہت سے ایسے دُور دراز علاقوں سے آئے جہاں بیسویں صدی کی چھٹی ساتویں دہائی تک رسل و رسائل اور خط و کتابت کا یہ حال تھا کہ چھ چھ

مہینے تک خط نہیں پہنچتے تھے۔ پس ایسے علاقوں کے لوگوں کا دین سیکھنے کے لئے مرکز سلسلہ میں آنا اور کامل شرح صدر کے ساتھ دین سیکھنا اور اپنی زندگیاں دین کے لئے وقف کر دینا اور پھر کامل وفا کے ساتھ اس وقف کو نبھانا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کی تکمیل میں ہر قربانی کے لئے تیار ہو جانا یہ بات جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل ہے وہاں ایسے لوگوں کی قربانی کو آج تک، اب تک جاری رکھنا خلافت احمدیہ کی سچائی کی بھی دلیل ہے۔ اور یہ چیز اس بات کی بھی تصدیق کرتی ہے کہ ایسے لوگ سعید فطرت ہوتے ہیں اور ان کی اس خصوصیت کی وجہ سے خدا تعالیٰ کی رحمت کی نظر ان پر پڑتی ہے اور انہیں چن کر پھر آسمان کا چمکتا ہوا ستارہ بنا دیتی ہے۔

اس وقت مَیں ایک ایسے ہی مخلص خادم سلسلہ اور فدائی خادم سلسلہ مکرم عبدالوہاب آدم صاحب کا ذکر کروں گا جو افریقہ کے ایک ملک سے اس وقت مرکز سلسلہ میں حصولِ علمِ دین اور خلافت کا سلطانِ نصیر بننے کے لئے آئے، یہ عزم لے کر آئے کہ مَیں نے اب اس کام کو اپنی تمام تر صلاحیتوں کے ساتھ بروئے کار لانا ہے۔ اس وقت آئے جب ابھی ربوہ آباد ہو رہا تھا اور افریقہ میں رابطے بھی مہینوں بعد ہوتے تھے۔ یہ ہمارے پیارے بزرگ بھائی اور خلافت کے جان نثار سپاہی، خلیفۂ وقت کے اشارے پر چلنے والے، ہر فیصلہ جو خلیفہ وقت کی طرف سے آئے اسے شرح صدر سے قبول کرنے والے، خلیفۂ وقت کے چھوٹے چھوٹے حکم بلکہ خواہش کی تکمیل کے لئے بھی بے چین رہنے والے تھے۔ مَیں نے جب آٹھ سال سے زیادہ عرصہ گھانا میں ان کے ساتھ کام کیا ہے اس وقت بھی خلافت کے ساتھ تعلق میں ایسا ہی انہیں دیکھا جیسا کہ مَیں بیان کر چکا ہوں اور خلافت کے بعد میرے ساتھ بھی اطاعت و فرمانبرداری اور وفا کے اس معیار میں انہوں نے سرِ مُو فرق نہیں آنے دیا۔

جیسا کہ آپ جانتے ہیں گزشتہ دنوں وہاب آدم صاحب کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ گزشتہ تقریباً ایک سال یہاں رہے تھے اور مارچ میں ہی یا فروری کے آخر میں واپس گئے تھے۔ اس خادم سلسلہ کا خدمت سلسلہ کا عرصہ نصف صدی سے زائد پر پھیلا ہوا ہے۔ ان کی خدمات اور ان کی شخصیت اور ان کے کردار اور ان کی وفاؤں کے قصوں کو مختصر وقت میں بیان نہیں کیا جا سکتا۔ بہرحال کچھ باتیں میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں جس سے ان کی سیرت کے بعض پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔

پہلے تو یہ کہ ان کے خاندان میں احمدیت ان کے والد اور والدہ کے ذریعہ آئی تھی۔ ان کے بیٹے حسن وہاب صاحب نے بتایا کہ وہاب آدم صاحب پیدائشی احمدی تھے اور ان کے والد سلیمان۔ کے۔ آدم

(K.Adam) صاحب اور والدہ عائشہ اکوا ورو (Ayesha Akua Woro) صاحبہ نے احمدیت قبول کی تھی۔ اور جس زمانہ میں بشارت احمد بشیر صاحب گھانا میں امیر جماعت یا مبلغ تھے اس وقت وہاب صاحب کے والد سلیمان کے آدم صاحب وہاں معلم ہوتے تھے۔ اور وہاب آدم صاحب نے اپنی ہوش میں اپنے والد کو نہیں دیکھا۔ چھوٹی عمر میں ہی ان کے والد وفات پا گئے تھے۔ والدہ نے بتایا کہ ان کے والد کی شدید خواہش تھی کہ وہاب صاحب جماعت کے مبلغ بنیں۔ چنانچہ والد صاحب کی خواہش پوری کرنے کے لئے والدہ نے ان کو بشارت بشیر صاحب کے ساتھ ربوہ بھجوا دیا۔ بلکہ انہوں نے اپنے والد کی کبھی تصویر بھی نہیں دیکھی تھی۔ کچھ عرصہ پہلے کسی دوست نے ایک تصویر دکھائی جس میں وہاب صاحب کے والد کی تصویر تھی تو تب ان کو پتا لگا کہ یہ میرے والد ہیں۔

وہاب صاحب بروفئی ایڈور (Brofoyedru) گاؤں میں جو اشانٹی ریجن کے اڈانسی (Adansi) ڈسٹرکٹ میں ہے، دسمبر 1938ء میں پیدا ہوئے تھے اور ابتدائی تعلیم انہوں نے یونائٹڈ مڈل سکول سے حاصل کی اور احمدیہ سیکنڈری سکول کماسی میں پڑھے۔ وہاں سے تعلیم مکمل کی یا کچھ عرصہ بہرحال پڑھتے رہے۔ پھر زندگی وقف کر دی اور آپ کو 1952ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں تعلیم حاصل کرنے کے لئے بھجوا دیا گیا۔ 1960ء میں آپ نے جامعہ احمدیہ ربوہ سے شاہد کی ڈگری حاصل کی۔ واپس گھانا گئے اور وہاں آپ کا مختلف جگہوں پر بطور ریجنل مشنری تقرر ہوا۔ سب سے پہلے آپ نے 1969ء تک برونگ آہافو (Brong Ahafo) ریجن میں خدمت کی توفیق پائی۔ اس کے بعد سالٹ پونڈ گھانا میں جامعۃ المبشرین کے پرنسپل بنے۔ اور اس وقت مشنوں کا یہ حال تھا کہ چھوٹے چھوٹے مٹی کے گھر ہوتے تھے جن میں غسل خانے کوئی نہیں تھے۔ چٹائیوں کو کھڑا کر کے اور لکڑی کے ڈنڈوں پر غسل خانے بنائے جاتے تھے۔ اب تو افریقہ میں یہ تصور نہیں۔ انہوں نے ایک دفعہ مجھے بتایا کہ غسل خانے کی یہ حالت تھی کہ دو اینٹیں رکھ کے پانی کی بالٹی کہیں سے لا کے تو غسل کر لیا کرتے تھے۔ بالکل ہی ابتدائی حالات تھے۔ بہرحال اس کے بعد 1971ء میں وہاب صاحب کی تقرری یوکے (UK) میں بطور نائب امام مسجد فضل لندن ہوئی۔ 1974ء تک آپ نے یہ ذمہ داری ادا کی۔ 1975ء میں آپ کو امیر و مشنری انچارج گھانا مقرر کر دیا گیا اور تقریباً 39 سال وفات تک یہی خدمت سرانجام دیتے رہے۔

یہ ابتدائی تاریخ لکھنے والے بتاتے ہیں کہ جب گھانا میں جماعت کی تعداد بڑھنی شروع ہوئی تو اس وقت یہ سوچا گیا کہ بجائے معلمین کے مقامی مبلغین کی تعداد کو بڑھایا جائے اور اس کے لئے حضرت

خلیفۃ المسیح الثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یہاں کچھ لڑکے لائے جائیں جن کی تربیت کی جائے۔ تو جیسا کہ میں نے بتایا اس وقت گھانا سے دو چھوٹی عمر کے چودہ پندرہ سال کے بچے، وہاب آدم صاحب اور بشیر بن صالح صاحب پاکستان بھجوائے گئے۔ اور دونوں بڑی محنت اور لگن سے اپنی تعلیم مکمل کرنے کی کوشش کرتے رہے۔ 1957ء میں عزیزم بشیر بن صالح ربوہ میں گرمی کے باعث بیمار ہو گئے۔ ان کو واپس گھانا بھجوایا گیا لیکن یہ بیماری جان لیوا ثابت ہوئی اور 16 رنومبر 1958ء کو صالح صاحب جو تھے وہ انیس سال کی عمر میں وفات پا گئے اور پھر وہاب صاحب اکیلے جامعہ میں پڑھتے رہے۔ آٹھ سال تک یہیں رہے۔ شاہد کی ڈگری حاصل کی اور مرکزی مبلغ بن کر پھر گھانا گئے۔ ان کے جانے کے بعد پھر جماعت اس وقت تک کچھ بڑھ بھی چکی تھی۔ لوگوں کو جوش اور جذبہ بھی پیدا ہوا اور پھر انہوں نے اپنے بچے جامعہ احمدیہ میں بھجوانے شروع کئے۔ اس کے بعد پھر آٹھ دس مبلغین یہاں سے بن کے گئے۔ پھر بعض پابندیاں لگ گئیں۔ اب تو وہیں جامعہ میں خود ہی مبلغین تیار ہو رہے ہیں بلکہ انٹرنیشنل جامعہ بن گیا ہے جہاں افریقہ کے مختلف ممالک سے لڑکے آتے ہیں اور شاہد مبلغ کا کورس پاس کرتے ہیں۔

جب یہ ربوہ میں تھے اس وقت گھانا کے سفیر ایک موقع پر یہاں آئے۔ اِنہوں نے اُن کو بتایا کہ ربوہ کس طرح آباد ہوا، کیسی بنجر زمین تھی۔ کس طرح لوگوں نے قربانیاں کیں۔ یہ ساری تفصیل اس انداز میں بیان کی کہ وہ سفیر صاحب کہنے لگے کہ اگر کوئی شخص خدا پر یقین نہ رکھتا ہو اور اسے اللہ تعالیٰ کی حقانیت پر ایمان نہ ہو تو وہ یہ واقعات سن کے یقیناً خدا کی ہستی پر ایمان لائے گا کہ کس طرح ربوہ آباد ہوا۔ کوئی بھی موقع تبلیغ کا جانے نہیں دیتے تھے۔ اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ کس طرح انہوں نے ربوہ میں ابتدائی زمانے میں وقت گزارا۔ کہتے ہیں ان دنوں میں بجلی بھی نہیں ہوتی تھی۔ پینے کا پانی کوئی نہیں تھا۔ دُور سے لانا پڑتا تھا۔ کوئی بلڈنگز نہیں تھیں اور ہوسٹل کی چھتیں بھی کچی تھیں۔ فرش بھی کچا تھا۔ بارش ہوتی تو چھت ٹپکتی تھی۔ فرش پر پانی کھڑا ہو جاتا تھا۔ بلکہ مذاق میں بتایا کرتے تھے کہ ہمارے جو صندوق تھے، box تھے وہ بھی پانی میں تیرنے لگ جاتے تھے۔ تو اس وقت یہ حال تھا۔ پھر احمد نگر میں بلڈنگ لی، وہاں جامعہ شروع ہوا۔ غیر ملکیوں کا بھی ایک ہوسٹل تھا تو اس میں انگلستان سے بھی ایک شخص تھا، ایک جرمنی سے عبدالشکور کنزے صاحب وہاں تھے۔ امریکہ سے ایک وائٹ امریکن تھے، ایک افریقن امریکن تھے۔ ٹرینیڈاڈ سے بھی ایک صاحب آئے ہوئے تھے۔ چین سے عثمان چینی صاحب، ابراہیم وان اور ادریس وان صاحب تھے۔ تو مختلف لوگوں کا یہ ہوسٹل تھا جو اس زمانے میں مختلف ملکوں سے آئے اور وہاں رہے جن میں

سے یہ ایک دو ہی تھے جو مبلغ بنے باقی چھوڑ کے چلے گئے تھے یا کچھ عرصے بعد تعلیم حاصل کر کے اپنے اپنے کام کرنے لگ گئے۔

وہاب صاحب کا ایک واقعہ ہے۔ کہتے ہیں کہ جامعہ احمدیہ ربوہ میں جب زیر تعلیم تھے تو ایک مرحلے پر پہنچ کر بعض مضامین میں مثلاً منطق اور فقہ کو اردو زبان میں سمجھنے میں دقت محسوس کی۔ امتحان سر پر آ گیا۔ بڑے پریشان تھے۔ ان کے دوست امری عبیدی صاحب تنزانیہ کے تھے۔ انہوں نے بھی اس زمانے میں جامعہ پڑھا تھا، جو بعد میں وہاں کے وزیر بھی بنے۔ انہوں نے مشورہ دیا کہ مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کے پاس جا کر دعا کے لئے کہتے ہیں۔ خیر یہ ان کے پاس گئے۔ حضرت مولانا راجیکی صاحب کوئی کتاب پڑھ رہے تھے۔ ان کو دیکھ کے انہوں نے کتاب ایک طرف رکھ دی اور دریافت کیا کہ کیا مسئلہ ہے؟ امری عبیدی صاحب نے اور وہاب صاحب دونوں نے کہا کہ ہمارے امتحان ہو رہے ہیں اور ہمیں بڑی مشکل پیش آ رہی ہے، دعا کے لئے کہنے آئے ہیں۔ تو انہوں نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھائے۔ انہوں نے کہا تم بھی میرے ساتھ دعا میں شامل ہو۔ دعا کے بعد حضرت مولانا راجیکی صاحب کہنے لگے کہ مَیں نے دعا کرتے ہوئے کشفی حالت میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کے دست مبارک کو آپ دونوں کے سروں پر رکھا ہوا دیکھا ہے جس کی تعبیر مَیں یہ سمجھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ حضرت اقدس علیہ السلام کی برکت سے آپ کو کامیابی بخشے گا۔ چنانچہ کہتے ہیں ایسا ہی ہوا اور معجزانہ طور پر وہ پڑھائی آسان ہو گئی۔ تیاری آسان ہو گئی۔ جب امتحان دیا تو پرچوں کو بہت آسان پایا اور جب نتیجہ نکلا تو وہاب آدم صاحب جو اپنی کلاس میں پہلی پوزیشن پر تھے۔

بعض اور سعادتیں بھی ان کے حصے میں آئیں۔ وہاب صاحب سب سے پہلے افریقن مرکزی مشنری تھے۔ سب سے پہلے گھانین امیر و مشنری انچارج یہ تھے۔ سب سے پہلے افریقن احمدی جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح کی نمائندگی میں بطور امیر مقامی ربوہ بننے کی سعادت حاصل ہوئی وہ یہ تھے۔ سب سے پہلے افریقن مرکزی مشنری جنہیں یورپ میں خدمت کی توفیق ملی وہ یہ تھے۔ پھر سب سے پہلے افریقن جنہیں مجلس افتاء کا اعزازی ممبر بننے کی توفیق ملی وہ وہاب صاحب تھے۔ ان کو مرکز کی نمائندگی میں مختلف ممالک جیسے کینیڈا، جرمنی، بینن، مالی، آئیوری کوسٹ، نائیجیریا، برکینا فاسو، لائبیریا، سیرالیون، جمیکا کے دورہ جات کی توفیق ملی۔ ان کو اسلام اور رنگ و نسل میں امتیاز اور اسلام اور عیسائیت کے بارے میں ریسرچ اور مضامین لکھنے کی توفیق عطا ہوئی۔ والدہ کے نام پر انہوں نے ایک فاؤنڈیشن بھی جاری کی ہے جو

ضرورتمندوں کی مدد کرتی ہے۔ جماعت احمدیہ گھانا نے ان کے دَورِ امارت میں اللہ کے فضل سے بڑی ترقی کی ہے۔ اللہ کے فضل سے کچھ تو سکول پہلے تھے، کچھ اَور کھلے۔ کچھ نئے سرے سے اسٹیبلش (Establish) ہوئے، مزید ان میں بہتری پیدا ہوئی۔ جماعت احمدیہ کے چار سو سے زائد سکول ہیں۔ اس کے علاوہ ٹیچر ٹریننگ کالج، جامعۃ المبشرین، جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل نمایاں ہیں۔ اسی طرح سات بڑے ہسپتال ہیں۔ دو ہومیو پیتھک کلینک ہیں جو گھانا میں خدمت کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ رفاہ عامہ کے کام جاری ہیں۔ الیکٹرانک اور پرنٹ میڈیا میں جماعت کو غیر معمولی مقام ملا ہے۔ گھانا کی دو مشہور شاہراہیں جو ہیں ان پہ انہوں نے بڑی کوشش سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بڑی بڑی تصویریں آویزاں کروائی ہیں اور ہر آنے جانے والا وہ دیکھتا ہے اور نیچے لکھا ہوا ہے 'جس مسیح کے آنے کا انتظار تھا وہ آ گیا اور وہ یہ ہیں'۔ اس طرح یہ کھل کے وہاں تبلیغ بھی کر رہے ہیں۔

ان کو جو دنیاوی اعزازات ملے وہ یہ ہیں کہ کوریا میں انٹر ریلیجس (Inter Religious) اور انٹرنیشنل فیڈریشن فار ورلڈ پیس امریکہ کی طرف سے امن کے لئے بے لوث اور شاندار خدمات کی بنا پر Ambassador for Peace کا اعزاز دیا گیا۔ اسی طرح گورنمنٹ آف گھانا کی طرف سے امیر صاحب گھانا کو ان کی شعبہ تعلیم، صحت، زراعت اور ملکی امن و استحکام کے لئے خدمات کے اعتراف میں ایک اہم ملکی اعزاز Companion of the Order of the Volta سے نوازا گیا۔

پھر 10رنومبر 2007ء کو آپ کی قابلیت کے اعتراف میں ملک کی ایک بڑی یونیورسٹی، یونیورسٹی آف کیپ کوسٹ (University of Cape Coast) نے پی ایچ ڈی کی اعزازی ڈگری سے ان کو نوازا۔ یہ نیک نیتی سے کئے گئے وقف کی برکات ہیں کہ دین کی خدمت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے انہیں دنیاوی اعزازات سے بھی نوازا۔ اگر وقف نہ ہوتے تو پتا نہیں کوئی اور کام کر رہے ہوتے اور کسی کو پتا بھی نہیں ہونا تھا کہ وہاب صاحب کون ہیں۔

پھر انٹرنیشنل سطح پر ان کی ذمہ داریاں درج ذیل ہیں۔

سینٹر فار ڈیموکریٹک ڈویلپمنٹ گھانا (Centre for Democratic Development(CDD)Ghana) کے ممبر تھے۔

Ghana Integrity Initiative کے وائس چیئرمین تھے۔ نیشنل پیس کونسل (National Peace Council) کے ممبر تھے اور وہاں کی سیاسی حکومتوں کو آپس میں امن

سے حکومت جاری رکھنے میں بڑا کردار ادا کیا۔ کو فاؤنڈر (Co-Founder) اینڈ نیشنل پریذیڈنٹ فار کونسل آف ریلیجنز تھے اس میں مختلف مذاہب کے لوگوں کی نمائندگی تھی۔ نیشنل reconciliation کمیشن کے ممبر رہ چکے تھے۔

جب یہ 1974ء میں یہاں تھے، اور پاکستان میں جماعت احمدیہ پر حالات بڑے خطرناک ہو گئے تھے، مظالم ہو رہے تھے جو ابتلاء کا دور تھا تو وہاب صاحب نے یہاں امام مسجد فضل کے ساتھ مل کے دن رات کام کیا اور مسلسل کئی کئی راتیں جاگتے گزاریں اور خبروں کو برطانوی پریس اور دوسرے میڈیا تک پہنچایا۔ 1973ء میں وہاب صاحب کو مسلم ہیرلڈ کا نائب ایڈیٹر مقرر کیا گیا۔ اس رسالہ میں انہوں نے دو نئے کالم شروع کئے۔ ایک لندن ڈائری کے نام سے تھا جس میں مہینے کی کارگزاری رپورٹ شائع ہوتی تھی اور دوسرا کالم Your Questions Answered کے نام سے تھا جس میں مختلف لوگوں کے موصول ہونے والے سوالات کے مدلل جوابات ہوتے تھے۔ اس کے علاوہ مرحوم نے لندن مشن کے سٹڈی سرکل میں متعدد مضامین پیش کئے جو بالخصوص نئی نسل کے سوالات کے جواب ہوتے تھے۔

نائب صدر مملکت گھانا کویسی بیکوئی امیسا آرتھر (Kwesi Bekoe Amissah-Arthur) کہتے ہیں کہ وہ ہماری قوم کا ایک عظیم الشان رہنما تھا۔ حکومت گھانا اس عظیم الشان رہنما کی وفات پر ان کے اہل خانہ اور احمدیہ مسلم مشن کے ساتھ غم میں برابر کی شریک ہے۔ ہم میں سے بہت سے مولوی وہاب آدم کو ان کی اس ملک میں امن کی فضا پیدا کرنے کی کوششوں کے لئے ہمیشہ یاد رکھیں گے۔ اسی طرح ان کی اور احمدیہ مسلم مشن کی جس کی انہوں نے کئی سال تک قیادت کی ہے، تعلیم کے فروغ کے لئے کی گئی کوششوں کو بھی فراموش نہ کر سکیں گے۔ سکالر اور مذہبی رہنما کو غمگین دل کے ساتھ الوداع کہتے ہوئے دعا گو ہیں کہ جس امن کے قیام کے لئے انہوں نے کوشش کی تھی وہ ہمارے ملک میں قائم و دائم رہے۔

اسی طرح سابق صدر گھانا جان اجیکم کوفور (John Agyekum Kufuor) صاحب کہتے ہیں کہ ایک بہت بڑے مذہبی اور قومی رہنما تھے۔

پھر ڈاکٹر مصطفی احمد جو ممبر آف پارلیمنٹ اور منسٹر آف سٹیٹ بھی ہیں۔ یہ مسلمان ہیں۔ وہ کہتے ہیں اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ گھانا نے اپنا ایک قابل فخر بیٹا کھو دیا۔ انہوں نے امن کے قیام کے لئے جو کاوشیں کی ہیں اس سے قوم مسلسل فائدہ اٹھاتی چلی جائے گی اور ہم آپ کو ہمیشہ ہماری ترقی و کامیابی میں بیش بہا خدمات کی وجہ سے یاد رکھیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جنت الفردوس میں جگہ دے۔

چارلس جی پالمر بکل (Charles.G.Palmer Buckle) جو کیتھولک آرچ بشپ آف اکرا (Accra) ہیں وہ کہتے ہیں کہ خدمت انسانیت کے اَنتھک علمبردار تھے۔ امن کا پیامبر بن کر خدا کی محبت کو بانٹتے رہے۔ مولوی جن اعلیٰ نظریات پر قائم تھے اور جن کے لئے انہوں نے کام کیا ان کو ہمیشہ زندہ رکھا جائے۔

پھر ریورنڈ پروفیسر ایمانوئل اسانٹے (Most Rev.Prof. Emmanuel Asante) جو کہ میتھوڈسٹ (Methodist) کے صدر بشپ ہیں اور نیشنل پیس کانفرنس کے چیئر مین ہیں۔ انہوں نے لکھا کہ ایک امن پسند، محب وطن اور اتحاد کی کوشش کرنے والا اچانک خدا کی طرف چلا گیا۔ نیشنل پیس کانفرنس ہمیشہ آپ کے ان اصولوں کو قائم رکھے گی جو انہوں نے قیام امن کے لئے اپنائے۔

پھر اسی طرح اور لوگوں نے بھی (اپنے تاثرات) دیئے ہیں۔ وزارت خارجہ کا نمائندہ حاجی محمد گاڈو صاحب جو کہ گورننگ کونسل اور گھانا کونسل مذاہب برائے امن کے نائب چیئر مین ہیں، کہتے ہیں 'ہم نے مسلم کمیونٹی گھانا کا ایک بڑا ستون کھو دیا ہے'۔ دوسری دنیا میں تو احمدی مسلمان نہیں ہیں لیکن یہاں مسلمانوں کی جو تنظیمیں ہیں کہہ رہی ہیں کہ ہم نے مسلم کمیونٹی گھانا کا ایک بڑا ستون کھو دیا ہے۔ انہوں نے مختلف مذاہب کے درمیان روابط کے پل استوار کئے۔ مولوی وہاب آدم نہایت قابل، عظیم اور اتحاد قائم کرنے والے رہنما تھے جنہوں نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ خدمت انسانیت کے لئے صرف کیا اور رابطوں کو استوار کیا۔

پھر ان کے بیٹے حسن وہاب نے ان کے بارے میں کچھ حالات لکھے ہیں۔ کہتے ہیں کہ والد صاحب خلافت احمدیت کے حقیقی وفا شعار تھے۔ ہر امر میں خلیفہ وقت سے ضروری رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ بسا اوقات چھوٹی چھوٹی باتیں بھی خلیفہ وقت کی خدمت میں بغرض رہنمائی لکھتے۔ مثال کے طور پر اپنی وفات سے ایک ہفتہ پہلے جب بیماری کی وجہ سے کافی کمزور ہو گئے تو ڈاکٹر صاحب نے ہسپتال جانے کے لئے کہا۔ اس پر انہوں نے ڈاکٹر صاحب کو جواب دیا کہ پہلے خلیفہ وقت کی خدمت میں لکھ کر اجازت لے لوں پھر جاؤں گا۔

شکر گزاری کے بارے میں ان کے بیٹے لکھتے ہیں۔ زندگی کا وسیع تجربہ رکھتے تھے اور اس حوالے سے جو بھی واقعات سناتے ان کا ہمارے اخلاق پر بہت گہرا اثر ہوتا۔ 1990ء میں جب ان کا ایک بیٹا ملک سے باہر گیا تو اس نے وہاب صاحب کو شکایت کی کہ گھر سے رابطہ کرنے میں بہت وقت لگتا ہے۔

بہت دیر سے خط پہنچتا ہے۔ اس دور میں انٹرنیٹ اور ای میل وغیرہ کی اتنی سہولت میسر نہیں تھی۔ اس پر وہاب صاحب نے اسے بتایا کہ دیکھو جب میں ربوہ تعلیم حاصل کر رہا تھا تو میری ماں تک میرے خطوط پہنچنے میں چھ مہینے کا وقت لگتا تھا۔ آپ لوگوں کو اللہ کا شکر گزار ہونا چاہئے کہ آج کل سہولتیں میسر ہیں۔

پھر محنت کی عادت کے بارے میں کہتے ہیں کہ بعض اوقات ہم نے دیکھا کہ فجر کی نماز کے بعد کام شروع کرتے اور سوائے نمازوں اور کھانے کے وقفہ کے سارا دن اور ساری رات یہاں تک کہ اگلی فجر کا وقت آ جاتا کام میں مصروف رہتے۔ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں جب آپ بیماری کی وجہ سے زیادہ بیٹھ نہیں سکتے تھے تو انہیں لیٹ کر کام کرتے دیکھا ہے۔ لیٹے لیٹے لمبے چوڑے خطوط لکھتے اور نوٹس لکھتے تھے۔ آخر تک ان کے خط مجھے آتے رہے ہیں۔ خاص طور پر مجھے جو خط لکھتے تھے ہمیشہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے۔ اور ایک خوبی یہ تھی کہ اردو میں لکھتے تھے۔

خوش مزاجی صبر اور حوصلے کے بارے میں ان کے بیٹے لکھتے ہیں کہ بہت خوش مزاج انسان تھے۔ مثال کے طور پر بیماری کے دنوں میں ہمیں پتا تھا کہ ان کی صحت ٹھیک نہیں ہے اور زندگی کے ساتھ جنگ لڑ رہے ہیں لیکن اس کے باوجود انہوں نے کبھی بھی اپنی تکلیف کا ذکر نہیں کیا۔ بلکہ جب بھی ہم ان سے پوچھتے تو یہی کہتے کہ اب پہلے کی نسبت بہتر ہیں حالانکہ ہمیں نظر آ رہا تھا کہ وہ دن بدن کمزور ہو رہے ہیں۔ اپنی بیماری کے ان سخت ایام میں بھی ہمیں لطائف سناتے رہے۔

ان کو جیسی بیماری تھی اس کا بڑے صبر سے انہوں نے مقابلہ کیا ہے اور یہ وہی کر سکتا ہے جس کو اللہ پر کامل ایمان ہو اور یہ صبر جو ہے اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والا ہو۔ اُس وقت بعض لوگ اظہار کرتے رہے کہ شاید ان کو پتا نہیں کہ بیماری کی شدت کیا ہے۔ ان کو کینسر کی بیماری تھی، پینکریاز (Pancreas) کا کینسر تھا۔ لیکن لوگ غلط تھے، ان کو سب کچھ پتا تھا۔ یہ اس بات پر راضی تھے کہ اللہ تعالیٰ نے جیسی زندگی دی الحمد للہ بڑی اچھی دی اور اس بات پر بھی راضی تھے کہ اللہ تعالیٰ بیماری سے شفا دے یا جو بھی اس کی تقدیر ہے وہ آ جائے۔ اس بارے میں زبیر خلیل صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ برس جرمنی میں چیک اَپ کروانے کے لئے خاکسار کو ان کے ساتھ سپیشلسٹ ڈاکٹر کے پاس جانے کی توفیق ملی۔ ڈاکٹر نے جب ان کی جان لیوا بیماری کے بارے میں مطلع کیا تو ہنس کے فرمانے لگے۔ میرا ایک خدا ہے اور خلیفۂ وقت کو بھی ہم دعا کے لئے کہتے ہیں جو ہمارے لئے دعائیں کرتا ہے۔ اگر اللہ کی مرضی میری وفات میں ہے تو مَیں اس پر بھی راضی ہوں۔ ڈاکٹر یہ باتیں سن کر بڑا متاثر ہوا۔

یہی لکھنے والے لکھتے ہیں کہ مَیں نے ایک خواب میں دیکھا تھا جس میں آپ ٹی وی پہ یہ کہہ رہے ہیں، اعلان کر رہے ہیں کہ امیر غانا تو ایک نور ہے۔

پھر ان کے بیٹے مہمان نوازی کے متعلق کہتے ہیں کہ جو بھی ان سے ملنے کے لئے جاتا خود جوس پیش کرتے۔ ہمارے بہت سے مسلمان اور غیر مسلم دوستوں نے مجھے اس بات کا ذکر کیا ہے کہ وہاب صاحب ہمارے ساتھ اپنے بچوں جیسا سلوک کرتے۔ جب بھی کوئی ان سے مشورہ مانگتا ہمیشہ ان کی مدد کرتے۔

گھانا میں کوکونٹ (coconut) خاص طور پر بہت ہوتا ہے اور پیش کیا جاتا ہے اور یہ خاص طور پر مہمانوں کو پیش کرنے کے لئے فریج میں رکھتے ہیں۔ پچھلے دنوں ہمارے مبارک ظفر صاحب گئے ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ بیماری کے باوجود ان کی کوشش یہ تھی کہ خود کھول کے سٹرا (Straw) ڈال کے پیش کریں۔ ہاتھ پوری طرح اٹھا نہیں سکتے تھے تو پھر دوسروں کی مدد سے انہوں نے سٹرا (Straw) ڈالنے کی کوشش کی۔ آخری بیماری تک یہ وصف جو مہمان نوازی کا تھا اس کو انہوں نے پوری طرح نبھانے کی کوشش کی۔

بشارت بشیر صاحب کی اہلیہ صاحبہ لکھتی ہیں کہ وہاب صاحب نے جب تعلیم مکمل کی خدا کے فضل سے کامیاب مبلغ بنے۔ وہاب صاحب کی طبیعت میں شروع سے ہی بہت انکساری تھی۔ 1954ء میں میری شادی ہوئی تو میں نے دیکھا کہ وہاب صاحب ہمارے گھر آتے اور مجھے کہتے کہ مولانا کے بوٹ دے دیں۔ یعنی بشارت بشیر صاحب کے بوٹ دے دیں، مَیں نے پالش کرنے ہیں۔ مَیں بہت گھبرا جاتی کہ مبلغ بننے والے بچے سے میں یہ خدمت لوں؟ لیکن ان کا اصرار ہوتا تھا اس لئے کہ جو احسان انہوں نے ربوہ لا کر مجھ پر کیا اس کو ہر صورت میں اتاریں اور ویسے بھی استاد کی عزت ان کے دل میں تھی۔ اسی طرح انہوں نے بشارت بشیر صاحب کی وفات پر ایک بڑا مضمون لکھا اور جب انہوں نے اس کا ذکر کیا تو اس سے بڑے خوش بھی ہوئے۔

ان کے بیٹے رحمد لی کا واقعہ لکھتے ہیں کہ بہت سے واقعات ہیں جب انہوں نے لوگوں کی مدد کے لئے اپنے تعلقات استعمال کئے اور ایسے لوگوں کی بھی مدد کرتے جنہیں وہ پہلے نہ جانتے تھے۔ ایک مرتبہ ایک بیوہ ان کے پاس آئی اور اس نے کہا کہ وہ بیوہ ہوگئی ہے اور چاہتی ہے کہ کوئی چھوٹا سا کام شروع کر کے اپنے پاؤں پر کھڑی ہو جائے جس کے لئے اس کو مالی مدد کی ضرورت ہے۔ والد صاحب اس بیوہ خاتون

سے پہلے کبھی نہیں ملے تھے لیکن اس کی مدد کی تا کہ وہ اپنا کاروبار شروع کر سکے۔

بچوں سے اور دوسروں سے بھی ہمیشہ بڑا احسن سلوک کرتے تھے۔ ہر بچے کو جب بھی ملتے ان کو تحفے غبارے اور چاکلیٹ جو ان کی جیب میں ہوتے تھے، دیا کرتے تھے۔ بلکہ کسی نے مجھے شکایت کی کہ ان کا سلوک ایسا ہے (یعنی اچھا نہیں)۔ اس پر مَیں نے انہیں کہا مجھے یقین تو نہیں لیکن ان کو میں نے بھیج دیا ہے۔ اس پر انہوں نے کہا میں تو ہمیشہ اپنے پاس سے اپنے اوپر تنگی کر کے بھی لوگوں کا خیال رکھتا ہوں لیکن بہر حال ایسا طبقہ ہوتا ہے جو شکایتیں کرنے پہ تُلا ہوتا ہے چاہے اس سے اچھا سلوک بھی کیا جائے۔

اسی طرح خلافت کے ساتھ تعلق اور وابستگی کے بارے میں یا کوئی کام پوچھے بغیر نہیں کرنا (اس بارہ میں) ڈاکٹر تاثیر صاحب جو گھانا میں ڈاکٹر ہوتے تھے، لکھتے ہیں کہ وہاب صاحب کا ایک وصف یہ تھا کہ اطاعت ہمیشہ کرنی ہے۔ کہتے ہیں خلافت رابعہ میں ایک بار ایک غیر احمدی ریڈیو گرافر کی طرف سے ایکسرے پلانٹ لگانے کی تجویز ہوئی جس میں بظاہر ہسپتال کو فائدہ اور سہولت دکھائی دے رہی تھی۔ کہتے ہیں جب مَیں نے وہاب صاحب سے پوچھا تو کہنے لگے کہ کوئی بات طے کرنے سے پہلے جب تک خلیفہ وقت سے اجازت نہیں مل جاتی یہ نہیں کرنی۔ ان سے اجازت لو پھر آگے بات چلانا۔ چنانچہ جب اجازت لی گئی تو اجازت نہیں ملی اور اس طرح بہت سی قباحتوں سے بچ گئے۔

محمود ناصر ثاقب صاحب مالی کے امیر جماعت ہیں۔ محمود ناصر صاحب پہلے برکینا فاسو میں بھی رہے ہیں۔ کہتے ہیں وہاب صاحب وہ مبلغ تھے جو ہم پیچھے آنے والوں کے لئے ایک نیک نمونہ بنے۔ کہتے ہیں خاکسار کو ان کے ساتھ متعدد دفعہ ملنے کا موقع ملا۔ خاکسار نے سبغ تینگا گاؤں میں وہ جھونپڑی دیکھی ہے جس میں برکینا فاسو میں وہاب صاحب کا قیام ہوتا تھا۔ وہاب صاحب کی کوشش سے 1986ء میں جماعت احمدیہ برکینا فاسو کی رجسٹریشن ہوئی۔ اور 2005ء میں برکینا فاسو کے جلسہ سالانہ میں جب ان کو میں نے نمائندہ بنا کر بھجوایا تو انہوں نے اپنی بہت سی یادیں وہاں تازہ کیں کہ کن حالات میں وہ برکینا فاسو آئے تھے۔ جماعت کی کس طرح رجسٹریشن ہوئی۔ بہت مشکلات تھیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دُور ہوئیں۔

برکینا فاسو کی جماعت انہی کے ذریعہ سے قائم ہوئی ہے۔ ہم بھی دیکھا کرتے تھے کہ یہ جاتے تھے۔ پھر خلافت جوبلی کے جلسے پہ برکینا فاسو سے سائیکلوں کا قافلہ چلا تو ان کو پیغام بھجوایا کہ میں خود ٹمالے آ کر ان کا استقبال کروں گا اور باوجود مصروفیت کے یہ دو تین سو میل کا سفر کر کے وہاں گئے اور ان کا

بارڈر پر استقبال کیا۔

چند سال پہلے ایک دفعہ افریقہ کے لوگوں کو مَیں نے کہا تھا کہ یہ مشہور ہے کہ احمدی حج نہیں کرتے اور غیر احمدیوں نے بڑی افواہیں پھیلائی ہوئی ہیں اس لئے ہمارے مبلغین کو حج کرنا چاہئے۔ اس کے لئے ایک سکیم شروع کی تھی۔ تو حافظ مشہود صاحب کہتے ہیں کہ مَیں نے وہاب صاحب سے کہا کہ مختلف لوگوں کے لئے آپ نام پیش کرتے ہیں آپ خود کیوں نہیں جاتے۔ تو انہوں نے فوراً اس کا جواب دیا کہ مَیں پہلے ہی حاجی ہوں۔ کہتے ہیں مجھے اس کی سمجھ نہیں آئی تو میری پریشانی دیکھ کے کہنے لگے کہ ایک دفعہ حضرت خلیفہ ثالثؒ کے زمانے میں مَیں نے حج پر جانے کا ارادہ کیا لیکن اس وقت غانا کے مذہبی امور کے جو وزیر تھے وہ مسلمان تھے۔ انہوں نے بڑی مخالفت کی اور میرا ویزا نہیں لگنے دیا۔ کچھ عرصے کے بعد حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے ان کی ملاقات ہوئی تو حضور نے فرمایا کہ ویزا نہ ملنے کی کیا وجوہات ہیں؟ جب انہوں نے یہ بتایا تو حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کچھ دیر خاموش رہے، ان کو دیکھتے رہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ مجھے ابھی کشفاً اللہ تعالیٰ نے دکھایا ہے کہ تم خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہو اور تمہارے ساتھ ساٹھ ستر ہزار لوگ طواف کر رہے ہیں۔ تو کہتے اس لئے مَیں تو پہلے ہی حاجی ہوں۔ already حاجی ہوں اس لئے مجھے کوئی فرق نہیں پڑتا۔

صبر ان کی ایک بڑی خاصیت تھی۔ کہتے ہیں صبر کی حالت دماغ پر نقش ہے کہ جس روز ان کے ایک داماد جو امریکہ میں تھے شہید ہو گئے۔ وہاں کسی نے ڈاکہ ڈالا اور ان کو ان کی جگہ پر قتل کر دیا تو کہتے ہیں اس روز جامعہ احمدیہ غانا کی سالانہ تقریب تقسیم انعامات تھی۔ پروگرام پر آنے سے قبل امیر صاحب کو یہ اطلاع مل گئی تھی۔ ظاہر ہے ایک باپ کی حیثیت سے فکر ہونی چاہئے کہ جوان بیٹی بیوہ ہو گئی ہے اور اس کے تین بچے ہیں۔ لیکن تین چار گھنٹے اس فنکشن میں شامل رہے اور چہرے پر بالکل آثار نہیں آنے دیئے کہ یہ واقعہ ہو چکا ہے اور تمام فنکشن بڑی مسکراہٹ سے گزارا اور شام کے وقت جب سب کچھ ختم ہو گیا پھر ہمیں بتایا کہ یہ حادثہ ہو گیا اور میری بیٹی جو ہے وہ آج بیوہ ہو گئی، جوان داماد جو ہے اس کو اس طرح قتل کر دیا گیا ہے۔

ایک دوست قانات بیگ صاحب جو رشین ہیں وہ کہتے ہیں کہ 2008ء میں جلسہ سالانہ گھانا میں شمولیت کی توفیق ملی۔ مجھے امیر صاحب گھانا کی طرف سے ان کی رہائش پر دعوت دی گئی۔ اپنے روایتی لباس میں مجھے ملے۔ گلے لگایا اور اس انداز میں ملے کہ میری سفر کی پانچ دن کی جو تھکاوٹ تھی بالکل دور ہو

گئی۔ اور کہتے ہیں ابھی بھی جب میں تصویر دیکھتا ہوں تو ان کے ہاتھوں کی گرمی محسوس کرتا ہوں۔ مجھے آپ کی یہ ادا بھی بڑی پسند آئی کہ آپ کے ساتھ صدر مملکت کرسی پر بیٹھے تھے تو آپ نے جو عزت صدر مملکت کو دی وہی عزت ڈیوٹی والے کو دی جو کہ دھوپ سے بچنے والی بڑی چھتری لئے کھڑا تھا۔ آپ نے دونوں سے ایک ہی انداز میں باری باری پوچھا کہ آپ تھک تو نہیں گئے آپ کو پیاس تو نہیں لگی۔ یعنی غریب اور امیر دونوں کا خیال رکھا۔

کہتے ہیں جہاں گیسٹ ہاؤس میں ہماری رہائش تھی تو وہاں مسجد میں لائنوں میں صفیں عموماً بچھی ہوئی نہیں ہوتیں۔ وہاب صاحب نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ صفیں سیدھی ہیں کہ نہیں۔ تو یہ جو مہمان آئے ہوئے تھے رشین ان کے نیچے جائے نماز نہیں تھی۔ ان کو خیال ہوا کہ شاید یہ فرش پر صحیح طرح نہ پڑھ سکیں تو وہاب صاحب نے اپنی جائے نماز اٹھا کر ان کو دے دی اور خود اسی طرح نماز پڑھی۔ کہتے ہیں اگلے دن سے پھر باقاعدہ دو جائے نمازیں لے کر آیا کرتے تھے۔

ماجد صاحب کہتے ہیں کہ خلافت سے جو اُن کا تعلق تھا اور جس طرح اطاعت کرتے تھے وہ بھی اپنی مثال آپ ہے۔ ایک واقعہ کہتے ہیں کہ یہاں گزشتہ سال دوپہر کے وقت دفتر آئے۔ سارے کھانا کھا رہے تھے تو کہتے ہیں کہ گھانا فون کرنا ہے۔ کہتے ہیں اس پر مَیں نے ان کو کہا کہ امیر صاحب پہلے کھانا کھا لیں پھر فون کر لیتے ہیں۔ کہنے لگے نہیں۔ خلیفۂ وقت کا یہ ارشاد ہے جو ابھی ملا ہے، مَیں نے اسے فوری پہنچانا ہے کہ وہاں اس پر کام شروع ہو جائے۔ کھانا تو بعد میں کھایا جا سکتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے فون کیا۔ میرا جو پیغام تھا وہ پہنچایا اور فوری طور پر اس پر کام کر کے رپورٹ دینے کا کہا۔

اسی طرح عاجزی انکساری یہ تھی کہ وہاب صاحب دفتر میں بیٹھے ہوتے تو ماجد صاحب کو دیکھتے ہی بار بار اس لئے کھڑے ہو جاتے تھے کہ آپ ہمارے افسر ہیں، ہمارا فرض ہے کہ احترام کریں۔

ایک دفعہ دفتر میں یہ لوگ کھانا کھا رہے تھے تو شاید اس کھانے میں نمک زیادہ تھا۔ ماجد صاحب بلڈ پریشر کی وجہ سے نمک نہیں کھاتے۔ تو وہاب صاحب خاموشی سے اٹھے، گیسٹ ہاؤس گئے، اپنا کھانا جو تھا وہاں سے لے کے آ گئے اور کہا کہ مَیں نے چیک کیا ہے اس میں نمک کم ہے۔ تو یہ ہیں وہ لوگ جو قرآنی حکم کے مطابق اپنے نفسوں کو دوسروں پر ترجیح دیتے ہیں۔

قریشی داؤد صاحب بھی کچھ عرصہ گھانا میں رہے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں کہ ریجنل مشنری کے علاوہ اردو ڈاک کے سلسلہ میں آپ کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا۔ ہمیشہ ہر ایک کے ساتھ بڑی شفقت اور محبت

سے پیش آتے تھے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ میں رخصت پر پاکستان گیا تھا۔ واپس آیا تو کسی دوست کو کہا کہ فلاں وقت رات گیارہ بجے فلائٹ آنی ہے تم مجھے لینے آ جانا۔ کہتے ہیں جب مَیں جہاز سے اتر کر باہر آیا ہوں تو میری حیرت کی انتہا نہیں رہی کہ اس وقت بھی رات کو عبدالوہاب آدم صاحب ائیر پورٹ کے اس دروازے پر کھڑے تھے جہاں سے اتر کر ائیر پورٹ میں داخل ہوتے ہیں اور امیگریشن وغیرہ کلیئر کروا کے اور دعا کے ساتھ پھر انہوں نے ان کو آگے رخصت کیا اور کہتے ہیں کہ خلفاء کے خط لکھوانے کا احترام اس طرح سکھایا کہ بعض دفعہ خلیفہ وقت کو اردو خط لکھتے ہوئے رپورٹ میں کوئی غلطی ہو جاتی تھی، تصحیح کے لئے جب اس پہ ٹِپکس (Tippex) لگاتے تھے تو کہتے تھے اس طرح نہیں۔ یہ پورا خط دوبارہ لکھو کیونکہ خلیفہ وقت کے پاس اس طرح جانا بے ادبی ہے۔

مرزا نصیر احمد صاحب بھی لکھتے ہیں کہ کام کو دوسرے وقت پر اٹھا نہیں رکھتے تھے۔ بڑے جذبے سے کام کرتے تھے اور کام ختم کر کے ہی اٹھتے تھے۔ اسی طرح دوسروں کو بھی بڑا encourage کرتے تھے جو کام کرنے والے ہیں۔ اور ایک دفعہ وا (Wa) میں جو وہاں سے تین چار سو کلومیٹر دور ہے ایک فنکشن تھا۔ مرزا صاحب کو ساتھ لے گئے۔ وہ کچی اور بڑی ٹوٹی ہوئی سڑک ہے۔ صرف کچی نہیں بلکہ بے انتہا جھٹکے۔ خیر بڑا لمبا سفر کر کے جب وہاں پہنچے تو پتا لگا کہ فنکشن تو ملتوی ہو گیا ہے۔ اور بڑا تکلیف دہ سفر ہوتا ہے لیکن کچھ انہوں نے اظہار نہیں کیا اور کسی ناراضگی کا اظہار نہیں کیا گو کہ ہیڈ ماسٹر صاحب نے وہاں پہلے اطلاع دے دی تھی لیکن تار کا نظام بھی ایسا ہی تھا کہ اطلاع نہیں پہنچ سکی۔

پھر بہت سارے لوگ ہیں، ایسے واقفین زندگی ہیں جو لکھتے ہیں کہ ہمارے بچوں کے لئے بعض دفعہ وہاں حالات کی وجہ سے دودھ وغیرہ میسر نہیں ہوتا تھا تو فوراً اس کا انتظام کرتے تھے۔ یہ مجید بشیر صاحب نے اور ان کے علاوہ اَوروں نے بھی لکھا۔ پھر ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کہتے ہیں کہ ربوہ میں ایک دفعہ ملے تو تعارف نہیں تھا۔ پھر میں نے بتایا کہ مَیں مولانا غلام باری سیف صاحب کا بیٹا ہوں۔ تو پھر دوبارہ اٹھ کے گلے لگایا کہ آپ تو میرے استاد کے بیٹے ہیں اور بڑے احترام سے پیش آئے۔

رشین ڈیسک والے خالد صاحب کہتے ہیں کہ جب مَیں نے ایک دفعہ ان کو بتایا کہ میں رشیا سے آیا ہوں تو کہنے لگے تم بڑے خوش قسمت ہو۔ You are very lucky person۔ کہتے ہیں میں نے حیران ہو کر کہا یہ کیوں کہہ رہے ہیں کہ آپ اور آپ کے مبلغین جو وہاں رشیا میں کام کر رہے ہیں بڑے خوش قسمت ہیں۔ تو اس پر کہنے لگے کہ ایک نبی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پیشگوئی ہے کہ وہاں بڑی

تعداد میں جماعت پھیل جائے گی اور خوب ترقی ہو گی تو آپ لوگ بڑے خوش قسمت ہیں کہ اس کا حصہ بن رہے ہیں۔ پس یہ یقین تھا اور اس یقین پر اظہار کہ جن مبلغین نے ابھی وہاں قدم رکھے ہیں انہیں بھی مبارک ہو کہ وہ اس آئندہ تاریخ کا حصہ بننے والے ہیں۔

اسی طرح ملک مظفر صاحب کہتے ہیں۔ سیاسی اثر و رسوخ کا ایک دفعہ اس طرح اندازہ ہوا کہ خاکسار اکرا (Accra) سے ٹیما (یہ دو شہر ہیں) جا رہا تھا۔ راستے میں بیریئر (Barrier) تھا، وہاں اخبار فروخت ہو رہا تھا۔ اخبار کے سرورق پر وہاب صاحب کی نمایاں فوٹو نظر آئی تو میں نے مقامی مبلغ سے معلوم کرایا تو انہوں نے بتایا کہ ابھی چند ہفتے پہلے گھانا میں جنرل الیکشن ہوئے تھے اور موجودہ پارٹی اور حزب اختلاف نے صرف معمولی فرق کے ساتھ الیکشن جیتے تھے جو کہ حکومت مان نہیں رہی تھی۔ اس موقع پر بڑے ہنگامے اور بدامنی کا خطرہ تھا۔ وہاب صاحب نے دونوں پارٹیوں کے لوگوں سے مل کر پرامن انتقال اقتدار کے لئے جو بھرپور کوشش کی ہے یہ خبر اسی کے لئے ہے اور قوم اس کو سراہ رہی ہے۔

شمشاد صاحب آجکل امریکہ میں مبلغ ہیں۔ یہ گھانا میں بھی رہے ہیں۔ کہتے ہیں میرا تبادلہ سیرالیون ہو گیا تو مَیں جس شہر میں تھا وہاں کے لوگ ایک وفد بنا کر امیر وہاب صاحب کے پاس گئے کہ ان کو ابھی یہیں رہنا چاہئے تو اس پر وہاب صاحب نے کہا دیکھو ایک جماعت کا صدر اپنی جماعت کی فلاح و بہبود چاہتا ہے کہ وہاں ترقی ہو۔ ریجنل چیئرمین چاہتا ہے کہ وہاں ریجن میں ترقی ہو۔ ملک کا امیر چاہتا ہے کہ اس کے ملک میں ترقی ہو تو سب سے اوپر ہمارے خلیفۃ المسیح ہیں کہ جو سب دنیا میں ترقی دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے کون سا آدمی کہاں موزوں ہے ان کو سب سے زیادہ پتا ہے۔ اگر اس کا تبادلہ گھانا سے سیرالیون میں ہو رہا ہے تو ان کو پتا ہے کہ اس کی خدمات کی وہاں ضرورت ہے۔ اگر خلیفۃ المسیح کو یہ لکھا جائے کہ یہاں رہنے دو تو یہ سوء ادبی ہے۔ اور پھر ان کو بتایا، سمجھایا کہ دیکھو مَیں آپ کے جذبات کا احترام کرتا ہوں لیکن اس کے باوجود خلیفۃ المسیح کے حکم کی تعمیل ہمارا فرض ہے اور پھر مزید ان کو پھر اہمیت بتائی کہ خلافت کی کیا اہمیت ہے اور کیا برکات ہیں۔ اس طرح ان لوگوں کو بھی مزید یہ ادراک اور فہم حاصل ہوا کہ کس طرح خلافت کا احترام کرنا ہے۔

مبارک صدیقی صاحب ایک واقعہ اور لطیفہ بیان کرتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہاب آدم صاحب یہاں آئے تھے تو ایک دن میری ٹیکسی پر بیٹھے اور لندن مسجد چلنے کے لئے کہا۔ مَیں تو انہیں جانتا تھا لیکن وہ نہیں جانتے تھے۔ مجھے شرارت سوجھی (وہ حسب عادت کرتے رہتے ہیں) کہتے ہیں کہ مَیں نے ان سے

کہا کہ آپ اس مسجد میں کیوں جا رہے ہیں؟ وہ تو احمدیوں کی مسجد ہے۔ یہ سنتے ہی وہاب صاحب نے تبلیغ شروع کر دی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود کا ظہور ہو چکا ہے اور پوری تحقیق کے بعد ہم نے انہیں مان لیا ہے اور تم لوگ بیٹھے ہوئے ہو، قبول نہیں کر رہے۔ تو وہاں مسجد فضل پہنچ کر بہت دیر تک بیٹھے رہے، مجھے تبلیغ کرتے رہے۔ کہتے ہیں مَیں نے ان کو مذاقاً اس وقت بڑی سنجیدگی سے کہا کہ سنا ہے آپ کا کلمہ بھی الگ ہے۔ اس پر انہوں نے کہا ہمارا کلمہ لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہ ہے۔ پھر مجھے بازو سے پکڑ کے کھینچنے لگے کہ اندر آؤ میں تمہیں مسجد پہ لکھا ہوا دکھاتا ہوں۔ خیر کافی دیر کے بعد میں نے ہاتھ جوڑ کے کہا کہ مَیں تو آپ کو جانتا ہوں بلکہ آپ کا بڑا مدّاح ہوں اور احمدی ہوں اور حلقے کا قائد بھی ہوں، مَیں مذاق کر رہا تھا۔ خیر اس پر بہت ہنسے۔ انہوں نے کہا اگر تم مجھے نہ بتاتے تو مَیں نے تمہیں اٹھا کر لے جانا تھا۔ اور انہوں نے ان کو اٹھا کے لے بھی آنا تھا۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ربوہ میں امیر مقامی رہے۔ تو عطاء المجیب صاحب نے لکھا ہے کہ مجھے بھی یہ یاد ہے کہ خلیفۃ المسیح الثالث چند روز کے لئے ربوہ سے باہر اسلام آباد گئے۔ وہاب صاحب کو امیر مقامی مقرر کیا اور مولانا ابوالعطاء صاحب کو نائب امیر مقرر کیا اور یہ ہمیشہ اس پر آبدیدہ ہو جاتے تھے۔ بلکہ جب میں گھانا میں تھا تو مجھے بھی انہوں نے کئی دفعہ بتایا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث مجھے ایک سبق دینا چاہتے تھے، ایک نصیحت کرنا چاہتے تھے۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا اپنا انداز تھا اور نصیحت تھی کہ بعض گھانین کی بعض باتیں بعض جگہ سے پہنچ رہی تھیں کہ ہمارا جو گھانین مشنری ہے، قابل ہے، لائق ہے اس کو کیوں ہمارا امیر نہیں بنایا جاتا۔ کیوں ہمارا امیر پاکستانی ہے۔ تو یہ سبق تھا کہ تم اپنے گھانا کی باتیں کر رہے ہو، مَیں تمہیں ربوہ کا امیر مقامی بنا رہا ہوں۔ خود وہاب صاحب اس پر ہمیشہ کہتے تھے کہ مجھے اس سے بڑی نصیحت حاصل ہوئی اور یہی وجہ ہے کہ پھر انہوں نے وہاں کی جماعت میں خلافت کے لئے ایک بڑا احساس پیدا کیا، ایسا جو اُن کے دلوں میں گڑھ گیا۔

اسی طرح گزشتہ سال جب یہ یہاں تھے تو گھانا کی جماعت نے یہ فیصلہ کیا کہ اس سال جلسہ نہ کیا جائے، ہمارے انتظامات ٹھیک نہیں ہوتے۔ اس پر مَیں نے ذرا تھوڑا سا ناراضگی کا اظہار کیا اور وہاب صاحب کو کہا کہ آپ یہاں آ گئے ہیں اور لوگ اس قسم کی سوچیں سوچنے لگ گئے ہیں۔ یہ کیا ہو رہا ہے؟ تو بلال صاحب کہتے ہیں کہ یہ اس بات پر بڑے افسردہ تھے۔ ہمیشہ مسکراتے رہتے تھے لیکن اس دن بڑی گہری سوچ میں رہے اور ان کو فون کیا تو دھیمی آواز میں ہلکی آواز میں کچھ کہتے بھی رہے۔ کہتے ہیں کہ صرف

یہ ایک واقعہ ہے جب مَیں نے ان کو سنجیدہ اور فکرمند دیکھا ہے۔

بہرحال ان کی جو یہ بے چینی تھی، جو سوز تھا یہ خلافت سے محبت کا اظہار تھا۔ پھر یہاں سے علاج کے بعد جب گئے ہیں تو تمام عاملہ سے پھر انہوں نے مجھے معافی کا خط لکھوایا کہ ہمارے سے غلطی ہو گئی ہے اور جلسہ انشاء اللہ ہو گا۔ اور پھر جلسہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہوا اور بڑا کامیاب ہوا اور پھر یہ بھی لکھا کہ اس سال کا جلسہ گزشتہ سالوں کے جلسوں سے زیادہ کامیاب ہوا ہے اور سہولیات بھی بہتر رہی ہیں۔

پس یہ یقیناً خلافت کی اطاعت کی وجہ سے تھا اور جس طرح میرے ہر فیصلے پر ان کا یہی کہنا تھا کہ میں نے تو ماننا ہے اور نبض کی طرح ساتھ چلنا ہے۔

فہیم بھٹی صاحب کہتے ہیں کہ بڑے بےنفس تھے۔ ایک دن میں گیا ہوں تو حالانکہ بیمار تھے پھر بھی سِنک میں برتن دھو رہے تھے۔ میں نے کہا میں دھو دیتا ہوں تو انہوں نے کہا نہیں کوئی ضرورت نہیں۔

خلیفۃ المسیح الثالث کے متعلق ایک واقعہ سنایا کہ ایک دفعہ وہاب صاحب چھٹی پر پاکستان گئے تو فرمایا تمہاری کوئی چھٹی نہیں اور دیہاتوں میں جا کر کام کرو۔ وہاب صاحب کہتے ہیں کہ دیہاتوں میں جا کر مجھے جو تجربہ ہوا اس سے مجھے بڑا فائدہ ہوا اور پھر مجھے خلیفہ وقت کے فیصلوں کی حکمت نظر آئی۔

ساری ساری رات جو لوگ کام کرنے والے تھے ان کو خود چائے وغیرہ پوچھتے، ان کا خیال رکھتے۔

سلیم الحق صاحب کہتے ہیں کہ جب یہ یہاں تھے تو گزشتہ سال ایک دن سپریم کورٹ گھانا کا کوئی فیصلہ آنا تھا۔ تو فجر کے بعد ملاقات ہوئی۔ کہنے لگے میرا ٹی وی خراب ہو گیا ہے اور چل نہیں رہا۔ ٹھیک کر دیں کیونکہ میں نے خلیفہ وقت کو اس فیصلے کے بارے میں رپورٹ دینی ہے۔ تو کہتے ہیں مجھے تو پتا نہیں لیکن میرے بچے ٹھیک کر دیں گے۔ خیر بچوں نے ٹھیک کر دیا۔ اس پر بڑے خوش ہوئے پھر ان کو چاکلیٹ بھی دیئے۔ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کے یہ ننھے مجاہد ہیں اور یہ بچے جو ہیں یہ جماعت کے روشن مستقبل اور ترقیات کا ذریعہ بنیں گے اور انشاء اللہ غالب بھی آئیں گے۔ اس طرح بچوں کو encourage کیا کرتے تھے۔

ابراہیم اخلف صاحب بھی ان کو ملے ہیں۔ کہتے ہیں کہ کوئی ملاوٹ نہیں تھی۔ خلافت سے محبت اور عقیدت بہت زیادہ تھی۔ اسی طرح جو کوئی بھی مرکزی نمائندہ جاتا تھا اس کی بڑی عزت و احترام کیا کرتے تھے۔ میں نے اپنا بھی ذکر کیا کہ مَیں وہاں رہا ہوں۔ کچھ دن شروع میں ان کے گھر بھی رہا ہوں۔ چھوٹی چھوٹی باتوں کا خیال رکھنا، پاکستانی کھانوں کا وغیرہ۔ اور صرف میرا نہیں بلکہ ہر پاکستانی جو جاتا تھا اس کا خیال رکھتے تھے۔

ان کی ایک اور خوبی جو نوافل اور تہجد کی تھی میں نے دیکھی ہے۔ایک دفعہ ہم ایک لمبے سفر کے بعد ٹمالے میں ناردرن ریجن میں تھے وہاں یہ آئے اور بڑی خراب سڑک تھی، بڑا تھکا دینے والا لمبا سفر تھا رات گیارہ بجے پہنچے۔کھانا وانا کھایا۔بارہ بجے فارغ ہوئے تو رات کو میری آنکھ کھلی اور باہر دیکھا تو مسجد کے صحن میں صفیں بچھی ہوتی تھیں اور وہاں انتہائی خشوع وخضوع سے نوافل پڑھ رہے تھے شاید رات کا ڈیڑھ بجا تھا۔پتا نہیں کب سے پڑھ رہے تھے۔آدھا پونا گھنٹہ شاید سوئے ہوں گے اور پھر نفل شروع کر دیئے۔تھکاوٹ ہو یا کچھ ہو انہوں نے اپنے نوافل کبھی نہیں چھوڑے۔

ایک دفعہ ٹمالے میں ہی ایک مربی صاحب نے غیر از جماعت لوگوں کے سامنے اور میرے سامنے بڑا غلط رویہ ان کے ساتھ اپنایا۔یہ تو کچھ نہیں بولے۔مجھے غصہ آیا مَیں نے بھی ان مربی صاحب کو کچھ برا بھلا کہا۔انہوں نے اردو میں صرف اتنا کہا کہ ان غیر لوگوں کے سامنے تو جماعتی وقار کا کچھ خیال رکھا کرو۔لیکن خاموش رہے۔پھر انہوں نے مجھے کہا کہ دیکھو یہ ایسی باتیں کرتے ہیں۔ان کی اس بات کا غیر احمدیوں پر کیا اثر پڑے گا۔بڑا درد تھا اور صرف فکر تھی کہ جماعتی وقار اثر انداز ہو رہا ہے۔بہر حال ایسے لوگ پھر وقف میں رہتے بھی نہیں۔وہ مربی صاحب مرکز واپس گئے اور پھر وقف سے فارغ بھی کر دیئے گئے۔لیکن اس وقت وہاب صاحب کے صبر کو دیکھ کے مجھے بڑی حیرت ہوئی۔حالانکہ امیر تھے کوئی بھی ایکشن لے سکتے تھے۔

جب میں گھانا میں ہی تھا تو کئی مرتبہ بڑے درد سے مجھ سے ذکر کیا کہ بعض مربیان جو ہیں وہ محنت کرتے ہیں اور بہت محنت کرتے ہیں لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو بالکل کام نہیں کرتے اور جواب دے دیتے ہیں کہ اس سے زیادہ کام نہیں ہو سکتا۔حالانکہ تبلیغ کے نئے سے نئے راستے کھولنے چاہئیں اور ہمیں پیغام پہنچانا چاہئے اور ان کی یہ بات سو فیصد صحیح تھی کہ بعض صرف یہی سمجھتے ہیں کہ جو طریق جاری ہو گیا ہے بس اس پر چلتے رہو اور لکیر کے فقیر بنے رہو۔نئے نئے راستے نہ نکالو۔بہرحال وہاب صاحب کی یہ کوشش ہوتی تھی کہ ہر جگہ احمدیت کا پیغام پہنچے۔صحیح اسلام کا پیغام پہنچے اور اس کے لئے خود کوشش بھی کرتے تھے۔دوسروں سے بھی بڑی توقع رکھتے تھے اور اس کے لئے بے چین رہتے تھے۔دعائیں کرتے تھے۔پھر لالچ بھی کوئی نہیں تھی۔شروع میں جماعت کی طرف سے کارکنوں کو پاکستان میں ربوہ میں سستی قیمت پر کچھ پلاٹ ملا کرتے تھے۔اب گزشتہ سال انہوں نے یہاں علاج پر جماعت کا جو پیسہ خرچ ہو رہا ہے، شاید اُسے compensate کرنے کے لئے مجھے لکھا کہ وہ پلاٹ جو ہے جس کی لاکھوں روپے میں قیمت تھی

وہ مَیں جماعت کو دینا چاہتا ہوں اور جماعت کو دے رہا ہوں۔ تو یہ بھی ہے کہ ان کو اس طرح کوئی دنیاوی لالچ بھی نہیں تھا۔ وہ کم از کم بیس پچیس لاکھ کی جائیداد انہوں نے جماعت کو دی۔ ان کی وفات بھی بڑے سرکاری اعزاز کے ساتھ ہوئی اور صدر مملکت نے وہاں اپنے سٹیٹ ہاؤس میں ان کا جنازہ منگوایا وہیں پڑھوایا حکومتی پروٹوکول پورا دیا۔ جنازہ لے جانے کے لئے حکومت کی جانب سے پولیس اور آرمی اور پیرا ملٹری فورسز کی گاڑیوں نے مکمل اعزاز دیا۔ پھر وہاں پوری کارروائی ہوئی اور سٹیٹ ہاؤس میں مختلف وزراء نے، صدر مملکت کے نمائندے نے جو سپیکر آف پارلیمنٹ تھے اور اسی طرح نائب صدر مملکت نے بھی ان کے بارے میں وہاں خیالات کا اظہار کیا۔ اعزاز کے ساتھ پورا پروٹوکول ان کو دیا گیا۔ اور پھر اسی طرح وہاں کے جو مختلف مذہبی رہنما تھے اور عیسائیوں وغیرہ نے بھی ان کے حق میں بہت کچھ کہا۔ ہمارے مشنری فرید صاحب جو جامعہ احمدیہ گھانا کے پرنسپل ہیں انہوں نے اسلام کا زندگی اور موت کا جو فلسفہ اور نظریہ ہے قرآن اور حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباسات کے ساتھ وہ بیان کیا۔ بہرحال ایک پورے اعزاز کے ساتھ ان کو اللہ تعالیٰ کے فضل سے وہاں سے لے جایا گیا اور مقبرہ موصیان گھانا میں ان کی تدفین ہوئی اور میڈیا پر بھی کافی کوریج ہوئی۔ گھانا ٹیلی ویژن نے پوری کوریج دی اور سٹریمنگ (streaming) پر دنیا میں بھی دکھائی گئی۔

ان کے پسماندگان میں ان کی اہلیہ مریم وہاب صاحبہ اور چار بیٹے اور تین بیٹیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور خلافت اور جماعت سے ویسا ہی پختہ تعلق رکھیں جیسا ان کا اپنا تھا اور یہ اپنے بچوں اور بیوی کے لئے چاہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ صبر اور حوصلہ بھی ان کو عطا فرمائے اور وہاب صاحب کے درجات بلند فرمائے اور اپنے پیاروں کے قرب میں ان کو جگہ عطا فرمائے۔ نماز کے بعد انشاء اللہ ان کا جنازہ غائب بھی پڑھوں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 18 رجولائی 2014ء تا 24 رجولائی 2014ء جلد 21 شمارہ 29 صفحہ 05 تا 09)

27

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 04 رجولائی 2014ء بمطابق 04 وفا 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔ (البقرة:184)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو تم پر روزے اسی طرح فرض کر دیئے گئے ہیں جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر فرض کئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔

اللہ تعالیٰ ہمیں پھر محض اور محض اپنے فضل سے ایک اور رمضان سے گزرنے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ یہ ایک مہینہ جو اپنی بے شمار برکات لے کر آتا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس مہینے میں تمہارے پر روزے رکھنا فرض کیا گیا ہے۔ کس لئے فرض کیا گیا ہے؟ کیا اس لئے کہ تم صبح سے شام تک بھوکے رہو؟ نہیں، بلکہ اس لئے کہ تم تقویٰ اختیار کرو۔ اصل چیز یہی تقویٰ ہے جو بے شمار برکات کا حامل بناتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ :۔

''ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدّنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے بلکہ اسے چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے ذکر میں مصروف رہے تاکہ تبتّل اور انقطاع حاصل ہو۔'' تبتّل اور انقطاع کا مطلب ہے کہ خدا سے لو لگانا اور دنیاوی خواہشات کو پیچھے پھینک دینا۔ گویا کہ ان دنوں میں ایسی حالت ہو کہ ان میں دنیا کی خواہشات سے تعلق توڑ کر صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے ہر عمل اور کوشش ہو۔

آپ نے فرمایا کہ "پس روزے سے یہی مطلب ہے کہ انسان ایک روٹی کو چھوڑ کر جو صرف جسم کی پرورش کرتی ہے دوسری روٹی کو حاصل کرے جو روح کی تسلی اور سیری کا باعث ہے۔" فرمایا کہ "اور جو لوگ محض خدا کے لئے روزے رکھتے ہیں اور نرے رسم کے طور پر نہیں رکھتے انہیں چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد اور تسبیح اور تہلیل میں لگے رہیں جس سے دوسری غذا انہیں مل جاوے۔"

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 123)

پس ایک مومن کے لئے یہ ضروری ہے کہ پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی طرف توجہ دے، ان دنوں میں پہلے سے بڑھ کر اس کی تسبیح کرے۔ اللہ تعالیٰ کے معبود ہونے کا نہ صرف اظہار کرے بلکہ اپنے عبادتوں کے معیار اونچے کرنے کی کوشش کرے تبھی روزوں کا فیض حاصل ہوتا ہے اور تبھی اس مقصد کو انسان حاصل کر سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ تم تقویٰ اختیار کر کے اللہ کا قرب حاصل کرو۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک موقع پر فرمایا کہ روزہ ڈھال ہے اور آگ سے بچانے کا مضبوط قلعہ ہے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 3 صفحہ 458 مسند ابی ہریرۃ حدیث نمبر 9214 عالم الکتب بیروت 1998ء)

لیکن یہ آگ سے بچانے کا مضبوط قلعہ تب بنتا ہے جب خدا تعالیٰ کی خاطر انسان اپنے ہر عمل کو کرے۔ خدا تعالیٰ کی رضا کا حصول اپنے سامنے رکھے۔ دعاؤں اور ذکر الٰہی میں دن اور رات گزارنے کی کوشش کرے۔ تقویٰ پر چلے۔ تقویٰ کے بارے میں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم میں بے شمار جگہوں پر توجہ دلائی ہے اور فرمایا جو اس سوچ کے ساتھ روزے رکھے کہ تقویٰ اختیار کرنا ہے، ذکر الٰہی اور دعاؤں کے ساتھ اپنے دن رات گزارنے ہیں، اپنی عبادتوں کے حق کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دینی ہے۔ تو اللہ نے فرمایا کہ یہ روزہ پھر میری خاطر ہے اور پھر میں ہی اس کی جزا ہوں۔

(صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ یریدون... حدیث 7492)

یعنی ایسے روزے دار پھر اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے ہو جاتے ہیں۔ ان کی نیکیاں عارضی وقتی اور رمضان کے مہینے کے لئے نہیں ہوتیں بلکہ حقیقی تقویٰ کا اِدراک ان کو ہو جاتا ہے۔ یہ نیکیاں پھر رمضان کے بعد بھی جاری رہتی ہیں۔ ایسے لوگ پھر ایک رمضان کو اگلے رمضان سے ملانے والے ہوتے ہیں۔ پس ہمیں اس سوچ کے ساتھ اور اس کوشش سے اس رمضان میں سے گزرنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ ہمارا تقویٰ عارضی نہ ہو۔ ہمارے روزے صرف سطحی نہ ہوں۔ بھوکے پیاسے رہنے کے لئے نہ

ہوں۔ رمضان کی روح کو سمجھے بغیر صرف ایک دوسرے کو رمضان مبارک کہہ کر پھر رمضان کی روح کو بھول جانے والا ہمارا رمضان نہ ہو بلکہ تقویٰ کا حصول ہمارے سامنے ہر سحری اور ہر افطاری کے وقت ہو۔ دن بھر کا ذکر الٰہی اور رات کے نوافل ہمیں تقویٰ کی راہیں دکھانے والے ہوں۔ ہم اپنے اوپر زیادتی کرنے والے کا جواب اسی طرح الٹا کر دینے والے نہ ہو جائیں۔ اس کے بجائے ہم اللہ تعالیٰ کا خوف دل میں رکھتے ہوئے اپنے اوپر زیادتی کرنے والے کے جواب میں خاموش ہو جائیں۔ تقویٰ پر چلتے ہوئے یہ جواب دیں کہ مَیں روزہ دار ہوں۔ ہر زیادتی کے جواب میں اِنِّیْ صَائِمٌ کے الفاظ ہمارے منہ سے نکلیں۔

(صحیح البخاری کتاب الصوم باب فضل الصوم حدیث 1894)

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری عزتیں ہماری بڑائی کسی کو نیچا دکھانے یا اسی طرح ترکی بہ ترکی جواب دینے میں نہیں اور اپنے پر کی گئی زیادتیوں کا بدلہ لینے میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول میں ہے۔ اسی میں ہماری بڑائی ہے۔ اسی بات میں ہماری عزت ہے کہ ہم یہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کس کو عزت دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (الحجرات: 14) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے سب سے زیادہ معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ متقی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز ہونے کا یہ معیار ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا اس بارے میں ایک ارشاد ہے جو ایک اللہ تعالیٰ کا خوف رکھنے والے کو ہلا کر رکھ دیتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی معزز و مکرم ہے جو متقی ہے۔ اَب جو جماعت اتقیاء ہے خدا اس کو ہی رکھے گا اور دوسری کو ہلاک کرے گا۔ یہ نازک مقام ہے اور اس جگہ پر دو کھڑے نہیں ہو سکتے کہ متقی بھی وہیں رہے اور شریر اور ناپاک بھی وہیں۔ ضرور ہے کہ متقی کھڑا ہو اور خبیث ہلاک کیا جاوے۔ اور چونکہ اس کا علم خدا کو ہے کہ کون اس کے نزدیک متقی ہے" فرمایا "پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے۔ خوش قسمت ہے وہ انسان جو متقی ہے اور بدبخت ہے وہ جو لعنت کے نیچے آیا ہے۔"

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 238-239)

پس یہ بڑا خوف دلانے والی تنبیہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ روزے اور یہ رمضان کا مہینہ اس لئے ہے کہ تم تقویٰ اختیار کرو اور یہ اللہ تعالیٰ کا اپنے بندوں پر انتہائی رحم کا سلوک ہے۔ پھر فرمایا کہ ان دنوں

میں شیطان کو جکڑ کر میں نے تمہارے لئے یہ سامان پیدا کر دیئے ہیں کہ تم آسانی سے تقویٰ اختیار کر سکو۔ ان احکامات پر چل سکو، چلنے کی کوشش کرو۔ میرا قرب پانے والے بن سکو، لیکن اب بھی اگر روزے کے ساتھ بظاہر عبادتوں کی طرف توجہ دے رہے ہو لیکن اپنی اَناؤں اور جھوٹی عزتوں کے جال میں پھنسے ہوئے ہو تو روزے کوئی فائدہ نہیں دیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر اگر ہم ان جالوں اور ان خولوں کو توڑ کر باہر نہیں نکلتے اور صرف اور صرف خدا تعالیٰ کی رضا اور اس کے تقویٰ کو حاصل کرنے کی طرف ہم توجہ نہیں دیں گے یا نہیں دیتے تو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ یہ دو عملی ہے اور ظاہری تقویٰ کا اعلان اور دل میں ناپاکیاں یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ فرمایا کہ خوف کا مقام ہے اور یہ خوف کا مقام اَور بھی بڑھ جاتا ہے کہ کسی کے تقویٰ کا فیصلہ کسی انسان نے نہیں کرنا۔ یہ فیصلہ بھی اللہ تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے۔ اور جب یہ فیصلہ خدا تعالیٰ نے اپنے پاس رکھا ہے تو پھر سوائے توبہ، استغفار، تسبیح، تحمید اور اللہ تعالیٰ کی توحید کا ورد اور ڈرتے ڈرتے دن بسر کرنا اور خدا تعالیٰ کے خوف سے راتیں گزارنا۔ اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں۔ لیکن ہمارا خدا بڑا پیار کرنے والا خدا ہے۔ قربان جائیں ہم اس پر کہ وہ یہ کہتا ہے کہ مَیں رمضان میں اپنے بندے کے بہت قریب آ گیا ہوں اس لئے فیض اٹھا لو جتنا اٹھا سکتے ہو اور تقویٰ کے حصول کے لئے میرے بتائے ہوئے طریق پر چلنے کی کوشش کرو تا کہ تم اپنی دنیا و عاقبت سنوارنے والے بن سکو۔ یہ کیمپ جو ایک مہینہ کا قائم ہوا ہے اس سے بھرپور فائدہ اٹھا لو کہ اس میں خالصۃً اللہ تعالیٰ کے لئے کی گئی نیکیاں تمہیں عام دنوں میں کی گئی نیکیوں کی نسبت کئی گنا ثواب کا مستحق بنانے والی ہوں گی۔

پس اٹھو اور میرے حکموں کے مطابق اپنی عبادتوں کو بھی سنوارو اور اس عہد کے ساتھ سنوارو کہ یہ سنوار اَب ہم نے ہمیشہ قائم رکھنے کی کوشش کرنی ہے۔ اٹھو اور اپنے اعمال کو بھی خوبصورت بناؤ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق بناؤ اور اس ارادے سے بنانے کی کوشش کرو کہ اب ہم نے ان کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا ہے۔ اٹھو اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا جو عہد کیا ہے اس کا حقیقی اِدراک اس مہینے میں حاصل کرنے کی کوشش کرو اور اس سوچ کے ساتھ کرو کہ اب یہی ہماری زندگی کا مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کو ہمیشہ سامنے رکھو کہ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا قَلِیْلًا وَاِیَّایَ فَاتَّقُوْنِ۔ (البقرۃ:42) کہ میری آیتوں کے بدلے تھوڑی قیمت مت لو اور مجھ سے ہی ڈرو یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری باتیں جو دین ہیں ان کے بدلے میں دنیا کی خواہش نہ کرو۔ یاد رکھو دین کے مقابلے میں دنیا بالکل حقیر چیز ہے۔ پس یہ سوچ ہے جو ہم میں سے ہر ایک میں پیدا ہونی چاہئے تبھی ہم رمضان کا حقیقی فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ یہی نہیں

کرتا کہ بندے کو کہہ دیا کہ تقویٰ اختیار کرو یہ میرا حکم ہے اور حکم عدولی کی تمہیں سزا ملے گی بلکہ فرمایا کہ اس تقویٰ کا تمہیں ہی فائدہ ہوگا اور پھر خدا تعالیٰ نے ان فوائد کا بھی ذکر فرما دیا جو اس دنیا کے بھی فوائد ہیں اور آخرت کے بھی فوائد ہیں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر تم شریعت کے طریق پر چلو گے اور احکامات پر عمل کرو گے تو خدا تعالیٰ تمہارا ولی اور دوست ہو جائے گا۔ فرمایا یہ دنیا والے تمہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا (الجاثیة:20)۔ وہ لوگ اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں تجھے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اس لئے لوگوں کی پناہیں تلاش کرنے کی بجائے اس کامل پناہ کی تلاش کرو جو وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ (الجاثیة:20) ہے جو متقیوں کا دوست ہے اور ان کی پناہ گاہ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم کوئی بھی کام، کوئی بھی معاملہ میری خاطر کرتے ہو، میری رضا کے حصول کے لئے کرتے ہو، میرا تقویٰ دل میں رکھتے ہوئے کرتے ہو تو پھر اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں سے محبت کرتا ہے۔ فرمایا اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ (التوبة:4) یقیناً اللہ تعالیٰ متقیوں سے محبت کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی محبت مل جائے اسے اور کیا چاہئے۔ اسے تو دونوں جہان کی نعمتیں مل گئیں۔ اس کی تو دنیا و عاقبت سنور گئی اور اس خوبصورت انجام کا اللہ تعالیٰ نے خود کہہ کر بھی بتا دیا کہ تمہارا یہ انجام ہوگا، تمہاری دنیا و عاقبت سنور جائے گی۔ فرمایا کہ یہ جو انجام ہے متقیوں کے لئے ہے۔ دنیا دار اس انجام کو نہیں پہنچ سکتے۔ جو لوگ دنیا والوں کی زیادتیوں پر صبر کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگتے ہیں، دنیا والوں کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاتے، دنیا والوں کی ظاہری طاقت دیکھ کر ان کے آگے جھکتے نہیں تو اِس دنیا میں بھی انہیں طاقت ملے گی اور انجام کار وہی فتحیاب ہوں گے انشاء اللہ۔

آج پاکستان میں یا بعض دوسرے ممالک میں احمدیوں پر سختیاں وارد کی جاتی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ ہمارے پیچھے چلو ہم تمہاری تمام سختیاں اور مشکلات دور کر دیں گے۔ ہم تمہیں اپنے گلے سے لگا لیں گے۔ ہماری باتیں مان لو۔ لیکن ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ یہ سب لوگ دھوکہ دینے والے ہیں۔ جس کو بظاہر آجکل یہ اپنی کامیابیاں سمجھ رہے ہیں ان کی ناکامیاں بننے والی ہیں۔ جن دنیاوی سہاروں پر بھروسہ کر کے یہ لوگ ظلم کا بازار گرم کر رہے ہیں یہی سہارے دیمک زدہ لکڑیوں کی طرح ٹوٹ کر خاک میں ملنے والے ہیں۔

پس صبر سے کام لو۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صبر سے کام لو اور اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے رہو، اسی سے مدد مانگو تو یقیناً تم زمین کے وارث بنائے جانے والے ہو۔ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی

خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اور یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے اور آپ کے طفیل ہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ وعدہ ہے کہ مسیح موعود کے آنے کے ساتھ دین کا اِحیاء ہونا ہے اور تقویٰ پر قائم رہنے والوں نے ہی اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی اپنے بہتر انجام کو دیکھنا ہے۔ قربانیاں تو دینی پڑیں گی یہ قربانیاں ہی کامیابی کی راہ دکھانے والے ہیں۔ یہ قربانیاں ہی تقویٰ کا معیار بلند کرکے وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ۔ (الاعراف:129) کا انجام یعنی کہ انجام متقیوں کے ہاتھ میں رہتا ہے اس کی خوشخبری دینے والی ہیں۔

پس ہم خوش ہیں کہ خدا تعالیٰ ہمارے ساتھ ہے اور ہمیں بہتر انجام کی خبریں دے رہا ہے۔ آج اگر مُسلم اُمّہ بھی اس راز کو سمجھ کر مسیح موعود کی مخالفت کرنے کی بجائے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مددگاروں میں شامل ہو جائے تو یہ بے چینی جو ہر مسلمان ملک کے افراد اور حکومتوں میں پائی جاتی ہے یہ ختم ہو جائے۔ فتنہ و فساد اور آپس کی لڑائیاں جو جہاد کے نام پر ایک دوسرے پر ظلم کر کے ہو رہی ہیں یہ محبت اور پیار میں بدل جائیں۔ پس نہ لیڈروں میں تقویٰ ہے، نہ علماء میں تقویٰ ہے اور نتیجۃً ان علماء کے تربیت یافتہ عوام الناس بھی حقیقی تقویٰ کا اِدراک نہیں رکھتے اور اپنی طرف سے خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ان نام نہاد علماء اور شدت پسند گروہوں کے جال میں پھنس کر غلط اور تقویٰ سے کوسوں دور ہٹے ہوئے اعمال بجا لانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ نوجوان نسل کے جذبات ابھار کر انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے کا لالچ دے کر ان علماء نے ظلم کی راہ پر لگایا ہوا ہے۔ ان نوجوانوں اور عموماً مُسلم اُمّہ کو کوئی سمجھانے والا نہیں ہے کہ یہ تقویٰ نہیں ہے جس کو تم تقویٰ سمجھ رہے ہو۔ یہ نیکی نہیں ہے جس کو تم نیکی سمجھ رہے ہو۔ یہ جہاد نہیں ہے جس کو تم جہاد سمجھ رہے ہو۔ آپس میں کلمہ گوؤں کو قتل کرنا تقویٰ سے دُور لے جانے والی چیز ہے۔ مومن کی نشانی تو خدا تعالیٰ نے یہ بتائی ہے کہ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (الفتح:30) کہ آپس میں رحم کے جذبات سے پُر ہوتے ہیں۔ یہ دلوں کے پھاڑ کر کے ظلمت پر تلے ہوئے جو لوگ ہیں یہ کہاں سے تقویٰ پر چلنے والے ہو گئے؟ کیا ایسے لوگوں کے انجام اللہ تعالیٰ بہتر کرتا ہے؟ کیا ایسے ظالموں کو خدا تعالیٰ زمین کا وارث بناتا ہے؟ کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ کو کبھی ظلم پسند نہیں آ سکتا۔ جو خلافت خلافت کا نعرہ لگاتے ہیں کیا ایسے لوگوں کو خدا تعالیٰ زمین میں خلافت دے کر اپنا جانشین بنانے والا ہے؟ وہ خدا جو رحمان خدا ہے کیا وہ ظلموں اور ظالموں کا مددگار ہوگا؟ وہ خدا جس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃٌ للعالمین بنا کر بھیجا ہے کیا وہ اپنے پیارے نبی کے نام پر دنیا میں ظلموں کو پنپنے دے گا؟ کبھی نہیں۔ خلافت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

کی پیشگوئیوں کے مطابق مسیح موعود کے ذریعہ سے جاری ہونی تھی جو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے ہو گئی۔ اس کے علاوہ خلافت کا ہر نعرہ دین کے نام پر دنیاوی فوائد حاصل کرنے اور حکومتوں پر قبضہ کرنے کے طریق ہیں۔

گزشتہ جمعہ یہاں ایک ٹی وی چینل والے آئے ہوئے تھے ان کو مَیں نے انٹرویو دیا۔ ان کو مَیں نے یہی کہا تھا کہ جس خلافت کو تم سمجھ رہے ہو کہ جاری ہونی ہے یہ کوئی خلافت نہیں ہے۔ خلافت جاری ہو چکی ہے اور ظلم سے نہیں وہ اللہ تعالیٰ کی تائید سے جاری ہونی تھی اور ہو گئی۔ کاش کہ مُسلم اُمّہ کو بھی یہ سمجھ آ جائے اور ان کے آپس کے جھگڑے اور فساد اور حکومتوں کے لئے کھینچا تانیاں ختم ہو جائیں۔ ان کے لئے بھی ہمیں رمضان میں دعا کرنی چاہئے کیونکہ ان کی وجہ سے غیر مسلموں کو اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بدنام کرنے کا موقع مل رہا ہے۔

اس بات پر گزشتہ دنوں یہاں کے ایک پروفیسر نے جو مذہبی تعلیم پڑھاتے ہیں، یہ جو خلافت کی باتیں ہو رہی ہیں خلفائے راشدین اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی بیہودہ بکواس کی، بیہودہ گوئی کی۔ مسلمان علماء اور تنظیموں کے لیڈروں اور حکومتوں کے سربراہوں کو تو اپنی طاقت حاصل کرنے یا محفوظ کرنے کی فکر ہے۔ اسی فکر میں وہ پڑے ہوئے ہیں۔ ایسی بیہودہ گوئیوں کا جواب اگر کوئی دینے والا ہے، اگر کوئی ان کا منہ بند کروانے والا ہے تو وہ جماعت احمدیہ ہی کرتی ہے اور ہم نے اس کا جواب دیا۔ یہی لوگ اسلام کے مخالفین ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کینہ اور بغض رکھنے والے ہیں۔ ان لوگوں نے اب ایک نئی فلم بنائی ہے جو سنا ہے آج واشنگٹن میں بھی اور برلن جرمنی میں بھی بیک وقت چلائی جائے گی جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت عائشہ کے بارے میں ہے۔ یہ لوگ سمجھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ استہزاء کا نشانہ بنا سکتے ہیں۔ ان لوگوں کی دنیا بھی برباد ہونے والی ہے اور عاقبت بھی۔ ان کو اپنے انجام نظر نہیں آ رہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے یہ اپنے بدانجام کو پہنچیں گے۔

دنیاوی طور پر قانون کے دائرے میں رہ کر جو احتجاج کرنا ہے یا جو کوشش کرنی ہے اس کے بارے میں کل ہی جب مجھے پتا لگا تو جرمنی کی جماعت کو میں نے کہہ دیا تھا۔ امریکہ والے بھی اس کے لئے بھرپور کوشش کریں لیکن آج ایک احمدی کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے حقیقی عشق اور آپ کی شان اور عظمت کی بلندی کا اظہار یہ ہے کہ بے انتہا درود پڑھیں۔ سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِ مُحَمَّدٍ۔ دنیا کا ہر احمدی آج کی فضا اور اس رمضان کو درود سے بھر دے

کہ جہاں دشمنوں کے آپؐ کی شان پر حملے کا جواب یہی ہے اس سے بہتر اور کوئی جواب نہیں وہاں یہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ پیدا کرنے والی بھی چیز ہے اور یہی تقویٰ ہمیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس خوشکن انجام کی خبر دے رہا ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ عاقبت متقیوں کے لئے ہے۔ آخر کار بہتر انجام متقیوں کا ہے۔

جب یہ دشمنان اسلام پارہ پارہ ہو کر ہوا میں اڑ جائیں گے اور کامیابیاں اور بہتر انجام حقیقی مومنین اور متقین کا ہی ہو گا۔ انشاء اللہ۔

مسلم اُمّہ کو بھی یہ سمجھ لینا چاہئے کہ یہ شیطانی اور دجّالی طاقتیں بڑے طریقے سے انہیں ایک دوسرے سے لڑا رہی ہیں۔ یہ سمجھتے ہیں کہ یہاں فرقہ بازیاں ہیں۔ یہ فرقہ بازیاں اب کیوں ایک دم پیدا ہو گئیں۔ یہ باہر کی کچھ طاقتیں ہیں جنہوں نے ان میں فرقہ بازیاں پیدا کروائی ہیں تا کہ اسلام کو بدنام کرنے کا موقع ملے اور پھر اسلام کو اور مسلمانوں کو بدنام کرنے کیلئے جو کچھ وہ کر سکتے ہیں وہ کرتے چلے جائیں۔ اندرونی حملہ یہ طاقتیں آپس میں لڑا کر اور بیرونی حملہ بیہودہ فلمیں بنا کر اسلام کی تعلیم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اور زندگی کے بارے میں بیہودہ گوئیاں کر کے کر رہی ہیں۔ اور انہیں یہ پتا ہے کہ اس کے ردّعمل کے طور پر مسلمانوں میں غم و غصے کی لہر دوڑے گی اور پھر دنیا میں جو فساد ہو گا اس کو لے کر یہ طاقتیں پھر اسلام کو بدنام کریں گی۔ ان شیطانی قوتوں نے ایک ایسا شیطانی چکر پیدا کر دیا ہے جس سے اب مسلمانوں کو باہر نکالنے والا کوئی نہیں۔ جو ایک راستہ ہے اس کا یہ انکار کر رہے ہیں۔ پس اس لحاظ سے بھی مسلم اُمّہ کے لئے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔ ان کو یہ نظر آ جائے کہ کن لوگوں کے نیک انجام کی اللہ تعالیٰ خوشخبری دے رہا ہے۔ کاش یہ مسیح موعود کو مان کر اسلام کی فتوحات کے نظارے دیکھنے والوں میں شامل ہو جائیں۔

یہ دوسروں کے متعلق جو مَیں نے انجام کے بارے میں باتیں کی ہیں اس کو سن کر ہمیں صرف اس بات پر ہی تسلی نہیں پکڑ لینی چاہئے کہ ہم نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مان لیا اور خلافت کا نظام ہم میں موجود ہے اور ہم ایک نظام کے تحت چل رہے ہیں۔ روزوں کے ساتھ تقویٰ کے معیاروں کو بلند کرنے کی طرف توجہ دلا کر اللہ تعالیٰ نے ہر فرد کی ذمہ داری لگا دی ہے کہ جماعت کی برکات سے، خلافت کی برکات سے حصہ لینے کے لئے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا صحیح فائدہ اٹھانے کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت میں سے ہونے کا صحیح فیض پانے کے لئے، اللہ تعالیٰ کا حقیقی عبد

بننے کے لئے تقویٰ شرط ہے اور یہ رمضان کا مہینہ اس تقویٰ میں ترقی کا ایک ذریعہ ہے۔ پس اس سے فائدہ اٹھا لو جتنا اٹھا سکتے ہو۔ اس لئے ہر فرد جماعت کو اور ہر مومن بننے والے کی خواہش رکھنے والے کو اپنے انفرادی جائزے لیتے ہوئے تقویٰ کے معیاروں کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے یہ رہنمائی فرمائی کہ فرمایا: وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ وَاتَّقُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔ (الانعام: 156) اور یہ قرآن ایسی کتاب ہے جسے ہم نے اتارا ہے اور یہ برکت والی ہے۔ پس اس کی پیروی کرو اور تقویٰ اختیار کرو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

پس اگر رمضان سے فیض پانا ہے، اگر اپنے بہتر انجام کو دیکھنا ہے، اگر فلاح کے دروازے اپنے اوپر کھلوانے ہیں، اگر اللہ تعالیٰ کا رحم حاصل کرنا ہے، اگر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بننا ہے اور ان لوگوں کی طرح نہیں ہونا جن کا کوئی رہنما نہیں ہے، جو بکھرے ہوئے ہیں اور ہر اس شخص کے دھوکے میں آ جاتے ہیں جو اسلام کے نام پر اور دین کے نام پر ان کے جذبات بھڑکا دیتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ قرآن پر عمل کرو۔ اس کے احکامات کو دیکھو۔ ان کا حقیقی ادراک حاصل کرو۔ اس زمانے میں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا ہے ان کی نظر سے قرآن کریم کے احکامات کو غور سے دیکھو کہ وہی اللہ تعالیٰ نے سکھائے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی عشق اور پیروی میں سکھائے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جو قرآن کریم کے سات سو حکموں میں سے کسی ایک حکم کو بھی چھوڑتا ہے جان بوجھ کر اس کی طرف توجہ نہیں دیتا تو پھر ایسا شخص کو آپ کی جماعت اور آپ کی بیعت میں آنے کا عبث دعویٰ کرتا ہے۔

(ماخوذ از کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

یہ الفاظ میرے ہیں لیکن مضمون کا مفہوم یہی ہے۔ آپ اسے اپنی جماعت میں شامل نہیں سمجھتے تھے۔

پس جیسا کہ میں پہلے ایک اقتباس میں پڑھ آیا ہوں کہ یہ بڑے خوف کا مقام ہے کہ بیشک اللہ تعالیٰ ارحم الراحمین ہے۔ بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے رحم کے دروازے ان پر ہمیشہ کھلے رہیں گے اور کھلتے چلے جائیں گے جو تقویٰ پر چلتے ہوئے میرے احکامات پر عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ پس اس کی برکات سے فائدہ اٹھا لو۔ کسی حکم کو بھی معمولی نہ سمجھو۔ کیونکہ یہی راہ ہے جو تقویٰ پر چلانے والی اور متقی بنانے والی ہے۔ انسان بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کے بعض احکامات کو اس لئے اہمیت نہیں دیتا کہ دنیا کے فوائد اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیتے ہیں۔ دولت، اولاد، تجارتیں، دنیا کی

دوسری ترجیحات اس کو زیادہ پُرکشش لگتی ہیں اور وہ ان کے حصول کے لئے بعض ایسی حرکتیں کر دیتا ہے جن کا تقویٰ تو کیا، عام اخلاق سے بھی دُور کا واسطہ نہیں ہوتا۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ کیا ان عارضی دنیاوی فوائد کے لئے تم دین کو بھول رہے ہو اور میرے احکامات پر عمل نہیں کر رہے ہو۔ تم سمجھتے ہو کہ جھوٹ بول کر کسی دنیادار کی خوشامد کر کے دوسرے کے مال میں خیانت کر کے تم دنیاوی فوائد حاصل کر لو گے۔ کسی کا حق ظلم سے مار کر تم اپنی دولت میں اضافہ کر لو گے تو سنو کہ ہر قسم کا رزق اللہ تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔ وہ سب دولتوں کا سرچشمہ ہے۔ اگر خدا نہ چاہے تو تم یہ دولت کبھی حاصل نہیں کر سکتے۔ اگر تم عارضی طور پر یہ حاصل کر بھی لو تو یہ دولت تمہارے لئے خیر نہیں، شرّ بن جائے گی۔ انجامکار تم خدا تعالیٰ کی پکڑ میں آؤ گے۔ پس اگر تم اللہ تعالیٰ کی پکڑ سے بچنا چاہتے ہو تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے حلال رزق کی تلاش کرو اور حلال رزق متقیوں کو ہی ملتا ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے اور ایسے راستوں سے آتا ہے جس کا ایک عام انسان سوچ بھی نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا۔ وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ۔ وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ** (الطلاق: 4-3) جو شخص اللہ کا تقویٰ اختیار کرے گا اللہ اس کے لئے کوئی نہ کوئی راستہ نکال دے گا اور اس کو وہاں سے سے رزق دے گا جہاں سے رزق آنے کا اس کو خیال بھی نہیں ہوگا اور جو کوئی اللہ پر توکل کرتا ہے وہ اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

''ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ وطہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے۔ اس کا معیار قرآن ہے۔ اللہ تعالیٰ نے متقی کے نشانوں میں ایک یہ بھی نشان رکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو مکروہات دنیا سے آزاد کر کے اس کے کاموں کا خود متکفّل ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ فرمایا: **وَمَنۡ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجۡعَلۡ لَّهٗ مَخۡرَجًا وَّيَرۡزُقۡهُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَحۡتَسِبُ**......'' فرمایا کہ ''جو شخص خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے اللہ تعالیٰ ہر ایک مصیبت میں اس کے لئے راستہ مخلصی کا نکال دیتا ہے اور اس کے لئے ایسے روزی کے سامان پیدا کر دیتا ہے کہ اس کے علم وگمان میں نہ ہوں۔ یعنی یہ بھی ایک علامت متقی کی ہے کہ اللہ تعالیٰ متقی کو نابکار ضرورتوں کا محتاج نہیں کرتا۔ مثلاً ایک دوکاندار یہ خیال کرتا ہے کہ دروغ گوئی کے سوا اس کا کام ہی نہیں چل سکتا اس لئے وہ دروغ گوئی سے باز نہیں آتا اور جھوٹ بولنے کے لئے وہ مجبوری ظاہر کرتا ہے لیکن یہ امر ہرگز سچ نہیں۔ خدا تعالیٰ متقی کا خود محافظ ہو جاتا اور اسے ایسے موقع سے بچا لیتا ہے جو خلاف حق پر مجبور کرنے والے ہوں''۔ موقع ہی نہیں آنے دیتا اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کے لئے جو متقی ہوں جو جھوٹ بولنے پر مجبور کرنے والے ہوں۔ فرمایا کہ

''یادرکھو جب اللہ تعالیٰ کو کسی نے چھوڑا تو خدا نے اسے چھوڑ دیا۔ جب رحمان نے چھوڑ دیا'' یعنی خدا نے چھوڑ دیا، خدائے رحمان نے ''تو ضرور شیطان اپنا رشتہ جوڑے گا۔''

(رپورٹ جلسہ سالانہ 1897ء از حضرت یعقوب علی عرفانی صاحبؓ صفحہ 34)

پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ خدا تعالیٰ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہو سکتا کہ میں اپنی جناب سے متقی کو رزق دیتا ہوں۔ آپ فرماتے ہیں (یہ الفاظ میرے ہیں) کہ جو تقویٰ کا دعویٰ کر کے پھر رزق سے تنگ ہیں۔ دعویٰ تو یہ کرتے ہیں متقی ہیں، تقویٰ پر چلنے والے ہیں اور رزق میں بھی تنگی ہے یا تو پھر ان کی دنیاوی خواہشات بہت بڑھی ہوئی ہیں اور پوری نہیں ہو رہیں یا تقویٰ کا دعویٰ غلط ہے۔ ان کا تقویٰ پر عمل کرنے کا دعویٰ جھوٹا ہے۔ تقویٰ پر چلنے کا دعویٰ غلط ہے۔ خدا تعالیٰ کی بات بہر حال غلط نہیں ہو سکتی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 244)

آپ نے ایک جگہ یہ بھی فرمایا کہ لوگ بعض دفعہ کہہ دیتے ہیں کہ کفار کے پاس، دنیا داروں کے پاس بڑی دولت ہے جو دین سے دور ہٹے ہوئے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر کوئی یہ کہے کہ کفار کے پاس بھی بڑا مال اور دولت ہے اور وہ عیش و عشرت میں منہمک اور مست رہتے ہیں تو آپ نے فرمایا کہ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ دنیا کی آنکھ میں بلکہ ذلیل دنیا داروں کی آنکھ میں خوش معلوم دیتے ہیں مگر درحقیقت وہ ایک جلن اور دکھ میں مبتلا ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 1 صفحہ 421)

اور تجربات سے ثابت ہے کہ دنیا داری نے ان کو بے چین کیا ہوا ہے۔ اور اسی وجہ سے انہوں نے اپنے سکون کے لئے مختلف طریقے اپنائے ہوئے ہیں۔ نشوں میں گرفتار لوگوں کی ایک بڑی وجہ یہی ہے کہ دنیا داری کی خواہشات جو ہیں وہ پوری نہیں ہوتیں اس کی وجہ سے بے چینی ہے، بے سکونی ہے۔ اس کے سکون کے لئے وہ نشے کرتے ہیں۔

پس اگر کوئی شخص حقیقت میں متقی ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کی حصول کی کوشش کر رہا ہے تو تھوڑے سے بھی اس کو سکون مل جاتا ہے۔ غیر ضروری خواہشات کا نہ ہونا بھی تو اللہ تعالیٰ کا ایک احسان ہے، فضل ہے۔ پس ایک احمدی کو اس طرف بھی نظر رکھنی چاہئے کہ رمضان میں اپنے تقویٰ کو اس معیار پر لانے کی کوشش کریں جہاں دنیاوی لذات اور خواہشات اس حد تک ہوں جہاں تک خدا تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے اور مال و دولت کا حصول ہو تو وہ بھی تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے ہو۔ اور پھر ایسے مال دار متقی اپنی

دولت بھی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے خرچ کرتے ہیں۔

کل یا پرسوں ہی مَیں ایک کتاب دیکھ رہا تھا۔ بشیر رفیق صاحب نے چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے متعلق لکھی ہوئی ہے۔ اس میں ایک واقعہ لکھا ہے کہ ایک سیاسی لیڈر بڑے امیر تھے۔ یہاں آ کر لندن میں ہوٹل میں ٹھہرتے تھے اور ایک پورا وِنگ ہوٹل کا بُک کرا لیا کرتے تھے۔ اپنی فیملی کے ساتھ آتے تھے۔ ایک مرتبہ وہ آئے تو فیملی نہیں تھی اکیلوں نے وِنگ بُک کرا لیا اور انہوں نے کہا میرے پاس بڑی دولت ہے اور میں گھُٹ کے کمروں میں نہیں رہ سکتا تو میں نے تو پورے کا پورا وِنگ کرایا ہوا ہے۔ چوہدری صاحب سے انہوں نے پوچھا کہ آپ کہاں رہتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مَیں یہاں مشن ہاؤس کے فلیٹ میں کمرے میں بشیر رفیق صاحب کے ساتھ رہتا ہوں۔ اور کھانا بھی ان کے ساتھ کھاتا ہوں۔ کہنے لگے کہ اتنا پیسہ آپ کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے تو کیوں آپ تنگی کرتے ہیں۔ خرچ کریں۔ جس طرح میرے پاس دولت ہے مَیں خرچ کرتا ہوں۔ آپ کے پاس بھی دولت ہے خرچ کریں۔ تو چوہدری صاحب۔ پہلے تو سنتے رہے پھر کہنے لگے کہ تم تو فضول خرچی کرتے ہو لیکن میں اگر پیسے بچاتا ہوں تو اس سے میں طلباء کی تعلیم کے اوپر خرچ کر رہا ہوں۔ ضرورتمندوں کی ضرورتیں پوری کر رہا ہوں اور بے انتہا ایسے لوگوں پر خرچ کر رہا ہوں جو مجبور ہیں۔ پس جو سکون مجھے یہ خرچ کر کے ملتا ہے وہ تمہیں دنیا داروں کو نہیں مل سکتا۔ چوہدری صاحب نے انہیں کہا کہ میں دعا کرتا ہوں کہ کاش تمہیں بھی اس سکون کا پتا لگ جائے پھر تم یہ جو اپنی دولت خرچ کر رہے ہو، لٹا رہے ہو، تم اس کو اپنے اوپر لٹانا حقیر سمجھو گے اور یہی تمہاری خواہش ہو گی کہ غریبوں کی ضروریات پوری کروں۔

(ماخوذ از چند خوشگوار یادیں از بشیر احمد رفیق صاحب صفحہ 360 تا 362 مطبوعہ قادیان 2009ء)

پس یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کما کر بھی دنیا سے بے رغبتی کی ہے اور ایسے ہی متقی ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے دونوں جہان میں جنتوں کی بشارتیں دی ہیں۔ اللہ کرے کہ ہم اس رمضان کے روزوں سے ایسا فیض پانے والے ہوں جو تقویٰ کے اعلیٰ معیاروں کو مستقل ہماری زندگی کا حصہ بنا دے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے دونوں جہان کی جنتوں سے حصہ پانے والے ہوں۔ ہمارا اس دنیا کا بھی انجام بخیر ہو۔ آخرت کا بھی انجام بخیر ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر اسلام کی حقیقی تصویر بننے کی کوشش کرنے والے ہوں۔ اسلام کے خلاف دشمن کے ہر حملے کو اپنے قول، اپنے عمل اور اپنی دعاؤں کو انتہا تک پہنچا کر رد کرنے والے ہوں۔ اس کو اس پر الٹانے والے ہوں۔

آج اسلام کے خلاف جو شیطانی قوتیں جمع ہوگئی ہیں ان کا مقابلہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت نے ہی کرنا ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اسلام کے خلاف یہ آج ایسے منصوبے بنا رہے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ان مسلمان ملکوں کو جال میں پھنسا کر ان پر حملہ کرو۔ عامۃ المسلمین کو اس چال کی سمجھ نہیں آ رہی اور عموماً تو شاید نہیں، لیکن شاید بعض، ایک آدھ کوئی لیڈر ہو جو نیک نیت بھی ہوں۔ تو ان کو بھی سمجھ نہیں آ رہی اور سمجھتے ہیں کہ غیروں کی مدد لے کر وہ کامیاب ہو رہے ہیں لیکن حقیقت میں وہ اس جال میں پھنستے چلے جا رہے ہیں جہاں ان کو اپنی بربادی کے سوا کچھ نہیں ملے گا۔

ہمارے سمجھانے سے تو ان کو سمجھ نہیں آتی کوئی اثر نہیں ان پر ہوتا۔ جو امّت مسلمہ کے ہمدرد بلکہ بے چین ہو کر درد رکھنے والے ہیں ان کے یہ لوگ خلاف ہیں۔ پس اس کا علاج دعا کے علاوہ کچھ نہیں۔ اس رمضان میں دشمنوں کے شر سے محفوظ رہنے کی دعا بھی کریں اور اُمّت مسلمہ کے لئے بھی رحم مانگیں کہ اللہ تعالیٰ اپنا رحم کرتے ہوئے ان کو عقل دے۔ جہاں جہاں احمدیوں پر ظلم ہو رہے ہیں ان ظلموں سے بچنے کے لئے بھی دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ احمدیوں کو ان ظلموں سے بچائے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اللہ تعالیٰ اس رمضان میں ہمیں حقیقی تقویٰ عطا کرے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں اور اس کی مدد اور فضل سے مخالفین دین اور دشمنان اسلام کو خائب و خاسر ہوتا دیکھنے والے ہوں۔ اللہ تعالیٰ رمضان میں ہمارے اندر ایک حقیقی انقلاب پیدا کر دے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 25 / جولائی 2014ء تا 31 / جولائی 2014ء جلد 21 شمارہ 30 صفحہ 05 تا 08)

28

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 11 / جولائی 2014ء بمطابق 11 وفا 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد وتعوذ اور سورہ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایّدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۗ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ۗ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۖ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۔ (البقرة:186)

اس آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔ رمضان کا مہینہ جس میں قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا اور ایسے کھلے نشانات کے طور پر جن میں ہدایت کی تفصیل اور حق و باطل میں فرق کر دینے والے امور ہیں۔ پس جو بھی تم میں سے اس مہینے کو دیکھے تو اس کے روزے رکھے اور جو مریض ہو یا سفر پر ہو تو گنتی پوری کرنا دوسرے ایام میں ہو گا۔ اللہ تمہارے لئے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے تنگی نہیں چاہتا اور چاہتا ہے کہ تم سہولت سے گنتی کو پورا کرو اور اس ہدایت کی بنا پر اللہ کی بڑائی بیان کرو جو اس نے تمہیں عطا کی اور تا کہ تم شکر کرو۔

قرآن کریم کی اہمیت، اس کے مقام، اس پر عمل کرنے کی ضرورت کس طرح عمل کرنا ہے کن لوگوں کے لئے یہ زندگی پیدا کرنے کا ذریعہ بنتا ہے۔ انسانی زندگی پر اس کے کیا اثرات ہیں، غرض کہ بیشمار باتیں ہیں جن کی تفصیل ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بتائی ہے۔ اس لئے کہ نہ صرف ہم اس عظیم

شرعی کتاب پر عمل کر کے اپنی روحانی، دینی، اخلاقی ترقی کے سامان کریں بلکہ دنیاوی ترقی کے بھی سامان کریں اور اس آیت میں جس کی میں نے تلاوت کی ہے رمضان کے مہینے کے ساتھ جوڑ کر قرآن کریم کی برکات کا رمضان کے ساتھ تعلق قائم فرمایا ہے اور رمضان کے تعلق کو قرآن کے ساتھ قائم کر کے رمضان کی اہمیت مزید اجاگر کی گئی ہے۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ کہہ کر بتایا کہ اس آخری شرعی اور کامل کتاب کا تعلق رمضان سے ہے اور جو شخص چاہتا ہے کہ اپنے ایمان میں ترقی کرے، جو چاہتا ہے کہ اس آخری اور مکمل کتاب اور شریعت کو دنیا میں پھیلائے اور دنیا اس کو جان لے۔ جو شخص چاہتا ہے کہ اپنے آپ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں لے جانے کی کوشش کرے جو شخص چاہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی کوشش کرے اور فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ۔ کی آواز سنے تو پھر رمضان اور قرآن کا حق ادا کرے۔ ان کے آپس کے تعلق کو جانے۔ اس مہینے میں یہ فاصلے جو عام دنوں اور مہینوں میں بہت دور لگتے ہیں سمیٹ کر قریب کر دیئے ہیں۔ پس ایک مؤمن اس مہینے سے جتنا بھی فیض پا سکتا ہے پانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آیت کے اس حصے کے بارہ میں مفسّرین نے لکھا ہے کہ رمضان کے روزوں کی اتنی اہمیت ہے کہ اس کے بارے میں قرآن کریم میں خاص طور پر احکام نازل کئے گئے ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی فرمایا کہ: ”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ یہی ایک فقرہ ہے جس سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد اول صفحہ 646۔ البدر جلد 1 نمبر 7، 12 دسمبر 1902ء صفحہ 52 کالم 2)

اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اس عظمت کی وجہ سے روزے کا اجر بھی بہت بڑا اور عظیم ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 256)

لیکن ان کے لئے جو ان روزوں اور قرآن کے آپس کے تعلق کا بھی حق ادا کریں اور اس کا حق یہ ہے کہ روزوں کے ساتھ قرآن کریم کو پڑھیں۔ اس پر غور کریں اس کی تفسیریں سنیں یا پڑھیں۔ کیونکہ جہاں تک میرا علم ہے میں نے جائزہ لیا ہے ہم میں سے بھی بہت سے ایسے ہیں بڑی تعداد ہے ایسی جو رمضان میں بھی قرآن کریم کا حق ادا کرنے کی کوشش نہیں کرتے پورا پڑھتے نہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جو توجہ سے پڑھنا چاہئے اس طرح نہیں پڑھتے۔ اگر پڑھا بھی تو بے دلی سے تھوڑا سا پڑھ لیا۔ تو بہرحال اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

پھر شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ کے ایک یہ معنی بھی ہیں کہ اس مہینے میں قرآن کا نزول شروع ہوا۔ اور حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے بھی یہی روایت ہے کہ جبریل ہر سال رمضان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ نازل شدہ قرآن کا دور کیا کرتے تھے اور آپ کے وصال کے سال یہ دور دو مرتبہ کیا گیا۔ دو دفعہ قرآن کریم دہرایا گیا۔

(صحیح البخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ﷺ)

پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ اور اللہ تعالیٰ کے خاص منشاء سے آپ کا یہ طریق ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ ہم قرآن کریم کو کم از کم ایک بار تو ضرور رمضان میں ختم کرنے کی کوشش کریں اور جیسا کہ میں نے کہا اس پر غور بھی کریں۔ جب غور کریں گے، پڑھیں گے سمجھیں گے تبھی ہم اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد پر عمل کرنے والے ہو سکیں گے کہ هُدًى لِّلنَّاسِ۔ کہ انسانوں کے لئے ہدایت ہے، ان انسانوں کے لئے ہدایت ہے جو اس سے ہدایت لینا چاہتے ہیں اور ہدایت پڑھے اور سمجھے بغیر تو نہیں مل سکتی۔

پس اس کا پڑھنا اور پڑھ کر سمجھنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ ہدایت دلائل کے ساتھ ہے۔ تم لوگوں کو صرف یہ حکم نہیں دے دیا کہ تم اس کو پڑھو، اس میں ہدایت ہے بلکہ ہر ہدایت کی دلیل دی گئی ہے۔ اس کو سمجھو پڑھو اور اپنے اوپر لاگو کرو کیونکہ دلائل کے ساتھ سمجھی ہوئی بات پر عمل دل کی گہرائی سے ہو سکتا ہے، حقیقی رنگ میں ہو سکتا ہے۔ اس ہدایت کی روح کو سمجھتے ہوئے ہو سکتا ہے۔ پھر یہ کہ بیّنات کے ساتھ، دلائل کے ساتھ جو ہدایت ہے اس کو دوسروں تک پہنچانے اور غیروں کو سمجھانے میں بھی آسانی پیدا ہوتی ہے اور یوں قرآن کریم کے ذریعہ تبلیغ کا، ایک جہاد کا جو حکم ہے وہ بھی پورا ہوتا ہے۔ اور پھر یہ بھی اعلان فرمایا کہ اس میں فرقان بھی ہے۔ ایسے ٹھوس اور بین دلائل ہیں جو حق اور باطل میں فرق کر دیتے ہیں۔ اس پر عمل کرنے والا بھی دوسروں سے مختلف نظر آتا ہے۔ جو بھی قرآن کریم کی تعلیم پر عمل کر رہا ہے وہ دوسروں سے بہر حال مختلف نظر آئے گا۔ اس کی عملی اور روحانی اور اعتقادی حالت بھی دوسروں سے نمایاں طور پر اعلیٰ درجے پر پہنچی ہو گی۔ اور قرآن کے مقابل پر جب ہم دوسروں سے بات کرتے ہیں تب بھی جب ہم قرآن کی دلیل سے بات کریں گے تو قرآن کے مقابل پر کوئی اور کتاب یا کوئی اور دین کھڑا ہو ہی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں ایسی تعلیمات ہیں ایسے تاریخی شواہد ہیں دوسرے دینوں کے مقابل پر ایسے دلائل ہیں جو روزِ روشن کی طرح اپنی برتری ثابت کر دیتے ہیں۔ اس کتاب کے شروع سے آخر تک خدا تعالیٰ کی طرف سے ہونے اور اب تک اپنی اصلی حالت میں محفوظ رہنے کا قرآن کریم اعلان کرتا ہے اور ہمیشہ محفوظ رہنے کا

قرآن کریم اعلان کرتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ رمضان کے مہینے میں روزوں کے ساتھ جو ایک مجاہدہ ہے اس علم و عرفان کے خزانے کو پڑھنے اور سیکھنے کی بھی کوشش کرو اور اس کی تعلیمات کو اپنی زندگیوں کا حصہ بناؤ۔ اس کے احکامات پر غور کرو اور اپنی زندگیوں پر لاگو کرو۔ اس کے بھولے ہوئے حصے کو اس مہینے میں بار بار دہرا کر تازہ کرو۔ اس کی تعلیمات کی جگالی کر کے اس مہینے میں اپنا جائزہ لو کہ کس حد تک تم قرآن کریم پر عمل کر رہے ہو۔ یہ اللہ تعالیٰ ہمیں فرماتا ہے کیونکہ یہی باتیں ہیں جو دنیا و عاقبت سنوارنے والی بنتی ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنَاتٍ مِّنَ الْهُدٰى وَالْفُرْقَانِ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:۔

”یعنے قرآن میں تین صفتیں ہیں۔ اول یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے۔ دوسرے جن علوم میں پہلے کچھ اجمال چلا آتا تھا ان کی تفصیل بیان کرتا ہے۔ تیسرے جن امور میں اختلاف اور تنازعہ پیدا ہو گیا تھا ان میں قول فیصل بیان کر کے حق اور باطل میں فرق ظاہر کرتا ہے۔“

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 225 حاشیہ نمبر 11)

پس یہ ایک ایسی جامع کتاب ہے اور مکمل کتاب ہے جس کا کوئی ثانی نہیں جس میں ہر چیز مکمل طور پر بیان کر دی۔ تمام پرانے دینوں کی غلطیاں نکال دیں تمام پرانی کتابوں کی کمیاں پوری کر دیں۔ اللہ تعالیٰ کا ہم پر یہ بھی احسان ہے کہ اس نے ہمیں اس زمانے میں پیدا کیا اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ماننے کی توفیق بھی عطا فرمائی اور یہ توفیق دے کر آپ کے ذریعہ سے قرآن کریم کی اہمیت و معرفت جاننے کے سامان بھی مہیا فرمائے۔ قرآن کریم کے علوم و معرفت کے خزانے آپ نے ہمارے سامنے پیش فرمائے۔ اس کا صحیح ادراک تو آپ کی کتب پڑھنے سے ہوتا ہے اور ہو سکتا ہے۔ بہرحال اس وقت میں قرآن کریم کے بارے میں آپ کے چند اقتباسات رکھوں گا جس سے قرآن کریم کے مقام و اہمیت کا پتا چلتا ہے اور اس بارے میں ادا کرنے والی ہماری کیا ذمہ داریاں ہیں، ان کی طرف توجہ ہوتی ہے تا کہ ہم ان باتوں کو سامنے رکھ کر قرآن کریم کے پڑھنے پڑھانے اور عمل کرنے کی طرف توجہ دیں۔ جو آیت میں نے تلاوت کی ہے یہ تو اس کے صرف اتنے حصے کی میں نے تھوڑی سی وضاحت کی ہے اب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض اقتباسات آپ کے سامنے رکھوں گا۔

آپ فرماتے ہیں کہ:۔

''خاتم النبیّین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے۔ بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔

کیونکہ کلام الٰہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوت قدسی اور کمال باطنی اس شخص کا ہوتا ہے...... اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا۔ اس لئے قرآن شریف بھی تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اس اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوت قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقامات کمال آپؐ پر ختم ہو چکے تھے اور آپؐ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپؐ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جیسے نبوت کے کمالات آپؐ پر ختم ہو گئے اسی طرح اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبیّین ٹھہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب ٹھہری۔ جس قدر مراتب اور وجوہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار کمالات تعلیم، کیا باعتبارات ثمرات تعلیم، غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے۔ یعنی جس پہلو سے چاہو مقابلہ کرو۔ خواہ بلحاظ فصاحت و بلاغت، خواہ بلحاظ مطالب و مقاصد، خواہ بلحاظ تعلیم، خواہ بلحاظ پیشگوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو، یہ معجزہ ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 36۔37)

پھر قرآن کریم کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے آپ ہمیں توجہ دلاتے ہیں فرمایا کہ:۔

''اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ ناز ایمان و اعتقاد ہوتے (اگر صرف حدیثوں پر اعتقاد کرنا ہے) تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے۔'' فرمایا ''میں نے

قرآن کے لفظ میں غور کی۔ تب مجھ پر کھلا کہ اس مبارک لفظ میں ایک زبردست پیش گوئی ہے۔ وہ یہ ہے کہ یہی قرآن یعنی پڑھنے کے لائق کتاب ہے اور ایک زمانہ میں تو اور بھی زیادہ یہی پڑھنے کے قابل کتاب ہو گی۔ جبکہ اور کتابیں بھی پڑھنے میں اس کے ساتھ شریک کی جائیں گی۔ اس وقت اسلام کی عزت بچانے کے لئے اور بطلان کا استیصال کرنے کے لئے یہی ایک کتاب پڑھنے کے قابل ہو گی۔ اور دیگر کتابیں قطعاً چھوڑ دینے کے لائق ہوں گی۔ فرقان کے بھی یہی معنے ہیں۔ یعنی یہی ایک کتاب حق و باطل میں فرق کرنے والی ٹھہرے گی۔ اور کوئی حدیث کی یا اور کوئی کتاب اس حیثیت اور پایہ کی نہ ہو گی۔ اس لئے اب سب کتابیں چھوڑ دو اور رات دن کتاب اللہ ہی کو پڑھو۔ بڑا بے ایمان ہے وہ شخص جو قرآن کریم کی طرف التفات نہ کرے اور دوسری کتابوں پر ہی رات دن جھکا رہے۔ ہماری جماعت کو چاہیے کہ قرآن کریم کے شغل اور تدبر میں جان و دل سے مصروف ہو جائیں۔ اور حدیثوں کے شغل کو ترک کریں۔ بڑے تاسّف کا مقام ہے کہ قرآن کریم کا وہ اعتنا اور تدارس نہیں کیا جاتا جو احادیث کا کیا جاتا ہے۔ اس وقت قرآن کریم کا حربہ ہاتھ میں لو تو تمہاری فتح ہے۔ اس نور کے آگے کوئی ظلمت ٹھہر نہ سکے گی۔‘‘

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 122)

پھر اصلاح کے ذرائع بیان کرتے ہوئے آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ:۔

’’تبدیلی اور اصلاح کس طرح ہو؟ اس کا جواب وہی ہے کہ نماز سے جو اصل دعا ہے۔‘‘ پہلی بات نماز۔ پھر فرمایا ’’قرآن شریف پر تدبر کرو۔ اس میں سب کچھ ہے۔ نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں۔‘‘

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 122)

پس پہلی چیز جو ہے نمازوں کی طرف توجہ ہے اور ان دنوں میں تو خاص طور پر باجماعت نمازوں کی طرف توجہ ہونی چاہئے، خاص اہتمام ہونا چاہئے اور پھر قرآن کریم کا کیونکہ رمضان سے تعلق ہے اس لئے ان دنوں میں اگر پڑھنے کی عادت ڈال لیں اور سوچنے کی اور سمجھنے کی عادت ڈال لیں، اپنے اوپر اس تعلیم کو لاگو کرنے کی عادت ڈال لیں تو وہ پھر آئندہ بھی کام آتی ہے۔

فرمایا کہ:۔ ’’نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا کیونکہ اس کے برکات اور ثمرات تازہ بہ تازہ ملتے ہیں۔ انجیل میں مذہب کو کامل طور پر بیان نہیں کیا گیا۔ اس کی تعلیم اس زمانہ کے حسب حال ہو تو ہو لیکن وہ ہمیشہ

اور ہر حالت کے موافق ہرگز نہیں۔ یہ فخر قرآن مجید ہی کو ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے اور جو بدی ظاہر کی ہے اس کے دور کرنے کا طریق بھی بتایا ہے۔ اس لئے قرآن مجید کی تلاوت کرتے رہو اور دعا کرتے رہو اور اپنے چال چلن کو اس کی تعلیم کے ماتحت رکھنے کی کوشش کرو۔‘‘

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 122)

حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ بیان فرماتے تھے کہ ایک دفعہ پاکستان کے ایک وزیر ماؤزے تنگ کے زمانے میں چائنا (China) کے دورے پر گئے۔ انہوں نے ماؤ صاحب سے پوچھا کہ آپ نے اپنی قوم میں یہ انقلاب پیدا کیا ہے اس کی وجہ کیا ہے؟ انہوں نے کہا تم مجھ سے کیا پوچھتے ہو جاؤ اپنے نبی کا اسوہ دیکھو اور اپنے قرآن کریم کو پڑھو اور اس پر عمل کرو تو تمہیں سب کچھ مل جائے گا۔

تو غیروں کو بھی جو عقل مند ہیں چاہے وہ مانیں نہ مانیں لیکن قرآن کریم میں ایک نور نظر آتا ہے۔

پھر قرآن کریم کی تعلیمات پر عمل کرنے سے کیا انقلاب آتے ہیں؟ اس بارے میں معجزات کے بارے میں آپؑ فرماتے ہیں کہ:۔

’’دوسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہمارے لئے حکم مشہود و محسوس کا رکھتا ہے‘‘ بڑا واضح ہے ’’وہ عجیب و غریب تبدیلیاں ہیں جو اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں ببرکت پیروی قرآن شریف و اثر صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ظہور میں آئیں۔ جب ہم اس بات کو دیکھتے ہیں کہ وہ لوگ مشرف باسلام ہونے سے پہلے کیسے اور کس طریق اور عادت کے آدمی تھے اور پھر بعد شرف صحبت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم و اتباع قرآن شریف کس رنگ میں آ گئے اور کیسے اخلاق میں، عقائد میں، چلن میں، گفتار میں، رفتار میں، کردار میں اور اپنی جمیع عادات میں خبیث حالت سے منتقل ہو کر نہایت طیب اور پاک حالت میں داخل کئے گئے تو ہمیں اس تاثیر عظیم کو دیکھ کر جس نے ان کے زنگ خوردہ وجودوں کو ایک عجیب تازگی اور روشنی اور چمک بخش دی تھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ تصرف ایک خارق عادت تصرف تھا جو خاص خدائے تعالیٰ کے ہاتھ نے کیا۔‘‘

(ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات، روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 447)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صحبت اور قرآن کریم کی تعلیم پر عمل اور وجوہات پہلے آپ نے بیان کر دیں۔ پھر آپؑ فرماتے ہیں:۔

''پھر یہ امر بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یا وہ اور ناپارسا طبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے اور کیونکر تاثیرات کلام الٰہی اور صحبت نبی معصومؐ نے بہت ہی تھوڑے عرصہ میں ان کے دلوں کو یکلخت ایسا مبدل کر دیا کہ وہ جہالت کے بعد معارف دینی سے مالا مال ہو گئے اور محبت دنیا کے بعد الٰہی محبت میں ایسے کھوئے گئے کہ اپنے وطنوں، اپنے مالوں، اپنے عزیزوں، اپنی عزتوں، اپنی جان کے آراموں کو اللہ جل شانہٗ کے راضی کرنے کے لئے چھوڑ دیا۔ چنانچہ یہ دونوں سلسلے ان کی پہلی حالت اور اس نئی زندگی کے جو بعد اسلام انہیں نصیب ہوئے قرآن شریف میں ایسی صفائی سے درج ہیں کہ ایک صالح اور نیک دل آدمی پڑھنے کے وقت بے اختیار چشم پُرآب ہو جاتا ہے۔ پس وہ کیا چیز تھی جو ان کو اتنی جلدی ایک عالم سے دوسرے عالم کی طرف کھینچ کر لے گئی۔ وہ دو ہی باتیں تھیں ایک یہ کہ وہ نبی معصومؐ اپنی قوت قدسیہ میں نہایت ہی قوی الاثر تھا ایسا کہ نہ کبھی ہوا اور نہ ہو گا۔ دوسری خدائے قادر مطلق حی قیوم کے پاک کلام کی زبردست اور عجیب تاثیریں تھیں کہ جو ایک گروہ کثیر کو ہزاروں ظلمتوں سے نکال کر نور کی طرف لے آئیں۔ بلاشبہ یہ قرآنی تاثیریں خارق عادت ہیں کیونکہ کوئی دنیا میں بطور نظیر نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی کتاب نے ایسی تاثیر کی۔ کون اس بات کا ثبوت دے سکتا ہے کہ کسی کتاب نے ایسی عجیب تبدیل و اصلاح کی جیسی قرآن شریف نے کی ...... لاکھوں مقدسوں کا یہ تجربہ ہے کہ قرآن شریف کے اتباع سے برکات الٰہی دل پر نازل ہوتی ہیں اور ایک عجیب پیوند مولیٰ کریم سے ہو جاتا ہے خدائے تعالیٰ کے انوار اور الہام ان کے دلوں پر اترتے ہیں اور معارف اور نکات ان کے مونہہ سے نکلتے ہی ایک قوی توکل ان کو عطا ہوتی ہے اور ایک محکم یقین ان کو دیا جاتا ہے اور ایک لذیذ محبت الٰہی جو لذت وصال سے پرورش یاب ہے ان کے دلوں میں رکھی جاتی ہے۔ اگر ان کے وجودوں کو ہاون مصائب میں پیسا جائے اور سخت شکنجوں میں دے کر نچوڑا جائے تو ان کا عرق بجز حب الٰہی کے اور کچھ نہیں۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 77 تا 79 حاشیہ)

ان کو بیشک جتنا مرضی پیسیں جس طرح گرائنڈر میں پیستے ہیں اور سخت شکنجوں میں نچوڑیں، ان کا عرق نکالیں اگر کوئی ایسی چیز کسی انسان کے پاس نکالنے کی ہو تو ایسے لوگ جو ہیں جو قرآن کی تعلیم پر غور کرنے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق رکھنے والے ہیں ان کا آخری نتیجہ کیا نکلے گا یہی کہ محبت الٰہی کا عرق ان میں سے نکلے گا اور کچھ بھی نہیں ہو گا۔

فرمایا ''دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دور تر و بلند تر ہیں۔ خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں۔ انہیں پر ثابت ہوا ہے کہ خدا ہے۔ انہیں پر کھلا ہے کہ ایک ہے۔ جب وہ دعا کرتے ہیں تو وہ ان کی سنتا ہے۔ جب وہ پکارتے ہیں تو وہ انہیں جواب دیتا ہے۔ جب وہ پناہ چاہتے ہیں تو وہ ان کی طرف دوڑتا ہے۔ وہ باپوں سے زیادہ ان سے پیار کرتا ہے اور ان کی درودیوار پر برکتوں کی بارش برساتا ہے۔ پس وہ اس کی ظاہری و باطنی و روحانی وجسمانی تائیدوں سے شناخت کئے جاتے ہیں اور وہ ہر یک میدان میں ان کی مدد کرتا ہے کیونکہ وہ اس کے اور وہ ان کا ہے۔ یہ باتیں بلاثبوت نہیں۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 77 تا 79 حاشیہ)

پھر آج بھی ترقی کا یہی گر ہے کہ قرآنی تعلیمات پر عمل کیا جائے۔ صرف مان لینا کافی نہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ:۔ ''اصل یہی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سکھایا ہے جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے وہ کسی قسم کی ترقی نہیں کر سکتے۔ جس قدر وہ قرآن شریف سے دور جا رہے ہیں اسی قدر وہ ترقی کے مدارج اور راہوں سے دور جا رہے ہیں۔ قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 29-30)

پھر اپنی جماعت کو نصیحت کرتے ہوئے دوبارہ آپ نے فرمایا۔ پہلے بھی میں نے یہ اقتباس پڑھا ہے کہ:۔

''سوتم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو شخص قرآن کے سات سو حکم میں سے ایک چھوٹے سے حکم کو بھی ٹالتا ہے وہ نجات کا دروازہ اپنے ہاتھ سے اپنے پر بند کرتا ہے۔ حقیقی اور کامل نجات کی راہیں قرآن نے کھولیں اور باقی سب اس کے ظل تھے۔ سوتم قرآن کو تدبر سے پڑھو اور اس سے بہت ہی پیار کرو ایسا پیار کہ تم نے کسی سے نہ کیا ہو کیونکہ جیسا کہ خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ اَلْخَیْرُ کُلُّهٗ فِی الْقُرْاٰنِ کہ تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں۔ یہی بات سچ ہے۔ افسوس ان لوگوں پر جو کسی اور چیز کو اس پر مقدم رکھتے ہیں تمہاری تمام فلاح اور نجات کا سرچشمہ قرآن میں ہے کوئی بھی تمہاری ایسی دینی ضرورت نہیں جو قرآن میں نہیں پائی جاتی تمہارے ایمان کا مصدق یا مکذب قیامت کے دن قرآن ہے'' یہی بتائے گا کہ تمہارے میں ایمان کیسا تھا تصدیق کرے گا یا جھٹلائے گا۔ فرمایا ''اور بجز قرآن کے آسمان کے نیچے اور کوئی کتاب نہیں جو بلاواسطہ

قرآن تمہیں ہدایت دے سکے۔'' کوئی کتاب ایسی نہیں جو تمہیں ہدایت دے جب تک قرآن میں سے نہیں گزرو گے۔ جب تک اس میں قرآن کریم کی تعلیمات کا ذکر نہیں ہوگا۔ فرمایا ''خدا نے تم پر بہت احسان کیا ہے جو قرآن جیسی کتاب تمہیں عنایت کی۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ کتاب جو تم پر پڑھی گئی اگر عیسائیوں پر پڑھی جاتی تو وہ ہلاک نہ ہوتے اور یہ نعمت اور ہدایت جو تمہیں دی گئی اگر بجائے توریت کے یہودیوں کو دی جاتی تو بعض فرقے ان کے قیامت سے منکر نہ ہوتے پس اس نعمت کی قدر کرو جو تمہیں دی گئی۔ یہ نہایت پیاری نعمت ہے، یہ بڑی دولت ہے، اگر قرآن نہ آتا تو تمام دنیا ایک گندے مضغہ کی طرح تھی'' (بڑے گندے لوتھڑے کی طرح ہوتی۔) ''قرآن وہ کتاب ہے جس کے مقابل پر تمام ہدایتیں ہیچ ہیں۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26-27)

پھر اس کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:۔

''قرآن مجید ایک ایسی پاک کتاب ہے جو اس وقت دنیا میں آئی تھی جبکہ بڑے بڑے فساد پھیلے ہوئے تھے اور بہت سی اعتقادی اور عملی غلطیاں رائج ہوگئی تھیں اور تقریباً سب کے سب لوگ بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں گرفتار تھے۔ اسی کی طرف اللہ جل شانہٗ قرآن مجید میں اشارہ فرماتا ہے۔ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ یعنی تمام لوگ کیا اہل کتاب اور کیا دوسرے سب کے سب بدعقیدگیوں میں مبتلا تھے اور دنیا میں فساد عظیم برپا تھا۔ غرض ایسے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے تمام عقائد باطلہ کی تردید کے لئے قرآن مجید جیسی کامل کتاب ہماری ہدایت کے لئے بھیجی جس میں کل مذاہب باطلہ کا ردّ موجود ہے اور خاص کر سورۂ فاتحہ میں جو پنج وقت ہر نماز کی ہر رکعت میں پڑھی جاتی ہے اشارہ کے طور پر کل عقائد کا ذکر ہے۔''

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 31)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:۔

''(قرآن میں) جس قدر خداوند قادر مطلق نے تمام دنیا کے مقابلہ پر تمام مخالفوں کے مقابلہ پر تمام دشمنوں کے مقابلہ پر تمام منکروں کے مقابلہ پر تمام دولتمندوں کے مقابلہ پر تمام زورآوروں کے مقابلہ پر تمام بادشاہوں کے مقابلہ پر تمام حکیموں کے مقابلہ پر تمام فلاسفروں کے مقابلہ پر تمام اہل مذہب کے مقابلہ پر ایک عاجز ناتوان بے زر بے زور ایک امی ناخوان بے علم بے تربیت کو اپنی خداوندی کے کامل جلال سے کامیابی کے وعدے دیئے ہیں۔ کیا کوئی ایمانداروں اور حق کے طالبوں میں سے شک کرسکتا ہے

یہ تمام مواعید کہ جو اپنے وقتوں پر پورے ہو گئے اور ہوتے جاتے ہیں یہ کسی انسان کا کام ہے؟''

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 266-267 حاشیہ نمبر 11)

تلاوت کے آداب کے بارے میں کسی نے سوال کیا تھا کہ قرآن شریف کس طرح پڑھا جائے؟ آپ نے فرمایا: ''قرآن شریف تدبر و تفکر و غور سے پڑھنا چاہئے۔ حدیث شریف میں آیا ہے رُبَّ قارٍ یلعنہ القرآن۔ یعنی بہت ایسے قرآن کریم کے قاری ہوتے ہیں جن پر قرآن کریم لعنت بھیجتا ہے۔ جو شخص قرآن پڑھتا اور اس پر عمل نہیں کرتا اس پر قرآن مجید لعنت بھیجتا ہے۔ تلاوت کرتے وقت جب قرآن کریم کی آیت رحمت پر گزر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ سے رحمت طلب کی جاوے اور جہاں کسی قوم کے عذاب کا ذکر ہو تو وہاں خدا تعالیٰ کے عذاب سے خدا تعالیٰ کے آگے پناہ کی درخواست کی جاوے اور تدبر و غور سے پڑھنا چاہئے اور اس پر عمل کیا جاوے۔''

(ملفوظات جلد 9 صفحہ 199-200)

پھر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ تلاوت کی غرض کس طرح پوری ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا:۔

''لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح سے یونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں۔ جیسے ایک پنڈت اپنی پوتھی کو اندھا دھند پڑھتا جاتا ہے۔ نہ خود سمجھتا ہے اور نہ سننے والوں کو پتا لگتا ہے۔ اسی طرح پر قرآن شریف کی تلاوت کا طریق صرف یہ رہ گیا ہے کہ دو چار سپارے پڑھ لئے اور کچھ معلوم نہیں کہ کیا پڑھا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہ سُر لگا کر پڑھ لیا اور ق اور ع کو پورے طور پر ادا کر دیا۔ قرآن شریف کو عمدہ طور پر اور خوش الحانی سے پڑھنا یہ بھی ایک اچھی بات ہے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 428-429)

حدیث میں بھی آیا ہے اچھی تلاوت کرنی چاہئے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الصلاۃ باب استحباب الترتیل فی القراءۃ حدیث نمبر 1468)

''مگر قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر کرے۔ یہ یاد رکھو کہ قرآن شریف میں ایک عجیب و غریب اور سچا فلسفہ ہے۔ اس میں ایک نظام ہے جس کی قدر نہیں کی جاتی۔ جب تک نظام اور ترتیب قرآنی کو مدّنظر نہ رکھا جاوے اور اس پر پورا غور نہ کیا جاوے۔ قرآن شریف کی تلاوت کے اغراض پورے نہ ہوں گے۔''

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 428-429)

پھر یہ بیان فرماتے ہوئے کہ کلام اللہ کی تلاوت سے محبت الٰہی پیدا ہوتی ہے آپ فرماتے ہیں:۔

''پرستش کی جڑ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے۔''

(سرمہ چشم آریہ، روحانی خزائن جلد 2 صفحہ 283)

فرمایا کہ دلوں کی سختی کا علاج بھی قرآن کریم میں ہے۔ فرماتے ہیں کہ:۔

''انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا تعالیٰ سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے اور جہاں عذاب کا مقام آوے تو اس سے پناہ مانگے اور ان بداعمالیوں سے بچے جس کے باعث وہ قوم تباہ ہوئی...... دل کی اگر سختی ہو تو اس کے نرم کرنے کے لئے یہی طریق ہے کہ قرآن شریف کو ہی بار بار پڑھے۔ جہاں جہاں دعا ہوتی ہے وہاں مؤمن کا بھی دل چاہتا ہے کہ یہی رحمت الٰہی میرے بھی شامل حال ہو۔ قرآن شریف کی مثال ایک باغ کی ہے کہ ایک مقام سے انسان کسی قسم کا پھول چنتا ہے۔ پھر آگے چل کر اور قسم کا چنتا ہے۔ پس چاہئے کہ ہر ایک مقام کے مناسب حال فائدہ اٹھاوے۔''

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 266-265)

فرمایا کہ قرآن کریم کے بعد اب کسی اور الہامی کتاب کی ضرورت نہیں بالکل کامل اور مکمل کتاب ہے۔ فرماتے ہیں:۔

''قرآن شریف ایسے زمانہ میں آیا تھا کہ جس میں ہر ایک طرح کی ضرورتیں کہ جن کا پیش آنا ممکن ہے پیش آ گئی تھیں یعنے تمام امور اخلاقی اور اعتقادی اور قولی اور فعلی بگڑ گئے تھے اور ہر ایک قسم کا افراط تفریط اور ہر ایک نوع کا فساد اپنے انتہاء کو پہنچ گیا تھا۔ اس لئے قرآن شریف کی تعلیم بھی انتہائی درجہ پر نازل ہوئی۔ پس انہی معنوں سے شریعت فرقانی مختتم اور مکمل ٹھہری اور پہلی شریعتیں ناقص رہیں کیونکہ پہلے زمانوں میں وہ مفاسد کہ جن کی اصلاح کے لئے الہامی کتابیں آئیں وہ بھی انتہائی درجہ پر نہیں پہنچے تھے اور قرآن شریف کے وقت میں وہ سب اپنی انتہا کو پہنچ گئے تھے۔ بس اب قرآن شریف اور دوسری الہامی کتابوں میں فرق یہ ہے کہ پہلی کتابیں اگر ہر ایک طرح کے خلل سے محفوظ بھی رہتیں پھر بھی بوجہ ناقص ہونے تعلیم کے ضرور تھا کہ کسی وقت کامل تعلیم یعنے فرقان مجید ظہور پذیر ہوتا۔'' (اگر اس وقت کے لحاظ سے مکمل بھی تھیں تب بھی کیونکہ اس وقت کی ضروریات اور تھیں اس لئے تعلیم پھر بھی نامکمل رہنی تھی اور قرآن کریم

کا ظہور بہر حال ہونا تھا۔) فرمایا ''مگر قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت در پیش نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور کتاب بھی آوے کیونکہ کمال کے بعد اور کوئی درجہ باقی نہیں۔ ہاں اگر یہ فرض کیا جائے کہ کسی وقت اصول حقہ قرآن شریف کے وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ اصول بنائے جائیں گے اور تعلیم توحید میں تبدیل اور تحریف عمل میں آوے گی۔ یا اگر ساتھ اس کے یہ بھی فرض کیا جائے۔ جو کسی زمانہ میں وہ کروڑہا مسلمان جو توحید پر قائم ہیں وہ بھی پھر طریق شرک اور مخلوق پرستی کا اختیار کر لیں گے تو بیشک ایسی صورتوں میں دوسری شریعت اور دوسرے رسول کا آنا ضروری ہوگا۔ مگر دونوں قسم کے فرض محال ہیں۔'' (کوئی سوال نہیں پیدا ہوتا کہ یہ ہو۔)

(براہین احمدیہ، روحانی خزائن جلد 1 صفحہ 101-102 حاشیہ نمبر 9)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:۔

''یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔ یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے۔ عمل نہ کرنے والوں میں سے ایک گروہ تو وہ ہے جس کو اس پر اعتقاد ہی نہیں اور وہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام ہی نہیں سمجھتے۔ یہ لوگ تو بہت دور پڑے ہوئے ہیں لیکن وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں کہ وہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے اور نجات کا شفا بخش نسخہ ہے۔ اگر وہ اس پر عمل نہ کریں تو کس قدر تعجب اور افسوس کی بات ہے۔ ان میں سے بہت سے تو ایسے ہیں۔ جنہوں نے ساری عمر میں کبھی اسے پڑھا ہی نہیں۔ پس ایسے آدمی جو خدا تعالیٰ کے کلام سے ایسے غافل اور لاپرواہ ہیں اُن کی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کو معلوم ہے کہ فلاں چشمہ نہایت ہی مصفّٰی اور شیریں اور خنک ہے اور اس کا پانی بہت سی امراض کے واسطے اکسیر اور شفاء ہے۔ یہ علم اس کو یقینی ہے لیکن باوجود اس علم کے اور باوجود پیاسا ہونے اور بہت سی امراض میں مبتلا ہونے کے وہ اس کے پاس نہیں جاتا تو یہ اس کی کیسی بدقسمتی اور جہالت ہے۔ اسے تو چاہئے تھا کہ وہ اس چشمہ پر منہ رکھ دیتا اور سیراب ہو کر اس کے لُطف اور شفا بخش پانی سے حظ اٹھاتا۔ مگر وہ باوجود علم کے اس سے ویسا ہی دور ہے جیسا کہ ایک بے خبر۔ اور اس وقت تک اس سے دور رہتا ہے جو موت آ کر خاتمہ کر دیتی ہے۔ اس شخص کی حالت بہت ہی عبرت بخش اور نصیحت خیز ہے۔ مسلمانوں کی حالت اس وقت ایسی ہی ہو رہی ہے وہ جانتے ہیں کہ ساری ترقیوں اور کامیابیوں کی کلید یہی قرآن شریف ہے جس پر ہم کو عمل کرنا چاہیے۔ مگر نہیں اس کی پروا بھی نہیں کی جاتی۔ ایک شخص جو نہایت ہمدردی اور خیر خواہی کے ساتھ اور پھر نری ہمدردی ہی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم اور ایما سے اس طرف بلاوے تو اسے کذاب اور

دجال کہا جاتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کیا قابل رحم حالت اس قوم کی ہوگی۔

مسلمانوں کو چاہیے تھا اور اب بھی ان کے لیے یہی ضروری ہے کہ وہ اس چشمہ کو عظیم الشان نعمت سمجھیں اور اس کی قدر کریں۔ اس کی قدر یہی ہے کہ اس پر عمل کریں۔ اور پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کس طرح ان کی مصیبتوں اور مشکلات کو دور کر دیتا ہے۔ کاش مسلمان سمجھیں اور سوچیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کے لیے یہ ایک نیک راہ پیدا کر دی ہے اور وہ اس پر چل کر فائدہ اُٹھائیں۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 182-181)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:۔

''یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں۔ چنانچہ میں اس وقت اسی ثبوت کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ ہمیشہ اپنے اپنے وقت پر اپنے بندوں کو اس کی حمایت اور تائید کے لیے بھیجتا رہا ہے کیونکہ اس نے وعدہ فرمایا تھا۔ اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ۔ (الحجر: 10) یعنی بے شک ہم نے ہی اس ذکر (قرآن شریف) کو نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

قرآن شریف کی حفاظت کا جو وعدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ توریت یا کسی اور کتاب کے لیے نہیں۔ اسی لیے ان کتابوں میں انسانی چالاکیوں نے اپنا کام کیا۔ قرآن شریف کی حفاظت کا یہ بڑا زبردست ذریعہ ہے کہ اس کی تاثیرات کا ہمیشہ تازہ بتازہ ثبوت ملتا رہتا ہے اور یہود نے چونکہ توریت کو بالکل چھوڑ دیا ہے اور ان میں کوئی اثر اور قوت باقی نہیں رہی جو ان کی موت پر دلالت کرتی ہے۔''

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 117-116)

پھر بڑے درد کے ساتھ آپ نے ایک نصیحت فرمائی۔ فرمایا:۔

''تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے۔ جو لوگ قرآن کو عزت دیں گے وہ آسمان پر عزت پائیں گے۔ جو لوگ ہر ایک حدیث اور ہر ایک قول پر قرآن کو مقدم رکھیں گے ان کو آسمان پر مقدم رکھا جائے گا۔ نوع انسان کے لئے روئے زمین پر اب کوئی کتاب نہیں مگر قرآن اور تمام آدم زادوں کے لئے اب کوئی رسول اور شفیع نہیں مگر محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم۔''

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 13)

یہ چند اقتباسات قرآن کریم کی اہمیت و تلاوت کی طرف توجہ دلانے، اور تعلیم پر غور کرنے اور عمل کرنے کی طرف توجہ دلانے کے لئے میں نے پڑھے ہیں تا کہ ہم میں سے ہر ایک کو ان کی طرف توجہ پیدا ہو اور اس رمضان میں ہم اس اہم خزانے سے فیض پانے والے ہوں جیسا کہ شروع میں میں نے کہا۔ اس کو پڑھیں اور غور کریں اور جو چیزیں بھول گئے ہیں۔ بعض لوگوں نے بعض آیات یاد بھی کی ہوتی ہیں لیکن بھول گئے، ان کو دہرائیں یاد کریں۔ جو احکامات نظروں سے اوجھل ہو گئے ان پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔

ابھی نماز کے بعد میں دو جنازے پڑھاؤں گا ایک نماز جنازہ حاضر ہے ہمارے کلیم احمد وسیم صاحب ایم۔ٹی۔اے کے کارکن تھے 6؍جولائی کو دل کا دورہ پڑنے سے 54 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

یہ مرحوم حضرت حاجی محمد دین صاحب درویش قادیان کے پوتے تھے۔ سید صادق علی صاحب سہارن پور کے نواسے تھے۔ مبارک ساقی صاحب جو یہاں مبلغ رہے ہیں، وکیل التبشیر بھی رہے ہیں یہ ان کے داماد تھے۔ مکرم کلیم صاحب بچپن سے سلسلے کے کاموں میں فعال تھے۔ کراچی جو رہے ہیں تو وہاں کی لوکل اور ضلعی عاملہ کے ممبر تھے۔ ابوظہبی میں بطور نائب صدر جماعت کی خدمت کی توفیق پائی۔ 1989ء میں یو۔کے میں شفٹ ہو گئے۔ یہاں قائد مجلس لندن ریجن کے رہے پھر شعبہ مال میں، خدمت خلق میں رہے، جلسہ سالانہ کی خدمات بجالاتے رہے۔ 93ء میں ایم۔ٹی۔اے کا آغاز ہوا ہے تو اس وقت سے یہ جو ایم۔ٹی۔اے کے بنیادی ابتدائی کارکن تھے، ان میں شامل تھے اور مینٹیننس (maintenance) اور ٹیکنیکل کاموں میں بھی کام کیا دوسرے شعبوں میں بھی انہوں نے کام کیا اور آخری سانس تک ایم۔ٹی۔اے کے لئے خدمت بجالاتے رہے۔ وہاں جو ٹرانسلیشن ڈیپارٹمنٹ ہے یہ اس کے انچارج تھے۔ ایم۔ٹی۔اے کے ابتدائی نیوز کاسٹر اور پریزنٹر (presenter) بھی رہے تھے۔ خلافت سے انتہائی محبت کا تعلق تھا۔ دیانت داری سے کام سرانجام دیا کرتے تھے۔ اپنے سٹاف کے ساتھ انتہائی پیار اور محبت کا سلوک تھا۔ عزت و احترام کا سلوک تھا۔ ان کی بوڑھی والدہ زندہ ہیں ان کے علاوہ انہوں نے اہلیہ سارہ وسیم صاحبہ اور ایک بیٹی اور دو بیٹے یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کی والدہ کہتی ہیں۔ بڑا والدین کا احترام کرنے والا، خیال رکھنے والا، انتہائی خدمت کرنے والا، بہنوں بھائیوں کا خیال رکھنے والا تھا۔ ان کی اہلیہ کہتی ہیں کہ میرے شوہر کو میں نے دیکھا ہے حقیقی معنوں میں خدمت کا جذبہ رکھتے تھے۔ خدا تعالیٰ کے

دین کے کام کرنے کے لئے ہر وقت حاضر ہوتے تھے اور خلافت کی طرف سے جو بھی کوئی کام سپرد ہوتا اس کو بڑے جوش اور جذبے اور بشاشت سے سرانجام دینے کی کوشش کرتے۔ اللہ تعالیٰ کی مشیت پر کامل ایمان رکھتے تھے۔ لوگوں کو بھی اس کی تسلی دلایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ پر توکل کرو اور یہ کام کرو یا دعا کرو۔ مہمان نوازی ان کا نمایاں وصف تھا اور جو مہمان گھر میں آتے تھے ان کی بڑی خدمت کیا کرتے تھے بلکہ خود بلاتے تھے۔ پھر ان کی ہمشیرہ نے بھی لکھا ہے کہ تصنع بالکل نام کا نہیں تھا اور ایک خوبی ان کی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں پڑھنے کی تھی۔ کہتی ہیں کہ نے اکثر دیکھا ہے ان کو بڑا شوق تھا۔ ان کے ساتھ کام کرنے والے ایک کارکن عاصم شہزاد صاحب کہتے ہیں۔ گیارہ سال کلیم صاحب کے ساتھ میں نے ایم۔ٹی۔اے میں کام کیا۔ اور ان کو ہمیشہ سچا اور مخلص اور خلافت کا فدائی کارکن پایا اور سینئر کارکن کی حیثیت سے کبھی بھی اپنے سے جونیئر کارکن کو یہ احساس نہیں ہونے دیا کہ میں سینئر ہوں اور بڑے پیار اور محبت سے نئے آنے والے کارکنان کو کام سکھانے کی کوشش کرتے تھے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ انہیں ایم۔ٹی۔اے کمپلیکس میں یہاں بیت الفتوح میں صفائی کے انتظامات کرتے ہوئے دیکھا اور میں نے پوچھا کہ آپ خود یہ صفائی کیوں کرتے ہیں۔ دوسروں سے کروالیا کریں تو آپ نے بڑے فخر سے بتایا کہ جب اس کمپلیکس کا افتتاح ہوا ہے تو میرے متعلق کہا کہ خلیفہ وقت نے کارکنوں کو جو دیگر نصائح کی تھیں۔ جو نصائح کی تھیں ان میں صفائی کی طرف بھی خاص نصیحت کی تھی اور جب اس وقت میں نصیحتیں کر رہا تھا تو اس وقت میری نظر ان کی طرف تھی اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ یہ سب سے پہلا حکم ان کے لئے تھا کہ وہ خود اپنے ہاتھ سے کام کرتے ہیں۔

پھر کہتے ہیں ایک دفعہ ایم۔ٹی۔اے کے پرانے کلپ دیکھ رہے تھے جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کے اقتباسات سلائیڈ میں رکھے گئے تھے اور جن سے یہ اظہار تھا کہ ایم۔ٹی۔اے جو ہے ایک ایسا ادارہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کام کو آگے بڑھانے کے لئے ایک بہت بڑا کردار ادا کر رہا ہے تو یہ کلپ دکھاتے ہوئے زار و قطار رونے لگے۔ کہنے لگے کہ کلیم بھی کس قدر خوش قسمت ہے کہ اس کو بھی اللہ تعالیٰ توفیق دے رہا ہے کہ اس میں کام کرے۔

پھر کہتے ہیں کہ ان کا چھٹی کا، رخصت کا حق بنتا تھا۔ اس کیلئے ایک دفعہ انہوں نے رخصت کی درخواست دی تو عطاء المجیب راشد صاحب نے ان کو کہا ابھی کام بہت ہے تو آپ ابھی رخصت نہ لیں تو بڑے انہوں نے فوری طور پر رخصت واپس لے لی اور وہ درخواست بھی پھاڑ دی۔ عطاء المجیب صاحب

نے بھی لکھا ہے مجھے کہ بڑی بشاشت سے انہوں نے وہ درخواست پھاڑی یہ نہیں کہ کوئی غصے میں۔ پھر وہ خود اس کے علاوہ بھی امام صاحب یہ بھی لکھتے ہیں کہ ماشاء اللہ بہت محبت اور خلوص سے ٹھوس خدمت کی توفیق انہوں نے پائی۔ ہمیشہ جماعتی کاموں اور مفادات کو ذاتی کاموں پر فوقیت دی۔ اپنے کام کے بھی ماہر تھے اور بڑی دلی رغبت سے کرتے تھے۔

خالد صاحب نے بھی لکھا کہ راویل صاحب کے زمانے میں ان کا مختلف وقتوں میں آنا جانا ہوتا تھا۔ تو جب بھی ان کو کہا گیا انہوں نے کہا کوئی بات نہیں، جب راویل صاحب فارغ ہوں دن ہو رات ہو آجایا کریں۔ مجھے صرف بتا دیا کریں تا کہ میں اس سے پہلے آ کے وہاں انتظام کر دیا کروں۔ تو ہر وقت خدمت کے لئے تیار رہتے تھے۔ میں نے بھی دیکھا ہے بچوں کے ساتھ ملاقات کے لئے کبھی آئے ہیں میرے پاس تو بچوں کو آگے بٹھایا کرتے تھے اور خود پیچھے بیٹھ جاتے تھے۔ شاید اس لئے کہ براہ راست بچے میرے سے باتیں کریں اور وہ تعلق جو ان کو خلافت سے ہے ان بچوں میں بھی آئندہ جاری رہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان کی یہ خواہش ہمیشہ پوری ہوتی رہے اور ان کے بچوں کا خلافت سے تعلق قائم رہے اور جوان دونوں ماں باپ نے بچوں کی ماشاء اللہ بڑے احسن رنگ میں تربیت کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیشہ ان کے بچوں کو جماعت کا مفید وجود بنائے اور ان کا حامی و ناصر ہو۔ ان کی اہلیہ کو بھی صبر اور استقامت دے ان کی والدہ کو بھی صبر دے۔

دوسرا جنازہ مکرم الحاج عاصم زکی بشیر الدین صاحب امریکہ کا ہے۔ یہ جنازہ غائب ہوگا۔ پہلا جنازہ حاضر ہے۔ یہ 22؍جون 2014ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔ چند سالوں سے کینسر کے مرض میں مبتلا تھے لیکن کبھی اپنے چہرے پر کسی قسم کا ملال ظاہر نہیں ہونے دیا۔ بڑی ہمت اور صبر کے ساتھ بیماری کا مقابلہ کرتے رہے۔ ایک عیسائی گھرانے میں 26 مئی 1929ء کو پیدا ہوئے۔ بچپن سے ہی مذہب سے لگاؤ تھا اور جوانی میں خدا کے فضل سے آپ کو ذاتی شوق اور مطالعہ کی وجہ سے احمدیت کا تعارف ہوا اور پھر انیس بیس سال کی عمر میں آپ نے احمدیت قبول کر لی۔ خدا تعالیٰ کی ہستی پر آپ کو کامل یقین تھا نہایت مضبوط ایمان تھا۔ بڑے صابر اور شاکر مؤمن یعنی مؤمن ہونے کی حقیقی تصویر تھے۔ کئی جماعتی بزرگ شخصیات سے شرف ملاقات ان کو حاصل ہوا۔ پہلی دفعہ چوہدری ظفر اللہ خان صاحب سے 1940ء میں ان کی ملاقات ہوئی۔ 1979ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالث سے شرف ملاقات نصیب ہوا۔ عاصم صاحب کہا کرتے تھے کہ جب میں نے خلیفۃ المسیح الثالث سے پہلی ملاقات کی تو

مجھے یوں لگا جیسے ان کے گرد نور کا ایک ہالہ ہے جو اب بھی میں تصور کر سکتا ہوں۔ امریکہ کی نیشنل عاملہ میں ان کو خدمت بجالانے کی توفیق ملی۔ لوکل صدر بھی رہے سیکرٹری تبلیغ بھی رہے۔ زعیم انصار اللہ کی حیثیت سے بھی کام کیا۔ امریکہ کے شہر سیاٹل میں ایک پورٹ پر کام کرتے تھے اور آپ کو دو تین ماہ گھر سے دور رہنا پڑتا تھا۔ انہی ایام میں جبکہ یہ آپ کی بڑی آمدنی والی ملازمت تھی، ایک دفعہ جلسہ آ گیا اور آپ جلسہ اٹنڈ (attend) کرنے کے لئے اپنا کام چھوڑ کر آ گئے، ملازمت چھوڑ کر آ گئے۔ ہمیشہ جماعتی پروگراموں میں شمولیت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ایک جماعتی پروگرام میں شامل ہونے کے لئے جا رہے تھے خدمت کے لئے کسی جگہ اور تیز گاڑی چلا رہے تھے تو پولیس والے نے آپ کو روک لیا۔ آپ نے ٹوپی پہنی ہوئی تھی۔ پولیس نے پوچھا کہ چرچ یعنی مسجد میں جا رہے ہو۔ ٹوپی مسلمانوں والی تھی نماز والی تو انہوں نے جواب دیا کہ ہاں۔ پولیس افسر بھی کوئی نیک تھا کہنے لگا اچھا جاؤ پھر جتنا تمہیں جرمانہ میں نے کرنا تھا وہ جا کے اپنی مسجد کو ادا کر دینا۔ تو انہوں نے مسجد پہنچتے ہی پچاسی ڈالر کی رقم جو جرمانے کی ہونی تھی وہ مسجد کے چندے میں نہایت ایمانداری سے دے دی۔ اسی طرح جب سیاٹل (Seattle) کی مسجد بنی۔ تو اس زمانے میں انہوں نے سب سے زیادہ رقم پیش کی۔ یہ 1970ء کی بات ہے جس میں کہتے ہیں اس زمانے میں ایک نئی کار آ جاتی تھی اس رقم میں۔ ہمیشہ تبلیغ کا شوق تھا اپنی گاڑی میں فولڈنگ ٹیبل اور چند کتب اور فلائر وغیرہ ہمیشہ رکھتے تھے اور جہاں بھی جاتے وہاں سٹال لگایا کرتے اور تبلیغ کیا کرتے تھے، لٹریچر تقسیم کرتے تھے۔ سیاٹل کی پبلک لائبریری میں جماعتی کتب اور فلائر انہوں نے رکھوائے۔ آخری لمحے تک ان کو جماعت کی ترقی کی فکر رہتی تھی۔ بڑی محبت تھی جماعت سے، خلافت سے۔ اور ہمیشہ لوگوں کو نصیحت کیا کرتے تھے کہ جماعت کے لئے خدمت کرو۔ آپ کے لواحقین میں اہلیہ اور چار بچے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کرے اور ان کے بچوں کو بھی نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ یکم اگست 2014ء تا 07 اگست 2014ء جلد 21 شمارہ 31 صفحہ 05 تا 09)

29

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 18 ر جولائی 2014ء بمطابق 18 وفا 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

قُلۡ یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ....وَ اَنِیۡبُوۡۤا اِلٰی رَبِّکُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَہٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ یَّاۡتِیَکُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ۔ (الزمر:55-54)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ تو کہہ دے کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ یقیناً اللہ تمام گناہوں کو بخش سکتا ہے یقیناً وہی بخشنے والا اور بار بار رحم کرنے والا ہے۔ اور اپنے رب کی طرف جھکو اور اس کے فرمانبردار ہو جاؤ پیشتر اس کے کہ تم تک عذاب آ جائے پھر تم کوئی مدد نہیں دیئے جاؤ گے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات میں مختلف مضامین کے حوالے سے مختلف بندوں کو یہ امید دلائی ہے کہ وہ بے انتہاء بخشنے والا اور اپنے بندوں پر بے انتہا رحم کرنے والا ہے۔ یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں اس کی پہلی آیت میں یہی مضمون بیان ہوا ہے اور اس میں ہر اس شخص کے لئے اللہ تعالیٰ کی رحمت کو جذب کرنے کا، اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش سے فیض پانے کا ایک خوبصورت پیغام ہے جو گناہوں کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کی سزا سے خوفزدہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے میرے بندو! میری رحمت سے مایوس نہ ہو۔ مَیں مالک ہوں، مَیں طاقت رکھتا ہوں کہ تمہارے گناہ بخش دوں اور تمہیں اپنی رحمت کی چادر میں

لپیٹ لوں۔ پس کیا خوبصورت پیغام ہے جو امیدوں کو بڑھاتا ہے اور مایوسیوں کا خاتمہ کرتا ہے۔ یہی پیغام ہے جو انسانوں کو کہہ رہا ہے کہ مایوسی گناہ ہے۔ یہی پیغام ہے جو ہمیں کمزوریوں سے بھی بچانے کی طرف لے جانے والا ہے اور زندگی کی ناکامیوں سے بھی دُور رکھنے والا ہے۔ کیونکہ مایوسیاں ہی بسا اوقات گناہوں کے کرنے اور زندگی کی ناکامیوں کی وجہ بنتی ہیں۔ لیکن جو اللہ تعالیٰ کی رحمت کے نیچے آ جائے، مایوسیاں اور ناکامیاں اس سے دُور بھاگتی ہیں۔ یہی پیغام ہے جو ہمیں خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلنے اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کے راستے دکھا رہا ہے تا کہ ہم اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرتے چلے جانے والے بن کر اس کی رحمتوں سے فیض پاتے چلے جائیں۔ پس یہ پیغام تمام بھٹکے ہوؤں کے لئے روشن راستہ ہے۔ یہ پیغام تمام روحانی مُردوں کے لئے زندگی کا پیغام ہے یہ پیغام شیطان کے پنجے میں جکڑے ہوؤں کے لئے آزادی کی نوید ہے۔ کیا ہی پیارا ہمارا خدا ہے جو ہم پر اپنے پیار کی اس طرح نظر ڈالتا ہے جو بار بار اپنے ماننے والوں کو کہتا ہے کہ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (یوسف: 88) اور اللہ تعالیٰ کی رحمت سے ناامید مت ہو کیونکہ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْكٰفِرُوْنَ۔ (یوسف: 88) کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے کافروں کے سوا کوئی ناامید نہیں ہوتا۔

پس اگر ایمان کا دعویٰ ہے تو اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کی ہر وقت امید رکھو۔ تم اپنی بشری کمزوریوں کی وجہ سے بعض برائیوں میں مبتلا ہو گئے ہو لیکن بھٹکے ہوؤں میں تو نہیں ہو، گمراہوں میں تو نہیں ہو کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس تو صرف بھٹکے ہوئے لوگ ہوتے ہیں۔ وہ لوگ ہیں جن کو خدا تعالیٰ پر یقین نہیں ہے، خدا تعالیٰ کی رحمانیت پر یقین نہیں ہے۔ یہ مایوسی بھٹکے ہوؤں کا شیوہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ (الحجر: 57) اور گمراہوں کے سوا اپنے رب کی رحمت سے کون ناامید ہوتا ہے۔ پس یقیناً پریشان حالوں اور اپنی حالتوں کی وجہ سے بے چین لوگوں کے لئے اس سے بڑھ کر ہمدردی اور تسکین قلب کا اور کوئی پیغام نہیں ہو سکتا۔

پھر ہمارا خدا ہماری تسکین کے لئے ہمیں یہ بھی کہتا ہے کہ وہ تمہارے برے اعمال کی وجہ سے تمہیں فوری پکڑ کر سزا نہیں دیتا بلکہ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ۔ (الکہف: 59) کہ اور تمہارا خدا بہت ہی بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے کیونکہ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ۔ (الانعام: 55) کہ تمہارے رب نے اپنے آپ پر تمہارے لئے رحمت کو فرض کر لیا ہے۔ پس تمہارے جہالت سے کئے گئے گناہوں کو وہ معاف کرتا ہے۔ پس اپنی اصلاح کی طرف توجہ کرو۔ اگر اصلاح کرتے ہوئے اس کی رحمت

پر نظر ہوگی تو وہ غفور الرحیم ہے۔ بہت بخشنے والا اور بہت رحم کرنے والا ہے۔

اور صرف یہی نہیں کہ صرف وہ بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے بلکہ فرماتا ہے **وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ** ۔(الاعراف:157) کہ اور میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے۔ یہاں بات تو مومنوں سے بھی آگے نکل جاتی ہے۔ صرف مومنوں کی بات نہیں ہو رہی۔ یہ رحمت تو کافروں کو بھی پہنچتی ہے اور مومنوں پر تو پھر یہ فرض ہو گئی۔ وہ تمام گناہوں کو معاف کر سکتا ہے اور کرتا ہے۔ یہی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وہ مالک ہے۔ اس کو معاف کرنے کے لئے کسی پابندی کی یا کسی شرط کی ضرورت نہیں ہے۔ لیکن کیا ایسے رحیم اور پیار کرنے والے خدا کے رحم اور پیار کا تقاضا نہیں کہ ہم اس کے کہنے پر چل کر اس کے حکموں پر عمل کر کے اس سے محبت کو بڑھائیں، اس کے اور قریب ہوں اور اپنے گناہوں اور اپنی کمزوریوں کو ختم کرنے کی حتی القدور کوشش کریں۔

یہ ساری باتیں جو میں نے قرآن کریم کے حوالے سے کی ہیں اور اسی طرح جو احادیث ہم تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پہنچتی ہیں یہ سب ہمیں یہی بتاتی ہیں کہ کوئی بھی شخص ناقابل اصلاح نہیں ہے۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ کسی شخص کی اصلاح نہ ہو سکے۔ ہر ایک کی اصلاح ہو سکتی ہے۔ ہر ایک اللہ تعالیٰ کی عمومی رحمت سے جو ہر ایک کے لئے پھیلی ہوئی ہے اس کی رحمت کو اس سے بڑھ کر زیادہ بھی حاصل کرنے والا بن سکتا ہے بشرطیکہ وہ اپنے دل میں اور پھر عملی طور پر پاک تبدیلیاں لانے کی کوشش کرے۔

گزشتہ دنوں ڈنمارک کے ایک مذہبی اخبار میں ایک خاتون نے مضمون لکھا اور قرآن کریم کے بارے میں لکھا کہ اس میں بار بار سزا اور عذاب کا ذکر ہے اور محبت کا لفظ تو کہیں استعمال ہی نہیں ہوا یا ایک دو جگہ استعمال ہوا ہے۔ اور یہ کہنا کہ خدا پر ایمان ایک انسان کو اپنی مرضی اور آزادی اور خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہے یہ کسی طرح بھی کم از کم مسلمانوں کے لئے درست نہیں ہو سکتا۔ بعض آیات بغیر سیاق وسباق کے لکھ کر یا غلط طور پر بیان کر کے اور اپنی طرف سے استنباط کر کے اسلام کے خدا کو صرف سزا دینے میں جلد باز اور سخت پکڑ والا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ بہر حال اس کا جواب تو وہاں کی جماعت دے رہی ہے لیکن یہ جو چند حوالے مَیں نے پیش کئے ہیں وہ جہاں مومنین کو امید افزاء پیغام دیتے ہیں وہاں اس جیسے مضمون نگاروں کو اور اسلام دشمنوں کو جو اسلام کی طرف جھوٹ منسوب کرتے ہیں اور اسلام اور قرآن سے بغض رکھتے ہیں ان کو جواب بھی دیتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو مالک ہے، بخشتا ہے۔ یہ ایسی صفت ہے جو تمام صفات پر حاوی ہے۔ معاف بھی کرتا ہے رحم بھی کرتا ہے۔ یہ بھی اس کا رحم ہے کہ انسانوں کی بے انتہاء بداعتدالیوں

اور ظلموں کے باوجود انہیں سزا دینے میں جلدی نہیں کرتا۔ ہاں یہ بیشک ہے کہ ان ظلموں اور حد سے زیادہ گناہوں میں پڑنے کی وجہ سے اور پھر اس ضد پر قائم رہنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ تمہیں سزا ملے گی۔ مسلسل گناہ اور ظلم کرتے چلے جاؤ اور کسی طرح باز نہ آؤ تو پھر سزا ملے یہ تو قانون قدرت ہے بلکہ دنیا کا بھی قانون ہے۔ لیکن پھر بھی اللہ تعالیٰ اتنا رحمان ہے کہ ایک وقت ایسا آئے گا جب دوزخ خالی ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت ایسی وسیع اور لا انتہاء ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت اور بخشش کو بیان کرنے کے بعد فرمایا کہ اگر تم لوگ پھر میری رحمت اور بخشش سے فائدہ نہیں اٹھاتے تو تمہارے لئے گناہوں اور ظلموں کی پھر سزا بھی ہے لیکن یہ میری رحمت ہے اور میری بخشش ہے جو تمہیں بار بار توجہ دلا رہی ہے کہ ان سے بچو۔ اس سے پہلے اپنے آپ کو محفوظ کر لو کہ کوئی عذاب تمہیں گھیرے۔ حد سے زیادہ ظلموں کی وجہ سے تم میری پکڑ میں نہ آ جانا۔ پس بچنے کی کوشش کرو۔ اب جو اس پر بھی اعتراض کرتے ہیں اس پر سوائے ان کی عقل کو اندھا اور بغض و عناد میں بھرے ہوئے ہونے کے اور کیا کہا جا سکتا ہے۔ اپنے ملکوں کے قانون جو بناتے ہیں اس میں تو یہ جرموں کی سزا دینا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ کے قانون کو توڑنے والوں اور ظلموں اور زیادتیوں میں بڑھنے والوں کے بارے میں یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کیوں یہ کہتا ہے کہ مَیں سزا دوں گا، مَیں عذاب دوں گا۔

اسلام کا خدا کتنا بخشنہار ہے اس کی وضاحت اس روایت سے ہوتی ہے۔ حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص تھا جس نے ننانوے قتل کئے تھے۔ اب یہ مثالیں اس لئے دی جا رہی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کے متعلق بھی بتایا جائے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گی۔ فرمایا کہ اس نے ننانوے قتل کئے تھے پھر وہ توبہ کے متعلق پوچھنے کے لئے نکلا۔ ایک راہب کے پاس آ کر اس نے پوچھا کہ اب توبہ ہو سکتی ہے۔ اس راہب نے کہا: نہیں اب کوئی رستہ نہیں۔ اس نے اس کو بھی قتل کر دیا۔ وہ مسلسل اس کے بارے میں پوچھتا رہا کہ کیا توبہ قبول ہو سکتی ہے یا نہیں تو اسے ایک شخص نے کہا کہ فلاں بستی میں جاؤ۔ جب وہ جا رہا تھا تو اس کو راستے میں موت آ گئی۔ اس نے اپنے سینے کو اس بستی کی طرف کر دیا۔ جب مر کے گرا تو اس طرف گرا۔ رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آ گئے۔ اس کے متعلق جھگڑنے لگے۔ اللہ تعالیٰ نے اس بستی کو جس میں وہ جا رہا تھا حکم دیا کہ اس کے قریب ہو جا اور جس بستی سے وہ دُور جا رہا تھا اسے حکم دیا کہ اس سے دُور ہو جا۔ پھر فرشتوں کو حکم دیا کہ ان دونوں بستیوں کے درمیان فاصلہ کی پیمائش کرو تو وہ اس بستی سے جس کی طرف وہ گناہ بخشوانے

کے لئے جا رہا تھا ایک بالشت قریب تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس بات پر اسے بخش دیا۔

(ماخوذ از صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب 54/52 حدیث نمبر: 3470)

پس یہ ہے اسلام کا خدا جو عذاب کے بجائے بخشنے کو پسند کرتا ہے جس کی رحمت وسیع تر ہے۔

پھر ایک اور حدیث ہے کہ حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے اپنے رب عزّوجل کے بارے میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! تو مجھ سے دعا نہیں کرتا اور مجھ سے امید بھی وابستہ کرتا ہے۔ پس میں اس شرط کے ساتھ کہ تُو شرک نہ کرے تجھے تیری خطائیں بخش دوں گا اگرچہ تیری خطائیں زمین کے برابر ہی کیوں نہ ہوں۔ میں تجھے اپنی زمین بھر مغفرت کے ساتھ ملوں گا۔ اور اگر تو نے آسمان کی انتہاؤں تک غلطیاں کی ہوں اور پھر تُو مجھ سے میری بخشش طلب کرے تو میں تجھے وہ بھی بخش دوں گا اور میں ذرّہ برابر بھی پرواہ نہیں کروں گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 208 مسند ابو ذر الغفاری حدیث 21837 عالم الکتب بیروت 1998ء)

یہ ہے اللہ تعالیٰ جو اسلام کا خدا ہے، جو بخشنے والا ہے اور ہم مومنوں پر اللہ تعالیٰ کے کتنے بڑے احسان ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ہر سال رمضان میں اس کی بخشش کے دروازے مزید کھلتے ہیں۔

رمضان میں اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت کے بارے میں ایک روایت یوں بیان ہوئی ہے۔ نَضر بن شَیبان کہتے ہیں کہ مَیں نے ابوسلمہ بن عبدالرحمن سے کہا آپ مجھے کوئی ایسی بات بتایئے جو آپ نے اپنے والد سے سنی ہو اور انہوں نے ماہ رمضان کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے براہ راست سنی ہو۔ ابوسلمہ بن عبدالرحمن نے کہا: ہاں۔ مجھ سے میرے والد نے بیان کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تبارک وتعالیٰ نے رمضان کے روزے رکھنا تم پر فرض کیا ہے اور میں نے تمہارے لئے اس کا قیام جاری کر دیا ہے پس جو کوئی ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے اس میں روزے رکھے وہ گناہوں سے ایسے نکل جاتا ہے جیسے اس کی ماں نے اسے جنم دیا ہو۔ نوزائیدہ بچے کی طرح ہو جاتا ہے۔

(سنن النسائی کتاب الصّیام باب ذکر اختلاف یحییٰ بن ابی کثیر و النضر بن شیبان فیہ حدیث 2210)

پس ہمیں اس سے غرض نہیں کہ جاہلوں کو اسلام کا خدا کیسا نظر آتا ہے۔ ہمیں تو یہ پتا ہے کہ ہمارا خدا ہمارے ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہمیں پیار کرنے والا اور بخشنے والا ہے اور ہماری طرف دوڑ کر آنے والا خدا ہے تا کہ اپنے بندوں کے گناہ بخشے۔

پھر رمضان کے حوالے سے ایک اور حدیث ہے جس میں رمضان کی برکات کا ذکر کیا گیا ہے۔

سلمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں شعبان کے آخری روز مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ اے لوگو! تم پر ایک عظیم اور بابرکت مہینہ سایہ فگن ہونے والا ہے۔ اس میں ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں سے بہتر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے روزے رکھنے فرض کئے ہیں اور اس کی راتوں کو قیام کرنے کو نفل ٹھہرایا ہے۔ هُوَ شَهْرٌ اَوَّلُهٗ رَحْمَةٌ وَ اَوْسَطُهٗ مَغْفِرَةٌ وَ اٰخِرُهٗ عِتْقٌ مِّنَ النَّارِ۔ کہ وہ ایک ایسا مہینہ ہے جس کا ابتدائی عشرہ رحمت ہے اور درمیانی عشرہ مغفرت کا موجب ہے اور آخری عشرہ جہنم سے نجات دلانے والا ہے۔ اور جس نے اس میں کسی روزے دار کو سیر کیا اسے اللہ تعالیٰ میرے حوض سے ایسا مشروب پلائے گا کہ اسے جنت میں داخل ہونے سے پہلے کبھی پیاس نہ لگے گی۔

(شعب الایمان للبیہقی جلد 5 صفحہ 223 کتاب الصیام باب فضائل شهر رمضان حدیث نمبر 3336)

یعنی یہ مغفرت ایسی ہے کہ اگر رمضان کا حق ادا کرتے ہوئے روزے رکھے جائیں اور نوافل ادا کئے جائیں اور اللہ تعالیٰ کی عبادت کی جائے تو پچھلے گناہ بھی بخشے جاتے ہیں اور آئندہ گناہ نہ کرنے کی طاقت پیدا ہوتی ہے۔

پس اللہ تعالیٰ ہمارے لئے قدم قدم پر ایسے سامان پیدا فرما رہا ہے جو جنّت میں لے جانے والے ہیں۔ آجکل ہم رمضان سے گزر رہے ہیں اور دوسرے عشرہ کا بھی اختتام ہو رہا ہے۔ کل پرسوں تیسرا عشرہ شروع ہونے والا ہے۔ اور یہ عشرہ تو جیسا کہ حدیث میں بھی ہے اس لحاظ سے بھی برکتیں لئے ہوئے ہے کہ اس میں ایک ایسی رات ہے جو لیلۃ القدر ہے جو دعاؤں کی قبولیت اور بندے کو خدا کے قریب تر کرنے کے جلوے دکھانے اور دیکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ پس اس عشرہ میں ہمیں اپنی دعاؤں اور اپنی عبادتوں کے لئے خاص اہتمام کرنے کی ضرورت ہے۔ جو کچھ اس میں حاصل کریں پھر اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی بھی خاص ضرورت ہے۔

اللہ تعالیٰ کی بخشش اور رحمت سے فیض پاتے چلے جانے کے لئے خاص طور پر ان دنوں میں اپنی حالتوں پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے اور اس کا حق ادا کرنے کی ضرورت ہے جو رمضان کا حق ہے اور خاص طور پر اس آخری عشرہ کا حق ہے۔ اپنی برائیوں کو دور کرنے کے لئے، آئندہ گناہوں سے بچنے کے لئے، جہنم سے مستقل نجات پانے کے لئے ایک کوشش کی ضرورت ہے۔ ہر کام کے لئے ایک کوشش کرنی پڑتی ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کوئی کام بغیر کوشش کے ہو جائے۔ یہ تو عام اصول ہے اور ایک حقیقی مومن سے اس بات کی توقع کی جاتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دی گئی خوشخبریوں، اللہ تعالیٰ کے پیغاموں، آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے دیئے گئے امید افزاء پیغاموں کو سرسری نظر سے نہ دیکھے بلکہ جب سنے تو ان کا حصہ بننے کی ایک تڑپ دل میں پیدا ہو۔ اور یہ تڑپ تبھی فائدہ مند ہوگی جب اس کے حصول کے لئے عملی قدم بھی اٹھائے۔ اور عملی قدم وہی پھل لانے والے ہوتے ہیں، وہی کامیابی کی طرف لے جاتے ہیں جو ان اصولوں کے مطابق اور اس طریق پر چلتے ہوئے اٹھائے جائیں جو اس مقصد کو حاصل کرنے کے لئے بنائے گئے ہوں۔ پس بیشک اللہ تعالیٰ کی رحمت وسیع تر ہے۔ بیشک رمضان میں نیکیوں کے کئی گنا ثواب ہیں۔ بیشک رمضان رحمت اور مغفرت کے حصول اور جہنم سے دُوری کا ذریعہ ہے لیکن ان باتوں سے مستقل فائدہ وہی اٹھانے والے ہوتے ہیں جو ایک لگن کے ساتھ اس کے حصول کی کوشش کریں۔ پس ہم میں سے خوش قسمت ہیں وہ لوگ یا ہم میں سے خوش قسمت وہ لوگ ہوں گے جو اس رمضان کو رحمت اور بخشش کے حاصل کرنے اور جہنم سے نجات کا ذریعہ بنالیں گے۔ اور وہ ان کمزوریوں کو ختم کرنے والے ہوں، اپنے گناہوں سے ہمیشہ کے لئے بچنے والے ہوں۔ یہ رمضان ہمارے لئے وہ سنگ میل بن جائے جو ہمیشہ برائیوں سے دور رکھنے والا اور ہمیشہ نیکیوں کی طرف لے جانے والا بن جائے۔ برائیوں سے نفرت ہمارے دلوں میں ایسی پیدا ہو جائے جو کبھی دوبارہ ہمیں ان برائیوں کی طرف مائل کرنے والی نہ ہو۔ سچی توبہ کی طرف ہماری توجہ ہو اور ایسی توبہ ہو جو ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے قرب کا ذریعہ بناتی چلی جائے۔

ان باتوں کا حصول کس طرح ہوسکتا ہے یا ایسی سچی توبہ کس طرح ہوسکتی ہے جو ہمیشہ گناہوں سے دور رکھے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

''توبہ دراصل حصول اخلاق کے لئے بڑی محرک اور مؤیّد چیز ہے'' (اعلیٰ اخلاق اور اعلیٰ کردار کا مالک بننا ہے، اللہ تعالیٰ کے قریب ہونا ہے تو توبہ ہی ہے جو اس کے کام آ سکتی ہے۔ اسی کی وجہ سے آدمی ترقی کرتا ہے۔ یہی چیز ہے جو مددگار بنتی ہے۔ فرمایا) ''اور انسان کو کامل بنا دیتی ہے۔ یعنی جو شخص اپنے اخلاق سیّۂ کی تبدیلی چاہتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ سچے دل اور پکے ارادے کے ساتھ توبہ کرے۔ یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ توبہ کے تین شرائط ہیں۔'' (صرف توبہ کرنے سے توبہ نہیں ہو جاتی۔) ''بدُوں ان کی تکمیل کے سچی توبہ جسے توبۃ النصوح کہتے ہیں حاصل نہیں ہوتی''۔ اور وہ شرائط کیا ہیں۔ فرمایا: ''ان ہرسہ شرائط میں سے پہلی شرط جسے عربی زبان میں اِقْلَاع کہتے ہیں۔ یعنی ان خیالات فاسدہ کو دور کر دیا جاوے جو ان خصائل ردّیہ کے محرک ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ تصورات کا بڑا بھاری اثر پڑتا ہے کیونکہ حیطۂ عمل میں آنے سے پیشتر ہر ایک فعل ایک تصوّری صورت رکھتا ہے۔ پس توبہ کے لئے پہلی شرط یہ ہے کہ ان

خیالات فاسدہ وتصورات بد کو چھوڑ دے۔مثلاً اگر ایک شخص کسی عورت سے کوئی ناجائز تعلق رکھتا ہو تو اسے توبہ کرنے کے لئے پہلے ضروری ہے کہ اس کی شکل کو بدصورت قرار دے اور اس کی تمام خصائل رذیلہ کو اپنے دل میں مستحضر کرے کیونکہ جیسا میں نے ابھی کہا ہے تصورات کا اثر بہت زبردست اثر ہے اور میں نے صوفیوں کے تذکروں میں پڑھا ہے کہ انہوں نے تصور کو یہانتک پہنچایا کہ انسان کو بندر یا خنزیر کی صورت میں دیکھا۔غرض یہ ہے کہ جیسا کوئی تصور کرتا ہے ویسا ہی رنگ چڑھ جاتا ہے۔پس جو خیالات بدلذّات کا موجب سمجھے جاتے تھے ان کا قلع قمع کرے۔یہ پہلی شرط ہے۔

دوسری شرط ندم ہے یعنی پشیمانی اور ندامت ظاہر کرنا۔ہر ایک انسان کا کانشنس اپنے اندر یہ قوت رکھتا ہے کہ وہ اس کو ہر برائی پر متنبہ کرتا ہے مگر بدبخت انسان اس کو معطل چھوڑ دیتا ہے۔پس گناہ اور بدی کے ارتکاب پر پشیمانی ظاہر کرے اور یہ خیال کرے کہ یہ لذات عارضی اور چندروزہ ہیں اور پھر یہ بھی سوچے کہ ہر مرتبہ اس لذت اور حظ میں کمی ہوتی جاتی ہے۔یہاں تک کہ بڑھاپے میں آ کر جبکہ قویٰ بیکار اور کمزور ہو جائیں گے آخر ان سب لذات دنیا کو چھوڑنا ہوگا۔پس جبکہ خود زندگی ہی میں یہ سب لذات چھوٹ جانے والی ہیں تو پھر ان کے ارتکاب سے کیا حاصل؟ بڑا ہی خوش قسمت ہے وہ انسان جو توبہ کی طرف رجوع کرے اور جس میں اول اِقْلَاع کا خیال پیدا ہو یعنی خیالات فاسدہ وتصورات بیہودہ کو قلع قمع کرے۔جب یہ نجاست اور ناپاکی نکل جاوے تو پھر نادم ہو اور اپنے کئے پر پشیمان ہو۔

تیسری شرط عزم ہے۔یعنی آئندہ کے لئے مصمّم ارادہ کر لے کہ پھر ان برائیوں کی طرف رجوع نہ کرے گا۔اور جب وہ مداومت کرے گا تو خدا تعالیٰ اسے سچی توبہ کی توفیق عطا کرے گا یہانتک کہ وہ سیّئات اس سے قطعاً زائل ہو کر اخلاق حسنہ اور افعال حمیدہ اس کی جگہ لے لیں گے اور یہ فتح ہے اخلاق پر۔اس پر قوت اور طاقت بخشنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے کیونکہ تمام طاقتوں اور قوتوں کا مالک وہی ہے۔جیسے فرمایا اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا (البقرة:166)۔ساری قوتیں اللہ تعالیٰ ہی کے لئے ہیں اور انسان ضعیف البنیان تو کمزور ہستی ہے۔خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (النساء:29) اس کی حقیقت ہے۔پس خدا تعالیٰ سے قوت پانے کے لئے مندرجہ بالا ہر سہ شرائط کو کامل کر کے انسان کسل اور سستی کو چھوڑ دے اور ہمہ تن مستعد ہو کر خدا تعالیٰ سے دعا مانگے۔اللہ تعالیٰ تبدیلی اخلاق کر دے گا۔‘‘

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 138 تا 140)

پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ارشاد ہے۔ان لوگوں کو بھی ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے جو یہ کہتے

ہیں کہ ہم نے فلاں برائی سے بچنے کے لئے دعا کی لیکن یہ برائی دور نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری دعائیں نہیں سنیں۔ بعض ماں باپ پریشان ہوتے ہیں کہ بچوں میں یا بعض نوجوانوں میں غلط عادتیں پیدا ہو جاتی ہیں اور کہتے ہیں ہم نے کوشش کی۔ یہ دعا بھی کی، سنی نہیں گئی۔ تو یہ چیز غلط ہے۔ اس کو میں آسان رنگ میں دوبارہ سمجھا دیتا ہوں۔ دعا کی قبولیت کے لئے بھی کچھ لوازمات ہیں ان کو پورا کرنا ضروری ہے۔ چار دن دعا کر کے یہ کہہ دیا کہ اللہ تعالیٰ نے دعا نہیں سنی یہ ویسے ہی اپنی نااہلی کو خدا تعالیٰ پر ڈالنے والی بات ہے۔

بہر حال اس وقت میں حضرت مسیح موعودؑ کے اس اقتباس کے حوالے سے جو میں نے پڑھا ہے، یہی بتانا چاہتا ہوں کہ برائی سے کس طرح رکنا چاہئے اور توبہ کا حصول کس طرح ہوتا ہے۔ اور جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ توبہ کرنے اور برائیوں سے بچنے کے لئے کچھ ضروری باتیں ہیں کچھ عمل ہیں کچھ محنت ہے کچھ طریقے ہیں جن پر عمل کرنا ہوگا۔ ان کو کریں گے تو تبھی نتیجہ حاصل ہوگا اور برائیوں سے بچنے کے لئے دعا بھی تبھی قبول ہوگی جب کچھ عملی اقدام بھی اٹھائیں گے۔ عملی قدم کچھ نہ اٹھانا اور صرف سرسری دعا کر کے کہہ دینا کہ خدا تعالیٰ نے دعا قبول نہیں کی اس لئے شاید یہی مرضی ہے کہ میں گناہگار رہوں تو یہ غلط ہے۔ برے اعمال اور اخلاق کو اگر بہتر کرنا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ تین باتیں پہلے خود انسان کرے پھر دعا کرے تو یہ دعا مددگار ہوتی ہے اور برائیاں پھر چھوٹ جاتی ہیں۔ اور سچی توبہ کے لئے جیسا کہ میں نے حوالے میں پڑھا، آپ نے فرمایا کہ پہلی بات یہ ہے کہ گندے اور برے خیالات سے اپنے دماغ کو پہلے صاف کرو۔ کسی بھی برائی کی لذت کا تصور پہلے دماغ میں پیدا ہوتا ہے تب انسان اس برائی کو کرتا ہے۔ اگر دماغ میں برائی کا یا اس کی اچھائی کا یا لذت کا تصور پیدا نہ ہو اور کراہت ہو تو کبھی وہ برائی کرتا ہی نہیں۔ اور پہلے کسی بھی برائی کی لذّت کا تصور پیدا ہوتا ہے، احساس پیدا ہوتا ہے پھر انسان اس برائی کی طرف راغب ہوتا ہے۔ پس پہلا عملی قدم جو انسان کو برائیوں سے بچنے کے لئے اٹھانا ہے وہ یہ ہے کہ اپنے ذہن کو گندے تصورات یا عارضی لذات کے تصور سے پاک کرے۔ اس کی مثال آپ نے یہ دی کہ جس طرح مثلاً کسی عورت سے ناجائز تعلقات ہوتے ہیں۔ دوستیاں قائم ہو جاتی ہیں تو ایسی عورت کا اچھا تصور دماغ میں قائم کرنے کے بجائے بدصورت تصور قائم کرو۔ بجائے یہ دیکھو کہ اس میں خوبصورتی کیا ہے اور کیا کچھ خوبیاں ہیں اس کا بدصورت ترین تصور جو قائم کر سکتے ہو وہ قائم کرو۔ اس کے جو برے خصائل ہیں جو اس کی برائیاں ہیں ان کو سامنے لاؤ اور ایک ایسی شکل تصور میں قائم کرو جو سخت قسم کی مکروہ اور کریہہ شکل ہو تو تبھی اس برائی سے تم دور ہو سکو گے۔ پھر دوسری

شرط یہ بتائی کہ اپنے نیک کانشنس کو بیدار کرو اور سوچو کہ میں کن برائیوں میں مبتلا ہو رہا ہوں۔ اپنے حالات پر پشیمانی اور شرمندگی کا احساس دل میں پیدا کرو۔ اگر یہ حالت ہو گی تو پھر ہی برائی سے بچ سکو گے۔ پھر فرمایا تیسری بات یہ ہے کہ ایک پکا اور مصمم ارادہ ہو کہ میں نے اب اس برائی کے قریب بھی نہیں جانا۔ اور جب اس ارادے پر قائم رہنے کی ہر وقت کوشش کر رہے ہو گے تو پھر خدا تعالیٰ سچی توبہ کی توفیق دیتا ہے اور برائیوں سے بچنے کے لئے کی گئی دعاؤں کو بھی پھر سنتا ہے۔ دعاؤں کے قبول ہونے سے پہلے یہ عمل کرنے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ صبح سے شام تک اور رات سے صبح تک غلط کاموں اور برائیوں میں ملوث رہے اور ایک وقت یا کسی وقت اللہ تعالیٰ سے دعا کر لی کہ مجھے اس برائی سے بچا لے۔ یہ عمل ظاہر کر رہا ہے کہ دعا سنجیدگی سے نہیں کی گئی۔ وہ نیک فطرت جو کانشنس ہے جو اندر چھپا ہوا ہے اس نے کسی وقت یہ کچوکا لگا دیا کہ تمہاری یہ کیا حالت ہے کہ برائیوں میں ڈوبے ہوئے ہو۔ اس عارضی احساس سے دعا کی طرف وقتی توجہ پیدا ہو جائے اور پھر جب برائی کو سامنے دیکھے تو اس کی چاہت اس عارضی احساس کو ختم کر دے، ندامت پر حاوی ہو جائے۔ ایسی حالت تو نہ برائیوں سے مستقل بچاتی ہے نہ دعا کا حق ادا کرنے والی بناتی ہے بلکہ یہ تو دعا کے ساتھ بھی مذاق ہے اور خدا تعالیٰ کو پابند کرنے کی کوشش ہے۔ خدا تعالیٰ کسی بندے کا پابند نہیں ہے۔ پس ایسے لوگوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی بخشش سے حقیقی فیض اگر اٹھانا ہے، اس کے انعاموں کا وارث بننا ہے، اپنی دعاؤں کی قبولیت کو دیکھنا ہے تو پھر اپنی حالتوں کی طرف توجہ کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر ایسا مہربان ہے کہ ہر وقت اس کی رحمت کی چادر اپنے بندوں کو اپنی لپیٹ میں لینے کے لئے تیار ہے۔ کیا یہ بات ہم سے اس بات کا تقاضا نہیں کرتی کہ ہم خود بھی اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے حکموں پر چل کر اس کی بخشش اور رحمت کو حاصل کرنے والے بنیں۔ ہم اس رحمت کو حاصل کرنے والے بنیں جو حقیقی مومنوں کو حاصل ہوتی ہے، جو اس کے پیاروں کو حاصل ہوتی ہے۔ ان باتوں سے بچیں جو باوجود اس کی وسیع رحمت کے سزا کا مورد بنا دیتی ہے۔ ہماری توبہ سچی توبہ ہو اور ہم ہمیشہ اس کے آگے جھکے رہنے والے ہوں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

''اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آ جاتا ہے اسی طرح خدا تعالیٰ کے ذکر سے غفلت کرنے والا شیطان کا شکار ہو جاتا ہے۔ توبہ کو ہمیشہ زندہ رکھو اور کبھی مردہ نہ ہونے دو۔ کیونکہ جس عضو سے

کام لیا جاتا ہے وہی کام دے سکتا ہے اور جس کو بیکار چھوڑ دیا جاوے پھر وہ ہمیشہ کے واسطے ناکارہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح توبہ کو بھی متحرک رکھو تا کہ وہ بیکار نہ ہو جاوے۔ اگر تم نے سچی توبہ نہیں کی تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو پتھر پر بویا جاتا ہے اور اگر وہ سچی توبہ ہے تو وہ اس بیج کی طرح ہے جو عمدہ زمین میں بویا گیا ہے اور اپنے وقت پر پھل لاتا ہے۔ آج کل اس توبہ میں بڑی بڑی مشکلات ہیں''۔ کیونکہ دنیا کی لالچیں دنیا کی لذّات سامنے ہوتی ہیں۔

فرمایا: ''ہمارے غالب آنے کے ہتھیار استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت، خدا تعالیٰ کی عظمت کو مدنظر رکھنا اور پانچوں وقت کی نمازوں کو ادا کرنا ہیں۔ نماز دعا کی قبولیت کی کنجی ہے۔ جب نماز پڑھو تو اس میں دعا کرو اور غفلت نہ کرو اور ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو''۔

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 303)

اللہ کرے کہ ہم اس سچی توبہ کرنے والوں میں شامل ہوں اور ہمیشہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث بنتے چلے جائیں۔ رمضان سے وابستہ تمام برکات جو ہیں اللہ تعالیٰ ہمیں ان کو حاصل کرنے والا بنائے۔

اس وقت میں نماز جمعہ کے بعد تین جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا۔ پہلا جنازہ جو ہے وہ نوابشاہ کے رہنے والے ہمارے مکرم محمد امتیاز احمد صاحب ابن مشتاق احمد صاحب طاہر ہیں جن کو 14؍ جولائی کو شہید کر دیا گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کی عمر تقریباً 39 سال تھی۔ کہتے ہیں کہ شام کو ساڑھے چار بجے کچھ نامعلوم موٹر سائیکل سوار ان کی دوکان پر آئے اور ان کو گولی مار کر شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ تفصیلات کے مطابق محمد امتیاز احمد صاحب نوابشاہ شہر کے ٹرنک بازار میں واقع اپنی دوکان کے باہر کھڑے تھے کہ موٹر سائیکل پر دو نامعلوم سوار آئے اور ان پر فائرنگ کر کے فرار ہو گئے۔ فائرنگ کے نتیجے میں انہیں تین گولیاں لگیں۔ دو گولیاں ان کے سر پر دائیں طرف لگیں اور بائیں طرف کان کے نیچے سے آر پار ہو گئیں جبکہ تیسری گولی ان کے ہاتھ پر لگی۔ بہر حال موقع پر شہادت ہو گئی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

نوابشاہ میں مذہبی منافرت کی وجہ سے اب تک یہ نویں شہادت ہے اور گزشتہ ایک دو سال میں یہاں زیادہ شہادتیں ہوئی ہیں۔ اس واقعہ سے دو تین دن پہلے شہید مرحوم کو ایک قریبی دکاندار نے بتایا بھی تھا کہ بعض مخالفین آپ کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں۔ احتیاط جتنی مرضی کرو باہر تو بہر حال نکلنا ہی ہوتا

ہے اور دشمنوں کو موقع مل جاتا ہے۔ شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ 1935ء میں ان کے دادا مکرم سیٹھ محمد دین صاحب آف امرتسر کے ذریعہ سے ہوا تھا جنہوں نے نعمت اللہ خان صاحب وزیرآباد کے ذریعہ سے بیعت کی تھی۔ 1947ء میں یہ امرتسر انڈیا سے نوابشاہ پاکستان میں شفٹ ہو گئے۔ 1975ء میں شہید پیدا ہوئے تھے۔ پھر F.Sc کی تعلیم حاصل کی۔ اس کے بعد اپنے والد کے کاروبار میں مصروف ہو گئے۔ جماعتی خدمات کافی کرتے تھے۔ شہادت کے وقت یہ بطور صدر جماعت حلقہ محمود ہال تھے۔ شہر کے سیکرٹری تحریک جدید، سیکرٹری اصلاح وارشاد شہر اور ذیلی تنظیم میں نوابشاہ شہر کے قائد خدام الاحمدیہ تھے۔ ناظم اصلاح وارشاد علاقہ اور ضلع تھے۔ ناظم تحریک جدید ضلع تھے۔ ماضی میں یہ سیکرٹری وقف جدید، سیکرٹری ضیافت بھی رہ چکے ہیں، سیکرٹری دعوت الی اللہ بھی رہ چکے ہیں۔ جماعتی خدمات کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے۔ جو بھی کام سپرد کیا جاتا بڑی خوش اسلوبی سے اس کو سرانجام دیتے۔ کبھی انکار نہیں کیا۔ بہت مہمان نواز تھے۔ مرکزی مہمانوں کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ سادہ طبیعت کے مالک۔ خلافت سے انتہائی محبت اور اطاعت کا تعلق تھا۔ اطاعت کا غیر معمولی جذبہ رکھتے تھے۔ پنجوقتہ نمازی اور تہجد گزار تھے۔ بڑا دھیما مزاج تھا۔ ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتے۔ ان میں ہمیشہ معاف کرنے کی صفت تھی۔ گزشتہ سال قادیان کے جلسہ میں بھی شامل ہوئے تھے۔ شہادت کے روز رمضان المبارک کے سلسلے میں ذاتی طور پر مستحقین کے لئے راشن کے پیکٹ خود تیار کر کے دوپہر تک تقریباً سات گھروں میں تقسیم کر کے آئے تھے اور جب واپس پہنچے ہیں تو وہاں ان نامعلوم حملہ آوروں نے، بدبختوں نے حملہ کیا اور آپ کو شہید کر دیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور سیٹھ محمد یوسف صاحب شہید جو سابق امیر ضلع نوابشاہ تھے ان کے بھتیجے تھے۔ ان کے والد مشتاق احمد صاحب بھی زندہ حیات ہیں۔ لواحقین میں ان کی اہلیہ نبیلہ امتیاز صاحبہ ہیں تین بیٹے جاذب عمر دس سال، عبدالباسط عمر نو سال، محمد عبداللہ عمر سات ماہ۔

دوسرا جنازہ مکرم نصیر احمد انجم صاحب واقف زندگی کا ہے جو جامعہ احمدیہ ربوہ میں استاد تھے۔ 1981ء میں انہوں نے میٹرک کا امتحان دیا۔ اس کے بعد زندگی وقف کی اور جامعہ میں پڑھائی کے لئے تشریف لے آئے۔ جامعہ میں آپ نے بی اے کیا۔ جامعہ سے فارغ ہوئے تو پھر ایم اے عربی کیا۔ رشین زبان میں بھی ان کو جماعت کی طرف سے کورس کروایا گیا۔ 1988ء میں جامعہ سے شاہد کی ڈگری لینے کے بعد میدان عمل میں آئے اور مختلف جماعتوں میں رہے۔ 1990ء میں موازنہ مذاہب کے تخصص کے لئے ربوہ بلایا گیا اور تخصص کے دوران ہی آپ نے جامعہ احمدیہ میں بطور استاد پڑھانا شروع کیا اور

باقاعدہ طور پر 18؍جولائی 1999ء کو آپ مستقل طور پر استاد موازنہ مذاہب مقرر ہوئے اور تادمِ آخر اسی ذمہ داری کو بااحسن نبھاتے رہے۔ جامعہ سے پاس ہونے کے بعد خدمت کا عرصہ تقریباً چھبیس سال ہے اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جوان مربیان میں تھے، علماء میں تھے، موازنہ مذاہب میں آپ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک اتھارٹی تھے۔ بڑا علم تھا۔ بڑا گہرا علم تھا۔ جامعہ میں تدریس کے علاوہ آپ کو مختلف شعبہ جات میں خدمت کی توفیق ملی۔ قضا کے ان ابتدائی نمائندگان میں سے تھے جنہیں حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے مقرر فرمایا تھا اور آخر تک یہ رہے۔ مجلس افتاء اور ریسرچ سیل کے ممبر بھی تھے۔ خدام الاحمدیہ میں مختلف عہدوں پہ آپ نے خدمات انجام دیں۔ پھر ان کی ایک خوبی گھر والے بتاتے ہیں یہ تھی کہ نظام جماعت کے خلاف کوئی بات برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ اگر اپنے بچوں میں سے بھی کوئی کسی عہدیدار کے خلاف بات کرتا تو اس کو سمجھاتے اور اگر کوئی شخص کسی جماعتی فیصلے یا شخصیت کے خلاف بات کرنے کی کوشش کرتا تو اس کو بھی بڑی حکمت سے سمجھا دیتے۔ جلسہ سالانہ یوکے میں بھی ان کو شمولیت کی سعادت ملی اور غالباً جلسہ سالانہ 2010ء میں انہوں نے یہاں تقریر بھی کی تھی۔ اور اس دفعہ بھی انہوں نے مجھے لکھا تھا کہ میں نے اپلائی کیا ہوا ہے۔ اللہ کرے ویزہ مل جائے پھر ریجیکٹ ہو گیا پھر دوبارہ اپلائی کیا۔ خلافت کے ساتھ ان کو غیر معمولی تعلق اور پیار تھا اور حقیقی سلطان نصیر میں شامل تھے۔ تبلیغ کا بڑا شوق تھا۔ ہر جگہ مجلس میں جاتے تھے اور ان کو تبلیغی میدان میں بھی بڑا عبور تھا۔ لوگوں کو پڑھے لکھوں کو بھی بڑے دلائل سے قائل کر لیا کرتے تھے۔ ان کی بیٹی خدیجہ ماہم نے لکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے والہانہ عشق تھا اور کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پڑھنے پر بہت زور دیتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کی لغت لکھ رہے تھے اور یہ فکر مند رہتے تھے کہ یہ قیمتی خزانہ لوگوں تک پہنچ جائے۔ مشکل الفاظ کی ڈکشنری لکھ رہے تھے تا کہ لوگ حضور علیہ السلام کی کتب سے مستفیض ہو سکیں۔ اس کام کا آپ نے ابھی آغاز ہی کیا تھا۔ مبشر ایاز صاحب نے بھی لکھا کہ اچھے مقرر تھے۔ راہ ہدیٰ میں بھی اور ایم ٹی اے کے متعدد پروگراموں میں شامل ہوتے اور بڑے مدلّل جواب دیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے مغفرت کا سلوک فرمائے، ان کے درجات بلند کرے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ایسے عالم باعمل جماعت کو اللہ تعالیٰ اور بھی عطا فرمائے۔

تیسرا جنازہ مکرم صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کا ہے جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے اور حضرت امّ ناصر کے بیٹے تھے۔ ان کی وفات گزشتہ سوموار کو ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّاۤ اِلَیۡہِ رٰجِعُوۡنَ۔

آپ نے 1944ء میں میٹرک پاس کیا۔ پھر حضرت مصلح موعود کی خواہش پر ایگریکلچر کالج میں داخل ہو گئے۔ پھر دارالضیافت کی ابتدائی کچی عمارت جو مسجد مبارک کے سامنے تھی اس کا انتظام حضرت مصلح موعود نے ان کے سپرد کیا۔ موجودہ دارالضیافت کی ابتدائی تعمیر بھی آپ کے دور میں ہوئی۔ 82ء، 83ء تک افسر لنگر خانہ کی حیثیت سے خدمات بجالاتے رہے۔ پھر بطور نائب ناظر امور عامہ خدمت کی توفیق ملی۔ پھر حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے اپنی زمینوں کی نگرانی بھی ان کے سپرد کی۔ ان کی شادی صاحبزادی صبیحہ بیگم صاحبہ بنت مکرم مرزا رشید احمد صاحب ابن حضرت مرزا سلطان احمد صاحب کے ساتھ ہوئی۔ ان کی تین بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔ اپنے پوتوں کی شادی میں حضرت امّاں جان نے جو شرکت فرمائی ان میں سے ان کی شادی آخری تھی جس میں حضرت امّاں جان شامل ہوئیں تھیں۔ ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ تین دہائیوں سے مجھے ان کی خدمت کا موقع ملا۔ بہت شریف مہمان نواز اور پیار کرنے والے وجود تھے۔ مہمان نوازی تو آپ کا بڑا اچھا بڑا نمایاں وصف تھا اور ایک یہ بھی نمایاں خوبی تھی کہ حسِ مزاح بہت تھا اور اپنی مجلس میں لوگوں سے مذاق کیا کرتے تھے اور کبھی پریشان مجلس میں بھی اپنے مزاح کی وجہ سے جان پیدا کر دیا کرتے تھے۔ ڈاکٹر نوری صاحب لکھتے ہیں کہ غریب اور نادار مریضوں کی امداد کے لئے طاہر ہارٹ میں اکثر آتے تھے اور مجھے رقم دے کے جایا کرتے تھے۔ ہماری والدہ کے بھائی تھے۔ ان کا خاص تعلق تھا۔ ویسے تو ہر بھائی کا ہوتا ہے لیکن ان کا خاص تھا۔ ہمارے گھر میں بہت زیادہ آنا جانا تھا اور اس تعلق کو قائم رکھا اور پھر خلافت کے بعد مجھ سے بھی انہوں نے بڑا تعلق رکھا۔ اکثر یہاں فون کر کے بھی اس تعلق کا اظہار کیا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ ان سے بھی مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور درجات بلند فرمائے۔ ان کی اولاد کو بھی خلافت سے وفا کا تعلق قائم رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ان کی اہلیہ بھی کافی بیمار ہیں اللہ تعالیٰ ان پر بھی رحم اور فضل فرمائے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا نماز جمعہ کے بعد یہ جنازے میں ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 08 اگست 2014ء تا 14 اگست 2014ء جلد 21 شمارہ 32 صفحہ 05 تا 08)

30

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 25 رجولائی 2014ء بمطابق 25 وفا 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

رمضان کا آخری عشرہ بھی بڑی تیزی سے گزر رہا ہے۔ اس عشرے میں دو چیزوں کی طرف مسلمان زیادہ توجہ رکھتے ہیں یا انہیں بہت اہمیت دیتے ہیں ان میں سے ایک تو لیلۃ القدر ہے اور دوسری چیز جمعۃ الوداع۔ ان میں سے ایک یعنی لیلۃ القدر تو ایک حقیقی اہمیت رکھنے والی چیز ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ثابت ہے۔ احادیث میں اس کا مختلف روایتوں میں ذکر ہے۔ اسی طرح قرآن شریف میں بھی اس کا ذکر موجود ہے لیکن جمعۃ الوداع کو تو خود ہی مسلمانوں نے یا علماء کی اپنی خود ساختہ تشریح نے غلط رنگ دے دیا ہے۔ آج میں ان ہی دو باتوں کی طرف توجہ دلاؤں گا یا ان کی اہمیت اور حقیقت کے بارے میں مختصر ذکر کروں گا۔ آج بھی میں نے کچھ استفادہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خطبات سے کیا ہے۔

لیلۃ القدر کے بارے میں مختلف راویوں نے مختلف تاریخیں بتائی ہیں۔ کسی نے اکیس رمضان بتائی۔ کسی نے تئیس سے انتیس تک تاریخیں بتائیں بعض اسی بات پر پکے ہیں کہ ستائیس یا انتیس لیلۃ القدر ہے۔ لیکن بہر حال عموماً اس بارے میں یہی روایت ہے کہ لیلۃ القدر کو رمضان کے آخری عشرے میں تلاش کرو۔ آخری دس دنوں میں، دس راتوں میں تلاش کرو۔

بہر حال لیلۃ القدر ایک ایسی رات ہے جس کی ایک حقیقت ہے اور یہ بھی حقیقت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اس خاص رات کی معین تاریخ کا بھی علم دیا گیا جس میں ایک حقیقی مومن کو قبولیت دعا کا

خاص نظارہ دکھایا جاتا ہے اور دعائیں بالعموم سنی جاتی ہیں۔ لیکن روایات سے ہمیں پتا چلتا ہے کہ دو مسلمانوں کی ایک غلطی کی وجہ سے یہ معین تاریخ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھول گئی۔ اس ساعت کا علم ہونا، اس گھڑی کا علم ہونا کوئی معمولی چیز نہیں اور اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں قدرتی طور پر ایک خواہش پیدا ہوئی کہ اس کا جو علم خدا تعالیٰ نے مجھے دیا ہے تو میں مومنین کی جماعت کو بھی بتاؤں۔

حدیث میں آتا ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ علم دیا گیا تو آپ خوشی خوشی گھر سے باہر آئے تا کہ لوگوں کو بھی اس کی اطلاع دیں اور وہ بھی اس سے فائدہ اٹھا سکیں مگر جب باہر تشریف لائے تو دیکھا دو مسلمان لڑ رہے ہیں۔ آپ ان کی لڑائی اور اختلاف مٹانے میں مصروف ہوئے تو اس کی تاریخ کی طرف سے آپ کی توجہ ہٹ گئی۔ لگتا ہے کافی وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ان دونوں اشخاص کی صلح کرانے میں لگا یا معاملے کو سلجھانے میں لگا۔

بہر حال جب آپ دوبارہ اس طرف متوجہ ہوئے کہ میں تو لیلۃ القدر کی تاریخ بتانے آیا تھا تو آپ اس وقت تک وہ معین تاریخ بھول چکے تھے بلکہ حدیث میں ’بھلا دیا گیا‘ کے الفاظ بھی ہیں۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لکھا ہے کہ حدیث کے الفاظ سے معلوم ہوتا ہے کہ بھولے ہی نہیں تھے بلکہ الٰہی تصرف سے اس گھڑی کی یاد اٹھالی گئی تھی۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس جھگڑے کی وجہ سے یا اختلاف کی وجہ سے اس گھڑی کا علم اٹھالیا گیا ہے اس لئے اب معین تو نہیں لیکن اسے رمضان کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔

اس سے ایک بڑا اہم نکتہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بیان فرمایا ہے کہ وہ گھڑی جس کی مناسبت کی وجہ سے اسے لیلۃ القدر کہا گیا ہے وہ قومی اتحاد و اتفاق سے تعلق رکھتی ہے۔ پس یہ بڑا اہم نکتہ ہے۔ ہم حدیث سنتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں کہ اگر وہ دونوں مسلمان نہ لڑتے تو یہ معین تاریخیں ہمیں پتا چل جاتیں۔ لیکن اس اہم بات کی طرف بہت کم توجہ ہوتی ہے کہ وہ گھڑی جس کی مناسبت سے اسے لیلۃ القدر کہا جاتا ہے وہ قومی اتفاق و اتحاد سے تعلق رکھتی ہے اور جس قوم میں سے اتحاد و اتفاق مٹ جائے اس سے لیلۃ القدر بھی اٹھالی جاتی ہے۔

آج بڑے افسوس سے ہمیں یہ بھی کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے مسلمان ممالک کی بدقسمتی ہے کہ ان میں اتفاق و اتحاد نہیں رہا۔ رعایا رعایا سے لڑ رہی ہے۔ رعایا حکومت سے بھی لڑ رہی ہے اور حکومت رعایا پر ظلم کر رہی ہے۔ گویا نہ صرف اتفاق و اتحاد نہیں رہا بلکہ ظلم بھی ہو رہا ہے۔ اور پھر ظلم پر زور بھی دیا جا رہا ہے۔

پس اس اتفاق و اتحاد کی کمی کا نتیجہ ہے کہ غیروں کو بھی جرأت ہے کہ مسلمانوں کے خلاف جو چاہیں کریں۔ اور یہی وجہ ہے کہ اسرائیل بھی ظالمانہ طور پر اس وقت معصوم فلسطینیوں کو قتل کرتا چلا جا رہا ہے۔ اگر مسلمانوں میں اتفاق و اتحاد ہوتا اور وہ خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے راستے پر چلنے والے ہوتے تو مسلمان ممالک کی اتنی بڑی طاقت ہے کہ پھر اس طرح ظلم نہ ہوتے۔ جنگ کے بھی کوئی اصول وضوابط ہوتے ہیں۔ اسرائیل کے مقابل پر فلسطینیوں کی کوئی طاقت نہیں۔ اگر یہ کہا جاتا ہے کہ حماس والے بھی ظلم کر رہے ہیں تو مسلمان ملکوں کو ان کو بھی روکنا چاہئے۔ لیکن ان دونوں کے ظلموں کی نسبت ایسی ہی ہے جیسے ایک شخص اپنے ڈنڈے سے ظلم کر رہا ہے اور دوسری طرف ایک فوج توپیں چلا کر ظلم کر رہی ہے۔ مسلمان ممالک سمجھتے ہیں (گزشتہ دنوں ترکی میں سوگ منایا گیا) کہ سوگ منا کر انہوں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اسی طرح مغربی طاقتیں بھی اپنا کردار ادا نہیں کر رہیں۔ چاہئے تو یہ تھا کہ دونوں طرفوں کو سختی سے روکا جاتا۔ بہر حال ہم تو دعا ہی کر سکتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مظلوموں اور معصوموں کو ان ظلموں سے بچائے اور امن قائم ہو۔ اسی طرح مسلمان ممالک کے اپنے اندر بھی جو ایک دوسرے کے اوپر ظلم کئے جا رہے ہیں اور فساد بڑھ رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں بھی عقل دے۔ اور کلمہ گو دوسرے کلمہ گو کے خون سے جو ہاتھ رنگ رہے ہیں اس سے یہ لوگ بچیں۔ آپس میں بھی اتفاق و اتحاد قائم ہو۔ اس کے بغیر نہ ان کی عبادتوں کے حق ادا ہو سکتے ہیں نہ یہ حسرت پوری ہو سکتی ہے کہ ہمیں لیلۃ القدر ملے۔ کیونکہ جب قوم میں اتفاق و اتحاد مٹ جائے، ختم ہو جائے تو لیلۃ القدر بھی اٹھالی جاتی ہے۔ پھر صرف راتیں اور ظلمتیں ہی، اندھیرے ہی مقدر بنتے ہیں۔ ترقی رک جاتی ہے۔

لیلۃ القدر کے معنی ہیں کہ وہ رات جس میں انسان کی قسمت کا اندازہ کیا جاتا ہے اور یہ فیصلہ کیا جاتا ہے کہ آئندہ سال میں اس سے کیا معاملہ ہوگا۔ وہ کہاں تک بڑھے گا اور ترقی کرے گا۔ کیا کیا فوائد حاصل ہوں گے اور کیا نقصان اٹھانے پڑیں گے۔ انسانی ترقی کے تمام فیصلے لَیل یعنی ظلمت میں ہی ہوتے ہیں۔ اس ترقی کی مثال جسمانی ترقی سے جوڑتے ہوئے حضرت مصلح موعودؓ نے ایک جگہ اس طرح بیان فرمائی کہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کی جسمانی ترقی بھی متواتر ظلمتوں میں ہوتی ہے۔ ماں کا پیٹ بھی کئی ظلمتوں کا مجموعہ ہے اور وہیں انسان کی جسمانی ترقی کا فیصلہ ہوتا ہے۔ اگر ان دنوں میں پرورش اچھی طرح نہ ہو تو بچہ کمزور ہو جاتا ہے۔ یہ تو ثابت شدہ ہے کہ ماں کے ظاہری ماحول کا بچے پر اثر ہوتا ہے۔ اسی طرح ماں کی خوراک وغیرہ کا بچے پر اثر ہوتا ہے۔ بچے کی اخلاقی حالت بھی اچھی نہیں ہوگی

اگر ماحول اچھا نہیں۔ یہاں تک کہ خوفزدہ ماؤں کے بچے دنیا میں کوئی بڑا کام نہیں کر سکتے بلکہ بعض دفعہ بیرونی خوف کی وجہ سے دماغی طور پر بچے کمزور پیدا ہوتے ہیں۔ دورانِ حمل اچھی خوراک اور اچھے ماحول کا بچے کی صحت پر اچھا اثر پڑ رہا ہوتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں دورانِ حمل عورت کا روزہ رکھنا جو ہے وہ ناپسند کیا گیا ہے، اس سے منع کیا گیا ہے کیونکہ اس سے بچے کی پرورش میں کمزوری واقع ہو جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ شریعت نے ایسے مواقع پر طلاق کو بھی ناپسند کیا ہے کیونکہ اس سے جو صدمہ ہوتا ہے اس سے بھی بچے کی پرورش میں کمزوری ہو جاتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ ایسی حالت میں اسلام نے نکاح کو بھی ناجائز قرار دیا ہے کیونکہ اس سے جذبات کے ہیجان کی وجہ سے بچے کی پرورش پر برا اثر پڑتا ہے۔

پھر اسلام نے میاں بیوی کو شیطانی خیالات سے بچنے کی دعا بھی سکھائی ہے تا کہ ایسے خیالات پیدا نہ ہوں جو آئندہ آنے والی اولاد میں بھی پیدا ہو جائیں۔ یہ دعا دونوں کریں کہ ہماری رگوں میں خون کے ساتھ جو شیطان دوڑ رہا ہے۔ (حدیث میں آتا ہے ناں کہ ہر انسان کی رگوں میں خون کے ساتھ شیطان دوڑ رہا ہے) اسے ہم سے علیحدہ کر دے تا کہ اولاد شیطان سے پاک ہو۔

پس شریعت نے بچے کی پرورش کے لئے ان دنوں میں خصوصاً احتیاط سکھائی ہے جبکہ وہ ظلمات میں ہوتا ہے، اندھیروں میں ہوتا ہے اور یہ احتیاط کا سلسلہ اس وقت تک جاری رکھا جب تک کہ ظلمات کا سلسلہ جاری رہتا ہے۔ اسی طرح بچے کے ماں کے دودھ کے پینے کے دن بھی اس سلسلے کی لمبائی ہیں (وہاں تک پھیلا ہوا ہے) کیونکہ ان دنوں میں ابھی بچہ اپنی زندگی کے لئے دنیا کی طرف متوجہ نہیں ہوتا بلکہ ماں کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ ان دنوں میں بھی ماں کو روزے رکھنے کی ممانعت ہے تا کہ بچے کی پرورش اور اس کی صحت پر برا اثر نہ پڑے۔ پس جس طرح جسمانی ترقیات ظلمت میں ہوتی ہیں اسی طرح روحانی ترقیات بھی رات میں ہی ہوتی ہیں۔ ہر قوم کی روحانی ترقی اتنی ہی ہوتی ہے جتنی اس قوم کی ابتدائی قربانی ہو اور اس کی ترقیات کی عمر کا معیار اس کی لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ اسی لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ کوئی شخص جتنا خدا کا پیارا ہو اتنے ہی اسے ابتلا پیش آتے ہیں۔ پس ہمیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہم بھی بعض جگہ ابتلا میں سے گزر رہے ہیں۔ یہ لیلۃ القدر ہی ہے۔ اس ابتلا کی وجہ سے حقیقی لیلۃ القدر کی تلاش بھی اسی شدت سے ہوتی ہے۔ دعاؤں کی طرف توجہ بھی اسی وقت پیدا ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف خاص طور پر انسان اسی وقت جھکتا ہے جب تکلیف میں بھی ہو۔ جو تربیت اور پرورش کے دور کو پھر کامیابی سے گزارتی ہے۔ لیکن اگر اس میں ہم اپنے اتفاق واتحاد کے معیاروں کو ضائع کرتے گئے تو لیلۃ القدر کا صحیح فائدہ نہیں

اٹھا سکیں گے۔ اگر اپنی قربانیوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا سمجھتے ہوئے کرتے چلے جائیں گے تو کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے چلے جائیں گے۔ اور کامیابیوں سے ہمکنار ہوتے ہوئے ایک نئی زندگی پانے والے ہوں گے ایک نئے رنگ میں ابھریں گے۔ آپس کے اتفاق و اتحاد کو خدا تعالیٰ کی رضا کے لئے قائم رکھیں گے تو ترقی کی نئی منزلیں انشاء اللہ تعالیٰ دیکھیں گے۔

پس یہ بہت اہم نکتہ ہے جسے ہم میں سے ہر ایک کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے کہ جب اس لیلۃ القدر میں سے کامیاب گزریں گے تو ترقی کرنے اور اس میں بڑھتے چلے جانے کے فیصلے بھی غیر معمولی ہوں گے۔ فیصلے تو اللہ تعالیٰ نے کرنے ہیں، دعائیں تو اللہ تعالیٰ نے سننی ہیں، لیلۃ القدر تو اللہ تعالیٰ نے دکھانی ہے۔ پس ان باتوں کی پابندی بھی ضروری ہے جو لیلۃ القدر کے حاصل کرنے کا باعث بنتی ہیں۔ پھر مطلع الفجر بھی غیر معمولی ہوتا ہے اور پھر جو دن طلوع ہوگا یہ غیر معمولی کامیابیوں کے ساتھ نظر آئے گا۔ پس لیلۃ القدر سے فیضیاب ہونے کے لئے ہمیں ان باتوں کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے۔

لیلۃ القدر اس قربانی کی ساعت کا نام ہے جو خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو اور جو خدا تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جائے اس سے بڑھ کر اور کوئی نفع کا سودا نہیں ہے۔ پس مقبول قربانیوں کی کوشش کرنی چاہئے۔ اسلامی جنگوں میں مثلاً جنگ بدر میں کفار بھی مارے گئے اور مسلمان بھی لیکن کفّار کا مارے جانا لیلۃ القدر نہیں تھا ان کی قربانیاں لیلۃ القدر نہیں تھیں لیکن مسلمانوں کا شہید ہونا لیلۃ القدر تھا کیونکہ خدا تعالیٰ نے ان قربانیوں کو مقبول قرار دیا۔ یہ اصول یاد رکھنا چاہئے کہ جس تکلیف کی خدا تعالیٰ کوئی قیمت مقرر نہیں کرتا وہ لیلۃ القدر نہیں ہے وہ سزا ہے عذاب ہے۔ مگر وہ تکلیف جس کے لئے خدا قیمت مقرر کرتا ہے وہ لیلۃ القدر ہے یعنی ظلمت بلا اور دکھ جس کا بدلہ دینے کا اللہ تعالیٰ نے فیصلہ کیا ہے وہ لیلۃ القدر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کے لئے ایسی ساعتیں مقرر کی ہیں جن میں وہ جو قربانیاں کرے وہ ہمیشہ اللہ تعالیٰ کی نظر میں مقبول ہوتی ہیں۔

یقیناً جماعت احمدیہ اس کے نظارے دیکھتی ہے اور دیکھ رہی ہے۔ بعض ملکوں میں احمدیوں کے خلاف شدید حالات ہیں۔ یہ شدید حالات جہاں ان کے لئے طلوع فجر کی خوشخبری دے رہے ہیں وہاں اس لیلۃ القدر کے نتیجہ میں دنیا کے ملک ملک اور شہر شہر میں احمدیت کے بچوں کی پیدائش ہوتی چلی جا رہی ہے۔ نئی نئی جماعتیں قائم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ پس اس سے مزید فیضیاب ہونے کے لئے، لیلۃ القدر کی مزید برکات سمیٹنے کے لئے ہم میں سے ہر ایک کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہمارا آپس کا اتفاق و اتحاد پہلے سے

بڑھ کر ہوگا اور اگر اس میں کہیں رخنے پیدا ہو رہے ہیں، دراڑیں پیدا ہو رہی ہیں تو ہم فوری طور پر انہیں بھریں گے۔ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ کی مثال بن کر لیلۃ القدر کا حقیقی فیض پائیں گے۔

پس اس رمضان میں ہمیں یہ بھی کوشش کرنی چاہئے کہ آپس کی انفرادی رنجشیں بھی ختم کریں تا کہ انفرادی طور پر لیلۃ القدر سے فیض پا سکیں اور لیلۃ القدر کے جو پھل، جو کامیابیاں، جو ترقیاں، جو انعامات جماعتی طور پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہیں ان سے بھی ہم حصہ لے سکیں۔ ہمیں یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ جوں جوں اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی بارش بڑھ رہی ہے اسی تیزی سے دشمن بھی ہمارے لئے روکیں اور مشکلات کھڑی کرے گا اور کر رہا ہے۔ ابتلا میں ڈالنے کی کوشش کرے گا اور کر رہا ہے اور یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ صرف چند ملکوں میں یہ محدود ہے۔ حسد کی آگ ترقی کو روکنے کے لئے اپنی پوری کوشش کرتی ہے اور ہر جگہ یہ کرے گی لیکن لیلۃ القدر کے آنے کی خوشخبری ہمیں ان کے بداثرات سے بچنے اور جماعتی ترقی کے لئے کی گئی دعاؤں کی قبولیت کا بھی پتا دے رہی ہے۔

پس جب تک ہم اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرتے چلے جائیں گے لیلۃ القدر سے بھی فیض پاتے رہیں گے۔ مومنین کا مقصد اور کوشش اور خواہش یہ ہوتی ہے کہ جماعت کی ترقی کو اس اعلیٰ معراج پر دیکھیں جس کے وعدے خدا تعالیٰ نے کئے ہوئے ہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب ہو کر ہمیں اس طریق سے ان ترقیات کا حصہ بننے کی کوشش کرنی چاہئے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں بتایا ہے اور وہ طریق ان دو باتوں میں آ جاتا ہے جو آپ نے اپنی بعثت کے مقصد کے بارے میں ہمیں بتائی ہیں۔ یعنی ایک یہ کہ بندے کو خدا سے ملا دیا جائے اور دوسرے یہ کہ انسان کو دوسرے انسان کے حقوق کی ادائیگی کرنے والا بنایا جائے۔ پس یہ دو کام ہیں جو ہمارے ذمہ ہیں کہ اپنی عبادتوں کے معیاروں کو بھی اونچا کریں اور اپنے اختلافات اور جھگڑوں کو مٹا کر ایک دوسرے کے حق ادا کرنے کی طرف بھی توجہ کریں۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ حق ادا ہو رہے ہوں اور پھر رنجشیں بھی قائم ہوں، اختلافات بھی قائم ہوں۔

پس اس اصول پر اگر ہم چلتے رہے تو لیلۃ القدر کی حقیقت کو سمجھنے والے بھی ہوں گے اور اس کو پانے والے بھی ہوں گے۔ لیلۃ القدر کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ اس طرح بھی تعریف فرمائی ہے۔ فرمایا کہ "لیلۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقتِ اَصفٰی ہے"۔

(الحکم جلد 5 نمبر 32۔ مورخہ 31 اگست 1901ء۔ تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد چہارم (زیر سورۃ القدر) صفحہ 673 مطبوعہ ربوہ)

پس اپنی زندگیوں کو پاک کرنے کے لئے ایسی لیلۃ القدر بھی ہمیں تلاش کرنے کی کوشش کرنی چاہئے اور وہی حقیقی لیلۃ القدر ہوگی جب ہم اپنی زندگیوں کو پاک کرنے والے ہوں گے۔

دوسری بات جیسا کہ میں نے کہا جمعۃ الوداع ہے۔ اس کے بارے میں بھی عجیب عجیب تصورات راہ پا چکے ہیں۔ یہ ہم پر اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہے کہ اس نے ہمیں زمانے کے امام کو ماننے کی توفیق دی اور غلط قسم کے خیالات سے ہمیں پاک کیا اور ان خیالات سے ہمیں، ایک احمدی کو پاک ہونا چاہئے ورنہ احمدی ہونے کا کوئی فائدہ نہیں۔ بہت سے غیر احمدیوں کا تو یہ خیال ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ میں شامل ہو جائیں تو جان بوجھ کر چھوڑی ہوئی نمازیں یا جو بھی نمازیں ہیں ان کی بھی معافی مل جاتی ہے۔ سب فرض ادا ہو گیا۔ یعنی آج ایک خطبہ سن کر اور دو رکعت نماز پڑھ کے گویا گزشتہ سب برائیوں سے انسان پاک ہو جاتا ہے یا پاک ہو جائیں گے اور اس عرصے میں اللہ تعالیٰ کے ایک انسان پر جتنے فضل اور احسان ہوتے ہیں رمضان کا یہ آخری جمعہ پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کے ان فضلوں اور احسانوں کا بدلہ اتر جائے گا۔ ان لوگوں کے خیال میں اللہ تعالیٰ کی الوہیت نعوذ باللہ ان کے ان چار سجدوں پر منحصر ہے۔ انہوں نے خدا تعالیٰ پر یہ بڑا احسان کیا کہ چار سجدے کر کے اس کی الوہیت کو نعوذ باللہ قائم کر دیا۔ پس اس نیت سے جمعہ پڑھنے والوں کو نہ جمعۃ الوداع کوئی فائدہ دیتا ہے نہ رمضان کوئی فائدہ دیتا ہے نہ لیلۃ القدر کا آنا ان کے لئے کوئی فائدہ ہے۔ وہ تو دوسروں کے لئے آئے گی۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے احکامات بطور احسان کے ہوتے ہیں۔ ان پر عمل کر کے ہمارا ہی فائدہ ہے۔ یہ کوئی چٹّی نہیں ہے کہ اس کے نہ کرنے کے لئے حیلے بہانے تلاش کئے جائیں۔ حیلے بہانے تو ان چیزوں کے لئے تلاش کئے جاتے ہیں جو بطور سزا یا جرمانے کے ہوں۔ کوئی عقلمند انسان اس چیز پر عمل نہ کرنے کے بہانے تلاش نہیں کرتا جو اس کے فائدے کے لئے ہو۔ کون ہے جو یہ سوچ رکھتا ہے کہ اس کی اولاد نہ ہو۔ اس کی بیماریاں اچھی نہ ہوں۔ وہ یا اس کے بچے علم سے محروم رہیں۔ اس کے قریبی عزیز اور دوست سکھ اور آرام نہ پائیں۔ اس کی اولاد عزت پانے والی نہ ہو۔ یہ تو کوئی نہیں چاہتا۔ حیلے تو اس کے الٹ باتوں کے لئے تلاش کئے جاتے ہیں۔ انسان حیلے یا بہانے مشکلات سے بچنے کے لئے کرتا ہے۔

پس خدا تعالیٰ کے احکام سے بچنے کے لئے اگر ہم بہانے تلاش کریں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ اس کے احکامات کو ہم قہر، مصیبت اور دکھ سمجھتے ہیں۔ نعوذ باللہ۔ جبکہ اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی طرف سے آنے والی ہر بات اور اس کی ہدایات ہماری بھلائی اور ہمیں سکھ پہنچانے کے لئے ہیں۔

پس چاہئے کہ اس کے اس کے احکامات کی طرف ہم توجہ دیں۔ یہ احکامات چاہے اس کی عبادتوں کے بارے میں ہیں یا دوسرے متفرق احکامات ہیں، سب ہماری بھلائی کے لئے ہیں۔ پس کسی بھی حکم کو چٹّی سمجھنا اللہ تعالیٰ کے فیض سے اپنے آپ کو محروم کرنے والی بات ہے۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہمیں زندگی دینے والا اس دنیا میں بھیجنے والا خدا ہے۔ اور جو اس دنیا میں بھیجنے والا ہے اُس نے ہمارے لئے ایک مقصدِ حیات بھی رکھا ہے اور وہ ہے۔ فرمایا وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات: 57) یعنی مَیں نے جنّ اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ وہ میری عبادت کریں۔ پس جب پیدائش کا مقصد یہ ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ۔ تو یہ کسی خاص دن اور کسی خاص جمعہ سے وابستہ نہیں ہے بلکہ ہر نماز اور ہر جمعہ فرض ہے۔ علاوہ نوافل کے جو انسان اپنی طاقت اور حالات کے مطابق خدا تعالیٰ کا مزید قرب حاصل کرنے کے لئے پڑھتا ہے۔ پس ایک حقیقی مومن کا کام ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنی تمام تر طاقتوں کے ساتھ بجالانے کی کوشش کرے اور خاص طور پر عبادت جو زندگی کا بنیادی مقصد ہے اُس پر تو بہت زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے اور پھر اس عبادت کا فائدہ ہمیں ہی ہے۔ یہ نہیں کہ عبادت بے فائدہ ہے۔ اس کا فائدہ بھی ہمیں پہنچ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی الوہیت تو ہماری عبادت کے بغیر بھی قائم ہے اور قائم رہے گی۔ لیکن اگر ہم عبادت کرنے والے ہوں گے تو اس کے احسانات کے ساتھ اس کے انعامات کے بھی ہم وارث بنیں گے۔ ان سے فیض پانے والے بھی ہم ہوں گے۔ ہمیشہ یہ بات سامنے رکھنی چاہئے کہ ہم خالص ایمان والے اس وقت کہلائیں گے جب خدا تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے والے ہوں گے۔ ایک خالص مومن کے خدا تعالیٰ سے تعلقات ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے ایک دوست کے۔ اور اس معاملے میں یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ دوستی کا معاملہ دوطرفہ ہوتا ہے۔ ایک دوسرے کی باتیں بھی مانی جاتی ہیں اور خلوص اور وفا سے مانی جاتی ہیں۔ یہ نہیں کہ ایک دوست صرف اپنی منواتا رہے اور دوسرا مانتا رہے۔ پس اس سے قبولیت دعا کی طرف بھی رہنمائی ملتی ہے۔ اس مسئلے کی طرف جو قبولیت دعا کا مسئلہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے احکامات پر ہم عمل کریں گے اور خالص ہو کر عمل کریں گے تو وہ بھی ہماری دعائیں سنے گا۔ دوسرے دوستی جو خالص ہو اس میں کوئی دوست اپنے دوسرے دوست کا برا نہیں چاہتا۔ اور جب دنیاداروں کی جو دوستی ہے اس میں جب دوست دوست کا برا نہیں چاہتا تو خدا تعالیٰ جو سب وفاداروں سے زیادہ وفاؤں کی قدر کرنے والا ہے وہ کس طرح اپنے دوست کا برا چاہے گا۔ پس خالص ایمان کے نتیجے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے رحمت اور برکت ہی حاصل ہوتی ہے۔ دنیاوی دوستی میں اگر ہم

یہ دیکھتے ہیں اور اس یقین پر قائم ہیں کہ میرا دوست میرا وفادار ہے اور اگر کوئی ایسا معاملہ کر رہا ہے جو بظاہر نقصان رساں نظر آ رہا ہے تو انسان یہی سمجھتا ہے کہ کیونکہ میرا وفادار دوست ہے اس لئے اس میں کوئی مصلحت ہوگی لیکن نتیجہ برا نہیں نکلے گا۔ مجھے نقصان پہنچانے کی میرے دوست کی نیت نہیں ہے بلکہ فائدے کی نیت ہے۔ تو خدا تعالیٰ کے متعلق یہ کس طرح خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ ہمیں کوئی تکلیف پہنچانا چاہتا ہے لیکن جب اس کے احکام پر عمل نہ کیا جائے تو یقیناً یہی سمجھا جائے گا کہ ان کو مصیبت یا عذاب سمجھا جا رہا ہے۔ اور اگر یہ صورت ہے تو پھر یا ہماری دوستی سچی نہیں یا پھر اللہ تعالیٰ نعوذ باللہ اپنے اندر رحمت و شفقت کی صفات نہیں رکھتا اور ظالم اور تندخو اور سخت گیر ہے اور بلا وجہ یونہی گرفت میں لے لیتا ہے۔ دوسری بات تو بہرحال سچی نہیں۔ غلط ہے، جھوٹ ہے۔ اللہ تعالیٰ تو بہرحال رحیم و شفیق ہستی ہے۔ ہاں ہماری دوستی کی سچائی میں کوئی نقص ہو سکتا ہے۔ کمزوری ہے تو ہمارے اپنے اندر ہے۔ ہم اس کی رحمت و شفقت کا اپنے آپ کو اہل نہیں بنا رہے۔ پس اس کی رحمت و شفقت کا اہل بنانے کے لئے ہمیں اپنی حالتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اپنے ایمان کو مضبوط کرنے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات پر عمل کرنے کی ضرورت ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات کو رحمت اور فضل سمجھنے کی ضرورت ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے احکامات کو رحمت اور فضل سمجھا جائے تو پھر اس کو وداع نہیں کیا جاتا بلکہ ان پر عمل کر کے ایمانوں کو مضبوط کیا جاتا ہے۔ اپنے اندر یہ احکامات قائم کئے جاتے ہیں۔ اپنے دلوں میں بٹھائے جاتے ہیں۔ بعض سرکاری حکم تو ایسے ہوتے ہیں جنہیں انسان بعض دفعہ چٹی سمجھتا ہے یا غریب ملکوں میں، تیسری دنیا کے ملکوں میں سرکاری حکام ایسے ہیں جو قانون سے بڑھ کر بھی اپنے حکم جاری کر دیتے ہیں جو لوگوں کی تکلیف کا موجب بنتے ہیں۔ ان کا کسی جگہ میں آنا ہی لوگوں کے لئے تکلیف دہ ہو جاتا ہے۔ افسروں کے دورے جب ہوتے ہیں تو لوگ مشکل میں پڑے ہوتے ہیں۔ اور پھر یہ لوگ کوشش کرتے ہیں کہ اللہ کرے یہ افسر نہ ہی آئے۔ اس سے کسی طرح جان چھوٹے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے احکام ظالم حاکم کی طرح نہیں ہوتے بلکہ رحمت ہوتے ہیں اور ان پر عمل نہ کرنا تباہی کی علامت بن جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا تو ہر حکم رحمت لے کر آتا ہے اور بے شمار رحمتیں چھوڑ کر جاتا ہے۔ اب نماز ہے، نماز کا وقت اس لئے نہیں آتا کہ اس چٹّی سے جلدی چھٹکارا حاصل کیا جائے۔ یہ بوجھ پڑ گیا ہے اس سے چھٹکارا حاصل کیا جائے اور گھر سے اسے نکال دیا جائے۔ اسی طرح رمضان ہے۔ یہ اس لئے نہیں آتا کہ ہم اسے یونہی گزار دیں۔ روزے فرض ہیں۔ دنیا روزے رکھ رہی ہے تو ہم بھی ساتھ رکھتے چلے جائیں۔ اسی طرح دوسری عبادات ہیں۔ یہ اس لئے نہیں کہ ماحول کیونکہ ہمیں کہہ

رہا ہے اس لئے انہیں ادا کرو اور جیسے تیسے ہو ان سے جان چھڑاؤ بلکہ مومن ہمیشہ ان چیزوں کو اپنے پاس رکھنے کی کوشش کرتا ہے۔ اگر ایک مومن ایک بار بھی سچی نماز خلوص دل سے ادا کر لیتا ہے پھر اس کے دل سے نماز نکل نہیں سکتی۔ اس کا ایک عجیب مزہ ہوتا ہے جو اس کو آئندہ نماز پڑھنے کی طرف راغب کرتا ہے۔ نماز ختم کرتے ہوئے سلام کہتا ہے مگر السلام علیکم اس لئے نہیں کہ ہم جا رہے ہیں، چھٹی۔ بلکہ اس لئے کہ خدا تعالیٰ کا حکم سمجھتے ہوئے سلام کہتا ہے۔ اسی طرح مومن سے رمضان بھی نہیں جا سکتا۔ حضرت مصلح موعود نے یہاں ایک بڑا اچھا نکتہ بیان فرمایا کہ ہمارے ملک میں محاورہ ہے، اردو میں محاورہ ہے کہ روزہ رکھا۔ اب یہ بہت عمدہ محاورہ ہے کیونکہ جو روزہ گزرتا ہے اسے بھی رخصت نہیں کرتے بلکہ رکھ لیتے ہیں اور وہ ہمیں ہمیشہ کے لئے پھر خدا تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنا دیتا ہے۔

حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مومن سے کوئی خطا ہو جائے تو اس کے اعمال صالحہ اس کے لئے ڈھال بن کر اسے تباہی سے بچا لیتے ہیں۔ پس ہر نیکی کے متعلق یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ جائے نہیں بلکہ قائم رہے کیونکہ فائدہ اسی سے اٹھایا جا سکتا ہے جو باقی رہے اور دل میں قائم ہو۔ قرآن کریم میں بھی وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ (الکھف:47) کہہ کر بتایا گیا ہے کہ نیک کام باقی رہنے والی چیزیں ہیں۔

پس وہ رمضان جو ہم نے صالح اعمال کرتے ہوئے گزارا ہے وہ باقی ہے۔ یہ دن بیشک گزر جائیں گے لیکن جب تک وہ نیک کام ہیں جو رمضان کے نتیجہ میں ہمارے اندر قائم ہوئے تو وہ رمضان کو نہیں جانے دیں گے۔ مومن کو چاہئے کہ ہر اچھی چیز کو باقیات الصالحات بنائے۔ دن گزر جائیں مگر رمضان نہ گزرے۔ رمضان بھی ایک عبادت ہے اور عبادت گزرا نہیں کرتی۔ وہ ہمیشہ ایک حقیقی مومن کے دل میں رہتی ہے۔ پس ہمیں حقیقی مومن کی طرح رمضان کو اپنے دل میں بسانے کی ضرورت ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب ایک بندہ کوئی نیک کام کرتا ہے تو ایک سفید نشان اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ پھر ایک اور نیک کام کرتا ہے تو ایک اور سفید نشان اس کے دل پر لگ جاتا ہے۔ حتّٰی کہ نیکیاں کرتا رہتا ہے اور سارا دل سفید ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جو بُرے کام کرتا ہے اس کے دل پر سیاہ نشان لگتے چلے جاتے ہیں اور اگر وہ بُرے کام کرتا چلا جائے تو آخر تمام دل سیاہ ہو جاتا ہے۔

تو نیک اور بد دونوں قسم کے اعمال سمٹ کر انسان کے دل پر جمع ہو جاتے ہیں۔ اس کو نشان لگا دیتے ہیں۔ ہمیں یہ کوشش کرنی چاہئے کہ نیک اعمال کو اپنے دل میں سمیٹیں۔ اس رمضان میں جو نیکیاں کی ہیں وہ ہمارے اندر ہمیشہ قائم رہیں۔ اللہ تعالیٰ رمضان کے ذریعہ سے جو چیزیں ہم میں پیدا کرنا چاہتا ہے

وہ دلوں کو نیکیوں سے بھرنا ہی ہے۔

رمضان ہمارے لئے صرف انتیس یا تیس دن رات نہیں لایا نہ لاتا ہے۔ یہ دن رات تو دوسرے مہینوں میں بھی آتے ہیں بلکہ یہ مہینہ ہمارے لئے عبادات اور دوسرے نیک اعمال لایا ہے جن کے بجا لانے کی طرف ہمیں توجہ دلاتا ہے۔ ہمیں چاہئے کہ انہیں اپنے دلوں میں سمیٹ لیں اور دل میں جو چیز محفوظ ہو جائے اسے کوئی دوسرا چھین نہیں سکتا جب تک کہ انسان خود اسے نکال کر ضائع نہ کر دے۔ پس ایک مومن کا فرض ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس انعام کی قدر کرے۔

ہمیشہ یاد رکھیں کہ یہ جمعہ اس لئے نہیں آیا کہ ہم اس کو پڑھ کر رمضان کو وداع کر دیں یا رخصت کر دیں بلکہ اس لئے آیا ہے کہ اگر ہم چاہیں تو اس سے فائدہ اٹھا کر ہمیشہ کے لئے اسے اپنے دل میں قائم کر لیں۔

جمعہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے عیدوں میں سے ایک عید قرار دیا ہے۔ اور اس دن میں احادیث کے مطابق ایک ایسی گھڑی بھی آتی ہے جس میں دعائیں خصوصیت کے ساتھ قبول ہوتی ہیں۔ ان سے ہمیں فائدہ اٹھانا چاہئے۔ آج کے دن ہم اس لئے مسجد میں نہیں آئے، نہ آنا چاہئے اور یہ ایک احمدی کی سوچ نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کو کہیں کہ تو نے جو مصیبت رمضان کی صورت میں ہم پر ڈالی تھی شکر ہے وہ آج ٹل رہی ہے یا رخصت ہو رہی ہے۔ بلکہ اس لئے آئے ہیں کہ ان مبارک گھڑیوں میں یہ دعا کریں کہ رمضان کے دن تو تین چار دن میں گزر جائیں گے لیکن اے خدا تُو رمضان کی حقیقت اور اس میں کی گئی عبادتیں اور دوسرے نیک اعمال ہمارے دل کے اندر محفوظ کر دے اور وہ ہم سے کبھی جدا نہ ہوں۔ اس لحاظ سے اگر آج ہم جمعہ کی تعریف کریں یا فیض اٹھائیں تو ہم نے آج کے جمعہ کا بڑا بابرکت استعمال کیا ہے لیکن اس جمعہ کے ساتھ یا آئندہ تین چار دن کے بعد رمضان ہم سے چلا جائے اور اس میں کی گئی نیکیاں بھی ہم بھول جائیں تو یہ بڑی بدقسمتی ہے۔ دنیا میں بیٹا باپ سے، ماں بیٹے سے، بھائی بھائی سے جدا ہونے پہ خوش نہیں ہوتے بلکہ دوست حقیقی دوست عزیز ہوں، قریبی ہوں وہ بھی خوش نہیں ہوتے۔ خوشی ہمیں ہمیشہ دشمن کے جدا ہونے سے ہوتی ہے۔ اسی طرح رمضان کے جدا ہونے پر ایک حقیقی مومن خوش نہیں ہوسکتا۔ برکت کے جدا ہونے پر کوئی خوش نہیں ہوسکتا۔ کون ہے ایسا شخص جو برکت کے جدا ہونے پر خوش ہو؟ جو برکت کے جدا ہونے پر خوش ہو وہ بدقسمت ہی کہلا سکتا ہے اَور اس کو کیا کہا جا سکتا ہے۔ پس آج ہم میں سے ہر ایک کو یہ دعا کرنی چاہئے کہ وہ اس دن کو ہمیشہ کے لئے ہم سے وابستہ کر

دے اور ہماری کوئی گھڑی رمضان سے جدا نہ ہو۔

ہمیں ہمیشہ اس بات پر غور کرتے رہنا چاہئے کہ رمضان کیا ہے اور اس کی حقیقت کے بارے میں خدا تعالیٰ نے ہمیں جو بتایا ہے وہ یہ ہے جیسا کہ مَیں نے شروع کے پہلے خطبے میں رمضان کا ذکر کیا تھا کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرة: 186)۔ وہ مبارک دن جن میں قرآن کا نزول ہوا رمضان کہلاتے ہیں اور جب قرآن کا نزول بند ہو جائے تو پھر وہ دن مبارک نہیں رہتے۔ وہ تو پھر منحوس دن ہو جاتے ہیں۔ پس مومنین کا فرض ہے کہ ان دنوں میں جو قرآن کریم کو پڑھنے اور سیکھنے کی طرف توجہ رہی ہے اسے سارا سال اپنی زندگیوں کا حصہ بناتے رہیں۔ سارا سال قرآن پڑھنے کی طرف توجہ دیں۔ سارا سال اس پر عمل کرنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم کے نزول کا حقیقی مقصد تبھی پورا ہو گا جب ہم اس کو اپنی زندگیوں کا حصہ بنائیں گے۔ اپنے دلوں پر نازل کر کے پھر اسے اپنے دلوں میں محفوظ کر لیں گے تا کہ زندگی کے ہر موڑ پر ہم اس سے فیض پاتے رہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ جن دو باتوں کا آج میں نے ذکر کیا ہے ان کی طرف ہمیشہ ہماری توجہ قائم رہے۔ اس کی حقیقت کو ہم جاننے والے ہوں۔ ہماری لیلۃ القدر ہمیں کامیابیوں کی معراج پر لے جاتی رہے۔ اس کا حقیقی ادراک ہمیں حاصل ہو اور یہ جمعہ جس کو جمعۃ الوداع کہا جاتا ہے یہ جو رمضان کا آخری جمعہ ہے اسے جمعۃ الوداع تو نہیں کہنا چاہئے، رمضان کے مہینے کا یہ آخری جمعہ ہے۔ یہ ہمیں رمضان کی برکات کو رخصت کرنے والا نہ بنائے بلکہ اس کا فیض ہماری زندگیوں کا حصہ بن جائے اور ہم قرآن کریم کے نزول کے مقصد کو پورا کرتے چلے جانے والے ہوں۔

جیسا کہ مَیں پہلے بھی فلسطین کے مسلمانوں کی حالت کے بارے میں ذکر کر چکا ہوں۔ دعاؤں میں خاص طور پر ان لوگوں کو بھی یاد رکھیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے آسانیاں پیدا کرے۔ ان کو اس مشکل سے نکالے۔

نماز کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرم نعیم اللہ خان صاحب آف قرغزستان کا ہے جو 21؍ جولائی 2014ء کو ہارٹ اٹیک سے 61 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کو وسطی ایشیا جماعتوں میں بالخصوص قرغزستان میں جماعت کے قیام میں غیر معمولی خدمات بجا لانے اور نائب نیشنل صدر جماعت قرغزستان کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے جب لوگوں کو وہاں جانے کی تحریک کی تھی تو یہ اس وقت وہاں کاروبار کی نیت سے گئے

تھے۔لیکن انہوں نے دین کا کام بھی کیا۔ جماعتی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہتے تھے۔ جماعتی امور کو ذاتی کاموں پر ترجیح دیتے تھے۔ وہاں کے نامساعد حالات کے باوجود آخر وقت تک اخلاص سے خدمت بجالاتے رہے۔ نمازوں کے پابند، تہجد گزار، دعا گو، بکثرت صدقہ وخیرات کرنے والے، لازمی چندہ جات اور دوسری مالی تحریکات میں پیش پیش، غریب پرور، مخلص انسان تھے۔ خلافت سے محبت اور فدائیت کا تعلق تھا۔ مبلغین سلسلہ جو وہاں جاتے رہے ان کو بعض مشکلات تھیں ان کا بھی انہوں نے بہت خیال رکھا۔ مرکزی مہمانوں کا بہت خیال رکھا۔

تمام مبلغین جن کو ان علاقوں میں خدمت کی توفیق ملی یا مل رہی ہے وہ سب اس بات کا اظہار کرتے ہیں کہ آپ جماعت کے لئے غیر معمولی غیرت اور جرأت رکھنے والے تھے۔ جماعت احمدیہ قرغزستان کے مشن ہاؤس کی خرید میں بھی آپ نے بہت کلیدی کردار ادا کیا۔ مرحوم موصی تھے۔ ان کی دو بیویاں تھیں ایک پاکستانی ایک رشین۔ دو بیٹیاں اور چار بیٹے ہیں۔ دو بیٹے ان کے رشین بیوی سے ہیں۔ رشین بیوی قرغزستان کی ہیں۔ قرغزستان سے انہوں نے بھی خط لکھا ہے اور ان کے کردار کی بڑی تعریف کی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سے رحم اور مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے بچوں کا بیویوں کا بھی حامی وناصر ہو اور ہمیشہ جماعت سے اور خلافت سے وابستہ رکھے۔ وہ نیکیاں جو انہوں نے جاری کی تھیں ان نیکیوں کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 15 راگست 2014ء تا 21 راگست 2014ء جلد 21 شمارہ 33 صفحہ 05 تا 09)

31

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 01 راگست 2014ء بمطابق 01 ظہور 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ۔ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ۔ وَشَاهِدٍ وَّمَشْهُوْدٍ۔ قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۔ النَّارِ ذَاتِ الْوَقُوْدِ۔ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ۔ وَّهُمْ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ شُهُوْدٌ۔ وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ۔ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ فَتَنُوا الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَتُوْبُوْا فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيْقِ۔ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ۔ (البروج:1 تا 12)

ان آیات کا ترجمہ یہ ہے کہ:۔ قسم ہے بُرجوں والے آسمان کی اور موعود دن کی اور ایک گواہی دینے والے کی اور اُس کی جس کی گواہی دی جائے گی۔ ہلاک کر دیئے جائیں گے کھائیوں والے یعنی اس آگ والے جو بہت ایندھن والی ہے۔ جب وہ اس کے گرد بیٹھے ہوں گے اور وہ اس پر گواہ ہوں گے جو وہ مومنوں سے کریں گے۔ اور وہ ان سے پرخاش نہیں رکھتے مگر اس بنا پر کہ وہ اللہ کامل غلبہ رکھنے والے صاحب حمد پر ایمان لے آئے جس کی آسمانوں اور زمین کی بادشاہی ہے اور اللہ ہر چیز پر گواہ ہے۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو فتنے میں ڈالا پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب مقدر ہے۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجا لائے ان

کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں۔ یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔

یہ آیات جو مَیں نے تلاوت کی ہیں یہ بعینہٖ اس واقعہ کا نقشہ کھینچ رہی ہیں جو گوجرانوالہ میں احمدیوں کے ساتھ ہوا۔ یہ احمدیت اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی ایک ایسی دلیل ہے کہ اگر انصاف پسند مسلمان سورۃ البروج پر غور کریں تو احمدیوں پر ہونے والے ظلم اور خاص طور پر ایسے ظلموں کے بارے میں اپنے علماء، اپنے لیڈروں، اپنے سیاستدانوں، اپنی حکومتوں کے رویوں اور احمدیت کی مخالفت میں جو عمل یہ لوگ دکھاتے ہیں اور کرتے ہیں ان کی حقیقت کھل جائے اور وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام پر یقین کر لیں اور اس ظلم کا حصہ نہ بنیں جو ظالم لوگ یا ان کے چیلے احمدیوں پر کرتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کا کلام سمجھنے کے لئے بھی اللہ تعالیٰ کے ایک فرستادے کی ضرورت ہے۔ لیکن ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اس کی بات تو یہ لوگ بالکل سننا نہیں چاہتے اور اس لئے ظلموں میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں۔ ان آیات کی مختصر وضاحت مَیں یہاں کر دیتا ہوں۔

جس برجوں والے آسمان کی یہاں قسم کھائی گئی ہے اس سے مراد آسمان کے بارہ برج ہیں، ستارے ہیں سیارے ہیں جن کے بارے میں علم ہیئت والے بتاتے ہیں۔ یہاں تمثیلی رنگ میں ان روحانی برجوں کا ذکر کیا گیا ہے جن کا اسلام کی تاریخ سے اہم تعلق ہے اور اس سے مراد بارہ مجدّدین ہیں جو اسلام کے آسمان پر سورج غروب ہونے کے بعد اپنی روشنی دینے کے لئے چمکے یا کچھ عرصے کے لئے روشنی دیتے رہے۔ اس عرصے کے بارے میں احادیث بھی موجود ہیں اور پرانے علماء بھی صاد کرتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے کہ بارہ صدیوں میں بارہ دفعہ اسلام کے تاریک زمانے یا روشنی کی کرنیں پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے جو لوگ بھیجے انہیں تو مسلمان مانتے ہیں لیکن جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَالْيَوْمِ الْمَوْعُوْدِ۔ کہ وہ دن جس کا وعدہ دیا جاتا ہے، اس کی قسم کھا کر جب تیرہویں صدی میں اللہ تعالیٰ نے اس وعدے کے مطابق موعود مامور بھیجا تو انکار کرنے لگ گئے۔ پہلوں کے بارے میں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صرف اتنا بتایا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئیں گے۔

(سنن ابی داؤد کتاب الملاحم باب ما یذکر فی قرن المائۃ حدیث نمبر 4291)

لیکن اس موعود کے بارے میں خدا تعالیٰ نے بھی علیحدہ بیان کر دیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی مختلف نشانیاں بتا کر جن میں چاند سورج گرہن کی نشانی بھی ہے اور بے شمار اَور نشانیاں بتائیں کہ وہ آئے گا، جو روزِ روشن کی طرح پوری ہو چکی ہیں اور ہو رہی ہیں۔ لیکن اس کو یہ ماننے سے انکاری ہیں۔

بلکہ یہ بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کے بعد بعض نے کہنا شروع کر دیا اور اب بھی بڑے زور شور سے بعض جگہ کہا جاتا ہے کہ ہمیں اب کسی مصلح کی ضرورت نہیں ہے۔ اس لئے کہ مولوی اور نام نہاد علماء جو ہیں ان کے منبر چھن جاتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے علم و عقل کی قلعی کھل جاتی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنے اس زمانے میں آنے کے بارے میں اور عین پیشگوئیوں کے مطابق آنے کے بارے میں فرماتے ہیں کہ:

''یہ عجیب امر ہے اور مَیں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک 1290 ھ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا''۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 208)

پھر کچھ عرصے بعد آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ بھی کیا اور آسمانی اور زمینی نشان بھی آپ کے حق میں پورے ہوئے۔ جماعت کے لٹریچر میں اس کی تفصیل موجود ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب میں اس کی تفصیل موجود ہے۔ مَیں اس وقت اس کی تفصیل میں نہیں جا رہا لیکن بہر حال اللہ تعالیٰ کی تائیدات اس بات کی گواہ ہیں کہ یہ مسیح موعود علیہ السلام کا زمانہ ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس یوم الموعود کے وقت یعنی مسیح موعود کے زمانے میں اسلام کی احیاءِ نَو تو بیشک ہوگی۔ اسلام کی نئی زندگی کا زمانہ تو شروع ہوگا لیکن اس کے لئے مومنوں کو، ان کو جو مسیح موعود کو مانیں گے بڑی بھاری قربانیاں دینی پڑیں گی۔ فرمایا کہ قُتِلَ اَصۡحٰبُ الۡاُخۡدُوۡدِ۔ ہلاک کر دیئے جائیں گے کھائیوں والے۔ النَّارِ ذَاتِ الۡوَقُوۡدِ۔ یعنی اس آگ والے جو بہت ایندھن والی ہے۔ اِذۡ هُمۡ عَلَيۡهَا قُعُوۡدٌ۔ جب وہ اس کے گرد بیٹھے ہوں گے۔ یہ مخالفین کا نقشہ کھینچا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اس طرح کی مخالفتیں ہوں گی۔ لیکن یہ آگیں جو بھڑکائی بھی جائیں گی اور اس کے گرد بھی بیٹھے ہوں گے۔ یہ تو بیشک ہوگا لیکن انجام کار مخالفین اپنا بدانجام دیکھیں گے۔ وہ ہلاک کئے جائیں گے۔ بہر حال مومنوں کو لمبا عرصہ جور وستم اور بھیانک مظالم کا نشانہ بننا پڑے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی اس طرف توجہ دلائی ہے کہ اسلام کی ترقی ہم سے کچھ مطالبہ کرتی ہے اور وہ مطالبہ موت کا مطالبہ ہے۔

(ماخوذ از فتح اسلام، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 10)

ان آیات میں یہی بتایا گیا ہے کہ بہت ایندھن والی آگیں تمہارے خلاف بھڑکائی جائیں گی۔

ان آگوں میں بار بار ایندھن ڈالا جائے گا۔ یہ آگیں بھڑکانے والے ارد گرد بیٹھے تماشا دیکھتے رہیں گے۔ یہ لوگ جنہوں نے ایسے انتظامات اپنے زعم میں کئے ہوں گے کہ گویا خندقیں کھود کر، ان مومنوں کو محدود کر کے، ہر طرف سے گھیر کر پھر آگیں جلائیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے پہلے ہی یہ فرما دیا کہ بیشک آگ کی تکلیفوں سے تو گزرنا پڑے گا لیکن آخر کار یہ ہر طرف سے گھیر کر مومنوں کو آگ میں جلانے کی کوشش کرنے والے خود ہی ہلاک کر دیئے جائیں گے۔ اپنے زُعم میں تو یہ آگ کے ارد گرد پہرے لگا کر بھی بیٹھے ہوں گے کہ اس آگ سے کوئی بچ کر باہر نہ نکلے۔ اور پھر ہم دیکھتے ہیں کہ پاکستان میں پولیس بھی ساتھ کھڑی تماشا دیکھتی رہتی ہے۔ وہ بھی نہیں کوشش کرتی کہ بچائے بلکہ حصہ بن رہی ہوتی ہے۔ اور پھر یہ سب آگ بھڑکانے والے نہ صرف باہر کھڑے ہوتے ہیں بلکہ مومنوں کو جلا کر مزا لیتے ہیں۔ اِذْ هُمْ عَلَيْهَا قُعُوْدٌ۔ یہ صرف کوئی پرانا واقعہ نہیں ہے بلکہ یہ پیشگوئی بھی ہے جو ہمیں بتا رہی ہے کہ مومنین کے مخالفین اس طرح کی آگیں بھڑکائیں گے اور پھر ان آگوں پر پہرے لگا کر بھی بیٹھیں گے۔ یہ ایک اور ثبوت ہے ہمارے سچائی کے راستے پر ہونے کا اور مومن ہونے کا اور ان مخالفین کے ان لوگوں کے زمرہ میں شامل ہونے کا جو مومنین کے خلاف آگیں بھڑکاتے ہیں۔ اور پھر نہ صرف یہ کہ گھیرا ڈال کر بیٹھے ہیں کہ اس آگ سے باہر کوئی نہ نکلے بلکہ خوش ہو رہے ہیں کہ ہم نے بہت اچھا کام کیا ہے۔

مَیں کچھ تفصیلات شہداء کے حوالے سے بیان کروں گا جس میں آپ دیکھیں گے کہ عین اس کے مطابق انہوں نے کمروں کے دروازے بند کر کے پھر آگ لگائی اور کمروں میں جو دس گیارہ بچے، عورتیں اور لوگ تھے ان کو تنگ کرنے کے لئے، ان کو بتانے کے لئے کہ اب تم پھنس گئے اب باہر نکلنے کا کوئی رستہ نہیں۔ انہیں پھر کھڑکیوں سے شیشوں سے طنزیہ انداز میں ہاتھ ہلاتے ہوئے اور خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے چلے گئے۔ اس واقعہ کی جو ویڈیو فلمیں ہیں ان میں بھی ان ظالموں کے چہرے سے واضح ہوتا ہے کہ بے حیائی اور بے شرمی کی ان سے انتہا ہو رہی ہے۔ بہر حال ان کے عمل، ان کے نعرے، ان کی باتیں یہ ان کی دشمنی کی انتہا ہے۔ بلکہ اس واقعہ کے دو دن بعد کی خبر تھی۔ اسی علاقے کے قریب ایک دوسرے علاقے کے ایک مولوی نے اس علاقے کے لوگوں کو جمع کر کے یہ وعدہ بھی لیا ہے کہ ان احمدیوں کے ساتھ یہ تو کچھ بھی نہیں کیا گیا تم میرے سے وعدہ کرو کہ ہم اس سے بڑھ کر کریں گے اور تم میرا ساتھ دو گے۔ تو یہ کوئی ایسا واقعہ نہیں کہ جس کے بعد ہم کہیں کہ معصوم بچوں اور عورتوں کو شہید کر کے شاید ان کو کوئی شرم آ گئی ہو۔ ایسے بھی بے شرم ہیں اور بہیمانہ سوچ رکھنے والے ظالم ہیں جو ٹوئٹر (Twitter) پر بھی (فون پر آج کل پیغام

ٹوئٹ (tweet) کیا جاتا ہے) پیغام دے رہے ہیں اور اپنے تأثرات چھوڑ رہے ہیں کہ احمدیوں کے ساتھ جو کچھ ہوا بڑا اچھا ہوا اور ایسا ہی ہونا چاہئے تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اور افسوس یہ ہے کہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر ہو رہا ہے۔

اِذْ ھُمْ عَلَیْھَا قُعُوْدٌ۔ سے یہ بھی ظاہر ہے کہ وہ مستقل بیٹھے رہیں گے۔ یہ عذاب دینے کی تدبیریں لمبی کرنے کی کوشش کریں گے۔ قُعُوْد کا مطلب بیٹھنا ہے اور 'کسی چیز پر بیٹھے رہنا' یہ بھی محاورہ ہے کہ لمبے عرصہ تک کوئی کام کرتے چلے جانا۔

پس ان کے جھوٹ فریب اور تکلیفوں کا یہ سلسلہ جو ہے یہ تو چل ہی رہا ہے اور شاید لمبا چلتا رہے گا کیونکہ مخالفین تو پیدا ہوتے رہیں گے۔ اور یہ لوگ کوشش کرتے چلے جائیں گے کہ اس کو چلاتے رہیں۔ لیکن اس کی کوئی ایک انتہا بھی ہے اور وہ انتہا یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے مقرر کر دی کہ تم بھی چلتے جاؤ اور آخر کار ہو گا کیا؟ تم خود اس آگ سے ہلاک کئے جاؤ گے۔ خود اس آگ میں ڈالے جاؤ گے۔

ان کے علماء بھی جانتے ہیں کہ وہ جھوٹ سے کام لے رہے ہیں۔ ان کے پاس کوئی ایسی دلیل نہیں جس سے وہ حضرت مسیح موعود علیہ والسلام کے دعوے کو رد کر سکیں سوائے اس کے کہ جھوٹی باتیں بنائی جائیں، آپ کی کتابوں میں سے توڑ مروڑ کر واقعات پیش کئے جائیں، اقتباسات لئے جائیں۔ لیکن مخالفت نے انہیں اندھا کر دیا ہے۔ یہ کرتے چلے جا رہے ہیں اور کرتے چلے جائیں گے۔ وہ آگیں بھڑکانے میں عوام الناس کو بھی اپنے ساتھ ملا لیتے ہیں۔ پس یہ آگیں کبھی تو حقیقی رنگ میں یہ بھڑکاتے ہیں اور مومنوں کو جلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کہیں اس میں کامیاب ہو جاتے ہیں کہیں ناکام رہتے ہیں۔ اور پھر کبھی کیا بلکہ یہ تو مستقل ہی ہے کہ احمدیت کی مخالفت کی جو آگ ہے وہ یہ ہر طرف بھڑکانے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

آجکل انہوں نے پاکستان کے ہر شہر اور ہر گلی میں جھوٹ کے پلندوں پر مشتمل احمدیت مخالف اشتہار لگائے ہوئے ہیں اور یہ سرکاری عمارتوں پر بھی حتی کہ ہائیکورٹ کی عمارتوں پر بھی لگے ہوئے ہیں۔ اور ایسی غلط باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب کی ہیں یا جماعت کے عقائد کی طرف یہ لوگ منسوب کرتے ہیں کہ جس کی انتہا کوئی نہیں اور یہ باتیں منسوب کر کے لوگوں کو بھڑکاتے ہیں۔ ایسی باتیں جن کا جماعت کے عقائد سے کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔ ان کی انہی مخالفتوں کی وجہ سے جماعت کو تسلی دلاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:۔

''یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔ خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور پھولے گا اور ہر ایک طرف اس کی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائے گا۔ پس مبارک وہ جو خدا کی بات پر ایمان رکھے اور درمیان میں آنے والے ابتلاؤں سے نہ ڈرے''۔

(رسالہ الوصیت، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 309)

پس بیشک افراد کو تو قربانیاں دینی پڑیں گی لیکن یہ جماعت کا جو درخت ہے جو اللہ تعالیٰ نے لگایا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑھتا پھلتا اور پھولتا رہے گا انشاء اللہ۔ اور یہ آگیں بھڑکانے والے خود اپنے آپ کو اسی آگ میں جلتا دیکھیں گے یا کسی اور ذریعہ سے اللہ تعالیٰ انہیں ہلاک کرنے کے سامان پیدا فرمائے گا۔

قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ۔ یہ ایک پیشگوئی ہے جو جماعت احمدیہ کے حق میں پوری ہو بھی رہی ہے اور پوری ہوتی بھی رہے گی۔ یہ لوگ ہلاک ہوتے رہیں گے۔ پس یہ پیشگوئی بھی ان ظلموں کے ساتھ بار بار پوری ہوتی رہے گی اور پھر یہ نہیں کہ باز آجائیں بلکہ بار بار اپنے ظلموں کا اعادہ بھی کرتے رہیں گے۔ لیکن احمدیت کا درخت جو خدا تعالیٰ کے ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہے یہ بڑھتا ہی چلا جائے گا۔ انشاء اللہ تعالیٰ۔ 125 سالہ جماعت احمدیہ کی تاریخ اور یہ ترقی جو ہو رہی ہے اس سے اب ان کو یہ سبق لے لینا چاہئے کہ یہ انسانی کام نہیں ہے بلکہ یہ خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے کام میں دخل اندازی کر کے اسے روکنے کی کوشش کر کے یہ سوائے خدا تعالیٰ کی ناراضگی کے اور کچھ نہیں لے رہے۔ یہ جانتے ہیں کہ غلط کرتے ہیں یا قرآن کریم بھی ان کی تائید نہیں کرتا، اللہ کے رسول کی کوئی بات ان کی تائید نہیں کرتی۔

میں صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے جو واقعات بیان کرتا رہا ہوں، ان میں بھی اور اب بھی جو لوگ حق کو پہچان کر بیعت میں شامل ہوتے ہیں ان کے واقعات میں بھی یہ بیان کر چکا ہوں کہ یہ لوگ جو نام نہاد علماء ہیں یہ کہتے ہیں کہ قادیانیوں سے صرف قرآن کی بنیاد پر بات نہ کرو۔ اپنے لوگوں کو، اپنے عوام الناس کو ان علماء نے یہ پٹی پڑھائی ہے، یہ سبق سکھاتے ہیں کہ قرآن کی بنیاد پر ان سے بات نہ کرو۔ اس سے تو یہ لوگ وفات مسیح بھی ثابت کر دیں گے۔ ختم نبوت کی جو تعریف یہ کرتے ہیں وہ بھی ثابت کر دیں گے۔ صداقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی ثابت کر دیں گے بلکہ اب تو ان کا یہ کہنا ہے کہ ان کی باتیں ہی نہ سنو اور ان سے بالکل بات ہی نہ کرو۔ اس لئے کہ ان کو پتا ہے کہ دلیل کی رو سے ان

کے پاس کچھ نہیں۔ ہاں ضد اور ہٹ دھرمی ہے اور ضد اور ہٹ دھرمی میں ایک ایک لفظ کے کئی کئی مطلب نکالتے رہیں یا اپنی مرضی کے جتنے مرضی مطالب نکالتے رہیں۔ غلط تعلیم اور نظریات سے انہوں نے عوام الناس کو بیوقوف بنایا ہوا ہے اور اب اس زعم میں ظلم کرتے ہیں اور کرواتے ہیں کہ اکثریت ہمارے ساتھ ہے۔

حکومت کا جو میڈیا یا ٹی وی چینل ہے اس کا یہ حال ہے کہ گزشتہ دنوں ایک مولوی صاحب آئے ہوئے تھے بغیر احمدیوں کا نام لئے انہوں نے یہ کہا۔ اپنی طرف سے تو وہ اپنی عوام کو ٹھنڈا کرنے کی کوشش کر رہے تھے کہ اس طرح نہیں ہونا چاہئے تھا لیکن زیادہ زور ان کا اس بات پر تھا کہ یہ جو اقلیت ہے اس کو بھی اکثریت کے جذبات کا خیال رکھنا چاہئے۔ اب یہ خود ہی مارتے ہیں۔ خود ہی اس پر الزام لگاتے ہیں۔ خود ہی منصف بنتے ہیں۔ خود ہی فیصلے کرتے ہیں اور پھر خود ہی سزائیں دیتے ہیں۔ بہرحال ان لوگوں کے پاس کیونکہ ایک منبر ہے اور مولویوں کے پاس ایک سٹریٹ پاور (street power) بھی ہے۔ یا خود سیاستدانوں نے اب اپنی سیاست اسی میں سمجھی ہے کہ احمدیوں کی مخالفت کی جائے، اس لئے حکومت جو ہے وہ بھی ان کی ہاں میں ہاں ملاتی ہے۔ ان کو یہ نہیں پتا کہ اللہ تعالیٰ نے ان کا انجام کیا رکھا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

اِنَّ الَّذِیۡنَ فَتَنُوا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَالۡمُؤۡمِنٰتِ ثُمَّ لَمۡ یَتُوۡبُوۡا فَلَہُمۡ عَذَابُ جَہَنَّمَ وَلَہُمۡ عَذَابُ الۡحَرِیۡقِ۔ یقیناً وہ لوگ جنہوں نے مومن مردوں اور مومن عورتوں کو فتنہ میں ڈالا۔ پھر توبہ نہیں کی تو ان کے لئے جہنم کا عذاب ہے اور ان کے لئے آگ کا عذاب مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یقیناً وہ لوگ جو مومن مردوں اور مومن عورتوں کو عذاب دیتے ہیں یا دینے کی کوشش کرتے ہیں، ان کے خلاف آگیں بھڑکاتے ہیں، پھر اس پر پہرے لگاتے ہیں کہ ان کو کوئی بچانے والا نہ آ جائے تو ایسے لوگوں کے لئے جہنم کا عذاب ہے۔ یہ لوگ تو ظاہری آگ اور چھپی ہوئی آگ بھی بھڑکاتے ہیں تا کہ جو لوگ ان کے ساتھی ہیں، ان کے ہمنوا ہیں وہ ہر طریقے سے مومنوں کو عذاب میں ڈالنے کی کوشش کریں اور کرتے رہیں۔ آجکل یہ فتنہ اور چھپی ہوئی آگ اس طرح بھی بھڑکائی جاتی ہے کہ کہتے ہیں کہ نعوذ باللہ ہم احمدی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی نہیں مانتے یا آپؐ کی ہم توہین کرتے ہیں۔ یہ ایک ایسا الزام ہے جو ہمارے دلوں کو سخت تکلیف پہنچانے والا الزام ہے۔ حالانکہ احمدی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور جلال کے اظہار کے لئے دنیا کے کونے کونے میں دن رات مصروف ہیں۔ جہاں کہیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت پر حملہ ہو احمدی سب سے پہلے اس حملے کا جواب دینے کے لئے وہاں موجود ہوتا ہے۔ پس ہم تو وہ ہیں جو اپنی موت قبول کر سکتے ہیں لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کے معمولی سے لفظ کو بھی برداشت نہیں کر سکتے۔ اور یہی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں تعلیم دی ہے اور اللہ تعالیٰ جانتا ہے جو ہمارے عمل ہیں وہ کیا ہیں اور وہ جانتا ہے کہ جو ہمارے دل میں ہے وہ کیا ہے۔ اس میں تضاد نہیں ہے۔ یونہی تو نعوذ باللہ ایک جھوٹے کی جماعت کو باوجود تمام دنیا کی مخالفت کے وہ ترقی پہ ترقی نہیں دے رہا۔ وہ جانتا ہے کہ اُس کی جماعت ہے۔ وہ جانتا ہے کہ اُس نے اِس کو ترقی دینی ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایسے مومنوں کو جو میرے جاہ وجلال اور توحید کے قیام کے لئے اور میرے آخری نبی کی عزت وجلال کو قائم کرنے کے لئے صبح شام لگے ہوئے ہیں انہیں فتنے میں ڈالنے اور تکلیف دینے والوں، ان کے بدنوں کو جلانے والوں یا ان کے گھروں کو جلانے والوں یا جھوٹی باتیں ان کی طرف منسوب کر کے ان کے دلوں کو جلانے والوں کو مَیں چھوڑوں گا نہیں۔ ان کو یقیناً جہنم کی آگ میں ڈالوں گا سوائے اس کے کہ وہ توبہ کر لیں۔ اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لیتا ہے اور معاف کر دیتا ہے۔ لیکن اگر توبہ نہیں کرتے تو یاد رکھیں فَلَهُمْ عَذَابُ جَهَنَّمَ وَلَهُمْ عَذَابُ الْحَرِيقِ۔ جس طرح انہوں نے مؤمنوں کے دلوں کو جلایا یا ان کے بدنوں کو جلایا یا ان کے گھروں کو جلایا یا کوشش کرتے رہتے ہیں اور کبھی کامیابی ہوئی، کبھی نہیں ہوئی۔ اسی طرح انہیں بھی عذاب دیا جائے گا۔ لیکن ایسے ظلم کرنے والوں کا عذاب دو طرح کا ہوگا۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ جلنے کا عذاب بھی اور جہنم کا عذاب بھی۔ ہمارے دلوں کو تو یہ لوگ جھوٹے الزام لگا کر، اس ہستی کے بارے میں جو ہمیں اپنی جانوں سے بھی زیادہ پیارا ہے ہماری طرف جھوٹ منسوب کر کے دلوں کو جلانے کی کوشش کرتے ہیں لیکن ان کے دل تو اس وقت اس سچائی کو دیکھ کر حسد کی آگ میں جل رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ کیوں ترقی کر رہی ہے۔ کیوں ہماری تمام تر مخالفت کے باوجود جماعت کا ہر فرد اپنے ایمان پر قائم ہے۔ کیوں ان کا ہر بچہ بوڑھا مرد اور عورت ہمارے سے خوف نہیں کھاتا اور ہمارے ظلموں کا آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر مقابلہ کیوں کر رہا ہے؟ گوجرانوالہ کے رہنے والوں نے 1974ء کے فسادوں میں بھی بہت قربانیاں کی تھیں اور اس کی ایک مثال قائم کی تھی۔ اور آج بھی انہوں نے قربانیوں کی ایک نئی مثال قائم کر دی۔ جس میں آٹھ ماہ کی بچی، چھ سال کی بچی اور ایک عورت نے اپنی جانوں کے نذرانے دے کر قربانی کی ایک مثال قائم کی بلکہ ایک وجود جو ابھی اس دنیا میں نہیں آیا تھا جس نے ڈیڑھ دو ماہ بعد اس دنیا کو دیکھنا تھا وہ بھی ان

ظالموں کی وجہ سے دنیا میں آنے سے محروم ہوا اور قربانی دے کے گیا۔

بہرحال ان ظالموں اور آگیں لگانے والوں کے بارے میں تو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا ہے کہ ان کا انجام کیا ہوگا اور ساتھ ہی ایمان لانے والوں کو بھی ان قربانیوں کے بدلے میں انعامات کی تسلی کروا کر فرمایا کہ

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْكَبِيْرُ۔ یقیناً وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے ان کے لئے ایسی جنتیں ہیں جن کے دامن میں نہریں بہتی ہیں اور یہ بہت بڑی کامیابی ہے۔ دشمنوں نے تو آگوں کا سلسلہ شروع کیا اور اس کی نگرانی کرتے رہے کہ یہ نہ بجھیں۔ جیسا کہ ہماری رپورٹس میں بھی ذکر آتا ہے کہ فائر بریگیڈ والوں کو بھی انہوں نے روک دیا اور پتھر مارنے شروع کر دیئے کہ آگ بجھانے کے لئے آگے نہیں جانا۔ اسی طرح ایمبولینس کو بھی مریضوں کو نکالنے سے روک دیا اور سامنے کھڑے ہو گئے اور ناچتے رہے۔ لیکن خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان مظلوموں کے لئے میں نے ایسی جنت تیار کی ہوئی ہے جس کے باغ ایسے ہیں جن کی شاخیں آپس میں ملی ہوئی ہیں۔ جن کے سائے ٹھنڈے ہیں۔ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں۔ جب چاہا پانی پی کر اپنے گلوں اور جسموں کو تازہ کر لیا۔ دشمن نے تو آگ کی تپش دینے کی کوشش کی تھی۔ جنت میں تو ٹھنڈے سائے ہیں۔ دھوپ کی تپش بھی انہیں نہیں پہنچے گی۔ دشمن نے تو معصوم بچوں اور بیمار عورت کے گلے دھوئیں سے چوک (chock) کرنے کی کوشش کی تھی یا خشک کرنے کی کوشش کی تھی اور پانی سے محروم رکھا تھا کہ اس طرح سانس گھٹ کے مر جائیں گے لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وہ ان کے لئے کھلی فضا اور ٹھنڈا پانی مہیا کرے گا جہاں ان کے گلے اور جسم ہر وقت تر و تازہ رہیں گے۔

پس یہ واضح فرق ہے آگیں لگانے والوں کے انجام کا اور مظلوموں اور مومنوں کے انجام کا۔ ہم ان ظلموں کے خلاف مدد کے لئے پہلے بھی اللہ تعالیٰ کے آگے جھکتے تھے آج بھی اس کے آگے جھکتے ہیں۔ ان آیات میں اس عورت کے بھی سوال کا جواب آ گیا جس نے اس واقعہ کے بعد کچھ دنوں پہلے مجھے جرمنی سے لکھا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا تو الہام ہے کہ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ یا مجھے مت ڈراؤ آگ میری غلام بلکہ میرے غلاموں کی بھی غلام ہے۔

(ماخوذ از تذکرہ صفحہ 324 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

اس عورت نے آگے کوئی بات تو نہیں لکھی لیکن مطلب یہی لگ رہا تھا کہ پھر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟

پہلی بات تو یہ کہ اپنا ایمان مضبوط رکھیں۔ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے ہمیں پہلے بتا دیا تھا کہ یوں ہوگا جیسا کہ ان آیات میں مَیں نے اس کی تفصیل بتائی کہ یہ ہوگا۔ یہ آیات اس بارے میں بڑی واضح ہیں۔ اور الہام کا یہ بھی مطلب ہے کہ اس سے ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔ یہ لوگ جیسا کہ قرآن کریم میں فرمایا ہے آگیں بھڑکائیں گے۔ یقیناً بھڑکائیں گے لیکن جو مقصد ان آگوں سے یہ حاصل کرنا چاہتے ہیں وہ حاصل نہیں کر سکیں گے۔ مقصد تو یہی ہے کہ آگیں لگا کر احمدیوں کو احمدیت سے برگشتہ کرو۔ آگ کے عذاب سے جو یہ لوگ بھڑکاتے ہیں اس سے احمدیوں کو ڈرانے کی کوشش کرو۔ لیکن کیا کسی حقیقی مومن کا ان باتوں سے ایمان ضائع ہوا؟ کبھی نہیں۔ ہاں ان آگوں نے غلام بن کر مومنوں کو ترقی کے راستے ضرور دکھائے۔ اس کے دروازے ضرور کھولے اور ان کے ایمان کو مضبوط کیا۔ اس آگ کی وجہ سے اگر ظاہری نقصان ہوا تو وہ بھی کھاد بن کر جماعت کی ترقی اور تعارف کے ایسے دروازے کھولنے والا بن گیا کہ حیرت ہوتی ہے اور پھر بہت دفعہ ایسا بھی ہوا کہ دشمن اپنی کارروائی میں ناکام بھی ہوا جیسا کہ مَیں نے کہا۔

پس ہر صورت میں جب نتائج اللہ تعالیٰ کی تائید کا پتا دے رہے ہوں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر بات کے مختلف پہلو ہیں۔ ظاہری بھی اور باطنی بھی۔ لیکن جیسا کہ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ان آگوں کے بھڑکانے کے نتیجے میں آگ بھڑکانے والوں کو تو میں جلنے کا عذاب بھی دوں گا اور جہنم کا عذاب بھی دوں گا لیکن آگ سے نقصان پہنچنے والے مومنین کے لئے تو ٹھنڈی سائے دار جنتیں ہیں۔ یہ معصوم بچے جنہوں نے جان دی۔ یہ تو ویسے ہی جنتی ہوتے ہیں ان کی اس قربانی نے تو انہیں خدا تعالیٰ کا مزید پیارا بنا دیا۔ خدا تعالیٰ نے ان کو اپنے پیار کی آغوش میں لے لیا۔ الہام میں یہ تو کہیں نہیں کہا گیا تھا کہ آگ احمدیوں کے لئے کوئی نشانی کے طور پر ہے اور یا یہ عذاب ہے دوسروں کے لئے اور یہ اس عذاب سے محفوظ رہیں گے۔ کوئی ایسی نشانی نہیں بتائی گئی تھی۔ مقصد یہی تھا کہ آگ سے ہم ڈرنے والے نہیں ہیں۔ ہاں بعض دفعہ ظاہری طور پر بھی پوری ہوتی ہے باطنی طور پر بھی پوری ہوتی ہے۔ کہیں آگیں بجھ بھی جاتی ہیں کہیں نقصان بھی پہنچائے گئے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں کفار کے لئے جو عذاب مقدر تھا وہ جنگ کا عذاب تھا۔ دوسرے تو کوئی عذاب ان کو نہیں آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھی یہی فرمایا ہے کہ یہی عذاب ان کے لئے مقدر تھا اور اسی سے وہ تباہ ہوئے اور ان کا زور ٹوٹا۔ لیکن کیا ان جنگوں میں مسلمان شہید نہیں ہوئے؟ یقیناً ہوئے۔ لیکن جہاں کفار کے مرنے کو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ یہ جہنمی ہوئے وہاں مسلمانوں کی موت کو فرمایا کہ انہیں مردہ نہ کہو بلکہ یہ زندہ ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کے ہاں زندہ ہیں

اور ہر روز نئے سے نئے رزق سے فیض اٹھا رہے ہیں۔

پس ہمارے یہ شہداء بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں جنتوں میں پھر رہے ہیں۔ اور یہ بھی شاید احمدیت کی تاریخ میں پہلا موقع ہے کہ تمام قربانی کرنے والیاں، عورت اور بچیاں ہی ہیں۔ کوئی مرد اِن میں شامل نہیں۔ پس ان معصوموں کی قربانیاں ان ظالموں کی جہنموں کو قریب تر لا رہی ہیں اور انشاء اللہ تعالیٰ یہ کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی۔

یہاں یہ بھی واضح کر دوں کہ یہ موتیں سانس رکنے سے ہوئی ہیں کسی کو جلنے کے زخم نہیں آئے۔ باوجود اس کے کہ جو ظالم لوگ تھے بار بار آگ کے سامان کر رہے تھے اور مختلف قسم کا ایندھن یا ٹوٹا ہوا سامان، بالٹیاں، گھر کا فرنیچر وغیرہ جس کو یہ لوٹ نہیں سکتے تھے یا لوٹ کے لے جانا نہیں چاہتے تھے، (باقی قیمتی سامان تو لوٹ کے لے گئے)، اس کو بار بار آگ میں ڈالتے تھے تا کہ آگ کبھی نہ بجھے۔ اب اس واقعہ کی جو رپورٹ ہے، کچھ کوائف ہیں وہ بھی میں آپ کے سامنے پیش کر دیتا ہوں۔

ان شہداء میں جو خاتون شہید ہوئی ہیں ان کا نام بشریٰ بیگم صاحبہ تھا جو اہلیہ تھیں مکرم منیر احمد صاحب مرحوم کی۔ بچیاں جو ہیں وہ عزیزہ حراء تبسم بنت مکرم محمد بوٹا صاحب اور کائنات تبسم بنت مکرم محمد بوٹا صاحب۔

اس واقعہ کو ویسے تو تمام لوگوں نے سن ہی لیا ہے۔ مختلف جگہوں پر آ چکا ہے لیکن پھر بھی میں بیان کر دیتا ہوں کہ 27؍ جولائی 2014ء کو پکی پمپ والی عرفات کالونی گوجرانوالہ میں مخالفین احمدیت شدت پسندوں نے احمدی احباب کے گھروں پر حملہ کیا۔ گھروں کو آگ لگا دی جس کے نتیجہ میں جیسا کہ میں نے بتایا بشریٰ بیگم صاحبہ اہلیہ منیر احمد صاحب مرحوم عمر 55 سال اور دو کم سن بچیاں عزیزہ حراء تبسم عمر 6 سال اور عزیزہ کائنات تبسم عمر 8 ماہ جو محمد بوٹا صاحب کی بچیاں تھیں شہید ہوئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ تفصیلات اس کی یہ ہیں کہ وقوعہ کے روز شہید مرحومہ کے ایک بیٹے مکرم محمد احمد صاحب افطاری کے بعد ایک قریبی کلینک پر دوائی لینے گئے۔ وہاں انہوں نے دیکھا کہ ان کے چچازاد وقاص احمد کو بعض لوگوں نے روکا ہوا ہے۔ ان کے پوچھنے پر کہ کیا معاملہ ہے؟ ان لوگوں نے ان سے بھی بدکلامی شروع کر دی اور الزام عائد کیا کہ آپ کے ایک نوجوان نے فیس بک (facebook) پر خانہ کعبہ کی تصویر کی توہین کی ہے۔ نعوذ باللہ۔ جس پر انہوں نے کہا کہ ہم تو ایسا سوچ بھی نہیں سکتے۔ ان باتوں سے صاف ظاہر ہے کہ ایک سوچی سمجھی سکیم تھی۔ بہرحال فوراً ہی وہ لوگ جو دشمن تھے مارکٹائی پر آمادہ ہو گئے اور شیشے کی بوتلیں توڑ کر مارنے لگے جس پر محمد احمد صاحب نے حالات کی نزاکت کے پیش نظر فوری طور پر بذریعہ فون اپنے بھائی محمد بوٹا

صاحب کو دکان سے اور چچا خلیل احمد صاحب کو گھر سے موقع پر بلایا جنہوں نے آ کر معاملہ رفع دفع کرانے کی کوشش کی۔ اس دوران خلیل احمد صاحب ٹوٹی بوتل لگنے سے زخمی بھی ہو گئے۔ بہر حال وقتی طور پر یہ معاملہ ختم ہو گیا۔ گھر آ گئے اور اپنے بھائی کو گھر چھوڑ کے سروس سٹیشن جو ان کی دکان تھی وہاں چلے گئے۔ تھوڑی دیر بعد ہی وہ ڈاکٹر صاحب جن کی کلینک کے سامنے یہ معاملہ ہوا تھا۔ انہوں نے محمد بوٹا اور فضل احمد صاحب کو فون کر کے بتایا کہ یہاں لوگ اکٹھے ہو رہے ہیں اور جلوس کی شکل اختیار کر کے آپ لوگوں کے گھروں پر حملہ کی غرض سے آ رہے ہیں۔ اسی طرح انجمن تاجران کی طرف سے بھی اعلان کیا گیا کہ لوگ اکٹھے ہو جائیں اور دکانیں بند کر دیں۔ جس نے دکان بند نہ کی وہ خود ذمہ دار ہوگا۔ یہ باقاعدہ planning تھی۔ اور یہ سارا کام جیسا کہ میں نے کہا منصوبہ بندی کے ساتھ شروع ہوا۔ اس علاقے میں قریب قریب مختلف گلیوں میں اٹھارہ احمدی احباب کے گھر ہیں۔ اس اطلاع کے ملتے ہی پندرہ احمدی گھرانوں کے احباب و خواتین تو اپنے گھروں سے نکل گئے۔ تاہم محمد بوٹا صاحب اور دیگر دو گھروں محمد اشرف صاحب صدر جماعت اور ان کے بھائی کی فیملیز ابھی گھر میں تھیں کہ جلوس نے رات تقریباً ساڑھے آٹھ بجے حملہ کر دیا اور احمدی گھروں کے قریب آ کر شدید نعرے بازی کی۔ فائرنگ بھی کی اور ساتھ ہی گھروں کے بند دروازوں کو توڑنا بھی شروع کر دیا۔ اب اس کے بارے میں بھی پولیس نے غلط رپورٹ اخباروں کو دی ہے کہ دونوں طرف سے فائرنگ ہوئی۔ حالانکہ فائرنگ صرف ان مخالفین نے کی تھی۔ جماعت کی طرف سے کوئی فائرنگ نہیں ہوئی۔ ان لوگوں نے منصوبہ بندی کے ساتھ ہر طرف سے ایک ساتھ حملہ کیا۔ اس علاقے میں شیعہ حضرات کی بہت زیادہ تعداد آباد ہے۔ ویسے تو شیعہ بہت باتیں کرتے ہیں لیکن انہوں نے بھی اُس وقت ان حملہ آوروں کا ساتھ دیا بلکہ بڑھ چڑھ کے دیا۔

اس واقعہ کے بعد صدر جماعت نے فوری طور پر ایس ایچ او پیپلز کالونی کو مطلع کیا جس پر اس نے کہا کہ مَیں خود پولیس نفری کے ساتھ موقع پر موجود ہوں اور مَیں حملہ آوروں کو مذاکرات کے لئے اپنے ساتھ لے کر جا رہا ہوں۔ بہر حال حقیقت یہ ہے کہ وہ ان کو ساتھ لے کر نہیں گیا اور اس دوران شدت پسندوں نے دوبارہ حملہ کر دیا جو اسلحہ اور دروازے اور دیواریں توڑنے والے ہتھوڑوں گینتیوں سے لیس تھے۔ ہتھوڑے اور گینتیاں اور اسلحہ سب کچھ ان حملہ آوروں کے پاس تھا۔ ان کے ساتھ اور مجمع بھی آ کے شامل ہو گیا۔ آتے ہی انہوں نے پہلے بجلی کے میٹر توڑے، تاریں کاٹیں۔ بہر حال حالات کی سنگینی کی وجہ سے کہتے ہیں کہ صدر صاحب اور ان کے بھائی کی فیملیز نے چھت کے ذریعہ غیر از جماعت ہمسایہ جو کہ اہل

قرآن ہے ان کے گھر پناہ لی۔ وہ شریف آدمی تھے انہوں نے پناہ دے دی۔ جبکہ محمد بوٹا صاحب اور ان کے بھائی فضل احمد صاحب کی فیملیز اپنے ہی مکان کی بالائی منزل پر ایک کمرے میں جا کر محبوس ہو گئیں۔ اتنی دیر میں شدت پسندوں نے گھر کے اندر داخل ہو کر بالائی منزل کے اس کمرے کا دروازہ توڑنے کی کوشش کی جہاں یہ گیارہ خواتین و بچے بند تھے۔ جب دروازہ نہ ٹوٹا تو انہوں نے کمرے کے لاک میں ایلفی ڈال دی تا کہ اندر سے بھی دروازہ نہ کھلے اور سِیل ہو جائے۔ کمرے کی کھڑکی کے شیشے توڑ دیئے اور پلاسٹک کا سامان اور دیگر اشیاء اکٹھی کر کے عین دروازے اور کھڑکی کے باہر آگ لگا دی۔ اس آگ کا زہریلا دھواں دروازے کے نیچے سے اور ٹوٹی ہوئی کھڑکی سے کمرے میں بھر گیا اور ان ظالم شدت پسندوں نے آگ لگانے کے بعد اس کھڑکی سے ہاتھ ہلا کر وہاں کے اندر رہنے والوں کو استہزائیہ رنگ میں الوداع کہا اور چلے گئے۔ جس میں گیارہ احمدی خواتین اور بچے بند تھے۔ بہرحال دھوئیں کی وجہ سے سانس رکنے کی وجہ سے بشریٰ بیگم صاحبہ اور ان کی دو پوتیاں حراء تبسم اور کائنات تبسم شہید ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ حملہ آور اس قدر مشتعل تھے کہ انہوں نے موقع پر زخمیوں کو اٹھانے اور آگ بجھانے کے لئے آنے والی ہسپتال کی ایمبولینس اور ایک دوسری ایمرجینسی ایمبولینس اور فائر بریگیڈ کو بھی موقع سے بھگا دیا اور تمام شدت پسند گھروں کو آگ لگاتے رہے، جلاتے رہے اور ساتھ ناچتے بھی رہے۔ جبکہ پولیس یہ ساری کارروائی موقع پر خاموش تماشائی کی طرح کھڑی دیکھتی رہی اور کسی طرح بھی مشتعل افراد کو روکنے کی کوشش نہیں کی۔ میڈیا نے بھی بڑی دیر کے بعد آ کر اس کی کوریج شروع کی۔ وزیراعلیٰ پنجاب شہباز شریف صاحب نے بھی اس واقعہ کا نوٹس لیا جب شدت پسند اپنا کام ختم کر چکے تھے۔

اس سانحہ میں شہید ہونے والی مکرمہ بشریٰ بیگم صاحبہ شہید کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم میاں شہاب الدین صاحب آف لودھی ننگل کے ذریعہ ہوا تھا جن کو خلافت ثانیہ میں بیعت کر کے جماعت میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ یہ لوگ تو سیالکوٹ چلے گئے تھے، ان کی شادی گوجرانوالہ میں منیر احمد صاحب کے ساتھ ہوئی۔ پھر یہ 1976ء میں یہاں آ گئیں۔ ان کے خاوند منیر احمد صاحب بھی چھ ماہ قبل وفات پا گئے تھے۔ دیگر دونوں شہداء حراء تبسم اور کائنات تبسم ان کی پوتیاں تھیں۔ یہ شہید مرحومہ جو تھیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے پنجوقتہ نمازی، تہجد گزار، تلاوت کرنے والی، نہایت ملنسار، ہمدرد، مہمان نواز، اعلیٰ اخلاق کی مالک تھیں۔ جانوروں اور پرندوں کو دانہ اور خوراک وغیرہ ڈالنا ان کا روزانہ کا معمول تھا اور

باوجود اس کے کہ کوئی عہدہ نہیں تھا لیکن جب بھی اور جہاں بھی جماعتی خدمت کی ضرورت ہوتی فوراً پیش پیش ہوتیں۔ شہادت کے وقت میں ان کے ہاتھ میں سونے کی انگوٹھی اور کانوں میں بالیاں کے علاوہ کچھ نقدی بھی تھی۔ شاید انہوں نے اس لئے لے لی ہوگی کہ اب شاید یہاں سے جانا پڑے تو کچھ پیسے ہوں۔ لیکن اس دوران میں ہی سانس رکنے سے ان کی موت ہوگئی۔ تو جب پوسٹ مارٹم کے لئے لے جایا گیا تو ان ظالموں نے ان میں سے بھی کچھ چیزیں لُوٹ لیں۔ شہادت سے ایک روز قبل انہوں نے محلے میں افطاری بھی کروائی تھی اور شہید ہونے والی پوتی حراء تبسم نے گھروں میں جا کے افطاری تقسیم کی تھی۔

محمد بوٹا صاحب جن کی والدہ اور دونوں بیٹیاں شہید ہوئی ہیں، سعودی عرب میں بھی رہے تھے۔ وہاں سے پھر حالات کی وجہ سے واپس پاکستان آ گئے۔ اب پاکستان آ کر انہوں نے گاڑیوں کی سروس سٹیشن کا کام شروع کیا اور اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کافی اچھا تھا۔ ان کے بھائی فضل احمد صاحب بھی جنریٹر کرائے پر دینے کا کام کرتے تھے۔ اچھا کاروبار تھا اور یہ بھی وہاں کے لوگوں کے حسد کی ایک وجہ تھی۔

امیر صاحب گوجرانوالہ نے بتایا کہ ساری فیملی بڑی شریف النفس، بڑی مخلص اور جماعتی غیرت رکھنے والی ہے۔ جس علاقے میں یہ لوگ آباد ہیں یہ حلقہ بھی انہی کی وجہ سے یہاں بنا تھا اور انہوں نے وہاں نماز سینٹر بھی بنایا ہوا تھا۔ چندہ جات اور دیگر جماعتی تحریکات میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے تھے۔ ہر طرح سے ہر وقت جماعت کے ساتھ تعاون اور اطاعت میں پیش پیش تھے۔ شہید مرحومہ نے پسماندگان میں تین بیٹے اور دو بیٹیاں چھوڑی ہیں۔ ایک بیٹے تو یہی محمد بوٹا صاحب ہیں جن کی دو بیٹیاں شہید ہوئی ہیں اور جو دو بچیاں ہیں ان کے پسماندگان میں والدہ والد اور پانچ سال کا ایک بھائی عطاء الواسع ہے اور ایک بہن عزیزہ سدرۃ النور تین سال کی ہے۔

امیر صاحب گوجرانوالہ مزید یہ بھی لکھتے ہیں کہ 27ر جولائی اتوار کے دن ساڑھے نو بجے تقریباً چار سو یا پانچ سو افراد نے احباب جماعت احمدیہ حلقہ کچی پمپ والی کے گھروں پر حملہ کر دیا۔ شر پسندوں نے فیس بُک پر کسی قابل اعتراض تصویر کو احمدی خادم مکرم عاقب سلیم صاحب ولد مکرم محمد سلیم صاحب کی طرف منسوب کیا اور اسی کو بنیاد بناتے ہوئے لوگوں کو اکٹھا کر کے فساد پھیلایا جبکہ کوئی ایسا واقعہ نہیں ہے۔ مشتعل افراد نے ان کے علاوہ جو جہاں شہید ہوئے ہیں مزید چھ گھروں کو آگ لگائی اور ان کا سامان لوٹا۔ متاثرہ افراد کی نزدیک ہی دکانیں بھی تھیں جن پر حملہ کیا اور ان کے ویلڈنگ پلانٹ اور ہیوی جنریٹر، لوہے کے گارڈر اور عمارتی سامان جس کا کاروبار تھا وہ سب لوٹ لیا۔

سانحہ گوجرانوالہ میں شہید ہونے والوں کے علاوہ محمد بوٹا صاحب کے بھائی مکرم فضل احمد صاحب کی اہلیہ محترمہ حمیرہ فضل صاحبہ مع بچگان، بیٹی عطیۃ البصیر عمر تین سال واقفہ نو، ثمر منیب عمر ایک سال اور طلحہ انصر بعمر ایک ماہ کے علاوہ محمد بوٹا صاحب کی ہمشیرہ مکرمہ مبشرہ جری صاحبہ اہلیہ مکرم جری اللہ صاحب آف قلعہ کالروالہ ضلع سیالکوٹ جو انہیں ملنے کے لئے آئی ہوئی تھیں زخمی ہوگئیں۔ مبشرہ صاحبہ سات ماہ کی حاملہ تھیں جو وضع حمل اور عید کرنے کی غرض سے اپنی والدہ کے پاس آئی ہوئی تھیں۔ جس بچے کے ضائع ہونے کا بتایا وہ ان کا بچہ تھا جن کو پھر ربوہ میں بھجوایا گیا اور وہاں ان کا آپریشن کیا گیا۔ اس وقت ان کی طبیعت کافی خراب ہی ہے۔ ربوہ میں ہی طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں داخل ہیں۔ ان کے پھیپھڑوں میں دھواں بھرنے کی وجہ سے سانس کی بڑی تکلیف ہے۔ دیگر زخمی احباب جو ہیں ان میں منیب احمد لودھی عمر تینتیس سال حملہ آوروں کے تشدد سے زخمی ہوئے تھے۔ ان پر حملہ کیا گیا تھا اور ان کا جبڑا اور دو دانت ٹوٹے ہیں، کان بھی کٹ گیا ہے جبکہ جسم کے دیگر حصوں پر بھی چوٹیں آئی ہیں۔ ان کا علاج بھی جاری ہے۔ خلیل صاحب بوتل کے مارنے کی وجہ سے زخمی ہوئے۔ محمد انور صاحب قلعہ کالروالہ سیالکوٹ کو جب واقعہ کا پتا چلا تو وہ اپنی ہمشیرہ حمیرا فضل صاحبہ اور فضل احمد صاحب اور دیگر فیملی ممبران کی مدد کو پہنچے اور انہوں نے پہنچ کے پھر پولیس کو بلایا۔ اس وقت تک زیادہ تر لوگ جا چکے تھے، اِکّا دُکّا ہی تھے یا تھوڑے رہ گئے تھے تو پھر پولیس آئی ہے۔ تب انہوں نے پولیس کی مدد سے اور ایمبولینس لا کے لوگوں کو نکالا اور جب وہ نکال رہے تھے تو کیونکہ بڑی آگ لگی ہوئی تھی، اندر سے لوگوں کو نکالنا تھا اس لئے اس دوران میں ان کو بھی آگ کی وجہ سے تھوڑے سے زخم آئے۔ بوٹا صاحب کی اہلیہ محترمہ رقیہ بیگم صاحبہ اور دیگر دو بچے عزیزم عطاء الواسع عمر پانچ سال اور سدرۃ النور پر بھی اس سانحہ میں گیس اور دھوئیں کا اثر ہوا۔ ان کی بھی طبیعت ٹھیک نہیں۔

یہاں اس علاقے میں اٹھارہ گھر ہیں جو آپس میں باہمی رشتہ دار ہیں۔ اس وقت بہرحال ربوہ میں ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا حملہ آوروں نے چھ گھروں کو سامان سمیت جلا دیا۔ محمد افضل صاحب کا، اشرف صاحب کا، بوٹا صاحب کا، سلیم صاحب کا اور خلیل صاحب کا اور فیروز دین صاحب کا گھر ہے۔ جبکہ ماسٹر بشیر صاحب اور مبشر صاحب کے دو گھروں کی توڑ پھوڑ کی ہے ان کا صرف سامان نکال کے جلایا ہے۔ اس کے علاوہ پانچ احمدی احباب کی دکانوں کو بھی مکمل طور پر لوٹنے کے بعد آگ لگا دی گئی۔ اسی طرح حلقے کا جو نماز سینٹر تھا اس کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ اس میں موجود قرآن پاک کے نسخوں، جماعتی کتب اور دیگر سامان کو جلانے کے بعد نماز سینٹر کو بھی آگ لگا دی۔

تو یہ ان کے ظلموں کی کارروائیوں کی مختصر داستان یا حالات ہیں جن کے لئے اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اگر یہ لوگ توبہ نہیں کریں گے تو عذاب جہنم اور عذاب الحریق ان کا مقدر ہے۔ اللہ تعالیٰ ائمۃ الکفر کے بھی پکڑنے کے جلد سامان کرے اور ان آگیں لگانے والوں میں جو پیش پیش ہیں ان کی بھی پکڑ کے سامان کرے۔ ان شہیدوں کے درجات تو اللہ تعالیٰ بلند کرتا ہی ہے۔ ان کے لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ خاص طور پر ان ماں باپ اور بہن بھائی کو جن کی معصوم بچیوں اور بہنوں کو ان سے جدا کیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام مریضوں کو بھی شفائے کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے اور ان کے مالی نقصانات کو بھی اپنے فضل سے پورا فرمائے اور پہلے سے بڑھ کر عطا فرمائے۔ نماز جمعہ کے بعد انشاء اللہ ان کی نماز جنازہ بھی ادا کروں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 22 اگست 2014ء تا 28 اگست 2014ء جلد 21 شمارہ 34 صفحہ 05 تا 09)

32

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 08/اگست 2014ء بمطابق 08 ظہور 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

اَمَّنۡ یُّجِیۡبُ الۡمُضۡطَرَّ اِذَا دَعَاہُ وَ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ وَ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ ؕ ءَاِلٰہٌ مَّعَ اللّٰہِ ؕ قَلِیۡلًا مَّا تَذَکَّرُوۡنَ ﴿النمل: 63﴾

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ یا پھر وہ کون ہے جو بے قرار کی دعا قبول کرتا ہے جب وہ اسے پکارے اور تکلیف دور کر دیتا ہے اور تمہیں زمین کے وارث بناتا ہے۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود ہے؟ بہت کم ہے جو تم نصیحت پکڑتے ہو۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بار بار اپنی جماعت کے افراد کو یہی تلقین فرمائی ہے کہ دعاؤں کی طرف بہت توجہ دو کیونکہ جماعتی ترقی، جماعت کا غلبہ اور دشمنوں کے مکروں اور ان کی کارروائیوں سے نجات دعاؤں سے ہی ملنی ہے۔ آپ نے بڑا واضح فرمایا کہ ہمارا غالب آنے کا ہتھیار دعا ہی ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 5 صفحہ 303)

پس جب ہم نے ہر ترقی دعاؤں کے طفیل دیکھنی ہے اور ہر دشمن کو دعاؤں سے زیر کرنا ہے تو پھر دعا کی اس اہمیت کو سامنے رکھتے ہوئے کس قدر توجہ ہمیں دعاؤں کی طرف دینی چاہئے اور اس مقصد کے حصول کے لئے ہم کس قدر توجہ دعاؤں کی طرف دے رہے ہیں۔ اس کا اندازہ اور جائزہ ہم میں سے ہر ایک اپنی حالت کو دیکھ کر لگا سکتا ہے اور جائزہ لے سکتا ہے۔

گزشتہ دنوں مجھے ایک عزیز نے اپنی ایک خواب سنائی کہ مَیں اس عزیز کو کہہ رہا ہوں کہ رمضان بڑی جلدی ختم ہوگیا۔ ابھی تو میں نے جماعت سے اور زیادہ دعائیں کروانی تھیں۔ اس میں ایک توجہ کا پہلو یہ بھی ہو سکتا ہے اور یقیناً ہے کہ رمضان میں جس طرح دعاؤں کی طرف توجہ رہتی ہے اس طرح اب توجہ نہیں رہے گی جبکہ جماعت کو دعاؤں کی بہت ضرورت ہے۔ کیونکہ اس خواب کے سننے سے پہلے ہی میرے دل میں یہ تحریک تھی اور اللہ تعالیٰ نے ڈالا کہ رمضان کے بعد کے خطبے میں بھی دعاؤں کی طرف توجہ دلاؤں۔ اس لئے اس شخص کی خواب بھی میری توجہ کی تائید میں ہی تھی۔ اس نے مزید اس طرف توجہ دلائی۔ اللہ تعالیٰ کا یہی طریق ہے کہ بعض دفعہ بجائے براہ راست واضح توجہ دلانے کے مومنوں کو دوسرے مومنوں کے ذریعہ توجہ دلاتا ہے گو کہ دل میں ڈالا ہوتا ہے۔

رمضان کے بعد ہم عموماً دعاؤں کی طرف اس لئے توجہ نہیں رکھتے، ان میں وہ شدت نہیں ہوتی جیسی کہ رمضان میں ہوتی ہے۔ اس وقت دنیا کے حالات، مُسلم اُمّہ کے حالات خاص طور پر فلسطینیوں پر اسرائیل کا جو مسلسل ظالمانہ حملہ ہے جس میں کل تک تو عارضی روک پیدا ہوئی تھی لیکن آج سنا ہے پھر وہ سیز فائر جو ہے وہ ختم ہوگئی اور الزام بہر حال یہی دیا جا رہا ہے، اللہ بہتر جانتا ہے حقیقت، کہ فلسطینیوں کی طرف سے پہلے راکٹ حملے کئے گئے۔ بہر حال اللہ کرے کوئی ایسی صورت پیدا ہو کہ یہ جنگ بندی مستقل ہو جائے اور ظلم بند ہو۔ اور پھر ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ مسلمانوں کا ایک دوسرے پر ظلم اور گردنیں اڑانا اور قتل و غارت گری اس کی بھی انتہا ہو رہی ہے۔ اور پھر ظلم کی انتہا ان کلمہ پڑھنے والوں کی طرف سے یہ ہے کہ اللہ اور رسول کے نام پر احمدیوں پر ظلم کر رہے ہیں اور ڈھٹائی سے اس ظلم کو جاری رکھنا چاہتے ہیں اور جاری رکھنے کے بہانے بھی تلاش کرتے ہیں اور بیانات بھی دیئے جاتے ہیں۔ ہر سطح پر اور ہر موقع پر احمدیوں کو اذیت دینا اور ان پر ظلم کرنا اب پاکستان میں مُلّاں کے زیر اثر غیر احمدیوں کی اکثریت کا یا بہت بڑی تعداد کا شیوہ بن چکا ہے۔ اور اگلی نسل میں بچوں میں بھی یہ زہر گھولا جا رہا ہے۔ ان کے دماغوں کو زہر آلود کیا جا رہا ہے۔ ان بچوں کے منہ سے بھی اب یہ الفاظ نکلتے ہیں جن کو پتا ہی نہیں کہ دین کیا ہے یا کیا نہیں؟ یا دشمنی کیا ہوتی ہے کیا نہیں؟ کہ احمدی کافر ہیں اور ان کو قتل کرنا جائز ہے۔ سکولوں میں احمدی اساتذہ کے ساتھ بچے اس لئے بدتمیزی کرتے ہیں کہ یہ احمدی ہے جو مرضی اس کو کہو۔ سکولوں سے نکالنے کی کارروائیاں ہوتی ہیں۔ ان سے پڑھنے سے انکار کیا جاتا ہے۔ گزشتہ دنوں ہی ایک گاؤں میں چھوٹی سی جگہ پر ایک ٹیچر کے خلاف بچوں نے اور ان کے والدین نے جلوس نکالا، ہڑتال کی کہ ہم نے اس سے نہیں پڑھنا۔ یہ قادیانی ہے۔

غالباً ہیڈ ماسٹر نے یا کسی عقل والے نے ان سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جنگی قیدیوں کو بھی اس شرط پر رہا کرنے کا کہا تھا کہ جو تعلیم تمہارے پاس ہے، جو لکھنا پڑھنا تم جانتے ہو وہ اگر تم مسلمانوں کو سکھا دو تو تمہیں قید سے آزادی مل جائے گی۔ حالانکہ یہ ان لوگوں کو کہا گیا جو اس نیت سے جنگ میں آئے تھے کہ مسلمانوں کو ختم کر دیں۔ اس پر اس گاؤں کے لوگوں نے یہ کہا کہ ٹھیک ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کافروں کو کہا ہو گا لیکن ہم نہیں مانیں گے کیونکہ یہ قادیانی ان کافروں سے بڑھ کر کافر ہیں اور ان کو تو قتل کرنا بھی جائز ہے۔ اور یہ ڈھٹائی کسی بھی واقعہ کے بعد کم نہیں ہوتی۔ یہ نہیں کہ انسانیت سوز مظالم دیکھ کر پھر کسی قسم کی شرم کا احساس ان میں پیدا ہو جائے بلکہ وہی حال رہتا ہے۔ وہی لوگ جو گوجرانوالہ میں ہمارے احمدی گھروں کے ہمسائے تھے اور عام حالات میں بول چال اٹھنا بیٹھنا بھی تھا۔ جب یہ واقعہ ہوا تو ان میں سے بعض ایسے بھی تھے جو خالی گھروں کو دیکھ کر لوٹ کھسوٹ میں شامل ہو گئے۔ جب گراوٹ اس حد تک پہنچ جائے تو پھر سوائے اِنَّا لِلّٰہ کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ اب تو یہ لوگ اپنے خاتمے پر پہنچے ہوئے ہیں۔ اور ان ابتلاؤں کے دور میں ہمیں پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف جھکنے کی ضرورت ہے۔ پس اپنی دعاؤں میں کمی نہ آنے دیں۔ باقی مسلمان تو ایک دوسرے پر ظلم کا جواب ظلم سے دے کر اپنا حساب پورا کر لیتے ہیں لیکن ہم نے تو ہر ظلم کو آہ وفغاں میں ڈوب کر ختم کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے حضور گڑگڑا کر اس سے دعا مانگ کر ختم کرنا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ایک شعر میں یہ فرمایا تھا کہ

عدُو جب بڑھ گیا شور وفغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں

(الحکم جلد 5 نمبر 45 مورخہ 10 دسمبر 1901ء صفحہ 3 کالم 2) (درثمین اردو صفحہ 50 شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پس یارِ نہاں میں ڈوبنے کی ضرورت ہے۔ اپنے اندر وہ کیفیت پیدا کرنے کی ضرورت ہے جو عرش کے پائے ہلا دینے والی ہو۔ وہ دعائیں کرنے کی ضرورت ہے جن کا رخ ایک طرف ہو۔ متفرق دعائیں نہ ہوں۔

اس عزیز کی خواب میں جو یہ بتایا گیا ہے کہ مَیں اس کو کہہ رہا ہوں کہ ابھی میں نے جماعت سے دعائیں کروائی تھیں۔ تو جماعت سے من حیث الجماعت دعا کروانا جماعت کی کامیابیوں اور ترقیات کے لئے اور ان مشکلات کے دور ہونے کے لئے تھی۔ پس جب ہماری یہ خواہش ہے کہ ابتلا کا یہ دور جلد ختم ہو تو

ہمیں دشمن کے شر سے بچنے کے لئے اپنی دعاؤں، جماعتی دعاؤں کے دھارے اس طرف کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی دعاؤں کے دھارے اس طرف کرنے کی ضرورت ہے جہاں ہم دشمن کے شر سے بچ سکیں اور اس کے شر سے بچنے کے لئے ہم جتنی بھی دعائیں کریں وہ آجکل کی ضرورت ہے۔

اس موقع پر مجھے اپنی ایک پرانی خواب بھی یاد آ رہی تھی جس کا مَیں پہلے بھی ایک دفعہ ذکر کر چکا ہوں کہ اگر جلد حالات بدلنے ہیں تو جماعت کو ان ابتلاؤں سے بچانے کے لئے من حیث الجماعت اپنی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کی خاطر خالص کرتے ہوئے، اپنی دعاؤں کو اس کے لئے خالص کرتے ہوئے ہمیں اس کے آگے جھکنے کی ضرورت ہے۔ اور اگر اس کیفیت میں ہم اللہ تعالیٰ کے آگے جھکیں گے، یہ کیفیت ساری جماعت میں پیدا ہو جائے اور ہماری راتیں اس کیفیت میں گزریں کہ ہم نے جماعت کے لئے دعائیں کرنی ہیں تو چند دن میں، چند راتوں کی دعاؤں سے انقلاب آ سکتا ہے۔ ورنہ انقلاب تو آنا ہے، حالات تو بدلنے ہیں لیکن اپنا وقت لیں گے۔ یہ تو اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ حالات بدلیں گے انشاء اللہ تعالیٰ۔ جو پیغام مجھے دیا گیا تھا اس میں تمام جماعت جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف منسوب کرتی ہے اُس کا خالص ہو کر دعا کرنا شرط ہے۔ اس وقت بھی خواب میں مجھے یہی تاثر تھا کہ پاکستان کے احمدیوں کے لئے یہ پیغام ہے۔

پس پاکستان کے احمدیوں کو چاہے وہ امیر ہیں، غریب ہیں، مرد ہیں، عورتیں ہیں ان کو خاص طور پر اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کیونکہ احمدیت کے حوالے سے اس وقت سب سے زیادہ ظلم پاکستان میں ہی ہو رہا ہے۔ اور دنیا کے احمدیوں کو بھی عموماً اس طرف توجہ کی ضرورت ہے۔ کیونکہ احمدیت کی فتح سے ہی دنیا کی بقا وابستہ ہے۔ مسلم اُمّہ کا اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنا احمدیت کی فتح سے ہی وابستہ ہے۔ ظلم و تعدی کا خاتمہ اسی سے وابستہ ہے۔ پس چاہے وہ فلسطینیوں کو ظلم سے آزاد کروانا ہے یا مسلمانوں کو ان کے اپنے ظالم حکمرانوں سے آزاد کروانا ہے اس کی ضمانت صرف احمدیوں کی دعائیں ہی بن سکتی ہیں۔ ان دعاؤں کا حق ادا کرنے کی ہمیں ضرورت ہے۔ اس وقت ظلم کی چکّی میں سب سے زیادہ احمدی پِس رہے ہیں۔ اس لئے ہماری دعائیں ہی مضطر کی دعاؤں کا رنگ اختیار کر کے نہ صرف اپنی آزادی بلکہ انسانیت کے لئے بھی ظلموں سے نجات کا ذریعہ بن سکتی ہیں۔ پس ہمیں اپنی ذمہ داریاں سمجھنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب وغریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں۔ اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو دعاؤں ہی سے پہچانا جاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 201)

پس جیسا کہ مَیں نے کہا کہ آج احمدیوں سے زیادہ اور کون ان ابتلاؤں میں ڈالا جا رہا ہے۔ آج احمدیوں سے زیادہ اور کون ہے جس پر ہر طرف سے ظلم بعض مسلمان ممالک میں روا رکھا جا رہا ہے۔ ان ملکوں کے اکثر شرفاء بلکہ تمام ہی کہنا چاہئے، ان کی شرافت جیسا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث رحمہ اللہ تعالیٰ فرمایا کرتے تھے کہ گونگی شرافت ہو چکی ہے۔

(ماخوذ از خطباتِ ناصر جلد ہشتم صفحہ 376 خطبہ جمعہ فرمودہ 28 ستمبر 1979ء)

ایسے میں معجزانہ دعاؤں کے فیض حاصل کرنے کے لئے ہمیں خاص توجہ کی ضرورت ہے۔

یہ آیت جو میں نے تلاوت کی ہے اس میں اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ دیکھو مصیبت زدہ لوگوں کی دعاؤں کو کون قبول کرتا ہے۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی قبول کرتا ہے۔ اور جب وہ ایسی حالت میں ہوں جب مُضطر ہوں۔ مضطر اس کو کہتے ہیں جو اپنے چاروں طرف مشکلات اور ابتلاؤں کو دیکھتا ہے۔ اسے اپنی کامیابی کا کوئی مادی یا دنیاوی راستہ نظر نہیں آتا اور صرف اور صرف ایک راستہ نظر آتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف جانے کا راستہ ہے۔ خدا تعالیٰ کہتا ہے یہ مُضطر ہیں جو میری طرف آتے ہیں جن کے لئے دنیا کے تمام راستے بند اور مسدود ہو چکے ہوتے ہیں۔ مضطر کا مطلب یہ نہیں ہے کہ جب کوئی راستہ نظر نہ آئے تو گھبراہٹ میں اضطراب شروع ہو جائے کہ ہم کدھر جائیں۔ بلکہ مضطر کا مطلب جیسا کہ میں نے کہا یہ ہے کہ جب تمام راستے بند ہو جائیں، تمام راستے مسدود ہو جائیں تو ایک طرف روشنی کی کرن نظر آئے اور وہ اس کی طرف دوڑے۔ اگر ہر طرف آگ نظر آ رہی ہو تو دیوانوں کی طرح بے چین ہو کر دوڑنے والے کو مضطر نہیں کہتے۔ کیونکہ اگر اس طرح وہ گھبراہٹ میں دوڑے گا تو خود آگ میں پڑ جائے گا بلکہ ہر طرف کی آگ دیکھنے کے بعد جب اسے امن کا ایک راستہ نظر آ رہا ہو، اسے ایک طرف پناہ نظر آ رہی ہو اور وہ اس معین راستے کی طرف چلا جائے تو وہ شخص ایسا ہے جو مضطر کہلاتا ہے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں ایسے شخص کو پھر آگ سے بچانے والا ہوں۔ مَیں اس کی پناہ گاہ ہوں۔ آگ کی تپش سے بچانے والی ٹھنڈی چھاؤں میں ہوں۔ میری طرف آؤ۔ مجھ سے پناہ طلب کرو۔ میں تمہیں ان ابتلاؤں سے نکالوں گا۔ اس یقین سے میری طرف آؤ کہ ہمارا خدا ہے جو ہمیں اس ابتلا سے نکالنے والا ہے تو میں تمہیں تمہارے اس یقین کی وجہ سے اس

ابتلا سے نکالوں گا۔ تمہاری دعاؤں کی وجہ سے تمہیں اس ابتلا سے نکالوں گا۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ عجیب وغریب خواص اور اثر تمہارے حق میں ظاہر ہوں گے۔

پس جو شخص ایسا مضطر بن جائے جو خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی کو اپنا ملجا و مأویٰ نہ سمجھے کوئی پناہ کی جگہ نہ سمجھے، جو خدا کے سوا کسی اور کو ان ابتلاؤں سے نجات دلانے والا نہ سمجھے تو وہی حقیقی مضطر ہے اور اس کی دعائیں عجائب دکھانے والی بنتی ہیں۔ دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ یقین ہمیں اپنے اندر پیدا کرنا ہو گا کہ ہر قسم کے اضطرار کی حالت میں اللہ تعالیٰ ہی کام آتا ہے۔ اس کے علاوہ اور کوئی راستہ نہیں جہاں ہمیں روشنی کی کرن نظر آتی ہو اور جب ایسی حالت پیدا ہو جائے، جب اس طرح کی اضطرار کی کیفیت آ جاتی ہے تو پھر اس قسم کے مضطر کے پاس اللہ تعالیٰ اپنے وعدے کے مطابق دوڑتا ہوا آتا ہے اور اس کی مشکلات اور مصیبتیں دور کر دیتا ہے۔ اس کی تکالیف ہوا میں اڑ جاتی ہیں۔ چاہے وہ ذاتی تکالیف اور مشکلات ہوں یا جماعتی تکالیف اور مشکلات ہوں۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ صرف یہی نہیں ہو گا کہ یَکۡشِفُ السُّوۡٓءَ۔ ہو یعنی اللہ تکلیفوں کو دور کر دے اور بس۔ یہ کافی ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ جب انعامات دیتا ہے تو اس کے انعامات لامحدود ہوتے ہیں۔ کسی بھی حد تک وہ انعامات کو بڑھا سکتا ہے۔ پس یہاں بھی جب تکلیف میں مبتلا مومنوں کی تکلیفوں کو دور کرنے کا اللہ تعالیٰ نے فرمایا تو ساتھ یہ بھی فرما دیا کہ یَجۡعَلُکُمۡ خُلَفَآءَ الۡاَرۡضِ۔ کہ وہ تمہیں زمین کے وارث بنا دیتا ہے۔ وہ بڑے بڑے ظالموں، جابروں اور سرکشوں کو تباہ کر کے مظلوم اور کمزور نظر آنے والوں کو ان کی جگہ بٹھا دیتا ہے۔ پس جہاں انفرادی طور پر مضطر کی دعا سن کر اللہ تعالیٰ اس کی تکلیف کو دور کرتا ہے وہاں قومی رنگ میں بھی اس کی تکلیفوں اور ابتلاؤں کو دور کرتا ہے۔ اور یہی ہمیں قرآن کریم نے دوسری جگہ پر بھی بتایا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ جب پہلی قوموں نے رسولوں کے ساتھ اور ان کی قوموں کے ساتھ ظالمانہ سلوک کیا تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ ہم نے انہیں تباہ کر دیا اور مظلوموں کو ان کی جگہ دے دی۔ پہلے لوگ بڑے بڑے جابر اور بڑے بڑے جاہ وجلال والے تھے لیکن ان کے نام تک مٹ گئے۔ پس یہ قانون آج بھی اسی طرح قائم ہے جس طرح پہلی قوموں کے لئے قائم تھا۔

پس اللہ تعالیٰ ظالموں کو ختم کرتا ہے لیکن جب مظلوم مضطر بن کر مَتٰی نَصۡرُ اللّٰہِ کی درد بھری دعائیں کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ کا رحم جوش میں آ کر ظالموں کے جلد خاتمے کے سامان پیدا کر دیتا ہے۔ طاقت اور کثرت کے زعم میں آج ظلموں پر جو لوگ تلے بیٹھے ہیں اللہ تعالیٰ کرے کہ انہیں عقل آ جائے ورنہ ان کی یہی طاقت اور کثرت ان کے لئے تباہی کا باعث بننے والی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہی فرمایا ہے کہ جو اپنی

طاقت اور کثرت کی وجہ سے تقویٰ سے کام نہیں لیتے ان کے انجام بھی بد ہوا کرتے ہیں۔ اگر کلمہ پڑھ کر اور اللہ اور رسول کا نام لے کر ظلموں کی داستانیں رقم ہوں گی تو کلمہ بھی اور اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول بھی ایسے لوگوں سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ظالموں کے بدانجام کی خبر دی ہے۔ یہ کہیں نہیں کہا گیا کہ فلاں قوم یا مذہب کے ماننے والوں کا استثناء ہے وہ جو چاہیں کرتے پھریں۔ بلکہ جو بھی ایسے کاموں میں ملوّث ہوگا جو اللہ تعالیٰ کے حکموں کے خلاف ہیں، جو ظلموں پر منتج ہوتے ہیں وہ اپنے بدانجام کو پہنچے گا۔ لیکن ہمارا کام ہے کہ ان ظلموں سے جلدی چھٹکارا پانے کے لئے ہم مضطر کی حالت اپنے اندر پیدا کریں۔ اللہ تعالیٰ کی مدد کو بے چین ہو کر پکاریں۔ پھر دیکھیں اللہ تعالیٰ کس طرح مدد کو آتا ہے۔ ہم میں سے ہر ایک کو یہ حالت پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا۔ دیکھو کسی کی بیوی یا بچہ بیمار ہو یا کسی پر سخت مقدمہ آ جاوے تو ان باتوں کے واسطے اس کو کیسا اضطراب ہوتا ہے۔ پس دعا میں بھی جب تک سچی تڑپ اور حالت اضطراب پیدا نہ ہو تب تک وہ بالکل بے اثر اور بیہودہ کام ہے۔ قبولیت کے واسطے اضطراب شرط ہے۔''

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 137)

پس جماعتی مشکلات کے دور کرنے کے لئے بھی ہمیں اسی اضطراب کی ضرورت ہے جس طرح بعض دفعہ ہم دعاؤں میں اپنے ذاتی مقاصد کے لئے دکھاتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ کثرت سے اور بار بار دعا شرط ہے۔ پس یہ خیال کر لینا کہ ہم نے رمضان میں دعائیں کر لیں اور کافی ہو گیا تو ہم پر واضح ہونا چاہئے کہ یہ کافی نہیں۔ ابھی ہمیں مسلسل دعاؤں کی ضرورت ہے اور انسان کو ہمیشہ مسلسل دعاؤں کی ضرورت رہتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ ہمیں کھلی فتح بھی عطا فرما دے گا تو پھر بھی تقویٰ پر چلتے ہوئے اس کے فضلوں کو سمیٹنے کے لئے مسلسل دعاؤں کی ضرورت ہو گی۔ غرض کہ اللہ تعالیٰ سے تعلق میں کبھی بھی کمی نہیں ہونی چاہئے، نہ ایک مومن کبھی یہ برداشت کر سکتا ہے۔ تکلیفوں میں بھی ہمیں اضطراب کی ضرورت ہے اور آسانیوں اور آسائشوں میں بھی ہمیں یادِ خدا کی ضرورت ہے۔ پس ایک مومن کبھی خود غرض نہیں ہوتا۔ نہ ہی عارضی اور وقتی دعاؤں اور جوشوں کو کافی سمجھتا ہے بلکہ ہر حالت میں خدا تعالیٰ سے اس کا تعلق رہتا ہے اور رہنا چاہئے۔ یہ ایمان اور تعلق ہی ایک مومن کو عام حالات میں بھی دعا کی قبولیت کے

نشان دکھاتا رہتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا کہ ”یاد رکھو کہ غیر اللہ کی طرف جھکنا خدا سے کاٹنا ہے۔“

(تفسیر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جلد 4 صفحہ 58)

یہ تو ایک حقیقی مومن کبھی تصور بھی نہیں کر سکتا کہ خدا سے تعلق کاٹے لیکن بعض دفعہ کمزوریوں کی وجہ سے دعاؤں میں کمی آ جاتی ہے اور دنیاوی معاملات کی وجہ سے اسباب کی طرف توجہ ہو جاتی ہے یا دعاؤں کا حق ادا نہیں ہوتا۔ پس ہمیں چاہئے کہ ہم میں سے ہر ایک اپنی حالتوں کے ہر وقت جائزے لیتا رہے کہ کبھی ہم اپنے مسائل میں اس قدر نہ الجھ جائیں کہ ان لوگوں کے لئے دعاؤں کا احساس نہ رہے جو جماعت کے افراد ہونے کی وجہ سے مشکلات میں گرفتار ہیں۔ یاد رکھیں ہر فرد جماعت کی دعا اور اللہ تعالیٰ کو اس کے رحم، مغفرت، بخشش اور مختلف صفات کا واسطہ دے کر جو دعا ہے یہ جماعتی تکالیف کو بھی دُور کرنے کا باعث بنتی ہے۔

حدیثوں میں آتا ہے کہ پہلی اُمتوں میں سے ایک اُمّت کے تین آدمی تھے۔ ایک دفعہ طوفان میں پھنس گئے۔ وہ طوفان سے پناہ لینے کے لئے ایک غار میں چلے گئے اور اتفاق سے اس طوفان کی وجہ سے ایک پتھر لڑھک کر اس غار کے منہ پر آ گرا اور ان کے باہر نکلنے کا راستہ بند ہو گیا۔ گویا ایک چھوٹی مصیبت سے بچنے کے لئے گئے تھے اور بڑی مصیبت ان پر پڑ گئی۔ ایسی حالت میں نہ ان کی اپنی کوشش سے وہ پتھر غار کے منہ سے ہٹایا جا سکتا تھا اور نہ ہی کوئی بیرونی مدد ان کو جنگل میں پہنچ سکتی تھی۔ ایک ایسی قید تھی جس میں سے کسی انسانی کوشش سے نکلنا ناممکن تھا۔ ایسی حالت میں ان پر شدید گھبراہٹ کی کیفیت طاری ہوئی کہ اب یہاں سے نکلنے کا کوئی راستہ نہیں۔ یہاں سے نکلنا بہت مشکل ہو گیا ہے۔ یہی نہ ہو کہ ہماری قبر اب اس غار میں بن جائے۔ ایسی حالت میں جب انہوں نے دیکھا کہ نجات کی کوئی صورت نہیں تو ان میں سے ایک شخص کے دل میں دعا کی تحریک ہوئی۔ اس نے کہا آؤ ہم دعا کریں اور دعا اس حوالے سے کریں کہ ہم نے اپنی زندگی میں اگر کوئی عمل اور نیکی خدا تعالیٰ کی خاطر کیا ہے تو اللہ تعالیٰ اس پتھر کو ہٹا دے۔ تب ان میں سے ایک نے کہا کہ اے خدا مجھے اپنی ایک رشتہ دار لڑکی سے محبت تھی۔ میں اس سے بدکاری کرنا چاہتا تھا مگر وہ نہیں مانتی تھی۔ آخر میں نے بعض ایسی تدابیر کیں، مال بھی خرچ کیا، وقت گزرا تو آخر وہ بدفعلی پر راضی ہو گئی۔ جب میں اس پر قادر ہو گیا تو اس نے کہا کہ اے خدا کے بندے! میں تجھے خدا کا واسطہ دے کر کہتی ہوں کہ یہ گناہ نہ کر۔ تب میں اس کے قریب سے ہٹ گیا۔ اور اے خدا اگر میں نے یہ

کام تیری خوشنودی کی خاطر کیا تھا تو اس پتھر کو ہمارے راستے سے ہٹا دے۔ اس دعا سے اس طوفان کی وجہ سے وہ پتھر اپنی جگہ سے تھوڑا سا ہٹ گیا لیکن راستہ نہیں کھلا۔

پھر دوسرے نے کہا۔ اے خدا تُو جانتا ہے کہ ایک مزدور میرے پاس آیا۔ اس نے میری مزدوری کی۔ اس سے پہلے کہ وہ میرے سے مزدوری لے۔ وہ چلا گیا۔ یہ مزدوری جو نصاب بنتا ہے اس میں تقریباً نو سیر دانے کے برابر بنتی ہے۔ تو میں نے اس کی مزدوری کے جو دانے تھے ان کو بو دیا۔ اس کی فصل لگا دی۔ وہ فصل اچھی ہوئی۔ اور اس میں سے میں نے کچھ جانور خرید لئے جو بڑھتے بڑھتے بھیڑوں بکریوں کا ایک گلّہ بن گیا۔ پھر یوں ہوا کہ کئی سالوں کے بعد وہ میرے پاس آیا اور اپنی مزدوری مانگی۔ میں نے کہا کہ یہ بکریوں کا گلّہ تمہارا ہے۔ تم لے جاؤ۔ ایک وادی میں پھیلا ہوا تھا۔ اس نے کہا کہ مزدوری لینے آیا ہوں اور تم میرے ساتھ مذاق کر رہے ہو۔ تب میں نے اس سے کہا کہ تمہاری مزدوری سے میں نے تجارت کی تھی جس سے اتنا بڑا ریوڑ بن گیا۔ یہ تمہارا ہے اس پر وہ ریوڑ لے کر چلا گیا۔ پس اے خدا! اگر یہ کام میں نے تیری خوشنودی اور رضا کی خاطر کیا ہے تو ہم پر رحم کر اور یہ پتھر ہٹا دے۔ اس پر ہوا کے ایک تیز جھکّڑ نے اس پتھر کو تھوڑا سا اور سرکا دیا لیکن ابھی بھی باہر نکلنے کا راستہ نہیں تھا۔

تب تیسرا شخص اس دعا کے ساتھ خدا کے حضور جھکا اور کہا کہ اے خدا! تو جانتا ہے کہ میں بکریاں چرایا کرتا ہوں اور دودھ پر میرا گزارا ہے۔ ایک دن گھر پہنچنے میں دیر ہوگئی اور میرے ماں باپ جو میرے ساتھ تھے۔ بہت بوڑھے تھے۔ میرا طریق یہ تھا کہ اپنے چھوٹے بچوں سے پہلے اپنے ماں باپ کو دودھ پلایا کرتا تھا۔ جب میں دیر سے پہنچا تو میرے ماں باپ جو بوڑھے تھے سو چکے تھے۔ میں نے پسند نہ کیا کہ انہیں جگاؤں اور ان کے پاس دودھ لے کر میں کھڑا ہو گیا کہ جب وہ جاگیں گے مَیں پلا دوں گا۔ میرے بچے روتے رہے۔ انہیں بھی بھوک لگی تھی لیکن میں ماں باپ کے لئے دودھ لے کر کھڑا رہا۔ یہاں تک کہ صبح ہوگئی اور صبح تک دودھ لے کر کھڑا رہا۔ صبح جب وہ جاگے تو انہیں دودھ پلایا پھر اپنے بیوی بچوں کو بھی دیا۔ پس اے خدا اگر میرا یہ کام تیری رضا اور خوشنودی کے لئے تھا اور دنیا کی کوئی غرض نہ تھی تو مجھ پر رحم فرما اور اس پتھر کو ہٹا دے۔ چنانچہ طوفان کے ایک زور نے اس پتھر کو اور آگے سرکا دیا اور راستہ صاف ہو گیا اور وہ باہر آ گئے۔

(صحیح البخاری کتاب احادیث الانبیاء باب حدیث الغار حدیث 3465)

اب تین اشخاص نے تین قسم کے کام کئے تھے۔ کسی نے مزدور کی مزدوری میں امانت کا حق

ادا کیا۔ انصاف پر قائم رہتے ہوئے بندوں کے حق کی ادائیگی کی۔ کسی نے والدین کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی خدمت کا حق ادا کیا۔ تیسرا زنا کے گناہ سے اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر بچا اور اس حوالے سے دعا کی لیکن ان سب کی دعاؤں کا مقصد مشترک تھا کہ پتھر ہٹ جائے اور وہ پتھر ہٹ گیا۔ پس یہ انفرادی نیکیاں اور انفرادی نیکیوں کے حوالے سے کی گئی دعائیں اجتماعی قبولیت کا نظارہ دکھانے والی بن گئیں۔ پس اس حدیث سے جہاں اور بہت سے سبق ملتے ہیں وہاں ایک یہ بہت بڑا سبق ہے کہ افراد کی انفرادی نیکیاں اور دعائیں اجتماعی مصیبت کو دور کرنے کا باعث بنتی ہیں۔

پس جب ہم ایک جماعت میں پروئے جانے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ہمیں خدا تعالیٰ سے اجتماعی تکالیف اور ابتلا کے دُور کرنے کے لئے دعائیں مانگنے کی ضرورت ہے۔ صرف اپنی ذاتی مشکلات اور پریشانیوں کو اپنا سمجھتے ہوئے ان کے لئے دعاؤں میں ہی نہ ڈوبے رہیں بلکہ جماعتی دعاؤں میں بھی وہ اضطراب اور اضطرار پیدا کریں جو اپنی ذاتی پریشانیوں کو دور کرنے کے لئے ایک انسان میں پیدا ہوتا ہے۔ جماعت کی ترقی اور حالات کے بدلنے کے لئے جب دو نفل پڑھتے ہیں جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ پڑھا کریں اور اکثریت مجھے لکھتی بھی ہے کہ ہم پڑھتے ہیں تو اس میں درد بھری دعائیں کریں۔ ان غار میں پھنسے ہوئے لوگوں کی حالت کا اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ہر دنیاوی مدد سے مایوس ہو کر انہوں نے بیشک اپنی کسی نیکی جو خالص خدا تعالیٰ کے لئے انہوں نے کی تھی اس کا حوالہ دے کر دعا مانگی لیکن ان کی جو اس وقت اضطراری کیفیت ہوگی جو اضطراب ان میں پیدا ہوا ہوگا، ہر طرف سے مادی ذرائع سے جو مایوسی تھی اس سے جو اضطراب پیدا ہو سکتا ہے اس کا انسان اندازہ کر سکتا ہے۔

پس جہاں ہمیں اپنے عمل خدا تعالیٰ کے لئے خالص کرنے کی ضرورت ہے کہ یہ اعمال قبولیت دعا میں بہت بڑا کردار ادا کرتے ہیں وہاں ہمیں جماعت کی تکلیف کو اپنی تکلیف سمجھتے ہوئے بڑی تضرع اور عاجزی سے اسے دور کرنے کے لئے دعا کی ضرورت ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ:

”دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے۔ اگر بدیوں سے نہیں بچ سکتا اور خدا تعالیٰ کی حدود کو توڑتا ہے تو دعاؤں میں کوئی اثر نہیں رہتا۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 27)

پھر ایک جگہ ہمیں دعاؤں کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ:

''اگر تم دوسرے لوگوں کی طرح بنو گے تو خدا تعالیٰ تم میں اور ان میں کچھ فرق نہ کرے گا۔ اور اگر تم خود اپنے اندر نمایاں فرق پیدا نہ کرو گے تو پھر خدا تعالیٰ بھی تمہارے لیے کچھ فرق نہ رکھے گا۔ عمدہ انسان وہ ہے جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چلے .... لیکن اگر ظاہر کچھ اور ہو اور باطن کچھ اور تو ایسا انسان منافق ہے اور منافق کافر سے بدتر ہے۔ سب سے پہلے دلوں کی تطہیر کرو۔ مجھے سب سے زیادہ اس بات کا خوف ہے۔ ہم نہ تلوار سے جیت سکتے ہیں اور نہ کسی اور قوت سے۔ ہمارا ہتھیار صرف دعا ہے اور دلوں کی پاکیزگی۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 386)

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے منشاء کے مطابق اپنی زندگیوں میں پاک تبدیلیاں پیدا کرتے ہوئے اپنے سب کام خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق سرانجام دینے والے ہوں۔ اس کے لئے ہمیشہ کوشش کرتے رہیں۔ اس کے حضور متضرعانہ دعاؤں کی طرف توجہ دینے والے ہوں۔ اپنی دعاؤں میں جماعتی ترقی اور ابتلاؤں کے دور ہونے کے لئے وہی شدت پیدا کرنے والے ہوں جو اپنی ذاتی تکالیف میں ہم کرتے ہیں۔ جماعت کے لئے دعاؤں میں بھی وہ شدت ہم میں پیدا ہو جیسی ہم میں اپنی ذاتی تکالیف کے لئے پیدا ہوتی ہے۔ ایک ہو کر ہم مخالفین کے شر سے بچنے کے لئے دعائیں کرنے والے ہوں۔ جیسا کہ مَیں نے شروع میں بھی کہا تھا کہ جب تک ہم خالص ہو کر اللہ تعالیٰ کے آگے ان اجتماعی تکلیفوں کے دور کرنے کے لئے نہیں جھکیں گے ہم اپنے مقصد کو جلد حاصل نہیں کر سکیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر ہماری مشترکہ دعائیں ہی ہماری انفرادی تکالیف کو بھی دور کر سکتی ہیں۔ جب انسان دوسرے کے لئے دعا کرتا ہے تو فرشتے بھی اس کے لئے دعا کر رہے ہوتے ہیں۔ غار سے پتھر اس وقت ہٹتے ہیں جب دعاؤں کا رخ اور مقصد مشترک ہو۔ پس کسی فرد جماعت کو اس خودغرضی میں نہیں پڑنا چاہئے کہ میں ٹھیک ہوں تو بس سب ٹھیک ہے۔ دنیا کے کسی بھی کونے میں بسنے والے احمدی کی تکلیف ہم سب کی مشترک تکلیف ہے۔ اس کا احساس ہم میں پیدا ہونا چاہئے اور صرف احساس ہی پیدا نہ ہو اس کے لئے ہمیں دعاؤں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اور یہی ہتھیار ہے جس کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ یہ ہتھیار ہمیں ہماری فتوحات سے ہمکنار کرے گا۔

لیکن یہ بات بھی ہمیں یاد رکھنی چاہئے کہ جوش میں ہم دشمنوں کے بارے میں یا مخالفین کے

بارے میں یہ دعا نہ کریں کہ خدا تعالیٰ ان پر وبال اور عذاب نازل کرے۔ بلکہ یہ دعا کریں کہ اے اللہ جب ہم اپنی کامیابیاں چاہتے ہیں۔ ابتلا اور مشکلات کو دُور کرنے کے لئے تجھ سے دعا مانگتے ہیں۔ مشکلات کے یہ دَور ختم ہونے کے لئے ہم دعا کرتے ہیں وہاں اے خدا ہم ان لوگوں کی بھی بہتری چاہتے ہیں تباہی نہیں چاہتے۔ ہم کمزوروں کو تیرے فضلوں نے ڈھانپا ہوا ہے اور باوجود سخت ترین حالات کے ہم تیرے فضلوں کے نظارے پھر بھی دیکھتے رہتے ہیں۔

پس اگر تُو ان لوگوں کو بھی ڈھانپ لے اور ان کو ہدایت دے تو یہ ہماری بھی اور ان کی بھی بڑی خوش قسمتی ہے۔ لیکن اگر تیری حکمت بعض کو اس کا اہل نہیں سمجھتی اور ان کو فنا کرنے میں ہی بہتری ہے تو ان کو ہمارے راستے سے اس طرح ہٹا دے کہ اسلام کی ترقی جو اَب تو نے احمدیت اور حقیقی اسلام سے وابستہ کی ہے اس میں ان کا وجود روک نہ بن سکے۔

پس جہاں یہ دعا بھی ہے تو وہاں اللہ تعالیٰ کی حکمت جہاں چاہتی ہے وہاں پر یہ بد دعا بھی بن جائے گی۔ اس لحاظ سے ہمیں دعا کرنی چاہئے نہ کہ کھلی بد دعا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو دعاؤں کے حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 29 راگست 2014ء تا 11 رستمبر 2014ء جلد 21 شمارہ 36-35 صفحہ 05 تا 08)

33

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 15 ؍اگست 2014ء بمطابق 15 ظہور 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِیْبُوْا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا یُحْیِیْكُمْ (الانفال:25) کہ اے لوگو! جو ایمان لائے ہو، اللہ اور رسول کی بات پر لبّیک کہو۔ جب وہ تمہیں بلائے تا کہ تمہیں زندہ کرے۔

اللہ تعالیٰ اپنے رسولوں کو زندگی دینے کے لئے بھیجتا ہے۔ ان یعنی مومنوں کے بارے میں فرمایا کہ ان کی موت کو زندگی عطا کرنے کے لئے بھیجتا ہے۔ جیسا کہ قرآن کریم کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ زندگی روحانی زندگی ہے نہ کہ ظاہری موت سے زندگی۔ یہاں ایک صداقت کا بھی اظہار ہے کہ مومن کو ہمیشہ نبی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی اصلاح کے سامان کرتے رہنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ہماری زندگی کے سامان کئے اور ایک کامل اور مکمل شریعت قرآن کریم کی صورت میں نازل فرمائی۔ اور اس پر عمل کرنے کا کامل نمونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بنایا جس کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب رہنے والوں نے محسوس کیا اور محسوس کرتے تھے۔ جو جتنا زیادہ آپ کے قریب تھا اتنا ہی زیادہ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عملی نمونے کا حسن نکھر کر واضح ہوتا تھا اور آپ کی بیویاں آپ کے اس حسن عمل کی سب سے زیادہ گواہ ہو سکتی تھیں اور تھیں۔ تبھی تو جب سوال کرنے والے نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق کیسے تھے؟ آپ کے اخلاق کے بارے میں دریافت کیا تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا کَانَ خُلُقُهُ الْقُرْاٰن۔

آپ کا خُلق قرآن تھا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 8 صفحہ 144 حدیث عائشۃ رضی اللہ عنہا حدیث نمبر 25108 عالم الکتب بیروت 1998ء)

جو کچھ اس میں یعنی قرآن کریم میں ہے اس کا عملی نمونہ آپ تھے۔

پس انبیاء کا وجود دنیا میں نمونہ ہوتا ہے۔ یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ ان کے وجود یا ان کے نمونے سے کسی کو ٹھوکر لگے۔ یہاں اس آیت میں اللہ اور رسول کو اکٹھا کر کے اللہ تعالیٰ نے بتا دیا کہ جو اللہ کہتا ہے وہی اس کے رسول کہتے اور کرتے ہیں۔ پس اگر روحانی زندگی چاہتے ہو تو آنکھیں بند کر کے رسول کے پیچھے چل پڑو۔ اس کی اتباع کرو۔ اس کے حکموں پر عمل کرو۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں تو یہ بھی فرمایا کہ اگر تم خدا تعالیٰ کی محبت چاہتے ہو تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی ضروری ہے اور خدا کی محبت ہی وہ مقام ہے جس سے روحانی حیات ملتی ہے، روحانی زندگی ملتی ہے۔ پس حقیقی روحانی زندگی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز پر لبّیک کہنا ضروری ہے۔ اور جب تک ایک مسلمان کہلانے والا حقیقی رنگ میں اس بات کو نہیں مانتا جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان الفاظ میں اعلان کروائی کہ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (آل عمران: 32)۔ پس میری اتباع کرو تو اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ اس وقت تک ایک مسلمان کہلانے والا حقیقی متبع اور مومن نہیں کہلا سکتا۔ اور آپ کی اتباع کے لئے آپ کے نمونے کی لکھی ہوئی تفصیل جیسا کہ حضرت عائشہؓ نے فرمایا قرآن کریم کی صورت میں ہمارے سامنے موجود ہے۔ یہ قرآن کریم ہی ہے جو کہتا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں ناانصافی پر مجبور نہ کرے۔ یہ قرآن کریم ہی ہے جو کہتا ہے کہ بلا وجہ کسی کا خون نہ بہاؤ۔ یہ قرآن کریم ہی ہے جو کہتا ہے مخلوق کے حقوق ادا کرو۔ یہ قرآن کریم ہی ہے جو کہتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم رحمۃٌ للعالَمین ہیں جو بلا تخصیص مذہب و ملّت ہر ایک کے لئے رحمت ہیں۔ رحمانیت اس بات کا ہی تقاضا کرتی ہے کہ وہ بلا تخصیص ہو۔

غرض کہ جیسے جیسے قرآن کریم کو پڑھتے جائیں اس میں ہر قسم کی رہنمائی اور ہدایت ملتی چلی جاتی ہے۔ پس قرآن کریم تو ہر اس شخص کے اعتراض کو ردّ کرتا ہے جو آجکل کے مسلمانوں کے غلط عمل دیکھ کر غیر مسلم یا معترضین آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اسلام پر کرتے ہیں کہ یہ زندگی ہے؟ تم کہتے ہو کہ رسول زندگی دینے والا ہے لیکن کیا یہ زندگی ہے جو دینے کے لئے تمہارا رسول اور تمہارا دین آیا ہے؟ انبیاء تو

زندگیاں دیتے ہیں لیکن مسلمانوں کے تو عمل بھی مردہ ہیں اور عملاً بھی انسانی زندگی کے خاتمے میں یہ پڑے ہوئے ہیں۔ معصوموں بیواؤں کے قتل ہو رہے ہیں۔

مجھ سے اگر کوئی پوچھے، کئی دفعہ لوگ مجھ سے سوال کرتے ہیں۔ احمدیوں سے بھی پوچھتے ہیں تو مَیں یہی کہا کرتا ہوں کہ تمہارے اس اعتراض کا جواب تو اللہ تعالیٰ اور اس کا رسول چودہ سو سال پہلے اسلام کے ابتدا میں ہی قرآن کریم میں سورۃ جمعہ کی ان آیات میں دے چکے ہیں کہ هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ (الجمعة: 4-3) کہ وہی ہے جس نے اُمّی لوگوں میں انہی میں سے ایک عظیم رسول مبعوث کیا۔ وہ ان پر اس کی آیات کی تلاوت کرتا ہے اور انہیں پاک کرتا ہے اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے جبکہ اس سے پہلے وہ یقیناً کھلی کھلی گمراہی میں تھے اور انہی میں سے دوسروں کی طرف بھی اسے مبعوث کیا ہے جو ابھی ان سے نہیں ملے۔ وہ کامل غلبہ والا اور صاحب حکمت ہے۔

پس یہ جہالت اور گمراہی جو اس وقت کے مسلمانوں کے عمل سے ظاہر ہو رہی ہے وہی ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھی اور اس کے دُور کرنے کے لئے اور اصل زندگی بخش پیغام دینے کے لئے اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا تھا اور اب یہ زندگی بخش پیغام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے اس کو پھیلانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھیجا ہے اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر جماعت احمدیہ مسلمہ یہ پیغام پہنچا رہی ہے اور اس کی ذمہ داری ہے کہ یہ پہنچائے۔

اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ان حالات کے بارے میں، ان لوگوں کے بارے میں، ان علماء کے بارے میں جو آجکل یہ حرکتیں کر رہے ہیں واضح فرما دیا کہ یہ لوگ آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہیں جو علماء بنے پھرتے ہیں۔ فتنوں کی اور فسادوں کی یہ لوگ آماجگاہ بن جائیں گے

(الجامع لشعب الایمان للبیہقی جلد سوم صفحہ 317 فصل قال وینبغی لطالب العلم... باب نشر العلم والا یمنعہ اھلہ... حدیث نمبر 1763)

اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے مسیح موعود کا نزول ہوگا جو زندگی بخشے گا۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ آپ نے یہ دعویٰ کیا کہ میں زندگی بخشنے آیا ہوں اور آپ کے ماننے والوں

نے یہ زندگی پائی۔ پس یہ اعتراض کہ کیا یہ رسول ہے جو زندگی دینے والا ہے؟ یہ ختم ہو جاتا ہے کیونکہ آپ نے اور اللہ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ یہ حالات ہوں گے۔ یہ پیغام تو زندگی بخش ہے اور رہے گا۔ یہ رسول تو زندگی بخش ہے اور ہمیشہ تا قیامت رہے گا لیکن اس پر عمل کرنے والے اس کی پیروی کرنے والے نہیں ہوں گے اور ایسے حالات میں پھر اللہ تعالیٰ آپ کی کامل اتباع اور پیروی میں مسیح موعود کو بھیجے گا۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''وَاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعة: 4) اِس آیت کے معنی یہ ہیں کہ کمال ضلالت کے بعد ہدایت اور حکمت پانے والے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات اور برکات کو مشاہدہ کرنے والے صرف دو ۲ ہی گروہ ہیں۔ اوّل صحابہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ظہور سے پہلے سخت تاریکی میں مبتلا تھے اور پھر بعد اس کے خدا تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے زمانہ نبوی پایا اور معجزات اپنی آنکھوں سے دیکھے اور پیشگوئیوں کا مشاہدہ کیا اور یقین نے ان میں ایک ایسی تبدیلی پیدا کی کہ گویا صرف ایک روح رہ گئے۔ دوسرا گروہ جو بموجب آیت موصوفہ بالا صحابہؓ کی مانند ہیں مسیح موعود کا گروہ ہے۔ کیونکہ یہ گروہ بھی صحابہؓ کی مانند آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کو دیکھنے والا ہے اور تاریکی اور ضلالت کے بعد ہدایت پانے والا۔ اور آیت آخَرِيْنَ مِنْهُمْ میں جو اس گروہ کو مِنْهُمْ کی دولت سے یعنی صحابہؓ سے مشابہ ہونے کی نعمت سے حصہ دیا گیا ہے۔ یہ اسی بات کی طرف اشارہ ہے یعنی جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات دیکھے اور پیشگوئیاں مشاہدہ کیں ایسا ہی وہ بھی مشاہدہ کریں گے اور درمیانی زمانہ کو اس نعمت سے کامل طور پر حصہ نہیں ہوگا۔ چنانچہ آج کل ایسا ہی ہوا کہ تیرہ سو برس بعد پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات کا دروازہ کھل گیا اور لوگوں نے اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کیا......''

پھر آپ فرماتے ہیں: ''......طاعون کا پھیلنا اور حج سے روکے جانا بھی سب نے بچشم خود ملاحظہ کر لیا۔ ملک میں ریل کا تیار ہونا اونٹوں کا بیکار ہونا یہ تمام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات تھے جو اس زمانہ میں اس طرح دیکھے گئے جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے معجزات کو دیکھا تھا۔ اسی وجہ سے اللہ جل شانہ نے اس آخری گروہ کو مِنْهُمْ کے لفظ سے پکارا تا یہ اشارہ کرے کہ معائنہ معجزات میں وہ بھی صحابہؓ کے رنگ میں ہی ہیں۔ سوچ کر دیکھو کہ تیرہ سو برس میں ایسا زمانہ منہاج نبوۃ کا اور کس نے پایا۔ اس زمانہ میں جس میں ہماری جماعت پیدا کی گئی ہے کئی وجوہ سے اس جماعت کو صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشابہت ہے۔ وہ

معجزات اور نشانوں کو دیکھتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے دیکھا۔ وہ خدا تعالیٰ کے نشانوں اور تازہ بتازہ تائیدات سے نور اور یقین پاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے پایا۔ وہ خدا کی راہ میں لوگوں کے ٹھٹھے اور ہنسی اور لعن طعن اور طرح طرح کی دل آزاری اور بدزبانی اور قطع رحم وغیرہ کا صدمہ اٹھا رہے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے اٹھایا۔ وہ خدا کے کھلے کھلے نشانوں اور آسمانی مددوں اور حکمت کی تعلیم سے پاک زندگی حاصل کرتے جاتے ہیں جیسا کہ صحابہؓ نے حاصل کی۔ بہتیرے ان میں سے ایسے ہیں کہ نماز میں روتے اور سجدہ گاہوں کو آنسوؤں سے تر کرتے ہیں جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم روتے تھے"۔

(ایام الصلح، روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 306-305)

پس آپ کا یہ دعویٰ کہ میں دنیا کو زندگی دینے آیا ہوں بڑی شان سے پورا ہوا اور ہو رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں اللہ تعالیٰ آپ کے ذریعہ سے بھی دنیا کو زندگی بخش رہا ہے۔ اب خدا تعالیٰ کے کلام کو سمجھنا آپ کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے۔ اس کے بغیر ناممکن ہے۔ قرآن کریم کے معارف وحقائق بتانا آپ کا ہی کام ہے۔ لوگوں کو روحانی زندگی اب آپ کے ذریعہ سے ہی مل رہی ہے اور مل سکتی ہے۔ چودہ سو سال کے بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل پیروی اور محبت میں فنا ہو کر کامل عملی نمونہ آپ نے ہی پیش فرمایا۔ پس یہ عملی اور اخلاقی زندگی بخشنے کا فیضان آج بھی جاری ہے۔ لیکن اسلام پر اعتراض کرنے والے اس طرف نظر نہیں کرتے۔ اگر مسلمانوں کے غلط عمل دیکھتے ہیں تو ضرورت سے زیادہ پراپیگنڈا کرتے ہیں۔ اعتراضوں کی بھرمار شروع ہو جاتی ہے۔

گزشتہ دنوں مجھے کسی نے لکھا کہ ایک پڑھے لکھے عیسائی سے اسلام کی خوبصورت تعلیم پر بات ہو رہی تھی اور خلافت کے جاری نظام اور جماعت دنیا میں کیا خدمات انجام دے رہی ہے اس بارے میں احمدی نے بتایا تو وہ کہنے لگا کہ میڈیا کو کیوں نہیں بتاتے۔ یہ دنیا کو کیوں نہیں پتا لگتا۔ اخباروں میں یہ کیوں نہیں آتا۔ اس دوست نے کہا کہ ہم تو بتاتے ہیں۔ ہماری تبلیغ بھی ہے، لیف لٹس کی تقسیم بھی ہے۔ اب تو تقسیم لاکھوں کروڑوں میں چلی گئی ہے۔ بسوں میں اشتہار ہیں اور ذریعے ہیں اشتہار کے۔ مختلف پروگرام ہیں۔ خبریں بھی دینے کی کوشش کرتے ہیں لیکن میڈیا اس کو اتنی کوریج نہیں دیتا جتنی وہ منفی خبروں کو دیتا ہے۔ تو عیسائی دوست خود ہی کہنے لگے کہ ہر چیز ہی کمرشلائز ہو چکی ہے میڈیا کو بھی جس طرف رجحان زیادہ ہو لوگوں کو اپنی طرف متوجہ کرنے کے لئے چٹ پٹی خبروں کی ضرورت ہے تاکہ لوگ ان کو سنیں اور دیکھیں اور مسلمانوں کے خلاف کیونکہ آجکل رجحان ہے اس لئے ان کے خلاف خبریں لگانے میں یہ تیزی دکھاتے

ہیں۔ خود ہی کہنے لگا کہ میڈیا والے انصاف سے کام نہیں لیتے اور حقائق سے گریز کرتے ہیں۔ بہر حال یہ ان کا کام ہے لیکن بعض اب ایسے بھی ہیں جو کچھ نہ کچھ حق میں کہنے یا بولنے لگ گئے ہیں۔

گزشتہ دنوں مَیں نے ذکر کیا تھا کہ بی بی سی کے نمائندے نے مجھ سے انٹرویو لیا تھا۔ کافی لمبا تھا۔ اس کے کچھ حصے کو انہوں نے اپنی ایک ڈاکومنٹری میں بھی سنایا ہے جو کل ایک دفعہ دکھایا جا چکا ہے۔ بی بی سی ایشیا پر اور جو بی بی سی ورلڈ ریڈیو سروس ہے اس میں شاید ہفتے سے دکھائیں گے یا ہفتے سے شروع کریں گے یا صرف ہفتے والے دن انہوں نے دکھانا ہے۔ بہر حال اس دن انہوں نے کہا کہ ہم یہ سنائیں گے۔ (دکھائیں گے نہیں سنائیں گے کیونکہ ریڈیو سروس ہے۔) اس میں میری یہ بات بھی انہوں نے شامل کی ہے کہ جماعت جو خوبصورت تعلیم دیتی ہے وہ اسلام کی حقیقی تعلیم ہے اور اسی وجہ سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ ہر سال جماعت میں شامل ہوتے ہیں۔ پوری بات تو نہیں لیکن بہر حال انہوں نے کافی حد تک بتائی، کچھ کچھ الفاظ بھی بیچ میں سنائے ہیں کہ جو لوگ شامل ہوتے ہیں وہ اس لئے شامل ہوتے ہیں کہ اسلام کی حقیقی تعلیم ان کو پتا لگتی ہے اور اسلام کے اس زندگی بخش پیغام کو سن کر وہ اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ پس اسلام کی تعلیم میں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نمونے میں کوئی کمی نہیں ہے بلکہ ایک کامل اور مکمل نمونہ اور تعلیم ہے۔ اگر خرابی ہے تو ان علماء اور لوگوں میں جو ان کی غلط رہنمائی کرتے ہیں اور جو غلط طریقے پر ان علماء کے پیچھے چلتے ہیں۔

اگر یہ بات نہ ہو کہ انبیاء زندگی بخشتے ہیں جس کا سب نبیوں نے دعویٰ کیا تو خدا تعالیٰ کی ذات پر بھی اعتماد اٹھ جائے۔ وہ مردہ مذاہب جو صرف دعویٰ کرتے ہیں اور اب زندگی بخشنے والی بات ان میں کوئی نہیں رہی۔ اس لئے لوگ ان مذاہب کو چھوڑ رہے ہیں۔ ان مذاہب کے ساتھ رسمی تعلق تو ہے لیکن ایمان کی حالت نہیں۔ مسلمانوں پر اللہ تعالیٰ کا یہ بڑا احسان ہے کہ اس نے اس زمانے میں بھی اپنا رسول بھیج کر اپنی تعلیم کو تازہ کر کے ہمارے سامنے پیش فرمایا تا کہ ہم روحانی زندگی کو حاصل کرتے چلے جائیں۔

اللہ تعالیٰ کے مامور اللہ تعالیٰ سے یہ وعدہ لے کر آتے ہیں کہ جو قوم ان کے ساتھ شامل ہوگی، حقیقی پیروی کرے گی وہ اسے کامیابی تک پہنچائیں گے۔ انہیں روحانی زندگی عطا ہوگی اور باقی لوگ ناکام اور ذلیل ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ساتھ بھی اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ ہے کہ آپ غالب آئیں گے۔ آپ کے ماننے والے ترقی کرتے چلے جائیں گے انشاء اللہ۔ خلافت کا نظام آپ کے بعد آپ کے کام کو جاری رکھنے کے لئے چلتا چلا جائے گا۔ کوئی اور نظام اگر اس کے مقابل پر اٹھے گا تو

ناکام و نامراد ہوگا۔ خلافت وہ انعام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ چھین کر نہیں لیا جاتا۔ ظلم کر کے نہیں حاصل کیا جاتا۔ معصوموں کو زندہ در گور کر کے نہیں حاصل کیا جاتا۔ ظالمانہ طریقے پر قتل کر کے اس نظام پر قبضہ نہیں کیا جاتا۔ یہ تو زندگیاں دینے کا ذریعہ ہے نہ کہ زندگیاں لینے کا۔ جو خدا تعالیٰ کی تائید اور مدد کے بغیر ممکن نہیں ہے۔ پس کوئی اور نظام بھی جو چھین کر لیا جائے وہ خدا تعالیٰ کا تائید یافتہ نہیں ہو سکتا اور نہ کبھی ہوا ہے۔

یہاں ایک چیز یہ بھی یاد رکھنی چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے مامور کو ماننے والے، زندگی حاصل کرنے والے اور زندگیاں دینے والوں کو قربانیاں بھی دینی پڑتی ہیں اور مامور کے ساتھ شامل ہونے والے ہر قسم کی قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ان کی قربانیاں ضائع نہیں ہوں گی۔ ان کو قربانیوں کی اہمیت کا پتا ہوتا ہے۔ اس لئے وہ بعض دفعہ اپنی اس ظاہری زندگی کو روحانی زندگی کے لئے قربان کر دیتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت میں بھی ایسے تھے جنہوں نے اپنے خاندان، رشتے دار، مال، کاروبار حتی کہ جان تک کی قربانی دی۔ ماننے والوں کو جذبات کی، رشتے داروں کی، مالوں کی تو اکثر قربانی دینی پڑتی ہے لیکن جان کی قربانیاں دینے والے بھی ہوتے ہیں۔ تو ان میں ایسے تھے جنہوں نے یہ سب کچھ قربان کیا لیکن اپنی روحانی زندگی پر موت نہیں آنے دی۔ اور آج بھی سینکڑوں ہزاروں ایسے ہیں جو قربانیاں دیتے ہیں۔ جذبات کی قربانی ہے، مال کی قربانی ہے، رشتوں کی قربانی ہے۔ یہ سب قربانیاں وہ خوشی سے دے رہے ہیں اور جان کی قربانیاں بھی بعض جگہوں پہ دے رہے ہیں۔ بعض ایسے ہیں جو احمدیت قبول کرتے ہیں، اسلام کے حقیقی زندگی بخش پیغام کو قبول کرتے ہیں تو ساتھ ہی ان کے لئے مشکلات اور مصائب کا دَور شروع ہو جاتا ہے لیکن وہ اس کی پرواہ نہیں کرتے۔ روحانی زندگی کو ظاہری زندگی پر ترجیح دیتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ یہ لوگ مختلف تکالیف میں سے گزرتے ہیں، بہت تنگ کیا جاتا ہے لیکن پرواہ نہیں کرتے۔ ایسی مشکلات سے گزرنے والوں کی اب تو جماعت کی تاریخ میں بے شمار مثالیں ہیں۔ چند ایک کی مثالیں مَیں آپ کے سامنے رکھ دیتا ہوں جنہوں نے اگرچہ جان کی قربانی تو نہیں دی لیکن احمدیت قبول کی تو جذبات کی قربانی، معاشرے کی مشکلات اور مصائب کا ان کو سامنا کرنا پڑا۔ معاشرے میں احمدیت قبول کرنے کے ساتھ ہی ان پر دباؤ پڑنے شروع ہو گئے۔

ایک صاحب حسام الدین صاحب تھے۔ عرب ہیں۔ انہوں نے ہمارے عکرمہ صاحب کے

لئے ایک دفعہ ایک پیغام چھوڑا کہ کچھ عرصہ قبل میں نے بیعت کی تھی اور اب بڑے مشکل حالات کا سامنا ہے۔ کہتے ہیں کہ میں نے ان کو تسلی دلائی۔ حالات پوچھے کیا وجہ ہوگئی۔ تو انہوں نے کہا کہ میں اور میری بیوی تبلیغی جماعت سے منسلک تھے اور تبلیغی دوروں پر جایا کرتے تھے۔ پھر جب ایم ٹی اے کے پروگرام دیکھے تو حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پیغام پر مَیں ایمان لے آیا۔ مجھے سچا لگا، زندگی بخش لگا۔ میری بیوی نے بڑی شدید مخالفت کی اور میرے گھر والوں کو میرے خلاف بھڑکایا۔ تو کہتے ہیں مولویوں کو بھی میرے خلاف کیا۔ مولویوں کے کہنے پر میری بیوی الازہر سے میری تکفیر کا فتویٰ بھی لے آئی اور ہماری علیحدگی ہوگئی۔ نکاح ختم ہوگیا جو مولویوں کا طریق ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں گھر والوں نے مجھ پر بہت پریشر ڈالا کہ جماعت کو چھوڑ دوں لیکن میں نے کسی کی پرواہ نہیں کی۔ اس بیوی سے میرے چار بچے بھی ہیں لیکن سب کچھ چھوڑنے کے باوجود میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایمان پر قائم ہوں۔ بیعت کے بعد مجھے اجنبیت کی حقیقت معلوم ہوئی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان سمجھ آیا کہ ''اسلام اجنبی ہونے کی حالت میں شروع ہوا اور آخر کار پھر اجنبی ہو جائے گا۔ پس اجنبیوں کو مبارک ہو۔'' کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے خود مجھے پناہ دی اور میرا کفیل ہوا ہے۔ اللہ کرے کہ میں کبھی نہ پھسلوں۔ میں پھسلنے والا نہیں اور ثابت قدم رہوں گا انشاء اللہ۔

اسی طرح مختلف علاقے ہیں۔ اب یہ ایسٹ افریقہ ہے جہاں تنزانیہ سے ہمارے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ وہاں شیانگا ریجن کے بعض علاقوں میں ایک تبلیغی پروگرام کا موقع ملا۔ کئی جگہ سے نئی بیعتیں آئیں۔ ان میں ایک گاؤں سونگا میلے ہے۔ وہاں غیر احمدیوں کی مسجد بھی ہے۔ اس مسجد میں نماز پڑھنے والوں میں سے تقریباً نوّے فیصد مسلمانوں نے جماعت احمدیہ میں شمولیت اختیار کر لی اور اس کے بعد پھر تنزانیہ میں غیر احمدیوں کی مسلمانوں کی تنظیم بکواٹا (Bakwata) ہے جو کہ مسلمانوں کی ایک نمائندہ جماعت سمجھی جاتی ہے، اس نے شدید مخالفت شروع کر دی۔ پہلے انہوں نے احمدیوں کو ڈرانے دھمکانے کی کوششیں کیں اور کیونکہ انہوں نے یہاں فوری طور پر معلم بھی بھیج دیا تھا تاکہ تربیت شروع ہو جائے اور اس نے تربیت شروع کر دی تھی۔ اس لئے ان کے ایمان میں مضبوطی پیدا ہوتی رہی۔ اسلام کی حقیقی تعلیم کا علم ان کو ہو گیا۔ انہوں نے کسی کے ڈرانے دھمکانے کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ آخر انہوں نے اپنی مسجد میں نماز پڑھنے سے منع کر دیا۔ انہوں نے نماز پڑھنے کے لئے ایک متبادل جگہ بنا لی اور انہوں نے مسجد کی تعمیر کا فیصلہ کیا تو پھر انہوں نے نیا رخ اختیار کیا اور جو ضلعی انتظامیہ تھی اور جو پولیس تھی اس کا افسر جو کہ خود سنی

مسلمان تھا اس نے بھی بکواٹا کی ضلعی تنظیم کے ساتھ مل کے گاؤں کے نو احمدیوں کو تنگ کرنا شروع کیا۔ معلم صاحب سمیت دو آدمیوں کو گرفتار کر لیا۔ پھر کچھ وقفے کے بعد چھوڑ بھی دیا اور پھر دوبارہ چند دنوں کے بعد معلم کو بھی اور ہمارے تین چار احمدیوں کو بھی گرفتار کر لیا اور یہی اصرار تھا کہ مقدمہ کریں گے۔ مختلف قسم کے الزامات احمدیوں پر لگاتے رہے کہ احمدی ہماری مسجد کو آگ لگانے آئے ہیں۔ اس لئے اپنی الگ مسجد بنا رہے ہیں۔ انتشار پیدا کر رہے ہیں۔ ہمارا امن وسکون برباد کر دیا ہے۔ جو باتیں یہ خود کرتے ہیں وہ سب الزامات احمدیوں پر لگاتے چلے گئے۔ لیکن بہرحال اللہ تعالیٰ نے فضل کیا اور یہ سب لوگ اپنے ایمان پر قائم رہے اور انہوں نے کسی قسم کی پرواہ نہیں کی۔ یہ بڑی مشکلات میں سے گزر رہے ہیں۔

اب ایک اور تیسری مثال دیتا ہوں۔ پہلے ایسٹ افریقہ تھا۔ یہ ویسٹ افریقہ ہے۔ بورکینا فاسو۔ فرنچ علاقہ ہے۔ یہاں بھی گان زُور گُو (Ganzourgou) ایک جگہ ہے۔ وہاں پچھلے سال کی بات ہے کہ پانچ سو بیعتیں ہوئیں جس میں گاؤں کا چیف اور امام بھی بیعت میں شامل ہو گئے۔ آخر ان کے جو دوسرے گاؤں کے علاقے کے قریبی رشتے دار تھے انہوں نے مخالفت شروع کر دی۔ سوشل بائیکاٹ ہو گیا۔ سلام کرنا، میل جول، لین دین یہ سب ختم کر دیا۔ وہاں اس علاقے میں، قصبے میں یا گاؤں میں ایک چھوٹی سی جگہ تھی، جہاں نماز پڑھا کرتے تھے وہاں نماز پڑھنے پر پابندی لگا دی اور مخالفت بڑھتی چلی گئی لیکن اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کے فضل سے، اب یہ جو دور دراز علاقے میں رہنے والے لوگ ہیں اور بظاہر اَن پڑھ کہلاتے ہیں، انہوں نے کسی مخالفت کی پرواہ نہیں کی اور اپنے ایمان کو سلامت رکھا اور قائم رہے۔ اللہ تعالیٰ نے اب حالات بہتر کر دیئے ہیں۔ تو ان مخالفتوں میں سے ہر ایک کو گزرنا پڑتا ہے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ میں نے پرانے لوگوں کی مثالیں نہیں دی ہیں۔ بے شمار ایسی مثالیں ہیں۔

یہ تازہ مثالیں اس لئے دی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کس طرح تیزی سے اپنے فضل سے دلوں میں ایمان بھرتا ہے اور دلوں میں ایمان بھر رہا ہے اور پھر اس کے بعد یہ ہر قربانی کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ دنیا کے مختلف ممالک میں ایسے لوگ ہیں جو احمدیت اور حقیقی اسلام کے پیغام کو سمجھ کر اپنی روحانی زندگی کا سامان کر رہے ہیں۔ یہ کام سوائے اللہ تعالیٰ کی مدد کے ہو ہی نہیں سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی مدد ہمیشہ اپنے ماموروں کے شامل حال ہوتی ہے تو یہ کام ہوتے ہیں۔ مامور کی نہ اپنی ہمت سے ہو سکتا ہے۔ نہ ہی ہمارے مبلغین یا بعد کا نظام جو ہے وہ یہ کر سکتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ کی تائیدات شامل حال نہ ہوں۔ اور یہ تائیدات ہی ہیں جو قربانی

کے لئے تیار کرتی ہیں اور استقامت عطا کرتی ہیں۔ کئی پاکستانی بھی ہیں جو احمدیت قبول کرتے ہیں۔ بعض دفعہ ان سے مختلف جگہوں پر مختلف ملکوں میں ملاقات بھی ہوئی تو جب بھی میں نے ان سے کہا کہ بعض مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا، سختیاں جھیلنی پڑیں گی؟ پاکستان نہیں جا سکتے یا جاؤ گے، جیسا کہ بعض جاتے بھی ہیں تو مشکلات ہوں گی۔ تو انہوں نے کہا ہم نے بڑی سوچ سمجھ کے قبول کیا ہے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ ثابت قدم رہیں گے۔

یہ تو دنیا کا بھی طریق ہے اور اسی اصل پر دنیا چلتی ہے کہ کسی بھی مقصد کے حصول کے لئے محنت بھی کرنی پڑتی ہے، قربانی بھی دینی پڑتی ہے اور بڑے مقاصد کے حصول کے لئے بڑی قربانیاں دینی پڑتی ہیں۔ پس دائمی روحانی زندگی کے لئے قربانیاں تو ساتھ ساتھ چلتی ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بعض دفعہ ہر قربانی کے لئے تیار رہنے والوں کو بغیر قربانی کے ہی اس قدر نواز دیتا ہے کہ انسان دنگ رہ جاتا ہے۔ اگر انسان جو بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کی صفات کا اپنی استعداد کے مطابق معمولی نمونہ دکھانے کی کوشش کرتا ہے اور اپنا معمولی نمونہ دکھا کر دوسرے انسانوں کو نواز سکتا ہے تو خدا تعالیٰ جو بڑا دیالو ہے، جو نیتوں کے بھی بیشمار پھل لگاتا ہے اس کے نوازنے کی تو انتہا ہی نہیں ہے۔ انسان کی قربانی اور اس پر انعام کی ایک دنیاوی مثال ہم پیش کرتے ہیں۔ بہت سارے لوگوں نے سنی ہوگی۔

کہاوت ہے کہ ایران کا ایک بادشاہ تھا۔ وہ اپنے وزیر کے ساتھ ایک کسان کے پاس سے گزرا جو درخت لگا رہا تھا۔ عمر کے لحاظ سے وہ ایسے حصے میں تھا جہاں ان درختوں کے پھلوں سے اس کو کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا تھا۔ تو بادشاہ نے اس سے پوچھا کہ تمہیں اس درخت لگانے سے کیا فائدہ ہوگا۔ اس نے جواب دیا کہ پہلوں نے جو درخت لگائے تھے، جو قربانیاں کی تھیں ان کو ہم کھا رہے ہیں اور جو ہم لگائیں گے ان کو آئندہ نسلیں کھائیں گی۔ بادشاہ کا یہ دستور تھا کہ جب کوئی اچھی بات لگتی تو خوش ہو کر وہ زِہ کہتا تھا۔ جس کا مطلب وزیر کے لئے یہ اشارہ ہوتا تھا کہ اس کو انعام دے دو۔ کسان کی یہ بات سن کر بادشاہ خوش ہوا اور اس نے زِہ کہا تو وزیر نے اس کو اشرفیوں کی ایک تھیلی دے دی۔ یہ تھیلی لے کر کسان نے کہا کہ اس درخت نے تو لگاتے لگاتے ہی پھل دے دیا۔ اس کا تو ابھی فائدہ شروع ہو گیا۔ یہ بات پھر بادشاہ کو اچھی لگی۔ اس نے یہ سن کر پھر زِہ کہہ دیا۔ وزیر نے پھر ایک تھیلی دے دی۔ اس پر اس نے کہا کہ درخت تو کئی سالوں میں تیار ہوتا ہے اور پھر ایک دفعہ پھل دیتا ہے۔ میرے درخت نے تو لگاتے لگاتے دو پھل دے دیئے۔ اس پر بادشاہ نے پھر زِہ کہا اور کہا کہ اب چلو یہاں سے۔ نہیں تو بوڑھا ہمیں لوٹ لے

گا۔تو یہ تو دنیاوی بادشاہوں کا حال ہے جہاں انعاموں سے نوازتے ہیں وہاں خزانے خالی ہونے کا بھی ان کو ڈر رہتا ہے۔لیکن ہمارا خدا تو وہ انعام دیتا ہے اور دیتا چلا جاتا ہے جو کبھی ختم نہیں ہوتے اور روحانی زندگی دینے کے بعد پھر دائمی زندگی دیتا ہے اور اس اخروی زندگی میں بھی انعام دیتا چلا جاتا ہے اور بڑھاتا چلا جاتا ہے۔لیکن اس کے حصول کے لئے جیسا کہ یہ بوڑھا کسان قربانی کر رہا تھا قربانیاں کرنی پڑتی ہیں۔ ایسی قربانیاں جن کا فوری فائدہ نظر نہیں آتا مگر اس کے پیچھے بہت عظیم الشان فوائد ہوتے ہیں۔انبیاء کے متبعین بھی اسی اصول کے تحت قربانیاں کرتے ہیں اور وہ اور ان کی جماعت دنیا میں پھر کامیاب ہوتے جاتے ہیں۔اور باقیوں کو خدا تعالیٰ ذلیل و رسوا کر دیتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے حواریوں پر کیا کیا ظلم نہیں کئے گئے۔تقریباً تین صدیوں تک ان پر سخت مظالم ڈھائے گئے مگر وہ صبر سے مظالم برداشت کرتے رہے اور قربانی کرتے چلے گئے حتی کہ تیسری صدی میں جب روما کے بادشاہ نے عیسائیت قبول کی تو پھر ان کو آزادی حاصل ہوئی۔انہوں نے اس مشکلات کے دور میں غاروں میں چھپ کر بھی گزارا کیا۔پس جس طرح عیسائیوں نے پہاڑوں کے غاروں میں چھپ کر اپنے ایمانوں کو سلامت رکھا۔اپنی روحانی زندگی کو بچانے کے لئے چٹانوں کے پیچھے چلے گئے۔اس لئے کہ انہیں یقین تھا کہ ایک دن ان کو آزادی ملنی ہے۔اسی طرح آج مسیح محمدی کے غلاموں کو ان سے زیادہ یقین ہے کہ انشاء اللہ تعالیٰ ہمارا یہ غلبہ ہونا ہے۔پس ہم نے بھی جہاں جہاں مشکلات کے دَور ہیں اپنے ایمانوں کی حفاظت کرنی ہے۔جو زندگی کا پانی حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں پلایا اس سے فیض پاتے چلے جانا ہے۔عیسائیوں نے تو چٹانوں کے پیچھے چھپ کر اپنے ایمانوں کی حفاظت کی اور قربانیاں دیں۔ہم نے اپنے ایمانوں کو پتھر کی چٹان کی طرح مضبوط کرنا ہے اور یہ ثابت کر کے دکھانا ہے تا کہ وہ انعام اور وہ فیض ہمیشہ جاری رہے۔ کچے ایمان تو پہلے بھی تھے اور بہت سوں میں ہیں۔ہم نے اس بات کو ثابت کرنا ہے کہ مامور کا کام نئی زندگی پیدا کرنا ہوتا ہے اور ایمانوں کو مضبوط کرنا ہوتا ہے اور وہ حالت بہر حال ہم نے انشاء اللہ تعالیٰ اپنے اندر پیدا کرنی ہے اور اس حالت کا اظہار اس وقت ہو سکتا ہے جب ہم اس بات پر کامل یقین رکھتے ہوں کہ غلبہ انشاء اللہ تعالیٰ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کا مقدر ہے اور بحیثیت فرد جماعت اس بات کو ہر ایک سمجھے کہ اس غلبے میں مَیں نے بھی حصہ ڈالنا ہے۔دنیا کی نجات میرے ذریعہ سے ہونی ہے اور اس کے لئے میں نے اپنا کردار ادا کرنا ہے۔تمام مشکلات کے باوجود میں نے اپنی زندگی کے بھی سامان کرنے ہیں اور دنیا کی زندگی کے بھی سامان کرنے ہیں کیونکہ اس

کے علاوہ اور کوئی ذریعہ نہیں جو دنیا کو زندگی دے سکے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی فتوحات اور غلبے کا کئی جگہ ذکر فرمایا ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ:

''اے تمام لوگو سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا وے گا'' (اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے پھیل رہی ہے) ''اور حجت اور برہان کے رو سے سب پر ان کو غلبہ بخشے گا۔ وہ دن آتے ہیں بلکہ قریب ہیں کہ دنیا میں صرف یہی ایک مذہب ہوگا جو عزت کے ساتھ یاد کیا جائے گا۔ خدا اس مذہب اور اس سلسلہ میں نہایت درجہ اور فوق العادت برکت ڈالے گا اور ہر ایک کو جو اس کے معدوم کرنے کا فکر رکھتا ہے نامراد رکھے گا اور یہ غلبہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آ جائے گی۔ اگر اب مجھ سے ٹھٹھا کرتے ہیں تو اس ٹھٹھے سے کیا نقصان کیونکہ کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا۔ پس ضرور تھا کہ مسیح موعود سے بھی ٹھٹھا کیا جاتا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَأْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ (یس: 31) پس خدا کی طرف سے یہ نشانی ہے کہ ہر ایک نبی سے ٹھٹھا کیا جاتا ہے۔ مگر ایسا آدمی جو تمام لوگوں کے روبرو آسمان سے اترے'' (جیسا کہ غیر احمدیوں کا نظریہ ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہتے ہیں ناں کہ آسمان سے اترنا ہے) ''اور فرشتے بھی اس کے ساتھ ہوں اس سے کون ٹھٹھا کرے گا۔ پس اس دلیل سے بھی عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کا آسمان سے اترنا محض جھوٹا خیال ہے۔ یاد رکھو کہ کوئی آسمان سے نہیں اترے گا۔ ہمارے سب مخالف جو اَب زندہ موجود ہیں وہ تمام مریں گے اور کوئی ان میں سے عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا۔ اور پھر ان کی اولاد جو باقی رہے گی وہ بھی مرے گی اور ان میں سے بھی کوئی آدمی عیسیٰؑ بن مریم کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گا اور پھر اولاد کی اولاد مرے گی اور وہ بھی مریم کے بیٹے کو آسمان سے اترتے نہیں دیکھے گی۔ تب خدا ان کے دلوں میں گھبراہٹ ڈالے گا کہ زمانہ صلیب کے غلبہ کا بھی گزر گیا اور دنیا دوسرے رنگ میں آ گئی مگر مریم کا بیٹا عیسیٰؑ اب تک آسمان سے نہ اترا۔ تب دانشمند یکدفعہ اس عقیدہ سے بیزار ہو جائیں گے اور ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسیٰ کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس جھوٹے عقیدہ کو چھوڑیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب ہوگا اور ایک ہی پیشوا۔ میں تو ایک تخم ریزی کرنے آیا ہوں سو میرے ہاتھ سے وہ تخم بویا گیا اور اب وہ بڑھے گا اور

پھولے گا اور کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔'' انشاء اللہ

(تذکرۃ الشہادتین، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 67-66)

آج ہی مَیں ڈاک میں دیکھ رہا تھا کہ ایک جگہ ہمارے لڑکے لیف لٹ تقسیم کرنے گئے۔ غالباً جرمنی کی یا کسی اور ملک کی بات ہے۔ ذہن میں مستحضر نہیں۔ انہی یورپی ملکوں میں سے تھا۔ بہر حال ایک جگہ لیف لٹ تقسیم کر رہے تھے کہ عیسیٰ مسیح آ گیا۔ تو وہاں دو آدمی اپنے گھر کے باہر بیٹھے ہوئے تھے وہ کہنے لگے ہم ابھی اسی بات پر ڈسکس (Discuss) کر رہے تھے کہ اگر عیسیٰ نے آنا تھا تو آسمان سے اب تک کیوں نہیں اترا۔ اور اگر نہیں آنا تو پھر کب آئے گا؟ اور اگر زمین سے آنا ہے تو کون آئے گا؟ اور اسی ڈسکشن کے دوران ہی تم یہ لیف لٹ لے آئے کہ عیسیٰ علیہ السلام آ چکے ہیں۔ مسیح موعود علیہ السلام آ چکے ہیں۔ اور تمہارا یہ پروگرام ہے، نمائش بھی ہے۔ ہمیں یہ دعوت نامہ مل گیا ہم ضرور آئیں گے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نئے نئے راستے کھول رہا ہے۔ لوگوں کے دلوں میں خود ڈال رہا ہے کہ وہ اس بات کو سوچیں۔ اللہ کرے کہ ہم ہمیشہ اس پھلنے پھولنے والے درخت کا حصہ بنے رہیں اور ہمارے ایمان مضبوط چٹان کی طرح قائم رہنے والے ہوں اور ہم اپنی ذمہ داریاں ہمیشہ ادا کرتے چلے جانے والے رہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 29 راگست 2014ء تا 11 رستمبر 2014ء جلد 21 شمارہ 35-36 صفحہ 13 تا 16)

34

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 22؍اگست 2014ء بمطابق 22 ظہور 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے انشاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ سالانہ اگلے جمعہ سے شروع ہو رہا ہے۔ جلسہ گاہ یا حدیقۃ المہدی میں وہ علاقہ جہاں سارے جلسہ کے انتظامات ہوتے ہیں۔ وہاں اب تک کافی حد تک تیاری کے کام مکمل ہو چکے ہیں۔ مہمانوں کی بھی آمد شروع ہو چکی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب مہمانوں کی جو جلسے کی برکات کے حصول کے لئے سفر کر رہے ہیں، سفر میں ہیں یا آ چکے ہیں یا آئندہ آنے والے ہیں، حفاظت فرمائے اور جو سفر کر رہے ہیں ان کے سفروں کو بھی آسان کرے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفظ و امان میں رکھے اور خیریت سے لائے۔ دنیا کے حالات جس تیزی سے بگڑ رہے ہیں۔ سفروں کی اور مسافروں کی بھی فکر رہتی ہے۔ بہر حال ہماری تو یہ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ سب کو، نہ صرف احمدیوں کو بلکہ دنیا کے ہر فرد کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اور وہ اس امن اور سکون کو پا سکیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے۔

جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ رضا کارانہ خدمت کے جذبے کے تحت ہمارے جلسے کے انتظامات سرانجام پاتے ہیں۔ اور اس حوالے سے جلسے سے ایک جمعہ پہلے میں کارکنان کو ان کی ذمہ داریوں کی طرف توجہ بھی دلاتا ہوں۔ اس وقت اسی بارے میں چند باتیں میں کارکنان کے حوالے سے کارکنان کو کہوں گا۔ بلکہ مہمان نوازی سے متعلق جو باتیں ہیں ان کا تعلق صرف کارکنان یا جلسے کے رضا کاروں سے ہی نہیں ہے بلکہ ہر اس شخص سے ہے جس کے گھر میں جلسے کے مہمان آ رہے ہیں بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہمیں کہنا چاہئے

کہ مہمان کا احترام، اس کی مہمان نوازی، اس کا عزت و احترام ہر مومن کو عام حالات میں بھی کرنا چاہئے اور یہ اس پر فرض ہے۔

بہر حال اس وقت میں کیونکہ جلسے کے مہمانوں کے حوالے سے توجہ دلانی چاہتا ہوں اس لئے ان باتوں کا محور جلسہ سالانہ ہی رہے گا۔ جلسہ پر آنے والے مہمان جیسا کہ میں نے کہا یہاں آتے ہیں اور جلسے کے لئے آ رہے ہیں، خالص دینی غرض سے آتے ہیں اور جلسے میں شامل ہونے والوں کی یہی غرض ہونی چاہئے۔ اور جب یہ غرض ہو تو مہمان کی اہمیت کئی گنا بڑھ جاتی ہے اور خاص طور پر جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جلسے میں شامل ہونے کی طرف خاص توجہ دلائی ہے اور اس جلسے کو خالص دینی اغراض کا حامل ٹھہرایا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کا حامل ٹھہرایا ہے۔ تو اس سے کس قدر اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ آنے والے کسی ذاتی مفاد کے لئے نہیں آتے۔ کسی دنیاوی رونق میں حصہ لینے کے لئے نہیں آتے۔ اگر کوئی اس غرض کے لئے آتا ہے تو اپنے ثواب کو ضائع کرتا ہے۔ پس یہاں آنے والے مہمان جن کی خدمت کے لئے مختلف شعبہ جات میں کام کرنے کے لئے مخلصین اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں یہ عام مہمان نہیں ہیں بلکہ زمانے کے امام کے قائم کردہ نظام پر لبیک کہتے ہوئے اللہ تعالیٰ کی خاطر جمع ہونے والے مہمان ہیں۔

پھر یوکے کے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے کے لئے آنے والے مہمان تو خاص طور پر وہ مہمان ہیں جو خاص تردد سے، فکر سے اور بعض دفعہ بے انتہا خرچ کر کے، اپنی بساط سے زیادہ خرچ کر کے یہاں آتے ہیں اور بڑی دور دور سے آتے ہیں۔ اس لئے کہ یہ سفر ہر لحاظ سے برکات کا موجب بن جائے۔ خلافت سے محبت ان کو یہ احساس دلا رہی ہوتی ہے کہ یہ سفر خلیفہ وقت سے ملاقات کا بھی باعث بن جائے گا۔ دنیا کے مختلف ممالک سے لوگ آتے ہیں۔ نو مبائعین بھی ہیں، پرانے احمدی بھی ہیں۔ ان آنے والوں کی آنکھوں میں جب میں خلافت سے محبت دیکھتا ہوں تو اللہ تعالیٰ کے شکر سے جذبات بڑھتے جاتے ہیں کہ کس طرح وہ مومنین کے دل میں خلافت سے محبت پیدا کرتا ہے۔ یہ کسی انسان کی کوشش سے نہیں ہو سکتا۔ اور یہ صرف اس لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیج کر آپ کے بعد اس نظام کو جاری فرمایا اور اس لئے ہے تا کہ اسلام کے صحیح اور حقیقی تعلیم سے دنیا کو روشناس کرایا جائے۔ اس لئے کہ اسلام کے پیار اور محبت کے پیغام کو دنیا کو بتایا جائے۔ اس لئے کہ دنیا کو یہ بتایا جائے کہ حقیقی اسلام میں ہی اب دنیا کا امن ہے۔ پس یہ باتیں ہیں جن کو دیکھنے کے لئے، سننے کے لئے،

سیکھنے کے لئے لوگ یہاں آتے ہیں اور یہی وجہ ہے جو خلافت سے محبت ہے۔ اب تو جرمنی میں بھی کئی ملکوں کی نمائندگی جلسے پر ہوتی ہے اور اچھی خاصی تعداد میں ہوتی ہے اس لئے کہ خلیفہ وقت سے ملاقات ہو جائے۔ برطانیہ کے جلسے پر تو خاص طور پر بہت لوگ اس لئے آتے ہیں کہ جلسہ کے روحانی ماحول سے بھی فائدہ اٹھائیں گے۔ علمی تربیتی اور دینی پروگراموں میں بھی شامل ہوں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کے بھی وارث بنیں گے اور خلیفہ وقت سے ملاقات بھی ہو جائے گی۔ غرض کہ یہاں آنے والوں کا جذبہ ایسا ہے جو کسی دوسرے دنیاوی رشتے میں نہیں ہے اور اسی بات کی طرف حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی شرائط بیعت میں توجہ دلائی ہے۔

پس یہاں آنے والے مہمان یا مہمانوں کا مقام ایک خاص مقام ہے اور ان کی اہمیت ہے۔ اور اسی وجہ سے ان مہمانوں کی خدمت کرنے والوں کی بھی اہمیت بڑھ جاتی ہے۔ اور اس اہمیت کو سمجھتے ہوئے اس کو سمجھتے ہوئے ہی افراد جماعت رضا کارانہ طور پر مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ ایک دنیاوی لحاظ سے اچھے افسر، کو بڑے کمانے والے کو دیگوں پر کھانا پکانے، روٹیاں پکانے، اور دوسرے مختلف کاموں پر لگا دیا جاتا ہے حتی کہ ٹائلٹس کی صفائی پر بھی کھڑا کر دیں تو وہ خوشی سے یہ کام کرتا ہے۔ اس لئے کہ ان مہمانوں کی خدمت سے وہ بے انتہا دعاؤں کا وارث بن رہا ہوتا ہے اور پھر یہی کارکن غیر از جماعت مہمانوں کے لئے تبلیغ کا بھی باعث بن رہے ہوتے ہیں۔ ایک بچہ بھی جب جلسہ گاہ میں پھر کر پانی پلا رہا ہوتا ہے تو وہ بھی ایک خاموش تبلیغ کر رہا ہوتا ہے۔ دنیا کو یہ بتا رہا ہوتا ہے کہ ہم وہ لوگ ہیں جو دنیا میں فساد پیدا کرنے کے لئے نہیں آئے بلکہ دنیا کو مادی پانی بھی پلاتے ہیں، روحانی پانی بھی پلاتے ہیں۔ پس مہمان کی اہمیت میزبان کی اہمیت کو بھی بڑھا رہی ہوتی ہے۔ اور یہ چیز دنیا میں کہیں اور نظر نہیں آ سکتی۔ پس خوش قسمت ہیں وہ کارکن اور رضا کار جو ایسے مہمانوں کی خدمت کو انجام دینے کے لئے اپنے آپ کو پیش کر کے اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والے بن رہے ہوتے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالیٰ نے مہمانوں اور مہمان نوازی کی بہت اہمیت بیان فرمائی ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقام اور خوبیوں کا جب ذکر فرمایا تو ان کے مہمان نوازی کے وصف کا خاص طور پر ذکر فرمایا۔ پس وہ میزبان جو بے نفس ہو کر مہمان نوازی کرتے ہیں اور مہمان کو دیکھتے ہی کسی اور کام کے بجائے مہمان کی خدمت کی فکر کرتے ہوئے ان کے لئے تیاری شروع کر دیتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مقام ہے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مہمانوں کی اس خدمت سے اللہ تعالیٰ

راضی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کی رضا ہی ان کے پیش نظر ہوتی ہے۔ کوئی خواہش، کوئی مطلب، کوئی شکر گزاری وصول کرنا ان کا مقصود نہیں ہوتا۔

پس دنیا میں نہ ایسے مہمانوں کی مثالیں ملتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی خاطر سفر کر رہے ہوں اور دنیاوی غرض کوئی نہ ہو اور نہ ہی ایسے میزبانوں کی مثال ملتی ہے جو صرف اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر مہمان نوازی کر رہے ہوں بلکہ اس کے حصول کے لئے مہمانوں کے آنے سے پہلے ہی ان کو سہولیات مہیا کرنے کے لئے کئی کئی دن سے وقارعمل کر کے اس جنگل کو قابل رہائش اور قابل استعمال بنا رہے ہوں۔ یہ خوبصورت نقشہ ہمیں صرف جماعت احمدیہ میں نظر آتا ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے مطابق زمانے کے امام کو ہم نے مانا ہے۔ اس لئے کہ خلافت کی لڑی میں پروئے گئے ہیں۔ اس لئے کہ اپنے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے۔ ہر سال کا تجربہ ہے کہ ہر چھوٹا بڑا مرد عورت بچہ جوان بوڑھا ایک خاص جذبے سے خدمت کرتا ہے۔ پس اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ خدمت اس سال بھی انشاء اللہ تعالیٰ اس جذبے سے ہوگی اور ہو رہی ہے۔ اور جو وقارعمل کی رپورٹس مجھے مل رہی ہیں ان کے مطابق اس سال تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے نوجوان بھی وقارعمل میں وقف عارضی کر کے شامل ہو رہے ہیں جن کو پہلے یہ تجربہ نہیں تھا۔ یا پہلے ان کی اس طرف توجہ نہیں کروائی گئی جو اپنے آپ کو جماعت سے منسلک کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ میں احمدی ہوں۔ اس کے بارے میں مَیں تو ہمیشہ یہ کہا کرتا ہوں کہ اگر ان میں سے کسی کی جماعت کے کام کی طرف عدم توجہ ہے تو اس لئے کہ جو لوگ توجہ دلانے کے کام پر مامور ہیں وہ صحیح طور پر اپنا فرض ادا نہیں کرتے۔ لیکن یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی بھی فرد کو جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے ضرورت بتا کر کسی کام کے لئے بلایا جائے اور وہ نہ آئے۔ پس صحیح رہنمائی کرنا ہمارا فرض ہے اور اس لئے اللہ تعالیٰ کا بھی یاددہانی کا حکم ہے کہ صحیح رہنمائی ملتی رہے۔ اور یقیناً صحیح رہنمائی اور صحیح رنگ میں رہنمائی اور نصیحت سے طبیعتوں میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے۔ پھر صرف یہی نہیں کہ کمزوروں یا توجہ نہ دینے والوں کو رہنمائی اور نصیحت کی ضرورت ہے۔ بہت سے نئے شامل ہونے والے ہیں جن کو نظام کا پوری طرح علم نہیں ہوتا۔ ان کے لئے بھی ضروری ہے کہ انہیں خدمت کے جذبے کی حقیقت بتائی جائے۔ گو ان نئے شامل ہونے والوں کی اکثریت دوسروں کے نمونے دیکھ کر اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کرتی ہے لیکن پھر بھی توجہ کی ضرورت رہتی ہے۔ اسی طرح بچے شامل ہو رہے ہیں۔ ان کو بھی ڈیوٹیاں اور خدمت کی طرف توجہ دلانے کی ضرورت ہوتی ہے۔ پھر جیسا کہ میں نے کہا کہ نئے نوجوان خدمت کے

لئے توجہ دلانے سے آگے آئے ہیں۔ ان کی صحیح رہنمائی کے لئے اور ان کو مزید فعال بنانے کے لئے بھی کہ مہمانوں کی خدمت کس طرح کی جانی چاہئے۔ خدمت کی اہمیت بتانے کے لئے نصیحت کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ وَذَكِّرْ فَإِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ۔ (الذّاریات: 56) یعنی یاددلا تا رہ کیونکہ یاددلانا مومنوں کو نفع بخشتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی حکم بھی حکمت سے خالی نہیں ہوتا۔

پس اس یاددہانی کو بھی بلاوجہ کی بات کو دہرانا یا repetition نہیں سمجھنا چاہئے۔ بہت سے کارکنوں کو اس یاددہانی سے ہی اپنی اہمیت کا اندازہ اور احساس ہوتا ہے۔ کوئی توجہ طلب بات پہلے سنی ہونے کے باوجود وہ بھول جاتے ہیں یا اتنی توجہ نہیں رہتی اور یاددہانی سے پھر توجہ پیدا ہوجاتی ہے اور بعض اس کا اظہار بھی کرتے ہیں کہ ہمیں توجہ پیدا ہوئی۔ یہ بات بھی یاد رکھیں کہ جیسا کہ میں نے کہا کہ جلسے پر آنے والے بہت سے ایسے ہیں جو دور دور کا سفر کر کے آتے ہیں اور مسافروں کی خدمت کا حق ادا کرنا بھی اللہ تعالیٰ نے مومنوں پر فرض قرار دیا اور ان کا شیوہ قرار دیا۔ ہمارے یہاں جلسہ پر آنے والے مہمانوں کا تقریباً چھٹا حصہ جو یوکے میں جلسے میں شامل ہوتے ہیں وہ یورپ کے علاوہ دوسرے ملکوں سے، مشرق بعید سے، پاکستان سے، ہندوستان سے، افریقہ سے، امریکہ سے، ساؤتھ امریکہ سے، جلسے کی برکات سمیٹنے کیلئے آتا ہے۔ تو بہت دور دور کے ممالک سے آتے ہیں اور تقریباً باقی میں سے نصف ایسے مہمان ہیں جو یہاں کے دوسرے شہروں سے آتے ہیں۔ تو یہ سب بھی مہمان ہیں، مسافر ہیں بلکہ بعض بوڑھوں اور کمزوروں اور بیماروں کے لئے لندن سے حدیقۃ المہدی جانا بھی ایک سفر ہوتا ہے، تکلیف دہ سفر ہوتا ہے۔ جو بڑی تکلیف اٹھا کر وہ کر رہے ہوتے ہیں۔ پس ہر ڈیوٹی دینے والے اور ڈیوٹی دینے والی کارکنہ کو ان کے ساتھ حسن سلوک کرنا چاہئے۔ انہیں یہ احساس ہونا چاہئے کہ ہمارے مسافر ہیں، مہمان ہیں ان کی ہم نے خدمت کرنی ہے اور ان سے ہر طرح حسن سلوک کرنا ہے۔ بعض دفعہ بعض مہمانوں کے غلط رویے بھی ہوتے ہیں لیکن پھر بھی ہر کارکن کو ہر ڈیوٹی دینے والے کو حوصلے سے کام لینا چاہئے اور صبر کا مظاہرہ کرتے ہوئے ہر شعبے کے کارکن کو اپنے فرائض ادا کرنا چاہئیں۔

ہمیں اللہ تعالیٰ نے نبی کی مثال دے کر قرآن شریف میں جو توجہ دلائی ہے کہ مہمان کو کس طرح سنبھالنا ہے۔ مہمان کے سلام کے جواب میں اس سے زیادہ بھرپور طریق پر اسے سلام کا جواب دینا ہے۔ اس کے لئے نیک جذبات کا اظہار کرنا ہے۔ اسے امن اور تحفظ دینا ہے۔ خوشی کا اظہار کرنا ہے۔ حقیقی سلامتی ہوتی ہی اس وقت ہے جب خوشی پہنچے اور مہمان صرف یہی نہیں کہ احمدی ہی مہمان ہیں۔ غیر (احمدی)

مہمان، غیر لوگ زیادہ توجہ چاہتے ہیں۔ اس لئے بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ غیر صرف observe کر رہے ہوتے ہیں یہ دیکھ رہے ہوتے ہیں کہ رویے کیسے ہیں۔ قطع نظر اس کے کہ ان سے کیسا سلوک ہے۔ وہ تو اچھا سلوک ان سے کیا جاتا ہے۔ لیکن وہ یہ دیکھ رہے ہیں کہ دوسروں سے کیسا سلوک ہے۔

پس ہر وقت اس بات کو مدنظر رکھنا چاہئے کہ ہم نے مہمانوں کی خدمت کرنی ہے اور حقیقی طور پر ایسی خدمت کرنی ہے جو ہمیں حقیقی خوشی پہنچانے والی ہو۔ پس ہمارے ہر آنے والے مہمان سے ہمیں اس طرح خوشی پہنچنی چاہئے جس طرح اپنے عزیز مہمان کو دیکھ کر ہوتی ہے، کسی قریبی کو دیکھ کر ہوتی ہے، اور جب ایسی خوشی ہو تو پھر ہی خدمت کا حق بھی ادا ہوتا ہے۔ اپنوں کی خدمت اور مہمان نوازی، قریبیوں کی خدمت اور مہمان نوازی یہ تو سب کر لیتے ہیں۔ زیادہ پیارے اگر کسی کے ہوں تو ان کے نخرے بھی برداشت کر لیتے ہیں۔ اصل جذبہ خدمت تو اس وقت پتا چلتا ہے جب کوئی خونی رشتہ نہ ہو۔ جب مہمان آتے ہیں تو سلامتی حاصل کرنے اور سمیٹنے کے لئے آتے ہیں۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ جلسے کے مہمان ہیں جن کے کوئی دنیاوی مقاصد نہیں ہوتے۔ پس ایسے مہمانوں کے لئے حتی المقدور سلامتی اور آسانیوں کے مواقع فراہم کرنے کی ضرورت ہے جو ہمیں کرنے چاہئیں۔ پھر مہمان نوازی کا یہ معیار ہمیں قائم کرنے کی ضرورت ہے کہ اپنے تمام تر وسائل کے مطابق اور حالات کے مطابق جو بہترین مہمان نوازی کی سہولت ہم مہیا کر سکتے ہیں وہ کریں۔ انتظامیہ کو اس بارے میں ہمیشہ سوچتے رہنا چاہئے۔

پس اللہ تعالیٰ ہم سے اس قسم کی مہمان نوازی چاہتا ہے کہ بہترین سہولت مہیا ہو۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو سمجھنے اور اس پر عمل کرنے والے تھے۔ آپؐ نے ہماری اس بارے میں کس طرح رہنمائی فرمائی ہے آپؐ نے فرمایا کہ مہمان کا تم پر حق ہے اسے ادا کرو۔

(سنن الترمذی ابواب الزھد باب نمبر 64/63 حدیث نمبر 2413)

ایسی مثالیں بھی ہیں کہ مہمان زیادہ آ گئے، آپؐ نے صحابہ میں مہمان بانٹنے شروع کر دیئے اور خود بھی، اپنے حصے میں بھی مہمان لئے۔ انہیں اپنے گھر لے گئے۔ گھر جا کر پتا لگا کہ تھوڑا سا کھانا اور مشروب ہے۔ حضرت عائشہؓ سے جب آپؐ نے پوچھا تو انہوں نے عرض کی کہ آپ کی افطاری کے لئے تھوڑا سا رکھا ہوا ہے۔ صرف وہی گھر میں ہے اور تو کچھ نہیں۔ آپ نے اس میں سے تھوڑا سا چکھا اور مہمان کو کہا کہ اب تم کھاؤ۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چکھا بھی اس لئے ہو گا یقیناً کہ میرے لینے اور کھانے سے اس میں برکت پڑ جائے۔ اور مہمانوں کے لئے وہ برکت والا کھانا ان کے لئے سیری کا باعث بن جائے۔ اور

پھر روایت سے یہ بھی پتا چلتا ہے کہ اس تھوڑے سے کھانے سے جو حضرت عائشہؓ کے مطابق صرف آپ کی افطاری کے لئے تھا مہمان سیر بھی ہو گئے۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 7 صفحہ 794-795 حدیث 24015 مسند طخفة الغفاری رضی اللہ عنہ مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی بھی اس رنگ میں تربیت کی تھی کہ صحابہ بھی بے لوث مہمان نوازی کا جذبہ رکھتے تھے۔ ہر قسم کی تکلیف سے آزاد ہو کر کشائش میں اور مددگاروں کی موجودگی میں تو مہمان نوازی سب کر لیتے ہیں۔ اصل مہمان نوازی تو وہ ہے جو اپنے آپ کو مشکل میں ڈال کر کی جائے۔ اور مہمان کا یہی حق ہے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قائم فرمایا اور مومنین کو اس طرف توجہ دلائی کہ اس حق کو ادا کرو۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت کا ہی اثر تھا اور صحابہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کا شوق تھا جس کی وجہ سے صحابہ میں بھی اس مہمان نوازی کی حیرت انگیز مثالیں ملتی ہیں۔ ایسی مثالیں مہمان نوازی کی ہیں جس نے اللہ تعالیٰ کو بھی خوش کر دیا اور اس خوشی کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اسی وقت جب مہمان کی مہمان نوازی ہو رہی تھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی کر دیا۔ وہ میاں بیوی اور بچے کس مقام کے میزبان تھے جن پر اللہ تعالیٰ نے خوشی کا اظہار کیا۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے ان کو خراج تحسین ملا۔ اس کی تفصیل ایک روایت میں یوں بیان ہوتی ہے۔

حضرت ابوہریرةؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک مسافر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے گھر کہلا بھیجا کہ مہمان کے لئے کھانا بھجواؤ۔ جواب آیا کہ پانی کے سوا آج گھر میں کچھ نہیں ہے۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا کہ اس مہمان کے کھانے کا بندوبست کون کرے گا۔ ایک انصاری نے عرض کی کہ حضور میں انتظام کرتا ہوں۔ چنانچہ وہ گھر گیا اور اپنی بیوی سے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمان کی خاطر مدارات کا اہتمام کرو۔ بیوی نے جواباً کہا کہ آج گھر میں تو صرف بچوں کے کھانے کے لئے ہے۔ ہمارے کھانے کے لئے کچھ نہیں۔ انصاری نے کہا کہ اچھا تم کھانا تیار کرو اور پھر چراغ جلاؤ اور جب بچوں کے کھانے کا وقت آئے تو ان کو تھپ تھپا کر بہلا کر سلا دو۔ چنانچہ عورت نے کھانا تیار کیا۔ چراغ جلایا۔ بچوں کو کسی طرح سلا دیا۔ پھر چراغ درست کرنے کے بہانے اٹھی اور جا کر چراغ بجھا دیا اور پھر دونوں مہمان کے ساتھ بیٹھے۔ یہ ظاہر کرنے لگے کہ وہ بھی کھانا کھا رہے ہیں۔ پس وہ دونوں رات بھوکے ہی رہے۔ صبح جب وہ انصاری حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

حاضر ہوا تو آپؐ نے ہنس کر فرمایا کہ تمہاری رات کی تدبیر سے تو اللہ تعالیٰ بھی مسکرا دیا۔ یا فرمایا کہ تم دونوں کے اس فعل کو اس نے پسند فرمایا۔ بعض روایات میں آتا ہے کہ اسی موقع پر یہ آیت بھی نازل ہوئی کہ وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ۔ وَمَنْ يُّوْقَ شُحَّ نَفْسِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (الحشر:10) کہ یہ پاک باطن اور ایثار پیشہ مخلص ہیں۔ ایثار پیشہ مخلص مومن اپنی ذات پر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں جبکہ وہ خود ضرورتمند اور بھوکے ہوتے ہیں اور جو نفس کے بخل سے بچائے گئے وہی کامیابی حاصل کرنے والے ہیں۔

(صحیح البخاری کتاب المناقب باب قول اللہ ویؤثرون علی انفسھم... الخ حدیث 3798)

پس یہ ان کی تدبیر تھی جس پر اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوا کہ تھوڑا کھانا دیکھ کر مہمان کہیں جھجک نہ جائے۔ اپنا ہاتھ کہیں کھانے سے روک نہ لے۔ یہ تدبیر انہوں نے کی کہ چراغ کو بجھا دو تا کہ مہمان جس کے اکرام کے بارے میں حکم ہے اس کو یہ احساس پیدا نہ ہو کہ اس کی وجہ سے گھر والوں کو کوئی تنگی آ رہی ہے۔ دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مہمان ہے۔ پس اس کے لئے تو ہمیں خاص طور پر مہمان نوازی کرنی چاہئے۔ پس آج بھی ہمیں اس بات کو سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ ان دنوں میں آنے والے مہمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کے مہمان ہیں۔ دینی مقصد کے لئے سفر کر کے آنے والے مہمان ہیں۔ آج بھی گو مقصد ایک ہے لیکن حالات مختلف ہیں۔ آج جب کارکنوں کو مختلف خدمات اور مہمان نوازی کے لئے بلایا جاتا ہے تو انتظامیہ یہ نہیں کہتی کہ اپنے گھر لے جا کر مہمان نوازی کرو۔ لوگوں کے وہ حالات نہیں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھے۔ آپ کے صحابہ کے جو حالات تھے کہ گھر میں کچھ بھی نہیں یا بہت تھوڑا ہے پھر بھی اپنے نفس کو مشقت میں ڈال کر، اپنے بچوں کی بھوک کی قربانی دے کر پھر بھی خدمت کرنی ہے۔ یہاں تو سب کچھ کارکنوں کو دے کر پھر کہا جاتا ہے کہ مختلف انتظامات کے تحت کام کرنے کے لئے صرف اپنے آپ کو پیش کرو۔ نظام جماعت باقی سہولیات مہیا کرے گا۔

پس جیسا کہ میں نے کہا کہ آپ سب کارکنان مرد عورتیں بچے خوش قسمت ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مہمانوں کی خدمت پر مامور کئے گئے ہیں اور بغیر کسی مشقت کے صرف مہمان نوازی کے فرائض ہی ادا کر رہے ہیں کوئی مالی بوجھ نہیں پڑ رہا یا کسی اور قسم کی

قربانی نہیں دینی پڑ رہی۔ ربوہ میں جب جلسہ سالانہ ہوتا تھا تو ربوہ کے مکین اپنے گھروں کے آرام کو مہمانوں کے آرام کی خاطر قربان کر دیا کرتے تھے۔ جماعت کو اپنے گھر پیش کر دیتے تھے کہ ان کے مہمان اس میں ٹھہرائے جائیں۔ باوجودیکہ لنگر ہمیشہ جاری رہتا تھا، یہ خاص طور پر جلسے کے آٹھ دس دنوں میں بعض بوجھ اٹھا کر بھی کھانے پینے کی مہمان نوازی کیا کرتے تھے۔ لیکن بہرحال وہ حالات کہیں بھی نہیں تھے جس کے نمونے صحابہ رضوان اللہ علیہم نے ہمیں دکھائے۔

اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اسوہ میں ہمیں اپنے آقا کی اتباع میں وہ نمونے نظر آتے ہیں جب آپ نے مہمانوں کی مہمان نوازی کے لئے اپنا آرام بھی قربان کیا اور سردی میں بغیر کسی رضائی کے، بغیر بستر کے رات بسر کی۔

(ماخوذ از اصحابِ احمد جلد چہارم صفحہ 180 روایت نمبر 76 مطبوعہ ربوہ)

کھانے کے انتظامات کے لئے حضرت اماں جان کا زیور بھی رقم کے بندوبست کے لئے استعمال کیا۔

(ماخوذ از رجسٹر روایات صحابہؓ غیر مطبوعہ جلد 13 صفحہ 364 روایت حضرت منشی ظفر احمد صاحبؓ)

اور یہی قربانی کا جذبہ آپ کے صحابہ نے بھی ہمیں دکھایا جو دوسروں کے آرام کو اپنے آرام پر ترجیح دیتے تھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسے کے ضمن میں بھی اس بات کا اظہار فرمایا ہے کہ ہمارے احباب ایسے نہیں ہونے چاہئیں جو اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دیں بلکہ قربانی کرنی چاہئے۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394-395)

ایک واقعہ ہے، سیرت میں لکھا ہے۔ صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب کا بیان ہے کہ:۔

میرے لئے جو ایک چارپائی حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے دے رکھی تھی۔ جب مہمان آتے تو میری چارپائی پر بعض صاحب لیٹ جاتے اور میں مصلیٰ زمین پر بچھا کر لیٹ جاتا۔ اور جب میں بستر چارپائی پر بچھا لیتا تو بعض مہمان اس چارپائی بستر شدہ پر لیٹ جاتے۔ میرے دل میں ذرہ بھر بھی رنج یا ملال نہ ہوتا اور میں سمجھتا کہ یہ مہمان ہیں اور ہم یہاں کے رہنے والے ہیں۔ اور بعض صاحب میرا بستر چارپائی کے نیچے زمین پر پھینک دیتے اور آپ اپنا بستر بچھا کر لیٹ جاتے۔ ایک دفعہ ایسا ہی ہوا۔ حضرت اقدس علیہ السلام کو ایک عورت نے خبر دے دی کہ حضرت پیر صاحب زمین پر لیٹے پڑے ہیں۔ آپ نے فرمایا چارپائی کہاں گئی؟ اس نے کہا مجھے معلوم نہیں۔ آپ فوراً باہر تشریف لائے اور گول کمرے کے سامنے

مجھے بلایا کہ زمین میں کیوں لیٹ رہے ہو۔ برسات کا موسم ہے اور سانپ بچھو کا خطرہ ہے۔ میں نے سب حال عرض کیا کہ ایسا ہوتا ہے اور میں کسی کو کچھ نہیں کہتا۔ آخر ان لوگوں کی تواضع اور خاطر و مدارات ہمارے ذمہ ہے۔ یہ سن کر آپ اندر گئے اور ایک چارپائی میرے لئے بھجوا دی۔ ایک دو روز تو وہ چارپائی میرے پاس رہی۔ آخر پھر ایسا ہی معاملہ ہونے لگا جیسا کہ میں نے بیان کیا۔ پھر کسی نے آپ سے کہہ دیا۔ پھر آپ نے اور چارپائی بھجوا دی۔ پھر ایک روز کے بعد وہی معاملہ پیش آیا۔ پھر آپ کو کسی نے اطلاع دی اور صبح کی نماز کے بعد آپ نے مجھے فرمایا کہ صاحبزادہ صاحب بات تو یہی ہے جو تم کرتے ہو۔ (یعنی یہ مہمان نوازی کا حق ہے) اور ہمارے احباب کو ایسا ہی کرنا چاہئے لیکن تم ایک کام کرو۔ ہم ایک زنجیر لگا دیتے ہیں۔ چارپائی میں زنجیر باندھ کر چھت میں لٹکا دیا کرو۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم یہ سن کر ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ ایسے بھی استاد ہیں جو اس کو بھی اتار لیں گے۔ پھر آپ بھی ہنسنے لگے۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعودؑ مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ جلد سوم صفحہ 344-345 مطبوعہ ربوہ)

تو مہمان نوازی میں اسطرح کے لطیفے بھی ہو جاتے ہیں۔ مذاق کی باتیں۔ لطیفے کے لفظ سے مجھے یاد آ گیا بعض دفعہ میں لطیفہ کہہ مزاح کی کوئی بات بیان کرتا ہوں۔ اردو میں لطیفہ کا مطلب ہے کوئی اچھی بات یا کوئی گہری نکتے کی بات اور مزاح کی بات۔ یہ سارے اس کے مطلب ہیں۔ ایک دفعہ میں خطبہ میں سن رہا تھا تو بجائے لطیفہ کو مزاح کی بات کر کے ذکر کرنے کے ترجمہ کرنے والے نے اس کو بڑا نکتہ کر کے بیان کیا تھا جس طرح اس میں کوئی سبق، گہرا نکتہ بیان ہو رہا ہے۔ تو ترجمے میں بعض دفعہ غلطیاں ہو جاتی ہیں لیکن یہاں بہرحال ایک نکتہ ہے کہ اپنی چیز کی حفاظت کرنی چاہئے۔

پھر آپ علیہ السلام کے ایک نمونے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو ہمارے کام کرنے والے عہدیداروں کے لئے بھی ایک نمونہ ہے اور کارکنان کے لئے بھی ایک سبق ہے۔ حضرت شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی تحریر فرماتے ہیں کہ

جنگ مقدس کی تقریب پر بہت سے مہمان جمع ہو گئے تھے۔ ایک روز حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے کھانا رکھنا یا پیش کرنا گھر میں بھول گیا۔ میں نے اپنی اہلیہ کو تاکید کی ہوئی تھی مگر وہ کثرت کاروبار، مشغولیت کی وجہ سے بھول گئی یہاں تک کہ رات کا بہت بڑا حصہ گزر گیا اور حضرت نے بڑے انتظار کے بعد استفسار فرمایا۔ (کھانے کے متعلق پوچھا) تو سب کو فکر ہوئی۔ بازار بھی بند ہو چکا تھا اور کھانا نہ مل سکا۔ حضرت کے حضور صورتحال کا اظہار کیا گیا۔ آپ نے فرمایا اس قدر گھبراہٹ اور تکلیف کی کیا ضرورت ہے۔

دستر خوان میں دیکھ لو کچھ بچا ہوا ہو گا وہی کافی ہے۔ دستر خوان کو دیکھا تو اس میں روٹیوں کے چند ٹکڑے تھے۔ آپ نے فرمایا یہی کافی ہیں اور ان میں سے ایک دو ٹکڑے لے کر کھا لئے اور بس۔ پس ہمارے کارکنوں کے لئے یہ سبق ہے کہ بعض دفعہ بعض حالات میں کہیں خوراک کی کمی ہو جائے تو پریشان نہیں ہونا چاہئے بلکہ مہمانوں کی خاطر قربانی کرنی چاہئے۔ شیخ یعقوب علی صاحب یہ لکھتے ہیں کہ بظاہر یہ واقعہ نہایت معمولی معلوم ہو گا مگر اس سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی سادگی اور بے تکلفی کا حیرت انگیز اخلاقی معجزہ نمایاں ہے۔ کھانے کے لئے اس وقت نئے سرے سے انتظام ہو سکتا تھا اور اس میں سب کو خوشی ہوتی مگر آپ نے یہ پسند نہ فرمایا کہ بے وقت تکلیف دی جاوے اور نہ اس بات کی پرواہ کی کہ پُر تکلف کھانا آپ کے لئے نہیں آیا۔ اور نہ اس غفلت اور بے پرواہی پر کسی سے جواب طلب کیا اور نہ خفگی کا اظہار۔ بلکہ نہایت خوشی اور کشادہ پیشانی سے دوسروں کی گھبراہٹ کو دور کر دیا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود مصنفہ شیخ یعقوب علی صاحب عرفانیؓ جلد سوم صفحہ 333 مطبوعہ ربوہ)

پس اگر کبھی ایسا موقع پیدا ہو جائے تو ہمیشہ اس بات کا خیال رکھنا چاہئے اکثریت تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہمارے کارکنان کی ایسی ہے جو اچھے اخلاق دکھانے والی ہے اس کی پرواہ نہیں کرتی۔ لیکن بعض دفعہ بعض شکوہ کرنے والے بھی ہوتے ہیں تو ان کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے لیکن ہر شعبے کے افسران اور شعبہ خوراک یا مہمان نوازی کا بھی کام ہے کہ اپنے کارکنان کے لئے پہلے انتظام کر کے رکھا کریں تا کہ جب وہ اپنی ڈیوٹی سے فارغ ہو کر آئیں تو ان کو خوراک مہیا کی جا سکے یا کھانا یا کوئی اور انتظام ہو۔

ایک اصولی ہدایت جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں دی ہے اسے کارکنان کو ہمیشہ سامنے رکھنا چاہئے۔ مہمان نوازی کی نسبت ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

''میرا ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس کے لئے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے۔ مہمان کا دل مثل آئینہ کے نازک ہوتا ہے'' شیشے کی طرح نازک ہوتا ہے ''اور ذرا سی ٹھیس لگنے سے ٹوٹ جاتا ہے۔'' فرمایا کہ ''اس سے پیشتر میں نے یہ انتظام کیا ہوا تھا کہ خود بھی مہمانوں کے ساتھ کھانا کھاتا تھا مگر جب سے بیماری نے ترقی کی اور پرہیزی کھانا کھانا پڑا تو پھر وہ التزام نہ رہا۔ ساتھ ہی مہمانوں کی کثرت اس قدر ہو گئی کہ جگہ کافی نہ ہوتی تھی اس لئے مجبوری علیحدگی ہوئی۔ ہماری طرف سے ہر ایک کو اجازت ہے کہ اپنی تکلیف کو پیش کر دیا کرے۔ بعض لوگ بیمار ہوتے ہیں ان کے واسطے الگ

کھانے کا انتظام ہو سکتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 407-406)

پس اس بات کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ کبھی بھی کسی مہمان کو جذباتی ٹھیس نہیں پہنچانی۔ ہر کارکن کا ہر جگہ اور ہر موقع پر فرض ہے کہ اعلیٰ اخلاق کا ہمیشہ مظاہرہ کرنا ہے۔ اگر کوئی تکلیف کا اظہار کرے بھی تو بجائے اس کے کہ اس کو روکھا سوکھا جواب دیا جائے۔ اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کی جائے۔

آخر میں میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف شعبہ جات میں اب کارکنان کی کافی تربیت ہو چکی ہے اور اپنے کاموں کو خوب سمجھتے ہیں اور انہیں اس کے کرنے کی اٹکل بھی ہے لیکن بعض دفعہ ضرورت سے زیادہ اعتماد انتظام میں کمزوریاں پیدا کر دیتا ہے۔ اعتماد تو رکھیں لیکن اس وجہ سے باریکی میں جا کر اس کے تمام جزئیات کی طرف توجہ دینے میں سستی نہ کریں۔

پھر دوسری بات یہ ہے کہ جو سکیورٹی کا شعبہ ہے اسے خاص طور پر بہت زیادہ فعال ہونے کی ضرورت ہے۔ جس طرح جماعت دنیا میں متعارف ہو رہی ہے ترقی کی طرف قدم بڑھ رہے ہیں۔ ہر غلط بات کی جرأت مندانہ طریقے پر جماعت نفی کرتی ہے۔ آجکل بہت سارے شدت پسندوں نے اسلام کو بدنام کرنے کے لئے بعض باتیں کی ہیں، کر رہے ہیں۔ جماعت ہمیشہ ان کی نفی کرتی ہے۔ تو اس قسم کی جب باتیں ہو رہی ہوں تو اس سے حاسدین اور مخالفین کی تعداد بھی بڑھ رہی ہوتی ہے اور جماعت کے خلاف تدبیریں کرنے کی ان کی کوششیں بھی بڑھ رہی ہیں۔ اس لئے اس شعبہ کو ہر لحاظ سے ابھی سے فعال ہونے کی ضرورت ہے۔ یہ نہیں کہ اس دن جا کے جائزے لیں گے بلکہ باقاعدہ ڈیوٹیاں شروع ہونی چاہئیں۔ لیکن یہ بھی یاد رکھیں کہ سکیورٹی کی تمام تر گہرائی اور گہری نظر کے ساتھ ساتھ جیسا کہ میں نے کہا اخلاق کے اظہار میں کمی نہیں آنی چاہئے۔ ہر جگہ جہاں چیکنگ کے پوائنٹس ہیں وہاں ڈیوٹی دینے والے خوش اخلاقی کا مظاہرہ کرنے والے ہوں اور ہر جگہ صرف بچے نہ ہوں بلکہ بڑے سمجھدار افراد بھی ہر جگہ موجود ہونے چاہئیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ یہ سب کام کرنے والے اپنے کاموں کے احسن رنگ میں انجام پانے کے لئے دعا کریں۔ ہمارے سب کام کسی کی قابلیت اور کوشش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل اور مدد کو حاصل کرنے کے لئے دعا بہت اہم ہے جسے ہمیں کبھی نہیں بھولنا چاہئے۔ اسی طرح ہم سب کو بھی، کارکنوں کے علاوہ بھی ہر ایک کو دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ جلسے کے تمام انتظامات اپنے فضل سے بروقت مکمل فرمائے اور مہمانوں کے لئے ہر طرح کی سہولیات مہیا ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12 ستمبر 2014ء تا 18 ستمبر 2014ء جلد 21 شمارہ 37 صفحہ 05 تا 08)

35

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 29 ر اگست 2014ء بمطابق 29 ظہور 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج شام کو انشاء اللہ تعالیٰ جماعت احمدیہ برطانیہ کا جلسہ باقاعدہ شروع ہو گا۔ بہرحال یہ جمعہ بھی جلسے کا ایک حصہ ہے۔ جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا کہ جلسہ سالانہ پر آنے والے مہمان ایک نیک مقصد لے کر آتے ہیں اور اس نیک مقصد کے ساتھ ہی آنا چاہئے اور وہ مقصد یہ ہے کہ دین کی حقیقت کا علم حاصل کریں دین سیکھیں روحانیت میں ترقی کرنے کی کوشش کریں۔ نیک ماحول کے زیر اثر اپنی فطری نیکی کو پہلے سے بہتر کرنے کی کوشش کریں۔ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو ہم نے عہد کیا ہوا ہے اس عہد کو پورا کرنے کے اعلیٰ سے اعلیٰ راستوں کی نشاندہی کر کے علم پا کر پھر ان پر چلنے کی کوشش کریں۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ پیدا کریں۔ اپنی زبانوں کو ذکر الٰہی سے تر کرنے اور تر رکھنے کی کوشش کریں۔ اگر پہلے سے اس پر عمل ہو رہا ہے تو پہلے سے بڑھ کر اس کے لئے کوشش کریں۔ عبادتوں کی طرف توجہ دیں اور انہیں اس معیار پر لانے کی کوشش کریں جو معیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہم سے چاہتے ہیں اور وہ معیار یہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بیان فرمایا ہے کہ میں نے جن و انس کی پیدائش کا مقصد عبادت کو قرار دیا ہے۔ فرماتا ہے کہ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔ (الذاریات: 57) یعنی میں نے جنوں اور انسانوں کو اپنی عبادت کے لئے پیدا کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

”پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا

کے لئے ہو جانا ہے۔‘‘

(اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد 10 صفحہ 414)

غرض کہ جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والے ہر فرد کا یہ کام ہونا چاہئے کہ اپنے اس سفر کو اور یہاں آنے کے مقصد کو خالصۃً للّٰہی سفر اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کا مقصد بنائیں۔ اگر یہ نہیں تو جلسہ سالانہ میں تکلیف اٹھا کر اور خرچ کر کے آنے والے اس جلسہ کی غرض و غایت کو پورا کرنے والے نہیں ہوں گے۔ پس یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جلسہ سالانہ میں شامل ہونے والوں کی اور اس ذمہ داری کی ادائیگی ہی ان کی اہمیت کو بڑھاتی ہے اور اسی لئے ان کارکنوں کی بھی اہمیت ہے جیسا کہ میں نے گزشتہ خطبے میں ذکر کیا تھا جو اس نیک کام کے کرنے کے لئے آنے والے مہمانوں کی خدمت کے لئے اپنے آپ کو پیش کرتے ہیں۔ بلکہ کارکنوں کا ثواب اور اہمیت تو اس لحاظ سے دوگنی ہو جاتی ہے کہ وہ ایسے مہمانوں کی خدمت بھی کر رہے ہیں اور ساتھ ساتھ ہی پروگراموں کو سن کر اس جلسے کے ماحول میں شامل ہو کر اپنی عملی اور اعتقادی زندگی کی بہتری کے سامان بھی کر رہے ہیں۔ پس اس بات کو مہمان بھی اور میزبان بھی، ڈیوٹی والے کارکنان بھی یاد رکھیں کہ یہ تین دن ان کی عملی اور اعتقادی بہتری کی ٹریننگ کا کیمپ ہے۔ پس اس سے بھر پور فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں۔ اس کے لئے اپنی تمام تر توجہ اور طاقتوں سے اس میں حصہ لیں۔ ہم نے ہمیشہ اپنے سامنے جلسے کے وہ مقاصد رکھنے ہیں اور رکھنے چاہئیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائے ہیں۔ آپ کی جلسے کی غرض و غایت اپنے ماننے والوں کو اس روحانی ماحول میں رکھ کر ایک ایسا نمونہ بنانا تھا جو دنیا کے لئے قابل تقلید ہو، جس کے پیچھے دنیا چلے۔ آپ نے فرمایا: میرے ماننے والوں کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394)

یعنی انہیں ہر وقت آخرت کی فکر ہو۔ یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ انسان اپنی کوشش سے یہ مقام حاصل نہیں کر سکتا۔ ہاں اس کے لئے جس حد تک عملی کوشش ہو سکتی ہے کر کے پھر دعاؤں میں لگ جائے کہ اے اللہ دنیا کے مسائل اور روکیں قدم قدم پر میری راہ میں حائل ہیں تو اپنے فضل سے مجھے اس راستے پر چلا دے جو تیری رضا کا راستہ ہے۔ میرے دل میں اپنا خوف ایسا بھر دے جو ایک پیارے اور اپنے محبوب کے لئے ہوتا ہے۔ کسی ظلم کی وجہ سے وہ خوف نہیں ہوتا بلکہ محبت کی وجہ سے ہوتا ہے۔ کہیں میرا کوئی عمل تیری ناراضگی کا موجب نہ بن جائے۔ میرا ہر قدم ان نیکیوں کی طرف اٹھے جن کے کرنے کا تو نے حکم دیا ہے اور

میری سوچ ہر اس بات سے نفرت کرتے ہوئے اسے اپنے دماغ سے نکالنے والی ہو جس کے نہ کرنے کا تو نے حکم دیا ہے۔ میں تقویٰ پر چلتے ہوئے حقوق العباد بھی ادا کرنے والا بنوں اور حقوق اللہ کی ادائیگی کی طرف بھی ہر وقت میری توجہ رہے اور میں اس چیز کو حاصل کرنے والا بن جاؤں جو تو نے میری زندگی کا مقصد قرار دیا ہے۔ یعنی عبادت اور عبادت کا بھی وہ معیار حاصل کرنے والا بن جاؤں جو تو اپنے بندوں سے چاہتا ہے۔ اخلاق فاضلہ میں بھی ایک ایسا نمونہ بن جاؤں جس کی تقلید کرنا لوگ فخر سمجھیں۔

پس اس جلسے میں شامل ہو کر اپنی دعاؤں اور سوچوں کے یہ دھارے بنانے کی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ ہم پر بڑا احسان ہے کہ جہاں اس نے قرآن کریم میں ہمیں عبادتوں کے طریق بتائے، اس کے معیار حاصل کرنے کے راستے دکھائے وہاں اخلاق فاضلہ جن کا تعلق حقوق العباد سے ہے ان کی بھی نشاندہی فرمائی۔ اعلیٰ اخلاق کا حاصل کرنا اور اس کا مظاہرہ کرنا بھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس جلسے میں شامل ہونے والوں کے لئے ضروری قرار دیا ہے۔ آپ نے اس معیار کا ایک جگہ یوں ذکر فرمایا کہ:۔

”میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے۔“

(شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 395)

یہ کوئی معمولی کام نہیں ہے۔ یہ معیار حاصل کرنا کوئی عام بات نہیں ہے بہت سے ہیں جو دوسروں کے آرام کا خیال رکھتے ہیں لیکن اپنے وسائل کے لحاظ سے اگر اپنے آرام کو قربان کئے بغیر یہ خیال رکھ سکیں تو رکھتے ہیں لیکن یہ بہت کم دیکھنے میں آتا ہے کہ کوئی اپنے آرام پر دوسروں کے آرام کو ترجیح دے۔ خونی رشتوں میں بھی لوگ بعض دفعہ ایسی قربانی دے دیتے ہیں کہ اپنے آرام کو قربان کر دیتے ہیں لیکن بہت کم لوگ ایسے ہوتے ہیں اور ہر ایک کے لئے اس معیار کی قربانی بہت مشکل ہے۔ بلکہ دوسروں کے آرام کے تعلق میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ فرمایا کہ دوسروں کی تکلیف کو جب تک اپنی تکلیف کی طرح نہیں سمجھتے حقیقی مومن نہیں بن سکتے۔ یہ الفاظ میرے ہیں مفہوم یہی ہے۔ آپ نے فرمایا

اگر میرا بیمار بھائی تکلیف میں مبتلا ہے اور میں آرام سے سو رہا ہوں تو میری حالت پر حیف ہے۔ میرا فرض بنتا ہے کہ جہاں تک میرا بس چلے اس کے آرام کے سامان پیدا کرنے کی کوشش کروں۔ اگر کوئی دینی بھائی اپنی نفسانیت سے مجھ سے سخت گوئی کرے تو تب بھی میری حالت پر افسوس ہے کہ میں دیدہ و

دانستہ اس سے سختی سے پیش آؤں۔ میرا کام یہ ہے کہ میں صبر کا مظاہرا کروں اور اس کے لئے رو رو کر دعا کروں کہ یہ روحانی طور پر بیمار ہے اللہ تعالیٰ اس کی اصلاح کرے۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 396)

پس یہ وہ معیار ہے جس کا اللہ تعالیٰ نے دین میں، قرآن کریم میں حکم دیا ہے کہ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح:30)۔ کہ مؤمن آپس میں رحم کے جذبات رکھتے ہیں اور رحم کے جذبات کی وجہ سے ایک دوسرے کے درد کو محسوس کرتے ہیں اور درد کو محسوس کر کے اس کے لئے عملی کوشش بھی کرتے ہیں اور دعائیں بھی کرتے ہیں۔

پس ہمیں جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اگر ہم اس پر عمل کرنے لگ جائیں تو جتنے چھوٹے بڑے جھگڑے ہمارے ہوتے ہیں یہ سب ختم ہو جائیں۔ ذاتی اناؤں کا وہیں سوال پیدا ہوتا ہے، بغض اور غصہ وہیں بھڑکتا ہے جب تقویٰ نہ ہو۔ جب خدا تعالیٰ کا خوف نہ ہو جب ذاتی مفادات کو دوسروں کے مفادات پر ترجیح دی جا رہی ہو۔ پس یہ تقویٰ پیدا کرنا ہر مؤمن کا فرض ہے۔ ہر اس شخص کا فرض ہے جو اپنے آپ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت کی طرف منسوب کرتا ہے۔ ہر اس شخص کا فرض ہے جو جلسے میں شامل ہو رہا ہے۔ کیونکہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعاؤں کا وارث بننا ہے، جلسے کی برکات سے فیض اٹھانا ہے تو تمام جھگڑوں کو ختم کرنے کی ضرورت ہے، ان باتوں پر عمل کرنے کی ضرورت ہے۔

ہم خوش قسمت ہیں کہ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے قدم قدم پر رہنمائی مل جاتی ہے۔ اسلام کی حقیقت اور تقویٰ کا پتا چل جاتا ہے۔ ان بکھرے ہوئے مسلمانوں کی طرح نہیں ہیں جن کو پتا ہی نہیں چلتا کہ کس کے پیچھے چلیں اور کس کے پیچھے نہ چلیں۔ جن کی غلط رہنمائی کر کے ان کے نام نہاد لیڈروں اور مذہبی رہنماؤں نے ایک دوسرے کی گردنیں کاٹنے پر ان کو لگا دیا ہوا ہے۔ پس ان لوگوں کے لئے بھی دعائیں کریں کہ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے اور یہ اپنی ان حرکتوں کی وجہ سے خدا تعالیٰ کے غضب کا مورد نہ بنیں۔ اسلام کا غلط تصور دنیا کے سامنے رکھ کر اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بدنام کرنے کی کوشش کرنے والے نہ بنیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے ماننے والوں کی تعریف ان الفاظ میں فرماتے ہیں کہ حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے ہر مسلمان اور ہر سلامتی دینے والا بلا تخصیص محفوظ رہے۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب المسلم من سلم المسلمون من لسانہ و یدہ حدیث نمبر 10)

اور پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں کھول کر بتایا کہ حقیقی مسلمان سے نہ صرف اپنے بلکہ دوسرے مذہب کے ماننے والے بھی امن اور سلامتی میں رہتے ہیں۔ قرآن کریم نے جن اعلیٰ اخلاق کا ذکر فرمایا ہے ان میں سے چند ایک میں بیان کرتا ہوں۔ پہلی بات کہ کیوں تم میں اعلیٰ اخلاق ہونے چاہئیں؟ فرمایا کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَ تَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ (آل عمران: 111) کہ تم سب سے بہتر جماعت ہو جسے لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کیا گیا ہے۔ تم نیکی کی ہدایت کرتے ہو اور بدی سے روکتے ہو۔

پس ایک مومن کی نشانی یا امت مسلمہ کا فرد ہونے کی نشانی یہ ہے کہ نیکیوں کی تلقین کرنے والے اور بدی سے روکنے والے ہوں۔ دوسروں کو فائدہ پہنچانے والے ہوں اور نقصان سے بچانے والے ہوں۔ کاش یہ بات مسلمان سمجھ جائیں اور اپنے فرض کو نبھانے کی کوشش کریں۔ غلط رنگ میں اسلام کے نام پر انسانیت کا خون کرنے کے بجائے، اسلام کے حسن کو دنیا کو دکھائیں۔ ان لوگوں نے یا کم از کم ان کے لیڈروں نے تو مسیح موعود کا انکار کر دیا ہے۔ اس واسطے نہ یہ رہنمائی کر سکتے ہیں اور جب تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نہیں مانتے کوئی ان کی رہنمائی کرنے والا نہ ہے۔ اس بات کو یہ نہیں سمجھتے۔ آج خیر امت بن کر اس فرض کی ادائیگی کا کام حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جماعت کے سپرد کیا گیا ہے۔ اس ذمہ داری کو سمجھنے کی ہمیں ضرورت ہے تو یہ بھی ایک مؤمن کی خصوصیت ہے کہ وہ غرباء کا خیال رکھنے والا ہوتا ہے۔ اپنے اموال معاشرے کے ضرورت مند اور محروم لوگوں پر خرچ کرنے والا ہو۔ احسان جتا کر نہیں بلکہ ان کا حق سمجھ کر ان کی خدمت کرنے والا ہو۔

یہاں اس بات کا بھی ذکر کر دوں کہ عام طور پر مسلمانوں کی برائیاں تو سب کو نظر آ جاتی ہیں اور اس کا چرچا بھی خوب ہوتا ہے۔ تو اگر کوئی خوبی ہے تو خوبیوں کی طرف کوئی توجہ نہیں دیتا۔ گزشتہ دنوں ایک سروے ہوا جو یہیں کے لوگوں نے کیا۔ کسی مسلمان نے نہیں کیا کہ دنیا میں صدقہ وخیرات اور چیریٹی دینے والے کون لوگ ہیں جو زیادہ ہیں؟ تو یہ بات سامنے آئی کہ خدا تعالیٰ کو ماننے والے، کسی مذہب کو ماننے والے، لا مذہبوں اور خدا تعالیٰ کو نہ ماننے والوں کی نسبت زیادہ صدقہ وخیرات کرتے ہیں۔ اور مختلف مذاہب کے ماننے والوں کے آپس کے موازنے میں بھی یہ بات پتا لگی کہ مسلمان صدقہ وخیرات دوسروں سے زیادہ کرتے ہیں۔ مسلمانوں میں یہ نیکی صدقہ وخیرات کے حکم کی وجہ سے ہے۔ خدا کرے کہ یہ لوگ باقی نیکیاں بھی اپنانے والے بن جائیں۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے دوسروں کو اپنے نفسوں پر ترجیح دو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جلسے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جب بے شمار لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں تو بعض ضرورتیں پیدا ہوتی ہیں تو ایسے وقت ایک حقیقی احمدی کا یہ کام ہے کہ اپنی ضرورت کو دوسروں کے لئے قربان کرے اور محبت و ایثار کا نمونہ دکھائے۔ نہ صرف قربان کرے بلکہ اس نمونے میں محبت و ایثار بھی ٹپک رہا ہو۔

(ماخوذ از شہادۃ القرآن، روحانی خزائن جلد 6 صفحہ 394-395)

پھر اللہ تعالیٰ کو عاجزی بہت پسند ہے ایک مؤمن کو عاجزی کی تلقین کی گئی ہے۔ جب بہت سارے لوگ اکٹھے ہوں تو بعض دفعہ بہت سے مسائل معاشرے میں اس لئے پیدا ہوتے ہیں کہ تکبر ان مسائل کو حل کرنے سے روک رہا ہوتا ہے۔ ایک احمدی کو تو خاص طور پر عاجزی اختیار کرنے کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اس وصف کو خاص طور پر بڑا سراہا ہے اور فرمایا کہ ''تیری عاجزانہ راہیں اس کو پسند آئیں۔''

(تذکرہ صفحہ 595 ایڈیشن چہارم مطبوعہ ربوہ)

پس جب ہم آپ کی طرف منسوب ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں تو ان اوصاف کو اپنانے کی طرف بھی خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

اسی طرح حسن ظنی ہے سچائی ہے سچائی کا اظہار ہے اور ہر حالت میں سچائی کا اظہار ضروری ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سچائی کا ایسا معیار ہو اور انصاف کا ایسا معیار ہو کہ اگر اپنے خلاف یا اپنے پیاروں کے خلاف بھی بات جاتی ہو تو کرو لیکن سچائی کو کبھی ہاتھ سے نہ جانے دو۔ معاف کرنا ہے، صبر کرنا ہے، یہ سب قسم کی نیکیاں ہیں جو ہمیں اپنانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور ان کا اظہار ایسے موقعوں پر ہی ہوتا ہے جب بہت سارے لوگ جمع ہوں اور بعض ایسی باتیں ہو جائیں جس کی وجہ سے انسان کے اخلاق کا پتا لگتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ماننے والوں کو قرآنی تعلیم کی روشنی میں خاص طور پر ان کو اپنانے کا ارشاد فرمایا ہے۔

پھر عدل اور احسان کے معیار حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے اور عدل اور احسان کے جیسے معیار قرآن کریم نے قائم فرمائے ہیں کسی اور کتاب نے ایسے معیار قائم نہیں فرمائے کہ دشمن کی دشمنی بھی تمہیں عدل اور انصاف کرنے سے نہ روکے۔ یہ ہیں وہ معیار جو اسلام کا خاصہ ہے اور ایک مسلمان کا خاصہ ہے اور ہونا چاہئے۔ اور ان تمام نیکیوں کو اپنانے کا ہمیں حکم ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

فرماتے ہیں کہ جلسے میں کثرت سے لوگ آتے ہیں تو پھر وہ اخلاق فاضلہ کی ادائیگی کا حقیقی رنگ میں اظہار کریں۔

اور اخلاق فاضلہ کی ادائیگی کا تبھی پتا چلتا ہے جب یہ اظہار ہو رہا ہو۔ جب لوگ اکٹھے ہوں۔ اور اگر اخلاق کے اعلیٰ معیار کا اظہار ہو رہا ہو تو ہم اسلام کی خوبصورت تعلیم کے پیش کرنے والے بن جاتے ہیں۔

یہی نمونے ہیں جو احمدیت کی تبلیغ کا بھی باعث بن رہے ہوتے ہیں اور اخلاق کے یہ نمونے دکھانا ہی ایک احمدی کا خاصہ ہے اور ہونا چاہئے۔ بہت سے لوگ ان اعلیٰ اخلاق کو دیکھ کر ہی جماعت کی طرف مائل ہوتے ہیں۔ آپ میں سے بھی کئی ہوں گے جن کے بزرگ جلسے کی برکات کی وجہ سے جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے۔ آپ کے بزرگوں کے نمونوں سے ہی بہت سوں کو حق کو پہچاننے کی توفیق بھی ملی ہو گی بلکہ یہاں بیٹھے ہوئے بھی ایسے لوگ ہوں گے جن کے رویوں کی وجہ سے لوگوں کو ہدایت ملی ہو گی۔ دنیا کے کئی ممالک سے یہ رپورٹس آتی ہیں۔ لوگ جلسے میں شامل ہوئے اور شامل ہونیوالے یہ کہتے ہیں کہ جلسے کے نیک اثر کی وجہ سے ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیم کا بھی پتا چلا۔ لوگوں کے آپس کے تعلقات کی وجہ سے ہمیں اسلام کی حقیقی تعلیم کا بھی پتا چلا۔ پرامن فضا کو دیکھ کر ہمیں پتا لگا کہ اتنا ہزاروں کا مجمع بھی کس طرح پرامن رہ سکتا ہے۔ اور حتی کہ بعض دینی رہنما بھی یا افریقہ میں بعض ممالک میں جن کی طرف سے پہلے مخالفت تھی، کسی طرح، کسی ذریعہ سے ان کو جب جلسے پر لایا گیا تو نہ صرف مخالفت سے رک گئے بلکہ بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گئے۔ تو یہ مخالف لوگ بھی اثر لیتے ہیں۔

ابھی دو مہینے پہلے جرمنی میں بھی جلسہ ہوا۔ اس میں ایک ہمسایہ ملک سے ایک غیر مسلم جوڑا میاں بیوی آئے ہوئے تھے جو اسلام کے مخالف بھی تھے یا کم از کم ان پر اسلام کا اچھا اثر نہیں تھا۔ احمدیوں سے کچھ واقفیت تھی۔ انہوں نے کہا کہ جا کے دیکھیں، احمدی بڑا شور مچاتے ہیں کہ اسلام بڑا پرامن اور سلامتی کا مذہب ہے۔ دیکھتے ہیں کہ اس میں کیا سچائی ہے۔ زیادہ نیت ان کی یہی تھی کہ جا کر اعتراض کریں گے اور کوئی اثر نہیں لیں گے۔ لیکن جلسے کے ماحول کو دیکھ کر اس کے بعد ان کی ملاقات بھی ہوئی، ان کی ایسی کایا پلٹی کہ انہوں نے بیعت کر لی۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ جب بیعت لی جا رہی ہوتی ہے تو بیعت کا نظارہ ایسی صورت پیدا کر دیتا ہے کہ غیر ارادی طور پر نہ چاہتے ہوئے بھی ہم بیعت میں شامل ہو جاتے ہیں۔ اگر ہمارے نمونے مختلف ہوں یا ہم میں سے اکثریت کے نمونے مختلف ہوں تو وقتی بیعت کا نظارہ ان لوگوں کو متاثر نہیں کر سکتا۔ یا کسی بھی قسم کی نیکی کا عارضی نظارہ وہ حالت پیدا نہیں کر سکتا جو دل کو کھینچنے والی ہو۔

پس جلسے میں شامل ہونے والا ہر شخص خاموش تبلیغ کر رہا ہوتا ہے۔ گزشتہ جمعہ کو میں نے کارکنوں کے حوالے سے بات کی تھی کہ ان کے عمل خاموش تبلیغ ثابت ہو رہے ہوتے ہیں۔ لیکن یہ صرف کارکنان ہی نہیں بلکہ جلسے میں شامل ہونے والا ہر شخص مبلغ ہوتا ہے، دوسروں کو متاثر کر رہا ہوتا ہے۔ پس (جلسہ میں) شامل ہونے والے ہر فرد، مرد عورت بچے بوڑھے کا فرض ہے کہ اپنے نمونے ایسے بنائے کہ توجہ کھینچنے والے ہوں اور یہ نمونے عارضی نہ ہوں بلکہ ہمیں اپنی حالتوں میں، اپنے اندر مستقل ایسی تبدیلی پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو ہمیں حقیقی مسلمان بنائے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو اپنی اہمیت اور ذمہ داری کا احساس پیدا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ ہم جلسے سے حقیقی فیض اٹھا سکیں۔ اعلیٰ اخلاق کے اظہار کے بارے میں ایک مسلمان کو یہ بھی حکم ہے کہ سلامتی کا پیغام پہنچائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَّمْ تَعْرِفْ کہ ہر اس شخص کو جسے تم جانتے ہو یا نہیں جانتے سلام کرو۔

(صحیح البخاری کتاب الایمان باب افشاء السلام من الاسلام حدیث نمبر 28)

یہ ایک ایسا حکم ہے اور نسخہ ہے کہ اگر اس پر اس کی روح کو سمجھتے ہوئے عمل کیا جائے تو دنیا کے فسادوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔ جب انسان ایک دوسرے کو سلامتی کی دعا دے رہا ہو تو سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کہ دل میں بغض، کینہ، نفرت یا تکبر کے جذبات ابھریں شرط یہ ہے کہ دل سے آواز نکل رہی ہو۔ اگر یہ برائیاں نہ ہوں تو پھر اس بات کا بھی سوال نہیں کہ معاشرے میں کسی قسم کا فساد ہو۔

پس سلامتی کے پیغام کو بہت وسعت دینے کی ضرورت ہے اور اسلام نے وسعت دے دی کہ صرف اپنوں اور اپنے جاننے والوں کے لئے یہ پیغام نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو یہ پیغام دو۔ پس جلسے پر آنے والے ہر شخص کو جہاں اس بات کی پابندی کرنی چاہئے، یہ کوشش بھی کرنی چاہئے کہ اس ماحول میں ایک دوسرے پر اس قدر سلامتی بکھیریں کہ پورا ماحول سلامتی بن جائے اور ہم اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور سلامتی کو حاصل کرنے والے بن جائیں۔ بعض انتظامی باتیں بھی میں ذکر کرنا چاہتا ہوں گو اس بارے میں نسبتاً پہلے بھی کافی توجہ ہے لیکن پھر بھی یاددہانی کے لئے کہنا چاہتا ہوں۔ خاص طور پر وہ مرد جن کے ساتھ بچے بھی ہوتے ہیں۔ چھوٹے بچے تو عموماً ماؤں کے ساتھ ہوتے ہیں، آٹھ نو سال کے بچے جو مردوں کے ساتھ ہوتے ہیں، وہ اتنے چھوٹے نہیں ہوتے کہ ان کو بہلانے کے لئے مرد باہر نکل جائیں اور جلسہ کی کارروائی کے دوران ان بچوں کو کھیلنے کی اجازت دیں۔ اس طرح تو بچوں میں کبھی بھی جلسے کا احترام پیدا نہیں ہوگا۔ سات

سال کے بعد نماز کی یقین دہانی کی طرف توجہ اس لئے ہے کہ بچہ ہوش میں ہوتا ہے۔ اس لئے ان کو بتانا چاہئے کہ تم ایک مقصد کے لئے آئے ہو تو ابھی سے سیکھو۔ بچپن سے اگر ٹریننگ نہیں دیں گے تو پھر بڑے ہو کر بھی جلسے کا تقدس کبھی قائم نہیں رہے گا۔ پھر یہ ہوتا ہے کہ ان بچوں کا بہانا بنا کر باپ بھی باہر پھرتے رہتے ہیں، پھر شکایتیں آتی ہیں، بچے کھیل رہے ہوتے ہیں اور جلسے کا ایک غلط تاثر پیدا ہو رہا ہوتا ہے۔

اسی طرح شکایتیں ہوتی ہیں کہ عورتیں بھی جلسہ کی کارروائی سننے کی بجائے باہر بیٹھ کر باتیں کرتی رہتی ہیں۔ انہیں بھی چاہئے کہ جلسے کی تقریریں سنیں کیونکہ ہر مقرر جو یہاں تقریر کرتا ہے اس کی تقریر علم اور روحانیت کے بڑھانے میں مددگار ہوتی ہے۔ کوئی احمدی مقرر قرآن حدیث اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کلام سے باہر کوئی بات نہیں کرتا اور یہی آج وقت کی ضرورت ہے۔ پس اس بات کی اہمیت کو سمجھیں اور جلسے کی حاضری کو صرف شامل ہو کے نہ بڑھائیں بلکہ اندر بیٹھ کر، سن کر اس جلسے کا صحیح فائدہ اٹھائیں۔ پس یہ بھی نہیں کہنا چاہئے جو بعض کہہ دیتے ہیں کہ فلاں کی تقریر سنیں گے اور فلاں کی نہیں۔ ہم نے پہلے سن لی۔ یہ سب باتیں غلط ہیں۔ ہر مقرر تیاری کر کے آتا ہے، ان کی تقریروں کو سننا چاہئے۔ جلسے پر آئے ہیں تو جلسے کی مکمل کارروائی سننے کی کوشش کریں۔ چھوٹے بچوں کی ماؤں کے لئے جو علیحدہ مارکی ہے وہاں سے بھی شکایت آتی ہے کہ بچوں کے شور کم ہوتے ہیں اور بچوں کے شور کے بہانے عورتیں آپس میں زیادہ باتیں کر رہی ہوتی ہیں۔ اس لئے اس طرف لجنہ کی انتظامیہ کو بھی اور عورتوں کو خود بھی توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اگر عورتیں خود خاموش ہو جائیں تو صرف بچوں کا جو شور ہوتا ہے اس میں بہت ساری ایسی عورتیں ہوتی ہیں جن کے کانوں میں کچھ نہ کچھ تقریروں کی آواز پڑ رہی ہوتی ہے اور کچھ نہ کچھ ان کے لئے فائدہ مند ہو جاتا ہے۔ پس اس طرف بھی توجہ کی ضرورت ہے۔

کارکنوں کو میں دوبارہ یاددہانی کروانا چاہتا ہوں جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ اپنے فرائض کو احسن رنگ میں انجام دینے کے لئے پوری طرح توجہ دیں۔ کسی بات کو معمولی نہ سمجھیں، کسی کام کو معمولی نہ سمجھیں۔ سکیورٹی والوں کے لئے بھی جہاں خوش اخلاقی ہے وہاں ہر چیز پر گہری نظر کی ضرورت ہے۔ کسی بات کو بھی معمولی نہ سمجھیں اور سکیورٹی کارکنان کے علاوہ بھی جو دوسرے کارکنان ہیں وہ بھی حوش وحواس کے ساتھ اپنے چاروں طرف نظر رکھیں۔ اور اسی طرح تمام شامل ہونے والے بھی، ہر احمدی ہماری سکیورٹی ہے۔ ہر احمدی کا بھی فرض ہے کہ اپنے ماحول پہ نظر رکھے اور کوئی بھی ایسی قابل توجہ بات دیکھیں تو فوراً انتظامیہ کو بتائیں۔ پھر داخلے کے وقت یا باہر نکلتے وقت جو رَش کے وقت ہوتے ہیں۔ بعض دفعہ وہاں بھی

بڑے صبر اور تنظیم کا مظاہرہ کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح رش کے دوران سکیورٹی کانشس بھی ہونے کی ضرورت ہے۔ ایسے موقعوں پر بھی بعض دفعہ بعض واقعات ہو جاتے ہیں اس لئے بہت احتیاط کریں۔

پھر ڈیوٹی کے کارکنان جو ہیں ان کی جو بھی ہدایت ہے اسے شامل ہونے والے بغیر برا منائے مانیں، قطع نظر اس کے کہ ہدایت دینے والا بچہ ہے یا بڑا۔ اگر وہ اپنے فرائض ادا کر رہا ہے تو اس کو اہمیت دیں اور اس کی بات مانیں۔ پروگرام جو شائع ہوا ہے اس میں بھی ساری ہدایات درج ہیں یا کم از کم بہت ساری ہدایات درج ہیں اس لئے ان کو پڑھیں اور ان پر عمل کرنے کی کوشش بھی کریں۔

پھر ایک شکایت بعض دفعہ یہ بھی آ جاتی ہے جس کا بجائے اس کے کہ جلسے کے بعد ذکر کیا جائے پہلے ہی ضروری ہے کہ اپنے کارڈ کی حفاظت اور اس کا صحیح استعمال ہر ایک کا فرض ہے۔ یہ نہیں کہ کوئی واقف کار ہے اس کو اپنا کارڈ دے دیا۔ جس جس جگہ بیٹھنے اور جانے کے لئے اس کارڈ کی access ہے وہیں استعمال ہو سکتا ہے اور اسی شخص کے لئے استعمال ہو سکتا ہے۔ اس لئے اپنے کارڈ کسی بھی اپنے دوست یا واقف کار یا قریبی کو نہیں دینے۔ جو جس کا کارڈ ہے وہ استعمال کرے۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے جلسے کو بابرکت فرمائے اور جس کی جتنی جتنی توفیق ہے وہ روزانہ صدقہ بھی دے سکتا ہے بلکہ دینا چاہئے اور دے۔ اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے اس جلسے کو بابرکت فرمائے اور ہم تمام برکات سمیٹنے والے بھی بنیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19 ستمبر 2014ء تا 25 ستمبر 2014ء جلد 21 شمارہ 38 صفحہ 05 تا 07)

36

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05 ستمبر 2014ء بمطابق 05 تبوک 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

الحمد للہ! گزشتہ ہفتے جلسہ سالانہ یوکے اللہ تعالیٰ کے فضل سے خیریت سے اپنی برکات سے ہمیں مستفیض کرتے ہوئے منعقد ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے شامل ہونے والوں نے اور دنیا میں بیٹھے ہوئے لوگوں نے تمام تر برکات دیکھیں اور ان سے فائدہ اٹھایا۔ ہر ملنے والا اور بے شمار لکھنے والے یہی کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس دفعہ نظام میں ہر معاملے میں بہت بہتری تھی۔ مقررین کی تقریریں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بہت اعلیٰ رنگ میں تیار ہوئی ہوئیں تھیں۔ علمی اور روحانی تھیں۔

جلسے کے بعد کے خطبے میں جلسے کے دوران نازل ہونے والی برکات اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں اور اس کی تائیدات کا ذکر کرتا ہوں۔ لوگوں کے تاثرات بھی بیان کرتا ہوں جو مہمان آئے ہوتے ہیں۔ اسی طرح کارکنان کا بھی شکریہ ادا کرتا ہوں۔ بعض انتظامی باتیں جن میں کمیاں رہ گئی ہوں ان کا بھی ذکر ہوتا ہے۔ تو بہرحال آج اسی حوالے سے کچھ کہوں گا۔

جلسے کا ماحول اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسا ماحول ہوتا ہے کہ ہر سعید فطرت پر یہ نیک اثر ڈالتا ہے۔ بعض غیر از جماعت اور غیر مسلم لوگ صرف اس لئے جلسے میں شامل ہوتے ہیں کہ دیکھیں ان سے تعلق رکھنے والے احمدی ان غیر از جماعت دوستوں کو جلسے کی برکات کے بارے میں جو بتاتے ہیں وہ کس حد تک صحیح ہیں، اس کی کیا حقیقت ہے۔ اور جب یہ غیر دوست یہاں آ کر جلسے میں شامل ہوتے ہیں تو پھر اکثر یہی کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں جلسے کے بارے میں بتایا گیا اس سے بہت زیادہ ہم نے مشاہدہ کیا۔ اور بعض پر

اس کا اتنا اثر ہوتا ہے کہ بیعت کر لیتے ہیں۔ اس دفعہ بھی دو مہمانوں نے جورشیا سے تھے جلسے کا ماحول دیکھ کر بیعت کی۔ اسی طرح گوئٹے مالا اور چلّی اور کوسٹا ریکا کے امریکن ممالک کے بعض لوگ ایسے بھی تھے جنہوں نے جلسے پر عالمی بیعت کے دوران تو بیعت نہیں کی لیکن انتہائی متأثر تھے۔ تمام جلسہ سنا پھر مجھ سے ملاقات کی اور کہنے لگے ہمیں افسوس ہے کہ ہم بیعت نہیں کر سکے۔ ہمارے دل بالکل اس طرف مائل ہیں۔ ہم نے حقیقت کو، سچائی کو پہچان لیا ہے، سمجھ لیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو دیکھا ہے کہ کس طرح جماعت پر نازل ہوتے ہیں اور ہم بھی اب بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ ہماری بیعت لے لیں۔ چنانچہ کل ایسے چھ افراد، چار مرد اور دو خواتین نے ظہر کی نماز کے بعد بیعت کی۔

بعض لوگ جو شامل ہوتے ہیں ان کے تأثرات تو میں بیان کروں گا لیکن ان بیعت کرنے والوں کے تأثرات مَیں پہلے بیان کرتا ہوں جنہوں نے وہاں بیعت نہیں کی تھی لیکن کل کی۔ ان میں سے ایک دوست سمیع قادر صاحب ہیں جو گوئٹے مالا میں رہتے ہیں۔ اردن سے ان کا تعلق ہے۔ کاروبار کے سلسلے میں وہاں ہیں۔ کہتے ہیں کہ مَیں نے اس جلسے میں باہمی اخوت و محبت کی وہ عملی صورت دیکھی جو ہمارے آقا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم ہم میں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ جلسہ سالانہ کے بہترین انتظامات، نظم و ضبط، احباب کا اخلاص و وفا اور باہمی ہمدردی اور اخوت کے جذبے نے بہت متأثر کیا۔ اور اس حدیث مبارکہ کی عملی تصویر دیکھی کہ مومنین کی باہم محبت و اخوت کی مثال اس جسم کی طرح ہے کہ جس کے ایک حصے کو تکلیف پہنچے تو سارا جسم اسے محسوس کرتا ہے۔ پھر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کارکنان جلسہ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

اسی طرح کوسٹا ریکا سے آنے والے وفد میں حیدر سَبِیْلِیَا صاحب شامل تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھے جماعت احمدیہ کے اعلیٰ انتظام نے بہت متأثر کیا۔ جماعت احمدیہ کے ہر ممبر کا اپنے ذمہ لگائی گئی ڈیوٹی کو اخلاص کے ساتھ ادا کرنے نے از حد متاثر کیا۔ مَیں دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے لوگوں سے مل کر، ان سے گفتگو کر کے اور ان کے ساتھ باہمی تبادلہ خیالات کر کے بہت خوش ہوا ہوں۔ جلسے میں شمولیت سے حقیقی اسلام کی طرف میری توجہ مزید بڑھی ہے اور اس حوالے سے اخلاص اور ایمان نے ترقی کی ہے۔ اور خلیفہ وقت کے خطابات، نصائح اور رہنمائی بغیر شیعہ اور سنّی کی تمیز کے تمام مسلمانوں کے لئے ہیں۔

پھر کوسٹا ریکا سے ہی ایک خاتون ڈیانا نعیمہ (Diana Naima) صاحبہ کہتی ہیں۔ جلسے میں شمولیت ایک انوکھا تجربہ تھا۔ دنیا کے مختلف ممالک سے آئے ہوئے مختلف اقوام و نسل کے لوگوں کے باہمی

پیار و محبت نے میرے دل پر گہرا اثر کیا ہے۔ اس فضا نے مجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ یاد کروا دیا۔ مجھے یقین ہے کہ جماعت احمدیہ ترقی کرے گی اور اس کے ذریعے اسلام کا محبت بھرا پیغام بھی پھیلتا چلا جائے گا۔ انہوں نے بھی کل بیعت کی ہے۔

اسی طرح کل بیعت کرنے والوں میں گوئٹے مالا، چلّی، کوسٹاریکا سے آنے والے جیسا کہ میں نے کہا چار مرد اور خواتین تھیں۔ ان سب نے (جلسہ کا) سارا نظارہ دیکھ کر، عالمی بیعت کا نظارہ دیکھ کر جب ان کو مکمل شرح صدر ہوا تو پھر انہوں نے بیعت کی۔

پس جماعت احمدیہ جو اسلام کا خوبصورت پیغام دیتی ہے اور بغیر دوسروں پر گند اچھالے، بغیر کسی پر تنقید کئے ایک وحدت پر جمع کرنے کی کوشش کرتی ہے۔ اور پھر اس کا پیار اور محبت کا جو نظارہ ہر آنے والے کو نظر آتا ہے۔ آپس میں سلوک کا، دوسروں سے سلوک کا جو نظارہ ہر آنے والا دیکھتا ہے۔ وہ ہر ایک کو مجبور کرتا ہے کہ حقیقی اسلام کے اس نمونے کو دیکھ کر اس کا حصہ بنیں۔ یا کم از کم یہ ضرور ہوتا ہے کہ اسلام پر جو اعتراض کئے جاتے ہیں ان کا اثر یہاں آ کر ہمیں دیکھنے والوں پر سے زائل ہو جاتا ہے۔ یہ نظارے ہر زمانے میں اللہ تعالیٰ ہمیں دکھاتا رہا، اب بھی دکھا رہا ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ نہ ہی اسلامی تعلیم کبھی پرانی ہوئی اور نہ ہی اللہ تعالیٰ نے اپنی تائیدات کا ہاتھ کبھی جماعت احمدیہ پر سے اٹھایا ہے۔

ایک دفعہ ایک خاندان نے پاکستان میں مجھے بتایا کہ ان کی ایک بزرگ خاتون تھیں جو جماعت کی مخالف تھیں لیکن خاندانی نظام وہاں کا ایسا ہوتا ہے کہ اکٹھے رہتے تھے۔ کبھی وہ جلسے پر نہیں آیا کرتی تھیں۔ ایک دفعہ مجبوری ہوئی، ان کو ساتھ ربوہ جانا پڑ گیا اور پھر بہانے سے ان کے رشتے دار اُن کو جلسے پر بھی لے گئے۔ سارا نظام بھی دکھایا۔ وہ یہ کہا کرتی تھیں کہ ربوہ والے جادو کر دیتے ہیں اس لئے وہاں نہیں جانا۔ بہرحال جلسے کا ماحول دیکھ کر، تقریریں سن کر، لنگر خانوں کا نظام دیکھ کر انہوں نے بیعت کر لی۔ یہ خلافت ثانیہ کا واقعہ ہے جو ایک خاندان نے مجھے بتایا تھا۔ پھر ہر خلافت کے دَور میں ہم نے یہی کچھ دیکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جب بھی کوئی جلسے پر آیا نیک اثر لے کر گیا یا نیک اثر نے اس کو گھائل کیا اور بیعت کر کے اس سلسلے میں شامل ہو گیا۔ پس یہ نشان ہے، حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی صداقت کی یہ دلیل ہے۔ یہ خلافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائیدات کا نشان ہے۔ جو باتیں ہم دیکھتے ہیں یہ انسانی کوششوں سے تو پیدا نہیں ہو سکتیں۔

جیسا کہ مَیں نے گزشتہ خطبہ میں بھی کہا تھا کہ جلسے کا ماحول ایک خاموش تبلیغ کر رہا ہوتا ہے اور اس

میں شامل ہونے والا ہر احمدی اور ہر کارکن ایک خاموش مبلغ ہوتا ہے۔ تمام غیر مہمان یہ نظام دیکھ کر کہ خاموشی سے سب کام ایک دھارے میں بہتے چلے جا رہے ہیں۔ کوئی panic نہیں۔ کوئی افراتفری نہیں ہے۔ کہیں کوئی سختی یا سخت کلامی نظر نہیں آتی بلکہ مسکراتے چہرے نظر آتے ہیں۔ چھوٹے بچوں سے لے کر بوڑھے مرد عورتیں خدمت کے جذبات سے سرشار ہوتے ہیں۔ اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ یہ چیزیں دیکھ کر غیروں پر جماعت کا بڑا اثر ہوتا ہے۔ اور جو احمدی پہلی بار جلسے میں شامل ہوئے ہوتے ہیں ان کے ایمان میں بھی یہ ماحول بے انتہا ترقی کا باعث بنتا ہے بلکہ ہمیشہ شامل ہونے والے بھی نئے سرے سے چارج ہوتے ہیں اور اپنے ایمان و ایقان میں ترقی اور اضافہ کر کے یہاں سے جاتے ہیں۔ بعض ایسے بھی ہوتے ہیں جو نیک نیتی سے اور بعض عادتاً بھی یہ بات کرتے ہیں کہ انہوں نے نقائص تلاش کرنے ہوتے ہیں اور ایسے ناقدین کا بھی اس دفعہ عموماً یہ اظہار رہا ہے کہ کارکنان کی خوش مزاجی کا معیار پہلے سے بہتر تھا۔

جلسہ کے مہمانوں کے بھی تأثرات پیش کرتا ہوں۔ اس دفعہ کانگو کنشاسا سے سپیکر صوبائی اسمبلی باندوندو بونیفا این توَا بوشِیوا (Boniface Ntwa Boshie Wa) صاحب پہلی بار جلسہ سالانہ میں شامل ہوئے۔ موصوف نے تینوں دن جلسہ کی مکمل کارروائی دیکھی۔ جلسہ گاہ میں بیٹھ کر سنی۔ نمازوں کے دوران بھی جلسہ گاہ میں رہتے۔ عالمی بیعت بھی انہوں نے دیکھی۔ یہ کہتے ہیں یہاں ہر کوئی ایسے مل رہا ہے جیسے برسوں سے ایک دوسرے کو جانتا ہو۔ ہر کوئی سلام کر رہا ہے۔ یہی حقیقی محبت ہے۔ یہی حقیقی مذہب اور دین ہے۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ ہم نے صوبائی سطح پر ایک پروگرام منعقد کرنا تھا جس میں پہلے دن ہی بدانتظامی کی وجہ سے 26 افراد کی موت ہوگئی۔ چنانچہ پروگرام کینسل کرنا پڑا۔ لیکن مَیں حیران ہوں کہ جلسے میں ہزاروں افراد کے مجمع میں کوئی چھوٹی سی بدنظمی نہیں ہوئی۔ کوئی دھکم پیل اور فساد نہیں ہوا۔ کسی کی موت ہونا تو دُور کی بات ہے کسی نے اونچی آواز سے بات تک نہیں کی۔ چھوٹے بچوں کو ڈیوٹی دیتا دیکھ کر بڑے جذباتی تھے۔ کہتے ہیں یہ ننھے بچے پانی یا کوئی اور کھانے کی چیز اس پیار اور محبت سے پیش کرتے ہیں کہ ضرورت نہ ہونے کے باوجود ان بچوں کو انکار کرنے کا دل نہیں کرتا۔ چھوٹی عمر کے بچوں کی عام طور پر یہ عادت ہوتی ہے کہ وہ چیز خود لینا چاہتے ہیں لیکن جماعت نے ان بچوں کی ایسی تربیت کر دی ہے کہ اس عمر سے ان کو دوسروں کے لئے جذبات قربان کرنے کی عادت پڑ گئی ہے اور انتہائی چھوٹی عمر سے دوسروں کے آرام اور سکون کو اپنے آرام پر ترجیح دینے لگے ہیں۔ یقیناً یہ بچے بڑے ہو کر دوسروں کے لئے تکلیف کا باعث نہیں بنیں گے بلکہ دوسروں کی خدمت کرنے والے ہوں گے۔ اور جلسے کے بعد جب وہ اپنی ایمبیسی

میں گئے ہیں تو وہاں انہوں نے اپنے ایمبیسیڈر کے سامنے اس طرح اظہار کیا کہ میں نے کئی ملکی اور غیر ملکی بڑی بڑی کانفرنسز میں شرکت کی ہے لیکن جو حسن انتظام یہاں جلسے میں نظر آیا وہ کہیں اور نہیں دیکھا۔

پھر بینن کے وزیر داخلہ فرانسس ہوسو (Francis Houessou) نے اپنے خیالات کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔ میرے پاس الفاظ نہیں جن سے میں جلسے کے انتظامات کی تعریف کرسکوں۔ بہت عمدہ اور منظم جلسہ تھا۔ میں نے جماعت کے لوگوں میں رضا کارانہ طور پر دوسروں کی خدمت کرنے کا غیر معمولی جذبہ دیکھا ہے۔ یہ جذبہ ہر احمدی کی روح کی غذا بن چکا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج جماعت احمدیہ ترقی کی راہ پر گامزن ہے۔ کہتے ہیں مَیں نے بچوں بڑوں کو حتی کہ بوڑھوں کو دیکھا کہ انہیں اپنے کھانے پینے کی فکر نہیں تھی۔ اگر فکر تھی تو بس ایک چیز کی کہ ہمارا جلسہ کامیاب ہو۔ اپنے مقاصد کے حصول میں اتنی محنت کرنے والے لوگ مَیں نے کبھی نہیں دیکھے۔ کہتے ہیں مَیں نے دنیا دیکھی ہے۔ امریکہ جیسے سپر پاور کے انتظامات بھی دیکھے ہیں مگر بڑی بڑی طاقتوں کو بھی اس طرح کے منظم اور پُرامن انتظام کرتے نہیں دیکھا۔ یہاں تو بالکل چھوٹی عمر کے بچے بھی رضا کارانہ ڈیوٹیاں دیتے ہیں اور جو ہدایات انہیں ملتی ہیں بڑے شوق سے ان کی پابندی کرتے ہیں۔ پھر کہتے ہیں جماعت کی عالمی طاقت کا راز یہی ہے کہ جماعت کو ایک خلیفہ ملا ہوا ہے۔ مَیں برملا اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ آج جماعت احمدیہ ہی ہے جو دنیا میں امن کے قیام کے لئے کام کر رہی ہے۔ آج زمین پر صرف جماعت احمدیہ ہی ہے جو بھائی چارے کی تعلیم دیتی ہے، صبر کی تلقین کرتی ہے اور امن کے قیام کی علمبردار ہے۔

یوگنڈا کے ڈیفنس منسٹر ڈاکٹر کرسپس کیونگا (Dr.Crispus Kiyonga) نے جلسے میں شمولیت کی۔ کہتے ہیں جلسے کی کیفیت کا نظارہ بیان سے باہر ہے۔ باقاعدہ دو دن جلسے کی کارروائی دیکھی اور نمائش بھی دیکھی۔ ان کی مجھ سے ملاقات بھی ہوئی تھی۔ سب کچھ دیکھنے کے بعد یہ کہنے لگے کہ اتنا ڈسپلن تو آرمی پیدا کرسکتی ہے۔ اس پر اُن کو مَیں نے کہا تھا کہ آپ کی آرمی بھی نہیں پیدا کرسکتی۔ تو کہتے ہیں بڑی صحیح بات کہی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں۔ اس قسم کا ڈسپلن تو دنیا کی کوئی آرمی بھی نہیں پیدا کرسکتی۔

یونان سے آنے والے مہمانوں میں انٹی گونی (Antigoni) اور پانا گی یُوتِس (Panagiotis)، بہرحال جو بھی ان کا نام ہے شامل تھے۔ اس میں پانا گی یُوتِس (Panagiotis) صاحب کو جماعتی لٹریچر کا گریک ترجمہ کرنے کی توفیق مل رہی ہے۔ جلسے سے واپس جا کر انہوں نے ایک ای میل بھجوائی جس میں وہ کہتے ہیں کہ ہزاروں کی تعداد میں اس قدر پُرامن مجمع کو جو

ایک دوسرے کو پیار اور محبت دینے کے لئے اور دعائیں کرنے کے لئے جمع ہوئے تھے، دیکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ اتنی بڑی تعداد میں لوگوں کو دوسروں کی مدد اور خدمت کے لئے یکجا ہوتے دیکھنا کوئی معمولی بات نہیں ہے۔ جماعت احمدیہ دوسروں کو فقیر سمجھ کر مدد نہیں کرتی بلکہ ایسے پروجیکٹ کرتی ہے جس سے غریب لوگ اپنے پاؤں پر کھڑے ہو سکیں۔ ایسی کمیونٹی جو دوسروں کی اتنی مدد بھی کر رہی ہو لیکن اس کے باوجود عاجزی اور انکساری کا اظہار کرنے والی ہو کوئی عام بات نہیں ہے۔ کہتے ہیں کہ جلسے کے دوران کسی کو ہم نے کسی بھی چیز کی شکایت کرتے نہیں سنا اور نہ ہی ہم نے کوئی ایسا چہرہ دیکھا جس میں مسکراہٹ نہ ہو اور نہ ہی کسی کو اونچی آواز میں بات کرتے دیکھا۔ ہر ایک رضا کار پوری جان لگا رہا تھا اور سخت محنت کے باوجود ان کے چہروں پر مسکراہٹ تھی۔ یہ جامعہ میں ٹھہرے ہوئے تھے وہاں کے کارکنوں کے بارے میں کہتے ہیں کہ ہر ایک کی یہی کوشش ہوتی تھی کہ مہمان جامعہ کو اپنا گھر ہی سمجھیں۔

نائیجیریا سے آنے والے وفد میں ایک ٹیلی ویژن کے ڈائریکٹر اسحاق صاحب تھے۔ کہتے ہیں جلسہ سالانہ کے تمام انتظامات انٹرنیشنل سٹینڈرڈ کے تھے۔ ائیرپورٹ سے ریسیو کرنے سے لے کر جلسہ کے اختتام تک ہر پہلو سے تمام انتظامات بہترین تھے۔ جلسہ کی تقاریر بہت عمدہ تھیں۔ میں نے پہلی مرتبہ عالمی بیعت کا نظارہ دیکھا۔ بہت ہی جذباتی نظارہ تھا۔ اس نظارے نے میرے دل پر گہرا اثر چھوڑا۔ جلسہ سالانہ کے اجلاسات میں جب خلیفۃ المسیح موجود ہوتے تھے تو یہ نظارہ بہت روح پرور اور جذباتی ہوتا یہاں تک کہ میں اپنے جذبات پر قابو نہیں رکھ سکا اور میری آنکھوں سے آنسو بہہ پڑے کہ کس طرح ہزاروں کی تعداد میں لوگ اپنے امام کے سامنے سر تسلیم خم کئے بیٹھے ہیں۔ ایسا نظارہ میں نے زندگی میں کبھی نہیں دیکھا۔ جو پیار و محبت احباب جماعت نے اس جلسے کے دوران اور بعد میں دیا وہ مَیں واپس جا کر بتاؤں گا کہ تمام امّت مسلمہ کو اسی بہترین نمونے کو اپنانا چاہئے۔

نائیجیریا سے ایک اخبار نیشنل مرر کی اسسٹنٹ ایڈیٹر سکینہ لوّال صاحبہ آئی تھیں۔ کہتی ہیں کہ جلسہ سالانہ یوکے پر آ کر احساس ہوا کہ جماعت کا ہر فرد ایک دوسرے سے پیار و محبت کا تعلق رکھتا ہے۔ ہر آدمی مسکرا کر ملتا اور ہر وقت ایک دوسرے کی مدد کے لئے تیار رہتا ہے۔ مجھے بطور جرنلسٹ کام کرتے ہوئے اٹھارہ سال ہو گئے۔ مَیں برملا اس بات کا اظہار کرتی ہوں اور یہ بات کہنے پر فخر محسوس کرتی ہوں کہ تمام مسلمان تنظیموں میں سے جماعت احمدیہ ہی وہ واحد تنظیم ہے جو اسلامی حکموں پر عمل کرتی ہے اور دوسرے مسلمانوں کے لئے ایک نمونہ ہے۔ جلسہ سالانہ کے انتظامات تمام پہلوؤں سے ہر لحاظ سے مکمل تھے۔ پھر

کہتی ہیں کہ ہر مرد وعورت بوڑھا بچہ بہت پیار اور دوستانہ طریقے سے ملتا تھا۔ کسی اسلامک پروگرام میں ایسا نہیں دیکھا۔

پس یہ جو غیروں کے اثر ہیں یہ صرف سننے کے لئے نہیں ہیں بلکہ ہمیں ہمیشہ اپنی حالتوں پہ یہ کیفیت طاری رکھنی چاہئے۔

پھر بیلجیئم کے ایک شہر کستارلی (Kasterlee) کے میئر جو فلیمش پارلیمنٹ کے ممبر بھی ہیں، وہ آئے ہوئے تھے۔ وہ کہتے ہیں کہ اس جلسے میں شامل ہو کر مجھے اسلام کی اصل تعلیم کے بارے میں آگاہی حاصل ہوئی۔ نیز میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ لوگ کس طرح اس تعلیم پر عمل کرتے ہیں۔ لوگوں کے آپس میں پیار اور محبت نے مجھے بہت متاثر کیا۔ میں نے جماعت کے لوگوں کو صرف لوکل سطح پر دیکھا تھا لیکن جلسہ میں شامل ہو کر عالمی سطح پر بھی جماعت کے لوگوں کو دیکھا ہے اور مشاہدہ کیا ہے کہ جماعت جو کہتی ہے اس پر عمل بھی کرتی ہے۔ جلسے کے اس قدر اعلیٰ انتظامات کی مثال کہیں اور نہیں ملتی۔ مَیں یہاں سے اپنے ساتھ پیار اور محبت لے کر واپس جا رہا ہوں۔ آپ لوگوں نے مجھے حقیقی اسلام کی تعلیم بتائی ہے۔ میں ہیومینٹی فرسٹ اور انجینیئرز ایسوسی ایشن کے سٹالوں پر بھی گیا ہوں۔ وہاں جا کر مجھے پتا چلا کہ جماعت انسانیت کی کس قدر خدمت کر رہی ہے۔ میرے لئے یہ سب باتیں حیران کن تھیں۔ میرے دل میں جماعت کی قدر پہلے سے بڑھ گئی ہے۔

بیلجیئم کے شہر ٹرن ہاؤٹ کے وائس میئر اور کونسلر جلسہ میں شامل تھے۔ کہتے ہیں کہ اسلام کے متعلق جو کچھ ہم نے میڈیا میں دیکھا تھا جلسے میں آ کر بالکل اس کے برعکس دیکھا ہے۔ اسلام کا جو نقشہ آپ نے پیش کیا ہے وہی حقیقی اسلام ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ اسلام کی تعلیم بہت ہی پیاری ہے۔ کہتے ہیں آپ اسلام کی حقیقی تعلیم بیان کر کے تمام بنی نوع انسان کو جو ایک جھنڈے کے نیچے جمع کرنا چاہتے ہیں وہ یقیناً ایک بہت بڑی نیکی ہے۔ مَیں نے اپنے شہر میں دیکھا تھا کہ جماعت انسانیت کی خدمت کے لئے کوشاں رہتی ہے لیکن جلسے میں آ کر مجھے معلوم ہوا کہ جماعت احمدیہ تو پوری دنیا میں انسانیت کی خدمت کے لئے کوشاں ہے۔ میری نظر میں اس وقت دنیا میں کوئی ایسا مذہب نہیں ہے جو انسانیت کی اس حد تک خدمت کر رہا ہو اور دنیا میں پیار اور محبت اور امن کی تعلیم پھیلا رہا ہو۔ مَیں نے جلسے پر ڈیوٹیاں دینے والوں کو بھی دیکھا۔ مَیں اس بات سے بہت متاثر ہوا کہ ڈیوٹیاں دینے والے یہ لوگ مہمانوں کی خدمت کر کے اپنے آپ کو خوش قسمت سمجھتے ہیں۔ کہتے ہیں مجھے خیال آیا کہ اگر ہمارے ملک میں بھی لوگ اسی طرح اسی

جذبے سے کام کرتے تو ہمارا ملک ان مالی مشکلات سے دوچار نہ ہوتا جن سے آج کل ہم گزر رہے ہیں۔

پھر بیلجیم کے شہر ٹرن ہاؤٹ کے وائس میئر کی اہلیہ کہتی ہیں۔ مَیں عورتوں کے جلسے میں بھی گئی۔ وہاں مجھے جو پیار اور محبت ملا اس کی مثال میں نے اپنی زندگی میں نہیں دیکھی۔ جب خلیفۃ المسیح عورتوں کے جلسہ گاہ میں آئے تو ایک عجیب ماحول تھا۔ اتنی کثیر تعداد میں عورتیں وہاں موجود تھیں لیکن ہر طرف خاموشی تھی۔ پھر جب خلیفۃ المسیح نے خطاب فرمایا تو ہزاروں کی تعداد میں موجود عورتوں نے مکمل خاموشی کے ساتھ خطاب سنا۔ عورتوں کے بارے میں اسلامی تعلیم کے حوالے سے جو سوالات میرے ذہن میں تھے خلیفۃ المسیح کے خطاب سے ان سوالوں کے جوابات مل گئے۔ پھر کہتی ہیں کہ مَیں شروع میں جب عورتوں کے جلسہ گاہ میں گئی تھی تو میرے دل میں ایک خوف سا تھا لیکن جب خلیفۃ المسیح کا خطاب سننا شروع کیا تو میرا سارا خوف دُور ہو گیا۔

بیلجیم سے ایک زیرِ تبلیغ دوست شوبام میمد (Chauboum Ahmad) صاحب تھے کہتے ہیں کہ ایک لمبے عرصے سے احمدیت کا تعارف تھا اور پہلی مرتبہ احمدیوں کے جلسے میں شرکت کی ہے۔ جلسے میں جو تین دن گزارے اور سب کچھ دیکھا مَیں برملا کہتا ہوں کہ احمدیت ہی اسلام کی صحیح تصویر ہے۔ میں نے یہاں پر لوگوں کو سجدے میں روتے دیکھا ہے۔ اس کا گہرا اثر ہے۔

مالٹا سے ایک سوشل ورکر کینتھ کریمونا (Kenneth Cremona) صاحب بھی آئے تھے جو معذور افراد کی دیکھ بھال کا کام کرتے ہیں۔ کہتے ہیں جو بات سب سے زیادہ اچھی لگی وہ یہ تھی کہ چھوٹے چھوٹے بچے بھی جماعت کے کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لے رہے تھے اور پانی پلانے کا کام سرانجام دے رہے تھے۔ پھر کہنے لگے کہ مجھے یہ بات بڑی اچھی لگی کہ خلیفۃ المسیح نے جلسے سے متعلق ہدایات دیتے ہوئے فرمایا کہ اطاعت کریں اور ہر حکم مانیں خواہ یہ حکم، یہ ہدایت کسی چھوٹے بچے کی طرف سے کیوں نہ ہو۔ کہنے لگے کہ مَیں نے جلسہ سے متعلق ہدایات پر مشتمل ایک کتابچہ دیکھا جس میں لکھا تھا کہ کھانا اتنا ہی لیں جتنی ضرورت ہے۔ زائد کھانا ڈال کر ضائع نہ کریں۔ یہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ کس طرح چھوٹی چھوٹی بات کا یہ جماعت خیال رکھتی ہے۔ اور یہ باتیں لوگ پھر نوٹ بھی کرتے ہیں۔

مالٹا سے ایک صحافی اِوَان بارتولو (Ivan Bartolo) صاحب آئے تھے۔ ٹی وی پر ایک پروگرام کی میزبانی بھی کرتے ہیں۔ تین سال سے جماعت سے ان کا تعلق ہے۔ انہوں نے میرا انٹرویو بھی لیا۔ خواہش تھی کہ انٹرویو لیں۔ کہتے ہیں کہ میرے لئے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہوگئی ہے کہ 125

سال میں جماعت نے اس قدر ترقی کی ہے کہ دنیا کے 206 ممالک میں جماعت قائم ہو چکی ہے۔ یہ یقیناً الٰہی تائید ونصرت کے بغیر ممکن نہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ جلسے پر ہر چیز منظم اور باقاعدہ ایک ترتیب کے مطابق تھی اور جہاں نظام اور ترتیب ہو وہاں خدا ہوتا ہے۔ یہ عیسائی ہیں اور عیسائیوں کے تاثرات ہیں۔ انہوں نے میرا انٹرویو لیا۔ اس کے بعد انہوں نے کہا ہے کہ وہ اپنے ملک جا کے اپنے ٹی وی کے لئے جماعت کے بارے میں ایک گھنٹے کی ایک ڈاکومنٹری بھی بنائیں گے۔

اس کے علاوہ مالٹا سے مائیکل گریک (Michael Grech) صاحب جلسہ میں شامل ہوئے۔ یہ کالج میں فلاسفی پڑھاتے ہیں۔ اخبارات اور رسائل میں مضامین بھی لکھتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مَیں جلسہ سالانہ کی کارروائی اور تقاریر پر مشتمل ایک جامع تفصیلی مضمون لکھنا چاہتا ہوں تا کہ دوسرے لوگ بھی اس سے استفادہ کر سکیں اور اس جلسے میں بیان کئے گئے دینی و دنیوی فلاح و بہبود سے متعلق بیان فرمودہ زرّیں نصائح اور اصولوں سے فائدہ اٹھا سکیں۔

فرنچ گیانا سے بھی احمدی اور غیر احمدی مہمان جلسے میں آئے تھے۔ ان مہمانوں میں ایک غیر احمدی مہمان مسٹر تھیری ایٹی کوٹ (Mr.Thierry Atticot) تھے جو کہ تاریخ کے پروفیسر ہیں اور عقیدے کے لحاظ سے عیسائی ہیں۔ کہتے ہیں جب مجھے جلسہ میں شامل ہونے کی دعوت ملی تو مجھے سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ مجھے یہ لوگ کیوں دعوت دے رہے ہیں۔ بعض ویڈیوز بھی مجھے دکھائی گئیں۔ سمجھایا بھی گیا لیکن پھر بھی جلسے کی اہمیت کا اندازہ نہیں تھا۔ لیکن اب خود جلسے پر آ کر مجھے سمجھ آ گئی ہے کہ اس جلسے کی جماعت میں کیا حیثیت ہے بلکہ پوری دنیا کے لئے یہ جلسہ کتنا اہم ہے۔ دنیا کو ایسے جلسوں کی ضرورت ہے جس میں 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' نعرہ ہو۔ کہتے ہیں کہ جلسے کی کارروائی کے آغاز میں جو تلاوت قرآن کریم ہوتی تھی اس سے بھی میری روح کو ایک عجیب لطف پہنچتا تھا جسے مَیں الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ اب میں نے ان تلاوتوں کی آڈیو بھی لے لی ہے اور مجھے یقین ہے کہ یہ میرے لئے سکون کا موجب ہو گی۔

پھر اس دفعہ یہاں سے بھی اور باہر کے ملکوں سے بھی مختلف پریس کے کافی جرنلسٹس بھی آئے ہوئے تھے۔ ایک ہندو جرنلسٹ نے کہا کہ میری ماں نے مجھے منع کیا تھا کہ مسلمانوں کے فنکشن پر نہ جاؤ۔ یہ بڑے خطرناک لوگ ہیں۔ تمہیں مار مُور دیں گے اور پتا بھی نہیں لگے گا کہ کہاں گئی ہو۔ خیر کہتی ہیں لیکن مَیں نے اپنی ماں کی بات نہیں مانی۔ مجھے یہاں جو تجربہ ہوا ہے اب مَیں اپنی ماں کو جا کر کہوں گی کہ احمدی ہم

سے زیادہ پُرامن ہیں۔ اور ایسی ان کی باتیں خوبصورت ہیں اور تعلیم خوبصورت ہے کہ تمہیں بھی جا کے دیکھنی چاہئے۔ کہتی ہیں شکر ہے کہ میں اس جلسے سے محروم نہیں رہی۔

پھر Belize جس میں اس دفعہ جماعت قائم ہوئی ہے۔ وہاں کی ایک جرنلسٹ مریم عبدل صاحبہ آئی ہوئی تھیں۔ یہ بلیز کے کرَیم (Krem) ٹی وی کی معروف اینکر بھی ہیں۔ موصوفہ نے جلسے میں شمولیت کے حوالے سے اپنے جذبات کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ میں شمولیت کا تجربہ میری توقعات سے زیادہ خوشگوار رہا۔ ڈیوٹی پر موجود سارے لوگ بہت محبت اور احترام سے پیش آئے۔ پھر کہتی ہیں جماعت کے ماٹو 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' نے مجھ پر بہت اچھا اثر چھوڑا ہے۔ میں نے اس ماٹو پر بہت غور کیا اور گزشتہ چند دنوں میں مجھے ہر طرف سے صرف اور صرف محبت ہی دیکھنے کو ملی۔ اس جماعت نے مجھے بہت کچھ دیا ہے۔ میں اس پر شکر گزار ہوں اور ہمیشہ اسے یاد رکھوں گی۔ اور کہتی ہیں کہ اس کے علاوہ مَیں تمام ڈیوٹیاں دینے والوں کا بھی شکریہ ادا کرنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے بتایا کہ وہ کٹر سنّی خاندان میں پیدا ہوئی تھیں۔ کہتی ہیں میرا باپ بڑا سخت مسلمان تھا جس کی وجہ سے مجھے ردّ عمل ہوا اور میں نے بڑے ہو کر اسلامی احکامات پر عمل کرنا چھوڑ دیا کیونکہ پردہ، سکارف اور بہت ساری ایسی باتیں جن کا غلط رنگ میں یا صحیح رنگ میں دوسرے مسلمانوں میں رواج ہے۔ ان میں اتنی سختی تھی کہ میں اسلام کی تعلیم سے دور ہو گئی۔ بڑی ہوئی تو سکارف حجاب سب کچھ اتار کے پھینک دیا۔ لیکن کہتی ہیں خدا تعالیٰ پر مجھے بہرحال یقین ہے۔ لیکن جلسہ سالانہ میں یہاں آ کر مجھے ایک انوکھا تجربہ ہوا ہے۔ یہاں میں نے کسی عورت کو پابند اور جکڑا ہوا نہیں دیکھا۔ ہر لڑکی، ہر عورت آزاد تھی۔ میں نے عورتوں اور بچیوں کو دیکھا۔ وہ آزادانہ طور پر پھر رہی تھیں۔ نظمیں پڑھ رہی تھیں۔ بازار میں جا رہی تھیں۔ ایک دوسرے کو محبت سے مل رہی تھیں۔ اس نے میرے اندر یہ سوچ پیدا کر دی ہے کہ اگر میں احمدی مسلمان گھر میں پیدا ہوئی ہوتی تو میری روش باغیانہ نہ ہوتی۔ میں نے یہاں بہت سی دوست بنائی ہیں۔

پس احمدی خوش قسمت ہیں۔ ان کو اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ان کو احمدی گھروں میں اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا اور کچھ کو احمدی ہونے کی توفیق عطا فرمائی اور ان باتوں سے بچا کے رکھا جو باغیانہ روش پیدا کرتی ہیں۔ بعض احمدی بچیوں میں بھی ردّ عمل ہوتا ہے، ان کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ غیر آ کر ہمارے سے متاثر ہوتے ہیں اس لئے کسی بھی قسم کے کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں۔ اسلام کی جو خوبصورت تعلیم ہے یہ ہر ایک کے لئے ایسی تعلیم ہے جس کا فطرت تقاضا کرتی ہے اور اس پر عمل

کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

پھر ایک جرنلسٹ نے کہا کہ مَیں نے کبھی اپنے چرچ میں بھی اتنی عزت نہیں دیکھی جتنی میری یہاں ہوئی ہے۔ کہتی ہیں باقاعدہ چرچ جاتی ہوں اور بڑی مذہبی عورت ہوں۔ نہ میں نے کبھی شراب پی ہے، نہ سگریٹ نوشی کی ہے۔ یہ سب برائیاں ہیں ان کو مَیں برا سمجھتی ہوں۔ لیکن کہتی ہیں کہ جو بھی ہے یہاں میں نے اپنے آپ کو بہت خاص محسوس کیا۔

قزاقستان سے ایک غیر از جماعت دوست آرتی میف صاحب کہتے ہیں کہ مَیں دل کی گہرائیوں سے خلیفۃ المسیح اور جماعت احمدیہ کی انتظامیہ کا شکرگزار ہوں کہ انہوں نے مجھے اس جلسے پر مدعو کیا اور کچھ کہنے کا موقع دیا۔ جلسہ سالانہ انگلستان میں شمولیت کی سب سے پہلی دعوت مجھے پندرہ سال پہلے دی گئی تھی اور جماعت احمدیہ کے بارے میں میری تحقیق اس وقت سے جاری ہے جب سے قزاقستان میں احمدیت کی ابتدا ہوئی ہے۔ ایک مذہبی سکالر کی حیثیت سے جسے مختلف مذاہب پر تحقیق کرتے نصف صدی کا عرصہ گزر چکا ہو اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ یہ میرا تجربہ ہے۔

پھر کہتے ہیں مجھے سب سے زیادہ پُرکشش آپ کی جماعت کا ماٹو 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' لگتا ہے۔ یہ نظریہ بیسویں صدی کے آخر میں رونما ہونے والا ایک انقلاب تھا اور مذہب اسلام کے ایک روشن اور تابندہ باب کا آغاز تھا جس کے بارے میں آج تک کبھی دوسری اسلامی تحریکات نے توجہ نہیں کی۔ کہتے ہیں اس دَور میں ہم سب دنیا میں ہونے والے پریشان کن واقعات و حالات کے گواہ ہیں۔ جہاں انتہا پسندی اپنے عروج پر اور مذہبی برداشت اور رواداری ناپید ہوتی جا رہی ہے۔ ایسے وقت میں یہ جماعت احمدیہ ہی ہے جو اپنے انسانیت دوست کاموں سے، اس دنیا کو دوبارہ اسی نور سے روشن کرنے کی کوشش کر رہی ہے جو مذہب اسلام ابتدا ہی سے اپنے اندر رکھتا ہے۔ کہتے ہیں آج جماعت احمدیہ عالم اسلام میں سب سے زیادہ ترقی کرنے والی اور سب سے زیادہ تیزی کے ساتھ پھیلنے والی جماعت ہے۔ اور یہ بات منطقی طور پر بھی اس لئے درست ہے کہ جماعت احمدیہ کی تعلیمات اس وقت کروڑوں لوگوں کے دلوں کے قریب ہیں۔ یہ تعلیمات قزاق قوم کے دلوں کے بھی قریب ہیں اور زیادہ قابل فہم ہیں۔ اور یہی بات وہاں موجود اسلام کے نام نہاد علماء کو بھی خوف میں مبتلا کئے ہوئے ہے جن کی پوری کوشش ہے کہ اسلام احمدیت کو نقصان پہنچائیں۔

وہاں کے لئے بھی دعا کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ قرغیزستان، قازقستان میں احمدیوں کو اپنی

حفاظت میں رکھے۔

سیرالیون سے آنے والے وفد میں ڈاکٹر عثمان فوفا صاحب جو انٹر ریلیجس کونسل سیرالیون کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ پھر ایک پروفیسر کریم صاحب یونیورسٹی میں سائنس کے شعبہ کے ہیڈ ہیں اور سیرالیون مسلم کانگرس کے جنرل سیکرٹری ہیں۔ پھر ایمبو بنگورا صاحب جو ملک کے دارالحکومت فری ٹاؤن میں رولنگ پارٹی کے چیئرمین ہیں شامل تھے۔ یہ جو بنگورا صاحب ہیں انہوں نے اللہ کے فضل سے بیعت بھی کر لی ہے۔ ملاقات کے دوران انہوں نے کہا کہ جلسہ سالانہ کی کارروائی سیرالیون کے ٹی وی نے لائیو نشر کی ہے اور صدر مملکت سیرالیون نے بھی جلسہ کی کارروائی دیکھی۔ جب ٹومی کالون صاحب نے تقریر ختم کی تو صدر مملکت نے جلسہ گاہ میں اپنے وفد کے ممبران کو فون کر کے جلسے کی مبارکباد دی۔

اس سال ٹرینیڈاڈ اور ٹوباگو کے منسٹر آف لیگل افیئرز مسٹر پرکاش رمادار (Mr.Prakash Ramadhar) بھی شامل ہوئے۔ کہتے ہیں کہ کمیونٹی کے ممبرز کا خلیفۃ المسیح کے لئے جو پیار تھا انسان اس کو الفاظ میں بیان نہیں کر سکتا۔ جہاں تک جلسے کی بات ہے تو ہر چیز زبردست تھی۔ وہاں کام کرنے والوں کا اخلاص اور جذبہ اس حقیقت پر گواہ تھا کہ یہ جماعت کسی انسان کی بنائی ہوئی جماعت نہیں ہے بلکہ اس جماعت کے پیچھے خدا تعالیٰ کا ہاتھ ہے۔ کہتے ہیں مَیں جلسے میں شامل ہو کر اندر سے ہل گیا ہوں۔ میرے لئے دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مجھے ایمانداری، انکساری اور اخلاص کے ساتھ زندگی گزارنے کی توفیق دے۔

کروشیا سے نو افراد پر مشتمل وفد جلسے میں شامل ہوا۔ ان میں سے پانچ کیتھولک خواتین تھیں جن میں سے چار یونیورسٹی کی طالبات اور ایک خاتون میوزیم ڈیپارٹمنٹ کی ہیڈ ہیں۔ اس کے علاوہ چار مرد احباب تھے۔ جن میں ایک زاغرب میں مسلم عربک سینٹر کے ہیڈ تھے اور باقی تین کیتھولک تھے۔ عربک سینٹر کے ڈائریکٹر علی بیگووچ کہنے لگے کہ میں نے دنیا کے مختلف ممالک میں بے شمار ایونٹس (events) میں شمولیت کی ہے لیکن احمدیہ جماعت کے جلسے میں جس اخلاص اور محبت سے بچے خدمت بجا لا رہے تھے یہ منظر مَیں نے کبھی پہلے نہیں دیکھا۔ جامعہ کے جو کارکنان یعنی سٹوڈنٹ بچے، کارکن، والنٹیر ز ہماری خدمت کر رہے تھے کہتے ہیں ان کے طریق خدمت نے سب کے دل موہ لئے۔

وفد کی ایک رکن ساندرا صاحبہ جو میوزیم ڈیپارٹمنٹ کی ہیڈ ہیں کہنے لگیں۔ ہمیں معلوم نہیں کہ یہ کارکنان کب آرام کرتے ہیں۔ جب دیکھو ڈیوٹی پر مستعد ہوتے ہیں۔ کہنے لگیں کہ ایسے فدائی رضا کار مَیں نے اپنی زندگی میں پہلے کبھی نہیں دیکھے۔ پھر عالمی بیعت کی تقریبات خصوصاً سجدہ شکر اور لوگوں کا گریہ

وزاری سے دعائیں مانگنا ہم سب کے لئے باعث حیرت تھا۔

پھر ایک رکن مایا صاحبہ جوزاغرب یونیورسٹی میں مذاہب عالم میں سٹڈی کر رہی ہیں اور انہوں نے مجھ سے کئی سوال جواب بھی کئے۔ وہ کہتی ہیں ان جوابوں سے مَیں بڑی مطمئن ہوئی ہوں۔ میری کافی تسلی ہو گئی ہے۔ کہنے لگے دیگر مسلمان اور دنیاوی رہنما بھی خلیفۃ المسیح سے رہنمائی لیں تو بہت سارے مسائل پُرامن طریقے پر حل ہو سکتے ہیں۔ انہوں نے سوال یہ کیا تھا کہ لوگ تہذیب یافتہ معاشرے میں تعلیم حاصل کرنے کے باوجود پھر تشدد کی طرف مائل کیوں ہیں، جہادی کیوں بن رہے ہیں؟ اس کا مَیں نے ان کو کافی تفصیل سے جواب دیا تھا۔ بہرحال ان کی کافی تسلی ہوئی۔

کروشیا سے انگلش اور فرنچ میں ماسٹرز کی طالبہ روبرٹا نے بھی مختلف مذاہب کے اکابرین اور امن کے حصول کے متعلق سوال کیا تھا۔ پھر کہتی ہیں جواب سے میری بڑی تسلی ہو گئی۔

ہیٹی سے گیری گیتو (Gary Guiteau) جو کہ ہیٹی میں منسٹری آف کلچر کے ڈائریکٹر ہیں، جلسے میں شامل ہوئے۔ وہ کہتے ہیں کہ ہمارے ملک ہیٹی سے پہلی بار کوئی بھی حکومتی نمائندہ جماعت احمدیہ کے اس عظیم الشان جلسہ میں شامل ہوا ہے۔ مجھے اس جلسے میں شرکت کر کے بیحد خوشی محسوس ہوئی ہے۔ آپ کا نظام دیکھ کر مَیں یہ برملا کہتا ہوں کہ جماعت احمدیہ تمام دنیا کے لئے ایک مثالی جماعت ہے۔ جلسے میں تمام رضا کاروں کو ایک خاص جذبے کے ساتھ کام کرتے دیکھ کر بہت حیرانگی ہوتی ہے اور رشک آتا ہے۔ ان رضا کاروں میں سب شامل ہیں۔ چھوٹے بڑے مرد و زن سب شامل ہیں۔ بعد میں ان کو مسجد کا وزٹ بھی کرایا گیا۔ مسجد میں یہ گئے تو بڑے احترام سے اپنے رنگ میں دعائیں کرتے رہے۔ اس کے بعد پھر انہوں نے وہاں لمبا سجدہ بھی کیا۔

پھر بعض نئے شامل ہونے والوں کے تأثرات پیش کرتا ہوں۔

میکسیکو سے ایک خاتون یانا لوپیز ریخون (Yanna Lopez Rejon) کہتی ہیں کہ مجھے اس جلسے نے بہت سی چیزیں سکھائی ہیں۔ مجھ پر نہ صرف اپنی زندگی کی حقیقت آشکار ہوئی ہے بلکہ مسلمان دنیا کی موجودہ حالت کی وجوہات کا بھی علم ہوا ہے۔ مجھے قبل ازیں ایک کمیونٹی کا پتا چلا تھا کہ وہ بڑی متحد ہے اور اس کے مختلف ممالک میں سینٹر ہیں لیکن اب جلسے میں شامل ہو کر مجھے اندازہ ہوا ہے کہ یقیناً وہ جماعت احمدیہ کی طرح متحد نہیں ہے اور نہ ہی وہ کمیونٹی جماعت احمدیہ کی طرح پھیلی ہوئی ہے۔ پہلے مَیں سمجھتی تھی کہ جس فرقے سے میرا تعلق ہے وہی ٹھیک ہے لیکن جلسہ سالانہ کی تقاریر کے ذریعہ مجھے پتا چلا

کہ یہاں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ پر عمل ہوتا ہے۔ میں دعا کیا کرتی تھی کہ اے اللہ! مجھے بہترین لوگوں میں شامل کر اور سچی خلافت کے ذریعے میری رہنمائی کر اور مجھے توفیق دے کہ میں اپنی استعدادیں اسلام کی تبلیغ کے لئے استعمال کرسکوں۔ اور ضرورتمندوں کے کام آسکوں۔ اب میں سمجھتی ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول کر لی ہے۔ اب مجھے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔

پھر بیلیز سے ایک نو مبائع ایون ورنون (Evan Vernon) جن کا اسلامی نام حمزہ رشید ہے کہتے ہیں کہ جلسے کے ان تین دنوں میں مجھے جماعت کی وسعت کے بارے میں پتا چلا۔ اس جلسے کی تنظیم اور ترتیب اپنے اندر ایک جادوئی کیفیت رکھتی ہے۔ میں نے اس جلسے پر اسّی (80) سے زیادہ ممالک سے آنے والے مختلف طبقات کے لوگوں کو دیکھا جن میں غریب بھی تھے اور امیر بھی۔ سیاستدان بھی تھے اور حکومتی حکام بھی۔ اس جلسے کی کامیابی کے لئے لاتعداد رضا کاروں نے کام کیا اور مہمان نوازی بہت اعلیٰ تھی۔

مارشل آئی لینڈ کی صدر لجنہ میری لینتھا جوانی (Mery Lintha Johnny) یہ بھی نئی احمدی ہیں۔ کہتی ہیں الحمد للہ جلسہ سالانہ میرے لئے ایک نعمت عظمیٰ تھا۔ جب سے مَیں یہاں آئی ہوں میں نے اپنے بھائی بہنوں میں پیار اور محبت اور ایک دوسرے کی تکلیف کا احساس ہی دیکھا۔ ان سے بات کر کے احساس ہوتا تھا جیسے ہم پہلے سے ایک دوسرے کو جانتے ہیں۔ کہتی ہیں جماعت کے ماٹو 'محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں' کا اظہار ہوتا دیکھا تھا۔

پھر میری تقریروں کے بارے میں کہتی ہیں کہ ایک عجیب احساس ہوتا تھا اور اس دوران ہر لفظ پر میرے آنسو بہہ پڑتے تھے۔ میں اپنے جذبات بیان نہیں کرسکتی۔ پھر عالمی بیعت کا نظارہ بھی بہت مسحور کن اور ایک اثر رکھنے والا تھا۔ کہتی ہیں بلاشبہ میں جلسے میں شامل ہونے کے بعد پہلے کی نسبت خدا تعالیٰ کے زیادہ قریب ہوئی ہوں۔

پھر ایک افریقن امریکن لجنہ نے اپنا خواب بھی مجھے بتایا۔ کہتی ہیں میں نے خواب دیکھا کہ ایک خوبصورت مسجد میں نماز ادا کر رہی ہوں اور وہ مسجد بہت وسیع اور کشادہ ہے اور وہاں بہت سے لوگ ہیں جن کو میں پہچانتی بھی نہیں۔ ہر مرتبہ مجھے احساس ہوتا ہے کہ میں اب کسی اور ملک میں ہوں۔ کہتی ہیں اب اس جلسے میں شامل ہو کر مجھے اپنی خواب کی تعبیر ملی۔ یہاں مختلف ممالک کے لوگ اکٹھے ہو کر بڑی تعداد میں نماز پڑھتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ مجھے کامل اطاعت کے ساتھ بہترین مسلمان بن کر زندگی

گزارنے کی توفیق دے۔

میکسیکو کے ایک نومبائع بشیر کویاسو صاحب کہتے ہیں کہ دنیا کے مختلف ممالک سے تعلق رکھنے والے افراد خلیفہ وقت کی محبت اور فدائیت کے جذبے سے معمور تھے جو بے مثال تھا۔ جلسے کے کارکنان مہمانوں کی خدمت رضا کارانہ طور پر انتہائی جذبہ فدائیت سے کر رہے تھے۔ جماعت احمدیہ دنیا میں ایک مثالی جماعت ہے جو حقیقی اسلام کی تصویر دنیا کے سامنے پیش کر رہی ہے۔

میکسیکو کے نو مبائع امام ابراہیم چیچو صاحب جو اپنے ستّر مقتدیوں کے ساتھ احمدیت میں شامل ہوئے۔ کہتے ہیں میرے دل نے محسوس کیا کہ جلسے کے ایام میں بے شمار افضال و برکات نازل ہو رہے ہیں اور خلافت کے سائے میں دنیا کے مختلف رنگ ونسل کی قومیں باہمی محبت و اخوت سے سرشار ہیں۔ کہتے ہیں، خلیفہ وقت کی تقاریر سے جہاں میرے علم میں اضافہ ہوا وہاں مجھے قلبی سکون بھی نصیب ہوا۔ جلسے میں شامل ہر فرد بزبانِ حال گواہی دے رہا تھا کہ اسلام محبت اور سلامتی کا مذہب ہے جس کی ہر قوم و ملک کو ضرورت ہے۔

پانامہ سے گریگوریو گونزالیز (Gregoria Gonzales) یہ کہتے ہیں کہ جلسہ سالانہ یوکے میں مختلف افراد کے اجتماع، تنظیم، محبت اور اخوت نے مجھے بہت متاثر کیا ہے۔ میں نے محسوس کیا کہ ہر فرد دوسرے سے دلی محبت کرتا ہے۔ یہ ایک مثالی اجتماع تھا جس نے ہماری روحانی زندگی میں انقلاب پیدا کر دیا اور ہماری ذمہ داری ہے کہ دوسروں کو بھی اس میں شامل کریں اور وہ بھی جماعت کا حصہ بن جائیں اور پانامہ کے افراد جماعت بھی اس سے بھرپور استفادہ کرنے والے بن جائیں۔

فرنچ گیانا سے ایک دوست مسٹر ڈیویئو آبدو (Mr.Diavia Abdou) آئے تھے انہوں نے 2008ء میں بیعت کی تھی۔ جلسے میں پہلی دفعہ شامل ہوئے۔ کہتے ہیں مَیں پیدائشی مسلمان تھا۔ مَیں نے فرنچ گیانا میں سب سے پہلے احمدیت قبول کی تھی۔ لیکن آج جلسہ سالانہ میں شامل ہو کر مجھے محسوس ہوا ہے کہ اصل حقیقی اسلام کیا ہے۔ مجھے احمدیت کی حقیقت اور خلیفہ وقت کی اہمیت کا اب اندازہ ہوا ہے۔ کہتے ہیں، خلیفہ وقت نے زندگی گزارنے کی راہیں بتائیں اور ہر ایک شخص ان راہوں پر چل کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی حاصل کر سکتا ہے۔

بیلجیم سے ایک دوست عبدو فال (Abdou Fall) صاحب آئے تھے۔ یہ سینیگال کے ہیں۔ کہتے ہیں جب مَیں بیلجیم میں احمدیوں کی مسجد میں گیا تو وہاں بہت زیادہ پیار و محبت دیکھی۔ پھر یہاں

بھی میں نے احمدیوں میں پیار اور محبت ہی دیکھا۔ اس پیار محبت اور بھائی چارے کے ماحول سے مَیں بہت متأثر ہوا۔ عالمی بیعت میں شامل ہو کر مَیں نے بیعت بھی کی۔ بیعت کے وقت جو میرے جذبات اور کیفیت تھی اس کا بیان ممکن نہیں۔ کہتے ہیں مَیں نے جلسے کے موقع پر احمدیوں کو عبادت کرتے ہوئے دیکھا ہے۔ واقعی احمدی حقیقی مسلمان ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ خلیفہ خدا کا مقرر کردہ ہے۔ اس جلسے میں شامل ہو کر اور خلیفہ وقت سے ملاقات کر کے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا کہ خلیفہ خدا مقرر کرتا ہے۔

فلپائن کے ایک دوست یول اولایا (Yul Adelf Olaya) صاحب جو United Nations میں کام کرتے ہیں۔ انہوں نے پچھلے سال بیعت کی ہے۔ کہتے ہیں الحمد للہ جلسے میں شامل ہو کر مجھے جس چیز کی تلاش تھی وہ مل گئی۔ انشاء اللہ اب میں اپنی آئندہ زندگی بطور احمدی ہی گزاروں گا۔ جلسے کے دوران رضاکارانہ طور پر کام کرنے والوں نے جس جذبہ پیار اور محبت کے ساتھ کام کیا وہ قابل تحسین ہے۔ کہتے ہیں میں نے ان کو صبح سے لے کر رات تک کام کرتے دیکھا۔ پھر بچوں کو پانی پلاتے ہوئے دیکھا۔ عجیب نظارہ تھا۔ ان کے پیار اور محبت نے میرا دل موہ لیا۔ یہ بھی بڑے جذباتی تھے۔

پھر مالی سے ڈاکٹر کائیتا حمّاُ اللہ صاحب آئے تھے۔ انہوں نے جلسے پر بیعت کی۔ کہتے ہیں جلسے کے دوران میرے جو احساسات تھے وہ زندگی میں پہلی مرتبہ پیدا ہوئے تھے۔ پہلی مرتبہ یہاں آیا ہوں اور اب یہ ارادہ لے کر جا رہا ہوں کہ ہمیشہ آئندہ جلسوں میں آؤں گا۔ پھر کہتے ہیں کہ اگر دشمن پوری کوشش بھی کر لے تو وہ اس جلسے کا عشر عشیر بھی انتظام نہیں کر سکتے۔ میرے خیال میں تو دنیا کی یونائیٹڈ نیشن جیسی بڑی طاقتیں بھی ایسا انتظام نہیں کر سکتیں۔ جماعت احمدیہ واقعی ایک حقیقت اور سچ ہے۔ اسی وجہ سے میں نے دلی گہرائیوں سے احمدیت کو قبول کیا ہے۔

احمدی جہاں بعض جگہ پابندیوں میں گھرے ہوئے ہیں جیسا کہ مَیں نے قرغیزستان کا اور قزاقستان کا ذکر کیا۔ ان کے بھی عجیب جذبات ہوتے ہیں۔ قزاقستان سے ایک دوست عسکر عمرو و صاحب جلسے میں شامل ہوئے کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے پہلے بھی کئی دفعہ جلسہ سالانہ میں شمولیت اختیار کر چکا ہوں لیکن جامعہ میں رہائش کا پہلا تجربہ تھا۔ میں سمجھتا ہوں کہ مختلف ممالک سے آئے ہوئے مہمانوں کا ایک ساتھ رہنا بہت ہی اچھا ہے کیونکہ اس سے ایک دوسرے کے ساتھ مضبوط تعلق قائم کرنے کا موقع ملتا ہے اور سب سے بڑھ کر یہ کہ بڑی تعداد میں نمازی نماز ادا کرتے ہیں۔ رہائش کی جگہ میں نماز ادا کرنے کا موقع ملتا ہے۔ میرے لئے یہ بہت اہم بات تھی کیونکہ اس وقت قزاقستان میں ہم زیادہ تعداد میں جمع

ہو کر نمازیں ادا نہیں کر سکتے اور یہاں نمازیں ادا کر کے مجھے احساس ہوا کہ میں باجماعت نماز نہ پڑھنے سے کتنا محروم رہا ہوں۔

اس دفعہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے جیسا کہ مَیں نے کہا کہ مرکزی پریس کی ٹیم اور یوکے پریس کی ٹیم نے اچھا کام کیا ہے اور اس سال پہلی دفعہ جلسہ کی بہت بہتر انداز میں کوریج ہوئی ہے۔ پہلے یہ ذکر ہو چکا ہے۔ اور احمدیت اور حقیقی اسلام کا پیغام دنیا کو پہنچا ہے۔ مرکزی پریس ٹیم کے رابطے سے دوسرے ممالک سے بھی پریس اور میڈیا کے لوگ آئے۔ ان کے بھی اچھے تاثرات تھے جیسا کہ میں تأثرات میں ذکر کر چکا ہوں۔ پریس کے ذریعہ سے تقریباً تیرہ ملین افراد تک یوکے میں ہی پیغام پہنچا ہے اور بعض اَور جو ابھی آرٹیکل لکھ رہے ہیں، جو خبریں دے رہے ہیں ان کی اطلاع نہیں آئی۔ اندازہ ہے کہ اس ذریعہ سے تقریباً بارہ تیرہ ملین تک باہر کی دنیا کو یہ پیغام پہنچا۔ اسلام کا تعارف پہنچا ہے اور تعلیم پہنچی ہے۔

پریس کے ضمن میں یہ بھی کہوں گا کہ پریس میں مختلف مذاہب کے لوگ ہوتے ہیں۔ کوئی مذہب کو ماننے والے ہیں کوئی نہیں ماننے والے۔ کچھ خدا کو ماننے والے ہیں کچھ نہیں ماننے والے جو یہاں آتے ہیں تو اس ماحول کو دیکھ کر پھر متاثر ہوتے ہیں۔ ویسے بھی مختلف قسم کے لوگ آتے ہیں، شامل ہوتے ہیں ان کے اپنے لباس ہوتے ہیں ان کی اپنی روایات ہیں بعض حیادار لباس تو پہن لیتے ہیں لیکن عورتوں میں سکارف وغیرہ نہیں ہوتا۔ عورتیں عموماً جب ہمارے فنکشن میں آتی ہیں تو سکارف سر پر لے لیتی ہیں لیکن اگر نہ بھی لیں تو کوئی حرج نہیں۔ ہم ان کو پابند نہیں کر سکتے۔ لیکن ہمارے بعض مرد جو ہیں وہ زبردستی کرنے کے عادی ہیں۔ سختی پر اتر آتے ہیں۔ بی بی سی کی ایک نمائندہ آئی ہوئی تھیں۔ ان کا سر ننگا تھا۔ ایک مرد نے جا کے پیچھے سے ان کے سر پر سکارف رکھ دیا۔ وہ ہمارے احمدی کی واقف ہے۔ جماعت کو جانتی ہے۔ میرا انٹرویو لے چکی ہے اور وہاں بڑے حیادار لباس میں سکارف لے کر سر ڈھانک کے بیٹھی تھی لیکن اس وقت سکارف سر پہ نہیں تھا۔ بہر حال انہوں نے اس مرد کی اس حرکت کو دیکھ کے ہنس کے ٹال دیا لیکن اپنے احمدی دوست کو کہنے لگیں کہ اگر کوئی اور عورت ہوتی تو غصہ بھی کر سکتی تھی۔ غصہ کر سکتی تھی یا غلط تاثر لے سکتی تھی۔ پس مردوں کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ان کو داروغہ نہیں مقرر کیا گیا۔ ان کو اپنی حدود میں رہنا چاہئے۔ ان کا کام نہیں ہے کہ غیر عورتوں کے سروں پر اوڑھنیاں ڈالتے پھریں۔ مردوں کو غضِ بصر کا حکم ہے۔ اپنا جو فرض ہے وہ پورا کریں۔ غیر مسلموں یا اپنوں کو بھی زبردستی سر ڈھانکنے کا حکم کہیں نہیں ہے۔ ایسے ہی شدت پسند مرد ہیں، بعض ایک دو ہمارے میں ہوں گے جو پھر اسلام کو بھی بدنام کرتے ہیں اور دین کو بدنام کرتے ہیں۔ آپ

لوگ یا ان جیسے جو لوگ ہیں ان میں کوئی یہ نہ سمجھے کہ انہوں نے دنیا کی اصلاح کا ٹھیکہ لیا ہوا ہے۔

ایسے دو واقعات ہوئے ہیں۔ اسی طرح ایک احمدی جس کے ساتھ ایک دوسری جرنلسٹ تھیں۔ اس احمدی کو ایک احمدی نے کہا کہ اس عورت کو کہو ہمارے ماحول میں سر ڈھانکنا ضروری ہے، اپنا سر ڈھانکے۔ تو ایسے مردوں کو میں کہوں گا کہ آپ لوگ پہلے اپنے گھروں کو سنبھال لیں۔ یہی عمل ہیں جو پھر اسلام سے متنفر کرتے ہیں۔ دنیا کی اصلاح انشاء اللہ خود بخود ہو جائے گی۔ جیسا کہ میں نے مسلمان جرنلسٹ کا یہ واقعہ سنایا ہے کہ بغیر حکمت کے شدت پسندی کے حکم کی وجہ سے، اس کے باپ کے رویے کی وجہ سے وہ اسلام سے متنفر ہو گئی، پرے ہٹ گئی اور باغیانہ رویہ اختیار کر لیا لیکن یہاں آ کر جب اس نے احمدی عورتوں کا رویہ اور ان کی آزادی دیکھی تو اس کو خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میں احمدی گھر میں پیدا ہوئی ہوتی۔

پس یہ جو اصلاحیں ہیں، یہ عورت کی اصلاح عورت کے ذریعہ سے ہونی چاہئے اور خاص طور پر یورپ میں جہاں پہلے ہی یہ شور ہے کہ مرد سختی کرتے ہیں اور عورتوں کے ساتھ غیر ضروری ظالمانہ سلوک ہوتا ہے۔ مرد جب اس قسم کی حرکتیں کرتے ہیں تو ایسے بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی ایسی بات ہو تو یہ عورتوں کا کام ہے کہ وہ پیار سے محبت سے سمجھا دیں کہ یہاں اس ماحول میں ایسا ہے اور لجنہ اپنا کام کرتی ہیں اور اگر کسی نے کچھ نہیں بھی اوڑھا ہوا تو کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ان کے مطابق لباس بہرحال ان کے حیادار ہوتے ہیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے بھی جلسے کے پروگرام اپنوں اور غیروں تک پہنچانے میں بڑا کردار ادا کرتا ہے اور اس سال اس کا بھی ہمیشہ کی طرح بہت بڑا کردار رہا ہے۔ جہاں اس کے ذریعہ سے جلسے کی کارروائی دیکھنے والے احمدیوں نے خوشی کا اور تشکر کا اظہار کیا ہے وہاں غیروں نے بھی اس بارے میں بڑے اچھے تاثرات کا اظہار کیا ہے۔ غیر از جماعت عربوں نے بھی اس دفعہ بڑے اچھے تاثرات بھیجے ہیں بلکہ یہاں تک کہا ہے کہ حقیقی اسلام یہی ہے جس کی دنیا کو ضرورت ہے جو جماعت احمدیہ پھیلا رہی ہے اور بعضوں نے پھر یہ بھی کہا کہ یہی حقیقی خلافت کا نظام ہے جس کی آج مسلم اُمّہ کو ضرورت ہے۔

پھر اس سال ایم ٹی اے کے جلسے کے جو پروگرام تھے وہ جلسے کے تین دنوں میں روزانہ کچھ گھنٹے کے لئے گھانا کے نیشنل ٹی وی، سیرالیون کے نیشنل ٹی وی اور نائیجیریا کے ایک پرائیویٹ ٹی وی چینل نے بھی دکھائے۔ اس کا بھی ان علاقوں میں اور ملکوں پہ بہت اچھا اثر ہوا۔ اور بڑا اچھا فیڈ

بیک (feedback) ہے کہ یہ پروگرام دیکھ کے ہمیں جماعت احمدیہ کی اور اسلام کی حقیقت کا پتا لگا ہے۔

اس کے بعض تاثرات ہیں۔ گھانا سے جو ایک تاثر موصول ہوا ہے یہ ہے کہ کماسی گھانا سے ایک غیر احمدی دوست نے لکھا ہے کہ میں نے جماعت کے متعلق بہت کچھ سن رکھا تھا لیکن جب میں نے گھانا ٹی وی پر آپ کے پروگرام دیکھے تو مجھے سخت حیرت ہوئی کہ ہمارا لوکل امام ہمیں جماعت کے متعلق جو باتیں بتاتا ہے وہ سب جھوٹ ہے اور میں نے پہلی مرتبہ کسی مسلمان جماعت کو اس طرح خوبصورت انداز میں اسلام کی حقیقی تعلیم اور شدت پسندی کی مذمت کرتے دیکھا ہے۔

پھر اسی طرح یہ رپورٹ لکھنے والے ایک احمدی دوست کہتے ہیں کہ مَیں گھانا ٹی وی پر اپنی غیر احمدی بہن کے ساتھ آپ کے پروگرام دیکھ رہا تھا اور جلسے کی کارروائی دیکھ کر اس غیر احمدی بہن نے احمدی ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ یہ کہتے ہیں کہ پہلی مرتبہ میں نے عالمی بیعت کی لائیو کوریج دیکھی۔ اور پھر لکھا ہے کہ مجھے اپنے احمدی ہونے پر بڑا فخر ہے۔ کہتے ہیں میں نے اپنے بعض عیسائی دوستوں کے ساتھ بیٹھ کر یہ پروگرام دیکھے ہیں اور وہ جماعت کی عظیم الشان ترقی دیکھ کر ششدر رہ گئے۔

گھانا کے ایک دوست کہتے ہیں کہ احمدیت صرف امن اور محبت کی تعلیم کا پیغام ہے۔ مجھے اس جماعت سے محبت ہوگئی ہے۔ عنقریب میں جماعت میں شامل ہو جاؤں گا۔

پھر جلسے کی کارروائی دیکھ کر ایک غیر احمدی صاحب لکھتے ہیں کہ مجھے اس جماعت کی فلاسفی اور مقاصد کا پتا چلا ہے۔ میں بہت جلد احمدیہ جماعت میں شامل ہو جاؤں گا۔

پھر اسی طرح اور بہت سارے لوگ ہیں جنہوں نے اپنے تأثرات بھیجے کہ یہ سارے پروگرام ہم نے دیکھے اور ہم انشاء اللہ تعالیٰ جلدی جماعت میں شامل ہو جائیں گے۔

پھر سیرالیون سے عیسائی دوست فرانس فوربی کہتے ہیں کہ آپ کے جلسہ کے پروگرام آج صبح میرے لئے بہت برکت کا باعث ہوئے۔ میں جلسے کی لائیو کوریج سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ شکریہ۔ پھر سیرالیون کے ایک احمدی دوست الحاج علی مامے سیسے صاحب کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمسایوں کو جلسہ کے پروگرام دکھانے کے لئے اپنے گھر مدعو کیا تھا۔ میں نے دیکھا کہ سیرالیون میں اکثر لوگ جلسے کی لائیو نشریات دیکھ رہے تھے۔ ابوبکر کونتے کہتے ہیں کہ کیا ہی عظیم الشان جلسہ تھا۔ اللہ تعالیٰ اس جماعت کو ساری دنیا میں پھیلا دے۔

فری ٹاؤن کے ایک غیر احمدی دوست کہتے ہیں کہ میں نے جلسے کی نشریات دیکھیں جو کہ بہت

اچھی ہیں۔ پھر ایک دوست نے لکھا کہ میں نے اپنے غیر احمدی دوستوں کے ساتھ جلسہ سالانہ کی کارروائی دیکھی اور وہ بڑے متاثر ہوئے۔

نائیجیریا کے ٹیلیویژن نے بھی اس دفعہ یہ پروگرام دکھایا اور اس ٹی وی کے دیکھنے والے جو ہیں ان کی بھی بہت بڑی viewership ہے۔ ان کا خیال ہے کہ ملین کی تعداد میں لوگوں نے جلسہ کی تقاریر دیکھیں اور سنیں۔ یہ اس میڈیا کے علاوہ ہے جس کا پریس کے تعلق میں ذکر ہو چکا ہے۔ پھر اس سال ایم ٹی اے کی لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ سے بھی آخری دن جو انٹرنیٹ پر دیکھا جاتا ہے تین لاکھ تیس ہزار لوگوں نے جلسے کی کارروائی دیکھی۔ اور باقی دنوں میں بھی گزشتہ سالوں کی نسبت کئی ہزار کی تعداد زیادہ تھی۔ اور ایم ٹی اے پر جو دیکھتے ہیں وہ اس کے علاوہ ہے۔

پس یہ تاثرات بھی آپ نے سنے۔ کوریج کا حال بھی سنا۔ لیکن ہمیں یہ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ باتیں ہمارے قدم آگے بڑھانے کے لئے مزید جوش پیدا کرنے والی ہونی چاہئیں نہ کہ اس بات پر خوش ہو کے ہم بیٹھ جائیں کہ بہت کچھ حاصل کر لیا۔ ترقی کرنے والی قومیں خوب سے خوب تر کی تلاش میں رہتی ہیں۔ ہمیں پتا ہے اور اس طرف نظر رکھنی چاہئے کہ ہماری بعض کمزوریاں بھی ہیں۔ بڑے پیمانے پر انتظامات میں کمزوریاں ہو جاتی ہیں اور رہ جاتی ہیں یہ کوئی ایسی بات نہیں لیکن بہرحال ان کو دُور کرنے کی کوشش ہونی چاہئے۔ ان سب کمزوریوں کو نوٹ کر کے انتظامیہ کو چاہئے کہ اگلے سال ان کا حل کریں، ان کا مداوا کریں اور یہ کمزوریاں صرف کارکنان کی وجہ سے نہیں ہوتیں بلکہ بعض ضدی شامل ہونے والے جو لوگ ہوتے ہیں اور ان کے رویے جو ہوتے ہیں وہ بھی بعض دفعہ ایسی صورتحال پیدا کر دیتے ہیں اس لئے ان کے لئے بھی انتظام ہونا چاہئے۔ ان کو بھی اصلاح کر کے آنا چاہئے۔

مثلاً عورتوں کی طرف سے ایک بات مجھے پہنچی کہ عورتوں کی مین مارکی میں ایک عورت بچے کو لے کے بیٹھی تھی تو کارکنہ نے اسے کہہ دیا کہ یہاں بچوں کے بیٹھنے کی جگہ نہیں ہے تو اس نے کہا ٹھیک ہے۔ مجھے پتا نہیں تھا۔ چلی جاتی ہوں۔ بعد میں اسی کارکنہ کو پتا لگا کہ عورت جو بیٹھی ہوئی ہے یہ احمدی نہیں، غیر از جماعت ہے تو اس نے جا کے اس سے معذرت کی کہ آپ کا بچہ اگر شور نہیں کر رہا تو ٹھیک ہے آپ بیشک بیٹھی رہیں۔ لیکن ساتھ بیٹھی ہوئی ایک احمدی خاتون نے ان سے لڑنا شروع کر دیا کہ ہمیں تکلیف نہیں تو آپ کو کیا تکلیف ہے اور اس طرح کی باتیں کیں۔ اب شکر ہے کہ کارکنہ کو تو عقل آ گئی کہ اس نے زیادہ بات کو آگے نہیں بڑھایا اور چپ کر کے وہاں سے چلی گئی۔ لیکن پھر وہ خاتون پوچھنے لگی کہ کیا یہ حدیث ہے

کہ ضرور یہاں نہیں بیٹھنا۔ اس قسم کی جو ضدی عورتیں ہیں، خاص طور پر عورتوں میں زیادہ ہوتی ہیں، بعض دفعہ مردوں میں بھی ایسے لوگ ہوتے ہیں، ان کو اپنے رویے بدلنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ یہ جو اتنے اچھے اثرات لوگوں پر پڑ رہے ہیں جن کو لوگوں نے دیکھا وہ شاید نہ ہوتے۔ یہ تو شکر ہے کہ اس صورتحال میں کم از کم یہ لوگ وہاں موجود نہیں تھے جو یہ بات نوٹ کرتے۔ باقی جہاں تک رہا یہ سوال کہ حدیث ہے؟ یہ حدیث بھی ہے اور قرآن بھی ہے کہ جو ہدایت دی جائے چاہے وہ کسی کی طرف سے ہو، اطاعت کرو۔ اطاعتِ امیر کا حکم ہے بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ منقّہ کے سر جتنا بھی تمہارا امیر مقرر کیا جائے تو اس کی بھی اطاعت کرو۔

(صحیح البخاری کتاب الاذان باب امامۃ العبد و المولٰی حدیث نمبر 693)

پس ذرا ذرا سی باتوں پہ اس قسم کے باغیانہ رویے نہ دکھایا کریں کہ حدیث ہے یا حدیث نہیں۔ حدیث یہی ہے کہ اطاعت کرو۔ اور اس کی پابندی ہر ایک کے لئے ضروری ہے جو اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے۔ لیکن ان کارکنات کے لئے اور کارکنوں کے لئے بھی یہ ہدایت آئندہ سے نوٹ کر لیں کہ اگر کوئی ایسا رویہ دکھاتا ہے تو اپنے بالا افسر جو ہیں ان کو بتائیں اور وہ اس کا جو بھی AIMS Card ہے اس کو کینسل کر دیں اور پھر اس کو جلسے میں شامل ہونے کی اجازت نہیں ہوگی۔ جماعت احمدیہ کو ایسے باغیانہ رویے رکھنے والوں کی ضرورت نہیں ہے۔

باقی انتظامی لحاظ سے عورتوں کی طرف سے بھی یہ شکایت تھی کہ ٹوائلٹس میں صفائی وغیرہ کا بعض دفعہ انتظام نہیں تھا۔ جو دوسرے انتظامات تھے ان کے متعلق تو مَیں انتظامیہ کو بتا دوں گا۔ کھانے اور روٹی کے معیار کی اس دفعہ عموماً اچھی تعریف کی گئی ہے۔ اس کو اللہ تعالیٰ مزید بہتر بنانے کی توفیق دے۔ پھر یہ بھی شکایت ہے کہ بعض دفعہ اگر کوئی بوڑھا یا کوئی مریض اگر کھانے پر لیٹ ہو گیا تو عورتوں کی طرف سے یہ شکایت آئی تھی کہ اس کو کھانا دینے سے انکار کر دیا گیا ہے۔ چاہے کوئی بھی آئے، کسی وقت آئے، خاص طور پر مریض، بچے اور بوڑھے اگر کھانے کے لئے آئیں اور کھانا موجود ہو تو ان کو کھانا دینا چاہئے بلکہ ایسے لوگوں کے لئے انتظام ہونا چاہئے کہ کسی وقت بھی آ جائیں تو کھانا دے دیا جائے۔ آرام سے بٹھا دیا جائے اور یہ بتا دیا جائے کہ آپ کو مریض ہونے یا بچے کی وجہ سے کھانا مل رہا ہے اور آئندہ جو بھی وقت ہو یہ بھی واضح کر کے بتا دیا جائے کہ اگر کسی وجہ سے آج لیٹ ہو گئے ہیں تو کل کھانے کے یہ یہ وقت ہیں اس پر آئیں۔ لیکن رویہ ہمدردانہ اور پیار والا ہونا چاہئے۔

اسی طرح اس دفعہ ٹینٹس میں بڑے پیمانے پر واش روم ٹوائلٹس وغیرہ بنانے کا جو تجربہ انہوں نے کیا تھا اس کی بھی اچھی تعریف کی گئی ہے۔ رشین مہمانوں کی طرف سے ایک شکایت آئی تھی کہ جامعہ میں انتظام اچھا تھا لیکن ٹرانسپورٹ کا انتظام ناکافی تھا جس کی وجہ سے جلسے پر آتے ہوئے دیر ہو جاتی تھی اور ان کی ایک آدھ تقریر یا اس کا کچھ حصہ miss ہو جاتا تھا۔ اسی طرح واپسی پر بھی لیٹ جاتے تھے جس کی وجہ سے تہجد ضائع ہوتی تھی۔ تو اس لحاظ سے ٹرانسپورٹ کے نظام کو اگلے سال مزید بہتر کرنے کی ضرورت ہے۔ اس کو اپنی سرخ کتاب (Red Book) میں درج کریں۔

بہر حال اللہ تعالیٰ کے فضل سے مجموعی طور پر جلسہ اچھا گزر گیا۔ مہمانوں نے اچھا اثر لیا۔ جیسا کہ میں نے کہا مقررین کی تقریریں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اچھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ ان نیک اثرات کو ہمیشہ قائم رکھے اور اپنی زندگیوں کا حصہ بنانے کی بھی توفیق عطا فرمائے۔ اور جس طرح مہمانوں نے تمام کارکنان کا شکریہ ادا کیا ہے، مَیں بھی تمام کارکنان کا شکریہ ادا کرتا ہوں، کارکنات کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزا دے اور ان کی یہ خدمت قبول فرمائے۔ ان کو پہلے سے بڑھ کر آئندہ خدمت کی توفیق عطا فرمائے اور صرف ظاہری خدمت نہ ہو بلکہ اسلام کی تعلیم کی حقیقی روح بھی ان میں پیدا کرے اور سب کو، شامل ہونے والوں کو بھی اور ان خدمت کرنے والوں کو بھی حقیقی اور سچا احمدی بنائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26 ستمبر 2014ء تا 02 اکتوبر 2014ء جلد 21 شمارہ 39 صفحہ 05 تا 10)

37

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 12 ستمبر 2014ء بمطابق 12 تبوک 1393 ہجری شمسی

بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

گزشتہ دنوں امریکہ سے مجھے ایک خط آیا کہ جلسے پر آپ اپنی تقریر میں واقعات بیان کر رہے تھے کہ کس طرح لوگ احمدیت میں شامل ہو رہے ہیں۔ کس طرح تبلیغ کے ذریعہ اور براہ راست بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی ہوتی ہے۔ اس کے ذریعہ سے بھی احمدیت کی طرف توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ لوگ ایمان میں مضبوط ہو رہے ہیں اور احمدیت کی سچائی بھی ان کے دلوں میں گڑتی چلی جا رہی ہے۔ تو یہ سب سن کر وہ کہتے ہیں میرے دل میں خواہش پیدا ہوئی کہ کاش میرے ذریعہ سے بھی دنیا کے اس حصہ میں کوئی احمدیت میں شامل ہو اور میں بھی اس طرح کے نشان دیکھوں۔ کہتے ہیں کچھ دیر کے بعد میرے فون کی گھنٹی بجی۔ تو دوسری طرف ایک خاتون تھی۔ کہنے لگیں کہ میں نے کہیں سے بلکہ ویب سائٹ پر آپ کا نمبر دیکھا تھا تو میں فون کر رہی ہوں۔ مجھے اسلام میں دلچسپی ہے اور میں آپ سے ملنا چاہتی ہوں۔ انہوں نے کہا ٹھیک ہے آ جائیں۔ خیر بڑی دور کا سفر کر کے وہ ان کے پاس گئیں۔ اپنے حالات بتائے کہ کس طرح اسلام میں ان کی دلچسپی پیدا ہوئی۔ پھر انٹرنیٹ کے ذریعہ سے انہوں نے مزید معلومات حاصل کیں جس کی وجہ سے ان کے خاوند اور سسرال جو کٹر عیسائی ہیں وہ بھی ان کے خلاف ہو گئے۔ ان کی ناراضگی مول لی۔ اس وجہ سے خاوند سے علیحدگی ہو گئی۔ ان کے دو بچے ہیں وہ بھی عدالت کے فیصلے کے مطابق خاوند کو دینے پڑے۔ لیکن انہوں نے سچائی کی تلاش کو مقدم رکھا اور یہ سب کچھ چھوڑ دیا۔ بہر حال کہتی ہیں کہ جماعت احمدیہ کی سائٹ پر جا کر میں نے گہرا مطالعہ کیا ہے اور ایم۔ ٹی۔ اے بھی باقاعدگی سے دیکھتی ہوں اور یہ بھی بتایا کہ دوسرے مسلمان فرقوں کی بھی معلومات لیں لیکن میری تسلی کہیں نہیں ہوئی۔ اور ہر مرتبہ جب بھی میں

اسلام کی طرف توجہ کرتی تھی تو جماعت کا لٹریچر پڑھنے کی طرف میری توجہ رہتی تھی۔ ہمارے ان احمدی نے انہیں بتایا کہ گزشتہ دنوں ایم۔ٹی۔اے پر ہمارا جلسہ بھی تھا۔ انہوں نے کہا ہاں، وہ جلسہ بھی میں نے سنا اور اب میں حقیقی اسلام میں شامل ہونا چاہتی ہوں۔ یہ لکھتے ہیں کہ میری بیٹی جو اس وقت اس کے ساتھ باتیں کر رہی تھی اور وہاں موجود تھی۔ وہ یونیورسٹی میں شاید پڑھتی ہے، کہنے لگی کہ جب جلسے پر احمدیت میں نئے آنے والوں، نئے شامل ہونے والوں کے واقعات بیان ہو رہے تھے کہ کس طرح ان کو احمدیت کی صداقت پر یقین آیا اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی کے واقعات بیان ہو رہے تھے تو میں سمجھی تھی ان میں کچھ قصے ہیں، کچھ مبالغہ ہے لیکن اس عورت کی یہ باتیں سن کر میرا ایمان بھی تازہ ہوا ہے کہ یہ مبالغہ نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ دنیا کے دلوں کو پھیر رہا ہے۔ کس طرح اللہ تعالیٰ رہنمائی کرتا ہے؟

پس بعض پڑھے لکھے لوگوں یا نوجوانوں میں بھی بعض دفعہ خیال آجاتا ہے کہ شاید کوئی واقعہ بڑھا چڑھا کر بیان ہو رہا ہو لیکن یاد رکھنا چاہئے کہ جو بھی واقعات یہاں بیان ہوتے ہیں، یہ قصے کہانیاں نہیں بلکہ حقائق ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے چلائی ہوئی ہوا کے وہ چند نمونے ہیں جو میں آپ کے سامنے پیش کرتا ہوں۔ ایسے بیشمار واقعات ہوتے ہیں جن میں سے چند ایک میں لیتا ہوں اور جلسے کے لئے جو واقعات چنے جاتے ہیں۔ وہ بھی وہاں بیان نہیں ہو سکتے۔ اس لئے گزشتہ سال میں نے کہا تھا کہ دوران سال بھی میں موقع ملا تو بیان کرتا رہوں گا۔ لیکن کچھ بیان ہوئے، کچھ نہیں ہو سکے۔ پھر اس سال کے بہت سارے واقعات جمع ہو گئے۔

بہر حال یہ واقعات بیان میں اس لئے کرتا ہوں کہ ہمارے ایمانوں میں مضبوطی پیدا ہو اور ہم بھی اپنے جائزے لیتے رہیں کہ کس حد تک ہمارے اندر بھی احمدیت کی جڑیں مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہیں کس طرح ہمیں بھی اپنی عبادتوں کی طرف توجہ دینی چاہئے۔ کس طرح ہمیں بھی احمدیت قبول کرنے کے بعد خدا تعالیٰ سے رہنمائی حاصل کرنی چاہئے۔

بہر حال اس حوالے سے آج میں نئے شامل ہونے والوں کے کچھ واقعات بیان کروں گا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان کی رہنمائی فرماتا ہے۔ انہیں صرف دلچسپ واقعات سمجھ کر ہمیں نہیں سننا چاہئے بلکہ یہ ایک ایسی حقیقت ہے جو ایمان میں اضافے کا باعث بنتی ہے اور بننی چاہئے۔ اپنی حالتوں کے جائزے لینے والی ہونی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے جماعت کے ساتھ سلوک پر شکر گزاری کے جذبات کا اظہار کرنے والی ہونی چاہئے۔ اپنی ذمہ داری کا احساس اور اس کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہئے۔ دنیا تک

صداقت کا پیغام پہنچانا، ان کی رہنمائی کرنا آج ہمارا کام ہے۔ یہ ہمارا فرض ہے۔ پس اس کام کی ادائیگی کی طرف جہاں ہمیں کوششوں کی ضرورت ہے وہاں اپنی عملی حالتوں کو اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریق کے مطابق ڈھالنے کی بھی ضرورت ہے تاکہ ہمارے عملی نمونے نئے آنے والوں کے ایمانوں کو مزید مضبوط کرتے چلے جائیں۔

بہرحال جیسا کہ میں نے کہا اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور کس طرح اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے اس کے نمونے پیش کروں گا۔

تیونس سے ایک صاحبہ منیہ صاحبہ ہیں وہ لکھتی ہیں کہ مجھے مطالعہ کا بڑا شوق ہے۔ میں نے قرآن کریم اور کئی دوسری اسلامی کتب کا بھی مطالعہ کیا لیکن کئی باتوں کی سمجھ نہیں آتی تھی۔ مثلاً سورۃ النساء کی آیت وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ۔ (النساء:158) اسی طرح وفات مسیح کے متعلق دوسری آیات ہمیشہ میری توجہ کا مرکز رہیں کہ کیا مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے ہیں یا زندہ آسمان پر ہیں؟ پھر ریاض الصالحین میں دجال کے اوصاف پڑھے اور خیال آیا کہ خیر امت میں اللہ تعالیٰ ایسا شخص کیسے بھجوا سکتا ہے؟ خیال آتا تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام آسمان پر بیٹھے کیا کر رہے ہیں؟ ان خیالات سے پریشان ہو جاتی تھی اور اللہ تعالیٰ سے ہدایت کی دعا کرتی تھی۔ اچانک ایک روز چینل بدلتے ہوئے ایم۔ٹی۔اے مل گیا جو دوسرے تمام دینی چینلز سے مختلف تھا اس پر ایک پادری کے ساتھ وفات مسیح پر بحث چل رہی تھی۔ دوسرے چینلز کے برعکس میزبان اور شرکاء کی گفتگو بڑی پروقار تھی۔ اس دوران معلوم ہوا کہ مسیح موعود حضرت مرزا غلام احمد علیہ السلام ظاہر ہو چکے ہیں۔ پھر باقاعدگی سے ایم۔ٹی۔اے دیکھتی رہی اور سارے مسائل آہستہ آہستہ سمجھ آتے گئے۔ پھر میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے موت نہ آئے جب تک احمدی نہ ہو جاؤں۔ بالآخر میں بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں داخل ہو گئی۔ یہ مجھ پر اللہ تعالیٰ کا بڑا احسان ہے۔

پھر یمن سے رمدان صاحب اپنی بیعت کا واقعہ لکھتے ہیں کہ مجھے چین میں جا کے چینی معاشرے میں رہنے کا موقع ملا اور ان کو بہت اچھے لوگ پایا۔ یہ بھی دیکھا کہ بعض عرب ان کے حسن معاملہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے اور ان کو برا بھلا بھی کہتے۔ مجھے خیال آتا کہ یہ کیسے ممکن ہے کہ یہ لوگ اپنے تمام حسن اخلاق اور حسن عمل کے باوجود جہنم میں جائیں اور ہم صرف نام کے مسلمان ہونے پر جنت کے وارث ٹھہریں؟ اس کے بعد کہتے ہیں، میں نے تحقیق کی اور اسلامی کتب پڑھنی شروع کیں۔ یہ تحقیق جاری رہی۔ مختلف اسلامی کتب اور چینلز دیکھے اسی دوران ایک روز اچانک ایم۔ٹی۔اے دیکھنے کا موقع مل گیا۔ اس میں بیان

ہونے والے دلائل اتنے قوی تھے کہ ان کی قوت اور ہیبت سے میرا جسم کانپ اٹھا۔ ایسا لگا جیسے جسم میں کوئی بجلی کا کرنٹ لگا ہو۔ اس کے بعد مستقل ایم۔ ٹی۔ اے دیکھنے لگا۔ اس کو دیکھتے دیکھتے بے اختیار رونے لگتا لیکن یہ معلوم نہ تھا کہ کیوں روتا ہوں۔ یہ احساس غالب تھا کہ خدا تعالیٰ نے خود مجھے اس چینل کی طرف رہنمائی کی ہے۔ حضرت مسیح موعودؑ کی صداقت جاننے کے لئے اللہ تعالیٰ سے کثرت سے دعا کرنے لگا۔ ہر بار مجھے اس کا جواب جسم پر کپکپی اور ذہنی اطمینان کی صورت میں ملتا۔ اس سے تسلی ہو جاتی کہ مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں۔ اس کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کیا جن میں میرے اکثر سوالات کا جواب تھا۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ میں بیعت کر کے جماعت کا حصہ بن گیا۔

پھر ہالینڈ سے Tom Overgoor صاحب، قبولیت کے اپنے واقعات کو لکھتے ہوئے کہتے ہیں کہ میری عمر 22 سال ہے اور یونیورسٹی کا طالب علم ہوں۔ میں نے 2014ء کے شروع میں ایمسٹرڈم میں مسجد بیت المحمود میں بیعت کی۔ مجھے ہمیشہ ہی سے دین سے لگاؤ تھا اور ایک خاص عمر میں تو خدا کی ہستی پر ایمان بھی بہت تھا مگر کبھی خاص مذہب کی طرف توجہ نہ تھی۔ مجھے روز بروز اس بات کا احساس ہوتا گیا کہ دنیا میں برائی پھیل گئی ہے۔ یہ نوجوان ہے اور ان کی سوچ ہے ہمارے نوجوانوں کو بھی سوچنا چاہئے جو بعض پیدائشی احمدی ہیں اور اس بات پر سوچتے ہی نہیں۔ کہتے ہیں مجھے روز بروز اس بات کا احساس ہوتا گیا کہ دنیا میں برائی بہت پھیل گئی ہے۔ اس بات نے مجھے مجبور کیا اور میں زندگی کے مقصد کی تحقیق میں لگ گیا۔ میں نے بہت مطالعہ کیا اور دوستوں سے اس بارے میں گفتگو کی۔ اس تحقیق کے دوران میرا دل اسلام کی طرف مائل ہونا شروع ہو گیا۔ اس حوالے سے میں اپنے دو احمدی دوستوں کے ساتھ بھی گفتگو کرتا رہا۔ ان کے ساتھ ننسپیٹ میں جماعتی سینٹر بھی گیا جہاں جماعتی ماحول دیکھا۔ اس سے مجھ پر واضح ہو گیا کہ حقیقی اسلام احمدیت ہی ہے اور مجھ پر یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حقیقتاً اس دنیا میں آ چکے ہیں۔ تمام مسلمان اتحاد کی تلاش میں ہیں اور احمدیت ہی وہ واحد سلسلہ ہے جس میں حقیقی اور مضبوط اتحاد ہے اور جس میں حقیقی ایمان کی حلاوت پائی جاتی ہے۔ لکھتے ہیں میں نے خلیفۃ المسیح کی خدمت میں دعا کا خط لکھا اور خط لکھنے کے بعد اللہ تعالیٰ نے مجھ پر فضل فرمایا۔ اسلام کی حقانیت پورے طور پر مجھ پر واضح ہو گئی اور مسجد محمود جا کر میں نے بیعت کر لی۔ میں نماز پڑھنا سیکھ رہا ہوں۔ پاکباز زندگی گزارنے کی کوشش کر رہا ہوں۔

پھر قرغیزستان سے سلامت صاحب ہیں۔ جماعت کے صدر ہیں کہتے ہیں کہ جہاں میں کہ کام

کرتا ہوں وہاں میری ایک colleague رشین خاتون جو عیسائی تھیں۔ ان کے ساتھ مذہب کے متعلق گفتگو ہوئی۔ کہتے ہیں گفتگو کے دوران انہوں نے خاکسار سے کہا کہ مجھے اپنے مذہب پر دلی اطمینان نہیں ہے۔ انہیں اسلام احمدیت کا تعارف کروایا گیا اور کتاب 'اسلامی اصول کی فلاسفی' دی گئی تو کہنے لگی کہ مذہب کے بارے میں میرے جتنے بھی سوالات تھے مجھے ان کے جوابات مل گئے اور مجھے تسلی ہو گئی ہے کہ واقعی اسلام حقیقی اور سچا مذہب ہے۔ اس کے بعد انہوں نے مزید جماعتی کتب کا مطالعہ کیا اور اسلام کی صداقت پر ان کا ایمان مضبوط سے مضبوط تر ہوتا چلا گیا۔ یہاں تک کہ موصوفہ قادیان بھی گئیں اور بیعت بھی کر لی اور اب نظام وصیت میں بھی شامل ہیں۔

پھر ہالینڈ سے ہرجان (Arjan) صاحب جو کہ مذہباً عیسائی تھے اپنی قبولیت کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے خدا تعالیٰ سے تعلق اور اس کی محبت کے حصول کی ہمیشہ تلاش تھی مگر بائبل نے میری کبھی بھی حقیقی رہنمائی نہیں کی۔ ایک دن گھر سے نکلنے سے پہلے نہایت دلسوزی سے خدا کے حضور دعا کی کہ مجھے حق کی طرف رہنمائی فرما اور مجھے ایک ایسے وجود سے ملا جو مجھے تجھ سے ملا دے۔ یہ دن (ہالینڈ میں) بادشاہ کی سالگرہ کا دن تھا جب کہ سب لوگ باہر جا کر اپنے اپنے سٹال لگاتے ہیں۔ ابھی ایک گھنٹہ بھی نہیں گزرا ہو گا کہ میں احمدیہ جماعت کے ایک بک سٹال سے گزرا۔ وہاں مجھے ایک احمدی دوست ملے جنہوں نے مجھے جماعت کا تعارف کروایا اور دیگر جماعتی لٹریچر کے علاوہ 'اسلامی اصول کی فلاسفی' کی کتاب دی۔ میں نے گھر جا کر اس کتاب کا مطالعہ کیا تو میری دنیا ہی بدل گئی۔ مجھ پر فوراً ظاہر ہو گیا کہ اس کتاب کا مصنف کوئی معمولی انسان نہیں ہے بلکہ خدا سے تعلیم یافتہ انسان ہی ایسی کتاب لکھ سکتا ہے اور اسلام واقعی سچا مذہب ہے۔ اس کے بعد میں جلسہ سالانہ ہالینڈ اور جلسہ سالانہ جرمنی میں شامل ہوا۔ ان روحانی جلسوں نے مجھ پر ایک غیر معمولی اثر ڈالا اور مجھ پر واضح ہو گیا کہ یہ سب کچھ میری دعا کا جواب ہے جو میں نے مانگی تھی۔ میرے پاس انکار کی کسی قسم کی کوئی گنجائش نہیں رہی چنانچہ جلسہ جرمنی کے دوران انہوں نے بیعت کر لی۔

لیبیا سے حالہ صاحبہ ہیں کہتی ہیں لیبیا میں قذافی کی حکومت کا تختہ الٹنے کے بعد میں نے خدا تعالیٰ سے بہت تضرع سے دعا کی کہ اب تو امام مہدی کو جلد بھیج دے تا کہ حالات کو درست فرمائے۔ اس کے بعد اچانک ایک دن چینل بدلتے ہوئے ایم۔ ٹی۔ اے مل گیا جہاں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر دیکھی جس نے میری توجہ کو اپنی طرف کھینچا چنانچہ میں اس چینل کے مختلف پروگرام دیکھنے لگی اور عقائد پر اطلاع ہوئی۔ اور یہ سلسلہ ایک سال تک جاری رہا۔ جس کے بعد میں نے فیصلہ کیا کہ تاخیر کے بغیر

فوراً بیعت کر لینی چاہئے اور پھر یہ مجھے خط لکھتی ہیں کہ میرے مضبوطیٔ ایمان اور استقامت کے لئے دعا کریں۔

پھر بوآ کے مشن ہاؤس کے پُونے عبداللہ صاحب جو کہ مشن ہاؤس کے ڈرائیور کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں کہتے ہیں کہ میری شادی ہوئے دو سال سے زائد کا عرصہ بیت چکا تھا اور کوئی اولاد نہ تھی۔ دو سال قبل جب میں نے احمدیت کا نام نیا نیا سنا اور امام مہدی علیہ السلام کے ظہور کی خبر ابھی میرے کانوں تک پہنچی ہی تھی تو میں نے حصولِ اولاد کے لئے دعا کی کہ اے میرے اللہ! اے سمیع و علیم خدا!! اگر واقعی مسیح اور مہدی کا ظہور ہو چکا ہے اور مرزا غلام احمد صاحب ہی وہی امام مہدی ہیں تو مجھے اولاد کی نعمت سے بھی مالا مال فرما اور مسیح محمدی علیہ السلام کے غلاموں میں بھی شامل ہونے کی توفیق عطا فرما۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے میری دعا قبول فرمائی اور اسی ماہ میری اہلیہ امید سے ہو گئیں اور اب میری ایک بیٹی بھی ہے اور اس کے بعد پھر اس فیملی نے بیعت بھی کر لی۔

اگر بعضوں کو کسی طرح تسلی نہیں ہوتی لیکن حق کے پہچاننے کی خواہش ہے تو اگر وہ خدا تعالیٰ کے آگے خالی الذہن ہو کر گڑگڑائیں اور اللہ تعالیٰ سے رہنمائی چاہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے یہ بات فرمائی ہے کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ سیدھے راستہ کی راہنمائی کرے۔ اگر نیت نیک ہو تو اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے اور پھر کسی نہ کسی ذریعہ سے یا خوابوں کے ذریعہ سے رہنمائی ہوتی ہے اور احمدیت کی صداقت ظاہر ہو جاتی ہے۔ کچھ خوابوں کے واقعات ہیں۔

امیر صاحب گیمبیا لکھتے ہیں کہ ایک جگہ ڈونگے کبے ہے وہاں کے ایک دوست نے کہا کہ جب سے جماعت احمدیہ کا پیغام سنا ہمیشہ اچھا محسوس کیا اور پھر افراد جماعت کا کردار مثالی اور متاثر کن تھا لیکن مجھے ہمیشہ تعجب ہوتا کہ کیا وجہ ہے کہ تمام مسلمان علماء احمدیت کے مخالف ہیں اور یہ تو ہو نہیں سکتا کہ تمام غلط ہوں۔ اس لئے جماعت احمدیہ کے دعاوی کے متعلق میں ہمیشہ شک میں رہتا تھا۔ مجھے مشورہ دیا گیا کہ معاملہ اللہ پر چھوڑ دو اور دعا کرو تا کہ اللہ تعالیٰ رہنمائی فرمائے۔ چنانچہ میں نے دعائیں کرنی شروع کر دیں۔ ایک رات خواب میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ آؤ میرے ساتھ چلو۔ اس وقت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی تھے۔ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھا اور ہم نے ایک صحراء عبور کیا۔ صحراء عبور کر کے جس جگہ پہنچ رہے تھے وہاں دور سے کچھ لوگ نظر آنے لگ گئے۔ جب میں ان لوگوں کے قریب پہنچا تو میں نے واضح طور پر پہچان لیا کہ یہ جماعت احمدیہ کے افراد ہیں۔ گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دو گروہوں کے ساتھ تھے۔ ایک پہلا گروہ تھا

اور دوسرا بعد والا۔ اس خواب کے ذریعہ مجھ پر احمدیت کی صداقت واضح ہو گئی۔ میں نے خواب مشنری صاحب کو سنائی اور بیعت کر کے احمدیت میں شمولیت اختیار کر لی۔ اب یہ تبلیغ بھی کرتے ہیں ان کے ذریعہ سے کئی لوگ احمدیت میں داخل بھی ہوئے ہیں۔

پھر ہیٹی کے مبلغ ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے ایک نو مبائع عبدالمتعالی صاحب نے بتایا کہ وہ جماعت کے بارے میں تحقیق کر رہے تھے۔ فروری 2014ء کے دوسرے ہفتہ کی بات ہے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ گویا ایک دن ہے جو غیر معمولی روشن ہے اور لگتا ہے کہ سورج بہت قریب سے چمک رہا ہے کہ اچانک بہت شدید زلزلہ آتا ہے جس کی وجہ سے دیکھتے ہی دیکھتے تقریباً تمام گھر تباہ ہو جاتے ہیں۔ ان کے گھر کا کچھ حصہ بھی گر جاتا ہے۔ اس صورتحال کے پیش نظر ان کو خیال آتا ہے کہ میں جا کر احمدیہ مشن ہاؤس دیکھتا ہوں۔ وہ خواب میں ہی گھر سے مشن ہاؤس کی طرف نکل پڑتے ہیں۔ راستے میں ہر طرف تباہ حال عمارات ہیں۔ لوگ سڑکوں پر نکل کر چیخ رہے ہیں۔ جب وہ احمدیہ مشن پہنچتے ہیں تو دیکھتے ہیں کہ مشن کی عمارت بالکل صحیح سلامت ہے۔ اور مبلغ صاحب بعض دوسرے احمدی احباب کے ساتھ گھر سے باہر کھڑے ہو کر باتیں کر رہے ہیں۔ مجھے دیکھ کر کہتے ہیں کہ آئیں sea port جاتے ہیں اور ہم سب جب پورٹ پر پہنچتے ہیں تو ایک سفید رنگ کی کشتی کھڑی ہوتی ہے اور ہم سب احمدی احباب اس میں سوار ہو جاتے ہیں۔ اس کشتی میں پہلے سے بھی کچھ احمدی سوار ہوتے ہیں اور ہم اس بڑی سی کشتی کے ذریعہ اپنا سفر سمندر میں شروع کرتے ہیں اس کے بعد خواب ختم ہو جاتا ہے۔ کہتے ہیں کہ میرے دل میں یہ بات یقین کی طرح گڑھ گئی کہ اب اگر نجات ہے تو احمدیت کے ذریعہ سے ہی ہے چنانچہ انہوں نے بیعت کر لی۔

پھر آسٹریلیا سے ہمارے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک سکھ دوست دیپ اِندر صاحب زیر تبلیغ تھے۔ جلسہ سالانہ آسٹریلیا میں بھی شامل ہوئے۔ کافی تحقیق کے بعد ایک خواب کی بناء پر انہوں نے احمدیت قبول کی۔ کہتے ہیں دو ہفتے قبل کے انہوں نے مجھے فون کیا اور آواز بہت بھرائی ہوئی تھی۔ بات کرنا مشکل تھا اور رو پڑتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ تین دن پہلے خواب دیکھا کہ میں ایک ایسی جگہ پر ہوں جہاں بہت اندھیرا ہے۔ اس اندھیرے کی وجہ سے شدید گھبراہٹ ہے ایسا لگتا ہے کہ سانس نہیں آئے گی اور جان نکل جائے گی۔ سوچتا ہوں اس اندھیرے سے کیسے نکلوں گا اتنے میں اندھیرے میں اچانک روشنی پیدا ہوئی اور اندھیرا روشنی میں بدل گیا۔ ایک بزرگ میرے سامنے آ کر کھڑے ہو گئے اور کہا کہ ان اندھیروں سے نکلنا ہے تو میرا ہاتھ پکڑ لو اور اپنا ہاتھ میری طرف بڑھایا کہ ہاتھ پکڑو۔ میں نے جونہی ان کا ہاتھ پکڑا تو میری

آنکھ کھل گئی۔ میں دو دن پریشان رہا کہ یہ کیسی خواب تھی۔ یہ خواب اور وہ بزرگ میرے ذہن سے نہیں نکلتے۔ اسی روز مبلغ صاحب نے ان صاحب کو بلایا اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفاء کی تصاویر دکھائیں تو انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر پر ہاتھ رکھ کر کہا کہ یہی وہ بزرگ تھے جو مجھے کہہ رہے تھے کہ میرا ہاتھ پکڑ لو تو اندھیرے سے نجات پا جاؤ گے۔

مالی کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک شخص نے احمدیہ مشن ہاؤس فون کیا اور کہا کہ آج سے میں احمدی ہوتا ہوں۔ براہ کرم آپ میری بیعت لے لیں۔ جب ان سے بیعت کرنے کی وجہ پوچھی تو بتانے لگے کہ مسلمانوں کی موجودہ صورتحال کے باعث میرا کسی فرقے میں شامل ہونے کو دل نہیں کرتا تھا اور میں قرآن کریم و حدیث کی کتابیں پڑھ کر اس پر حتی الوسع عمل کرنے کی کوشش کیا کرتا تھا مگر مسلمانوں کی موجودہ صورتحال پر میرے دل میں ہمیشہ یہ بات تھی کہ خدا اس دین کو اس حالت پر نہیں چھوڑے گا اور مہدی کا ظہور ضرور ہوگا۔ اس وقت کو ہی امام مہدی کا وقت خیال کرتا تھا اور اس کے لئے دعا کیا کرتا تھا۔ کہتے ہیں کل رات جب میں دعا کرنے کے بعد سویا تو خواب میں دیکھا کہ چاند آسمان سے علیحدہ ہوا ہے اور زمین کی طرف آ رہا ہے۔ اور چاند قریب آتے آتے میرے ہاتھ پر آ گیا جس میں سے آواز آ رہی ہے کہ مہدی آ گیا ہے اور وہ پکار پکار کر لوگوں کو بلا رہے ہیں۔ پھر کہتے ہیں کہ آپ کا ریڈیو جو ہے وہ بھی یہی اعلان کر رہا ہے کہ جَآءَ الْمَهْدِی، جَآءَ الْمَهْدِی۔ اس لئے اب کوئی ابہام نہیں ہے اور میں بیعت کرتا ہوں۔

گنی کناکری سے السینی سوما صاحب کہتے ہیں مجھے ایک احمدی دوست محمد صاحب تبلیغ کر رہے تھے مجھے اطمینان قلب نہیں تھا اور میں مسلسل دعا کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ مجھے سیدھا راستہ دکھائے۔ اس دوران میں نے خواب میں دیکھا کہ مجھے جس راستے کی طرف بلایا جا رہا ہے وہی صحیح راستہ ہے۔ اس پر میرا دل مطمئن ہو گیا اور اللہ تعالیٰ نے مجھے بیعت کرنے کی توفیق عطا فرمائی۔

پھر جرمنی سے ابراہیم قارون صاحب لکھتے ہیں کہ جماعت کے ساتھ تعارف ہونے کے بعد میں ایم۔ٹی۔اے دیکھنے لگا۔ اس کے بعد میں نے حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کے بارے میں دعا کی اور استخارہ کیا۔ ایک دن نماز استخارہ کے بعد میں نے خواب میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو دیکھا کہ وہ اپنے محل سے تشریف لا رہے ہیں۔ اس محل کی دیواروں سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی تھیں۔ میں احرام باندھے آپ کے محل کی دہلیز کے پاس کھڑا تھا۔ میں نے جھک کر اپنے بازو اپنے گھٹنے پر رکھے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنے ہاتھ کھول کر میرے سر پر رکھے تو میں ان سے عرض کرنے لگا کہ سَمْعًا وَ طَاعَةً۔ اس کے بعد میں بیدار ہو گیا۔ کہتے ہیں اس کے بعد مجھے شرح صدر ہو گیا۔

پھر مصر سے علاء صاحب لکھتے ہیں کہ میں مصری نوجوان ہوں۔ تقریباً ایک سال قبل ایم۔ٹی۔اے کے ذریعہ سے جماعت سے تعارف ہوا اور فرقہ ناجیہ کا یقین ہو گیا۔ میری بیعت قبول کریں۔ کہتے ہیں کہ ایک رات میں نے خدا سے رو رو کر استقامت کے لئے کوئی نشان مانگا تو خواب میں خود کو ایک مجلس میں دیکھا جہاں مجھے لکھ رہے ہیں کہ میں نے آپ کو دیکھا اور آپ نے مجھے ایک چاندی کی انگوٹھی درمیانی انگلی میں پہنائی جس پر ایک قرآنی آیت درج تھی۔ میں بیدار ہوا تو بہت خوش تھا اور خواب کو احمدیت اور اسلام کے درمیان واسطہ خیال کیا۔

پھر سیرالیون سے مبلغ لکھتے ہیں کہ کینیا ریجن کی ایک دور دراز جماعت ٹونگو فیلڈ (Tongo Field) ہے۔ اس جماعت کے اردگرد کے گاؤں میں احمدیت کا پودا نہیں لگا۔ اس جماعت کے ساتھ والے گاؤں میں ایک اچھے اخلاق کے مالک نوجوان تھے۔ اس گاؤں کے لوگوں نے انہیں اپنے لوکل رواج کے مطابق نوجوانوں کا لیڈر بنانے کے لئے تاج پہنچایا۔ وہ نوجوان بیان کرتے ہیں کہ جس رات یہ تاج مجھے پہنایا گیا میں نے خواب میں ایک بڑی اور چھوٹی مسجد دیکھی۔ میں بڑی مسجد میں نماز کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ آواز آتی ہے کہ اگر تم نے دعا قبول کروانی ہے اور اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا ہے تو اس چھوٹی مسجد میں جاؤ۔ جب میں اس چھوٹی مسجد میں جاتا ہوں تو دیکھتا ہوں کہ میرے والد صاحب اس چھوٹی مسجد میں بیٹھے ہوئے ہیں اور مجھے کہتے ہیں کہ بیٹا یہ احمدیہ مسلم جماعت کی مسجد ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سے تعلق قائم کرنا ہے تو صرف اسی مسجد میں آ کر نماز پڑھو اور رابطہ رکھو۔ یہ نوجوان کہتے ہیں کہ اس خواب سے پہلے میں جماعت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا لیکن اس کے بعد میں نے اردگرد کے گاؤں کے لوگوں سے پوچھنا شروع کیا کہ یہاں کوئی احمدیہ مسلم جماعت کی مسجد ہے۔ ایک آدمی نے مجھے ٹونگو کی مسجد کے بارے میں بتایا۔ وہاں کے معلم صاحب سے رابطہ کیا اور بیعت کر کے جماعت میں شامل ہو گیا۔

اصل چیز اخلاص ہے، کثرت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فضل جس کے ساتھ ہو۔ پس صرف یہ کہنا کہ مسلمانوں کے تمام فرقے ایک طرف اور جماعت احمدیہ ایک طرف۔ اس طرف بھی ان کو اشارہ کیا گیا کہ کثرت کو نہ دیکھو یہ دیکھو کہ اللہ تعالیٰ کی تائیدات اور نصرت کہاں ہے اور قبولیت دعا کس طرف زیادہ ہے۔

گیمبیا سے ایک صاحب اپنی خواب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ایک رات جب وہ سو رہے تھے تو خواب میں انہوں نے ایک شخص کو دیکھا کہ وہ آئے اور ان کے ہاتھ کو مضبوطی سے پکڑ کر السلام علیکم ورحمۃ اللہ کہا۔ خواب میں انہوں نے اس شخص کو نہیں پہچانا اور پھر خواب ہی میں وہ لوگوں سے پوچھتے ہیں کہ یہ کون ہے؟ تو لوگ بتاتے ہیں کہ یہ جماعت احمدیہ کے امام ہیں اور پھر کہتے ہیں میری آنکھ کھل گئی۔ اگلی صبح یہ صاحب ہمارے مشن ہاؤس آئے اور ہمارے معلم کو خواب سنائی تو ہمارے معلم نے ایم۔ ٹی۔ اے لگایا ہوا تھا۔ اس وقت میرا جمعہ کا خطبہ ایم۔ ٹی۔ اے پر چل رہا تھا۔ تو کہتے ہیں مجھے دیکھنے کے بعد انہوں نے کہا کہ کل رات یہی شخص میری خواب میں آیا تھا اور پھر انہوں نے احمدیت قبول کر لی۔

نائب ناظر صاحب دعوت الی اللہ قادیان کہتے ہیں کہ یہاں ہنومان گڑھ کا ایک موضع موجہاوالی کے ایک دوست لال دین صاحب نے کچھ عرصہ قبل ایک خواب دیکھا کہ ایک فوت شدہ بچہ ہے جوان کو یہ کہہ رہا ہے کہ آپ کے پاس چار لوگ آئیں گے۔ وہ آپ کو دین اسلام کی باتیں بتائیں گے۔ آپ ان کی باتیں ماننا اور ان کا ساتھ دینا اور عمل کرنا۔ جب ہم لوگ لال دین صاحب کے گھر گئے اور ان کو احمدیت کا پیغام دیا تو انہوں نے ساری باتیں سننے کے بعد کہا کہ آپ لوگوں کے آنے کی اطلاع مجھے پہلے ہی بذریعہ خواب مل گئی تھی اور میں آپ لوگوں کا انتظار کر رہا تھا۔ چنانچہ انہوں نے اور ان کے بیٹوں نے اور سارے خاندان نے بیعت کر لی۔

قرغیزستان کی ایک لوکل جماعت ہے ایک وہاں کے نومبائع بہادر صاحب بیان کرتے ہیں کہ 1998ء کی بات ہے کہ خاکسار نماز عصر ادا کر رہا تھا کہ سلام پھیرنے سے کچھ دیر قبل خاکسار پر کشفی کیفیت طاری ہوئی اور میرے دائیں کان میں قرآن کریم کی سورۃ یونس کی یہ آیت تلاوت کی گئی کہ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ (یونس: 26) کہ اور اللہ تعالیٰ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں مجھے بتایا گیا کہ اس آیت کی تشریح اور تفسیر تمہیں انڈیا سے ایک استاد آ کے سمجھائے گا۔ اس کے بعد یہ کیفیت جاتی رہی۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد میں بہت زیادہ حیران اور ششدر تھا کہ مجھ پر یہ کیسی کیفیت ہوئی اور یہ کیا سلوک ہوا ہے کیونکہ میں اس وقت تک انڈیا جیسے ملک کو جانتا نہیں تھا اور نہ ہی نام سنا تھا۔ پھر مجھے کام کے سلسلے میں قرغیزستان سے رشیا آنا پڑا۔ جب میں یہاں آیا تو کچھ دوستوں سے ملاقات ہوئی۔ ان کا تعلق انڈیا سے ہی تھا لیکن جماعت کے بارے میں کچھ نہیں جانتا تھا اور ان سے بھی کوئی دینی

باتیں نہیں ہوئیں۔ صرف دنیاداری اور کاروباری باتیں ہوتی رہیں۔ پھر آہستہ آہستہ دین کے بارے میں آگاہی اور دلچسپی بڑھتی گئی۔ ایک دن آیا کہ میرا تعارف جماعت احمدیہ سے ہوا اور مجھے اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کو قبول کرنے کا موقع مل گیا۔ 2012ء میں بیعت کر کے جماعت میں داخل ہو گیا۔ خاکسار کو اس آیت کی تفسیر وتشریح سمجھ آئی کہ چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعلق قادیان سے ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے مجھے اس امام کو ماننے اور جماعت میں داخل ہونے کی توفیق دی اور انڈیا سے ہی آنے والا میرے لئے ہدایت اور سلامتی کا موجب ہوا۔

چندر پور مہاراشٹر کے ہمارے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ یہاں ایک قصبہ ہے وہاں شیخ قدیر صاحب کی اہلیہ سلطانہ بیگم عرصے سے جماعت احمدیہ کی سخت مخالفت کرتی تھیں۔ یہ خاتون صوبہ آندھرا پردیش کے ایک شدید مخالف گھرانے سے تعلق رکھتی تھیں۔ شادی کے بعد ان کے شوہر شیخ قدیر صاحب نے احمدیت قبول کر لی۔ اس پر گھر میں بہت ہنگامہ ہوا اور بات خلع طلاق تک پہنچ گئی۔ شیخ قدیر صاحب نے احمدیت کے سامنے تمام تر رشتوں کو ہیچ مانا اور ثابت قدم رہے۔ قدیر صاحب کے کہنے پر ہم نے بھی ان کی اہلیہ کو سمجھایا کہ آپ کے شوہر سچائی پر ہیں۔ آپ بھی دعا کریں اللہ تعالیٰ ضرور معجزہ دکھائے گا لیکن موصوفہ یہی سوچتی تھیں کہ کہیں احمدیت کی وجہ سے میرا ایمان خراب نہ ہو جائے۔ اسی وجہ سے وہ احمدیت سے دور رہنے کی کوشش کرتیں۔ گھر میں ایم۔ ٹی۔ اے ہونے کے باوجود وہ مدنی چینل دیکھتی تھیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی قدرت نے اپنا جلوہ دکھایا۔ ایک روز موصوفہ سلطانہ صاحبہ نے ایک خواب دیکھا کہ ایک بزرگ انہیں کلمہ پڑھا رہے ہیں اور وہ بتا رہے ہیں کہ قرآن پاک آخری شریعت ہے اس پر عمل کرو۔ وہ کہتی ہیں وہ بزرگ ان کے خیال میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے۔ اس خواب پر موصوفہ کی تسلی نہ ہوئی لیکن ویسے ہی کچھ عرصے کے لئے خاموش ہو گئیں۔ پھر کچھ عرصے بعد دوبارہ ایک خواب دیکھا کہ آس پاس کے پورے علاقے میں احمدیت پھیل چکی ہے اور جسے بھی پوچھتی ہیں وہ اپنے آپ کو احمدی کہتا ہے۔ پھر انہوں نے دیکھا کہ انڈے کی زردی کے اندر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ لکھا ہوا ہے اور اس پر لکھا ہے کہ حضرت امام مہدی علیہ السلام آ چکے ہیں اور خواب میں ہی سلطانہ صاحبہ اپنے مخالف بھائی سے کہتی ہیں کہ یہ لوگ واقعی سچے ہیں۔ ان کی نیک فطرت تھی، اس کے بعد صبح ہوتے ہی انہوں نے بیعت کر لی۔

مالی ریجن کے کولی کورو (Koulikoro) سے ہمارے معلم لکھتے ہیں کہ ان کے گاؤں شو (Show) میں ایک بزرگ بنگے جارہ صاحب (Bange Diarra) نے بتایا کہ ایک لمبا عرصہ پہلے

انہوں نے خواب دیکھا کہ وہ ایک بہت بلند دیوار پر چڑھ رہے ہیں اور جب وہ اس کی بلندی پر پہنچتے ہیں تو وہاں انہیں بہت سے پھول نظر آتے ہیں اور ان پھولوں کی دائیں جانب بہت سے لوگ بیٹھے ہیں۔ خواب میں انہیں بتایا گیا کہ اگر تم نے اسلام سیکھنا ہے اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو پہچاننا ہے تو ان لوگوں میں شامل ہو جاؤ مگر انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ اس سے کیا مراد ہے۔ اب جبکہ انہوں نے 'ریڈیو احمدیہ نور' (احمدیہ ریڈیو کا نام نور رہے) سننا شروع کیا تو ایک دن پھر انہیں یہ خواب آئی۔ انہیں کہا گیا کہ احمدیہ ریڈیو کے جو لوگ ہیں۔ ان میں شامل ہو جاؤ تو خدا تک پہنچ جاؤ گے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے انہوں نے بیعت کر لی۔

اللہ تعالیٰ جب ایسے لوگوں کی رہنمائی فرماتا ہے تو ایسے واقعات سن کر ہم جو پرانے اور پیدائشی احمدی ہیں ہماری بھی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے کہ اپنی حالت کی طرف ہمیشہ نظر رکھیں۔ اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کریں۔ اپنی عملی حالتوں کو درست کریں جیسا کہ میں نے کہا۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری سستیاں ہمیں کہیں محروم نہ کرتی جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ احمدیت کے قافلے نے انشاء اللہ تعالیٰ آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔ یہ تو آگے بڑھتا جائے گا۔ پس بہت توجہ کی ضرورت ہے کہ ہم بھی ہمیشہ اس قافلے کا حصہ بنے رہیں۔

باقی ایسے بھی واقعات ہیں جہاں احمدیت کے خلاف بڑے فتوے دیئے جاتے ہیں لیکن بعض دفعہ سبق دینے کے لئے اللہ تعالیٰ ایسے موقع پیدا کرتا ہے کہ انہی فتووں کا نشانہ یہ فتوے حاصل کرنے والے بن جاتے ہیں۔

مصر سے ہمارے ایک خاتون ہیں جہاد صاحبہ، کہتی ہیں کہ میرے والد صاحب ایک تنظیم اخوان المسلمین کے ساتھ تعلق رکھتے تھے اور اس کی اندھی تقلید کرتے تھے۔ اسی تنظیم نے احمدیت کے نعوذ باللہ اسلام سے خارج ہونے کا ایک اور مصری تنظیم دارالافتاء سے فتویٰ نکالا تھا۔ ایک مرتبہ میرے والد صاحب نے ہمارے اقرباء کے سامنے ہم پر ایک جھوٹا الزام عائد کیا۔ اس وقت میں نے انتہائی لاچارگی کے عالم میں ہاتھ اٹھائے اور دعا کی کہ اپنے فضل سے ہماری تائید فرما اور اس سے انتقام لے جو جھوٹ بول کر حق بولنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ میں نے دعا کی کہ اے اللہ! کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام سچے ہیں تو کوئی نشان دکھا۔ کہتی ہیں میں اس وقت شوال کے روزے سے تھی اور مغرب کی نماز کے قریب کا وقت تھا میں نے ٹی وی آن کیا کہ مصر کے حالات کے بارے میں خبریں سنوں تو میری حیرانی کی انتہا نہ رہی کہ

الازہر نے اخوان المسلمین کو دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا تھا اور انہیں مرتد قرار دیا تھا۔ اس پر میں نے نعرہ تکبیر بلند کرتے ہوئے کہا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام درحقیقت حق پر ہیں۔ مصر میں جامعۃ الازہر سے جاری کردہ فتوے کو دارالافتاء کی طرف سے جاری کردہ فتوے پر زیادہ اہمیت دی جاتی ہے۔ میں نے اپنے والد صاحب سے کہا کہ اب دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو کیسا جواب ملا۔ کہ آپ نے ایک فتویٰ نکالا اور اس کے بالمقابل آپ کو ایک زیادہ قوی فتویٰ اللہ تعالیٰ نے جواب میں دیا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہی حق پر ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''وہ وقت کہ ایک دو آدمی ہمارے ساتھ تھے اور کوئی نہ تھا اور اب دیکھتے ہیں کہ جوق در جوق آرہے ہیں۔ يَأْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ۔ اور پھر اتنی ہی بات نہیں بلکہ اس کے اوپر ایک اور حاشیہ لگا ہوا ہے کہ مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگایا کہ لوگ آنے سے رکیں مگر آخرکار وہ فقرہ پورا ہو کر رہا۔ اب جو نیا شخص ہمارے پاس آتا ہے۔ وہ اسی الہام کا ایک نشان ہوتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 370)

پھر ایک جگہ فرمایا کہ: ''اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ ہماری جماعت کا ایمان کمزور رہے...... اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لئے نشانات ظاہر کر رہا ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 356)

اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کا سلسلہ آج تک جاری ہے۔ لیکن کچھ ایسے بدقسمت ہیں جو نہ نشانات دیکھ کر سبق حاصل کرتے ہیں، نہ حق کو پہنچاننے کی کوشش کرتے ہیں بلکہ مخالفت میں ترقی کر رہے ہیں۔ ایسے لوگ پھر ایک دن اپنے انجام کو دیکھیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ دیکھتے'' یعنی مخالفین دیکھتے ''کہ کیا جس شخص نے اپنا آنا خدا کے حکم سے بتایا ہے۔ وہ خدا کی نصرتیں اور تائیدیں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے یا نہیں۔ مگر انہوں نے نشان پر نشان دیکھے اور کہا کہ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے نصرت پر نصرت اور تائید پر تائید دیکھی لیکن کہہ دیا کہ سحر ہے۔'' جادو ہے۔ ''میں ان لوگوں سے کیا امید رکھوں جو خدا تعالیٰ کے کلام کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ خدا کے کلام کے ادب کا تقاضا تو یہ

تھا کہ اس کا نام سنتے ہی یہ ہتھیار ڈال دیتے مگر یہ اور بھی شرارت میں بڑھے۔ اب خود دیکھ لیں گے کہ انجام کس کے ہاتھ ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 437)

اللہ تعالیٰ ان مخالفین کو بھی جلد ان کے انجام جلد دکھائے اور احمدیت کا قافلہ تو انشاء اللہ تعالیٰ آگے بڑھتا چلا جائے گا اس کو اور تیزی سے آگے بڑھاتا چلا جائے اور ہم بھی ہمیشہ اس کا حصہ بنیں رہیں۔

نماز جمعہ کے بعد میں کچھ جنازے پڑھاؤں گا۔ جو مکرم جمیل احمد گل ہے یا گل صاحب ہیں جو کہ لمبے عرصے سے جرمنی میں مقیم ہیں۔ جلسہ سالانہ یو۔کے پر فیملی کے ساتھ آئے ہوئے تھے۔ دو فیملیوں کے ساتھ دو گاڑیوں میں تھے۔ 3 ستمبر کو یہ واپس جرمنی جا رہے تھے تو رات کو لیمبرگ (Limburg) شہر کے قریب جہاں سڑک پر کام ہو رہا تھا ان کی گاڑی کو حادثہ پیش آیا۔ جسے ان کی بیٹی چلا رہی تھی۔ اس حادثے میں پیچھے سے آنے والی ایک گاڑی نے اوورٹیک کرنے کی کوشش میں ان کی گاڑی سے ٹکر ماری جس کے باعث ان کا توازن قائم نہ رہا۔ گاڑی دوسری Lane میں چلی گئی اور مخالف سمت سے آنے والی گاڑیوں سے ٹکرا گئی۔ اس کے نتیجے میں جمیل احمد صاحب کی اہلیہ امۃ الحمید صاحبہ، ان کی پوتی عزیزہ سلینہ جمیلہ احمد عمر 11 سال اور نواسی فاتح رعنا عمر 10 سال موقع پر ہی اللہ تعالیٰ کو پیاری ہو گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ جبکہ جمیل صاحب کی بیٹی ہندہ جو گاڑی چلا رہی تھیں وہ اور ان کا نواسا شدید زخمی ہو کر قومے میں چلے گئے اللہ تعالیٰ کے فضل سے ان کی حالت اب بہتر ہے اللہ تعالیٰ ان کو شفائے کاملہ و عاجلہ عطا فرمائے۔

مکرمہ امۃ الحمید صاحبہ نے تقریباً 15 سال بطور صدر لجنہ اماء اللہ آفن باخ خدمت کی توفیق پائی اور بیت الجامعہ آفن باخ (Offenbach) کے سنگ بنیاد کے موقع پر اینٹ رکھنے کی سعادت بھی پائی۔ مرحومہ مکرم رانا کرامت اللہ خان صاحب سابق امیر ضلع مانسہرہ کی بیٹی تھیں جنہیں اسیر راہ مولیٰ رہنے کی سعادت نصیب ہوئی اور السلام علیکم کہنے پر پہلا مقدمہ بھی آپ پر ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان مرحومین کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے اور پیچھے رہنے والوں کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 03 اکتوبر 2014ء تا 09 اکتوبر 2014ء جلد 21 شمارہ 40 صفحہ 05 تا 08)

38

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19ر ستمبر 2014ء بمطابق 19 تبوک 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے۔ عمل صالح اسے کہتے ہیں جس میں ایک ذرہ بھر فساد نہ ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر ہمیشہ چور پڑا کرتے ہیں۔ وہ کیا ہیں ریاکاری (کہ جب انسان دکھاوے کے لئے ایک عمل کرتا ہے) عجب (کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے)'' یعنی ایسی خوشی جو خود پسندی کی ہو۔ فرمایا: ''اور قسم قسم کی بدکاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم، عجب، ریا، تکبر اور حقوقِ انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو۔ جیسے آخرت میں انسان عمل صالح سے بچتا ہے ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے۔'' یعنی عمل صالح کی اہمیت دنیا میں بھی ہے اور جس طرح یہاں جو عمل صالح بجا لاتا ہے اس کا حساب آخرت میں ہو گا۔ اسی طرح یہاں بھی اس کا حساب ہو گا یا یہاں کے عمل جو ہیں وہ آخرت میں انسان کے جزا سزا کا ذریعہ بنیں گے۔ اور پھر اس کا یہ بھی مطلب ہے کہ اگر عمل صالح ہوں تو اس دنیا کی زندگی کو بھی جنت بنا دیتے ہیں۔ فرمایا: ''اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 274-275)

آپ نے فرمایا کہ مصمم عزم اور عہد واثق سے اعمال کی طرف متوجہ ہونا چاہئے۔ پکا اور مضبوط عہد

کرو۔ آپ نے ایمان کو ایک درخت سے تشبیہہ دے کر فرمایا کہ اعمال ایمان جو ہے ایک درخت کی طرح ہے اور اعلیٰ سے اعلیٰ درخت کو بھی فائدہ مند بنانے کے لئے اس کا خیال رکھنا پڑتا ہے تبھی درخت فائدہ مند ہوتا ہے، تبھی زندہ رہتا ہے جب اس کا خیال رکھا جائے۔ اس کی طرف توجہ دینی پڑتی ہے۔ اسی طرح ایمان کو بھی کامل کرنے کے لئے اعمال کی ضرورت ہے اور اپنے ایمان کی اعمال کے ذریعہ سے غور و پرداخت کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر باوجود ایمان کے یا ایمان کا دعویٰ کرنے کے انسان مومن نہیں کہلا سکتا۔ بغیر عمل کے انسان ایسا درخت ہے جس کی خوبصورت سرسبز شاخیں کاٹ کر اسے بدشکل بنا دیا گیا ہو۔ جس کے پھلوں کو ضائع کر دیا گیا ہو۔ جس کی سایہ دار شاخوں سے خدا تعالیٰ کی مخلوق کو محروم کر دیا ہو۔ ایک درخت جس کی جڑیں چاہے کتنی ہی مضبوط ہوں اور تناور درخت ہو اگر اسے کھاد پانی سے محروم کر دیا جائے، اس کی نکلنے والی کونپلوں اور شاخوں کو ضائع کر دیا جائے تو ایک وقت میں وہ مر جائے گا۔ اس کی مضبوط جڑیں اسے کچھ بھی فائدہ نہیں دیں گی۔ اگر کچھ عرصہ وہ زندہ بھی رہے تو ایسے شاخوں سے محروم اور کسی بھی قسم کا فائدہ دینے سے عاری درخت کی طرف کوئی بھی نہیں دیکھے گا، کسی کی توجہ نہیں ہوگی۔ ایک ٹنڈ منڈ لکڑی کھڑی ہوگی۔ ہر ایک نظر اس خوبصورت پودے اور درخت کو دیکھے گی اور اس کی طرف متوجہ ہوگی جو ہرا بھرا ہو۔ جس کی خوبصورتی نظر آتی ہو۔ جو درخت وقت پر پھولوں اور پھلوں سے لد جائے۔ جو گرمی میں سایہ دینے والا ہو۔ اسی کو لوگ پسند کریں گے۔ پس بیشک ایمان جو ہے وہ جڑ کی طرح ہے۔ بیشک ایک مسلمان دعویٰ کرتا ہے کہ میرا ایمان مضبوط ہے۔ اس کا اظہار ہم اکثر مسلمانوں میں دیکھتے ہیں۔ بہت سے لوگ دین کی غیرت بھی رکھتے ہیں۔ اسلام کے نام پر مرنے مارنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ آجکل جو مختلف گروہ بنے ہوئے ہیں، تنظیمیں بنی ہوئی ہیں، یہ لوگ اپنے ایمان کی مضبوطی کے کیا کیا دعوے نہیں کرتے۔ لیکن کیا اس خوبصورت اور خوشنما درخت یا اس باغ کی طرح ہیں جو دنیا کو فائدہ دے رہا ہو؟ لوگ اس کی خوبصورتی دیکھ کر اس کی طرف کھنچے چلے جا رہے ہوں؟ جتنی شدت سے یہ متشدد گروہ یا لوگ اپنے دین کے نام پر شدت پسندی کا مظاہرہ کر رہے ہیں اسی شدت سے دنیا ان سے دور بھاگ رہی ہے۔ وہ دین جو حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے اس نے تو دشمنوں کو بھی اپنی طرف کھینچ کر نہ صرف دوست بنا لیا تھا بلکہ شدید محبت میں گرفتار کر لیا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کا یہ اثر تھا کہ جب مسلمان حکومت ایک موقع پر یہ سمجھی کہ اس وقت رومی حکومت کا مقابلہ مشکل ہے اور وہ مقبوضہ علاقہ جس میں عیسائی اور یہودی اکثریت تھی اسے مسلمانوں نے چھوڑنے کا فیصلہ کیا تو عیسائی اور یہودی سب نے مل

کر مسلمانوں کی فوج کو روتے ہوئے رخصت کیا اور کہا کہ ہم دعا کرتے ہیں کہ تم دوبارہ اس علاقے پر قابض ہو جاؤ تا کہ تمہارے شجر سایہ دار اور پھل دار سے ہم ہمیشہ فیض پاتے رہیں۔ جو سہولتیں تم نے ہمیں مہیا کی ہیں وہ تو ہماری ساری حکومتیں بھی ہمیں مہیا نہیں کر سکیں۔

(ماخوذ از فتوح البلدان صفحہ 87-88 باب یوم الیرموک مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2000ء، ماخوذ از سیر الصحابہؓ جلد دوم حصہ اول مہاجرین صفحہ 171-172 ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

ان مسلمانوں کی یہ قدر اس لئے تھی کہ ان کے ایمان کے ساتھ ان کا ہر عمل فیض رساں تھا۔ پس نرے ایمان کے دعوے اور اظہار اور اس کی جڑ کی مضبوطی کا اعلان کسی کام کا نہیں۔ جب تک اعمال صالحہ کی سرسبز شاخیں اور پھل خوبصورتی نہ دکھا رہی ہوں اور فیض نہ پہنچا رہی ہوں۔ اور جب یہ خوبصورتی اور فیض رسانی ہو تو پھر دنیا بھی متوجہ ہوتی ہے اور اس کے گرد جمع بھی ہوتی ہے اور ان کی حفاظت کے لئے پھر کوشش بھی کرتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ہر مسلمان کو صرف ایمان میں مضبوطی کا نہیں کہا بلکہ تقریباً ہر جگہ جہاں ایمان کا ذکر آیا ہے ایمان کو اعمال صالحہ کے ساتھ جوڑ کر مشروط کیا اور یہ حالت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء بھی بھیجتا ہے۔ یہ حالت مومنوں میں اس وقت پیدا ہوتی ہے جب زمانے کے نبی کے ساتھ تعلق بھی پیدا ہو۔ جیسا کہ میں نے کہا بڑے بڑے گروہ ہیں جو دین کے نام پر اور ایمان کے نام پر اپنی مضبوط جڑوں کا اظہار کرتے ہیں لیکن ہو کیا رہا ہے؟ ان کی نہ صرف آپس میں نفرتیں بڑھ رہی ہیں اور ایک گروہ دوسرے گروہ پر اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے جو بھی کوشش ہو سکتی ہے جائز ناجائز طریقے سے، ظلم سے، وہ کرنے کی کوشش کر رہا ہے بلکہ غیر مسلم بھی پریشان ہو کر ان کی وجہ سے اسلام سے خوفزدہ ہو رہے ہیں۔ وہ مذہب جس نے غیر مسلموں کی محبتوں کو سمیٹا اور مسلمان حکومتوں کی حفاظت کے لئے غیر مسلم بھی مسلمانوں کی طرف سے لڑنے کے لئے تیار ہو گئے۔ اس کی یہ حالت ہے کہ غیروں کو تو کیا کھینچنا ہے خود مسلمانوں کی آپس کی حالت اعمال صالحہ کی کمی کی وجہ سے قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (الحشر: 15) کا نظارہ پیش کر رہی ہے۔ دل ان کے پھٹے ہوئے ہیں۔

آج ان صحیح اعمال کی تصویر پیش کرنا ہر احمدی کا کام ہے جس نے زمانے کے امام اور نبی کو مانا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی جماعت ہی وہ خدا تعالیٰ کا لگایا ہوا درخت ہے جس کی جڑیں مضبوط ہیں اور شاخیں بھی سرسبز خوبصورت اور پھل دار ہیں جو دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں حقیقی اسلام کی تعلیم سے آشنا کیا ہے۔ ہمیں

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلنے کی طرف ترغیب دلائی، زور دیا، توجہ دلائی، اس کی اہمیت واضح کی۔

پس یہ جماعت احمدیہ ہی ہے جس کی جڑیں بھی مضبوط ہیں اور شاخیں بھی سرسبز و خوبصورت ہیں اور پھل دار ہیں جو دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرتا ہے یہ وہ درخت ہے۔ جس کو دیکھ کر دنیا کے ہر خطے میں بسنے والے لوگ یہ کہتے ہیں کہ یہ کون سا اسلام ہے جو تم پیش کرتے ہو۔ بے شمار واقعات اب ایسے سامنے آتے ہیں کہ حقیقی اسلام کی خوبصورتی دیکھ کر لوگ حیرت زدہ رہ جاتے ہیں۔

افریقہ میں ایک جگہ ایک مسجد کا افتتاح ہو رہا تھا۔ وہاں کے چیف عیسائی تھے ان کو بھی دعوت تھی۔ وہ بھی شامل ہوئے۔ وہ کہنے لگے کہ میں یہاں تم لوگوں کی محبت میں نہیں آیا۔ میں تو صرف یہ دیکھنے آیا تھا کہ اس زمانے میں یہ کون سے مسلمان ہیں جنہوں نے اپنی مسجد کے افتتاح پر ایک غیر مسلم اور عیسائی کو بھی بلایا۔ یہاں آ کر یہ دیکھ کر مجھے اور بھی حیرت ہوئی کہ یہاں تو مختلف مذاہب کے لوگ جمع ہیں اور احمدی خود بھی مسلمان ہونے کے باوجود ایسے اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کر رہے ہیں جس کی مثال نہیں۔ چھوٹا ہو بڑا ہو، امیر ہو غریب ہو، ہر ایک سے یہ لوگ محبت اور پیار سے پیش آ رہے ہیں۔ اور ایسے تعلقات ہیں اور یہاں ایسے اعلیٰ اخلاق ہیں جن کا مظاہرہ کیا جا رہا ہے کہ جو کہیں بھی دیکھنے میں نہیں آتا۔ پھر وہ چیف کہنے لگے کہ ایسی مسجدیں اور ایسا اسلام تو وقت کی ضرورت ہے۔ پس انہوں نے کہا کہ میرے تمام شکوک و شبہات جو اسلام کے بارے میں تھے وہ دور ہو گئے۔ اور پھر انہوں نے مزید کہا کہ آپ نے اس علاقے کو ایک نئی مسجد نہیں دی بلکہ ہمیں ایک نئی زندگی دی ہے۔ زندگی کی اعلیٰ قدروں کے اسلوب سکھائے ہیں۔

پس ایسے درخت ہوتے ہیں جن کے بارے میں قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ ان کی جڑیں بھی زمین میں مضبوط ہوتی ہیں اور ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے اگر انسانوں کو درختوں سے مثال دی جائے تو ان کی سرسبز شاخیں بھی آسمان کی بلندیوں کو چھو رہی ہوتی ہیں۔

پس جیسا کہ میں نے کہا کہ زمانے کے امام کو ماننے کی وجہ سے ہر احمدی کا فرض ہے کہ ایمان کی مضبوطی کے ساتھ سرسبز شاخیں بن جائے۔ سرسبز شاخوں کے خوبصورت پتے بن جائے ان پر لگنے والے خوبصورت پھول اور پھل بن جائے۔ جو دنیا کو نہ صرف خوبصورت نظر آئے بلکہ فیض رساں بھی ہو۔ فیض پہنچانے والا بھی ہو ورنہ ایمان و یقین میں کامل ہونا بغیر عمل کے بے فائدہ ہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا کہ بظاہر ایمان و یقین میں کامل دنیا کے جو لوگ ہمیں نظر آتے ہیں وہ کہنے کو تو اپنے آپ کو ایمان و یقین میں کامل سمجھتے ہیں اور کہتے ہیں لیکن دنیا کے لئے ٹھوکر کا باعث بن رہے ہیں۔ ہم احمدی ہونے کا حق اس وقت ادا کر

سکتے ہیں جب ہم اپنے اعمال صالحہ کی وجہ سے ہر طرف اعلیٰ اخلاق دکھانے کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ جب ہم اپنے محلے اور شہر اور اپنے ملک میں اعمال صالحہ کی وجہ سے اسلام کی خوبصورتی دکھانے والے بنیں۔ ہر قسم کے فسادوں، جھگڑوں، چغلی کرنے کی عادتوں، دوسروں کی تحقیر کرنے، رحم سے عاری ہونے، احسان کر کے پھر جتانے والے لوگوں میں شامل نہ ہوں بلکہ ان چیزوں سے بچنے والے ہوں اور اعلیٰ اخلاق کا مظاہرہ کرنے والے ہوں۔ قرآن کریم بار بار ہمیں اعلیٰ اخلاق کو اپنانے اور نیک اعمال بجا لانے کی تلقین فرماتا ہے۔ بعض لوگوں کو عادت ہوتی ہے کسی وقتی جذبے کے تحت کسی پر احسان تو کر دیتے ہیں، مدد کر دیتے ہیں لیکن بعد میں کسی وقت اس کو جتا بھی دیتے ہیں کہ میں نے یہ احسان تم پر کیا یا یہ توقع رکھتے ہیں کہ اب ان کے احسان کا زیر بار انسان تمام عمر اُن کا غلام بنا رہے۔ اور اگر زیر احسان شخص توقع پر پورا نہ اترے تو پھر اسے تکلیفیں دینے سے بھی نہیں چوکتے۔ یہ تو اسلامی تعلیم نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ تو قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى (البقرۃ: 265) کہ اے لوگو جو ایمان لائے ہو اپنے صدقات کو احسان جتا کر یا اذیت دے کر ضائع نہ کیا کرو کیونکہ یہ حرکتیں تو وہ لوگ کرتے ہیں جو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان نہیں لاتے، جن کے ایمان کمزور ہیں نہ صرف کمزور ہیں بلکہ ایمان سے عاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں متعدد جگہ مختلف حوالوں سے ایک مومن کو بار بار یہ تلقین کی ہے کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح ضروری ہے اور اس کے مختلف فوائد ہیں۔ پس جہاں اعمال صالحہ کے ساتھ ایک مومن دوسروں کے لئے نفع رساں وجود بنتا ہے وہاں وہ خود بھی اس کے میٹھے پھل کھا رہا ہوتا ہے۔ مثلاً جو ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ کرنے والے ہیں ان کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی مغفرت حاصل کرنے والے ہوں گے۔ یہ لوگ وہ ہوں گے جو جنتوں میں اعلیٰ مقام پائیں گے اور ایسی جنتوں میں ہوں گے جہاں نہریں چل رہی ہوں گی اور ان نہروں کے مالک ہوں گے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایمان کے ساتھ نیک اعمال کرنے والوں کو ایسے ایسے بڑے اور احسن اجر ملیں گے جن کا تم تصور بھی نہیں کر سکتے۔ صرف ایمان کا دعویٰ احسن اجر کا حقدار نہیں ٹھہرا دیتا بلکہ اعمال صالحہ ہوں گے تو احسن اجر ملے گا، جنتیں ملیں گی، مغفرت ہوگی۔ پھر یہ بھی فرمایا کہ ایمان کے ساتھ عمل صالح کرنے والوں کو خدا تعالیٰ پاکیزہ رزق دے گا۔ جو اس دنیا کا بھی رزق ہے اور آخرت کا بھی رزق ہے۔ عمل صالح کرنے والوں کو کوئی خوف نہیں ہوگا وہ امن میں ہوں گے کسی قسم کی پریشانی ان کو نہیں ہوگی۔ نہ دنیا کا خوف اور نہ اگلے جہان کا یہ خوف کہ میرے سے کوئی نیکیاں نہیں ہوئیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے دلوں کو تسکین عطا

فرمائے گا۔ اور خوف ہو بھی کس طرح سکتا ہے وہ عمل صالح کرنے والے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر ہر عمل کر کے اللہ تعالیٰ کی آغوش میں جا رہے ہوتے ہیں۔ پھر اللہ تعالیٰ ایک جگہ فرماتا ہے کہ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا (مریم: 97) یقیناً وہ لوگ جو ایمان لاتے ہیں اور جنہوں نے نیک عمل کئے ہیں خدائے رحمان ان کے لئے وِدّ پیدا کرے گا۔ وِدّ کے معنی ہیں کہ گہرا پیار اور تعلق۔ سطحی قسم کی محبت نہیں یا پیار نہیں۔ گہرا پیار اور تعلق۔ ایسا مضبوط تعلق جو کبھی کٹ نہ سکے۔ بلکہ اس طرح کا گہرا تعلق جس طرح کِلّا زمین پر گاڑ دیا جاتا ہے، مضبوط ہو جاتا ہے۔ اسی طرح وہ گاڑ دیا جائے گا۔ اس طرح یہ پیار دل میں گڑ جائے۔ پس اس آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جو مضبوط ایمان اور اعمال صالحہ بجا لانے والے ہوں گے اللہ تعالیٰ ایسے مومنوں کے دل میں اپنی محبت کِلّے کی طرح گاڑ دے گا۔ اس طرح اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے ہوں گے اور پھر وہ ایمان اور اعمال صالحہ میں مزید بڑھتے چلے جائیں گے۔ یا یہ کہ خدا تعالیٰ خود ایسے مومنوں سے ایسی محبت کرے گا جو کبھی ختم نہیں ہوگی۔ پس اگر خدا تعالیٰ کی محبت ایک انسان کے دل میں گڑ جائے یا خدا تعالیٰ مومنوں سے ایسا پیار کرے کہ گویا خدا تعالیٰ کے دل میں ان کی محبت گڑ گئی ہے تو اس سے بڑا کامیاب شخص اور کون ہو سکتا ہے وہ تو اپنی ذات میں ہی ایک ایسا خوبصورت اور سایہ دار درخت بن جاتا ہے جو دوسروں کو فیض پہنچانے والا ہوتا ہے کیونکہ اس کا ہر عمل خدا تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ایسا ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا ہو اور دوسروں کو فیض پہنچانے والا ہو۔

پھر اس آیت کا یہ بھی مطلب بنے گا کہ خدا تعالیٰ ایمان لانے والے اور اعمال صالحہ بجا لانے والوں کے دلوں میں بنی نوع انسان کی محبت بھی مضبوطی سے گاڑ دے گا۔

پس ایک حقیقی مومن کبھی سوچ بھی نہیں سکتا کہ وہ کسی دوسرے انسان کو تکلیف پہنچائے۔ بنی نوع انسان سے محبت کا تقاضا یہ ہے کہ ایک حقیقی مومن اسے ہمیشہ فیض پہنچانے کی فکر میں رہے۔ جیسا کہ میں پہلے بھی بیان کر آیا ہوں کہ یہ چیز اگر مسلمانوں میں پیدا ہو جائے تو ایک دوسرے کے حقوق تلف کرنے، ظلم کرنے اور غیروں کو، دوسروں کو قتل کرنے کے جو عمل حکومتوں میں بھی ہیں، نام نہاد تنظیموں میں بھی ہیں، عوام میں بھی ہیں، آجکل بڑے عام نظر آ رہے ہیں یہ کبھی نظر نہ آئیں۔ اللہ تعالیٰ کی تعلیم پر عمل ہی نہیں ہو رہا اس لئے سب کچھ ہو رہا ہے۔ لیکن ظلم یہ ہے کہ یہ سب ظلم اللہ تعالیٰ کے نام پر ہو رہا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ وِدّ پیدا کرو، محبت پیدا کرو۔ ایسی محبت پیدا کرو جو دلوں میں گڑ جائے۔ ایسے بنو جو

دوسروں کو فیض پہنچانے والے ہوں۔

پس اگر حقیقی تعلیم پر عمل ہو تو کبھی یہ دکھ اور تکلیفیں جو ایک دوسرے دیئے جا رہے ہیں یہ نظر نہ آئیں۔ ایک خوبصورت تصور اسلام کے شجر سایہ دار کا دنیا کے ذہنوں میں ابھرے۔ پھر اس آیت کا یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ بنی نوع کے دل میں مسلمانوں کی محبت کِلّے کی طرح گڑ جائے۔ اللہ تعالیٰ یقیناً قدرت رکھتا ہے کہ ایسا کر دے لیکن اس نے اس بات کے حصول کے لئے ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کی شرط لگائی ہے۔ جیسا کہ میں نے کہا پہلے مسلمانوں کے لئے جو قرون اولیٰ کے تھے ان کے لئے لوگوں کے دلوں میں یہ محبت ہی تھی جو خدا تعالیٰ نے عیسائیوں کے دل میں اور یہودیوں کے دل میں پیدا کی تھی جو مسلمانوں کے علاقہ چھوڑنے پر روتے تھے، واپسی کی دعائیں کرتے تھے بلکہ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ یہودی کہتے تھے کہ ہم جانیں دے دیں گے لیکن عیسائی لشکر کو شہر میں داخل نہیں ہونے دیں گے تم یہیں رہو ہم حفاظت کریں گے۔

(ماخوذ از فتوح البلدان صفحہ 87-88 باب یوم الیرموک مطبوعہ دار الکتب العلمیۃ بیروت 2000ء، ماخوذ از سیر الصحابہ رضی اللہ عنہ جلد دوم حصہ اول مہاجرین صفحہ 171-172 ناشر ادارہ اسلامیات لاہور)

پس یہ نیک اعمال کا اثر تھا جو ہر سطح پر مسلمانوں سے ظاہر ہوتا تھا۔ جس نے اس خوبصورت درخت کی طرف دنیا کو متوجہ کیا اور دنیا کو فیض پہنچایا۔ آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے غلاموں کا یہ فرض ہے کہ ایمان کی جڑوں کو مضبوط کرنے کے ساتھ اعمال صالحہ کے وہ خوبصورت پتے، شاخیں اور پھل بنیں جو اسلام کی خوبصورتی کی طرف دنیا کو کھینچنے والی ہو۔ جو دنیا کو فیض پہنچانے والی ہو۔ اللہ تعالیٰ سے محبت پیدا کرنے والے بھی ہم ہوں اور اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے والے بھی ہم ہوں۔ بنی نوع انسان سے محبت بھی ہماری ترجیح ہو اور بنی نوع انسان کی توجہ کھینچنے والے بھی ہم ہوں کیونکہ اس کے بغیر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے کے مقصد کو پورا کرنے والے نہیں بن سکتے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئی بار اپنی مختلف تحریروں میں، ارشادات میں، مجالس میں اس طرف ہمیں توجہ دلائی کہ اپنے اعمال صالحہ کی طرف توجہ کرو۔ اپنے اعمال کی طرف توجہ کرو۔ ایسے اعمال بجا لاؤ جو صالح عمل ہوں، جو اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق ہوں، جو دنیا کو تکلیفوں سے بچانے والے ہوں۔ ایک اقتباس میں نے پہلے شروع میں پڑھا تھا۔ بعض اور اقتباسات آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ آپ نے ایک موقع پر فرمایا یعنی یہ کہ میری تعلیم کیا ہے اور اس کے موافق تمہیں عمل کرنا چاہئے فرماتے ہیں:

''ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے۔ محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آ جائے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کرو جو دی جاتی ہے۔ اعمال پروں کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کر سکتا اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرندوں میں فہم ہوتا ہے اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں۔ مثلاً شہد کی مکھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شہد نہیں نکال سکتی اور اسی طرح نامہ بر کبوتر جو ہوتے ہیں۔'' (ایسے کبوتر جن کے ذریعہ سے پیغام پہنچائے جاتے ہیں) ''ان کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں اور خطوط کو پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پر پرندوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے سستی اور غفلت نہ کرے۔ ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے لیکن انسان اپنی نادانی اور جہالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہئے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 439-440)

آپ دوسروں کو بھی غیروں کو بھی اور اپنوں کو بھی فرما رہے ہیں۔

پھر آپ نے ایک جگہ فرمایا کہ: ''ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے اور اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو بہت سی نیکیوں کا وارث بنائے گا جو شخص اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے وہی اچھا ہے کیونکہ اس خوف کی وجہ سے اس کو ایک بصیرت ملتی ہے جس کے ذریعہ وہ گناہوں سے بچتا ہے۔ بہت سے لوگ تو ایسے ہوتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے احسانات اور انعام اور اکرام پر غور کر کے شرمندہ ہو جاتے ہیں اور اس کی نافرمانی اور خلاف ورزی سے بچتے ہیں لیکن ایک قسم لوگوں کی ایسی بھی ہے جو اس کے قہر سے ڈرتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ اچھا اور نیک تو وہی ہے جو اللہ تعالیٰ کی پرکھ سے اچھا نکلے۔ بہت لوگ ہیں جو اپنے آپ کو دھوکا دیتے ہیں اور

سمجھ لیتے ہیں کہ ہم متقی ہیں مگر اصل میں متقی وہ ہے جس کا نام اللہ تعالیٰ کے دفتر میں متقی ہو۔

اس وقت اللہ تعالیٰ کے اسم ستّار کی تجلّی ہے"(یعنی اس دنیا میں اللہ تعالیٰ ستاری فرما رہا ہے)"لیکن قیامت کے دن جب پردہ دری کی تجلّی ہوگی اس وقت تمام حقیقت کھل جائے گی۔ اس تجلّی کے وقت بہت سے ایسے بھی ہوں گے جو آج بڑے متقی اور پرہیز گار نظر آتے ہیں قیامت کے دن وہ بڑے فاسق فاجر نظر آئیں گے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عمل صالحہ ہماری اپنی تجویز اور قرارداد سے نہیں ہوسکتا۔ اصل میں اعمال صالحہ وہ ہیں جس میں کسی نوع کا کوئی فساد نہ ہو کیونکہ صالح فساد کی ضد ہے۔ جیسے غذا طیب اس وقت ہوتی ہے کہ وہ کچی نہ ہو، نہ سڑی ہوئی ہو اور نہ کسی ادنیٰ درجہ کی جنس کی ہو بلکہ ایسی ہو جو فوراً جز وِ بدن ہو جانے والی ہو۔ اسی طرح پر ضروری ہے کہ عمل صالح میں بھی کسی قسم کا فساد نہ ہو یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق ہو اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت کے موافق ہو اور پھر نہ اس میں کسی قسم کا کسل ہو، نہ عجب ہو، نہ ریا ہو، نہ وہ اپنی تجویز سے ہو۔ جب ایسا عمل ہو تو وہ عملِ صالح کہلاتا ہے اور یہ کبریتِ احمر ہے۔"(یعنی بہت بڑی نایاب چیز ہے۔) اس بارے میں کہ شیطان کس طرح گمراہ کر رہا ہے، ہر وقت مومنوں کے پیچھے لگا رہتا ہے۔ اس لئے تمام لوگوں کو، ہر مومن کو، اس شیطان سے اپنے ایمان اور اعمال صالحہ کو بچانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آپ فرماتے ہیں کہ"شیطان انسان کو گمراہ کرنے کے لیے اور اس کے اعمال کو فاسد بنانے کے واسطے ہمیشہ تاک میں لگا رہتا ہے یہانتک کہ وہ نیکی کے کاموں میں بھی اس کو گمراہ کرنا چاہتا ہے۔"(یہ نہ سمجھیں کہ شیطان نیکی کے کاموں میں گمراہ نہیں کرتا)"اور کسی نہ کسی قسم کا فساد ڈالنے کی تدبیریں کرتا ہے۔ نماز پڑھتا ہے تو اس میں بھی ریا وغیرہ کوئی شعبہ فساد کا ملانا چاہتا ہے۔"(یعنی دکھاوے کی نمازیں)"ایک امامت کرانے والے کو بھی اس بلا میں مبتلا کرنا چاہتا ہے۔ پس اس کے حملہ سے کبھی بے خوف نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کے حملے فاسقوں فاجروں پر تو کھلے کھلے ہوتے ہیں وہ تو اس کا گویا شکار ہیں لیکن زاہدوں پر بھی حملہ کرنے سے وہ نہیں چوکتا اور کسی نہ کسی رنگ میں موقعہ پاکر ان پر بھی حملہ کر بیٹھتا ہے جو لوگ خدا کے فضل کے نیچے ہوتے ہیں اور شیطان کی باریک در باریک شرارتوں سے آگاہ ہوتے ہیں وہ تو بچنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں لیکن جو ابھی خام اور کمزور ہوتے ہیں وہ کبھی کبھی مبتلا ہو جاتے ہیں۔"

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 425-426)

پھر عمل کی ضرورت کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

’’انسان سمجھتا ہے کہ نرا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے یا نرا استغفر اللہ کہہ دینا ہی کافی ہے۔ مگر یاد رکھو زبانی لاف وگزاف کافی نہیں۔ خواہ انسان زبان سے ہزار مرتبہ استغفر اللہ کہے یا سو مرتبہ تسبیح پڑھے اس کا کوئی فائدہ نہیں ہوگا کیونکہ خدا نے انسان کو انسان بنایا ہے طوطا نہیں بنایا۔ یہ طوطا کا کام ہے کہ وہ زبان سے تکرار کرتا رہے اور سمجھے خاک بھی نہیں۔ انسان کا کام تو یہ ہے کہ جو کچھ منہ سے کہتا ہے اس کو سوچ کر کہے اور پھر اس کے موافق عملدرآمد بھی کرے۔‘‘ (جو کہہ رہے ہو اس کو سوچو اور پھر اس پر عمل بھی کرو) ’’لیکن اگر طوطا کی طرح بولتا جاتا ہے تو یاد رکھو نری زبان سے کوئی برکت نہیں ہے۔ جب تک دل سے اس کے ساتھ نہ ہو اور اس کے موافق اعمال نہ ہوں وہ نری باتیں سمجھی جائیں گی جن میں کوئی خوبی اور برکت نہیں کیونکہ وہ نرا قول ہے خواہ قرآن شریف اور استغفار ہی کیوں نہ پڑھتا ہو۔ خدا تعالیٰ اعمال چاہتا ہے اس لیے بار بار یہی حکم دیا کہ اعمال صالحہ کرو۔ جب تک یہ نہ ہو خدا کے نزدیک نہیں جا سکتے۔ بعض نادان کہتے ہیں کہ آج ہم نے دن بھر میں قرآن ختم کر لیا ہے۔ لیکن کوئی ان سے پوچھے کہ اس سے کیا فائدہ ہوا؟ نری زبان سے تم نے کام لیا مگر باقی اعضاء کو بالکل چھوڑ دیا حالانکہ اللہ تعالیٰ نے تمام اعضاء اس لیے بنائے ہیں کہ ان سے کام لیا جاوے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ بعض لوگ قرآن کی تلاوت کرتے ہیں اور قرآن ان پر لعنت کرتا ہے کیونکہ ان کی تلاوت نرا قول ہی قول ہوتا ہے اور اس پر عمل نہیں ہوتا۔

جو شخص کہ اللہ تعالیٰ کی قائم کردہ حدود کے موافق اپنا چال چلن نہیں بناتا ہے وہ ہنسی کرتا ہے کیونکہ پڑھ لینا ہی اللہ تعالیٰ کا منشا نہیں وہ تو عمل چاہتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 398-399)

پھر آپ نے فرمایا کہ: ’’اچھی طرح یاد رکھو کہ نری لاف وگزاف اور زبانی قیل وقال کوئی فائدہ اور اثر نہیں رکھتی جب تک کہ اس کے ساتھ عمل نہ ہو اور ہاتھ پاؤں اور دوسرے اعضاء سے نیک عمل نہ کئے جاویں جیسے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف بھیج کر صحابہؓ سے خدمت لی۔ کیا انہوں نے صرف اسی قدر کافی سمجھا تھا کہ قرآن کو زبان سے پڑھ لیا یا اس پر عمل کرنا ضروری سمجھا تھا۔ انہوں نے اطاعت اور وفاداری دکھائی کہ بکریوں کی طرح ذبح ہو گئے اور پھر انہوں نے جو کچھ پایا اور خدا تعالیٰ نے ان کی جس قدر، قدر کی وہ پوشیدہ بات نہیں ہے۔‘‘ فرماتے ہیں: ’’خدا تعالیٰ کے فضل اور فیضان کو حاصل کرنا چاہتے ہو تو کچھ کر کے دکھاؤ ورنہ نکمی شئے کی طرح تم پھینک دیئے جاؤ گے۔‘‘ فرماتے ہیں ’’کوئی آدمی اپنے گھر کی اچھی چیزوں

اور سونے چاندی کو باہر نہیں پھینک دیتا بلکہ ان اشیاء کو اور تمام کار آمد اور قیمتی چیزوں کو سنبھال سنبھال کر رکھتے ہو لیکن اگر گھر میں کوئی چوہا مرا ہوا دکھائی دے تو اس کو سب سے پہلے باہر پھینک دو گے۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو ہمیشہ عزیز رکھتا ہے ان کی عمر دراز کرتا ہے اور ان کے کاروبار میں ایک برکت رکھ دیتا ہے۔ وہ ان کو ضائع نہیں کرتا اور بے عزتی کی موت نہیں مارتا...... اگر چاہتے ہو کہ خدا تعالیٰ تمہاری قدر کرے تو اس کے واسطے ضروری ہے کہ تم نیک بن جاؤ تا خدا تعالیٰ کے نزدیک قابل قدر ٹھہرو۔ جو لوگ خدا سے ڈرتے ہیں اور اس کے حکموں کی پابندی کرتے ہیں وہ ان میں اور ان کے غیروں کے درمیان ایک فرقان رکھ دیتا ہے۔ یہی راز انسان کے برکت پانے کا ہے کہ وہ بدیوں سے بچتا رہے۔ ایسا شخص جہاں رہے وہ قابل قدر ہوتا ہے کیونکہ اس سے نیکی پہنچتی ہے وہ غریبوں سے سلوک کرتا ہے، ہمسایوں پر رحم کرتا ہے، شرارت نہیں کرتا، جھوٹے مقدمات نہیں بناتا، جھوٹی گواہیاں نہیں دیتا بلکہ دل کو پاک کرتا ہے اور خدا کی طرف مشغول ہوتا ہے اور خدا کا ولی کہلاتا ہے۔''

فرمایا کہ: ''خدا کا ولی بننا آسان نہیں بلکہ بہت مشکل ہے کیونکہ اس کے لیے بدیوں کا چھوڑنا، برے ارادوں اور جذبات کو چھوڑنا ضروری ہے اور یہ بہت مشکل کام ہے۔ اخلاقی کمزوریوں اور بدیوں کو چھوڑنا بعض اوقات بہت ہی مشکل ہو جاتا ہے۔ ایک خونی خون کرنا چھوڑ سکتا ہے، چور چوری کرنا چھوڑ سکتا ہے لیکن ایک بداخلاق کو غصہ چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے یا تکبر والے کو تکبر چھوڑنا مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ اس میں دوسروں کو جو حقارت کی نظر سے دیکھتا ہے پھر خود اپنے آپ کو حقیر سمجھتا ہے لیکن یہ سچ ہے کہ جو خدا تعالیٰ کی عظمت کے لیے اپنے آپ کو چھوٹا بناوے گا خدا تعالیٰ اس کو خود بڑا بنا دے گا۔ یہ یقیناً یاد رکھو کہ کوئی بڑا نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ آپ کو چھوٹا نہ بنائے'' (یعنی اپنے آپ کو چھوٹا نہ بنائے) ''یہ ایک ذریعہ ہے جس سے انسان کے دل پر ایک نور نازل ہوتا ہے اور وہ خدا تعالیٰ کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ جس قدر اولیاء اللہ دنیا میں گذرے ہیں اور آج لاکھوں انسان جن کی قدر و منزلت کرتے ہیں انہوں نے اپنے آپ کو ایک چیونٹی سے بھی کمتر سمجھا جس پر خدا تعالیٰ کا فضل ان کے شامل حال ہوا اور ان کو وہ مدارج عطا کئے جس کے وہ مستحق تھے۔ تکبر، بخل، غرور وغیرہ بداخلاقیاں بھی اپنے اندر شرک کا ایک حصہ رکھتی ہیں۔ اس لیے ان بداخلاقیوں کا مرتکب خدا تعالیٰ کے فضلوں سے حصہ نہیں لیتا بلکہ وہ محروم ہو جاتا ہے۔ برخلاف اس کے غربت و انکسار کرنے والا خدا تعالیٰ کے رحم کا مورد بنتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 400-401)

پھر تین اشخاص بیعت کے لئے آئے۔ بیعت کے بعد آپ نے انہیں نصیحت فرمائی کہ: ''آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے۔'' فرمایا: ''......صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا۔ جب تک اچھے عمل نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو نیک بنو، متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو یہ وقت دعاؤں سے گذارو۔ رات اور دن تضرع میں لگے رہو۔ جب ابتلا کا وقت ہوتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا غضب بھی بھڑکا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں دعا، تضرّع، صدقہ خیرات کرو، زبانوں کو نرم رکھو، استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو......نرا ماننا انسان کے کام نہیں آتا۔ اگر انسان مان کر پھر اسے پسِ پشت ڈال دے تو اسے فائدہ نہیں ہوتا۔ پھر اس کے بعد یہ شکایت کرنی کہ بیعت سے فائدہ نہیں ہوا۔ بے سود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 274)

پھر عمل صالح کی طرف توجہ دلاتے ہوئے آپ نے فرمایا کہ: ''سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو۔ صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا۔ ایک طبیب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ لے کر اسے پیوے۔ اگر وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے اور نسخہ لے کر رکھ چھوڑے تو اسے کیا فائدہ ہوگا۔'' فرمایا کہ: ''اب اس وقت تم نے توبہ کی ہے۔ اب آئندہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا۔ اب زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ تقویٰ کے ذریعہ سے فرق کرنا چاہتا ہے۔ بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے۔ انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ رحیم و کریم ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 275)

پھر ایک جگہ آپ نے فرمایا کہ: ''وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں اور کوئی فساد اور شرارت اور بد چلنی ان کے نزدیک نہ آ سکے۔ وہ پنجوقت نماز جماعت کے پابند ہوں۔ وہ جھوٹ نہ بولیں، وہ کسی کو زبان سے ایذا نہ دیں، وہ کسی قسم کی بدکاری کے مرتکب نہ ہوں اور کسی شرارت اور ظلم اور فساد اور فتنہ کا خیال بھی دل میں نہ لاویں۔ غرض ہر ایک قسم کے معاصی اور جرائم اور ناکردنی اور ناگفتنی اور تمام نفسانی جذبات اور بے جا حرکات سے مجتنب رہیں اور خدا تعالیٰ کے پاک دل اور بے شر اور

غریب مزاج بندے ہو جائیں۔ اور کوئی زہریلا خمیر ان کے وجود میں نہ رہے۔"

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 220 اشتہار نمبر 191 بعنوان "اپنی جماعت کو متنبہ کرنے کے لئے ایک ضروری اشتہار")

پس یہ وہ نصائح ہیں جو ہمیں ہر وقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ یہی وہ باتیں ہیں جو ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے درخت وجود کی سرسبز شاخیں بننے والا بنائیں گی۔ اسی سے ہمارے عہد بیعت کا مقصد بھی پورا ہو گا۔ یہی باتیں ہمیں اللہ تعالیٰ کی محبت حاصل کرنے والا بھی بنائیں گی اور انہی اعمال صالحہ کے ذریعہ سے ہم دنیا کو اپنی طرف متوجہ کرنے والا بھی بنا سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان حقیقی مومنوں میں بنائے جو ایمان اور اعمال صالحہ کی وجہ سے جانے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب پانے والے ہوتے ہیں۔

نماز جمعہ کے بعد میں ایک جنازہ حاضر پڑھاؤں گا۔ مکرم رشید احمد خان صاحب ابن مکرم اقبال محمد خان صاحب مرحوم Inner Park لندن میں رہتے تھے۔ 16 ستمبر کو 91 سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آگرہ انڈیا میں یہ پیدا ہوئے تھے۔ قادیان میں انہوں نے ابتدائی تعلیم حاصل کی۔ پھر 1955ء میں یہاں انگلستان آ گئے تھے۔ یہاں پر برٹش نیوی میں چیف انجنیئر کے طور پر کام کرتے رہے۔ 1980ء میں ریٹائر ہوئے۔ جب 1980ء میں اسلام آباد کی جگہ خریدی گئی تو حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ نے آپ کو وہاں نگران مقرر کیا تھا جہاں آپ نے بڑی محنت سے خدمت سرانجام دی۔ وہاں کے ابتدائی مکینوں میں آپ تھے۔ اسی طرح آپ کو سپَن ویلی (Spen Valley) یارک شائر میں لمبا عرصہ بطور سیکرٹری مال خدمت کی توفیق ملی۔ نیک مخلص انسان تھے۔ آپ کے والد اقبال محمد خان صاحب گوجرانوالہ کے تھے۔ وہ بھی بڑے مخلص تھے انہوں نے اپنی بیگم کے نام پر جامعہ احمدیہ ربوہ میں حسن اقبال کے نام سے مسجد بھی بنائی۔ ان کی اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹا شمیم احمد خان ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کے بیٹے کو بھی جماعت کے ساتھ اخلاص و وفا کا تعلق رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور ان دونوں کو اہلیہ کو اور بچے کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 10 اکتوبر 2014ء تا 16 اکتوبر 2014ء جلد 21 شمارہ 41 صفحہ 05 تا 08)

39

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26 ستمبر 2014ء بمطابق 26 تبوک 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد مریم۔ گالوے، آئرلینڈ

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ (التوبۃ: 18)

اس آیت کا ترجمہ ہے کہ اللہ کی مساجد تو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ پر ایمان لائے اور یوم آخرت پر اور نماز قائم کرے اور زکوٰۃ دے اور اللہ کے سوا کسی سے خوف نہ کھائے۔ پس قریب ہے کہ یہ لوگ کامیابی کی طرف لے جائے جائیں گے۔

الحمد للہ آج ہمیں آئرلینڈ میں جماعت احمدیہ مسلمہ کی پہلی مسجد میں اللہ تعالیٰ جمعہ پڑھنے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس مسجد کی تعمیر، اس کا قیام ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔ گو یہ چھوٹی سی مسجد ہے لیکن اس بات کا اعلان ہے کہ مسیح محمدی کے ماننے والے یہاں سے خدائے واحد کی وحدانیت کا پانچ وقت اعلان کریں گے اور اس میں حاضر ہو کر خدائے واحد کی پانچ وقت عبادت بجا لائیں گے۔ اس مسجد سے اس آواز کو بلند کریں گے کہ مساجد تو اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائیگی کی جگہ ہیں نہ کہ کسی فتنہ اور فساد کی آماجگاہ۔ یہ مساجد تو اس خدا کی عبادت کے لئے بنائی جاتی ہیں جو ربّ العالمین ہے جس نے تمام زمانوں کے انسانوں کے لئے اپنی ربوبیت کا اظہار کیا۔ جس نے ماضی میں بھی ہر قوم کی مادی اور روحانی ترقی کے لئے اپنی ربوبیت کا اظہار کیا۔ آج بھی اپنی ربوبیت سے دنیا کو فیضیاب کر رہا ہے اور جو آئندہ بھی

ہمیشہ نوازتا چلا جائے گا، فیضیاب کرتا چلا جائے گا۔ اس کی ربوبیت کسی خاص قوم کے لئے مخصوص نہیں بلکہ تمام جہانوں اور تمام مخلوق کے لئے ہے۔

پس اس لحاظ سے مسیح محمدی کے ماننے والوں کی مساجد اس بات کا اعلان کرنے کے لئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی روحانی ربوبیت کا ادراک حاصل کرنا ہے تو مسیح محمدی کی جماعت میں شامل ہونے والوں کو ہی یہ حقیقی رنگ میں حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ مساجد اس بات کا اعلان کرنے کے لئے ہم تعمیر کرتے ہیں کہ دنیا کے فسادوں کو دُور کرنے کے لئے اسلام کی اس خوبصورت تعلیم پر غور کرو جو محبت، پیار، صلح اور امن کا پیغام دیتی ہے۔ یہ مساجد اس بات کے اعلان کے لئے ہیں کہ دنیا کو محبت پیار اور بھائی چارے کی ضرورت ہے نہ کہ جنگ و جدل کی، نہ کہ تلوار اور توپ کی۔ ہر مسجد جو ہم تعمیر کرتے ہیں اس بات کا اعلان کرتی ہے کہ اس مسجد میں آنے والے کا دل ہر قسم کے ظلموں اور حقوق غصب کرنے کے خیالات سے پاک ہے۔ یہ ہماری مساجد اس بات کا نشان اور مرکز ہیں کہ یہاں آنے والے دوسروں کے حقوق کی ادائیگی کے لئے ہر قسم کی قربانی کرنے والے ہیں اور ان حقوق کی ادائیگی کے لئے قربانی کرنے کے لئے جہاں اپنوں کے لئے ان کے دل رحم کے جذبات سے پُر ہیں وہاں دشمن کی دشمنی بھی انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے حق کی ادائیگی سے نہیں روکتی۔ یہ مساجد جو ہم تعمیر کرتے ہیں یہ اس بات کا اعلان ہیں کہ مذہبی آزادی کا سب سے بڑا علمبردار اسلام ہے اور اس کے اظہار کے لئے ہماری مسجدوں کے دروازے ہر ایک کے لئے کھلے ہیں۔ ہر شخص جو ایک خدا کی عبادت کرتا ہے اسے مسجد میں عبادت کرنے میں کوئی روک نہیں۔ قطع نظر اس کے کہ وہ مسلمان ہے یا غیر مسلم۔ ہماری مساجد اور اس میں آنے والا ہر احمدی اس بات کا اعلان کرتا ہے کہ قرآنی تعلیم کے مطابق ہر حقیقی مسلمان پر تمام مذاہب کی عبادتگاہوں کی حفاظت کی ذمہ داری ہے اور فرض ہے اور اس ذمہ داری کا ادا کرنا اس کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جتنا اپنی مسجد کی حفاظت کرنا۔ ہماری مساجد ہمیں اس طرف بھی توجہ دلاتی ہیں کہ مومن کے ایمان کا حصہ ملک سے وفاداری بھی ہے۔ ایک مومن اس وقت تک مومن نہیں ہو سکتا جب تک وہ اپنے ملک و قوم کا وفادار نہ ہو۔

غرض کہ بیشمار باتیں ہیں جو مساجد سے حقیقی رنگ میں وابستہ ہونے والوں سے یہ مطالبہ کرتی ہیں کہ مساجد کا حق اس وقت ادا ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ اور اس کے بندوں کے حقوق صحیح رنگ میں ادا ہوں۔ اور یہ تمام باتیں کرنے کا حکم ہمیں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں دیا ہے اور ان تمام باتوں کے کرنے کے لئے ہمیں ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار توجہ دلائی ہے اور اپنے

عمل اور اسوہ حسنہ سے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی ہے۔ انسانیت کی قدریں قائم کرنے اور محبت، سلامتی اور امن کے قیام کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے نمونے قائم کئے۔ یہ صرف کہنے کی باتیں نہیں ہیں بلکہ تاریخ گواہ ہے کہ ایک موقع پر آپؐ نے عیسائیوں کو ان کی عبادت کے وقت اپنی مسجد 'مسجد نبوی' میں عبادت کرنے کی اجازت دے دی۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ہشام صفحہ 396 امر السید و العاقب و ذکر المباھلۃ (صلاتھم الی المشرق) مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت 2001ء)

اور یہی وہ حقیقی اسلامی تعلیم ہے جس کو اس زمانے میں ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق اور عاشق صادق نے اپنے اوپر لاگو کرنے کا حکم دیا۔ یہی وہ حقیقی اسلامی تعلیم اور عمل ہے جس کی چند مثالیں مَیں نے پیش کیں۔ جن کے کرنے اور پھیلانے کا ہمیں حکم دے کر اور ہم سے توقع کر کے زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی معہود علیہ السلام نے فرمایا کہ اس سوچ کے ساتھ جہاں بھی تم مسجدیں بناؤ گے اسلام کے تعارف اور تبلیغ کے نئے راستے کھولتے چلے جاؤ گے۔ لوگوں کی اسلام کی طرف توجہ ہو گی۔ اس کی خوبصورت تعلیم انہیں اپنا گرویدہ کر لے گی اور یوں تمہاری تعداد بھی بڑھتی چلی جائے گی۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 119)

پس یہی مقصد ہے جس کے لئے ہمیں اپنی مساجد بنانی چاہئیں اور ہم بناتے ہیں۔ یہی وہ تعلیم ہے جس کو آج میڈیا کے ذریعہ دیکھ کر اور اس کا علم پا کر دنیا ہماری طرف متوجہ ہوتی ہے۔ ایک عام آدمی سے لے کر بڑے بڑے لیڈر اور سیاستدان جب دیکھتے ہیں کہ ایک طرف تو شدت پسند گروہ ہیں جو مار دھاڑ اور بلا امتیاز قتل و غارت میں لگے ہوئے ہیں اور دوسری طرف ایک جماعت ہے جو محبت، پیار، صلح اور امن کے لئے کوشش کر رہی ہے۔ ایک طرف تو ایسے نام نہاد مسلمانوں کی مساجد ہیں جن سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے نام پر گالیاں اور غلاظتوں سے بھرے ہوئے جذبات کے اظہار کئے جاتے ہیں اور دوسری طرف صرف امن اور صلح کی بات کی جاتی ہے اور 'محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں' کے نعرے بلند کئے جاتے ہیں۔ یقیناً یہ باتیں اپنی طرف توجہ کھینچتی ہیں۔ لوگوں کو تجسّس پیدا ہوتا ہے کہ ان دو قسموں کے مسلمانوں میں فرق کیوں ہے؟ اور پھر یہ تجسّس آجکل کے جدید میڈیا انٹرنیٹ وغیرہ کے ذریعہ جماعت احمدیہ کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کی کوشش کی طرف مائل کرتا ہے۔

پرسوں ڈبلن پارلیمنٹ میں جانے کا اتفاق ہوا۔ کچھ ممبران پارلیمنٹ سے ملنے کا بھی موقع ملا۔

ایک ان میں سے کہنے لگے کہ جماعت احمدیہ جس طرح انسانیت کی قدریں قائم کرنے کے لئے اور امن کے قیام کے لئے کوشش کرتی ہے وہ دوسرے مسلمانوں میں نظر نہیں آتیں اور یہ معلومات جماعت کے بارے میں بڑی گہرائی میں جا کر میں نے لی ہیں۔ اور کہنے لگے کہ یہ سب معلومات لے کر مَیں اس بات کا خواہشمند ہوں کہ اب جماعت احمدیہ، ڈبلن میں بھی جلد مسجد بنائے تا کہ یہ محبت اور اعلیٰ قدروں کا پیغام اس شہر میں بھی پھیلے جو میرا شہر ہے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ دنیا کو بتا رہا ہے کہ صرف تصویر کا ایک رخ دیکھ کر اسلام کے بارے میں غلط رائے قائم نہ کرو بلکہ تصویر کا دوسرا رخ بھی دیکھو جو حقیقی رخ ہے جس کو آج آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کی جماعت پیش کرتی ہے۔

پس اس بات پر ہمیں خوش نہیں ہو جانا چاہئے کہ ہم نے یہاں مسجد بنا لی اور آج دنیا نے ایم ٹی اے کے ذریعہ سے آپ کی مسجد دیکھ لی۔ آپ بھی دنیا کو کہنے کے قابل ہو گئے کہ ہمارے پاس بھی مسجد ہے۔ ایک فنکشن شام کو بھی ہو جائے گا انشاء اللہ اور اس میں پڑھے لکھے طبقے کو آپ کی مسجد دیکھنے کا موقع ملے گا یا یہ لوگ مسجد کی خوبصورتی کی تعریف کر دیں گے یا تعریف کی جانی شروع بھی ہو گئی ہو گی۔ یا مختلف وقتوں میں شاید مختلف لوگ اس شہر کے بھی اور باہر سے بھی مسجد کا وِزٹ کرنے آئیں اور آپ خوش ہو جائیں کہ اتنے لوگوں یا اتنے گروپوں نے وزٹ کیا ہے اور بس آپ نے سمجھ لیا کہ ہم نے اپنا مقصد حاصل کر لیا ہے۔ یہ نہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا کہ بہت سی باتیں ہیں جس کا اعلان آپ اس مسجد کے ساتھ کر رہے ہیں۔ یہ سب باتیں ایک بہت بڑی ذمہ داری آپ پر ڈالنے والی ہونی چاہئیں۔ پس ان ذمہ داریوں کی طرف یہاں کے رہنے والے ہر احمدی کی توجہ ہونی چاہئے کہ کس طرح یہ ذمہ داری ادا کرنی ہے؟

جیسا کہ مَیں بیان کر آیا ہوں کہ مسجد کا کردار کیا ہے اور ہماری مسجدوں سے کیا اعلان ہوتا ہے۔ کس طرح ہم نے حقوق اللہ بھی ادا کرنے ہیں اور حقوق العباد بھی ادا کرنے ہیں۔ اگر ان کی ادائیگی کی طرف توجہ نہیں تو ہمارے دعوے بھی کھوکھلے ہوں گے۔ ہمارے نعرے اور اعلان بھی دنیا کو دھوکہ دینے والے ہوں گے۔ ہم صرف زبانی باتوں اور پراپیگنڈے سے دنیا والوں کو خوش تو کر رہے ہوں گے لیکن جو ہماری زندگی کا مقصد ہے خدا کو راضی کرنا اور اس کی رضا کے مطابق اپنے عملوں کو ڈھالنا، اس طرف ہماری توجہ نہیں ہو گی۔

میں نے شروع میں جو آیت تلاوت کی تھی اس میں بھی خدا تعالیٰ نے مسجدوں کو آباد کرنے والوں کی خصوصیات بیان کی ہیں۔ اس آیت کی وسعت خانہ کعبہ سے نکل کر ہر اس مسجد تک پھیلتی چلی جاتی ہے جو

ان خصوصیات کے حامل لوگوں سے آباد ہوتی ہے جن کا اس آیت میں ذکر کیا گیا ہے۔ جو ایمان لانے والوں میں شامل ہیں۔ ان مومنوں میں شامل ہیں جن کے ایمان کے معیار اللہ تعالیٰ نے ایک جگہ اس طرح بیان فرمائے ہیں۔ فرمایا کہ اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ۔ یعنی مومنوں کی محبت سب سے زیادہ اللہ تعالیٰ سے ہوتی ہے۔ کوئی دوسری دنیاوی محبت ان پر غالب نہیں ہوتی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے حصول کے لئے اپنی زندگیاں گزارنے کی کوشش کرتے چلے جاتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ دنیاوی مفاد کو حاصل کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی محبت کو بھول جائیں۔ اللہ تعالیٰ کی محبت یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کے احکام پر عمل کیا جائے۔ یہ تقاضا کرتی ہے کہ اس کی عبادت کی جائے۔ یہ نہیں کہ اپنے کام کے بہانے کر کے نمازوں کو انسان بھول جائے۔ مالی مفاد کا فائدہ اٹھانے کے لئے جھوٹ کا سہارا لے لے۔ یہ کام کرتے وقت انسان کو سوچنا چاہئے کہ میری محبت خدا تعالیٰ سے زیادہ ہے یا دنیاوی مفادات سے؟ اگر دنیاوی چیزیں اللہ تعالیٰ کے حکموں سے دُور لے جا رہی ہیں تو دنیا کی محبت غالب آ رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی غیوری محبت ذاتیہ میں کسی مومن کی اس کے (یعنی اللہ کے) غیر سے شراکت نہیں چاہتی۔ ایمان جو ہمیں سب سے پیارا ہے۔ وہ اسی بات سے محفوظ رہ سکتا ہے کہ ہم محبت میں دوسرے کو اس سے شریک نہ کریں۔''

(مکتوبات احمد جلد دوم صفحہ 538 مکتوب نمبر 120 مکتوبات بنام حضرت منشی رستم علی صاحبؓ، شائع کردہ نظارت اشاعت ربوہ)

پس یہ بڑی قابل غور بات ہے۔ کہنے کو تو ہر مسلمان یہی کہتا ہے کہ مجھے خدا سے محبت ہے، مجھے رسول سے محبت ہے۔ اسی لئے مرنے مارنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ کبھی کسی مسلمان کے منہ سے ہم یہ نہیں سنیں گے کہ مجھے خدا یا اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت نہیں ہے۔ لیکن کتنے ہیں جو خدا اور اس کے رسول کے احکام پر عمل کرنے والے ہیں۔ صرف نماز کو ہی لے لیں۔ ہمیں جائزے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نمازوں کا حق ادا کر کے نمازیں پڑھتے ہیں۔ بہت سے ایسے ہیں جن کے جواب یہ ہیں کہ تین نمازیں یا چار نمازیں پڑھتے ہیں۔ پھر بہت سے ایسے ہیں جو نماز کی ادائیگی میں اتنی جلدی کرتے ہیں کہ جیسے ایک بوجھ گلے سے اتار رہے ہوں۔ نماز جو خدا تعالیٰ کے قریب کرنے اور اس سے محبت کے اظہار کا ذریعہ ہے۔ اگر اس کی ادائیگی ہم سنوار کر نہیں کر رہے تو محبت کے تقاضے ہم پورے نہیں کر رہے۔ پھر ایمان لانے والوں

کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہیں اللہ اور رسول کسی فیصلے کے بارے میں بلاتے ہیں، کسی بات کا حکم دیتے ہیں تو وہ یہ کہتے ہیں کہ ہم نے سنا اور اطاعت کی۔

پس ہر ایک کو اس معیار کا جائزہ لینے کی ضرورت ہے۔ خود اپنا جائزہ ہی ہمیں اپنی حالتوں کے بارے میں بتا سکتا ہے۔ قرآن کریم نے بے شمار احکام دیئے ہیں جن کے بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ایک جگہ لکھا ہے کہ یہ سات سو حکم ہیں۔ اور جو اُن کو نہیں مانتا، ان پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ مجھ سے دُور ہو رہا ہے اپنا تعلق مجھ سے کاٹ رہا ہے۔

(ماخوذ از کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 26)

پس اللہ تعالیٰ پر ہمارا ایمان تب مکمل ہوگا جب ہم اللہ تعالیٰ کے حکموں پر عمل کر رہے ہوں گے۔ پھر ہم کہتے تو یہ ہیں کہ ہم آخرت پر ایمان لاتے ہیں لیکن ہم میں سے بہت سے ایسے ہیں کہ یہ آخرت پر ایمان کا دعویٰ صرف منہ کی باتیں ہیں کیونکہ اگر آخرت پر ایمان کامل ہو تو انسان بہت سے گناہوں اور حقوق کے غصب کرنے سے بچتا ہے۔ ہم دنیاوی قانون کے خوف سے تو بہت سے کام کرنے سے رُک جاتے ہیں کہ پکڑے گئے تو کیا ہوگا اور افسروں کی اطاعت بھی ہم ان کے خوف سے کرتے ہیں۔ لیکن بہت سے غلط کام ہم میں سے بہت سے اس لئے کرتے ہیں کہ آخرت کے بارے میں باوجود دعوے کے ہم سوچتے نہیں۔ بہت سے ہم میں سے اگر کبھی خشوع سے نمازیں پڑھ بھی رہے ہوں گے تو اس لئے پڑھتے ہیں کہ اپنے مقاصد کے حصول کے لئے دعا کریں۔ دنیاوی مقاصد ان میں بہت زیادہ ہوتے ہیں۔ مسجدوں میں بعض اس لئے بھی آ جاتے ہیں کہ لوگ کیا کہیں گے کہ اتنا عرصہ ہوا مسجد میں نہیں آیا۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ مسجدوں کو آباد کرنے والے قیام نماز خدا تعالیٰ کے لئے کرتے ہیں۔ باجماعت نمازیں، ان کی پابندی، وقت پر ادائیگی اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرتے ہیں۔ ان کی عبادتیں خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوتی ہیں۔ ان کی مالی قربانیاں بھی خدا تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے علاوہ انہیں کسی کا خوف نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ ایسے لوگ ہیں جو صرف ایمان کا دعویٰ کرنے والے نہیں ہیں بلکہ انہیں ہر لحہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت بھی نظر آتی ہے۔ ہر قدم ان کا ہدایت کے نئے سے نئے راستوں کی طرف اٹھتا ہے۔ ہر راستہ ان کے لئے فلاح کے دروازے کھولتا چلا جاتا ہے۔ کامیابیوں کے دروازے کھولتا چلا جاتا ہے۔ یہ ہدایت انہیں کامیابیوں کی طرف لے جاتی ہے۔ انہیں کامیابیاں نصیب ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا جماعت احمدیہ پر یہ احسان ہے کہ اس نے جماعت کو ایسے مومنین عطا کئے

ہیں جن کے ایمان کے دعوے ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کا حصول ان کا مقصد ہوتا ہے اور یہی راز ہے جس کی وجہ سے جماعت احمدیہ من حیث الجماعت ترقی کی منازل کی طرف بڑھ رہی ہے۔ پس ان فضلوں کا حصہ بننے کے لئے، مسجد کی آبادی کا حق ادا کرنے کے لئے، جیسا کہ مَیں نے کہا ہم میں سے ہر ایک کو ہر وقت اپنے جائزے لیتے رہنے کی ضرورت ہے تا کہ کوئی احمدی مرد عورت ایسا نہ رہے جو اس ترقی کی برکات اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرنے سے محروم رہے۔ ہمارے خوف دنیاوی خوف نہ ہوں بلکہ اگر کوئی خوف ہو تو اس محبت سے بھرا ہوا ہو کہ ہمارا پیارا خدا ہم سے ناراض نہ ہو جائے۔ پس اس مسجد کے بننے کے بعد جب دنیا کی نظر ہم پر ہو گی تو ایمان کے تقاضے پورے کرتے ہوئے ہمیں پہلے سے بڑھ کر اپنے جائزے لینے ہوں گے۔ ہمیں اپنے عملوں کو اسلامی تعلیم کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کی پہلے سے زیادہ ضرورت ہو گی، تبھی ہم مسجد دیکھ کر اس طرف متوجہ ہونے والوں کی صحیح رہنمائی کر سکیں گے۔

مسجد کے بعد تبلیغ اور احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے تعارف کے نئے راستے کھلیں گے اور کھل بھی رہے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا لوگ آئیں گے، دیکھیں گے۔ دنیا میں ہر جگہ جہاں جماعت کی مسجد بنتی ہے تو لوگ، سکولوں کے بچے بھی اور دوسرے گروپس بھی، آتے ہیں۔ آجکل کیونکہ بعض مسلمانوں کی حرکات کی وجہ سے دنیا کی نظر مسلمانوں کی طرف بہت ہے اس لئے جیسا کہ مَیں نے کہا تجسّس بہت بڑھ گیا ہے۔ جب ہمارے عملوں اور ہماری حالتوں سے وہ اسلام کی تصویر کا حقیقی رخ دیکھیں گے تو یقیناً متأثر ہوں گے۔ پس مسجد بنانے کے بعد یہاں کے رہنے والوں کی ذمہ داری مزید بڑھ گئی ہے۔ میں اس لئے یہ بار بار کہہ رہا ہوں کہ اب آپ چھپے ہوئے نہیں رہے۔ کبھی زمانہ تھا کہ جب آئرلینڈ کی جماعت چھوٹی سی تھی اور کوئی نہیں جانتا تھا۔ اب آپ لوگ ان لوگوں میں نہیں رہے جن کو لوگ جانتے نہیں۔ مسجد کی خوبصورت عمارت اور بلند مینار ہر روز آپ کو دنیا سے متعارف کروا رہے ہیں۔ اور اس کا آج افتتاح اور شام کو جیسا کہ میں نے کہا انشاء اللہ غیر مسلم یا غیر احمدیوں کے ساتھ جو فنکشن ہے اس تعارف کو ہر طبقے میں لے جائے گا۔ اخبارات نے کچھ لکھنا بھی شروع کر دیا ہے۔ مزید خبریں انشاء اللہ آئیں گی جو جماعت احمدیہ کے بارے میں، حقیقی اسلام کے بارے میں اس ملک کے لوگوں کو مزید آگاہ کریں گی اور یہ مسجد صرف گالوے کے لوگوں کے لئے توجہ کا مرکز نہیں رہے گی بلکہ دوسرے شہروں کے لوگ بھی آپ کے بارے میں جانیں گے اور موقع ملا تو یہاں آ کر مسجد دیکھنے کی کوشش بھی کریں گے۔ یہی ہمارا مختلف جگہوں پر تجربہ ہے۔ گویا جیسا کہ مَیں نے کہا آپ کی تبلیغ میں وسعت پیدا ہوتی چلی جائے گی۔ اس کے لئے ہر احمدی کو علمی لحاظ سے بھی تیاری کرنے

کی ضرورت ہے تا کہ دینی اور علمی جوابات دے سکیں اور عملی حالتوں کو بھی اس معیار کے مطابق لانے کی ضرورت ہوگی جس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ہمیں دیکھنا چاہتے ہیں۔ اور جس کے بارے میں مَیں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ معیار کیا ہے؟ وہ معیار قرآن کریم کے تمام احکامات پر عمل کرنا ہے۔ اپنے ایسے نمونے قائم کرنا ہے کہ یہاں کے رہنے والے خود بخود آپ کی طرف متوجہ ہوں۔ اس ملک میں بھی مذہبی رجحان بہت زیادہ ہے۔ یورپ میں یہ ملک ہے جس میں ابھی تک امیر لوگ بھی، دنیا دار بھی، غریب بھی اپنے عیسائی ہونے کے حوالے دیتے ہیں اور اظہار کرتے ہیں کہ ہم مذہبی ہیں اور حضرت عیسیٰ کے حوالے سے عیسائیت کو اپنا نجات دہندہ مذہب سمجھتے ہیں۔ ان کو ہم نے بتانا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہماری تعلیم کے مطابق اللہ تعالیٰ کے برحق نبی تھے اور خدا تعالیٰ کی طرف سے اپنے سپرد مفوّضہ کام کو احسن طریق پر سرانجام دے کر اس دنیا سے رخصت ہو گئے۔ اصل طاقتوں کا مالک اور تمام جہانوں کا رب خدائے واحد و یگانہ ہے جس کی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بھی عبادت کی اور آپ کی پاکیزہ والدہ حضرت مریم نے بھی عبادت کی۔ اور پہلے انبیاء کی پیشگوئیوں کے مطابق آخری اور کامل شریعت لے کر اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آئے ہیں۔ اور یہی شریعت کامل اور نجات دلانے والی ہے۔ خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والی ہے اور دنیا و آخرت سنوارنے کا ذریعہ بننے والی ہے لیکن صرف دعویٰ کرنے سے نہیں بلکہ اس شریعت پر عمل کرنے سے۔ ان کو بتانا ہوگا کہ اسلام کے زندہ مذہب ہونے کی دلیل یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں مسیح موعود علیہ السلام آ چکے ہیں جنہوں نے ہمیں خدا تعالیٰ سے ملایا۔ وہ خدا جو ہماری دعاؤں کو سنتا بھی ہے اور قبول بھی کرتا ہے جو اپنے وعدے کے مطابق اپنے نشانات بھی دکھا رہا ہے۔ پس اب دنیا کی بقا اس مسیح موعود کو ماننے میں ہے۔ اللہ تعالیٰ سے زندہ تعلق اس مسیح موعود کی آغوش میں آنے سے ہی پیدا ہوگا۔ لیکن کیا ہم یہ باتیں دوسروں کو بغیر کسی جھجک کے کہہ سکتے ہیں یا ہمیں رک کر سوچنا پڑے گا کہ کہوں یا نہ کہوں؟ کیا اگر دوسرے نے مجھے قبولیت دعا کا چیلنج دے دیا تو میں اس حالت میں ہوں کہ اسے قبول کروں۔ کیا میرا خدا تعالیٰ سے تعلق ہے۔ کیا میں خدا تعالیٰ کا خوف اور اس کی محبت اپنے دل میں رکھتے ہوئے اپنی زندگی کو اس کے بتائے ہوئے احکامات کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کر رہا ہوں؟ اگر نہیں تو پھر ایک احمدی ہونے کی حیثیت سے اپنی ذمہ داری کا احساس کئے بغیر اور انہیں نبھائے بغیر مَیں کس طرح دنیا کو دعوت دے سکتا ہوں۔ دنیا کو کس طرح بتا سکتا ہوں کہ یارو مسیح جو آنے کو تھا وہ تو آ چکا۔

کیا لوگ مجھے پوچھیں گے نہیں کہ تمہارے اندر اس مسیح نے کیا تبدیلی پیدا کی ہے جو تم مجھے پاک تبدیلیاں پیدا ہونے کا لالچ دے کر اس مسیح موعود کو ماننے کی طرف توجہ دلا رہے ہو۔ تمہارا اپنا خدا تعالیٰ سے کتنا تعلق پیدا ہو گیا ہے جو تم مجھے خدا تعالیٰ سے تعلق پیدا ہونے کا لالچ دے کر مسیح موعود کو قبول کرنے کی دعوت دے رہے ہو۔ تمہارا دین تمہیں کہتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا حق اس کی عبادت کر کے ادا کرو بلکہ تمہارے تو قرآن کریم میں یہ لکھا ہوا ہے کہ انسانی زندگی کا مقصد خدا کی عبادت کرنا ہے اور اسی لئے تمہیں پیدا کیا گیا ہے۔ کتنی نمازیں ہیں جو تم باجماعت ادا کرتے ہو؟ تم نے مسجد تو خوبصورت بنا لی لیکن اس کی خوبصورتی تو نمازیوں کی حالت سے ہے۔ ان سے ہی چمک اَور ابھرتی ہے۔ کیا تم لوگ پانچ وقت نمازیں مسجد میں پڑھتے ہو؟ کیا تم اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرتے ہو؟ قرآن کریم تو تمہیں کہتا ہے کہ تم خیرِ اُمّت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہو کیونکہ تم نیکیوں کی تلقین کرتے ہو اور برائیوں سے روکتے ہو۔ پوچھنے والے ہمیں پوچھیں گے کہ کیا صرف تلقین کرنے سے تمہارا مقصد پورا ہو جاتا ہے۔ اگر نہیں تو پہلے اپنے جائزے لو کہ کیا تم جو کہہ رہے ہو اس پر تم عمل بھی کر رہے ہو۔ پوچھنے والے پوچھیں گے کہ رشتے داروں اور لوگوں سے حسن سلوک کی تم باتیں کرتے ہو لیکن تمہارے اپنے عمل کیا اس کے مطابق ہیں۔ اپنی امانتوں کی ادائیگی اور عہدوں کے پورا کرنے کی تم باتیں کرتے ہو کیا امانتوں کا حق ادا کرنے اور عہدوں کو پورا کرنے کے تم سو فیصد پابند ہو۔ تم قربانی اور عاجزی کی باتیں کرتے ہو لیکن کیا اس کا اظہار تمہارے ہر قول و فعل سے ہو رہا ہے۔ تم یہ تو کہتے ہو کہ اسلام ہمیں حسن ظنی کی تعلیم دیتا ہے لیکن کیا اس حسن ظنی کو تم نے اپنی روزمرّہ زندگی پر لاگو بھی کیا ہوا ہے یا نہیں۔ تم کہتے ہو کہ قرآن کریم ہمیں سچائی پر قائم رہنے کی بڑی تلقین کرتا ہے لیکن کئی مواقع پر تو میں نے دنیاوی فوائد کے حصول کے لئے تمہیں خود جھوٹ کا سہارا لیتے ہوئے دیکھا ہے۔ یہ کوئی بھی ہمیں کہہ سکتا ہے اگر ہمارا عمل اس کے سامنے ہے۔ تم کہتے ہو کہ اسلام تعلیم دیتا ہے کہ اپنے غصے کو دباؤ اور عفو کا سلوک کرو۔ تعلیم تو بڑی اچھی ہے لیکن کیا تم اپنے روزمرّہ کے معاملات میں ان باتوں کا اظہار بھی کرتے ہو۔ تم اسلام کی ایک بڑی خوبصورت تعلیم مجھے بتا رہے ہو کہ عدل و انصاف کو قائم رکھنے کے لئے تمہارا معیار اتنا اونچا ہونا چاہئے کہ دشمن کی دشمنی بھی تمہیں اس سے بے انصافی کرنے اور اس کا حق غصب کرنے پر نہ اکسائے لیکن کیا تم دوسروں کو معاف کرنے اور انصاف کے قیام کے لئے یہ معیار حاصل کرنے کی کوشش کر رہے ہو اور اس کا حوصلہ رکھتے ہو۔ تمہارے سارے احکامات جو قرآن کریم کے حوالے سے تم بتاتے ہو بڑے اچھے اور خوبصورت ہیں لیکن کیا تم ان پر عمل کر رہے ہو۔ تم

دوسرے مسلمانوں کے بارے میں تو کہہ دیتے ہو کہ انہوں نے مسیح موعود کو نہیں مانا اس لئے ان کی یہ حالت ہے کہ وہ ایک دوسرے کی گردنیں کاٹ رہے ہیں اور رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ کا اُن سے اظہار نہیں ہوتا اور وہ اس کے الٹ کام کر رہے ہیں۔ لیکن تم نے جو مسیح موعود کو مانا ہے تمہارے تو ہر عمل کو تمہارے کہنے کے مطابق قرآنی تعلیم کے مطابق ہونا چاہئے۔ اگر نہیں تو پھر تم ہمیں کس روحانی اور عملی انقلاب کی طرف بلا رہے ہو۔ جیسے تم ویسے ہم۔ ہمارے میں اور تمہارے میں فرق کیا ہے۔ پس ہمیشہ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ جہاں احمدی، احمدی کی حیثیت سے جانا جاتا ہے وہاں اس کی ذمہ داریاں بہت بڑھ جاتی ہیں۔ وہ صرف احمدی نہیں رہتا بلکہ مسیح موعود کا نمائندہ بن جاتا ہے۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ ہماری طرف منسوب ہو کر ہمیں بدنام نہ کرو۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 188)

پس ایک احمدی کے کسی بُرے عمل کا اثر صرف اس کی ذات تک محدود نہیں رہتا بلکہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات تک پہنچ جاتا ہے۔ یہ بہت اہم بات ہے جسے ہر احمدی کو اپنے پیش نظر رکھنا چاہئے اور جب یہ سب کچھ پیش نظر ہوگا تو ہر احمدی احمدیت کا سفیر بن جائے گا۔ ہر تعارف اس کو دنیا کی نظروں میں اتنا بڑھائے گا کہ وہ آپ کی طرف لپک کر آئے گا۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نمائندہ بن جائیں گے۔ تبلیغ کا حق ادا کرنے والے بن جائیں گے۔ دنیا والوں کی دنیا اور آخرت سنوارنے والے بن جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے والے بن جائیں گے۔ پس اس کے حصول کے لئے ہمیں بھرپور کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی پنجوقتہ نمازوں کو باجماعت اور سنوار کر ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ مسجد کا حق ادا کرنے کی ضرورت ہے۔ فرائض کے ساتھ نوافل کے ذریعہ بھی خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنے کی ضرورت ہے۔ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ہر احمدی مرد اور عورت کو اپنی ذمہ داری سمجھنے کی ضرورت ہے۔

ہم بڑے شوق سے یہاں کے رہنے والوں کو بتاتے ہیں کہ ہم نے اس مسجد کا نام مسجد مریم رکھا ہے کیونکہ لوگ حضرت مریم کا بڑا احترام کرتے ہیں۔ ہم انہیں یہ کہتے ہیں کہ حضرت مریم تمہیں بھی پیاری ہیں کہ حضرت عیسیٰ کی والدہ ہیں لیکن صرف حضرت عیسیٰ کی ماں ہونے کی وجہ سے وہ ہمیں پیاری نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کی نیکی اور تقویٰ کے معیار کو بھی دیکھ کر ان پر پیار کی نظر ڈالی اور مومنوں کو کہا کہ تم مریم جیسی خصوصیات پیدا کرو۔ مریم نے اپنی ناموس کی حفاظت کی اور یہ حفاظت خدا تعالیٰ کی محبت اور خوف کی

وجہ سے کی۔ وہ خدا تعالیٰ کی کامل فرمانبردار تھیں اور اس کے حکموں پر عمل کرنے والی تھیں۔ وہ راستباز اور سچائی پر قائم رہنے والی تھیں۔

پس ہر حقیقی مسلمان مرد اور عورت کو اللہ تعالیٰ نے ان مومنانہ صفات کو اپنانے کا حکم دیا ہے۔ میں یہاں ان احمدی لڑکیوں اور عورتوں کو بھی کہوں گا کہ اگر یہاں کے لوگ حضرت مریم کی عزت کرتے ہیں اور صرف عزت ہی کرتے ہیں اور ان صفات کو اپنانے کی کوشش نہیں کرتے جو ان میں تھیں تو یہ ان کی کمزوری ہے۔ ایک حقیقی مسلمان مرد اور عورت کو تو حضرت مریم کی طرح اللہ تعالیٰ کا حقیقی فرمانبردار ہوتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ان حکموں میں سے حیا اور پردہ بھی ایک حکم ہے جس کا قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ساتھ اپنے حیادار لباس کا بھی خیال رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ سب کو اپنی رضا کے مطابق زندگیاں گزارنے اور حقیقی مومن بننے کی توفیق عطا فرمائے۔ دنیا میں ڈوبنے کی بجائے عبادتوں کا حق ادا کرنے والا بنائے۔ ایک دوسرے کے حقوق کی ادائیگی کو ادا کرنے والا بنائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ ہمیں نصیحت فرماتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

''مَیں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادتمندوں کے لئے پیدا کر دی ہے'' یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا آنا۔ ''مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تم لوگ جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے اس بات پر ہرگز ہرگز مغرور نہ ہو جاؤ کہ جو کچھ تم نے پانا تھا پا چکے۔ یہ سچ ہے کہ تم ان منکروں کی نسبت قریب تر بہ سعادت ہو جنہوں نے اپنے شدید انکار اور توہین سے خدا کو ناراض کیا اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے حسن ظن سے کام لے کر خدا تعالیٰ کے غضب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کی۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمہ کے قریب آ پہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لئے پیدا کیا ہے۔ ہاں پانی پینا ابھی باقی ہے۔ پس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو کہ وہ تمہیں سیراب کرے کیونکہ خدا تعالیٰ کے بدُوں کچھ بھی نہیں ہو سکتا''۔ خدا تعالیٰ ہی ہے جو توفیق دیتا ہے۔ ''یہ مَیں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمے سے پئے گا وہ ہلاک نہ ہو گا کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے حملوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس چشمہ سے سیراب ہونے کا کیا طریق ہے؟ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو دو حق تم پر قائم کئے ہیں ان کو بحال کرو اور پورے طور پر ادا کرو۔ ان میں سے ایک

خدا کا حق ہے، دوسرا مخلوق کا۔‘‘

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 184-185)

اللہ تعالیٰ ہمیں ہمیشہ یہ حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرماتا چلا جائے اور اس چشمے سے زیادہ سے زیادہ ہم فیضیاب ہونے والے بنتے چلے جائیں اور پھر اس فیض سے دنیا کو بھی فیضیاب کرنے والے ہوں۔

مَیں اس مسجد کے کچھ کوائف بھی بتا دوں۔ دنیا میں اس طرف بھی توجہ ہوتی ہے۔ مَیں نے ستمبر 2010ء میں اس کی بنیاد رکھی تھی اور زمین کا کل رقبہ 2400 مربع میٹر ہے تقریباً پونا ایکڑ، پونے ایکڑ سے تھوڑا سا کم۔ بہرحال جو مسجد کا مسقّف حصہ ہے وہ 217 مربع میٹر ہے اور یہ جگہ 2009ء میں پانچ لاکھ پندرہ ہزار یورو کی لاگت سے خریدی گئی تھی۔ اس میں ایک مکان بھی بنا ہوا تھا۔ پھر اس کی تعمیر پر تقریباً گیارہ لاکھ یورو کے اخراجات آئے ہیں۔ مین ہال اور دوسری جگہوں کو ملا کے ان میں تقریباً دو سو کے قریب لوگ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ اس مسجد سے ملحقہ دو دفاتر بھی ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ ایک مکان بھی تھا جو تین کمروں پر مشتمل ہے اور اس میں کچن وغیرہ بھی بنا ہوا ہے۔ سترہ گاڑیوں کی پارکنگ کی بھی گنجائش ہے۔ پھر اس کے ساتھ یہ جو جگہ ہے اس کی لوکیشن (Location) بڑی اچھی ہے۔ قریب ہی یہاں گھوڑ دوڑ ہوتی ہے، ریسنگ گراؤنڈ (Racing Ground) ہے جہاں سے یہ مسجد بڑی اچھی طرح نظر آتی ہے۔ مشہور تہوار یہاں ہوتا ہے اور مشہور شخصیات بھی اس گھوڑوں کی دوڑ میں شامل ہونے کے لئے آتی ہیں۔ اس میں یہاں کے تقریباً چالیس ہزار لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اور وہاں سے مسجد کا نظارہ بھی بڑا خوبصورت ہے تو اس لحاظ سے بھی مسجد کا تعارف بڑھے گا کیونکہ باہر سے بھی لوگ یہاں آئیں گے۔ اور یہ کافی آباد علاقہ ہے۔ یہاں سے تقریباً روزانہ ہی سینکڑوں کی تعداد میں لوگ گزرتے ہیں۔ سٹوڈنٹس کی ایک رہائشگاہ بھی یہاں قریب ہی ہے۔ گالوے ایئرپورٹ بھی دس منٹ کے فاصلے پر ہے۔ اس کے ساتھ ہی اب بعد میں دو اور مکان بھی خریدے گئے ہیں جو بالکل پیچھے دیوار کے ساتھ لگتے ہیں اور ان کی بھی اچھی اکاموڈیشن (accommodation) ہے۔ بہرحال یہ سارا کمپلیکس جو ہے اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے اور یہاں کے لوگوں کو اس مسجد کا حق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 17 اکتوبر 2014ء تا 23 اکتوبر 2014ء جلد 21 شمارہ 42 صفحہ 05 تا 08)

40

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 03؍ اکتوبر 2014ء بمطابق 03 اخاء 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اسلامی تعلیم کے رُو سے دینِ اسلام کے حصے صرف دو ہیں یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعلیم دو بڑے مقاصد پر مشتمل ہے۔ اوّل ایک خدا کو جاننا۔ جیسا کہ وہ فی الواقعہ موجود ہے۔ اور اس سے محبت کرنا اور اس کی سچی اطاعت میں اپنے وجود کو لگانا جیسا کہ شرط اطاعت و محبت ہے۔ دوسرا مقصد یہ ہے کہ اس کے بندوں کی خدمت اور ہمدردی میں اپنے تمام قویٰ کو خرچ کرنا اور بادشاہ سے لے کر ادنیٰ انسان تک جو احسان کرنے والا ہو شکر گزاری اور احسان کے ساتھ معاوضہ کرنا۔''

(تحفۂ قیصریہ، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 281)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ''اسلام نے اپنی تعلیم کے دو حصے کئے ہیں۔ اوّل حقوق اللہ۔ دوم حقوق العباد۔ حقّ اللہ یہ ہے کہ اس کو واجب الاطاعت سمجھے اور حقوق العباد یہ ہے کہ خدا کی مخلوق سے ہمدردی کریں۔ یہ طریق اچھا نہیں کہ صرف مخالفت مذہب کی وجہ سے کسی کو دکھ دیں۔''

(لیکچر لدھیانہ، روحانی خزائن جلد 20 صفحہ 281)

اس طرح کے بہت سے ارشادات اور تحریرات ہمیں ہمارے فرائض کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتب اور ملفوظات میں دیئے ہیں اور یہی حقوق اللہ اور حقوق العباد قائم کرنے کی تعلیم ہے جس کی دنیا کو آج ضرورت ہے اور یہی تعلیم ہے جسے ہم دنیا کے سامنے پیش

کرتے ہیں تو دنیا حیران رہ جاتی ہے اور جب اسلامی تعلیم کی مزید تفصیل پیش کی جاتی ہے، مزید جزئیات میں جا کر بیان کیا جاتا ہے تو سننے والوں کی حیرانی اور بھی زیادہ ہو جاتی ہے۔ کیونکہ عام طور پر غیر مسلم دنیا نے تو مخالفین اسلام کی طرف سے اسلام کے بارے میں یہی باتیں سنی ہیں کہ اسلام شدت پسندی اور حقوق غصب کرنے کا مذہب ہے اور وہ اپنی دلیل کو مسلمان گروہوں کے عملی نمونے پیش کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں جو بدقسمتی سے بعض مسلمان گروہ اور افراد دکھا رہے ہیں۔ لیکن جیسا کہ مَیں نے کہا کہ جب اسلامی تعلیم کی حقیقت قرآن کریم سے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ سے اور خلفائے راشدین اور صحابہ رضوان اللہ علیہم کے نمونے کے حوالے سے پیش کی جائے تو ان پر حقیقت کھلتی ہے۔ اور جب یہ بتایا جائے کہ اس تعلیم کے لاگو کرنے کے لئے اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے اور جماعت احمدیہ اس کا پرچار بھی کرتی ہے اور اس پر عمل کرنے کی کوشش بھی کرتی ہے تو دنیا کی توجہ جماعت کی طرف پیدا ہوتی ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ مخالف سے مخالف کے سامنے بھی جب احسن رنگ میں، اچھے رنگ میں یہ تعلیم پیش کی جائے اور عملی نمونے سے اس کے اظہار کی کوشش بھی کی جائے تو ایک غیر معمولی اثر لوگوں پر پڑتا ہے۔

بہرحال اس وقت میں اس تعلیم کی تفصیل میں جانے کی بجائے یہ بتانا چاہتا ہوں کہ گزشتہ دنوں جماعت احمدیہ آئرلینڈ کی پہلی باقاعدہ مسجد کا افتتاح تھا۔ آپ سب نے میرا خطبہ بھی وہاں سے سنا ہو گا اور پھر شام کو مہمانوں کے ساتھ، غیروں کے ساتھ ریسیپشن کا جو پروگرام تھا وہ بھی لائیو نشر کیا گیا تھا وہ بھی سنا ہو گا۔ اس میں مَیں نے اس اسلامی تعلیم کے حوالے سے کچھ باتیں کی تھیں اور عموماً غیروں کے سامنے میں اسی حوالے سے بات کیا کرتا ہوں جس کا غیروں پر غیر معمولی اثر بھی ہوتا ہے۔ وہاں گالوے آئرلینڈ میں بھی جو ہمارے مہمان آئے ہوئے تھے ان پر بھی اثر ہوا۔ اس کے علاوہ پریس انٹرویوز اور سیاستدانوں اور پڑھے لکھے طبقے کے ساتھ بھی اسلام کی تعلیم کے حوالے سے باتیں ہوئیں۔ ان پر بھی اثر ہوا جس کا اظہار ہر ایک نے کیا۔ آئرش لوگوں کی یہ خوبی ہے کہ مثبت یا منفی اظہار کھل کر کر دیتے ہیں۔ یا بات اگر پسند نہیں آئی تو پھر خاموش رہتے ہیں، بلاوجہ کی تعریف نہیں کرتے۔

آج میں اس دورہ کے حوالے سے کچھ باتیں، کچھ تأثرات ان لوگوں کے بیان کروں گا جس کو دیکھ کر، سن کر، پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد کی طرف توجہ پیدا ہوتی ہے اور توفیق ملتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ جماعت کا تعارف اور اسلام کی حقیقی تعلیم پھیلانے کی توفیق عطا فرما رہا ہے۔

جب مَیں وہاں آئرلینڈ میں پہنچا ہوں تو اگلے دن جماعت نے پارلیمنٹ ہاؤس میں سپیکر اور بعض پارلیمنٹیرین کے ساتھ ملاقات کا ایک پروگرام رکھا ہوا تھا جو بڑے اچھے ماحول میں ہوا۔ آئرلینڈ کی نیشنل پارلیمنٹ کے سپیکر سے ملاقات ہوئی۔ بڑے ملنسار اور کھلے دل کے اور انسانی ہمدردی رکھنے والے انسان ہیں۔ انصاف پسند شخصیت ہیں۔ انہوں نے بتایا کہ میرا جماعت سے تعارف ہے اور آپ کی جماعت کے کاموں کو مَیں قدر کی نگاہ سے دیکھتا ہوں۔ اگرچہ یہ جماعت یہاں چھوٹی ہے لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑی فعال ہے۔ اپنے حوالے سے انہوں نے افریقہ کی بعض مشکلات اور مسائل کا بتایا کہ مَیں روانڈا میں گیا تھا تو وہاں بھی میں نے دیکھا ہے۔ بہر حال ان سے باتیں ہوئیں اور جماعت افریقن ممالک میں جو خدمت کر رہی ہے اس کے بارے میں ان کو مَیں نے بتایا کہ کس طرح ہم ہسپتال، سکول چلا رہے ہیں۔ غریب لوگوں کو پینے کا پانی مہیا کر رہے ہیں اور دوسرے رفاہی کام جو ہیں وہ کر رہے ہیں اور یہ سب کچھ بغیر کسی تفریق مذہب و ملّت کے ہو رہا ہے۔ جس چیز نے ان کو حیران کیا وہ یہ تھی کہ مَیں نے ان کو جب بتایا کہ ہمارے سکولوں میں مذہبی تعلیم بھی دی جاتی ہے لیکن اس میں آزادی ہے کوئی زبردستی نہیں۔ ہر مذہب کے طلباء اپنے اپنے مذہب کی تعلیم حاصل کر سکتے ہیں۔ بائبل نالج بھی پڑھائی جاتی ہے۔ یہ سن کر سپیکر صاحب نے بڑی حیرانی کا اظہار کیا کیونکہ عیسائی مشن کے جو سکول ہیں وہ زبردستی صرف عیسائیت کی تعلیم دیتے ہیں اور بائبل نالج پڑھاتے ہیں۔ مسلمانوں کو بھی زبردستی پڑھنی پڑتی ہے۔ تو یہ سن کر کہ اس طرح کی آزادی ہماری طرف سے ہے ان کے لئے یہ بڑی حیرت کی بات تھی۔ پھر خود ہی دہشتگردی کے حوالے سے یہ بھی کہنے لگے کہ بعض جگہ عیسائیوں کی طرف سے بھی ظلم ہوتا ہے لیکن عیسائیت کو کوئی الزام نہیں دیتا۔ اس پر مَیں نے کہا یہی فرق ہے کہ مسلمانوں سے دنیا میں تعصب کا اظہار ہو رہا ہے کہ عیسائیت کی طرف سے اگر کوئی غلطی ہو تو عیسائیت کو بدنام نہیں کیا جاتا لیکن ایک مسلمان اگر کوئی غلطی کرتا ہے یا ظلم کرتا ہے تو اسلامی تعلیم کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے۔ بہر حال خود ہی یہ ان کا خیال تھا۔ اس لئے انہوں نے بڑی ہاں میں ہاں ملائی۔ اسی طرح پھر بیس کے قریب پارلیمنٹیرین کے ساتھ بھی ملاقات ہوئی۔ وہاں ہمارے ایک ممبر آف پارلیمنٹ ایمن کین (Eamon O'Cuin) ہیں جنہوں نے میرا تعارف بھی کرایا اور اس کے بعد جماعت کے کاموں کی تعریف کی۔ پرانے جماعت کو جانتے ہیں۔ وہاں کچھ سوال بھی ہوئے جہاں میں نے ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد اور اس کا سارا تعارف کرایا۔ باقی باتیں بھی ہوئیں۔ یہ سیاستدان سمجھتے ہیں کہ شاید جماعت احمدیہ اپنے آپ کو دوسرے

مسلمانوں سے علیحدہ رکھنے کی کوشش کرتی ہے اور اگر کبھی موقع ملے بھی تو ہم بات چیت کرنے کی طرف راغب نہیں ہوتے۔ اسی طرح ایک نے سوال کیا کہ کیا کوئی ایسا موقع کبھی ہوا ہے یا اگر پیدا کیا جائے کہ غیر از جماعت یا غیر احمدی علماء سے یا ان کے لیڈروں سے جو جماعت کے خلاف ہیں بیٹھ کر کسی پلیٹ فارم پر بات کی جائے تو مَیں نے کہا ہم تو ہمیشہ تیار ہیں اور اگر تم لوگ کوئی ایسا پلیٹ فارم مہیا کر سکتے ہو تو ہم وہاں بھی جانے کو تیار ہیں اور مجھے پتا ہے کہ وہ لوگ نہیں آئیں گے۔ گزشتہ دنوں یہاں ہی بی بی سی نے ایک پروگرام کرنا تھا۔ ہمارے ایک نوجوان جو ٹیم کے ممبر ہیں۔ ان کو انہوں نے بلایا کہ تمہارا موقف بھی سنیں گے اور دوسرے غیر از جماعت کو بھی بلایا۔ لیکن جب ان کو پتا لگا کہ احمدی وہاں آ رہا ہے تو انہوں نے آنے سے انکار کر دیا تو یہ تو ان کا حال ہے۔ کیونکہ پتا ہے کہ حقیقت ان کے پاس کچھ نہیں اور جو کچھ ہے اس کی بنیاد ہی جھوٹ پر ہے۔ پھر عورتوں کی آزادی کے حوالے سے بات ہوئی۔ ان کو سمجھایا گیا تو ان کی کافی تسلی ہوئی۔ پھر فرقہ واریت کے بارے میں بھی انہوں نے سوال کئے کہ کیوں شیعہ سنی ہیں؟ اس پر میں نے ان کو بتایا کہ جس طرح یہودی اور عیسائی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اسی طرح اسلام میں بھی ہیں لیکن اسلام کے ان فرقوں کی پیشگوئی تو پہلے سے ہی تھی اور یہی جماعت احمدیہ کی بنیاد کی وجہ ہے کیونکہ آنے والے نے ان سب فرقوں کو اکٹھا کرنا تھا جو کام اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت احمدیہ کر رہی ہے۔ بہر حال ان ساری باتوں کا ان پر بڑا اچھا اثر تھا۔ اس میں سے کچھ لوگ وہاں بھی آئے جو مسجد میں جمعہ والے دن ریسپشن ہوئی تھی۔ تقریباً ایک سو سے زائد یہ مہمان تھے جن میں سے پانچ ممبران نیشنل پارلیمنٹ تھے۔ دو سینیٹر تھے۔ سٹی کونسل کے ممبر تھے۔ چیف سپرنٹنڈنٹ گالوے پولیس تھے۔ بشپ گالوے کے نمائندے تھے۔ یہ خود بھی بشپ ہیں۔ کونسلرز، استاد، ڈاکٹر، انجنیئرز اور وکلاء وغیرہ مختلف لوگ آئے ہوئے تھے۔ بہر حال ایک اچھے ماحول میں یہ ریسپشن بھی ہوئی۔

ایک مہمان سیاستدان جان ربیٹ (John Rabbit) ہیں۔ اس فنکشن کے بعد وہ کہتے ہیں کہ ”آج کی تقریب نے مجھے up lift کر دیا ہے۔ میں خلیفۃ المسیح کے خطاب سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میرا اسلام کے بارے میں نظریہ یکسر تبدیل ہو گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ میرا ایک دوست سعودی عرب میں رہتا ہے وہ مجھے اسلام کے بارے میں جو باتیں بتاتا ہے اس کے برعکس مَیں نے یہاں خوبصورت اسلام کو دیکھا ہے۔ آپ کی باتیں سن کے مجھے پتا لگا کہ اسلام واقعی پر امن، محبت و پیار اور ایک دوسرے کے لئے ہمدردی اور رواداری رکھنے والا مذہب ہے“۔

میں نے مختلف لوگوں کے تھوڑے تھوڑے فقرے لئے ہیں۔ ڈپٹی میئر گالوے کاؤنٹی کا کافی لمبا بیان ہے۔ تھوڑا سا حصہ بیان کر رہا ہوں۔ وہ کہتے ہیں کہ ''مختلف عقائد سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایک جگہ جمع ہوتے دیکھنا نہایت خوشی کی بات ہے اور اس بات کا ثبوت ہے کہ آئرلینڈ اور بالخصوص گالوے شہر اسلام احمدیت کو خوش آمدید کہتا ہے''۔ تو یہ اسلام کی خوبصورت تعلیم ہے۔ مخالفین بھی، دوسرے مذہب رکھنے والے بھی خوش آمدید کہتے ہیں۔

پھر ڈپٹی سپیکر نیشنل پارلیمنٹ مائیکل پی کِٹ (Michael P.Kitt) نے کہا: ''یہ بڑی خوبصورت تقریب تھی اور میرے پیغام کے بارے میں کہا کہ محبت اور امن کے بارے میں یہ خطاب میرے لئے بہت حوصلہ افزا ہے اور اس خطاب سے پتا چلتا ہے کہ محبت کے پیغام میں کتنی طاقت ہے''۔

پھر ایک مہمان جو تقریب میں آئے، کہتے ہیں کہ ''میں بہت خوش ہوں اور آپ کے محبت اور امن کے پیغام سے بہت متاثر ہوا ہوں۔ میں اس پیغام کو اپنے دیگر احباب تک پہنچاؤں گا''۔

پھر ایک مہمان ڈرڈری میک کِینا (Deirdre Mc Kenna) کہتے ہیں کہ ''مختلف بیک گراؤنڈ سے تعلق رکھنے والے لوگوں کو ایک جگہ متحد دیکھ کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ اللہ کرے کہ آج کی یہ تقریب ہمارے معاشرے میں کشادہ دلی کی روایات کا آغاز کرنے والی ثابت ہو اور آئرلینڈ کے تمام لوگ اس کا حصہ بن جائیں تا کہ ہم باہم مثبت تعلقات استوار کرتے ہوئے زندگی گزارنا سیکھیں اور آئرلینڈ میں ایک بہترین مستقبل کی بنیاد پڑے''۔

تو یہ ہے جماعت کی خوبصورت تعلیم، اسلام کی خوبصورت تعلیم جو جماعت پیش کرتی ہے اور غیروں کو بھی مجبور کرتی ہے کہ وہ اس تعلیم کو اپنانے کی طرف توجہ دیں۔

پھر ایک مہمان نے کہا کہ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ آجکل لوگ اسلام سے بہت خوفزدہ ہیں مگر اس تقریب نے ہم سب کو مذہبی برداشت کا درس دیا ہے۔ خلیفہ نے ہمیں اسلام اور قرآن کی محبت اور امن کی تعلیمات سے آگاہ کیا جو ہم سب کے لئے بہت اطمینان بخش تھا۔ آج کی تقریب سے ہم نے بہت کچھ سیکھا ہے''۔

پھر ایک مہمان جینی مکلین (Jenny Mc Clean) میرے خطاب کے بارے میں کہتے ہیں کہ ''انہوں نے بعض بہت ہی اہم امور کا ذکر کیا اور کہتے ہیں کہ ہر شخص جو خلیفہ کا خطاب سن رہا تھا بہت متاثر دکھائی دیا۔ اور یہ بھی اہم بات تھی کہ خلیفہ نے اپنے خطاب میں مسلمان دنیا میں موجود تضادات کا بھی

ذکر کیا''۔ تو یہ اسلام کی حقیقی تعلیمات کا پتا لگنے کے بارہ میں بہت سارے لوگوں کے کومنٹس (comments) ہیں۔

پھر ایک یہ بھی ہے کہ ''یہ خطاب حکمت سے پُر اور دل کو چھو لینے والا تھا''۔ پھر ایک مہمان خاتون تھیں، کہتی ہیں ''جو امن کا پیغام دیا ہے اور جہاد کی وضاحت کی ہے اس سے میں بہت متاثر ہوئی ہوں اور مسجد کا نام ہی معاشرے میں ہم آہنگی کو فروغ دے رہا ہے۔ یہاں آ کر اسلام کے متعلق مجھے ایک نئی قسم کی آگاہی ہوئی ہے''۔

پھر گالوے کاؤنٹی کے ایک کونسلر ٹام ہیلے (Tom Healy) کہتے ہیں کہ ''اللہ کرے کہ آپ کا پیغام ساری دنیا میں گونجے اور آپ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی سفیر بنیں''۔

تو اس طرح یہ عیسائی، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی عزت کر رہے ہیں اور اس پیغام کو، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پیغام کو پہنچانے کی دعا دے رہے ہیں۔

پھر ایک خاتون مہمان جو ایجوکیشن فاؤنڈیشن ڈبلن کی ڈپٹی پرنسپل تھیں، کہتی ہیں کہ ''مجھے مسجد کا یہ نام مریم رکھنا بڑا اچھا لگا۔ اور اس خطاب سے مجھے پتا چلا کہ اسلام میں مریم کا کیا مقام ہے اور قرآن کریم میں حضرت مریم علیہا السلام کی تعریف بیان کی گئی ہے۔ میرے نزدیک یہ بہت دلکش نکتہ ہے جو ان تمام عیسائیوں کو بتانا چاہئے جو اسلام کے خلاف بولتے ہیں۔ اسلام کے متعلق مجھے اتنا علم نہ تھا لیکن خلیفۃ المسیح کا خطاب سن کر اب مجھ پر اسلام کا انتہائی اچھا تاثر قائم ہو گیا''۔

ایک جرنلسٹ خاتون مسز برتھا (Mrs.Bertha) آئی ہوئی تھیں۔ کہتی ہیں کہ ''آج سے پہلے میں اسلام سے بالکل واقف نہ تھی۔ میں نے آج کا سارا دن مسجد مریم میں گزارا ہے اور خلیفہ کا خطبہ جمعہ اور مسجد مریم کے حوالے سے افتتاحی خطاب سنا ہے۔ میں نے یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اسلام امن کا مذہب ہے۔ مَیں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا ہے کہ احمدی لوگ کس قدر خوش مزاج ہیں''۔ پس یہ نمونے ہیں جو متاثر کرتے ہیں، یہ نمونے بھی ہمیں دکھانے چاہئیں۔

پھر ایک آئرش خاتون کہتی ہیں کہ ''اسلام کے متعلق مجھے زیادہ علم نہ تھا مجھے صرف اس حد تک ہی علم تھا جو خبروں میں نظر آتا ہے یعنی خودکش دھماکے اور دہشتگردی۔ لیکن خلیفہ نے جس اسلام کا بتایا ہے وہ تو بالکل مختلف ہے وہ اسلام تو محبت اور امن کا پُرکشش پیغام دیتا ہے''۔

ایک مہمان جو کونسلر بھی ہیں، کہتے ہیں کہ ''یہاں آنے سے پہلے مَیں سمجھتا تھا کہ سارے مسلمان

ایک ہی طرح کے ہیں۔ بالکل ایسے جس طرح میڈیا میں نظر آتا ہے کہ مسلمان دہشتگردی کر رہے ہیں اور ظلم کر رہے ہیں لیکن خلیفہ کا خطاب سن کر مَیں بہت متاثر ہوا۔ بالخصوص امن کا پیغام اور آپ کا یہ ماٹو دیکھ کر کہ محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں''۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ ''اس میں کوئی شک نہیں کہ جماعت احمدیہ اس پر عمل بھی کرتی ہے جس کی وہ تبلیغ کرتے ہیں اور دنیا کو آجکل اس پیغام کی سخت ضرورت ہے۔ دنیا کو یہ بتانے کی ضرورت ہے کہ اسلام میں ایک جماعت ایسی بھی ہے جو صرف اور صرف محبت کا پیغام پھیلاتی ہے''۔ پس جہاں جہاں جب ہم یہ پیغام سنتے ہیں تو خوش نہ ہو جائیں بلکہ اسی طرح ہمارا احساس ذمہ داری بڑھتا چلے جانا چاہئے۔

ایک خاتون کونسلر کہتی ہیں کہ ''میرے خیال میں جب ہم اس تقریب میں آئے ہیں تو ہر شخص کچھ نہ کچھ tense ضرور تھا لیکن جب خلیفہ نے اپنے خطاب میں اس بات کا ذکر کر دیا کہ یہاں پر موجود بعض لوگ اسلام کے متعلق خوف وخدشات رکھتے ہوں گے تو جونہی خلیفہ نے اس بات کا اظہار کیا، ہر ایک مطمئن سا ہو گیا اور پھر بڑے آرام سے یہ خطاب سنا''۔

پھر ایک اخباری صحافی کہتے ہیں کہ ''یہ خطاب سوچنے پر مجبور کرتا ہے''۔ کہتے ہیں کہ ''تقریر میں انہوں نے اسلام احمدیت کی وضاحت کی اور بتایا کہ بعض شدت پسندوں نے اسے بگاڑ دیا ہے۔ خلیفہ نے بڑے عمدہ رنگ میں اسلام کی امن، محبت اور برداشت کا مذہب ہونے کی تعلیم پیش کی اور یہ تقریر مدلل اور واضح تھی۔ یہ بھی سن کر بڑا علم حاصل ہوا''۔ کہتے ہیں ''مَیں گزشتہ گیارہ سال سے جماعت کو جانتا ہوں۔ جماعت انٹرفیتھ پروگرامز بھی کرتی ہے''۔ لیکن ان کا یہ خیال تھا کہ شاید وہاں رہنے والے لوگ دکھانے کے لئے ایسا کرتے ہیں۔ اصل تعلیم کچھ اَور ہے۔ لیکن آج جب مجھے ملے اور سارا کچھ دیکھا تو جماعت کے بارے میں ان کی تسلی مزید بڑھی۔

ایک مہمان تھیں جو آئرلینڈ قومی اسمبلی کی ممبر ہیں۔ پہلے تو شکریہ ادا کرتی ہیں۔ کہتی ہیں ''اپنے حلقے میں بہت سے احباب کو جانتی ہوں اور لوکل سطح پر یہ احمدی سارے بڑے فعال ہیں۔ ہمارے معاشرے میں بڑا کردار ادا کر رہے ہیں۔ جماعت کی خواتین کی تنظیم بھی ہمیں چیریٹی دیتی ہے''۔

بہرحال یہ چیریٹی بھی ہر تنظیم کی طرف سے، جماعت کی طرف سے بھی ان تنظیموں کو دینی چاہئے۔ اس سے بھی تعارف بڑھتا ہے اور تعارف بڑھنے سے پھر تبلیغ کے مواقع پیدا ہوتے ہیں۔

پھر گالوے کاؤنٹی کی ایک ڈویژن کے جو پولیس چیف سپرنٹنڈنٹ تھے، وہ کہنے لگے کہ ''اس میں

شامل ہونا میرے لئے اعزاز کی بات ہے اور مجھے بخوبی علم ہے کہ اسلام احمدیت شدت پسندی پر یقین نہیں رکھتی۔ جو احمدی اسلام ہے جو حقیقی اسلام ہے یہ دوسرے مذہب کو برداشت کرنے کا درس دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج جماعت احمدیہ نے اس مسجد کا نام حضرت مریم علیہا السلام کے نام پر رکھا ہے''۔ اور پھر کہتے ہیں کہ ''مَیں اس بات پر خوش ہوں کہ آپ نے گالوے شہر کا انتخاب کیا''۔ پھر کہتے ہیں ''جماعت احمدیہ کو مَیں بحیثیت پولیس افسر یہ یقین دلاتا ہوں کہ جس تعلیم کا آپ پرچار کر رہے ہیں آپ کو ہر قسم کا تحفظ دیا جائے گا''۔

پاکستان میں یا دوسرے ممالک میں ہماری مسجدوں کو نقصان پہنچایا جا رہا ہے اور یہ سب کچھ اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ اور عیسائی دنیا اس بات پر فخر کر رہی ہے کہ آپ نے ہمارے شہر میں مسجد بنانے کا انتخاب کیا ہے اور اس بات کا اظہار کر رہے ہیں کہ ہر ایک کو عبادت کا حق ہے۔ انڈونیشیا میں یا پاکستان میں یا بعض جگہوں پر پولیس کی نگرانی میں تشدد کیا جاتا ہے۔ ان ملکوں میں عیسائی دنیا میں پولیس کے افسران کہہ رہے ہیں کہ ہم آپ کو ہر طرح کا تحفظ دینے کے لئے بھرپور کوشش کریں گے۔ اسلام کے یہ جو بنیادی اخلاق تھے ان کو اصل میں ان لوگوں نے اپنا لیا اور ہماری مسلمانوں کی اکثریت بھولتی جا رہی ہے۔

پھر ایک مہمان سیاستدان ایمن صاحب جو بڑے منجھے ہوئے سیاستدان ہیں۔ 1989ء میں پہلی مرتبہ بطور سینیٹر ان کا انتخاب ہوا۔ منسٹر آف سٹیٹ بھی رہ چکے ہیں۔ پھر 2002ء سے 2010ء تک منسٹر آف کمیونٹی اور Rural افیئرز بھی رہے۔ 2010ء میں منسٹر آف سوشل پروٹیکشن بنے۔ یہ کہتے ہیں کہ ''2010ء میں مجھے سنگ بنیاد رکھنے کی تقریب میں بھی شمولیت کا موقع ملا اور مجھے خوشی ہو رہی ہے کہ آج یہ مسجد مکمل ہو گئی اور مَیں افتتاح کے لئے بھی آیا ہوں''۔ اور یہ جماعت کی محبت اور پیار کی تعلیم سے بڑے متأثر ہیں۔ کہتے ہیں کہ ''جماعت نے ہمیشہ یہ ثابت کیا ہے کہ یہ جماعت اپنے اعلیٰ مقاصد کے مطابق ہی کام کر رہی ہے۔ اس جماعت نے جس طرح بین المذاہب کانفرنسز کا انعقاد کیا اور مختلف مذاہب کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کیا ہے اس سے میں بہت متاثر ہوا ہوں''۔

مسجد کے ساؤنڈ سسٹم کے لئے کمپنی کے مالک مسٹر فنٹن (Mr.Fintan) ایک عیسائی تھے، وہ آئے ہوئے تھے۔ دورے سے پہلے بھی کام کرتے رہے، بعد میں بھی۔ انہوں نے مجھے نمازیں پڑھاتے، جمعہ پڑھاتے بھی دیکھا تو کہتے ہیں کہ ''مَیں مذہباً کیتھولک ہوں اور چرچ جاتا ہوں لیکن یہاں آ کر مَیں نے محسوس کیا ہے کہ میری زندگی میں ایک تبدیلی آ رہی ہے۔ مجھے مسجد آ کر ایک سکون محسوس ہو رہا ہے۔

چرچ میں تو مجھے آج تک خدا نہیں ملا لیکن جب سے یہاں مَیں نے خلیفۃ المسیح کو نمازیں پڑھاتے دیکھا ہے تو مجھے یہاں خدا نظر آ رہا ہے۔ مجھے یہاں خدا مل گیا ہے۔ مَیں نے خلیفہ کے ساتھ سجدے کئے ہیں اور دعائیں کی ہیں"۔ اور باقاعدہ وہ ہمارے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔ کہتے ہیں "مجھے نماز تو نہیں آتی لیکن جو حرکات تم لوگ کرتے تھے وہی ساتھ ساتھ مَیں کرتا تھا اور سجدے میں جا کے میں نے تم لوگوں کے لئے بہت دعا کی"۔

پھر پریس کے ذریعہ بھی جو کہ تبلیغ کا، اسلام کا پیغام پہنچانے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس کے ذریعے بھی کافی کام ہوا۔ ان کا ایک ٹی وی TG4 ہے۔ اس میں خبر نشر ہوئی۔ اس میں مجھے خطبہ دیتے ہوئے دکھایا گیا۔ یہ پورے ملک کا چینل ہے اور ایک اندازے کے مطابق تقریباً پانچ ملین لوگ اس کو دیکھتے ہیں یا کہہ لیں پوری آبادی دیکھتی ہے۔ پھر آر ٹی ای ریڈیو چینل ہے۔ آر ٹی، ٹی وی چینل تو یہاں بھی سکائی پر آتا ہے۔ لیکن یہ ریڈیو ہے۔ ان کے سننے والوں کی تعداد بھی ایک ملین ہے۔ انہوں نے کچھ جمعہ بھی ریکارڈ کیا تھا اور جمعہ کے بعد پھر میرا انٹرویو بھی لیا تھا جس کو انہوں نے اپنے پروگرام میں بغیر کسی ایڈٹ کرنے کے تقریباً اسی طرح دکھا بھی دیا۔ پھر آر ٹی ون کے نمائندے جنہوں نے انٹرویو لیا تھا۔ اسلام کے بارے میں سوال کیا کہ آپ کا نعرہ تو محبت سب کے لئے نفرت کسی سے نہیں ہے اور جو کچھ مسلمان دنیا میں ہو رہا ہے یہ آپ کو فکرمند یا پریشان نہیں کرتا؟ اس پر میں نے ان کو یہی کہا تھا کہ اسلام تو یہ سکھاتا ہے کہ کسی کا حق نہ مارو، کسی کی حق تلفی نہ کرو، کسی پر زیادتی نہ کرو اور ہم تو اسلام کی حقیقی تعلیم پر عمل پیرا ہیں اور اسی بنیاد پر، اسی تعلیم پر ہمارا یہ ماٹو ہے۔ ہمیں اسلام نے یہ سکھایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول ہیں اور جو اللہ ہے وہ ربّ العالمین ہے۔ تمام جہانوں کا ربّ ہے۔ سب کو پالنے والا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ رحمۃ للعالمین ہیں۔ جب ایک ربّ ہے جو تمام جہانوں کا پالنے والا ہے اور ایک نبی ہے جو تمام جہانوں کے لئے رحمت ہے تو یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ اسلام کی تعلیم میں کہیں بھی کسی کا حق مارنے اور ظلم کرنے کا ذکر ہو۔ پس یہ سب جھوٹ ہے اور اسلام کی تعلیم کی بنیاد ہی یہ ہے۔ بہرحال اس پر وہ کافی متاثر ہوئے۔ انہوں نے اس کو ریڈیو پر بھی دیا۔

پھر اور زیادتیوں کے بارے میں، طالبان وغیرہ کے بارے میں، ISIS کے بارے میں سوال کرتے رہے۔ میں نے یہی بتایا کہ سب غلط ہے۔ پھر انہوں نے پوچھا کہ دنیا کے بارے میں آپ کیا کہتے ہیں تو میں نے یہ ہی بتایا کہ دنیا جس تیزی سے فسادات میں ملوث ہو رہی ہے اس میں صرف اسلامی ممالک کا سوال نہیں ہے بلکہ اس میں یورپ کے ممالک بھی شامل ہیں اور اب یہ لپیٹ بڑھتی چلی جا رہی

ہے۔ اگر صبر اور تحمل کا مظاہرہ نہ کیا، اگر امن کے قیام کی کوششیں صحیح طرح نہ کی گئیں تو ایک بہت بڑی تباہی آئے گی جس کو قابو کرنا مشکل ہو جائے گا اور یہ تباہی تیسری جنگ عظیم ہے۔ اس کا بھی انہوں نے اپنی خبروں میں ذکر کیا۔ اسی طرح انہوں نے ہمارے آئرلینڈ جماعت کے صدر اور مبلغ انچارج کا انٹرویو بھی لیا۔

پھر گالوے ایف ایم ریڈیو ہے اس نے بھی نشر کیا۔ ان کی سننے والوں کی تعداد بھی ایک لاکھ پینتیس ہزار ہے۔

پھر آئرلینڈ کا نیشنل اخبار آئرش ٹائمز ہے۔ اس نے بھی 29 ستمبر کو خبر دی اور تقریباً پورے پونے صفحے کی خبر تھی اور مسجد کی بڑی تصویروں کے ساتھ اور میری تصویر کے ساتھ دی۔ انٹرویو بھی اس نے آ کے لیا تھا۔ انٹرویو کے حوالے سے کچھ quote بھی اس نے بیان کئے۔ اس اخبار کے قارئین جو ہیں ایک لاکھ اکاسی ہزار ہیں اور انٹرنیٹ پر تقریباً چار لاکھ چوراسی ہزار سے زائد لوگ اس کو وزٹ کرتے ہیں، پڑھتے ہیں۔ بہرحال انہوں نے جب انٹرویو لیا کہ کیا فرق ہے؟ کیوں احمدیت قائم ہوئی اور آپ میں اور مسلمانوں میں فرق کیا ہے؟ تو اس کو میں نے بتایا کہ جو فرق ہے یہ سب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق ہے کہ ایسا زمانہ آئے گا اور اس زمانے میں پھر مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہو گا۔ مسلمانوں کی مسجدیں آباد تو نمازیوں سے بیشک ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی۔

(الجامع لشعب الایمان جزء 3 صفحہ 317-318 فصل قال وینبغی لطالب العلم ان یکون تعلمه... حدیث نمبر 1763 مکتبۃ الرشد ناشرون 2004ء)

اور حدیث کی رو سے یہ ساری تعلیم جو ہے ان کو بیان کی۔ پھر یہ بھی مَیں نے بتایا کہ صرف یہ باتیں نہیں ہیں کہ خلافت کسی کے کہنے سے قائم ہو جائے یا ریفارمر آ گیا اور اس نے دعویٰ کر دیا بلکہ اللہ تعالیٰ نے نشانات بتائے تھے جس میں سے آسمانی نشانوں میں سے ایک نشان چاند اور سورج کا گرہن بھی تھا۔

(سنن الدار قطنی جزء 2 صفحہ 51 کتاب العیدین باب صفة صلاة الخسوف و الکسوف و هیئتهما حدیث 1777 دار الکتب العلمیة بیروت 2003ء)

تو یہ ساری باتیں ان کو بتائیں جو انہوں نے نوٹ بھی کی تھیں۔ کچھ کا شاید ذکر بھی کیا ہے۔ اسی طرح مسجدوں کی آزادی اور تحفظ کے حوالے سے بھی کافی باتیں ہوتی رہیں۔ بہرحال مجموعی طور پر میڈیا نے تقریباً ہر لحاظ سے ریڈیو نے بھی، ٹیلی ویژن نے بھی، اخبار نے بھی کوریج دی اور پورے ملک میں یہ خبریں اچھی طرح پھیلیں اور جماعت کا اور اسلام کا تعارف ہوا۔ پس جہاں ہم مسجد بناتے ہیں وہاں

اللہ تعالیٰ کی طرف سے اسلام کی حقیقی تعلیم پھیلانے کے غیر معمولی سامان بھی پیدا ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی تائیدات ظاہر ہوتی ہیں اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ وہ میرے دوروں کو بھی غیر معمولی طور پر برکت بخشتا ہے۔ یہ سب برکات و تائیدات اور تبلیغ اور تعارف کے جو نئے راستے ہیں اللہ تعالیٰ کے اس وعدے کے مطابق ہیں جو اس نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے۔ ہماری تو معمولی کوشش ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی بے پایاں عنایات ہوتی ہیں جن سے ہر احمدی ایمان و ایقان میں مزید مضبوط ہوتا ہے اور ہونا چاہئے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ

''تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے چمکانے اور ہمارے اس سلسلہ کی تائید میں اس قدر کثرت کے ساتھ زور دے رہا ہے۔ پھر بھی ان لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔'' فرمایا: ''یہ بھی ایک عادت اللہ ہے کہ مکذبین کی تکذیب خدا تعالیٰ کے نشانات کو کھینچتی ہے'' آپ فرماتے ہیں کہ: ''......ایک مخالف نے ایک دفعہ مجھے خط لکھا کہ آپ کی مخالفت میں لوگوں نے کچھ کمی نہیں کی۔ مگر ایک بات کا جواب ہمیں نہیں آتا کہ باوجود اس مخالفت کے آپ ہر بات میں کامیاب ہی ہوتے جاتے ہیں۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 238-239)

یہ سوال ہمیں سمجھ نہیں آیا کہ ہم مخالفت کرتے ہیں اور کامیابی آپ کو ملتی چلی جاتی ہے۔ یہی سوال آج بھی ان لوگوں کا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کی تائیدات حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ ہیں اور ان کو یہ دیکھنا نہیں چاہتے۔ ان کے نام نہاد علماء نے ان کی عقل پر ایسے پردے ڈالے ہیں کہ روشنی کے بجائے اندھیروں کی تلاش میں ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی بار بار مشاہدہ کر رہے ہیں لیکن پھر بھی توجہ نہیں۔ یہ جو قدرتی آفات ہیں، یہ مسلمانوں کی قابل رحم حالت ہے، قتل و غارتگری ہے ان کو اس بات کی طرف نہیں لے جاتی کہ سوچیں کہ یہ ہم پر کیا ہو رہا ہے۔ کیا ہم اسلامی تعلیم پر عمل کر رہے ہیں۔ کیا اللہ تعالیٰ کے انعامات کے وارث بن رہے ہیں۔ اپنی ان حرکات سے ہم دنیا کو اسلام کی طرف کھینچ رہے ہیں یا متنفر کر رہے ہیں۔

بہر حال اللہ کرے کہ ان نام نہاد علماء اور خود غرض لیڈروں کے چنگل سے یہ مسلمان نکل کر اسلام کی خوبصورت تعلیم پر عمل کرنے اور اس کو پھیلانے والے بنیں اور اس امام کو قبول کریں جس کو اللہ تعالیٰ نے اس مقصد کے لئے بھیجا ہے۔ ہمارے تو یہ شہید بھی کرتے ہیں۔ ایک شہید ہوتا ہے لیکن اس کے نتیجہ میں کیا ان کو سکون ملتا ہے، ان کے روزانہ نہیں تو کم از کم ہفتے میں سینکڑوں مر رہے ہیں۔ پاکستان میں ہی آپ دیکھ

لیں۔ فساد ہے۔ ہر طرف بے چینی ہے۔ بہرحال اللہ تعالیٰ ہمیں بھی توفیق عطا فرمائے کہ ہم بھی اپنے فرائض کو پورے طور پر احسن رنگ میں ادا کرنے والے ہوں۔ آج بھی مَیں ایک شہید کا جنازہ پڑھاؤں گا جن کو میر پور خاص میں شہید کیا گیا اور دو اَور جنازے بھی ہیں۔

پہلے تو ایک جنازہ حاضر ڈاکٹر روبینہ کریم صاحبہ کا ہے۔ اس کے ساتھ ہی سارے جنازے ہوں گے۔ یہ ڈاکٹر عبدالمنعم صاحب (آئرلینڈ) کی اہلیہ تھیں۔ یہ 27 ستمبر کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ مکرم محمد کریم قریشی صاحب راولپنڈی کی بیٹی تھیں اور حضرت حافظ محمد امین صاحب صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پوتی تھیں۔ یہ بیاہ کر 2000ء میں آئرلینڈ آئیں۔ یہاں آئرلینڈ میں لمبا عرصہ آپ کو لجنہ کی جنرل سیکرٹری اور سیکرٹری مال کی خدمت کی توفیق ملی۔ اسی طرح 2009ء سے اپنی وفات تک ایسٹ ریجن کی نائب صدر لجنہ مقامی کے فرائض بھی جانفشانی سے انجام دیتی رہیں۔ یہاں مسجد یا سینٹر بھی نہیں تھا تو کئی سال تک جمعہ کا انتظام ان کے گھر میں ہوتا رہا۔ مہمانوں کی تواضع انتہائی خوش اخلاقی سے کیا کرتی تھیں۔ نمازوں کی پابند، دعا گو، ملنسار، خوش مزاج، مہمان نواز، غریب پرور، خدمت خلق کے جذبے سے سرشار، ہر ایک سے حسن اخلاق اور حسن سلوک کرنے والیں صابرہ شاکرہ تھیں۔ چندہ میں باقاعدگی، مالی قربانیوں میں پیش پیش، بڑی مخلص اور نیک تھیں۔ کچھ عرصہ سے علیل چلی آ رہی تھیں۔ کینسر کی ان کو تکلیف تھی لیکن بڑے صبر اور حوصلے سے انہوں نے بیماری کے دن گزارے ہیں۔ کبھی کوئی ناشکری کا کلمہ زبان پر نہیں آنے دیا۔ بڑی ہمت کر کے مجھے بھی ملنے آئی تھیں۔ ان کے چھوٹے بچے ہیں۔ فکر تھی تو صرف یہ کہ میرے یہ بچے اس ماحول میں کہیں خراب نہ ہو جائیں۔ ان کے لئے دعا کریں اللہ تعالیٰ فضل فرمائے اور ان بچوں کو ہمیشہ اپنی حفاظت میں رکھے۔ یہ مسجد کے افتتاح میں بیماری کی وجہ سے تو نہیں جا سکیں اور ہفتے کو اپنے مولیٰ کے حضور حاضر ہو گئیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا خاوند کے علاوہ ان کے دو بیٹے ہیں اور دونوں بچے وقف نو ہیں۔

جس شہید کا مَیں نے ذکر کیا ہے یہ مکرم مبشر احمد صاحب کھوسہ ابن مکرم محمد جلال صاحب آف سیٹلائٹ ٹاؤن میر پور خاص ہیں جن کو 22 ستمبر کو ساڑھے سات بجے رات ان کے کلینک میں جہاں یہ ہومیو پیتھک کی بھی اور ڈسپنسری کی بھی پریکٹس کرتے تھے ان کو نامعلوم افراد نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔

تفصیلات کے مطابق ڈاکٹر مبشر صاحب ماہی کالونی میر پور خاص سانگھڑ بائی پاس رِنگ روڈ پر

واقع اپنی کلینک پر معمول کے مطابق مریض چیک کر رہے تھے۔ خواتین کی طرف سے چیک کر کے مرد حضرات کی طرف آئے اور ابھی کرسی پر نہیں بیٹھے تھے کہ دو نامعلوم افراد موٹر سائیکل پر آئے اور ان میں سے ایک شخص نے کلینک میں داخل ہو کر مکرم مبشر احمد صاحب پر فائرنگ کر دی۔ فائرنگ کے نتیجہ میں پانچ چھ گولیاں شہید مرحوم کے سر اور سینے میں لگیں جس سے موقع پر ہی ان کی وفات ہو گئی۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ڈاکٹر صاحب کے خاندان کا تعلق ڈیرہ غازی خان سے تھا۔ 1954ء میں ان کے والد مکرم محمد جلال صاحب نور نگر ضلع عمر کوٹ سندھ شفٹ ہو گئے تھے۔ مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد مکرم محمد جلال صاحب کے ذریعے 1954ء میں ہوا تھا۔ انہوں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے ہاتھ پر بیعت کی تھی۔ ڈاکٹر صاحب شہید کے والد جب احمدی ہوئے تو گھر والوں نے انہیں گھر سے نکال دیا جس پر ان کو مکرم غلام رسول صاحب آف محمد آباد نے پناہ دی اور اپنی بیٹی محترمہ مریم صدیقہ صاحبہ کے ساتھ شادی کر دی کہ محنتی اور مخلص انسان ہے۔ شادی کے بعد محمد جلال صاحب کنری چلے گئے۔ وہاں انہوں نے آٹا چکی کا کام شروع کیا۔ 1974ء میں مخالفین نے ان کی آٹا چکی کو آگ لگا دی۔ گھر کا سامان لوٹ لیا۔ گھر پر پتھراؤ کیا۔ بہرحال شہید کے والد نے بھی سختیاں دیکھیں۔

یہ شہید 1967ء میں کنری میں پیدا ہوئے تھے۔ میٹرک تک تعلیم محمد آباد ضلع عمر کوٹ میں حاصل کی۔ وہاں جماعت کی زمینیں ہیں۔ اس کے بعد یہ کراچی اپنی نانی کے پاس چلے گئے۔ ایف۔ اے پاس کیا۔ پھر ڈی ایچ ایم ایس کا کورس کیا۔ ڈسپنسری کا کورس کیا اور شادی کے بعد پھر 1995ء میں بچوں کی تعلیم کی خاطر میر پور خاص شفٹ ہو گئے۔ کچھ عرصے کے بعد وہاں کلینک کا آغاز کیا۔ اللہ تعالیٰ نے شہید مرحوم کے ہاتھ میں بہت شفا رکھی تھی۔ علاقہ کے وڈیروں اور بعض افراد کے فیملی ڈاکٹر کے طور پر تھے۔ ہومیو پیتھک علاج بھی کرتے تھے۔ تمام لوگوں کو ان کے احمدی ہونے کا علم تھا مگر کبھی کسی نے مخالفت نہیں کی حتی کہ کلینک کے ساتھ غیر از جماعت کی مسجد ہے۔ وہاں کے امام مسجد نے بھی کبھی جماعت کی مخالفت کی کوئی بات نہیں کی بلکہ ڈاکٹر صاحب سے ان کا اچھا سلوک تھا تو وہاں بعض مولوی صاحبان بھی ایسے ہیں جن میں اللہ کے فضل سے شرافت ہے۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو مزید ہدایت دے۔ شہید مرحوم شہادت کے وقت سیکرٹری تربیت نومبائعین کے طور پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ اس کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کو کئی تنظیمی اور جماعتی عہدوں پر خدمت کرنے کی توفیق ملی۔ ڈاکٹر عبدالمنان صدیقی صاحب شہید کی امارت کے دور میں ضلعی عاملہ کے ممبر رہے۔ جو بھی نومبائعین آتے ان کے کھانے کا انتظام کرتے۔ ان کے پاس کرایہ نہ ہوتا تو اپنی جیب سے کرایہ بھی دیتے۔

خدمت خلق کا بڑا شوق تھا۔ کشمیر کا زلزلہ آیا تو میڈیکل ٹیم کے ساتھ وہاں گئے۔ 22 دن تک خدمت کا موقع ملا۔ بہر حال قربانی کے میدان میں صف اول میں سے تھے۔ مہمان نواز تھے۔ اپنے ساتھیوں اور جماعتی عہدیداران کی دعوت کا اہتمام کرتے تھے۔ انتہائی سادہ طبیعت کے مالک تھے۔ خلافت سے انتہائی محبت، عشق کا تعلق تھا۔ اطاعت کا غیر معمولی جذبہ رکھتے تھے۔ باجماعت نمازی تھے۔ نفل پڑھنے والے تھے۔ درود پڑھنے والے تھے۔ ہمیشہ نرم لہجے میں بات کرتے۔ ہمیشہ درگزر سے کام لیتے۔ اعلیٰ اخلاق کے مالک تھے اور بڑے باوقار اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ سینتالیس سال کی عمر تھی۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے موصی تھے اور سیکرٹری مال کہتے ہیں اور سیکرٹری وصایا نے بھی بتایا کہ ڈاکٹر صاحب چندہ کی ادائیگی میں ہمیشہ فعال تھے۔ ہمیشہ اپنے بجٹ سے زیادہ اور بروقت چندہ وصیت ادا کیا کرتے تھے۔ اعلیٰ تعلیم بچوں کو دلوانے کا شوق تھا۔ ان کی دو بیٹیاں اس وقت میڈیکل کالج میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ دو بیٹے بھی زیر تعلیم ہیں۔ درود شریف کی، دعاؤں کی میں نے بات کی۔ ان کو پان کھانے کی عادت تھی تو انہوں نے پان کھانے کی عادت اس لئے ترک کر دی کہ جب ہر وقت، درود شریف پڑھنا ہو، زیادہ ورد کرنا ہو تو پان جو ہے اس میں روک بنتا ہے۔ ان کے چھوٹے بھائی محمد بلال نے شہادت سے چند روز قبل ایک خواب میں دیکھا کہ ان کے بھائی ایک چھت پر مکرم ڈاکٹر عبدالمنان صاحب صدیقی شہید کے ساتھ ایک طرف کونے میں کھڑے ہیں اور باقی لوگ دوسری طرف کھڑے ہیں۔ اسی طرح ڈاکٹر صاحب شہید کی والدہ نے خواب میں دیکھا کہ تمام بہن بھائیوں میں یہ اونچے مقام پر کھڑے ہیں۔ شہید مرحوم کے لواحقین میں والد مکرم جلال احمد صاحب اور والدہ مریم صدیقہ صاحبہ کے علاوہ اہلیہ محمودہ بیگم، دو بیٹیاں عزیزہ مدیحہ بلوچ جو اسد اللہ رند صاحب مربی سلسلہ کراچی کی اہلیہ ہیں۔ یہ کراچی میں میڈیکل کی تعلیم بھی حاصل کر رہی ہیں۔ اور عزیزہ ناجیہ نگار، اکیس سال، یہ بھی حیدر آباد میڈیکل کالج میں تعلیم حاصل کر رہی ہیں۔ دو بیٹے ہیں۔ اٹھارہ سال کا ایک بیٹا ہے ایف ایس سی کی ہے اور اب آگے مزید انٹری ٹیسٹ کی تیاری کر رہا ہے۔ ایک بیٹا پندرہ سال کی عمر کا ہے۔ اللہ تعالیٰ شہید مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو، بیوی کو، والدین کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے اور بچوں کا حامی و ناصر ہو اور جو خواہشات یہ اپنے بچوں کے بارے میں رکھتے تھے اللہ تعالیٰ ان کو پورا فرمائے۔

مبشر صاحب شہید کے بارے میں عطاء الوحید باجوہ صاحب جو جامعہ ربوہ میں پڑھاتے ہیں کہتے ہیں کہ میرا تعلق بھی میر پور خاص سے ہے۔ وہاں ہمارا گھر مکرم ڈاکٹر صاحب کے گھر کے قریب ہی ہے۔ اس وجہ سے ڈاکٹر صاحب کو قریب سے دیکھنے کا موقع ملا۔ بہت خوش مزاج شخصیت کے مالک تھے۔

ہر ایک سے مسکرا کر بات کرتے۔ کسی مجلس میں بیٹھے ہوتے تو فوراً اس کا حصہ بن جاتے اور اپنے دلچسپ انداز گفتگو سے محفل کو کشت زعفران بنا دیتے۔ تمام واقفین زندگی اور خاص طور پر مربیان سلسلہ کا بہت احترام کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ موسم گرما میں جب بھی میں میر پور خاص جاتا تو مسجد میں آپ سے ملاقات ہوتی اور بحیثیت واقف زندگی بڑی عاجزی اور انکساری سے ملتے حالانکہ عمر میں میرے سے بڑے تھے لیکن مربی ہونے کی وجہ سے اتنا احترام کرتے کہ مجھے اس پر شرمندگی محسوس ہوتی۔ چہرے پر غصہ، تنگ نظری کے آثار کبھی نہیں دیکھے۔ ہمیشہ مسکراتے اور بارونق چہرے کے ساتھ ملتے۔ علاقے کے لوگ بھی حیران ہیں کہ کس وجہ سے شہید کیا گیا ہے؟ ایک ہمدرد انسان تھے۔ خدمت انسانیت کا جذبہ آپ میں کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ لوگوں کی طرف سے اس بات کا برملا اظہار آپ کی شہادت کے موقع پر بھی ہوا۔ کہتے ہیں کہ اللہ کے فضل سے بچوں میں بڑا حوصلہ ہے۔ میں نے بیٹے سے افسوس کیا۔ میرا خیال تھا کہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے تو شاید جذباتی نہ ہو جائے لیکن بالکل نہیں رویا، کوئی جذباتی نہیں ہوا اور مجھے کہنے لگا کہ مربی صاحب! میر پور خاص کی دو شہادتیں ہو گئیں۔

سابق صدر لجنہ بیان کرتی ہیں کہ شہادت کے موقع پر غیر از جماعت بھی افسوس کے لئے آئے۔ دو غیر از جماعت عورتیں تعزیت کے لئے آئیں۔ ان کا تعلق اس علاقے سے تھا جہاں ان کا کلینک تھا۔ کہتی ہیں ہم بھی ڈاکٹر صاحب سے دوائی لیا کرتی تھیں۔ کہتی ہیں ایک دفعہ ایک غریب عورت ڈاکٹر صاحب کے پاس دوائی لینے کے لئے آئی۔ آپ نے اسے دوائی دی اور کچھ پرہیز بتایا۔ اس پر اس عورت نے بادل نخواستہ کہا۔ اچھا۔ اس کے انداز سے ظاہر ہو رہا تھا کہ وہ ایسا نہیں کرے گی کیونکہ وہ غریب تھی بیچاری تو مبشر صاحب شہید فوراً سمجھ گئے۔ اور اسے فیس بھی واپس کر دی اور کچھ رقم بھی دی اور کہا کہ لو ان پیسوں سے تم نے یہ چیزیں لینی ہیں۔ علاج مکمل کرنا خوراک کا خیال رکھنا۔ ان عورتوں نے کہا کہ آپ لوگ جو انسانیت کی خدمت کرتے ہیں تو یہ غیر از جماعت، یہ احمدیوں کے مخالفین، آپ لوگوں کو ہی چُن چُن کر مارتے ہیں۔

بہرحال ان کا خیال ہے کہ یہ ظالمانہ اور درندگی سے بھری ہوئی حرکات سے وہ ہمارے ایمان کو کچھ کمزور کر لیں گے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کے بعد کئی خط مجھے آئے ہیں کہ ہم اپنے ایمان پر قائم ہیں اور کوئی فکر کی بات نہیں۔ اللہ تعالیٰ ایک شہید کے بدلے ہزاروں احمدی عطا فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا یہ سلوک ہے۔ بہرحال ہمیں یہ دعا کرنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ پاکستان میں احمدیوں کو ہر لحاظ سے اپنی حفاظت میں رکھے۔ ان کے بھائی بھی لکھتے ہیں کہ بڑے حکمت سے سارے خاندان کے کام سلجھانے والے

تھے۔ اور تمام خاندان والے ان سے مشورہ لیا کرتے تھے۔ اپنے بہن بھائیوں کا خیال رکھنا ان کی تعلیم کا خیال رکھنا۔ ایک بہن کے کچھ مالی مسائل تھے۔ ان کے خاوند کو کسی وجہ سے جیل جانا پڑ گیا۔ بچوں کا بڑا خیال رکھا۔ نومبائعین کی خدمت میں ہر وقت مصروف رہنے والے تھے۔

تیسرا جنازہ جو ہے الحاجہ سسٹر نعیمہ لطیف صاحبہ کا ہے۔ یہ مکرم الحاج جلال الدین لطیف صاحب صدر جماعت زائن اور نائب صدر انصار اللہ یو ایس اے کی اہلیہ تھیں۔ کچھ عرصہ سے کافی زیادہ بیمار تھیں۔ 23 ستمبر 2014ء کو نماز ظہر کی تیاری کر رہی تھیں تو اپنے مولیٰ حقیقی سے جا ملیں۔ اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔

سسٹر نعیمہ لطیف 21 مئی 1939ء کو ایک عیسائی گھرانے میں پیدا ہوئیں۔ آپ نے ویسٹ ورجینیا یونیورسٹی میں تعلیم حاصل کر کے امریکن آرمی کے شعبہ میڈیکل میں رضا کارانہ طور پر کام شروع کیا۔ جنگ کے دوران زخمی ہونے والے فوجیوں کی دیکھ بھال کا کام کیا۔ معاشرے میں اپنی ذمہ داریوں کو سمجھنے والی، قانون کی پاسدار اور امن پسند خاتون تھیں۔ 1974ء میں احمدیت قبول کی اور خود مطالعہ کر کے بڑی تیزی سے ایمان و اخلاص میں ترقی کی۔ یہاں تک کہ یوکے کے جلسہ سالانہ 2000ء کے موقع پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع سے ملاقات ہوئی تو حضور نے ان کو فرمایا کہ معلوم ہوتا ہے جیسے آپ پیدائشی احمدی مسلمان ہیں۔ سسٹر نعیمہ نے اپنی زندگی میں کبھی نماز جمعہ نہیں چھوڑی۔ جماعتی پروگراموں میں باقاعدگی سے شامل ہونے والی تھیں۔ رمضان کے روزے کبھی نہیں چھوڑے۔ اس کے علاوہ سنت نبوی پر عمل کرتے ہوئے باقاعدگی سے ہفتہ وار نفلی روزے بھی رکھتی تھیں۔ اعتکاف میں بیٹھنے کا بھی انہیں موقع ملتا رہا۔ خدمت خلق کے کاموں میں پیش پیش تھیں۔ ضعیف کمزور لوگوں کو جو خود مسجد نہیں پہنچ سکتے تھے۔ انہیں باقاعدگی سے سواری مہیا کرتیں۔ 2002ء میں اپنے خاوند اور جماعت امریکہ کے بڑے وفد کے ساتھ حج بیت اللہ کی سعادت پائی۔ اپنے بچوں کو جمعہ کی نماز میں شامل کرنے کے لئے سکول سے چھٹی کرواتی تھیں۔ اپنے گھر میں فجر کی نماز کے بعد سارے خاندان کو تلاوت قرآن پاک کی عادت ڈالی۔ مغرب کی نماز جو گھر میں باجماعت ادا ہوتی تو ان کے بچوں کے ساتھ محلے کے بچے بھی شامل ہو جایا کرتے تھے۔ مالی قربانی میں پیش پیش رہتیں۔ جب بھی کوئی زیور آپ کے میاں کی طرف سے تحفہ ملتا تو مساجد کے لئے چندے میں دے دیتیں۔ عمر کے آخری حصے میں اپنے خاوند کو کہا کہ آپ نے جو تحفہ دینا ہوتا ہے وہ میں مسجد فنڈ میں دے دیتی ہوں۔ بہتر یہ ہے کہ آپ تحائف خریدنے کے بجائے براہ راست میری طرف سے یہ رقم مسجد فنڈ میں دے دیا کریں۔ اخلاص سے بھری ہوئی ایسی خواتین بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو عطا فرمائی ہیں۔ بہت منکسر المزاج تھیں۔ غیبت

سے آپ کو سخت نفرت تھی۔ آپ کی موجودگی میں اگر کوئی عورت کسی دوسری عورت کے متعلق منفی رنگ میں بات کرتی تو بلا تردد کہہ دیا کرتی تھیں کہ میں کسی کا گوشت کھانا نہیں چاہتی۔ چنانچہ کسی کو آپ کے سامنے غیبت کرنے کی جرأت نہ تھی۔ کاش کہ یہ عادت نہ صرف عورتوں میں بلکہ مردوں میں بھی پیدا ہو جائے تو بہت قسم کے جھگڑے جو ہیں فساد جو ہیں رنجشیں جو ہیں وہ ہماری جماعت میں سے دور ہو جایا کریں۔

خلافت اور خلیفہ وقت سے عشق کی حد تک پیار تھا اور خلیفہ وقت کی اطاعت کو اولین ترجیح دیتیں۔ حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کے امریکہ کے دورے کے دوران ایک یونیورسٹی میں پردے کی اہمیت پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالث کا خطاب سن کر اسی وقت حجاب لے لیا اور اس زمانہ میں اپنے علاقہ میں واحد خاتون تھیں جو اسلامی پردے میں نظر آتی تھیں۔ دعا کے لئے باقاعدہ لکھا کرتی تھیں۔ بڑا تعلق رکھنے والی تھیں۔ یہاں بھی جلسوں پہ آئی ہیں۔ کئی دفعہ مجھے ملتی رہیں۔ بڑا اخلاص اور وفا کا ان کا تعلق تھا۔ نیشنل سیکرٹری وقف جدید، صدر لجنہ نارتھ جرسی جماعت اور یوایس کی نیشنل رشتہ ناطہ ٹیم کی ممبر کے طور پر ان کو خدمت کی توفیق ملی۔ اللہ کے فضل سے موصیہ تھیں۔ ان کے پسماندگان میں خاوند مکرم جلال الدین لطیف صاحب کے علاوہ تین بیٹے اور ایک بیٹی ہیں۔ تمام بچے سلسلہ کے کاموں میں حصہ لینے والے اور جماعتی عہدوں پر فائز ہیں۔ پورا خاندان ہی اللہ کے فضل سے انتہائی وفا کا تعلق رکھنے والا ہے۔ جلال صاحب خود بھی، بچے بھی خدمت کرنے والے ہیں۔ ان کی بیٹی تو میرے خیال میں سب سے زیادہ اخلاص و وفا میں بڑھی ہوئی ہے۔ ہر سال یہاں جلسے پہ آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے اور ان سے پیار اور مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ان کے خاوند اور بچوں کو بھی حوصلہ دے اور صدمہ برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمیشہ ان کی مشکلات دُور فرمائے۔

ایک جنازہ کیونکہ حاضر بھی ہے اس لئے نماز جمعہ کے بعد مَیں باہر جا کے نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ احباب یہیں مسجد میں ہی صفیں درست کر کے نماز پڑھیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 24 / اکتوبر 2014ء تا 30 / اکتوبر 2014ء جلد 21 شمارہ 43 صفحہ 05 تا 09)

41

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 10/اکتوبر 2014ء بمطابق 10 اخاء 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد وتعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ نے ایک مومن کو عابد بننے اور اعلیٰ اخلاق اپنانے کی طرف بہت توجہ دلائی ہے کیونکہ ان کے بغیر ایک ایمان کا دعویٰ کرنے والا مومن نہیں کہلا سکتا۔ جہاں مومن کی یہ نشانی ہے کہ وہ عبادت کرنے والا ہو وہاں یہ بھی ضروری ہے کہ وہ لغو باتوں سے اعراض کرنے والا ہو۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک شخص مومن بھی ہو اور پھر اس سے بداخلاقیاں بھی سرزد ہو رہی ہوں۔ عموماً بداخلاق انسان اس وقت ہوتا ہے جب اس میں تکبر ہو۔ اسی لئے رحمان خدا کے بندوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا۔ (الفرقان: 64) یعنی زمین پر وہ نہایت عاجزی سے چلنے والے ہیں۔ اور جس انسان میں عاجزی ہو وہ نہ صرف جھگڑوں اور فسادوں سے بچتا ہے بلکہ صُلح جوئی کی طرف رجحان رکھتا ہے اور دوسرے اعلیٰ اخلاق بھی اس میں پائے جاتے ہیں۔ اور جب اعلیٰ اخلاق کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی رضا بھی پیش نظر ہو اور اس کی رضا کے حصول کے لئے اعلیٰ اخلاق کے ساتھ وہ خدا تعالیٰ کی عبادت کا حق ادا کرنے کی کوشش کر رہا ہے تو پھر ہی یہ کیفیت جو ہے وہ حقیقی مومن کی کیفیت ہوتی ہے۔ گویا حقیقی مومن عابد اور عاجز ہوتا ہے۔

ہاں یہ بھی صحیح ہے کہ ہر انسان کی استعدادیں مختلف ہیں۔ جسمانی حالت مختلف ہے۔ بعض عارضی حالات ایسے پیدا ہو جاتے ہیں جو روک بن جاتے ہیں۔ اس لئے ہر شخص ہر وقت اور ہر حالت میں اپنے اخلاقی معیار کو ایک طرح نہیں رکھ سکتا۔ اسی طرح اپنی روحانی ترقی کے لئے بھی اپنی عبادتوں اور اپنی

نمازوں کے وہ معیار نہیں رکھ سکتا جو ایک مومن سے متوقع ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حالات کے مطابق سہولتیں بھی مہیا فرمائی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ضرورت سے زیادہ بوجھ انسان پر نہیں ڈالتا۔ یا انسان کی حالت اور صلاحیت سے زیادہ بوجھ اس پر نہیں ڈالتا۔ پس یہ کہنا کہ بعض کام ایسے ہیں جو انسان کے لئے ناممکن ہیں اس لئے کئے نہیں جا سکتے۔ یہ بات کم از کم دین اسلام کے بارے میں غلط ہے۔ یہ صحیح نہیں۔ نمازوں کے بارے میں جب اللہ تعالیٰ مومن کو کہتا ہے کہ یہ تم پر فرض ہیں انہیں ادا کرو تو ساتھ ہی بہت سی سہولتیں بھی دے دیں۔ مثلاً جو کسی وجہ سے کھڑا ہو کر نماز نہیں پڑھ سکتا اسے کہہ دیا کہ بیٹھ کر پڑھ لو۔ اور جو بیٹھ کر نہیں پڑھ سکتا بعض بیماریوں کی وجہ سے، کمزوری کی وجہ سے کیونکہ بیٹھنا بھی مشکل ہو جاتا ہے تو اسے کہہ دیا کہ لیٹ کر پڑھ لو۔ پھر لیٹنے میں بھی کوئی شرط نہیں ہے کہ کسی خاص انداز میں لیٹنا ہے۔ جس طرح انسان لیٹا ہوا ہے وہیں نماز پڑھ سکتا ہے۔ بیمار ہے کمزور ہے، سفر یا اور کوئی وقتی مجبوری ہے تو کہہ دیا کہ قصر کر لو، جمع کر لو۔ پس کوئی شخص اپنی کسی مجبوری کی وجہ سے یہ کہہ ہی نہیں سکتا کہ نماز پڑھنا اس کے لئے ممکن نہیں بلکہ ایسے لوگ جو اس قسم کے کام کرتے ہوں جن میں بظاہر ان کے کپڑے گندے ہوئے ہوں ان کو بھی یہی حکم ہے کہ اگر صاف کپڑے نہیں ہیں تو جیسے بھی پہنے ہوئے ہیں ان میں ہی نماز پڑھ لو لیکن نماز ضرور پڑھو۔ اسی طرح اگر پانی نہیں ہے تو پھر وضو کے بجائے تیمم کر لو۔ غرض کہ کوئی عقلمند کسی کا یہ بہانہ تسلیم نہیں کر سکتا کہ نماز پڑھنا اس کے لئے ممکن نہیں ہے۔ جب تک ہوش و حواس قائم ہیں نماز پڑھنا ضروری ہے۔ پس نماز کے بارے میں یہ کہنا کہ بعض حالات میں ہمارے لئے ناممکن ہے یہ انتہائی غلط بات ہے۔ بہت سے لوگوں سے پوچھو تو مختلف قسم کے بہانے بناتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ ایسے بہانے کر کے ایمان سے دور ہٹ رہے ہوتے ہیں۔ پس اس طرف ہم میں سے ہر ایک کو توجہ دینی چاہئے۔

آئرلینڈ میں جب میں نے مسجد کے افتتاح پر خطبہ دیا اور عبادتوں کی طرف توجہ دلائی تو امریکہ سے ہمارے ایک مربی صاحب نے لکھا اور پھر بعض اور جگہوں سے بھی خط آئے کہ خطبے کے بعد مسجدوں میں حاضری بڑھ گئی ہے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ مسجد میں نمازوں پر نہ آنا کسی کی مجبوری کی وجہ سے یا ناممکنات کی وجہ سے نہیں تھا بلکہ سستی تھی اور جب توجہ دلائی گئی تو اثر ہوا لیکن اس اثر کو مستقل قائم رکھنے کی ضرورت ہے۔ جو ایک مومن کا خاصہ ہے کہ اگر توجہ دلائی جائے تو پھر اس پر عمل کرتا ہے۔ خدام الاحمدیہ اور لجنہ کو خاص طور پر کوشش کرنی چاہئے کہ نوجوانوں میں نمازوں کی پابندی کی عادت ڈالیں۔ اس عمر میں صحت ہوتی ہے اور عبادتوں کا حق ادا ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں اس طرف خاص طور پر توجہ

دلائی ہے کہ جوانی اور صحت کی عبادتیں ہی حق ادا کرتے ہوئے ادا کی جا سکتی ہیں۔ بڑھاپے میں تو مختلف عوارض کی وجہ سے انسان وہ حق ادا ہی نہیں کر سکتا جو عبادت کا حق ہے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 258)

بہر حال انسان کو سوچنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ فرائض تو طبیعت پر جبر کر کے بھی اگر ادا کرنے پڑیں تو ادا کرنے چاہئیں۔ کجا یہ کہ سہولتوں کے باوجود یہ ادا نہ کئے جائیں۔ اللہ تعالیٰ نے جب صحت دی ہے تو صحت کا شکرانہ بھی خدا تعالیٰ کا حق ادا کرنے کے لئے ضروری ہے اور یہ حق عبادت سے ادا ہوتا ہے۔ صحت کی حالت کے شکرانے کے طور پر عبادتیں بجالانے کی ضرورت ہے، نمازوں کی ادائیگی کی ضرورت ہے۔ پس اس طرف توجہ دینے کی ہمیں بہت زیادہ کوشش کرنی چاہئے اس کے بغیر ہمارا ایمان کامل نہیں ہو سکتا۔

اب میں دوسری بات کی طرف آتا ہوں یعنی اچھے اخلاق۔ اعلیٰ اخلاق رکھنے والوں کا ایک بہت بڑا وصف سچائی کا اظہار ہے اور سچائی پر قائم رہنا ہے۔ ایک مومن کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہمیشہ سچائی پر قائم رہے اور جھوٹ کے قریب بھی نہ پھٹکے۔ اور یہ اسی صورت میں ممکن ہے کہ اگر جھوٹ سے انتہائی نفرت ہو۔ لیکن عملاً ہم دنیا میں کیا دیکھتے ہیں کہ مختلف موقعوں پر جھوٹ کا سہارا لیا جاتا ہے۔ بعض لوگ کہہ دیتے ہیں کہ میرا ارادہ تو نہیں تھا لیکن غلطی سے میرے منہ سے جھوٹ نکل گیا۔ اسائلم کے لئے یہاں درخواستیں دیتے ہیں تو کہہ دیتے ہیں وہ تو میرے منہ سے فلاں بات غلطی سے نکل گئی۔ میرا ارادہ نہیں تھا۔ لیکن اگر عادت نہ ہو تو غلطی سے بھی بات نہیں نکلا کرتی۔ بہر حال اللہ تعالیٰ تو بخشنے والا ہے، ایسے لوگوں کو معاف کر دیتا ہے جن کو غلطی کا احساس ہو لیکن اس صورت میں انہیں اپنے اس عمل پر اظہار ندامت کرنا بھی ضروری ہے۔ اگر کوئی شخص جھوٹ بولے اور پھر اس پر ندامت بھی محسوس نہ کرے اور اس کے جھوٹ سے اگر کسی کو نقصان ہوا ہے تو اس کا ازالہ کرنے کی کوشش نہ کرے بلکہ الٹا ضد پر آ کر جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کی کوشش کرے یا یہ کہے کہ اس جھوٹ کے بغیر گزارہ ہی نہیں ہو سکتا تھا تو ایسا شخص نہ تو ایمان پر قائم ہے نہ ہی اچھے اخلاق والا کہلا سکتا ہے۔ یقیناً ایسے شخص کو سمجھ لینا چاہئے کہ وہ صحیح راستے پر نہیں ہے۔

پھر اخلاق کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (البقرۃ: 84) کہ لوگوں کے ساتھ نرمی اور اچھے طریق سے پیش آؤ۔ ان سے اچھے طریق سے بات کیا کرو۔ اب عام طور پر انسان دوسروں سے اکھڑ پن سے بات نہیں کرتا باوجود اس کے کہ بعض طبائع میں خشونت اور اکھڑ پن ہوتا

ہے لیکن وہ ہر وقت اس کا اظہار نہیں کرتے۔ تو جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں سے بات کرو تو ان سے نرمی اور ملاطفت سے پیش آؤ تو ایسے ہی لوگوں کو کہتا ہے کہ اپنی اس خشونت اور اکھڑ پن کی طبیعت میں نرمی پیدا کرو اور کبھی بھی تمہارے سے ایسی بات نہیں ہونی چاہئے جو دوسرے کو تکلیف پہنچانے والی ہو۔ ذرا ذرا سی بات پر مغلوب الغضب نہ ہو جایا کرو۔ لیکن بعض انسان اپنی طبیعت کی وجہ سے جیسا کہ مَیں نے کہا طبائع ہوتی ہیں، یکدم بھڑک بھی جاتے ہیں تو ایسے لوگ اگر سخت بات کہنے کے بعد اپنی سختی پر افسوس کریں اور جو جذباتی یا کسی بھی قسم کی تکلیف ان سے دوسروں کو پہنچی ہو اس کا ازالہ کرنے کی کوشش کریں، توبہ اور استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے اور ان کی توبہ قبول بھی ہو جاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر توجہ نہ دینے والے بے جا تشدد اور سختی کرتے چلے جانے والے اور کسی قسم کی بھی ندامت محسوس نہ کرنے والے تو وہ لوگ ہیں جو نہ صرف اخلاق سے گر رہے ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کی نفی کر کے گنہگار بھی ہو رہے ہیں۔ ایسے لوگوں کی عبادتیں بھی ان کے کسی کام نہیں آتیں۔ پس اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنی مغفرت کی امید دلاتا ہے جو کسی خاص جوش یا غصے کے ماتحت ایک فعل کر دیں لیکن بعد میں ہوش آ جانے پر اپنے اس فعل پر نادم ہوں، شرمندہ ہوں اور اس کے ازالے کی کوشش کریں۔ لیکن جو شخص نادم نہ ہو، ہوش آ جانے پر بھی کسی قسم کی ندامت یا افسوس کا اظہار نہ کرے تو وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے کوئی عذر نہیں پیش کر سکتا۔ پس ہمیں اپنے جائزے لینے چاہئیں۔

بہت سے معاملات میرے سامنے آتے ہیں۔ میاں بیوی کے جھگڑوں کے، لین دین کے معاملات ہیں کہ لوگ ایسے مغلوب الغضب ہوتے ہیں کہ کچھ نہیں دیکھتے کہ کیا کہہ رہے ہیں، کیا کر رہے ہیں۔ عورتوں کو جذباتی تکلیف بھی دیتے ہیں، ہاتھ بھی اٹھاتے ہیں۔ اسی طرح دوسرے معاملات ہیں۔ آپس میں غلط قسم کے رویے ہیں۔ پھر یہ سمجھنے کی کوشش بھی نہیں کرتے۔ اصلاحی کمیٹی کوشش کرے یا قضا کوشش کرے تو یہ لوگ اپنی بات پر اَڑے رہتے ہیں تو پھر تعزیر ہوتی ہے اور جب کسی فریق پر تعزیر ہو جائے تو پھر ان کو تھوڑی سی ہوش آتی ہے۔ پھر معافی کے لئے بھی لکھتے ہیں اور پھر جو زیادتیاں انہوں نے کی ہیں اس کا مداوا کرنے کی بھی کوشش کرتے ہیں۔ ٹھیک ہے ایسے لوگ سزا کے بعد معافی لے کر اپنے انجام کو بچا لیتے ہیں لیکن تعزیر کا داغ ان پر لگ جاتا ہے۔ اگر اپنی اَنا کے چکر میں نہ پڑتے تو پہلے سے ہی افہام و تفہیم سے معاملہ طے ہو سکتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کو اپنے ایمانوں کو بچانے کی فکر کرنی چاہئے۔ بعض ایسے ہیں جو کسی بھی صورت میں نہیں مانتے وہ تو بالکل ہی دُور ہٹ جاتے ہیں۔ دنیا اور اس کے فوائد اور اس کی

سہولتیں چند روزہ ہیں۔ اپنے انجام کی ہمیں فکر کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو ہم کس طرح حاصل کرنے والے بن سکتے ہیں۔

جماعت کو مَیں اکثر توجہ دلاتا رہتا ہوں کہ ہمیں اپنے اخلاقی معیار بلند کرنے چاہئیں اور چھوٹی چھوٹی باتوں پر اپنی اَناؤں کے جال میں نہیں پھنسنا چاہئے۔ جماعت کے ہر فرد کو کوشش کرنی چاہئے کہ وہ اخلاق اور انسانیت کا معیار بنیں۔ بے شک بعض اوقات ہم جذبات کا اظہار بھی کر دیتے ہیں، غصہ آ جاتا ہے یہ انسانی طبیعت ہے لیکن ایک مومن کو اللہ تعالیٰ نے کچھ حکم بھی دیئے ہوئے ہیں۔ ہمیں چاہئے کہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھیں اور اللہ تعالیٰ کی منشاء کے ماتحت انہیں خرچ کریں۔

مَیں نے میاں بیوی کے معاملات کی مثال دی ہے تو دیکھیں خطبہ نکاح میں پڑھی جانے والی آیات میں کس طرح اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کو سامنے رکھتے ہوئے مختلف احکام دیئے ہیں جن پر میاں بیوی دونوں کو عمل کرنا ضروری ہے لیکن اکثر لوگ ان باتوں کو سامنے نہیں رکھتے۔ سمجھتے ہیں نکاح ہو گیا شادی ہو گئی اور بس۔ پس جو لوگ اپنی باتوں پر اڑے رہتے ہیں بلکہ ان پر فخر رکھتے ہیں۔ سامنے رکھنا تو ایک طرف رہا جب مسائل اٹھتے ہیں تو اپنی بات پر ہی اڑے رہتے ہیں اور یہ فخر ہوتا ہے کہ ہم اس طرح اپنی بات پر قائم رہے۔ ہم نے فلاں کو کس طرح نیچا دکھا دیا۔ اپنے جذبات کو صحیح سمجھتے ہیں اور دوسرے کے جذبات کی پرواہ نہیں کرتے اور یہی کہتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ کیا وہ صحیح ہے کیونکہ ان کے خیال میں دوسرے شخص کا علاج ہی یہ تھا جو انہوں نے سوچا اور جو انہوں نے کیا۔ اس کے علاوہ ان کے نزدیک اور کوئی دوسرا راستہ نہیں تھا۔ اگر ایسے لوگوں کی بات مان لی جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ مذہب جسے انہوں نے مانا ہے وہ جھوٹا ہے کیونکہ مذہب کچھ کہتا ہے وہ کچھ اور کہہ رہے ہیں۔ یہ بیشک وہ کہہ سکتے ہیں کہ مذہب کا یہ حکم ایسا ہے جس پر ہمارے سے عمل مشکل ہے لیکن یہ کہنا کہ اس حکم کو توڑے بغیر اور جو کچھ ہم نے کیا ہے اس کے کئے بغیر گزارہ ہی نہیں ہو سکتا تھا، مذہب کو جھوٹا کہنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ تو کہتا ہے کہ غصّہ دباؤ۔ حسنِ اخلاق سے پیش آؤ۔ اپنی غلطیوں پر ضد نہ کرو۔ بندوں کے حقوق ادا کرنے کی کوشش کرو بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے تو ہمیں یہاں تک فرمایا ہے کہ جو بندوں کے حق ادا نہیں کرتا، ان اخلاق کے مطابق اپنا نمونہ نہیں دکھاتا جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائے ہیں جن کا اپنانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے تو پھر ایسے لوگ خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا نہیں کرتے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 7 صفحہ 350)

ان کی نمازیں اور عبادتیں بھی صرف دکھاوے کی ہیں کیونکہ ان عبادتوں نے ان کے اندر وہ تبدیلی پیدا نہیں کی جو ایک مومن کا خاصہ ہے۔ ان میں وہ عاجزی نہیں آئی جو انہیں خدا تعالیٰ کا قرب دلانے والی ہے۔ اگر غصے کی حالت میں انسان اپنی ویڈیو بنوالے۔ آج کل تو ویڈیو بڑی آسانی سے ہر جگہ میسر ہے تو ایک عقلمند انسان ہوش کی حالت میں اسے دیکھ کر خود ہی شرمندہ ہو جائے کہ اس کی کیا حالت تھی۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہمیں اس بارے میں جو نصائح فرمائی ہیں وہ مَیں پیش کرتا ہوں کہ مغلوب الغضب ہونے والوں کی کیفیت کیا ہو جاتی ہے۔ ان کے دماغ عقل اور حکمت سے خالی ہو جاتے ہیں۔ بعض دفعہ پاگل پن تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔ اس بارے میں فرماتے ہوئے کہ جوش اور غصہ جو ہے جب بڑھ جائے تو عقل ماری جاتی ہے اس لئے صبر کی طرف توجہ دلائی کیونکہ صبر سے عقل اور فکر کی قوتوں میں اضافہ ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصّہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بردباری کا نمونہ دکھاتا ہے اس کو ایک نور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نور سے نور پیدا ہوتا ہے۔ غصّہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل و دماغ تاریک ہوتے ہیں۔ اس لئے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 180)

پھر ذرا ذرا سی بات پر غصے میں آنے والوں کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ان کا دل حکمت سے عاری ہو جاتا ہے۔ فرمایا:

''یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آ جاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں۔ وہ دل حکمت کی باتوں سے محروم کیا جاتا ہے جو اپنے مقابل کے سامنے جلدی طیش میں آ کر آپے سے باہر ہو جاتا ہے۔ گندہ دہن اور بے لگام کے ہونٹ لطائف کے چشمہ سے بے نصیب اور محروم کئے جاتے ہیں''۔ پھر اس سے اچھی اور نیک باتیں نہیں نکلتیں۔ محروم رہ جاتا ہے۔ ''غضب اور حکمت دونو جمع نہیں ہو سکتے۔ جو مغلوب الغضب ہوتا ہے اس کی عقل موٹی اور فہم کند ہوتا ہے۔ اس کو کبھی کسی میدان میں غلبہ اور نصرت نہیں دیئے جاتے۔ غضب نصف جنون ہے جب یہ زیادہ بھڑکتا ہے تو پورا جنون ہو سکتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 126-127)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ:

''دو قوتیں انسان کو منجر بہ جنون کر دیتی ہیں''۔ یعنی جنون کی طرف لے جانے والی بناتی ہیں۔ ''ایک بدظنی اور ایک غضب جب کہ افراط تک پہنچ جاویں۔''

جب انسان ضرورت سے زیادہ ہر وقت اسی سوچوں میں پڑا ہو، غصے میں رہے، بدظنیاں کرتا رہے تو پھر پاگل پن کی کیفیت ہو جاتی ہے۔'' ......پس لازم ہے کہ انسان بدظنی اور غضب سے بہت بچے''

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 104)

ایک مومن کی تعریف کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ مومن کو کیسا ہونا چاہئے؟ اس کو کسی بھی حالت میں عقل و خرد کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے ورنہ پھر جیسا کہ پہلے ذکر آیا پاگل پن کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ:

''مرد کو چاہئیے کہ اپنے قُویٰ کو برمحل اور حلال موقعہ پر استعمال کرے۔ مثلاً ایک قوت غضبی ہے جب وہ اعتدال سے زیادہ ہو تو جنون کا پیش خیمہ ہوتی ہے۔ جنون میں اور اس میں بہت تھوڑا فرق ہے۔ جو آدمی شدید الغضب ہوتا ہے اس سے حکمت کا چشمہ چھین لیا جاتا ہے۔ بلکہ اگر کوئی مخالف ہو تو اس سے بھی مغلوب الغضب ہو کر گفتگو نہ کرے۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 208)

پھر آپ مومن کی نشانی بتاتے ہیں کہ کس طرح مومن کو غصہ پر ضبط ہونا چاہئے یا غصے پر ضبط ہو تو حقیقی مومن کہلاتا ہے۔ فرمایا: ''وَالْكٰظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ (آل عمران:135) یعنی مومن وہ ہیں جو غصہ کھا جاتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ عفو اور درگذر سے پیش آتے ہیں۔'' فرمایا ''اور اگرچہ انجیل میں بھی عفو اور درگذر کی تعلیم ہے...... مگر وہ یہودیوں تک محدود ہے۔ دوسروں سے حضرت عیسیٰ نے اپنی ہمدردی کا کچھ واسطہ نہیں رکھا اور صاف طور پر فرما دیا کہ مجھے بجز بنی اسرائیل کے دوسروں سے کچھ غرض نہیں خواہ وہ غرق ہوں خواہ نجات پاویں۔''

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 395)

پس حضرت مسیح کا عفو و درگزر بنی اسرائیل تک محدود تھا لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام جو مسیح محمدی بن کر آئے ہیں آپ کا دائرہ عفو و درگزر تو ساری دنیا تک پھیلا ہوا ہے۔ اس لئے ہمیں بھی اپنے عفو اور درگزر کو وسیع تر کرنے کی ضرورت ہے۔ پس یہ ہیں وہ معیار جو ہمیں حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔

اگر اللہ تعالیٰ کے نور سے فیض پانا ہے تو صبر حوصلہ اور بردباری کا وصف بھی اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے منہ سے معارف اور حکمت کی باتیں نکلیں، لوگ ہماری طرف متوجہ ہوں، ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن کو آگے بڑھانے والے ہوں تو ہمیں اپنے گھریلو اور روزمرہ کے معاملات میں سختی اور غضب کی حالت میں رہنے سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ ہم اپنی ذہنی صلاحیتوں اور استعدادوں کو کبھی بھی تباہ و برباد نہ ہونے دیں تو بدظنی اور غضب سے اپنے آپ کو بچانا ہوگا۔ اگر ہم چاہتے ہیں کہ حقیقی مومن بنیں تو اپنی صلاحیتوں کو برمحل اور برموقع اور مناسب رنگ میں ادا کرنا ہوگا۔ غصہ کی کیفیت اگر کبھی پیدا بھی ہو تو جنونی ہو کے نہیں ہونی چاہئے بلکہ صرف اصلاح کی حد تک ہونی چاہئے۔ غصے اور بے لگام جذبات کا اظہار انسان کو جنونی بنا دیتے ہیں۔ پس ان میں اعتدال کی ضرورت ہے۔ اگر غصہ ہے تو اس حد تک جیسا کہ مَیں نے کہا جہاں اصلاح کے لئے ضروری ہے۔ اپنی اَناؤں کی تسکین کے لئے نہیں، اپنی بڑائی ثابت کرنے کے لئے نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ جو اس سے زیادہ غصے کا اظہار کرتا ہے وہ اپنا ایمان ضائع کرتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اسلام کی خوبصورتی یہی ہے کہ اعلیٰ اخلاق کی طرف نشاندہی کرتے ہوئے غیر ضروری غصے کو دبانے اور عفو سے کام لینے کی تلقین کرے۔ پس یہ خُلق ہر ایک کو اپنانے کی بہت زیادہ ضرورت ہے کیونکہ اس کے بغیر حقیقی مومن بننا مشکل ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے متواتر مختلف تحریرات اور ارشادات میں فرمایا ہے کہ اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا چاہئے۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 48)

لیکن ہمارے اندر کمزوری ہے کہ ہم اس پر اس طرح عمل نہیں کرتے جس طرح کرنا چاہئے۔ اس میں عام احمدی بھی شامل ہے اور عہدیداران بھی شامل ہیں۔ ایسے لوگ جو دوسروں کو تو آپؑ کی باتیں سناتے ہیں اور جذبات کو قابو میں رکھنے کی تلقین کرتے ہیں لیکن خود اس بات کو بھول جاتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ سچے ہو کر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو۔

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

بلکہ یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ بعض تو جھوٹے ہو کر سچے اور ظالم ہو کر اپنے آپ کو مظلوم ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر کس طرح ایسے لوگوں کے بارے میں سمجھا جائے کہ ایمان کا ایک ذرہ بھی ان میں ہے۔ کیونکہ ایمان کا تقاضا تو یہ ہے کہ بجائے ضد کرنے کے ہوش میں آنے پر وہ اپنے ظلم کا ازالہ

کرے۔ اگر کسی کو کوئی جذباتی تکلیف پہنچائی ہے تو اس کا مداوا کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ کم از کم اپنے اندر ندامت اور شرمندگی محسوس کرتے ہیں کہ میں نے کیا کیا؟ ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ ہم میں سے کتنے ہیں جو یہ سوچ رکھتے ہیں یا اس طرح سوچتے ہیں۔ اگر ظلم وقتی جوش کے تحت ہو گیا ہے تو جوش کا وقت گزر جانے پر ایک مومن کو اس کا ازالہ کرنا چاہئے۔ اگر یہ ازالہ نہیں کرتے اور ندامت محسوس نہیں کرتے بلکہ سارے حالات گزر جاتے ہیں اور پھر بھی اثر نہیں ہوتا تو پھر جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے یہ حقیقی ایمان نہیں۔ یہ دکھاوے کا ایمان ہے۔ پانی کے اس بلبلے کی طرح ہے جس کے اوپر پانی ہے اور اندر صرف ہوا ہے۔ اگر تمام پانی ہوتا تو پھر وہ پانی کی کیفیت میں ہوتا، پھر اس میں ہوا نہیں ہوتی۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ ہم دیکھیں کہ کتنی دفعہ ہم پر اگر زیادتی بھی ہوئی ہے تو ہم نے برداشت کیا ہے اور مغلوب الغضب ہو کر جواب نہیں دیا یا اگر عہدیدار ہیں تو کتنی دفعہ ایسے مواقع پیدا ہوئے ہیں کہ دوسرے نے زیادتی کی اور انہوں نے انصاف کے تقاضے پورے کرتے ہوئے فیصلہ دیا۔ اس زیادتی کی کوئی پرواہ نہیں کی۔ برداشت یہ نہیں ہے کہ کسی طاقتور کا مقابلہ ہوا اور جواب نہ دیا ہو اور کہہ دیا کہ ہماری بڑی برداشت ہے بلکہ برداشت یہ ہے کہ سزا دے سکے اور پھر سزا نہ دے۔

یہاں یہ بھی واضح ہو کہ انتظامیہ انصاف اور شریعت کے تقاضے پورے کرتے ہوئے اگر کسی کو سزا کی سفارش کرتی ہے، تعزیری کارروائی کرتی ہے تو یہ اس زمرہ میں نہیں آتا۔ کیونکہ اگر کسی کی غلطی ہے اور اُس کو اس کی وجہ سے سزا مل رہی ہے تو اس قسم کا جو عفو ہے وہ یہاں گناہ بن جاتا ہے۔ اگر کوئی اپنے معاملات میں دست درازی کرتا ہے، ظلم کا مرتکب ہوتا ہے تو حاکم یا قاضی سزا دیتا ہے جس طرح بچوں کو ماں باپ یا استاد سزا دیتے ہیں۔ یہ سزا کسی جرم میں کسی کو ملتی ہے تو اس لئے کہ اس نے شریعت کے حکم کی نافرمانی کی یا دوسروں کے حقوق تلف کئے۔ یہ وضاحت اس لئے ضروری ہے کہ بعض لوگ زیادتی بھی کرتے ہیں، شریعت کے قوانین کی پابندی بھی نہیں کرتے، دوسروں کے حقوق بھی غصب کرتے ہیں اور پھر نظامِ جماعت جب اُن پر تعزیر کرتا ہے تو میری یہ باتیں سن کر، پہلے بھی کئی دفعہ مَیں کہہ چکا ہوں، اس بارے میں پھر مجھے لکھنا شروع کر دیتے ہیں اور اب بھی شاید شروع کر دیں گے کہ آپ نے عفو اور درگزر پر خطبہ دیا ہے۔ ہمارے ساتھ یہ سلوک کیا جائے، ہمیں بھی معاف کر دیا جائے۔ تو اس بارے میں پہلے بھی کئی مرتبہ کہہ چکا ہوں کہ میری کسی سے کوئی ذاتی دشمنی نہیں ہے۔ بعض مجھے گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط بھی لکھ دیتے ہیں ان کے لئے بھی کبھی میرے دل میں غصہ نہیں آیا، کبھی غصے کے جذبات پیدا نہیں ہوئے۔ ایسے

لوگ عموماً اپنے نام نہیں لکھتے یا فرضی نام لکھتے ہیں۔ اگر وہ نام لکھ بھی دیں تو تب بھی مَیں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس بارے میں ان پر کوئی کارروائی نہیں ہوگی بے شک گالیاں دیں۔ ہاں ان پہ رحم ضرور آتا ہے اور مزید استغفار کا مجھے موقع مل جاتا ہے۔ میرے لئے تو یہ فائدہ مند ہوتا ہے۔ سزا یا تعزیر تو دوسروں کے حقوق غصب کرنے یا شریعت کے حکم کی نافرمانی کرنے پر ملتی ہے اور بڑے دکھ سے یہ سزا دی جاتی ہے، کوئی خوشی سے سزا نہیں دی جاتی۔ جس دن میری ڈاک میں نظارت امور عامہ یا امراء ممالک کی طرف سے کسی کی تعزیر کی معافی کی سفارش ہوتی ہے، جو غلطی کی تھی اس کا مداوا ان لوگوں نے کر دیا ہوتا ہے تو اس دن سب سے زیادہ میری خوشی کا دن ہوتا ہے۔ پس جہاں میرے فرائض میرے ہاتھ باندھے ہوئے ہیں وہاں مجھے مجبور نہ کریں۔ ہاں مَیں یہ بھی ضرور کہوں گا کہ فریقین اپنے معاملات جب قضا میں لاتے ہیں اور قضا یا انتظامیہ واقعات کی روشنی میں ان کا فیصلہ کرتے ہیں اور ایک فریق پر ذمہ داری ڈالی جاتی ہے کہ حقوق ادا کرے یا اس حد تک ذمہ داری ڈالی جاتی ہے کہ اگر مالی معاملہ ہے تو اتنی رقم ادا کرو یا دوسری ذمہ داریاں ادا کرو تو جس فریق نے بھی رقم وصول کرنی ہو، جس نے حق لینا ہو وہ دوسرے فریق کے مالی حالات کی تنگی کی وجہ سے جو زیادہ سے زیادہ سہولت دے سکتا ہے اس کو دینی چاہئے وہاں پہ ضدّیں نہیں کرنی چاہئیں۔ یہی اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم ہے کہ بلاوجہ کسی انا میں پڑ کر ظلم نہیں کرنا چاہئے۔

بہرحال ہمیں ہمیشہ اللہ تعالیٰ کا اس بات پر شکر گزار ہونا چاہئے اور یہ سوچنا چاہئے کہ ہم لوگ اس شخص کی اتباع کرنے والے ہیں جس کا نام مسیح رکھا گیا ہے۔ یہ سوچنے والی بات ہے کہ حضرت مسیح موعود کو مسیح کہا گیا ہے تو کیوں کہا گیا۔ وہ کون سی چیز ہے جو مسیح کو دوسرے انبیاء سے ممتاز کرتی ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام باتیں، تمام خصوصیات، تمام صفات دوسرے تمام انبیاء سے زیادہ ہیں۔ ان کی معراج پر پہنچے ہوئے ہیں کیونکہ آپ کامل انسان اور آپ کی شریعت کامل اور مکمل شریعت ہے۔ لیکن آپ کے علاوہ جب ہم باقی انبیاء میں دیکھتے ہیں تو ہر نبی میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ہے جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے۔ پس مسیح کی جو خاص امتیازی چیز ہے وہی مسیح موعود علیہ السلام کی مسیح سے تشبیہ کی ایک وجہ ہو سکتی ہے۔ اس کی وضاحت جو حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کی ہے وہ بڑی دل کو لگنے والی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی خصوصیت وہ نرمی کی تعلیم ہے جو حضرت مسیح نے پیش کی اور بائبل تو یہاں تک کہتی ہے کہ ”شریر کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو کوئی تیرے دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے۔ اور اگر کوئی تجھ پر نالش کر کے تیرا کُرتا لینا چاہے تو چوغہ بھی اسے لے لینے دے۔ اور جو کوئی تجھے ایک کوس بیگار میں لے جائے اس

کے ساتھ دو کوس چلا جا۔‘‘

(انجیل متی باب 5 آیت 39 تا 41)

پس بے شک تمام انبیاء نے نرمی کی تعلیم دی ہے لیکن حضرت مسیح نے اپنے زمانے کے حالات کو دیکھتے ہوئے نرمی پہ بہت زیادہ زور دیا ہے۔

پس یہ خاص تعلیم ہے جو حضرت مسیح لائے اور جب اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا نام مسیح رکھا یا آپ کو مسیح سے تشبیہ دی تو اس کا یہ مطلب ہے کہ آپ کو بھی خاص طور پر نرمی کی تعلیم دینے کا حکم دیا گیا ہے۔ گو کہ آپ کا نام مسیح رکھنے کی یہ بھی وجہ ہے کہ آپ عیسائیوں کی ہدایت کے لئے بھی آئے اور اس لحاظ سے مسیح کہلائے۔ گو آپ دوسرے مذاہب کی طرف بھی آئے۔ ہندوؤں کی طرف مبعوث ہونے کی وجہ سے آپ کا نام کرشن بھی رکھا گیا اور اسی طرح مسلمانوں اور تمام اقوامِ عالم کی طرف آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی اور نیابت میں آئے۔ بہرحال مسیح کے نام پر زور ہے اس لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی نرمی کی بہت تعلیم دی ہے اور سختی کو دور کرنے کی نصیحت فرمائی ہے۔ آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

’’خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا۔ تم آپس میں جلد صلح کرو اور اپنے بھائیوں کے گناہ بخشو کیونکہ شریر ہے وہ انسان کہ جو اپنے بھائی کے ساتھ صلح پر راضی نہیں۔ وہ کاٹا جائے گا کیونکہ وہ تفرقہ ڈالتا ہے۔ تم اپنی نفسانیت ہر ایک پہلو سے چھوڑ دو اور باہمی ناراضگی جانے دو اور سچے ہو کر جھوٹے کی طرح تذلّل کرو تا تم بخشے جاؤ۔ نفسانیت کی فربہی چھوڑ دو کہ جس دروازے کیلئے تم بلائے گئے ہو اس میں سے ایک فربہ انسان داخل نہیں ہو سکتا۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 12)

اگر ہم اس خصوصیت کو مدّنظر نہ رکھیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ ہم دنیا کو دھوکہ دیتے ہیں۔ اگر ہم خود اس تعلیم پر عمل نہیں کرتے تو ہمیں دوسروں کو اس کی طرف بلانے کا کیا حق ہے۔ پس ہمیں اپنی اصلاح کی بہت ضرورت ہے۔ ہمیں وہ نمونہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کی ضرورت ہے جس سے دنیا سمجھے کہ ہم نے اپنے جذبات پر پورا پورا قابو پا لیا ہے۔

آئرلینڈ کی مسجد کے افتتاح پر بھی مَیں نے کہا تھا کہ جب ہم تبلیغ کریں گے تو لوگ پوچھیں گے کہ باقی مسلمانوں کے بارے میں تو تم کہتے ہو کہ انہوں نے مسیح موعود کو نہیں مانا، اس لئے ہدایت سے خالی

ہیں۔ تم نے تو مسیح موعود علیہ السلام کو مانا ہوا ہے تو تم نے اپنے نفسوں میں کیا انقلاب پیدا کیا ہے۔ پس ہمارے نمونے ہماری تعلیم سے مطابقت رکھنے والے ہونے چاہئیں۔ دوسرے مذاہب کو ماننے والے سارے تو اخلاق سے گری ہوئی حرکات نہیں کرتے۔ سوچنا چاہئے کہ کیا سارے عیسائی یا سارے ہندو یا تمام دوسرے مذاہب کو ماننے والے یا نہ ماننے والے بھی لڑتے رہتے ہیں؟ نہیں۔ ان میں بھی بہت سارے صلح جُو ہیں اور انصاف پسند بھی ہیں۔ اگر ہم میں سے بھی بعض صلح جُو اور بعض لڑاکے ہیں یا اخلاق سے گری ہوئی حرکات کرنے والے ہیں تو ہم میں اور دوسروں میں امتیاز کیا رہ گیا۔ امتیاز تو تب ہوگا جب اس تعلیم پر عمل کرتے ہوئے جھگڑے فساد کی عادت ہم میں سے بالکل مٹ جائے گی یا کم از کم اتنی کم ہو جائے کہ کسی کو نظر نہ آئے۔ اور ایسے فساد کرنے والے جو تھوڑے سے ہوں بھی تو اُن سے ہم پوری طرح کراہت کرنے والے ہوں۔ بدی کو مٹانے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک ارشاد ہے کہ ”اگر کسی بدی کو دیکھو اور طاقت ہو تو اسے ہاتھ سے ختم کر دو۔ اگر ہاتھ سے ختم نہ کر سکو تو زبان سے روکو۔ اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا مناؤ۔“

(صحیح مسلم کتاب الایمان باب بیان کون النھی عن المنکر من الایمان... حدیث نمبر 177)

پس احمدی معاشرے میں بھی غلط حرکات اور بداخلاقی کو برا سمجھنے روکنے اور منانے کا احساس ہونا چاہئے یا ترتیب کے لحاظ سے روکنے اور سمجھانے اور اس کو ختم کرنے کا احساس پیدا ہونا چاہئے یا برا منانے کا احساس پیدا ہونا چاہئے اور جب سب کو یہ احساس ہو تو پھر چند ایک بھی اخلاق سے نہیں گرتے۔ پھر ہر ایک اپنا معیار اونچا کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ کسی ظالم کا ہمیں ساتھ نہیں دینا چاہئے۔ ہمیں وہ طریق اختیار کرنا چاہئے جس کا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں حکم دیا ہے۔ جس پر اس زمانے میں خاص طور پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زور دیا ہے۔ ہمیں عفو نرمی اور درگزر اور محبت سے کام لینا چاہئے۔ اگر کسی کو ظلم کرتا دیکھیں تو سمجھیں کہ اس نے مظلوم پر حملہ نہیں کیا بلکہ ہم پر حملہ کیا ہے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ کیا ہے کیونکہ جس کام کے لئے آپ مبعوث ہوئے تھے اس نے اس کی تحقیر کی ہے۔ پس ایسے حملہ آوروں کو روکنا ہمارا کام ہے۔ ہاتھ سے نہیں روک سکتے تو زبان سے روکیں۔ دل میں برا منائیں اور مظلوم کے ظالم سے بچنے کے لئے دعائیں کریں۔ پس اگر ہم اخلاق سوز حرکتوں پر برا منائیں، ہمارا معاشرہ برا منائے تو خود بخود یہ ظلم اور یہ حرکتیں ہم میں سے ختم ہو جائیں گی۔ لیکن دیکھنے میں یہی آتا ہے کہ بعض دفعہ خاص طور پر عائلی معاملات میں ظلموں میں ماں باپ بہن بھائی

شامل ہو جاتے ہیں اور پھر صرف یہی نہیں کہ یہ شامل ہوتے ہیں، دوستی کے نام پر بعض دوسرے بھی شامل ہو جاتے ہیں بجائے اس کے کہ سمجھائیں۔ پس ہمیں معاشرے کی اصلاح کے لئے ان ظلموں میں شامل ہونے کی بجائے مظلوم پر حملے کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر حملہ سمجھنا چاہئے۔ اگر یہ ہوگا تو پھر دیکھیں ہمارا معاشرہ کس طرح ٹھیک ہوتا ہے اور ہمارے یہ رویے اور عمل حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں گے۔

اللہ کرے کہ ہم عبادتوں کے ساتھ اعلیٰ اخلاق کے نمونے قائم کرنے والے اور قائم کروانے والے ہوں نہ کہ جھگڑوں اور فسادوں میں پڑ کر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بدنام کرنے والے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہر قسم کی نفسانیت سے بچائے۔

آج بھی نماز جمعہ کے بعد مَیں ایک جنازہ حاضر پڑھاؤں گا جو مکرمہ آسیہ بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری محمد عبدالرحمن صاحب مرحوم اِنر پارک (Inner Park) کا ہے۔ یہ 3/اکتوبر 2014ء کو 69 سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے صحابہ حضرت احمد یار صاحب اور حضرت مہتاب بی بی صاحبہ آف لویری والے کی پوتی تھیں۔ صوم وصلوٰۃ کی پابند، تہجد گزار، دعا گو۔ کثرت سے ذکر الٰہی اور صدقہ وخیرات کرنے والیں صابر اور شاکر تھیں۔ چندہ جات میں باقاعدہ اور مالی قربانی کرنے والی نیک مخلص خاتون تھیں۔ 1978ء میں جب آپ کے خاوند کو مخالفین نے ایک جھوٹے مقدمے میں ملوث کیا تو آپ نے بڑی بہادری اور صبر سے یہ عرصہ گزارا۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور وصیت کرنے کے ساتھ ہی اپنے حصہ جائیداد کی ادائیگی بھی کر دی تھی۔ ان کے پسماندگان میں پانچ بیٹیاں اور دو بیٹے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے اشتیاق احمد صاحب مربی سلسلہ ہیں جو آجکل پاکستان میں ہیں اور دوسرے اعجاز الرحمن۔ یہ یہاں حفاظت خاص کے عملے میں شامل ہیں۔ آپ ماسٹر عبدالقدوس صاحب شہید کی پھوپھی بھی تھیں۔ اللہ تعالیٰ مرحومہ کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی ان کی نیکیوں پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

نماز کے بعد مَیں باہر جا کر نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔ احباب یہیں مسجد میں صفیں درست کر لیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 31/اکتوبر 2014ء تا 06/نومبر 2014ء جلد 21 شمارہ 44 صفحہ 05 تا 08)

42

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 17 راکتوبر 2014ء بمطابق 17 اخاء 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

جماعت احمدیہ میں ایک فقرہ ہر مرد عورت چھوٹا بڑا جانتا ہے اور وہ ہے کہ میں ''دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔'' (ملفوظات جلد 2 صفحہ 70)

اس لئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے بھی ہمیں اس طرف بہت توجہ دلائی ہے۔ خلفاء کی تقریروں میں عموماً اور ہمارے مقررین کی بھی اکثر تقریروں تحریروں میں، اس فقرے کا استعمال ہوتا ہے۔ شرائط بیعت کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے گا۔ اسی طرح تمام ذیلی تنظیموں کے جو عہد ہیں ان کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھوں گا۔ اسی طرح بیعت کے الفاظ میں بھی ہم ان الفاظ میں دہراتے ہیں۔ غرض کہ یہ فقرہ ایک احمدی کا عہد ہے جس پر اس کی بیعت کا انحصار ہے۔ خلافت سے اور نظام سے جڑے رہنے کا انحصار ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر بیعت کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ نظام سے جڑے رہنے کا، خلافت سے وابستگی کا دعویٰ غلط ہو جاتا ہے۔ اور بیعت کا اعلان اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کی باتیں صرف منہ کی باتیں رہ جاتی ہیں۔ اسی لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ:۔

''اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وفاءِ عہد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے۔''

(ملفوظات جلد 4 صفحہ 71 حاشیہ)

پس ہم میں سے ہر ایک کو اس بات کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ اس فقرے سے واضح ہے کہ دین کے معاملے میں کوئی دنیاوی چیز روک نہیں بنی چاہئے۔ اور دین کیا ہے؟ دین اللہ تعالیٰ کے احکامات کے تابع ہو کر اپنی زندگیاں گزارنا ہے۔ اپنے ہر قول و فعل سے خدا تعالیٰ کو راضی کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم میں سے بڑی تعداد یہ کوشش کرتی ہے کہ دین کے راستے میں جو چیز روک بن رہی ہو اُسے دور کرے۔ لیکن یہ بھی صحیح ہے کہ ہر ایک کی کوشش ایک جیسی نہیں ہو سکتی کیونکہ ہر انسان کی علمی صلاحیت بھی مختلف ہوتی ہے اور دوسری استعدادیں اور صلاحیتیں بھی مختلف ہوتی ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کیونکہ ہماری نیتوں کو بھی جانتا ہے اس لئے ہر ایک کی صلاحیت کے مطابق اس سے معاملہ کرتا ہے۔ پس اس عہد کو پورا کرنے کے لئے بنیادی چیز نیک نیّتی ہے۔ اس میں کسی قسم کے عذر اور بہانے نہیں ہونے چاہئیں۔ دنیاوی معاملات میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ ہر انسان کا دائرہ مختلف ہوتا ہے۔ کسی کی کوشش محدود دائرے میں ہوتی ہے کیونکہ اس کا علم اور صلاحیت اس چیز کو حاصل کرنے کے لئے محدود ہے یا بعض دفعہ یہ بھی ہوتا ہے کہ دوسری ترجیحات اس کے کام میں روک بن رہی ہوتی ہیں، جو اسے محدود کر دیتی ہیں اور کسی کی کوشش بہت زیادہ ہوتی ہے اور صحیح رنگ میں ہوتی ہے۔ جس مقصد کو حاصل کرنا ہو صرف اسی پر نظر ہوتی ہے اور وہ پھر اسے مکمل حاصل ہو بھی جاتا ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی اس مضمون کو بیان فرمایا ہے۔ اس سے استفادہ کرتے ہوئے اور اس کی روشنی میں مَیں کچھ بیان کروں گا خاص طور پر واقعات ہیں۔ محدود دائرے کی کوشش اور مقصود کے مطابق کوشش کی ایک عام سی مثال آپ نے اس طرح دی ہے کہ بعض لوگ خواہ کتنا ضروری کام کیوں نہ ہو چلتے وقت اس بات کا خیال رکھتے ہیں، اپنے لباس کے بارے بڑے کانشس (Conscious) ہوتے ہیں کہ ان کے لباس ٹھیک ہوں پتلون کی تریز خراب نہ ہو جائے۔ کوٹ میں کہیں بدصورت قسم کی سِلوَٹ یا شِکن نہ پڑ جائے۔ انہوں نے کہیں جلدی بھی پہنچنا ہو تو تھوڑی تھوڑی دیر بعد اپنے لباس کا جائزہ لیتے ہیں اور اس وجہ سے بعض دفعہ جلدی پہنچنے کی کوشش محدود ہو جاتی ہے۔ یہ اِس زمانے کی بات نہیں ہے۔ آج بھی ایسی مثالیں نظر آ جاتی ہیں اور خاص طور پر ہمارے ایشین معاشرے میں مردوں اور عورتوں کی یہ حالت ہے کہ بعض دفعہ اپنے لباس کے بارے میں بہت زیادہ کانشس ہو جاتے ہیں۔ لیکن اس کے مقابلے پر کچھ ایسے بھی ہیں جو بیشک فیشن بڑے شوق سے کرتے ہیں، بڑے شوقین ہوتے ہیں لیکن جب ان کے سامنے کوئی مقصد ہو تو وہ اپنے رکھ رکھاؤ اور فیشن کو قربان کر

دیتے ہیں۔ اگر مقصد کے حصول کے لئے اپنے لباس کے رکھ رکھاؤ کے باوجود انہیں دوڑنا پڑے تو وہ دوڑ بھی لیں گے۔ کسی جگہ بیٹھنا پڑے تو بیٹھ بھی جائیں گے۔ حتیٰ کہ گردوغبار میں بھی اگر ضرورت ہو تو بغیر کسی تکلّف کے اس میں چل پڑیں گے۔ کیوں؟ اس لئے کہ اصل چیز ان کا مقصود اور مدعا ہوتا ہے کہ ہم نے یہ چیز حاصل کرنی ہے، یہ مقصد حاصل کرنا ہے۔ اس لئے وہ کسی چیز کی پرواہ نہیں کرتے۔ اعلیٰ سوٹ یا سفید لباس ان کے مقصد کے حصول میں روک نہیں بنتا۔

اس پر مزید روشنی ڈالنے کے لئے کہ لوگ مقصد کے حصول کے لئے کس طرح ظاہری چیز کو قربان کر دیتے ہیں ایک مثال حضرت مصلح موعود نے یہ بھی دی ہے۔ یہ تاریخ انگلستان کے ایک واقعہ کی مثال ہے۔ تاریخ میں واقعہ آتا ہے کہ ملکہ الزبتھ اوّل، (یہ ملکہ نہیں)، 1558ء میں غالباً اس کو تاج ملا تھا تقریباً 45 سال تک ملکہ رہی ہے۔ ایک بہت مشہور ملکہ تھی۔ بلکہ انگلستان کی عظمت اور طاقت کی بنیاد بھی اسی زمانے میں ہوئی ہے۔ اس ملکہ کے متعلق مشہور تھا کہ وہ اپنے درباریوں میں خوش پوشاک اچھے لباس پہننے والے اور خوش وضع لوگوں کو دیکھنا پسند کرتی تھی۔ اور جس کا لباس اعلیٰ اور قیمتی نہ ہو وہ دربار میں نہیں آ سکتا تھا۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ اس کے اردگرد خوش وضع اور خوش لباس نوجوانوں کا جمگھٹا لگا رہتا تھا۔ ایک دفعہ وہ اپنے قریبیوں کے ساتھ پیدل کہیں جا رہی تھی۔ راستے میں جاتے ہوئے ایک دفعہ کچھ کیچڑ آ گیا۔ اب تو یہاں بڑی پکّی سڑکیں ہیں۔ ایک زمانے میں یہاں کافی کچی گلیاں بھی ہوا کرتی تھیں۔ بہرحال جہاں بھی وہ جا رہی تھی کیچڑ آیا۔ اس وقت اس کے ساتھ انگلستان کی بحریہ کا کمانڈر اِن چیف تھا، سربراہ تھا جو ملکہ کا بڑا قریبی اور وفادار تھا اور بڑا خوش پوشاک اچھا لباس پہننے والا نوجوان تھا۔ جب راستے میں وہ کیچڑ آیا تو اس نے اپنا ایک بڑا قیمتی کوٹ پہنا ہوا تھا بلکہ وہ کوٹ تھا جو دربار کے لئے خاص ہوتا ہے۔ خاص موقعوں پر پہنا جاتا ہے۔ اس نے کیچڑ دیکھ فوراً اپنا کوٹ اتارا اور اس کیچڑ کی جگہ جو بالکل تھوڑی سی جگہ تھی اس پر ڈال دیا۔ ملکہ کو یہ دیکھ کر بڑا عجیب لگا کہ اتنا قیمتی کوٹ ہے اور اس نے یہ کیچڑ پر ڈال دیا ہے۔ اس نے بڑے حیران ہو کر اس سے پوچھا۔ ان کا نام ریلے (Raleigh) تھا۔ ریلے یہ کیا ہے؟ سر والٹر ریلے (SirWalter Raleigh) اس کمانڈر کا نام تھا۔ تو اس افسر نے فوراً جواب دیا کہ ریلے کا کوٹ خراب ہونا اس سے بہتر ہے کہ ملکہ کا پیر یا جوتی خراب ہو۔ ملکہ کو یہ بات بڑی پسند آئی۔ اس کے بعد پھر اس افسر پر اور نوازشات بڑھتی چلی گئیں۔ وہ عروج پر پہنچایا گیا۔ گو بعد میں جیمز اول کے زمانے میں اس افسر پر

غدّاری کا الزام بھی لگا اور پھر اس کو سزائے موت بھی دی گئی۔ لیکن بہر حال باوجود اس کے کہ اس نے اس بادشاہ کے زمانے میں بھی ملک کے لئے بڑا کام کیا تھا۔ جنوبی امریکہ میں مہمات کی تھیں۔ اسے سزا ہوئی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 12 صفحہ 78-79 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 29 مارچ 1929)

تو اس مثال سے یہ سبق ملتا ہے کہ ریلے (Raleigh) جو افسر تھا، باوجود خوش پوشاک اور وضع دار ہونے کے جب ملکہ کا معاملہ آیا تو اس نے اپنا فیشن اور رواداری اس پر قربان کر دی۔ پس اگر ایک دنیا دار ملکہ کی خوشنودی کے لئے فیشن چھوڑ سکتا ہے اپنا بہترین کوٹ قربان کر سکتا ہے جو اس کے لئے بڑی قیمتی چیز تھی۔ وضع قطع چھوڑ سکتا ہے۔ تو پھر یہ سوچنا چاہئے کہ دین کی ترقی کے لئے، اسلام کی اشاعت کے لئے، مذہب کی مضبوطی کے لئے اور اس کے قیام کے لئے اور اپنے پیدا کرنے والے خدا کی رضا کے حصول کے لئے کیا کچھ نہیں کیا جانا چاہئے۔

پس کیا ہمیں یہ مقصد اتنا بھی پیارا نہیں ہونا چاہئے جتنا ریلے (Raleigh) کو ملکہ کی خوشنودی پیاری تھی۔ دنیاوی بادشاہ کو خوش کرنے کے بعد خدمات کے باوجود جیسا کہ مَیں نے بتایا اس کا انجام دردناک ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ کو خوش کر کے، اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر کے تو انسان اس دنیا میں بھی انعامات کا وارث بنتا ہے اور انجام بھی بہترین ہوتا ہے۔

ہمیں ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ مقاصد کا اعلیٰ اور عمدہ ہونا کافی نہیں ہے جب تک قربانی اور فدائیت بھی اس کے مطابق نہ ہو۔ ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا اس وقت ملے گی جب دنیا ہمارے دین پر حاوی نہیں ہو گی بلکہ دین دنیا پر حاوی ہو گا۔ بیشک اللہ تعالیٰ نے دنیا کمانے سے منع نہیں کیا۔ دنیا کی کوئی چیز جسے خدا تعالیٰ نے حرام نہیں کیا، ناجائز نہیں ہے۔ اعلیٰ لباس پہننا، عمدہ قسم کے کھانے کھانا، عمدہ مکانوں میں رہنا اور ان کی سجاوٹ کرنا ان میں سے کوئی چیز بھی ناجائز نہیں ہے۔ سب جائز ہیں۔ لیکن ان چیزوں کا اسلام کی ترقی میں روک ہو جانا ناجائز ہے۔ لوگ شادیاں کرتے ہیں شریعت یہ نہیں کہتی کہ تم بدصورت عورت تلاش کر کے شادی کرو۔ لیکن یہ ضرور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ صرف دنیا دیکھنے کی بجائے عورت کی دینی حالت بھی دیکھ لیا کرو۔

(صحیح البخاری کتاب النکاح باب الاکفاء فی الدین حدیث نمبر 5090)

شریعت یہ کہتی ہے کہ عورت تمہاری عبادت کے راستے میں روک نہ ہو۔ عورتیں تمہیں نمازوں

سے غافل نہ کریں۔ اگر ہمارے لڑکے اور لڑکیاں اس بات کا خیال رکھیں بلکہ ان کے ماں باپ بھی تو دین مقدم کرنے سے گھروں کے مسائل بھی حل ہو جائیں گے اور وہ مقصد بھی حاصل ہو جائے گا جو ایک مومن کا مقصد ہے کہ خدا تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔

اسی طرح لباس ہے۔ یہ ہرگز منع نہیں کہ عمدہ لباس نہ پہنو لیکن اس سے ضرور روکا گیا ہے کہ ہر وقت اتنے فیشن میں ڈوبے نہ رہو کہ دینی کام سے غافل ہو جاؤ۔ ہر جگہ تمہیں یہ احساس رہے کہ فلاں جگہ میں جاؤں گا تو میرا لباس گندہ ہو جائے گا۔ گویا کسی وقت بھی دینی کام سے انسان غافل نہ ہو۔ اسی طرح نمازوں کی طرف توجہ کے بجائے اچھا لباس پہنا ہوا ہے، استری کیا ہوا لباس پہنا ہوا ہے، تو صرف اپنے کپڑوں کی شکنوں کی طرف نظر نہ رہے۔

پس اسلام یہ کہتا ہے کہ کبھی بھی تم دینی کام سے غافل نہ ہو تبھی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا حق ادا کر سکتے ہو۔ اسی طرح اعلیٰ کھانے ہیں ان سے دین نہیں روکتا لیکن ان کا دین کے راستے میں حائل ہو جانا ناجائز ہے۔ پس ہمیں ہمیشہ اپنے کاموں میں ان باتوں کو سامنے رکھنا چاہئے کہ جو چیزیں دین کے معاملے میں روک ہوں انہیں دُور کیا جائے۔ اس بارے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:۔

''دیکھو دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ شیطان ان کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔'' بالکل دنیا میں پڑ جاتے ہیں۔ فرمایا ''میرا یہ مطلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے۔ نہیں۔ صحابہ تجارتیں بھی کرتے تھے مگر وہ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق سچا علم جو یقین سے ان کے دلوں کو لبریز کر دے انہوں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈگمگائے۔ کوئی امر ان کو سچائی کے اظہار سے نہیں روک سکا۔ ......'' فرمایا کہ ''جو بالکل دنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں گویا دنیا کے پرستار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر شیطان اپنا غلبہ اور قابو پا لیتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ترقی کی فکر میں ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہوتا ہے جو حزب اللہ کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اس کے لشکر پر فتح پاتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 193-194)

اور جیسا کہ شروع میں بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس مَیں نے پیش کیا تھا کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھنے سے بیعت کا مقصد پورا ہوتا ہے اور اس کا فہم حاصل کرنے کے لئے دنیاوی کاموں کے

ساتھ دینی علم کا حاصل کرنا اور پھر اس کو اپنے پر لاگو کرنا بھی ضروری ہے۔ دینی علم حاصل کئے بغیر پتا ہی نہیں چل سکتا کہ دین ہے کیا، جسے میں نے دنیا پر مقدم کرنا ہے۔

اب نماز اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے لیکن بہت سے مسلمان ہیں بلکہ شاید اسّی فیصد سے بھی زائد ایسے ہوں جو نمازیں نہیں پڑھتے اور اگر کبھی ایک آدھ پڑھ بھی لیں تو اس طرح بڑی تیزی میں اور جلدی جلدی جیسے زبردستی کوئی مکروہ کام کر رہے ہیں۔ اس لئے حضرت مصلح موعود نے لکھا ہے کہ بڑے بڑے آدمی ایسے بھی ہیں جو نمازوں میں سست ہیں بلکہ نواب اور رؤسا کے لئے تو لکھتے ہیں کہ باجماعت نماز ایسی ہے جیسے ایک عام مسلمان کے لئے سؤر کھانا۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 12 صفحہ 80 خطبہ جمعہ بیان فرمودہ 29 مارچ 1929)

یعنی بڑی کراہت سے پڑھتے ہیں اور یہ صرف اس زمانے کی بات نہیں، آج بھی یہ حالت ہے۔ جیسا کہ مَیں نے کہا امراء کی اکثریت بلکہ جن کے پاس تھوڑی سی بھی کشائش آجائے، ان کو کشائش ہو جائے تو وہ بھی نمازوں سے غافل ہو جاتے ہیں اور اگر نمازیں پڑھ بھی لیں تو جو حالت نماز پڑھنے والے کی ہونی چاہئے اس سے وہ غافل ہیں۔ نمازیں پڑھنے والے تو انسانی اقدار کے محافظ ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے کہ نمازیں پاک تبدیلیاں تمہارے اندر پیدا کرتی ہیں۔ آجکل کہا جاتا ہے کہ پاکستان میں غیر احمدیوں کی مساجد کی آبادی بہت بڑھ رہی ہے۔ لیکن اگر آبادی بڑھ رہی ہے تو ان نمازوں نے ان کے اندر کیا انقلاب پیدا کیا ہے؟ مُلّاں اور خطیب جن کے پیچھے نمازیں پڑھتے ہیں وہ انہیں سوائے نفرتوں کے درس دینے کے اور کیا دیتے ہیں؟ اسی لئے ان نمازیوں کی تعداد میں اضافے کے باوجود نفرتوں کی آگیں مزید بھڑک رہی ہیں۔ ہمارے خلاف تو جو کرتے ہیں کرتے ہیں، خود آپس میں بھی یہ ایک دوسرے پر کچھ کم ظلم نہیں کر رہے۔ اس لئے کہ یہ عبادتیں دین کو مقدم کرنے کے لئے نہیں ہیں بلکہ دنیا کے حصول کے لئے ہیں۔ بظاہر ایک اعلیٰ مقصد کے لئے مسجد میں جاتے ہیں لیکن باطن میں اس کے پیچھے دنیاوی ادنیٰ مقاصد ہوتے ہیں۔ پس اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے سوچ کو بھی اعلیٰ کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور قربانی ذاتی مفاد کے لئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہوتی ہے۔ پس یہ مساجد کی آبادی اگر اعلیٰ مقصد کو پیش نظر رکھ کر نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حق کے ساتھ انسانیت کے حق قائم کئے جائیں، دین کی اشاعت اور اسلام کا قیام ہو تو سب بے فائدہ ہے۔ اور عام مسلمانوں کی یہ تکلیف دہ صورتحال، ہمیں ہم جو احمدی ہیں، پہلے سے بڑھ کر اس طرف توجہ دلانے والی ہونی چاہئے کہ ہم نے دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا جو عہد یا

مضمون ہے کس طرح سمجھا ہے یا ہمیں سمجھنا چاہئے۔

ہم نے اللہ تعالیٰ کا حق قائم کرنے کے ساتھ انسانیت کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں اور دین اسلام کی اشاعت اور قیام کے لئے کوشش بھی کرنی ہے پھر جتنا چاہے ہم دنیاوی نعمتوں سے فائدہ اٹھائیں ہمارے لئے جائز ہے۔ اسلام کا خوبصورت پیغام دنیا کو پہنچانے کی ذمہ داری ہمارے سپرد کی گئی ہے۔ اسے ہم نے ادا کرنا ہے۔ قرآن کریم کی مختلف زبانوں میں اشاعت ہمارے ذمہ کی گئی ہے۔ تو اس کا حق ہم نے ادا کرنا ہے۔ مساجد کی تعمیر ہم نے ہر جگہ کرنی ہے تا کہ ہم حقیقی عبادت گزار بنانے والے بن سکیں تو اس کا حق ادا کرنے کے لئے دنیا کے ہر ملک میں ہم نے منصوبہ بندی کرنی ہے۔ انسانیت کی قدروں کو ہم نے اعلیٰ ترین نمونوں پر قائم کرنا ہے۔ اگر یہ سب کچھ ہم دنیا کمانے کے ساتھ کر رہے ہیں تو دنیا کمانا بھی ہمارا دین ہے۔ اگر یہ نہیں تو ہمارے جائز کام بھی اللہ تعالیٰ کی نظر میں ناجائز ہیں۔

اگر نیا آئی فون آ گیا ہے یا کسی کے پاس کوئی پیسے آئے تو کار خریدنی ہے یا اور سوٹ خریدنا ہے اور ان چیزوں کی خاطر ہم اپنے چندوں کو پیچھے ڈال رہے ہیں تو یہ جائز چیزیں ہونے کے باوجود ہمارے لئے ناجائز بن جاتی ہیں۔ اگر ایک جگہ پر مسجد کی تعمیر کے لئے کوشش ہو رہی ہے وہاں ہم اپنی دوسری ترجیحات کو فوقیت دے رہے ہیں تو باوجود اس کے کہ وہ ہمارے لئے یا ایک آدمی کے لئے یا عام حالات میں جائز چیزیں ہیں لیکن ایسے وقت میں پھر ناجائز ہو جاتی ہیں۔ جنگ اُحد میں جب یہ مشہور ہو گیا کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم شہید ہو گئے ہیں تو اس وقت ایک صحابی جو کئی دن سے فاقے سے تھے جنگ لڑ کے ہٹے تھے۔ اس وقت فتح کی حالت پیدا ہو چکی تھی۔ ان کے پاس کچھ سوکھی کھجوریں تھیں۔ وہ سوکھی کھجوریں کھا رہے تھے۔ یہ اس وقت ان کا کھانا تھا جب یہ بات انہوں نے سنی۔ یہ اطلاع ان کو پہنچی تو فوراً انہوں نے کھجوریں پھینک دیں اور فوراً جنگ میں کود پڑے اور جا کر شہید ہو گئے۔ اس وقت انہوں نے اپنے پیٹ کی اور بھوک کی فکر نہیں کی بلکہ ان کھجوروں کا کھانا بھی گناہ سمجھا کیونکہ اس وقت دین یہ تقاضا کر رہا تھا کہ کھجوریں کھانا گناہ ہے۔ پس جو کام دین کے راستے میں روک ہے وہ خواہ کتنا ہی اعلیٰ اور عمدہ کیوں نہ ہو ناجائز ہے اور جو دین کے راستے میں روک نہیں وہ خواہ کتنا ہی آرام و آسائش والا ہو تو وہ برا نہیں، وہ جائز بن جاتا ہے۔ پس ہمیں وہ روح پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے جو ہمارے دلوں کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے والا بنائے۔

اللہ تعالیٰ تو دلوں کے حال جانتا ہے اور دلوں کے حال جاننے کے بارے میں یہ روایت ہے کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار مسجد میں بیٹھے تھے۔ لوگ بھی آپ کے ساتھ تھے۔ اسی اثناء میں تین آدمی سامنے آئے۔ دو آدمی تو سیدھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف آ گئے اور ایک ان میں سے چلا گیا۔ وہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کھڑے ہو گئے۔ ان میں سے ایک جو تھا اس نے دیکھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب حلقے میں خالی جگہ پڑی ہے وہ جلدی سے بڑھ کے آگے آیا اور آپ کے قریب آ کے بیٹھ گیا۔ دوسرا جو تھا وہ لوگوں کے پیچھے بیٹھ گیا جہاں کھڑا تھا وہیں اس کو تھوڑی سی جگہ ملی تو بیٹھ گیا۔ تیسرا جو تھا وہ سمجھا کہ جگہ نہیں ہے وہ پیٹھ پھیر کر چلا گیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے خطاب سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ کیا میں تمہیں ان تین آدمیوں کی حالت نہ بتاؤں۔ ان میں سے ایک نے تو اللہ کے پاس جائے پناہ لی اور اللہ نے اسے پناہ دی جو میرے قریب ہو کے بیٹھ گیا تھا اور وہ جو دوسرا تھا اس نے شرم کی اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے شرم کی یعنی اس کا وہاں اس مجلس میں بیٹھنا اس کے گناہوں کی دوری کا باعث بنا۔ اس نے حیا کی اللہ تعالیٰ نے بھی اس کے گناہوں کو معاف کیا، اور حیا کی۔ اور جو تیسرا تھا اس نے منہ پھیر لیا اور اللہ تعالیٰ نے بھی اس سے منہ پھیر لیا۔

(صحیح البخاری کتاب العلم باب من قعد حیث ینتھی بہ المجلس ... حدیث نمبر 66)

اب بظاہر تو یہ تین آدمیوں کا آنا، بیٹھنا اور ان میں سے ایک کا چلے جانا معمولی بات ہے کیونکہ اس تیسرے شخص کے خیال میں تھا کہ یہ آواز مجھ تک نہیں پہنچ رہی اس لئے بیٹھنے کا فائدہ نہیں ہے۔ لیکن چونکہ یہ افعال، ان تینوں کے جو یہ کام تھے، یہ جو فعل تھا اس کا معاملہ دل سے تھا، دل سے پیدا ہوئے تھے، دل کی کیفیت کا اظہار تھا اور اللہ تعالیٰ کی نظر بھی دل پر ہوتی ہے اور اس کے انعامات دل کی حالت کے مطابق ہوتے ہیں اس لئے دل کی حالت جزا اور نتیجے کے لحاظ سے بڑی اہم ہے۔ یہ چیز یاد رکھنے والی ہے۔ پس یہاں بھی اسی طرح اللہ تعالیٰ نے معاملہ کیا۔ اللہ تعالیٰ تو دلوں کے حال جانتا ہے اس نے ان کی دل کی حالت سے دیکھ لیا کہ کون دل کے معاملے میں کس حد تک آگے بڑھا ہے اور کس نے سستی دکھائی ہے۔ پہلے دو کو ان کے درجے کے مطابق انعام ملا اور تیسرا محروم رہا بلکہ ناراضگی کا مورد بنا۔

پس مومن کو چاہئے کہ دیکھ لے کہ اس کے سامنے جو مقصد ہے اس کے لئے اس نے کس حد تک قربانی کی ہے اگر وہ اس حد تک قربانی کر دے جس کی ضرورت ہے تو پھر وہ اللہ تعالیٰ کی نصرت کا اور اس جزا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ قربانی ہمیشہ یا تو طاقت کے مطابق ہوتی ہے یا ضرورت کے مطابق۔ یہ ضروری نہیں ہے کہ ہر دفعہ طاقت کے مطابق قربانی دی جائے۔ بعض دفعہ شریعت صرف اتنی قربانی کا تقاضا کرتی ہے جتنی

ضرورت ہے۔ مثلاً اگر کوئی مسافر ہے۔ آیا ہے چند آدمی کھڑے ہیں اور وہ سو پاؤنڈ کا مطالبہ کر رہا ہے ضرورت جائز ہے تو ان میں سے بعض لوگوں نے یا جو بھی کھڑے تھے انہوں نے اپنی جیب کے لحاظ سے ضرورت پوری کر دی لیکن پھر بھی دس پاؤنڈ کی کمی رہ گئی تو اتنے میں کوئی اور شخص آتا ہے جو صاحب حیثیت ہے۔ اگر وہ چاہے تو وہ اکیلا ہی اس کی ضرورت پوری کر سکتا ہے لیکن ضرورت کے مطابق اس وقت صرف دس پاؤنڈ چاہئے تھے تو اس نے وہ دے دیئے تو یہ چیز ایسی ہے جس سے مطالبہ ہی اتنا کیا جا رہا ہے، بیشک اس کی حیثیت زیادہ ہے لیکن ضرورت کے مطابق اس نے وہ پوری کر دی۔ یہ ضرورت کے مطابق قربانی ہے جو نیک نیتی سے اس صاحب حیثیت نے کر دی۔ تو اس کا اسے ثواب ہے۔ اسی طرح کسی تحریک کے لئے اگر چندے کا مثلاً کہا جا رہا ہے تو لوگ سینکڑوں ہزاروں میں دے رہے ہیں لیکن ایک غریب اپنی حیثیت کے مطابق چند روپے یا پاؤنڈ دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ جو دلوں پر نظر رکھتا ہے اس کے اس فعل کو نواز دیتا ہے اور ایسا انسان اپنے مقصد کو پالیتا ہے۔ اس امیر نے بھی مقصد کو پالیا کہ ضرورت کے وقت اپنے لحاظ سے معمولی سی رقم دی۔ اس غریب کی مدد کر دی اور غریب نے بھی اپنے مقصد کو پالیا کہ اپنی حیثیت کے مطابق یا اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے خرچ کر لیا۔

اس لئے ایک حدیث میں بھی آتا ہے کہ ایک موقع پر آپ نے فرمایا کہ ایک درہم والا لاکھ درہم پر اس لئے سبقت لے گیا کہ ایک شخص نے دو درہم میں سے ایک دیا اور ایک شخص کے پاس لاکھوں تھا اس نے اس میں سے صرف لاکھ دیا جو اس کی حیثیت کے مطابق بہت کم تھا۔

(سنن النسائی کتاب الزکاۃ باب جھد المقل حدیث نمبر 2527)

پس ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ اصل مقصد اللہ تعالیٰ کی رضا ہونی چاہئے اور اس خرچ کے معاملے میں ان دونوں کا مقصود اللہ تعالیٰ کی رضا ہی تھی۔

پس مومن کا اصل کام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کرنے کے لئے اپنے دل کی کیفیت کو ڈھالے۔ مقصود اس کا اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا ہو اور اس میں اس کی فلاح اور کامیابی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کیلئے اپنے دل کی کیفیت کو اس کے مطابق ڈھالتا ہے تو اسی میں اس کی فلاح اور کامیابی ہے۔ اور یہی دین کو دنیا پر مقدم کرنا ہے۔ ہمارے ذمّہ جیسا کہ مَیں نے کہا بہت بڑے کام لگائے گئے ہیں اور جان مال وقت اور عزت قربان کرنے کے لئے ہم عہد بھی کرتے ہیں۔ اس کے لئے ہمیں ہمیشہ سنجیدگی سے غور کرنے کی کوشش کرتے رہنا چاہئے کہ کس طریق سے ہم اپنے عہد کو پورا کرتے ہوئے دین کو دنیا پر

مقدم کرنے کے لئے اپنی صلاحیتیں اور استعدادیں بروئے کار لائیں۔ انصار اللہ کا اجتماع بھی آج سے ہو رہا ہے شوریٰ بھی ہو رہی ہے۔ ان کو بھی اپنی شوریٰ میں غور کرنا چاہئے بھی اور ان دنوں میں اپنے جائزے بھی لینے چاہئیں کہ کس حد تک ہم اپنے معیار دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے لئے بڑھا سکتے ہیں۔ اور بڑھانے چاہئیں۔ بلکہ حاصل کرنے چاہئیں انصار اللہ کی عمر تو ایسی ہے جس میں ان کو نمونہ بننا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ کو ہماری کسی چیز کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ تو اس کا احسان ہے، اس کی عطا ہے کہ ہمیں یہ کہہ کر کہ تم دین کو دنیا پر مقدم رکھو تو میری رضا حاصل کرو گے ہمیں نوازا ہے ورنہ مال کی میں نے مثالیں دی ہیں اس کی خدا تعالیٰ کو ضرورت نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمارا یا کسی کا بھی محتاج نہیں ہے۔ یہ تمام وسائل، ذخائر، سونا چاندی، زمینیں اس نے پیدا کی ہیں۔ اگر وہ چاہتا تو دین کا کام کرنے والوں کو یہ سب کچھ بانٹ دیتا خود مہیا کر سکتا تھا لیکن ہمیں وہ ہمارے مقاصد سے آگاہ فرما کر پھر اس کے حصول کے لئے قربانی کی طرف توجہ دلاتا ہے تا کہ ہم اس کی رضا حاصل کرنے والے بن سکیں۔ صرف مال ہی نہیں اس نے ہمیں اولاد بھی دی ہے۔ اللہ تعالیٰ اولاد کی تربیت کے اور طریقے بھی ایجاد فرما سکتا تھا لیکن اس نے ماں باپ کو کہا کہ ان بچوں کی تربیت کرو۔ ان پر اپنی حیثیت کے مطابق اعلیٰ مقصد کے حصول کے لئے خرچ کرو تا کہ یہ دین کے کام آسکیں۔ پس ایک احمدی ماں باپ کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ اپنے بچوں کی اس طرح تربیت کریں کہ وہ دین کے کام آسکیں اور تبھی دین کو دنیا پر مقدم کرنے کی بات پوری ہوتی ہے، عہد پورا ہوتا ہے۔ ان بچوں کی ایسی تربیت کرو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ادراک انہیں بچپن سے حاصل ہو جائے۔ پس اللہ تعالیٰ یہ چیزیں ہمارے سپرد کر کے ہماری آزمائش بھی کرتا ہے اور ہمیں نوازتا بھی ہے۔

یہاں مَیں ہر سطح کے عہدیداروں کو بھی یہ کہنا چاہتا ہوں کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو نبھانے کی ذمہ داری دوسروں سے بڑھ کر ان کو اپنی سمجھنی چاہئے۔ ایک مقصد کے حصول کے لئے ان کی ذمہ داری لگائی گئی ہے جس کے لئے انہیں اپنی قربانی کے معیار کو اونچا کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح ہر سطح کا عہدیدار چھوٹی سطح سے لے کر، محلے سے لے کر مرکزی سطح تک اپنی حیثیت کا صحیح اندازہ کر کے اپنے عہد کو پورا کرنے کی کوشش کر سکتا ہے اور کرنی چاہئے۔ یاد رکھنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کی نظر دلوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ تڑپ کے ساتھ کام کرنے والوں کے اخلاص کو برکت بخشتا ہے اور انہیں قرب میں جگہ دیتا ہے اور ایک عہدیدار کو اس مقام کو حاصل کرنے کے لئے اپنی بھرپور کوشش کرنی چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہر سطح کے عہدیدار کو بھی اور ہر احمدی کو بھی، مجھے بھی، آپ کو بھی سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم دین کو دنیا پر مقدم

کرنے کے عہد کا صحیح اِدراک بھی حاصل کریں اور اس پر عمل کرنے والے بھی ہوں۔

آج بھی ایک افسوسناک خبر ہے۔ پاکستان میں ایک شہادت ہوئی ہے۔ مکرم لطیف عالم بٹ صاحب ابن مکرم خورشید عالم بٹ صاحب آف کامرہ ضلع اٹک کو 15؍ اکتوبر کی رات کو تقریباً سات بجے ان کے گھر کے قریب دو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے فائرنگ کر کے شہید کر دیا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ واقعہ یہ ہوا کہ گھر کے قریب ہی ان کی ایک سٹیشنری کی دکان ہے۔ معمول کے مطابق واپس آ رہے تھے اپنے گھر کے قریب گلی میں پہنچے تھے کہ پیچھے سے دو نامعلوم موٹر سائیکل سواروں نے انہیں بٹ صاحب کہہ کے آواز دی۔ جیسے ہی یہ واپس مڑے ہیں تو ایک شخص نے ان پر فائر کر دیا اور فائرنگ کے نتیجے میں چار پانچ گولیاں شہید مرحوم کے سینے میں لگیں۔ فائرنگ کے بعد ان کے بیٹے ذیشان بٹ صاحب کو کسی نے اطلاع دی تو وہ فوری موقع پر پہنچے۔ بہرحال ریسکیو والے بھی پہنچ گئے تھے۔ لطیف بٹ صاحب اس وقت ہوش میں تھے مگر سول ہسپتال اٹک جاتے ہوئے راستے میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔

لطیف عالم بٹ صاحب کے خاندان کا تعلق کامونکی ضلع گوجرانوالہ سے تھا۔ شہید مرحوم کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے والد مکرم خورشید عالم بٹ صاحب کے ذریعہ ہوا جن کو 1934ء میں بیعت کر کے جماعت احمدیہ میں شامل ہونے کی توفیق ملی۔ شہید مرحوم اپریل 1952ء میں گوجرانوالہ میں پیدا ہوئے۔ ایف۔ اے تک تعلیم حاصل کرنے کے بعد ایئر فورس میں بھرتی ہو گئے۔ شہید مرحوم کامرہ ایئر فورس سے کارپورل (Corporal) ٹیکنیشن کے رینک سے 1991ء میں ریٹائر ہوئے۔ اب ان کا بڑا بیٹا عزیزم خرم بٹ بھی ایئر فورس میں ملازمت کر رہا ہے۔ ریٹائرمنٹ کے بعد شہید مرحوم کتابوں کا کاروبار کرتے تھے زیادہ قانونی کتابوں کا تھا۔ اور پاکستان کی مختلف کچہریوں میں وکلاء کو کتب دیا کرتے تھے اور بڑے مشہور تھے۔ غیر احمدی وکلاء بھی ان کے بڑے معترف تھے۔ شہید مرحوم شہادت کے وقت بطور ناظم اشاعت انصار اللہ کے عہدے پر خدمت کی توفیق پا رہے تھے۔ اس کے علاوہ شہید مرحوم کو ضلعی سطح پر سیکرٹری ضیافت اور خدام الاحمدیہ میں ناظم صحت جسمانی کے طور پر بھی خدمت کی توفیق ملی۔ شہید مرحوم کا گھر لمبے عرصے سے نماز سینٹر ہے۔ اس کے علاوہ جماعت کے دیگر پروگرام جلسے اجلاسات اور میٹنگ بھی ان کے گھر منعقد ہوتی تھیں۔ شہید مرحوم ہمیشہ جماعتی خدمت کے لئے تیار رہتے اور جو کام بھی سپرد کیا جاتا اسے بڑی خوش اسلوبی سے انجام دیا کرتے۔ کبھی انکار نہیں کرتے تھے۔ شہید مرحوم بہت مہمان نواز تھے۔

خلافت سے انتہائی محبت اور عشق کا تعلق، اطاعت کا غیر معمولی جذبہ رکھتے تھے۔ پنجوقتہ نمازوں کے علاوہ نماز جمعہ کا بڑا خیال رکھتے تھے۔ نماز جمعہ سے یہ دو گھنٹے قبل ہی مسجد میں چلے جایا کرتے تھے۔ مرحوم بہت دلیر اور نڈر انسان تھے۔ 08-2007ء میں ان پر نامعلوم افراد نے حملہ کی کوشش کی تھی۔ حملہ آور نے ان پر فائر کیا مگر گولی پسٹل میں پھنس گئی اور انہوں نے اس وقت ایک حملہ آور کو پکڑ لیا اور کافی مزاحمت ہوئی لیکن بہرحال وہ بعد میں بھاگ گیا۔ شہید مرحوم اعلیٰ اخلاق اور بارعب شخصیت کے مالک تھے۔ بچوں کی تعلیم و تربیت کا بہت شوق تھا۔ شہادت کے وقت ان کی عمر 62 سال تھی۔ وصیت کا فارم انہوں نے فِل (fill) کر دیا تھا اور وصیت ابھی پراسس (Process) میں تھی لیکن اب کارپرداز کو ان کی وصیت کو منظور کر لینا چاہئے۔ بہرحال ان کی وصیت مَیں منظور کرتا ہوں اس لئے بحیثیت موصی ان کے ساتھ جو بھی کارروائی کرنی ہے کارپرداز کرے۔

مکرم امیر صاحب ضلع نے بتایا کہ شہید مرحوم میں عہدیداران اور نظام کی اطاعت کا غیر معمولی جذبہ تھا اور جماعتی پروگراموں اور اجلاسات میں ہمیشہ شامل ہوتے۔ کبھی کسی پروگرام سے غیر حاضر نہیں ہوئے۔ پسماندگان میں اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی عزیزہ ارم وسیم اہلیہ مکرم سید وسیم احمد صاحب اور چار بیٹے خرم بٹ جو ایئر فورس میں ملازم ہیں۔ ذیشان بٹ یہ بھی تعلیم کے بعد والد کے ساتھ ہی کاروبار کر رہے تھے، عمر بٹ الیکٹریکل انجنیئرنگ میں زیر تعلیم ہیں اور ایک علی بٹ صاحب ہیں جو ملازمت کر رہے ہیں۔ یہ سوگوار چھوڑے ہیں۔ وہاں محمود مجیب اصغر صاحب ایک زمانے میں امیر ضلع رہے ہیں۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے ایئر فورس سے ریٹائر ہونے کے بعد وہیں مستقل رہائش اختیار کر لی تھی اور اس نیت سے کی تھی کہ وہاں مستقل رہنے والا کوئی نہیں کیونکہ ایئر فورس کے آفیسر یا ایئر فورس میں فیکٹری میں کام کرنے والے لوگ آتے ہیں اور ٹرانسفر ہو کے چلے جاتے ہیں۔ جماعت نہیں تھی۔ اس لئے انہوں نے وہاں اپنا گھر بھی بنایا تھا کہ نماز سینٹر بھی وہاں بنے گا اور جماعت بھی قائم ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کی اس نیّت کو پھل لگائے اور اللہ کرے کہ اس شہادت کے بدلے اللہ تعالیٰ ہمیں سینکڑوں ہزاروں احمدی وہاں اس علاقے میں عطا فرمائے اور جماعت قائم ہو۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے ان کے لواحقین کو بھی صبر اور ہمت اور حوصلہ عطا فرمائے۔ پاکستان میں افراد جماعت کو اللہ تعالیٰ ہر لحاظ سے محفوظ رکھے۔ دشمن جو ہے اپنی دشمنی میں اب بڑھتا چلا جا رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ جلد ہمارے لئے امن اور سکون کے حالات پیدا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 07 نومبر 2014ء تا 13 نومبر 2014ء جلد 21 شمارہ 45 صفحہ 05 تا 08)

43

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 24/اکتوبر 2014ء بمطابق 24 اخاء 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

دو دن ہوئے الفضل انٹرنیشنل کا تازہ شمارہ دیکھ رہا تھا۔ اس میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ایک خطاب کا ایک حصّہ دیا ہوا تھا جس میں آپ نے اس وقت 1937ء میں یہ توجہ دلائی تھی کہ ابھی کئی صحابہ موجود ہیں اس لئے ان سے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے حالات اور کلمات جمع کروائے جائیں کیونکہ ایک زمانہ آئے گا جب بہت سے مسائل کے حل کیلئے ان باتوں کی بہت اہمیت ہو جائے گی۔ ایک مثال آپ نے بیان فرمائی کہ ایک نوجوان صحابی نے مجھے بتایا کہ انہیں صرف اتنا یاد ہے کہ میں جب بہت چھوٹا سا تھا تو ایک دن میں نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہاتھ پکڑ لیا اور کچھ دیر آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں پکڑے رکھا اور برابر کھڑا رہا۔ کچھ دیر کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنا ہاتھ علیحدہ کیا اور کسی کام میں مصروف ہو گئے۔

آپ لکھتے ہیں کہ اس نے تو یہی کہا کہ مجھے صرف اتنا یاد ہے۔ گو میں صحابی ہوں لیکن صرف مجھے اتنی بات یاد ہے۔ اب یہ ایک چھوٹی سی بات ہے لیکن آپ نے کہا کہ ان باتوں میں بھی بڑے نتائج نکلتے ہیں۔ مثلاً اس ایک چھوٹی سی بات سے ہی پتہ چلتا ہے کہ چھوٹے بچوں کو بھی بزرگوں کی مجالس میں جانا چاہئے۔ پھر یہ بھی کہ جب ضرورت محسوس ہو تو محبت سے اپنا ہاتھ چھڑوا لیا۔ پکڑا رکھا ٹھیک ہے۔ لیکن جب ضرورت محسوس ہوئی، کام کرنا تھا تو محبت سے اپنا ہاتھ چھڑوا لیا۔ آپ لکھتے ہیں کہ ایسی باتیں بعض دفعہ بعد میں اٹھنے والے مسائل کا جواب ہوتی ہیں۔ پس ہر چھوٹی سے چھوٹی بات بھی جو صحابہ نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام

سے تعلق میں بیان کی ہے اس میں سبق ہوتا ہے کہ بچوں سے بھی محبت سے ہاتھ پکڑے رکھا، چھڑوایا نہیں۔ جب ضرورت ہوئی ،کام کی ضرورت ہوئی، تو طریقے سے، محبت سے، پیار سے چھڑوا بھی لیا تا کہ بچے پر برا اثر بھی نہ پڑے۔

(ماخوذ از الفضل انٹرنیشنل مؤرخہ 24 تا 30 اکتوبر 2014ء صفحہ 4، ماخوذ از مصری صاحب کے خلافت سے انحراف کے متعلق تقریر، انوار العلوم جلد 14 صفحہ 552 تا 557)

صحابہ کے واقعات تو پہلے بھی میں بیان کرتا رہا ہوں۔ حضرت مصلح موعود نے اپنے انداز میں بھی اپنے بعض واقعات بیان کئے یا جو آپ کے سامنے ہوئے جو آپ نے دیکھے وہ آپ بیان فرماتے رہے اور آپ کے مختلف خطابات اور خطبات میں یہ چھپے ہوئے ہیں۔ ان میں سبق بھی ہیں۔ نصائح بھی ہیں۔ تاریخ بھی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سیرت بھی ہے۔ اس کے کئی پہلو سامنے آتے ہیں۔ یہ سب باتیں ہماری زندگیوں میں بڑا مؤثر کردار ادا کرتی ہیں۔ یہ باتیں ہماری زندگیاں سنوانے والی ہیں۔ ہمارے ایک واقف زندگی حبیب الرحمٰن صاحب کوشش کر رہے ہیں کہ ان کو مختلف جگہوں سے نکال کے جمع کریں۔ اچھی کوشش ہے لیکن بعض باتیں بغیر سیاق و سباق کے واضح نہیں ہوسکتیں کیونکہ انہوں نے صرف واقعات اکٹھے کر دیئے ہیں۔ اس کیلئے کچھ اصول اور طریقے بنانے ہوں گے۔ بہر حال ایک خاص شکل دیئے جانے کے بعد جب یہ علیحدہ چھپ جائے گی تو امید ہے کہ ہمارے لٹریچر میں اچھا اضافہ ہوگا۔

اس وقت میں نے یہاں بیان کرنے کیلئے بعض باتیں اور واقعات لئے ہیں جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے اپنے ہیں یا آپ نے دوسروں کے واقعات اپنے انداز میں بیان فرمائے ہیں۔ جیسا کہ میں نے کہا اس میں نصائح بھی ہیں اور بعض باتوں کی وضاحتیں بھی۔ چند ایک آج میں بیان کروں گا۔ کسی خاص موضوع پر نہیں بلکہ مختلف قسم کے واقعات ہیں اور آئندہ بھی حسب موقع بیان ہوتے رہیں گے۔ انشاء اللہ خطبے میں اس لئے میں یہ واقعات بیان کرتا ہوں اور کروں گا کہ ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا میں خطبہ جمعہ جو ہے یہ سب سے زیادہ جماعت احمدیہ میں سنا جاتا ہے اور جیسا کہ میں نے کہا کہ بعض مسائل حل کرنے میں یہ باتیں کردار ادا کرتی ہیں۔ اس لئے ہر احمدی تک یہ پہنچنا ضروری ہیں اور خطبہ ہی اس کا بہترین ذریعہ ہے۔

حضرت مصلح موعودؓ بیان کرتے ہیں کہ ’’ایک دفعہ ایک کتّا ہمارے دروازہ پر آیا میں وہاں کھڑا تھا۔ اندر کمرہ میں حضرت صاحب (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) تھے۔ میں نے اس کتّے کو اشارہ کیا اور کہا کہ ٹیپو ٹیپو ٹیپو۔ حضرت صاحب بڑے غصّے سے باہر نکلے اور فرمایا ’’تمہیں شرم نہیں

آتی کہ انگریزوں نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم ان کی نقل کر کے کتّے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا''۔ لکھتے ہیں کہ میری عمر شائد آٹھ نو سال کی تھی۔ وہ پہلا دن تھا جب میرے دل کے اندر سلطان ٹیپو کی محبت قائم ہو گئی اور میں نے سمجھا کہ سلطان ٹیپو کی قربانی رائیگاں نہیں گئی۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے نام کو اتنی برکت بخشی کہ خدا تعالیٰ کا زمانے کا ماموراس کی قدر کرتا ہے اور اس کیلئے غیرت رکھتا ہے۔

(الفضل ربوہ یکم اپریل 1958ء صفحہ 3 جلد 47 نمبر 76)

اس واقعہ سے جہاں ایک طرف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ بچے کے ہر فعل کو بلا امتیاز برداشت کرنا حلم کی تعریف میں داخل نہیں وہاں حضرت صاحب کی بے پناہ دینی اور قومی حمیّت کا بھی اندازہ ہوتا ہے۔ وہ بچہ جو آپ کے نہایت محنت سے لکھے ہوئے قیمتی مسوّدات کو جن پر خدا جانے کتنے گھنٹوں یا راتوں کی محنت آپ نے صرف فرمائی ہوگی، آن واحد میں تیلی دکھا کر خاکستر کر دیتا ہے اس کا یہ فعل تو آپ برداشت فرما لیتے ہیں اور اس تکلیف کا کوئی خیال نہیں کرتے جو اس کے نتیجے میں دوبارہ آپ کو اٹھانی پڑی۔

(ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد اول صفحہ 78 شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن)

یہ واقعہ جس کا وہ حوالہ دے رہے ہیں یہ ہے کہ ایک دفعہ حضرت مصلح موعود نے جب آپ چھوٹے بچے تھے اور بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتاب جو آپ تصنیف فرما رہے تھے، اس کا جو مسوّدہ لکھا ہوا تھا اس سارے کے سارے کو آگ لگا دی لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس بات پر کچھ نہیں کہا۔

(ماخوذ از سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام از مولوی عبدالکریم صاحبؓ صفحہ 21-20 پبلشر ابوالفضل محمود قادیان)

تو آپ یہی فرما رہے ہیں کہ اس کو تو برداشت کر لیا جو آپ کی اتنی محنت تھی لیکن یہ برداشت نہیں ہوا کہ ایک قومی لیڈر جو ہے اس کی ذرا سی بھی ہتک کی جائے۔ فرماتے ہیں لیکن ایک مسلمان سلطان جو قومی حمیّت میں شہید ہوا اور جس کے ساتھ آپ کا اسلام کے سوا کوئی اور رشتہ نہ تھا اس کے نام کو ایک بچے کا لاعلمی کی بنا پر بھی اس رنگ میں لینا جس سے اس کی تحقیر ہوتی ہو آپ سے برداشت نہ ہو سکا۔ اس واقعہ میں ان لوگوں کیلئے بھی سبق ہے جو حضرت صاحب پر انگریز کا ایجنٹ ہونے کا الزام لگانے کی جسارت کرتے ہیں۔ قومی حمیّت سے لبریز وہ دل جو سلطان فتح علی ٹیپو کی

محض اس لئے انتہائی عزت کرتا تھا کہ انگریز کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے کی بجائے اس نے اپنی زندگی مردانہ وار نثار کر دی۔ کیسے ممکن ہے کہ ایسے غیور انسان کے متعلق کسی غیر قوم کے ایجنٹ ہونے کا واہمہ تک بھی دل میں لایا جائے۔

(ماخوذ از سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 78 شائع کردہ فضل عمر فاؤنڈیشن)

پھر ایک جگہ آپ بیان فرماتے ہیں کہ ''میرے نزدیک ان ماں باپ سے بڑھ کر کوئی دشمن نہیں جو بچوں کو نماز باجماعت ادا کرنے کی عادت نہیں ڈالتے مجھے اپنا ایک واقعہ یاد ہے کہ ایک دفعہ حضرت صاحب (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کچھ بیمار تھے اس لئے جمعہ کیلئے مسجد میں نہ جا سکے میں اس وقت بالغ نہیں ہوا تھا کہ بلوغت والے احکام مجھ پر جاری ہوں۔ (چھوٹا تھا۔ بچہ تھا۔) تاہم میں جمعہ پڑھنے کیلئے مسجد کو آ رہا تھا کہ ایک شخص مجھے ملا اس وقت کی عمر کے لحاظ سے تو شکل اس وقت تک یاد نہیں رہ سکتی مگر واقعہ کا اثر مجھ پر ایسا ہوا کہ اب تک مجھے اس شخص کی صورت یاد ہے محمد بخش ان کا نام ہے وہ اب قادیان میں ہی رہتے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا۔ آپ واپس آ رہے ہیں۔ کیا نماز ہو گئی ہے؟ تو انہوں نے کہا۔ آدمی بہت ہیں۔ مسجد میں جگہ نہیں تھی۔ میں واپس آ گیا۔ میں بھی یہ جواب سن کر واپس آ گیا اور گھر میں آ کر نماز پڑھ لی حضرت صاحب نے یہ دیکھ کر مجھ سے پوچھا مسجد میں نماز پڑھنے کیوں نہیں گئے؟ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ میں بچپن سے ہی حضرت صاحب کا ادب ان کے نبی ہونے کی حیثیت سے کرتا تھا۔ میں نے دیکھا کہ آپ کے پوچھنے میں ایک سختی تھی اور آپ کے چہرہ سے غصّہ ظاہر ہوتا تھا۔ آپ کے اس رنگ میں پوچھنے کا مجھ پر بہت اثر ہوا۔ جواب میں میں نے کہا کہ میں گیا تو تھا لیکن جگہ نہ ہونے کی وجہ سے واپس آ گیا۔ آپ یہ سن کر خاموش ہو گئے۔ لیکن جس وقت جمعہ پڑھ کر مولوی عبدالکریم صاحب آپ کی طبیعت کا حال پوچھنے کیلئے آئے تو سب سے پہلی بات جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے آپ سے دریافت کی وہ یہ تھی کہ کیا آج لوگ مسجد میں لوگ زیادہ تھے؟ اس وقت میرے دل میں سخت گھبراہٹ پیدا ہوئی کیونکہ میں خود تو مسجد میں گیا نہیں تھا۔ معلوم نہیں بتانے والے کو غلطی لگی یا مجھے اس کی بات سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی۔ میں ان کی بات سے یہ سمجھا تھا کہ مسجد میں جگہ نہیں۔ مجھے فکر یہ ہوئی کہ اگر مجھے غلط فہمی ہوئی ہے یا بتانے والے کو ہوئی ہے، دونوں صورتوں میں الزام مجھ پر آئے گا کہ میں نے جھوٹ بولا۔ مولوی عبدالکریم صاحب نے جواب دیا کہ ہاں حضور! آج واقعہ میں بہت لوگ تھے۔ میں اب بھی نہیں جانتا کہ اصلیت کیا تھی۔ خدا نے میری بریّت کیلئے یہ سامان کر دیا کہ مولوی صاحب کی زبان سے بھی اس کی تصدیق کرا دی یا فی الواقعہ اس

دن غیر معمولی طور پر زیادہ لوگ آئے تھے۔ بہرحال یہ ایک واقعہ ہوا ہے جس کا آج تک میرے قلب پر گہرا اثر ہے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو نماز با جماعت کا کتنا خیال رہتا تھا''۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 9 صفحہ 164-163)

پھر آپ اپنے بچپن کا ایک ہلکا پھلکا واقعہ اپنی تحریر کے بارے میں اور تعلیم کے بارے میں بھی بیان فرماتے ہیں۔ لکھتے ہیں کہ ''میری تعلیم کے سلسلہ میں مجھ پر سب سے زیادہ احسان حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کا ہے۔آپ چونکہ طبیب بھی تھے اور اس بات کو جانتے تھے کہ میری صحت اس قابل نہیں کہ میں کتاب کی طرف زیادہ دیر تک دیکھ سکوں۔اس لئے آپ کا طریق تھا کہ آپ مجھے اپنے پاس بٹھا لیتے اور فرماتے۔میاں میں پڑھتا جاتا ہوں تم سنتے جاؤ۔اس کی وجہ یہ تھی کہ بچپن میں میری آنکھ میں سخت کُکرے پڑ گئے تھے اور متواتر تین چار سال تک میری آنکھیں دکھتی رہیں اور ایسی شدید تکلیف کُکروں کی وجہ سے پیدا ہوگئی کہ ڈاکٹروں نے کہا کہ اس کی بینائی ضائع ہو جائے گی۔اس پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میری صحت کیلئے خاص طور پر دعائیں کرنی شروع کر دیں اور ساتھ ہی آپ نے روزے رکھنے شروع کر دیئے۔ مجھے اس وقت یاد نہیں کہا آپ نے کتنے روزے رکھے۔ بہرحال تین یا سات روزے آپ نے رکھے۔ جب آخری روزے کی افطاری کرنے لگے اور روزہ کھولنے کیلئے منہ میں کوئی چیز ڈالی تو (مصلح موعود کہتے ہیں کہ اس وقت) یکدم میں نے آنکھیں کھول دیں اور میں نے آواز دی کہ مجھے نظر آنے لگ گیا ہے۔لیکن اس بیماری کی شدت اور اس کے متواتر حملوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری ایک آنکھ کی بینائی ماری گئی۔ چنانچہ میری بائیں آنکھ میں بینائی نہیں ہے۔ میں رستہ تو دیکھ سکتا ہوں مگر کتاب نہیں پڑھ سکتا۔دو چار فٹ پر کوئی ایسا آدمی بیٹھا ہو جو میرا پہچانا ہوا ہو تو میں اس کو دیکھ کر پہچان سکتا ہوں لیکن اگر کوئی بے پہچانا بیٹھا ہوا ہو تو مجھے اس کی شکل نظر نہیں آسکتی۔صرف دائیں آنکھ کام کرتی ہے مگر اس میں بھی کُکرے پڑ گئے اور وہ ایسے شدید ہو گئے کہ کئی کئی راتیں میں جاگ کر کاٹا کرتا تھا۔حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرے استادوں سے کہہ دیا تھا کہ پڑھائی اس کی مرضی پر ہوگی''۔(اب دیکھیں اس میں پیشگوئی حضرت مصلح موعود کا بھی ایک پہلو نکلتا ہے کہ باوجود سب کچھ کے، اس بیماری کے اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا تھا 'علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'، وہ بھی کس طرح اللہ تعالیٰ نے پُر کیا ہے۔آپ نے ایک جگہ لکھا ہوا ہے کہ میں نے لاکھوں کتابیں پڑھی ہوئی ہیں۔اور بڑی جلدی پڑھ لیا کرتے تھے۔) بہرحال فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح وعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھے۔ اگر نہ پڑھے تو اس پر

زور نہ دیا جائے کیونکہ اس کی صحت اس قابل نہیں کہ یہ پڑھائی کا بوجھ برداشت کر سکے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بارہا مجھے صرف یہی فرماتے تھے کہ تم قرآن کا ترجمہ اور بخاری حضرت مولوی صاحب سے (یعنی حضرت خلیفہ اول سے) پڑھ لو۔ اس کے علاوہ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ کچھ طب بھی پڑھ لو کیونکہ یہ ہمارا خاندانی فن ہے''۔

فرماتے ہیں کہ ماسٹر فقیر اللہ صاحب جن کو اللہ تعالیٰ نے اسی سال ہمارے ساتھ ملنے کی توفیق عطا فرمائی ہے (یہ پہلے کچھ عرصے کیلئے غیر مبائع میں علیحدہ ہو گئے تھے۔) تو فرماتے ہیں کہ وہ ہمارے حساب کے استاد تھے اور لڑکوں کو سمجھانے کیلئے بورڈ پر سوالات حل کیا کرتے تھے لیکن مجھے اپنی نظر کی کمزوری کی وجہ سے بورڈ دکھائی نہیں دیتا تھا کیونکہ جتنی دور بورڈ تھا اتنی دور تک میری بینائی کام نہیں کر سکتی تھی۔ پھر زیادہ دیر تک میں بورڈ کی طرف یوں بھی دیکھ نہیں سکتا تھا کیونکہ نظر تھک جاتی تھی۔ اس وجہ سے میں کلاس میں بیٹھنا فضول سمجھا کرتا تھا۔ کبھی جی چاہتا تو چلا جاتا اور کبھی نہ جاتا۔ ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس میرے متعلق شکایت کی کہ حضور یہ کچھ نہیں پڑھتا۔ کبھی مدرسے میں آجاتا ہے اور کبھی نہیں آتا۔ مجھے یاد ہے جب ماسٹر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس یہ شکایت کی تو میں ڈر کے مارے چھپ گیا کہ معلوم نہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کس قدر ناراض ہوں۔ لیکن حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب یہ بات سنی تو آپ نے فرمایا کہ (ماسٹر فقیر اللہ صاحب!) آپ کی بڑی مہربانی ہے جو آپ بچے کا خیال رکھتے ہیں اور مجھے آپ کی بات سن کر بڑی خوشی ہوئی کہ یہ کبھی کبھی مدرسہ چلا جاتا ہے ورنہ میرے نزدیک تو اس کی صحت اس قابل نہیں کہ پڑھائی کر سکے۔ پھر ہنس کر فرمانے لگے اس سے ہم نے آٹے دال کی دکان تھوڑی کھلوانی ہے کہ اسے حساب سکھایا جائے۔ حساب اسے آئے نہ آئے کوئی بات نہیں۔ آخر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یا آپ کے صحابہ نے کون سا حساب سیکھا تھا۔ اگر یہ مدرسے میں چلا جائے تو اچھی بات ہے ورنہ اسے مجبور نہیں کرنا چاہئے''۔ حساب کی بھی بات بتا دوں کہ حضرت مصلح موعودؓ کا بعد میں حساب ایسا تھا کہ تقریر کے دوران ہی لاکھوں کی ضربیں تقسیمیں کر کے حساب سامنے رکھ دیا کرتے تھے۔

بہر حال فرماتے ہیں کہ ''یہ سن کر ماسٹر صاحب واپس آ گئے۔ میں نے اس نرمی سے اور بھی فائدہ اٹھانا شروع کر دیا اور پھر مدرسے میں جانا ہی چھوڑ دیا۔ کبھی مہینے میں ایک آدھ دفعہ چلا جاتا تو اور بات تھی غرض اس رنگ میں میری تعلیم ہوئی اور میں درحقیقت مجبور بھی تھا کیونکہ بچپن میں علاوہ آنکھوں کی تکلیف

کے مجھے جگر کی خرابی کا بھی مرض تھا اور چھ چھ مہینے مونگ کی دال کا پانی یا ساگ کا پانی مجھے دیا جاتا رہا۔ (جگر کی خرابی کیلئے بھی یہ علاج اچھا ہے مونگ کی دال کا پانی یا ساگ کا پانی)۔ پھر اس کے ساتھ تلی بھی بڑھ گئی تھی"۔ اس کیلئے بھی علاج ہوتا تھا اور پھر آنکھوں کے گکرے۔ کافی بیماریاں تھیں۔ پھر اس کے ساتھ بخار بھی شروع ہو جاتا تھا جو چھ چھ مہینے تک نہ اترتا تھا۔ تو کہتے ہیں "میری پڑھائی کے متعلق بزرگوں کا فیصلہ کر دینا کہ یہ جتنا پڑھنا چاہے پڑھ لے اس پر زیادہ زور نہ دیا جائے۔ ان حالات سے ہر شخص اندازہ لگا سکتا ہے کہ میری تعلیمی قابلیت کا کیا حال ہوگا۔ ایک دفعہ ہمارے نانا جان حضرت میر ناصر نواب رضی اللہ عنہ نے میرا اردو کا امتحان لیا۔ میں اب بھی بہت بدخط ہوں۔ (لکھائی اچھی نہیں۔) مگر اس زمانے میں میرا اتنا بدخط تھا کہ پڑھا ہی نہیں جاتا تھا کہ میں نے کیا لکھا ہے۔ انہوں نے بڑی کوشش کی کہ پتا لگائیں میں نے کیا لکھا ہے مگر انہیں کچھ پتا نہ چلا۔ ان کی طبیعت بڑی تیز تھی غصّے میں فوراً حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس پہنچے۔ میں بھی اتفاقاً اس وقت گھر میں ہی تھا۔ ہم تو پہلے ہی ان کی طبیعت سے ڈرا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس شکایت لیکر پہنچے تو اور بھی ڈر پیدا ہوا کہ اب نامعلوم کیا ہو۔ خیر میر صاحب آ گئے اور حضرت صاحب سے کہنے لگے کہ محمود کی تعلیم کی طرف آپ کو ذرا بھی توجہ نہیں ہے۔ میں نے اس کا اردو کا امتحان لیا۔ آپ ذرا پرچہ تو دیکھیں۔ اس کا اتنا برا خط ہے کہ کوئی بھی اس کا خط نہیں پڑھ سکتا۔ پھر اسی جوش کی حالت میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے یہ کہنے لگے کہ آپ بالکل پرواہ نہیں کرتے اور لڑکے کی عمر برباد ہو رہی ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جب میر صاحب کو اس طرح جوش کی حالت میں دیکھا تو فرمایا۔ "بلاؤ حضرت مولوی صاحب کو"۔ جب آپ کو کوئی مشکل پیش آتی تھی تو آپ ہمیشہ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کو بلا لیا کرتے تھے۔ حضرت خلیفہ اول کو مجھ سے بڑی محبت تھی۔ آپ تشریف لائے اور حسب معمول سر نیچا ڈال کر ایک طرف کھڑے ہو گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سامنے سر اٹھا کر نہیں دیکھا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا۔ "مولوی صاحب! میں نے آپ کو اس غرض کے لئے بلایا ہے کہ میر صاحب کہتے ہیں کہ محمود کا لکھا ہوا پڑھا نہیں جاتا۔ میرا جی چاہتا ہے کہ اس کا امتحان لے لیا جائے"۔ یہ کہتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قلم اٹھائی اور دو تین سطر میں ایک عبارت لکھ کر مجھے دی اور فرمایا کہ اس کو نقل کرو۔ بس یہ امتحان تھا جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے لیا۔ میں نے بڑی احتیاط سے اور سوچ سمجھ کر نقل کر دیا۔ اول تو عبارت کوئی زیادہ لمبی نہیں تھی۔ دوسرے میں نے صرف نقل کرنا تھا اور نقل کرنے میں تو اور بھی زیادہ آسانی ہوتی ہے۔ کیونکہ

اصل چیز سامنے ہوتی ہے۔ پھر میں نے آہستہ آہستہ نقل کیا۔ الف اور باء وغیرہ احتیاط سے ڈالے۔ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کو دیکھا تو فرمانے لگے۔ مجھے تو میر صاحب کی بات سے بڑا فکر پیدا ہو گیا تھا مگر اس کا خط تو میرے خط کے ساتھ ملتا جلتا ہے۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ پہلے ہی میری تائید میں ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ فرمانے لگے حضور! میر صاحب کو یونہی جوش آ گیا ہے ورنہ خط تو اچھا بھلا ہے۔

لکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وفات کے بعد حضرت خلیفہ اول نے پھر مجھے کہا کہ میاں مجھ سے بخاری تو پوری پڑھ لو۔ دراصل میں نے آپ کو بتا دیا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام مجھے فرمایا کرتے تھے کہ مولوی صاحب سے قرآن اور بخاری پڑھ لو۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں ہی میں نے آپ سے قرآن اور بخاری پڑھنی شروع کر دی تھی گو ناغے ہوتے رہے۔ اسی طرح طب بھی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ہدایت کے ماتحت میں نے آپ سے شروع کر دی تھی۔

(ماخوذ از الموعود، انوار العلوم جلد 17 صفحہ 565 تا 569)

پھر جب آپ نے تشحیذ الاذہان رسالہ جاری فرمایا تو اس کے بارے میں حضرت خلیفہ اول کا کیا کیا سلوک تھا۔ کیا دیکھنا چاہتے تھے۔ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ ”عرصہ ہوا کہ جبکہ پہلے پہل میں نے چند ایک دوستوں کے ساتھ مل کر رسالہ تشحیذ الاذہان جاری کیا تھا اس رسالے کو روشناس کرانے کیلئے جو مضمون میں نے لکھا جس میں اس کے اغراض و مقاصد بیان کئے گئے تھے وہ جب شائع ہوا تو حضرت خلیفۃ المسیح الاول رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور اس کی خاص تائید کی اور عرض کیا کہ یہ مضمون اس قابل ہے کہ حضور اسے ضرور پڑھیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مسجد مبارک میں وہ رسالہ منگوایا اور غالباً مولوی محمد علی صاحب سے وہ مضمون پڑھوا کر سنا اور تعریف کی۔ لیکن اس کے بعد جب میں حضرت خلیفہ اول رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ملا تو آپ نے فرمایا میاں تمہارا مضمون بہت اچھا تھا مگر میرا دل خوش نہیں ہوا۔ اور فرمایا کہ ہمارے وطن میں ایک مثل مشہور ہے کہ اونٹ چالی اور ٹوڈا بتالی۔ اور تم نے یہ مثل پوری نہیں کی۔ میں تو اتنی پنجابی نہیں جانتا تھا کہ مطلب سمجھ سکتا۔ اس لئے میرے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھ کر آپ نے فرمایا شاید تم نے اس کا مطلب نہیں سمجھا یہ ہمارے علاقے کی ایک مثال ہے۔ کوئی شخص اونٹ بیچ رہا تھا اور ساتھ اونٹ کا بچہ بھی تھا جسے اس علاقے میں ٹوڈا کہتے ہیں۔ کسی نے اس سے قیمت پوچھی تو اس نے کہا کہ اونٹ کی قیمت تو چالیس روپے ہے مگر ٹوڈے کی بیالیس روپے۔ اس نے دریافت کیا کہ یہ کیا بات ہے۔ تو اس نے کہا کہ ٹوڈا اونٹ بھی ہے اور بچہ بھی پھر

حضرت خلیفہ اول نے خلیفہ ثانی کو فرمایا کہ تمہارے سامنے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصنیف براہین احمدیہ موجود تھی۔ آپ نے جب یہ تصنیف کی تو اس وقت آپ کے سامنے کوئی اسلامی لٹریچر موجود نہ تھا مگر تمہارے سامنے یہ موجود تھی اور امید تھی کہ تم اس سے بڑھ کر کوئی چیز لاؤ گے۔ حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ مامورین سے بڑھ کر علم تو کوئی کیا لا سکتا ہے سوائے اس کے کہ ان کے پوشیدہ خزانوں کو نکال نکال کر پیش کرتے رہیں۔ حضرت خلیفہ اول رضی اللہ عنہ کا مطلب یہ تھا کہ بعد میں آنے والی نسلوں کا یہی کام ہوتا ہے کہ گزشتہ بنیاد کو اونچا کرتے رہیں اور یہ ایک ایسی بات ہے کہ جسے آئندہ نسلیں اگر ذہنوں میں رکھیں تو خود بھی برکات اور فضل حاصل کر سکتی ہیں۔ اور قوم کیلئے بھی برکات اور فضلوں کا موجب ہو سکتی ہیں مگر اپنے آباء سے آگے بڑھنے کی کوشش نیک باتوں میں ہونی چاہئے۔ یہ نہیں کہ چور کا بچہ ہو تو وہ چوری شروع کر دے۔ نمازی آدمی کی اولاد کوشش کرے کہ باپ سے بڑھ کر نمازی بنے۔''

(ماخوذ از روزنامہ الفضل قادیان مؤرخہ 26 فروری 1931ء جلد 18 نمبر 99 صفحہ 9)

قرآن کریم کی عظمت کے بارے میں ایک جگہ بیان کرتے ہیں کہ ''مجھے بھی اپنے بچپن کی ایک جہالت یاد ہے۔ جب میں چھوٹا بچہ تھا تو جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجالس میں بعض دشمن آتے اور آپ پر اعتراض کرتے تو چونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نہایت سادگی سے بات کرتے تھے۔ بعض دفعہ مجھے یہ وہم ہوتا تھا شائد آپ اس شخص کی چالاکی کا مقابلہ نہیں کر سکیں گے۔ مگر جب دشمن مخالفت میں بڑھتا جاتا تو یوں معلوم ہوتا تھا کہ کسی آسمانی طاقت نے آپ پر قبضہ کر لیا ہے اور آپ اس شان سے جواب دیتے تھے کہ مجلس پر سنّاٹا چھا جاتا تھا۔ ایسی ہی بیوقوفی ان لوگوں کی ہے جو اس وقت کہ جب کوئی شخص قرآن شریف پر اعتراض کرے تو کہتے ہیں چُپ ہو جاؤ ورنہ تمہارا ایمان ضائع ہو جائے گا۔ (عام طور پر غیروں سے، مولویوں سے بات کریں تو یہی کہتے ہیں کہ باتوں کی سمجھ نہیں آتی۔ نئی بیعتیں کرنے والے کئی لوگ ہیں جو یہ لکھتے ہیں کہ اگر کوئی مسئلہ سمجھ نہیں آیا تو مولوی کہتے ہیں کہ تمہیں سمجھ نہیں آ سکتا اس لئے چپ کر جاؤ۔ نہیں تو ایمان ضائع ہو جائے گا۔) حالانکہ یہ فضول بات ہے۔ چاہئے تو یہ کہ قرآن شریف پر جو اعتراض ہوں ان کے جوابات ایسے دیئے جاویں کہ دشمن بھی ان کی صداقت کو مان جائے۔ نہ یہ کہ اعتراض کرنے والے کو اعتراض کرنے سے منع کر دیا جائے اور شکوک کو اس کے دل میں ہی رہنے دیا جائے۔ مجھے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کی ایک بات خوب یاد ہے۔ میں نے کئی دفعہ اپنے کانوں سے وہ بات

آپ کے منہ سے سنی ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ اگر دنیا میں سارے (حضرت) ابوبکرؓ جیسے لوگ ہوتے تو اتنے بڑے قرآن شریف کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف بسم اللہ کی ''ب'' کافی تھی۔ قرآن کریم کا اتنا پُر معارف کلام جو نازل ہوا ہے یہ ابوجہل کی وجہ سے ہے۔ اگر ابوجہل جیسے انسان نہ ہوتے تو اتنے مفصّل قرآن شریف کی ضرورت نہ تھی۔ غرض قرآن کریم تو خدا تعالیٰ کا کلام ہے۔ اس پر جتنے اعتراضات ہوں گے اتنی ہی اس کلام کی خوبیاں ظاہر ہوں گی۔ پس یہ ڈر کہ اعتراض مضبوط ہوگا تو اس کا جواب کس طرح دیا جائے گا ایک شیطانی وسوسہ ہے۔ کیا خدا کے کلام نے ہمارے ایمان کی حفاظت کرنی ہے یا ہم نے خدا کے کلام کی حفاظت کرنی ہے؟ وہ کلام جس کو اپنے بچاؤ کیلئے انسان کی ضرورت ہے وہ جھوٹا کلام ہے اور چھوڑ دینے کے لائق، ہمارے کام کا نہیں۔ ہمارے کام کا وہی قرآن شریف ہے جس کی حفاظت کیلئے کسی انسان کی ضرورت نہ ہو بلکہ اس کا محافظ خدا ہو اور اس پر جو اعتراض ہو وہ خود اس کو دور کرے اور اپنی عظمت آپ ظاہر کرے۔ ہمارا قرآن کریم ایسا ہی ہے''۔

(قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے متعلق تاکید، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 160)

پھر نفس کی کمزوری کا محاسبہ کس طرح ہونا چاہئے۔ یعنی کہ اپنے نفس پر آپ کو کنٹرول ہونا چاہئے۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ہی ایک واقعہ ہے کہ ایک دفعہ لاہور کی ایک گلی میں ایک شخص نے آپ کو دھکا دیا۔ آپ گر گئے جس سے آپ کے ساتھی جوش میں آ گئے اور قریب تھا کہ اسے مارتے۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ اس نے اپنے جوش میں سچائی کی حمایت میں ایسا کیا ہے۔ اسے کچھ نہ کہو۔ پس انبیاء اپنے نفس کے سوال کی وجہ سے نہیں بولتے بلکہ خدا کی عزت کے قیام کیلئے بولتے ہیں۔ تو یہ نہیں خیال کرنا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کے نبی بھی ایسا ہی کرتے ہیں (جس طرح عام لوگ کرتے ہیں)۔ ان میں اور عام لوگوں میں بڑا فرق ہوتا ہے۔ وہ خدا کیلئے کرتے ہیں اور عام لوگ اپنے لئے کرتے ہیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام حضرت معاویہ کی نماز کا واقعہ بیان کیا کرتے تھے کہ ان سے ایک مرتبہ فجر کی نماز قضاء ہوگئی لیکن وہ اس غلطی کے نتیجے میں نیچے نہیں گرے بلکہ ترقی کی۔ پس جو گناہ کا احساس کرتا ہے وہ گناہ سے بچتا ہے۔ جب گناہ کا احساس نہیں رہتا تو انسان معصیت میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ پس مومن کو اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ پر غور کرنا چاہئے اور سمجھنا چاہئے کہ وہ خطرات سے محفوظ نہیں ہوا۔ صرف اسی وقت محفوظ ہو سکتا ہے کہ جب خدا کی آواز اسے کہہ دے۔ پس

انسان کو اپنے نفس کی کمزوری کا محاسبہ کرنا چاہئے۔ ایسے شخص کیلئے روحانیت کے راستے کھل جاتے ہیں۔ جو ایسا نہیں کرتا اس کے لئے روحانیت کے راستے مسدود ہو جاتے ہیں اور ایسا انسان گمراہ ہو جاتا ہے۔"

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 18 صفحہ 141-142)

مخالفت جو جماعت کی ہوتی ہے، نبی کی ہوتی ہے، یہ ترقی کا ذریعہ بنتی ہے۔ اس بارے میں لکھتے ہیں کہ "حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کئی دفعہ ہم نے ایک واقعہ سنا ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ دشمن جب ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور مخالفت کرتے ہیں تو ہمیں امید ہوتی ہے کہ ان میں سے سعید روحیں ہماری طرف آ جائیں گی۔ لیکن جب نہ تو لوگ ہمیں گالیاں دیتے ہیں اور نہ ہی مخالفت کرتے ہیں اور بالکل خاموش ہو جاتے ہیں تو یہ بات ہمارے لئے تکلیف دِہ ہوتی ہے۔ آپ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) فرمایا کرتے تھے کہ نبی کی مثال اس بڑھیا کی سی ہوتی ہے جس کے متعلق مشہور ہے کہ وہ کچھ پاگل سی تھی اور شہر کے بچے اسے چھیڑا کرتے تھے اور وہ انہیں گالیاں اور بددعائیں دیا کرتی تھی۔ آخر بچوں کے ماں باپ نے یہ تجویز کی کہ بچوں کو روکا جائے کہ وہ بڑھیا کو دِق نہ کیا کریں۔ چنانچہ انہوں نے بچوں کو سمجھایا۔ مگر بچے تو بچے تھے وہ کب باز آنے والے تھے۔ یہ تجویز بھی کارگر ثابت نہ ہوئی۔ آخر بچوں کے والدین نے یہ فیصلہ کیا کہ بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا جائے اور دروازوں کو بند رکھا جائے۔ چنانچہ انہوں نے اس پر عمل کیا اور دو تین دن تک بچوں کو باہر نہ نکلنے دیا۔ اس بڑھیا نے جب دیکھا کہ اب بچے اسے تنگ نہیں کرتے تو وہ گھر گھر جاتی اور کہتی کہ تمہارا بچہ کہاں گیا ہے؟ کیا اسے سانپ نے ڈس لیا ہے؟ کیا وہ ہیضے سے مر گیا ہے؟ کیا اس پر چھت گر پڑی ہے؟ کیا اس پر بجلی گر گئی ہے؟ غرض وہ ہر دروازے پر جاتی اور قسم قسم کی باتیں کرتی۔ آخر لوگوں نے سمجھا کہ بڑھیا نے تو پہلے سے بھی زیادہ گالیاں اور بددعائیں دینا شروع کر دی ہیں۔ اس لئے بچوں کو بند رکھنے کا کیا فائدہ۔ انہوں نے بچوں کو چھوڑ دیا۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ یہی حالت نبی کی ہوتی ہے۔ جب مخالفت تیز ہوتی ہے تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے اور جب مخالف چپ کر جاتے ہیں تب بھی اسے تکلیف ہوتی ہے کیونکہ جب تک مخالفت نہ ہو لوگوں کی توجہ الٰہی سلسلے کی طرف نہیں ہو سکتی"۔

(ماخوذ از رسول کریم ﷺ کی زندگی کے تمام اہم واقعات..... انوار العلوم جلد 19 صفحہ 152)

نبی کی طرف سے گالیاں تو نہیں آتیں۔ نبی کی طرف سے تو ہر صورت میں دعائیں ملتی ہیں لیکن مخالفت جب تیز ہوتی ہے تو مخالفین کے لئے بھی دعائیں ہوتی ہیں تاکہ ان میں سے سعید روحیں پھر حق کو قبول بھی کر لیں۔ پھر مخالفت ترقی کا ذریعہ ہے۔ اس بارے میں کہتے ہیں کہ "ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس ایک مولوی صاحب آئے۔ وہ شاعر بھی تھے اور بڑے مشہور ادیب بھی تھے۔ نواب

صاحب رام پور نے انہیں اردو محاورات کی لغت لکھنے پر مقرر کیا ہوا تھا۔ انہوں نے بتایا کہ نواب صاحب رام پور کے پاس مشہور شاعر مینائی کے مسودات پڑے ہوئے تھے۔ انہوں نے اردو کی ایک بڑی بھاری لغت لکھی ہوئی تھی مگر ابھی اسے مکمل نہیں کیا تھا کہ نواب صاحب وفات پاگئے۔ (ان کے جانشین) نواب صاحب رام پور نے وہ مسوّدات مجھے دیئے ہیں اور کہا ہے کہ تم انہیں مکمل کرو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے پوچھا کہ رام پور میں تو ہماری بڑی مخالفت ہے اور آپ وہاں کے رہنے والے ہیں۔ آپ کو بیعت کرنے کی توجہ کیسے ہوئی؟ وہ کہنے لگے مجھے کسی نے درّثمین دی تھی۔ مَیں چونکہ خود شاعر ہوں۔ میں نے آپ کا کلام پڑھا جس کی وجہ سے میں بہت متأثر ہوا کیونکہ اس میں محبت رسول بھری پڑی تھی۔ اس کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب وہاں آئے اور انہوں نے ایک تقریر کی۔ اس تقریر میں انہوں نے بتایا کہ مرزا صاحب اسلام کے سخت دشمن ہیں اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی ہتک کرتے ہیں۔ مَیں نے ان کی تقریریں سن کر سمجھا کہ مرزا صاحب ضرور سچے ہیں ورنہ ان مولوی صاحب کو آپ کے متعلق اتنا جھوٹ بولنے کی کیا ضرورت تھی۔ جس شخص کے اندر اس قدر محبت رسول ہے کہ اس کا کلام اس سے بھرا پڑا ہے اس کے متعلق اگر کوئی مولوی کہتا ہے کہ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کا سخت دشمن ہے تو وہ مولوی یقیناً جھوٹا ہے۔ اور جس شخص پر وہ ہتک رسول کا الزام لگاتا ہے وہ سچا ہے ورنہ اس تقریر کرنے والے کو جھوٹے دلائل دینے کی کیا ضرورت تھی۔ وہ سچی بات کہتا کہ اگرچہ اس شخص نے درّثمین میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم کی بڑی تعریف کی ہے، خدا تعالیٰ کی بڑی تعریف کی ہے مگر ہے جھوٹا۔ اگر وہ ایسا کہتا تو پھر کوئی بات نہیں تھی۔ لیکن اس نے سچائی کو بالکل ترک کر دیا اور کہا کہ یہ شخص خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلّم سے متعلق بدگوئی کرتا ہے۔ میں نے اس کی تقریر سنی تو فوراً سمجھ لیا کہ مرزا صاحب اپنے دعوے میں سچے ہیں اور مَیں آپ کی بیعت کیلئے تیار ہو گیا۔ تو حقیقت یہ ہے کہ بسا اوقات دشمن تو یہ کوشش کرتا ہے کہ مومن کے خلاف لوگوں میں جوش پیدا کرے لیکن بجائے جوش ابھرنے کے وہ بات مومنوں کے حق میں مفید ہو جاتی ہے۔

اسی طرح کا ایک پرانا، شروع کا، ابتدائی زمانے کا واقعہ بیان فرماتے ہیں کہ ”گجرات کے ضلع میں چک سکندر کے قریب بھاؤ گھسیٹ پور ایک گاؤں ہے جہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں چند نہایت ہی مخلص بھائی رہا کرتے تھے“۔ لکھتے ہیں کہ ”مَیں اس وقت چھوٹا تھا مگر مجھے خوب یاد ہے کہ وہ بڑے شوق سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی مجلس میں آ کر بیٹھا کرتے تھے اور بڑے محظوظ ہوا کرتے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ایک سالے تھے (یعنی بیوی کے

بھائی) جن کا نام علی شیر تھا۔(یہ پہلی بیوی کے بھائی تھے۔) چونکہ خدائی منشاء اور اس کے احکام کے ماتحت آپ نے حضرت ام المومنین سے شادی کر لی تھی۔ اس لئے آپ کی پہلی بیوی کے رشتہ دار آپ سے مخالفت رکھنے لگ گئے تھے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پہلی بیوی ایک بہت ہی نیک عورت تھیں۔ مَیں نے دیکھا ہے کہ وہ ہم سے اتنی محبت کرتی تھیں کہ کہنے کو لوگ کہتے ہیں کہ ''ماں سے زیادہ چاہے پھپھے کٹنی کہلائے''۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ ہم بچپن میں یہی سمجھتے تھے کہ وہ ہم سے ماں سے بھی زیادہ پیار کرتی ہیں''۔(اس لئے لوگوں کی یہ جو غلط فہمیاں ہیں نا ں کہ پہلی بیوی سے تعلق نہیں تھا وہ بھی غلط ہے۔) لکھتے ہیں کہ ''ہماری بڑی بہن عصمت جب فوت ہوئیں تو ان دنوں چونکہ محمدی بیگم کی پیشگوئی پر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے رشتہ داروں نے ایک مخالفانہ اشتہار شائع کیا تھا اس لئے ہمارے اور ان کے درمیان کے گھر کا جو دروازہ تھا وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بند کروا دیا تھا۔ حضرت ام المومنین نے سنایا کہ جب عصمت بیمار ہوئی تو اس کی حالت نازک ہوگئی تو جس طرح ذبح ہوتے وقت مرغی تڑپتی ہے۔ وہ تڑپتی تھی۔(یعنی بچی تڑپتی تھی، بچی بے چین ہوتی تھی) اور بار بار کہتی تھی کہ میری اماں کو بلا دو۔(یعنی بڑی والدہ کو۔) چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہیں بلوایا۔ جب وہ آئیں اور انہوں نے عصمت کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دیا تو اسے آرام اور سکون حاصل ہوا۔ اور تب اس کی جان نکلی۔ غرض وہ بہت ہی نیک عورت تھیں اور ان کو اپنی سوکن کے بچوں سے بہت زیادہ محبت تھی۔ خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام سے بھی وہ بڑی محبت رکھتی تھیں اور آپ کی بڑی قدر کرتی تھیں اور آپ کے متعلق کسی سے بھی کوئی بری بات نہیں سن سکتی تھیں۔ مگر ان کے بھائی بڑے متعصب تھے اور وہ آنے والے احمدیوں کو ورغلاتے رہتے تھے اور کہتے تھے کہ میں تو اسکا بھائی رشتہ دار ہوں۔ مَیں جانتا ہوں کہ اس نے صرف ایک دکان کھول رکھی ہے اور کچھ نہیں ہے۔(یعنی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بارے میں کہ صرف دکان کھولی ہے اور کچھ نہیں ہے نبوّت کا ڈھکونسلا ہے۔ یہ باتیں سن کے) کمزور لوگوں کو دھوکہ لگ جاتا کہ بھائی جب یہ باتیں کہہ رہا ہے تو ٹھیک ہی ہونگی۔ ایک دفعہ تحصیل کھاریاں کے یہی پانچوں بھائی جن کا پہلے شروع میں ذکر ہوا ہے، قادیان آئے۔ اس وقت تک ابھی بہشتی مقبرہ نہیں بنا تھا۔ یہ اس سے پہلے کی بات ہے۔ اس زمانے میں جو لوگ قادیان آیا کرتے تھے انہوں نے متبرّک مقامات کی زیارت کیلئے یا تو مسجد مبارک میں چلے جانا، حضرت خلیفۃ المسیح الاول کی مجلس میں چلے جانا یا پھر ہمارے دادا کے باغ میں چلے جانا وہ سمجھتے تھے کہ چونکہ یہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والد کا باغ ہے اس لئے یہ بھی

متبرّک جگہ ہے۔ اس باغ کے رستے میں وہ جگہ تھی جہاں محلہ دارالضعفاء بنا تھا۔ اس محلے کے بننے سے پہلے یہ زمین علی شیر صاحب کے پاس تھی (یعنی یہ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی بیوی کے بھائی تھے) اور وہ اس میں شوق سے باغیچہ لگایا کرتے تھے۔ ایک لمبی سی سیخ انہوں نے اپنے ہاتھ میں رکھی ہوتی تھی۔ داڑھی بھی بڑی لمبی تھی مگر سلسلے کے سخت دشمن تھے اور ہمیشہ اس تاڑ میں رہتے تھے کہ کوئی احمدی ملے تو اسے ورغلاؤں۔ ایک دفعہ یہ پانچوں بھائی قادیان آئے (جیسا کہ ذکر ہوا ہے) اور باغ دیکھنے کیلئے چل پڑے۔ ان میں سے ایک بھائی تیز تیز قدم اٹھائے ہوئے سب سے آگے جا رہا تھا۔ مرزا علی شیر نے انہیں دیکھ کر پہچان لیا کہ یہ باہر کے آدمی ہیں اور انہوں نے زور سے آواز دی کہ بھائی صاحب ذرا بات سننا۔ اس آواز پر وہ آ گئے۔ مرزا علی شیر نے ان سے کہا کہ آپ یہاں کس طرح آئے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے سنا تھا کہ مرزا صاحب نے مہدی اور مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس لئے یہاں ہم ان کی زیارت کیلئے آئے ہیں کیونکہ ہمیں وہ اپنے دعوے میں سچے معلوم ہوتے ہیں۔ وہ کہنے لگا کہ تم اس کے دھوکے میں کس طرح آ گئے۔ تم نہیں جانتے یہ تو اس شخص نے اپنی روزی کمانے کیلئے ایک دکان کھول رکھی ہے۔ یہ میرا بھائی ہے اور میں اس کے حالات کو خوب جانتا ہوں۔ تم تو باہر کے رہنے والے ہو۔ تمہیں اصل حالات کا کیا علم ہو سکتا ہے۔ تم اس کے دھوکے میں نہ آنا ورنہ نقصان اُٹھاؤ گے۔ وہ احمدی دوست مرزا علی شیر کی یہ بات سن کر بڑے شوق سے آگے بڑھے اور کہنے لگے ذرا دست پنجہ تو لیں۔ (یعنی مصافحہ کریں۔ اپنا ہاتھ پکڑائیں۔) تو علی شیر نے سمجھا کہ میری باتوں کا اس پر اثر ہو گیا ہے اور میری بزرگی کا یہ قائل ہو گیا ہے کیونکہ ان کی یہ عادت تھی کہ وہ باتیں بھی کرتے جاتے تھے اور ساتھ ساتھ سبحان اللہ اور استغفر اللہ بھی کہتے جاتے تھے۔ تو علی شیر نے بڑے شوق سے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا اور سمجھا کہ آج ایک اچھا شکار میرے قابو آ گیا ہے۔ تو بھائیوں میں سے یہ جو ایک احمدی بھائی آگے تھے، انہوں نے زور سے ان کا ہاتھ پکڑا اور باقی چاروں بھائیوں کو زور زور سے آوازیں دینی شروع کر دیں کہ جلدی آنا ایک ضروری کام ہے۔ حضرت مصلح موعود لکھتے ہیں کہ ہمارے ماموں نے سمجھا کہ اس پر میری بات کا اثر ہو گیا ہے اور اب یہ اپنے بھائیوں کو اس لئے بلا رہا ہے کہ انہیں بتائے کہ یہ ٹھیک کہہ رہا ہے اور وہ اپنے دل میں بڑے خوش ہوئے کہ آج میرا حربہ کارگر ہوا ہے۔ مگر جب ان کے بھائی وہاں پہنچ گئے۔ پانچوں بھائی اکٹھے ہو گئے تو جو پہلے بھائی آئے ہوئے تھے کہنے لگے ہم قرآن اور حدیث میں پڑھا کرتے تھے کہ دنیا میں ایک شیطان ہوا کرتا ہے مگر وہ ہمیں ملتا نہیں

تھا۔ آج حسن اتفاق سے ہمیں شیطان مل گیا ہے (جو ورغلا رہا ہے۔)

(ماخوذ از الفضل ربوہ 31 اگست 1956 صفحہ 5۔6 نمبر 204 جلد 10/45)

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ ''اس میں شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل بھی دریا کی طرح ہوتے ہیں اور دریا میں سے ایک قطرہ پانی کا لے لیا جائے تو اس میں کیا کمی آ سکتی ہے۔ مگر بندہ ہی ایسا بدقسمت ہے کہ وہ خود خدا کے انعامات سے اپنے آپ کو محروم کر لیتا ہے اور ان کی طرف سے منہ موڑ کر بیٹھ جاتا ہے اور جب کوئی مامور آتا ہے تو لوگ اس کو حقیر سمجھ کر اس کا انکار کرنا شروع کر دیتے ہیں''۔ پھر لکھتے ہیں کہ ''حضرت باوا نانکؒ کے ماں باپ بھی ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتے تھے اور کہتے تھے کہ اس نے ہماری دکانداری خراب کر دی ہے اور ہمارے گھر میں یہ بچہ نکمّا پیدا ہوا ہے۔ اگر ان کے ماں باپ زندہ ہو کر آج دنیا میں آ جائیں اور دیکھیں کہ وہی بچہ جسے ہم حقیر سمجھتے تھے اب لاکھوں آدمی اس پر فدا ہیں اور اس کے نام پر جان دینے کیلئے تیار بیٹھے ہیں اور ان میں کئی کروڑ پتی موجود ہیں تو وہ حیران رہ جائیں۔ مگر لوگ بیوقوفی سے سمجھ لیا کرتے ہیں کہ یہ چھوٹا آدمی ہے اسے ہم نے مان کر کیا کرنا ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ایسے ہی آدمیوں کو بھیجتا ہے جو بظاہر چھوٹے معلوم ہوتے ہیں اور ایک زمانہ آتا ہے کہ ان کے نام پر مر مٹنے والے لاکھوں لوگ پیدا ہو جاتے ہیں''۔ فرمایا کہ ''اسی طرح قادیان میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے بھیجا۔ قادیان میں نہ تو پہلے ریل تھی، نہ ڈاکخانہ تھا، نہ کوئی دینی یا دنیوی علوم کا مدرسہ تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی کوئی دنیاوی وجاہت نہ رکھتے تھے اور بظاہر آپ نے جو تعلیم حاصل کی تھی وہ بھی معمولی تھی۔ اس لئے جب آپ نے مسیحیت اور مہدویت کا دعویٰ کیا تو لوگوں نے شور مچا دیا کہ نعوذ باللہ یہ شخص جاہل ہے۔ یہ شخص کیسے مہدی ہو سکتا ہے۔ پھر لوگ یہ بھی کہتے تھے کہ اس چھوٹے سے گاؤں میں کیسے مامور آ سکتا ہے۔ اگر مامور آنا ہی تھا تو لاہور، امرتسر یا اس طرح کے کسی بڑے شہر میں آنا چاہئے تھے۔ غرض لوگوں نے زبردست مخالفت شروع کی اور جو لوگ آپ کے دعویٰ کو سن کر آپ کی زیارت کیلئے قادیان آنے کا ارادہ کرتے تھے ان کو بھی روکا جاتا تھا۔ اگر وہ نہ رکتے تھے تو انہیں طرح طرح کی تکلیفیں دی جاتی تھیں۔ ان کو قسم قسم کی مصیبتوں اور دکھوں میں مبتلا کر دیا جاتا تھا۔ مگر ان تمام حالات کی موجودگی میں آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا کہ ''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا''۔ یہ الہام آپ کو اس وقت ہوا جب آپ کو ایک آدمی بھی نہ مانتا تھا۔ پھر یہ الہام ہوا کہ ''میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا''۔ اس

زمانے میں مخالفت کا یہ حال تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کا ایک نوکر پیرا نامی تھا جو اتنا بیوقوف تھا کہ سالن میں مٹی کا تیل ملا کر پی جاتا تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کبھی کبھی کسی کام کیلئے اسے بٹالہ بھیج دیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اس کو بٹالہ بھیجا گیا تو وہاں اس کو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب ملے جو اہل حدیث کے لیڈر مانے جاتے تھے اور بڑے بھاری مولوی سمجھے جاتے تھے ان کا کام ہی یہی تھا کہ وہ ہر اس شخص کو جو بٹالہ سے قادیان آنے والا ہوتا تھا ملتے اور کہتے کہ اس شخص (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے دکان بنائی ہوئی ہے اور جھوٹا ہے۔ تم قادیان جا کر کیا کرو گے۔ اس کے باوجود لوگ قادیان آجایا کرتے تھے۔ اور مولوی صاحب کے روکنے سے نہ رکتے تھے۔ اس دن مولوی صاحب کو اور تو کوئی آدمی نہ ملا پیرا ہی مل گیا۔ اس کے پاس جا کر کہنے لگے پیرے! تمہیں اس شخص کے پاس نہیں رہنا چاہئے۔ کیوں اپنا ایمان خراب کرتا ہے۔ وہ بیچارہ ان کی اس قسم کی باتیں نہ سمجھ سکا۔ لیکن اس نے اتنا ضرور سمجھا کہ یہ کہہ رہے ہیں کہ مرزا صاحب کے پاس رہنا ٹھیک نہیں ہے۔ جب مولوی صاحب ساری بات کر چکے تو کہنے لگا کہ مولوی صاحب! میں تو بالکل جاہل ہوں اور اس قسم کی باتوں کو سمجھ نہیں سکتا۔ البتہ اتنا سمجھا ہوں کہ آپ نے کہا ہے کہ مرزا صاحب برے ہیں۔ مگر ایک بات تو مجھے بھی نظر آتی ہے کہ آپ ہر روز بٹالہ میں چکر لگا لگا کر لوگوں سے کہتے پھرتے ہیں کہ کوئی شخص قادیان نہ جایا کرے اور دوسرے علاقوں سے آنے والے آدمیوں کو بھی روکتے ہیں اور ورغلاتے رہتے ہیں مگر مجھے تو صاف نظر آتا ہے کہ خدا ان کے ساتھ ہے۔ آپ کے ساتھ نہیں۔ کیونکہ آپ کی ساری کوششوں کے باوجود لوگ سینکڑوں کی تعداد میں پیدل چل کر قادیان جاتے ہیں مگر آپ کے پاس کبھی کوئی نہیں آیا۔

پس اللہ تعالیٰ کے اس قسم کے بندے شروع میں چھوٹے ہی نظر آتے ہیں۔ اور دنیا کے ظاہر بین لوگ انہیں حقیر سمجھتے ہیں۔ اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کو بھی سمجھا گیا۔ مگر آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے، (حضرت مصلح موعود اس وقت لکھ رہے ہیں کہ) ہماری جماعت دنیا کے کونے کونے میں پھیل چکی ہے''۔ (اور اب تو اللہ کے فضل سے اور بھی زیادہ پھیل چکی ہے۔) ''کجا یہ کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کی زندگی میں آخری جلسہ سالانہ پر سات سو آدمی آئے تھے'' (اور جمعہ کے خطبہ میں حضرت مصلح موعود یہ ذکر کر رہے ہیں کہ مسجد اقصیٰ میں اس وقت چار ہزار سے بھی زیادہ لوگ شامل ہوئے ہیں۔ اور آج تو دنیا کے اس خطبے میں بھی اس وقت اس مسجد میں بھی پانچ چھ ہزار لوگ بیٹھے خطبہ سن رہے ہوں گے۔)

آپ فرماتے ہیں کہ ’’آپ کے زمانے میں ہندوستان کی ساری قوموں نے آپ کے خلاف شور مچایا اور شدید مخالفت کی مگر ان تمام مخالفتوں کے باوجود ہندوستان میں بھی ہمارے سلسلے نے ترقی کی اور بیرون ممالک میں بھی ہماری جماعتیں قائم ہوئیں۔ چنانچہ آج ہمارے مشن دنیا کے تمام ممالک میں اپنا کام کر رہے ہیں۔ انگلینڈ، امریکہ، افریقہ، چین، جاپان، جاوا، سماٹرا اور یورپ کے تمام ممالک میں ہمارے مشن قائم ہیں اور تبلیغ کا کام جاری ہے۔ افریقہ کے حبشی تعلیم پا رہے ہیں۔ امریکہ اور یورپ کے شرک کرنے والے لوگ جوک در جوک اسلام میں داخل ہو رہے ہیں۔ اس کی وجہ صرف یہی ہے کہ ہمارے دلوں میں خدا نے اپنے مامور کے ذریعے ایک نیا ایمان پیدا کر دیا ہے جس سے دوسرے لوگ محروم ہیں....‘‘۔

پھر فرماتے ہیں کہ ’’ہماری جماعت کے ایک معزز شخص صاحبزادہ عبداللطیف صاحب شہید بھی اسی قسم کے لوگوں میں سے تھے (جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ سن کر پہنچے۔) وہ حج کیلئے گھر سے نکلے اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعوت سن کر قادیان آ گئے اور بیعت کر لی۔ بیعت کے بعد واپس گھر گئے تو افغانستان کے بادشاہ نے ان کو سنگساری کی سزا دی۔ صرف اس لئے کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت کر چکے تھے۔ لوگوں نے بہتیرا زور لگایا کہ آپ اپنے عقیدے کو بدل لیں مگر وہ نہ مانے کیونکہ ان پر صداقت کھل چکی تھی۔ آخر بادشاہ نے ان کو زمین میں گاڑ کر سنگسار کرا دیا اور نہایت بے رحمی سے شہید کیا مگر انہوں نے اُف تک نہ کی اور خدا کی راہ میں اپنی جان دے دی۔ سنگساری سے پہلے ایک وزیر ان کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ تم اپنے دل میں بے شک وہی عقائد رکھو مگر صرف زبان سے ہی انکار کر دو مگر انہوں نے فرمایا میں جھوٹ نہیں بول سکتا۔ پس ان کو شہید کر دیا گیا مگر ان کے شہید ہونے کے تھوڑے عرصے بعد ہی افغانستان میں ہیضہ پھوٹا اور ہزاروں لوگ مر گئے۔ (اور اب تک دیکھیں وہ تباہی پھیلتی چلی جا رہی ہے۔)

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا جب لوگوں نے مقابلہ کیا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے دکھایا کہ ملک میں سخت طاعون پھوٹے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور لوگ ہزاروں کی تعداد میں اس کا لقمہ بن گئے۔ مگر اس طاعون کے وقت بھی باوجودیکہ طاعون کا پھوٹنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی تائید میں تھا آپ نے مجسم رحم بن کر خدا کے حضور اس عذاب کو ٹلانے کیلئے نہایت گڑگڑا کر دعائیں کیں اور اس قدر گریہ وزاری کی کہ مولوی عبدالکریم صاحب جو مسجد مبارک کے اوپر کے حصّہ میں رہتے تھے، فرماتے تھے کہ ایک

دن مجھے کسی کے رونے کی آواز آئی اور وہ آواز اتنی دردناک تھی جیسے کوئی عورت دردِ زِہ کی تکلیف میں مبتلا ہو۔ میں نے کان لگا کر سنا تو معلوم ہوا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام رو رو کر خدا کے حضور میں دعا فرما رہے تھے کہ اے اللہ! اگر تیرے سارے بندے مر گئے تو مجھ پر ایمان کون لائے گا۔ یہ چیز بھی آپ کی صداقت کیلئے نہایت زبردست دلیل ہے۔ آپ ہی کی تائید کیلئے اللہ تعالیٰ نے طاعون بھیجی اور آپ کے دل میں ہی رحم آ گیا اور دعائیں شروع کر دیں''۔ یہ ہوتا ہے نبی کا رحم کا معیار۔

(ماخوذ از خدا تعالیٰ دنیا کی ہدایت کیلئے ہمیشہ نبی مبعوث فرماتا ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 510 تا 514)

اللہ تعالیٰ ہر احمدی میں دینی غیرت بھی پیدا کرے۔ خدا تعالیٰ سے تعلق میں بھی بڑھائے۔ صبر اور حوصلہ بھی پیدا فرمائے اور انسانیت کے بچانے کیلئے دعاؤں کی توفیق بھی ہمیں عطا فرمائے۔ اپنی اناؤں پر اپنی عاجزی کو غالب کرنے والے ہوں اور مکمل طور پر ہمیں اپنی رضا پر چلائے، اس کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشن کی تکمیل کیلئے ہم اپنا کردار ادا کرنے والے ہوں اور ہر وہ بات کرنے والے ہوں جس کی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے ماننے والوں سے، جماعت کے افراد سے خواہش کی ہے یا امید رکھی ہے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 14 نومبر 2014ء تا 20 نومبر 2014ء جلد 21 شمارہ 46 صفحہ 05 تا 09)

44

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

فرمودہ مورخہ 31 / اکتوبر 2014ء بمطابق 31 اخاء 1393 ہجری شمسی

بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران: 111) یعنی تم وہ لوگ ہو جو دوسروں کی بھلائی اور فائدہ کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ یہ مسلمانوں کے کاموں میں سے ایک بہت بڑا کام ہے کہ دنیا ان سے فائدہ اٹھائے۔ ان سے دنیا کو خیر اور بھلائی پہنچے نہ کہ شر۔ لیکن اس وقت دنیا کی جو حالت ہے جس پر ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان حکومتوں اور گروہوں اور تنظیموں نے دنیا میں اس قدر فساد برپا کیا ہوا ہے کہ ایک دنیا اسلام کے نام اور مسلمان سے خوفزدہ ہے۔ اور اگر خوفزدہ ہونے کی حالت ہو تو پھر کون ہے جو مسلمانوں کی باتوں کو سنے یا یہ خیال کرے کہ ان سے ہمیں خیر اور بھلائی مل سکتی ہے۔ جو لوگ اپنے لوگوں کی ہی گردنیں کاٹ رہے ہوں، معصوموں کو، عورتوں کو، بچوں کو، بوڑھوں کو بلا امتیاز قتل کر رہے ہوں، بغیر کسی وجہ کے ناجائز طور پر اپنے نظریات کی پیروی نہ کرنے والوں کو غلام بنا رہے ہوں، ان سے کس طرح امید کی جا سکتی ہے کہ وہ غیر مسلموں کے لئے خیر اور بھلائی چاہنے والے ہوں گے۔

پس اس عمل کا جو یہ لوگ کرتے ہیں لازمی نتیجہ یہی نکلے گا اور نکل رہا ہے کہ دنیا مسلمانوں سے خوفزدہ ہے لیکن ہم احمدیوں کے لئے اس میں شرمندگی کی بات اور غم اور تکلیف کی بات تو ضرور ہے کہ ہمارے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم جو رحمۃٌ للعالمین ہیں ان کی طرف منسوب ہو کر ان لوگوں کے یہ عمل ہیں کہ انہوں نے مذہب اسلام کو بھی بدنام کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اُسوہ کو بھی دنیا کے سامنے غلط رنگ میں پیش کرنے والے بن رہے ہیں۔ لیکن ایک احمدی کی حیثیت سے ہمیں ان کے اس

عمل سے مایوسی اور نا امیدی بالکل نہیں ہے۔ جب مَیں اکثر غیر مسلموں کے سامنے یہ بات رکھتا ہوں کہ مسلمانوں کے یہ عمل تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی اور اسلام کے سچا ہونے کی دلیل ہیں کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب مسلمانوں کی یہ حالت ہوگی بلکہ عرصہ بھی بتا دیا کہ یہ عملی زوال کی حالت اتنے عرصے کے بعد شروع ہوگی اور اتنے عرصے تک یہ اندھیرا زمانہ چلتا چلا جائے گا اور پھر مسیح موعود علیہ السلام کا ظہور ہوگا جو اسلام کی حقیقی اور خوبصورت تعلیم کو دنیا میں جاری کرے گا۔

(مسند احمد بن حنبل جلد 6 صفحہ 285 حدیث النعمان بن بشیر حدیث نمبر 18596 عالم الکتب بیروت 1998ء)

وہ تعلیم جو قرآن کریم میں اپنی اصلی حالت میں موجود ہے اور جس کے حرف حرف پر عمل کا ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت سے پتا چلتا ہے۔ اور ہم احمدی اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اس بگڑے ہوئے زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق وہ مسیح موعود اور مہدی معہود آ گیا اور صرف دعویٰ ہی نہیں کیا بلکہ قرآن کریم اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے آنے کے جو زمینی اور آسمانی نشان بتائے تھے وہ بھی پورے ہوئے۔ اور اس مسیح و مہدی نے ہمیں اسلام کی خوبصورت تعلیم سے روشناس کروایا، ہمارے دلوں کو روشن کیا۔ آج جماعت احمدیہ اس خوبصورت تعلیم پر عمل کر رہی ہے۔ یہ باتیں جب ان کو بتائی جائیں تو ان لوگوں کو قائل کرتی ہیں کہ اسلام غلط نہیں بلکہ ان لوگوں کے عمل غلط ہیں جو اسلام کے نام پر دنیا میں فساد پھیلا رہے ہیں۔

پس ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ دنیا کو بھلائی کی طرف بلانا اور ہر ایک کی بھلائی چاہنا ہر احمدی کا فرض ہے۔ کیونکہ ہمیں اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل اور احسان کرتے ہوئے مسیح موعود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی ہے۔ صرف امن سے رہنا ہی ہمارا کام نہیں ہے۔ کسی بُرے کام سے رُکنا ہی ہمارا کام نہیں۔ فسادوں سے دور رہنا ہی ہمارا کام نہیں بلکہ دنیا میں امن کا قیام اور اس کے لئے بھرپور کوشش بھی ہمارا کام ہے۔ دنیا کو برائیوں سے روکنے کی کوشش کرنا بھی ہمارا کام ہے۔ دنیا کو فسادوں سے دور رکھنے اور بچانے کی کوشش کرنا بھی ہمارا کام ہے کیونکہ یہ کام مسیح موعود کے کاموں میں شامل ہے۔ آپ کو بھلائی اور خیر خواہی کے کام کو دوبارہ اسلامی تعلیم کی روشنی میں جاری کرنے کے لئے بھیجا گیا۔

پس دنیا کی یہ خیر خواہی اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت اور خدا تعالیٰ کا حکم ہم سے یہ تقاضا کرتے ہیں کہ ہم میدانِ عمل میں آئیں اور دنیا کو خیر اور بھلائی پہنچانے اور شر کو دور کرنے کی بھرپور کوشش

کریں۔ ہم مسلمانوں کے بھی خیر خواہ ہیں ان کی بھلائی چاہتے ہیں اور غیر مسلموں کے بھی خیر خواہ ہیں اور ان کی بھلائی چاہتے ہیں۔ ہم عیسائیوں کے بھی خیر خواہ ہیں اور یہودیوں کے بھی، ہندوؤں کے بھی اور دوسرے مذاہب والوں کے بھی حتی کہ ہم دہریوں کے بھی خیر خواہ ہیں کیونکہ ہم نے ان سب کو وہ راستہ دکھانا ہے جو انہیں خدا تعالیٰ کے قریب کرنے والا ہو بلکہ ہم نے ہر قسم کے جرائم میں ملوّث لوگوں چوروں اور ڈاکوؤں، ظالموں سب کی خیر خواہی چاہنی ہے اس لئے کہ یہ لوگ ربّ العالمین کے بندے ہیں اور ہم نے اللہ تعالیٰ کے تمام بندوں کی خیر خواہی چاہنی ہے اور انہیں نیکیوں پر چلنے اور برائیوں سے رکنے کے راستے دکھانے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اُخْرِجَتْ لِلنَّاس کہہ کر ہمارا میدانِ عمل بہت وسیع کر دیا ہے۔ پس ہم نے دنیا کی بھلائی اور بہتری اور خیر خواہی کے لئے ان کو خدا تک پہنچنے کے صحیح راستے دکھانے ہیں۔ انہیں خدا تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی تلقین کرنی ہے۔ انہیں یہ بتانا ہے کہ اس زندگی کا ایک روز خاتمہ ہونے والا ہے اور پھر ہر ایک نے اپنے عمل کے مطابق جزا سزا حاصل کرنی ہے۔ پس خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑو تا کہ بہتر انجام ہو۔ لیکن یہ باتیں ہم کسی کو اس وقت تک نہیں سمجھا سکتے جب تک ہم خود اپنے انجام پر نظر رکھنے والے نہ ہوں۔ پس ایک بہت بڑا کام ہے جسے فکر کے ساتھ اور اپنے جائزے لیتے ہوئے ہم نے سرانجام دینا ہے۔ اس کام کی سرانجام دہی کے دوران ہمیں مشکلات کا بھی سامنا کرنا پڑے گا اور کرنا پڑتا ہے اور جماعت احمدیہ کی تاریخ بتاتی ہے کہ ان مشکلات اور دنیا کی مخالفتوں کا ہم ہر قدم پر سامنا کرتے رہے ہیں اور یہ بات کوئی صرف ہمارے ساتھ خاص نہیں بلکہ جتنے بھی نبی آئے انہیں اور ان کے ماننے والوں کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا۔ لیکن وہ کیونکہ محدود علاقوں اور قوموں کے لئے تھے اس لئے ان کی مخالفتیں بھی محدود تھیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو آپ تمام دنیا کے لئے مبعوث ہوئے۔ اس لئے ہم دیکھتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام دنیا نے مخالفت کی اور مخالفت کر رہی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی میں یہی کام اور دائرہ کار حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا بھی ہے۔ اس لئے آپ کی مخالفت بھی ہر مذہب اور قوم والے نے کی جب آپ نے دعویٰ کیا اور اب بھی کر رہے ہیں۔ کہیں کم ہے کہیں زیادہ ہے اور کریں گے بھی۔ یہ سلسلہ ختم نہیں ہوا، نہ ہو گا۔ دنیا میں بیشک ایسے افراد ہیں جو جماعت احمدیہ کے امن کے کاموں کی تعریف کرتے ہیں لیکن مذہب کے حوالے سے جب غیر معمولی ترقی ملنی شروع ہو جائے تو من حیث القوم مخالفتوں کا سامنا ہمیں مغربی ممالک میں بھی کرنا پڑے گا یا کم از کم یہاں کے جو

بھی نام نہاد مذہب پر عمل کرنے والے ہیں ان کی طرف سے مخالفتیں ہوں گی۔ اس لئے یہ کبھی نہیں سمجھنا چاہئے کہ ان پڑھے لکھے ملکوں میں ہمیشہ ہمیں خیر کا جواب خیر سے ملے گا۔ ابھی بھی ایسے چرچ ہیں جہاں پادری ہماری مخالفت کرتے ہیں۔ ان کی انتظامیہ چرچ کی حیثیت سے جماعت کے ساتھ مل بیٹھنا بھی پسند نہیں کرتی۔ فروری میں جو مذاہب کانفرنس ہوئی ہے اس میں چرچ آف انگلینڈ کو بھی دعوت دی گئی تھی لیکن انہوں نے جواب تک نہیں دیا اور نہیں آئے۔ دوسرے ممالک میں بھی کئی جگہ ہماری تبلیغی ٹیمیں جاتی ہیں تو چرچ چھوٹی جگہوں پر ایک دو مرتبہ تو اپنے ہال فنکشن کرنے کی، استعمال کرنے کی انہیں اجازت دے دیتے ہیں کہ لوگوں کو جمع کر کے تم اپنا جو مدّعا اور مقصد بیان کرنا چاہتے ہو کر دو۔ لیکن جب دیکھتے ہیں کہ بار بار ہمارا وہاں جانا ہے اور لوگوں کا رجحان یہ باتیں سننے کی طرف ہو رہا ہے تو پھر مخالفت شروع کر دیتے ہیں۔

اسی طرح لا مذہب یا دہریہ مصنّفین ہیں جو بڑی شدت سے اسلام کی مخالفت میں لکھتے ہیں اور جب جماعت ان کا جواب دے تو ہمیں بھی مخالفانہ جواب آتے ہیں اور جوں جوں جماعت کی تعداد بڑھے گی یہ مخالفت بھی بڑھتی جائے گی۔ لیکن انبیاء کو بھی یہ یقین ہوتا ہے کہ آخر کار غلبہ ان کو ملنا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے یہ یقین ان میں پیدا کیا ہوتا ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھی یہ یقین تھا کیونکہ خدا تعالیٰ نے آپ پر واضح فرمایا تھا کہ غلبہ آپ کا ہے اور اسی بنا پر ہمیں بھی یقین ہے کہ غلبہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ملنا ہے انشاء اللہ۔ کیونکہ خدا تعالیٰ جھوٹے وعدوں والا نہیں ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی طرف سے بے شمار فعلی شہادتیں اس بات کی گواہی دے رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ آپ کے ساتھ ہے۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے کو کسی بھی طرح تخفیف کی نظر سے دیکھیں یا خدا تعالیٰ پر بدظنی کریں۔ جماعت پر ایسے ایسے ہولناک حالات آئے کہ دشمن سمجھتا تھا کہ اب تو جماعت ختم ہوئی کہ ہوئی مگر نتیجہ کیا نکلا کہ دشمن ان حالات میں اپنی تمام تر طاقتوں کے باوجود ناکام ہوا اور جماعت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے حالات سے سرخرو ہو کر نکلی۔

پس دنیا ہمارے سے جو چاہے سلوک کرے یہ اُن کا کام ہے لیکن خدا تعالیٰ کی تائیدات کیونکہ ہمارے ساتھ ہیں اور ہم اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو احکامات دیئے ہیں وہ پورے کرنے ہیں اس لئے بہرحال ہم نے ان حکموں پر چلتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے اس حکم پر بھی عمل کرنا ہے اور دنیا کی خیر چاہتے ہوئے اپنے کام کو آگے بڑھاتے چلے جانا ہے۔ ہمارے جذبات تمام دنیا کے لئے نیک جذبات ہونے چاہئیں اور ہمارے جذبات نیک ہیں۔ لیکن اگر اس کے باوجود دنیا ہمیں دکھ پہنچاتی ہے تو

تب بھی ہم نے اپنے ذمے کام میں کمی نہیں آنے دینی کیونکہ دنیا کو سنبھالنے کا کام ہمارے سپرد ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے ہمارا نام خیرِ اُمّت رکھا ہے تو ہم نے خیر بانٹنے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹنا اور یہ خیر اسلام کا پیغام پہنچانا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف دنیا کو بلانا ہے۔ اس سے بڑھیا خیر اور کیا ہو سکتی ہے؟

جتنا شر اور جتنی غلاظت اور جتنی ہوس پرستی اور جتنی خدا تعالیٰ کے احکامات کی تضحیک اس زمانے میں ہو رہی ہے اور حکومتیں اور میڈیا بھی جس طرح اس کی تشہیر کر رہے ہیں دنیا نے پہلے کبھی نہیں دیکھی۔ آج شیطان جس زور سے حملے کر رہا ہے شاید پہلے کبھی نہ ہوئے ہوں کہ ایک ہی وقت میں دنیا کے ایک سرے سے لے کر دوسرے سرے تک سیکنڈز کے اندر اندر غلاظت بھری تصویریں کہانیاں اور آوازیں پہنچ جاتی ہیں۔ ہم خیر کی آواز بلند کرتے ہیں تو اکثریت کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی اور جو برائی کی آواز ہے وہ فوراً اپنا اثر دکھا رہی ہوتی ہے۔ اور اگر کوئی ہماری بات پر توجہ دیتا بھی ہے تو ان میں سے بہت سے ایسے ہیں بلکہ اکثریت ایسی ہے جو ایسا رویہ رکھتے ہیں جیسے بچوں کے ساتھ دکھایا جاتا ہے کہ شاباش تم بڑا اچھا کام کر رہے ہو اور پھر یہ لوگ لاتعلق ہو جاتے ہیں اور ان کاموں میں ملوّث ہو جاتے ہیں جو بھلائی سے دُور لے جانے والے ہیں۔ پس ہمیں سمجھ لینا چاہئے کہ یہ ہمارے مقاصد کے حصول کی انتہا نہیں ہے کہ ذرا سی تعریف پر بچوں کی طرح ہم خوش ہو کر بیٹھ جائیں۔ چند آدمیوں کو پیغام پہنچا کر ہم سمجھیں کہ ہم نے بہت بڑا کام کر لیا ہے۔ بلکہ ہم نے دنیا کو خیر پہنچانے کے لئے برائیوں کو دُور کرنے کی کوششوں کو اپنی انتہا تک پہنچانا ہے۔ کوئی دنیاوی مخالفت کوئی دنیاوی روک چاہے وہ مسلمانوں کی طرف سے ہو یا غیر مسلموں کی طرف سے یا کسی بھی طرف سے، دہریوں کی طرف سے اس کو ہم نے اس طرح اپنے راستے سے ہٹانے کی کوشش کرنی ہے جس طرح تیز ہوا ایک تنکے کو اڑا کر لے جاتی ہے۔

پس اس سے ہمیں اندازہ کر لینا چاہئے کہ ہمیں کتنی جامع، ٹھوس اور شدت سے کوشش کی ضرورت ہے اور اس کے ساتھ ہی ہر احمدی کو اپنی صلاحیتوں اور استعدادوں کے مطابق اس میں حصہ ڈالنے کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا کام تمام دنیا کو اسلام کا پیغام پہنچانا اور یہ خیر اور بھلائی بانٹنا ہے اور یہی ہمارا کام ہے۔ ہمیں یہ فکر نہیں کرنی چاہئے کہ دنیا ہماری آواز پر کان نہیں دھرتی۔ سنتی نہیں، توجہ نہیں دیتی۔ ہم خیر کی طرف بلاتے ہیں اور وہ شر میں اور بھی زیادہ تیز ہو جاتے ہیں اور ہمارے خلاف یہ شر کے جو عمل ہیں یہ ہر طرف سے ہیں۔ خاص طور پر اس وقت مسلمانوں میں تو جماعت احمدیہ کی مخالفت اتنی زیادہ ہے کہ تمام حدود کو توڑ گئی ہے۔ بیشک ایسے لوگ بھی ہیں جو ہمارے حق میں اب تھوڑی بہت آواز

اٹھانے لگ گئے ہیں۔ ایسے بھی ہیں جو حق کو حق سمجھ کر تمام تر مخالفتوں کے باوجود احمدیت اور حقیقی اسلام کو قبول کرتے ہیں۔ لیکن یہ بھی صاف نظر آ رہا ہے کہ فتنہ وفساد پیدا کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہے یا کم از کم ان کے خوف سے شرفاء باہر نہیں نکلتے اور یہ باہر نکل کر جو چاہے کرتے ہیں۔ لیکن کیا اس مخالفت کی وجہ سے ہم اپنے کام بند کر سکتے ہیں۔ کیا دنیا سے ڈر کر خدا تعالیٰ کے اس حکم کہ خیر کو پھیلاؤ اس سے پیچھے ہٹ سکتے ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے بتایا ہے کہ دنیا میں ایسے لوگ بھی ہیں جو تمام تر مخالفتوں اور شیطانی روکوں کا مقابلہ کرتے ہوئے احمدیت کو قبول کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض ایسے بھی ہیں جو اپنی احمدیت کی قبولیت کے واقعات بیان کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ احمدیت کی مخالفت نے ہی انہیں احمدیت قبول کرنے کا راستہ دکھایا۔ گزشتہ خطبہ میں ہی مَیں نے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے حوالے سے ایک شاعر کا ایک واقعہ بیان کیا تھا کہ انہوں نے اعتراض تلاش کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب اور خاص طور پر فارسی درثمین پڑھی اور احمدیت قبول کر لی۔ وہ کہتے ہیں کہ مجھ پر یہ روز روشن کی طرح واضح ہو گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی علیہ السلام سے بڑھ کر کوئی اور عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم نظر نہیں آتا۔

پس ہم اس یقین پر قائم ہیں کہ ہم جب شر کے بدلے خیر پہنچائیں گے تو انہی لوگوں میں سے پھر قطرات محبت بھی ٹپکیں گے اور یہ لوگ مسیح محمدی کی غلامی میں آ جائیں گے۔ ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تو یہ تعلیم دی ہے کہ دشمنوں کے لئے بھی دعا کرو اور ان کے لئے خیر چاہو اور انہیں خیر پہنچاؤ۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 2 صفحہ 74)

یہ واقعہ بھی آپ جانتے ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دلی درد کی تصویر ہے اور گزشتہ خطبہ میں بھی مَیں نے بیان کیا تھا کہ باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے طاعون کو آپ کے نشان کے طور پر بھیجا تھا لیکن جب لوگ مرنے لگے تو پھر آپ کو فکر پیدا ہوئی کہ خدا تعالیٰ کی عبادت کون کرے گا اور ایمان کون لائے گا؟ اس پر آپ نے اس عذاب کے دُور ہونے کے لئے اس درد سے دعا کی کہ سننے والے کہتے ہیں کہ یوں لگتا تھا جیسے دردِزِہ سے کوئی عورت کراہتی ہے اور تڑپتی ہے۔

(ماخوذ از خدا تعالیٰ دنیا کی ہدایت کے لئے ہمیشہ نبی مبعوث فرماتا ہے، انوار العلوم جلد 18 صفحہ 514)

پس دنیا والوں کے لئے یہ وہ خیر کا نمونہ اور معیار ہے جو اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق نے ہمارے سامنے رکھا ہے۔ آپ نے دنیا کی تباہی کے بجائے دنیا کی خیر چاہی کہ خدا تعالیٰ تمام قدرتوں کا مالک ہے۔ وہ بغیر تباہی کے بھی تو ان کے دلوں کی حالت بدل سکتا ہے۔ پس ہمارا زور بھی

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور آپ کے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی میں اس بات پر ہونا چاہئے کہ لوگ تباہ ہونے سے بچ جائیں تا کہ ہمارے بھائی بن جائیں۔ اس کے لئے ہمیں درد دل سے دعائیں کرنے کی بھی ضرورت ہے اور کوشش کی بھی ضرورت ہے۔ ہم نے دنیا کو صحیح روحانی راستوں کی رہنمائی کر کے ان کی دنیا و عاقبت سنوارنی ہے۔

یہ بھی بتا دوں کہ روحانی رہنمائی کر کے ہم نے دنیا کو صحیح راستوں پر تو چلانا ہی ہے، مادی مدد اور خیر بھی ہمارے ذمہ لگائی ہوئی ہے اور قرآن کریم میں اس کے بارے میں بھی احکامات ہیں۔ صرف اپنوں کے لئے خیر کے انتظامات نہیں کرنے، صرف اپنوں کے بھوک ننگ اور بیماریوں کو ختم کرنے کے لئے کوشش نہیں کرنی بلکہ غیروں اور ہر ضرورتمند کے لئے ہماری کوشش ہونی چاہئے۔ اس وقت مضمون تو گو روحانی خیر کا ہی زیادہ ہے لیکن ایک بات میرے علم میں آئی ہے اس لئے یہاں اس کا بھی بیان کر دیتا ہوں۔

گزشتہ دنوں ہمارے ایک احمدی یہاں سے ترکی اور لبنان وغیرہ میں گئے جو وہاں ہمسایہ عرب ممالک سے آئے ہوئے پناہ گزینوں کی ضروریات کا جائزہ لینے کے لئے گئے تھے۔ کیونکہ وہاں ان لوگوں کی بھی کافی بری حالت ہے۔ خوراک کی بھی کمی ہے اور دوسری چیزوں کی بھی، ان کے لئے کپڑے وغیرہ کی بھی ضرورت ہے۔ اسی طرح بچوں کی تعلیم وغیرہ متاثر ہو رہی ہے۔ تو بہرحال مختلف چیریٹی آرگنائزیشن ہیں جو اُن کی ضروریات پوری کرنے کی کوشش کر رہی ہیں لیکن کمی وہاں بہت زیادہ ہے۔ وہاں کسی احمدی نے یہ اعتراض بھی کیا کہ جماعت احمدیہ یورپ والوں کی مدد کیوں کرتی ہے صرف ہماری مدد کرنی چاہئے۔ غالباً اس شخص کا اشارہ یورپ میں ہم چیریٹیز کو جو رقم دیتے ہیں اس کی طرف تھا۔ تو یہاں بھی اس قرآنی حکم کے مطابق یہی جواب ہے کہ روحانی اور مادی مدد بلا امتیاز ہم نے ہر ایک کی کرنی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ بھوکے کو کھانا کھلاؤ تو یہ نہیں فرمایا کہ احمدی بھوکے کو یا مسلمان بھوکے کو کھانا کھلاؤ بلکہ ہر بھوکے کو کھانا کھلاؤ۔ مسکین کی اور ضرورتمند کی ضرورت پوری کرو۔ تو یہ بھی ہمارا فرض ہے کہ ہر مسکین اور ہر ضرورتمند کی ضرورت پوری کریں۔ یہ تمام فرائض ہم نے ادا کرنے ہیں اور ایک مومن کو اس قسم کی باتیں زیب نہیں دیتیں کہ وہ اعتراض کرے کہ فلاں کو کیوں دیا اور فلاں کو نہیں دیا۔ بلکہ مومن کے فرائض میں داخل ہے کہ بلا امتیاز ہر ایک کی خدمت کرے۔ دوسرے ہم یہاں جو چیریٹی واک وغیرہ کرتے ہیں اس میں غیر بھی کافی بڑی تعداد میں حصہ لیتے ہیں۔ اور یہی رقمیں جو چیریٹیز کو دی جاتی ہیں وہ لوگ بھی جب آتے ہیں تو ہماری چیریٹیز میں حصہ ڈالتے ہیں۔ اس لحاظ سے یہاں کی مقامی چیریٹیز کا بھی حق بنتا ہے کہ خدمت انسانیت کے

لئے جو کام وہ کر رہے ہیں ہم بھی ان کے ساتھ اس میں شامل ہو جائیں۔ ہمیں تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوہ حسنہ میں یہ نظر آتا ہے کہ نبوت کا مقام ملنے کے بعد بھی آپؐ نے فرمایا کہ اگر آج بھی مجھے غیروں کی طرف سے ضرورتمندوں کی مدد کے لئے بلایا جائے تو مَیں شامل ہو جاؤں۔

(السیرۃ النبویۃ لابن ھشام باب حلف الفضول صفحہ نمبر 91 دار الکتاب العربی بیروت 2008ء)

آپ کا اشارہ حلف الفضول جو معاہدہ تھا اس کی طرف تھا جس میں نبوت سے بہت پہلے مکّہ کے بعض لوگوں نے اکٹھے ہو کر غریبوں کی مدد کے لئے اور ضروریات پوری کرنے کے لئے تنظیم بنائی تھی جس میں آپ بھی شامل تھے۔

پس جیسا کہ مَیں نے کہا ہمیں اپنی خیر کے دائرے کو وسیع سے وسیع تر کرتے چلے جانا چاہئے نہ کہ محدود۔ ہم نہ تو دنیا سے ان کی جو مادی مدد ہم کرتے ہیں اس کے لئے کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ روحانی خیر بانٹ کر کوئی بدلہ چاہتے ہیں۔ اگر کوئی درد اور تڑپ ہے تو صرف یہ کہ دنیا اپنے پیدا کرنے والے خدا کو پہچان لے۔ اور یہ خیر بانٹ کر اور خیر چاہ کر انبیاء ہمیشہ یہی جواب دیتے رہے ہیں جو ہمیشہ انبیاء کا اور ان کی جماعتوں کا شیوہ ہے اور یہی ہمیں سکھایا گیا ہے کہ میرا اجر اللہ تعالیٰ کے پاس ہے۔ مَیں تم سے کوئی اجر نہیں مانگتا۔

پس یہی جواب انبیاء کی جماعت کا ہونا چاہئے اور ساتھ یہ بھی ذہن میں رہے کہ انبیاء جب خیر بانٹ کر پھر یہ کہتے ہیں کہ میرا اجر اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے تو پھر بھی ایک بہت بڑی تعداد نبی کی دشمنی میں بڑھتی چلی جاتی ہے۔ پس ہمیں بھی یہ سوچ لینا چاہئے کہ اس خیر کا بدلہ ہمیں ہمارے جو بدفطرت مخالفین ہیں ان کی طرف سے نقصان اور دشمنی کی صورت میں مل سکتا ہے اور ملتا بھی ہے۔ بلکہ بعض لوگ تو ہمیں اس طرح دیکھتے ہیں جیسے شیر بکری کو دیکھتا ہے کہ کس طرح شکار میرے قابو آیا۔ ہمارا تو اس شخص جیسا حال ہے جس نے کوئی شیر یا چیتا پالا ہو اور وہ کسی طرح چھوٹ جائے تو مالک کی یہ کوشش ہوگی کہ اسے اس طرح قابو کرے کہ اس جانور کو کوئی نقصان نہ ہو اور پھر بھی وہ اس کے کسی کام آ سکے لیکن چیتے کی کوشش یہی ہوگی کہ مالک کو چیر پھاڑ ڈالے۔

پس پاکستان اور بعض ملکوں میں ایسے لوگ ہیں بلکہ تمام مولوی اور ان کے زیر اثر ایسے لوگ ہیں جو ہماری طرف جھوٹ منسوب کر کے ہمیں چیرنا پھاڑنا چاہتے ہیں لیکن ہماری یہ کوشش ہے کہ یہ کسی طرح بچ جائیں اور خدا تعالیٰ کی گرفت میں نہ آئیں۔ ان لوگوں کی مخالفتیں ہمارے ساتھ کسی ذاتی وجہ سے نہیں

ہیں۔ مختلف احمدیوں کو مختلف جگہوں پر آئے دن دھمکیاں ملتی رہتی ہیں کہ ہم تمہارے ساتھ یہ کر دیں گے اور وہ کر دیں گے۔ اس لئے بہتر یہ ہے کہ احمدیت سے توبہ کر کے ہمارے ساتھ شامل ہو جاؤ۔ تو ان کی دشمنیاں احمدیت سے ہیں کسی کی ذات سے نہیں۔ اور احمدیت سے دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ انہیں صاف نظر آ رہا ہے کہ احمدیت کی ترقی اُن کے ذاتی مفادات اور لوگوں کے ان کی طرف رجحان کا زوال ہے۔ جس جس طرح احمدی ترقی کرتے جائیں گے یا احمدیت ترقی کرتی جائے گی ان لوگوں کا زوال ہوتا جائے گا۔ ان لوگوں کو نظر آ رہا ہے کہ جماعت جس طرح ترقی کر رہی ہے کل ہم پر قبضہ کر لے گی۔ اور جیسا کہ مَیں نے پہلے کہا تھا کہ ان ملکوں میں جو مغربی ممالک ہیں یا ان ممالک میں جو ان کے زیر اثر ہیں جماعت کی ترقی جماعت کے خلاف منصوبہ بندی کی طرف لے جائے گی۔ ان کے خیال میں شاید جماعت احمدیہ حکومتوں پر قبضہ کرنا چاہتی ہے حالانکہ جماعت احمدیہ کا پھیلاؤ ان ملکوں پر قبضہ کرنے والا پھیلاؤ نہیں بلکہ ان میں پہلے سے بڑھ کر امن اور سلامتی کو قائم کرنے کا ذریعہ بنے گا۔ مسلمان ممالک میں بھی ہم مسلمانوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے ساتھ جڑنے کا جو کہتے ہیں تو ان کی دنیاوی تکلیفوں اور فسادوں کو دُور کرنے کے لئے اور ان کے بہتر انجام کے لئے کہتے ہیں۔ اسی طرح دنیا کے باقی مذاہب کے لوگوں کو ہم خدا تعالیٰ کے غضب سے بچانا چاہتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دنیا پر اپنا غلبہ دنیا کو اپنے زیرنگین بنانے کے لئے نہیں چاہا تھا، نہ یہ دعا کی تھی کہ یہ غلبہ ہو۔ یا آج خلافت کے ساتھ جڑ کر جماعت احمدیہ دنیا میں غلبے کی باتیں حکومتوں پر قبضہ اور دنیا کو زیرنگین کرنے کے لئے نہیں کرتی بلکہ اس کا مقصد خدا تعالیٰ کی حکومت دنیا میں قائم کرنے کے لئے ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم کو دنیا میں رائج کرنے کے لئے ہے۔ ہمیں ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی اور اسلام کی تاریخ پر نظر رکھنی چاہئے کہ باوجود آپ کی طرف سے خیر اور بھلائی کے پیغام کے آپؐ کے خلاف، آپؐ کے صحابہ کے خلاف دشمنی کے بازار گرم کئے گئے۔ جنگیں ٹھونسی گئیں۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قوم کے لئے ہدایت اور رحم ہی مانگا اور حتی الوسع کوشش کی کہ دنیا کو آپ سے خیر ہی ملے۔ اور جنگیں اگر لڑیں تو وہ بھی مجبوری کی صورت میں اور ہر قسم کے ظلموں سے بچتے ہوئے صرف دفاع کے لئے اور اصلاح کے لئے اور یہ بھی ایک طرح سے ان لوگوں کی خیر کے لئے تھا۔ بہرحال جو آخری نتیجہ تھا وہ خیر کو حاصل کرنا ہی تھا۔ باوجود اس کے جب ہم دیکھتے ہیں مثلاً تورات میں حضرت اسماعیل کے خلاف حضرت اسحٰق کی قوم کی مخالفت کا ذکر ملتا ہے۔

(ماخوذ از پیدائش باب 16 آیت 12)

اور یہودیوں اور عیسائیوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دشمنی بھی اس وجہ سے کی۔ باوجود اس کے کہ عیسائی اور یہودی آپس میں سخت مخالفت کرنے والے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دونوں اکٹھے ہو جاتے تھے اور اب بھی ہو جاتے ہیں۔ اسی سوچ اور تعلیم کی وجہ سے یہودیوں نے مدینہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت تکلیفیں پہنچائیں۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیشہ ان کے لئے خیر خواہی کے جذبے کا اظہار ہوا سوائے اس کے جہاں حکومت کے قانون کو نافذ کرنے کے لئے سزا کی ضرورت تھی اور وہ بھی دوسروں کے لئے خیر خواہی تھی۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ اس زمانے میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نائب کے طور پر اور ایک خاص نسبت کے ساتھ بھیجا گیا ہے تو تکلیفوں اور دشمنیوں کی یہ نسبت آپ کے ساتھ بھی قائم ہونی ضروری تھی اور ہے۔ پس ہم جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے والے ہیں ہم نے مخالفتوں کا بھی سامنا کرنا ہے اور کر رہے ہیں لیکن اس سب کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلتے ہوئے ہم نے دنیا کی خیر اور بھلائی ہی چاہنی ہے۔

یہ باتیں سن کر شاید بعض ذہنوں میں یہ خیال پیدا ہو کہ شاید مخالفتیں ہمیشہ ہی ہمارے ساتھ لگی رہنی ہیں۔ ایسی بات بھی نہیں ہے۔ مَیں نے پہلے بھی بتایا تھا کہ غلبے کے وعدے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ہیں اور یہ غلبہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ملنا ہے۔ انشاء اللہ۔ دنیاوی اسباب پر بھروسہ کر کے اور دنیاداروں پر بھروسہ کر کے ہم کسی بھی طرح اپنے کام کو پورا نہیں کر سکتے۔ ہم دنیاداروں پر بھروسہ کر بھی کس طرح سکتے ہیں کیونکہ خیرِ اُمّت تو ہمیں کہا گیا ہے۔ خیر ہم نے بانٹنی ہے، نہ کہ ہم نے خیر لینی ہے۔ پس جیسا کہ مَیں نے کہا کہ خدا تعالیٰ کے فضلوں سے یہ غلبہ ملنا ہے تو ان فضلوں کو حاصل کرنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی ہوگی اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے ہمارے ذمہ جو کام لگایا ہے اس کو انتہا تک پہنچانے کی کوشش کرنی ہوگی۔ ہم نے جو کچھ کرنا ہے اپنی کوشش پر انحصار کرتے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرتے ہوئے کرنا ہے۔ دوسروں پر انحصار یا دنیاوی طاقتوں پر کسی بھی قسم کا تکیہ ہمارا زوال ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہئے الٰہی جماعتیں دنیاوی طاقتوں سے مدد نہیں لیا کرتیں۔ ہماری کوششیں کیا ہیں جن سے ہم کامیابیاں حاصل کر سکتے ہیں؟ یہ وہ خیر کا پیغام ہے جس کے بارے میں پہلے میں ذکر کر چکا ہوں جو ہر طبقے کے لوگوں کو ہر طبقے کے احمدی نے پھیلانا ہے اور اس کی ضرورت ہے۔ تبلیغ کے کام میں اپنے آپ کو ڈالنا ہے۔ مزدور ہے، تاجر ہے، ڈاکٹر ہے، وکیل ہے، سائنسدان ہے، استاد ہے، دوسرے زمیندار ہیں، ہر ایک کو حکمت سے خیر خواہی کا یہ پیغام اپنے اپنے

طبقے میں پہنچانے کی ضرورت ہے تاکہ دنیا کو احمدیت اور حقیقی اسلام کا پتا چلے اور اس سے پہلے کہ دنیا میں اور جگہوں پر جہاں ابھی مخالفت نہیں ہے احمدیت کے خلاف مخالفتوں کے بیج بوئے جائیں یا پنپیں ہماری جڑیں وہاں مضبوط ہو جائیں۔ شیطان کے گروہوں کو ہوش آنے سے پہلے خیر اور بھلائی کا اور اسلام کی خوبصورت تعلیم کا ان جگہوں پر غلبہ ہو جانا چاہئے۔

پس آج مسیح محمدی کے غلاموں کا یہ کام ہے کہ حکمت اور محنت سے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو حاصل کرتے ہوئے خیر اور بھلائی کی اسلامی تعلیم کو ہر دل میں گاڑ دیں اور اس کے لئے بھرپور کوشش کریں۔ اس کیلئے دنیا میں ہر جگہ داعیانِ الی اللہ کی تعداد کو بڑھانے اور فعّال کرنے کی بھی ضرورت ہے۔ اللہ تعالیٰ افرادِ جماعت کو بھی اور جماعتی نظام کو بھی اس طرف توجہ دینے کی بھرپور توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 21 نومبر 2014ء تا 27 نومبر 2014ء جلد 21 شمارہ 47 صفحہ 05 تا 08)

45

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 07 نومبر 2014ء بمطابق 07 نبوت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ. وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ

(آل عمران:93)

تم ہرگز نیکی کو پا نہیں سکو گے یہاں تک کہ تم ان چیزوں میں سے خرچ کرو جن سے تم محبت کرتے ہو اور تم جو کچھ بھی خرچ کرتے ہو تو یقیناً اللہ اس کو خوب جانتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اس بارے میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

''دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے۔ اسی واسطے علم تعبیر الرؤیاء میں لکھا ہے کہ اگر کوئی شخص دیکھے (خواب میں یہ دیکھے) کہ اس نے جگر نکال کر کسی کو دے دیا ہے تو اس سے مراد مال ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حقیقی اتقاء اور ایمان کے حصول کے لئے فرمایا لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ (آل عمران: 93) حقیقی نیکی کو ہرگز نہ پاؤ گے جب تک تم عزیز ترین چیز نہ خرچ کرو گے۔ کیونکہ مخلوق الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے اور ابنائے جنس اور مخلوق خدا کی ہمدردی ایک ایسی شے ہے جو ایمان کا دوسرا جزو ہے جس کے بدُوں ایمان کامل اور راسخ نہیں ہوتا۔ جب تک انسان ایثار نہ کرے دوسرے کو نفع کیونکر پہنچا سکتا ہے۔ دوسرے کی نفع رسانی اور ہمدردی کے لئے ایثار ضروری شے ہے اور اس آیت

میں لَنۡ تَنَالُوا الۡبِرَّحَتّٰی تُنۡفِقُوۡا مِمَّا تُحِبُّوۡنَ۔ میں اسی ایثار کی تعلیم اور ہدایت فرمائی گئی ہے۔ پس مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ کی زندگی میں للّٰہی وقف کا معیار اور محک وہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ضرورت بیان کی اور وہ کل اثاث البیت لے کر حاضر ہو گئے۔"

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 95-96)

اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی جنہوں نے ہماری اعتقادی اور علمی اصلاح جہاں اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی بتائی ہوئی تعلیم کے مطابق کی وہاں روحانی ترقی اور تزکیہ کے بھی قرآنی تعلیم کے مطابق اسلوب سکھائے۔ حقوق اللہ کی طرف بھی توجہ دلائی اور حقوق العباد کی طرف بھی توجہ دلائی۔ جان، مال، وقت اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے قربان کرنے کی روح بھی پیدا فرمائی۔ اپنی جماعت کے ہر فرد سے یہ توقع رکھی کہ وہ اپنی حالتوں کو مکمل طور پر خدا تعالیٰ کی تعلیمات کے مطابق بنائیں تبھی وہ حقیقی احمدی کہلا سکتے ہیں۔

پس ہمیں کوشش کرنی چاہئے کہ اپنی زندگیوں کو آپ کی توقع اور خواہش کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کریں۔ یہ اقتباس جو میں نے پڑھا ہے یہ اس آیت کی وضاحت میں ہے جس کی میں نے پہلے تلاوت کی تھی۔ جیسا کہ میں نے بتایا اس میں اللہ تعالیٰ ہمیں ہماری روحانی ترقی کے لئے جو ذمہ داریاں ہیں، ایک مومن کی جو ذمہ داریاں ہیں ان کی طرف توجہ دلا رہا ہے یعنی ان میں سے ایک ذمہ داری یعنی مالی قربانی کی طرف۔ گو اس میں یہ وسیع مضمون ہے لیکن اس وقت مالی قربانی کے حوالے سے جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ مال کی قربانی بھی اللہ اور اس کے بندوں کے حقوق ادا کرنے کا ایک بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس لحاظ سے اس آیت میں جو مالی قربانی کا پہلو ہے اس کے حوالے سے میں بیان کروں گا۔ حقوق العباد کی ادائیگی کے لئے بھی اور اشاعت دین کے کام کے لئے بھی مالی قربانی کی ضرورت ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اقتباس کا یہ نچوڑ ہے اور مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں یہ کام اپنی انتہا کو پہنچنے تھے اور آج ہم احمدی ان خوش قسمتوں میں شامل ہیں جو اس کام کی تکمیل میں حصہ لے رہے ہیں تاکہ ہم اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے بنیں۔ آج دنیا مال کی محبت میں پتا نہیں کیا کچھ کر رہی ہے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم اور تربیت کا اثر ہے کہ احمدیوں کی بہت بڑی اکثریت اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لئے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے اپنے

پسندیدہ مال میں سے خرچ کرتے ہیں بلکہ بعض ایسے ہیں کہ اگر کبھی مال خرچ کرنے کی یہ توفیق کسی وجہ سے کم ہو جائے تو بے چین ہو جاتے ہیں، روتے ہیں۔

پس یہ دلوں کی حالت اور مالی قربانی کی روح بلکہ بعض دفعہ جان کی قربانی کی روح بھی اس بات کا ثبوت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی اشاعت کے لئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے اور اب اسلام کی ترقی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ذریعہ سے ہی اللہ تعالیٰ نے مقدر فرمائی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ ہی مومنین کے دلوں میں مالی جہاد کے لئے مالی قربانی کی روح بھی پیدا فرماتا ہے اور اسی طرح باقی دوسری قسم کی قربانیاں بھی ہیں۔

اس وقت مَیں چند واقعات بیان کروں گا کہ اس زمانے میں بھی کس طرح اللہ تعالیٰ لوگوں کے دلوں میں قربانی کی روح پیدا کرنے کی تحریک پیدا کرتا ہے اور یہ نہیں کہ یہ کسی خاص طبقے یا خاص ملک میں یا خاص لوگوں میں ہے بلکہ دنیا کے ہر خطے میں ہر وہ شخص جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف منسوب ہوتا ہے اس کے دل میں اللہ تعالیٰ اس کی تحریک پیدا کرتا ہے چاہے وہ افریقہ کے دور دراز ممالک ہوں یا یورپ میں رہنے والے لوگ ہوں یا جزائر میں رہنے والے ہوں۔

امیر صاحب برکینا فاسو نے یہ لکھا کہ فادا شہر کے صدر صاحب جماعت کہتے ہیں کہ اس سال جب عیدالاضحیٰ آئی تو میرے پاس اتنی رقم بھی نہیں تھی کہ گھر کھانا بھی پک سکتا۔ اس لئے قربانی کا سوچ بھی نہیں سکتا تھا یعنی عید پر بکرے کی جو قربانی کی جاتی ہے۔ کہتے ہیں کہ ان دنوں تحریک جدید کے بارے میں مربی صاحب بھی درس دیتے تھے۔ مالی قربانی کے بارے میں بھی اور تحریک جدید کے بارے میں انہوں نے توجہ دلائی۔ چنانچہ کہتے ہیں میں نے برکت کے لئے دو ہزار فرانک اس میں دے دیا اور خیال کیا کہ اللہ تعالیٰ میری ضروریات پوری کر دے گا۔ بہر حال ایسا معجزہ ہوا کہ اگلے دن ہی ان کے چھوٹے بھائی نے ان کو آئیوری کوسٹ سے غیر معمولی طور پر بڑی رقم بھجوائی جس کی انہیں کوئی امید نہیں تھی جس سے عید کی قربانی کا بھی انتظام ہو گیا اور اُن کے گھر کے اخراجات کے لئے جو ضرورت تھی وہ بھی پوری ہو گئی۔ وہ کہتے ہیں چند گھنٹے میں یہ دیکھ کر میرے ایمان میں مزید اضافہ ہوا۔

پھر برکینا فاسو کے مربی صاحب لکھتے ہیں کہ دِڈُگو کی جگہ کے ایک خادم تراولے آدم صاحب نے کپاس کا بیج خریدا (وہاں کپاس کی فصل کاشت کی جاتی ہے) کہ اس کو بیچ کر گزارہ کروں گا۔ لیکن ایسا ہوا کہ کوئی گاہک نہیں ملا۔ ان کو بڑی تشویش ہوئی کہ اگر بیج فروخت نہ ہوا تو گھر کا نظام کیسے چلے گا۔ بہر حال ایک دن

پریشانی میں یہ مربی صاحب کے پاس آئے تو انہوں نے ان کو یہی کہا کہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو اللہ تعالیٰ پریشانیاں دور کرتا ہے۔ تم بھی یہ نسخہ آزما کے دیکھ لو۔ کہتے ہیں اس تحریک پر میں نے تحریک جدید کا چندہ دے دیا اور یہ عہد کیا کہ اگر اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا اور جلد ہی انتظام ہو گیا تو دس ہزار مزید دوں گا۔ وہ خادم کہتے ہیں کہ رسید کٹانے کے بعد ہی فوری طور پر اللہ تعالیٰ نے ایسا انتظام کیا کہ اتنے گاہک آئے کہ چند دنوں میں بیج بِک گیا اور اُن کی توقع سے جو زیادہ آمد ہوئی اُس کی وجہ سے انہوں نے دس ہزار مزید چندہ میں دیا۔

اسی طرح برکینا فاسو کی ایک اور جگہ ہے۔ دوسری ریجن ہے وہاں کے ایک دوست لاجی (Laji) صاحب نے گزشتہ سال ہی بیعت کی تھی۔ جب ان کو یہ پتا لگا کہ میں نے عموماً یہ تحریک کی ہے کہ نو مبائعین کو کم از کم کسی نہ کسی تحریک میں شامل کریں تا کہ مالی قربانی کی روح ان میں پیدا ہو اور یہ نہ دیکھیں کہ چندہ کتنا بڑھتا ہے۔ رقم کتنی آتی ہے۔ صرف یہ ہے کہ عادت ڈالنے کے لئے ہر احمدی کو مالی قربانی میں حصہ لینا چاہئے اور نو مبائعین کو خاص طور پر اس طرف توجہ دلائیں۔ بہر حال جب ان کو توجہ دلائی گئی کہ چاہے ایک پنس دیں یا ایک فرانک دیں تو ان نو مبائع نے بھی اس طرف توجہ کی۔ وہاں رواج یہ ہے کہ گاؤں کے دیہاتی لوگ ہیں، زمیندارہ کرتے ہیں۔ کاشت کرتے ہیں تو بجائے رقم کے وہ اپنی جنس دیتے ہیں اور جنس دینے کے لئے وہ جماعت کو یہ کہتے ہیں کہ ہمیں بوریاں یا کوئی چیز دے دو تا کہ ہم اس میں جنس بھر کے پہنچا دیں۔ تو ان کو بھی مربی صاحب نے یا جو بھی جماعت کا نظام تھا انہوں نے دو خالی بوریاں دیں۔ ان کو خیال آیا کہ مَیں احمدی تو اب ہوا ہوں ساری زندگی مَیں مسلمان رہا ہوں۔ چندہ کی تحریک تو کبھی میرے سامنے نہ ہوئی اور نہ میں نے کبھی چندہ دیا۔ اب یہ کہتے ہیں کہ خلیفۂ وقت نے کہا ہے کہ ضرور چندے میں شامل ہونا چاہئے۔ تو مَیں دیکھتا ہوں کہ اس میں کیا فائدہ ہوتا ہے۔ بہر حال انہوں نے وہ اناج دیا جو بائیس ہزار فرانک کا تھا اور اس کے بعد جب فصل آئی تو انہوں نے آ کے بتایا کہ اس سال میری فصل گزشتہ سال سے دوگنی ہو گئی۔ چنانچہ اگلے سال وہ دوگنی جنس دینے کے لئے بوریاں لے کر گئے۔

لائبیریا کے امیر صاحب بیان کرتے ہیں کہ وہاں کے مربی کیپ ٹاؤن کاؤنٹی کے دورے پر گئے۔ جاتے ہوئے ایک جماعت نگبینا (Nagbina) ہے۔ ان کو پیغام دیتے گئے کہ نماز مغرب کے وقت ہم آئیں گے۔ لیکن اگلی جو جماعت تھی ولور (Vilor) یہاں کافی بڑی جماعت ہے اور بڑی فعال جماعت ہے۔ چندہ دینے والے بھی ہیں۔ وہاں غیر معمولی تاخیر ہو گئی۔ انہوں نے بھی سوچا کہ یہ نگبینا

(Nagbina) کی جماعت جو ہے یہ عموماً کمزور جماعت ہے۔ قربانی کے لحاظ سے بھی کمزور ہے تو ان کو کہہ کر تو گئے تھے کہ مغرب کے وقت پہنچیں گے لیکن جس جماعت میں گئے ہوئے تھے وہ بڑی بھی تھی اور وہاں مصروفیت بھی زیادہ ہو گئی، اس لئے دیر ہو گئی تو عشاء کی نماز ہو گئی۔ جب عشاء کے وقت پہنچے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس جماعت میں بھی پہلی بار یہ دیکھنے میں آیا کہ 170 احباب انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے کہ ہم تو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں۔ آپ نے کہا تھا کہ خلیفہ وقت نے کہا ہے کہ تمام کو شامل ہونا چاہئے تو ہم احباب یہاں تحریک جدید کا چندہ دینے کے لئے بیٹھے ہیں۔ تو جماعت کے افراد کی یہ روح ہے۔ لوگ سمجھتے ہیں کہ چندہ دینے والے نہیں یا کمزور ہیں لیکن جب صحیح رنگ میں ایک تحریک کی جائے۔ ان کو بتایا جائے۔ اہمیت بتائی جائے کہ مالی قربانی کی کیا اہمیت ہے؟ کیا کیا کام ہیں؟ جب لوگوں پر یہ واضح ہو جائے تو پھر ہر وقت وہ قربانی کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ پس اگر کمزوری ہے تو نظام میں کمزوری ہوتی ہے۔ لوگوں کے ایمان میں اللہ کے فضل سے کوئی کمزوری نہیں ہے۔

پھر لائبیریا کے ہی امیر صاحب لکھتے ہیں کہ بلاور (Blavor) کے گاؤں میں اس سال نئی جماعت بنی ہے۔ اس گاؤں کی کوئی سڑک نہیں ہے بلکہ کچا راستہ بھی نہیں جاتا ایک پگڈنڈی جاتی ہے اور اس پر بھی جگہ جگہ نالوں کے اوپر درخت کے تنوں سے پُل بنے ہوئے ہیں اور ان درختوں کے اوپر سے گزرنا پڑتا ہے۔ کہتے ہیں ہمارے لوکل معلم وہاں دورے پر گئے۔ نئی جماعت تھی۔ اس کو بتایا کہ مالی قربانی کیا ہوتی ہے اور تحریک جدید کا تعارف کروایا کہ اگلے ہفتے پھر آئیں گے۔ تو وہاں کے لوگوں نے کہا کہ ٹھیک ہے ہم بڑی دور دراز کی جماعت ہیں۔ جنگل میں رہتے ہیں۔ غریب لوگ ہیں لیکن راستہ ایسا ہے کہ تمہیں دوبارہ آنے کی تکلیف کی ضرورت نہیں۔ ہمیں سمجھ آ گئی ہے کہ چندے کی اور مالی قربانی کی کیا اہمیت ہے تو جو بھی ہمارے پاس ہے، ہم سے ابھی لے کر جاؤ۔ بجائے اس کے کہ دوبارہ آؤ اور پھر دوبارہ اس رستے کی تنگیاں اور تکلیفیں تمہیں برداشت کرنی پڑیں۔ تو یہ دیکھیں کہ کس طرح اللہ تعالیٰ ان دور دراز لوگوں کے دلوں میں بھی ڈال رہا ہے جن میں ابھی احمدیت آئی ہے اور حقیقت میں ان کو پوری طرح اس تعلیم کا اور اہمیت کا اندازہ ہی نہیں ہوا لیکن باوجود اس کے قربانیوں میں وہ پہلے دن سے ترقی کر رہے ہیں۔

پھر بینن کے امیر صاحب لکھتے ہیں کہ پورتونووو کے ایک مشہور احمدی مشہودی صاحب ہیں۔ انہوں نے ایک ہزار پاؤنڈ سے زیادہ کی قربانی کی۔ اب افریقہ کے ملکوں میں اتنی بڑی قربانی بہت بڑی چیز ہے۔ جب ان کو مبلغ نے کہا کہ اتنی قربانی آپ کر رہے ہیں۔ وقف جدید کا بھی چندہ ہے اور دوسرے

چندے بھی ہیں تو انہوں نے کہا کہ بیشک ہوں گے لیکن اس میں سے مَیں کم نہیں کروں گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے لئے اور سامان پیدا فرما دے گا۔ تو یہ وہ روح ہے جو اِن لوگوں میں پیدا ہو رہی ہے۔

بہرحال یہ مربی نے بھی صحیح کیا کہ ان کو بتا دیا کیونکہ مقصد رقم اکٹھی کرنا نہیں ہے۔ مقصد وہ روح پیدا کرنا ہے جو ایک قربانی کی روح ہے۔ مالی قربانی کی روح ہے تا کہ اس کے ذریعہ سے تزکیہ نفس بھی ہو۔

گزشتہ دنوں ربوہ میں ختم نبوت کانفرنس ہو رہی تھی۔ ہر سال ہوتی ہے، یہاں بھی ہوتی ہے۔ تو وہاں پہلے تو ایک مولوی صاحب نے بڑی دھوآں دار تقریر کی کہ جماعت احمدیہ کو بڑی بڑی طاقتیں اور حکومتیں فنڈ کرتی ہیں جس کی وجہ سے یہ ترقی کر رہی ہے۔ لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد خود ہی اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان سے نکلوا دیا اور وہ جوش میں یہ بھی کہہ گئے کہ دیکھو جماعت احمدیہ اس لئے ترقی کر رہی ہے کہ ان کے غریب بھی مالی قربانی کرتے ہیں اور یہ ان کا چندہ ہے جس کی وجہ سے دنیا میں وہ تبلیغِ اسلام کر رہے ہیں اور ہم سے وہ بہت آگے نکل گئے ہیں۔ بہرحال کسی حکومت کی نہ ہمیں مدد کی ضرورت ہے اور نہ لی جاتی ہے۔ یہ جماعت کے افراد کا اخلاص اور قربانی کی روح ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا ہے۔

پھر بینن سے ہمارے ساوے ریجن کے مبلغ لکھتے ہیں کہ ایک نومبائع جماعت پیل (Peulh) میں تربیتی اجلاس منعقد کیا گیا تو تحریک جدید کا تاریخی پس منظر بیان کیا گیا اور مالی قربانی کے بارے میں توجہ دلائی۔ اجلاس کے آخر پر دوستوں نے اپنا اپنا چندہ پیش کیا۔ ایک دوست نے پوچھا کہ میرے پاس رقم تو نہیں لیکن چندہ دینے کی خواہش ہے۔ اس پر وہاں کے مقامی مبلغ نے اس کی رہنمائی کی کہ حسب استطاعت جو کچھ ہے وہ پیش کریں۔ اس پر وہ دوست گئے۔ بڑے غریب تھے۔ گھر سے مرغی کے دو انڈے لے کر آئے کہ اس وقت میرے پاس یہ ہیں۔ تو ان کو اور جماعت کو بھی بتایا گیا کہ یہ ان کی حیثیت کے مطابق بہت بڑی قربانی ہے اور خدا تعالیٰ کی نظر میں کوئی قربانی چھوٹی نہیں۔ بس نیت نیک ہونی چاہئے۔ یہ باتیں جو افریقہ کے دور دراز ممالک میں ہو رہی ہیں اس طرف بھی توجہ پھیرتی ہیں جب حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں تحریک پر غریب عورتیں اسی طرح مرغیاں اور انڈے لے کے آ جایا کرتی تھیں اور یہ اس لئے ہے کہ دین اسلام کی اشاعت کی تڑپ ان لوگوں میں ہے۔

پھر مالی کی ایک رپورٹ ہے۔ ایک پرانے احمدی ابوبکر جارہ صاحب نے کسی وجہ سے چندہ دینا چھوڑ دیا اور آہستہ آہستہ جماعتی پروگراموں میں بھی آنا چھوڑ دیا۔ اس پر انہیں کافی سمجھایا مگر کوئی فرق نہیں پڑتا تھا۔ ایک عرصے کے بعد وہ ایک دن مشن آئے اور اپنا چندہ ادا کیا اور بتایا کہ آج رات انہوں نے

خواب میں دیکھا ہے کہ وہ بہت گہرے پانی میں ڈوب رہے ہیں اور کوئی ان کی مدد کے لئے نہیں آ رہا۔ اتنے میں وہ ایک کشتی دیکھتے ہیں جس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام سوار ہیں۔ حضور نے ان کا ہاتھ پکڑا اور کشتی میں اپنے ساتھ بٹھا لیا اور فرمایا کہ آئندہ کبھی بھی چندہ دینے میں سستی نہ کرنا۔ اس خواب کے بعد انہوں نے جماعت سے پختہ وعدہ کیا کہ آئندہ کبھی بھی وہ چندہ دینے میں سستی نہیں کریں گے اور نہ ہی وہ جماعتی کاموں میں غفلت برتیں گے۔

پس جہاں یہ چندے کی اہمیت کا ثبوت ہے، وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کا بھی ثبوت ہے کہ دور دراز کے ایک ملک میں اور اس ملک کے بھی ایک دور دراز علاقے میں ایک شخص احمدیت قبول کرتا ہے۔ پھر پیچھے ہٹ جاتا ہے اور اس کی رہنمائی پھر خواب کے ذریعہ سے ہوتی ہے۔

بینن کے ریجن کوتونو کے ایک زون کے ایک داعی الی اللہ شافیو صاحب بتاتے ہیں کہ جب وہ فطرانہ وصول کرنے کے لئے گئے تو اپنے علاقے کے ایک گھر میں پہنچے اور گھر کے سربراہ سے جب فطرانہ پوچھا گیا تو کہنے لگے کہ میرے سارے گھر میں صرف یہ پندرہ سو فرانک سیفا ہی ہیں اور ایک دو روز میں میری بیوی کی ڈیلیوری ہونے والی ہے، بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ اس کے لئے مجھے ساڑھے چار ہزار فرانک سیفا چاہئے اور آج ہی میرا مالک مکان بھی کرائے کے ساڑھے تین ہزار فرانک وصول کرنے آیا ہے اور ناراض ہو کر گیا ہے کہ میں اسے کرایہ نہ دے سکا تو میرے پاس تو دینے کے لئے کچھ نہیں ہے۔ بہرحال شافیو صاحب جو لوکل سیکرٹری ہیں۔ انہوں نے ان کو سمجھایا۔ گو ایسی حالت میں یہ نہیں کہنا چاہئے کہ چندہ دو لیکن بہرحال انہوں نے اپنے حالات کے مطابق انہیں سمجھایا کہ ایسی حالت میں بھی اگر تم اللہ تعالیٰ کی راہ میں دو تو پھل لگتا ہے۔ بلکہ ایسے حالات میں تو ہمارے وہاں کے مبلغین کو چاہئے کہ ان لوگوں کی مدد کریں۔ لیکن بہرحال جو آگے واقعہ آتا ہے اس سے پتا لگتا ہے کہ اللہ تعالیٰ بھی مسیح موعود کی جماعت میں شامل ہونے والوں کی کس طرح مدد فرماتا ہے اور ان کے الفاظ کی کس طرح لاج رکھتا ہے۔ جب سیکرٹری صاحب نے ان کو کہا کہ اللہ تعالیٰ مدد کرے گا اور خدا کی راہ میں قربانی خوب پھل لاتی ہے تو اس نے ایک ہزار فرانک سیفا جو ہے وہ فطرانہ اور باقی پانچ سو تحریک جدید میں دے دیا۔ ابھی تین دن نہیں گزرے تھے کہ اسی آدمی نے بڑی خوشی سے بتایا کہ اس روز جب آپ ان سے چندہ وصول کر کے آئے تو ایک آدمی آیا اور مجھے دس ہزار فرانک سیفا دے کر کہنے لگا کہ یہ رقم اس فلاں آدمی نے بھجوائی ہے جس نے کبھی مجھ سے بارہ ہزار فرانک ادھار لئے تھے اور کئی مرتبہ مانگنے کے باوجود وہ قرض واپس نہیں کر رہا تھا۔ لیکن بغیر مانگے ہی

چندہ دینے کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قرض لینے والے کے دل میں ڈالا اور اس نے وہ رقم لوٹا دی۔ کہتے ہیں کہ مالک مکان کا کرایہ بھی ادا ہو گیا اور خیر و خوبی سے میری بیوی کے ڈیلوری بھی ہو گئی اور اللہ تعالیٰ نے مجھے اولاد سے بھی نوازا۔

دارالسلام تنزانیہ کے ایک احمدی دوست عیسیٰ صاحب بیان کرتے ہیں۔ انہوں نے نوے کی دہائی میں احمدیت قبول کی تھی۔ اس سے پہلے وہ عیسائی مذہب سے تعلق رکھتے تھے لیکن احمدیت قبول کرنے کے بعد ایمان میں کافی ترقی کی۔ اب ماشاء اللہ موصی ہیں اور مالی قربانی کرنے والے ہیں۔ ہمیشہ اپنی اور اپنی فیملی کا چندہ وعدے سے زیادہ ادا کرتے ہیں۔ جماعتی تعلیمات کو بجا لانے میں پرانے احمدیوں سے بہت آگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے دارالسلام تنزانیہ کے ریجنل پریذیڈنٹ ہیں۔ کہتے ہیں کہ جب سے مَیں نے اللہ تعالیٰ کی راہ میں قربانی شروع کی ہے، اللہ تعالیٰ کے بہت سے افضال اپنے اوپر نازل ہوتے دیکھے ہیں۔ اتنی برکات نازل ہوئی ہیں کہ جو بیشمار ہیں۔ مثال کے طور پر کہتے ہیں کہ خاکسار کا پہلے ایک گھر تھا۔ لیکن اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے تین گھروں کا مالک ہوں۔ میری اولاد بھی بہترین جگہ پر تعلیم حاصل کر رہی ہے۔

اسی طرح الاڈا ریجن کے مبلغ صاحب کہتے ہیں ایک مرتبہ سویو (Soyo) جماعت کے دورے پر گئے تو سات سال کی ایک بچی رشیدہ یا راشدہ، اب دیکھیں بچوں کے دل میں بھی کس طرح اللہ تعالیٰ ڈالتا ہے، ٹماٹر اور مرچیں اور مالٹے لے کر آئی اور کہا کہ وہ یہ سب تحریک جدید کے چندہ کے لئے لائی ہے۔ وہاں کے صدر صاحب نے بتایا کہ وہ ہر ماہ چندہ دیتی ہے اور اگر اس کی ماں چندے کے پیسے نہ دے تو وہ روتی ہے۔ جب معلم صاحب چندہ لینے آئے تو وہ سکول گئی ہوئی تھی۔ آج ہمیں دیکھ کر وہ گھر گئی اور پیسے نہ ملے تو اپنے کھیت کی یہ چند چیزیں بطور چندہ کے لے کے آئی ہے۔ پس یہ قربانی کی وہ روح ہے جو اللہ تعالیٰ بچوں میں بھی پیدا کر رہا ہے۔

نائیجیریا کی ایک جماعت اوکینے (Okene) کے صدر صاحب کہتے ہیں۔ خاکسار کچھ عرصہ مالی مشکلات کا شکار رہا اس کی وجہ سے کافی پریشانی ہوئی۔ پھر ایک دن مجھے خیال آیا کہ خاکسار نے تین ماہ سے چندہ ادا نہیں کیا۔ ممکن ہے اسی سبب خاکسار اس مالی پریشانی میں مبتلا ہو۔ اس پر مَیں نے تین ماہ بعد چار ہزار نائرہ چندہ ادا کیا۔ خدا تعالیٰ کا کرنا ایسا ہوا کہ اسی ماہ خاکسار نے ایک قطعہ زمین بیچا جس پر میرے مولیٰ کریم نے آٹھ لاکھ نائرہ کا منافع عطا فرمایا۔ اس وقت میرے ایمان کو جہاں مزید تقویت ملی وہیں یہ بات

بھی سمجھ میں آئی کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدوں کا سچا ہے۔ اگر اس کی راہ میں قربانی کرو گے تو وہ ضرور کئی گنا بڑھا کر تمہیں واپس لوٹائے گا۔ اب انہوں نے کوگی (Kogi) سٹیٹ کے کیپیٹل لوکوجا (Lokoja) میں جماعت کو مسجد اور مشن ہاؤس کے لئے ایک بہت بڑا پلاٹ بھی شہر کے علاقے میں لے کر دیا ہے۔

تنزانیہ سے ایک احمدی مارونڈا صاحب لکھتے ہیں کہ میری تعلیم میٹرک ہے۔ ایک عرصے سے بیروزگار تھا۔ مجھے ایک گیس کمپنی میں سیکیورٹی گارڈ کی ملازمت مل گئی۔ چھپن ہزار شلنگ تنخواہ مقرر ہوئی۔ میں نے اسی وقت خدا سے عہد کیا کہ مَیں اپنی تنخواہ پر چندہ جات شرح کے مطابق ادا کروں گا۔ خواہ مجھے کیسے ہی مسائل درپیش ہوں میں چندے میں سستی نہیں کروں گا۔ چنانچہ اس خادم نے اپنے اس عہد کو نبھایا۔ کہتے ہیں کہ مَیں آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اسی مالی قربانی کے باعث اس گیس کمپنی میں سینیئر فیلڈ گیس آپریٹر کے عہدے پر فائز ہوں اور مجھے ڈیڑھ ملین شلنگ تنخواہ مل رہی ہے۔ میری علمی قابلیت صرف معمولی دسویں پاس ہی ہے۔ کمپنی کے قوانین کے مطابق میں اس عہدے کا اہل بھی نہیں ہوں۔ لیکن محض خدا تعالیٰ کے فضل سے شرح کے مطابق مالی قربانی کرنے کی یہ برکتیں ہیں کہ میں اس عہدے پر فائز ہوں اور آج بھی شرح کے مطابق چندہ ادا کرتا ہوں۔ پس یہ لوگ اخلاص و وفا میں بڑھ رہے ہیں اور وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ۔ (التغابن: 17) اور اپنے مال اس کی راہ میں خرچ کرتے رہو تو یہ تمہاری جانوں کے لئے بہتر ہے، اس مضمون کو سمجھنے والے ہیں۔ اس راز کو یہ لوگ سمجھنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ پھر ان کو نوازتا بھی ہے۔

شہاب الدین صاحب انڈیا کے انسپکٹر تحریک جدید لکھتے ہیں کہ ایک صاحب جوجڈ چرلہ کے صف اوّل کے مجاہد ہیں ان کا کاروبار متاثر ہو گیا۔ Real اسٹیٹ کا کاروبار تھا۔ کئی ماہ سے بہت پریشان تھے اور فون کر کے وہ چندوں کی ادائیگی کے لئے دعا کی درخواست بھی کرتے رہے۔ مجھے بھی انہوں نے لکھا۔ ایک دن رات کو یہ انسپکٹر شہاب صاحب کہتے ہیں کہ مجھے ان کا فون آیا۔ اپنے مالی حالات کی وجہ سے بڑے فکر مند تھے۔ انہوں نے ان کو کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھیں۔ دو رکعت نفل پڑھیں اور سو جائیں۔ کہتے ہیں تھوڑی دیر کے بعد دوبارہ فون آیا اور کہنے لگے کہ میری خاطر آپ تھوڑی دیر جاگتے رہیں میں آپ سے ملنے آ رہا ہوں۔ جب موصوف آئے تو ایک بڑی رقم ان کے ہاتھ میں تھی۔ کہنے لگے کہ جب میں یہ دعا کر رہا تھا تو ایک ایسا شخص جس کا بڑا کاروبار تھا اس کا فون آیا جس کے ذمّے میری بہت بڑی رقم قابل ادا تھی اور جس کے ملنے کی امید بھی نہیں تھی۔ اس نے مجھے فون کیا کہ فوراً آ کر اپنی رقم لے جاؤ۔ تو کہتے ہیں کہ کیونکہ

میری چندہ کی نیت تھی اس لئے اللہ تعالیٰ نے فوراً یہ انتظام کر دیا۔

اسی طرح بشیر الدین صاحب قادیان کے نائب وکیل المال ہیں یہ کہتے ہیں کہ جماعت کے ایک مخلص دوست نے اڑھائی گنا اضافے کے ساتھ اپنا وعدہ لکھوایا اور اپنے آفس کے لئے روانہ ہو گئے۔ جب یہ وہاں گئے۔ کچھ ہی دیر کے بعد موصوف نے سیکرٹری صاحب تحریک جدید کو فون کیا اور بتایا کہ وعدہ لکھوا کر مسجد سے باہر نکلتے ہی مجھے اپنے کاروبار میں مزید منافع ہونے کی اطلاع ملی ہے۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ زائد منافع یقیناً اللہ تعالیٰ کے خاص فضل اور تحریک جدید کی برکت سے ہوا ہے۔ لہٰذا آپ میرا وعدہ دوگنا کر دیں۔ اڑھائی گنا اضافہ پہلے ہی وہ کر چکے تھے اب اس کو بھی دوگنا کر دیا اور اللہ کے فضل سے مکمل ادائیگی کر دی۔

اسی طرح کیرالہ انڈیا کے مربی صاحب لکھتے ہیں کہ ایک جماعت کے ایثار پیشہ مخلص دوست نے گزشتہ سال اپنا تحریک جدید کا چندہ دوگنا اضافے کے ساتھ ادا کیا تھا اور بفضل تعالیٰ امسال بھی غیر معمولی اضافے کے ساتھ ادائیگی کی ہے۔ موصوف نے بتایا کہ انہوں نے سات سال قبل تیس ہزار روپے کے سرمائے اور صرف تین مزدوروں کے ساتھ کام شروع کیا تھا جبکہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے میری انڈیا، دبئی اور انڈونیشیا میں Ruber Wood Furniture کی آٹھ فیکٹریاں ہیں جن میں پانچ سو سے زائد کاریگر کام کرتے ہیں۔ یہ ترقی جو آپ دیکھ رہے ہیں یہ محض چندوں کی باشرح ادائیگی کی برکت سے ہے۔ موصوف کہتے ہیں کہ مَیں جب بھی چندہ ادا کرتا ہوں خدا تعالیٰ مجھے شام تک اس سے کہیں زیادہ عطا کر دیتا ہے اور مالی تنگی کا سوال ہی نہیں کہ کبھی میں نے محسوس کی ہو۔

وہاں ربوہ میں نائب وکیل المال عزیزم طلحہ احمد ہیں۔ کہتے ہیں۔ کراچی کے دورے پر میں گیا تو کلفٹن کے رہنے والے ایک خادم ہیں ان کو تحریک جدید کی تحریک کی۔ تو انہوں نے کہا آپ خود اضافہ کر دیں۔ بتائیں کتنا اضافہ کروں؟ مَیں نے کہا میرے سامنے تو آپ کے حالات نہیں ہیں۔ صرف حلقے کا ٹارگٹ ہے کہ اتنا ہونا چاہئے۔ جو کچھ آپ بہتر سمجھتے ہیں اپنی آمد کے لحاظ سے اضافہ کر دیں۔ اور ان کو واقعہ سنایا کہ وکیل المال صاحب سندھ دورے پر گئے تھے تو انہوں نے ایک شخص سے اسی طرح کہا تو انہوں نے بھی ان کو یہی کہا تھا کہ آپ اپنے حالات کے مطابق کریں۔ اگر میں کہہ دوں کہ پانچ لاکھ کر دیں تو آپ پانچ لاکھ دے دیں گے؟ بہر حال اس نوجوان نے کہا کہ کیونکہ اس شخص کی مثال دے کے پانچ لاکھ آپ کے منہ سے نکلا ہے تو مَیں پانچ لاکھ روپیہ تحریک جدید میں دیتا ہوں۔ اور ان کے ہاں بچے کی

پیدائش ہونے والی تھی۔ پھر بعد میں آئے اور متوقع بچے کی طرف سے بھی ایک لاکھ روپیہ ادا کر گئے۔

اسی طرح ہماری عورتیں بھی کس طرح قربانیاں دیتی ہیں، امیر صاحب لاہور لکھتے ہیں کہ ایک خاتون نے اپنے کانوں کے طلائی بُندے تحریک جدید میں پیش کئے۔ معاشی تنگی کی وجہ سے پہلے ہی ان کا سب زیور بک چکا تھا اور ان کی بہن نے ان کو بڑے چاؤ سے یہ بُندے بنوا کر دیئے تھے اور وعدہ لیا تھا کہ کسی گھریلو ضرورت کے لئے تم یہ فروخت نہیں کروگی۔ لیکن موصوفہ نے یہ چندہ تحریک جدید میں دینے کے بعد کہا کہ میں نے اپنی ضرورت کے لئے تو نہیں کئے خدا کی راہ میں دیئے ہیں اور اللہ تعالیٰ سب ضروریات پوری کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے ان کے مال میں بھی برکت پڑے اور ان کی قربانی قبول ہو۔ ویسے انتظامیہ کو بھی ایسے لوگوں کا خیال رکھنا چاہئے ان کے جیسے حالات ہوں ان کو اتنا مجبور بھی نہیں کرنا چاہئے۔ بعض دفعہ سیکرٹریان مال بھی یا سیکرٹریان تحریک جدید بھی لوگوں کے پیچھے پڑ جاتے ہیں۔ ان کے حالات دیکھ کے ان سے وصول کیا کریں۔

نیشنل سیکرٹری تحریک جدید جماعت جرمنی نے ایک مقروض دوست کا واقعہ لکھا ہے کہ انہوں نے تحریک جدید میں خصوصی وعدہ کر دیا اور اللہ تعالیٰ نے اتنی آمد بڑھا دی کہ قرض بھی ادا ہو گیا اور انہیں نیا مکان خریدنے کی بھی توفیق عطا فرمائی جو ان کے لئے بظاہر ناممکن تھا اور کہتے ہیں کہ میں پینتیس سال سے جرمنی میں رہ رہا ہوں کبھی اتنی آمد نہیں ہوئی۔ اللہ تعالیٰ نے نہ صرف مجھے قرض سے نجات عطا فرمائی بلکہ اڑھائی ماہ میں چالیس ہزار یورو آمد بھی بڑھ گئی۔ آمد بھی عطا ہوئی۔ منافع بھی عطا ہوا۔

تحریک جدید کے سیکرٹری صاحب ایک خاتون کا لکھتے ہیں کہ میں تحریک جدید میں کچھ نہایت عاجزی سے پیش کرتی ہوں اور یہ ہے کہ میرا نام کسی کو نہ بتایا جائے کہ میں نے کیا دیا۔ (یہ نام نہ ظاہر کریں لیکن ان کی قربانی تو بہرحال ہے) کہ مَیں صرف اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتی ہوں۔ اور بہت سا زیور اور نقدی انہوں نے پیش کی۔ اور یہ کہا کہ دعا کریں کہ مجھے اپنے بیٹے کے لئے جو نیک خواہشات ہیں اللہ تعالیٰ وہ پوری کرے۔ اللہ تعالیٰ ان کی خواہشات پوری فرمائے۔

سوئٹزرلینڈ سے مبلغ انچارج لکھتے ہیں کہ بیٹم ریڈزیپی (Betim Redzepi) صاحب ہمارے ایک مقدونین نژاد سوئس ہیں۔ پچھلے سال انہوں نے اکتوبر میں بیعت کی تھی۔ تحریک جدید کے سال ختم ہونے میں صرف پانچ دن باقی تھے۔ جماعت میں داخل ہوتے ہی انہوں نے ایک ہزار سوئس فرانک کی غیر معمولی رقم بغیر وعدے کے تحریک جدید میں ادا کر دی اور اگلے سال کا وعدہ بھی ایک ہزار لکھوا

دیا۔ پھر دوران سال جب انہیں مالی قربانی کی اہمیت کا پتا چلا تو انہوں نے اپنا وعدہ دوگنا کر دیا اور تحریک جدید کے ساتھ ساتھ وقف جدید میں بھی دو ہزار فرانک کا وعدہ لکھوا دیا۔ موصوف جس کمپنی میں کام کرتے ہیں اس نے انہیں ایک ایسے کورس کی آفر کر دی جو بہت مہنگا ہوتا ہے۔ یہ کمپنی بالعموم صرف ان ملازمین کو ہی کورس کرواتی ہے جن کے پاس تجربہ ہو اور جن کی عمر 35 سال سے زائد ہو۔ اور بہت سے لوگ یہ کورس کرنے کی خواہش رکھتے ہیں لیکن انہیں یہ موقع نہیں ملتا۔ وہ کہتے ہیں کہ میری عمر تئیس سال ہے اور میں نے اس کورس کے بارے میں سوچا بھی نہ تھا لیکن کمپنی نے خود مجھے یہ کورس کروانے کی آفر کر دی۔ یقیناً یہ مالی قربانی کی برکت کا پھل ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھے عطا فرمایا۔

پس یہ جو یورپ میں بھی نئے آنے والے ہیں ان کو بھی اللہ تعالیٰ اس طرح اپنی ہستی کا یقین دلاتا ہے۔ اسی طرح ایک مقدونین سوئس احمدی بیکم (Bekim) صاحب ہیں۔ کہتے ہیں مَیں جس کمپنی میں کام کرتا ہوں اس کا مالک بہت بخیل اور تنگدل انسان ہے۔ کسی کو پیسے دینا اس کے لئے بہت مشکل ہے۔ ورکرز (Workers) کو بہت تھوڑی تنخواہ دیتا ہے اور ورکر اکثر تنخواہ بڑھانے کا مطالبہ کرتے رہتے ہیں اور یا تو وہ مطالبات نظر انداز کر دیتا ہے یا ٹال مٹول سے کام لیتا ہے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ اس مالک نے مجھے اپنے دفتر بلایا اور کہا کہ مَیں تمہاری تنخواہ بڑھانا چاہتا ہوں۔ اس پر میں نے حیران ہو کر پوچھا کہ آپ تو اس معاملے میں بڑا سخت رویہ رکھتے ہیں۔ پھر آپ نے از خود میری تنخواہ بڑھانے کا کیوں سوچا ہے۔ اس پر مالک کہنے لگا مجھے نہیں علم لیکن یہ بات میرے دل میں بڑے زور سے آئی ہے اور کافی عرصے سے مَیں نے تمہاری تنخواہ نہیں بڑھائی۔ اس لئے مجھے تمہاری تنخواہ میں اضافہ کر دینا چاہئے۔ یہ کہتے ہیں کہ بغیر کسی ظاہری وجہ کے میری تنخواہ میں اضافہ ہو گیا۔ مَیں سمجھتا ہوں کہ یہ صرف اور صرف مالی قربانی کا نتیجہ ہے۔

یہاں نصیر دین صاحب لندن کے ریجنل امیر ہیں۔ یہ ایک دوست کا واقعہ لکھتے ہیں کہ ایک احمدی دوست نے بتایا کہ اللہ تعالیٰ سے بہت دعا کی کہ چندہ تحریک جدید کے سلسلے میں میری مدد فرما۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ خیال میرے دل میں ڈالا گیا کہ دفتر جاتے ہوئے ٹرین پر جانے کی بجائے بس پر سفر کیا کروں۔ اس طرح مجھے مفت سفر کی سہولت ملے گی اور کافی بچت بھی ہو جائے گی۔ بس میں سفر کرنے میں اگرچہ نصف گھنٹہ زیادہ لگتا ہے لیکن میں نے فوری طور پر اس کے مطابق عمل شروع کر دیا۔ اس طرح روزانہ دو پاؤنڈ کی بچت ہونے لگی اور سال بھر میں وہ ایسا کرتے رہے اور کُل چار سو پاؤنڈ کی بچت ہوئی جو تحریک جدید میں چندہ ادا کر دیا تو اس طرح بھی لوگ سوچتے ہیں۔

یہیں لندن میں ہی ایک صاحب کے گھر ڈکیتی ہوئی سارا گھر کا مال لوٹ لیا گیا۔لیکن ایک ہزار پاؤنڈ جو انہوں نے چندہ تحریک جدید کے لئے رکھا ہوا تھا وہ محفوظ رہا۔ وہ انہوں نے آ کر ادا کر دیا کہ یہ کیونکہ چندے کی رقم تھی جو چوری ہونے سے بچ گئی اس لئے مَیں پیش کر رہا ہوں۔ پس چوروں سے احتیاط بھی ضروری ہے کیونکہ آجکل پولیس بھی خاص طور پر ایشینز کو ہوشیار کر رہی ہے کہ گھر میں زیور وغیرہ نہ رکھا کریں۔لیکن بعض لوگ ضرورت سے زیادہ احتیاط کرتے ہیں۔ گھروں کو، کھڑکیوں کو، روشن دانوں کو، دروازوں کو تالے لگا کر چابیاں بھی چھپا دیتے ہیں۔اس کی وجہ سے پھر جب خود ان کو باہر نکلنے کی ضرورت پڑتی ہے تو مَیں نے سنا ہے کہ بعض بیوی بچے پھر مشکل میں گرفتار ہوتے ہیں کہ کس طرح باہر نکلیں۔تو اتنی بھی احتیاط ضروری نہیں۔احتیاط بیشک کریں لیکن ایک مناسب طور پر۔

اسی طرح آسٹریلیا کے مشنری انچارج صاحب لکھتے ہیں کہ گزشتہ دنوں خدام الاحمدیہ کا اجتماع تھا وہاں میں نے خدام اطفال کو تحریک جدید کی طرف توجہ دلائی۔ اطفال کو وہاں واؤچرز کی صورت میں انعامات بھی دیئے گئے۔تو ارسلان اور عاطف اور کامران یہ تین اطفال قابل ذکر ہیں۔ان کو 89 ڈالر کے واؤچر انعام ملے۔ کہتے ہیں کہ تحریک کے بعد ان اطفال نے اپنے جیب خرچ میں سے گیارہ ڈالر کی مزید رقم ملا کے سو ڈالر بنا کر فوری طور پر تحریک جدید میں ادا کر دیئے۔

تو یہ چند واقعات میں نے بہت سے واقعات میں سے بیان کئے ہیں اور صرف پرانے احمدی قربانیاں نہیں دے رہے بلکہ نومبائعین بھی، بچے بھی اور عورتیں بھی جیسا کہ مَیں نے کہا افریقہ میں بھی، یورپ میں بھی حیرت انگیز طور پر قربانیاں دے رہے ہیں اور ان کی قربانی کے اس جذبے کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔

ایک مربی صاحب نے مجھے لکھا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب چندہ عام لیا جاتا ہے تو پھر یہ تحریک جدید، وقف جدید کے چندوں کی کیا ضرورت ہے۔خود ہی مربی صاحب نے یہ بھی لکھ دیا کہ یہ جو اعتراض کرنے والے تھے عموماً چندہ عام میں بھی کمزور ہیں اور مسجد میں بھی بہت کم آنے والے ہیں اور چندے بھی نہ دینے والوں میں سے ہیں۔تو اس کا جواب تو اسی میں آ گیا۔ایسے لوگ ہیں جو اس قسم کے اعتراض کرتے ہیں۔لیکن یہ یاد رکھنا چاہئے کہ چندہ عام یقیناً پہلی ترجیح ہے اور ہر کمانے والے کو یہ دینا چاہئے۔اس کے بعد پھر حسب توفیق تحریک جدید اور وقف جدید یا دوسری تحریکات کے چندے دیں۔لیکن نومبائعین کو عادت ڈالنے کے لئے اور بچوں کو عادت ڈالنے کے لئے، نہ کمانے والے مردوں اور عورتوں کو

یہ جو عام مالی قربانی ہے اس میں حصہ ڈالنے کے لئے یہ تحریکات ہیں کیونکہ چندہ عام ان کے لئے ضروری نہیں ہے۔ لیکن یہ بھی واضح ہو کہ اشاعت اسلام کے کاموں میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وسعت پیدا ہو رہی ہے اور ہوتی چلی جا رہی ہے۔ اس کے لئے بہرحال ہمیں مالی قربانیوں کی طرف بھی توجہ دینی پڑے گی اور دینی چاہئے۔ یہ ایک آدھ معترضین جو ہوتے ہیں بعض دفعہ کسی جماعت میں بھی دوسروں کے دماغوں میں بھی زہر بھرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ ان کی معلومات کے لئے صرف مَیں اتنا بتا دیتا ہوں کہ اس وقت اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے نے دنیا کے تمام ممالک کو کور (cover) کیا ہوا ہے اور دس سیٹلائٹس کے ذریعہ سے ایم ٹی اے کی نشریات نشر ہو رہی ہیں۔ صرف ان سیٹلائٹس کا خرچ علاوہ ایم ٹی اے کے دوسرے اخراجات سٹوڈیو، عملہ، سامان وغیرہ کے اتنے زیادہ ہیں کہ جب غیروں کے سامنے یہ بتایا جائے کہ اس طرح ہمارے سیٹلائٹس چل رہے ہیں اور بغیر کسی اشتہار کے چل رہے ہیں اور مالی قربانیوں سے چل رہے ہیں تو ان کے لئے ایک حیرت ہوتی ہے کہ یہ کس طرح ہو سکتا ہے۔ گو ایم ٹی اے کے لئے بھی بعض جماعتیں چندہ دیتی ہیں، لوگ بھی دیتے ہیں لیکن اخراجات کے مقابلے میں وہ آمد بالکل معمولی ہے اور دوسری مدّات سے پھر (ضروریات) پوری کی جاتی ہیں۔ اسی طرح ہم ایم ٹی اے کے لئے اب مختلف ممالک میں سٹوڈیوز بھی بنا رہے ہیں۔

پھر اس سال صرف جو مساجد اور سکول اور ہاسپٹل تعمیر کئے گئے یا مرکزی طور پر ان کے اخراجات کئے گئے، مقامی طور پر نہیں، جو مقامی اخراجات ہیں وہ اس کے علاوہ ہیں، مرکزی طور پر جو اخراجات کئے گئے ہیں وہی تقریباً اس کُل رقم کے برابر ہیں جو اس سال تحریک جدید کی رقم ہے۔ چندہ عام اور وقف جدید علیحدہ ہے۔ صرف تعمیری اخراجات اور دوسرے بے شمار اخراجات ہیں۔ بہرحال یہ تو میں نے ایک معمولی سا خاکہ کھینچا ہے۔ اگر کسی کے دل میں اعتراض ہے تو بیشک ہوتا رہے۔ ہمیں پتا ہے اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے نظام کے تحت اخراجات کئے جاتے ہیں اور کوشش کی جاتی ہے کہ جتنا بچایا جائے رقم بچائی جائے اور صحیح طور پر خرچ ہو۔ جماعتوں کو بھی مزید احتیاط کرنی چاہئے تا کہ ہم زیادہ سے زیادہ بچت کر کے اللہ تعالیٰ کے کاموں کو مزید وسعت دے دیں۔ کم سے کم رقم میں زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا سکیں۔

جیسا کہ مَیں نے بتایا کہ یہ تو اللہ تعالیٰ خود مومنین کے دل میں ڈالتا ہے کہ قربانی کرو۔ یہ چند مثالیں مَیں نے دی تھیں۔ ہماری کوشش تو اس کا عُشر عشیر بھی نہیں ہوتی۔ یہ تحریک اللہ تعالیٰ اس لئے فرماتا ہے کیونکہ اسے پتا ہے کہ دینی ضروریات کیا ہیں اور خود تیار کرتا ہے جیسا کہ میں نے مثال بھی دی تھی کہ

افریقہ کے ایک دور دراز ملک میں بیٹھے ہوئے شخص کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود توجہ دلائی ہے۔ اللہ تعالیٰ تو ہمیں ثواب میں حصہ دار بنا رہا ہے اور ایک نیکی جو ہے اسی سے پھر اگلی نیکیوں کے رستے بھی کھلتے چلے جاتے ہیں۔

جیسا ہم جانتے ہیں تحریک جدید کا سال نومبر میں شروع ہوتا ہے اب میں اس وقت گزشتہ سال کی رپورٹ اور نئے سال کا اعلان کروں گا۔ یہ سال تحریک جدید کا اسّی واں (80) سال تھا جو 31/اکتوبر 2014ء کو ختم ہوا اور رپورٹس کے مطابق اس سال میں چوراسی لاکھ ستّر ہزار آٹھ سو پاؤنڈ کی مالی قربانی جماعت نے دی۔ الحمد للہ۔ یہ وصولی گزشتہ سال کے مقابلے پہ چھ لاکھ ایک ہزار کچھ سو زیادہ ہے۔ اور پاکستان باوجود اپنے حالات کے اس دفعہ بھی پہلے نمبر پر رہی ہے۔ پاکستان والے مالی قربانیوں میں بھی بڑھے ہوئے ہیں اور جان کی قربانیوں میں بھی بڑھے ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے حالات ایسے کرے کہ اللہ تعالیٰ جلد آسانیاں پیدا فرمائے اور انہیں سکون نصیب فرمائے اور وہاں بھی ایسے حالات پیدا ہوں کہ جماعت کی تبلیغ کے بھی راستے مزید کھلتے چلے جائیں۔

پاکستان کے علاوہ باہر کی جو دس جماعتیں ہیں ان میں جرمنی پہلے نمبر پر ہے۔ برطانیہ دوسرے نمبر پر۔ پچھلے سال یو۔کے کا تیسرا نمبر تھا۔ اب دوسرے نمبر پر آ گئے ہیں۔ امریکہ تیسرے نمبر پر۔ کینیڈا چوتھے پہ، انڈیا پانچویں پہ، آسٹریلیا چھٹے پہ، انڈونیشیا ساتویں پہ، آسٹریلیا بھی ایک نمبر اوپر آ گیا اور انڈونیشیا پیچھے چلا گیا۔

اس کے علاوہ مڈل ایسٹ کی دو جماعتیں ہیں۔ پھر سوئٹزرلینڈ، گھانا اور نائیجیریا ہیں۔

پہلی دس جماعتوں میں کرنسی کے لحاظ سے وصولی میں جو اضافہ ہے وہ گھانا نمبر ایک پہ ہے۔ انہوں نے مقامی کرنسی کے حساب سے تقریباً پچاس فیصد اضافہ کیا ہے۔ آسٹریلیا نمبر دو پر ہے۔ انہوں نے چوالیس فیصد۔ پھر کچھ مڈل ایسٹ کی جماعتیں ہیں سترہ فیصد۔ سوئٹزرلینڈ تقریباً پندرہ فیصد۔ پاکستان چودہ فیصد۔ یو کے تقریباً پونے چودہ فیصد۔ انڈونیشیا ہے۔ پھر بھارت اور جرمنی برابر ہیں۔ کینیڈا ان دس جماعتوں میں آخری نمبر پہ ہے۔

فی کس ادائیگی کے لحاظ سے امریکہ پہلے نمبر پر اور سوئٹزرلینڈ دوسرے نمبر پر اور آسٹریلیا تیسرے نمبر پہ ہے۔

گزشتہ چند سالوں سے، دو تین سال سے میں توجہ دلا رہا ہوں کہ تحریک جدید میں اور وقف جدید

میں تعداد میں اضافہ ہونا چاہئے۔ یہ نہ دیکھیں کہ رقم بڑھتی ہے کہ نہیں۔ رقم تو خود بخود بڑھ جاتی ہے، مخلصین کی تعداد میں اضافہ ہونا چاہئے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال یہ کل تعداد بارہ لاکھ گیارہ ہزار سات سو ہو گئی ہے اور گزشتہ چار سال میں اس تعداد میں جو نئے شامل ہوئے ہیں تقریباً چھ لاکھ کا اضافہ ہوا ہے۔ اور ان میں بھی بعض جماعتیں اچھا کام کر رہی ہیں جن میں کبابیر نمبر ایک پر ہے۔ بینن ہے۔ نائیجر ہے۔ گیمبیا ہے۔ سینیگال ہے۔ کیمرون ہے۔ گنی کناکری ہے۔

افریقہ میں مجموعی وصولی کے لحاظ سے گھانا نمبر ایک پر ہے۔ اس کے بعد نائیجیریا۔ پھر ماریشس۔ برکینا فاسو۔ تنزانیہ۔ بینن۔ گیمبیا۔ کینیا۔ سیرالیون۔ یوگنڈا ہے۔

دفتر اوّل کے کھاتے: اللہ کے فضل سے اس میں سے پانچ ہزار نو سو ستائیس افراد ہیں۔ دفتر کے ریکارڈ کے مطابق ایک سو پانچ اللہ تعالیٰ کے فضل سے حیات ہیں۔ باقی وفات یافتگان کے پانچ ہزار آٹھ سو بائیس کھاتے ان کے ورثاء یا دوسرے جماعتی مخلصین نے جاری کئے ہوئے ہیں۔

قربانی کے لحاظ سے پاکستان میں جو تین بڑی شہری جماعتیں ہیں ان میں اوّل لاہور ہے۔ دوم ربوہ ہے۔ سوم کراچی ہے۔

پاکستان کے جو اضلاع ہیں ان میں دس اضلاع۔ سیالکوٹ نمبر ایک ہے۔ فیصل آباد۔ پھر سرگودھا۔ گوجرانوالہ۔ عمرکوٹ۔ گجرات۔ بدین۔ نارووال۔ ٹوبہ ٹیک سنگھ۔ قصور اور ننکانہ صاحب۔

جرمنی کی جو پہلی دس جماعتیں ہیں ان میں روئیڈر مارک۔ نوئیس۔ فلوٗرز ہائم۔ مہدی آباد۔ درائے ایش۔ وُرس برگ۔ نیڈا۔ بروخسال۔ مارک برگ۔ نوئے ویڈ۔

لوکل عمارتیں جو ہیں ان میں ہیمبرگ۔ فرینکفرٹ۔ گراس گراؤ۔ ڈارمشٹڈ۔ ویزبادن۔ من ہائیم۔ آفن باخ۔ ڈیٹسن باخ۔ موئرفیلڈن۔ والڈورف۔ ریڈشٹڈ۔

وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کی پہلی دس جماعتیں۔ مسجد فضل۔ ووسٹر پارک۔ نیو مالڈن۔ ویسٹ ہل۔ ماسک ویسٹ۔ برمنگھم سینٹرل۔ چیم۔ رینز پارک۔ جلنگھم۔ بیت الفتوح نمبر دس پہ ہے۔

چھوٹی جماعتوں والے کہتے ہیں ہمارا بھی بتایا کریں تو لمنگٹن سپا نمبر ایک پر ہے۔ پھر بورن متھ ہے۔ وولور ہیمپٹن ہے۔ سپین ویلی ہے اور کوئنٹری ہے۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے برطانیہ کے پانچ ریجنز لنڈن۔ مڈلینڈز۔ نارتھ ایسٹ۔ ساؤتھ۔ اور مڈل سیکس ہیں۔

مجموعی وصولی کے لحاظ سے امریکہ کی پہلی پانچ جماعتیں سلیکون ویلی۔ لاس اینجلس ایسٹ۔ ڈیٹرائٹ۔ سی ایٹل (Seattle)۔ ہیرس برگ ہیں۔

کینیڈا کی لوکل امارات میں نمبر ایک کیلگری۔ پیس ویلج۔ وان اور وینکوور۔ اور وصولی کے لحاظ سے پانچ قابل ذکر جماعتیں ایڈمنٹن۔ آٹوا۔ ڈرہم۔ سسکاٹون۔ ساؤتھ ملٹن۔ جارج ٹاؤن اور لائیڈ منسٹر ہیں۔

انڈیا کے پہلے دس صوبہ جات۔ کیرالہ نمبر ایک۔ تامل ناڈو۔ کرناٹک۔ آندھرا پردیش۔ جموں وکشمیر۔ اڑیسہ۔ بنگال۔ پنجاب۔ دہلی اور لکشدیپ۔ پہلی دس جماعتیں۔ نمبر ایک کیرولائی۔ نمبر دو کالی کٹ۔ پھر حیدرآباد۔ پھر قادیان۔ کنانور ٹاؤن۔ پینگاڈی۔ سولور۔ کولکتہ۔ چنائی۔ بنگلور۔

آسٹریلیا کی پہلی دس جماعتیں۔ بلیک ٹاؤن۔ ملبرن۔ ایڈیلیڈ۔ مارزڈن پارک۔ کینبرا۔ ماؤنٹ ڈرواِٹ۔ برسبین۔ تسمانیا۔ پرتھ اور ڈارون۔

اللہ تعالیٰ ان سب کی مالی قربانیاں قبول فرمائے۔ ان کے اموال ونفوس میں بے انتہا برکت عطا فرمائے اور جماعتی نظام کو بھی توفیق عطا فرمائے کہ ان اموال کو صحیح رنگ میں خرچ کرنے والے ہوں۔

نمازوں کے بعد مَیں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو ہمارے مقامی معلم اور مبلغ مکرم الحاج یوسف ایڈوسئی صاحب گھانا کا ہے جو 2 نومبر کی شب پونے بارہ بجے کماسی میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ 2 نومبر کی صبح یہ بولگا ٹانگا (Bolgatanga) جماعت کی دعوت پر ان کی ریجنل مسجد کی تعمیر میں رہنمائی کی غرض سے کماسی سے کافی فاصلے پر بولگا گئے۔ کوئی پانچ چھ سو کلومیٹر ہے۔ پھر ٹمالہ ریجن میں نومبائعین کے لئے ایک زیر تعمیر مسجد کا دورہ کیا۔ پھر اب آپ نے ٹمالے میں رات گزارنی تھی لیکن آپ نے اصرار کیا کہ واپس کماسی جانا ہے۔ کماسی میں رہتے ہیں۔ اور وہاں شہر میں داخل ہونے سے پہلے ان کو کچھ پیشاب کی حاجت ہوئی۔ تکلیف ہوئی لیکن ضعف بڑھ گیا تھا۔ ڈرائیور نے بڑی مشکل سے ان کی کار سے اُترنے میں مدد کی۔ بہرحال اس کے بعد انہوں نے کہا کہ مجھے پیٹ میں درد ہے اور جلدی چلو۔ اپنے گھر پہنچ گئے۔ گھر پہنچ کے بجائے کمرے میں جانے کے وہیں برآمدے میں ہی تکیہ منگوا کے لیٹ گئے اور پیٹ درد کی دوبارہ شکایت کی۔ گھر والے ان کو فوراً ہسپتال لے گئے۔ اس وقت آپ ہوش میں تھے۔ ڈاکٹر کو کہنے لگے کہ مجھے سلا دو۔ لیکن جب معائنہ شروع کیا تو اس وقت ان پر نزع کی کیفیت طاری ہو چکی تھی اور اسی دوران آپ کی وفات ہو گئی جس پر ڈاکٹر نے بچوں کو کہا کہ میں آپ کے

والد کو پہلے سے نہیں جانتا لیکن ان کی موت کو دیکھ کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ ایک عظیم انسان تھے۔

15/دسمبر 1942ء کو کماسی میں عیسائی گھر میں پیدا ہوئے اور مذہب کی طرف بچپن سے غیر معمولی رجحان تھا۔ کہتے ہیں ایک مرتبہ ویسٹ ریجن میں اپنے چچا کے ہمراہ رہتے ہوئے وہیں تعلیم حاصل کر رہے تھے کہ خیال آیا کہ اگر دنیا کی تمام رنگینیاں اور دولت حاصل کر لوں تو مجھے کیا فائدہ ہوگا اگر خدا مجھ سے راضی نہ ہو۔ بہرحال چچا کا کیونکہ سینما کا کاروبار تھا اور اس کی وجہ سے ان کو بھی فلمیں وغیرہ دیکھنے کی عادت پڑ رہی تھی تو اس پہ ان کو بڑی کراہت آئی اور چھوڑ کے آ گئے۔

پھر رومن کیتھولک چرچ میں جا کر انہوں نے دعا کی کہ اے خدا! اگر میرا جینا تیری ناراضگی کا باعث ہوگا تو جس وقت تو مجھ سے راضی ہوگا اس وقت میری جان لے لینا۔ اللہ تعالیٰ نے بھی ان کی دعا ایسی قبول کی۔ پھر ان کو احمدیت قبول کرنے کی توفیق ملی۔ لگتا ہے وہیں موقع پر اللہ تعالیٰ نے دعا قبول کی۔ کہتے ہیں کہ دعا سے فارغ ہو کے جب باہر نکلے تو ایک دوست ان کو باہر ملا اور کہنے لگا جوزف! (ان کا پہلا نام جوزف تھا) کہ مجھے ایک جماعت کی تبلیغ سننے کا اتفاق ہوا ہے جو مجھے پسند آئی ہے اور اب میں اس جماعت میں داخل ہونے کے لئے مشن ہاؤس جا رہا ہوں۔ یوسف ایڈوسئی صاحب کو انہوں نے کہا کہ تم بھی میرے ساتھ جانا پسند کرو گے تو چلو۔ انہوں نے کہا ہاں۔ چنانچہ یہ دونوں کماسی مشن ہاؤس آ گئے جہاں ان کی ملاقات مبلغ سلسلہ سے ہوئی۔ مبلغ نے ان دونوں سے پوچھے بغیر کہ کون بیعت کرنے آیا ہے دونوں کو شرائط بیعت پڑھ کر سنائیں۔ پھر اس کے بعد پوچھا کہ کون بیعت کرنے آیا ہے۔ تو اس کو سنتے ہی یوسف ایڈوسئی صاحب نے بلا تامّل کہا کہ ہم دونوں بیعت کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ آپ احمدیت میں شامل ہو گئے۔ اس وقت آپ کی عمر سولہ سال تھی اور اس کے بعد آپ کو اپنے والدین کی مخالفت کا خاص طور پر باپ کی مخالفت کا سامنا کرنا پڑا لیکن آپ اس بیعت پر قائم رہے اور حق سے پیچھے نہیں ہٹے بلکہ بعد میں معلم بن کے بلکہ اس سے بھی پہلے اپنے والد کو اتنی تبلیغ کی کہ انہوں نے بھی احمدیت قبول کر لی۔

بیس سال کی عمر میں انہوں نے جامعۃ المبشرین گھانا سے تعلیم مکمل کی۔ اس کے بعد ان کی امینہ ایڈوسئی صاحبہ سے شادی ہوئی۔ احمدیت قبول کرنے کے بعد مسلسل روحانی منازل طے کرتے رہے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ شدید بیمار ہو گئے اور ڈاکٹروں نے متفقہ طور پر آپ کو ٹانگ کاٹنے کا مشورہ دیا کہ اس کے علاوہ کوئی حل نہیں۔ بلکہ بعض ڈاکٹروں نے کہا کہ یہ لاعلاج مرض ہے تم زیادہ دیر زندہ بھی نہیں رہ سکتے۔ آخر کہتے ہیں کہ ڈاکٹر علاج کرنے سے تنگ آ جاتے تو کئی مرتبہ مَیں خود درد کا ٹیکہ لگاتا۔ متاثرہ

ٹانگ کو دیکھتا اور کہتا کہ اے میری ٹانگ! میں خدا کا بندہ اور مسیح موعود کا خادم ہوں۔ مَیں نے مختلف جگہوں پر جا کر تبلیغ کرنی ہے اور تُو اس راہ میں روک نہیں بن سکتی۔ میں نے خود بھی ان کو دیکھا ہے تبلیغ کا بے انتہا شوق تھا۔

پھر ان کو حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے علاج کی غرض سے امریکہ بھجوا دیا اور حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ نے ڈاکٹر صاحب کو جو خط لکھا وہ یہ تھا کہ آپ خوش نصیب ہیں کہ آپ یوسف کے علاج میں حصہ لے رہے ہیں۔ یہ مت خیال کریں کہ یوسف آپ کے پاس آئے ہیں بلکہ سمجھیں کہ مَیں خود آپ کے پاس آ گیا ہوں کیونکہ یوسف صاحب مجھے بہت عزیز ہیں اور اس لئے ان کا اتنا ہی خیال رکھیں جتنا آپ میرا رکھ سکتے تھے۔

بہر حال ان کے چار آپریشن تجویز ہوئے جو ڈاکٹر حمید الرحمن صاحب نے کرنے تھے۔ تیسرے آپریشن کے بعد یوسف صاحب نے کہا کہ میں نے آپریشن نہیں کرانا۔ پھر ڈاکٹر صاحب نے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کو لکھا کہ آپریشن نہیں کروانا چاہتے تو انہوں نے کہا کہ نہیں کروانا چاہتے تو ٹھیک ہے نہ کروائیں۔ لیکن انہوں نے اس سے پہلے حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی خدمت میں ایک خط لکھ دیا تھا کہ انہوں نے خواب دیکھی ہے۔ اس بناء پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے بھی کہا کہ اگر یہ نہیں کروانا چاہتے تو نہ کروائیں لیکن یہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے شفایاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان کو شفا دی۔ یوسف صاحب کہتے ہیں کہ مَیں اپنے کمرے میں تھا کہ کشفاً دیکھا کہ کمرے کی دیوار پر ایک آیت لکھی جا رہی ہے اور اس کے پیچھے ایک نامعلوم آواز میں اس آیت کی تلاوت کی آواز آ رہی ہے کہ اِنَّ الَّذِیۡنَ قَالُوۡا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسۡتَقَامُوۡا (حٰم السجدة: 31)۔ تلاوت کے بعد ایک اجنبی آدمی کمرے میں داخل ہوا اور اس نے آپ کے پاس بیٹھ کر آپ کی ٹانگ پر ہاتھ پھیرتے ہوئے کہا۔ یوسف فکر مت کرو۔ یہ بیماری تو ختم ہونے ہی والی ہے اور تم جلد شفایاب ہو جاؤ گے۔ کہتے ہیں نو سال تک بیماری میں مبتلا تھے مگر اس کے بعد ایسا معجزہ ہوا کہ آخر تک، اب تک ان کو دوبارہ اس کے کوئی آثار ظاہر نہیں ہوئے۔ بلکہ مبلغ کوثر صاحب بتاتے ہیں کہ قادیان میں 2005ء میں مجھے ملے۔ کیونکہ انہوں نے امریکہ میں ان کی حالت دیکھی ہوئی تھی تو چھلانگیں لگا کر دکھایا کہ دیکھو میری ٹانگ بالکل ٹھیک ہے۔ کوئی اثر نہیں۔ آپ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اشارہ ملا تھا کہ 63 سال کی عمر میں وفات پا جائیں گے۔ لہٰذا جب 63 سال کے ہونے والے تھے تو اپنی اولاد کو بتایا اور قرآن کریم کی یہ آیت پڑھی کہ اَمۡ کُنۡتُمۡ

شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ (البقرة:134)۔ تو کہتے ہیں کہ میں نے اولاد کو جمع کر کے پوچھا کہ میرے بعد تم کس خدا کی پرستش کرو گے؟ جس طرح یعقوب نے پوچھا تھا اسی طرح اب میں سب سے پوچھتا ہوں کہ کس رب کی عبادت کرو گے؟ اولاد نے جواباً کہا کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں گے۔ آپ نے کہا کہ میری زندگی تمہارے سامنے ہے۔ میں نے اپنی ساری زندگی جماعت کے لئے صَرف کر دی۔ اب میری موت کا وقت قریب آنے والا ہے اور میرا سچا وارث وہی ہو گا جو سب سے زیادہ متقی ہو گا۔ اس کے کچھ دن بعد انہوں نے اپنے بھائی الحاج شریف صاحب کو بتایا کہ جس دن میں 63 سال کا ہوا تھا تو اس دن واقعۃً ملک الموت آیا تھا مگر میں نے کچھ مہلت مانگی اور فرشتے نے کہا ٹھیک ہے۔ کچھ مہلت دے دی جائے گی۔ آپ نے مزید بتایا کہ اگرچہ فرشتہ نے معین طور پر کچھ نہیں بتایا لیکن انہیں لگتا ہے کہ ستّر سال کی عمر کے لگ بھگ انہیں مہلت دے دی جائے گی۔ جب مولانا وہاب آدم صاحب مبلغ انچارج بیمار ہوئے ہیں اور وہاب آدم صاحب کا انتقال ہوا ہے تو پھر کہتے تھے اب عنقریب میری باری آنے والی ہے۔ گھانا کے یہ مخلصین جا رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ جماعت کو مزید مخلصین عطا فرمائے۔ یہاں جلسے پر بھی اس سال آئے ہوئے تھے۔ کچھ بیمار بھی تھے۔ علاج کے لئے ان کو میں نے ڈاکٹروں کو یہاں دکھوایا بھی تھا تو ان کی جلدی یہی تھی کہ نہیں اب میرا خیال ہے مَیں واپس چلا جاؤں تو بہرحال ڈاکٹروں نے بھی یہی کہا کہ علاج تو وہیں بھی ہو سکتا ہے۔

حضرت خلیفۃ المسیح الرابع نے ایک دفعہ یہاں یوکے میں جلسے پر تقریر کے دوران آپ کو بلایا اور آپ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر سٹیج پر فرمایا تھا کہ یوسف مجھے پتا ہے کہ آپ پسند نہیں کرتے کہ آپ کے نیک اعمال سب کے سامنے بیان کئے جائیں مگر آپ کے اعمال خود بخود ظاہر ہو گئے ہیں اور مَیں جماعت کو بتانا چاہتا ہوں کہ آپ بہت نیک اور متقی انسان ہیں۔ اور اس عرصے میں یہ باتیں سن کے مستقل رو رہے تھے۔

جب مَیں پہلی دفعہ 2004ء میں دورے پر گیا ہوں تو وہاں بھی مالی قربانی میں بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے پیش پیش تھے۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے ایک دوائی انہوں نے ایجاد کی تھی۔ جس کی بہت زیادہ مارکیٹنگ ہوئی اور ان کو اس سے کافی منافع ملتا تھا۔ اس سے انہوں نے بہت ساری مساجد تعمیر کروائی ہیں۔ گھانا میں تقریباً چالیس پینتالیس مساجد تعمیر کروائی ہوں گی اور بعض اچھی اچھی مساجد

ہیں۔ بڑی وسیع مساجد ہیں اور اسی طرح تبلیغی سینٹر بھی ہے۔ اس وقت انہوں نے مجھے دکھایا کہ یہ تبلیغ سینٹر بھی ہے اور یہ بھی انہوں نے تعمیر کروایا تھا۔ اس وقت میں نے ان کو کہا تھا کہ آپ دوسروں کو بھی خدمت کا موقع دیں، ہر چیز آپ خود ہی لئے چلے جا رہے ہیں تو بڑی عاجزی سے انہوں نے کہا کہ جب تک اللہ تعالیٰ مجھے توفیق دے رہا ہے اس وقت تک میں کوشش کرتا رہوں گا۔ بہت سادہ، کشادہ دل، مخلص، متقی، صاحبِ کشف، تہجد گزار، نرم خو، اعلیٰ اخلاص سے متصف تھے۔ خلافت سے بیحد محبت کرنے والے انسان تھے۔ کھانے کی بھی بچت کیا کرتے تھے۔ گھر میں ایک دن بہت زیادہ کھانا ضائع ہو گیا۔ انہوں نے دیکھا تو نماز پڑھتے ہوئے رو پڑے۔ وجہ پوچھی تو کہنے لگے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں رزق دیا ہے اور ہم نے اسے ضائع کر دیا ہے۔ اب اللہ تعالیٰ کو کیا جواب دیں گے۔ ان کا ایک بیٹا حافظ اسماعیل احمد ایڈوسئی جامعہ احمدیہ انٹرنیشنل میں شاہد کے سات سالہ کورس میں پڑھ رہا ہے۔ کہتا ہے کہ میں حفظ قرآن مکمل کر کے گھر واپس آیا تو خاکسار کا غیر معمولی احترام کرتے تھے۔ کہتے ہیں ایک دفعہ میرے سے کوئی ایسی حرکت ہو گئی جس سے آپ ناخوش ہوئے تو یوسف صاحب اپنے بیٹے کو مخاطب کر کے کہنے لگے کہ جو قرآن آپ کی یادداشت میں ہے اس قرآن کا احترام کرتے ہوئے میں آپ کو ڈانٹ نہیں سکتا مگر آپ کو بھی چاہئے کہ اس قرآن کا احترام کرتے ہوئے ایسی حرکتیں نہ کریں۔ کہتے ہیں اگر مجھے ڈانٹ دیتے تو مجھ پر اتنا اثر نہ ہوتا جتنا اس بات نے مجھ پر اثر چھوڑا۔ کہتے ہیں میرے والد اور والدہ نے میری تربیت کی کہ مبلغ بنوں اور جب کبھی پیسے لینے جاتا تو تھوڑے پیسے دیتے اور مجھے کہتے کہ تم نے مبلغ بننا ہے اور ہر مبلغ کو چاہئے کہ تھوڑے پیسوں میں اکتفا کرے اور فضول خرچی سے اجتناب کرے۔ باریک باریک باتوں کی طرف مجھے توجہ دلاتے۔ ایک مرتبہ آپ کے ساتھ وضو کر رہا تھا۔ آپ نے مجھ سے پہلے وضو کر لیا اور کہا کہ حافظ صاحب! آپ نے مبلغ بننا ہے اور مبلغین کی بہت ذمہ داریاں ہوتی ہیں اور وقت کم ہوتا ہے اس لئے تھوڑے وقت میں زیادہ کام کرنے کی عادت ڈالیں۔ تو یہ مبلغین کے لئے بھی ایک نمونہ تھے۔ جیسا کہ میں نے کہا تبلیغ بے انتہا کیا کرتے تھے۔ تبلیغ کا بہت شوق، لگن اور تڑپ تھی۔ سادگی بے انتہا کی تھی۔ یہ میں بتا چکا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو بہت زیادہ فراخی بھی عطا فرمائی اور اس سے انہوں نے جماعت پر خرچ کیا۔ مساجد تعمیر کروائیں اور یہ جو آخری سفر تھا یہ بھی جیسا کہ بیان ہوا ہے مسجد کی تعمیر کے لئے ہی اختیار کیا۔ قرآن کریم سے بھی ان کو عشق تھا۔ گھانا کی جو ایک علاقائی زبان چُوئی (Twi) ہے اس میں قرآن کریم کے ترجمے کی بھی ان کو توفیق ملی۔ مالی قربانی میں تو خیر صف اول میں تھے ہی۔ وہاب آدم صاحب کے بیٹے نے لکھا ہے اور بہرحال یہ غیر

معمولی انسان تھے اور سلسلے کا غیر معمولی درد رکھنے والے تھے اور خدمت کا جذبہ اور شوق رکھنے والے تھے۔ ان کے پسماندگان میں اہلیہ اور تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں شامل ہیں۔ اللہ کے فضل سے سب کا جماعت اور خلافت سے مضبوط تعلق ہے۔ انتہائی اخلاص اور وفا کا تعلق ہے۔ ایک بیٹی ان کی فاتحہ صاحبہ تعلیم الاسلام انٹرنیشنل سکول اکرا (Accra) کی ہیڈ ٹیچر ہیں۔ چھوٹا بیٹا جیسا کہ میں نے بتایا جامعہ انٹرنیشنل میں تیسرے سال میں پڑھ رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کی اولاد کو بھی اخلاص و وفا میں بڑھاتا چلا جائے۔ نماز کے بعد جیسا کہ میں نے کہا ان کی نماز جنازہ غائب ادا کی جائے گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 28 نومبر 2014ء تا 04 دسمبر 2014ء جلد 21 شمارہ 48 صفحہ 05 تا 10)

46

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 14 رنومبر 2014ء بمطابق 14 نبوت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج بھی میں حضرت مصلح موعودؓ کے بیان کردہ کچھ واقعات بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی کے مختلف پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہیں اور اسی طرح حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی اپنی زندگی کے بھی بعض پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود اپنے بارے میں فرماتے ہیں کہ ”میں علی طور پر بتلاتا ہوں کہ میں نے حضرت صاحبؑ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام) کو والد ہونے کی وجہ سے نہیں مانا تھا بلکہ جب میں گیارہ سال کے قریب کا تھا تو میں نے مصمّم ارادہ کیا تھا کہ اگر میری تحقیقات میں وہ نعوذ باللہ جھوٹے نکلے تو مَیں گھر سے نکل جاؤں گا مگر مَیں نے ان کی صداقت کو سمجھا اور میرا ایمان بڑھتا گیا۔ حتی کہ جب آپ فوت ہوئے تو میرا یقین اور بھی بڑھ گیا۔“

(سوانح فضل عمر جلد اوّل صفحہ 96)

پھر آپ نے بتایا کہ ”جب میں نے دستی بیعت کی تو میرے احساس قلبی کے دریا کے اندر دس سال کی عمر میں ایسی حرکت پیدا ہوئی کہ جو بیان نہیں کی جا سکتی۔“

(ماخوذ از یاد ایام، انوار العلوم جلد 8 صفحہ 365)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس بات کی طرف (اشارہ کرتے ہوئے) کہ کس طرح وہ دعاؤں کی ترغیب دیا کرتے تھے، بچپن میں ہی دعاؤں کی طرف توجہ دلایا کرتے تھے، encourage کیا کرتے تھے۔ ایک جگہ آپ بیان کرتے ہیں کہ: ”خدا کا فرستادہ مسیح موعود علیہ السلام جسے اللہ تعالیٰ نے

فرمایا تھا اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِكَ اِلَّا فِیْ شُرَکَائِكَ۔ جس سے وعدہ تھا کہ میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا، سوائے ان کے جو شرکاء کے متعلق ہوں‘‘۔ (فرماتے ہیں کہ) ’’وہ ہنری مارٹن کلارک والے مقدمہ کے موقع پر مجھے جس کی عمر صرف نو سال کی تھی دعا کے لئے کہتا ہے۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کو نو سال کی عمر میں دعا کے لئے کہتے ہیں۔) گھر کے نوکروں اور نوکرانیوں کو بھی کہتا ہے کہ دعائیں کرو۔ پس جب وہ شخص جس کی سب دعائیں قبول کرنے کا اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہوا تھا، دوسروں سے دعائیں کرانا ضروری سمجھتا ہے......‘‘

(خطبات محمود جلد 14 صفحہ 131)

(تو پھر باقیوں کو کتنا اس طرف توجہ دینی چاہئے۔) یہ جو الہام ہے اُجِیْبُ کُلَّ دُعَائِكَ اِلَّا فِیْ شُرَکَائِكَ۔ اس کا شاید بعضوں کو پتا نہ ہو۔ یہ آپ ایک مقدمے کے بارے میں دعا کر رہے تھے جو آپ کے شرکاء یعنی بعض قریبیوں نے آپ کی، آپ کے خاندان کی جائیداد میں حصہ دار بننے کے لئے کیا تھا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بھائی مرزا غلام قادر صاحب مرحوم ان کی طرف سے، اپنے خاندان کی طرف سے یہ مقدمہ لڑ رہے تھے۔ دوسری طرف ایک گورنمنٹ کے افسر بھی تھے جو اُن کے عزیزوں میں سے بھی تھے۔ بہرحال مرزا غلام قادر صاحب کو یہ یقین تھا کہ مقدمہ ہمارے حق میں ہو گا۔ جائیداد ہمارے قبضے میں ہے اور پشتوں سے ہمارے قبضے میں ہے لیکن جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے دعا کی تو آپ کو یہ الہام ہوا جس کا ترجمہ یہ ہے کہ ساری دعائیں قبول کروں گا مگر جو شرکاء کے متعلق ہیں یہ نہیں۔

اس پر آپ نے اپنے خاندان کو کہا کہ بلاوجہ وکیلوں پہ، مقدموں پہ رقم نہ ضائع کرو مقدمہ ہار جاؤ گے۔ لیکن آپ کے بھائی کو بڑا یقین تھا۔ بہرحال لوئر کورٹ میں مقدمہ کا فیصلہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بھائی کے حق میں ہوا۔ پھر دوبارہ اپیل ہوئی چیف کورٹ میں اور چیف کورٹ میں یہ مقدمہ ہار گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ کس طرح ہو سکتا تھا کہ یہ مقدمہ جیتتے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے واضح طور پر فرما دیا تھا۔

(ماخوذ از حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 254-255)

یہاں دعاؤں کے حوالے سے آگے ایک اور بات بھی حضرت مصلح موعودؓ نے فرمائی۔ لیکن وہ بات آپ ڈاکٹروں کو سمجھا رہے تھے۔ یہاں تو ڈاکٹروں کی ٹیم بیٹھ جاتی ہے اگر کوئی ایسا سنجیدہ معاملہ

ہو۔ اب پاکستان میں بھی یا دوسرے ممالک میں بھی اسی طرح صورتحال ہے۔ لیکن بعض دفعہ بعض ڈاکٹر جو ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ ہم کسی مریض کا علاج کر رہے ہیں تو ہمارا ہی علاج ہونا چاہئے۔ کسی اور مشورے کی ضرورت نہیں ہے۔ حضرت سارہ بیگم صاحبہؓ جو حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی اہلیہ تھیں ان کے بچہ کی پیدائش کے وقت ان کی وفات بھی ہوگئی تھی اس وقت کے بارے میں آپ نے بیان کیا کہ ڈاکٹروں کو چاہئے کہ مشورہ کرتے۔ اگر اس صورت میں مشورہ ہوتا تو شاید ایک جان بچائی جاسکتی تھی۔ اس لئے آپ نے فرمایا کہ اگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام جن کی اللہ تعالیٰ نے تمام دعائیں قبول کرنے کا وعدہ فرمایا تھا وہ دوسروں کو دعا کے لئے بھی کہتے تھے تو باقی لوگ جو ہیں انہیں اپنے اپنے پیشے میں اگر کہیں مشورے کی ضرورت ہو اور دعاؤں کی ضرورت ہو تو ضرور اس پر عمل کرنا چاہئے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 14 صفحہ 131-132)

اپنے بارے میں ایک اور بات بیان فرماتے ہیں "ڈاکٹر محمد حسین شاہ صاحب کے مکان پر اس سفر میں کہ جس میں حضرت مسیح موعودؑ فوت ہوئے۔ ایک دفعہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کسی ہندو پنشنر سیشن جج کی آمد کی خبر دینے آئے جو بغرض ملاقات آئے تھے۔ آپؑ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام) نے اس وقت ان سے کہا کہ میں بھی بیمار ہوں مگر محمود بھی بیمار ہے۔ مجھے اس کی بیماری کا زیادہ فکر ہے۔ آپ اس کا توجہ سے علاج کریں"۔

(اصلاح نفس، انوار العلوم جلد 5 صفحہ 456)

اپنی بیماری کو بھول گئے اور آپ کو پتا تھا کہ یہ بیٹا جو ہے مصلح موعود بننے والا ہے اس لئے آپ کو فکر ہوئی۔

دیوار کا ایک مقدمہ بڑا مشہور مقدمہ ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں لڑا گیا جس میں آپ کے خاندان کے مخالفین نے مسجد کے راستے پہ دیوار کھڑی کر دی اور راستہ بند کر دیا۔ اس کے بارے میں بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ "میں بچہ تھا لیکن مجھے خوب یاد ہے یہاں ہمارے ہی بعض عزیز راستہ میں کیلے گاڑ دیا کرتے تھے تا کہ جب مہمان نماز پڑھنے آئیں تو رات کی تاریکی میں ان کیلوں کی وجہ سے ٹھوکر کھائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوتا اور اگر کیلے اکھاڑے جاتے تو وہ لڑنے لگ جاتے۔ اسی طرح مجھے خوب یاد ہے کہ مسجد مبارک کے سامنے دیوار مخالفوں نے کھینچ دی تھی۔ بعض احمدیوں کو جوش بھی آیا اور انہوں نے دیوار کو گرا دینا چاہا مگر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

فرمایا ہمارا کام صبر کرنا اور قانون کی پابندی اختیار کرنا ہے۔ پھر مجھے یاد ہے میں بچہ تھا اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے بچپن سے ہی مجھے رؤیائے صادقہ ہوا کرتے تھے۔ مَیں نے خواب میں دیکھا کہ دیوار گرائی جا رہی ہے اور لوگ ایک ایک اینٹ کو اٹھا کر پھینک رہے ہیں۔ اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے کچھ بارش بھی ہو چکی ہے۔ اسی حالت میں مَیں نے دیکھا (خواب میں) کہ مسجد کی طرف حضرت خلیفہ اول تشریف لا رہے ہیں۔ (آپ فرماتے ہیں کہ) جب مقدمہ کا فیصلہ ہوا اور دیوار گرائی گئی تو بعینہٖ ایسا ہی ہوا۔ اس روز کچھ بارش بھی ہوئی اور درس کے بعد حضرت خلیفہ اول جب واپس آئے تو آگے دیوار توڑی جا رہی تھی۔ مَیں بھی کھڑا تھا چونکہ اس خواب کا مَیں آپ سے پہلے ذکر کر چکا تھا، اس لئے مجھے دیکھتے ہی آپ (حضرت خلیفۃ المسیح الاول) نے فرمایا۔ میاں دیکھو آج تمہارا خواب پورا ہو گیا۔"

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 206-207)

پھر آپ اسی دَور کی بات کرتے ہوئے ایک جگہ فرماتے ہیں کہ "ایک زمانہ وہ بھی تھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں مخالفین نے مسجد کا دروازہ بند کر دیا اور آپ کئی دفعہ گھر میں پردہ کرا کر لوگوں کو مسجد میں لاتے۔ (یعنی گھر کے اندر سے گزار کے لانا پڑتا تھا) اور کئی لوگ اوپر سے ہو کر آتے (لمبا چکر کاٹ کر)۔ سال یا چھ ماہ تک یہ راستہ بند رہا۔ آخر مقدمہ ہوا اور خدا تعالیٰ نے ایسے سامان کئے کہ دیوار گرائی گئی۔"

(خطبات محمود جلد 20 صفحہ 574-575)

اب جو قادیان جانے والے ہیں وہ دیکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے کشادہ راستے وہاں بنا دیئے گئے ہیں۔

بچوں کی دلداری کے بارے میں ایک جگہ اپنا واقعہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ "مجھے اپنے بچپن کی بات یاد ہے کہ ہماری والدہ صاحبہ کبھی ناراض ہو کر فرمایا کرتیں کہ اس کا سر بہت چھوٹا ہے (یعنی حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کا۔) تو مجھے یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے یہ کوئی بات نہیں۔ راٹیکین جو بہت مشہور وکیل تھا اور جس کی قابلیت کی دھوم سارے ملک میں تھی اس کا سر بھی بہت چھوٹا سا تھا"۔ آپ کہتے ہیں کہ "بڑے سر اس بات پر دلالت نہیں کرتے کہ وہ بہت عقلمند ہیں۔ جو شخص اپنی اولاد کو علم اور عرفان سے محروم کرتا ہے اس کا سر اگرچہ بڑا ہی ہو تب بھی وہ بے عقل ہی ہے۔ جس شخص کا اتنا دماغ ہی نہیں کہ سمجھ سکے خدا اور رسول کیا ہے۔

قرآن کیا ہے۔ وہ عرفان کیا حاصل کر سکتا ہے''۔

(خطبات محمود جلد 2 صفحہ 174)

پس اصل چیز جو ہمیں چاہئے وہ یہ ہے کہ ہم اللہ اور رسول کے احکامات کو سمجھیں، ان پر غور کریں اور ان کی ذات کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ قرآن کریم کو سمجھیں۔ اور یہی حقیقت ہے جس سے دماغ روشن ہوتے ہیں۔

حکومت کی وفاداری کے بارے میں آپ ایک جگہ بیان کرتے ہیں کہ ''جب میں بچہ تھا اور ابھی میں نے ہوش ہی سنبھالا تھا' اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے گورنمنٹ کی وفاداری کا میں نے حکم سنا اور اس حکم پر اس قدر پابندی سے قائم رہا کہ میں نے اپنے گہرے دوستوں سے بھی اس بارے میں اختلاف کیا۔ حتی کہ اپنے جماعت کے لیڈروں سے اختلاف کیا''۔

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 323)

بعض لوگوں کو شوق ہوتا ہے کہ بحث کریں کہ فلاں کام کی وجہ سے ہمیں حکومت کا حکم نہیں ماننا چاہئے۔ سوائے اس کے کہ جہاں شرعی روکیں ڈالنے کی حکومت کوشش کرے، باقی نہیں۔ پھر اس کو آپ آگے ایک جگہ مزید کھول کے فرماتے ہیں کہ ''حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے کہ برطانوی حکومت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے۔ اس کے یہ معنے نہیں کہ انگریز قوم کے افراد بہت نیک اور اسلام کی تعلیم کے قریب ہیں۔ ان میں بھی ظالم، غاصب، فاسق، فاجر اور ہر قسم کا خبث رکھنے والے لوگ موجود ہیں اور دوسری قوموں میں بھی (ہیں)۔ ان میں بھی اچھے لوگ ہیں اور دوسری قوموں میں بھی (ہیں)۔ جو چیز رحمت ہے وہ یہ ہے کہ یہ حکومت افراد کی آزادی میں بہت کم دخل دیتی ہے۔ اور وہ جن جن معاملات میں دخل نہیں دیتی ان میں اسلام کی تعلیم کو قائم کرنے کا ہمارے لئے موقع ہے۔ پس یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ایسی قوم کو ہم پر حاکم مقرر کیا۔ (یہ اس زمانے کی بات ہے جب ہندوستان میں انگریزوں کی حکومت تھی) کہ جو افراد کے معاملات میں بہت کم دخل دیتی ہے......''۔

ابھی گزشتہ دنوں ہماری یہاں کانفرنس ہوئی۔ وہاں ایک پریس کی رپورٹر نے مجھے کہا کہ یہاں بھی وہی حالات ہیں۔ اس کو میں نے یہی جواب دیا تھا کہ مذہب کے معاملے میں یہ حکومت دخل نہیں دیتی۔ اس لئے حالات تو ہم کہہ ہی نہیں سکتے کہ پاکستان جیسے یا کسی اور ایسے ملک جیسے یہاں حالات ہوں جہاں احمدیت پر پابندیاں لگائی گئی ہیں۔ بہر حال آپ فرماتے ہیں کہ ''ہو سکتا ہے کہ اگر نازی یا فیشسٹ لوگ ہم

پر حکمران ہوتے تو وہ دوسرے معاملات میں انگریزوں سے بھی اچھے ہوتے۔ ممکن ہے وہ اللہ تعالیٰ کا خوف ان سے زیادہ رکھنے والے اور زیادہ عدل کرنے والے ہوتے مگر انفرادی آزادی وہ اتنی نہ دیتے جتنی انگریزوں نے دی ہے۔ وہ اشخاص کے لحاظ سے تو اچھے ہوتے مگر سلسلے کے لحاظ سے ہمارے لئے مضر ہوتے۔ (یعنی کسی شخص کے تعلقات کے بارے میں ہوسکتا ہے کہ اچھے ہوتے لیکن بحیثیت مجموعی جماعت کے لحاظ سے وہ مضر ہوتے۔) اور اس کے یہ معنی ہوتے کہ جب تک اسلامی حکومت قائم نہ ہو جاتی اسلامی تعلیم کو قائم کرنے کا دائرہ ہمارے لئے بہت ہی محدود ہوتا اور اسلامی احکام میں سے بہت ہی تھوڑے ہوتے جن کو ہم قائم کر سکتے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے انہی معنوں کے لحاظ سے انگریزی حکومت کو رحمت قرار دیا ہے''۔ لوگ اعتراض کرتے ہیں ناں انگریزوں کا خود کاشتہ پودا تو فرمایا اس لئے رحمت قرار دیا ہے اور اس قوم کی تعریف کی ہے کہ انہوں نے آزادی دی ہے۔ ''...... آپ کا یہ مطلب نہیں کہ انگریز انصاف زیادہ کرتے ہیں بلکہ ہوسکتا ہے کہ انصاف کے معاملہ میں کوئی دوسری حکومت اس سے اچھی ہو۔ قابل تعریف بات یہی ہے کہ اس قوم کے تمدن کا طریق یہ ہے کہ اس نے اپنی حکومت کو انفرادی معاملات میں دخل اندازی کے اختیارات نہیں دیئے''۔

(الفضل 21 جنوری 1938ء صفحہ 4 جلد 26 نمبر 17)

قلم کے جہاد کے بارے میں آپ نے ایک ارشاد فرمایا کہ ''انبیاء کا دل بڑا شکر گزار ہوتا ہے۔ ایک معمولی سے معمولی بات پر بھی بڑا احسان محسوس کرتے ہیں۔ میں نے دیکھا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتابیں جب دن رات چھپتیں تو باوجود اس کے کہ آپ کئی کئی راتیں بالکل نہیں سوتے تھے۔ لیکن جب کوئی شخص رات کو پروف لاتا تو اس کے آواز دینے پر خود اٹھ کر لینے کے لئے جاتے (یعنی کتابت ہو کر آتی تو خود لینے کے لئے جاتے) اور ساتھ ساتھ یہ بھی کہتے جاتے کہ جَزَاكَ اللّٰهُ اَحْسَنَ الْجَزَآء۔ اس کو کتنی تکلیف ہوئی ہے۔ یہ لوگ کتنی تکلیف برداشت کرتے ہیں۔ خدا ان کو جزائے خیر دے۔ حالانکہ آپ خود ساری رات جاگتے رہتے تھے''۔ فرماتے ہیں کہ ''مَیں کئی بار آپ کو کام کرتے دیکھ کر سویا اور جب کہیں آنکھ کھلی تو کام ہی کرتے دیکھا حتی کہ صبح ہو گئی۔ دوسرے لوگ اگرچہ خدا کے لئے کام کرتے تھے لیکن آپ (علیہ السلام) ان کی تکلیف کو بہت محسوس کرتے تھے۔ کیوں؟ اس لئے کہ انبیاء کے دل میں احسان کا بہت احساس ہوتا ہے''۔

(الفضل 19 اگست 1916ء صفحہ 7 جلد 4 نمبر 13)

صحابہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام آپ کے ادب اور آپ کے مقام کا کس قدر لحاظ رکھتے تھے، خیال رکھتے تھے اور اس کے لئے کسی کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں اور یہ واقعہ بیان کر کے آپ نے توجہ دلائی ہے کہ ہمارے نوجوانوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو اسلامی اخلاق اور آداب ہوتے ہیں، ان کی طرف ہمیشہ توجہ دیں۔ آپ اپنے ایک خطبہ میں بیان فرماتے ہیں کہ ''میں نے دیکھا ہے کہ نوجوانوں کو اسلامی آداب سکھانے کی طرف توجہ ہی نہیں کی جاتی۔ نوجوان بے تکلفانہ ایک دوسرے کی گردن میں بانہیں ڈالے پھر رہے ہوتے ہیں۔ حتی کہ میرے سامنے بھی ایسا کرنے میں انہیں کوئی باک نہیں ہوتا کیونکہ ان کو یہ احساس ہی نہیں کہ یہ کوئی بُری بات ہے۔ ان کے ماں باپ اور اساتذہ نے ان کی اصلاح کی طرف کبھی کوئی توجہ ہی نہیں کی حالانکہ یہ چیزیں انسانی زندگی پر بہت گہرا اثر ڈالتی ہیں۔ میں نے دیکھا ہے بعض لوگوں کی بچپن میں تربیت کا اب تک مجھ پر اثر ہے اور جب وہ واقعہ یاد آتا ہے تو بے اختیار ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ ایک دفعہ مَیں ایک لڑکے کے کندھے پر کہنی ٹیک کر کھڑا تھا کہ ماسٹر قادر بخش صاحب نے جو مولوی عبدالرحیم صاحب درد کے والد تھے اس سے منع کیا اور کہا کہ یہ بہت بری بات ہے۔ اس وقت میری عمر بارہ تیرہ سال کی ہو گی لیکن وہ نقشہ جب بھی میرے سامنے آتا ہے ان کے لئے دل سے دعا نکلتی ہے۔ اسی طرح ایک صوبیدار صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے ان کی ایک بات بھی مجھے یاد ہے''۔ لکھتے ہیں کہ ''ہماری والدہ چونکہ دلّی کی ہیں اور دلّی بلکہ لکھنؤ میں بھی ''تم'' کہہ کر مخاطب کرتے ہیں۔ بزرگوں کو بیشک آپ کہتے ہیں لیکن ہماری والدہ کے کوئی بزرگ چونکہ یہاں تھے نہیں کہ ہم ان سے ''آپ'' کہہ کر کسی کو مخاطب کرنا بھی سیکھ سکتے۔ اس لئے میں دس گیارہ سال کی عمر تک حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ''تم'' ہی کہا کرتا تھا۔ اللہ تعالیٰ ان (صوبیدار صاحب) کی مغفرت فرمائے اور ان کے مدارج بلند کرے''۔ کہتے ہیں ''صوبیدار محمد ایوب خان صاحب مراد آباد کے رہنے والے تھے۔ گورداسپور میں مقدمہ تھا اور میں نے بات کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو تم کہہ دیا۔ وہ صوبیدار صاحب مجھے الگ لے گئے اور کہا کہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے فرزند ہیں اور ہمارے لئے محل ادب ہیں۔ لیکن یہ بات یاد رکھیں کہ ''تم'' کا لفظ برابر والوں کے لئے بولا جاتا ہے بزرگوں کے لئے نہیں اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے لئے اس کا استعمال مَیں بالکل برداشت نہیں کر سکتا۔ یہ پہلا سبق تھا جو انہوں نے اس بارہ میں مجھے دیا''۔

(الفضل 11 مارچ 1939ء صفحہ 7 جلد 27 نمبر 58)

پس اسلامی آداب میں ہمیں بھی خاص طور پر توجہ دینی چاہئے۔ ان لوگوں کو جو آجکل ایم ٹی اے پر آتے ہیں۔ انہیں خیال رکھنا چاہئے۔ اس کے ذریعے عموماً تو نوجوان آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے عموماً ان کے پروگرام بڑے اچھے ہیں لیکن ایک پروگرام جو آجکل ربوہ سے بن کر آ رہا ہے اور اس میں مربی اور واقف زندگی بھی بیٹھے ہوتے ہیں۔ اس میں ایک تو بیٹھنے کا انداز بڑا غلط ہوتا ہے۔ کرسی پر بیٹھے ہوئے ہیں اور ٹانگیں کھول کر بیٹھے ہوئے ہیں، ساتھ ہلتے چلے جا رہے ہیں کوئی وقار نہیں ہے۔ سر پہ ٹوپی نہیں ہے اور اس قسم کے پروگرام جو ربوہ سے بن کے آئیں ان کو تو کسی صورت میں بھی برداشت نہیں کیا جا سکتا۔ اس لئے آئندہ سے ایم ٹی اے والے جو پاکستان میں ہیں ان کو بھی اس بات کا خیال رکھنا چاہئے۔ پروگرام بیشک اپنی نوعیت کے لحاظ سے اچھا ہو لیکن اگر اس کو conduct کرنے والا، اس کو present کرنے والا اچھا نہیں ہے تو وہ پروگرام کبھی نہیں لگایا جائے گا۔ اس لئے مَیں نے آئندہ سے وہ پروگرام روک بھی دیئے ہیں۔ اور خاص طور پر مربیان کو تو بہت توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ ان کا ایک اپنا وقار ہے اور ان کو یہی سمجھنا چاہئے کہ ہم نے اس وقار کو قائم کرنا ہے۔ ایک عام دنیا دار لڑکا اگر ایسی حرکت کرتا ہے تو وہ قابل برداشت ہے لیکن اگر ایک مربی کرے تو ناقابل برداشت ہے۔ اور مجھے بعض لوگوں نے لکھا بھی ہے۔ توجہ بھی دلائی ہے۔ ہر کوئی اس چیز کو محسوس کر رہا ہے کہ ربوہ سے ایک پروگرام بنتا ہے اور اس میں اس قسم کا، وقار کا کوئی خیال نہیں رکھا جاتا۔

ایک واقعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ ”ہم بھی بچپن میں مختلف کھیلیں کھیلا کرتے تھے۔ مَیں عموماً فٹبال کھیلا کرتا تھا۔ جب قادیان میں بعض ایسے لوگ آ گئے جو کرکٹ کے کھلاڑی تھے تو انہوں نے ایک کرکٹ ٹیم تیار کی“۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ ”ایک دن وہ میرے پاس آئے اور کہنے لگے کہ جاؤ حضرت صاحب سے عرض کرو کہ وہ بھی کھیلنے کے لئے تشریف لائیں۔ چنانچہ میں اندر گیا۔ آپ اس وقت ایک کتاب لکھ رہے تھے۔ جب میں نے اپنا مقصد بیان کیا تو آپ نے قلم نیچے رکھ دی اور فرمایا۔ تمہارا گیند تو گراؤنڈ سے باہر نہیں جائے گا لیکن میں وہ کرکٹ کھیل رہا ہوں جس کا گیند دنیا کے کناروں تک جائے گا۔ اب دیکھ لو کیا آپ کا گیند دنیا کے کناروں تک پہنچا ہے یا نہیں۔ اس وقت امریکہ، ہالینڈ، انگلینڈ، سوئٹزرلینڈ، افریقہ، انڈونیشیا، مڈل ایسٹ، اور دوسرے کئی ممالک میں آپ کے ماننے والے موجود ہیں۔ فلپائن کی حکومت ہمیں مبلغ بھیجنے کی اجازت نہیں دیتی تھی لیکن پچھلے دنوں وہاں سے برابر بیعتیں آنی شروع ہو گئی ہیں۔ ابھی تین چار دن ہوئے ہیں فلپائن سے ایک شخص کا خط آیا ہے جس

میں اس نے لکھا ہے کہ اسے میری بیعت کا خط ہی سمجھیں اور مجھے مزید لٹریچر بھجوائیں۔ (یہ حضرت خلیفہ ثانی کے زمانے کی باتیں ہیں۔) مجھے جس مقام کے متعلق بھی علم ہوتا ہے کہ وہاں کوئی اسلام کی خدمت کرنے والا ہے میں وہاں خط لکھ دیتا ہوں۔ چنانچہ اس نے لکھا ہے کہ میں نے انجمن اشاعت اسلام لاہور کو بھی ایک خط لکھا ہے۔ میں نے مسجد لنڈن کے پتہ پر بھی ایک خط لکھا ہے۔ میں نے واشنگٹن امریکہ کے پتہ پر بھی ایک خط لکھا ہے۔ اب دیکھو فلپائن میں ہمارا کوئی مبلغ نہیں گیا لیکن لوگوں میں آپ ہی آپ احمدیت کی طرف رغبت پیدا ہو رہی ہے۔ یہ وہی گیند ہے جسے قادیان میں بیٹھ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ہِٹ ماری تھی، جو دنیا کے کناروں میں پہنچ رہا ہے۔''

(الفضل 8 فروری 1956ء صفحہ 4 جلد 45/10 نمبر 33)

اب تو اس کی اتنی کثرت ہو گئی ہے کہ حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح اللہ تعالیٰ دنیا سے خود بخود حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا تعارف کروا رہا ہے۔ کئی واقعات مختلف وقتوں میں لوگوں کے بیان بھی کر چکا ہوں کہ خود رہنمائی فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کس طرح تعارف کروا رہا ہے۔ بعض لوگ عرصے کے بعد جب کہیں آپ کی تصویر دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں یا خلفاء کی تصویریں دیکھتے ہیں تو پہچان لیتے ہیں کہ یہی تھے جو ہمیں اسلام کا صحیح پیغام دے رہے تھے۔

پھر ایک واقعہ بیان کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ ''بغیر محنت دینی یا محنت دنیوی کے کوئی انسان عزت حاصل نہیں کر سکتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے زمانے میں تمام عزت خدا نے ہمارے ساتھ وابستہ کر دی ہے۔ (یعنی اب اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو زمانہ ہے اس میں تمام عزت حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ساتھ وابستہ ہو گئی۔) اب عزت پانے والے یا ہمارے مرید ہوں گے یا ہمارے مخالف ہوں گے۔ (یعنی مخالفین کو بھی اگر عزت ملے گی تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وجہ سے ہی) چنانچہ (آپ) فرماتے تھے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب (ہی) کو دیکھ لو وہ کوئی بڑے مولوی نہیں۔ ان جیسے ہزاروں مولوی پنجاب اور ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔ ان کو اگر اعزاز حاصل ہے تو محض ہماری مخالفت کی وجہ سے۔ وہ لوگ خواہ اس امر کا اقرار کریں یا نہ (کریں) مگر واقعہ یہی ہے کہ آج ہماری مخالفت میں عزت ہے یا ہماری تائید میں۔ گویا اصل مرکزی وجود ہمارا ہی ہے۔ اور مخالفین کو بھی اگر عزت حاصل ہوتی ہے تو ہماری وجہ سے۔''

(تفسیر کبیر جلد 8 صفحہ 614)

اس کو مزید کھول کر آپ نے ایک جگہ اس طرح بھی بیان فرمایا ہے کہ ''جب تک کوئی انسان کمال

حاصل نہ کرے انعام نہیں مل سکتا۔ مذہب میں داخل ہونے سے بھی کمال ہی فائدہ دیتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرمایا کرتے تھے کہ آجکل ہم سے فائدہ وہی اٹھاتے ہیں جو گہرا تعلق رکھتے ہیں۔ یا تو پوری مخالفت کرنے والے مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب وغیرہ۔ دوسرے چھوٹے چھوٹے مولویوں کو کوئی پوچھتا بھی نہیں یا کامل اخلاص رکھنے والے‘‘۔ اب چھوٹے مولویوں نے بھی اپنے اپنے علاقوں میں اپنی روزی کمانے کا ذریعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی مخالفت کو بنایا ہوا ہے اور ان کو اگر روٹی مل رہی ہے تو اسی وجہ سے مل رہی ہے۔ فرماتے ہیں کہ ’’ادنیٰ تعلق فائدہ نہیں دیتا۔ اصل میں کمال ہی سے فضل ملتا ہے۔ بغیر اس کے انسان فضل سے محروم رہتا ہے۔ اگر انسان ’’ہر چہ بادہ باد کشتی مادر آب انداختیم‘‘ کہہ کر خدا تعالیٰ کی طرف چل پڑے۔ (یعنی اب چاہے جو بھی ہونا ہے ہو جائے ہم نے تو اپنی کشتی دریا میں ڈال دی ہے۔ اگر یہ کہہ کر خدا تعالیٰ کی طرف چل پڑے) تو اس کے ساتھ بھی پہلوں کا سا معاملہ ہوگا۔ آخر خدا تعالیٰ کو کسی سے دشمنی نہیں۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسان کامل طور پر اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے ڈال دے اور اس کے آستانہ پر گرا دے۔ اس سے آپ ہی آپ اسے سب کچھ حاصل ہو جائے گا اور جو ترقی اس کے لئے ضروری ہوگی وہ آپ ہی آپ مل جائے گی‘‘۔ (اس لئے ہر احمدی کو اس بات کا خیال رکھنا چاہئے کہ ماننا ہے تو مکمل اس کے آگے ڈالنا ہوگا)۔ آپ نے لکھا کہ ’’آگ کے پاس بیٹھنے والے کے اعضاء کو دیکھو سب گرم ہوں گے۔ اس کا چہرہ ہاتھ پاؤں جہاں ہاتھ لگاؤ گے گرم محسوس ہوگا تو پھر کس طرح ممکن ہے کہ کوئی شخص سب کچھ چھوڑ چھاڑ کر خدا کے پاس آئے اور اس کے پاس بیٹھ جائے اور خدا تعالیٰ کا وجود اس کے اندر سے ظاہر نہ ہو۔ آگ کے اندر لوہا پڑ کر آگ کی خصوصیات ظاہر کرنے لگ جاتا ہے گو وہ آگ نہیں ہوتا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے لوگوں سے خاص معاملات ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کُنْ فَیَکُوْن والی چادر پہنا دیتا ہے حتی کہ نادان ان کو خدا سمجھنے لگ جاتے ہیں حالانکہ وہ تو صرف خدا تعالیٰ کی صفات کا عکس پیش کر رہے ہوتے ہیں۔

پس اگر کوئی مذہب سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اس کا طریق یہی ہے کہ اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے آگے کُلّی طور پر ڈال دے۔ لیکن اگر قوم کی قوم اس طرح کرے تو اس پر خاص فضل ہوں گے اور وہ ہر میدان میں فتح حاصل کرے گی۔ ہماری جماعت کے لئے بھی یہی قدم اٹھانا ضروری ہے مگر بہت سے لوگ صرف کہہ دینا کافی سمجھتے ہیں حالانکہ اللہ تعالیٰ سے ایسی محبت کرنی چاہئے کہ ایک طبعی شئے بن جائے۔ صرف جھوٹا دعویٰ نہ ہو کیونکہ جھوٹ اور خدا تعالیٰ کی محبت ایک جگہ جمع نہیں ہوسکتی۔ جھوٹ ایک ظلمت ہے اور

خدا تعالیٰ کی محبت ایک نور۔ پس نور اور ظلمت کیسے جمع ہو سکتے ہیں‘‘۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 470-471)

پس ہمیں اپنے جائزے لیتے رہنا چاہئے اور اکثر مَیں توجہ دلاتا بھی رہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر ہمیں دوسروں سے مختلف نظر آنا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کی ذات پر ایمان اور یقین میں بھی ہمیں دوسرے سے مختلف نظر آنا چاہئے اور بڑھے ہوئے ہونا چاہئے۔ عبادات میں بھی ہمیں دوسروں سے مختلف نظر آنا چاہئے۔ اعلیٰ معیاروں کو پانے کی کوشش کرنے والے بھی ہم دوسروں کی نسبت زیادہ ہونے چاہئیں۔ اعلیٰ اخلاق میں بھی ہمیں امتیازی حیثیت حاصل ہونی چاہئے۔ قانون کی پابندی میں بھی ہم ایک مثال ہونے چاہئیں۔ غرض کہ ہر چیز میں ایک احمدی کو دوسروں سے ممتاز ہونے کی ضرورت ہے تبھی ہم جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں بیعت سے صحیح فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

احسان اور حسن سلوک کا ایک واقعہ یہ بیان فرماتے ہیں۔ ’’ایک دفعہ ایک افسر حضرت مسیح موعودؑ سے ایک معاملے میں (ملنے آئے اور) کہا کہ یہ لوگ‘‘ (یعنی قادیان کے رہنے والے غیر از جماعت یا ہندو وغیرہ جو تھے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے خلاف بعض دفعہ حکام کو، حکومت کے کارندوں کو غلط شکایات کیا کرتے تھے۔ تو بہر حال ایک دفعہ ایک افسر حکومت کے قادیان آئے اور کہا کہ یہ لوگ) ’’آپ کے شہری ہیں۔ آپ ان کے ساتھ نرمی کا سلوک کریں۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو انہوں نے کہا۔) تو حضرت صاحب نے فرمایا کہ اس بڈھے شاہ ہی کو (وہاں ایک شخص تھا کوئی بڈھے شاہ اسی کو) پوچھو کہ آیا کوئی ایک موقع بھی ایسا آیا ہے جس میں اس نے اپنی طرف سے نیش زنی نہ کی ہو۔ (جتنا نقصان پہنچانے کی کوشش کی جا سکتی ہے نہ کی ہو) اور پھر اس سے ہی پوچھو کہ کیا کوئی ایک موقع بھی ایسا آیا ہے کہ جس میں مَیں اس پر احسان کر سکتا تھا اور پھر میں نے اس کے ساتھ احسان نہ کیا ہو۔ (بس) آگے وہ سر ڈال کر ہی بیٹھا رہا، (بولا نہیں کچھ۔) یہ ایک عظیم الشان نمونہ تھا آپ کے اخلاق کا۔ پس ہماری جماعت کو بھی چاہئے کہ وہ اخلاق میں ایک نمونہ ہو۔ معاملات کی آپ میں (ایک) ایسی صفائی ہو کہ اگر ایک پیسہ بھی گھر میں نہ ہو تو امانت میں ہاتھ نہ ڈالیں اور بات اتنی میٹھی اور ایسی محبت سے کریں کہ جو دوسروں کے دل پر اثر کرے‘‘۔

(خطبات محمود جلد 10 صفحہ 277-278)

اس بات کی وضاحت کرتے ہوئے کہ انسان جس چیز کا عادی ہو جائے وہ تکلیف نہیں رہتی۔

جب عادی ہو جائے تو پھر تکلیف ختم ہو جاتی ہے، فرمایا کہ ”حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زبان سے میں نے خود اپنے کانوں سے یہ مضمون بارہا سنا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے ابتلاء آیا کرتے ہیں۔ ایک تو وہ ابتلاء ہوتے ہیں جن میں بندے کو اختیار دیا جاتا ہے کہ تم اس میں اپنے آرام کے لئے خود کوئی تجویز کر سکتے ہو۔ چنانچہ اس کی مثال میں آپؑ فرماتے تھے دیکھو! وضو بھی ایک ابتلاء ہے۔ سردیوں کے موسم میں جب سخت سردی لگ رہی ہو۔ ٹھنڈی ہوا چل رہی ہو اور ذرا سی ہوا لگنے سے بھی انسان کو تکلیف ہوتی ہو۔“ (اب تو یہاں ہمارے تصور نہیں غسل خانوں میں بھی ہیٹنگ ہوتی ہے گرم پانی آ رہا ہوتا ہے۔ لیکن ہیٹنگ بھی کوئی نہ ہو باہر جانا ہو، ٹھنڈا پانی ہو تب سردیوں میں وضو کا ایک تصور قائم ہو سکتا ہے۔) فرمایا کہ ”خدا تعالیٰ کی طرف سے انسان کو حکم ہوتا ہے کہ نماز پڑھنے سے پہلے وضو کرو۔ بسا اوقات جب نماز کا وقت ہوتا ہے اس وقت گرم پانی نہیں ہوتا یا بسا اوقات اسے گرم پانی میسر تو آ سکتا ہے مگر اس وقت تیار نہیں ہوتا۔ پھر بسا اوقات اسے گرم پانی میسر ہی نہیں آ سکتا۔ یخ بستہ پانی ہوتا ہے اور اسی پانی سے اسے وضو کر کے نماز پڑھنی پڑتی ہے۔ آپ فرمایا کرتے کہ یہ بھی ایک ابتلاء ہے جو اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے لئے رکھ دیا۔ مگر فرمایا یہ ایسا ابتلاء ہے جس میں بندے کو اختیار دیا گیا ہے یعنی اسے اس بات کی اجازت دی گئی ہے کہ اگر پانی ٹھنڈا ہے تو گرم کر لے۔ گویا یہ ایک اختیاری ابتلاء ہے۔“ اس قسم کی اختیاری ابتلاء کی بہت ساری مثالیں اور بھی دی جا سکتی ہیں۔ فرمایا کہ یہ ”جو اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا اور انسان کو اس بات کی اجازت دی کہ اگر ٹھنڈے پانی سے تم وضو نہیں کر سکتے تو ہمت کرو اور آگ پر پانی گرم کر لو اور اپنے گھر میں آگ موجود نہیں تو ہمسائے کے گھر سے آگ لے کر پانی گرم کر لو اور گرم پانی سے وضو کرنے کے بعد اچھی طرح گرم کپڑے پہن لو تا تمہیں سردی محسوس نہ ہو یا بعض اوقات لوگ مسجدوں میں حمام بنا دیتے ہیں جن میں پانی گرم رہتا ہے۔ پس جو لوگ غریب اپنے گھروں میں پانی گرم نہیں کر سکتے وہ مساجد میں جا کر حمام سے وضو کر سکتے ہیں“۔ یہ جو غیر ترقی یافتہ ممالک ہیں یا کم ترقی یافتہ ممالک ہیں وہاں جو لوگ سننے والے ہیں وہ اس کا صحیح تصور پیدا کر سکتے ہیں بلکہ آپ میں سے بھی جو سب بڑے ہیں۔ یہاں کے پیدا ہوئے ہوئے لوگ شاید اس کا تصور پیدا نہ کر سکیں۔ یہاں گرم پانی میسر آ جاتا ہے۔ لیکن بہرحال بہت سارے ہم میں سے جانتے ہیں کہ پاکستان ہندوستان وغیرہ میں کیا صورتحال ہوتی ہے۔ پھر فرمایا: ”یا اگر مسجد میں گرم حمام کا انتظام نہ ہو تو پھر کوئی ہمت والا کنوئیں سے تازہ پانی کا ڈول نکال کر اس سے وضو کر لیتا ہے اس طرح بھی وہ سردی سے بچ جاتا ہے کیونکہ سردیوں میں کنویں کا تازہ پانی قدرے گرم ہوتا ہے۔ پس اگر کوئی ذریعہ اس

کے پاس موجود نہیں تو وہ اس طرح اپنی تکلیف کو دور کر سکتا ہے۔ اسی طرح فرماتے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو حکم دیا کہ علی الصبح اٹھے اور نماز فجر پڑھے۔ اب سردیوں میں صبح کے وقت اٹھنا کتنا دوبھر ہوتا ہے لیکن انسان کے پاس اگر کافی سامان ہو تو یہ تکلیف بھی اسے محسوس نہیں ہو سکتی۔ مثلاً اگر اسے تہجد کی نماز پڑھنے کی عادت ہے تو وہ یہ کر سکتا ہے کہ تہجد کی نماز پڑھتے وقت کمرے کے دروازے اچھی طرح بند کرے تا کمرہ گرم رہے اور باہر کی ٹھنڈی ہوا اندر نہ آ سکے۔ اسی طرح جب فجر کی نماز پڑھنے کے لئے مسجد کو جائے تو کمبل یا دُلائی اوڑھ سکتا ہے (جن کے پاس کوٹ نہیں ہیں)۔ یا گرم کوٹ پہن کر جا سکتا ہے اور اگر کوئی غریب بھی ہو تو وہ بھی پھٹی پرانی (کوئی) صدری یا کوٹ پہن کر جا سکتا ہے۔ اور سردی کے اثر سے اپنے آپ کو بچا سکتا ہے۔ اور اگر کوئی شخص بالکل ہی غریب ہو اور اس کے پاس نہ کمبل ہو نہ دولائی نہ صدری نہ کوٹ تو اسے بھی زیادہ تکلیف نہیں ہو سکتی کیونکہ ایسے شخص کو سردی کے برداشت کرنے کی عادت پڑ جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کا یہ قانون ہے کہ جس چیز کا انسان عادی ہو جائے وہ اس کو تکلیف نہیں دیتی"۔

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 669-670)

بہت سارے لوگوں کو ہم نے پاکستان میں بھی سردیوں میں دیکھا ہے۔ ہم جب گرم کپڑے پہن رہے ہوتے ہیں تو ایک غریب آدمی بیچارہ معمولی سے گرم کپڑے پہن کے اور بغیر جرابوں کے آرام سے پھر رہا ہوتا ہے اور اسے کوئی سردی کا احساس نہیں ہوتا اس لئے کہ عادت پڑ جاتی ہے۔

پھر آپ یہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا ہے کہ (مثلاً) عورتیں بعض دفعہ جہاں لکڑی اور کوئلہ جل رہا ہوتا ہے وہاں کام کرتی ہیں تو ہاتھوں سے چولہے سے کوئلہ یا انگارے نکال لیتی ہیں اور انہیں کوئی تکلیف محسوس نہیں ہوتی جبکہ ہم لوگ جو ہیں اس کے انگارے کے قریب بھی نہیں جا سکتے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 670)

تو کسی چیز کی جب یہ عادت پڑ جائے تو پھر تکلیف محسوس نہیں ہوتی۔ اس لئے پہلی چیز تو یہ ہے کہ اگر ابتلا ہے بھی تو تکلیف برداشت کر کے بھی اس کو اللہ تعالیٰ کی خاطر برداشت کرنا چاہئے اور اگر اس کو دور کرنے کا حل نکل سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ کے جو احکامات ہیں ان سے حل نکال کے اس پر عمل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اور اگر نہیں بھی تو پھر انسان اپنے آپ کو عادت ڈالے اور اس کے مطابق کرنے کی کوشش کرے اور جب عادت پڑ جائے تو پھر وہ تکلیف، تکلیف نہیں رہتی۔

دوسرے حصے کا تو آپ نے ذکر نہیں کیا کہ دوسرا ابتلا (کیا ہے؟) لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السلام

کا ایک اقتباس مَیں پڑھ دیتا ہوں جس میں آپ نے ابتلاؤں میں حکمت کیا ہے، اس کے بارے میں فرمایا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:

''اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ اپنے بندوں کو کسی قسم کا ایذا نہ پہنچنے دیتا اور ہر طرح سے عیش و آرام میں ان کی زندگی بسر کرواتا۔ ان کی زندگی شاہانہ زندگی ہوتی۔ ہر وقت ان کے لیے عیش و طرب کے سامان مہیا کئے جاتے۔ مگر اس نے ایسا نہیں کیا۔ اس میں بڑے اسرار اور راز نہاں ہوتے ہیں۔ دیکھو والدین کو اپنی لڑکی کیسی پیاری ہوتی ہے بلکہ اکثر لڑکوں کی نسبت زیادہ پیاری ہوتی ہے مگر ایک وقت آتا ہے کہ والدین اس کو اپنے سے الگ کر دیتے ہیں۔ وہ وقت ایسا ہوتا ہے کہ اس وقت کو دیکھنا بڑے جگر والوں کا کام ہوتا ہے۔ دونوں طرف کی حالت ہی بڑی قابل رحم ہوتی ہے (یعنی ماں باپ بھی رخصت کے وقت رو رہے ہوتے ہیں اور لڑکی بھی) قریباً چودہ پندرہ سال ایک جگہ رہے ہوئے ہوتے ہیں۔ آخر ان کی جدائی کا وقت نہایت ہی رقّت کا وقت ہوتا ہے۔ اس جدائی کو بھی کوئی نادان بے رحمی کہہ دے تو بجا ہے مگر اس کی لڑکی میں بعض ایسے قویٰ ہوتے ہیں جس کا اظہار اس علیحدگی اور سسرال میں جا کر شوہر سے معاشرت ہی کا نتیجہ ہوتا ہے جو طرفین کے لیے موجب برکت اور رحمت ہوتا ہے۔ یہی حال اہل اللہ کا ہے۔ ان لوگوں میں بعض خلق ایسے پوشیدہ ہوتے ہیں کہ جب تک ان پر تکالیف اور شدائد نہ آویں ان کا اظہار ناممکن ہوتا ہے۔ دیکھو اب ہم لوگ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بیان کرتے ہیں بڑے فخر اور جرأت سے کام لیتے ہیں یہ بھی تو صرف اسی وجہ سے ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ دونوں زمانے آ چکے ہوئے ہیں ورنہ ہم یہ فضیلت کس طرح بیان کرتے''۔ (یعنی آسائش کا بھی زمانہ آیا اور سختیوں اور تکلیفوں کا بھی) ''دکھ کے زمانہ کو بری نظر سے نہ دیکھو۔ یہ خدا (تعالیٰ) سے لذّت کو اور اس کے قرب کو اپنی طرف کھینچتا ہے۔ اسی لذت کو حاصل کرنے کے واسطے جو خدا کے مقبولوں کو ملا کرتی ہے دنیوی اور سفلی کُل لذات کو طلاق دینی پڑا کرتی ہے۔ خدا کا مقرب بننے کے واسطے ضروری ہے کہ دکھ سہے جاویں اور شکر کیا جاوے اور نئے دن ایک نئی موت اپنے اوپر لینی پڑتی ہے۔ جب انسان دنیوی ہوا و ہوس اور نفس کی طرف سے بکلی موت اپنے اوپر وارد کر لیتا ہے تب اسے وہ حیات ملتی ہے جو کبھی فنا نہیں ہوتی۔ پھر اس کے بعد مرنا کبھی نہیں ہوتا۔''

(ملفوظات جلد 5 صفحہ 200-201۔ ایڈیشن 1985ء مطبوعہ انگلستان)

پس یہ ہے ابتلا کی حکمت کا مختصر خاکہ۔ حضرت مصلح موعود نے ایک دفعہ فرمایا کہ ''میری عمر جب نو

یا دس برس کی تھی۔ مَیں اور ایک اور طالبعلم گھر میں کھیل رہے تھے۔ وہیں الماری میں ایک کتاب پڑی ہوئی تھی جس پر نیلا جز دان تھا اور وہ ہمارے دادا صاحب کے وقت کی تھی۔ نئے نئے علوم ہم پڑھنے لگے تھے۔ اس کتاب کو جو کھولا تو اس میں لکھا تھا کہ اب جبرائیل نازل نہیں ہوتا۔ مَیں نے کہا یہ غلط ہے۔ میرے ابّا پر تو نازل ہوتا ہے۔ اس لڑکے نے کہا۔ جبرائیل نہیں آتا، کتاب میں لکھا ہے۔ ہم میں بحث ہوگئی۔ آخر ہم دونوں حضرت صاحب کے پاس (حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے پاس) گئے۔ اور دونوں نے اپنا اپنا بیان پیش کیا۔ آپ نے فرمایا۔ کتاب میں غلط لکھا ہے۔ جبرائیل اب بھی آتا ہے۔"

پھر اپنا ایک واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "بیوقوفی کے واقعات میں مجھے بھی اپنا ایک واقعہ یاد ہے۔ کئی دفعہ اس واقعہ کو یاد کر کے میں ہنسا بھی ہوں اور بسا اوقات میری آنکھوں میں آنسو بھی آ گئے ہیں۔ مگر میں اسے بڑی قدر کی نگاہ سے بھی دیکھا کرتا ہوں اور مجھے اپنی زندگی کے جن واقعات پر ناز ہے، ان میں وہ ایک حماقت کا واقعہ بھی ہے اور وہ واقعہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں ایک رات ہم صحن میں سو رہے تھے۔ گرمی کا موسم تھا کہ آسمان پر بادل آیا اور زور سے گرجنے لگا۔ اسی دوران میں قادیان کے قریب ہی کہیں بجلی گر گئی مگر اس کی کڑک اس زور کی تھی کہ قادیان کے ہر گھر کے لوگوں نے یہ سمجھا کہ یہ بجلی شاید ان کے گھر میں ہی گری ہے...... اس کڑک اور کچھ بادلوں کی وجہ سے تمام لوگ کمروں میں چلے گئے۔ جس وقت بجلی کی یہ کڑک ہوئی اس وقت ہم بھی جو صحن میں سو رہے تھے اٹھ کر اندر چلے گئے۔ مجھے آج تک وہ نظارہ یاد ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام جب اندر کی طرف جانے لگے تو میں نے اپنے دونوں ہاتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے سر پر رکھ دیئے کہ اگر بجلی گرے تو مجھ پر گرے، ان پر نہ گرے۔ بعد میں جب میرے ہوش ٹھکانے آئے تو مجھے اپنی اس حرکت پر ہنسی آئی کہ ان کی وجہ سے تو ہم نے بجلی سے بچنا تھا نہ یہ کہ ہماری وجہ سے وہ (آپ) بجلی سے محفوظ رہتے"۔

(سوانح فضل عمر جلد 1 صفحہ 149-150)

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کا واقعہ بیان کرتے ہیں کہ "1906ء آیا۔ مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم بیمار ہوئے۔ میری عمر 17 سال کی تھی اور ابھی کھیل کود کا زمانہ تھا۔ مولوی صاحب بیمار تھے اور ہم سارا دن کھیل کود میں مشغول رہتے تھے۔ ایک دن یخنی لے کر میں مولوی صاحب کے لئے گیا تھا۔ اس کے سوا یاد نہیں کہ کبھی پوچھنے بھی گیا ہوں۔ اس زمانہ کے خیالات کے مطابق یقین کرتا تھا کہ مولوی صاحب فوت ہی نہیں ہو سکتے وہ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعد فوت ہوں گے۔

مولوی عبدالکریم صاحب کی طبیعت تیز تھی۔ ایک دو سبق ان کے پاس الف لیلہ کے پڑھے پھر چھوڑ دیئے۔ اس سے زیادہ ان سے تعلق نہ تھا۔ ہاں ان دنوں میں یہ بحثیں خوب ہوا کرتی تھیں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دایاں (فرشتہ) کون سا ہے اور بایاں فرشتہ کون سا ہے۔ بعض کہتے کہ مولوی عبدالکریم صاحب دائیں ہیں اور بعض حضرت استاذی المکرم خلیفہ اول کی نسبت کہتے کہ وہ دائیں فرشتے ہیں۔ علموں اور کاموں کا موازنہ کرنے کی اس وقت طاقت ہی نہ تھی۔ (یعنی بچپن لڑکپن تھا۔ سوچ نہیں تھی) اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ اس محبت کی وجہ سے جو حضرت خلیفہ اول مجھ سے کیا کرتے تھے میں نورالدینیوں میں سے تھا۔ ہم نے ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے بھی دریافت کیا تھا اور آپ نے ہمارے خیال کی تصدیق کی۔ (یعنی کہ حضرت خلیفہ اول حضرت مسیح موعود کے زیادہ قریبی تھے)۔ غرض مولوی عبدالکریم صاحب سے کوئی زیادہ تعلق مجھے نہیں تھا سوائے اس کے کہ ان کے پُرزور خطبوں کا مداح تھا اور ان کی محبتِ (حضرت) مسیح موعود علیہ السلام کا معتقد تھا۔ مگر جونہی آپ کی وفات کی خبر میں نے سنی میری حالت میں ایک تغیر پیدا ہوا۔ وہ آواز ایک بجلی تھی جو میرے جسم کے اندر سے گزر گئی۔ جس وقت میں نے آپ کی وفات کی خبر سنی مجھ میں برداشت کی طاقت نہ رہی۔ دوڑ کر اپنے کمرے میں گھس گیا اور دروازے بند کر لئے۔ پھر ایک بے جان لاش کی طرح چارپائی پر گر گیا اور میری آنکھوں سے آنسو رواں ہو گئے۔ وہ آنسو نہ تھے ایک دریا تھا۔ دنیا کی بے ثباتی، مولوی صاحب کی محبتِ مسیح (علیہ السلام) اور خدمتِ مسیح کے نظارے آنکھوں کے سامنے پھرتے تھے۔ دل میں بار بار خیال آتا تھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے کاموں میں یہ بہت سا ہاتھ بٹاتے تھے۔ اب آپؑ کو بہت تکلیف ہوگی اور پھر خیالات پر ایک پردہ پڑ جاتا اور میری آنکھوں سے آنسوؤں کا دریا بہنے لگتا تھا۔ اس دن مَیں نہ کھانا کھا سکا نہ میرے آنسو تھمے حتی کہ میری لاابالی طبیعت کو دیکھتے ہوئے میری اس حالت پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بھی تعجب ہوا اور آپ نے حیرت سے فرمایا محمود کو کیا ہو گیا ہے۔ اس کو تو مولوی صاحب سے کوئی ایسا تعلق نہ تھا۔ یہ تو بیمار ہو جائے گا۔‘‘

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ’’1908ء کا ذکر میرے لئے تکلیف دہ ہے۔ وہ میری کیا سب احمدیوں کی زندگی میں ایک نیا دور شروع کرنے کا موجب ہوا۔ اس سال وہ ہستی جو ہمارے بے جان جسموں کے لئے بمنزلہ روح کے تھی اور ہماری بے نور آنکھوں کے لئے بمنزلہ بینائی کے تھی۔ اور ہمارے تاریک دلوں میں بمنزلہ روشنی کے تھی، ہم سے جدا ہو گئی۔ یہ جدائی نہ تھی۔ ایک قیامت تھی۔ پاؤں تلے سے زمین نکل گئی اور آسمان اپنی جگہ پر سے ہل گیا۔ اللہ تعالیٰ گواہ ہے۔ اس وقت نہ روٹی کا خیال تھا نہ کپڑے کا۔ صرف ایک خیال

تھا کہ اگر ساری دنیا بھی مسیح موعود علیہ السلام کو چھوڑ دے تو مَیں نہیں چھوڑوں گا اور پھر اس سلسلہ کو دنیا میں قائم کروں گا۔ میں نہیں جانتا۔ میں نے کس حد تک اس عہد کو نباہا ہے مگر میری نیت ہمیشہ یہی رہی کہ اس عہد کے مطابق میرے کام ہوں۔"

(یادِ ایام۔ انوار العلوم جلد 8 صفحہ 367-368)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا ہر فرد بلکہ بعد میں آنے والے بھی گواہ ہیں کہ آپ نے اس عہد کو خوب نبھایا بلکہ ہمارے لئے بھی عہدوں کو نبھانے کے لئے صحیح راستوں کی طرف آپ نے رہنمائی فرمادی۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اپنے عہدوں کو نبھانے کی توفیق عطا فرمائے۔

اس وقت میں دو جنازے پڑھاؤں گا۔ ایک جنازہ حاضر ہے۔ (آ گیا ہوا ہے؟) یہ جنازہ حاضر جو ہے مکرمہ ثریا بیگم صاحبہ اہلیہ چوہدری عبدالرحیم صاحب مرحوم آف ملتان کا ہے جو آجکل مانچسٹر یوکے میں تھیں۔ ان کی 77 سال کی عمر میں 11 نومبر کو وفات ہوئی ہے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ نیک، صالح، نمازوں کی پابند خوش اخلاق، صابرہ شاکرہ خاتون تھیں۔ مرحومہ موصیہ تھیں۔ ان کے چھ بیٹے اور چار بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹے عبدالمتین صاحب زعیم انصار اللہ مانچسٹر ہیں۔ بیٹی صدر لجنہ مانچسٹر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہی ہیں۔ ان کا جنازہ پڑھاؤں گا۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کی نیکیوں پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسرا جنازہ غائب ہے جو مکرم محمود عبداللہ شبوطی صاحب آف یمن کا ہے۔ شبوطی صاحب 9 نومبر 2014ء کو لمبی بیماری کے بعد وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ کو آپ کے والد نے جامعہ احمدیہ ربوہ میں تعلیم کی غرض سے بھجوایا تھا جہاں سے آپ نے مولوی فاضل کا امتحان بھی پاس کیا۔ مکرم غلام احمد صاحب مبلغ سلسلہ کے بعد آپ یمن میں مبلغ تعینات ہوئے۔ یمن میں 24 مئی 1934ء کو پیدا ہوئے۔ آپ کے والد مکرم عبداللہ محمد عثمان الشبوطی صاحب پہلے یمنی احمدی تھے جنہوں نے مبلغ سلسلہ مکرم غلام احمد صاحب کے ذریعہ بیعت کی تھی۔ مرحوم کے والد صاحب نے آپ کو جون 1952ء میں جامعہ احمدیہ ربوہ میں پڑھنے کے لئے بھجوایا تھا جہاں مرحوم نے مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا اور مولوی فاضل کا امتحان پاس کرنے والے آپ پہلے غیر ملکی تھے۔ اسی طرح آپ نے جامعہ سے شاہد کا امتحان بھی پاس کیا اور 1960ء میں مبلغ بن کے یمن واپس آئے۔ لیکن آپ کی واپسی سے قبل آپ کے والد صاحب نے ہدایت کی کہ ربوہ میں شادی کر کے آئیں اور پھر تحریک جدید نے ان کا رشتہ مکرم سید بشیر احمد شاہ صاحب کی

صاحبزادی محترمہ نسرین شاہ صاحبہ سے کروایا۔ یہ جو شبوطی صاحب کا سسرال ہے یہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ اور ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کے خاندان میں سے ہے۔ مرحوم کے بارے میں ان کے صاحبزادے نے لکھا کہ جامعہ کے تمام طلباء یہ بتایا کرتے تھے کہ وہ نماز فجر مسجد محمود میں ادا کرتے تھے جو تحریک جدید کے کوارٹروں میں ہے لیکن شبوطی صاحب مسجد مبارک جا کے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ اور پھر حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ساتھ مل کے سیر پہ جاتے تھے۔ ان کے ساتھیوں میں اس زمانے کے جامعہ کے طلباء میں عثمان چینی صاحب، وہاب آدم صاحب وغیرہ شامل ہیں۔ مرحوم نے ستّر کی دہائی کے ابتدائی عرصے تک یمن میں بطور مبلغ کام کیا لیکن جب یمنی حکومت انگریزی حکومت سے آزاد ہوئی تو یمن میں کمیونسٹ پارٹی کی حکومت آئی جس نے ہر قسم کی مذہبی سرگرمیوں پر اور تبلیغ پر پابندی لگا دی۔ اس وجہ سے جماعت نے آپ کو جماعتی سرگرمیاں منقطع کرنے کی ہدایت کی۔ تاہم آپ جماعت کے انتظامی اور مالی امور سرانجام دیتے رہے۔ جمعہ اور عیدین کی نمازیں آپ عدن یونیورسٹی کی مسجد میں پڑھایا کرتے تھے۔ یونیورسٹی کی یہ مسجد ایک احمدی کی ملکیت تھی۔ ان کی وفات کے بعد ان کے اہل خانہ نے مسجد واپس ان کے حوالے کرنے کا مطالبہ کیا تو شبوطی صاحب مرحوم نے مسجد تو ان کے خاندان کو دے دی جو احمدی نہیں تھے۔ اور اپنا گھر مسجد کے لئے پیش کر دیا۔ پھر وہاں نمازیں ہوتی رہیں۔ آپ جماعت سے کوئی خرچ نہیں لیا کرتے تھے۔ ساری جماعتی ضروریات اپنی جیب سے پوری کیا کرتے تھے۔ جماعتی بجٹ سے کچھ نہ لیتے۔ سارا چندہ بغیر کسی کٹوتی کے مرکز بھجوا دیتے بلکہ ابتدائی مبلغین کو ربوہ میں پلاٹ الاٹ ہوئے تھے تو مرحوم شبوطی صاحب نے جو پلاٹ ان کو الاٹ ہوا وہ بھی جماعت کو دے دیا تھا۔ جس طرح میں نے وہاب آدم صاحب کے بارے میں بتایا تھا کہ انہوں نے بھی جماعت کو دے دیا تھا۔ مرحوم نے اپنی اولاد میں خلافت اور جماعت کی محبت پیدا کی۔ بہت محبت کرنے والے انسان تھے۔ یہاں بھی ایک دفعہ آئے ہیں۔ مجھے ملے ہیں۔ اپنے رشتہ داروں سے خواہ وہ احمدی ہوں یا غیر احمدی صلہ رحمی کرنے والے تھے۔ باقاعدہ ان سے ملاقات میں تعلق رکھتے تھے۔ پسماندگان میں سیدہ نسرین شاہ صاحبہ کے علاوہ پانچ بیٹے اور بارہ پوتے پوتیاں یادگار چھوڑے ہیں۔ ان کے ایک بیٹے کینیڈا میں ہیں اور ناصر احمد صاحب یہاں یوکے میں ہی ہیں۔ اللہ تعالیٰ مرحوم کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو بھی ان کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 05 دسمبر 2014ء تا 11 دسمبر 2014ء جلد 21 شمارہ 49 صفحہ 05 تا 09)

47

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 21 رنومبر 2014ء بمطابق 21 نبوت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اس وقت مَیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات اور تحریرات پیش کروں گا جن میں آپ نے قبولیت دعا کے واقعات بیان کئے ہیں۔ یہ چند واقعات ہیں۔ ان میں نشانات کا بھی ذکر فرمایا ہے اور اللہ تعالیٰ کی تائیدات کا بھی ذکر فرمایا ہے اور نصیحت فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں مجھے بھیجا ہے، اپنے فرستادہ کو بھیجا ہے۔ اس کی باتوں کو سنو کہ اسی میں برکت ہے اور اس سلسلے کی ترقی خدا تعالیٰ کی تقدیروں میں سے ایک تقدیر ہے اور اس کے ماننے سے ہی انسانیت کی بقا ہے۔

ایک جگہ نواب علی محمد خان صاحب رئیس لدھیانہ کے ایک خط کا ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نواب علی محمد خان صاحب مرحوم رئیس لدھیانہ نے میری طرف خط لکھا کہ میرے بعض امور معاش بند ہو گئے ہیں آپ دعا کریں کہ تا وہ کھل جائیں۔ (کچھ کاروباری پریشانیاں تھیں۔ فرماتے ہیں) جب میں نے دعا کی تو مجھے الہام ہوا کہ کھل جائیں گے۔ میں نے بذریعہ خط ان کو اطلاع دے دی۔ پھر صرف دو چار دن کے بعد وہ وجوہ معاش کھل گئے (ان کے کاروبار میں یا ان کے کام میں کمی کی جو وجہ بنی تھی وہ دور ہو گئی۔ فرمایا کہ میں نے بذریعہ خط ان کو اطلاع دی۔ وہ دو چار دن میں کھل گئے) اور ان کو بشدت اعتقاد ہو گیا۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام پہ ان کا جو اعتقاد تھا مزید پختہ ہو گیا) پھر ایک دفعہ انہوں نے بعض اپنے پوشیدہ مطالب کے متعلق میری طرف ایک خط روانہ کیا اور جس گھڑی انہوں نے خط ڈاک میں ڈالا اسی گھڑی مجھے الہام ہوا کہ اس مضمون کا خط ان کی طرف سے آنے والا ہے۔ تب مَیں نے بلا توقّف ان کی

طرف یہ خط لکھا کہ اس مضمون کا خط آپ روانہ کریں گے۔ دوسرے دن وہ خط آ گیا اور جب میرا خط ان کو ملا تو وہ دریائے حیرت میں ڈوب گئے کہ یہ غیب کی خبر کس طرح مل گئی کیونکہ میرے اس راز کی خبر (انہوں نے یہ سوچا کہ ان کے اس راز کی خبر) کسی کو نہ تھی۔ اور ان کا اعتقاد اس قدر بڑھا کہ وہ محبت اور ارادت میں فنا ہو گئے اور انہوں نے ایک چھوٹی سی یادداشت کی کتاب میں وہ دونوں نشان متذکرہ بالا درج کر دیئے اور ہمیشہ ان کو پاس رکھتے تھے۔ (حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ) جب مَیں پٹیالہ میں گیا اور جیسا کہ اوپر لکھا گیا ہے۔ جب وزیر سید محمد حسن صاحب کی ملاقات ہوئی تو اتفاقاً سلسلہ گفتگو میں وزیر صاحب اور نواب صاحب کا میرے خوارق اور نشانوں کے بارہ میں کچھ تذکرہ ہوا۔ تب نواب صاحب مرحوم نے ایک چھوٹی سی کتاب اپنی جیب میں سے نکال کر وزیر صاحب کے سامنے پیش کر دی اور کہا کہ میرے ایمان اور ارادت کا باعث تو یہ دو پیشگوئیاں ہیں جو اس کتاب میں درج ہیں۔ اور جب کچھ مدت کے بعد ان کی موت سے ایک دن پہلے میں ان کی عیادت کے لئے لدھیانہ میں ان کے مکان پر گیا تو وہ بواسیر کے مرض سے بہت کمزور ہو رہے تھے۔ اور بہت خون آ رہا تھا۔ اس حالت میں وہ اٹھ بیٹھے اور اپنے اندر کے کمرہ میں چلے گئے اور وہی چھوٹی کتاب لے آئے اور کہا کہ یہ مَیں نے بطور حرزِ جان رکھی ہے اور اس کے دیکھنے سے میں تسلی پاتا ہوں اور وہ مقام دکھلائے جہاں دونوں پیشگوئیاں لکھی ہوئی تھیں۔ پھر جب قریب نصف کے یا زیادہ رات گزری تو وہ فوت ہو گئے"۔ یہ نشان اب بھی ہیں حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا کہ "میں یقین رکھتا ہوں کہ اب تک (یہ باتیں جو انہوں نے اپنی ڈائری میں لکھی تھیں) ان کے کتب خانہ میں وہ کتاب ہوگی"۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 257-258)

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: "چند سال ہوئے ہیں کہ سیٹھ عبدالرحمن صاحب تاجر مدراس جو اول درجہ کے مخلص جماعت میں سے ہیں قادیان میں آئے تھے اور ان کی تجارت کے امور میں کوئی تفرقہ اور پریشانی واقع ہو گئی تھی۔ انہوں نے دعا کے لئے درخواست کی۔ تب یہ الہام ہوا جو ذیل میں درج ہے۔ قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے۔ بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پاوے۔ اس الہامی عبارت کا یہ مطلب تھا کہ خدا تعالیٰ ٹوٹا ہوا کام بنا دے گا۔ مگر پھر کچھ عرصہ کے بعد بنا بنایا توڑ دے گا۔ (فرماتے ہیں کہ) چنانچہ یہ الہام قادیان میں ہی سیٹھ صاحب کو سنایا گیا اور تھوڑے دن ہی گزرے تھے کہ خدا تعالیٰ نے ان کے تجارتی امور میں

رونق پیدا کر دی۔ (کام ان کے بحال ہو گئے اور بڑی ہی کشائش پیدا ہو گئی۔ فرمایا کہ) اور ایسے اسباب غیب سے پیدا ہوئے کہ فتوحات مالی شروع ہو گئیں (بے انتہا مالی کشائش پیدا ہوئی) اور پھر کچھ عرصہ کے بعد وہ بنا بنایا کام ٹوٹ گیا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 259۔260)

الہام کے مطابق پہلے تو کاروبار میں ترقی ہوئی اور پھر کچھ عرصے کے بعد آہستہ آہستہ اس میں خرابی پیدا ہونی شروع ہوئی اور پھر کاروبار خراب ہو گیا۔

پھر آپ ایک جگہ اپنے بارے میں ہی فرماتے ہیں کہ: ''مجھے دو بیماریاں مدّت دراز سے تھیں۔ ایک شدید درد سر جس سے میں نہایت بیتاب ہو جاتا تھا اور ہولناک عوارض پیدا ہو جاتے تھے (بڑی شدید سر درد ہوتی تھی۔ فرمایا) اور یہ مرض قریباً پچیس ۲۵ برس تک دامنگیر رہی اور اس کے ساتھ دوران سر بھی لاحق ہو گیا (یعنی چکروں کی تکلیف بھی ہو گئی) اور طبیبوں نے لکھا کہ ان عوارض کا آخری نتیجہ مرگی ہوتی ہے۔ (دورے پڑتے ہیں مرگی کے۔ فرماتے ہیں کہ) چنانچہ میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر قریباً دو ماہ تک اسی مرض میں مبتلا ہو کر آخر مرض صرع میں مبتلا ہو گئے (یعنی مرگی کے دورے ان کو پڑنے لگ گئے) اور اسی سے ان کا انتقال ہو گیا۔ لہٰذا میں دعا کرتا رہا کہ خدا تعالیٰ ان امراض سے مجھے محفوظ رکھے۔ ایک دفعہ عالم کشف میں مجھے دکھائی دیا کہ ایک بلا سیاہ رنگ چارپائے کی شکل پر جو بھیڑ کے قد کی مانند اس کا قد تھا (سیاہ رنگ کی بلا تھی۔ جانور کی شکل کی طرح تھی اور بھیڑ کے مطابق قد تھا۔) اور بڑے بڑے بال تھے اور بڑے بڑے پنجے تھے میرے پر حملہ کرنے لگی اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہی صرع ہے۔ (یعنی مرگی کی بیماری ہے)۔ تب مَیں نے اپنا داہنا ہاتھ زور سے اس کے سینہ پر مارا اور کہا کہ دُور ہو تیرا مجھ میں حصہ نہیں۔ تب خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ بعد اس کے وہ خطرناک عوارض جاتے رہے اور وہ درد شدید بالکل جاتی رہی۔ صرف دوران سر کبھی کبھی ہوتا ہے (یعنی کبھی کبھی چکروں کی تکلیف ہوتی ہے) تا دو زرد چادروں کی پیشگوئی میں خلل نہ آوے۔ (مسیح موعودؑ کے بارے میں یہ بھی پیشگوئی ہے کہ وہ دو زرد چادروں میں ہو گا اور دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں۔ پہلی تو یہی فرمائی۔ چکروں کی تکلیف۔ فرمایا) ''دوسری مرض ذیابیطس تخمیناً بیس برس سے ہے جو مجھے لاحق ہے۔ جیسا کہ اس نشان کا پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے اور ابھی تک بیس دفعہ کے قریب ہر روز پیشاب آتا ہے اور امتحان سے (یعنی ٹیسٹ کرنے سے) بول میں شکر پائی گئی۔ ایک دن مجھے خیال آیا کہ ڈاکٹروں کے تجربہ کے رو سے انجام ذیابیطس کا یا تو نزول الماء ہوتا ہے

(آنکھوں کی بیماری ہوجاتی ہے) اور یا کاربنکل یعنی سرطان کا پھوڑا نکلتا ہے جو مہلک ہوتا ہے۔ سو اسی وقت نزول الماء کی نسبت مجھے الہام ہوا۔ (یعنی آنکھوں کی بیماری کے متعلق الہام ہوا کہ) نَزَلَتِ الرَّحْمَۃُ عَلٰی ثَلٰثٍ۔ اَلْعَیْنِ وَعَلَی الْاُخْرَیَیْنِ۔ یعنی تین عضو پر رحمت نازل کی گئی آنکھ اور دو اور عضو پر۔ اور پھر جب کاربنکل کا خیال میرے دل میں آیا تو الہام ہوا۔ اَلسَّلَامُ عَلَیْکُمْ۔ سو ایک عمر گزری کہ مَیں ان بلاؤں سے محفوظ ہوں"۔

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 376-377)

یہاں ذیابیطس یعنی شوگر کی بیماری کا ذکر ہوا۔ گزشتہ دنوں ایک عرب احمدی نے خط لکھ کر پوچھا کہ جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو شوگر تھی تو پھر اتنے زیادہ روزے کیوں رکھے۔ یہ جو حضرت مسیح موعود اپنی بیماری کا ذکر فرما رہے ہیں یہ 1907ء میں فرمایا اور جہاں روزوں کا ذکر ہے وہاں دعوے سے بہت پہلے جوانی میں روزوں کا ذکر ہے۔ بلکہ آپ نے یہاں تک فرمایا ہے کہ میں نے جو لگاتار روزے رکھے تھے وہ جوانی میں رکھے تھے اور چالیس سال کے بعد تو ویسے بھی انسان کمزور ہو جاتا ہے۔ اتنے میں رکھ نہیں سکتا تھا۔ اور اس وقت جو میری حالت تھی اس میں مجھ میں اتنی طاقت تھی کہ اگر میں چاہتا تو چار سال تک بھی روزے رکھ سکتا تھا۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 4 صفحہ 257)

تو بہرحال یہ جو شوگر ہے، یہ شوگر بعد میں شروع ہوئی۔ اور یہ جوانی کی بات ہے جب آپ نے لگاتار چھ مہینے روزے رکھے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی بیماری کے بارے میں ایک (جگہ) بیان فرماتے ہیں۔ ان کا ذکر گزشتہ خطبے میں حضرت مصلح موعودؓ کے حوالے سے ہوا تھا کہ جب ان کی وفات ہوئی ہے تو حضرت مصلح موعودؓ کو بڑا صدمہ پہنچا تھا۔ بہرحال ان کا ایک بڑا مقام تھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ان کی بیماری کے دوران ان کے لئے دعا بھی کرتے رہے اور اسی بارے میں ایک الہام کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ:

"سال گزشتہ میں یعنی 11/اکتوبر 1905ء کو (بروز چارشنبہ) ہمارے ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اسی بیماری کاربنکل یعنی سرطان سے فوت ہو گئے تھے۔ ان کے لئے بھی میں نے بہت دعا کی تھی مگر ایک بھی الہام ان کے لئے تسلی بخش نہ تھا بلکہ بار بار یہ الہام ہوتے رہے کہ 1۔ کفن

میں لپیٹا گیا۔ 2۔ 47 برس کی عمر۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ 3۔ اِنَّ الْمَنَایَا لَا تَطِیْشُ سِھَامُھَا۔ یعنی موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے۔ جب اس پر بھی دعا کی گئی تب الہام ہوا۔ 4۔ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّکُمُ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ۔ 5۔ تُؤْثِرُوْنَ الْحَیٰوۃَ الدُّنْیَا۔ یعنی اے لوگو! تم اس خدا کی پرستش کرو جس نے تمہیں پیدا کیا ہے یعنی اسی کو اپنے کاموں کا کارساز سمجھو اور اس پر توکّل رکھو۔ کیا تم دنیا کی زندگی کو اختیار کرتے ہو۔ اس میں یہ اشارہ تھا کہ کسی کے وجود کو ایسا ضروری سمجھنا کہ اس کے مرنے سے نہایت درجہ حرج ہوگا ایک شرک ہے اور اس کی زندگی پر نہایت درجہ زور لگا دینا ایک قسم کی پرستش ہے۔ اس کے بعد مَیں خاموش ہوگیا اور سمجھ لیا کہ اس کی موت قطعی ہے۔ چنانچہ وہ گیارہ اکتوبر 1905ء کو بروز چارشنبہ بوقت عصر اس فانی دنیا سے گزر گئے۔ وہ درد جو اُن کے لئے دعا کرنے میں میرے دل پر وارد ہوا تھا خدا نے اس کو فراموش نہ کیا اور چاہا کہ اس ناکامی کا ایک اور کامیابی کے ساتھ تدارک کرے۔ اس لئے اس نشان کے لئے سیٹھ عبدالرحمٰن کو منتخب کرلیا۔ اگرچہ خدا نے عبدالکریم کو ہم سے لے لیا تو عبدالرحمن کو دوبارہ ہمیں دے دیا۔ وہی مرض ان کے دامنگیر ہوگئی آخر وہ اسی بندہ کی دعاؤں سے شفایاب ہوگئے۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔ (فرماتے ہیں کہ) میرا صدہا مرتبہ کا تجربہ ہے (سینکڑوں مرتبہ تجربہ کیا ہے) کہ خدا ایسا کریم و رحیم ہے کہ جب اپنی مصلحت سے ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے (یہاں دعا کی جو روح ہے، جو فلاسفی ہے اس کا بھی پتا لگ گیا۔ بعض لوگ کہتے ہیں جی ہماری دعائیں قبول نہیں ہوئیں۔ تو نبیوں کی بھی دعائیں بعض دفعہ اگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے تو قبول نہیں ہوتیں لیکن اس کے مقابلے میں دوسری دعا قبول ہو جاتی ہے۔ تو فرمایا کہ) ایک دعا کو منظور نہیں کرتا تو اس کے عوض میں کوئی اور دعا منظور کر لیتا ہے جو اس کے مثل ہوتی ہے۔ جیسا کہ وہ فرماتا ہے۔ مَا نَنۡسَخۡ مِنۡ اٰیَۃٍ اَوۡ نُنۡسِہَا نَاۡتِ بِخَیۡرٍ مِّنۡہَاۤ اَوۡ مِثۡلِہَا ؕ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیۡءٍ قَدِیۡرٌ (البقرة:107)"۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 339-340)

یعنی جس کسی نشان کو ہم منسوخ کر دیں یا بھلا دیں تو اس سے بہتر یا اس جیسا نشان ہم اس دنیا میں لے آتے ہیں۔ کیا تُو جانتا نہیں کہ اللہ تعالیٰ ہر امر پر جس کا وہ ارادہ کرے پورا قادر ہے۔

اب یہ آیت غیر احمدی تو اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ اس سے قرآن کریم کی بعض آیات منسوخ کی گئی ہیں حالانکہ اس کے بڑے وسیع معنی ہیں، مختلف معنی ہیں۔ آپ یہاں بھی اس کو چسپاں کر رہے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب کوئی نشان بھلا دیتے ہیں تو کوئی اور نشان اس کے مقابلے میں آ جاتا ہے۔ اگر ایک نشان

ختم ہوتا ہے تو دوسرا نشان آ جاتا ہے۔ یا پھر یہ بھی اس کی تشریح ہے کہ پرانی شریعتوں کو منسوخ کیا تو اس کے بدلے میں، مقابلے میں اللہ تعالیٰ نے نئی شریعت قرآن کریم دے دی جو دائمی رہنے والی ہے۔

پھر اپنی صداقت کے ثبوت کے طور پر قرآن کریم کی جو پیشگوئیاں ہیں ان میں سے ایک پیشگوئی جو سواری کے متعلق ہے۔ اس کے بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ: ''ایک نئی سواری کا نکلنا ہے جو مسیح موعود کے ظہور کی خاص نشانی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ۔ (التکویر: 05) یعنی آخری زمانہ وہ ہے جب اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی۔ اور ایسا ہی حدیث مسلم میں ہے وَلَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا۔ یعنی اس زمانہ میں اونٹنیاں بیکار ہو جائیں گی اور کوئی ان پر سفر نہیں کرے گا۔ ایّام حج میں مکہ معظّمہ سے مدینہ منورہ کی طرف اونٹنیوں پر سفر ہوتا ہے۔ اب وہ دن بہت قریب ہے کہ اس سفر کے لئے ریل تیار ہو جائے گی تب اس سفر پر یہ صادق آئے گا کہ لَيُتْرَكَنَّ الْقِلَاصُ فَلَا يُسْعٰى عَلَيْهَا۔''

(حقیقۃ الوحی، روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 205-206)

ابھی تک لوگ یہی کہتے ہیں کہ جی وہاں تو ریلوے نہیں ہے۔ لیکن وہاں ایک پراجیکٹ ہے جو اَب شروع ہوا ہوا اور ان کا خیال ہے کہ 2015ء کے آخر تک مکمل ہو جائے گا۔ مکّہ اور مدینہ کے درمیان میں ریلوے لائن بن رہی ہے اور یہ بڑی فاسٹ ٹرین ہو گی۔ تو نبی کے منہ سے جو باتیں نکلی ہوتی ہیں وہ پوری تو اللہ تعالیٰ کرتا ہے چاہے بعض دفعہ وہ کچھ وقت کے بعد وہ پوری ہوں لیکن بہرحال سواریاں تو بیکار وہاں ہوئیں کیونکہ اس کی جگہ بسیں اور کاریں استعمال ہو رہی تھیں۔ لیکن جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا۔ ریلوے لائن بھی اب بچھ رہی ہے۔ کام ہو رہا ہے اور وہ بھی شروع ہو جائے گی۔

پھر اسلام کے ایک دشمن جس کی بدزبانیوں کی وجہ سے آپ نے دعا کی تھی کہ اللہ تعالیٰ اس کو پکڑے۔ اس دعا کے بعد اللہ تعالیٰ سے خبر پا کر آپ نے اس کے انجام کا اعلان کیا۔ اس بارے میں آپ فرماتے ہیں کہ:

''ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی ہے جو بہت صفائی سے پوری ہو گئی ہے اور یہ دراصل دو پیشگوئیاں تھیں۔ اوّل یہ کہ وہ پندرہ مہینے کے اندر مر جائے گا۔ دوسری یہ کہ اگر وہ اپنے کلام سے باز آ جائے گا جو اس نے شائع کیا کہ نعوذ باللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دجّال تھے تو پندرہ مہینے کے اندر نہیں مرے گا۔ اور جیسا کہ مَیں لکھ چکا ہوں۔ موت کی پیشگوئی اس بنا پر تھی کہ آتھم نے اپنی ایک کتاب 'اندرونہ بائبل'

نام میں ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دجّال کہا تھا (نعوذ باللہ) اور یہ سچ ہے کہ پیشگوئی میں آتھم کے مرنے کے لئے پندرہ مہینے کی میعاد تھی۔ مگر ساتھ ہی یہ شرط تھی جس کے یہ الفاظ تھے کہ ''بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔'' مگر آتھم نے اسی مجلس میں رجوع کر لیا اور نہایت عاجزی سے زبان نکال کر اور دونوں ہاتھ کانوں پر رکھ کر دجّال کہنے سے ندامت ظاہر کی۔ اس بات کے گواہ نہ ایک نہ دو بلکہ ساٹھ یا ستّر آدمی ہیں۔ جن میں سے نصف کے قریب عیسائی ہیں اور نصف کے قریب مسلمان۔ اور میں خیال کرتا ہوں کہ پچاس کے قریب اب تک ان میں سے زندہ ہوں گے جن کے رُوبرو آتھم نے دجّال کہنے سے رجوع کیا اور پھر مرتے وقت تک ایسا لفظ منہ پر نہیں لایا۔ اب سوچنا چاہئے کہ کیسی بدذاتی اور بدمعاشی اور بے ایمانی ہے کہ باوجود اس کھلے کھلے رجوع کے جو آتھم نے ساٹھ ۶۰ یا ستّر ۷۰ آدمیوں کے رُوبرو کیا پھر بھی کہا جائے کہ اس نے رجوع نہیں کیا۔ تمام مدار غضب الٰہی کا تو دجّال کے لفظ پر تھا (یعنی بنیاد تو اس کی ساری یہ تھی کہ دجّال کہا اور اللہ تعالیٰ کا غضب اسی وجہ سے اس پہ نازل ہونا تھا) اور اسی بناء پر پیشگوئی تھی۔ اور اسی لفظ سے رجوع کرنا شرط تھا۔ مسلمان ہونے کا پیشگوئی میں کوئی ذکر نہیں۔ (یہ تو کہیں پیشگوئی میں نہیں لکھا تھا کہ وہ مسلمان ہو جائے گا۔ مقصد یہ تھا کہ اس لفظ سے وہ انکاری ہو جائے گا اور توبہ کر لے گا۔ فرماتے ہیں کہ مسلمان ہونے کا پیشگوئی میں کوئی ذکر نہیں) پس جب اس نے نہایت انکساری سے رجوع کیا تو خدا نے بھی رحمت کے ساتھ رجوع کیا۔ الہام الٰہی کا تو یہ مدعا نہیں تھا کہ جبتک آتھم اسلام نہ لاوے ہلاکت سے نہیں بچے گا''۔ (یہ تو الہام میں نہیں کہا گیا تھا کہ جب تک اسلام نہیں لائے گا ہلاکت سے نہیں بچے گا۔ فرمایا) ''کیونکہ اسلام کے انکار میں تو سارے عیسائی شریک ہیں۔ خدا اسلام کے لئے کسی پر جبر نہیں کرتا اور ایسی پیشگوئی بالکل غیر معقول ہے کہ فلاں شخص اگر اسلام نہ لاوے تو فلاں مدّت تک مر جاوے گا۔'' (کیونکہ اسلام لانا تو پھر جبر ہو گیا۔ یہ تو بہت ساری دنیا ہے جو اسلام نہیں لاتی۔ اسلام کو قبول نہیں کرے گی یا نہیں کرتی اس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ مر جائے گی۔ نہ اسلام میں کوئی جبر ہے اور نہ یہ پیشگوئی کا مقصد تھا۔ فرماتے ہیں کہ) ''دنیا ایسے لوگوں سے بھری پڑی ہے جو منکر اسلام ہیں اور جیسا کہ میں بار بار لکھ چکا ہوں محض انکار اسلام سے کوئی عذاب کسی پر دنیا میں نہیں آ سکتا بلکہ اس گناہ کی باز پرس صرف قیامت کو ہو گی۔ پھر آتھم کی اس میں کونسی خصوصیت تھی کہ بوجہ انکار اسلام اس کی موت کی پیشگوئی کی گئی اور دوسروں کے لئے نہیں کی گئی۔ بلکہ پیشگوئی کی وجہ صرف یہ تھی کہ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان مقدّس کی نسبت دجّال کا لفظ استعمال کیا تھا۔ جس قول سے اس نے ساٹھ یا ستّر انسانوں کے روبرو رجوع کیا، (توبہ کی) جن میں سے

بہت سے شریف اور معزز تھے جو اس مجلس میں موجود تھے۔ پھر جبکہ اس نے اس لفظ سے رجوع کر لیا بلکہ بعد اس کے روتا رہا تو خدا تعالیٰ کی جناب میں رحم کے قابل ہو گیا مگر صرف اسی قدر کہ اس کی موت میں چند ماہ کی تاخیر ہو گئی اور میری زندگی میں ہی مر گیا اور وہ بحث جو ایک مباہلہ کے رنگ میں تھی اس کی رُو سے وہ بوجہ اپنی موت کے جھوٹا ثابت ہوا تو کیا ابتک وہ پیشگوئی پوری نہیں ہوئی۔ بیشک پوری ہو گئی اور نہایت صفائی سے پوری ہوئی۔ ایسے دلوں پر خدا کی لعنت ہے کہ ایسے صریح نشانوں پر اعتراض کرنے سے باز نہیں آتے۔ (جب یہ سارا کچھ پورا ہو گیا تو پھر بھی باز نہیں آتے۔) اگر وہ چاہیں تو آتھم کے رجوع پر مَیں چالیس ۴۰ آدمی کے قریب گواہ پیش کر سکتا ہوں اور اسی وجہ سے اس نے قسم بھی نہ کھائی حالانکہ تمام عیسائی قسم کھاتے آئے ہیں اور حضرت مسیح نے خود قسم کھائی اور ہمیں اس بحث کو طُول دینے کی ضرورت نہیں۔ آتھم اب زندہ موجود نہیں۔ گیارہ ۱۱ برس سے زیادہ عرصہ گذرا کہ وہ مر چکا ہے۔"

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 221 تا 223)

یہ آپ اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں فرما رہے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ بیان فرماتے ہوئے کہ قرآن کریم کی برکات انسانوں کی طاقت سے بہت برتر ہیں اور ماننے والوں کو نشان دکھا کر وہ یقینی معرفت عطا فرماتا ہے۔ اور پھر اس برکت سے معجزات ظہور میں آتے ہیں۔ بڑے عجیب عجیب نشانات ظاہر ہوتے ہیں۔

(ماخوذ از چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 402)

آپ فرماتے ہیں کہ "مَیں ان قرآنی برکات کو قصہ کے طور پر بیان نہیں کرتا۔ (قرآن کریم کی جو برکتیں ہیں وہ صرف قصہ کہانیاں نہیں ہیں) بلکہ مَیں وہ معجزات پیش کرتا ہوں جو مجھ کو خود دکھائے گئے ہیں۔ وہ تمام معجزات ایک لاکھ کے قریب ہیں بلکہ غالباً وہ ایک لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔ خدا نے قرآن شریف میں فرمایا تھا کہ جو شخص میرے اس کلام کی پیروی کرے وہ نہ صرف اس کتاب کے معجزات پر ایمان لائے گا بلکہ اس کو بھی معجزات دیئے جائیں گے۔ سو میں نے بذات خود وہ معجزات خدا کے کلام کی تاثیر سے پائے جو انسانوں کی طاقت سے بلند اور محض خدا کا فعل ہیں۔ وہ زلزلے جو زمین پر آئے۔ اور وہ طاعون جو دنیا کو کھا رہی ہے۔ (اس زمانے میں بہت شدید طاعون تھی) وہ انہیں معجزات میں سے ہیں جو مجھ کو دیئے گئے۔ مَیں نے ان آفات کے نام و نشان سے پچیس برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں ان حوادث کی خبروں کو بطور پیشگوئی شائع کر دیا تھا کہ یہ آفتیں آنے والی ہیں سو وہ تمام آفات آ گئیں اور ابھی بس نہیں بلکہ آنے

والی آفات ان آفات سے بہت زیادہ ہیں۔ (ابھی تو بہت ساری آفتیں آنی ہیں) اور بعض نئی وبائیں بھی ہیں جو پہلے اس سے کبھی اس ملک میں ظاہر نہیں ہوئیں اور وہ ڈرانے والی اور دہشتناک ہیں اور ایک سخت اور خوفناک قسم کی طاعون بھی ظاہر ہونے والی ہے جو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں ظاہر ہوگی اور نہایت پریشان کرے گی۔'' (پس بڑے خوف کا مقام ہے۔ یہ نشانات بند نہیں ہوئے۔ فرمایا) ''ایک سخت اور خوفناک قسم کی طاعون بھی ظاہر ہونے والی ہے جو اس ملک اور دوسرے ملکوں میں ظاہر ہوگی اور نہایت پریشان کرے گی۔ شاید اب کے سال یا دوسرے سال میں اور ایک زلزلہ بھی آنے والا ہے جو ناگہانی طور پر آئے گا اور سخت آئے گا''۔ (اور اب دنیا کے جو عمل ہیں اور جس طرح خدا سے دُور ہٹ رہے ہیں اور نہ صرف دُور ہٹ رہے ہیں بلکہ ظلم بھی کر رہے ہیں۔ ان آفات کو پھر بلانے کے لئے خود ان کے عمل جلدی کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رحم فرمائے اور احمدیوں کو دعائیں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اپنے عملوں کو درست رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آپ فرماتے ہیں کہ) ''معلوم نہیں کہ کسی حصہ ملک میں یا عام ہوگا۔ اگر دنیا کے لوگ خدا سے ڈریں تو یہ آفات ٹل بھی سکتی ہیں کیونکہ خدا زمین و آسمان کا بادشاہ ہے۔ وہ اپنے حکموں کو جاری بھی کر سکتا ہے اور ٹال بھی سکتا ہے مگر بظاہر کچھ امید نہیں کہ لوگ خدا سے ڈریں کیونکہ دل حد سے زیادہ سخت ہو گئے ہیں اور مجھے ان پیشگوئیوں کے پیش از وقت سنانے کی وجہ سے ان کے متنبہ ہونے کی کچھ توقع نہیں۔ اور بجز اس کے کوئی امید نہیں کہ ٹھٹھا کیا جائے گا اور یا گالیاں دی جائیں گی اور یا ہم اس بات سے متہم کئے جائیں گے (ہمیں الزام دیا جائے گا) کہ لوگوں میں تشویش پھیلاتے ہیں''۔

(چشمہ معرفت، روحانی خزائن جلد 23 صفحہ 403)

یہ نہیں کہ جو غیر دنیا ہے بلکہ مسلمانوں کا اپنا حال بھی یہی ہے کہ مسلمان ملکوں میں بعض خاص طور پہ خدا سے دُور ہو رہے ہیں اور جس طرح آپ نے فرمایا کہ جو کہہ رہا ہے صحیح رستے پر چلو اس سے ہنسی ہوگی، ٹھٹھا ہوگا اور اس پر یہ کہا جائے گا کہ یہ فساد پھیلانے کی یا تشویش پھیلانے کی کوشش کر رہا ہے۔ بلکہ اب تو گزشتہ دنوں یہ خبر تھی کہ ایک بڑے مولوی صاحب نے (مولوی کا نام نہیں مجھے یاد رہا) پاکستان میں کہا کہ یہ جو ہے ناں کہ امام مہدی نے آنا ہے۔ کوئی کسی نے نہیں آنا اور نہ وہ پیدا ہوا ہے، نہ پیدا ہوگا۔ بلکہ استہزائیہ رنگ میں پھر کہا کہ اگر پیدا ہو گیا ہے تو اللہ تعالیٰ کرے وہ جلدی ختم ہو جائے کیونکہ ہم مزید فساد فتنے برداشت نہیں کر سکتے۔ تو یہ تو بہرحال اب ان کی سوچیں ہیں۔

پھر مسلمانوں کو جہالت سے بچنے، اللہ تعالیٰ کی آواز کو سننے، اپنی حالتوں کو خدا تعالیٰ کی رضا کے

مطابق بنانے کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ:

''اس وقت اسلام جس چیز کا نام ہے اس میں فرق آ گیا ہے۔ تمام اخلاق ذمیمہ بھر گئے ہیں۔ (یعنی برے اخلاق بھر گئے ہیں) اور وہ اخلاص جس کا ذکر مُخْلِصِیْنَ لَہُ الدِّیْنَ میں ہوا ہے آسمان پر اٹھ گیا ہے۔ (کوئی اخلاص نہیں رہا۔) خدا تعالیٰ کے ساتھ صدق، وفاداری، اخلاص، محبت اور خدا پر توکل کالعدم ہو گئے ہیں۔ اب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ پھر نئے سرے سے ان قوتوں کو زندہ کرے۔ وہ خدا جو ہمیشہ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِہَا کرتا رہا ہے اس نے ارادہ کیا ہے اور اس کے لئے کئی راہیں اختیار کی گئی ہیں۔ ایک طرف مامور کو بھیج دیا ہے جو نرم الفاظ میں دعوت کرے اور لوگوں کو ہدایت کرے۔ (یعنی اپنے آنے کے بارے میں فرما رہے ہیں) دوسری طرف علوم وفنون کی ترقی ہے اور عقل آتی جاتی ہے......۔ (یعنی ذہن مزید کھل رہے ہیں۔ علوم وفنون کی ترقی ہو رہی ہے۔ فرمایا) ......اتمام حجت کے لئے آسمان نشان ظاہر کر رہا ہے۔ (بہت سارے نشانات جو آپ کے زمانے میں بھی، طوفانوں کے بھی، چاند سورج گرہن کے بھی، زلزلوں کے بھی ظاہر ہوئے۔ پھر فرمایا:) ......اور پھر قہری نشانات کا سلسلہ بھی رکھا گیا ہے جن میں سے طاعون کا بھی ایک نشان ہے اور اب جو اس شدت سے پھیل رہی ہے۔ (اس زمانے میں جو تھی) کہ کبھی گزشتہ نسلوں نے نہ دیکھی ہو گی اور بہت سے لوگ ہیں جو ان نشانات اور آیات سے فائدہ اٹھا رہے ہیں۔ کوئی دن نہیں جاتا کہ لوگ بذریعہ خطوط یا خود حاضر ہو کر داخل بیعت نہیں ہوتے۔ اگرچہ دنیا میں فسق و فجور اور شوخی و آزادی اور خودرَوی بہت بڑھ گئی ہوئی ہے تاہم یہ لوگ جو ہمارے سلسلے میں آتے ہیں یہ بھی اسی جماعت میں سے نکل نکل کر آتے ہیں۔ (انہی لوگوں میں سے آ رہے ہیں۔) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ سعید بھی انہی میں ملے ہوئے ہیں۔ (یعنی نیک فطرت لوگ بھی ان میں موجود ہیں۔ یہی نہیں کہ سارے بگڑے ہوئے ہیں۔) خدا تعالیٰ ان لوگوں کو نکال لے گا اور ان کو سمجھ دے گا اور کچھ طاعون کا نشانہ ہو جائیں گے۔ اسی طرح پر دنیا کا انجام ہو گا اور اتمام حجت ہو گی۔''

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 352 تا 354)

پس آپ نے فرمایا کہ پڑھے لکھے لوگ، سعید فطرت لوگ آ رہے ہیں اور اس کا تعلیم کی وجہ سے اثر ہے، دماغوں کے ذہنوں کے کھلنے کا اثر ہے جس کی وجہ سے وہ اس تعلیم کو سمجھتے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے دعوے کو سمجھتے ہیں اور پھر اس کو قبول کرتے ہیں۔ اور ہر علاقے میں اور ہر طبقے میں ہر ملک میں ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے فضل سے سینکڑوں ہزاروں بلکہ اب تو لاکھوں کی تعداد میں

جماعت میں شامل ہو رہے ہیں۔

پھر ایک جگہ آپ فرماتے ہیں۔ ''یادرکھو کہ ان معجزات اور پیشگوئیوں کی نظیر جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے اور ظاہر ہو رہے ہیں کمیت اور کیفیت اور ثبوت کے لحاظ سے ہرگز پیش نہ کر سکو گے خواہ تلاش کرتے کرتے مر بھی جاؤ۔''

(نزول المسیح، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 462)

(بلکہ اب تو خدا تعالیٰ کی فعلی شہادتیں بھی ایک ایسے نشانات بن چکے ہیں جن میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا جا رہا ہے اور ہر روز ہم دیکھتے ہیں۔)

ایک نومسلم نے آ کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی خدمت میں بڑی دلیری سے نشان مانگا کہ کیا نشان ہے مجھے دکھائیں، اپنی ماموریت کا بتائیں۔ آپ نے فرمایا کہ ''ہر ایک مامور کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ دل میں ڈالا جاتا ہے وہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتا کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور یہی بالکل سچ ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو دنیا میں مامور کر کے بھیجتا ہے تو اس کی تائید میں خارق عادت نشان بھی ظاہر کرتا ہے۔ چنانچہ اس جگہ بھی اس نے میری تائید کے لئے بہت سے نشان ظاہر کئے ہیں جن کو لاکھوں انسانوں نے دیکھا ہے اور وہ اس پر گواہ ہیں تاہم مَیں اپنے خدا پر کامل یقین رکھتا ہوں کہ اس نے انہیں نشانوں پر حصر نہیں کیا۔ (یہی کافی نہیں ہو گئے) اور آئندہ اس سلسلہ کو بند نہیں کیا۔ وقتاً فوقتاً وہ اپنے ارادہ سے جب چاہتا ہے نشان ظاہر کرتا ہے۔ ایک طالب حق کے لئے وہ نشان تھوڑے نہیں ہیں مگر اس پر بھی اگر دل شہادت نہ دے۔ (یعنی جو نشانات ہو چکے ہیں فرمایا کہ وہ تھوڑے نہیں ہیں لیکن اگر اس پر بھی دل شہادت نہیں دیتا، مانتا نہیں ہے کہ ایک شخص واقعی طالب حق ہے اور صدق نیت سے اگر دل سے اس پر بھی شہادت نہ دے) کہ ایک شخص واقعی طالب حق ہے اور صدق نیت سے وہ نشان کا خواہشمند ہے تو ہم اس کے لئے توجہ کر سکتے ہیں۔ (اور تم صدق دل سے یہ سمجھتے ہو کہ حق کو تم نے ماننا ہے تو پھر بتاؤ۔ فرمایا کہ ہم توجہ کر سکتے ہیں۔ اس کے لئے دعا کریں گے) اور اللہ تعالیٰ پر یقین رکھتے ہیں کہ کوئی امر ظاہر کر دے گا۔ لیکن اگر یہ بات نہ ہو اور خدا تعالیٰ کے پہلے نشانوں کی بے قدری کی جاوے اور انہیں ناکافی سمجھا جاوے تو توجہ کے لئے جوش پیدا نہیں ہوتا اور ظہورِ نشان کے لئے ضروری ہے کہ اس میں توجہ کی جاوے اور اقبال الی اللہ کے لئے جوش ڈالا جاوے۔ (مطلب اگر ان نشانوں کی بے قدری کر رہے ہو۔ سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہے تو پھر نہ تمہارے لئے نشان ظاہر ہو گا، نہ تمہارے لئے نشان ظاہر ہونے کے لئے کوئی دعا ہو

گی۔تمہارا انجام پھر بد ہی ہوگا۔فرمایا کہ اگر نا کافی سمجھا جاوے تو توجہ کے لئے جوش پیدا نہیں ہوتا اور ظہورِ نشان کے لئے ضروری ہے کہ اس میں توجہ کی جاوے اور اقبال الی اللہ کے لئے جوش ڈالا جاوے۔) اور یہ تحریک اس وقت ہوتی ہے جب ایک صادق اور مخلص طلبگار ہو۔(اگر طلب میں سچائی ہے۔ ماننے کی نیت ہے تب تو نشان ظاہر ہوتے ہیں۔صرف آزمانے کے لئے نہیں۔ پھر فرمایا کہ) یہ بات بھی یاد رکھنی چاہئے کہ نشان عقلمندوں کے لئے ہوتے ہیں۔ان لوگوں کے واسطے نشان نہیں ہوتے جو عقل سے کوئی حصہ نہیں رکھتے ہیں۔ایسے لوگ اللہ تعالیٰ کے نشانات سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ ہدایت محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے۔اگر اللہ تعالیٰ کی توفیق شامل حال نہ ہو اور وہ فضل نہ کرے تو خواہ کوئی ہزاروں ہزار نشان دیکھے ان سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور کچھ نہیں کر سکتا۔ پس جب تک یہ معلوم نہ ہو کہ نشانات گزشتہ سے اس نے کیا فائدہ اٹھایا ہے، ہم آئندہ کے لئے کیا امید رکھیں۔(فرمایا کہ) نشانات کا ظاہر ہونا یہ ہمارے اختیار میں تو نہیں ہے اور نشانات کوئی شعبدہ باز کی چابک دستی کا نتیجہ تو نہیں ہوتے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے فضل اور مرضی پر موقوف ہے۔وہ جب چاہتا ہے نشان ظاہر کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے۔اس وقت جو سوال نشان نمائی کا کیا جاتا ہے۔اس کے متعلق میرے دل میں اللہ تعالیٰ نے یہی ڈالا ہے کہ یہ اقتراح اسی قسم کا ہے جیسا ابوجہل اور اس کے امثال کیا کرتے تھے۔(یعنی یہ سوال اور مطالبہ جو ہے یہ اسی قسم کا ہے جیسے ابوجہل اور اس کی طرح کے دوسرے لوگ کرتے تھے) انہوں نے کیا فائدہ اٹھایا۔کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر نشان صادر نہیں ہوئے تھے۔اگر کوئی ایسا اعتقاد کرے تو وہ کافر ہے۔آپ کے ہاتھ پر لاانتہا نشان ظاہر ہوئے مگر ابوجہل وغیرہ نے ان سے کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔اسی طرح پر یہاں نشان ظاہر ہو رہے ہیں جو طالب حق کے لئے ہر طرح کافی ہیں لیکن اگر کوئی فائدہ نہ اٹھانا چاہے اور ان کو ردّی میں ڈالا جائے اور آئندہ خواہش کرے اس سے کیا امید ہو سکتی ہے؟ (یعنی کہ وہ پہلے نشانات تو نہ دیکھے اور مزید کی خواہش کرتا رہے تو اس سے کیا امید ہو سکتی ہے) وہ خدا تعالیٰ کے نشانات کی بے حرمتی کرتا ہے اور خود اللہ تعالیٰ سے ہنسی کرتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 444-445)

آپ نے تو بے شمار جگہ پر یہ بھی فرمایا کہ جو لوگ قادیان میں آتے ہیں۔غیر جو آتے ہیں غیر مذہب کے لوگ آتے ہیں ان کا آنا بھی نشان ہے کہ کس کس طرح آتے ہیں۔

(ماخوذ از ملفوظات جلد 10 صفحہ 218-219)

اور پھر آپ نے فرمایا کہ بے شمار زمینی اور آسمانی نشان جن کا ذکر ہو چکا ہے ہوتے ہیں۔
اب آجکل دنیا کی جو توجہ پیدا ہو رہی ہے اور جماعت کا پیغام بھی سن رہے ہیں یہ بھی نشانوں میں سے ایک نشان ہے کہ میڈیا کی طرف کسی بھی بہانے سے کسی بھی وجہ سے توجہ پیدا ہو رہی ہے۔ بہرحال نشانات تو ہر عقلمند کے لئے ہر روز ظاہر ہوتے ہیں اور ہو رہے ہیں۔

پھر آپ ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ''یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدائے تعالیٰ اپنے اس سلسلہ کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا۔ وہ خود فرماتا ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے کہ ''دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کرے گا۔'' جن لوگوں نے انکار کیا اور جو انکار کے لئے مستعد ہیں ان کے لئے ذلت اور خواری مقدر ہے۔ انہوں نے یہ بھی نہ سوچا کہ اگر یہ انسان کا افتراء ہوتا تو کب کا ضائع ہو جاتا کیونکہ خدا تعالیٰ مفتری کا ایسا دشمن ہے کہ دنیا میں ایسا کسی کا دشمن نہیں۔ وہ بیوقوف یہ بھی خیال نہیں کرتے کہ کیا یہ استقامت اور جرأت کسی کذّاب میں ہوسکتی ہے۔ وہ نادان یہ بھی نہیں جانتے کہ جو شخص ایک غیبی پناہ سے بول رہا ہے وہی اس بات سے مخصوص ہے کہ اس کے کلام میں شوکت اور ہیبت ہو۔ اور یہ اسی کا جگر اور دل ہوتا ہے کہ ایک فرد تمام جہان کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائے۔ یقیناً منتظر رہو کہ وہ دن آتے ہیں بلکہ نزدیک ہیں کہ دشمن روسیاہ ہوگا اور دوست نہایت ہی بشّاش ہوں گے۔ کون ہے دوست؟ وہی جس نے نشان دیکھنے سے پہلے مجھے قبول کیا اور جس نے اپنی جان اور مال اور عزت کو ایسا فدا کر دیا ہے کہ گویا اس نے ہزارہا نشان دیکھ لئے ہیں۔ سو یہی میری جماعت ہے اور میرے ہیں جنہوں نے مجھے اکیلا پایا اور میری مدد کی اور مجھے غمگین دیکھا اور میرے غمخوار ہوئے۔ اور ناشناسا ہو کر پھر آشناؤں کا سا ادب بجا لائے۔ خدا تعالیٰ کی ان پر رحمت ہو۔ اگر نشانوں کے دیکھنے کے بعد کوئی کھلی صداقت کو مان لے گا تو مجھے کیا اور اس کو اجر کیا (نشان دیکھ لیا تو پھر اجر کیسا) اور حضرت عزت میں اس کی عزت کیا۔ (اگر تو اللہ تعالیٰ پر یقین ہے اور سب کچھ پتا ہے کہ حالات ایسے ہیں اور پھر ماننا ہے تو تبھی اللہ تعالیٰ پر یقین ہوسکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حالات کے مطابق زمانے میں اپنے وعدے کے موافق اپنا فرستادہ بھیجا ہے۔ فرمایا) مجھے درحقیقت انہوں نے ہی قبول کیا ہے جنہوں نے دقیق نظر سے مجھ کو دیکھا اور فراست سے میری باتوں کو وزن کیا اور میرے حالات کو جانچا اور میرے کلام کو سنا اور اس میں غور کی۔ تب اسی قدر قرائن سے خدا تعالیٰ نے ان کے سینوں کو کھول دیا اور میرے ساتھ ہو گئے۔ میرے ساتھ وہی ہے جو میری مرضی کے لئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے (میرے ساتھ وہی ہے جو

میری مرضی کے لئے اپنی مرضی کو چھوڑتا ہے) اور اپنے نفس کے ترک اور اخذ کے لئے مجھے حَکَم بناتا ہے (یعنی اپنے ذاتی خواہشات یا نفسانی خواہشات جو ہیں ان کو چھوڑنے اور لینے کے لئے مجھ سے فیصلہ لیتا ہے کہ میں کیا کہتا ہوں) اور میری راہ پر چلتا ہے اور اطاعت میں فانی ہے اور انانیت کی جلد سے باہر آ گیا ہے۔ (انانیت اس میں کوئی نہیں) مجھے آہ کھینچ کر یہ کہنا پڑتا ہے کہ کھلے نشانوں کے طالب وہ تحسین کے لائق خطاب اور عزت کے لائق مرتبے میرے خداوند کی جناب میں نہیں پا سکتے جو ان راستبازوں کو ملیں گے جنہوں نے چھپے ہوئے بھید کو پہچان لیا (جو نشانوں کے طالب ہیں وہ اعلیٰ قسم کے خطابات جو ہیں اور جو عزت والے مرتبے ہیں وہ نہیں پا سکتے۔ صرف وہی مرتبے پائیں گے جو ان راستبازوں کو ملیں گے جنہوں نے چھپے ہوئے بھید کو پالیا، پہچان لیا) اور جو اللہ جلشانہٗ کی چادر کے تحت میں ایک چھپا ہوا بندہ تھا اس کی خوشبو ان کو آ گئی۔ (یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ابتدائی دور میں پہچانا) انسان کا اس میں کیا کمال ہے کہ مثلاً ایک شہزادہ کو اپنی فوج اور جاہ و جلال میں دیکھ کر پھر اس کو سلام کرے۔ باکمال وہ آدمی ہے جو گداؤں کے پیرایہ میں اس کو پاوے اور شناخت کر لیوے۔ (شہزادے کو فقیروں کے لباس میں دیکھے اور پھر پہچان لے) مگر میرے اختیار میں نہیں کہ یہ زِیرکی کسی کو دوں۔ (یہ عقل کسی کو دوں)۔ ایک ہی ہے جو دیتا ہے۔ وہ جس کو عزیز رکھتا ہے ایمانی فراست اس کو عطا کرتا ہے۔ انہیں باتوں سے ہدایت پانے والے ہدایت پاتے ہیں اور یہی باتیں ان کے لئے جن کے دلوں میں کجی ہے زیادہ ترکجی کا موجب ہو جاتی ہیں۔ (یہی باتیں ہیں کہ جن کو اللہ تعالیٰ نے ہدایت دینی ہے وہ ہدایت پا جاتے ہیں اور جن کے دلوں میں ٹیڑھا پن ہے، کجی ہے وہ اس میں اور بھی زیادہ بڑھ جاتے ہیں۔ فرمایا کہ) اب میں جانتا ہوں کہ نشانوں کے بارے میں مَیں بہت کچھ لکھ چکا ہوں اور خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ یہ بات صحیح راست ہے کہ اب تک تین ہزار کے قریب یا کچھ زیادہ وہ امور میرے لئے خدا تعالیٰ سے صادر ہوئے ہیں جو انسانی طاقتوں سے بالاتر ہیں اور آئندہ ان کا دروازہ بند نہیں۔"

(آئینہ کمالات اسلام، روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 349-350)

اللہ تعالیٰ دنیا کو عقل دے کہ وہ نشانوں کو سمجھنے والے بھی ہوں اور صرف نشانوں کا مطالبہ اپنی عقل اور خواہش کے مطابق کرنے والے نہ ہوں بلکہ وقت کی ضرورت اور زمانے کی آواز اور حالت جو خدا تعالیٰ کے فرستادہ کی ضرورت کا اظہار کر رہی ہے، اس کو سنیں اور اس کو سمجھنے کی کوشش کریں۔ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کو تلاش کر کے ماننے والے بھی ہوں تا کہ اس دنیا میں فسادوں کا خاتمہ ہو سکے۔

آج ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو مکرم غلام قادر صاحب درویش قادیان ابن مکرم عبدالغفار صاحب مرحوم کا ہے۔ یہ 12 رنومبر 2014ء کو نوّے سال کی عمر میں بقضائے الٰہی وفات پا گئے۔ اِنَّالِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ۔ آپ تین سو تیرہ درویشوں میں شامل تھے۔ تاریخ احمدیت میں ان کا درویشوں میں 189 نمبر ہے۔ اپریل 1925ء میں بمقام شادیوال گجرات میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم بھی وہیں حاصل کی۔ فوج میں بھرتی ہو گئے۔ ملازمت کو چار سال ہوئے تھے کہ حفاظت مرکز کے لئے حضرت مصلح موعودؓ کی تحریک پر کہ نوجوان اپنی زندگیاں وقف کریں قادیان آئے۔ 1947ء میں یہاں حاضر ہو گئے۔ تبلیغ کا بھی بڑا شوق تھا۔ سکھوں کو خاص طور پر تبلیغ کرتے تھے۔ اس سلسلہ میں آپ نے بہت نادر اور نایاب کتب اور حوالہ جات بھی جمع کئے ہوئے تھے۔ آپ نے ایک خواب دیکھی تھی کہ ان کی عمر تقریباً نوّے سال ہوگی۔ مرحوم موصی بھی تھے۔ ان کے تین بیٹے اور پانچ بیٹیاں ہیں۔ ایک بیٹی جو ہے وہ مکرم ظفر اللہ پونتو صاحب جو انڈونیشیا کے مربی سلسلہ ہیں ان سے بیاہی ہوئی ہیں۔ ان کے بیٹے نے لکھا کہ درویشی کے دوران معمولی وظیفہ تھا پھر بھی محنت مزدوری کر کے اپنی بیوہ والدہ اور تین بہنوں کو گزارے کی رقم بھجوایا کرتے تھے کیونکہ یہ بھائی بہنوں میں بڑے تھے۔ ہمارے مربی کلیم طاہر صاحب ہیں وہ کہتے ہیں کہ مَیں ایک دفعہ 1997ء کے رمضان میں قادیان گیا۔ اعتکاف بیٹھنے کا موقع ملا تو یہ وہاں میرے ساتھ تھے۔ کہتے ہیں دورانِ گفتگو کشمیری چائے کا ذکر ہو گیا کہ مجھے پسند ہے۔ اس کے بعد روزانہ ان کے گھر سے جو چائے آتی تھی اس کی تھرمس کہتے ہیں مجھے دے دیا کرتے تھے۔ پھر ان مربی صاحب کا ایکسیڈنٹ ہو گیا تو یہ اس عرصے میں قادیان سے ربوہ گئے۔ وہاں جا کے کہتے ہیں کہ بڑے جذباتی رنگ میں میرے پاس آ کے طبیعت بھی پوچھی اور روتے بھی رہے۔ دعائیں بھی کرتے رہے۔ باوجود بیماری کے اور کمزوری کے نظر بھی کم آتا تھا، نظر خراب ہو گئی تھی آخری وقت تک مسجد مبارک میں جا کر نماز ادا کیا کرتے تھے کہ مجھے یہیں سکون ملتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔

ان کے علاوہ دو اور درویش بھی ہیں جو چند ماہ پہلے فوت ہوئے تھے۔ ان کا جنازہ غائب تو پہلے پڑھا گیا تھا لیکن ذکر خیر نہیں ہوا تھا۔ ان کا بھی آج ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ احباب ان کو اور ان کی اولادوں کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں۔ ان درویشوں نے بڑی بڑی قربانیاں دی ہوئی ہیں۔ ایک لمبا عرصہ بڑی غربت میں، بڑے معمولی حالات میں، بڑے معمولی گزارے پر قادیان میں گزارا ہے اور شعائر اللہ کی حفاظت کا حق ادا کیا ہے۔ ان میں سے ایک تو مرزا محمد اقبال صاحب ہیں جو مرزا آدم بیگ صاحب کے

بیٹے تھے۔ یہ 11 جون 2014ء میں فوت ہوئے تھے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ ان کے دادا حضرت مرزا رسول بیگ صاحب صحابی تھے۔ نانا حضرت مرزا نیاز بیگ صاحب بھی صحابی تھے۔ یہ ابتدائی تین سو تیرہ (313) درویشان میں سے تھے۔ شفاخانہ قادیان میں لمبا عرصہ ڈینٹسٹ کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پائی۔ پھر دفاتر میں کارکن کے طور پر خدمت بجالاتے رہے۔ نیک، عبادت گزار، ملنسار، مخلص انسان تھے۔ مالی قربانی میں پیش پیش رہتے تھے۔ انتہائی بہادر، نڈر اور اچھے تیراک تھے۔ موصی تھے۔ اہلیہ کے علاوہ چار بیٹیاں اور ایک بیٹا ہے۔

پھر چوہدری منظور احمد صاحب چیمہ ہیں۔ یہ 26/جولائی کو 94 سال کی عمر میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ آپ چوہدری نور علی صاحب چیمہ صحابی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بڑے بیٹے تھے۔ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب حفاظت مرکز کے لئے احباب جماعت کو تحریک فرمائی تو چونکہ آپ برطانوی فوج میں رہ چکے تھے اس لئے آپ نے اپنی خدمات پیش کیں اور درویشی کی سعادت پائی۔ باوجود پیرانہ سالی کے لمبا عرصہ بیساکھی کے سہارے مسجد میں نماز کے لئے حاضر ہوتے رہے۔ مخلص، خوش مزاج، زندہ دل، شفیق اور محبت کرنے والے انسان تھے۔ موصی تھے۔ پسماندگان میں ضعیف العمر اہلیہ کے علاوہ ایک بیٹی اور دو بیٹے ہیں۔ ایک بیٹے ان کے چوہدری منصور احمد چیمہ صاحب واقف زندگی ہیں اور قادیان میں ناظم جائیداد کی حیثیت سے خدمت کی توفیق پا رہے ہیں۔ اب نماز کے بعد نماز جنازہ پڑھاؤں گا۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 12/دسمبر 2014ء تا 18/دسمبر 2014ء جلد 21 شمارہ 50 صفحہ 05 تا 08)

48

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 28 رنومبر 2014ء بمطابق 28 نبوت 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''استعانت کے متعلق یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ اصل استمداد کا حق اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے''۔

(ملفوظات جلد 2 صفحہ 53)

یعنی تمہیں اپنے کاموں کی تکمیل کے لئے اگر کسی کی مدد کی ضرورت ہے تو وہ صرف خدا تعالیٰ کی ذات ہے جو حقیقی رنگ میں تمہاری مدد کر سکتی ہے، مدد کرنے کی طاقت رکھتی ہے اور مدد کرتی ہے۔ اور یہ بات اتنی اہم ہے کہ ایک حقیقی مومن کو ہر وقت اسے اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔ چاہے وہ مدد اور استعانت کی کوشش ذاتی ضروریات کے لئے ہو یا جماعتی ضروریات کے لئے۔ لیکن عملاً ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی اہمیت کے باوجود اس طرف لوگوں کی عموماً نظر نہیں ہوتی۔ جتنی توجہ ہونی چاہئے وہ نہیں ہوتی۔ ہم میں سے اکثر ایسے ہیں جو بظاہر یہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے فضل کیا، میری ضرورت پوری ہو گئی۔ لیکن اگر گہرائی سے جا کر وہ خود اپنے نفس کا جائزہ لیں تو اپنی ضرورتوں کو پوری کرنے کے مختلف ذرائع کو وہ اپنے کام مکمل ہونے یا ضرورت پوری ہونے کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جگہ مثالیں دے کر ایسے مختلف مواقع بیان فرمائے ہیں جہاں انسان سمجھتا ہے کہ استعانت اور مدد مختلف لوگوں نے کی ہے۔ یا خود اپنے زور بازو سے اس نے اپنے مقصد کو حاصل کر لیا اور سب سے پہلی عموماً یہی حالت ہوتی ہے جب انسان سمجھتا ہے کہ میں اپنی ساری

ضرورتیں خود پوری کرلوں گا اور اپنی طاقت، اپنے علم، اپنی عقل سے وہ ضرورتیں پوری کر بھی لیتا ہے اور وہ سمجھتا ہے دیکھو مَیں نے اپنی قابلیت اور طاقت اور قوت سے اپنے مسائل خود حل کر لئے۔ اس بات پر گھمنڈ اور فخر کرتا ہے کہ میں کسی سے مدد نہیں لیتا یا مَیں نے کسی سے مدد نہیں لی۔

لیکن بعض دفعہ ایسے حالات آ جاتے ہیں جب وہ اپنی ضرورتیں خود پوری نہیں کر سکتا اور اسے باہر کی مدد چاہئے ہوتی ہے۔ تب اس کی نظر اپنے عزیزوں اور اپنے رشتہ داروں کی طرف جاتی ہے۔ ان سے مدد لیتا ہے اور وہ اس کی مدد کر بھی دیتے ہیں۔ اس وقت اسے خیال آتا ہے کہ رشتہ داری بھی اچھی چیز ہے۔ اگر آج میرے یہ رشتہ دار نہ ہوتے تو مَیں اپنی ضرورتیں پوری نہیں کر سکتا۔

پھر بعض دفعہ یہ صورتحال پیدا ہو جاتی ہے کہ انسان کے اہل وعیال، متعلقین، رشتہ دار اس کے کام نہیں کر سکتے یا اس کے کام نہیں آ سکتے یا نہیں کرتے تب وہ نظر دوڑاتا ہے تو اس کی نظر اپنے دوست احباب پر پڑتی ہے، ملنے والوں پر پڑتی ہے جو اس کے خیال میں اس کی مدد کر سکتے ہیں۔ ان سے مدد لیتا ہے۔ وہ مدد کر بھی دیتے ہیں۔ وہ سمجھتا ہے کہ دوست احباب بھی اچھے ہوتے ہیں جو آڑے وقت میں کام آ جاتے ہیں۔

پھر ایک زمانہ ایسا بھی آتا ہے جب دوستوں کے پاس جائے تو وہ بھی اپنی مجبوریاں بتا دیتے ہیں۔ جائز مجبوریاں ہوں یا کسی سے جان چھڑانے کا بہانہ ہو۔ بہر حال وہ اس کے کام نہیں آ سکتے۔ بعض دفعہ ایسی صورتحال بھی ہوتی ہے کہ دوستوں کے بس میں وہ مدد ہوتی بھی نہیں کہ وہ کر نہیں سکتے۔ ان کی پہنچ سے وہ کام باہر ہوتا ہے۔ تو ایسے وقت میں وہ انسان بعض نظاموں کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اور وہ سلسلہ یا جماعت جس سے وہ تعلق رکھتا ہے وہ اس کی مدد کرتے ہیں اور جب اس کا کام ہو جاتا ہے، اس کی ضرورت پوری ہو جاتی ہے بلکہ ضرورتیں پوری ہوتی رہتی ہیں تو اس کو خیال آتا ہے کہ سلسلہ یا نظام یا جماعت سے جڑنا بھی اچھی چیز ہے اور اس وجہ سے سلسلہ یا جماعت سے اس کی وابستگی بڑھ جاتی ہے۔ بلکہ مَیں نے دیکھا ہے کہ بعض لوگوں کو اس وجہ سے ٹھوکر بھی لگ جاتی ہے کہ مَیں نے فلاں وقت جماعت سے مدد مانگی تھی اور مدد نہیں کی گئی۔ بہر حال یہ صحیح ہے کہ بعض لوگوں کی مرضی کے مطابق اگر کام ہوں تو تبھی یا ان کی مدد ہو تو وہی ان کی جماعت سے وابستگی بڑھانے کا ذریعہ بنتے ہیں۔

پھر بعض انسانوں کی زندگی میں ایسے مواقع بھی آتے ہیں کہ ان کے اہل وعیال، رشتہ دار، دوست احباب حتی کہ بعض مجبوریوں اور پابندیوں کی وجہ سے نظام اور جماعت بھی کوئی مدد نہیں کر سکتی اور اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتے۔ اس وقت وہ حکومت جس سے وہ تعلق رکھتا ہے اس کے پاس جاتا ہے۔

حکومت اس کی مدد کرتی ہے۔ اس وقت ایسے انسان کے لئے حکومت ہی سب کچھ ہوتی ہے۔ باقی سب چیزیں پیچھے رہ جاتی ہیں۔ لیکن یوں بھی دیکھنے میں آتا ہے کہ ایک وقت میں حکومت بھی انسان کا ساتھ نہیں دیتی۔ وہ سمجھتا ہے کہ میرے حقوق مجھے نہیں مل رہے۔ انصاف سے کام نہیں لیا جا رہا۔ تو پھر وہ ان لوگوں کا دروازہ کھٹکھٹاتا ہے جو انسانی ہمدردی کے تحت کام کرتے ہیں اور پھر یہ انسانی ہمدردی رکھنے والے اس کے کام آ بھی جاتے ہیں۔ انسانی ہمدردی کی ایک رَو پیدا ہوتی ہے جو کئی ممالک یا دنیا تک پھیل جاتی ہے اور اس انسانی ہمدردی کی وجہ سے وہ انسان یا وہ گروہ یا وہ چند لوگ اپنے مقصد میں کامیاب ہو جاتے ہیں، اپنے مقصد کو پا لیتے ہیں۔ تب وہ سمجھتے ہیں یا اگر ایک انسان ہے تو سمجھتا ہے کہ تمام دنیا مل کر یا دنیا کی انسانی ہمدردی کی تنظیمیں مل کر اس کے کام آئی ہیں، اَور کوئی اس کے کام نہیں آ سکا۔ اور اگر یہ کام نہ آتیں تو وہ اپنے حقوق اور انصاف کو حاصل کرنے سے محروم رہ جاتا۔

پس اس دنیاوی رشتے کو جو انسانی ہمدردی کے نام پر اس کے حق دلانے میں مددگار ہؤا وہ سب کچھ سمجھتا ہے۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 12 صفحہ 119-120)

آجکل تو انسانی حقوق کی تنظیمیں ملکی اور بین الاقوامی سطح پر قائم ہیں اور کام کر رہی ہیں اور حقوق کے لئے دنیاوی حکومتوں سے جنگیں بھی لڑتی ہیں، قانونی جنگیں لڑتی ہیں، بین الاقوامی دباؤ ڈالنے کی کوشش کرتی ہیں۔ بعض بہت اچھا کام بھی کر رہی ہیں اور مشکل میں گرفتار لوگوں کی مدد بھی کرتی ہیں۔

لیکن اس بات سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا کہ ایک وقت ایسا بھی آتا ہے کہ جب نہ اپنی کوششیں اور تدبیریں کام آتی ہیں نہ رشتہ دار کام آتے ہیں، نہ دوست احباب کام آتے ہیں، نہ قوم یا نظام کام آتا ہے، نہ حکومت اور انسانی ہمدردی کی تنظیمیں کامیابی کا ذریعہ بنتی ہیں یا ان میں اسے کامیابی حاصل کرنا ممکن نظر آتا ہے۔ لیکن پھر بھی اگر کوئی انسان ان سب چیزوں کے باوجود اپنے مقصد کو حاصل کر لے، اسے کامیابی حاصل ہو جائے تو وہ سمجھتا ہے کہ میری کامیابی یقیناً کسی غیبی مدد سے ہوئی ہے اور جتنا کسی کو غیبی مدد کا یقین ہوتا ہے اتنا ہی وہ اپنی کامیابی کو خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرتا ہے۔

انسانی ہمدردی کی تنظیموں کا ذکر ہوا تو اس بارے میں تو آجکل احمدیوں کو تو کافی علم ہے۔ مختلف ممالک میں جو اسائلم کے لئے احمدی پھنسے ہوئے ہیں، انتظار میں بیٹھے ہیں۔ کئی ایسی تنظیمیں ہیں بلکہ ایک بڑی تنظیم جو یونائیٹڈ نیشن کی قائم کردہ ہے وہ بھی ہمدردی کی کوشش کرتی ہے لیکن حکومتیں ان کی بھی بات نہیں

مانتیں۔ بعض دفعہ ایسے بھی حالات پیدا ہوتے ہیں۔ تو بہر حال جب سارے ایسے حالات پیدا ہو جائیں اور کام بھی ہو جائیں تو انسان سمجھتا ہے کہ کسی غیبی ہستی نے میری مدد کی ہے اور اگر اس کو خدا پہ یقین ہے تو پھر وہ خیال کرتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے میرا کام کیا ہے۔ لیکن اگر انسان خدا تعالیٰ پر کامل یقین رکھتا ہو اور یہ بات سمجھتا ہو کہ اللہ تعالیٰ ہی استمداد کا حق رکھتا ہے، مدد کرتا ہے، مدد دے سکتا ہے تو وہ اس کام کی کامیابی کو بھی خدا تعالیٰ کی طرف منسوب کرے گا جو کسی بیرونی مدد کے ذریعے اس نے تکمیل تک پہنچایا اور اس حقیقت کو بھی جانتا ہوگا کہ رشتہ داروں، دوستوں، نظام، قوم، حکومت یا انسانی ہمدردی کی تنظیمیں جنہوں نے بھی اس کی مدد کی وہ سب مدد بھی اصل میں خدا تعالیٰ نے ہی کی تھی۔ اور ان تمام ظاہری مددوں کے پیچھے خدا تعالیٰ کا طاقتور ہاتھ تھا۔ لیکن جو لوگ خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق نہیں رکھتے وہ دنیاوی ذرائع کو سب کچھ سمجھتے رہتے ہیں اور انہی کی طرف ان کی توجہ رہتی ہے اور خدا تعالیٰ کی طرف نظر نہیں اٹھتی۔ لیکن جب یہ تمام ذرائع ناکام ہو جاتے ہیں پھر خدا تعالیٰ یاد آتا ہے۔ کیونکہ اب خدا تعالیٰ کی یاد آنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا۔ تمام دنیاوی ذرائع جو تھے وہ استعمال ہو گئے۔ تب وہ کہتا ہے کہ یا اللہ! تُو ہی مدد کرے تو یہ کام ہوگا۔ سب طاقتوں کا مالک تُو ہی ہے۔ سب تعریفیں تیری ذات کی ہی ہیں۔ پس یہ اس بات کی بھی دلیل ہے اور یہ بات اس طرف بھی اشارہ کر رہی ہے کہ کوئی بڑی سے بڑی تدبیر یا حکومت اور تنظیم ایک محدود طاقت رکھتی ہے۔ اور یہ سب دنیاوی طاقتیں اور تدبیریں ایک حد کے بعد ناکارہ اور بے فائدہ ہو جاتی ہیں۔

مَیں نے ابھی کہا تھا کہ جو لوگ خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق نہیں رکھتے وہ پہلے تو دنیاوی سہاروں کو بہت کچھ سمجھتے ہیں لیکن جب یہ سہارے ناکام ہو جاتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ کی طرف دیکھتے ہیں۔ لیکن صرف خدا تعالیٰ سے مضبوط تعلق رکھنے والوں کی بات نہیں ہے بلکہ قرآن کریم تو کہتا ہے کہ ایسی مایوسی کی حالت میں دہریہ اور مشرک بھی بے اختیار ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ إِلَّآ إِيَّاهُ فَلَمَّا نَجّٰكُمْ إِلَى الْبَرِّ أَعْرَضْتُمْ وَكَانَ الْإِنْسَانُ كَفُوْرًا۔ (بنی اسرائیل: 68) یعنی وَإِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ إِلَّآ إِيَّاهُ۔ اور جب تمہیں سمندر میں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو اس کے سوا ہر وہ ذات جسے تم بلاتے ہو ساتھ چھوڑ جاتی ہے اور پھر جب وہ تمہیں خشکی کی طرف بچا کر لے جاتا ہے تو اس سے اعراض کرتے ہو اور انسان بہت ہی ناشکرا ہے۔

پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ طوفانوں اور مشکلات میں تو خدا تعالیٰ کو پکارنے لگ جاتے ہو اور جب

نجات ہو جائے تو بھول جاتے ہو۔ یہ انسانی فطرت ہے کہ مشکل وقت میں نہایت عاجزی سے اللہ تعالیٰ کی طرف جھکتے ہیں اور دوسرے سارے مددگاروں کو بھول جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتے ہیں کہ اگر ان کو اس مشکل سے، اس مشکل وقت سے نجات مل جائے تو وہ ہمیشہ خدا ہی کو مدد کا ذریعہ سمجھیں گے، اسے ہی پکاریں گے۔ لیکن خطرہ کے ختم ہوتے ہی دنیا داری، تکبر اور فخر دوبارہ ان میں پیدا ہو جاتا ہے۔ پس انسان انتہائی ناشکرا اور خود غرض ہے۔ دیکھیں اللہ تعالیٰ کا رحم کس قدر وسیع ہے کہ باوجود یہ علم ہونے کے کہ خشکی پر پہنچ کر یہ خدا تعالیٰ سے بغاوت کریں گے، پھر دُور ہٹ جائیں گے۔ ان کی عاجزی اور انکسار اور دعا اور اضطرار جو ہے یہ عارضی ہے۔ ان کی پھر بھی ان کی اضطرار کی حالت کی دعاؤں کو سنتے ہوئے انہیں بچا لیتا ہے۔ پھر بھی لوگ کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نعوذ باللہ ظالم ہے۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ عنہ نے ایسے لوگوں کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا ہے جو خدا کو نہیں مانتے لیکن مشکل وقت میں ان کے منہ سے خدا کا ہی نام نکلتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے میں جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے زلزلہ کی پیشگوئی فرمائی اور بڑا زلزلہ آیا۔ اس وقت لاہور میڈیکل کالج کا ایک طالبعلم جو ہر روز اپنے ساتھی طالبعلموں کے ساتھ خدا تعالیٰ کی ہستی کے بارے میں بحث کیا کرتا تھا بلکہ استہزاء کی حد تک چلا جاتا تھا۔ زلزلہ کے دوران وہ جس کمرے میں تھا اسے محسوس ہوا کہ کمرے کی چھت گرنے والی ہے اور یہ یقین ہو گیا کہ اب کوئی طاقت اسے گرنے سے یعنی چھت کو گرنے سے بچا نہیں سکتی تو کیونکہ وہ ہندو خاندان سے تھا، اس کے منہ سے بے اختیار رام رام نکل گیا۔ اگلے دن اس کے دوستوں نے پوچھا کہ تمہیں اس وقت کیا ہو گیا تھا؟ تم تو خدا کو مانتے ہی نہیں۔ تو اس حالت میں رام رام کا شور تم نے مچا دیا۔ ہندوؤں کے نزدیک رام خدا تعالیٰ کے لئے بولا جاتا ہے۔ تو کہنے لگا کہ پتا نہیں مجھے کیا ہوا تھا، میری عقل ماری گئی تھی۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ اس وقت ہی اس کی عقل نے کام کیا اور جب تمام دنیاوی سہارے اس کی نظروں سے چھپ گئے، اوجھل ہو گئے تو اسے ایک ہی سہارا نظر آیا جو سب طاقتوں کا مالک ہے۔ اسے خدا تعالیٰ کی ذات کے علاوہ کوئی اور مددگار دکھائی نہیں دیا۔

پس جب تک انسان کو دوسرے ذرائع نظر آتے ہیں ان سے کام بنتا رہتا ہے وہ ان کی طرف توجہ دیتا رہتا ہے۔ جب تک وہ دوسرے اسباب نظر آتے رہیں وہ ان اسباب کی، ان ذرائع کی خوشامدیں کرنے میں لگا رہتا ہے۔ کام کروانے کے لئے بلا وجہ خوشامد کو انتہا تک پہنچانے کے لئے دوسروں کی برائیاں بھی کرتا رہتا ہے۔ ایک گناہ کے بعد دوسرا گناہ کرتا چلا جاتا ہے۔ لیکن جب کوئی نظر نہ آئے تو

خدا تعالیٰ کو پکارتا ہے۔ جب سب طرف سے مایوس ہو جائے، کوئی ظاہری وسیلہ کام نہ کر سکے تو پھر خدا تعالیٰ کی طرف توجہ ہوتی ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کو پکارتا ہے، اللہ تعالیٰ کی تعریف کرتا ہے، اس کے سامنے اضطرار ظاہر کرتا ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنگ عظیم اول کا سنایا کرتے تھے بلکہ خود بھی فرمایا کہ میں کئی مرتبہ یہ سنا چکا ہوں کہ ایسی حالت میں جب دہریہ بھی خدا تعالیٰ پر ایمان لے آتے ہیں۔

واقعہ یوں ہے کہ پہلی جنگ عظیم میں 1918ء میں جرمنی نے اپنی تمام طاقت جمع کر کے اتحادی فوجوں پر حملہ کر دیا۔ تو اس وقت انگریز فوجوں پر یا اتحادی فوجوں پر ایک ایسا وقت آیا کہ کوئی صورت ان کے بچاؤ کی نہیں تھی۔ سات میل لمبی دفاعی لائن ختم ہو گئی۔ فوج کا کچھ حصہ ایک طرف سمٹ گیا، کچھ حصہ دوسری طرف سمٹ گیا۔ اور اس میں اتنا خلاء پیدا ہو گیا کہ جرمن فوجیں بیچ میں سے آسانی سے گزر کر پچھلی طرف سے آ کے حملہ کر سکتی تھیں اور انگریز فوج کو تباہ کر سکتی تھیں۔ اس وقت محاذ پر جو جرنل تھا اس نے کمانڈر اِنچیف کو اطلاع دی کہ میرے پاس اتنی فوج نہیں ہے۔ یہ صورتحال پیدا ہو چکی ہے۔ اس ٹوٹی ہوئی صف کو درست کرنا اب میرے بس میں نہیں رہا۔ یہ ایسا وقت تھا کہ وہ سمجھتے تھے کہ آج ہماری فوج تباہ ہو جائے گی اور انگلستان اور فرانس کا نام ونشان مٹ جائے گا۔ ایسے وقت میں جب وہاں کمانڈر کی تار پہنچی ہے، انتہائی بے بسی کی حالت کی تار کہ بس اب تباہی آئی کہ آئی۔ تو جب کمانڈر کی یہ تار پہنچی تو اس وقت وزیر اعظم وزراء کے ساتھ میٹنگ میں بیٹھا تھا۔ کوئی اہم مشورہ ہو رہا تھا۔ اس وقت جب اطلاع پہنچی تو وزیر اعظم کر ہی کیا سکتا تھا۔ ایک تو کوئی زائد فوج موجود نہیں تھی اور اگر ہوتی بھی تو اتنی جلدی اس جگہ فوج بھیجی نہیں جا سکتی تھی۔ حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ یورپ کا مذہب بیشک عیسائیت ہے لیکن اگر اسے اندر سے دیکھا جائے، چھان بین کی جائے تو بالکل کھوکھلا ہے اور عملاً لوگوں کی اکثریت مادہ پرست اور دہریہ ہیں۔ اور اِس زمانہ میں تو اسّی فیصد عملاً دہریہ ہونے کا اعلان بھی کرتے ہیں۔ لیکن بہر حال اس وقت وہ مادہ پرست یورپ جس کی نگاہ عموماً خدا تعالیٰ کی طرف نہیں اٹھتی تھی، اپنے وسائل پر ان کو بڑا گھمنڈ اور مان تھا اور ایسا طبقہ جو حکومت کر رہا ہوا سے تو ویسے بھی اپنی طاقت اور قوت پر بڑا گھمنڈ ہوتا ہے۔ ان میں خدا تعالیٰ کا خانہ صرف نام کا ہی ہوتا ہے۔ تو ان کے اس وقت سب سے بڑے لیڈر، سردار نے جو اپنی طاقت اور قوت اور شان وشوکت کے فخر میں مست رہتا تھا اور ان کو یقین تھا کہ ہماری اتحادی فوجیں ہیں اب ہم جیت جائیں گے، اس نے بھی

محسوس کیا کہ اس وقت کوئی ظاہری مدد نہیں ہو سکتی جو ہمیں اس مصیبت سے نجات دلا سکے۔ اس نے اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا اور کہا کہ آؤ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ ہماری مدد کرے۔ چنانچہ سب گھٹنوں کے بل جھک کر دعا کرنے لگے۔ حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ کیا تعجب ہے کہ وہ اس دعا کے نتیجہ میں ہی اس تباہی سے بچ گئے ہوں۔

پس جیسا کہ مَیں نے یہ آیت پڑھی ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مشکل وقت میں ہر دوسری ذات تمہارا ساتھ چھوڑ جاتی ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے جو ساتھ رہتی ہے، جو کام آتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اضطرار میں کی گئی جو دعائیں ہیں وہ قبول ہوتی ہیں چاہے دہریہ بھی دعا مانگ رہا ہو۔ اللہ تعالیٰ دہریوں کو بھی اپنی ہستی کا ثبوت دینے کے لئے بعض دفعہ نشان دکھاتا ہے۔ اگر اس کی قسمت میں ہو تو وہ نشان ہی اس کی عاقبت سنوارنے کا ذریعہ بن جاتے ہیں اور آجکل بھی ایسے کئی واقعات ہوتے ہیں کہ دہریہ کسی نشان کو دیکھ کر خدا تعالیٰ پر یقین لے آتے ہیں۔ ہاں اگر کوئی کسی نبی یا اس کی جماعت کا مقابلہ کرے اور پھر چاہے وہ جتنی بھی اضطرار کی حالت میں دعائیں کر رہا ہو پھر وہ قبول نہیں ہوتیں کیونکہ یہ دعا اللہ تعالیٰ کی اس تقدیر کے خلاف ہے جس نے ہو کر رہنا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اس کے انبیاء نے کامیاب ہونا ہے۔ بہرحال جرمنی اور انگلستان کی لڑائی میں تو دونوں فریق ایک ہی جیسے تھے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایک کی عاجزی سے کی گئی دعا کو سن لیا اور ایسے سامان پیدا ہوئے کہ جرمن فوج کو خبر نہ ہو سکی کہ ان کے سامنے کی صف ٹوٹ چکی ہے۔ اس وجہ سے انہوں نے اس صف کے ٹوٹے ہوئے ہونے سے فائدہ نہیں اٹھایا۔ اس کا مزید یہ بھی واقعہ ہے کہ اس وقت صرف یہ نہیں ہوا تھا کہ جرمنوں کو پتا نہیں چلا اس لئے جنگ کا پانسا ان کے حق میں نہیں پلٹا بلکہ کمانڈر اِنچیف نے ایک افسر کو بلا کر کہا جس پر اس کو یقین تھا کہ یہ بڑے کام کا آدمی ہے اور کوئی نہ کوئی تدبیر نکال لے گا کہ مجھ سے زیادہ سوال نہ کرنا۔ میدان جنگ کی یہ صورتحال ہے۔ وہاں فوج کوئی نہیں ہے۔ صف ٹوٹ چکی ہے۔ راستہ خالی ہے۔ اب جاؤ اور کوئی انتظام کرو کہ عارضی طور پر کسی طرح کوئی صف بندی ہو جائے۔ وہ افسر بجائے اس کے کہ کمانڈر اِنچیف سے یہ سوال کرتا کہ یہ کس طرح ممکن ہے کہ یہ صف جوڑی جا سکے جب کہ فوجیں اِدھر اُدھر ہو چکی ہیں اور کوئی ذریعہ نہیں، اپنی گاڑی میں بیٹھا۔ سیدھا اس جگہ گیا جہاں غیر فوجی کارکن فوج کی ضروریات پوری کرنے کے لئے کام کر رہے ہوتے ہیں۔ وہ وہاں گیا اور اس نے ان کو جمع کیا اور کہنے لگا کہ تمہیں ملک کی خدمت کا بڑا شوق ہوتا تھا اور فوج کو لڑتا دیکھ کر تمہارے جذبات بھی بھڑکتے تھے، دل میں تمنا پیدا ہوتی تھی کہ ہم بھی ملک اور قوم کے

کام آ سکیں تو آؤ آج موقع ہے۔ آگے بڑھو اور صف بندی کرو۔ جو تھوڑا بہت اسلحہ تھا انہیں دیا۔ وہ ہزاروں کی تعداد میں جو کارکن تھے ان کو لے گیا اور وہاں کھڑا کر دیا۔ اور بہر حال اس طرح چوبیس گھنٹے گزر گئے اور اس عرصہ میں دوسرے علاقے سے فوج سمٹ کر وہاں پہنچ گئی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 12 صفحہ 120 تا 122)

تو بہر حال کہنے کا مقصد یہ ہے کہ دنیا دار لوگ بھی مشکل وقت میں جب کوئی سہارا نظر نہ آ رہا ہو تو خدا تعالیٰ کے سہارے کو پکڑنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تدبیر تو اپنی جگہ ہے، جو ہوتی ہے۔ تو وہ لوگ جو مادہ پرست ہیں جب ایسے نظارے دکھاتے ہیں تو جن لوگوں کا دعویٰ اور اوڑھنا بچھونا ہی خدا تعالیٰ کی طرف نظر رکھنے کا ہے اور ہونا چاہئے ان کو کس قدر اس بات کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ ہماری نظر ہر وقت خدا تعالیٰ کی طرف رہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس لئے یہ دعا سکھائی ہے جو ہر نماز میں پڑھنے کا حکم ہے اور ہر رکعت میں پڑھنے کا حکم ہے تا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہماری نظر نہ ہٹے۔ کبھی ہم دنیاوی سہاروں کی طرف نظر نہ رکھیں۔ کبھی ہم پہلے یہ نہ سوچیں کہ دنیاوی سہاروں کی طرف پہلے رجوع کرو اور خدا تعالیٰ کی طرف بعد میں۔ ہاں ظاہری تدبیر کا بیشک اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ کرو اور کرنی چاہئے۔ لیکن توکّل جو ہے خدا تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے۔ یہ نہیں کہ جب سمندر کے طوفان میں پھنس گئے تو خدا تعالیٰ کو پکارنا شروع کر دیا۔ جب صفیں ٹوٹ گئیں تو پھر خدا یاد آیا۔ بلکہ ہر نماز کی ہر رکعت میں یہ دعا سکھا کر خدا تعالیٰ نے ہمیں بتایا کہ میری طرف اور صرف میری طرف تمہاری نظر ہونی چاہئے۔ اور یہ دعا ہے۔ اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ (الفاتحہ:5)۔ ایک لمبی حدیث ہے، اس میں بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب بندہ کہتا ہے اِيَّاكَ نَعۡبُدُ وَاِيَّاكَ نَسۡتَعِيۡنُ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے نے جو کچھ مانگا ہے میں اسے دوں گا۔

(صحیح مسلم کتاب الصلاۃ باب وجوب قراءۃ الفاتحۃ فی کل رکعۃ... حدیث نمبر 878)

پس کیا یہ مسلمانوں کی خوش قسمتی نہیں کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کی قبولیت کی ضمانت دیتا ہے۔ لیکن یہ مستقل ضمانت اس وقت بنتی ہے جب عبادت کی طرف اور خالص ہو کر عبادت کی طرف مستقل نظر رہے۔ جیسا کہ میں نے بتایا صرف مشکل وقت میں گرفتار ہو کر وہ دعا نہ ہو۔ یہ تو دہریہ بھی کر لیتے ہیں۔ ایسی دعا نہیں ہونی چاہئے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم احمدی ہیں اور ہم نے زمانے کے امام کے ہاتھ پر عہدِ بیعت کیا ہے۔

ہم نے اپنے ہر قول و فعل کو خدا تعالیٰ کی رضا کے مطابق ڈھالنے کا عہد کیا ہے۔ ہم نے عُسر اور یُسر، تنگی اور آسائش میں خدا تعالیٰ سے ہی مدد مانگنے اور غیر اللہ سے بیزاری کا عہد کیا ہے۔ ہمیں اپنے عہد نبھانے کے لئے کس قدر اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کے مضمون کو سمجھنے کی ضرورت ہے۔ ہم نے ڈوبتے ہوئے دہریہ کی طرح خدا تعالیٰ کو نہیں پکارنا۔ ہم نے اعلیٰ معراج حاصل کرنے والے مومنین کی طرح اللہ تعالیٰ کی عبادت اور استعانت کا ادراک حاصل کر کے اس پر عمل کرنا ہے۔ جس کا دعویٰ ہے کہ ہماری ساری قوت ہماری ساری طاقت اور ہمارا مکمل سہارا خدا تعالیٰ کے سامنے خدا تعالیٰ کے آگے جھک جانے میں ہے۔ ہمیں جائزہ لینا چاہئے کہ ہم نے اس کے لئے کیا کرنا ہے اور کیا کر رہے ہیں۔ کیا ہماری عبادتیں اور ہماری خدا تعالیٰ سے مدد کی پکار کا وہ معیار ہے جو خدا تعالیٰ کے بتائے ہوئے معیار کے مطابق ہے؟ یا روزانہ بتیس مرتبہ فرض نمازوں میں طوطے کی طرح اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کو دہراتے ہیں اور بس کام ختم ہو جاتا ہے۔

ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ ہم کمزور ہیں اور ہمارا دشمن بہت طاقتور ہے۔ ہمارے پاس دشمن کے مقابلے کے لئے نہ کوئی دنیاوی طاقت ہے، نہ وسائل ہیں، نہ کسی بھی قسم کا ذریعہ ہے۔ پس ایسے حالات میں ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں کہ خدا تعالیٰ کے سامنے جھک جائیں اور اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ کی روح کو سمجھتے ہوئے خدا تعالیٰ کے دَر کے ہو جائیں۔ آج دنیا میں شیطانی حملے کی انتہا ہوئی ہوئی ہے۔ ہر جگہ ہمارے راستے میں مشکلات کھڑی کی جا رہی ہیں۔ مسلمان کہلانے والے بھی ہماری دشمنی میں بڑھ رہے ہیں کہ ہم نے زمانے کے امام کو کیوں مانا اور غیر بھی حسد میں بڑھ رہے ہیں کہ جماعت دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچنے والی بن رہی ہے اور اس حسد کی ایک ہلکی سی جھلک گزشتہ دنوں جرمنی میں مختلف ذرائع سے میڈیا کی جماعت مخالفت میں بھی نظر آتی ہے۔ یقیناً یہ حسد اور مخالفت کی آگیں اپنی آگ میں خود جل جائیں گی۔ انشاء اللہ۔ لیکن ہمیں اپنے فرائض کو ادا کرنا نہیں بھولنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ کی عبادت اور اس کی مدد کے طلب کرنے سے کبھی ہمیں غافل نہیں ہونا چاہئے کیونکہ اس کے بغیر ہم دشمن سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے اور یہ طاقت اتنی بڑی ہے کہ اس کا کوئی دنیاوی طاقت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ جس وقت اللہ تعالیٰ کسی کی مدد کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے تو پھر وہ کامیاب ہو جاتا ہے۔ کوئی دنیاوی طاقت اس کی کامیابی کو روک نہیں سکتی کیونکہ خدا تعالیٰ کی مدد بہت وسیع ہے اور اس کی طاقتیں نہ ختم ہونے والی ہیں۔ نہ اللہ تعالیٰ کی ذات محدود ہے، نہ اس کی صفات محدود ہیں۔ پس اس کے آگے جھکنا ہر احمدی کا کام ہے اور اس سے مدد چاہنا ہی ہر احمدی کا کام ہے۔ یہ کام صرف پاکستان کے احمدیوں کا نہیں ہے کہ وہ تو بہت زیادہ

مشکلات میں گرفتار ہیں یا بعض مسلمان ممالک میں رہنے والے احمدیوں کا نہیں ہے بلکہ دنیا کے ہر ملک اور ہر خطے میں بسنے والے احمدی کا کام ہے کہ کامل اطاعت کے ساتھ خدا تعالیٰ کے آگے جھک جائیں اور اس کی مدد کے طالب ہوں۔ جماعت ایک مضبوط بندھن میں جڑی ہوئی ہے اور ہونی چاہئے۔ یہی جماعت کی خصوصیت ہے کیونکہ اس کے بغیر جماعت، جماعت نہیں رہ سکتی۔ ہر ایک کو دوسرے کے لئے دعائیں کرنے کی ضرورت ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی مدد ہر وقت ہر جگہ ہر احمدی کے شامل حال ہو۔ اور جب ہماری یہ حالت ہوگی تو خدا تعالیٰ کی مدد اور نصرت کے حیرت انگیز نظارے ہم دیکھیں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا''۔

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 137)

پس کثرت اور بار بار کی دعا ہماری کامیابیوں کا راز ہے۔ اس طرف ہمیں بہت توجہ کی ضرورت ہے۔ ہمیں دعائیں کرنی چاہئیں کہ جو مشکلات بھی ہمیں درپیش ہیں خواہ وہ کسی گروہ کی کھڑی کی ہوئی ہیں یا حکومتوں کی کھڑی کی ہوئی ہیں یا حاسدین نے معاشرے میں فساد پیدا کرنے کے لئے کھڑی کی ہیں، اس کے لئے چاہے میڈیا کو استعمال کیا گیا ہے یا کوئی اور ذریعہ استعمال کیا گیا ہے یا جو لوگ اس کام میں مصروف ہیں کہ جماعت کی عزت پر کیچڑ اچھالا جائے اُن سب کے خلاف اللہ تعالیٰ ہماری مدد فرمائے۔ اور ہم کسی اور سے مدد کی امید رکھتے بھی نہیں ہیں، نہ رکھ سکتے ہیں۔ یہ دعا کرنی چاہئے کہ اگر ہمارے قصوروں نے اس اللہ تعالیٰ کی نصرت کو پیچھے ڈال دیا ہے تو ہم پر رحم کرتے ہوئے ہمیں معاف فرما اور اپنی ناراضگی کی حالت سے ہمیں نکال کر ہمیں ان لوگوں میں شامل کر لے جن پر تیرے فضلوں اور انعاموں کی بارش ہر وقت ہوتی ہے۔ اور جن کو اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کا حقیقی فہم و ادراک حاصل ہوتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں کہ: ''دیکھو اللہ تعالیٰ نے اِیَّاکَ نَعۡبُدُ کی تعلیم دی ہے۔ اب ممکن تھا کہ انسان اپنی قوت پر بھروسہ کر لیتا اور خدا سے دُور ہو جاتا۔ اس لئے ساتھ ہی اِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کی تعلیم دے دی کہ یہ مت سمجھو کہ یہ عبادت جو مَیں کرتا ہوں اپنی قوت اور طاقت سے کرتا ہوں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی استعانت جب تک نہ ہو اور خود وہ پاک ذات جب تک توفیق اور طاقت نہ دے کچھ بھی نہیں ہو سکتا''۔

(ملفوظات جلد 1 صفحہ 422)

پس اس اہم حقیقت کو بھی ہمیں ہر وقت سامنے رکھنا چاہئے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس اہم مضمون کو ہر وقت اپنے سامنے رکھنے، سمجھنے اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

مَیں دعا کے لئے دوبارہ یاددہانی کرواتا ہوں۔ دنیا کے حالات جس تیزی سے بدل رہے ہیں اللہ تعالیٰ انہیں جماعت کی ترقی کا ذریعہ بنائے۔ یہ ترقی میں روک بننے والے نہ ہوں اور ہم اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے اور اس کی مدد اور نصرت سے فیضیاب ہونے والے ہوں اور ہوتے چلے جائیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 19 دسمبر 2014ء تا 25 دسمبر 2014ء جلد 21 شمارہ 51 صفحہ 05 تا 08)

49

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 05 دسمبر 2014ء بمطابق 05 فتح 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ الفاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ان آیات کی تلاوت فرمائی:

يَاۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ۔ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّ اَحْسَنُ تَاْوِيْلًا (النساء:60)

اے وہ لوگو جو ایمان لائے ہو! اللہ کی اطاعت کرو اور رسول کی اطاعت کرو اور اپنے حکام کی بھی۔ اور اگر تم کسی معاملہ میں اولوا الامر سے اختلاف کرو تو ایسے معاملے اللہ اور رسول کی طرف لوٹا دیا کرو اگر فی الحقیقت تم اللہ پر اور یومِ آخر پر ایمان لانے والے ہو۔ یہ بہت بہتر طریق ہے اور انجام کے لحاظ سے بہت اچھا ہے۔

پس اس آیت میں ایک حقیقی مومن کے بارے میں ایک اصولی بات بیان فرما دی کہ اس نے اپنے اطاعت کے وصف کو نمایاں کرنا ہے، نکھار کر دکھانا ہے، چاہے وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت ہو، اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت ہو یا حکام کی اطاعت ہو۔ ہاں اگر حکومت اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول کے واضح حکم کے خلاف کوئی حکم دے تو پھر بہر حال اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کا حکم مقدم ہے لیکن اگر مذہبی معاملات میں دخل اندازی نہیں ہے تو پھر حکام چاہے مسلم ہوں یا غیر مسلم ان کی اطاعت ضروری ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اس بارے میں ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

”قرآن میں حکم ہے۔ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ۔اب اولی الامر کی اطاعت کا صاف حکم ہے۔ اور اگر کوئی کہے کہ گورنمنٹ مِنْکُمْ میں داخل نہیں۔ تو یہ اُس کی صریح غلطی ہے۔ گورنمنٹ جو بات شریعت کے موافق کرتی ہے۔ وہ مِنْکُمْ میں داخل ہے۔ جو ہماری مخالفت نہیں کرتا۔ وہ ہم میں داخل ہے۔“ فرمایا: ”اشارۃ النص کے طور پر قرآن سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہئے۔“ یعنی صاف طور پر ظاہر ہے قرآن کریم سے بڑا واضح ہے کہ اشارۃ اس آیت میں ہے ”کہ گورنمنٹ کی اطاعت کرنی چاہئے۔“

(رسالہ الانذار صفحہ 69 بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 246)

پس اس زمانے کے حکم اور عدل نے واضح فرما دیا کہ سوائے خدا تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکموں کی نفی کرنے والے احکامات کے عموماً دنیاوی احکامات میں ایک مؤمن کا کام ہے کہ وہ مکمل طور پر ملکی قوانین کی پابندی کرے۔ اگر یہ سنہری اصول اس وقت کے مسلمان بھی اپنا لیں کہ حکومت وقت سے لڑنا نہیں ہے تو بہت سے ملکوں میں جو فساد کی صورتحال ہے اس میں بہت حد تک سکون آ سکتا ہے۔ بہرحال اس وقت میں اس بحث میں پڑے بغیر کہ حکمرانوں کا کتنا قصور ہے اور فساد پیدا کرنیوالے گروہوں کا کتنا قصور ہے اور اس وجہ سے مسلم امۃ کس حد تک متاثر ہو رہی ہے، میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک اقتباس آپ کے سامنے رکھوں گا۔ کافی لمبا اقتباس ہے جو اطاعت کے معیار، اطاعت کی اہمیت، اطاعت نہ کرنے کے نقصانات اور اسلام کے پھیلنے میں اطاعت کے کردار وغیرہ پہلوؤں کو اپنے اندر سمیٹے ہوئے ہے۔ اس زمانے میں احمدی ہی اس بات کا صحیح اظہار کر سکتے ہیں یا اطاعت کا صحیح اظہار کر سکتے ہیں اور دنیا کو دکھا سکتے ہیں کہ مسلمانوں کے وقار کو کس طرح قائم کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال اپنے عملی نمونے پہلے ہیں پہلے اپنے اطاعت کے معیاروں کو بلند کرنا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام یہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ:

”یعنی اللہ اور اس کے رسول اور ملوک کی اطاعت اختیار کرو۔ اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے۔ مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے مگر ہاں یہ شرط ہے کہ سچی اطاعت ہو اور یہی ایک مشکل امر ہے۔ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کر دینا ضروری ہوتا ہے بدوں اس کے اطاعت ہو نہیں سکتی اور ہوائے نفس ہی ایک ایسی چیز ہے جو بڑے بڑے موحدوں کے قلب میں بھی بت بن سکتی

ہے۔صحابہ رضوان اللہ علیہم اجمعین پر کیسا فضل تھا اور وہ کس قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں فنا شدہ قوم تھی۔ یہ سچی بات ہے کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملّیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک کہ وہ فرماں برداری کے اصول کو اختیار نہ کرے۔ اور اگر اختلاف رائے اور پھوٹ رہے تو پھر سمجھ لو کہ یہ ادبار اور تنزل کے نشانات ہیں۔'' (پھر زوال ہی زوال ہے فرمایا) ''مسلمانوں کے ضعف اور تنزل کے منجملہ دیگر اسباب کے باہم اختلاف اور اندرونی تنازعات بھی ہیں۔ پس اگر اختلاف رائے کو چھوڑ دیں اور ایک کی اطاعت کریں جس کی اطاعت کا اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہے پھر جس کام کو چاہتے ہیں وہ ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اس میں یہی تو سرّ ہے۔ اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہو سکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ بڑے بڑے اہل الرائے تھے خدا نے ان کی بناوٹ ایسی ہی رکھی تھی وہ اصول سیاست سے بھی خوب واقف تھے کیونکہ آخر جب حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور دیگر صحابہ کرام خلیفہ ہوئے اور ان میں سلطنت آئی تو انہوں نے جس خوبی اور انتظام کے ساتھ سلطنت کے بار گراں کو سنبھالا ہے اس سے بخوبی معلوم ہو سکتا ہے کہ ان میں اہل الرائے ہونے کی کیسی قابلیت تھی مگر رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور ان کا یہ حال تھا کہ جہاں آپ نے کچھ فرمایا اپنی تمام راؤں اور دانشوں کو اس کے سامنے حقیر سمجھا۔ اور جو کچھ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسی کو واجب العمل قرار دیا۔ ان کی اطاعت میں گمشدگی کا یہ عالم تھا کہ آپ کے وضو کے بقیہ پانی میں برکت ڈھونڈتے تھے اور آپ کے لب مبارک کو متبرک سمجھتے تھے اگر ان میں یہ اطاعت یہ تسلیم کا مادہ نہ ہوتا بلکہ ہر ایک اپنی ہی رائے کو مقدم سمجھتا اور پھوٹ پڑ جاتی تو وہ اس قدر مراتب عالیہ کو نہ پاتے۔ میرے نزدیک شیعہ سنیوں کے جھگڑوں کو چکا دینے کے لئے یہی ایک دلیل کافی ہے کہ صحابہ کرام میں باہم پھوٹ ہاں باہم کسی قسم کی پھوٹ اور عداوت نہ تھی کیونکہ ان کی ترقیاں اور کامیابیاں اس امر پر دلالت کر رہی ہیں کہ وہ باہم ایک تھے اور کچھ بھی کسی سے عداوت نہ تھی۔ ناسمجھ مخالفوں نے کہا ہے کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلایا گیا مگر میں کہتا ہوں یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ دل کی نالیاں اطاعت کے پانی سے لبریز ہو کر بہ نکلی تھیں یہ اس اطاعت اور اتحاد کا نتیجہ تھا کہ انہوں نے دوسرے دلوں کو تسخیر کر لیا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ وہ تلوار جو ان کو اٹھانی پڑی وہ صرف اپنی حفاظت کے لئے تھی ورنہ اگر وہ تلوار نہ بھی اٹھاتے تو یقیناً وہ زبان ہی سے دنیا کو فتح کر لیتے۔''

فرماتے ہیں: ''سخن کز دل بروں آید نشیند لاجرم بر دل''

یعنی وہ بات جو دل سے نکلتی ہے۔ نشیند لاجرم بر دل۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ دل پر ضرور اثر کرتی ہے۔ جو بات دل سے نکلے وہ دل پر ضرور اثر کرتی ہے۔ فرماتے ہیں:

''انہوں نے ایک صداقت اور حق کو قبول کیا تھا اور پھر سچے دل سے قبول کیا تھا اس میں کوئی تکلف اور نمایش نہ تھی ان کا صدق ہی ان کی کامیابیوں کا ذریعہ ٹھیرا۔ یہ سچی بات ہے کہ صادق اپنے صدق کی تلوار ہی سے کام لیتا ہے۔ آپ (پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم) کی شکل وصورت جس پر خدا پر بھروسہ کرنے کا نور چڑھا ہوا تھا اور جو جلالی اور جمالی رنگوں کو لئے ہوئے تھی۔ اس میں ہی ایک کشش اور قوت تھی کہ وہ بے اختیار دلوں کو کھینچ لیتے تھے۔ اور پھر آپ کی جماعت نے اطاعت الرسول کا وہ نمونہ دکھایا اور اس کی استقامت ایسی فوق الکرامت ثابت ہوئی کہ جو ان کو دیکھتا تھا وہ بے اختیار ہو کر ان کی طرف چلا آتا تھا۔ (اس نمونے کی جو انہوں نے دکھایا اور پھر مستقل مزاجی سے دکھاتے چلے گئے اس کی ہی کرامت تھی کہ جس نے اس کو دیکھا وہ بے اختیار ان کی طرف کھینچا چلا آیا) غرض صحابہ کی سی حالت اور وحدت کی ضرورت اب بھی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو جو مسیح موعود کے ہاتھ سے تیار ہو رہی ہے اسی جماعت کے ساتھ شامل کیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تیار کی تھی۔ اور چونکہ جماعت کی ترقی ایسے ہی لوگوں کے نمونوں سے ہوتی ہے اس لئے تم جو مسیح موعود کی جماعت کہلا کر صحابہ کی جماعت سے ملنے کی آرزو رکھتے ہو اپنے اندر صحابہ کا رنگ پیدا کرو۔ اطاعت ہو تو ویسی ہو۔ باہم محبت اور اخوت ہو تو ویسی ہو۔ غرض ہر رنگ میں ہر صورت میں تم وہی شکل اختیار کرو جو صحابہ کی تھی۔''

(الحکم جلد 5 نمبر 5 مورخہ 10 فروری 1901ء صفحہ 1-2، بحوالہ تفسیر حضرت مسیح موعودؑ جلد 2 صفحہ 246-248)

اس ایک اقتباس میں آپ علیہ السلام نے بہت سی باتوں کی وضاحت فرما دی۔ پہلی بات تو یہ کہ جیسا کہ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرو اور اللہ تعالیٰ کے رسول کی اطاعت کرو اور پھر اولوا الامر یعنی اپنے سرداروں، حکومت وغیرہ کی اطاعت کرو۔ اس میں حکومتی نظام بھی آ جاتا ہے اور نظام جماعت بھی آ جاتا ہے۔ اور خلافت کی اطاعت تو ان دونوں سے اوپر ہے کیونکہ خلافت اللہ اور اس کے رسول کے احکامات کو ہی قائم کرتی ہے اور نظام جماعت خلافت کے تابع ہے اور یہ خلافت کی خوبصورتی ہے کہ بعض دفعہ اگر نظام جماعت کو چلانے کے لئے مقرر کردہ کارکنوں اور افراد جماعت کے تعلق میں کوئی مسئلہ پیدا ہو جائے کوئی تنازعہ پیدا ہو جائے تو خلیفہ وقت اسے دور کرتا ہے یہ اس کے فرائض میں شامل ہے۔ یہاں یہ بھی واضح ہو کہ جیسا کہ میں نے کہا کہ خلافت کی اطاعت حکومت سے بھی اوپر ہے تو کسی قسم کی غلط فہمی

نہیں ہونی چاہئے۔ خلیفہ وقت ملکی قوانین کی سب سے زیادہ پابندی کرتا ہے، کرنے والا ہے اور کروانے والا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ:

''اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے۔''

(ضرورۃ الامام، روحانی خزائن جلد 13 صفحہ 493)

پس حکومت کے دنیاوی نظام کے اندر ایک روحانی نظام بھی چل سکتا ہے اور چلتا ہے اور ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم اس روحانی نظام کا حصہ ہیں اور امام الزمان کے نظام کو جاری کرنے کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے خلافت کا نظام بھی جاری فرمایا ہے جو اللہ اور اس کے رسول کی حکومت دلوں میں قائم کرنے کے لئے کوشش کرتا ہے۔ اور تنازعہ کی صورت میں جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے حکم کے مطابق فیصلہ کرتا ہے۔ یہ بھی ہم پر اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ خلافت کا نظام ہم میں جاری ہے ورنہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی طرف لوٹانے کے بارے میں مختلف فرقوں اور فقہاء کی اپنی اپنی تشریح ہے، تفسیریں ہیں اور بعض ایسی ہیں جو معاملوں کو سلجھانے کے بجائے الجھانے والی ہیں اور الجھا سکتی ہیں۔ اسی طرح حکومت وقت کے ساتھ معاملات میں بھی مختلف نظریات مختلف مسائل پیدا کر سکتے ہیں۔ پس ایک اجتہاد اور فیصلہ خلافت کے تابع رہ کر ہی ہو سکتا ہے اور اس بات پر احمدی جتنا بھی شکر کریں وہ کم ہے۔ اور اس شکر کا اظہار خلافت کی مکمل اطاعت سے ہی ہو سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے پھر یہ بھی فرمایا اور یہ بڑی اہم بات ہے کہ اطاعت اگر سچے دل سے کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت و روشنی آتی ہے اور یقیناً اس سے مراد روحانی نظام کی اطاعت ہے اور ہر ایک کے لئے اپنی اطاعت کے ماپنے کا یہ معیار ہے کہ کیا دل میں نور پیدا ہو رہا ہے اطاعت سے روح میں لذت روشنی آ رہی ہے؟ اگر ہر ایک خود اس پر غور کرے تو وہ خود ہی اپنے معیار اطاعت کو پرکھ لے گا کہ کتنی ہے۔ کس قدر وہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کر رہا ہے کس قدر وہ رسول کی اطاعت کر رہا ہے اور کس قدر مسیح موعود علیہ السلام کے ذریعہ قائم کردہ نظام خلافت کی اطاعت کر رہا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت کے بعد کوئی نور حاصل نہیں ہوتا تو آپ نے فرمایا اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ حکومت وقت کی اطاعت سے امن اور سکون تو پیدا ہوگا لیکن روحانی روشنی اور لذت روحانی نظام کی اطاعت میں ہی ہے۔ پھر اپنے روحانی معیار کو بلند کرنے کے لئے ایک نکتہ آپ نے یہ بیان فرمایا کہ ''مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں جتنی اطاعت کی ہے''۔ انسان جتنے چاہے مجاہدات کرتا رہے لیکن اگر اطاعت نہیں تو نہ ہی انسان کو روحانی لذت اور روشنی مل سکتی ہے، نہ زندگی کا سکون مل سکتا

ہے۔ پس جو لوگ اپنی نمازوں اور عبادتوں پر بہت مان کر رہے ہوتے ہیں اور اطاعت سے باہر نکلتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے وارث نہیں بن سکتے۔ پھر اطاعت کا معیار حاصل کرنے کے لئے ایک اہم بات آپ نے بیان فرمائی کہ اطاعت میں اپنے ہوائے نفس کو ذبح کرنا ضروری ہے اپنے تکبر کو مارنا ہوگا اپنی انانیت پر چھری پھیرنی ہوگی اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی مرضی کے موافق کرنا ہوگا تب ہی اطاعت کا معیار حاصل ہوگا۔ ورنہ آپ فرماتے ہیں اس کے بغیر اطاعت ممکن ہی نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ بڑے بڑے موحدوں کے دلوں میں بھی بت بن سکتے ہیں۔ ایسے لوگ جو خدائے واحد کی عبادت کرنے والے ہیں یہ کہتے ہیں کہ ہم ایک خدا کی عبادت کرنے والے ہیں۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی یاد بقول ان کے ان کے دل میں ہے۔ فرمایا کہ ان کے دلوں میں بھی بت بن سکتے ہیں۔ بیشک ایک خدا کی عبادت کا دعویٰ ہو لیکن خود پسندی اور فخر کے بت دلوں میں بیٹھے ہوں گے جو ایک وقت میں پھر انسان کو ادنیٰ اطاعت سے بھی باہر نکال دیتے ہیں۔ بڑی بڑی باتیں تو ایک طرف رہیں۔ آپ نے واضح فرمایا کہ صحابہ رضوان اللہ علیہم نے سچی اطاعت کے بعد ہی اپنی عبادتوں کے وہ اعلیٰ ترین نتائج حاصل کئے جو ہمارے لئے آج نمونہ ہیں۔ اطاعت کس طرح ہونی چاہئے؟ ایک حدیث میں آتا ہے آپؐ نے یہ فرمایا کہ تمہارے اوپر اگر حبشی غلام بھی امیر مقرر کیا جائے بلکہ یہ بھی فرمایا کہ منقّی کے سر والا بھی اگر امیر مقرر کیا جائے یعنی اگر اس میں عقلی لحاظ سے کچھ کمیاں بھی ہوں تو اس کی بھی اطاعت کرو۔

(صحیح البخاری کتاب الاحکام باب السمع و الطاعۃ... حدیث نمبر 7142)

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قومی ترقی کو بھی اطاعت سے باندھ کر واضح فرمایا کہ کوئی قوم قوم نہیں کہلا سکتی اور ان میں ملیت اور یگانگت کی روح نہیں پھونکی جاتی جب تک فرمانبرداری کے اصول کا اختیار نہیں کریں گے۔ پس اس اصول کو اپنانا ہی ترقی کا راز ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی یہی فرمایا ہے کہ ترقی جماعت کے ساتھ رہنے، امام وقت کی باتیں سننے اور اطاعت سے ہی ملنی ہے۔ اس کے بغیر ترقی نہیں مل سکتی۔ آج اس اصل کو اگر مسلمان بھی سمجھ لیں تو ایک ایسی عظیم طاقت بن جائیں جس کا دنیا کی کوئی طاقت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ لیکن ہم جو احمدی کہلاتے ہیں ہمیں کامل فرمانبرداری کے معیاروں کو حاصل کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اطاعت کو روحانی جماعتوں کے لئے تو اللہ تعالیٰ نے انجام کے لحاظ سے بہترین کہا ہوا ہے۔ اور یہ تو ہے ہی کہ جب اطاعت کریں گے تو انجام بہتر ہوگا جس سے انقلاب پیدا ہوگا لیکن دنیاوی نظاموں میں بھی ہم دیکھتے ہیں کہ فرمانبرداری کی روح کیسے کیسے انوکھے کام دکھاتی ہے۔

نپولین کے بارے میں ہم تاریخ میں دیکھتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس نے فرانس کو ایسے وقت میں سنبھالا جب وہ اپنے عروج سے زوال کی طرف جا رہا تھا۔ نیچے نیچے گر رہا تھا۔ ملک کی حالت خراب سے خراب تر ہو رہی تھی۔ نپولین نے لوگوں سے کہا کہ جب تک تم میں تفرقہ اور پھاڑ ہے تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔ اگر تم اطاعت اور فرمانبرداری کا مادہ اپنے اندر پیدا کرو تو تم جیت جاؤ گے، ترقیاں حاصل کرو گے، اپنا مقام حاصل کر لو گے۔ چنانچہ ایسی روح اس نے پیدا کی کہ جو اس کے ارد گرد تھے ہر بات ماننے والے تھے جو ملک کے خیر خواہ لوگ تھے انہوں نے اس کی بات مان لی اور اس کے ارد گرد جمع ہونے شروع ہو گئے اسی کو اپنا لیڈر بنا لیا اور اطاعت اور فرمانبرداری کا بہترین نمونہ دکھایا۔ بلکہ کہا جاتا ہے کہ ایسا نمونہ دکھایا کہ اس نے نپولین کی اپنی زندگی کو بھی بدل دیا۔ باوجود اس کے کہ خود اطاعت کے لئے کہا جاتا تھا اس کو جب عملی طور پر اس کے سامنے اطاعت آئی تب اس نے اپنے آپ میں مزید انقلاب پیدا کیا۔

بہر حال ایک وقت ایسا بھی آیا کہ ایک بڑی جنگ کے بعد نپولین ہار گیا اور اٹلی کے ایک جزیرے میں قید کر دیا گیا۔ وہاں کچھ وقت کے بعد کچھ لوگوں کی مدد سے آزاد ہوا۔ دوبارہ فرانس کے ساحل پر آیا۔ اس وقت تک فرانس میں نئی حکومت قائم ہو چکی تھی۔ نیا نظام تھا۔ بادشاہ نے پادریوں کو بلا کر ان کے ذریعہ جرنیلوں اور سپاہیوں سے بائبل پر ہاتھ رکھوا کر قسمیں لی تھیں۔ یہ عہد لیا تھا کہ وہ نئی حکومت کی اطاعت اور فرمانبرداری کریں گے۔ بادشاہ نے بائبل پر ہاتھ رکھوا کر قسمیں اس لئے لی تھیں کہ اس کو پتا تھا کہ نپولین نے لوگوں میں اطاعت اور فرمانبرداری کی ایسی روح پیدا کر دی ہے کہ اگر وہ واپس آ گیا تو لوگ پھر اس کے ساتھ مل جائیں گے۔ نپولین جب کسی طریقے سے قید سے رہا ہو گیا اور کچھ ساتھیوں نے اس کی مدد کی تو قید سے رہا ہو کر وہ واپس فرانس آیا۔ وہاں اس نے اپنے ارد گرد ایسے لوگوں کو، زمینداروں کو، عام لوگوں کو اکٹھا کرنا شروع کر دیا۔ عوام میں سے جو اس کے وفادار تھے ان کو جمع کرنا شروع کر دیا۔ وہ تجربہ کار فوجی نہیں تھے اسلحہ بھی ان کے پاس اتنا نہیں تھا۔ بہر حال جب بادشاہ کو پتا لگا تو اس نے ایک جرنل کو فوج دے کر بھیجا کہ اس کو ختم کریں۔ اتفاقاً ان کا آمنا سامنا ایک ایسی جگہ ہو گیا جہاں ایک تنگ درہ تھا۔ جہاں سے صرف آدمی کندھا ملا کر گزر سکتے تھے۔ نپولین نے اپنے فوجیوں کو آگے بڑھنے کا حکم دیا وہ آگے بڑھے لیکن حکومتی فوجیوں نے انہیں گولیوں کی بارش کر کے ختم کر دیا۔ پھر اس نے اور آدمی بھیجے وہ بھی مارے گئے ان کا بھی وہی انجام ہوا۔ آخر سپاہیوں نے کہا کہ آگے بڑھنے کی کوئی صورت نہیں ہے۔ دشمن سامنے ہے اور جگہ تنگ ہے ادھر ادھر ہم ہو نہیں سکتے۔ اور پھر وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ہم نے بائبل پر قسمیں کھائی ہیں کہ حکومت

کا ساتھ دینا ہے اور نپولین کے سپاہیوں کو ختم بھی کرنا ہے۔ بہرحال ہم حملہ پوری طرح کرنہیں سکتے درہ چھوٹا ہے اور مارے جاتے ہیں کیونکہ نپولین نے خود ہی ان حکومتی سپاہیوں میں بھی تربیت کر کے اطاعت اور فرمانبرداری کا جذبہ پیدا کیا تھا اس نے ان سے کہا اپنے سپاہیوں سے جواب اس کے ساتھ تھے کہ ان سے جا کے درّہ میں کھڑے ہو کے کہو کہ نپولین کہتا ہے کہ راستہ چھوڑ دو لیکن اس پر بھی حکومتی سپاہی گولیوں کی بوچھاڑ کرتے رہے کہ ہم نے بائبل پر قسمیں کھائی ہیں اس لئے اب نپولین کا حکم نہیں مان سکتے۔ نپولین کو اس پر یقین نہ آیا کیونکہ اس کا خیال تھا کہ میری ایسی تربیت ہے کہ یہ ہو نہیں سکتا کہ میری بات نہ مانیں کیونکہ میں نے ہی ان میں فرمانبرداری کا مادہ پیدا کیا ہے، اطاعت کا مادہ پیدا کیا ہے۔ کس طرح ہو سکتا ہے کہ میرے سپاہیوں پر گولیاں چلائیں۔ پھر اس نے بھیجا اور مزید آدمی مارے گئے یہی انجام ہوا آخر نپولین خود گیا کہ میں دیکھوں گا وہ کس طرح میری بات نہیں مانتے۔ چنانچہ وہ گیا اور اس نے کہا میں نپولین ہوں اور تم سے کہتا ہوں کہ راستہ چھوڑ دو۔ حکومتی فوج کے افسر نے کہا کہ اب وہ دن گئے ہم نے نئی حکومت سے وفاداری کی قسم کھائی ہے مگر نپولین کو یہ یقین تھا کہ فرمانبرداری کا سبق تو اس نے لوگوں کو دیا ہے اور یہ سبق اتنی جلدی یہ لوگ بھول نہیں سکتے۔ نپولین نے انہی حکومتی فوجیوں کو کہا کہ میری فوجوں نے تو بہرحال آگے جانا ہے۔ اگر تم میرا سکھایا ہوا سبق بھول گئے ہو۔ تو لو میں سامنے کھڑا ہوں جس سپاہی کا دل چاہتا ہے وہ اپنے بادشاہ کے سینے میں گولی مار دے۔ میں ہی اب تک تم پر حکومت کرتا رہا ہوں۔ اگر تم چاہتے ہو کہ اپنے بادشاہ کو مارنا ہے تو لو میں کھڑا ہوں تم میرے سینے میں گولی مارو۔ جب نپولین نے یہ کہا تو ان سپاہیوں کا جو پرانا وفاداری اور فرمانبرداری کا جذبہ تھا وہ واپس آ گیا۔ انہوں نے نپولین زندہ باد کا نعرہ لگایا اور دوڑ کر اس میں شامل ہو گئے بلکہ کہتے ہیں کہ ان میں سے بعض بچوں کی طرح رو رہے تھے۔ جب یہ خبر جنرل کو ملی جو وہ فوج کے بڑے حصے کے ساتھ پیچھے تھا۔ تو وہ آگے بڑھا کہ حملہ کرے لیکن جب اس کے کان میں نپولین کی آواز پہنچی کہ تمہارا بادشاہ نپولین تمہیں بلاتا ہے تو وہ فوج اور جنرل بھی اپنا جو بعد کا اقرار تھا وہ بھول کر اس کے ساتھ شامل ہو گئے اور فرمانبرداری کا جو پہلا اقرار تھا اس پر قائم ہو گئے۔ بہرحال یہ نپولین کی کوششیں تھیں کہ فرانس کے شدید تفرقے کو دور کر کے اس نے فرمانبرداری کا جذبہ پیدا کر دیا۔

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک جگہ یہ مثال بیان کر کے فرماتے ہیں کہ:

نپولین یا اس جیسے دوسرے لیڈروں کے پاس تو خدا تعالیٰ کی وہ تائید نہیں تھی جو سچے مذہب کے پاس ہوتی ہے۔ لیکن پھر بھی انہوں نے انقلاب پیدا کیا لیکن بیعت کرنے والوں کی تو مختلف صورت ہوتی

ہے۔ بیعت کا تو مفہوم ہی اطاعت میں اپنے آپ کو فنا کرنا ہے۔ اور یہ مفہوم اتنا بلند ہے کہ دنیوی امور میں فرمانبرداری اس کا مقابلہ کر ہی نہیں سکتی۔

آپ نے فرمایا کہ

یہ گر کہ اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِى الْاَمْرِ مِنْكُمْ ایسا ہے کہ جب تک کوئی قوم اس پر عمل نہیں کرتی خواہ وہ سچے مذہب کی پابند ہو یا اس سے ناواقف، کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔

(ماخوذ از خطبات محمود جلد 17 صفحہ 509 تا 512)

پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس ارشاد کو ہر وقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ قوم بننے کے لئے یگانگت اور فرمانبرداری انتہائی ضروری ہے اور اس کے بغیر گراوٹ اور تنزل ہی ہو گا۔ اس بارے میں قرآن کریم نے بھی ہمیں واضح فرمایا ہے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖٓ اِخْوَانًا۔ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا۔ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ (آل عمران: 104) یعنی اللہ کی رسی کو سب مضبوطی سے پکڑ لو اور تفرقہ نہ کرو اور اپنے اوپر اللہ کی نعمت کو یاد کرو کہ جب تم ایک دوسرے کے دشمن تھے تو اس نے تمہارے دلوں کو آپس میں باندھ دیا اور پھر اس کی نعمت سے تم بھائی بھائی ہو گئے۔ اور تم آگ کے گڑھے کے کنارے پر کھڑے تھے تو اس نے تمہیں اس سے بچا لیا۔ اسی طرح اللہ تمہارے لئے اپنی آیات کھول کھول کر بیان کرتا ہے تاکہ شاید تم ہدایت پا جاؤ۔

پس یہ اللہ تعالیٰ کا واضح ارشاد ہے لیکن مسلمانوں کی بدقسمتی کہ اس واضح ارشاد کے باوجود تفرقہ کی انتہا تک پہنچے ہوئے ہیں اور اپنے اوپر جو انعامات ہوئے تھے ان کو بھلا بیٹھے ہیں اور ادبار اور تنزل کی انتہاؤں کو اس وجہ سے چھو رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانے سے اس وقت مسلمانوں کی یہ حالت تھی جیسا کہ آپ نے فرمایا۔ اب تو اس کی انتہا ہوئی ہوئی ہے۔ اس زمانے کی نسبت اب تو یہ انتہا کو پہنچی ہوئی ہے لیکن سمجھتے نہیں ہیں۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ

اگر اختلاف رائے چھوڑ دو اور ایک کی اطاعت کرو یعنی زمانے کے امام کی اطاعت کیونکہ اس

زمانے میں وہ ایک جو اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلام صادق کے طور پر بھیجا ہے وہ مسیح موعود ہی ہیں تو فرمایا کہ پھر دیکھو کہ کس طرح ہر کام میں برکت پڑے گی۔ اللہ تعالیٰ ان کو عقل دے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ جماعت پر ہوتا ہے اور یہی بات ہمیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات میں بھی ملتی ہے۔ اور جب تک یہ وحدت قائم نہیں ہوگی نہ خدا تعالیٰ ملے گا نہ دوسری کامیابیاں مل سکیں گی۔ خدا تعالیٰ بھی انہی کو ملتا ہے توحید کا صحیح ادراک بھی انہیں ہی ہوتا ہے جن میں وحدت ہوتی ہے۔

پس ہمیں بھی صرف اس بات پر راضی نہیں ہو جانا چاہئے کہ ہم نے بیعت کر لی۔ بیعت کے معیار کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اور وہ ہے جیسا کہ بیعت کے لفظ سے پتا لگتا ہے بک جانا۔ اور تبھی خدا تعالیٰ کے فضلوں کے بھی ہم وارث بنیں گے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مثال دے کر اور دوسرے صحابہ کا عمومی ذکر کر کے یہ بتایا کہ یہ لوگ صائب الرائے اور دنیاوی اور سیاسی سوجھ بوجھ رکھتے تھے اور وقت آنے پر ان کی یہ خوبیاں ان پر ظاہر ہوئیں اور بڑے شاندار طریق پر انہوں نے حکومت چلائی لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں لگتا تھا کہ انہیں کچھ پتا نہیں۔ مکمل اطاعت اور فرمانبرداری اور حکموں پر چلنا ان کا کام تھا۔ اپنی تمام راؤں اور دانشوں اور عقلمندیوں کو وہ لوگ انتہائی حقیر سمجھتے تھے اور پھر دنیا نے دیکھا کہ ایک دن صحابہ نے کس طرح دنیا کی رہنمائی کی۔ یہی تربیت تھی جس نے خلافت راشدہ میں بھی اتحاد کے اعلیٰ ترین نمونے دکھائے۔

تاریخ میں جو حضرت ابوعبیدہ رضی اللہ تعالیٰ کی دانشمندی، بےنفسی اور قومی مفاد کو پیش نظر رکھنے کا ایک واقعہ آتا ہے کہ ایک جنگ کے دوران حضرت ابوعبیدہ کو حضرت عمر کا خط ملا جس میں حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وفات کا ذکر تھا اور حضرت عمر نے حضرت خالد بن ولید کو معزول کرتے ہوئے حضرت ابوعبیدہ کو امیر لشکر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابوعبیدہ نے حضرت خالد کو وسیع تر قومی مفاد کے پیش نظر اس وقت تک اس کی اطلاع نہیں کی جب تک اہل دمشق کے ساتھ صلح نہیں ہو گئی۔ اور جو معاہدہ صلح تھا اس پر آپ نے حضرت خالد بن ولید سے دستخط کروائے۔ حضرت خالد بن ولید کو بعد میں پتا چلا کہ مجھے تو معزول کر دیا گیا تھا اور ان کو سپہ سالار بنایا گیا تھا تو انہوں نے شکوہ کیا مگر آپ ٹال گئے اور ان کے کارناموں کی تعریف کرتے ہوئے انہیں مطمئن کر دیا۔ اسلامی جرنیل حضرت خالد بن ولید نے اس موقع پر اطاعت خلافت کا انتہائی شاندار نمونہ دکھاتے ہوئے کہا کہ لوگو! تم پر اس امت کے امین امیر مقرر ہوئے ہیں۔ (حضرت ابوعبیدہ کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے امین کے لقب سے خطاب دیا تھا۔) حضرت ابوعبیدہ نے جواب میں کہا

میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا ہے کہ خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور قبیلے کا بہترین نوجوان ہے۔

(تاریخ الطبری جزء 4 صفحہ 82 ثم دخلت سنة ثلاث عشرة... صفحہ 242 ثم دخلت سنة سبع عشرة... دار الفکر بیروت لبنان طبع ثانیہ 2002ء)

(مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 751 مسند خالد بن ولید حدیث نمبر 16947، 16948 عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ تھا خوشدلی سے خلیفہ وقت کے فیصلے کو ماننا۔ آج بھی بعض دفعہ ایسے واقعات ہو جاتے ہیں عموماً تو نہیں اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں اطاعت کا جذبہ ہے لیکن بعض ایسے بھی ہیں جب کسی عہدے سے ہٹایا جائے تو سوال ہوتا ہے کیوں ہٹایا گیا ہے؟ کس لئے ہٹایا گیا ہے؟ کیا کمی تھی ہم میں؟ اگر یہ نمونے اپنے سامنے رکھیں جو تاریخ ہمیں دکھاتی ہے تو کبھی اس قسم کے سوال نہ اٹھیں۔ بہر حال ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ آج بھی وہی قرآن ہے جس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں۔ اسی رسول کی ہم پیروی کرتے ہیں جس نے ہماری رہنمائی کی ہے اور احادیث کی کتب میں ہمیں وہ رہنمائی مل بھی جاتی ہے لیکن مسلمانوں کی حالت کیا ہے؟ یا آپس کا فتنہ و فساد ہے یا دنیا کے آگے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ آج جو یہ پھوٹ ہے اور شیعہ سنی کے جھگڑے ہیں، (بلکہ اب تو اور بھی مزید تقسیمیں ہو گئی ہیں)، یہ اطاعت سے باہر نکلنے کی وجہ سے ہی ہے۔ یہ زوال ہے اگر آج آپس میں ایک ہو جائیں تو یہ اعتراض بھی مخالفین کے ختم ہو جائیں کہ اسلام تلوار کے زور سے پھیلا تھا۔ صحابہ کی یگانگت اور اطاعت ایسی تھی کہ اس نے دلوں کو فتح کر لیا تھا۔ پس اس اتحاد کی ضرورت ہے اور خاص طور پر مسیح موعود کی جماعت کو، آپ نے اپنی جماعت کو توجہ دلائی کہ تم صحابہ کا نمونہ پیدا کرو تاکہ تمہاری سچائی کی تلوار دشمنوں کو کاٹتی چلی جائے۔ اور یہ اس وقت ہوگا جب کامل اطاعت اور فرمانبرداری ہم میں سے ہر ایک میں پیدا ہوگی۔ ہر ایک اپنے اندر پیدا کرنے کی کوشش کرے گا۔ اگر اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی کامل اطاعت ہوگی تو اس نور سے بھی حصہ ملے گا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیا گیا تھا۔

پس یہ ایک احمدی کی بہت بڑی ذمہ داری ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آکر اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ کا ایسا نمونہ بنیں جو دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچنے والا ہو اور یہی وہ حربہ ہے جس سے ہم دنیا کے دل جیت سکتے ہیں، جس سے ہم دنیا کو اللہ تعالیٰ اور

اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے قدموں میں لا کے ڈال سکتے ہیں، جس سے ہم دنیا کی رہنمائی کر سکتے ہیں، جس سے ہم دنیا کے فسادوں کو ختم کر سکتے ہیں کیونکہ جیسا کہ میں نے کہا ہمارے پاس اللہ تعالیٰ کے احکام قرآن کریم کی صورت میں موجود ہیں جو ہمارے لئے قابل اطاعت ہیں اور قابل عمل ہیں ہمارے پاس اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے جس کی اطاعت کرنا ہم پر فرض کیا گیا ہے۔ ہمارے اندر اولی الامر کا روحانی نظام بھی موجود ہے جو اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے حکموں کی طرف توجہ دلاتا رہتا ہے۔

پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم اپنے میں اور دوسروں میں ایک نمایاں امتیاز پیدا نہ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے اور جو توقعات حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہم سے رکھی ہیں ہم ہمیشہ ان کو پورا کرنے والے ہوں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 26 دسمبر 2014ء تا یکم جنوری 2015ء جلد 21 شمارہ 52 صفحہ 05 تا 08)

50

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 12 دسمبر 2014ء بمطابق 12 فتح 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آج بھی میں حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے وقت کے بعض واقعات پیش کروں گا۔ چاہے ہمارے علم میں پہلے ہوں بھی لیکن حضرت مصلح موعود جس طرح بیان فرماتے ہیں اس سے بعض باتیں مختلف زاویوں سے سامنے آتی ہیں اور اس سے ہمیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مقام و مرتبہ اور آپ کے ساتھ تائیدات الٰہی کا ایک اور رنگ میں بھی پتا چلتا ہے۔

سورۃ یونس کی آیت سترہ میں جو اصول اللہ تعالیٰ نے نبی کی صداقت کا بیان فرمایا ہے کہ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔ یعنی پس پہلے مَیں تمہارے درمیان ایک لمبی عمر گزار چکا ہوں کیا تم عقل نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ یہ کہیں یا آپؐ نے کفار کو یہ کہا۔ بہر حال یہ ایک اصول ہے نبی کی صداقت کا کہ جو اس کا ماضی ہے وہ اس کی زندگی کو ظاہر کرتا ہے۔

حضرت مصلح موعود ایک جگہ اپنی تقریر میں فرماتے ہیں۔ یہ تقریر کا موقع بھی اس طرح پیدا ہوا کہ قادیان میں مخالفین کے بعض بڑے بڑے مخالف علماء جمع ہوئے اور انہوں نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ السلام کے خلاف بڑی دشنام طرازیاں کیں بڑی تقاریر کیں اور بڑا منصوبہ کر کے وہ جلسہ انہوں نے منعقد کیا اور ارادہ ان کا یہ تھا کہ فساد پیدا کیا جائے۔ بہر حال اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا کہ وہ فساد تو نہ کر سکے

لیکن انہوں نے جو بھی دریدہ دہنی کی جا سکتی تھی، گند بکا جا سکتا تھا بکا۔ اس کے بعد حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک جلسہ منعقد کیا یا کہنا چاہئے ایک اجلاس کی صورت تھی جہاں آپ نے ان اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کے جواب بھی دیئے اور صداقت حضرت مسیح موعود علیہ السلام ثابت کی۔ بہر حال وہ ساری باتیں تو نہیں، ایک آدھ اقتباس مَیں اس میں سے لیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ:

''حضرت مرزا صاحب کی دعویٰ سے پہلے کی زندگی کو دیکھتے ہیں تو آپ نے یہاں کے ہندوؤں، سکھوں اور مسلمانوں کو بار بار باعلان فرمایا کہ کیا تم میری پہلی زندگی پر کوئی اعتراض کر سکتے ہو مگر کسی کو جرأت نہ ہوئی بلکہ آپ کی پاکیزگی کا اقرار کرنا پڑا۔'' اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں جو یہ اصول بیان فرمایا ہے کہ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ (یونس:17) اس کے تحت ہر ایک نے یہ گواہی دی کہ آپ کی پہلی زندگی بالکل پاک تھی یا کم از کم اعتراض نہیں اٹھا سکے۔ پھر آپ کہتے ہیں کہ ''مولوی محمد حسین بٹالوی جو بعد میں سخت ترین مخالف ہو گیا اس نے اپنے رسالہ میں آپ کی زندگی کی پاکیزگی اور بے عیب ہونے کی گواہی دی اور مسٹر ظفر علی خان کے والد نے اپنے اخبار میں آپ کی ابتدائی زندگی کے متعلق گواہی دی کہ بہت پاکباز تھے۔ پس جو شخص چالیس سال تک بے عیب رہا اور اس کی زندگی پاکباز رہی وہ کس طرح راتوں رات کچھ کا کچھ ہو گیا اور بگڑ گیا۔ علماءِ نفس نے مانا ہے کہ ہر عیب اور اخلاقی نقص آہستہ آہستہ پیدا ہوا کرتا ہے۔'' جو نفسیات کے ماہر ہیں وہ یہ یہی کہتے ہیں کہ جو اخلاقی برائیاں ہیں وہ آہستہ آہستہ پیدا ہوتی ہیں ''ایک دم کوئی تغیرِ اخلاقی نہیں ہوتا ہے۔ پس دیکھو کہ آپ کا ماضی کیسا بے عیب اور بے نقص اور روشن ہے......'' کہ کسی کو جرأت نہیں ہوئی۔

(معیار صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 61)

پھر اللہ تعالیٰ سورۃ مومن میں فرماتا ہے کہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا (المؤمن:52) کہ ہم اپنے رسول کی مدد فرماتے ہیں۔ یہ مدد ہم حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لئے کس طرح دیکھتے ہیں۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ ''آپ کو طرح طرح سے مارنے کی کوشش کی گئی۔ لوگ مارنے پر متعین ہوئے جن کا علم ہو گیا اور وہ اپنے ارادے میں ناکام ہوئے۔ مقدمے آپ پر جھوٹے اقدامِ قتل کے بنائے گئے۔ چنانچہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جھوٹا مقدمہ اقدامِ قتل کا بنایا اور ایک شخص نے کہہ بھی دیا کہ مجھے حضرت مرزا صاحب نے متعین کیا تھا۔ مجسٹریٹ وہ جو اس دعویٰ کے ساتھ آیا تھا کہ اس مدعی مہدویت و مسیحیت کو اب تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں۔ میں پکڑوں گا مگر جب مقدمہ ہوتا ہے وہی

مجسٹریٹ کہتا ہے کہ میرے نزدیک یہ جھوٹا مقدمہ ہے۔ بار بار اس نے یہی کہا اور آخر اس شخص کو عیسائیوں سے علیحدہ کر کے'' جس نے الزام لگایا تھا ''پولیس افسر کے ماتحت رکھا گیا اور وہ شخص رو پڑا اور اس نے بتا دیا کہ مجھے عیسائیوں نے سکھایا تھا اور خدا نے اس جھوٹے الزام کا قلع قمع کر دیا۔'' اس کی باقی تفصیل بعد میں مَیں آگے بیان کروں گا۔ فرماتے ہیں کہ ''اسی طرح ہماری جماعت کے پرجوش مبلغ مولوی عمر الدین صاحب شملوی اپنا واقعہ سنایا کرتے ہیں کہ وہ بھی اسی معیار پر پرکھ کر احمدی ہوئے ہیں۔ وہ سناتے ہیں کہ شملہ میں مولوی محمد حسین اور مولوی عبدالرحمٰن سیاح اور چند اور آدمی مشورہ کر رہے تھے کہ اب مرزا صاحب کے مقابلہ میں کیا طریق اختیار کرنا چاہئے۔ مولوی عبدالرحمٰن صاحب نے کہا کہ مرزا صاحب اعلان کر چکے ہیں کہ مَیں اب مباحثہ نہیں کروں گا۔ ہم اشتہار مباحثہ دیتے ہیں اگر وہ مقابلہ پر کھڑے ہو جائیں گے تو ہم کہیں گے کہ انہوں نے جھوٹ بولا کہ پہلے تو اشتہار دیا تھا کہ ہم مباحثہ کسی سے نہ کریں گے اور اب مباحثہ کے لئے تیار ہو گئے اور اگر مباحثہ پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم شور مچا دیں گے کہ دیکھو مرزا صاحب ہار گئے۔ اس پر مولوی عمر الدین صاحب نے کہا کہ اس کی کیا ضرورت ہے۔ مَیں جاتا ہوں اور جا کر ان کو قتل کر دیتا ہوں۔ مولوی محمد حسین نے کہا کہ لڑکے تجھے کیا معلوم یہ سب کچھ کیا جا چکا ہے۔ مولوی عمر الدین صاحب کے دل میں یہ بات بیٹھ گئی کہ جس کی خدا اتنی حفاظت کر رہا ہے وہ خدا ہی کی طرف سے ہو گا۔ انہوں نے جب بیعت کر لی تو واپس جاتے ہوئے مولوی محمد حسین صاحب بٹالہ کے سٹیشن پر ملے اور کہا تو کدھر؟ انہوں نے کہا کہ قادیان بیعت کر کے آیا ہوں۔'' مولوی صاحب کہنے لگے کہ ''تُو بہت شریر ہے، تیرے باپ کو لکھوں گا۔ انہوں نے کہا کہ مولوی صاحب یہ تو آپ ہی کے ذریعہ ہوا ہے جو کچھ ہوا ہے۔''

(معیار صداقت، انوار العلوم جلد 6 صفحہ 61-62)

پس مخالف مارنا چاہتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ ان کو بچاتا ہے۔ بلکہ دشمنی کرنے والا اگر نیک فطرت ہے تو وہ خود گھائل ہو کر جاتا ہے، خود اپنے دل کو پیچ کر جاتا ہے۔

میں نے پہلے مقدمہ قتل کا جو بتایا تھا یہ مقدمہ قتل عیسائیوں کی طرف سے ہوا تھا اس کی تفصیل حضرت مصلح موعودؓ نے بیان کی ہے۔ یہ مارٹن کلارک کا مقدمہ تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی بھی اس میں گواہ کے طور پر پیش ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے کس طرح ان کی ذلت کا سامان کیا۔

حضرت مصلح موعودؓ یہ لکھتے ہیں بلکہ خطبے میں ذکر کیا ہے کہ

''مارٹن کلارک نے عدالت میں یہ دعویٰ کیا کہ میرے قتل کے لئے مرزا صاحب نے ایک آدمی

بھیجا ہے۔ مسلمانوں میں علماء کہلانے والے بھی اس کے ساتھ اس شور میں شامل ہو گئے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب تو اس مقدمہ میں آپ کے خلاف شہادت دینے کے لئے بھی آئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے قبل از وقت بتا دیا تھا کہ ایک مولوی مقابل پر پیش ہو گا مگر اللہ تعالیٰ اسے ذلیل کرے گا لیکن باوجود اس کے کہ الہام میں اس کی ذلّت کے متعلق بتا دیا گیا تھا اور الہام کے پورا کرنے کے لئے ظاہری طور پر جائز کوشش کرنا ضروری ہوتا ہے'' (لیکن ہوا کیا؟) حضرت مصلح موعود کہتے ہیں ''مجھے خود مولوی فضل دین صاحب نے جو لاہور کے ایک وکیل اور اس مقدمہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی طرف سے پیروی کر رہے تھے سنایا کہ جب میں نے ایک سوال کرنا چاہا جس سے مولوی محمد حسین کی ذلت ہوتی تھی تو آپ نے مجھے اس سوال کے پیش کرنے سے منع کر دیا...... مقدمات میں گواہوں پر ایسے سوالات کئے جاتے ہیں کہ جن سے ظاہر ہو کہ وہ بے حیثیت آدمی ہے۔'' کسی آدمی کی حقیقت ظاہر کرنے کے لئے بعض سوال کئے جاتے ہیں۔ ''مولوی فضل دین صاحب نے جب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو وہ سوالات سنائے جو وہ مولوی محمد حسین صاحب پر کرنا چاہتے تھے تو ان میں سے ایک سوال...... سن کر حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ ہم ایسے سوالات کو برداشت نہیں کر سکتے۔ مولوی فضل دین صاحب نے کہا کہ اس سوال سے آپ کے خلاف مقدمہ کمزور ہو جائے گا اور اگر یہ نہ پوچھا جائے تو آپ کو مشکل پیش آئے گی اس لئے کہ گواہ اپنے آپ کو مسلمانوں کا ایک لیڈر ہونے کی حیثیت سے پیش کر رہا ہے اور ضروری ہے کہ ثابت کیا جائے کہ وہ ایسا معزز نہیں۔ مگر آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ ہم اس سوال کی اجازت نہیں دے سکتے۔ مولوی فضل دین احمدی نہیں تھے بلکہ حنفی تھے اور حنفیوں کے لیڈر تھے، انجمن نعمانیہ وغیرہ کے سرگرم کارکن تھے اس لئے مذہبی لحاظ سے تعصب رکھتے تھے۔ مگر جب بھی کبھی غیر احمدیوں کی مجالس میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی ذات پر کوئی حملہ کیا جاتا تو وہ پرزور تردید کرتے اور کہتے کہ عقائد کا معاملہ الگ ہے لیکن مَیں نے دیکھا ہے کہ آپ کے اخلاق ایسے ہیں کہ ہمارے علماء میں سے کوئی بھی ان کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اور اخلاق کے لحاظ سے مَیں نے ایسے ایسے مواقع پر ان کی آزمائش کی ہے کہ کوئی مولوی وہاں نہیں کھڑا ہو سکتا تھا جس مقام پر کہ آپ کھڑے تھے۔ اب دیکھو! اِدھر گواہ کے ذلیل ہونے کا الہام ہے، اُدھر اس کی گواہی آپ کو مجرم بناتی ہے۔ مگر جو بات اس کی (مجرم کی یا گواہ کی) پوزیشن کو گرانے والی ہے۔ (گواہ کی پوزیشن کو گرانے والی تھی) وہ آپ پوچھنے ہی نہیں دیتے۔ لیکن جس خدا نے قبل از وقت مولوی محمد حسین صاحب کی ذلت کی خبر آپ کو دی تھی اس

نے ایک طرف تو آپ کے اخلاق دکھا کر آپ کی عزت قائم کی (کہ غیر احمدی جو وکیل تھا اس کی نظر میں بھی آپ کا مقام بہت بلند ہو گیا) اور دوسری طرف غیر معمولی سامان پیدا کر کے مولوی صاحب کو بھی ذلیل کرا دیا۔ اور یہ اس طرح ہوا۔ (مولوی صاحب کی ذلت) کہ وہی ڈپٹی کمشنر جو پہلے سخت مخالف تھا اس نے جونہی آپ کی شکل دیکھی (ایک طرف تو کہہ رہا تھا میں پکڑوں گا جب شکل دیکھی، آپ کا چہرہ دیکھا) اس کے دل کی کیفیت بدل گئی اور باوجود اس کے کہ آپ ملزم کی حیثیت میں اس کے سامنے پیش ہوئے تھے اس نے کرسی منگوا کر اپنے ساتھ بچھوائی اور اس پر آپ کو بٹھایا۔ جب مولوی محمد حسین صاحب گواہی کے لئے آئے تو چونکہ وہ اس امید میں آئے تھے کہ شاید آپ کے ہتھکڑی لگی ہوئی ہوگی یا کم سے کم آپ کو ذلت کے ساتھ کھڑا کیا گیا ہو گا۔ جب انہوں نے دیکھا کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو مجسٹریٹ نے اپنے ساتھ کرسی پر بٹھایا ہوا ہے تو وہ غصہ سے مغلوب ہو گئے اور جھٹ مطالبہ کیا کہ مجھے بھی کرسی دی جائے۔...... مولوی صاحب نے کہا کہ میں معزز خاندان سے ہوں اور گورنر صاحب سے ملاقات کے وقت بھی مجھے کرسی ملتی ہے۔ ڈپٹی کمشنر نے جواب دیا کہ ملاقات کے وقت تو چوہڑے کو بھی کرسی ملتی ہے مگر یہ عدالت ہے۔ مرزا صاحب کا خاندان رئیس خاندان ہے۔ ان کا معاملہ اَور ہے۔''

(خطبات محمود جلد 17 صفحہ 553 تا 555)

اب چہرہ دیکھ کر ایک ڈپٹی کمشنر کے اور وہ بھی انگریز کے رویے میں جو تبدیلی پیدا ہوئی جس نے یہ دعویٰ کیا تھا کہ اب میں پکڑوں گا کیونکہ معمولی بات نہیں ہے۔ کیپٹن ڈگلس جو تھے ان کی مخالفت کوئی معمولی مخالفت نہیں تھی بلکہ اس نے مذہبی رنگ اختیار کر لیا تھا۔ اس کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ

''چند دن پہلے اس نے کہا تھا کہ قادیان میں ایک شخص نے مسیح کا دعویٰ کیا ہے اور اس طرح وہ ہمارے خدا کی ہتک کر رہا ہے اس کو آج تک کسی نے پکڑا کیوں نہیں؟ جب مسل آئی تو (ڈپٹی کمشنر کیونکہ اس پر وارنٹ جاری کرنا چاہتا تھا) مسل خواں نے کہا۔ جناب والا! یہ کیس وارنٹ کا نہیں بلکہ سمن کا کیس ہے اس لئے وارنٹ جاری نہیں کیا جا سکتا۔ سمن بھیجا جا سکتا ہے۔ ان دنوں جلال الدین ایک انسپکٹر پولیس تھے جو احمدی تو نہیں تھے لیکن بڑے ہمدرد انسان تھے۔ انہوں نے بھی ڈپٹی کمشنر کو توجہ دلائی کہ بڑے ظلم کی بات ہے کہ وارنٹ جاری کیا جا رہا ہے۔ یہ وارنٹ کا کیس نہیں سمن کا کیس ہے۔ لہٰذا وارنٹ کے بجائے سمن بھیجنا چاہئے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نام سمن جاری کیا گیا اور انہی جلال

الدین صاحب کو اس کی تعمیل کرنے کے لئے قادیان بھیجا گیا۔ چنانچہ بعد میں مقررہ تاریخ پر آپ بٹالہ حاضر ہوئے جہاں ڈپٹی کمشنر صاحب دورہ پر آئے ہوئے تھے۔ جب آپ عدالت میں پہنچے تو وہی ڈپٹی کمشنر جس نے چند دن پہلے کہا تھا کہ یہ شخص خداوند یسوع کی ہتک کر رہا ہے اس کو کوئی پکڑتا کیوں نہیں؟ اس نے آپ کا بہت اعزاز کیا (جیسا کہ پہلے بھی ذکر ہو چکا ہے کہ) عدالت میں کرسی پیش کی اور (یہ بھی) کہا کہ آپ بیٹھے بیٹھے میری بات کا جواب دیں۔ اس مقدمے میں (جیسا کہ ذکر ہو چکا ہے) مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی بھی بطور گواہ کے پیش ہوئے۔ (اس وقت) عدالت کے باہر ایک بہت بڑا ہجوم بھی تھا اور لوگ بڑے شوق سے مقدمہ سننے کے لئے آئے ہوئے تھے۔ جب مولوی محمد حسین صاحب عدالت میں پہنچے اور (جیسا کہ بتایا گیا ہے کہ) حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو کرسی پر بیٹھے دیکھا تو آگ بگولہ ہو گئے۔ کیونکہ وہ تو سوچ کے آئے تھے کہ جب میں جاؤں گا تو مرزا صاحب کو ہتھکڑی لگی ہو گی اور بڑی ذلت کی حالت ہو گی۔ (لیکن یہ تو بالکل الٹ ہو رہا تھا۔) مقدمہ ایک انگریز ڈپٹی کمشنر کی عدالت میں پیش ہوا تھا۔ مدعی بھی ایک انگریز پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک تھا۔ (ان کے متعلق مشہور ہے کہ وہ انگریز تھے لیکن درحقیقت وہ کسی پٹھان کی نسل میں سے تھے جس نے ایک انگریز سے شادی کی ہوئی تھی اور وہ انگریز کا لے پالک بھی تھا۔) مولوی محمد حسین صاحب جیسے مشہور عالم بطور گواہ پیش ہو رہے تھے مگر پھر بھی دشمن ناکام و نامراد رہا اور جہاں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اعزاز کیا گیا۔ وہاں آپ کے مخالفین کو ذلت و رسوائی کا منہ دیکھنا پڑا۔ مولوی محمد حسین صاحب نے جب دیکھا کہ آپ کو کرسی پیش کی گئی ہے‘‘ (جیسے پہلے ذکر ہو چکا ہے) اور بجائے اس کے مجھے گواہوں کے کٹہرے میں کھڑا کیا گیا ہے تو وہ اس پر بڑے سیخ پا ہوئے۔ انہوں نے ڈپٹی کمشنر کو کہا کہ مجھے بھی کرسی دی جائے۔ ’’اس وقت انگریز مولویوں کو بہت ذلیل سمجھتے تھے۔ وہ (ڈپٹی کمشنر) کہنے لگا کہ ہماری مرضی ہے ہم جسے چاہیں کرسی پر بٹھائیں اور جسے چاہیں کرسی نہ دیں‘‘۔ وہ کہنے لگا کہ ’’میں نے دیکھا ہے کہ ان کا خاندان کرسی نشین ہے اس لئے میں نے انہیں کرسی دی ہے۔ تمہاری حیثیت کیا ہے؟ مولوی محمد حسین صاحب کہنے لگے کہ میں اہلحدیث کا ایڈووکیٹ ہوں اور میں گورنر کے پاس جاتا ہوں‘‘ (اور بڑی باتیں کی)۔ تو اس نے کہا تم مجھے جاہل آدمی لگتے ہو۔ گورنر کے پاس تو کوئی بھی آدمی جائے گا کرسی پیش کی جائے گی۔ یہ عدالت ہے گورنر کا دربار نہیں ہے۔ بہرحال ان کی تسلی نہ ہوئی۔ پھر مولوی محمد حسین صاحب نے ڈپٹی کمشنر سے بحث کرنی شروع کر دی۔ ’’ڈپٹی کمشنر کو (بھی) غصہ آ گیا اور اس نے کہا بک بک مت کرو۔ پیچھے ہٹو اور جوتیوں میں کھڑے ہو جاؤ۔ چپڑاسی تو دیکھتے ہیں کہ ڈپٹی کمشنر صاحب کی

نظر کس طرف ہے۔ چپڑاسی نے جب کمشنر صاحب کے الفاظ سنے تو اس نے مولوی محمد حسین صاحب کو بازو سے پکڑ کر جوتیوں میں لا کھڑا کیا۔ مولوی صاحب نے دیکھا کہ میری ذلت ہوئی ہے۔ باہر ہزاروں آدمی کھڑے ہیں اگر انہیں میری اس ذلت کا علم ہوا تو وہ کیا کہیں گے؟ تو کمرہ عدالت سے باہر نکلے۔ برآمدے میں ایک کرسی پڑی تھی۔ مولوی صاحب نے سمجھا کہ اس ذلت کو چھپانے کا بہترین موقع ہے۔ جھٹ کرسی کھینچی اور اس پر بیٹھ گئے اور خیال کر لیا کہ لوگ کرسی پر بیٹھے دیکھیں گے تو خیال کریں گے کہ مجھے اندر بھی کرسی ملی تھی۔ چپڑاسی نے دیکھ لیا وہ ڈپٹی کمشنر صاحب کا انداز دیکھ چکا تھا۔ اس نے مولوی محمد حسین صاحب کو کرسی پر بیٹھے دیکھ کر خیال کیا کہ اگر ڈپٹی کمشنر صاحب نے انہیں یہاں بیٹھا دیکھ لیا تو وہ مجھ پر ناراض ہوں گے۔ اس خیال کے آنے پر اس نے مولوی صاحب کو وہاں سے بھی اٹھا دیا اور کہا کہ کرسی خالی کر دیں۔ چنانچہ برآمدے والی کرسی بھی چھوٹ گئی۔ باہر آ گئے تو لوگ چادریں بچھائے انتظار میں بیٹھے تھے کہ مقدمے کا کیا فیصلہ ہوتا ہے۔ ایک چادر پر کچھ جگہ خالی دیکھی تو وہاں جا کر بیٹھ گئے۔ یہ چادر (حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ) میاں محمد بخش صاحب مرحوم بٹالوی کی تھی جو مولوی محمد حسین صاحب مربی سلسلہ کے والد تھے۔ (جن کی یہ چادر تھی ان کے بیٹے مربی سلسلہ تھے۔ بعد میں مربی بنے۔) اور اس وقت (یہ محمد بخش صاحب جو تھے) غیر احمدی تھے (احمدی نہیں ہوئے تھے بعد میں احمدی ہو گئے۔ تو کہتے ہیں بہرحال یہ چادر ان کی تھی۔) انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب کو اپنی چادر پر بیٹھے دیکھا تو غصے میں آ گئے اور کہنے لگے۔ میری چادر چھوڑ۔ تُو نے تو میری چادر پلید کر دی ہے۔ تُو مولوی ہو کر عیسائیوں کی تائید میں گواہی دینے آیا ہے۔ چنانچہ اس چادر سے بھی انہیں اٹھنا پڑا اور اس طرح ہر جگہ اللہ تعالیٰ نے انہیں ذلیل کیا۔

تو دیکھو یہ آیات بینات ہیں کہ کس طرح خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک دشمن کے ہاتھوں سے بری فرمایا۔ پھر اس پر ہی بس نہیں۔ سر ڈگلس کو خدا تعالیٰ نے اور نشانات بھی دکھلائے جو مرتے دم تک انہیں یاد رہے اور (حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ) انہوں نے (سر ڈگلس نے) خود مجھ سے بھی بیان کئے۔ 1924ء میں جب میں انگلینڈ گیا تو یہ سارا قصہ مجھ سے بیان کیا۔ سر ڈگلس کے ایک ہیڈ کلرک تھے جن کا نام غلام حیدر تھا۔ وہ راولپنڈی کے رہنے والے تھے بعد میں وہ تحصیلدار ہو گئے تھے۔ (سرگودھا کے شاید رہنے والے تھے۔) انہوں نے خود مجھے یہ قصہ سنایا اور کہا جب ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک والا مقدمہ ہوا تو میں ڈپٹی کمشنر صاحب گورداسپور کا ہیڈ کلرک تھا۔ جب عدالت ختم ہوئی تو ڈپٹی کمشنر صاحب نے کہا کہ ہم فوراً گورداسپور جانا چاہتے ہیں۔ تم ابھی جا کر ہمارے لئے ریل کے کمرے کا

انتظام کرو۔ ٹرین پر بکنگ کراؤ۔ چنانچہ مَیں مناسب انتظامات کرنے کے لئے ریلوے اسٹیشن پر آ گیا۔ مَیں اسٹیشن سے باہر نکل کر برآمدے میں کھڑا تھا تو مَیں نے دیکھا کہ سرڈگلس سڑک پر ٹہل رہے ہیں۔ وہ کبھی اِدھر جاتے ہیں اور کبھی اُدھر۔ ان کا چہرہ پریشان ہے۔ مَیں ان کے پاس گیا اور کہا۔ صاحب! آپ باہر پھر رہے ہیں۔ میں نے ویٹنگ روم میں کرسیاں بچھائی ہوئی ہیں آپ وہاں تشریف رکھیں۔ وہ کہنے لگے منشی صاحب! آپ مجھے کچھ نہ کہیں میری طبیعت خراب ہے۔ میں نے کہا کچھ بتائیں تو سہی آخر آپ کی طبیعت کیوں خراب ہوگئی ہے تا کہ اس کا مناسب علاج کیا جا سکے۔ اس پر وہ کہنے لگے کہ جب سے میں نے مرزا صاحب کی شکل دیکھی ہے اس وقت سے مجھے یوں نظر آتا ہے کہ کوئی فرشتہ مرزا صاحب کی طرف ہاتھ کر کے مجھ سے کہہ رہا ہے کہ مرزا صاحب گناہگار نہیں۔ ان کا کوئی قصور نہیں۔ پھر میں نے عدالت کو ختم کر دیا اور یہاں آیا تو اب ٹہلتا ٹہلتا جب اس کنارے کی طرف نکل جاتا ہوں تو وہاں مجھے مرزا صاحب کی شکل نظر آتی ہے اور وہ کہتے ہیں کہ میں نے یہ کام نہیں کیا یہ سب جھوٹ ہے۔ پھر مَیں دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں بھی مرزا صاحب کھڑے نظر آتے ہیں اور وہ کہتے ہیں یہ سب جھوٹ ہے۔ میں نے یہ کام نہیں کیا۔ اگر میری یہی حالت رہی تو میں پاگل ہو جاؤں گا۔ میں نے کہا صاحب! آپ چل کر ویٹنگ روم میں بیٹھیں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی آئے ہوئے ہیں وہ بھی انگریز ہیں۔ ان کو بلا لیتے ہیں شاید ان کی بات سن کر آپ کو تسلی ہو جائے۔ سپرنٹنڈنٹ صاحب پولیس کا نام لیمارچنڈ تھا۔ سرڈگلس نے کہا انہیں بلوا لو۔ چنانچہ مَیں نے انہیں بلا لایا۔ جب وہ آئے تو سرڈگلس نے ان سے کہا کہ دیکھو یہ حالات ہیں میری جنون کی سی حالت ہو رہی ہے۔ مَیں اسٹیشن پر ٹہلتا ہوں اور گھبرا کر اس طرف جاتا ہوں تو وہاں کنارے پر مرزا صاحب کھڑے نظر آتے ہیں اور ان کی شکل مجھے کہتی ہے کہ میں بے گناہ ہوں مجھ پر جھوٹا مقدمہ کیا گیا ہے۔ پھر دوسری طرف جاتا ہوں تو وہاں کنارے پر مرزا صاحب کی شکل نظر آتی ہے اور وہ کہتی ہے کہ میں بے گناہ ہوں۔ یہ سب کچھ جھوٹ ہے جو کیا جا رہا ہے۔ یہ دیکھ کے میری حالت پاگلوں کی سی ہوگئی ہے۔ اگر تم اس سلسلے میں کچھ کر سکتے ہو تو کرو ورنہ مَیں پاگل ہو جاؤں گا۔ تو سپرنٹنڈنٹ پولیس نے کہا اس میں کسی اور کا قصور نہیں آپ کا اپنا قصور ہے۔ آپ نے گواہ کو پادریوں کے حوالے کیا ہوا ہے۔ جو گواہ ہے وہ کہتا ہے کہ مجھے قتل کے لئے بھیجا گیا تو اس کو آپ نے پادریوں کے حوالے کیا ہوا ہے۔ وہ لوگ جو کچھ اسے سکھاتے ہیں وہ عدالت میں آ کر بیان دیتا ہے۔ آپ اسے پولیس کے حوالے کریں اور پھر دیکھیں کہ وہ کیا بیان دیتا ہے۔ چنانچہ اسی وقت سرڈگلس نے کاغذ قلم منگوایا اور حکم دے دیا کہ عبدالحمید کو پولیس کے حوالے کیا جائے۔ اور حکم کے

مطابق عبدالحمید کو پادریوں سے لے لیا گیا۔ پولیس کے حوالے کر دیا گیا۔ دوسرے دن یا اسی دن اس نے فوراً اقرار کر لیا کہ میں جھوٹ بولتا رہا ہوں۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس کا بیان ہے کہ مَیں نے اسے سچ سچ بیان دینے کے لئے کہا تو اس نے پہلے تو اصرار کیا کہ وہ واقعہ بالکل سچا ہے۔ مرزا صاحب نے مجھے ڈاکٹر ہنری مارٹن کلارک کے قتل کے لئے بھیجا تھا لیکن میں نے سمجھ لیا کہ یہ شخص پادریوں سے ڈرتا ہے۔ چنانچہ میں نے کہا کہ میں نے ڈپٹی کمشنر صاحب سے حکم لے لیا ہے کہ اب تمہیں پادریوں کے پاس نہیں جانے دیا جائے گا اب تم پولیس کے حوالات میں ہی رہو گے۔ تو وہ میرے پاؤں پر گر گیا اور کہنے لگا صاحب! مجھے بچا لو۔ مَیں اب تک جھوٹ بولتا رہا ہوں۔ اس نے مجھے بتایا کہ صاحب آپ دیکھتے نہیں تھے کہ جب مَیں گواہی کے لئے عدالت میں پیش ہوتا تھا تو میں ہمیشہ ہاتھ کی طرف دیکھتا تھا۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ جب پادریوں نے مجھے کہا کہ جاؤ اور عدالت میں بیان دو کہ مجھے مرزا صاحب نے ہنری مارٹن کلارک کے قتل کے لئے بھیجا تھا اور امرتسر میں مجھے فلاں مستری کے گھر میں جانے کے لئے ہدایت دی تھی۔ {حضرت مصلح موعود کہتے ہیں یہ دوست مستری قطب دین صاحب تھے جن کا ایک پوتا اس وقت (اس زمانے میں) جامعہ میں پڑھتا ہے۔ وہ کہتے ہیں اس نے کہا کہ} میں تو وہاں کے احمدیوں کو جانتا نہیں۔ مجھے اس کا نام یاد نہیں رہے گا۔ اس پر مستری صاحب کا نام کوئلے کے ساتھ میری ہتھیلی پر لکھ دیتے تھے۔ جب میں گواہی دینے آتا تھا اور ڈپٹی کمشنر مجھ سے دریافت کرتے تھے کہ تمہیں امرتسر میں کس کے گھر بھیجا گیا تھا تو مَیں ہاتھ اٹھاتا تھا اور اس پر سے نام دیکھ کر کہہ دیتا تھا کہ مرزا صاحب نے مجھے فلاں احمدی کے پاس بھیجا تھا۔ (ہر دفعہ مختلف گواہوں کے لئے نام بھی لکھے جاتے تھے۔) غرض اس نے ساری باتیں بتا دیں اور سر ڈگلس نے اگلی پیشی پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو بری کر دیا۔

تو دیکھو یہ سب واقعات ہمارے لئے آیات بینات ہیں لیکن اللہ تعالیٰ نے سر ڈگلس کے لئے اور آیات بینات بھی پیدا کئے۔ ایک آیت بیّنہ یہ تھی کہ انہیں ٹہلتے ٹہلتے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تصویر نظر آتی تھی اور وہ تصویر کہتی تھی کہ میں بے گناہ ہوں میرا کوئی قصور نہیں۔ (حضرت مصلح موعود کہتے ہیں) پھر انہوں نے خود مجھے سنایا کہ ایک دن مَیں گھر میں بیٹھا ہوا تھا۔ ایک ہندوستانی آئی سی ایس آیا ہوا تھا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آپ اپنی زندگی کے عجیب حالات میں سے کوئی ایک واقعہ بتائیں تو میں نے اسے یہی مرزا صاحب والا واقعہ سنایا۔ مَیں یہ واقعہ سنا رہا تھا کہ ان کا جو بیرا تھا، کام کرنے والا تھا، اس نے ایک کارڈ لا کر دیا اور کہا باہر ایک آدمی کھڑا ہے جو آپ سے ملنا چاہتا ہے۔ میں نے کہا اس کو اندر بلا لو۔

جب وہ شخص اندر آیا تو میں نے کہا نوجوان! مَیں آپ کو جانتا نہیں آپ کون ہیں؟ اس نوجوان نے کہا کہ آپ میرے والد کو جانتے ہیں آپ ان کے واقف ہیں ان کا نام پادری وارث دین تھا۔ مَیں نے کہا ہاں میں ابھی ان کا ذکر کر رہا تھا۔ وہ نوجوان کہنے لگا کہ ابھی تار آئی ہے کہ پادری وارث دین فوت ہو گئے ہیں۔ وارث دین ایک پادری تھا جس نے ڈاکٹر مارٹن کلارک کو خوش کرنے کے لئے اس کی طرف سے یہ ساری کارروائی کی تھی۔ (مقدمہ وغیرہ کروایا تھا) مگر خدا تعالیٰ نے ڈپٹی کمشنر صاحب پر حق کھول دیا اور خود جو گواہ تھا اس نے بھی اقرار کر لیا کہ جو کچھ کیا جا رہا ہے یہ سب جھوٹ ہے۔ مگر عین اس وقت جب سر ڈگلس وارث دین کا ذکر کر رہے تھے۔ ان کے بیٹے کا وہاں آنا اور اپنے والد کی وفات کی خبر دینا عجیب اتفاق تھا۔ سر ڈگلس اپنی موت تک جس احمدی کو بھی ملتے رہے اسے یہ واقعہ بتاتے رہے۔ انہوں نے مجھے بھی یہ واقعہ سنایا، چوہدری فتح محمد صاحب سیال کو بھی اور چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کو بھی یہ سب واقعہ سنایا۔ (حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ) 1924ء میں جب میں لندن آیا تو ان کی صحت اچھی تھی۔ کہتے ہیں یہ 32 سال قبل کا واقعہ ہے۔ اور اب وہ (سر ڈگلس) 93 سال کی عمر میں فوت ہوئے ہیں۔ 24ء میں ان کی 61 سال عمر تھی۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ اب جب میں 1953ء میں دوبارہ گیا تو میں نے انہیں بلایا تو انہوں نے معذرت کر دی اور کہا۔ میں اب بوڑھا ہو گیا ہوں اور بہت کمزور ہوں اب میرے لئے چلنا پھرنا مشکل ہے۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ اب سنا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں تو مجھے افسوس ہوا کہ موٹر ہمارے پاس تھی۔ ہم موٹر میں ہی انہیں منگوا لیتے۔ یا ان کے گھر چلے جاتے۔ (تو لکھتے ہیں کہ) یہ آیات بینات ہیں جن کے ذریعہ اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے انبیاء کی سچائی ظاہر کرتا رہتا ہے اور مومن کو چاہئے کہ وہ سچے معنوں میں مومن بننے کے لئے کوشش کرے۔ اگر وہ حقیقی مومن بنے تو اللہ تعالیٰ ضرور غیب سے ایسے حالات پیدا کرتا ہے جس سے اس کا ایمان تازہ ہوتا رہتا ہے اور درحقیقت ایسے ایمان کے بغیر کوئی مزہ بھی نہیں۔ جس ایمان نے آنکھیں نہ کھولیں اور انسان کو اندھیرے میں رکھا اس کا کیا فائدہ۔ جو اس جہان میں اندھا رہے گا وہ دوسرے جہان میں بھی اندھا رہے گا اور جسے اسی جہان میں آیات بیّنات نظر نہیں آتیں اس کو اگلے جہان میں بھی آیات بیّنات نظر نہیں آئیں گی۔ اس دنیا میں آیات بیّنات نظر آئیں تو دوسری دنیا میں بھی آیات بیّنات نظر آتی ہیں۔

(ماخوذ از الفضل 30 مارچ 1957ء صفحہ 6-7 جلد 11/46 نمبر 77)

اب یہ نشانات کی بات ہے۔ تو نشانات کا یہ سلسلہ آج بھی جاری ہے۔ گو اس بات کو سو سال سے

بھی زیادہ عرصہ ہو گیا ہے جو ایک بڑا نشان تھا۔ اور یہ نشان اب اس طرح ظاہر ہو رہا ہے کہ کیپٹن ڈگلس کے نواسے نے مجھے پیغام بھجوایا کہ مَیں بیعت کرنی چاہتا ہوں اور کہا کہ میں سوچتا ہوں کہ کون سا نیک کام میرے نانا سے ہوا تھا، اور اتنی بڑی نیکی ہوئی تھی کہ میرے دل میں شدت سے خواہش پیدا ہو رہی ہے کہ میں احمدیت میں شامل ہو جاؤں۔ اور یہ ہے نشان کہ آج اس کے نواسے کو یہ احساس ہو رہا ہے کہ وہ سچائی جو سر ڈگلس کو دکھائی گئی تھی اس کو اس نے تو قبول نہیں کیا لیکن اس سچائی کو دیکھ کر مَیں آج قبول کرتا ہوں اور مارٹن کلارک کے پڑ پوتے کا قصہ تو آپ لوگ سن ہی چکے ہیں۔ پہلے بھی بیان ہو چکا ہے کہ اس نے یہاں (جلسہ پر) آ کے واضح طور پر اعلان کیا تھا کہ میرا پردادا غلط تھا اور حضرت مرزا صاحب سچے تھے۔

حضرت مصلح موعودؓ کہتے ہیں کہ ''پس مومن کو ہمیشہ دعاؤں اور ذکر الٰہی میں لگے رہنا چاہئے کہ وہ دن اسے نصیب ہو جب اللہ تعالیٰ اسلام اور اپنی ذات کی سچائی اس کے لئے کھول دے اور اس کو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا منور چہرہ اور خدا تعالیٰ کا نورانی چہرہ نظر آ جائے۔ جب یہ ہو جائے تو پھر رات اور دن اور سال تکلیف کے سال ہوں یا خوشی کے سال ہوں اس کے لئے برابر ہو جاتے ہیں۔ بس اگر اللہ تعالیٰ کا چہرہ نظر آ جائے، آپ کے پیارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا چہرہ نظر آ جائے تو پھر کوئی خوشی غمی کا احساس نہیں رہتا۔ بس ایک ہی احساس رہتا ہے اور اسی محبت میں انسان ڈوبا رہتا ہے۔ فرماتے ہیں اور چاہے کچھ بھی ہو ایسا آدمی ہمیشہ خوش رہتا ہے اور مطمئن رہتا ہے کسی سے ڈرتا نہیں۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب کرم دین بھیں والا مقدمہ ہوا تو مجسٹریٹ ہندو تھا۔ آریوں نے اسے ورغلایا اور کہا کہ وہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو ضرور کچھ سزا دے اور اس نے ایسا کرنے کا وعدہ بھی کر لیا۔ خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ بات سنی تو وہ ڈر گئے۔ وہ کہنے لگے حضور! بڑے فکر کی بات ہے۔ آریوں نے مجسٹریٹ سے کچھ نہ کچھ سزا دینے کا وعدہ لے لیا ہے۔ آپ کسی طرح قادیان تشریف لے چلیں۔ گورداسپور میں مزید عرصہ نہ ٹھہریں۔ اگر آپ گورداسپور میں ٹھہرے تو مجسٹریٹ نے کل آپ کو کوئی نہ کوئی سزا ضرور دے دینی ہے۔ حضرت صاحب نے فرمایا۔ خواجہ صاحب! اگر میں قادیان چلا جاؤں تو وہاں سے بھی مجھے پکڑا جا سکتا ہے۔ پھر میں کہاں جاؤں گا۔ مجسٹریٹ کو اختیارات حاصل ہیں اگر قادیان گیا تو وہاں بھی وارنٹ آ سکتے ہیں اور وہاں سے کسی دوسری جگہ گیا تو وہ بھی محفوظ جگہ نہیں ہو گی وہاں بھی وارنٹ جاری کئے جا سکتے ہیں۔ پھر میں کہاں کہاں بھاگتا پھروں گا۔ خواجہ صاحب کہنے لگے حضور! آریوں نے مجسٹریٹ سے کچھ نہ کچھ سزا دینے کا وعدہ لے لیا ہے۔ اس وقت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام لیٹے ہوئے تھے۔ آپ اٹھ کر بیٹھے اور

فرمایا خواجہ صاحب! آپ کیوں پریشان ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے۔ چنانچہ یہی ہوا۔ وہ دو مجسٹریٹ تھے جن کی عدالت میں مقدمہ پیش ہوا۔ ان دونوں کو بڑی سخت سزا ملی۔ ان میں سے ایک تو معطل ہوا اور ایک کا بیٹا پاگل ہو گیا اور چھت پر سے چھلانگ مار کر مر گیا۔ پھر اس پر یہ اثر تھا۔ حضرت مصلح موعود کہتے ہیں کہ (ایک دفعہ) میں دلّی جا رہا تھا کہ وہ لدھیانے کے اسٹیشن پر مجھے ملا اور کہنے لگا دعا کریں۔ میرا ایک اور بیٹا ہے خدا تعالیٰ اسے بچا لے۔ مجھ سے بہت غلطیاں ہوئی ہیں۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی وہ بات پوری ہوئی کہ خدا تعالیٰ کے شیر پر کون ہاتھ ڈال سکتا ہے اور آریوں کو ان کے مقصد میں کامیابی نہ ہوئی۔ پس اگر انسان اللہ تعالیٰ کا ہو جائے تو پھر دنیا کی ہر شئے اس کی ہو جاتی ہے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے الہاماً فرمایا تھا کہ ''جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو'' یعنی اگر تُو خدا تعالیٰ کا ہو جائے تو سب جہان تیرا ہو جائے گا۔ دنیا کی کوئی چیز تمہیں ضرر نہیں پہنچا سکے گی اور کوئی دشمن تمہارے خلاف کوئی شرارت نہیں کر سکے گا۔ پس تم اللہ تعالیٰ کے بنو اور دعا کرتے رہو کہ تم اللہ تعالیٰ کے ہو جاؤ اور اس طرح تم بھی امن میں آ جاؤ اور تمہاری اولاد اور دوسرے عزیز اور دوست بھی امن میں آ جائیں۔ یاد رکھو جب تک جماعت امن میں نہیں رہے گی تم بھی امن میں نہیں رہ سکتے اور جماعت اسی وقت امن میں رہ سکتی ہے جب تمہاری آئندہ نسلیں امن میں ہوں۔''

(ماخوذ از الفضل 30 مارچ 1957 صفحہ 7-6 جلد 11/46 نمبر 77)

پھر اسی مقدمے کے سلسلے میں ایک جگہ بیان فرماتے ہیں کہ ''مجھے یاد ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام پر جب پادری مارٹن کلارک نے مقدمہ کیا تو میں نے گھبرا کر دعا کی۔ رات کو رؤیا میں دیکھا کہ میں سکول سے آ رہا ہوں اور اس گلی میں سے جو مرزا سلطان احمد صاحب مرحوم کے مکانات کے نیچے ہے اپنے مکان میں داخل ہونے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہاں مجھے بہت سی باوردی پولیس دکھائی دیتی ہے۔ پہلے تو ان میں سے کسی نے مجھے اندر داخل ہونے سے روکا، پھر مگر کسی نے کہا یہ گھر کا ہی آدمی ہے اسے اندر جانے دینا چاہئے۔ جب ڈیوڑھی میں داخل ہو کر اندر جانے لگا تو وہاں ایک تہہ خانہ ہوا کرتا تھا جو ہمارے دادا صاحب مرحوم نے بنایا تھا۔ ڈیوڑھی کے ساتھ سیڑھیاں تھیں جو اس تہہ خانے میں اترتی تھیں۔ بعد میں یہاں صرف ایندھن اور پیپے پڑے رہتے تھے۔ (یعنی کاٹھ کباڑ ہوتا تھا۔) جب میں گھر میں داخل ہونے لگا تو میں نے دیکھا کہ پولیس والوں نے وہاں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو کھڑا کیا ہوا ہے اور آپ کے آگے بھی اور پیچھے بھی اوپلوں کا انبار لگایا ہوا ہے۔ صرف آپ کی گردن مجھے نظر آ رہی ہے اور میں نے دیکھا

کہ وہ سپاہی ان اوپلوں پر مٹی کا تیل ڈال کر آگ لگانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ جب میں نے انہیں آگ لگاتے دیکھا تو مَیں نے آگے بڑھ کر آگ بجھانے کی کوشش کی۔ اتنے میں دو چار سپاہیوں نے مجھے پکڑ لیا۔ کسی نے کمر سے اور کسی نے قمیص سے اور مَیں سخت گھبرایا کہ ایسا نہ ہو یہ لوگ اوپلوں کو آگ لگا دیں۔ اسی دوران میں اچانک میری نظر اوپر اٹھی اور میں نے دیکھا کہ دروازے کے اوپر نہایت موٹے اور خوبصورت حروف میں یہ لکھا ہوا ہے کہ:۔ ’’جو خدا کے پیارے بندے ہوتے ہیں ان کو کون جلا سکتا ہے‘‘ (تو فرماتے ہیں کہ) ’’تو اگلے جہان میں ہی نہیں یہاں بھی مومنوں کے لئے سلامتی ہوتی ہے۔ ہم نے اپنی آنکھوں سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زندگی میں ایسے بیسیوں واقعات دیکھے کہ آپ کے پاس گو نہ تلوار تھی نہ کوئی اور سامان حفاظت مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کی حفاظت کے سامان کر دیئے۔‘‘

(سیر روحانی (3)، انوار العلوم جلد 16 صفحہ 383)

کیپٹن ڈگلس صاحب نے جو واقعہ ایک آئی سی ایس افسر کو بیان کیا تھا۔ اس میں ایک بات یہ بھی بیان کی تھی کہ مجھے بڑی سخت گھبراہٹ تھی کہ مقدمہ غلط ہے تو کہتے ہیں بہر حال میں نے فیصلہ کر لیا اور حق ثابت ہو گیا۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ مَیں نے مرزا صاحب جیسا وسیع الحوصلہ بھی کوئی نہیں دیکھا۔ باوجود اس کے کہ ان پر ایک خطرناک جرم لگا کر انہیں خطرے میں ڈالا گیا تھا پھر بھی جب میں نے انہیں کہا یعنی عدالت نے جب انہیں کہا کہ آپ ان پر اپنی ہتک کا دعویٰ کر سکتے ہیں تو انہوں نے کہہ دیا کہ مَیں نہیں کرنا چاہتا۔

(ماخوذ از ضمیمہ اخبار الفضل قادیان 21 اکتوبر 1927ء صفحہ 22-21)

ان تمام مخالفتوں کے باوجود جن کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو سامنا کرنا پڑا یہ آپ کا حوصلہ تھا۔ اللہ تعالیٰ کے وعدے کے مطابق نہ صرف آپ محفوظ رہے بلکہ آپ کی جماعت بھی بڑھتی رہی۔ قادیان بھی ترقی کرتا رہا۔ اسی ترقی کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مصلح موعود فرماتے ہیں کہ ’’ایک زمانہ تھا کہ یہاں احمدیوں کو مسجدوں میں نہیں جانے دیا جاتا تھا۔ مسجد کا دروازہ بند کر دیا گیا۔ چوک میں کیلے گاڑ دیئے گئے تا نماز پڑھنے کے لئے جانے والے گریں اور کنویں سے پانی نہیں بھرنے دیا جاتا تھا بلکہ یہاں تک سختی کی جاتی تھی کہ کمہاروں کو ممانعت کر دی گئی تھی کہ احمدیوں کو برتن بھی نہ دیں۔‘‘ جو مٹی کے برتن بنانے والے ہیں ان کو بھی منع کر دیا گیا تھا۔ ’’ایک زمانہ میں یہ ساری مشکلات تھیں مگر اب وہ لوگ کہاں ہیں۔ ان کی اولادیں احمدی ہو گئی ہیں اور وہی لوگ جنہوں نے احمدیت کو مٹانے کی کوشش کی ان کی اولادیں اسے

پھیلانے میں مصروف ہیں...... یہی مدرسہ جس جگہ واقع ہے'' مدرسے میں خطاب فرما رہے تھے'' یہاں پرانی روایات کے مطابق جنّ رہا کرتے تھے۔'' پہلی روایات تھیں کہ یہاں اس جگہ پر جنّ رہتے ہیں'' اور کوئی شخص دوپہر کے وقت بھی اس راستہ سے اکیلا نہ گزر سکتا تھا۔ اب دیکھو وہ جنّ کس طرح بھاگے ہیں...... مجھے یاد ہے'' ہائی سکول والے''...... میدان سے جاتے ہوئے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنا ایک رؤیا سنایا تھا کہ قادیان بیاس تک پھیلا ہوا ہے اور مشرق کی طرف بھی بہت دور تک اس کی آبادی چلی گئی ہے۔ اس وقت یہاں صرف آٹھ دس گھر احمدیوں کے تھے اور وہ بھی بہت تنگدست باقی سب بطور مہمان آتے تھے۔ لیکن اب دیکھو خدا تعالیٰ نے کس قدر ترقی اسے دی ہے۔''

(الفضل قادیان 9 فروری 1932ء صفحہ 6 جلد 19 نمبر 95)

آج اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس جگہ سے بھی نکل کے باہر قادیان کی وسعت ہوتی چلی جا رہی ہے۔ احمدی بھی خوبصورت مکانات بنا رہے ہیں۔ فلیٹ بنا رہے ہیں۔ جماعت کے بھی گیسٹ ہاؤسز بن رہے ہیں فلیٹس بن رہے ہیں کوارٹر بن رہے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعودؑ کی بستی کی ترقی تو ہم دیکھتے چلے جا رہے ہیں۔ اب وہ مخالف ہندو جو مسجد اقصیٰ میں اس وجہ سے غصے میں آتا تھا اور احمدیوں سے لڑتا تھا کہ بچوں کا شور ہوتا ہے اور یہاں زیادہ لوگ آ گئے ہیں کیونکہ اس کا گھر مسجد اقصیٰ کے صحن کے شرقی جانب تھا اور ساتھ جڑا ہوا تھا۔ آج وہ گھر جو ہے جب مسجد اقصیٰ کی جب extension ہوئی ہے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے مسجد اقصیٰ کا حصہ بن چکا ہے۔

مخالفین کی بائیکاٹ اور ایذا رسانی کا ذکر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں کہ'' حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا بائیکاٹ بھی ہم نے دیکھا۔ وہ وقت بھی دیکھا جب چوڑھوں کو صفائی کرنے اور سَقّوں کو پانی بھرنے سے روکا جاتا۔ پھر وہ وقت بھی دیکھا جب حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کہیں باہر تشریف لے جاتے تو آپ پر مخالفین کی طرف سے پتھر پھینکے جاتے اور وہ ہر رنگ میں ہنسی اور استہزاء سے پیش آتے۔ مگر ان تمام مخالفتوں کے باوجود کیا ہوا۔'' اس وقت حضرت مصلح موعود خطبہ دے رہے تھے کہتے ہیں'' آپ جتنے لوگ اس وقت یہاں بیٹھے ہیں آپ میں سے پچانوے فیصدی وہ ہیں جو اُس وقت مخالف تھے یا مخالفوں میں شامل تھے مگر اب وہی پچانوے فیصدی خدا تعالیٰ کے فضل سے ہمارے ساتھ شامل ہیں۔ پھر حضرت خلیفہ اول کی وفات کے بعد جماعت میں جو شور اٹھا۔ اس کا کیا حشر ہوا۔ اس فتنہ کے سرگروہ وہ لوگ تھے جو صدر انجمن پر حاوی تھے اور تحقیر کے طور پر کہا کرتے تھے کہ کیا ہم ایک بچہ کی غلامی کر لیں۔ خدا تعالیٰ نے اسی بچے کا ان پر ایسا

رعب ڈالا کہ وہ قادیان چھوڑ کر بھاگ گئے اور اب تک یہاں آنے کا نام نہیں لیتے۔ انہی لوگوں نے اس وقت بڑے غرور سے کہا تھا کہ جماعت کا اٹھانوے فیصدی حصہ ہمارے ساتھ ہے اور دو فیصدی ان کے ساتھ۔'' یعنی خلافت کے ساتھ۔ ''مگر اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے دو فیصدی بھی ان کے ساتھ نہیں رہا اور اٹھانوے فیصدی بلکہ اس سے بھی زیادہ ہماری جماعت میں شامل ہو چکا ہے۔''

(خطبات محمود جلد 15 صفحہ 207)

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس وقت جب خطبہ دے رہے تھے تو جتنے لوگ ان کے سامنے بیٹھے ہوں گے اِس وقت لندن میں میرے خیال میں اُس سے زیادہ تعداد میں لوگ میرے سامنے بیٹھے ہیں بلکہ مسجد فضل میں بھی جمعہ ہو رہا ہے وہاں بھی شاید اس سے زیادہ لوگ ہوں۔ تو یہ بھی اللہ تعالیٰ کی خاص تائیدات کی نشانی ہے۔ دنیا میں کہاں کہاں اللہ تعالیٰ نے جماعت کو پھیلا دیا ہے۔

پس یہ باتیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل ہیں اور آپ کے بعد جاری خلافت کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کی دلیل ہیں اور ہمارے ایمانوں میں اضافہ کرنے والی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان باتوں کو ہم ہمیشہ سامنے رکھیں اور یہ باتیں ہمارے اور ہماری نسلوں کے ایمانوں میں ہمیشہ اضافہ کرتی رہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 02 رجنوری 2015ء تا 08 رجنوری 2015ء جلد 22 شمارہ 01 صفحہ 05 تا 08)

51

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 19/دسمبر 2014ء بمطابق 19 فتح 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

آجکل ہم دیکھتے ہیں کہ ظلم و بربریت کے جتنے نمونے یا واقعات ہمیں مسلمان کہلانے والے ممالک میں نظر آتے ہیں وہ دوسرے غیر مسلم ممالک میں نہیں ہیں۔ یا کم از کم وہاں ظاہراً یہ نمونے اتنی کثرت سے نہیں ہیں اور جب واقعات ہوتے ہیں تو عموماً ان کے خلاف ان ترقی یافتہ ممالک میں یا غیر مسلم ممالک میں آواز بھی بڑے زوردار طریقے سے اٹھائی جاتی ہے۔ چاہے یہ ظلم حکومتی کارندوں کی طرف سے ہو یا کسی گروپ یا فرد کی طرف سے ہو رہا ہو۔ گزشتہ دنوں میں امریکہ میں بھی واقعات ہوئے اور وہاں بڑے پرزور احتجاج ہوئے۔ لیکن اسلام پیار محبت اور بھائی چارے کی جتنی تلقین کرتا ہے آجکل کی مسلمان حکومتیں اور اسی طرح اسلام کے نام پر جو دوسرے گروپ بنے ہوئے ہیں وہ گروہ یا تنظیمیں اتنا ہی ذاتی مفادات کی خاطر یا امن قائم کرنے کے لئے یا اسلام کے نام پر ظلم کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ گویا کہ اسلام کی تعلیم کے بالکل الٹ چل رہے ہیں اور آجکل اسلام کے نام پر یا شریعت کے نافذ کرنے کے نام پر بے شمار شدت پسند تنظیمیں بن چکی ہیں جو ایسے ایسے ظلم کے مظاہرے کر رہی ہیں کہ انسان انہیں دیکھ کر پریشان ہو جاتا ہے کہ یہ حرکتیں انسان کر رہے ہیں یا انسانوں کے رُوپ میں حیوانوں سے بھی بدتر کوئی مخلوق کر رہی ہے۔

گزشتہ دنوں پاکستان میں ظلم کی ایک ایسی صورت ہمارے سامنے آئی جو صرف ظلم ہی نہیں تھا بلکہ درندگی اور سفّاکی کی بدترین مثال تھی۔ ایسی چیز جس سے ایک انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں۔ ایسا

واقعہ جس سے انسانیت چیخ اٹھی۔ ہر شخص جس میں انسانیت کی ہلکی سی بھی رمق ہے چیخ اٹھا اور بے چین ہو گیا۔ ایسے ہی خون کی ہولی آج سے قریباً ساڑھے چار سال پہلے لاہور میں ہماری مساجد میں بھی کھیلی گئی تھی۔ یہاں کے ایک ٹی وی چینل نے غالباً بی بی سی نے پاکستان کے ہونے والے پانچ ایسے بدترین واقعات کا ذکر کیا جو گزشتہ چند سالوں میں پاکستان میں رونما ہوئے۔ تو ان میں لاہور میں ہماری مساجد کا جو واقعہ تھا اس کا بھی ذکر کیا گیا۔ بہر حال ہمارے اس صدمے کو اور ہم پر کئے گئے ظلم کو شاید مولوی کے خوف سے نہ ہی حکومت نے قابل توجہ سمجھا اور نہ ہی عوام النّاس کی اکثریت نے ہمدردی اور افسوس کے قابل سمجھا یا کیا گیا۔ لیکن ہم احمدی تو انسانیت سے ہمدردی رکھنے والے ہیں اور انسانیت کو تکلیف میں دیکھ کر ہم بے چین ہو جاتے ہیں اور پھر جو پاکستان میں گزشتہ دنوں واقعہ ہوا یہ تو ہمارے ہم وطن اور شاید تمام ہی مسلمان کہلانے والے تھے جن کے لئے ہمارے دل رحم کے جذبات سے بھرے ہوئے ہیں۔ ان کے لئے ہم بے چین ہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہمارے اندر ہمدردی ہے۔ ان پر ظلم دیکھ کر تو ہم نے بے چین ہونا ہی تھا اور ہوئے کیونکہ جیسا کہ میں نے کہا یہ پاکستانی نہ صرف ہم میں سے یہاں بیٹھے ہوئے اکثر کے ہموطن، بلکہ مسلمان بھی ہیں۔ اور پھر اس واقعہ میں بہیمیت کی انتہا کی گئی ہے کیونکہ اس ظلم کی بھینٹ چڑھنے والوں کی اکثریت جو تھی وہ معصوم بچوں کی تھی۔ پانچ چھ سات سال کے بچے بھی تھے۔ دس گیارہ بارہ تیرہ سال تک کی عمر کے بچے تھے۔ ایسے بچے بھی بیچ میں شہید ہوئے جو پانچ چھ سال کے تھے جن کو شاید دہشت گردی اور غیر دہشت گردی کا کچھ علم بھی نہیں تھا۔ مسلمان اور غیر مسلم میں کیا فرق ہے۔ یہ بھی نہیں پتا ہو گا۔ لیکن بڑے ظالمانہ طریقے سے ان کی جان لی گئی۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنی مغفرت اور رحمت کی چادر میں لپیٹ لے اور ان کے والدین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

ان بچوں کو اس لئے ظلم کا نشانہ بنایا گیا کہ پاکستان میں فوج سے ان نام نہاد شریعت کے نافذ کرنے والوں نے بدلہ لینا تھا۔ یہ کونسا اسلام ہے اور کونسی شریعت ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے تو جنگ کی صورت میں غیر مسلموں کے بچوں اور عورتوں پر بھی تلوار اٹھانے کی سختی سے ممانعت فرمائی تھی۔ جنگ کے دوران ایک مشرک کے بچے کو قتل کرنے پر جب آپ نے اپنے صحابی سے باز پُرس کی تو صحابی نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! یہ مشرک کا بچہ تھا۔ اگر غلطی سے قتل ہو بھی گیا تو کیا ہوا؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کیا وہ انسان کا معصوم بچہ نہیں تھا؟ (ماخوذ از مسند احمد بن حنبل جلد 5 صفحہ 365 مسند الاسود بن سراح حدیث 15673 مطبوعہ عالم الکتب بیروت 1998ء)

پس یہ معیار ہیں جو ہمیں انسانیت کے تقدّس کو قائم کرنے کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اُسوۂ حسنہ سے نظر آتے ہیں۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اُسوۂ حسنہ ہے اور اسلام کے نام پر ظلم کرنے والوں کے یہ عمل ہیں جو ہم عموماً دیکھتے رہتے ہیں۔

بہر حال جیسا کہ مَیں نے کہا اس سفّاکانہ ظلم پر ہر انسان نے دکھ کا اظہار کیا۔ چاہے وہ مسلمان تھے یا غیر مسلم تھے۔ یہاں دو دن پہلے چرچ آف انگلینڈ نے عورت کو اپنی پہلی بشپ بنایا۔ ان کی تقریب ہو رہی تھی تو انہوں نے بھی اپنی تقریب سے پہلے اس واقعہ پر دکھ کا اظہار کیا۔ ایک منٹ کے لئے خاموشی اختیار کی۔ اپنے انداز میں دعائیں کیں۔ تو بہر حال کہنے کا یہ مقصد ہے کہ ہر انسان کو اس واقعہ سے تکلیف پہنچی قطع نظر اس کے کہ اس کا مذہب کیا تھا۔ لیکن ان مسلمان کہلانے والوں نے، ایک دو نہیں بلکہ تین چار تنظیموں نے اکٹھی ہو کر بڑے فخر سے اس بات کا اعلان کیا کہ ہاں ہم ہیں جنہوں نے یہ ظلم کیا ہے اور ہمیں اس بات پر کوئی شرمندگی نہیں۔

پس ہم دیکھتے ہیں کہ تھوڑی سی شرافت رکھنے والے انسان نے بھی اس پر دکھ کا اظہار کیا، افسوس کیا اور جیسا کہ مَیں نے کہا کہ احمدیوں کے دل میں تو انسانیت کے لئے درد انتہائی زیادہ ہے۔ ہم تو انسانی ہمدردی کے لئے ہر وقت تیار رہنے والے ہیں۔ ذرا سا واقعہ ہو جائے تو ہمارے دل پسیج جاتے ہیں۔ مجھے کئی خطوط موصول ہوئے کہ اس واقعہ سے سارا دن ہم بے چینی اور تکلیف میں رہے اور یہ حقیقت ہے۔ میرا اپنا یہ حال تھا کہ سارا دن طبیعت پر بڑا اثر رہا اور جب ایسی کیفیت ہوتی ہے تو پھر ظالموں کے نیست و نابود ہونے کے لئے بددعائیں نکلتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان ظالموں اور بدبختوں سے جلد ملک کو پاک کرے بلکہ تمام اسلامی ممالک کو پاک کرے۔ یہ واقعات دیکھ کر احمدیوں پر ہوئے ہوئے ظلموں کے زخم بھی تازہ ہوتے ہیں۔ لیکن ان معصوموں کے لئے بھی شدید تکلیف محسوس ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان بچوں کو بھی حوصلہ دے، صبر دے اور ان پر رحم فرمائے، ان کا کفیل ہو جن کے ماں باپ بھی اُن سے چھن گئے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا تھا کہ یہ شدت پسندی اور ظلم کے واقعات تقریباً تمام مسلمان کہلانے والے ملکوں کا المیہ ہے۔ یہ ایک پاکستان کی بات نہیں ہے۔ عراق، شام، لیبیا وغیرہ سب ملکوں میں ظلم ہو رہا ہے۔ اور سب سے بڑھ کر ظلم کی بات یہ ہے کہ یہ سب ظلم خدا تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے نام پر ہو رہا ہے۔ شام میں ہی حکومتی اور سنّی فسادوں میں ایک رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب لوگ مارے گئے ہیں۔ کل جتنی اموات ہوئی ہیں ان میں سے چھ ہزار چھ سو بچے مارے گئے۔ ایک بٹا

تین(3/1) سے زیادہ شہری مارے گئے۔ ISIS کے ذریعہ ہزاروں لوگ مارے گئے۔ سینکڑوں عورتوں اور لڑکیوں کو اس لئے مار دیا گیا، ایک لائن میں کھڑا کر کے گولی سے اڑا دیا گیا کہ انہوں نے ان لوگوں سے شادی کرنے سے انکار کر دیا تھا بلکہ بعض ذرائع کے مطابق ظلموں اور موتوں کی تعداد اس سے کہیں زیادہ ہے۔

یہ ساری چیزیں دیکھ کر اسلام کی حقیقت کو سمجھنے والے انسان کا دماغ چکرا جاتا ہے کہ یہ سب کچھ جو ہو رہا ہے اسلام کے نام پر ہو رہا ہے۔ یہ دیکھ کر انسان پریشان ہو جاتا ہے کہ کس اسلامی تعلیم کے نام پر یہ عمل ہو رہا ہے۔ کیا یہ سب کچھ اس خدا کے نام پر ہو رہا ہے جو رحمان خدا ہے، جو رؤوف و رحیم خدا ہے، جو اتنا مہربان ہے کہ جس کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اس رسول کے نام پر یہ ظلم ہو رہا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے رَحۡمَۃً لِّلۡعٰلَمِیۡنَ کہا ہے۔ اس شریعت کے نام پر یہ ظلم ہو رہا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے دشمن سے بھی عدل و انصاف کو پکڑے رکھنے کی تلقین کی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یٰۤاَیُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰمِیۡنَ لِلّٰہِ شُھَدَآءَ بِالۡقِسۡطِ ۔ وَلَا یَجۡرِمَنَّکُمۡ شَنَاٰنُ قَوۡمٍ عَلٰۤی اَلَّا تَعۡدِلُوۡا ۔ اِعۡدِلُوۡا ۔ ھُوَ اَقۡرَبُ لِلتَّقۡوٰی ۔ وَاتَّقُوا اللّٰہَ ۔ اِنَّ اللّٰہَ خَبِیۡرٌۢ بِمَا تَعۡمَلُوۡنَ ۔ (المائدۃ:9) کہ اے وہ لوگو! جو ایمان لائے ہو اللہ کی خاطر مضبوطی سے نگرانی کرتے ہوئے انصاف کی تائید میں گواہ بن جاؤ اور کسی قوم کی سخت دشمنی تمہیں ہرگز اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم انصاف نہ کرو۔ انصاف کرو یہ تقویٰ کے سب سے زیادہ قریب ہے اور اللہ تعالیٰ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ اس سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔

اب یہاں تو اللہ تعالیٰ انصاف کے معیاروں کو ایک مومن کے لئے اونچا کر رہا ہے۔ اگر یہ نہیں تو ایمان نہیں کہ کسی قوم کی دشمنی بھی انصاف کے معیاروں سے نیچے آنے پر تمہیں مائل نہ کرے۔ انصاف کی تعلیم میں ایسے نمونے دکھاؤ کہ اسلام کی خوبصورت تعلیم دنیا پر ظاہر ہو جائے۔ تمہارے انصاف اور نیکی کے نمونے اسلام کی خوبصورت تعلیم کے گواہ بن جائیں۔ کسی کی انگلی اسلامی تعلیم پر نہ اٹھے۔ کاش کہ یہ مسلمان کہلانے والے اپنے جائزے لیں کہ کیا ان کے نمونے اسلامی تعلیم کی طرف غیر مسلموں کو کھینچ رہے ہیں۔ ان لوگوں کے عمل تو اپنوں کو بھی دُور دھکیل رہے ہیں۔ جن بچوں نے اپنے ساتھیوں کو ظلم و بربریت کا نشانہ بنتے دیکھا ہے کیا وہ ان لوگوں کو کبھی مسلمان سمجھیں گے؟ اور اگر سمجھیں گے تو یہ سوال ان کے ذہنوں میں پیدا ہوں گے کہ کیا یہ اسلام ہے جس کو ہم مانیں؟ پس یہ لوگ صرف ظاہری ظلم اور قتل و غارت نہیں کر رہے بلکہ آئندہ نسلوں کو بھی برباد کر رہے ہیں۔ اسلام سے دور لے کر جا رہے ہیں۔ کاش کہ مسلمان علماء کہلانے

والے جنہوں نے جہاد اور فرقہ واریت کے نام پر ان شدت پسند گروہوں کو جنم دیا ہے اپنے قبلے درست کر کے اپنی نسلوں کو حقیقی اسلام کے بتانے والے بنیں اور ان شدت پسند گروہوں کی بیخ کنی کے لئے حقیقی اسلامی تعلیم کے ہتھیار کو استعمال کریں۔ اور یہ تبھی ہو سکتا ہے کہ زمانے کے امام کی بات مان کر حقیقی اسلام پر خود بھی عمل پیرا ہوں اور دوسروں کو بھی عمل کروائیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق نے ان مولویوں کو اپنی اصلاح کی طرف متوجہ کرتے ہوئے ایک جگہ فرمایا کہ:

''اگر اسلام کے مولوی اتفاق کر کے اس بات پر زور دیں کہ وہ وحشی مسلمانوں کے دلوں سے اس غلطی کو نکال دیں'' یعنی شدت پسندی اور غلط قسم کے جہاد کی غلطی کو نکال دیں ''تو وہ بلاشبہ قوم پر ایک بڑا احسان کریں گے اور نہ صرف یہی بلکہ ان کے ذریعہ سے اسلام کی خوبیوں کی ایک بھاری جڑ لوگوں پر ظاہر ہو جائے گی اور وہ سب کراہتیں جو اپنی غلطیوں سے مذہبی مخالف اسلام کی نسبت رکھتے ہیں وہ جاتی رہیں گی۔''

(گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے، روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 634)

پس یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا اسلام کی خوبصورت تعلیم کو پھیلانے کے لئے ایک درد ہے اور جس کی آپ نے ان غیر احمدی مولویوں سے بھی اپیل کی ہے کہ خدا کے لئے اس تعلیم کو جو شدت پسندی کی ہے اپنے ذہنوں سے نکالو اور محبت اور پیار کی تعلیم کو رائج کرو۔ لیکن یہ بات سننے کو کب یہ مولوی نام نہاد مولوی تیار ہوتے ہیں۔ ان کے مقاصد تو اب دین اسلام کے تقدس کو قائم کرنے کی بجائے سیاسی اور ذاتی مفاد کا حصول ہو گیا ہے۔ جہاں تک مَیں نے دیکھا ہے اس واقعہ پر غم و غصے کا اظہار بھی علماء کی طرف سے پُرزور طریقے پر نہیں ہوا۔ شاید آج جمعہ پر بعض لوگوں نے کیا ہو۔ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کو ان کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ وَاتَّقُوا اللّٰہَ۔ کہ اللہ سے ڈرو۔ یقیناً اللہ تعالیٰ اس بات سے ہمیشہ باخبر رہتا ہے جو تم کرتے ہو۔ اور اللہ تعالیٰ ہر معاملے کی خبر صرف خبر رکھنے کے لئے نہیں رکھتا بلکہ ہر عمل انسان کی قسمت کا فیصلہ کرتا ہے۔ ظلم کرنے والے جو ہیں وہ یقیناً اپنے بدانجام کو پہنچتے ہیں۔

پس اگر اپنی دنیا و عاقبت سنوارنی ہے تو اللہ تعالیٰ کے حکموں کو سامنے رکھیں کہ دشمن سے بھی انصاف کا سلوک کریں اور پھر کلمہ گوؤں کے بارے میں تو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ (الفتح:30)۔ لیکن یہاں رُحَمَآءُ بَیۡنَہُمۡ تو دُور کی بات ہے یہ تو اپنوں سے بھی دشمنوں سے

بڑھ کر سلوک کرتے ہیں جس کے نظارے ہم دیکھتے رہتے ہیں۔ اب یہ لاکھ، ڈیڑھ لاکھ، دو لاکھ آدمی جو صرف ایک ملک میں مار دیئے یہ اپنوں کے ساتھ ظلم کے سلوک ہی ہیں ناں یا یہ بھی ظلم کی انتہا ہی ہے کہ اس سلوک میں بچوں کو مارا، شہید کر دیا۔

کیا یہ سمجھتے ہیں کہ جو ظلم انہوں نے کیا ہے یا یہ کرتے رہتے ہیں اس پر سے بغیر پکڑ کے یہ گزر جائیں گے۔ نہیں اس طرح کبھی نہیں ہو سکتا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيۡهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيۡهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيۡمًا (النساء:94) کہ وَمَنۡ يَّقۡتُلۡ مُؤۡمِنًا مُّتَعَمِّدًا۔ جو جان بوجھ کر کسی مومن کو قتل کرے تو اس کی جزا جہنم ہے وہ اس میں بہت لمبا عرصہ رہنے والا ہے اور اللہ اس پر غضبناک ہوا اور اس پر لعنت کی اور اس نے اس کے لئے بہت بڑا عذاب تیار کر رکھا ہے۔ پھر آگے اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ مومن کون ہے؟ وَلَا تَقُوۡلُوۡا لِمَنۡ اَلۡقٰۤى اِلَيۡكُمُ السَّلٰمَ لَسۡتَ مُؤۡمِنًا (النساء:95) کہ جو تمہیں سلام کہے اسے یہ نہ کہا کرو کہ تم مومن نہیں۔

پس بھائی چارے کا ایک تقدّس اسلام نے قائم کر دیا۔ اگر اس تقدس کو کوئی پامال کرتا ہے اور کلمہ گو کو قتل کرتا ہے تو پھر یقیناً جہنم اس کا ٹھکانا ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی لعنت کے نیچے ہمیشہ رہے گا۔ جو لوگ خودکش حملہ کر کے یا مقابلہ میں مارے گئے اور غلط تعلیم کی وجہ سے جوان کو ان کے علماء نے دی خیال کیا کہ ہم مر کر اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہیں۔ تو خدا تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ مومن کو مار کر تم خدا تعالیٰ کی رضا نہیں بلکہ اس کی لعنت کے مورد بن رہے ہو اور ہمیشہ کے لئے جہنّم تمہارا ٹھکانہ ہے۔ اور مومن ہونے کے لئے کہا کہ اگر تمہاری طرف کوئی سلامتی کا پیغام بھیجتا ہے تو پھر تمہارا کوئی حق نہیں بنتا کہ اسے قتل کرو۔ اب کوئی بتائے کہ ان معصوم بچوں کا کیا قصور تھا۔ وہ معاشرے کا ایک بہتر حصہ بننے کے لئے اور ملک کا سرمایہ بننے کے لئے اور سلامتی پھیلانے کے لئے علم حاصل کر رہے تھے۔ اس لئے وہ تعلیم حاصل کرنے ان سکولوں میں آئے ہوں گے۔ ان نام نہاد علماء کی باتیں سن کر حیرت ہوتی ہے جو شدت پسندی کی تعلیم، اس خوبصورت اسلامی تعلیم کے باوجود دیتے ہیں۔ ان کی یہ باتیں سن کر ہی کم علم اور جاہل متاثر ہوتے ہیں اور پھر وہ حرکات کرتے ہیں جن میں سوائے بہیمیت کے اور کچھ ثابت نہیں ہوتا۔ اور اس کا انجام پھر خدا تعالیٰ نے بتا دیا کہ جہنم ہے۔ لیکن شاید یہ لوگ جہنم کو کوئی افسانوی بات سمجھتے ہیں یا خدا تعالیٰ کی باتوں پر ایمان نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ان تنبیہوں کے باوجود ان پر کوئی اثر نہیں ہوتا اور ایک

دوسرے کی گردنیں کاٹتے چلے جا رہے ہیں۔ اگر آخرت پر کامل یقین نہیں تو خدا تعالیٰ نے اس دنیا کے حالت کے بارے میں بھی ان کو بتا دیا کہ پھر تمہارا کیا حشر ہوگا اگر تم نے بھائی بھائی کے تقدس کو پامال کیا تو پھر یہاں بھی تمہاری ساکھ ختم ہو جائے گی۔ اس دنیا میں بھی جو مفادات ہیں وہ تم حاصل نہیں کر سکو گے۔ جس دنیا کی خاطر تم یہ سب کچھ کر رہے ہو وہ بھی تمہیں نہیں ملے گی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وَاَطِیْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِیْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ (الانفال: 47) اور اللہ کی اطاعت کرو اور اس کے رسول کی اور آپس میں مت جھگڑو ورنہ تم بزدل بن جاؤ گے اور تمہارا رعب جاتا رہے گا اور صبر سے کام لو۔ یقیناً اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے۔

پس اللہ تعالیٰ کی یہ بات آج مسلمانوں کی حالت کو دیکھ کر سو فیصد ان پر پوری ہوتی نظر آتی ہے کہ انہی لڑائی اور جھگڑوں کی وجہ سے مسلمانوں کی طاقت ختم ہو چکی ہے۔ آپس کے بے شمار شدت پسند گروہوں کی وجہ سے اکثر ملک جنگ کا میدان بنے ہوئے ہیں۔ مغربی طاقتوں کے آگے یہ لوگ ہاتھ پھیلاتے ہیں۔ بیشک مسلمان ممالک کی ایک تنظیم ان کی اپنی بنائی ہوئی ہے لیکن اس کی حیثیت کچھ بھی نہیں۔ نہ آپس کا اتحاد ہے جس کی وجہ سے ملکوں میں امن وسکون قائم ہو۔ نہ غیر مسلم ممالک کے سامنے ان کی کوئی حیثیت ہے۔ ان کی باگ ڈور بڑی طاقتوں کے ہاتھ میں ہے۔ ان مسلمان ملکوں میں سے کسی ملک کا صدر یا وزیراعظم حتی کہ فوجی سربراہ بھی کسی مغربی ملک میں آ کر یہاں کے صدروں یا وزیراعظموں سے بات کرتے ہیں یا یہ لوگ ان کی کچھ پذیرائی کر دیتے ہیں تو ہمارے یہ لیڈر سمجھتے ہیں کہ جیسے دنیا جہان کی نعمتیں ان کو مل گئیں۔ خدا تعالیٰ کا خانہ خالی ہے۔ اس کو انہوں نے چھوڑ دیا ہے اور اس کو چھوڑ کر دنیاداروں کی طرف جھکاؤ ہے اور یہ لوگ اسی کو اپنی بقا کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔

پس کس کس بات کا ذکر کیا جائے جو مسلمان کہلانے والے ممالک کو تباہی کی طرف لے جا رہی ہے۔ ایک ظلم ہوتا ہے۔ چند دن عوام پر اثر رہتا ہے، شور مچاتے ہیں اور پھر عوام الناس کی بھی جو اکثریت ہے وہ انہی ظالموں کے ہاتھوں آلہ کار بن جاتی ہے۔ پس جب تک خدا تعالیٰ کی بات نہیں مانیں گے جب تک دشمنوں سے بھی انصاف کے معیار قائم نہیں کریں گے۔ جب تک ہر سلام کرنے والے کو امن نہیں دیں گے جب تک اپنے بھائی چارے کے معیاروں کو قائم نہیں کریں گے جب تک حکومت رعایا کا خیال نہیں رکھے گی جب تک رعایا حکومت کی اطاعت گزار نہیں ہوگی۔ جب تک خدا تعالیٰ کا خوف دلوں میں پیدا نہیں ہوگا اس وقت تک ایسے ظالمانہ واقعات ہوتے رہیں گے۔ کاش کہ یہ باتیں ہمارے لیڈروں اور علماء

کہلانے والوں کو بھی اور عوام الناس کو بھی سمجھ آ جائیں۔ مسلمان اُمّہ کی تکلیف ہمیں بھی تکلیف میں ڈالتی ہے۔ اس لئے کہ یہ ہمارے پیارے آقا کی طرف منسوب ہونے والے ہیں۔ ہمیں تو زمانے کے امام نے اپنے آقا اور مطاع کی طرف منسوب ہونے والوں سے ہمدردی اور پیار کرنے کے گُر سکھائے ہیں۔ ہمیں تو یہ بتایا ہے کہ:۔

''اے دل تو نیز خاطر اینان نگاہ دار کاخر کنند دعوئے حُبِّ پیمبرم ''

(ازالہ اوہام حصّہ اوّل، روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 182)

کہ اے دل! تو ان لوگوں کا لحاظ کر۔ ان پر ہمدردی کی نظر رکھ کیونکہ آخر یہ لوگ میرے پیغمبر کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں۔

ہمارے ساتھ اگر ظلم کا رویہ ہے تب بھی ہمیں افسوس ہے اور ہم دعا کرتے ہیں بدلے نہیں لیتے کہ خدا تعالیٰ ان کے دلوں کو صاف کرے اور یہ اس حقیقت کو سمجھیں کہ مسلم اُمّہ کے لئے حقیقی ہمدردی اور خیر خواہی احمدی ہی اپنے دلوں میں رکھتے ہیں اور ہمدردی اور خیر خواہی کا جذبہ جیسا کہ مَیں نے کہا ہمارے اندر حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہی پیدا کیا ہے۔ آپ نے اسلامی تعلیم کے مطابق اپنی ہمدردی کے جذبے کو اپنوں اور غیروں سب پر حاوی کرنے کی ہمیں تلقین فرمائی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ:۔

''مومنوں اور مسلمانوں کے واسطے نرمی اور شفقت کا حکم ہے۔''

(ملفوظات جلد 10 صفحہ 232)

پس اس کو ہمیشہ سامنے رکھو۔ پھر فرماتے ہیں:

''ہر شخص کو ہر روز اپنا مطالعہ کرنا چاہئے کہ وہ کہاں تک ان امور کی پروا کرتا ہے اور کہاں تک وہ اپنے بھائیوں سے ہمدردی اور سلوک کرتا ہے۔''

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 280)

پھر فرمایا: ''تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض مشترک یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی اور حقیقی محبت قائم کی جاوے اور بنی نوع انسان اور اخوان کے حقوق اور محبت میں ایک خاص رنگ پیدا کیا جاوے۔ جب تک یہ باتیں نہ ہوں تمام امور صرف رسمی ہوں گے۔''

(ملفوظات جلد 3 صفحہ 95)

پھر فرمایا کہ: ''اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے

ظلم نہ کرو اور مخلوق کی بھلائی کے لئے کوشش کرتے رہو۔ اور کسی پر تکبر نہ کرو گو اپنا ماتحت ہو۔ اور کسی کو گالی مت دو گو وہ گالی دیتا ہو۔ غریب اور حلیم اور نیک نیت اور مخلوق کے ہمدرد بن جاؤ تا قبول کئے جاؤ۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 11)

پھر فرمایا: ’’خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ ان سے بھی نیکی کرو جنہوں نے تم سے کوئی نیکی نہیں کی۔ پھر اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم مخلوق خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم ان کے حقیقی رشتہ دار ہو جیسا کہ مائیں اپنے بچوں سے پیش آتی ہیں……‘‘ فرمایا ’’آخری درجہ نیکیوں کا طبعی جوش ہے جو ماں کی طرح ہو۔‘‘

(کشتی نوح، روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 30)

پس جب ہمدردی کے ایسے معیار ہم حاصل کرنے والے ہوں یا ہمدردی کے ایسے معیاروں کو حاصل کرنے کی تعلیم ہمیں ملی ہو اور اس پر ہم عمل کرنے والے بھی ہوں تب ہی انسان دوسرے کے درد کو محسوس کر سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہم میں سے اکثریت بنی نوع انسان کے لئے ایسے جذبات رکھتے ہیں اور ایک احمدی کو ایسے جذبات رکھنے والا ہونا چاہئے۔ جب عام انسانوں کے لئے یہ جذبات ہوں تو پھر مسلمانوں کے لئے تو پھر ہم اس سے بڑھ کر جذبات رکھنے والے ہیں۔ ہر ظلم جو کسی بھی مسلمان پر ہو ہم اپنے دل پر محسوس کرتے ہیں۔ اور یہ ظلم جو پاکستان میں ہوا ہے یقیناً ہمارے لئے انتہائی تکلیف کا موجب ہے۔ اور جو ظلم مسلمان دنیا میں کسی کی طرف سے بھی ہو رہا ہے ہمارے لئے تکلیف کا باعث ہے۔ اور اس تکلیف کا احساس اس وقت اور بھی بڑھ جاتا ہے جب ہم دنیا کو پکار پکار کر کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ان ظلموں کے خاتمے کے لئے اپنے وعدے کے مطابق مسیح موعود کو بھیج دیا ہے جس نے جنگوں اور سختیوں کا خاتمہ کر کے پیار اور محبت کو پھیلانا تھا۔ پس اس کی بات سنو تا کہ دنیا میں اسلام کی حقیقی تعلیم کو لاگو کر سکو۔ لیکن اس پکار کے باوجود علماء کہلانے والے سب سے زیادہ ہماری دشمنی میں بڑھتے چلے جا رہے ہیں اور جب ایسی صورتحال ہو تو پھر انصاف اور ہمدردی کی تمیز ختم ہو جاتی ہے اور نتیجۃً پھر ہر معاشرے میں فتنہ و فساد ہی نظر آتا ہے اور معصوموں کا خون ہوتا ہے اور یہی کچھ ہو رہا ہے۔ کاش کہ مسلمان علماء کہلانے والے اس بات کو سمجھیں اور مُسلم اُمّہ کو فرقہ واریت میں ڈال کر تباہ کرنے کی کوشش کرنے کے بجائے اسلام کی امن، محبت اور پیار کی تعلیم کو مسلمانوں کے اندر راسخ کریں۔ جس طرح کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

فرمایا ہے اور غیر مسلموں میں بھی اسلام کے بارے میں اس غلط تاثر کو زائل کریں کہ اسلام نعوذ باللہ شدت پسندی اور تلوار کا مذہب ہے۔

اللہ تعالیٰ کرے کہ ان کو یہ عقل آ جائے۔ پاکستان کے لئے اور مسلم ممالک کے لئے بہت دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان ملکوں میں امن قائم فرمائے اور حکومتیں بھی اور عوام الناس بھی حقیقی اسلامی قدروں کی پہچان کرنے والے بن سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اس کے اعلیٰ نمونے قائم کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ شام، عراق، لیبیا وغیرہ میں احمدی ان حالات کی وجہ سے جن میں سے یہ ملک اس وقت گزر رہے ہیں ایک تو وہاں کے شہری ہونے کی وجہ سے اور پھر احمدی ہونے کی وجہ سے بھی تکلیف میں ہیں۔ ان کے لئے بھی خاص دعا کریں۔ اللہ تعالیٰ ان کو ان مشکلات سے نجات دے۔ بعض بڑی کسمپرسی کی حالت میں آسمان تلے پڑے ہوئے ہیں۔ دونوں گروہ احمدیوں کے مخالف بنے ہوئے ہیں۔ کوئی مدد بھی ایسے حالات میں نہیں پہنچ سکتی۔ اللہ تعالیٰ ہی ہے جو اپنا فضل فرمائے اور رحم فرمائے اور جلد ان لوگوں کو ان تکلیف کے دنوں سے نکالے۔

نمازوں کے بعد میں کچھ جنازے غائب بھی پڑھاؤں گا۔ ایک جنازہ تو ہمارے ایک شہید بھائی کا ہے۔ مبارک احمد صاحب باجوہ ابن مکرم امیر احمد باجوہ صاحب چک 312 ج ب کتھووالی ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ کے ہیں۔ ان کو شہید کیا گیا تھا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ ان کو کچھ نامعلوم افراد نے 26 / اکتوبر 2009ء کو ان کے ڈیرے سے اغوا کر لیا تھا اور ان کے بارے میں اب تک معلوم نہیں ہو سکا تھا۔ تاہم چند روز قبل گجرات کے ایک علاقے سے گرفتار ہونے والے چند دہشتگردوں نے انکشاف کیا کہ ہم نے کتھووالی کے ایک مبارک باجوہ کو بھی گستاخ رسول قرار دے کر قتل کر کے بھمبر نالہ واقع ضلع گجرات میں گڑھا کھود کر دبا دیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ اب یہ سارے فتوے دینے والے بھی بن گئے ہیں۔

مبارک احمد صاحب کے خاندان میں احمدیت کا نفوذ ان کے دادا مکرم پیر محمد صاحب کے ذریعے ہوا۔ انہیں جماعت سے بہت لگاؤ تھا۔ نہایت دیندار گھرانہ ہے۔ شہید مرحوم پیدائشی احمدی تھے۔ شہید مرحوم 1953ء میں پیدا ہوئے۔ پرائمری تک تعلیم حاصل کی اور زمیندارہ کرتے تھے۔ شہید مرحوم نہایت ایماندار، نیک دل، نیک سیرت، شریف النفس اور ملنسار شخصیت کے مالک تھے۔ ان کے والد امیر احمد باجوہ صاحب اور بھائی مکرم رشید احمد باجوہ صاحب دونوں یکے بعد دیگرے کتھووالی جماعت کے صدر جماعت بھی رہے۔ ایک بیٹا ظہور احمد اس وقت بطور قائد مجلس خدمت کی توفیق پا رہا ہے۔ ان کی اہلیہ شاہد بیگم صاحبہ

کے علاوہ چار بیٹے ظہور احمد، منصور احمد اور نصیر احمد اور عتیق احمد ہیں۔ اسی طرح ان کے دو بھائی اور ایک ہمشیرہ ہیں جو سوگوار ہیں۔ واقعہ کی کچھ مزید تفصیل اس طرح ہے کہ مبارک احمد باجوہ صاحب اور ان کے غیر از جماعت ملازم سکندر محمود کو جس کی عمر چودہ سال تھی کچھ لوگوں نے 26، 27/ اکتوبر 2009ء کی رات کو آج سے پانچ سال پہلے ان کے ڈیرے سے اغوا کر لیا۔ اغوا کار دو کاروں پر سوار تھے۔ چند دن بعد اغوا کاروں نے مذکورہ ملازم کو ایک موبائل دے کر چھوڑ دیا۔ پھر اس موبائل نمبر پر تاوان کے لئے رابطہ کیا۔ دو کروڑ تاوان کی رقم کا مطالبہ کیا گیا جو کم ہو کے دس لاکھ پر آ گیا۔ اغوا کاروں کی شرط یہ تھی کہ رقم کوہاٹ یا پارہ چنار پہنچائی جائے۔ پھر اغوا کاروں سے رابطہ ختم ہو گیا۔ پولیس بھی کسی نتیجہ تک نہ پہنچ سکی۔ اب مکرم امیر صاحب ضلع ٹوبہ ٹیک سنگھ نے اطلاع دی کہ ڈی پی او ضلع نے مغوی کے بھائی عزیز احمد باجوہ صاحب کو بلا کر کہا ہے کہ آپ کے بھائی کے بارے میں کچھ معلومات ڈی پی او گجرات کے پاس ہیں ان سے مل لیں۔ وہ وہاں گئے۔ ڈی پی او گجرات سے ملاقات ہوئی۔ تو ڈی پی او گجرات نے بتایا کہ تحریک طالبان پاکستان افضل فوجی گروپ (یہ بھی بہت سارے گروپ وہاں بنے ہوئے ہیں) کے چند لوگ پکڑے گئے ہیں۔ جن میں واجد نامی شخص نے مبارک احمد باجوہ صاحب کو اغوا کرنے کے بعد چھریوں سے ذبح کر کے نعش کو بھمبر نالے میں دبانے کا انکشاف کیا ہے۔ جب عزیز احمد باجوہ صاحب اور دیگر افراد مذکورہ زیر تفتیش واجد نامی شخص سے ملے تو اس نے بھی اس قتل کی تصدیق کی۔ اس سوال پر کہ کیا کوئی مقامی آدمی بھی اس کے ساتھ تھا تو مذکورہ ملزم نے کہا کہ ساتھ والے گاؤں کا احمد نامی ایک شخص ساتھ تھا جس نے ہمیں مبارک احمد باجوہ مرحوم کے گستاخ رسول ہونے کا بتایا تھا۔ یہ شخص پہلے عیسائی تھا۔ بعد میں مسلمان ہو کر تحریک طالبان میں شامل ہو گیا۔ اس کا والد باجوہ فیملی کا ملازم رہا تھا۔ اور پھر اس نے یہ بھی بتایا کہ ہم نے اغوا کیا اور کوٹلی گاؤں میں مسجد کے تہہ خانے میں ان کو زنجیروں سے باندھ کر رکھا اور پھر ایک دن ہم نے عشاء کی نماز کے بعد ان کو اسی طرح جیسا کہ بتایا گیا ہے گردن پر چھری پھیر کے اور پھر ٹکڑے ٹکڑے کر کے گڑھے میں دبا دیا۔ تو پولیس اہلکار نے مذکورہ مجرم سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ اس نے کہا کہ ہمیں ہمارے کمانڈر کا حکم ہے کہ یہ لوگ گستاخ رسول ہیں لہٰذا ان کو قتل کر دو اور اس کا حکم ماننا ہمیں ضروری تھا۔ یہ حال ہے۔ ابھی بچوں کو قتل کیا تو یہ اب کس پاداش میں کیا۔ یہ بھی طالبان کا ہی کام ہے۔ اللہ تعالیٰ مرحوم شہید کے درجات بلند فرمائے اور ان کے بچوں کو صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔ بہر حال پتا تو لگ گیا پہلے صرف اغوا کی خبر تھی۔

دوسرا جنازہ مکرمہ امینہ اوصاف صاحبہ (کبابیر) کا ہے جو 12 دسمبر 2014ء کو بقضائے الٰہی وفات پا گئیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ۔ پیدائشی احمدی تھیں۔ آپ کے والد مکرم اوصاف صاحب حیفا کے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے۔ آپ کو صدر اور سیکرٹری تبلیغ لجنہ اماء اللہ کبابیر کی حیثیت سے خدمت کی توفیق ملی۔ نہایت عبادت گزار، دعا گو، بہت مہمان نواز، بکثرت مالی قربانی کرنے والی تھیں۔ نیک، مخلص اور صالح خاتون تھیں۔ دارالتبلیغ میں آنے والے مہمانوں کی ضیافت کا خصوصی اہتمام کرتی تھیں۔ مستورات کو بڑی عمدگی سے تبلیغ کیا کرتی تھیں۔ مبلغین کے اہل وعیال سے بہت محبت اور حسن سلوک سے پیش آتیں۔ مسجد محمود کبابیر کی تعمیر ہو رہی تھی تو آپ نے اس کے لئے خطیر رقم ادا کی اور دوران تعمیر کام کرنے والوں کی ضیافت کا بھی انتظام کیا۔ خلفائے احمدیت سے انتہائی محبت اور عقیدت کا تعلق تھا۔ بڑی توجہ سے میرے خطبات سنتی تھیں جو یہاں ایم ٹی اے پر نشر ہوتے ہیں۔ دوسروں کو بھی اس کا خلاصہ سنایا کرتی تھیں۔ ہر ارشاد پر دل وجان سے عمل پیرا ہونے کے لئے تیار رہتی تھیں۔ بہت سے بچوں کو قرآن کریم پڑھنا سکھایا۔ کبابیر کے تمام احباب ان سے بہت محبت سے پیش آتے تھے۔ ان کو عمرہ کرنے کی بھی سعادت نصیب ہوئی۔ قادیان جانے کی بھی شدید خواہش تھی کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مزار پر جا کر دعا کروں۔ تو یہ خواہش بھی اللہ تعالیٰ نے ان کی پوری فرمائی۔ بلکہ ایک دفعہ نہیں تین دفعہ جلسہ سالانہ میں آپ کو جانے کی سعادت نصیب ہوئی۔ مرحومہ موصیہ تھیں اور مکرم محمد شریف عودہ صاحب امیر جماعت کبابیر اور منیر عودہ صاحب ڈائریکٹر ایم ٹی اے پروڈکشن کی خالہ محترمہ تھیں۔ منیر عودہ صاحب لکھتے ہیں کہ خالہ امینہ نے اپنی زندگی اسلام احمدیت کی خدمت میں گزاری۔ انہوں نے اپنے بچوں کی طرح ہماری پرورش کی تھی اور جب میرے والدین کام کے سلسلے میں گھر سے دور جاتے تو وہ ہماری پرورش کرتیں۔ بروقت نمازیں پڑھنے پر سختی سے کاربند کیا۔ جماعت کے اوّلین وصیت کرنے والوں میں شامل تھیں۔ آپ کپڑے سینے کا کام کرتی تھیں اور محدود وسائل کے باوجود کسی سے مدد نہیں لیتی تھیں بلکہ خاندان میں بچوں کی تعلیم میں مدد کی۔ اس طرح مشکلات میں کام آتی تھیں۔ ان کی شادی نہیں ہوئی تھی۔ غیر احمدی گھرانوں سے شادی کے پیغامات آئے لیکن آپ نے انکار کر دیا کہ میں احمدی ہوں اور احمدیت پر قائم رہیں اور کبھی شادی نہیں کی۔ کہتے ہیں کہ وفات کے وقت مَیں آپ کے قریب موجود تھا اور آپ کے آخری الفاظ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ تھے۔ وفات سے قبل آپ نے وصیت کی تھی کہ آپ کا تمام مال واسباب جماعت کے سپرد کر دیا جائے۔ اسی طرح وہاں جو مشنری انچارج جو ہیں ان کی اہلیہ بشریٰ شمس صاحبہ بھی

کہتی ہیں کہ ان کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے گہرا عشق تھا۔ کہتی ہیں ایک دن دوائی پلا رہی تھیں تو انہوں نے ایک گھونٹ لیا تو میں نے ان کو کہا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے تین گھونٹ لینا پسند فرمایا ہے تو یہ سن کر فوراً دو گھونٹ اور پی لئے باوجودیکہ پہلے انکار کر رہی تھیں۔

تیسرا جنازہ غائب ہو گا مکرم ابراھیم عبدالرحمٰن بخاری صاحب مصر کا ہو گا جو 13 ر دسمبر 2014ء کو 63 سال کی عمر میں مصر میں ہی وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ انہوں نے جوانی کی عمر میں، اٹھارہ سال کی عمر میں 1969ء میں بیعت کی توفیق پائی تھی۔ ان دنوں جماعت احمدیہ مصر کے صدر مکرم محمد بسیونی صاحب تھے۔ مرحوم نے تین خلفاء کا دور دیکھا اور مکرم محمد بسیونی صاحب، مکرم مصطفی ثابت صاحب اور مکرم حلمی شافی صاحب جیسے ابتدائی احمدیوں کی صحبت سے مستفیض ہوئے۔ بیعت کے بعد آپ نے باوجود اپنے گھر والوں اور سسرال کی طرف سے ظلم و زیادتی کے عہد بیعت کو پوری استقامت، ہمت اور اخلاص و وفا کے ساتھ نبھایا حتی کہ آپ کو یہ دھمکی بھی دی گئی کہ میاں بیوی میں علیحدگی کرا دیں گے۔ اسی طرح آپ کے کام میں بھی کافی پریشانیاں اور روکیں پیدا کی جاتی تھیں۔ آپ کو اپنا کام جاری رکھنے کے لئے ایک پرمٹ کی ضرورت ہوتی تھی جو احمدیت کی وجہ سے محض تنگ کرنے کی خاطر کافی لیٹ ایشو کیا جاتا تھا جس سے نفسیاتی الجھن کے علاوہ آپ کا کام بھی کافی متاثر ہوتا تھا۔ اس کے علاوہ بھی مختلف بہانوں سے تنگ کرنے کی کوشش کی جاتی لیکن آپ نے کبھی کمزوری نہیں دکھائی۔ اس وجہ سے مالی تنگی کے حالات کے باوجود بڑی باقاعدگی سے چندے اور صدقات وغیرہ دیا کرتے تھے۔ شادی کے بعد آپ کی اہلیہ نے بھی آپ کی تبلیغ اور نمونہ کو دیکھ کر بیعت کر لی۔ 1988ء میں فیملی کے ساتھ نائیجیریا کا سفر اختیار کیا جہاں جماعتی سکول میں اڑھائی سال تک عربی زبان کے مدرس کی حیثیت سے خدمت کی۔ نمازوں کی ادائیگی اور چندوں میں باقاعدہ تھے۔ اور بیماری کے باوجود آخری دنوں میں بھی جمعہ کے لئے باقاعدگی سے آتے تھے۔ یہاں بھی آتے رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بڑے مخلص انسان تھے۔ خلافت سے بڑا تعلق تھا۔ مرحوم نے بیوہ کے علاوہ ایک بیٹی عزیزہ مریم اور تین بیٹے عزیزان احمد، محمود اور محمد یادگار چھوڑے ہیں جو خدا کے فضل سے سبھی پیدائشی احمدی ہیں۔ بیٹی شادی شدہ ہے اور امریکہ میں رہائش پذیر ہے۔ بیٹے احمد اور محمود یوکے میں ہیں۔ چھوٹا بیٹا اپنی والدہ کے ساتھ مصر میں ہے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت اور رحم کا سلوک فرمائے اور ان کے لواحقین کو بھی صبر اور حوصلہ عطا فرمائے۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 09 ر جنوری 2015ء تا 15 ر جنوری 2015ء جلد 22 شمارہ 2 صفحہ 05 تا 08)

52

خطبہ جمعہ سیدنا امیر المومنین حضرت مرزا مسرور احمد خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
فرمودہ مورخہ 26 ردسمبر 2014ء بمطابق 26 فتح 1393 ہجری شمسی
بمقام مسجد بیت الفتوح، مورڈن

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اللہ تعالیٰ کے فضل سے آج قادیان میں جلسہ سالانہ شروع ہوا ہے۔ اسی طرح دنیا کے بعض اَور ممالک ہیں، بعض افریقن ممالک ہیں جہاں اِن دنوں میں جلسہ سالانہ ہو رہا ہے۔ اور اس وقت وہاں کا بھی یہی وقت ہے۔ یہ خطبہ ان کے جلسے کے پروگرام کا حصہ ہی بن گیا ہے۔

ایک وقت تھا کہ قادیان میں صرف جلسہ سالانہ ہوا کرتا تھا۔ پھر پارٹیشن ہوئی تو پاکستان میں بھی جلسہ سالانہ شروع ہو گیا۔ لیکن مخالفین احمدیت اور حکومتوں کو پاکستان میں احمدیوں کا اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنا سخت ناگوار گزرا جس کی وجہ سے ایک قانون کے تحت جماعت احمدیہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر کرنے اور نام لینے سے روک دیا گیا اور اس پر عمل درآمد کے لئے پاکستان میں جلسوں پر پابندی لگا دی گئی اور یوں جماعت احمدیہ کے پاکستان میں بسنے والے لاکھوں افراد کو اپنے زعم میں ان لوگوں نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے ذکر سے محروم کر دیا۔ لیکن مخالفین احمدیت یہ نہیں سمجھتے کہ یہ ظاہری قانونی پابندیاں جسموں کو تو پابند کر سکتی ہیں لیکن دلوں کو نہیں۔ باوجود جذباتی اذیّت کے، باوجود مالی نقصان کے، باوجود جان کی قربانی لینے کے دشمن احمدیت ہمارے دلوں سے اللہ تعالیٰ کی محبت نہیں چھین سکتا۔ ہمارے دلوں سے تمام تر تکلیفیں دینے کے باوجود اور نقصان پہنچانے کے باوجود ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت نہیں نکال سکتا۔ ہمارے مخالفین جو بظاہر ہمارے کلمہ گو بھائی ہیں یہ کلمے سے محبت کا عجیب دعویٰ کرتے ہیں کہ بجائے اس

بات پر خوش ہونے کے کہ مسلمانوں میں سے ایک فرقہ ایسا بھی ہے جو کلمے کی محبت میں نہ صرف ہر چیز قربان کرنے کا دعویٰ کرتا ہے بلکہ عملاً ثابت بھی کر چکا ہے کہ کلمے کی محبت ان کے بچے بچے کے دل میں راسخ ہے۔ پھر بھی کلمہ پڑھنے سے روکنے کے لئے ہر جائز اور ناجائز کوشش کرتے ہیں۔ مخالفین احمدیت کی احمدیوں کو تکلیف پہنچانے کی کوششوں کو ہر منصف مزاج احمدیت کی مخالفت نہیں بلکہ اسلام کی ہی مخالفت کہے گا۔ بہر حال جلسے کے حوالے سے پاکستان کے احمدیوں اور پاکستان کے جلسے کا بھی ذکر آ گیا۔ ہر سال دسمبر کا مہینہ پاکستان میں بسنے والے احمدیوں کے لئے جلسے کے حوالے سے جذبات میں ایک غیر معمولی جوش پیدا کرنے والا بن کے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کرے کہ ان کے یہ جذبات خدا تعالیٰ کے حضور اس طرح بہیں کہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرتے ہوئے ہر مخالفت، ہر تنگی، ہر مشکل کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائیں اور پاکستان کے احمدی بھی ان برکتوں سے فیضیاب ہو سکیں جن سے آج دنیائے احمدیت فیض پا رہی ہے۔

جیسا کہ مَیں نے کہا کہ پہلے یہ جلسہ صرف قادیان میں ہوتا تھا پھر قادیان سے نکل کر ربوہ میں شروع ہوا لیکن ربوہ میں پابندیاں لگ گئیں۔ مخالفین نے تو سمجھا تھا اور حکومتِ وقت نے بلکہ حکومتوں نے جو بھی وقتی حکومتیں رہی ہیں انہوں نے مخالفین پر ہاتھ رکھ کر یہ سمجھا تھا کہ جماعت احمدیہ پر پاکستان میں پابندیاں لگا کر وہ احمدیت کی ترقی کو روک دیں گے۔ لیکن ہوا کیا؟ جیسا کہ ابھی میں نے بتایا ہے کہ آج ان دنوں میں دنیا کے کئی ممالک میں جلسے ہو رہے ہیں اور دوران سال اپنی اپنی سہولت اور حالات کے مطابق دنیا کے تقریباً تمام ان ممالک میں جلسے ہوتے ہیں جہاں جماعت احمدیہ قائم ہے۔ گویا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قائم کردہ اس جلسے کے نظام نے بین الاقوامی حیثیت اختیار کر لی ہے۔ گو چند ممالک میں پہلے بھی جلسے ہوتے تھے جب ربوہ میں جلسے ہوا کرتے تھے لیکن اب ان جلسوں کی بھی وسعت کئی گنا زیادہ ہو چکی ہے اور مزید نئے ممالک بھی شامل ہو چکے ہیں اور صرف احمدی ہی نہیں بلکہ دنیا کے کئی ممالک کے دنیاوی لیڈر اور دوسرے مذاہب کے ماننے والے بلکہ بعض شریف الطبع مسلمان بھی جماعت احمدیہ کے جلسہ سالانہ کو ایک ایسی تقریب قرار دیتے ہیں جو دنیا کو اسلام کی حقیقت بتا کر اسلام کی خوبصورت تعلیم سے آگاہ کرتی ہے۔ پس یہ نتائج تو نکلنے تھے اور نکل رہے ہیں کہ دنیا کو جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے اسلام کا پتا لگ رہا ہے۔ دنیا کو اسلام کی خوبصورت تعلیم کا جماعت احمدیہ کے ذریعہ سے پتا چلنا تھا کیونکہ یہ اللہ تعالیٰ کی تقدیروں میں سے ایک تقدیر ہے جس کے بارے میں خود حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بڑے

واشگاف الفاظ میں فرمایا ہے کہ

''اس جلسہ کو معمولی انسانی جلسوں کی طرح خیال نہ کریں۔ یہ وہ امر ہے جس کی خالص تائید حق اور اعلائے کلمہ اسلام پر بنیاد ہے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 281 اشتہار 7 دسمبر 1892ء اشتہار نمبر 91)

یعنی یہی جلسہ ہے جس کے ذریعہ سے دنیا میں اسلام کا نام بلند ہونا ہے کیونکہ اس جلسہ میں آنے والے وہ کچھ سیکھیں گے جو ان کی علمی اور عملی حالتوں میں ایک انقلاب پیدا کرنے والا ہوگا اور پھر یہ علمی اور عملی انقلاب دنیا پر اپنی خوبصورتی ظاہر کر کے دنیا کو اسلام کی خوبصورتی اور اس کے سب سے کامل، مکمل اور سب مذاہب سے بالاتر مذہب ہونا ثابت کرے گا کیونکہ صرف انسانی کوششیں ہی نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تائید یہ کام دکھائے گی۔

آپ علیہ السلام نے مزید واضح فرمایا کہ ''اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں طیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی کیونکہ یہ اُس قادر کا فعل ہے جس کے آگے کوئی بات انہونی نہیں۔ عنقریب وہ وقت آتا ہے بلکہ نزدیک ہے کہ اس مذہب میں نہ نیچریت کا نشان رہے گا اور نہ نیچر کے تفریط پسند اور اوہام پرست مخالفوں کا، نہ خوارق کے انکار کرنے والے باقی رہیں گے اور نہ ان میں بیہودہ اور بے اصل اور مخالف قرآن روایتوں کو ملانے والے۔ اور خدا تعالیٰ اس امّت وسط کے لئے بین بین کی راہ زمین پر قائم کر دے گا۔ وہی راہ جس کو قرآن لایا تھا۔ وہی راہ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ رضی اللہ عنہم کو سکھلائی تھی۔ وہی ہدایت جو ابتداء سے صدیق اور شہید اور صلحاء پاتے رہے۔ یہی ہوگا۔ ضرور یہی ہوگا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے۔'' فرمایا: ''مبارک وہ لوگ جن پر سیدھی راہ کھولی جائے۔''

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 281-282 اشتہار 7 دسمبر 1892ء اشتہار نمبر 91)

پس یہ جلسہ یقیناً طبیعتوں میں انقلاب لانے کا ذریعہ ہے اور ہونا چاہئے۔ دنیا میں جو جلسے ہوتے ہیں ان میں مختلف قومیں شامل ہیں کیونکہ یہ مختلف قوموں کے جلسے ہیں، مختلف ممالک کے جلسے ہیں۔ افریقہ میں افریقن شامل ہیں۔ مشرق بعید میں وہاں کے لوگ شامل ہیں۔ یورپ میں، امریکہ میں بھی بہت سارے لوگ شامل ہو گئے ہیں۔ عربوں میں شامل ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الفاظ کی عملاً تائید فرما دی ہے کہ قومیں تیار ہو کر اس میں مل رہی ہیں۔ مختلف قومیں مسیح محمدی کی

بیعت میں آ کر اس پیشگوئی کے پورا کرنے کا اعلان کر رہی ہیں اور صرف یہی نہیں بلکہ آج اس وقت قادیان میں جلسہ ہو رہا ہے تو اکتیس (31) ممالک کی نمائندگی ہے۔ افریقہ کی نمائندگی بھی ہے اور ایشیا کی بھی، عرب بھی ہیں اور عجم بھی ہیں۔ امریکہ کی نمائندگی بھی ہے اور یورپ کی بھی۔ آسٹریلیا کی بھی اور مشرق بعید اور جزائر کی بھی۔

پس ایک ملک میں جلسے پر پابندیاں لگا کر مخالفین نے سمجھا تھا کہ ہم نے احمدیت کو بڑی کاری ضرب لگا دی۔ دشمن نادان ہے سمجھتا نہیں کہ امام الزمان ہونے کا اعلان کرنے والے نے، مسیح محمدی کا اعلان کرنے والے نے یہ نہیں کہا تھا کہ مَیں جماعت قائم کر رہا ہوں بلکہ فرمایا تھا کہ ''اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے''۔ پس اگر دشمنان احمدیت میں ہمت ہے تو خدا تعالیٰ سے مقابلہ کر لیں۔ لیکن یاد رکھیں کہ مسیح موعود علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے وہ پیارے ہیں جن کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی خاص تائید و نصرت ہے اور کیوں نہ ہو جبکہ آپ کو تو اس زمانے میں اپنے دین کی عظمت قائم کرنے کے لئے مامور ہی خدا تعالیٰ نے کیا ہے۔ پس مخالفت سے پہلے آپ کے اس اعلان پر غور کرنا چاہئے جس میں آپ نے فرمایا۔ ایک شعر کا ایک مصرع ہے کہ

''اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار''

(براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد 21 صفحہ 133)

مخالفین کو یاد رکھنا چاہئے کہ افراد جماعت کو دی جانے والی عارضی تکلیفیں جماعتوں کو ختم نہیں کر سکتیں۔ چند افراد کو تو نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ اور پھر وہ جماعت جس کو اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت حاصل ہو اور خدا سے اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہو، کھڑا کیا ہو اس کو یہ کس طرح نقصان پہنچا سکتی ہیں۔ پس ایک حکومت کیا تمام دنیا کی حکومتیں مل کر بھی دنیا سے جماعت احمدیہ کو نہیں مٹا سکتیں۔ انشاء اللہ۔ کیونکہ یہی وہ جماعت ہے جس نے اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے کامل اور مکمل دین کو، حقیقی دین کی حقیقی تعلیم کو تمام افراط و تفریط سے پاک کر کے اس اصلی شکل میں قائم کرنا ہے جو ہمارے آقا و مطاع حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لائے تھے۔

اپنے اس دعویٰ کے بارے میں کہ جماعت کیا ہے؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ یوں بھی فرمایا ہے کہ دنیا کی کوئی طاقت اس کو ختم نہیں کر سکتی۔ فرماتے ہیں کہ:

''جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لئے ہوں۔ اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو پھر اس کی حفاظت تو خود فرشتے کرتے ہیں۔ کون ہے جو اس کو

تلف کر سکے؟ یاد رکھو میرا سلسلہ اگر نری دکانداری ہے تو اس کا نام و نشان مٹ جائے گا۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور یقیناً اسی کی طرف سے ہے تو ساری دنیا اس کی مخالفت کرے۔ یہ بڑھے گا اور پھیلے گا اور فرشتے اس کی حفاظت کریں گے۔" فرمایا کہ "اگر ایک شخص بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کوئی بھی مدد نہ دے تب بھی مَیں یقین رکھتا ہوں کہ یہ سلسلہ کامیاب ہوگا۔"

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 148)

پس یہ الفاظ ہیں پُرشوکت الفاظ ہیں اور اللہ تعالیٰ کو گواہ بنا کر یہ الفاظ پیش کئے گئے ہیں۔ پس یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ دشمن اپنی کوششیں کریں اور سلسلہ کو ختم کر سکیں۔

لیکن ہمیں بھی یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری بھی کچھ ذمہ داریاں ہیں۔ ہم جلسے منعقد کرتے ہیں، ہم جماعت احمدیہ میں شامل ہوئے ہیں۔ ہمیں یاد رکھنا چاہئے کہ نہ یہ سلسلہ معمولی سلسلہ ہے جسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے قائم فرمایا ہے۔ نہ یہ جلسے معمولی جلسے ہیں جو آپ نے جاری فرمائے۔ نہ ایک احمدی کا احمدی کہلانا معمولی حیثیت رکھتا ہے بلکہ ہر احمدی پر ایک بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر کوئی کمزور ہیں چلے بھی جائیں گے بلکہ ساری دنیا بھی مجھے چھوڑ دے گی تب بھی خدا تعالیٰ نہیں چھوڑے گا۔ یہ اس کا وعدہ ہے۔ پس احمدیوں کی یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے۔ ہر احمدی کی یہ ذمہ داری ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت میں حصہ دار بننے کے لئے وہ انقلاب اپنے اندر پیدا کرے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام اپنے ماننے والوں میں دیکھنا چاہتے ہیں۔ پس ہمارا صرف جلسے میں شامل ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ ہمیں ان لوگوں میں شامل ہونے کی ضرورت ہے جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے وارث بنتے ہیں۔

لوگ مجھے خط لکھتے ہیں کہ دعا کریں کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی جلسے میں شامل ہونے والوں کے لئے جو دعائیں ہیں ان کو حاصل کرنے والے ہوں، ان کے وارث بنیں۔ کیا ان دعاؤں کا وارث بننے کے لئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہم جلسے میں شامل ہو گئے۔ تین چار گھنٹے جلسے کی کارروائی سن لی۔ نعرے لگا لئے اور بس کام ختم ہو گیا۔ نہیں۔ جیسا کہ مَیں نے کہا ہے کہ ان دعاؤں کا وارث بننے کے لئے اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ جو کچھ ہم سن رہے ہیں یا جس ماحول میں ہم نے ایک جوش پیدا کیا ہوا ہے یہ عارضی ہے یا مستقل ہماری ذمہ داریوں کا حصہ بننے والا ہے۔ پس اگر یہ اثر جو جلسہ کے دوران ہوا

ہمیں اس عہد کے ساتھ جلسے کی ہر مجلس سے اٹھتا ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں وہ انقلاب لانے کی اپنی تمام تر استعدادوں کے ساتھ کوشش کرنی ہے جو اللہ تعالیٰ اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہم سے چاہتے ہیں، جو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہمیں بیان فرمائی ہیں تو پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کے وارث بنتے چلے جانے والے ہوں گے ورنہ تو پھر اللہ تعالیٰ کو یہ کہنے والی بات ہے کہ ہم نے تو کچھ کرنا نہیں۔ تیری بات تو ہم نے ماننی نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے کہ فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي۔ (البقرة:187) کہ میرے حکم کو بھی قبول کرو (وہ تو ہم نے ماننی نہیں) لیکن دعاؤں کا ہم نے وارث بننا ہے۔ پس جلسے کے ماحول سے اپنے اندر ایک روحانی انقلاب پیدا کرنے کی کوشش اور پھر اس کے حصول کے لئے دعا ہمیں پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا وارث بنائے گی۔ پس کوشش اور دعا یہ دونوں چیزیں ضروری ہیں تا کہ ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں کا وارث بن سکیں۔ اور پھر یہ وارث بنا کر ہمیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے نوازے گی۔ اللہ تعالیٰ جب فرماتا ہے کہ میرے حکم کو مانو، میری بات بھی سنو تو وہ کون سی باتیں ہیں جو ہم نے ماننی ہیں؟ اور وہ باتیں کیا ہیں؟ یہ ہم سب کو پتا ہے کہ یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے وہ احکامات ہیں جو قرآن کریم میں ابتدا سے آخر تک موجود ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ نے ہم پر احسان کرتے ہوئے زمانے کے امام کو بھیج کر ان احکامات کی گہرائی اور اہمیت کو ہم پر واضح فرما دیا ہے۔ پس اس کے بعد ہمارے پاس کوئی عذر نہیں رہ جاتا۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسے کے حوالے سے ہی جہاں ہمیں اللہ تعالیٰ کے حق ادا کرنے کی طرف توجہ دلائی ہے وہاں بندوں کے حق ادا کرنے کی طرف بھی بہت توجہ دلائی ہے۔ آپ نے جلسے میں شامل ہونے والوں کو نیکی تقویٰ پرہیزگاری کی طرف توجہ دلانے کے بعد اس طرف بھی توجہ دلائی بلکہ بڑے درد سے اپنے ماننے والوں سے یہ توقع رکھی کہ وہ نرم دلی اور باہم محبت اور مؤاخات میں بھائی چارے میں ایک نمونہ بن جائیں۔ انکسار دکھانے والے ہوں۔ ایک دوسرے کے لئے قربانی کا جذبہ رکھنے والے اور سچائی اور راستبازی کے اعلیٰ معیار قائم کرنے والے ہوں۔ وہ بدخوئی کرنے اور کج خُلقی دکھانے سے دور رہنے والے ہوں۔

پس اس لحاظ سے ہر ایک کو اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا یہ اعلیٰ اخلاق جو ہیں ان میں ہم نمونہ ہیں؟ کیا دوسرے کی خاطر قربانی کرنے میں ہم مثال بننے کی کوشش کر رہے ہیں؟ کیا عاجزی اور انکساری کے ہم میں وہ معیار ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں اور جن کا اللہ تعالیٰ

نے قرآن کریم میں ذکر فرمایا ہے اور جن کے نمونے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے ہمارے سامنے پیش فرمائے۔ اگر نہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی دعاؤں سے حصہ لینے کے لئے، اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کے لئے ہماری کوشش تو پھر نہ ہونے کے برابر ہے اور توقع ہم بڑی رکھ رہے ہیں۔ پس دنیا میں جماعتہائے احمدیہ کے جو مختلف جلسے ہیں ان جلسوں میں شامل ہونے والے عموماً اور قادیان کے جلسے میں شامل ہونے والے خاص طور پر کہ مسیح پاک کی بستی میں جلسے میں شامل ہو رہے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے اس درد کو خاص طور پر محسوس کریں جس کا اظہار آپ نے جلسے میں شامل ہونے والوں سے فرمایا ہے۔ اگر حقیقت میں ہم نے ان دعاؤں کا وارث بننا ہے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے متعدد جگہ ہمیں مخاطب کر کے فرمایا کہ آپ ہم سے کیا چاہتے ہیں؟ ہم عام دنیاوی رشتوں میں بھی دیکھتے ہیں کہ ماں باپ کی قربت اور ان کی دعاؤں سے وہی بچے زیادہ حصہ لیتے ہیں جو اُن کی ہر بات ماننے والے ہیں، خدمت کرنے والے ہیں، اطاعت اور فرمانبرداری میں بڑھے ہوئے ہیں۔ پس حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے جو ہمارا رشتہ قائم ہے اس رشتے سے تعلق کے بہترین پھل بھی ہم اسی وقت کھائیں گے جب اپنے تعلق میں بڑھنے والے ہوں گے۔ جلسے میں شامل ہونے والوں کے لئے دعاؤں کا خزانہ تو ایسا خزانہ ہے جو تا قیامت چلتا چلا جانے والا ہے۔ پس خوش قسمت ہوں گے ہم میں سے وہ جو اس سے فیضیاب ہونے والے ہوں گے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے بعض ارشادات پیش کروں گا جن میں آپ نے اپنی جماعت کے افراد سے جو توقعات رکھی ہیں ان کا کچھ اظہار ہوتا ہے۔

آپ علیہ السلام ایک جگہ فرماتے ہیں کہ: ’’ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ ایک موت اختیار کرے۔ نفسانی امور اور نفسانی اغراض سے بچے اور اللہ تعالیٰ کو سب شئے پر مقدم رکھے۔ بہت سی ریاکاریوں اور بیہودہ باتوں سے انسان تباہ ہو جاتا ہے۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 177)

پھر آپ نے فرمایا کہ: ’’چاہیے کہ تم ہر قسم کے جذبات سے بچو۔ ہر ایک اجنبی جو تم کو ملتا ہے وہ تمہارے منہ کو تاڑتا ہے اور تمہارے اخلاق، عادات، استقامت، پابندیٔ احکام الٰہی کو دیکھتا ہے کہ کیسے ہیں؟ اگر عمدہ نہیں تو وہ تمہارے ذریعہ ٹھوکر کھاتا ہے۔ پس ان تمام باتوں کو یاد رکھو۔‘‘

(ملفوظات جلد 6 صفحہ 265)

پھر آپ نے فرمایا کہ: ”قرآن شریف فرماتا ہے۔ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ...... (المائدۃ:33) یعنی جو شخص کسی نفس کو بلاوجہ قتل کر دیتا ہے وہ گویا ساری دنیا کو قتل کرتا ہے۔ ایسا ہی میں کہتا ہوں“ فرمایا: ”ایسا ہی مَیں کہتا ہوں کہ اگر کسی شخص نے اپنے بھائی کے ساتھ ہمدردی نہیں کی تو اس نے ساری دنیا کے ساتھ ہمدردی نہیں کی۔“ فرمایا: ”زندگی سے اس قدر پیار نہ کرو کہ ایمان ہی جاتا رہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 352)

پھر فرماتے ہیں: ”یہ جماعت جس کو خدا تعالیٰ نمونہ بنانا چاہتا ہے اگر اس کا بھی یہی حال ہوا کہ ان میں اخوّت اور ہمدردی نہ ہو تو بڑی خرابی ہوگی۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 353)

پھر آپ فرماتے ہیں کہ: ”مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ دین کے ساتھ دنیا جمع نہیں ہوسکتی۔ ہاں خدمتگار کے طور پر تو بیشک ہوسکتی ہے لیکن بطور شریک کے ہرگز نہیں ہوسکتی۔ یہ کبھی نہیں سنا گیا کہ جس کا تعلق صافی اللہ تعالیٰ سے ہو وہ ٹکڑے مانگتا پھرے۔ اللہ تعالیٰ تو اس کی اولاد پر بھی رحم کرتا ہے“۔ پھر فرماتے ہیں، یہ سننے والی بات ہے: ”...... ہماری جماعت میں وہی شریک سمجھنے چاہئیں جو بیعت کے موافق دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں۔ جب کوئی شخص اس عہد کی رعایت رکھ کر اللہ تعالیٰ کی طرف حرکت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو طاقت دے دیتا ہے۔“

(ملفوظات جلد 7 صفحہ 411)

پھر آپ نے بڑے درد سے فرمایا کہ: ”ہماری جماعت کو ایسا ہونا چاہئے کہ نری لفّاظی پر نہ رہے بلکہ بیعت کے سچے منشا کو پورا کرنے والی ہو۔ اندرونی تبدیلی کرنی چاہئے۔ صرف مسائل سے تم خدا تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتے۔ اگر اندرونی تبدیلی نہیں تو تم میں اور تمہارے غیر میں کچھ فرق نہیں“۔ فرمایا: ”...... اپنے نفس کی تبدیلی کے واسطے سعی کرو۔ (کوشش کرو)۔ نماز میں دعائیں مانگو۔ صدقات خیرات سے اور دوسرے ہر طرح کے حیلہ سے وَالَّذِيۡنَ جَاهَدُوۡا فِيۡنَا۔ (العنکبوت:70) میں شامل ہو جاؤ۔“

(ملفوظات جلد 8 صفحہ 188)

پس یہ چند نصائح ہیں جو مَیں نے لی ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جماعت کے روحانی اور اخلاقی معیار کو بلند کرنے کے لئے بے شمار نصائح فرمائی ہیں۔ ہمیں انہیں سامنے رکھتے ہوئے اپنے میں اور غیر میں ایک واضح فرق پیدا کرنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ اس کے بغیر ہم بیعت کے مقصد کو پورا نہیں کر

سکتے۔ آپ علیہ السلام نے واضح فرمایا کہ صرف علمی ترقی سے یا مسائل کو جاننے سے یا مسائل کی بحث میں مخالفین کا منہ بند کر کے تم خدا تعالیٰ کو خوش نہیں کر سکتے۔ اتنا کافی نہیں ہے کہ علم حاصل کر لیا۔ بیشک علمی ترقی اپنی جگہ اہمیت رکھتی ہے لیکن خدا تعالیٰ کو خوش کرنے کے لئے، اس کے پیار کو جذب کرنے کے لئے عملی ترقی ضروری ہے۔ اپنی حالتوں کو بدلنا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے احکامات کو اپنی حالتوں پر لاگو کرنے کی ضرورت ہے۔ ان لوگوں میں شامل ہونے کی ضرورت ہے جن کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا (العنکبوت: 70)۔ یعنی اور وہ لوگ جو ہم سے ملنے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ کوشش وہ اپنے نفس کی قربانی سے کرتے ہیں۔ دعا اور نمازوں سے اللہ تعالیٰ کی مدد مانگتے ہوئے کرتے ہیں۔ صدقہ و خیرات دے کر کرتے ہیں اور ہر وہ طریقہ آزماتے ہیں جس سے خدا راضی ہو جائے۔ تو اللہ تعالیٰ پھر ایسے لوگوں کی اس تڑپ کو دیکھ کر فرماتا ہے کہ لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا۔ کہ ہم ان کو ضرور اپنے راستوں کی طرف آنے کی توفیق بخشیں گے۔

پس اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے پہلے خود کوشش کرنے کی ضرورت ہے تبھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی دعاؤں کا وارث بننے کے لئے بھی اپنے آپ کو ان دعاؤں کی قبولیت کا حقدار بنانے کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ پس یہ جلسے ہمیں ان دعاؤں سے حصہ لینے والا ماحول میسر کرتے ہیں۔ ان میں ہمیں اپنے جائزے لیتے ہوئے حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کے معیاروں کو بلند کرنے کی کوشش کرنی چاہئے تا کہ اللہ تعالیٰ کے پانے کے راستوں کو ہم جلد سے جلد طے کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسری بات جو قادیان جلسے میں شامل ہیں ان کے لئے مَیں خاص طور پر یہ کہنا چاہتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے جلسے میں شامل ہونے والوں کو موسم کے لحاظ سے بستر بھی اپنے ساتھ لانے کا فرمایا ہوا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 281 اشتہار 7 دسمبر 1892ء اشتہار نمبر 91)

اس لئے ہندوستان میں رہنے والے خاص طور پر جس حد تک اس پر عمل کر سکتے ہیں ان کو کرنا چاہئے بلکہ پاکستانیوں کو بھی۔ گو کہ اب کچھ حد تک جلسے کے انتظامات کے تحت بستروں کا انتظام تو ہے لیکن مکمل نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہندوستان سے آنے والوں کو زیادہ امید نہیں رکھنی چاہئے کہ ان کے لئے مکمل انتظام ہو گا۔ باہر سے آنے والے بھی گرم کپڑے جس حد تک لے جا سکتے ہیں انہیں ہمیشہ لے جانے

چاہئیں اور اب بھی لے کے گئے ہوں گے کیونکہ موسم ٹھنڈا ہے اور موسم کو دیکھتے ہوئے لے گئے ہوں گے۔ ان کو بھی یہ خیال رکھنا چاہئے کہ بجائے اس کے کہ اس بات کی تلاش کریں کہ ہمیں گرم بستر میسر ہوں اور گرم کمرے اور گرم جگہیں میسر ہوں ان کو رات کو بھی گرم کپڑے پہن کر سونا چاہئے تا کہ پھر شکوہ نہ ہو کہ ہمیں بستر گرم نہیں ملا۔ رضائی موٹی نہیں ملی۔ کمرہ بہت ٹھنڈا تھا۔ اب تو اتنی سردی نہیں پڑتی پہلے تو اس سے زیادہ سردی پڑا کرتی تھی۔ دنیا میں جو موسم change ہوا ہے تو وہاں بھی موسم بدل گیا ہے۔ بیشک دھند بہت ہے لیکن سردیوں کا جو ٹمپریچر ہے اس میں بہت فرق پڑ گیا ہے۔ اس وقت بھی مہمان آتے تھے اور قربانی کر کے رہتے تھے۔ اصل مقصد تو روحانی ماحول سے فیضیاب ہونا ہے۔ اپنی عملی حالتوں کی طرف توجہ دیتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے فضلوں کو جذب کرنے کی کوشش کرنی ہے۔ یورپ سے جانے والے بعض بھی شاید سردی محسوس کریں۔ کیونکہ یہاں تو گھروں میں ہیٹنگ کا انتظام ہوتا ہے، وہاں نہیں ہوگا یا بعض امیر لوگ جو پاکستان سے گئے ہوئے ہیں ہیٹر اور گرم کپڑوں کے مطالبے کریں، کمروں کے مطالبے کریں تو ان سب کو یاد رکھنا چاہئے کہ جلسے کا انتظام جو کچھ بھی مہیا کرتا ہے اس پر صبر اور شکر کریں اور جو کچھ مل جائے اس پر الحمدللہ کریں۔ جماعتوں کو بھی اپنے اپنے ملکوں سے شامل ہونے والوں کو تمام صورتحال بتا کر تیاری کروا کر بھیجنا چاہئے تا کہ تمام صورتحال پہلے ہی علم میں ہو اور شکوے نہ ہوں۔ لیکن میں نے دیکھا ہے کہ جماعتیں بھی باہر سے بڑا لمبا عرصہ لگا دیتی ہیں اور نمائندوں کی فہرستیں بھی نہیں بھجواتیں۔ اس میں کافی سستی ہے۔ آئندہ ہمیشہ یاد رکھیں اگر وہاں جلسے پہ بھیجنا ہو تو مرکز کو ائف کا جو کچھ مطالبہ کرتا ہے وہ امراء جماعت کا کام ہے کہ مرکز کو مہیا کروائیں۔ نہیں تو وہاں جا کر پھر ان لوگوں کو دقّت پیدا ہوتی ہے۔ اسی طرح بعض لوگ مطالبات شروع کر دیتے ہیں کہ ہمیں فلاں جگہ ٹھہرایا جائے یا فلاں جگہ ٹھہرایا جائے۔ گیسٹ ہاؤس میں ٹھہرایا جائے، دارالضیافت میں، لنگر خانے میں یا فلاں جگہ، یہ مطالبے غلط ہیں۔ اب اس وقت تو جلسے میں شامل ہونے والوں کی حاضری زیادہ نہیں ہوتی۔ پندرہ سولہ ہزار یا بیس ہزار تک ہے ان کے مطابق رہائش کا اللہ تعالیٰ کے فضل سے جس حد تک سہولت سے انتظام کیا جا سکتا ہے ہوتا ہے اور اچھا انتظام ہوتا ہے۔ لیکن اگر پھر بھی بعض لوگوں کو اپنی بیماریوں اور بعض اور وجوہات کی وجہ سے تکلیف ہوتی ہے اور عمر کا تقاضا بھی ہے تو پھر بہتر ہے کہ جلسے پہ نہ جائیں۔ جلسے پر آنا اور اس کے ماحول سے فیضیاب ہونا بہرحال تھوڑی سی تکلیف میں سے گزر کر ہی ہوگا۔ قربانی تو دینی پڑے گی۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے باوجود اس کے کہ اپنے مہمانوں کے وہ اعلیٰ معیار قائم کئے جن کو دیکھ کر عقل دنگ رہ جاتی ہے پھر بھی جلسے کے

دنوں میں آپ نے خاص طور پر فرمایا کہ سب سے ایک جیسا سلوک ہونا چاہئے۔ اس لئے کوئی خاص مطالبے جو ہیں وہ نہیں ہونے چاہئیں۔ وہاں اور کہیں بھی دنیا میں جہاں جلسے ہوتے ہیں نہیں ہونے چاہئیں۔ قادیان میں اب اللہ تعالیٰ کے فضل سے رہائش کی بہت سہولتیں ہیں جیسا کہ میں نے کہا۔ اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے مطابق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا جو الہام تھا کہ وَسِّعْ مَکَانَکَ۔

(سراج منیر، روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 73)

اس کے نظارے ہر سال جانے والوں میں نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ رہائش میں وسعت پیدا کرتا چلا جا رہا ہے اور وہاں کی انتظامیہ بھی کوشش کرتی ہے کہ اس کے مطابق جس حد تک جائز سہولتیں دے سکتی ہے دے لیکن پھر بھی جب وسیع پیمانے پر انتظام ہو تو کچھ کمیاں رہ بھی جاتی ہیں۔ پس ایسے مہمان جو مطالبوں کے عادی ہیں انہیں اگر تکلیف بھی ہو تو پھر بھی انتظامیہ سے تعاون کریں اور جیسا کہ مَیں نے کہا اس بات پر خوش ہوں اور اس بات کی تلاش کریں کہ ہم نے مسیح پاک کی بستی میں آ کر زیادہ سے زیادہ فیض کس طرح اٹھانا ہے اور اس کے لئے جیسا کہ مَیں نے کہا دنیاوی آراموں پر نظر رکھنے کی بجائے ان باتوں کی تلاش کریں اور انہیں حاصل کرنے کی کوشش کریں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سے چاہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل سے چند ایک کے علاوہ تمام شاملین جلسہ جو وہاں ہیں یا جب بھی وہ جاتے ہیں اخلاص و وفا کا ایک نمونہ ہوتے ہیں۔ چاہے وہ روس سے آئیں یا امریکہ سے یا یورپ سے مسیح موعود کی بستی میں جا کر جب وہ اپنے تاثرات لکھتے ہیں تو ان کی ایک عجیب روحانی کیفیت ہوتی ہے۔ ایک عجیب رنگ ان میں پیدا کر دیتی ہے۔ پس چند ایک وہ اور ان میں سے وہ جو پرانے احمدی ہیں ان میں سے بھی اگر مجھے کسی سے کچھ شکایت ہے تو ان سے زیادہ ہے۔ پس ان لوگوں کو جن پر دنیاداری غالب آ رہی ہے انہیں بھی میں کہوں گا کہ ان نئے شامل ہونے والوں کے اخلاق و وفا کو دیکھیں۔

جلسے میں ہر شامل ہونے والا بجائے ان چیزوں کی تلاش کے اپنے آپ کو اس روحانی ماحول میں ڈبونے کی کوشش کرے۔ دعاؤں میں وقت گزاریں۔ ان دنوں میں خاص طور پر جہاں اپنے ایمان و ایقان کے لئے دعائیں کریں وہاں خاص طور پر جماعت کی ترقی، خلافت سے وابستگی اور اس تعلق میں بڑھتے چلے جانے کے لئے بھی دعا کریں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت سے جو توقّعات وابستہ کی ہیں ان کے حاصل کرنے کے لئے بھی دعا کریں۔ مومنین کی دعائیں ایک دوسرے کی مددگار ہوتی ہیں۔ پس جماعت کے لئے، خلیفۂ وقت کے لئے، ایک دوسرے کے لئے دعائیں کریں تو وہ خود دعا کرنے والوں کو

بھی اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا وارث بنانے والی ہوں گی۔ انشاء اللہ۔ آپ کی دعائیں ان دعاؤں میں حصہ دار بنیں گی جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی جماعت کے لئے کی ہیں۔ جلسہ کے بخیر و خوبی اختتام پذیر ہونے اور دشمن کے ہر شر کے اس پر الٹنے کے لئے بھی دعائیں کریں کیونکہ دشمن کہیں بھی کچھ بھی کر سکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے مشن اور مقصد کو جلد پورا ہوتا دیکھنے کے لئے دعائیں کریں۔ اپنے رات دن، صبح شام ذکر الٰہی میں گزاریں۔ تبھی جلسے میں شامل ہونے کے مقصد کو حاصل کرنے والے بن سکیں گے۔ اللہ تعالیٰ ان سب کو اس کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ جلد ہمیں وہ نظارے دکھائے جب ہم دنیا کو مسیح محمدی کے ساتھ جڑ کر حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے جھنڈے تلے جمع ہوتا ہوا دیکھنے والے ہوں۔

نمازوں کے بعد میں ایک جنازہ غائب بھی پڑھاؤں گا جو ہمارے ایک سابق مبلغ سلسلہ مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب کا ہے جو 24؍ دسمبر 2014ء کو ماریشس میں وفات پا گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ مئی 1933ء میں آپ پیدا ہوئے۔ آپ ماریشس کے رہنے والے تھے۔ آپ کے والد عبدالستار سوکیہ صاحب لمبا عرصہ صدر جماعت رہے۔ آپ کے دادا عبدالمناف سوکیہ صاحب نے حضرت صوفی غلام محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ مبلغ سلسلہ کے ذریعہ بیعت کی تھی۔ 1952ء میں مکرم شمشیر سوکیہ صاحب نے سینئر سکول سرٹیفکیٹ کا امتحان کیمبرج یونیورسٹی سے پاس کیا۔ 53ء میں آپ نے سول سروس میں نوکری شروع کی۔ 1962ء میں جب آپ بطور انسپکٹر انکم ٹیکس کام کر رہے تھے تو رخصت پر زیارت مرکز قادیان اور ربوہ گئے۔ ایک لمبا عرصہ سے آپ کی خواہش تھی کہ زندگی وقف کرنی چاہئے۔ ربوہ پہنچ کر اس خواہش نے اتنا جوش مارا اور وہاں کا ماحول اتنا اچھا لگا کہ آپ نے وہیں سے نوکری سے استعفیٰ کا خط لکھا اور زندگی وقف کر کے جامعہ احمدیہ میں داخلہ لے لیا۔ 6؍ نومبر 1962ء کو جامعہ احمدیہ ربوہ میں داخل ہوئے۔ جولائی 1966ء کو جامعہ سے فارغ التحصیل ہوئے۔ جامعہ سے تعلیم مکمل کرنے کے بعد آپ واپس ماریشس تشریف لائے۔ یہاں آپ کی شادی اوّلین احمدی الحاج عظیم سلطان غوث صاحب کی بیٹی سعیدہ سوکیہ صاحبہ سے ہوئی۔ ابتدائی تقرر آپ کا ماریشس کے لئے ہوا۔ اس کے بعد جولائی 1967ء سے ستمبر 1977ء تک آئیوری کوسٹ میں بطور مبلغ خدمت سرانجام دی۔ بعد ازاں ربوہ میں کچھ عرصہ قیام کے بعد مارچ 1978ء میں دوبارہ آئیوری کوسٹ تشریف لے گئے۔ اگست 1981ء میں آپ کا تبادلہ آئیوری کوسٹ سے بینن ہو گیا اور اپریل 1987ء تک آپ نے بینن میں خدمات کی توفیق پائی۔ 1987ء میں آپ باقاعدہ سروس سے ریٹائر ہوئے لیکن مختلف حیثیت سے جماعتی خدمات سرانجام دیتے رہے۔

خطبات کے تراجم اور علمی کام کرنے کی آپ کو توفیق ملی۔ افریقہ میں آپ نے بڑے صبر کے ساتھ مشکل حالات میں خدمت کی توفیق پائی۔ بینن میں آپ نے اپنے والدین کی طرف سے مسجد بھی تعمیر کروائی۔ آپ کو ماریشس اور روڈرگ جزیرے کے علاوہ قریبی ممالک مڈغاسکر، جزائر کوموروز اور ری یونین آئی لینڈ میں بھی خدمت کی توفیق ملی۔ ماریشس میں قیام کے دوران آپ نے لٹریچر کے تراجم اور کتب کی تیاری کے حوالے سے بھرپور خدمات سرانجام دیں۔ متعدد جماعتی لٹریچر کے فرنچ زبان میں ترجمہ کی توفیق ملی۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتاب کشتی نوح کا فرنچ ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع رحمہ اللہ تعالیٰ کے خطبات کے فرنچ ترجمے کی کیسٹ ریکارڈ کروا کر فرنچ ممالک کو بھجواتے رہے۔ قرآن کریم کا کریول زبان میں ترجمہ کرنے کی توفیق ملی۔ نئے شائع ہونے والے فرنچ قرآن کریم کی فائنل چیکنگ اور تصحیح کی توفیق ملی۔ سیرۃ النبی صلی اللہ علیہ وسلم پر آپ نے ایک مختصر کتاب لکھی۔ بڑے بے نفس سادہ اور ریا سے پاک انسان تھے۔ آپ میں بہت عاجزی تھی بلکہ شروع سے ہی ان میں عاجزی تھی۔ مجھے یاد ہے ربوہ میں جب پڑھتے تھے تو جلسہ سالانہ کے دنوں میں ہم اکٹھے ہی ڈیوٹیاں دیتے تھے۔ انتہائی عاجزی دکھانے والے شخص تھے۔ ہر ایک کے ساتھ خوش اخلاقی سے پیش آتے اور بڑے بارونق اور خوش مزاج بھی تھے۔ وفات سے چند ماہ قبل تقریباً ساڑھے چار ہزار یورو خاموشی سے آئیوری کوسٹ میں مسجد کی تعمیر کے لئے دیئے۔ ایک احمدی کو رقم کی ضرورت تھی تو اس کی فیملی میں سے جب کوئی مدد نہ کر سکا تو آپ کو علم ہوا۔ فوراً بلا کر خاموشی سے مطلوبہ رقم دے دی۔ ربوہ کے اساتذہ کا جن سے آپ نے پڑھا بڑی محبت سے ذکر کیا کرتے تھے۔ علم دوست انسان تھے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائے۔ مغفرت کا سلوک فرمائے۔ ابھی جیسا کہ مَیں نے کہا نمازوں کے بعد ان کی نماز جنازہ غائب ہو گی۔

(الفضل انٹرنیشنل مورخہ 16 جنوری 2015ء تا 22 جنوری 2015ء جلد 22 شمارہ 03 صفحہ 05 تا 08)

اشاریہ
خطبات مسرور جلد 12

آیات قرآنیہ 3
احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم 7
الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام 9
تحریرات حضرت مسیح موعود علیہ السلام 10
مضامین 21
اسماء 73
مقامات 94
کتابیات 110

آیات قرآنیہ

الفاتحۃ

رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ (2-4) 242،239

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ (5) 725

اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ کہنے پر اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے نے جو کچھ مانگا ہے میں اسے دوں گا 723

اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ (6) کی تفسیر 161،160

البقرۃ

لَا رَیْبَ فِیْہِ (5) 295

فِیْ قُلُوْبِھِمْ مَّرَضٌ فَزَادَھُمُ (11) 308

صُمٌّۢ بُکْمٌ عُمْیٌ فَھُمْ لَا یَرْجِعُوْنَ (19) 81،272

عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (21) 239

وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰیٰتِیْ ثَمَنًا (42) 410

ضُرِبَتْ عَلَیْھِمُ الذِّلَّۃُ وَالْمَسْکَنَۃُ (62) 85

وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا (84) 608

اُشْرِبُوْا فِیْ قُلُوْبِھِمُ الْعِجْلَ (94) 201

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰیَۃٍ اَوْ نُنْسِھَا نَاْتِ بِخَیْرٍ (107) 704

بَلٰی مَنْ اَسْلَمَ وَجْھَہٗ لِلّٰہِ وَھُوَ مُحْسِنٌ (113) 207،78

اَمْ کُنْتُمْ شُھَدَآءَ اِذْ حَضَرَ یَعْقُوْبَ (134) 679

فَاسْتَبِقُوا الْخَیْرَاتِ (149) 287،285

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ (166) 445،201

اَنَّ الْقُوَّۃَ لِلّٰہِ جَمِیْعًا (166) 445

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا کُتِبَ عَلَیْکُمُ الصِّیَامُ (184) 407

شَھْرُ رَمَضَانَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ فِیْہِ (186) 463،423،420

اُجِیْبُ دَعْوَۃَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (187) 772،242،239

فَاذْکُرُوا اللّٰہَ کَذِکْرِکُمْ اٰبَآءَکُمْ (201) 206،203

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یَّشْرِیْ نَفْسَہٗ (208) 207

اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰہِ قَرِیْبٌ (215) 326

رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَیْنَا صَبْرًا وَّ ثَبِّتْ (251) 329

مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَہٗٓ اِلَّا بِاِذْنِہٖ (256) 239،188

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِکُمْ (265) 568

آل عمران

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ ھَدَیْتَنَا (9) 328

فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ (32) 494،300،299،296

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰی تُنْفِقُوْا (93) 660،14

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا (104) 735،77

کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (111) 649،522

وَالْکَاظِمِیْنَ الْغَیْظَ وَالْعَافِیْنَ عَنِ النَّاسِ (135) 612

وَمَا کَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ (146-149) 311

فَمَا وَھَنُوْا لِمَآ اَصَابَھُمْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ (147) 319

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا (148) 329،319

وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا (170-172) 311

صَابِرُوْا وَرَابِطُوْا (201) 79

النساء

خُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا (29) 445

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ (60) 727،353

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ (94) 759

لَسْتَ مُؤْمِنًا (95) 759،295

وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ (158) 552

المائدة

اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (4) 295

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ (9) 757

مَنْ قَتَلَ نَفْسًا بِغَيْرِ نَفْسٍ (33) 774،84

اِذْ كَفَفْتُ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَنْكَ (111) 92

الانعام

قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ (44) 300

فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا (46) 176

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ (55) 439

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ (104) 160

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوْهُ (156) 415

الاعراف

وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ (129) 412

وَرَحْمَتِيْ وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ (157) 440

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ (159) 295

اُمْلِيْ لَهُمْ اِنَّ كَيْدِيْ مَتِيْنٌ (184) 185

الانفال

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ (25) 493

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا (47) 760

التوبة

اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ (4) 411

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ (18) 577

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ (32) 91

رِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ اَكْبَرُ (72) 273

يَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ عَلَيْهِمْ (98) 177

يونس

لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ (17) 740

وَاللّٰهُ يَدْعُوْۤا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ وَيَهْدِيْ (26) 569

يوسف

وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ (88) 439

الرعد

اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا (12) 84

لَسْتَ مُرْسَلًا (44) 295

ابراهيم

رَبَّنَاۤ اِنِّيْۤ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ (38) 250

الحجر

اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (10) 433

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖ (57) 439

النحل

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ (91)
207،205،204،203

بنی اسرائیل

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ (68) 719

الكهف

فَلَعَلَّكَ بَاخِعٌ نَّفْسَكَ عَلٰۤى اٰثَارِهِمْ (7) 281

وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ (47) 461

وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ (59) 439

عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَآ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً (66) 102

اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا (105) 101

مَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ (111) 211

مریم

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ (97) 569

الانبیاء

لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ (23) 238

كُوْنِيْ بَرْدًا وَّسَلٰمًا (70) 53

رَبِّ لَا تَذَرْنِيْ فَرْدًا (90) 383

وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (108) 295

الحج

اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ (40-41) 145-146

اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ (74-75) 241

المؤمنون

مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِيْٓ اٰبَآئِنَا الْاَوَّلِيْنَ (25) 300

وَمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ (92) 238

النّور

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ (36) 270

وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ (56) 67

الفرقان

يَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا (64) 606

النّمل

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ (63) 481,327

العنکبوت

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا (70) 775,774

الرّوم

ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ (42) 287

الاحزاب

فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا (70) 175

یٰسٓ

يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ مَا يَاْتِيْهِمْ (31) 504

الزّمر

اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ (37) 172

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا (54-55) 438

المؤمن

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا (52) 740

اُدْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (61) 49

حٰمٓ السّجدۃ

اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ (31) 678,320

الجاثیۃ

اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ (20) 411

الفتح

رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ (30) 758,521,412

كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ (30) 174

الحجرٰت

حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَزَيَّنَهٗ (8) 203

ق

نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ (17) 269

الذّٰریٰت

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ (57) 518,459

وَذَكِّرْ فَاِنَّ الذِّكْرٰى تَنْفَعُ الْمُؤْمِنِيْنَ (56) 510

الرّحمٰن

كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (30) 169

الحشر

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْ كَانَ بِهِمْ (10) 513

قُلُوْبُهُمْ شَتّٰى (15) 566

وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ (19-20) 710

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ (23) 239

اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ (24) 241،239

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ (25) 242،239

الصّفّ

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ (4) 79

الجمعة

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْاُمِّيّٖنَ (3-4) 496،495،352

التّغابن

وَاَنْفِقُوْا خَيْرًا لِّاَنْفُسِكُمْ (17) 668

الطّلاق

مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا (3-4) 416

الجنّ

لَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا (27-28) 171

الدّهر

يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا (9-10) 207

التكوير

وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (5) 705

البروج

وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الْبُرُوْجِ (1-12) 473،465

الاعلٰی

بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا (17-18) 287

الغاشية

اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ (18-21) کی تفسیر میں نبوت اور امامت کی اطاعت کا مسئلہ حل کرنا 342

الفجر

يٰٓاَيَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ (28-29) 383،273،،211،81

الشّمس

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا (10-11) 275

البيّنة

فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (4) 295

الهمزة

نَارُ اللّٰهِ الْمُوْقَدَةُ الَّتِيْ تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْئِدَةِ (7-8) 83

الماعون

فَوَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ (5) 359

الكوثر

فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ (3) 326

النّصر

اِذَا جَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ـ وَرَاَيْتَ النَّاسَ (2-4) 327،68

اخلاص

سورۃ اخلاص میں چاروں اقسام کے شرک کا ردّ 235

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ـ اَللّٰهُ الصَّمَدُ (2-5) 239،237

النّاس

رَبِّ النَّاسِ ـ مَلِكِ النَّاسِ ـ اِلٰهِ النَّاسِ (2-4) کی تفسیر 293

احادیث نبویہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَجْعَلُکَ فِیْ نُحُوْرِھِمْ وَنَعُوْذُبِکَ مِنْ شُرُوْرِھِمْ
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کسی قوم سے خطرہ پر یہ دعا پڑھتے 329
اِنَّ لِمَھْدِیِّنَا اٰیَتَیْنِ لَمْ تَکُوْنَا مُنْذُ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ... 170
تَقْرَأُ السَّلَامَ عَلٰی مَنْ عَرَفْتَ وَمَنْ لَمْ تَعْرِفْ 525
سُبْحَانَ اللّٰہِ وَبِحَمْدِہٖ سُبْحَانَ اللّٰہِ الْعَظِیْمِ 328
کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ 290،493
وَمَنْ اَطَاعَ اَمِیْرِیْ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ عَصٰی اَمِیْرِیْ فَقَدْ عَصَانِیْ 345

احادیث بالمعنیٰ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمانا کہ آج سے شراب مسلمانوں پر حرام کی جاتی ہے 35
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا دوس قبیلے کے متعلق دعا کرنا کہ اے اللہ دوس قبیلے کو ہدایت دے 281
امام تمہاری ڈھال ہے 344
عبداللہ بن مسعود صحابیؓ کی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کی مثال جب سنا کہ بیٹھ جاؤ اسی وقت وہیں بیٹھ گئے 345-346
خلفاء راشدین کے فیصلے اور عمل اور سنت بھی تمہارے لئے قابل اطاعت ہیں۔ ان پر چلو 349
صحابہ کا کسی کی مہمان نوازی کرنے پر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ خوشی سے دمک جاتا تھا 365
روزہ ڈھال ہے اور آگ سے بچانے کا مضبوط قلعہ ہے 408
روزہ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا: روزہ میری خاطر ہے اور پھر میں ہی اس کی جزا ہوں 408
روزہ دار روزہ میں زیادتی کے جواب میں اِنِّیْ صَائِمٌ کہے 409
جبریلؑ ہر سال رمضان میں آنحضرتؐ کے ساتھ نازل شدہ قرآن کا دور کرواتے اور وصال کے سال دو دفعہ دور کروایا 422
بنی اسرائیل کے ایک شخص کا توبہ کی طرف مائل ہونے پر اللہ تعالیٰ کا اسکے گناہوں کا بخشنا 441
اللہ تعالیٰ کی مغفرت کی وسعت 442
ایمان کی حالت میں ثواب کی نیت سے روزے رکھنے کی فضیلت 442
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بتانا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئیں گے 466
ایک امت کے تین آدمیوں کا غار میں پھنسنا اور دعا کرنے پر نجات پانا 488
علماء آسمان کے نیچے بدترین مخلوق ہوں گے۔ فتنوں کی اور فسادوں کی یہ لوگ آماجگاہ بن جائیں گے 495
آپؐ نے فرمایا کہ مہمان کا تم پر حق ہے اسے ادا کرو 511
حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مہمان نوازی اور برکت کا واقعہ 512
ایک صحابی کی مہمان نوازی پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا کہ تمہاری رات کی تدبیر سے تو اللہ تعالیٰ بھی مسکرا دیا 512-513

حقیقی مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے ہر مسلمان اور ہر سلامتی دینے والا بلا تخصیص محفوظ رہے 521

منقّہ کے سر جتنا بھی تمہارا امیر مقرر کیا جائے تو اس کی بھی اطاعت کرو 732،548

امام مہدی کی تائید میں چاند وسورج گرہن کا نشان 598

مسیح موعود کے زمانہ کی نشانی کہ مسلمانوں کی مسجدیں آباد تو نمازیوں سے بیشک ہوں گی لیکن ہدایت سے خالی ہوں گی 598

اگر کسی بدی کو دیکھو اور طاقت ہو تو اسے ہاتھ سے ختم کر دو۔ اگر ہاتھ سے ختم نہ کر سکو تو زبان سے روکو۔ اگر اتنی بھی طاقت نہ ہو تو دل میں برا مناؤ 617

صرف دنیا دیکھنے کی بجائے عورت کی دینی حالت بھی دیکھ لیا کرو 622

نیک مجلس میں بیٹھنے کی فضیلت تین آدمیوں کی مثال 626

ایک درہم والے کا لاکھ درہم والے پر سبقت لے جانا 627

حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مستقبل کے زمانہ کے متعلق پیشگوئی 650

اِیَّاکَ نَعۡبُدُ وَاِیَّاکَ نَسۡتَعِیۡنُ کہنے پر اللہ تعالیٰ کا فرمانا کہ یہ آیت میرے اور میرے بندے کے درمیان مشترک ہے اور میرے بندے نے جو کچھ مانگا ہے میں اسے دوں گا 723

خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے اور قبیلے کا بہترین نوجوان ہے 737

جنگ میں مشرک کے بچہ کا قتل ہونے پر حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا صحابی سے باز پرس کرنا 755

الہامات حضرت مسیح موعود علیہ السلام

عربی الہامات

أُجِيْبُ كُلَّ دُعَائِكَ اِلَّا فِيْ شُرَكَائِكَ 683
اَلسَّلَامُ عَلَيْكُمْ 703
اَصْحَابُ الصُّفَّةِ وَمَا اَدْرٰكَ مَا اَصْحَابُ ... 91
اَلَا اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ۔ فِيْ شَمَآئِلِ مِقْيَاسٍ 71
اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ 172
اِنْ لَّمْ يَعْصِمْكَ النَّاسُ فَيَعْصِمُكَ اللّٰهُ ... 92
اِنَّ الْمَنَايَا لَا تَطِيْشُ سِهَامُهَا 704
اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ 704
اَنْتَ مِنِّيْ وَاَنَا مِنْكَ 304
اِنَّكَ اَنْتَ الْمَجَازُ 188
بَرَّقَ طِفْلِيْ بَشِيْرٌ 189
تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا 704
خُذُوا التَّوْحِيْدَ التَّوْحِيْدَ يَا اَبْنَاءَ الْفَارِسِ 291
سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ سُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ... 328
فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا 175
فَسَحِّقْهُمْ تَسْحِيْقًا 330
كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْأَهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ ... 174
كَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَّبٍّ كَرِيْمٍ 221،178
نَزَلَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰى ثَلٰثٍ ۔ الْعَيْنِ وَعَلَى الْاُخْرَيَيْنِ 703
وَسِّعْ مَكَانَكَ 777،364
وَقَالُوْا اَنّٰى لَكَ هٰذَا ۔ اِنْ هٰذَا اِلَّا سِحْرٌ ... 90
هٰذَا شَاهِدٌ نَزَّاغٌ 74
يَا اَحْمَدُ فَاضَتِ الرَّحْمَةُ عَلٰى شَفَتَيْكَ 90
يَا اَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ 704
يَاْتُوْنَ مِنْ كُلِّ فَجٍّ عَمِيْقٍ 562،388
يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِئُوْا نُوْرَ اللّٰهِ ... 91
يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُّوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ 388

اردو الہامات

آج تم عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی 221
آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔۔۔ 473
آئی ایم کوررلر (I am quarreler) 74
جے تو میرا ہو رہیں سب جگ تیرا ہو 750
دس دن کے بعد میں موج دکھاتا ہوں 71
دن ول یو گو ٹو امرت سر۔ Then will you go to Amritsar 71
دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔۔ 45
زندگی کے فیشن سے دور جا پڑے ہیں 330
قادر ہے وہ بارگہ ٹوٹا کام بناوے۔۔۔ 701
کفن میں لپیٹا گیا 703
مجمع میں کچھ عربی فقرے پڑھو 220
مضمون بالا رہا 178
میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں ... 108
میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا 645
47 برس کی عمر 704

حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریرات وفرمودات جو اس جلد میں مذکور ہیں

11؍اپریل 1900ء کو عید اضحیٰ کے دن صبح کے وقت مجھے الہام ہوا کہ آج تم عربی میں تقریر کرو تمہیں قوت دی گئی 221

توحید اس کا نام نہیں کہ صرف زبان سے اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰہِ کہہ لیا 301

اُس قادر اور سچے اور کامل خدا کو ہماری روح اور ہمارا ذرہ ذرہ وجود کا سجدہ کرتا ہے 244

اَیُّھَا النَّاسُ قُوْمُوْا لِلّٰہِ زُرَافَاتٍ وَّفُرَادٰی فُرَادٰی۔ ثُمَّ اتَّقُوا اللّٰہَ 230

آدمی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے برکت ہوتی ہے 575

اَنْتَ مِنِّیْ تو بالکل صاف ہے اس پر کسی قسم کا اعتراض اور نکتہ چینی نہیں ہوسکتی۔ میرا ظہور محض اللہ تعالیٰ ہی کے فضل سے ہے اور اسی سے ہے 304

اَیُّھَا النَّاسُ اِنِّیْ اَنَا الْمَسِیْحُ الْمُحَمَّدِیُّ۔ وَاِنِّیْ اَنَا اَحْمَدُ الْمَھْدِیْ 230

آپ نے یہ اعتراض کیا ہے کہ مسلمان لوگ خدا کے ساتھ بھی بلا غرض محبت نہیں کرتے ان کو یہ تعلیم نہیں دی گئی کہ خدا اپنی خوبیوں کی وجہ سے محبت کے لائق ہے 202

اللہ تعالیٰ کے ساتھ ایسا تعلق قوی اور محبت صافی تب ہوسکتی ہے جب اس کی ہستی کا پتہ لگے 214

ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب وغریب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارا خدا دعاؤں ہی سے پہچانا جاتا ہے 485

ابھی میں نے سرخ الفاظ میں لکھا دیکھا ہے کہ ''مبارک'' یہ گویا قبولیت کا نشان ہے 220

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں ہوتی تو منع فرما دیتے (تمباکو نوشی) 37

اپنے اعمال کو صاف کرو اور خدا تعالیٰ کا ہمیشہ ذکر کرو اور غفلت نہ کرو۔ جس طرح بھاگنے والا شکار جب ذرا سست ہو جاوے تو شکاری کے قابو میں آ جاتا ہے 447

اپنے ایمانوں کو وزن کرو۔ عمل ایمان کا زیور ہے 19

اپنے جذبات کو قابو میں رکھنا چاہئے 613

اچھی طرح یاد رکھو کہ نری لاف وگزاف اور زبانی قیل وقال کوئی فائدہ اور اثر نہیں رکھتی جب تک کہ اس کے ساتھ عمل نہ ہو 573

اس بارہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ الہام ہوا تھا کَلَامٌ اُفْصِحَتْ مِنْ لَّدُنْ رَبٍّ کَرِیْمٍ 178

اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہئے کہ یہ صرف پیشگوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشانِ آسمانی ہے (مصلح موعود کے متعلق 108

اس زمانے میں زلزلوں اور طوفانوں کی بہت زیادہ تعداد ہو گی 147

اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے اور اس کے لئے قومیں تیار کی ہیں جو عنقریب اس میں آملیں گی 769

اس سلسلہ کی بنیادی اینٹ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے رکھی ہے 770

اس کی حقیقت سمجھنے کے واسطے یہ یاد رکھنا چاہئے کہ ایسا انسان جو نیستی کے کامل درجہ پر پہنچ کر ایک نئی زندگی اور حیات طیبہ حاصل کر چکا ہے 306

اس کے بندوں پر رحم کرو اور ان پر زبان یا ہاتھ یا کسی تدبیر سے ظلم نہ کرو 761

آئندہ کے لئے یاد رکھو کہ حقوقِ اخوّت کو ہرگز نہ چھوڑو، ورنہ حقوق اللہ بھی نہ رہیں گے 84

اس وقت اسلام جس چیز کا نام ہے اس میں فرق آ گیا ہے۔ تمام اخلاق ذمیمہ بھر گئے ہیں 709

اس وقت بھی چونکہ دنیا میں فسق و فجور بہت بڑھ گیا ہے اور خدا شناسی اور خدا رسی کی راہیں نظر نہیں آتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے 165

استعانت کے متعلق یہ بات یاد رکھنا چاہئے کہ اصل استمداد کا حق اللہ تعالیٰ ہی کو حاصل ہے 716

استغفار جس کے ساتھ ایمان کی جڑیں مضبوط ہوتی ہیں قرآن شریف میں دو معنے پر آیا ہے 269

اسلام کی ترقی ہم سے کچھ مطالبہ کرتی ہے اور وہ مطالبہ موت کا مطالبہ ہے 467

اسلام کی حقیقت یہ ہے کہ اپنی گردن خدا کے آگے قربانی کے بکرے کی طرح رکھ دینا 269

اسلام نے اپنی تعلیم کے دو حصے کئے ہیں۔ اوّل حقوق اللہ۔ دوم حقوق العباد 589

اسلام وہ مصفّا اور خالص توحید لے کر آیا تھا جس کا نمونہ اور نام و نشان بھی دوسرے ملّتوں اور مذہبوں میں پایا نہیں جاتا 306

اسلام وہی طریق نجات بتاتا ہے جو درحقیقت خدا تعالیٰ کی طرف سے ازل سے مقرر ہے 276

اسلامی تعلیم کے رُو سے دینِ اسلام کے حصے صرف دو ہیں۔ یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ یہ تعلیم دو بڑے مقاصد پر مشتمل ہے 589

اصل حقیقت یہ ہے کہ کوئی انسان نہ تو واقعی طور پر گناہ سے نجات پا سکتا ہے 156

اصل یہی ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں سکھایا ہے جب تک مسلمان قرآن شریف کے پورے متبع اور پابند نہیں ہوتے 423

اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے 350

اعلیٰ درجے کی خوشی خدا میں ملتی ہے۔ جس سے پرے کوئی خوشی نہیں ہے 273

اکہترواں نشان جو کتاب سرّ الخلافہ کے صفحہ 62 میں مَیں نے لکھا ہے یہ ہے کہ مخالفوں پر طاعون پڑنے کے لئے مَیں نے دعا کی تھی 189

اگر اختلاف رائے چھوڑ دو اور ایک کی اطاعت کرو یعنی زمانے کے امام کی اطاعت 735

اگر اسلام کے مولوی اتفاق کر کے اس بات پر زور دیں کہ وہ وحشی مسلمانوں کے دلوں سے اس غلطی کو نکال دیں 758

اگر تم دوسرے لوگوں کی طرح بنو گے تو خدا تعالیٰ تم میں اور ان میں کچھ فرق نہ کرے گا 491

اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وفاء عہد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے 619

اگر ہمارے پاس قرآن نہ ہوتا اور حدیثوں کے یہ مجموعے ہی مایۂ ناز ایمان و اعتقاد ہوتے تو ہم قوموں کو شرمساری سے منہ بھی نہ دکھا سکتے 424

اگر یہ معلوم کر لو کہ تم میں ایک عاشق صادق کی سی محبت ہے جس طرح وہ اس کے ہجر میں، اس کے فراق میں بھوکا مرتا ہے پیاس سہتا ہے نہ کھانے کی ہوش نہ پانی کی پرواہ 212

اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ ہماری جماعت کا ایمان کمزور رہے 562

اللہ تعالیٰ بار بار فرماتا ہے کہ بغیر لحاظ مذہب وملت کے تم لوگوں

سے ہمدردی کرو 283

اللہ تعالیٰ سے اصلاح چاہنا اور اپنی قوت خرچ کرنا یہی ایمان کا طریق ہے 29

اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی معزز و مکرم ہے جو متقی ہے۔ اَب جو جماعت اتقیاء ہے خدا اس کو ہی رکھے گا 409

اللہ تعالیٰ کی طرف سے رہنمائی اور نشانات کا یہ سلسلہ جاری رہے گا جب تک کہ یہ سلسلہ کمال تک نہ پہنچ جائے 195

اللہ تعالیٰ قادر تھا کہ اپنے بندوں کو کسی قسم کا ایذا نہ پہنچنے دیتا اور ہر طرح سے عیش و آرام میں ان کی زندگی بسر کرواتا۔ ان کی زندگی شاہانہ زندگی ہوتی 695

اللہ تعالیٰ کسی کی پرواہ نہیں کرتا مگر صالح بندوں کی۔ آپس میں اخوت اور محبت کو پیدا کرو 83

ان پیشگوئیوں کو کہ مَیں تجھے نہیں چھوڑوں گا جب تک کہ پاک اور پلید میں فرق نہ کرلوں، اس زمانہ میں ظاہر کر دیا 179

انسان جب خدا تعالیٰ کی محبت کی آگ میں پڑ کر اپنی تمام ہستی کو جلا دیتا ہے 215

انسان خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ اول بدی سے پرہیز کرنا۔ دوم نیکی کے اعمال کو حاصل کرنا 155

انسان سمجھتا ہے کہ نرا زبان سے کلمہ پڑھ لینا ہی کافی ہے یا نرا استغفر اللہ کہہ دینا ہی کافی ہے۔ مگر یاد رکھو زبانی لاف و گزاف کافی نہیں 573

انسان کو چاہئے کہ قرآن شریف کثرت سے پڑھے جب اس میں دعا کا مقام آوے تو دعا کرے اور خود بھی خدا تعالیٰ سے وہی چاہے جو اس دعا میں چاہا گیا ہے 439

انسان کی عزت اسی میں ہے اور یہی سب سے بڑی دولت اور نعمت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہو 277

انسان کے دل میں خدا تعالیٰ کے قرب کے حصول کا ایک درد ہونا چاہئے 274

اولی الامر سے مراد جسمانی طور پر بادشاہ اور روحانی طور پر امام الزمان ہے 731

اونٹ سفر کے لئے پانی جمع رکھتا ہے۔ اس بات سے غافل نہیں ہوتا کہ میں نے ضرورت کے وقت پانی کی کمی کو کس طرح پورا کرنا ہے 352

ایک دفعہ ایک ہندو صاحب قادیان میں میرے پاس آئے جن کا نام یاد نہیں رہا۔ اور کہا کہ مَیں ایک مذہبی جلسہ کرنا چاہتا ہوں آپ بھی اپنے مذہب کی خوبیوں کے متعلق کچھ مضمون لکھیں 178

ایک نئی سواری کا نکلنا ہے جو مسیح موعود کے ظہور کی خاص نشانی ہے جیسا کہ قرآن شریف میں لکھا ہے وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ 705

اے تمام لوگو! سن رکھو کہ یہ اس کی پیشگوئی ہے جس نے زمین و آسمان بنایا وہ اپنی اس جماعت کو تمام ملکوں میں پھیلا دے گا 504

اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت؟ جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم ﷺ ہے، حملہ کرنا چاہتا ہے 107

بخوبی یاد رکھو کہ گناہ ایسی زہر ہے جس کے کھانے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے 275

براہین احمدیہ میں اس جماعت کی ترقی کی نسبت یہ پیشگوئی ہے كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ 174

براہین احمدیہ میں ایک یہ بھی پیشگوئی ہے يَعْصِمُكَ اللّٰهُ مِنْ عِنْدِهٖ وَلَوْ لَمْ يَعْصِمْكَ النَّاسُ 175

براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئی ہے کہ تجھے عربی زبان میں فصاحت و بلاغت عطا کی جائے گی 177

برائے خدا ناظرین اِس مقام میں کچھ غور کریں تا خدا ان کو جزائے

خیر دے ورنہ خدا تعالیٰ اپنی تائیدات اور اپنے نشانوں کو ابھی ختم نہیں کر چکا 181

بشیر احمد میرا لڑکا (یہ حضرت مرزا بشیر احمد صاحب رضی اللہ عنہ کی بات ہے) آنکھوں کی بیماری سے ایسا بیمار ہو گیا تھا 189

پرستش کی جڑ تلاوت کلام الٰہی ہے کیونکہ محبوب کا کلام اگر پڑھا جائے یا سنا جائے تو ضرور سچے محب کے لئے محبت انگیز ہوتا ہے اور شورش عشق پیدا کرتا ہے 431

پس اس آیت کی رو سے اصل مدعا انسان کی زندگی کا خدا کی پرستش اور خدا کی معرفت اور خدا کے لئے ہو جانا ہے 518

پس جس وقت توہین اور ایذا کا امر کمال کو پہنچ گیا اور جو ابتلا خدا کے ارادہ میں تھا وہ ہو چکا 270

پہلی پیشگوئی بالہام اللہ تعالیٰ و اعلامہ عزوجل خدائے رحیم و بزرگ و برتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جلّشانہٗ وعزّاسمہٗ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں 108

پھر بعد اِس کے اُس کے وحدہٗ لاشریک ہونے پر ایک عقلی دلیل بیان فرمائی اور کہا لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا 238

پھر یہ امر بھی ہر یک منصف پر ظاہر ہے کہ وہی جاہل اور وحشی اور یاوہ اور ناپارساطبع لوگ اسلام میں داخل ہونے اور قرآن کو قبول کرنے کے بعد کیسے ہو گئے 427

تبدیلی اور اصلاح کس طرح ہو؟ اس کا جواب وہی ہے کہ نماز سے جو اصل دعا ہے 425

تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے چمکانے اور ہمارے اس سلسلہ کی تائید میں اس قدر کثرت کے ساتھ زور دے رہا ہے پھر بھی ان لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں 599

تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض مشترک یہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی سچی اور حقیقی محبت قائم کی جاوے 761

تمام سعادت مندیوں کا مدار خدا شناسی پر ہے اور نفسانی جذبات اور شیطانی محرکات سے روکنے والی صرف ایک ہی چیز ہے جو خدا کی معرفت کاملہ کہلاتی ہے 162

تم اس خدا کے پہچاننے کے لئے بہت کوشش کرو جس کا پانا عین نجات اور جس کا ملنا عین رستگاری ہے 216

تم صرف اپنا عملی نمونہ دکھاؤ اور اس میں ایک ایسی چمک ہو کہ دوسرے اُس کو قبول کر لیں 29

تم مخلوقِ خدا سے ایسی ہمدردی کے ساتھ پیش آؤ کہ گویا تم ان کے حقیقی رشتہ دار ہو 283

تمہارا اصل شکر تقویٰ اور طہارت ہی ہے 80

تمہارے لئے ایک ضروری تعلیم یہ ہے کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دو کہ تمہاری اسی میں زندگی ہے 433

توبہ دراصل حصول اخلاق کے لئے بڑی محرک اور مؤیّد چیز ہے 444

توحید تبھی پوری ہوتی ہے کہ کُل مرادوں کا مُعطی اور تمام امراض کا چارہ اور مداوا وہی ذاتِ واحد ہو 294

توحید کی ایک قسم یہ بھی ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت میں اپنے نفس کے اغراض کو بھی درمیان سے اٹھا دے اور اپنے وجود کو اس کی عظمت میں محو کر دے 306

جاننا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی غیوری محبت ذاتیہ میں کسی مومن کی اس کے (یعنی اللہ کے) غیر سے شراکت نہیں چاہتی 581

جب اللہ تعالیٰ سے بالکل راضی ہو جاوے اور کوئی شکوہ شکایت نہ رہے اس وقت محبت ذاتی بیدار ہو جاتی ہے 213

جب مجھے یہ خبر دی گئی کہ میرے والد صاحب آفتاب غروب ہونے کے بعد فوت ہو جائیں گے تو بموجب مقتضائے بشریت کے مجھے اس خبر کے سننے سے درد پہنچا 172

جس خدا کی طرف ہمیں قرآن شریف نے بلایا ہے اس کی اس نے یہ صفات لکھی ہیں 238

جلسے کا ایک مقصد یہ بھی ہے کہ جب بے شمار لوگ ایک جگہ اکٹھے ہوں تو بعض ضرورتیں پیدا ہوتی ہیں تو ایسے وقت ایک حقیقی احمدی کا یہ کام ہے کہ اپنی ضرورت کو دوسروں کے لئے قربان کرے 523

جلسے کا مقصد صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرنا اور فقط دین کو چاہنا بتایا ہے 357

جماعت کے باہم اتفاق و محبت پر میں پہلے بہت دفعہ کہہ چکا ہوں کہ تم باہم اتفاق رکھو 77

جوانی اور صحت کی عبادتیں ہی حق ادا کرتے ہوئے ادا کی جاسکتی ہیں۔ بڑھاپے میں تو مختلف عوارض کی وجہ سے انسان وہ حق ادا ہی نہیں کرسکتا جو عبادت کا حق ہے 608

جو بندوں کے حق ادا نہیں کرتا، ان اخلاق کے مطابق اپنا نمونہ نہیں دکھاتا جو خدا تعالیٰ نے ہمیں بتائے ہیں جن کا اپنانا ایک مومن کے لئے ضروری ہے تو پھر ایسے لوگ خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا نہیں کرتے 610

جو خدا کی تلاش میں استقلال سے لگتا ہے وہ اُس کو پالیتا ہے 160

جو شخص اپنے وجود کو خدا کے آگے رکھ دے اور اپنی زندگی اس کی راہوں میں وقف کرے 274

جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے 84

جو قرآن کریم کے سات سو حکموں میں سے کسی ایک حکم کو بھی چھوڑتا ہے جان بوجھ کر اس کی طرف توجہ نہیں دیتا 415

جو کام اللہ تعالیٰ کے جلال اور اس کے رسول کی برکات کے اظہار اور ثبوت کے لئے ہوں اور خود اللہ تعالیٰ کے اپنے ہی ہاتھ کا لگایا ہوا پودا ہو 770

جو کام ہے خواہ معاشرہ کا خواہ کوئی اور جب تک اس میں آسمان سے برکت نہ پڑے تب تک مبارک نہیں ہوتا 302

جو لوگ حکّام کی طرف جھکے ہوئے ہیں اور ان سے انعام یا خطاب پاتے ہیں۔ اُن کے دل میں اُن کی عظمت خدا کی سی عظمت داخل ہوجاتی ہے 296

جو لوگ قادیان میں آتے ہیں۔ غیر جو آتے ہیں غیر مذہب کے لوگ آتے ہیں ان کا آنا بھی نشان ہے کہ کس کس طرح آتے ہیں۔ 711

جہاں بھی تم مسجدیں بناؤ گے اسلام کے تعارف اور تبلیغ کے نئے راستے کھولتے چلے جاؤ گے۔ لوگوں کی اسلام کی طرف توجہ ہوگی 579

جہاں دعا کرو وہاں ساتھ ہی تدابیر کے سلسلہ کو ہاتھ سے نہ چھوڑو 158

چاہیے کہ تم ہر قسم کے جذبات سے بچو۔ ہر ایک اجنبی جو تم کو ملتا ہے وہ تمہارے منہ کو تاڑتا ہے 773

چونکہ مدارج قرب اور تعلق حضرت احدیت کے مختلف ہیں 271

حقیقی طور پر بجز خدائے تعالیٰ کے اور کوئی نیک نہیں 265

خاتم النبیّین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے۔ بجائے خود چاہتا ہے اور بالطبع اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی ہے وہ بھی خاتم الکتب ہو 425

خدا آسمان و زمین کا نور ہے۔ یعنی ہر ایک نور جو بلندی اور پستی میں نظر آتا ہے 234

خدا ایک موتی ہے اس کی معرفت کے بعد انسان دنیاوی اشیاء کو ایسی حقارت اور ذلّت سے دیکھتا ہے 165

خدا تعالیٰ نے اس بات کے ثابت کرنے کے لئے کہ میں اُس کی طرف سے ہوں اس قدر نشان دکھلائے ہیں 200

خدا تعالیٰ دھوکا کھانے والا نہیں۔ وہ انہیں کو اپنا خاص مقرب بناتا ہے جو مچھلیوں کی طرح اس کی محبت کے دریا میں ہمیشہ

فطرتاً تیرنے والے ہیں 268
خدا تعالیٰ نے سمجھایا کہ تمام راحت انسان کی خدا تعالیٰ کے قرب اور محبت میں ہے 273
خدا تعالیٰ کا وعدہ جھوٹا نہیں ہوسکتا کہ میں رزق دیتا ہوں اپنی جناب سے متقی کو 417
خدا تم سے کیا چاہتا ہے بس یہی کہ تم تمام نوع انسان سے عدل کے ساتھ پیش آیا کرو 762
خدا چاہتا ہے کہ تمہاری ہستی پر پورا پورا انقلاب آوے اور وہ تم سے ایک موت مانگتا ہے جس کے بعد وہ تمہیں زندہ کرے گا 615
خدا شناسی کی طرف قدم جلد اٹھانا چاہئے۔ خدا تعالیٰ کا مزا اسے آتا ہے جو اسے شناخت کرے 163
خدا کی ذات غیب الغیب اور وراء الوراء اور نہایت مخفی واقع ہوئی ہے جس کو عقول انسانیہ محض اپنی طاقت سے دریافت نہیں کرسکتیں 244
خدا کی لعنت سے بہت خائف رہو کہ وہ قدوس اور غیور ہے بدکار خدا کا قرب حاصل نہیں کرسکتا 277
خدا نور ہے جیسا کہ اس نے فرمایا اَللّٰہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ 270
خدا نہ معمولی طور پر بلکہ نشان کے طور پر کامل متقی کو بلا سے بچاتا ہے 215
خدا نے مجھے اصلاح کرنے کے لئے مامور کر کے بھیجا اور میرے ہاتھ پر وہ نشان دکھلائے کہ اگر ان پر ایسے لوگوں کو اطلاع ہو 192
خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ دیکھتے کہ کیا جس شخص نے اپنا آنا خدا کے حکم سے بتایا ہے وہ خدا کی نصرتیں اور تائیدیں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے یا نہیں 562
خدا نے میری سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے اور آسمان پر کسوف خسوف رمضان میں ہوا 181
دشمنوں کے لئے بھی دعا کرو اور ان کے لئے خیر چاہو اور انہیں خیر پہنچاؤ 654
دعا کی مثال ایک چشمۂ شیریں کی طرح ہے جس پر مومن بیٹھا ہوا ہے 274
دعا میں خدا تعالیٰ نے بڑی قوتیں رکھی ہیں 10
دعاؤں کی قبولیت کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ انسان اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کرے 490
دنیا ان سے ناواقف اور وہ دنیا سے دورتر و بلندتر ہیں۔ خدا کے معاملات ان سے خارق عادت ہیں 428
دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے 14
دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے 660
دنیا میں جس قدر قومیں ہیں کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا جو جواب دیتا ہو اور دعاؤں کو سنتا ہو 49
دو قوتیں انسان کو منجر بہ جنون کر دیتی ہیں ایک بدظنی اور ایک غضب جب کہ افراط تک پہنچ جاویں 612
دوسرا معجزہ قرآن شریف کا جو ہمارے لئے حکم مشہود و محسوس کا رکھتا ہے 426
دیکھو اللہ تعالیٰ نے اِیَّاکَ نَعْبُدُ کی تعلیم دی ہے 725
دیکھو دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں ایک تو وہ جو اسلام قبول کر کے دنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں 623
دیکھو میں سچ کہتا ہوں کہ تم خدا تعالیٰ کی آیات کی بے ادبی مت کرو اور انہیں حقیر نہ سمجھو 186
دین کے دو ہی کامل حصے ہیں۔ ایک خدا سے محبت کرنا اور ایک بنی نوع سے اس قدر محبت کرنا 282
ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی ہے جو بہت صفائی سے پوری ہوگئی ہے اور یہ دراصل دو پیشگوئیاں تھیں 705
سال گزشتہ میں یعنی 11/اکتوبر 1905ء کو (بروز چارشنبہ) ہمارے ایک مخلص دوست یعنی مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اسی بیماری کاربنکل یعنی سرطان سے فوت ہوگئے تھے 703
سچ سچ کہتا ہوں کہ دین کے ساتھ دنیا جمع نہیں ہوسکتی 774

سچے ہوکر جھوٹوں کی طرح تذلل اختیار کرو 613

سردار نواب محمد علی خانصاحب رئیس مالیرکوٹلہ کا لڑکا عبدالرحیم خاں ایک شدید محرقہ تپ کی بیماری سے بیمار ہوگیا تھا 188

سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو صرف ماننا فائدہ نہیں کرتا 575

سو تم ہوشیار رہو اور خدا کی تعلیم اور قرآن کی ہدایت کے برخلاف ایک قدم بھی نہ اٹھاؤ 428

سورۃ فاتحہ میں جو پنج ۵ وقت فریضہ نماز میں پڑھی جاتی ہے یہی دعا سکھلائی گئی ہے اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ 161

شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِيۡۤ اُنۡزِلَ فِيۡهِ الۡقُرۡاٰنُ... یہی ایک فقرہ ہے جس سے ماہ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے 421

شرکت از روئے حصر عقلی چار قسم پر ہے۔ کبھی شرکت عدد میں ہوتی ہے 235

صَابِرُوۡا وَ رَابِطُوۡا۔ جس طرح دشمن کے مقابلہ پر سرحد پر گھوڑا ہونا ضروری ہے تا کہ دشمن حد سے نہ نکلنے پاوے 79

صحابہ کرامؓ کے حالات کو دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ انہوں نے نہ گرمی دیکھی نہ سردی اپنی زندگی کو تباہ کر دیا 307

صحیح دارقطنی میں یہ ایک حدیث ہے کہ امام محمد باقر فرماتے ہیں کہ اِنَّ لِمَهۡدِيِّنَا اٰيَتَيۡنِ 170

علم اور معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقت اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے 155

علم اور معرفت کو خدا تعالیٰ نے حقیقت اسلامیہ کے حصول کا ذریعہ ٹھہرایا ہے 167

عمل صالح بڑی ہی نعمت ہے۔ خداوند کریم عمل صالح سے راضی ہو جاتا ہے 276

عیداضحیٰ کی صبح کو مجھے الہام ہوا کہ کچھ عربی میں بولو۔ چنانچہ بہت احباب کو اس بات سے اطلاع دی گئی 220

فرمایا کہ ایک شخص نے ایک دفعہ روزہ رکھا ہوا تھا تو جب روزہ افطار کیا تو پانی پی لیا اور پانی پیتے ہی لیٹ گیا۔ اس کے لئے پانی نے ہی زہر کا کام کیا 302

قرآن شریف فرماتا ہے۔ مَنۡ قَتَلَ نَفۡسًۢا بِغَيۡرِ نَفۡسٍ اَوۡ فَسَادٍ (المائدۃ:33)۔ یعنی جو شخص کسی نفس کو بلا وجہ قتل کر دیتا ہے وہ گویا ساری دنیا کو قتل کرتا ہے 774

(قرآن میں) جس قدر خداوند قادر مطلق نے تمام دنیا کے مقابلہ پر تمام مخالفوں کے مقابلہ پر تمام دشمنوں کے مقابلہ پر تمام منکروں کے مقابلہ پر تمام دولتمندوں کے مقابلہ پر 429

قرآن شریف اس تعلیم کو پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدار الٰہی میسر آسکتا ہے 211

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے 564

قرآن شریف میں جو یہ آیت آئی ہے اَفَلَا يَنۡظُرُوۡنَ اِلَى الۡاِبِلِ كَيۡفَ خُلِقَتۡ (الغاشیہ:18) یہ آیت نبوّت اور امامت کے مسئلہ کو حل کرنے کے واسطے بڑی معاون ہے 343

قرآن میں ہمارا خدا اپنی خوبیوں کے بارے میں فرماتا ہے۔ قُلۡ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ 237

قرآن کریم کی برکات انسانوں کی طاقت سے بہت برتر ہیں 707

قرآن شریف ایسے زمانہ میں آیا تھا کہ جس میں ہر ایک طرح کی ضرورتیں کہ جن کا پیش آنا ممکن ہے پیش آ گئی تھیں 430

قرآن میں حکم ہے اَطِيۡعُوا اللّٰهَ وَاَطِيۡعُوا الرَّسُوۡلَ...... اب اولی الامر کی اطاعت کا صاف حکم ہے 728

قرآن شریف تدبر و تفکر و غور سے پڑھنا چاہئے 430

قرآن مجید ایک ایسی پاک کتاب ہے جو اس وقت دنیا میں آئی تھی جبکہ بڑے بڑے فساد پھیلے ہوئے تھے اور بہت سی اعتقادی

اور عملی غلطیاں رائج ہوگئی تھیں 423

کچھ عرصہ گزرا ہے کہ ایک دفعہ سخت ضرورت روپیہ کی پیش آئی۔ جس ضرورت کا ہمارے اس جگہ کے آریہ ہم نشینوں کو بخوبی علم تھا 79

کچھ عرصہ ہوا...... ایک صاحب نور احمد نامی جو حافظ اور حاجی بھی ہیں بلکہ شاید کچھ عربی دان بھی ہیں اور واعظِ قرآن ہیں اور خاص امرتسر میں رہتے ہیں 72

کشفِ قبور کا معاملہ تو بالکل بیہودہ امر ہے۔ جو شخص زندہ خدا سے کلام کرتا ہے اور اس کی تازہ بتازہ وحی اس پر آتی ہے 185

کوئی روزہ دار مولوی کسی کے ہاں جاوے اور اسے مقصود ہو کہ اپنے روزہ کا اظہار کرے تو مالکِ خانہ کے استفسار پر بجائے اس کے کہ سچ بولے کہ میں نے روزہ رکھا ہوا ہے 303

کیا بدبخت وہ انسان ہے جس کو اب تک یہ پتہ نہیں کہ اس کا ایک خدا ہے جو ہر ایک چیز پر قادر ہے۔ ہمارا بہشت ہمارا خدا ہے 215

گناہ پر دلیری کی وجہ بھی خدا کے خوف کا دلوں میں موجود نہ ہونا ہے 157

گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور خدا کی پرجوش محبت اور محبانہ یادِ الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو 431

لاف وگزاف کا نام توحید نہیں۔ مولویوں کی طرف دیکھو کہ دوسروں کو وعظ کرتے اور آپ کچھ عمل نہیں کرتے 302

لوگ قرآن شریف پڑھتے ہیں مگر طوطے کی طرح سے یونہی بغیر سوچے سمجھے چلے جاتے ہیں 201

لوگ کہہ دیتے ہیں بعض دفعہ کہ وہاں کفار کے پاس دنیاداروں کے پاس بڑی دولت ہے جو دین سے دور ہٹے ہوئے ہیں 417

لیلۃ القدر انسان کے لئے اس کا وقتِ اَصفٰی ہے 457

مَیں نے بعض آدمیوں کو دیکھا اور اکثروں کے حالات پڑھے ہیں جو دنیا میں مال و دولت اور دنیا کی جھوٹی لذتیں اور ہر ایک قسم کی نعمتیں اولاد احفاد رکھتے تھے 82

مَیں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تقریب ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادتمندوں کے لئے پیدا کر دی ہے مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں 587

مَیں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے 165

مَیں کھول کر کہتا ہوں کہ جب تک ہر بات پر اللہ تعالیٰ مقدّم نہ ہو جاوے اور دل پر نظر ڈال کر وہ نہ دیکھ سکے کہ یہ میرا ہی ہے، اس وقت تک کوئی سچا مومن نہیں کہلا سکتا 78

مَیں دو ۲ ہی مسئلے لے کر آیا ہوں۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو 77

مَیں ان قرآنی برکات کو قصہ کے طور پر بیان نہیں کرتا۔ بلکہ مَیں وہ معجزات پیش کرتا ہوں جو مجھ کو خود دکھائے گئے ہیں 707

مَیں نے تمام مذاہب کا گہرائی سے مطالعہ کیا ہے 155

مَیں...... بتلانا چاہتا ہوں کہ پہلے اس سورۃ میں خدا تعالیٰ نے رَبِّ النَّاس فرمایا۔ پھر مَلِكِ النَّاس 293

مجھے بھیجا گیا ہے تا کہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کھوئی ہوئی عظمت کو پھر قائم کروں اور قرآن شریف کی سچائیوں کو دنیا کو دکھاؤں 192

محبت عجیب چیز ہے۔ اس کی آگ گناہوں کی آگ کو جلاتی اور معصیت کے شعلے کو بھسم کر دیتی ہے 208

محبت کوئی تصنع اور تکلف کا کام نہیں بلکہ انسانی قویٰ میں سے یہ بھی ایک قوت ہے 201

محبت کی حقیقت بالالتزام اس بات کو چاہتی ہے کہ انسان سچے دل سے اپنے محبوب کے تمام شمائل اور اخلاق اور عبادات پسند کرے 202

مذہب اسلام کے تمام احکام کی اصل غرض یہی ہے کہ وہ حقیقت جو لفظ اسلام میں مخفی ہے 242

مذہب کی جڑ خداشناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے 164

مرد کو چاہئے کہ اپنے قُویٰ کو برمحل اور حلال موقع پر استعمال کرے 612
مصنوعات سے تو انسان کو ایک صانع کے وجود کی ضرورت ثابت ہوتی ہے کہ ایک فاعل ہونا چاہئے 160
معرفت بھی ایک شَے ہے جو کہ گناہ سے انسان کو روکتی ہے 159
قرآن شریف کی تلاوت کی اصل غرض تو یہ ہے کہ اس کے حقائق اور معارف پر اطلاع ملے اور انسان ایک تبدیلی اپنے اندر کرے 430
مؤمن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے اور وہ اپنے عشق میں صادق ہوتا ہے 218
مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنے رسالہ فتح رحمانی میں جو 1315ھ کو میری مخالفت میں مطبع احمدی لدھیانہ میں چھاپ کر شائع کیا گیا مباہلہ کے رنگ میں میرے پر ایک بددعا کی تھی 176
مومن ایک لاپروا انسان ہوتا ہے۔ اسے صرف خدا تعالیٰ کی رضامندی کی حاجت ہوتی ہے 302
مومنوں اور مسلمانوں کے واسطے نرمی اور شفقت کا حکم ہے 761
میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے ساتھ بھی حد سے زیادہ سختی نہ ہو 282
میرا ہمیشہ خیال رہتا ہے کہ کسی مہمان کو تکلیف نہ ہو بلکہ اس کے لئے ہمیشہ تاکید کرتا رہتا ہوں کہ جہاں تک ہو سکے مہمانوں کو آرام دیا جاوے 516
میری تائید میں اس نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو 16 رجولائی 1906ء ہے اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں 184
میرے ماننے والوں کے دل آخرت کی طرف بکلی جھک جائیں 519
میرے نام پر افراد جماعت سے بیعت لینے والے افراد آتے رہیں گے 344
میں بار بار کہتا ہوں کہ آنکھوں کو پاک کرو اور ان کو روحانیت کے طور سے ایسا ہی روشن کرو جیسا کہ وہ ظاہری طور پر روشن ہیں 357
میں تو یہ جانتا ہوں کہ مومن پاک کیا جاتا ہے اور اس میں فرشتوں کا رنگ ہو جاتا ہے 277
میں خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشا پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں 93
میں سچ سچ کہتا ہوں کہ انسان کا ایمان ہرگز درست نہیں ہو سکتا جب تک اپنے آرام پر اپنے بھائی کا آرام حتی الوسع مقدم نہ ٹھہراوے 520
میں کبھی ایسے لوگوں کی باتیں پسند نہیں کرتا جو ہمدردی کو صرف اپنی ہی قوم سے مخصوص کرنا چاہتے ہیں 283
میں نے جو لگا تار روزے رکھے تھے وہ جوانی میں رکھے تھے اور چالیس سال کے بعد تو ویسے بھی انسان کمزور ہو جاتا ہے۔ اتنے میں رکھ نہیں سکتا تھا 703
میں وہ شخص ہوں جس کے ہاتھ پر صدہا نشان ظاہر ہوئے 98
نوع انسان پر شفقت اور اس سے ہمدردی کرنا بہت بڑی عبادت ہے 283
نیکیوں اور بدیوں کی تفصیل ہے اور آئندہ زمانہ کی خبریں ہیں وغیرہ۔ بخوبی سمجھ لو کہ یہ وہ مذہب پیش کرتا ہے جس پر کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا 425
وَالْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ۔ (آل عمران: 135) یعنی مومن وہ ہیں جو غصہ کھا جاتے ہیں اور لوگوں کے ساتھ عفو اور درگزر کے ساتھ پیش آتے ہیں 612
وَآخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ (الجمعۃ: 4) اِس آیت کے معنی یہ ہیں کہ کمال ضلالت کے بعد ہدایت اور حکمت پانے والے 496
وَاِنِّيْ عَلٰى مَقَامِ الْخَتْمِ مِنَ الْوِلَايَةِ۔ كَمَا كَانَ سَيِّدِى الْمُصْطَفٰى 231
وہ جو اس سلسلہ میں داخل ہو کر میرے ساتھ تعلق ارادت اور

مریدی کا رکھتے ہیں اس سے غرض یہ ہے کہ تا وہ نیک چلنی اور نیک نیتی اور تقویٰ کے اعلیٰ درجہ تک پہنچ جائیں 575

وہ غیب کی باتیں جو خدا نے مجھے بتلائی ہیں اور پھر اپنے وقت پر پوری ہوئیں وہ دس ہزار سے کم نہیں 89

وہ لوگ جنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور باطل خداؤں سے الگ ہو گئے پھر استقامت اختیار کی 320

وہ وقت کہ ایک دو آدمی ہمارے ساتھ تھے اور کوئی نہ تھا اور اب دیکھتے ہیں کہ جوق در جوق آ رہے ہیں 562

وہی تمام فیوض کا مبدء ہے اور تمام انوار کا علت العلل اور تمام رحمتوں کا سرچشمہ ہے 233

ہر ایک جو اُس شخص سے مقابلہ کرے جو قرآن شریف کا سچا پیرو ہے خدا اپنے ہیبت ناک نشانوں کے ساتھ اس پر ظاہر کر دیتا ہے کہ وہ اس بندہ کے ساتھ ہے 271

ہر ایک مامور کے دل میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو کچھ دل میں ڈالا جاتا ہے وہ اس کی مخالفت نہیں کر سکتا 711

ہر شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کا خوف کرے اور اللہ تعالیٰ کا خوف اس کو بہت سی نیکیوں کا وارث بنائے گا 571

ہر شخص کو ہر روز اپنا مطالعہ کرنا چاہئے کہ وہ کہاں تک ان امور کی پرواہ کرتا ہے 761

ہمارا اس بات پر بھی ایمان ہے کہ ادنیٰ درجہ صراط مستقیم کا بھی بغیر اتباع ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہرگز انسان کو حاصل نہیں ہو سکتا 268

ہمارا غالب آنے کا ہتھیار دعا ہی ہے 481

ہماری جماعت اگر جماعت بننا چاہتی ہے تو اسے چاہئے کہ ایک موت اختیار کرے 773

ہماری جماعت کو ایسا ہونا چاہئے کہ نری لفّاظی پر نہ رہے بلکہ بیعت کے سچے منشا کو پورا کرنے والی ہو 774

ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہئے 103

ہماری جماعت کو یاد رکھنا چاہیے کہ مَیں اپنے مخالفوں سے باوجود اُن کے بغض کے ایک بات میں اتفاق رکھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے چاہا ہے کہ یہ جماعت گناہوں سے پاک ہو 85

ہماری جماعت کے لئے سب سے زیادہ ضروری ہے کہ وہ اپنے اندر پاک تبدیلی کریں 308

ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے 571

ہماری طرف منسوب ہو کر ہمیں بدنام نہ کرو 586

ہمارے احباب ایسے نہیں کرنے والے ہونے چاہئیں جو دوسروں کو جو اپنے آپ کو دوسروں پر ترجیح دیں بلکہ قربانی کرنی چاہئے 514

ہمارے خدا میں بے شمار عجائبات ہیں مگر وہی دیکھتے ہیں جو صدق اور وفا سے اس کے ہو گئے ہیں 246

ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ وطہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے 416

ہمیشہ روزہ دار کو یہ مدّنظر رکھنا چاہئے کہ اس سے اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ بھوکا رہے 407

یاد رکھو کہ صرف لفّاظی اور لسّانی کام نہیں آ سکتی جب تک کہ عمل نہ ہو 19

یاد رکھو بُغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے اور کیا وہ علامت پوری نہ ہوگی 77

یاد رکھو جو شخص سختی کرتا اور غضب میں آ جاتا ہے اس کی زبان سے معارف اور حکمت کی باتیں ہرگز نہیں نکل سکتیں 611

یاد رکھو غیر اللہ کی طرف جھکنا خدا سے کاٹنا ہے 488

یاد رکھو قرآن شریف حقیقی برکات کا سرچشمہ اور نجات کا سچا ذریعہ ہے۔

یہ ان لوگوں کی اپنی غلطی ہے جو قرآن شریف پر عمل نہیں کرتے 432

یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا 725

یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا 327

یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ بڑا بے نیاز ہے۔ جب تک کثرت سے اور بار بار اضطراب سے دعا نہیں کی جاتی وہ پروا نہیں کرتا 487

یاد رکھو کہ سارے فضل ایمان کے ساتھ ہیں۔ ایمان کو مضبوط کرو 10

یاد رکھو کہ صرف لفّاظی اور لسّانی کام نہیں آسکتی، جب تک کہ عمل نہ ہو 78

یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصّہ آتا ہے تو عقل قائم نہیں رہ سکتی 611

یاد رکھو کہ ان معجزات اور پیشگوئیوں کی نظیر جو میرے ہاتھ پر ظاہر ہوئے 710

یعنے قرآن میں تین صفتیں ہیں۔ اول یہ کہ جو علوم دین لوگوں کو معلوم نہیں رہے تھے ان کی طرف ہدایت فرماتا ہے 424

یقیناً سمجھو۔ اس دنیا کے بعد ایک اور جہان ہے جو کبھی ختم نہ ہوگا 307

یقیناً یاد رکھو کہ گناہوں سے بچنے کی توفیق اس وقت مل سکتی ہے جب انسان پورے طور پر اللہ تعالیٰ پر ایمان لاوے 159

یہ بات بھی خوب یاد رکھنی چاہئے کہ ہر بات میں منافعہ ہوتا ہے 272

یہ بات بھی خوب یاد رکھنی چاہیے کہ ہر بات میں منافعہ ہوتا ہے 81

یہ بات یاد رکھنے کے لائق ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اس سلسلہ کو بے ثبوت نہیں چھوڑے گا 712

یہ جماعت جس کو خدا تعالیٰ نمونہ بنانا چاہتا ہے اگر اس کا بھی یہی حال ہوا 774

یہ حدیث ایک غیبی امر پر مشتمل ہے جو تیرہ سو برس کے بعد ظہور میں آگیا۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس وقت مہدی موعود ظاہر ہوگا اس کے زمانہ میں رمضان کے مہینہ میں چاند گرہن تیرھویں رات کو ہوگا 171

یہ خدا کا فضل ہے جو اسلام کے ذریعہ مسلمانوں کو ملا اور اس فضل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے 294

یہ سات سو حکم ہیں۔ اور جو اُن کو نہیں مانتا، ان پر عمل کرنے کی کوشش نہیں کرتا وہ مجھ سے دُور ہو رہا ہے 582

یہ سب اہتمام اس لئے کیا گیا کہ تا جو لوگ فی الحقیقۃ راہِ راست کے خواہاں اور جُویاں ہیں ان پر بکمال انکشاف ظاہر ہو جائے کہ تمام برکات اور انوار اسلام میں محدود اور محصور ہیں 87

یہ سچ ہے کہ اکثر مسلمانوں نے قرآن شریف کو چھوڑ دیا ہے لیکن پھر بھی قرآن شریف کے انوار و برکات اور اس کی تاثیرات ہمیشہ زندہ اور تازہ بتازہ ہیں 433

یہ طریق اچھا نہیں کہ صرف مخالفتِ مذہب کی وجہ سے کسی کو دکھ دیں 282

یہ عجیب امر ہے اور مَیں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک 1290 ھ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا 467

یہ گر کہ اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ ایسا ہے کہ جب تک کوئی قوم اس پر عمل نہیں کرتی 735

یہ مت خیال کرو کہ خدا تمہیں ضائع کر دے گا۔ تم خدا کے ہاتھ کا ایک بیج ہو جو زمین میں بویا گیا 470

یہودیوں میں توحید تو نہیں ہے۔ ہاں قشر التوحید بے شک ہے 299

انڈیکس مضامین

اللہ تعالیٰ

اللہ تعالیٰ محض اور محض اپنے فضل سے پہلے سے بڑھ کر اس سال کو اپنی رحمتوں، فضلوں اور برکتوں کا سال بنا دے۔ اور یہ دعا ہر احمدی کی یقیناً ہے اور ہونی چاہئے 1

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے تمام عہدیدار یا خدمت سرانجام دینے والے بھی اپنے آپ میں یہ عاجزی، انکساری، اخلاص، محنت اور دعا کی حالت پیدا کرنے والے ہوں اور پہلے سے بڑھ کر پیدا کرنے والے ہوں 2

ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ ہم نے کسی دنیاوی لیڈر سے کچھ نہیں لینا، ہمارا انحصار خدا کی ذات پر ہے 6

اللہ تعالیٰ بچوں کے دلوں میں بھی چندوں کی اہمیت ڈالتا ہے 12

مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے 14

اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور جو فتنہ پرداز اور امن برباد کرنے والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جلدی اپنی پکڑ میں لے 86

ظاہری اسباب کا استعمال لیکن ہمارا انحصار صرف خدا کی ذات پر ہے 314

آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے خوف کو امن میں بدلنے کی خوشخبری دی ہے 325

''متٰی نصر اللہ'' بے چین دل کی آواز نہ کہ مایوسی... 326

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خلافت کے فیض سے فیض پانے والے وہی بتائے ہیں جو عمل صالح کرنے والے ہیں 352

اگر ہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اخلاص و وفا کے ساتھ اپنے کام کرتے رہے تو ان میں سے یا ان کی اگلی نسلوں میں سے لوگ اسلام کو سمجھیں گے اور داخل ہوں گے 355

اللہ تعالیٰ سب کو، نہ صرف احمدیوں کو بلکہ دنیا کے ہر فرد کو اپنی حفظ وامان میں رکھے۔ اور وہ اس امن اور سکون کو پاسکیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے 506

اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے 564

اللہ پر ایمان کا دعویٰ اور اس کے تقاضے 582،581

مخالفین احمدیت پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کا مشاہدہ 599

ہم احمدی ہیں اور ہم نے زمانے کے امام کے ہاتھ پر عہدِ بیعت کیا ہے کہ ہم اپنے ہر قول و فعل کو خدا کی رضا کے مطابق ڈھالیں گے، عسر یسر میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگیں گے 724،723

توحید

بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے 49

خدا تعالیٰ اسلام کا مفہوم چاہتا ہے نہ نام اور لفظ 78

خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے 241

توحید کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں پر معارف بیان 293تا309

صفات باری تعالیٰ

خدا رحیم و مشفق ہے۔ اُس نے مسیح موعود کو بھیج کر اس زمانے میں بھی دنیا کی اصلاح کے سامان کئے ہیں 126

قرآن کریم میں مذکور بعض صفات باری تعالیٰ 238تا247

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام قویٰ کی تربیت فرمائی ہے 426

گناہوں سے خوفزدہ لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کا

خوبصورت پیغام اور اس کی تفسیر 438

ہمارا خدا ہمارے ماں باپ سے بھی بڑھ کر ہمیں پیار کرنے والا اور بخشنے والا ہے 442

اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لیتا ہے اور معاف کر دیتا ہے 472

کلام الٰہی

اب خدا تعالیٰ کے کلام کو سمجھنا آپ کے ذریعہ سے ہی ممکن ہے 497

معرفت الٰہی

خدائے تعالیٰ کی حقیقت اور معرفت کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کے اقتباسات اور سلیس پر معارف تشریح 234 تا 247

خدا تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ آنحضرتؐ کی ذات 243، 296

محبت الٰہی

اصلاح اور محبت الٰہی کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات 201 تا 217

محبت الٰہی، سچی محبت کی علامت 208

گناہوں کو دور کرنا اور اعمال صالحہ، خدا تعالیٰ کی محبت کے بغیر ممکن نہیں 209

محبت الٰہی کے معیار 212

مؤمن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے اور وہ اپنے عشق میں صادق ہوتا ہے اور اپنے معشوق یعنی خدا کے لیے کامل اخلاص اور محبت اور جان فدا کرنے والا جوش اپنے اندر رکھتا ہے 213

جب تک خدا سے محبت ذاتی پیدا نہ ہو تو ایمان بڑے خطرہ کی حالت میں ہے لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آجاتا ہے 213

خدا تعالیٰ کی محبت کے لیے جو اخلاص اور درد ہوتا ہے اور ثابت قدمی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے وہ انسان کو بشریت سے الگ کر کے الوہیت کے سایہ میں لا ڈالتا ہے 214

دین کے دو ہی کامل حصے ہیں۔ ایک خدا سے محبت کرنا اور ایک بنی نوع سے... 282

ہمارا خدا بڑا پیار کرنے والا خدا ہے... 410

اللہ تعالیٰ کی نظر دلوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ تڑپ کے ساتھ کام کرنے والوں کے اخلاص کو برکت بخشتا ہے اور انہیں قرب میں جگہ دیتا ہے 628

رضائے الٰہی

اپنی عملی زندگی میں ہر کام اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے کرنے کی کوشش کرنا 1

ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری عزتیں ہماری بڑائی کسی کو نیچا دکھانا یا اسی طرح ترکی بہ ترکی جواب دینے میں نہیں اور زیادتیوں کا بدلہ لینے میں نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے حصول میں ہے 409

تعلق باللہ

خدا تعالیٰ کے حضور ہمارا خالص ہو کر جھکنا ہی ہماری زندگی کا مقصد ہے جو اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتایا ہے 2

ہر احمدی کا کام، بکھرے ہوئے مسلمانوں کو اکٹھا کرنا اور خدائے واحد کے آگے جھکانا 3

حضرت مسیح موعودؑ نے فرمایا ہے کہ بندے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے 19

اگر اللہ سے تعلق ہو تو کوئی مشکل نقصان نہیں پہنچا سکتی 80

اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں 83

خدا سے سچا تعلق جوڑو اور جماعت کے ہمیشہ وفادار رہو 104

اللہ تعالیٰ کے قرب کی حقیقت، اہمیت اور طریق، حضرت مسیح موعودؑ کی تحریرات اور حضور انور کی تشریحات کی روشنی میں 265 تا 279

احکام الٰہی

ہم نے برائی اس لئے چھوڑنی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اُس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے روکا 37

ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند ہونا ہوگا 39

اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انسانوں کی اصلاح ہو اور انسان خدا

تعالیٰ کا بھی حق ادا کرنے والے ہوں 144

اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی طرف سے آنے والی ہر بات اور اس کی ہدایات ہماری بھلائی اور ہمیں سکھ پہنچانے کے لئے ہیں 458

تائید و نصرت

ہر مشکل اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے آسان ہوتی چلی جاتی ہے 32

حضور انور کا قبول احمدیت کے واقعات بیان کرنے پر امریکہ سے کسی کا خط، خدا تعالیٰ کا نشان دکھانا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان واقعات میں مبالغہ نہیں ہوتا 551،550

تقدیر الٰہی

اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ احمدیت کے قافلے نے انشاء اللہ تعالیٰ آگے بڑھتے چلے جانا ہے 561

فضل الٰہی

اللہ تعالیٰ کے اس لحاظ سے بھی بے شمار فضل ہیں کہ احمدیت کا پیغام پہنچانے کے نئے سے نئے راستے کھل رہے ہیں 4

اللہ تعالیٰ غیر معمولی طور پر حقیقی اسلام کا پیغام پہنچانے کے راستے کھول رہا ہے 6

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ اگر ایک مرتد ہوگا تو وہ اپنے فضل سے ایک جماعت عطا فرمائے گا 8

گزشتہ سال جو چھپن واں سال وقف جدید کا تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید میں چوّن لاکھ چوراسی ہزار پاؤنڈ کی مالی قربانی جماعت نے پیش کی 15،14

خدائی رہنمائی کے نتیجہ میں سعید روحوں کا قبول احمدیت 196

احمدیوں کے حق میں خدا کھڑا ہوتا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا، انشاء اللہ 339

عہدیدار کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کی محنت کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، یہ اللہ کی چلائی ہوئی ہوا ہے 379

ہم خوش ہیں کہ خدا ہمارے ساتھ ہے اور ہمیں بہتر انجام کی خوشخبری دے رہا ہے 412

خلافت وہ انعام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ چھین کر نہیں لیا جاتا 499

اگر نیت نیک ہو تو اللہ تعالیٰ رہنمائی فرماتا ہے، خواب یا کسی اور ذریعہ سے 555

اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لئے نشانات ظاہر کر رہا ہے 562

آباء و اجداد

پیدائشی احمدیوں کو اپنے آباء و اجداد کی تاریخ پڑھتے رہنا چاہئے 187

آمد

امریکہ میں ہزاروں ڈاکٹروں نے اپنی آمدنیاں بڑھانے کے لئے غلط سرٹیفکیٹ جاری کرنے شروع کر دیئے 38

آمد کے حصول کے حلال ذرائع اختیار کریں اور امانت، دیانت کے معیار اونچے کریں، کونسل کو دھوکہ دے کر Benifit حاصل کرنا 68

آئی ایس آئی ایس (isis)

طالبان اور isis کے بارہ میں حضور سے سوال 597

شام میں isis کی وجہ سے ہزاروں لوگ مارے گئے 757

ابتلاء

ابتلاء اور امتحان کا عرصہ لمبا ہوتے چلے جانے کا اظہار کرنے والے اور اس کا جواب 313

ابتلاء جماعتی ترقی کے نئے سے نئے راستے کھول رہا ہے 314

یہ قربانیاں، یہ امتحان، یہ عارضی ابتلاء ہماری ترقی کی رفتار تیز کرنے والے ہیں نہ کہ مایوسی میں دھکیلنے والے 320

1974 میں پاکستان میں جماعت احمدیہ پر حالات بڑے خطرناک ہو گئے تھے، مظالم ہو رہے تھے جو ابتلاء کا دور تھا 394

صبر سے کام لو تم زمین کے وارث بنائے جانے والے ہو 411

اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے ابتلاء آیا کرتے ہیں 693

احتجاج

الٰہی جماعتوں دنیاوی طرز کے احتجاجوں پر یقین نہیں رکھتیں اور نہ ہی الٰہی جماعتوں کی ترقی میں دنیاوی مدد کا کوئی کردار یا ہاتھ ہے 313

دنیاوی احتجاج کر کے ہم اپنے مقاصد حل نہیں کر سکتے 315
دنیاوی طریقہ احتجاج جو ہے اس سے ہمیں کوئی سروکار نہیں ہے 325
دنیاوی طور پر قانون کے دائرے میں رہ کر جو احتجاج کرنا ہے یا جو کوشش کرنی ہے اس کے بارے میں جرمنی جماعت کو ہدایت 413
امریکہ میں ظلم کے واقعات اور پرزور احتجاج 754

احساس کمتری

یورپ میں رہنے والے احمدیوں کو کسی کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں 379
احمدی بچیوں کو کسی قسم کے کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں 537

احمدیت، احمدی

نظام جماعت کی طرف سے سزا کا مقصد.... 60
احمدیت کے ذریعہ ایک عظیم عملی تبدیلی کا انقلاب اور اس کی کچھ مثالیں 50 تا 55
جماعت کی ویب سائیٹ کے ذریعہ نیک تبدیلی 101
افریقہ میں احمدیت کی سچائی کے واقعات 102
جماعت احمدیہ برطانیہ کے قیام پر سو سال پورے ہونے پر Guild Hall میں ایک تقریب اور حضور انور کا خطاب اور اس کی تفصیل، یوکے جماعت نے اس طرح تشہیر نہیں کی... 137 تا 152
اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لئے نشانات ظاہر کر رہا ہے 562

عقائد و تعلیم

حضور انور کا BBC سے انٹرویو جس میں آپ نے فرمایا کہ جماعت جو تعلیم دیتی ہے وہ اسلام کی حقیقی تعلیم ہے 498
ہمارے غالب آنے کے ہتھیار، استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت.... پانچ نمازوں کو ادا کرنا 448

جماعت احمدیہ کے لئے دعائیں

اللہ تعالیٰ محض اور محض اپنے فضل سے پہلے سے بڑھ کر اس سال کو اپنی رحمتوں، فضلوں اور برکتوں کا سال بنا دے۔ اور یہ دعا ہر احمدی کی یقیناً ہے اور ہونی چاہئے 1
سب سے پہلے تو میں آج آپ کو اور دنیا میں پھیلے ہوئے تمام احمدیوں کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں 1
احمدیوں کے حق میں خدا کھڑا ہوتا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا، انشاءاللہ 339

جماعت سے توقعات اور نصائح

ہر احمدی کا کام، بکھرے ہوئے مسلمانوں کو اکٹھا کرنا اور خدائے واحد کے آگے جھکانا 3
ہمارا کام اسلام کے پیغام کو دنیا میں پھیلانا ہے 3
جماعتوں کو بار بار درسوں میں ایمان میں مضبوطی پیدا کرنے اور عملی حالت بہتر کرنے کے لئے علمی کمزوریوں کو دور کرنے کیلئے توجہ دلانے کی ضرورت 54
اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا 68
حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی جماعت کی عملی حالت کے بارہ میں فکر، اقتباسات اور حضور انور کی پر معارف دلنشیں تشریح 75 تا 86
خدا سے سچا تعلق جوڑو اور جماعت کے ہمیشہ وفادار ہو 104
پریس پیغام پہنچانے کا بہت بڑا ذریعہ اور اس ضمن میں جماعت کو ہدایت 138
اگر سب ایم ٹی اے سے منسلک ہو جائیں اور جماعت کا ہر فرد اس پر توجہ دینی شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا تربیتی معیار بہت بلند ہو سکتا ہے 183
پیدائشی احمدیوں کو اپنے آباء و اجداد کی تاریخ پڑھتے رہنا چاہئے 187
حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی جماعت سے توقعات 360
پیدائشی احمدیوں کو اپنی حالتیں درست کرنے کی نصیحت 363
سائیلم سیکرز کو نصیحت کہ جماعت کے سفیر بن کر اپنا کردار ادا کریں 364
ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے عملی نمونوں کی طرف لوگوں کی نظر ہے 377
یورپ میں رہنے والے احمدیوں کو کسی کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی

ضرورت نہیں 379
جماعتی انتظامات میں کمزوریوں پر صرف معذرت کرنا کافی نہیں اصل چیز اصلاح اور عملی کوشش.... 384
ایک احمدی کی ذمہ داری.... تقویٰ 414
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر اسلام کی حقیقی تصویر بننے کی کوشش کرنے والے ہوں 418
آج اسلام کے خلاف شیطانی قوتوں کا مقابلہ جماعت احمدیہ نے ہی کرنا ہے 419
آج اسلام کے خلاف شیطانی قوتوں کا مقابلہ جماعت احمدیہ نے ہی کرنا ہے 419
صحیح اسلامی اعمال کی تصویر پیش کرنا ہر احمدی کا کام ہے 566
حضور انور کا عبادتوں کی طرف توجہ دلانے پر مخلص احمدیوں کا خوبصورت ردعمل کہ مساجد میں حاضری بڑھنا 607
احمدی معاشرے کی بد اخلاقی کو برا سمجھنے اور روکنے کی کوشش 617
دنیا کو بھلائی کی طرف بلانا اور ہر ایک کی بھلائی چاہنا احمدی کا کام ہے 650

احمدیت کی ترقیات

اللہ تعالیٰ کے اس لحاظ سے بھی بے شمار فضل ہیں کہ احمدیت کا پیغام پہنچانے کے نئے سے نئے راستے کھل رہے ہیں 4
خلیفۃ المسیح کے دورہ جات کی وجہ سے اسلام کی تعلیم اور جماعت کا تعارف اور برکات، امریکہ، کینیڈا وغیرہ کے دورہ کا ایک جائزہ 4
ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے دنیا میں میرے دوروں کی وجہ سے اٹھارہ کروڑ چھبیس لاکھ تک احمدیت کا پیغام پہنچا 5
افریقہ میں جماعت کی ترقی سے علماء کا پریشان ہونا 7
گزشتہ ایک سال میں افریقہ اور بھارت میں مساجد اور مشن ہاؤسز کی تعمیر ہوئی اور کچھ خریدے بھی گئے ہیں، اس کے علاوہ تبلیغی سرگرمیاں ہیں جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں سعید روحوں کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی 11
آپؑ کی کتب پڑھنے سے افریقہ اور عرب ممالک کے احمدیوں میں روحانی انقلاب کا پیدا ہونا 62
جماعت کی ترقی کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی اور اس کے ثمرات 174
دنیاوی طرز کے احتجاجوں پر یقین نہیں رکھتیں اور نہ ہی الٰہی جماعتوں کی ترقی میں دنیاوی مدد کا کوئی کردار یا ہاتھ ہے 313
جرمنی میں مختلف مساجد کا افتتاح اور اسلام کی خوبصورت تعلیم لوگوں تک پہنچانا 370
ہمارے غالب آنے کے ہتھیار، استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت.... پانچ نمازوں کو ادا کرنا 448
بعض ممالک میں احمدیوں کے خلاف شدید حالات اور اس کی برکات 456
اگر انصاف پسند مسلمان سورۃ البروج پر غور کریں تو احمدیوں پر ہونے والے ظلم اور خاص طور پر ایسے ظلموں کے بارے میں اپنے علماء، اپنے لیڈروں، اپنے سیاستدانوں، اپنی حکومتوں کے رویوں اور احمدیت کی مخالفت میں جو عمل یہ لوگ دکھاتے ہیں اور کرتے ہیں ان کی حقیقت کھل جائے 466
مسز برتھا جو کہ ایک جرنلسٹ ہیں ان کا مسجد مریم کی افتتاحی تقریب میں شامل ہونا 594
گوجرانوالہ میں احمدیوں کو آگ میں جلانے والا بھیانک ظلم اور اس کی تفصیل 466تا480
اللہ تعالیٰ کی تقدیر ہے کہ احمدیت کے قافلے نے انشاء اللہ تعالیٰ آگے بڑھتے چلے جانا ہے 561

اخلاص اور قربانیاں

غریب ممالک میں رہنے والے احمدی پنی اپنی بساط کے مطابق غیر معمولی طور پر مالی قربانیاں کر رہے ہیں 11
گزشتہ سال میں جو چھپن واں سال تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید میں چوّن لاکھ چوراسی ہزار پاؤنڈ کی مالی قربانی جماعت نے پیش کی 15،14
جماعت احمدیہ میں نیکیوں اور قربانیوں اور زندگی وقف کرنے والوں کے نمونہ رکھنے والے لوگ 312

یہ قربانیاں، یہ امتحان، یہ عارضی ابتلاء ہماری ترقی کی رفتار تیز کرنے والے ہیں نہ کہ مایوسی میں دھکیلنے والے 320
اخلاص سے بھری ہوئی خواتین بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو عطا فرمائی ہیں 604

احمدیت اور عالمی امن

امریکہ کی کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجس فریڈم کی وائس چیئرمین، ڈاکٹر کیٹرینا کا بیان کہ جماعت احمدیہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ مذہب کا امن، باہمی افہام وتفہیم اور آزادی سے چولی دامن کا ساتھ ہے 142
وزیر اعظم برطانیہ کا پیغام کہ مَیں احمدیہ مسلم جماعت کو دنیا میں امن کے قیام کے لئے مختلف مذاہب کے نمائندگان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں 143
جماعت احمدیہ الٰہی جماعت ہے اور الٰہی جماعتیں دنیاوی حکومتوں یا
جماعت احمدیہ ایک امن پسند جماعت ہے جو جہاد کے نام پر مظلوموں کو قتل کرنے کی مذمت کرتی ہے 338
جرمنی میں مسجد کے افتتاح کے موقع پر غیروں کے تاثرات کہ جماعت نے ہمیشہ امن کا پیغام دیا 371 تا 377
احمدیت کی فتح سے ہی دنیا کی بقا وابستہ ہے 484
مسلم امّہ کا چین اور امن احمدیوں کی دعاؤں سے ہوگا 484

جماعت احمدیہ کا ماٹو

جماعت کا ماٹو، مطمحِ نظر کیا ہونا چاہئے حضرت مصلح موعودؓ کے زمانہ میں ہونے والی بحث 285

مخالفت/اعتراضات

ساؤتھ افریقہ اور دیگر ممالک میں غیر احمدی مولویوں کی بھاگ دوڑ اور احمدیت کا غیر معمولی نفوذ 9
مختلف ممالک کے علماء کا سعودی عرب کے خرچ پر سیرالیون جا کر جماعت اور شیعہ احباب کے خلاف لوگوں کو اکسانا 9، 10
جماعت کی ترقی کے ساتھ ساتھ مخالفت بھی بڑھ رہی ہے جس کی ہمیں کوئی فکر نہیں اور نہ ہونی چاہئے آخر کار ان کی تقدیر میں ناکامی اور نامرادی لکھی ہوئی ہے 10
اسرائیل کے ایک ربائی کا لندن میں منعقدہ جماعت احمدیہ یوکے کے سوسالہ قیام پر کانفرنس میں شمولیت اور اظہار خیال 141
احمدیوں پر آنحضرتؐ کی توہین کا الزام لگانے والوں نے خود آنحضرتؐ کے مقام کو نہیں پہچانا اور نتیجۃً توحید سے بھی دور ہیں 289
دنیاوی طرز کے احتجاجوں پر یقین نہیں رکھتیں اور نہ ہی الٰہی جماعتوں کی ترقی میں دنیاوی مدد کا کوئی کردار یا ہاتھ ہے 313
حضرت مسیح موعودؑ کے دور سے ہی جماعت پر مظالم ہو رہے ہیں 317
ایک شیعہ دوست کا کہنا کہ تم احمدی لوگ دنیاوی کوششیں صحیح طور پر نہیں کرتے گزشتہ خطبہ میں یہ تاثر تھا کہ کسی احمدی نے یہ بات کہی ہے، ان کا دوبارہ خط کہ یہ میری سوچ نہیں تھی بلکہ میرے شیعہ دوست کی تھی اور اس کی وضاحت 326
جماعت میں منافقین اور حاسدین کا کام اور ان کا سدّ باب 349
1974 میں پاکستان میں جماعت احمدیہ پر حالات بڑے خطرناک ہو گئے تھے، مظالم ہو رہے تھے جو ابتلاء کا دور تھا 394
پاکستان کے ہر شہر اور ہر گلی میں جھوٹ کے پلندوں پر مشتمل احمدیت مخالف اشتہار لگائے جانا 469
حکومت پاکستان کا احمدیوں کی مخالفت میں ہاں میں ہاں ملانا 471
جن ممالک میں احمدیوں پر ظلم ہو رہا ہے وہاں کے اکثر شرفاء کی شرافت حضرت خلیفہ ثالثؒ کے بقول گونگی شرافت ہے 485
تنزانیہ میں غیر احمدی مسلمانوں کی تنظیم بکواٹا (Bakwata) کی جماعت کی مخالفت 500
تنظیم اخوان المسلمین کا احمدیت کے اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ اور الٰہی نشان کہ الازھر نے ان کے خلاف فتویٰ دے دیا..... 561
یورپ میں جماعت کا چیریٹیز کو رقم دینے پر ایک اعتراض کا جواب 655
مخالفین کو یاد رکھنا چاہئے کہ افراد جماعت کو دی جانے والی عارضی

تکلیفیں جماعتوں کو ختم نہیں کر سکتیں ،ایک حکومت تو کیا تمام حکومتیں مل کر بھی دنیا سے جماعت احمدیہ کو مٹا نہیں سکتی 770

اخلاص

اللہ تعالیٰ کرے کہ ہمارے تمام عہدیدار یا خدمت سرانجام دینے والے بھی اپنے آپ میں یہ عاجزی، انکساری، اخلاص، محنت اور دعا کی حالت پیدا کرنے والے ہوں اور پہلے سے بڑھ کر پیدا کرنے والے ہوں 2

مؤمن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے اور وہ اپنے عشق میں صادق ہوتا ہے اور اپنے معشوق یعنی خدا کے لیے کامل اخلاص اور محبت اور جان فدا کرنے والا جوش اپنے اندر رکھتا ہے 213

خدا تعالیٰ کی محبت کے لیے جو اخلاص اور درد ہوتا ہے اور ثابت قدمی اس کے ساتھ ملی ہوئی ہوتی ہے وہ انسان کو بشریت سے الگ کر کے الوہیت کے سایہ میں لا ڈالتا ہے 214

صحابہ کرام کا اخلاص 307

اگر ہم اللہ تعالیٰ سے مدد مانگتے ہوئے اخلاص و وفا کے ساتھ اپنے کام کرتے رہے تو ان میں سے یا ان کی اگلی نسلوں میں سے لوگ اسلام کو سمجھیں گے اور داخل ہوں گے 355

اصل چیز اخلاص ہے کثرت نہیں..... 558

اخلاص سے بھری ہوئی خواتین بھی اللہ تعالیٰ نے جماعت کو عطا فرمائی ہیں 604

اللہ تعالیٰ کی نظر دلوں پر ہے اور اللہ تعالیٰ تڑپ کے ساتھ کام کرنے والوں کے اخلاص کو برکت بخشتا ہے اور انہیں قرب میں جگہ دیتا ہے 628

یہ جماعت کے افراد کا اخلاص اور قربانی کی روح ہے جس کی وجہ سے اللہ تعالیٰ برکت ڈالتا ہے 665

اس وقت اسلام میں اخلاص باقی نہیں رہا 709

اسائیلم سیکرز

یورپ میں اسائیلم لینے والوں کی ایک غلطی اور حضور انور کی رہنمائی کہ مختصر اور صحیح بات کریں 26

اسائیلم سیکر کو نصیحت کہ جھوٹ نہیں بولنا 54

اسائیلم سیکرز کو نصیحت کہ جماعت کے سفیر بن کر اپنا کردار ادا کریں 364

استغفار

اس سال کو دعاؤں، درود اور استغفار سے بھر دیں 10

استغفار اور تسبیح کرو اور اپنی جماعت سے گناہ دور کر دو تو پھر فوج در فوج لوگ آئیں گے 68

استغفار کی فلاسفی 208

عہدیداران کو نصیحت کہ استغفار اور درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہئے تا کہ عاجزی قائم رہے اور خدمت کی توفیق صحیح رنگ میں ملتی رہے 252

استغفار کی دو قسمیں 269

ہمیں دعاؤں اور استغفار کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے 327

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بہت استغفار کرو 329

مہمان نوازی کے حوالہ سے استغفار کی نصیحت 367

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار ،استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت.... پانچ نمازوں کو ادا کرنا 448

دعا، تضرع، صدقہ، خیرات کرو، زبانوں کو نرم رکھو، استغفار کو اپنا معمول بناؤ 575

توبہ اور استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے اور ان کی توبہ قبول بھی ہو جاتی ہے 609

استعانت اور استمداد

حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی روشنی میں حضور انور کی پر معارف تفسیر 716 تا 726

اسلام

ہمارا کام اسلام کے پیغام کو دنیا میں پھیلانا ہے 3

اسلام کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش کے خلاف دعا کی تحریک 70

خدا تعالیٰ اسلام کا مفہوم چاہتا ہے نہ نام اور لفظ 78

اگر تم اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہو تو پہلے خود تقویٰ اور طہارت

اختیار کرو 79
ایک غلط فہمی کہ اسلام کے اقتصادی نظام کا نظریہ شاید مودودی صاحب نے پیش کیا تھا.... 118
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر اسلام کی حقیقی تصویر بننے کی کوشش کرنے والے ہوں 418
آج اسلام کے خلاف شیطانی قوتوں کا مقابلہ جماعت احمدیہ نے ہی کرنا ہے 419
دنیا کو یہ بتایا جائے کہ حقیقی اسلام میں ہی اب دنیا کا امن ہے 507
صحیح اسلامی اعمال کی تصویر پیش کرنا ہر احمدی کا کام ہے 566

صداقت وفضیلت

اسلام کے باہر کوئی مذہب دنیا میں نہیں جس کے پاس خدا کا تازہ کلام اور زندہ معجزات ہوں 44
بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے 49
اسلام امن اور سلامتی کا نام ہے 97
اسلام ایک زندہ مذہب ہے 129
ایک یہودی کا حضرت عمرؓ سے کہنا کہ ہمیں مسلمانوں سے حسد ہے کہ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی بات نہیں جو اسلام کے احکامات میں موجود نہ ہو 286
اسلام تو امن وسلامتی کا مذہب ہے 371، 524، 542، 594
اسلام نے بھائی چارے کا ایک تقدس قائم کیا ہے اور جو اس کو پامال کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے 759

تعلیم وعقائد

اسلام ملکی قانون کی پابندی اور وطن سے محبت کا حکم دیتا ہے 315
جرمنی میں مختلف مساجد کا افتتاح اور اسلام کی خوبصورت تعلیم لوگوں تک پہنچانا 370
اسلام میں دوران حمل روزہ نہ رکھنے کی حکمت اور طلاق کو ناپسند کرنے کی حکمت 455
حضور انور کا BBC سے انٹرویو جس میں آپ نے فرمایا کہ جماعت جو تعلیم دیتی ہے وہ اسلام کی حقیقی تعلیم ہے 498
اسلامی تعلیم کے دو بنیادی حصے اور اس کی تشریح وتفصیل 589
نماز اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے 624

اندرونی وبیرونی فتنے

جس طرح یہودی اور عیسائی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اسی طرح اسلام میں بھی ہیں 592
مسلمان حکومتوں اور تنظیموں کا فتنہ وفساد جس نے اسلام کے نام سے خوفزدہ کیا ہوا ہے، آنحضرتؐ رحمۃ للعالمین کی بدنامی کا باعث 649
اس وقت اسلام میں اخلاص باقی نہیں رہا 709

نشاۃ ثانیہ

مبلغین سلسلہ کی دنیا بھر میں اسلام کی تعلیم اور اشاعت کے بارہ میں مساعی 4
خلیفۃ المسیح کے دورہ جات کی وجہ سے اسلام کی تعلیم اور جماعت کا تعارف اور برکات، امریکہ، کینیڈا وغیرہ کے دورہ کا ایک جائزہ 4
میڈیا کے ذریعہ سے کروڑوں لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچا 5
اللہ تعالیٰ غیر معمولی طور پر حقیقی اسلام کا پیغام پہنچانے کے راستے کھول رہا ہے 6
اللہ تعالیٰ کے فضل سے لاکھوں سعید روحوں کو احمدیت یعنی حقیقی اسلام کو قبول کرنے کی اللہ تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی 11
اسلام کے احیائے نو کا انقلاب عملی اصلاح تھا 45، 46
آپؑ کی پیشگوئیاں جو آپ نے کیں یہ اپنے لئے نہیں بلکہ اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے اور آنحضرت ﷺ کا مقام ومرتبہ ہمیں بتانے کے لئے یا دنیا کو بتانے کے لئے ہیں 89
جلسہ سالانہ، اسلام کے بارہ میں نیک اثرات پیدا کرنے والا تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ 370
حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر اسلام کی حقیقی تصویر بننے کی کوشش کرنے والے ہوں 418

افریقہ میں ایک مسجد کا افتتاح اور چیف عیسائی کا شامل ہونا کہ میں دیکھوں یہ کون مسلمان ہیں جو ایک عیسائی کو دعوت دے رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ایسا اسلام اور مسجد وقت کی ضرورت ہے 567

حضرت مسیح موعودؑ کا اسلام کی خوبصورت تعلیم کو پھیلانے کے لئے ایک درد 758

اعتراضات

مسلمان مسلمان پر اس قدر ظلم کر رہا ہے اور غیر مسلموں کو موقع دے رہا ہے کہ اسلام پر اعتراض کریں 69

قرآن کریم تو ہر اس شخص کے اعتراض کو ردّ کرتا ہے جو آجکل کے مسلمانوں کے غلط عمل دیکھ کر اسلام پر کرتا ہے 494

مخالفت

دشمنان اسلام پارہ پارہ ہو کر ہوا میں اڑ جائیں گے 414

مخالفین اسلام کا ایک نئی مخالفانہ فلم بنانا اور واشنگٹن اور جرمنی (برلن) میں چلائے جانے کا پروگرام اور جماعت کا ردّعمل 413

تنظیم اخوان المسلمین کا احمدیت کے اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ اور الٰہی نشان کہ الازھر نے ان کے خلاف فتویٰ دے دیا..... 561

اسوہ،نمونہ

بنی نوع انسان سے ہمدردی کے حوالہ سے آنحضرتؐ کا اسوہ ہمیں اپنانے کی ضرورت ہے 281

آپؐ کا مبارک وجود کہ جن کے نمونے سے دنیا میں توحید حقیقی قائم ہوئی 288

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوہ کی روشنی میں تربیت کی طرف توجہ دلائی جاتی ہے 361

رمضان میں قرآن کریم کا ایک دور ختم کرنے کی بابت آنحضرتؐ کا اُسوہ 422

آنحضرتؐ اور صحابہ کا اسوۂ مہمان نوازی 511

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ پر چلتے ہوئے ہم نے دنیا کی خیر اور بھلائی ہی چاہنی ہے 658

ہمارے پاس اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم موجود ہے جس کی اطاعت کرنا ہم پر فرض کیا گیا ہے 738

آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کے عاجزی وانکساری کے اعلیٰ نمونے اللہ تعالیٰ ہم میں دیکھنا چاہتا ہے 773

اسیران

اسیران کی بہبود کے لئے صدر صاحب خدام الاحمدیہ پاکستان کی مساعی و دیگر خدمات 254،253

اصلاح

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا مشن اور بعثت کا مقصد صرف عقائد کی اصلاح کرنا نہیں تھا۔ آپ نے واضح فرمایا ہے کہ بندے کا خدا تعالیٰ سے تعلق جوڑنا اور اعمال کی اصلاح کرنا بھی ضروری ہے 19

عملی اصلاح کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات اور حضور انور کی تشریح 19 تا 30

ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند ہونا ہوگا 39

ہم میں سے ہر ایک اپنی عملی اصلاح کی روکوں کو دُور کرنے کی بھرپور کوشش کرے 20

قوتِ ارادی اور قوتِ عملی ہی دو بنیادی چیزیں ہیں جو عملی اصلاح پر اثر انداز ہوتی ہیں 22

دو قسم کی روکیں ہیں جو عملی اصلاح کے راستے میں حائل ہوتی ہیں 24

بعض دفعہ صحیح علم نہ ہونے کی وجہ سے انسان اعمال کی اصلاح نہیں کرسکتا 25

صلاحِ اعمال کے لئے تین چیزوں کی مضبوطی کی ضرورت ہے 27

چودہ سو سال پہلے اصلاح کا جو عمل قوتِ ایمان کی وجہ سے انقلاب لایا، اُس کی مثال اس وسیع پیمانے پر دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتی 37

ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کا

پابند ہونا ہوگا 39
ہر احمدی کو اپنا جائزہ لیتے ہوئے اپنی اصلاح کی بھی ضرورت ہے 41
اصلاح کا پہلا ذریعہ قوت ارادی کی مضبوطی ہے یعنی ایمان جس کیلئے انبیاء دنیا میں آتے ہیں 44
اسلام کے احیائے نو کا انقلاب عملی اصلاح تھا 45،46
ہمارے مربیان اور امراء اور عہدیداران کو اپنے اپنے دائرے میں اصلاح کی کوشش کرنی چاہئے 49
عملی اصلاح کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ اور حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات اور واقعات کا بیان اور حضور انور کی پرمعارف تشریح 58 تا 70
جبر اصلاح کا ایک پہلو ہے جو دنیا میں بھی رائج ہے 60
ہمیشہ نرمی سے سمجھاؤ اور جوش کو ہر گز کام میں نہ لاؤ 84
خدا رحیم و مشفق ہے۔ اُس نے مسیح موعود کو بھیج کر اس زمانے میں بھی دنیا کی اصلاح کے سامان کئے ہیں 126
اللہ تعالیٰ یہ چاہتا ہے کہ انسانوں کی اصلاح ہو اور انسان خدا تعالیٰ کا بھی حق ادا کرنے والے ہوں 144
جلسوں کا مقصد بھی عملی اصلاح ہے 358
جماعتی انتظامات میں کمزوریوں پر صرف معذرت کرنا کافی نہیں اصل چیز اصلاح اور عملی کوشش.... 384
اصلاح کے ذرائع، نماز، قرآن شریف پر تدبر 425
کوئی بھی شخص ناقابل اصلاح نہیں 440

اطاعت

اطاعتِ خلافت اور احترامِ نظام کے حوالے سے بھی افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے 58
خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت ہے 66
خلیفہ وقت کی ہر صورت میں اطاعت اور نظام کی فرمانبرداری کی ایک اہمیت ہے اور ہر ایک پر یہ اہمیت واضح ہونی چاہئے 67
خدا تعالیٰ کی اطاعت کرنے والے درحقیقت تین قسم پر منقسم ہیں 204
گناہ درحقیقت ایک ایسا زہر ہے جو اس وقت پیدا ہوتا ہے کہ جب انسان خدا کی اطاعت اور خدا کی پرجوش محبت اور محبانہ یادِ الٰہی سے محروم اور بے نصیب ہو 209
روح کی راحت اسی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں انسان فنا ہو جائے اس کے احکامات کی پابندی کرے، اطاعت کرے 210
مومن کو صرف خدا تعالیٰ کی رضامندی کی حاجت ہوتی ہے اور اسی کی اطاعت کو وہ ہر دم مدنظر رکھتا ہے 302
حضرت مسیح موعودؑ نے اونٹوں کی مثال سے نبوت اور امامت کی اطاعت کے مسئلے کو حل فرمایا 324
کامل اطاعت کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات اور اقتباسات اور حضور انور کی پرمعارف تشریح 342 تا 358
عہدیداران کو نصائح، اطاعت کے معیار اعلیٰ سے اعلیٰ کریں جیسے آنحضرتؐ کے ایک صحابی عبداللہ بن مسعود..... 344
اطاعت کی اہمیت اور برکات 344
آنحضرتؐ کے ایک صحابی عبداللہ بن مسعودؓ کی اطاعت کی مثال 345
خلیفہ اولؓ کا فرمانا کہ غسّال کی طرح اپنے آپ کو امام کے ہاتھ میں دو.... 346
اطاعت وہی ہے جو فوری طور پر کی جائے حضرت مرزا بشیر احمد صاحب کا نمونہ 346
یہ غلط سوچ ہے کہ کامل اطاعت نقصان دہ ہے 347
خلافت کی اطاعت کے عہد کو اس لئے نبھانا ہے کہ ایک امام کی سرکردگی میں خدا تعالیٰ کی حکومت کو دنیا کے دلوں میں بٹھانے کی مشترکہ کوشش کرنی ہے 347
اطاعت ایک ایسی چیز ہے کہ اگر سچے دل سے اختیار کی جائے تو دل میں ایک نور اور روح میں ایک لذت اور روشنی آتی ہے 350
مجاہدات کی اس قدر ضرورت نہیں ہے جس قدر اطاعت کی ضرورت ہے 350
یاد رکھیں عہد بیعت پورا کرنے کے لئے اطاعت انتہائی اہم ہے 350

حضرت مولوی شیر علی صاحب کا اطاعت کا مضمون بیان کرنا 350
اللہ تعالیٰ توحید کو پسند فرماتا ہے اور یہ وحدت قائم نہیں ہوسکتی جب تک اطاعت نہ کی جاوے 351
صحابہ کرام کا اطاعت کا نمونہ اور برکات 351
کامل اطاعت کے نتیجہ میں تمہاری ترقی مشرق میں بھی ہوگی اور مغرب میں بھی ہوگی، یورپ بھی تمہارا ہوگا اور ایشیا بھی، امریکہ بھی تمہارا ہوگا اور افریقہ بھی، آسٹریلیا میں بھی حقیقی اسلام کا جھنڈا لہرائے گا اور جزائر میں بھی 354
حضور انور کا خلافت کی اطاعت اور وفا پر خطبہ دینا اور دنیا بھر سے احمدی احباب کا اظہار اخلاص و وفا 369
ڈاکٹر تاثیر صاحب کا عبدالوہاب آدم صاحب کی اطاعت کے بارے میں ایک واقعہ 398
اطاعت کے متعلق ایک اہم ہدایت 548
سر والٹر ریلے کا وفاداری اور اطاعت و محبت کے جذبے کی مثال رقم کرتے ہوئے ملکہ کے آگے کوٹ بچھانا 622،621
اطاعت کی اہمیت و برکات اور اس کے تقاضے 727 تا 738
سچے دل سے اطاعت دل میں ایک نور پیدا کرتی ہے 732،731
آپؑ کا نپولین کا واقعہ بابت اطاعت اولی الامر بیان فرمانا 733 تا 735
بیعت کا تو مفہوم ہی اطاعت میں اپنے آپ کو فنا کرنا ہے 735
آپؑ کی بیعت میں آ کر اَطِیْعُوا اللّٰہَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ..... کا ایسا نمونہ بنیں جو دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچنے والا ہو 737
ہمارے پاس اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم موجود ہے جس کی اطاعت کرنا ہم پر فرض کیا گیا ہے 738

اعتراض

بعض چینلز پر یا انٹرنیٹ پر مولوی جو اعتراض کرتے ہیں اُن کے جواب اور بعض دفعہ بڑے عمدہ اور احسن رنگ میں جواب ایک عام احمدی بھی دے دیتا ہے 45
مسلمان مسلمان پر اس قدر ظلم کر رہا ہے اور غیر مسلموں کو موقع دے رہا ہے کہ اسلام پر اعتراض کریں 69
ایم ٹی اے پر راہِ ھدیٰ پروگرام میں حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام پر اعتراض اور اس کا جواب 71
آجکل ہونے والا ایک اعتراض کہ قرآن کی تعلیم اگر یہ ہے تو مسلمانوں کے عمل اس کے مطابق کیوں نہیں؟ 80
بعض لوگ اعتراض کر دیتے ہیں کہ ہم کہتے ہیں Love for all۔ یہ کس طرح ہوسکتی ہے 203
جرمنی جلسہ پر بینر لگا دیکھ کر کسی کا اعتراض کرنا 354
شر پسندوں نے فیس بک پر کسی قابل اعتراض تصویر کو احمدی خادم مکرم عاقب سلیم صاحب ولد مکرم محمد سلیم صاحب کی طرف منسوب کیا 478
قرآن کریم تو ہر اس شخص کے اعتراض کو ردّ کرتا ہے جو آجکل کے مسلمانوں کے غلط عمل دیکھ کر اسلام پر کرتا ہے 494
جلسہ جرمنی پر غیر مسلم جوڑے کا اعتراض کی نیت سے شامل ہونا اور بیعت کر کے لوٹنا 524

اقتصادیات

دنیا کی معاشی بدحالی کی ایک بنیادی وجہ بنکوں کے سود 47
جو لوگ معاشیات میں دلچسپی رکھتے ہیں اُن کو اسلام کے اقتصادی نظام کا مطالعہ کرنا چاہیے 118
امیروں اور غریبوں کے درمیان معاشی فرق خوفناک حد تک بڑھتا چلا جا رہا ہے 141

الحوار الباشر

فراس صاحب آف ابوظہبی کا ایم ٹی اے الحوار الباشر اور حضورؑ کی تحریرات کے متعلق تاثرات 95

السلام علیکم کہنا

السلام علیکم کو رواج دینے کی ہدایت 525
رانا کرامت اللہ صاحب، مانسہرہ، السلام علیکم کہنے پر پہلا مقدمہ

ان پر ہوا تھا 563

امامت، امام

ہم نے زمانے کے امام کو مانا ہے تو اُس کی توقعات پر پورا اترنے کے لئے ہمیں پوری طرح سعی و کوشش کرنی چاہئے 86

یہ بھی الٰہی معجزہ تھا کہ امام مہدی کو فارسی الاصل پیدا کیا 97

امام مہدی کے ظہور کے متعلق مختلف لوگوں کی خوابیں 194 تا 200

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق دے کہ ہم اس زندہ خدا کا پیغام اس زمانے کے امام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عاشق صادق کی اتباع میں دنیا کو پہنچانے والے ہوں 246

ہم نے زمانے کے امام کی بیعت کی ہے جس سے خدا تعالیٰ کے فتوحات کے وعدے ہیں 315

حضرت مسیح موعودؑ نے اونٹوں کی مثال سے نبوت اور امامت کی اطاعت کے مسئلے کو حل فرمایا 324

اللہ تعالیٰ عوام الناس کو بھی علماء کے چنگل سے نکالے اور یہ حقیقت کو سمجھیں اور زمانے کے امام کو پہچاننے والے ہوں 341

اللہ تعالیٰ کا ہم پر احسان ہے کہ اس نے ہمیں زمانے کے امام مسیح موعود اور مہدی موعود کو ماننے کی توفیق عطا فرمائی 342

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ امام تمہاری ڈھال ہے 344

خلیفہ اولؓ کا فرمانا کہ غسّال کی طرح اپنے آپ کو امام کے ہاتھ میں دو..... 346

خلافت زمانے کے امام کو ماننے کے بعد قائم ہوئی ہے 347

اس زمانے کے امام کو مان کر روحانی پانی ہمیں میسر آ گیا 352

امانت

آمد کے حصول کے حلال ذرائع اختیار کریں اور امانت، دیانت کے معیار اونچے کریں 68

اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا 68

حضرت مصلح موعود نے بچوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی کہ ان کی اولادیں اور اُن کی اولادیں ابد تک تیری امانت ہوں جس میں شیطان خیانت نہ کر سکے اور دین کو دنیا پر مقدم کرنے والی ہوں 120

دنیا میں جتنی تنظیمیں ہیں اور انجمنیں ہیں جب قائم ہوتی ہیں تو اپنا اپنا کوئی نہ کوئی مطمح نظر رکھتی ہیں اور اگر سنجیدہ اور امانت کا حق ادا کرنے والی ہیں تو اس کے حصول کے لئے سنجیدگی سے کوشش بھی کرتی ہیں تا کہ اپنے آپ کو دوسروں سے ممتاز کر سکیں 285

حدیث میں مذکور تین اشخاص کی مثال جو اپنی نیکیوں کی وجہ سے بچائے گئے، ایک کی امانت کا واقعہ 490

امت مسلمہ

امت مسلمہ اور مسلم ممالک کے لئے دعا کی تحریک 200

اللہ تعالیٰ دنیا کو اور خاص طور پر عرب مسلمانوں کو عقل اور جرأت دے کہ وہ خدا تعالیٰ کے فرستادے کے پیغام کو سمجھیں اور امت مسلمہ کو آج پھر امت واحدہ بنانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس غلام صادق کے مددگار بنیں 232

نہ لیڈروں میں تقویٰ ہے نہ علماء میں تقویٰ ہے، نوجوان نسل کے جذبات کو ابھار کر ظلم کی راہ پر لٹکایا ہوا ہے، مسلم امّہ کو کوئی سمجھانے والا نہیں 412

اگر مسلم امّہ حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کی بجائے مددگار ہو جائے تو یہ بے چینیاں ختم ہو جائیں اور جہاد کے نام پر فتنہ و فساد باہمی محبت اور پیار میں بدل جائے 412

مسلم امّہ کیلئے دعا کی تحریک ان کی وجہ سے غیر مسلموں کو اسلام اور آنحضرتؐ کو بدنام کرنے کا موقع مل رہا ہے 413

مسلم امّہ کو سمجھ لینا چاہئے کہ دجالی طاقتیں بڑے طریقہ سے انہیں ایک دوسرے سے لڑا رہی ہیں 414

مسلم امّہ کا چین اور امن احمدیوں کی دعاؤں سے ہو گا 484

پس ایک مومن کی نشانی یا امت مسلمہ کا فرد ہونے کی نشانی یہ ہے کہ

نیکیوں کی تلقین کرنے والے اور بدی سے روکنے والے ہوں 522

امن

یہ جبر حکومتی قوانین میں بھی لاگو ہے۔ سزائیں بھی ملتی ہیں، جیلوں میں بھی ڈالا جاتا ہے، جرمانے بھی ہوتے ہیں، بعض دفعہ مارا بھی جاتا ہے۔ اور مقصد یہی ہوتا ہے کہ معاشرے میں امن رہے 60

اللہ تعالیٰ سب کو اپنی حفاظت میں رکھے اور جو فتنہ پرداز اور امن برباد کرنے والے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ جلدی اپنی پکڑ میں لے 86

اسلام امن اور سلامتی کا نام ہے 97

سیاسی لیڈر اور دیگر نظام دنیا میں امن قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہوسکے 139

بدھ مت کے رہنما دلائی لامہ کا امن کے بارے میں پیغام 139، 140

کارڈینل پیٹر ٹرکسن جو پوپ کی کیبنٹ کے پریذیڈنٹ ہیں کا بیان کہ دنیا بھر سے مختلف مذاہب کے نمائندگان اکٹھے ہو کر دنیا میں امن کے قیام کے لئے بات کر رہے ہیں 141

امریکہ کی کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجس فریڈم کی وائس چیئرمین، ڈاکٹر کیٹرینا کا بیان کہ جماعت احمدیہ اس بات کا جیتا جاگتا ثبوت ہیں کہ مذہب کا امن، باہمی افہام و تفہیم اور آزادی سے چولی دامن کا ساتھ ہے 142

وزیرِ اعظم برطانیہ کا پیغام کہ مَیں احمدیہ مسلم جماعت کو دنیا میں امن کے قیام کے لئے مختلف مذاہب کے نمائندگان کو ایک پلیٹ فارم پر اکٹھا کرنے پر دلی مبارکباد پیش کرتا ہوں 143

فتح مکہ کے موقع پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر ایک کافر کو بھی امن سے قانون کے دائرے کے اندر رہنے کی شرط پر معاف فرمادیا 145

آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں امن کے قیام کے لئے تھیں 146

یورپین کونسل فار ریلیجس لیڈرز کے جنرل سیکرٹری نے جماعت یوکے کی منعقدہ تقریب میں کہنا کہ سب کا یہ تسلیم کرنا کہ ہم سب امن کے خواہاں ہیں ایک بہت بڑی کامیابی ہے 148

جماعت احمدیہ یوکے کے سو سال پورے ہونے پر منعقدہ تقریب میں حضور کا خطاب اور غیروں کے تبصرے کہ آپکا پیغام امن کا پیغام ہے 147 تا 152

حقیقی امن تبھی قائم ہوگا جب خدا کے بھیجے ہوئے مہدی کو قبول کریں گے 200

جب تک خدا سے محبت ذاتی پیدا نہ ہو تو ایمان بڑے خطرہ کی حالت میں ہے لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آجاتا ہے 213

خدا امن کا بخشنے والا اور اپنے کمالات اور توحید پر دلائل قائم کرنے والا ہے 241

حج اس شخص پر فرض ہے جس کو استطاعت ہو اور جس کا راستہ پر امن ہو 298

اسلام تو امن و سلامتی کا مذہب ہے 371، 524، 542، 594

دنیا کے لیڈروں اور پریس کو پیغام کہ امن قائم کرنا ہے تو انصاف کو قائم کرو اور ڈبل سٹینڈرڈز نہ بناؤ 316

آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے مومنوں کے خوف کو امن میں بدلنے کی خوشخبری دی ہے 325

جرمنی میں مسجد کے افتتاح کے موقع پر غیروں کے تاثرات کے جماعت نے ہمیشہ امن کا پیغام دیا 371 تا 377

مسلم امّہ کا چین اور امن احمدیوں کی دعاؤں سے ہوگا 484

اللہ تعالیٰ سب کو، نہ صرف احمدیوں کو بلکہ دنیا کے ہر فرد کو اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ اور وہ اس امن اور سکون کو پا سکیں جس کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو بھیجا ہے 506

دنیا کو یہ بتایا جائے کہ حقیقی اسلام میں ہی اب دنیا کا امن ہے 507

حقیقی مسلمان سے نہ صرف اپنے بلکہ دوسرے مذہب کے ماننے والے بھی امن اور سلامتی میں رہتے ہیں 522

جلسہ یوکے کے موقع پر مہمانوں کے جلسہ کے پر امن ہونے کے

بارے میں تاثرات 530تا546

انٹرویو

جاپان کا ایک اخبار کا جس کی سرکولیشن بیس ملین یا دو کروڑ اس کا حضور انور کے انٹرویو لینا اور خبر شائع کرنا 5

آسٹریلیا میں حضور انور کے انٹرویو کے سلسلہ میں خدائی تائید کا نشان 5،4

حضور انور کا ایک ٹی وی چینل کو انٹرویو کہ جس خلافت کو تم سمجھ رہے ہو یہ کوئی خلافت نہیں وہ جاری ہو چکی...... 413

حضور انور کا BBC سے انٹرویو جس میں آپ نے فرمایا کہ جماعت جو تعلیم دیتی ہے وہ اسلام کی حقیقی تعلیم ہے 498

اِوَان بارتَولو صاحب، مالٹا کے ایک صحافی کا حضور انور کا انٹرویو لینا 535

آئرلینڈ کے نیشنل اخبار آئرش ٹائمز کا حضور انور کا انٹرویو لینا 598

انصار دین، فرقہ

بورکینا فاسو، بنفوراریجن کی ایک جماعت نیاکارا (Niankara) کے گاؤں میں لوگوں کا احمدیت قبول کرنا اور اس پر فرقہ انصار دین والوں کا زور لگانا کہ ہمارے فرقہ میں شامل ہوں 8

انصاف

خدا کا جہاز تمام قدرتوں کے ساتھ سچے انصاف پر چل رہا ہے 241

میں اکثر جب مختلف لیڈروں اور پریس کو یہ کہتا ہوں کہ امن قائم کرنا ہے تو انصاف قائم کرو اور ڈبل سٹینڈرڈ نہ بناؤ تو اکثر اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ اس بات کی ہمارے اندر کمی ہے 315

اگر انصاف پسند مسلمان سورۃ البروج پر غور کریں تو احمدیوں پر ہونے والے ظلم اور خاص طور پر ایسے ظلموں کے بارے میں اپنے علماء، اپنے لیڈروں، اپنے سیاستدانوں، اپنی حکومتوں کے رویوں اور احمدیت کی مخالفت میں جو عمل یہ لوگ دکھاتے ہیں اور کرتے ہیں ان کی حقیقت کھل جائے 466

حدیث میں مذکور تین اشخاص کی مثال جو اپنی نیکیوں کی وجہ سے بچائے گئے 490

قرآن کریم کہتا ہے کہ کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں ناانصافی پر مجبور نہ کرے 494

میڈیا والے انصاف سے کام نہیں لیتے 498

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ سچائی کا ایسا معیار ہو اور انصاف کا ایسا معیار ہو کہ اگر اپنے خلاف یا اپنے پیاروں کے خلاف بھی بات جاتی ہو تو کرو 523

دشمن کی دشمنی بھی تمہیں عدل اور انصاف کرنے سے نہ روکے 523

اگر اپنی عاقبت اور دنیا سنوارنی ہے تو دشمن سے بھی انصاف کا سلوک کرنے کا حکم 758

انفاق فی سبیل اللہ (مزید دیکھیں "چندہ")

غریب ممالک میں رہنے والے احمدی اپنی اپنی بساط کے مطابق غیر معمولی طور پر مالی قربانیاں کر رہے ہیں 11

مالی قربانی کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد 14

پاکستان کے حالات کے باوجود جماعت احمدیہ پاکستان کا قربانیوں میں نمایاں کردار 15

گزشتہ سال جو چھپن واں سال وقف جدید کا تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید میں چوّن لاکھ چوراسی ہزار پاؤنڈ کی مالی قربانی جماعت نے پیش کی 15،14

انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت اور احمدی احباب کی مالی قربانی کے ایمان افروز نظاروں کا بیان 660 تا676

ایم ٹی اے 673

گھانا کے سرکاری ٹی وی نے ایم ٹی اے کے پروگرام دینے شروع کئے ہیں 6

ایم ٹی اے پر راہِ ھدیٰ پروگرام میں حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام پر اعتراض اور اس کا جواب 71

عبیات صاحب کا ایم ٹی اے دیکھ کر بیعت کرنا 98،97

ایم ٹی اے پر بعض پروگرام بعض لوگ دیکھتے بھی نہیں 138

جماعت احمدیہ یوکے نے برطانیہ میں جماعت کے سو سال مکمل ہونے پر ایک تقریب منعقد کی جو ایم ٹی اے پر نشر ہوئی، حضور کا اس کو دیکھنے کا ارشاد 138
ایم ٹی اے کے ذریعہ مسیح موعودؑ کا پیغام دنیا بھر میں جانا 181,174
ایم ٹی اے کی اہمیت 183
اگر سب ایم ٹی اے سے منسلک ہو جائیں اور جماعت کا ہر فرد اس پر توجہ دینی شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا تربیتی معیار بہت بلند ہو سکتا ہے 183
الطیب الفرح صاحب ایک مراکشی احمدی کا سپین کے علاقہ مرسیا سے نیک نمونہ اور ایم ٹی اے دیکھ کر احمدیت قبول کرنا 383
اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایم ٹی اے بھی جلسے کے پروگرام اپنوں اور غیروں تک پہنچانے میں بڑا کردار ادا کرتا ہے 545
ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا میں خطبہ جمعہ جو ہے یہ سب سے زیادہ جماعت احمدیہ میں سنا جاتا ہے 632
ایم ٹی اے پاکستان کو ایک نصیحت 689

ایمان

مخلوقِ خدا کی ہمدردی ایمان کا دُوسرا جزو ہے 14
اللہ تعالیٰ سے اصلاح چاہنا اور اپنی قوت خرچ کرنا یہی ایمان کا طریق ہے 29
دین کے معاملے میں قوتِ ارادی ایمان کا نام ہے 32
ایمان کی گرمی ہی قوتِ ارادی پیدا کر سکتی ہے 38
اگر ایمان مضبوط ہو تو اللہ تعالیٰ کی قدرت پر یقین ہوتا ہے 53
علاج کے طور پر تربیت کر کے ایمان میں مضبوطی پیدا کرنا ضروری ہے 61
سارے فضل ایمان کے ساتھ ہیں 85
انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے 165
جب تک خدا سے محبت ذاتی پیدا نہ ہو تو ایمان بڑے خطرہ کی حالت میں ہے لیکن جب ذاتی محبت ہو جاتی ہے تو انسان شیطان کے حملوں سے امن میں آ جاتا ہے 213
خلافت رابعہ میں مرکزی شعبہ سمعی بصری کا قیام عمل میں آیا 262
عیسائیوں کا پہاڑوں کی غاروں میں چھپ کر اپنے ایمان کو محفوظ رکھنا.... 503
اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لئے نشانات ظاہر کر رہا ہے 562
اللہ تعالیٰ نے ایمان کو اعمال صالحہ کے ساتھ جوڑ کر مشروط کیا اور یہ حالت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء بھی بھیجتا ہے 566
اعمال صالحہ اور ایمان کی ضرورت و اہمیت 564 تا 576

بدھ مت

لندن میں بدھ مت کے دلائی لامہ کا پیغام پڑھا جانا 139

بھائی چارہ/ بھلائی

تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں 428
اللہ تعالیٰ کے احکامات اور اس کی طرف سے آنے والی ہر بات اور اس کی ہدایات ہماری بھلائی اور ہمیں سکھ پہنچانے کے لئے ہیں 458
دنیا کو بھلائی کی طرف بلانا اور ہر ایک کی بھلائی چاہنا احمدی کا کام ہے 650
آنحضرت ﷺ کے اسوہ پر چلتے ہوئے ہم نے دنیا کی خیر اور بھلائی ہی چاہنی ہے 658
اسلام نے بھائی چارے کا ایک تقدس قائم کیا ہے اور جو اس کو پامال کرتا ہے اس کا ٹھکانہ جہنم ہے 759

بیعت

خلافت آپؑ کی نیابت میں آپ کے نام پر بیعت لے گی 344
برنی کونی شہر میں ایک چھوٹا سا گاؤں بٹورو (Botoro) ہے جس کے تمام لوگوں کا احمدی ہو جانا 7
بنفورا ریجن کی ایک جماعت نیا کارا (Niankara) کے گاؤں میں دو سو دس افراد کا احمدی ہونا 8
بورکینا فاسو کے ددگو (Dedougou) ریجن کے لوگوں کا

بارش کا نشان دیکھ کر احمدیت قبول کرنا 103

ہزار ہا انسانوں نے محض اس وجہ سے آپؑ بیعت کی کہ خواب میں انکو بتلایا گیا کہ یہ سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضورؐ کو خواب میں دیکھا 185

آنحضرتؐ کا مشاہیر فقراء کو رؤیا اور خواب میں بتانا کہ حضرت مسیح موعودؑ سچے ہیں جیسے سجادہ نشین، صاحبُ العَلَم سندھ، خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف اور ان کی پیشگوئیاں 185

آپؑ کے زمانہ میں لوگوں کا الٰہی رہنمائی کے ذریعہ احمدیت قبول کرنا اس کے بعض واقعات 193

سید عبدالحی عرب صاحب کا خطبہ الہامیہ سن کر بیعت کرنا 226

جلسہ سالانہ جرمنی کے موقعہ پر انیس (19) قوموں کے تراسی (83) لوگوں نے بیعت کی توفیق پائی جو وہاں موجود تھے اور ان کے بیعت کے واقعات 380 تا 384

بیعت کے موقع پر پاکستان والوں کا شکوہ کہ بیعت کے الفاظ اکثر انگریزی میں دہرائے جاتے ہیں اور اردو میں بہت کم 386

حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آ کر ہماری مشترکہ دعائیں ہی ہماری انفرادی تکالیف کو بھی دور کر سکتی ہیں 491

بورکینا فاسو کے علاقہ گان ژورگو میں گاؤں کے چیف اور امام سمیت پانچ سو افراد کا بیعت کرنا 501

خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا حضورؑ کی دستی بیعت کے بعد کی کیفیت کا اظہار کرنا 682

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آ کر ہمیں دوسروں سے مختلف نظر آنا چاہئے 692

مفہوم

بیعت کا تو مفہوم ہی اطاعت میں اپنے آپ کو فنا کرنا ہے 735

اہمیت و شرائط

ہمیں ایک دوسرے کا مددگار بننے کی ضرورت ہے تبھی ہم اپنی بیعت کا حق ادا کرنے والے ہوں گے 86

حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آئے ہو تو اس کی قدر کرو 104

شرائط بیعت کے ایک فقرہ دین کو دنیا پر مقدم رکھیں گے کی وضاحت 290

جب اپنے آپ کو امام کے ہاتھ میں دے دیں گے تو تبھی عہد بیعت نبھانے والے ہوں گے 346

یاد رکھیں عہد بیعت پورا کرنے کے لئے اطاعت انتہائی اہم ہے 350

جو شخص قرآن کریم کے سات سو حکموں میں سے کسی ایک حکم کو بھی جان بوجھ کر چھوڑتا ہے تو اس کا بیعت کا دعویٰ عبث ہے 415

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر اسلام کی حقیقی تصویر بننے کی کوشش کرنے والے ہوں 418

بنی نوع انسان سے محبت کے بغیر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بیعت میں آنے کے مقصد کو پورا کرنے والے نہیں بن سکتے 570

بیعت کے بعد صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ خوش نہیں ہوتا جب تک اچھے عمل نہ ہوں 575

شرائط بیعت کا بھی خلاصہ یہی ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم رکھا جائے گا 619

ہم احمدی ہیں اور ہم نے زمانے کے امام کے ہاتھ پر عہدِ بیعت کیا ہے کہ ہم اپنے ہر قول و فعل کو خدا کی رضا کے مطابق ڈھالیں گے، عسر یسر میں اللہ تعالیٰ سے ہی مدد مانگیں گے 723,724

ہمیں بھی صرف اس بات پر راضی نہیں ہو جانا چاہئے کہ ہم نے بیعت کر لی بیعت کے معیار کو حاصل کرنے کی ضرورت ہے اور وہ ہے جیسا کہ بیعت کے لفظ سے پتا لگتا ہے بک جانا 736

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بیعت میں آ کر ایسا نمونہ بنیں جو دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچنے والا ہو 737

سر ڈگلس کے نواسے کا حضور ایدہ تعالیٰ کو بیعت لینے کا پیغام 749

جو حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت میں آنے کا دعویٰ کرتا ہے تو وہ اپنے اندر انقلاب پیدا کرے 771

ہماری جماعت میں وہی شریک سمجھنے چاہئیں جو بیعت کے موافق دین کو دنیا پر مقدم کرتے ہیں 774

ہماری جماعت کو ایسا ہونا چاہئے کہ نری لفاظی پر نہ رہے بلکہ بیعت کے سچے منشا کو پورا کرنے والی ہو 774

بیعت کے ایمان افروز واقعات بذریعہ خواب و رؤیا

خواب میں آنحضرتؐ کا ہدایت دینا، صحابہ حضرت اقدسؑ اور دوسروں کی بیعت کے واقعات 99 تا 104

ہزار ہا انسانوں نے محض اس وجہ سے میری بیعت کی کہ خواب میں انکو بتلایا گیا کہ یہ سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا 185

لوگوں کے خواب کے ذریعہ بیعت کے چند پرانے واقعات 194، 195

مالی، Bala کے علاقہ کے تیجانیہ فرقہ کے امام صاحب کا بذریعہ رؤیا احمدیت قبول کرنا ان کی وجہ سے چالیس سے زائد گاؤں احمدی ہوئے 196

مصر کی ایک خاتون کا بذریعہ رؤیا قبول احمدیت 196

ایک مراکشی خاتون کا ایم ٹی اے دیکھ کر استخارہ کرنا اور خواب میں آنحضورؐ اور مسیح موعودؑ کو دیکھ کر بیعت کرنا 197

مالی کے نومبائعین کا خواب میں حضورؑ کو دیکھ کر بیعت کرنا 198، 199

مالی کے ایک مخالف کا خواب میں آنحضرتؐ کو دیکھ کر قبول احمدیت کرنا 198

البانین مہمان ایڑوین صاحب کہتے ہیں کہ جس بات نے مجھے متاثر کیا وہ ایک کثیر تعداد میں سعید الفطرت روحوں کا خوابوں کے ذریعہ سے خبر پا کر جماعت میں شامل ہونا ہے 380

حیدر صاحب کا خواب کی بناء پر قبول احمدیت 381

مراکشی خاتون کا خواب کی بناء پر احمدیت قبول کرنا، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کو خواب میں دیکھنا 381

عباس صاحب، بیلجیئم کے ایک غانین دوست کا خواب کی بناء پر قبول احمدیت 382

مراکشی خاتون کا خواب کی بناء پر احمدیت قبول کرنا، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کو خواب میں دیکھنا 382

خواب کے ذریعہ بیعت کرنے کے واقعات 555 تا 561

بذریعہ کتب حضرت مسیح موعودؑ و خلفاء

یوسف لطیف صاحب کا حضورؑ کی کتب پڑھ کر بیعت کرنا 17

بدر صاحب کا دمشق کے ایک احمدی نومبائع رضوان صاحب کو اسلامی اصول کی فلاسفی پیش کرنا اور ان کا احمدی ہونا 102

سیّد جعفر حسین صاحب کا تفسیر کبیر پڑھ کر بیعت کرنا 113

حضور انور کا نومبائعین سے سوال کہ آپ کو کس چیز نے بیعت کے لئے متاثر کیا تو ان کا جواب کہ اسلامی اصول کی فلاسفی نے 179

فرانس کے ایک عیسائی کا اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھ کر، جلسہ سالانہ میں حضور کا خطاب سن کر احمدی ہونا 382

بذریعہ ایم ٹی اے

عبیات صاحب کا ایم ٹی اے دیکھ کر بیعت کرنا 97، 98

ایک مراکشی خاتون کا ایم ٹی اے دیکھ کر استخارہ کرنا اور خواب میں آنحضورؐ اور مسیح موعودؑ کو دیکھ کر بیعت کرنا 197

الطیب الفرح صاحب کا ایم ٹی اے دیکھ کر بیعت کرنا 383

درثمین پڑھ کر بیعت کی طرف توجہ ہونا 642

بذریعہ جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ جرمنی پر ایک غیر مسلم جوڑے کا تنقید اور اعتراض کرنے کی خاطر شامل ہونا اور بیعت کر کے واپس جانا 524

بیعت کا نظارہ ایسی صورت پیدا کر دیتا ہے کہ غیر ارادی طور پر نہ چاہتے ہوئے بھی ہم بیعت میں شامل ہو جاتے ہیں 524

جلسہ سالانہ یوکے پر بیعت کرنے والوں کے تاثرات 529 تا 530

پاکستان کی ایک اشد مخالف خاتون کا جلسہ سالانہ میں شامل ہونا اور جلسہ کا ماحول دیکھ کر بیعت کرنا 530

بعثت

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد بندوں کا خدا سے تعلق جوڑنا اور اعمال کی اصلاح 19

اصلاح کی ضرورت تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں 28

حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے کی ہر ایک میں تڑپ ہو 46
حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا یہی مقصد تھا کہ انسانیت کو گناہوں سے بچایا جائے 50
کُل انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض اور منشاء بھی توحید ہی کی اشاعت تھی 300
حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد دنیا کو زندگی دینا 497
تمام انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض مشترک 761

بنک

دنیا کی معاشی بدحالی کی ایک بنیادی وجہ بنکوں کے سود 47

پردہ

ایک مراکشی خاتون کا بیعت کے بعد پردہ کرنا 197
بی بی سی کی ایک خاتون نمائندے کے ننگے سر کو ڈھانپنے کی حرکت اور حضور کی اصولی رہنمائی 544
اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلنے کی کوشش کرنی چاہئے اور ان حکموں میں سے حیا اور پردہ بھی ایک حکم ہے 587

پریس، الیکٹرانک میڈیا

مبلغین کا مستقل ملکی اخبارات میں حضور انور کے خطبات کی روشنی میں اسلام کی تعلیم کے متعلق کالم لکھنا 4
حضور انور کے دورہ جات سے میڈیا کے ذریعہ کروڑوں لوگوں تک اسلام کا پیغام پہنچنا 5،4
حضور انور کا دورہ آسٹریلیا۔کم وقت کے نوٹس پر نیشنل اخبار کے نمائندے کا آنا 5
جرمنی کی تاریخ میں بھی پہلی مرتبہ نیشنل ٹی وی پر جماعت کے متعلق خبر کا نشر کیا جانا 5
جاپان کا ایک اخبار کا جس کی سرکولیشن بیس ملین یا دو کروڑ اس کا حضور انور کے انٹرویو لینا اور خبر شائع کرنا 5
ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے دنیا بھر میں حضور انور کے دوروں کی وجہ سے اٹھارہ کروڑ چھبیس لاکھ لوگوں تک احمدیت کا پیغام پہنچنا 5
گھانا کے سرکاری ٹی وی نے ایم ٹی اے کے پروگرام دینے شروع کئے ہیں 6
الیکٹرانک میڈیا کے فوائد اور نقصانات 20
مانچسٹر گارڈین اخبار کا ویمبلے کانفرنس اور جماعت احمدیہ کا ذکر 132
افریقہ میں (گھانا، سیرالیون) پریس اور میڈیا سے رابطوں کے سلسلہ میں اچھا کام ہونا 138
پریس پیغام پہنچانے کا بہت بڑا ذریعہ اور اس ضمن میں جماعت کو ہدایت......... 138
امریکہ کی جماعت کا پریس اور میڈیا کے ساتھ روابط میں کچھ عرصہ سے بہتری آنا اور اچھا کام کرنا 138
گناہ کی طرف لے جانے والی مجالس، ٹی وی، انٹرنیٹ، فیس بک کے نقصانات وغیرہ 158
ہر ایک فرقہ کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے میری پیشگوئی پوری ہوگئی کہ مضمون بالا رہا 179
سول اینڈ ملٹری گزٹ انگریزی اخبار کا بطور شہادت شائع کرنا کہ یہ مضمون بالا رہا 179
قادیان میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے تمام تر جدید سہولیات کے ساتھ پریس جاری ہے 181
برطانیہ کے ایک اخبار کا لکھنا کہ یہاں کے مسلمان حکومت کے وفادار نہیں، اس کا جواب 315
ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت پر میڈیا کی کوریج 337
دنیا کے لیڈروں اور پریس کو پیغام کہ امن قائم کرنا ہے تو انصاف کو قائم کرو اور ڈبل سٹینڈرڈز نہ بناؤ 315
DAWN اخبار کی ویب سائیٹ پر ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کے بارے میں خبر 337
امریکی نیوز چینلز و اخبارات میں ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کی مذمت 339،338
بی بی سی اردو کا طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کے خلاف چھپنے والے پمفلٹ کا عکس شائع کرنا جس میں لکھا ہوا ہے کہ طاہر ہارٹ میں

علاج کروانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے 340
جرمنی دورہ کے دوران اخبارات کے ذریعہ سے ملینز تک پیغام پہنچا 370
پریس اور میڈیا کا جرمنی جلسہ اور مساجد کے افتتاح کی کوریج دینا 384
حضور انور کا ایک ٹی وی چینل کو انٹرویو کہ جس خلافت کو تم سمجھ رہے ہو یہ کوئی خلافت نہیں وہ جاری ہو چکی...... 413
ڈنمارک کے اخبار میں ایک خاتون کا مضمون کہ قرآن بار بار سزا اور عذاب کا ذکر کرتا ہے محبت کا لفظ کہیں استعمال ہی نہیں ہوا 440
پولیس نے سانحہ گوجرانوالہ کے متعلق اخبارات میں غلط رپورٹس دیں 476
میڈیا والے انصاف سے کام نہیں لیتے 498
بی بی سی ایشیا پر حضور انور کا انٹرویو دکھایا جانا...... 498
اِوَان بارتولو صاحب، مالٹا کے ایک صحافی کا حضور انور کا انٹرویو لینا 535
ایمبو بنگورا صاحب کی حضور انور سے ملاقات اور حضور انور کو بتانا کہ جلسہ سالانہ یوکے کی کاروائی سیرالیون کے ٹی وی نے لائیو نشر کی ہے 539
جلسہ یوکے، مرکزی پریس اور یوکے پریس ٹیم کی حسنِ کارکردگی 544
اس سال ایم ٹی اے کی لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ سے بھی آخری دن جو انٹرنیٹ پر دیکھا جاتا ہے تین لاکھ تیس ہزار لوگوں نے جلسے کی کارروائی دیکھی 547

اس سال ایم ٹی اے کی لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ سے بھی آخری دن جو انٹرنیٹ پر دیکھا جاتا ہے تین لاکھ تیس ہزار لوگوں نے جلسے کی کارروائی دیکھی 547

حضور انور کا دورہ آئرلینڈ اور میڈیا کی کوریج 597
آئرش ٹائمز اخبار کا حضور انور کے دورہ و مسجد مریم کے افتتاح کی خبر شائع کرنا 598
جرمنی میں مختلف ذرائع سے میڈیا کی جماعت مخالفت میں بھی نظر آتی ہے 724
مسٹر ظفر علی خان کے والد نے اپنے اخبار میں حضرت مسیح موعودؑ کی ابتدائی زندگی کی گواہی دی کہ بہت پاکباز تھے 740

پیدائشی احمدی

پیدائشی احمدیوں کو اپنے آباء واجداد کی تاریخ پڑھتے رہنا چاہئے 187
پیدائشی احمدیوں کو اپنی حالتیں درست کرنے کی نصیحت 363

پیشگوئی

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی کے ظہور کا ذکر 73 تا 75
حضرت مسیح موعودؑ کی بہت ساری پیشگوئیاں جو کی گئی ہیں آئندہ زمانوں میں ظاہر ہوں گی 89
حضرت مسیح موعودؑ کی ہزارہا پیشگوئیوں کا پورا ہونا اور ہزارہا گواہوں کا موجود ہونا 90،89
گلاب شاہ لدھیانہ کی حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں پیشگوئی 129،98
نعمت اللہ ولی صاحب کی حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کے بارے میں پیشگوئی 185
طاعون کی پیشگوئی 191،91
مسلمانوں کی کمزور اور مذہب سے دور جانے کی حالت کی پیشگوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی 146
حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کے بارہ میں آپؑ کی تین پیشگوئیاں.... 147
اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ کی پیشگوئی کس صفائی اور قوت اور شان سے پوری ہوئی 173
براہین احمدیہ میں اس جماعت کی ترقی کی نسبت یہ پیشگوئی ہے کَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْئَہٗ فَاٰزَرَہٗ فَاسْتَغْلَظَ 174
براہین احمدیہ میں ایک یہ بھی پیشگوئی ہے یَعْصِمُکَ اللّٰہُ مِنْ عِنْدِہٖ وَلَوْ لَمْ یَعْصِمْکَ النَّاسُ 175
براہین احمدیہ میں یہ پیشگوئی ہے کہ تجھے عربی زبان میں فصاحت و بلاغت عطا کی جائے گی جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکے گا 177
ہر ایک فرقہ کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے میری پیشگوئی پوری ہوگئی کہ مضمون بالا رہا 179
اِنِّیْ مُھِیْنٌ مَّنْ اَرَادَ اِھَانَتَکَ کی پیشگوئی کا پورا ہونا 184
یَأْتُوْنَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ وَیَأْتِیْکَ مِنْ کُلِّ فَجٍّ عَمِیْقٍ

کی پیشگوئی کا پورا ہونا 186
لیکھرام کا پیشگوئی کے مطابق مرکز عظیم الشان نشان بننا 186، 273
اعجاز احمدی میں مذکور ایک پیشگوئی 189
چراغ دین ساکن جموں کا پیشگوئی کے مطابق اپنے بیٹوں سمیت طاعون سے ہلاک ہونا 190
جو معجزات مجھے دیئے گئے بعض ان میں سے وہ پیشگوئیاں ہیں جو بڑے بڑے غیب کے امور پر مشتمل ہیں کہ بجز خدا کے کسی کے اختیار اور قدرت میں نہیں کہ ان کو بیان کر سکے 193
خلافت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّۃِ قائم ہونا ہے 349
قُتِلَ اَصْحٰبُ الْاُخْدُوْدِ یہ ایک پیشگوئی ہے جو جماعت احمدیہ کے حق میں پوری ہو بھی رہی ہے اور پوری ہوتی بھی رہے گی 470
دو زرد چادروں والی پیشگوئی کی تشریح 702، 703
قرآن کریم کی جو پیشگوئیاں ہیں ان میں سے ایک پیشگوئی جو سواری کے متعلق ہے اس کی تفصیل 705
عبداللہ آتھم والی پیشگوئی کی تفصیل 705
حضرت مسیح موعودؑ کی زلزلہ کے بارہ میں پیشگوئی کا ظہور 720

پیشگوئی مصلح موعود

آپؓ کی عظمت کا ایک نشان، پیشگوئی مصلح موعود 106
پیشگوئی مصلح موعودؓ کی تفصیلات کا ایمان افروز تذکرہ 106 تا 108
عمنوائیل اصل میں عمانوایل جیسا کہ انجام آتھم میں ہے 108
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' کے متعلق فرمانا کہ اس میں ہی اتنی وسعت ہے کہ اس کو بیان کرتے چلے جائیں تو ختم نہیں ہو سکتا 110
پیشگوئی مصلح موعود کا ایک پہلو، باوجود بیماری کے، معمولی پڑھائی کے لاکھوں کتب کا مطالعہ 635

پمفلٹ

بی بی سی اردو کا طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کے خلاف چھپنے والے پمفلٹ کا عکس شائع کرنا جس میں لکھا ہوا ہے کہ طاہر ہارٹ میں علاج کروانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے 340

تاریخ

پیدائشی احمدیوں کو اپنے آباء و اجداد کی تاریخ پڑھتے رہنا چاہئے 187
احمدیت کی تاریخ میں پہلا موقع کہ تمام قربانی کرنے والیاں عورتیں اور بچیاں ہیں، گوجرانوالہ کا سانحہ 475

تبلیغ

مبلغین کی تبلیغ کے ذریعہ بیعت کے واقعات
7 تا 10، 97، 98، 102، 103، 104، 226، 249، 309، 403، 556
وہ جہاد جو تبلیغ کے ذریعہ ہونا ہے خلیفہ وقت کے پیچھے چل کے ہونا ہے اس کی پابندی کرنی ہوگی 351
جلسہ سالانہ اسلام کے بارہ میں نیک اثرات پیدا کرنے والا تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ 370

تحریک جدید

تحریک جدید کے سال نو کا اعلان اور جائزہ 660 تا 676

تربیت

بچوں کی تربیت کیلئے والدین اور ذیلی تنظیموں اور عہدیداران کی ذمہ داری 55
تعلق باللہ اور اطاعتِ خلافت اور احترامِ نظام کے حوالے سے بھی افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے 58
علاج کے طور پر تربیت کر کے ایمان میں مضبوطی پیدا کرنا ضروری ہے 61
اگر سب ایم ٹی اے سے منسلک ہو جائیں اور جماعت کا ہر فرد اس پر توجہ دینی شروع کر دے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت کا تربیتی معیار بہت بلند ہو سکتا ہے 183
اگر ترقی کرنی ہے تو اس زمانے کا جو جہاد ہے جو اپنی تربیت کا جہاد ہے 351
رمضان کا مہینہ عملی تربیت کا مہینہ ہے 360
اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ہر مرض کا علاج بتایا ہے اور تمام

قویٰ کی تربیت فرمائی ہے 426
آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ کی بھی اس رنگ میں تربیت کی تھی کہ صحابہ بھی بے لوث مہمان نوازی کا جذبہ رکھتے تھے 512
اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف شعبہ جات میں اب کارکنان کی کافی تربیت ہو چکی ہے 517
بچوں کی ایسی تربیت کرو کہ دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا ادراک انہیں بچپن سے حاصل ہو جائے 628
خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا گھانا سے لڑکوں کو تربیت کے لئے پاکستان بلوانا اور عبدالوہاب آدم صاحب اور بشیر بن صالح صاحب کا آنا 391

تعزیر

تعزیر ہونے پر بعض لوگوں کی انا آڑے آجاتی ہے 362
تعزیری کارروائی میں عفو گناہ بن جاتا ہے 614
سزا اور تعزیر جب کسی معافی کی سفارش ہوتی ہے تو میرے لئے سب سے زیادہ خوشی کا دن ہوتا ہے 615

تقدیر

پاکستان میں ظلم کرنے والے، جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر چلے گی تو ان کے نام و نشان مٹ جائیں گے۔ نہ ظلم کرنے والے رہیں گے اور نہ ظلم کی پشت پناہی کرنے والے 341

تقویٰ

مال کا اللہ تعالیٰ کی راہ میں خرچ کرنا بھی انسان کی سعادت اور تقویٰ شعاری کا معیار اور محک ہے 14
اگر تم اسلام کی خدمت کرنا چاہتے ہو تو پہلے خود تقویٰ اور طہارت اختیار کرو 79
شکر کے لئے تقویٰ اور طہارت ضروری شرط ہے 80
انسان کا تقویٰ، ایمان، عبادت، طہارت سب کچھ آسمان سے آتا ہے 165
بہترین زادِ راہ تقویٰ ہے 353،343
گوشت خدا تک نہیں پہنچتا، تقویٰ پہنچتا ہے 357
اصل چیز یہی تقویٰ ہے جو بے شمار برکات کا حامل بناتی ہے 407
ہمارا تقویٰ عارضی نہ ہو 408
ظاہری تقویٰ کا اعلان اور دل میں ناپاکیاں یہ دونوں جمع نہیں ہو سکتیں 410
لیڈروں اور علماء میں تقویٰ کی کمی 412
ایک احمدی کی ذمہ داری.... تقویٰ 414
ہمیشہ دیکھنا چاہئے کہ ہم نے تقویٰ و طہارت میں کہاں تک ترقی کی ہے 416
تقویٰ پر چلتے ہوئے میں حقوق العباد بھی ادا کرنے والا بنو 520
تقویٰ کی کمی کے باعث غصہ بھڑکتا ہے 521
حضرت مسیح موعودؑ کا جلسہ میں شامل ہونے والوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف توجہ دلانا 772

تلاوت قرآن کریم

رمضان میں تلاوت قرآن کریم کی طرف توجہ دینے کی ضرورت 421
تلاوت قرآن کریم کے آداب 430

تمباکو نوشی

تمباکو نوشی کی ممانعت اور آپؐ کے صحابہؓ کا حقہ نوشی ترک کر دینا 37

تنظیم

اسیران کی بہبود کے لئے صدر صاحب خدام الاحمدیہ پاکستان کی مساعی و دیگر خدمات 254،253
تنزانیہ میں غیر احمدی مسلمانوں کی تنظیم بکواٹا (Bakwata) کی جماعت کی مخالفت 500
حلف الفضول، غریبوں کی مدد کے لئے اور ضروریات پوری کرنے کے لئے تنظیم بنائی گئی 656
تنظیم اخوان المسلمین کا احمدیت کے بارہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ اور الٰہی نشان کہ الازھر نے ان کے خلاف فتویٰ دے دیا..... 561
نام نہاد تنظیموں کا اللہ کے نام پر ظلم کرنا 569
مسلمان حکومتوں اور تنظیموں کا فتنہ و فساد جس نے اسلام کے نام سے

خوفزدہ کیا ہوا ہے، آنحضرتؐ رحمۃ للعالمین کی بدنامی کا باعث 649
انسانی ہمدردی کی تنظیم 718

توبہ

اللہ تعالیٰ کا غضب زمین پر نازل ہو رہا ہے اور اس سے بچنے والے وہی ہیں جو کامل طور پر اپنے سارے گناہوں سے توبہ کر کے اس کے حضور میں آتے ہیں 83
حقیقی توبہ کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا اقتباس 161
گناہ کا علاج توبہ ہے 209
توبہ صرف زبان سے نہیں ہے بلکہ توبہ کا کمال اعمال صالحہ کے ساتھ ہے 210
قربِ الٰہی کے حصول کیلئے توبہ کی اہمیت 275
توبہ حصولِ اخلاق کے لئے بڑی محرک اور مؤیّد چیز ہے 444
ایسی سچی توبہ کس طرح ہو سکتی ہے جو ہمیشہ گناہوں سے دور رکھے اور اس کی شرائط 445،444
ہمارے غالب آنے کے ہتھیار، استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت.... پانچ نمازوں کو ادا کرنا 448
ہماری توبہ سچی توبہ ہو 447
اللہ تعالیٰ توبہ قبول کر لیتا ہے اور معاف کر دیتا ہے 472
توبہ اور استغفار کریں تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں نے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا ہوا ہے اور ان کی توبہ قبول بھی ہو جاتی ہے 609

توحید

توحید کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کا اقتباس 77
توحید کے دلائل 237 تا 247
آنحضرتؐ کا مبارک وجود کہ جن کے نمونے سے دنیا میں توحید حقیقی قائم ہوئی 288
احمدیوں پر آنحضرتؐ کی توہین کا الزام لگانے والوں نے خود آنحضرتؐ کے مقام کو نہیں پہچانا اور نتیجۃً توحید سے بھی دور ہیں 289
اس زمانے میں حقیقی توحید کا ادراک حضرت مسیح موعودؑ کو ہوا اور یہ سب آنحضرتؐ میں محو ہونے کی وجہ سے ہوا 286 تا 291
توحید کو سمجھنے کیلئے آنحضرتؐ کا نمونہ 290
توحید تو یہودیوں میں بھی موجود ہے، اس کا جواب 299
توحید اور شرک فی الاسباب 301
الہام اَنْتَ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْكَ کیا یہ توحید کے خلاف ہے؟ 304
ہماری ذمہ داری کہ توحید کی حقیقت کو سمجھیں 309
توحید کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں پُر معارف بیان 293 تا 309

جبر

اصلاح کے لئے جبر ضروری ہے 60
نگرانی نظام اور جبر میں توازن اور اعتراض کا جواب 60
دین کے معاملے میں جبر نہیں ہے 60، 127، 347، 354
اصلاحِ عمل میں کامیابی کیلئے ضروری امور، ایمان، علم صحیح، نگرانی اور جبر.... 61

جبرائیلؑ

حضرت مصلح موعودؓ کے بچپن کا واقعہ کہ ایک طالب علم کے ساتھ اپنے دادا کی پرانی کتابوں میں سے ایک میں لکھا ہوا پانا کہ جبرائیل نازل نہیں ہوتا۔ آپؓ کا فرمانا کہ میرے ابّا پر تو نازل ہوتا ہے......حضورؓ کا فرمانا کہ جبرائیل اب بھی نازل ہوتا ہے 696

جلسہ سالانہ

مقصد و اہمیت

جلسہ کا مقصد صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرنا 357
جلسوں کا مقصد بھی عملی اصلاح ہے 358
اسلام کے بارہ میں نیک اثرات پیدا کرنے والا تبلیغ کا ایک بہت بڑا ذریعہ 370
آپؑ نے جلسے میں شامل ہونے کی طرف خاص توجہ دلائی ہے 507
آپؑ کے مطابق جلسے کا مقصد 523

ہدایات

جلسہ سالانہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی نصائح 356
حضور انور کی جلسہ میں شامل ہونے والوں کو نصیحت کہ اپنے جائزے لیں 360
جلسہ پر آنا بعض اوقات نقصان اور ٹھوکر کا باعث بن سکتا ہے اور حضرت مسیح موعودؑ کی مجلس کے ایک واقعہ کی مثال 361
جلسہ سالانہ کے موقع پر مہمان نوازی کے حوالہ سے کارکنان جلسہ کو نصائح 364
جلسہ پر ڈیوٹی دینے والوں کو سیکیورٹی کے حوالہ سے ہدایت 368
جرمنی جلسہ کے حوالہ سے عہدیداران اور مرکزی کارکنان کو نصائح اور ہدایات 384
جرمنی جلسہ کے حوالہ سے عہدیداران اور مرکزی کارکنان کو نصائح اور ہدایات 384
جلسہ سالانہ یوکے، رضا کاروں اور کارکنان کو اصولی ہدایات 506
جلسہ سالانہ پر شامل ہونے والے مہمانوں اور میزبانوں کے لئے اصولی ہدایات 507 تا 517
جلسہ سالانہ یوکے، شاملین جلسہ کو ہدایات دعا اور دیگر امور کی طرف توجہ 518
جلسہ کے موقعہ پر سیکیورٹی کے متعلق ہدایات 526
جلسہ سالانہ یوکے، عمومی انتظامی جائزہ اور ہدایات 548
قادیان میں ہونے والے جلسہ میں شاملین کو حضور انور کی ہدایات 767
جرمنی جلسہ پر ساؤنڈ سسٹم کی خرابی کے بارے میں حضور کی جلسہ طبیعتوں میں انقلاب لانے کا ذریعہ ہے اور ہونا چاہئے 769
حضرت مسیح موعودؑ کا جلسہ میں شامل ہونے والوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف توجہ دلانا 772
جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہونے والوں کے لئے رہائش اور بستر وغیرہ کی بابت ہدایات 775

برکات

جلسہ میں شامل ہونا بھی ایک خوش قسمتی ہے 357
جلسہ کے دنوں میں یہ ماحول اللہ تعالیٰ نے میسر فرمایا ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کے عملی اظہار ہو سکتے ہیں 360
جلسہ کی برکات، سعید روحوں کی احمدیت قبول کرنے کی مثال، سیرالیون کے ڈپٹی چیف امام، شیخ آدم صاحب کا احمدیت قبول کرنا اور اپنے نام کے ساتھ ''شیخ آدم جلسہ سالانہ'' لگا لینا 363،362
جلسہ سالانہ کی برکات اور ملکوں میں یہ خوبصورت روحانی مقابلے 364
فرانس کے ایک عیسائی کا اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھ کر، جلسہ سالانہ میں حضور کا خطاب سن کر احمدی ہونا 383
جلسہ سالانہ جرمنی کے موقعہ پر انیس (19) قوموں کے تراسی (83) لوگوں نے بیعت کی توفیق پائی جو وہاں موجود تھے اور ان کے بیعت کے واقعات 380 تا 384
جلسہ سالانہ جرمنی پر ایک غیر مسلم جوڑے کا تنقید اور اعتراض کرنے کی خاطر شامل ہونا اور بیعت کر کے واپس جانا 524
جلسے میں شامل ہونے والا ہر شخص خاموش تبلیغ کر رہا ہوتا ہے 525
پاکستان کی ایک اشد مخالف خاتون کا جلسہ سالانہ میں شامل ہونا اور جلسہ کا ماحول دیکھ کر بیعت کرنا 530
حضرت مسیح موعودؑ کے قائم کردہ جلسہ کے نظام کا بین الاقوامی حیثیت اختیار کر جانا 768
پریس اور میڈیا کا جرمنی جلسہ اور مساجد کے افتتاح کی کوریج دینا 384
میسیڈونیا کی ایک جرنلسٹ کا حضور سے پوچھنا کہ آپ (جرمنی) جلسہ کے انتظامات سے مطمئن ہیں؟ حضور کا جواب 385
حضور انور کا جرمنی کے جلسہ اور دورہ کی بابت تفصیلی تاثرات 369 تا 387
ربوہ میں جلسہ سالانہ پر اہلیان ربوہ کا جذبۂ مہمان نوازی 513
حضرت امّاں جان کا زیور جلسے کے مہمانوں کے انتظام کیلئے پیش کرنا 514
اسحاق صاحب (ٹیلی ویژن ڈائریکٹر نائیجیریا) کا جلسہ سالانہ کے انتظامات اور روح پرور مناظر سے متاثر ہونا 533

جلسہ یوکے، مرکزی پریس اور یوکے پریس ٹیم کی حسنِ کارکردگی 544
ابوبکر کونتے صاحب کا جلسہ سالانہ یوکے کو عظیم الشان جلسہ قرار دینا اور جماعت کی ترقی کی دعا کرنا 546
اس سال ایم ٹی اے کی لائیو سٹریمنگ کے ذریعہ سے بھی آخری دن جو انٹرنیٹ پر دیکھا جاتا ہے تین لاکھ تیس ہزار لوگوں نے جلسے کی کارروائی دیکھی 547
جلسہ سالانہ یوکے سے جرمنی جانے والی فیملی کا ایکسیڈنٹ اور حضور کا ذکر خیر 563
پاکستان میں جلسہ سالانہ پر پابندی 767
ربوہ میں جلسہ سالانہ پر پابندی اور اس کے نتائج 768
آپؐ نے جلسہ کی مناسبت سے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی بہت توجہ دلائی ہے 772

مہمانوں کے تاثرات

جلسہ جرمنی کے بارہ میں مختلف مہمانوں کے تاثرات 371
جلسہ سالانہ یوکے پر بیعت کرنے والوں کے تاثرات 529 تا 530
جلسہ سالانہ یوکے، مہمانوں کے تاثرات 531 تا 547
جلسہ سالانہ یوکے، جذبات تشکر اور دیگر شاملین کے تاثرات 528 تا 549

جمعہ

جمعہ کی اہمیت اور برکات 462
جمعہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے عیدوں میں سے ایک عید قرار دیا ہے 462
ایم ٹی اے کے ذریعہ سے دنیا میں خطبہ جمعہ جو ہے یہ سب سے زیادہ جماعت احمدیہ میں سنا جاتا ہے، بعض مسائل حل کرنے میں یہ باتیں کردار ادا کرتی ہیں اس لئے ہر احمدی تک یہ پہنچنا ضروری ہیں اور خطبہ ہی اس کا بہترین ذریعہ ہے 632

جمعۃ الوداع

جمعۃ الوداع، ایک خودساختہ تشریح اور اس کی حقیقت 452 تا 458

جنگ

اسلام اور آنحضرتؐ پر جنگوں کے اعتراض کا جواب 127,145
تیسری عالمگیر جنگ کی طرف بڑھتے ہوئے قدم اور حضور کی رہنمائی 147
دنیا کا تیزی سے جنگ کی طرف بڑھنا اور دعا کی تحریک 153
جرمنی میں ہٹلر نے اپنا ہر حکم منوایا اور ڈکٹیٹر بن کر رہا اس لئے دوسری جنگ عظیم میں یہ تصور ہے، یہ تاثر ہے کہ اس وجہ سے ہماری یعنی جرمنی کی شکست ہوئی 347
جنگ بدر 456
آپؓ کا جنگ عظیم اول کا واقعہ بیان فرمانا 1918ء میں جرمنی کا مقابلہ اتحادی فوجوں کے ساتھ، دہریہ بھی خدا سے دعا کرنے لگے 721 تا 723
آپؐ کا جنگ کی صورت میں بھی غیر مسلموں کے بچوں اور عورتوں پر بھی تلوار اٹھانے کی سختی سے ممانعت فرمانا 755،756

جہاد

جماعت احمدیہ ایک امن پسند جماعت ہے جو جہاد کے نام پر مظلوموں کو قتل کرنے کی مذمت کرتی ہے 338
اگر ترقی کرنی ہے تو اس زمانے کا جو جہاد ہے جو اپنی تربیت کا جہاد ہے اور پھر وہ جہاد ہے جو تبلیغ کے ذریعہ ہونا ہے خلیفہ وقت کے پیچھے چل کے ہونا ہے اس کی پابندی کرنی ہوگی 351
اگر ترقی کرنی ہے تو اس زمانے کا جو جہاد ہے جو اپنی تربیت کا جہاد ہے 351
یہ جہاد نہیں جس کو تم جہاد سمجھ رہے ہو 412
اگر مسلم امہ حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کی بجائے مددگار ہوجائے تو یہ بے چینیاں ختم ہوجائیں اور جہاد کے نام پر فتنہ و فساد باہمی محبت اور پیار میں بدل جائے 412

جھوٹ

جھوٹ اور غیبت کی برائی 26
اسائیلم سیکرز کو نصیحت کہ جھوٹ نہیں بولنا 54
مومن کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہمیشہ سچائی پر قائم رہے اور جھوٹ

کے قریب بھی نہ پھٹکے 608

چندہ (مزید دیکھیں "انفاق فی سبیل اللہ")

چندوں وغیرہ کی مالی قربانی کے ایمان افروز واقعات کا تذکرہ 11 تا 14

اللہ تعالیٰ بچوں کے دلوں میں بھی چندوں کی اہمیت ڈالتا ہے 12

گزشتہ سال میں جو چھپن واں سال تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید میں چوّن لاکھ چوراسی ہزار پاؤنڈ کی مالی قربانی جماعت نے پیش کی 15،14

اس اعتراض کا جواب کہ جب چندہ عام لیا جاتا ہے تو دوسرے چندے وغیرہ کیوں لئے جاتے ہیں؟ 572

ابوبکر جارہ صاحب کا حضورؑ کو خواب میں دیکھنا اور جماعتی کاموں اور چندہ دینے میں غفلت سے توبہ کرنا 666

اس اعتراض کا جواب کہ جب چندہ عام لیا جاتا ہے تو دوسرے چندے وغیرہ کیوں لئے جاتے ہیں 672

چندہ جات کا بہترین استعمال اور ان کے ثمرات 673

چیریٹی

یورپ میں جماعت کا چیریٹیز کو رقم دینے پر ایک اعتراض اور اس کا جواب 655

چیریٹی واک

چیریٹی واک اور دیگر خدمت کے کاموں میں شریک ہونا ضروری ہے 655

حج

حج اس شخص پر فرض ہے جس کو استطاعت ہو اور جس کا راستہ پر امن ہو 298

وہاب آدم صاحب کو مخالفت کی وجہ سے حج پر نہ جانے دینا اور حضرت خلیفہ ثالثؒ کا کشفاً آپ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دکھایا جانا 399

حسد

ایک یہودی کا حضرت عمرؓ سے کہنا کہ ہمیں مسلمانوں سے حسد ہے کہ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی بات نہیں جو اسلام کے احکامات میں موجود نہ ہو 286

حسد کی آگ ترقی کو روکنے کے لئے اپنی پوری کوشش کرتی ہے 457

مخالفین کا جماعت کی سچائی دیکھ کر حسد میں جلنا 472، 724

حسن ظن

حسن ظن، سچائی اور عاجزی کی اہمیت 523

حق

حقوق العباد فرض ہیں 84

حقوق اخوت ادا کرنے سے حقوق اللہ بھی ادا ہو جائیں گے 84

حق اللہ کا سورۃ النحل کی آیت 91 میں ذکر 204

حقوق العباد اور ہمدردی 203,204

حضرت مصلح موعود کا وہ ماٹو جس سے حقوق اللہ اور حقوق العباد ادا ہو جاتے ہیں 285

خلافت کا مقصد، کامیابی و کامرانی، حقوق العباد کی ادائیگی 347

جلسہ کے دنوں میں یہ ماحول اللہ تعالیٰ نے میسر فرمایا ہے کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں کی ادائیگی کے عملی اظہار ہو سکتے ہیں 360

پنی عبادتوں کے حق کے ساتھ حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف بھی توجہ دینی ہے 408

ہر ایک بدی سے خواہ وہ حقوق الٰہی کے متعلق ہو خواہ حقوق العباد کے متعلق ہو، بچو 448

حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف پہلے سے بڑھ کر توجہ پیدا کریں 518

تقویٰ پر چلتے ہوئے میں حقوق اللہ اور حقوق العباد بھی ادا کرنے والا بنو 520

ہماری مساجد میں ہر آنے والے کا دل حقوق غصب کرنے کے خیالات سے پاک ہے 578

آنحضرتؐ کا اسوہ حقوق اللہ و حقوق العباد میں 579

اگر آخرت پر ایمان کامل ہو تو انسان بہت سے گناہوں اور حقوق کے غصب کرنے سے بچتا ہے 582

اسلام تعلیم کے دو حصے حقوق اللہ اور حقوق العباد 589

سزا یا تعزیر تو دوسروں کے حقوق غصب کرنے یا شریعت کے حکم

کی نافرمانی کرنے پر ملتی ہے 615،614
حضرت مسیح موعودؑ نے دونوں حقوق کی طرف توجہ دلائی 661
آپؑ نے جلسہ کی مناسبت سے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی بہت توجہ دلائی ہے 772
حقوق اللہ اور حقوق العباد کے معیاروں کو بلند کرنے کی کوشش کرنی چاہیئے 775

حقہ

تمباکونوشی کی ممانعت اور آپؐ کے صحابہؓ کا حقہ نوشی ترک کر دینا 37
امریکہ میں شیشہ یا حقہ کا ایک نیا رواج جس سے احتراز کی نصیحت 38

حلف الفضول

غریبوں کی مدد کے لئے اور ضروریات پوری کرنے کے لئے تنظیم بنائی گئی 656

ختم نبوت

ختم نبوت اور وفات مسیح کے دلائل کے ساتھ عمل اور عرفان کو رائج کرنے کی بھی ضرورت ہے اور علماء اور مربیان کی ذمہ داریاں 67
ربوہ میں ختم نبوت کانفرنس کا ہونا 665

خطبہ الہامیہ

خطبہ الہامیہ کے بارہ میں آپؑ کی خدام کو تحریک کہ اس کو حفظ کیا جائے 222
بچوں کا قادیان کے گلی کوچوں میں خطبہ الہامیہ کے فقروں کا دہرانا 222
حضرت مرزا افضل بیگ صاحب کی خطبہ الہامیہ کے متعلق ایک روایت 223
حضرت خضرؑ کی خطبہ الہامیہ میں موجودگی کی بابت سید امیر علی شاہ صاحب کو خواب 224
خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا خطبہ الہامیہ کی بابت بیان 224
حضرت میاں امیر الدّین صاحب کی خطبہ الہامیہ کے متعلق ایک روایت 225

خلافت، خلیفہ

امامت، خلافت، اور ڈکٹیٹر شپ میں بڑا فرق ہے 347
خلیفہ وقت کے قضاء کے فیصلوں پر اعتراض کرنے والے اور عہدیداران اور مربیان کی ذمہ داریاں 66
خلافت اور اس کے کاموں پر اعتراض کرنے والوں کے لئے جواب 66، 67
علماء کا خلیفہ وقت کو لکھنا کہ وہ غیروں کے چھکے چھڑا دیا کرتے تھے، چھکے چھڑانے سے وہ مقصد حاصل نہیں ہوتا جو اپنی عملی اصلاح سے ہوگا، خلافت کے نائبین اور مددگار بننے کی کوشش کریں 68
خلیفہ کے بیشمار کاموں کا ایک خاکہ 348
خلافت اور دنیاوی لیڈروں میں موازنہ نہیں ہوسکتا 34، 349
فرانس سے آنے والے ایک عرب دوست کا خلیفہ رابعؒ کی وفات کے بعد خواب میں خلیفہ خامس کو دیکھنا..... 384
یَنْصُرُکَ رِجَال .... حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے بعد خلیفہ وقت کے پاس ایسے آنے والے لوگ 388
خلافت کا نعرہ لگانے والے ایسے لوگوں کو خدا زمین میں خلافت دے گا؟ 412
حضور انور کا ایک ٹی وی چینل کو انٹرویو کہ جس خلافت کو تم سمجھ رہے ہو یہ کوئی خلافت نہیں وہ جاری ہو چکی...... 413

خلافت علیٰ منہاج النبوۃ

خلافت کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے مطابق عَلٰی مِنْهَاجِ النُّبُوَّة قائم ہونا ہے 349
نظام خلافت کا قیام، حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کے مطابق 344

خلافت کی اہمیت

خلافت کا صحیح فہم وادراک پیدا کرنا بھی مربیان کے کاموں میں سے ایک اہم کام ہے 66
خلافت کا مقصد، کامیابی وکامرانی، حقوق العباد کی ادائیگی 347
خلافت وہ انعام ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا ہوتا ہے۔ چھین کر نہیں لیا جاتا 499

خلافت کی برکات

وقفِ جدید کی تحریک پہلے صرف پاکستان میں ہوتی تھی اور خلافتِ رابعہ کے وقت میں پاکستان سے باہر کی جماعتوں میں یہ تحریک کی گئی 11

حضرت مسیح موعودؑ کے کاموں کی ایک اہم شاخ جو ساری دنیا میں جاری ہے اور خلافت کی وجہ سے اب مستقل بنیادوں پر لندن میں قائم ہے، لنگرخانہ میں کام کرنے والوں کے لئے ہدایات 174

خلیفہ ثالثؒ کا کم ووٹوں والے کو صدر بنا کر سبق دینا کہ خلافت کا انتخاب ہی بہتر ہوتا ہے 252

خلیفہ ثالثؒ کا فرمانا ''برکت اسی کو ملے جو مخلصانہ نیت سے خلافت کی اتباع کرے کیونکہ ساری برکتیں اسی نظام سے وابستہ ہیں.....'' 252

کامیابی ووٹ لینے والوں کو نہیں خلیفہ وقت کی دعائیں حاصل کرنے کے نتیجہ میں ملتی ہے 253

خلافت رابعہ میں مرکزی شعبہ سمعی بصری کا قیام عمل میں آیا 262

خلافت کا قیام اور اس کی برکات 324

حضور انور کا فرمانا کہ دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشم تصور میں میں پہنچتا نہ ہوں.... 348

جماعت احمدیہ کے افراد ہی وہ خوش قسمت ہیں جن کی فکر خلیفہ وقت کو رہتی ہے کہ وہ تعلیم حاصل کریں ان کی صحت کی فکر خلیفہ وقت کو رہتی ہے۔ رشتے کے مسائل ہیں غرض کہ کوئی مسئلہ بھی دنیا میں پھیلے ہوئے احمدیوں کا چاہے وہ ذاتی ہو یا جماعتی ایسا نہیں جس پر خلیفہ وقت کی نظر نہ ہو اور اس کے حل کے لئے وہ عملی کوشش کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکتا نہ ہو۔ اس سے دعائیں نہ مانگتا ہو میں بھی اور میرے سے پہلے خلفاء بھی یہی کچھ کرتے رہے 348

خلافت کے ساتھ جڑ کر ہی صبر کے ساتھ مشکلات میں سے گزرا جا سکتا ہے 351

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں خلافت کے فیض سے فیض پانے والے وہی بتائے ہیں جو عمل صالح کرنے والے ہیں 352

حضور انور کے خطبات، خطابات کا حیرت انگیز اور روح پرور انقلابی اثر اور اس کا جذباتی اظہار، ایک جرمن کا کہنا کہ 'یوں لگتا تھا کہ یہ خلیفہ کا خطاب میں نے لکھا ہے کیونکہ اس کا ہر لفظ میرے دل کی آواز تھی' 377

اطاعت خلافت

اطاعتِ خلافت اور احترامِ نظام کے حوالے سے بھی افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے 58

خلافت سے کامل اطاعت کی سب سے زیادہ ضرورت 66

خلیفہ وقت کی ہر صورت اطاعت اور نظام کی فرمانبرداری کی اہمیت 67

تمام برکتیں خلافت کی اطاعت میں ہیں 252

خلافت کی اطاعت کے عہد کو اس لئے نبھانا ہے کہ ایک امام کی سرکردگی میں خدا تعالیٰ کی حکومت کو دنیا کے دلوں میں بٹھانے کی مشترکہ کوشش کرنی ہے 347

خلیفہ کے معروف فیصلہ کی پابندی، معروف کی تشریح اور وضاحت 349

عہدیداران اپنے آپ کو اولی الامر سمجھ کر اپنی اطاعت کروانے کے اس وقت تک حقدار نہیں کہلا سکتے جب تک خلافت کی کامل اطاعت اپنے اوپر لاگو نہیں کرتے اور تاویلیں کرنے سے پرہیز نہیں کرتے 353

ہر احمدی کو خلافت سے کامل اطاعت پیدا کرنے کی ضرورت ہے 355

حضور انور کا خلافت کی اطاعت اور وفا پر خطبہ دینا اور دنیا بھر سے احمدی احباب کا اظہار اخلاص و وفا 369

خلق

جب تک تمہارے اخلاق اعلیٰ درجہ کے نہ ہوں، کسی مقام تک نہیں پہنچ سکو گے 29

اپنے اخلاق اور اطوار ایسے نہ بناؤ جن سے اسلام کو داغ لگ جاوے 79

ہم سب پر واجب ہے کہ خلوصِ نیت کے ساتھ اپنی روز مرہ

زندگی میں اُن اعلیٰ اخلاق پر کاربند ہو جائیں جن کی تعلیم ہمارا مذہب ہمیں دیتا ہے 139

مذہب کی جڑ خدا شناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے اور اس کی شاخیں اعمال صالحہ اور اس کے پھول اخلاق فاضلہ ہیں 164

توبہ حصول اخلاق کے لئے بڑی محرک اور مؤیّد چیز ہے 444

بد اخلاق کا غصہ چھوڑنا مشکل ہوتا ہے 574

اچھے اخلاق کی ضرورت اور اس کی تشریح 608

میاں بیوی کے معاملات اور لین دین میں اخلاق سے ہٹ کر رویے.... 609

میاں بیوی کے معاملات میں ایک اصولی رہنمائی کہ حسن اخلاق اپنائیں اور ضد نہ ہو 610

نوجوانوں کو یہ یاد رکھنا چاہئے کہ جو اسلامی اخلاق اور آداب ہوتے ہیں، ان کی طرف ہمیشہ توجہ دیں 688

خواب، رؤیا

حضرت مسیح موعودؑ کے زمانہ میں لوگوں کو بذریعہ خواب آنحضرتؐ کی رہنمائی کے واقعات 98تا104

اس زمانہ میں آنحضرتؐ کا بذریعہ رؤیا لوگوں کی رہنمائی فرمانا کہ احمدیت سچی ہے 100

ایک پادری کی خواب کہ حضرت مسیح تیرہ حواریوں کے ساتھ یہاں تشریف لائے ہیں 130

مشاہیر، فقراء کو رؤیا میں آنحضرتؐ نے خواب میں بتایا کہ حضرت مسیح موعودؑ سچے ہیں جیسے سجادہ نشین، صاحبُ العَلَم سندھ، خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف.... 185

ہزار ہا انسانوں نے محض اس وجہ سے میری بیعت کی کہ خواب میں انکو بتلایا گیا کہ یہ سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا 185

لوگوں کے خواب کے ذریعہ بیعت کے چند پرانے واقعات 194، 195

مالی، Bala کے علاقہ کے تیجانیہ فرقہ کے امام صاحب کا بذریعہ رؤیا احمدیت قبول کرنا ان کی وجہ سے چالیس سے زائد گاؤں احمدی ہوئے 196

مصر کی ایک خاتون کا بذریعہ رؤیا قبول احمدیت 196

خطبہ الہامیہ کے بارہ میں دو خوابیں 223

عبدالکریم عباس صاحب سیریا کا خواب کہ مسجد قبا میں نماز پڑھ رہے ہیں 309

حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی خواب جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے ربنالا تزغ... دعا پڑھنے کی طرف توجہ دلائی 328

حضور انور کا ایک خواب کی بناء پر دعا رب کل شیء.... کی تحریک 329

البانین مہمان ایڈوین صاحب کہتے ہیں کہ جس بات نے مجھے متاثر کیا وہ ایک کثیر تعداد میں سعید الفطرت روحوں کا خوابوں کے ذریعہ سے خبر پا کر جماعت میں شامل ہونا ہے 380

حیدر صاحب کا خواب کی بناء پر قبول احمدیت 381

عباس صاحب، بیلجیئم کے ایک غانین دوست کا خواب کی بناء پر قبول احمدیت 382

مراکشی خاتون کا خواب کی بناء پر احمدیت قبول کرنا، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ کو خواب میں دیکھنا 382

فرانس سے آنے والے ایک عرب دوست کا خلیفہ رابع کی وفات کے بعد خواب میں خلیفہ خامس کو دیکھنا..... 383

حضور کا ایک عزیز کے خواب کا ذکر کرنا کہ رمضان بڑی جلدی ختم ہو گیا ابھی تو میں نے جماعت سے اور زیادہ دعائیں کروانی تھیں.... 482

حضور کا ایک پرانا رؤیا، اگر جلد حالات بدلنے ہیں تو من حیث الجماعت اپنی دعاؤں کو خالص کرتے ہوئے ہمیں اس کے آگے جھکنے کی ضرورت ہے 484

آپؑ کی قادیان کی بابت رؤیا کہ وہ بیاس تک پھیلا ہوا ہے 752

خیر

نماز میں ایک دوسرے کے ساتھ جڑ کر کھڑے ہونے کا حکم اسی لیے ہے کہ باہم اتحاد ہو۔ برقی طاقت کی طرح ایک کی خیر دوسرے میں سرایت کرے گی 77

اگر تم کسی کا حق مار کر عارضی طور پر دولت حاصل کر لو تو وہ تمہارے لئے خیر نہیں، شرّ بن جائے گی 416

اپنی خیر کے دائرے کو وسیع تر کرتے چلے جائیں 656

آنحضرت ﷺ کے اسوہ پر چلتے ہوئے ہم نے دنیا کی خیر اور بھلائی ہی چاہنی ہے 658

دجال

دجال سے مراد عصرِ حاضر کا مغربی ممالک کا صنعتی انقلاب اور مادی کشش، نیز عیسائیت کا پرچار کرنے والی قوتیں ہیں 101

چودھویں صدی میں جب چاند اور سورج کا ایک ہی مہینہ میں گرہن ہوگا تب وہ مہدی معہود اور دجال کے ظہور کا ایک نشان ہوگا 172

جال کا مقصد ہے دنیا کو دین پر مقدم کرنا 290

فرقہ بازیاں، یہ تو ایک سازش ہے دجالی طاقتوں کی 414

مسلم امّہ کو سمجھ لینا چاہئے کہ دجالی طاقتیں بڑے طریقہ سے انہیں ایک دوسرے سے لڑا رہی ہیں 414

دشمنی

آنحضور ﷺ نے اُن دشمنوں کو جنہوں نے مکہ میں دشمنی کی انتہا کی ہوئی تھی، فتح مکہ کے موقع پر اس طرح معاف فرمایا کہ جس طرح انہوں نے کبھی کوئی غلطی یا شرارت کی ہی نہ ہو 145

جو مذہب کی وجہ سے دشمن ہیں، جو خود دشمنی میں بڑھے ہوئے ہیں تم ان کو ذاتی دشمن نہ سمجھو 283

دشمنیاں ختم کرنے کی نیکی ایک بہت بڑی نیکی ہے 284

دنیا کے سب انسانوں کو چاہئے کہ مذہب و ملت سے بالاتر ہو کر ایک دوسرے سے محبت کریں۔ نہ یہ کہ ایک دوسرے کے ساتھ دشمنی بڑھتی جائے 379

کسی قوم کی دشمنی بھی تمہیں ناانصافی پر مجبور نہ کرے 494,523

حضور انور کا فرمانا کہ میری کسی سے دشمنی نہیں ہے بعض مجھے گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط لکھ دیتے ہیں ان کے لئے بھی کبھی میرے دل میں غصہ نہیں آیا.... نام نہیں لکھتے، نام لکھ بھی دیں تب بھی میں انہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس بارہ میں آپ پر کوئی کارروائی نہیں ہوگی 615

دعا

جماعتی عہدیداران کیلئے عاجزی، انکساری اور دعا اور محنت کی ضرورت ہے 2

ہمارا ہتھیار دعا ہی ہے 10

اس سال کو دعاؤں، درود اور استغفار سے بھر دیں 10

آپؐ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے کی دعا 46

ہمارے مذہب کی سچائی کا نشان یہ ہے کہ اس کے ماننے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں 51

کینیا، ایلڈوریٹ (Eldoret) کے مبلغ کے خلاف ایک گھناؤنی سازش اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا دعائیہ جواب اور غیر معمولی نصرت 53، 54

سب سے بڑا ہتھیار دعا ہے 68

پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے مظالم کا ذکر اور دعاؤں کی ضرورت 69

امت مسلمہ، مسلمان ممالک کی قابل رحم حالت اور اس کے لئے دعاؤں کی تحریک 69

اسلام کو بدنام کرنے کی مذموم کوشش کے خلاف دعا کی تحریک 70

سیریا، پاکستان، مصر اور لیبیا وغیرہ مسلم ممالک کے لئے دعا کی تحریک 70

سیریا، مصر، اور پاکستان کے احمدیوں پر مظالم اور دعا کی تحریک... 86

آپؐ اور حضورؑ کا واسطہ دے کر بارش کے لئے دعا کرنا اور بارش کا ہونا 103

پاکستان کے حالات کے بارے میں دعا کریں کہ احمدی محفوظ رہیں 152،153

دنیا کا تیزی سے جنگ کی طرف بڑھنا اور دعا کی تحریک 153
گناہوں سے نجات، نیکیوں کی توفیق اور دعا کے معیار کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر 156
نماز خود دعا ہے نماز کو جس قدر سنوار کر ادا کرو گے اسی قدر گناہوں سے رہائی پاتے جاؤ گے 160
مولوی غلام دستگیر قصوری کا رسالہ فتح رحمانی میں مباہلہ کی دعا 176، 177
شام، مصر اور پاکستان کے احمدیوں کے لئے خاص دعا کی تحریک 182
امت مسلمہ اور مسلم ممالک کے لئے دعا کی تحریک، حقیقی امن تبھی قائم ہوگا جب خدا کے بھیجے ہوئے مہدی کو قبول کریں گے 200
آپؑ کو حضورؑ کا خطبہ الہامیہ سے قبل دعا کیلئے دوستوں کے اسماء کی فہرست تیار کرنے کے لئے کہنا 219
کامیابی ووٹ لینے والوں کو نہیں خلیفہ وقت کی دعائیں حاصل کرنے کے نتیجہ میں ملتی ہے 253
آنحضورؐ نے ظلم و تعدی کے باوجود بددعا نہیں کی بلکہ یہ دعا کی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے 281
قادیان اور جماعت کے لئے حضورؑ کا دعا کرنا اور الہام ہو 330
''متٰی نصر اللّٰہ'' کی آواز خدا کے آگے جھکتے ہوئے دعا کی آواز ہے 314
قربانیوں کی جو مثالیں قائم کر رہے ہیں وہ کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی اور آخری فتح ہماری ہے، اس فتح کے حصول کا سب سے زیادہ تیر بہدف نسخہ دعائیں ہیں 315
اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتے ہوئے فتح کے دروازے کھولے گا اور دشمن کو کوئی جائے فرار نہ ہوگی 321
ہمارے اصل ہتھیار دعا اور عبادت 325
ہمیں اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں پہلے سے بڑھ کر توجہ کرنے کی ضرورت ہے 327
ہمیں دعاؤں کی حقیقت سمجھنے کی ضرورت ہے 327
ہمیں دعاؤں اور استغفار کی طرف بہت توجہ کی ضرورت ہے 327
بعض دعاؤں کی تحریک جو خلیفہ ثالثؒ نے جماعت کی جوبلی کے لئے بھی فرمائی تھیں ان کو بھولنا نہیں، مستقل اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا چاہئے 327، 328
حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ کی خواب جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے ربنا لا تزغ... دعا پڑھنے کی طرف توجہ دلائی 328
حضور انور کا ایک خواب کی بناء پر دعا کی تحریک رب کل شیء.... 329
دنیا کے احمدی بھی پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کریں 341
مسلم امّہ کیلئے دعا کی تحریک، ان کی وجہ سے غیر مسلموں کو اسلام اور آنحضرتؐ کو بدنام کرنے کا موقع مل رہا ہے 413
جہاں جہاں احمدیوں پر مظالم ہو رہے ہیں ان کی نجات کے لئے دعا کی تحریک 419
یہ کہنا کہ ہم نے دعا کی لیکن سنی نہیں گئی یا فلاں عادت چھوڑنے کی کوشش کی.... اس کا جواب 446
حقیقی مومن کو قبولیت دعا کا خاص نظارہ دکھایا جاتا ہے 453
دعاؤں کی اہمیت اور برکات 481
مسلم امّہ کا چین اور امن احمدیوں کی دعاؤں سے ہوگا 484
اضطراب اور دعا کا تعلق اور ایسی دعا کی ضرورت 486، 487
دشمنوں اور مخالفین پر وبال اور عذاب کی دعا نہیں، مشکلات کا یہ دور ختم کرنے اور ان لوگوں کی بہتری کے لئے دعا کریں ہاں اگر 492
دعا، تضرع، صدقہ، خیرات کرو، زبانوں کو نرم رکھو، استغفار کو اپنا معمول بناؤ 575
ایک مقدمہ کے وقت حضورؑ کا حضرت مصلح موعودؓ کو دعا کے لئے کہنا 683
حضرت مسیح موعودؑ کے قبولیت دعا کے واقعات 700 تا 715
کثرت اور بار بار کی دعائیں ہماری کامیابیوں کا راز ہیں 725

دنیا

سب سے پہلے تو میں آج آپ کو اور دنیا میں پھیلے ہوئے تمام

احمدیوں کو نئے سال کی مبارکباد دیتا ہوں 1
اسلام کا پیغام دنیا میں پھیلانے کا آپ کے سپرد ہوا ہے 3
دنیا کو خدائے واحد کے آگے جھکنے والا بنانا ہے 3
ریڈیو اور ٹیلی ویژن کے ذریعہ سے دنیا میں میرے دوروں کی وجہ سے اٹھارہ کروڑ چھبیس لاکھ تک احمدیت کا پیغام پہنچا 5
پس ہر احمدی کو یاد رکھنا چاہئے کہ نہ ہم نے کسی دنیاوی آدمی اور لیڈر سے کچھ لینا ہے، نہ ہمیں اس کی ضرورت ہے 6
دنیا میں انسان مال سے بہت زیادہ محبت کرتا ہے 14
ہمارے غالب آنے کا مقصد کسی کو ماتحت کرنا اور دنیاوی مقاصد حاصل کرنا نہیں ہے 20
آجکل دنیا سمٹ کر قریب تر ہو گئی ہے 20
دنیادار معاشرہ اب تقریباً لا مذہب معاشرہ ہے 21
قوتِ ارادی سے وافر حصہ رکھنے والے روحانی دنیا کے سکندر ہوتے ہیں 36
چودہ سو سال پہلے اصلاح کا جو عمل قوتِ ایمان کی وجہ سے انقلاب لایا، اُس کی مثال اس وسیع پیمانے پر دنیا میں اور کہیں نظر نہیں آتی 37
آجکل کی جو ترقی یافتہ دنیا ہے وہ جس قوم کو اجڈ اور جاہل کہتی ہے، جسے اَن پڑھ سمجھتی ہے وہ لوگ جو تھے انہوں نے اپنے ایمان کی حرارت کو اپنے نشے پر غالب کر لیا 39
اصلاح کا پہلا ذریعہ قوت ارادی کی مضبوطی ہے یعنی ایمان جس کیلئے انبیاء دنیا میں آتے ہیں 44
دنیا کی معاشی بدحالی کی ایک بنیادی وجہ بنکوں کے سود 47
دنیا میں جس قدر قومیں ہیں کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا جو جواب دیتا ہو اور دعاؤں کو سنتا ہو 49
جبر اصلاح کا ایک پہلو ہے جو دنیا میں بھی رائج ہے 60
خدا تعالیٰ بعض دفعہ اس دنیا میں بھی سزا دیتا ہے 63
ہندوستان میں معلمین کو فارغ کیا جانا اور اس کی بنیادی وجہ دنیاداری 65
اگر ہم بعض معمولی دنیاوی فائدوں کے لئے اپنی دیانت اور امانت کے معیاروں کو ضائع کرنے والے بنیں تو ہر ایک شخص جو یہ حرکت کرتا ہے، جماعت کو بدنام کرنے والا بھی بنے گا 68
انواع واقسام کی لذّاتِ دنیا انسان کو سچا اطمینان اور سچی تسلی نہیں دے سکتیں 82
یعنی جو شخص کسی نفس کو بلا وجہ قتل کر دیتا ہے وہ گویا ساری دنیا کو قتل کرتا ہے 84
دنیا میں بد امنی مذہب کی وجہ سے نہیں پھیل رہی بلکہ لالچ اور سیاست اس کی وجوہات ہیں 147
جماعت احمدیہ الٰہی جماعت ہے اور الٰہی جماعتیں دنیاوی حکومتوں یا دنیاوی طرز کے احتجاجوں پر یقین نہیں رکھتیں اور نہ ہی الٰہی جماعتوں کی ترقی میں دنیاوی مدد کا کوئی کردار یا ہاتھ ہے 313
دنیا کے لیڈروں اور پریس کو پیغام کہ امن قائم کرنا ہے تو انصاف کو قائم کرو اور ڈبل سٹینڈرڈز نہ بناؤ 315
جرمنی کیا اور یورپ کیا ہمیں تو انشاء اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو فتح کرنا ہے مگر تلوار سے نہیں بلکہ دل جیت کر 355
دنیا کمائیں لیکن دنیا میں پڑنے کی بجائے روحانیت کی طرف توجہ دیں 364
دنیا میں ڈوب جانے کے بجائے اپنی روحانیت کی طرف بھی توجہ دیں 364
حضور انور کا خلافت کی اطاعت اور وفا پر خطبہ دینا اور دنیا بھر سے احمدی احباب کا اظہار اخلاص و وفا 369
انبیاء کا وجود دنیا میں نمونہ ہوتا ہے 494
دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد اور اس کی پر معارف تفسیر 619 تا 629
دنیا کو بھلائی کی طرف بلانا اور ہر ایک کی بھلائی چاہنا احمدی کا کام ہے 650
آنحضرت ﷺ کے اسوہ پر چلتے ہوئے ہم نے دنیا کی خیر اور بھلائی ہی چاہنی ہے 658
دین کے ساتھ دنیا جمع نہیں ہو سکتی 774

دورہ جات

حضورانور کا امریکہ، کینیڈا اور جرمنی کے دورہ کی برکات اور کامیابیاں 4

خلیفۃ المسیح کے دورہ جات کی وجہ سے اسلام کی تعلیم اور جماعت کا تعارف اور برکات، امریکہ، کینیڈا وغیرہ کے دورہ کا ایک جائزہ 4

حضورانور کا دورہ آسٹریلیا۔ کم وقت کے نوٹس پر نیشنل اخبار کا نمائندے کا آنا 5

محمود احمد شاہد صاحب بنگالی کا بطور صدر خدام الاحمدیہ کئی ممالک کا دورہ کرنا 254

حضورانور کا دورہ آسٹریلیا اور محمود احمد شاہد صاحب بنگالی کا باجود بیماری کے کام کرنا 263،262

حضورانور کا آئرلینڈ کا دورہ اور تفصیلات 590

حضورانور کا جرمنی کے جلسہ اور دورہ کی بابت تفصیلی تاثرات 369 تا 387

دورہ یورپ

حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا دورہ یورپ 122

دہشت گردی

امریکہ میں ہونے والی دہشت گردی کی مذمت 754

پشاور سکول میں بچوں پر وحشیانہ حملہ اور حضور انور کا اظہار ہمدردی 754 تا 763

دیانت

امانت، دیانت کے معیار اونچے کریں، کونسل کو دھوکہ دے کر Benifit حاصل کرنا 68

دین

خدمتِ دین کو اک فضلِ الٰہی سمجھیں 2

دین کے معاملے میں قوتِ ارادی ایمان کا نام ہے 32

دین کے معاملے میں قوتِ ارادی ایمان کی مضبوطی ہے 39

دین کے معاملے میں نقل... 47

دین کے معاملے میں جبر نہیں ہے 620،354،347،127،60

جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے 84

دین کے دو ہی کامل حصے ہیں۔ ایک خدا سے محبت کرنا اور ایک بنی نوع سے... 282

دین کو دنیا پر مقدم رکھنا 627،623،619،518،286

جلسہ کا مقصد صبر کے ساتھ دین کو تلاش کرنا 357

دین کے نام پر شدت پسندی کرنے والے 565

دین کو دنیا پر مقدم کرنے کا عہد اور اس کی پر معارف تفسیر 619 تا 629

عہدیداران کو نصائح، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو نبھانے کی ذمہ داری دوسروں سے بڑھ کر ادا کرے 628

دین کے ساتھ دنیا جمع نہیں ہوسکتی 774

ڈانس، ناچ گانا

ڈانس اور ناچ کی برائی، ایک احمدی گھر کو اس سے بالکل پاک ہونا چاہئے 21

راہ ھدیٰ

ایم ٹی اے پر راہِ ھدیٰ پروگرام میں حضرت مسیح موعودؑ کے ایک الہام پر اعتراض اور اس کا جواب 71

نصیر احمد انجم صاحب کا راہ ھدیٰ میں شامل ہونا اور مدلّل جواب دینا 450

رٹا لگانا

پاکستان کے طالبعلموں کو رٹا لگانے میں مہارت حاصل ہونا 23

رپورٹ

حضرت مسیح موعودؑ کی مجالس کی رپورٹس نہایت مختصر ہیں 77

ویمبلے کانفرنس میں حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے مضمون کی بابت الفضل کی رپورٹ 129

محمود احمد شاہد صاحب بنگالی کی رپورٹس بابت بہبودی اسیران پر حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کا اظہار خوشنودی 253

تحقیق کرنے کیلئے جب رپورٹ منگوائی جاتی ہے تو اس کا صحیح طریق کیا ہونا چاہئے 353

سانحہ گوجرانوالہ کی بابت رپورٹس 473 تا 475

پولیس نے سانحہ گوجرانوالہ کے متعلق اخبارات میں غلط رپورٹس دیں 476

تحریک جدید کے 80 اسّی ویں سال کی رپورٹ 674 تا 676

شام میں ہی حکومتی اور سنّی فسادوں میں ایک رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب لوگ مارے گئے ہیں 756

رمضان

رمضان میں چاند سورج گرہن 170 تا 172، 181، 187، 193
رمضان کا مہینہ عملی تربیت کا مہینہ ہے 360
رمضان کی برکات اور اہمیت 407 تا 434
رمضان میں تلاوت قرآن کریم کی طرف توجہ دینے کی ضرورت 421
قرآن کریم کا رمضان سے تعلق اور اس کی تفصیل 421
رمضان میں اللہ کی بخشش اور رحمت کی بابت ارشادات 442
رمضان میں نوافل کی ادائیگی کی ترغیب 443
ایک عزیز نے حضور انور کو اپنی ایک خواب سنائی کہ آپ اس عزیز کو کہہ رہا ہوں کہ رمضان بڑی جلدی ختم ہوگیا۔ ابھی تو میں نے جماعت سے اور زیادہ دعائیں کروانی تھیں 482

روایات

حضرت مسیح موعودؑ کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کی بیان فرمودہ روایات کا پُر معارف بیان اور تشریح.... 683 تا 689، 739 تا 753

روحانیت

کامل اطاعت ہی ہے جو جماعت میں مضبوطی اور روحانیت میں ترقی کا باعث بنے گی 66
دنیا کمائیں لیکن دنیا میں پڑنے کی بجائے روحانیت کی طرف توجہ دیں 364
دنیاوی مقاصد حاصل کرنے والوں کا روحانیت سے کوئی واسطہ نہیں ہوتا 352
دنیا میں ڈوب جانے کے بجائے اپنی روحانیت کی طرف بھی توجہ دیں 364
روحانیت میں ترقی کرنے کی کوشش کریں 518
روحانیت کے راستے کیسے کھلتے اور کیسے بند ہوتے ہیں؟ 641

روزہ

روزے کے بعد بے انتہاء پانی پینے کا نقصان، احتیاط کرنی چاہئے 302
روزہ دار مولوی کا تصنّع 303
روزہ دار کا مقصد محض بھوکا رہنا نہیں 407
روزہ کی اہمیت و برکات اور فرائض 407 تا 409
روزہ دار روزہ میں زیادتی کے جواب میں اِنِّی صَائِمٌ کہے 409
دوران حمل روزہ نہ رکھنے کی حکمت 455
حضرت مسیح موعودؑ کا خلیفہ ثانیؓ کی صحت کیلئے اللہ کے حضور روزے رکھنا 635

زلزلہ

کشمیر کا زلزلہ 602
ایک زلزلہ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کی پیش خبری 708
حضرت مسیح موعودؑ کی زلزلہ کے بارہ میں پیشگوئی کا ظہور 720

سال نو

حضور انور کی طرف سے نئے سال کی مبارکباد اور اس کے پیچھے صحیح روح کیا ہو..... 1
اس سال کو دعاؤں، درود اور استغفار سے بھر دیں 10
وقف جدید کے سال نو کا اعلان اور اس کے چندے کے ذریعہ افریقہ میں خاص طور پر اسلام کی خدمت 11
تحریک جدید سال کے نو کا اعلان اور ایک جائزہ 674، 675

ساؤنڈ سسٹم

جرمنی جلسہ پر ساؤنڈ سسٹم کی خرابی کے بارے میں حضور کی ہدایات 385

سچائی

احمدیت کا راستہ سچائی کا راستہ ہے اور یہ وہی راستہ ہے جو آنحضرت ﷺ کا راستہ ہے 18
جب انسان سچائی کی تلاش میں نکل پڑتا ہے تو اُس کی منزل اُسے ضرور مل جاتی ہے 50
ہمارے مذہب کی سچائی کا نشان یہ ہے کہ اس کے ماننے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں 51

جو سچائی اور صبر اور وفاداری کے ساتھ اس طرف آئیں وہ آپ کو ماننے کے بعد خدا تعالیٰ کو بھی دیکھ لیں 166
خدا نے حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کی گواہی کے لئے تین لاکھ سے زیادہ آسمانی نشان ظاہر کئے 181
خدا اسی پر ظاہر ہوتا ہے جو دل کی سچائی اور محبت سے اس کو ڈھونڈتا ہے 216
سچائی اور عاجزی کی اہمیت 523
مومن کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہمیشہ سچائی پر قائم رہے اور جھوٹ کے قریب بھی نہ پھٹکے 608
اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے انبیاء کی سچائی ظاہر کرتا رہتا ہے 748

سزا

جب نظامِ جماعت سزا دیتا ہے تو اصل مقصد اصلاح ہوتا ہے 60
کلمہ پڑھنے والے کو مارنے، قتل کرنے والے کی سزا جہنم ہے 322
ڈنمارک کے اخبار میں ایک خاتون کا مضمون کہ قرآن بار بار سزا اور عذاب کا ذکر کرتا ہے محبت کا لفظ کہیں استعمال ہی نہیں ہوا 440
سزا اور تعزیر جب کسی معافی کی سفارش ہوتی ہے تو میرے لئے سب سے زیادہ خوشی کا دن ہوتا ہے 615

سکول

ربوہ کے جماعتی سکول کا بعض مجبوریوں کی وجہ سے حکومت کے بورڈ سے الگ ہو کر آغا خان بورڈ سے منسلک ہونا 23
سکولوں میں احمدی بچوں کے ساتھ ناروا سلوک 26
سکولوں میں احمدی اساتذہ کے ساتھ بچے اس لئے بدتمیزی کرتے ہیں کہ یہ احمدی ہے 482

سود

دنیا کی معاشی بدحالی کی ایک بنیادی وجہ بنکوں کے سود 47

سیکیورٹی

ڈاکٹر مہدی صاحب کی شہادت کے بعد ربوہ کی انتظامیہ کو چوکس رہنے کی ہدایت 340
سیکیورٹی کا شعبہ اور اس کے بارہ میں ہدایات 517
جلسہ کے موقعہ پر سیکیورٹی سے متعلق ہدایات 526
خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا حفاظت مرکز کے لئے احباب جماعت کو تحریک فرمانا 715

شدت پسند

شدت پسند مردوں کے لئے، پہلے اپنے گھروں کو سنبھالیں، دنیا کی اصلاح خود بخود ہو جائے گی 545
دین کے نام پر شدت پسندی کرنے والے 565
شدت پسندی اور ظلم کے واقعات تقریباً تمام مسلمان کہلانے والے ملکوں کا المیہ ہے 756
غیر مسلموں میں بھی اسلام کے بارے میں اس غلط تاثر کو زائل کریں کہ اسلام نعوذ باللہ شدت پسندی اور تلوار کا مذہب ہے 763

شراب

زمانہ جاہلیت میں عرب شراب پینے پر فخر کرتے تھے 33،32
مسجد فضل کی سڑکوں پر ایک شرابی کی مثال کہ شرابی کو نشے میں کچھ معلوم نہیں رہتا 33
گھانا میں ایک چوکیدار حضور انور نے رکھا جو شرابی تھا 34،33
شراب عقل پر پردے ڈال دیتی ہے 35 تا 37
آپؐ کا فرمان کہ ”خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ شراب مسلمانوں پر حرام کر دی گئی ہے“ 36
شراب کے متبادل نشہ کے طور پر سپرٹ پینا اور اس کے مضرات 38
خدا کی محبت میں سرگرداں آدمی کی مثال بھی شرابی کی مانند ہے 212،208

شرافت

جن ممالک میں احمدیوں پر ظلم ہو رہا ہے وہاں کے اکثر شرفاء کی شرافت حضرت خلیفہ ثالثؒ کے بقول گونگی شرافت ہے 485
بعض مولویوں میں بھی شرافت موجود ہے 601

شرک

چاہئے کہ ہر ایک قسم کے شرک سے پرہیز ہو 281،212

شرک کی دو اقسام 299

شرک سے بیزاری کی وجہ سے یورپ وغیرہ تمام بلاد میں عیسائی لوگ ہر روز اپنے مذہب سے متنفر ہو رہے ہیں 301

یورپ کے شرک کرنے والے لوگ جوک در جوک اسلام میں داخل ہو رہے ہیں 647

شعر (اس جلد میں مذکور اشعار)

عِلْمِیْ مِنَ الرَّحْمٰنِ ذِی الْاٰلَاءِ
بِاللّٰہِ حُزْتُ الْفَضْلَ لَا بِدَھَاءِ 96

وَخُذْرَبِّ مَنْ عَادَی الصلاحَ و مفسدًا
ونَزِّل علیه الرِّجْزَ حقًّا و دَمِّرِ۔۔۔ 190-189

اللہ تیری راہ میں یہی آرزو ہے اپنی
اے کاش کام آئے خونِ جگر ہمارا 333

اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کر کے مجھ پہ وار 770

تیرھویں چند ستیھویں سورج گرہن ہوئی اس سالے

عدو جب بڑھ گیا شور و فغاں میں
نہاں ہم ہو گئے یارِ نہاں میں 483

موت کے روبرو کریں گے ہم
زندگی کے حصول کی باتیں۔۔۔ 332

در سنِ 1311 غاشی ہجری دو قِران خواہد بود
از پئے مہدی و دجّال نشاں خواہد بود 172

واعظاں کیں جلوہ برمحراب و منبر مے کنند
چوں بخلوت مے روند آں کارِ دیگر مے کنند 302

شکر

شکر کے لئے تقویٰ اور طہارت ضروری شرط ہے 80

خطبہ الہامیہ کے بعد سجدۂ شکر 224،220

اللہ تعالیٰ کے شکر گزار ہوں اور شکر گزاری یہ ہے کہ جلسے کے پروگراموں سے بھرپور فائدہ اٹھائیں 357

حضورانور کا جلسہ جرمنی کے موقع پر بیعت کے الفاظ دوبارہ دہرانا اور دنیا بھر سے شکریہ کی فیکسیں 386

عہدیداران کو جو بھی کامیابیاں مل رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے منسوب کریں اور عاجزی و انکساری اور شکر گزاری میں بڑھنے کی کوشش کریں 387

احمدی خوش قسمت ہیں ان کو اللہ کا شکر ادا کرنا چاہئے کہ ان کو احمدی گھروں میں اللہ نے پیدا کیا 537

حضورانور اور جلسہ میں آئے مہمانوں کا کارکنان کا شکریہ ادا کرنا 549

انبیاء کا دل بڑا شکر گزار ہوتا ہے اور اس کی مثال 687

شہادت

ارسلان سرور صاحب کی شہادت کا واقعہ 42،41

رضی الدین صاحب کی شہادت کا واقعہ 104

حضرت خالد بن ولیدؓ کا بسترِ مرگ پر شہادت کی خواہش سے بے چین ہونا 318

صاحبزادہ عبداللطیف صاحب کی شہادت کا واقعہ 319

خلیل احمد صاحب کی شہادت کا واقعہ 322،321

ڈاکٹر مہدی صاحب کی شہادت کا واقعہ 330 تا 340

محمد امتیاز احمد صاحب کی شہادت کا واقعہ 449,450

گوجرانوالہ میں شہادتوں کا واقعہ 477 تا 480

مبشر احمد صاحب کھوسہ کی شہادت کا واقعہ 601 تا 605

لطیف عالم بٹ صاحب کی شہادت کا واقعہ 629

صبر و استقامت

اللہ تعالیٰ کی خاطر استقامت دکھانے والوں کو وہ دونوں جہان کی جنتوں کا وارث بناتا ہے 320،318،317

آپؐ پر ہونے والے مظالم اور آپؐ کا صبر و برداشت اور رحم کی داستانیں 317

حضرت صاحبزادہ عبداللطیف شہید کی صبر و استقامت 319

صبر سے کام لو تم زمین کے وارث بنائے جانے والے ہو 411

صدقہ وخیرات

صدقہ وخیرات کی بابت ایک مولوی کا وعظ 302
ایک سروے کی رپورٹ کہ مسلمان سب سے زیادہ صدقہ و خیرات کرتے ہیں 522

طاعون

طاعون کی پیشگوئی 190،91
نور احمد مخالف احمدیت کا طاعون سے مرنا 191
طاعون کو حضورؑ کے لئے بطور نشان بھیجا جانا 709

طالبان

طالبان اور isis کے بارہ میں حضور سے سوال 597
تحریک طالبان پاکستان افضل فوجی گروپ کے واجد نامی شخص کا مبارک احمد باجوہ صاحب کو شہید کرنے کا اعتراف کرنا 764

طلاق (نیز دیکھیں ''عائلی معاملات'')

اسلام میں طلاق کو ناپسند کرنے کی حکمت 455

ظلم

سیریا میں حکومت مخالف گروہوں کے مظالم کی انتہاء 69
پاکستان میں احمدیوں پر مظالم کی انتہاء 69
سیریا، مصر، اور پاکستان کے احمدیوں پر مظالم اور دعا کی تحریک... 86
آنحضورؐ نے ظلم و تعدی کے باوجود بددعا نہیں کہ بلکہ یہ دعا کی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے 281
حضرت مسیح موعودؑ کے دور سے ہی جماعت پر مظالم ہو رہے ہیں 317
آنحضرتؐ پر ہونے والے مظالم اور صبر و برداشت اور رحم کی داستانیں 317
الجزیرۃ کے ایک تجزیہ نگار کا لکھنا کہ اکثر احمدیوں کے خلاف ظلم اور تشدد کی خبریں ملتی رہتی ہیں اور مجرم یہ ظلم اس تسلی کے ساتھ کرتے ہیں کہ حکومت انہیں سزا دینے کے لئے کچھ نہیں کرے گی 339
پاکستان میں اللہ اور رسول کے نام پر ظلم کیا جانا 341
پورا پاکستان ظلموں کی داستان بن کر رہ گیا ہے، ہائیکورٹ میں ایک عورت کو پتھر مار کر شہید کر دیا گیا 341
پاکستان میں ظلم کرنے والے، جب اللہ تعالیٰ کی تقدیر چلے گی تو ان کے نام و نشان مٹ جائیں گے۔ نہ ظلم کرنے والے رہیں گے اور نہ ظلم کی پشت پناہی کرنے والے 341
نہ لیڈروں میں تقویٰ ہے نہ علماء میں تقویٰ ہے، نوجوان نسل کے جذبات کو ابھار کر ظلم کی راہ پر لٹکایا ہوا ہے، مسلم امّہ کو کوئی سمجھانے والا نہیں 412
اللہ کو کبھی ظلم پسند نہیں آسکتا 412
جہاں جہاں احمدیوں پر مظالم ہو رہے ہیں ان کی نجات کے لئے دعا کی تحریک 419
اسرائیل کا فلسطینیوں پر مظالم ڈھانا 482،454
جن ممالک میں احمدیوں پر ظلم ہو رہا ہے وہاں کے اکثر شرفاء کی شرافت حضرت خلیفۃ ثالثؒ کے بقول گونگی شرافت ہے 485
احمدیت کے حوالہ سب سے زیادہ ظلم پاکستان میں ہو رہا ہے، پاکستانی احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 484
ترکی میں فلسطینیوں پر مظالم پر سوگ 545
نام نہاد تنظیموں کا اللہ کے نام پر ظلم کرنا 569
عائلی معاملات میں ظلم میں رشتہ داروں کا ساتھ شامل ہو جانا 617
مسلم ممالک میں ظلم و بربریت کے واقعات کی کثرت 754
ہر ظلم جو کسی بھی مسلمان پر ہو ہمارے لئے باعث تکلیف ہے 762

عاجزی وانکساری

جماعتی عہدیداران کیلئے عاجزی، انکساری اور دعا اور محنت کی ضرورت ہے 2
عہدیداران کو نصیحت کہ استغفار اور درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہئے تاکہ عاجزی قائم رہے اور خدمت کی توفیق صحیح رنگ میں ملتی رہے 252
کیا ہمارے سجدے فروتنی اور عاجزی کے سجدے ہیں؟ 359

جو بھی کامیابیاں مل رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے منسوب کریں اور عاجزی وانکساری اور شکر گذاری میں بڑھنے کی کوشش کریں 387
عاجزی کی اہمیت 523
پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 603
عبادالرحمٰن عاجزی سے چلنے والے ہوتے ہیں 606
پشاور سکول میں بچوں پر وحشیانہ حملہ اور حضور انور کا اظہار ہمدردی 754 تا 763
آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کے عاجزی وانکساری کے اعلیٰ نمونے اللہ تعالیٰ ہم میں دیکھنا چاہتا ہے 773

عائلی معاملات

گھروں میں بے چینی اور مسائل کا ایک حل اور ایسے لوگوں کو ایک نصیحت 52،51
قطع حقوق معصیت ہے 85
گھروں میں بے سکونی کی وجوہات ، بیویوں کے حقوق کی ادائیگی نہ کرنا 358
میاں بیوی کے معاملات اور لین دین میں اخلاق سے ہٹ کر رویے 609
میاں بیوی کے معاملات میں ایک اصولی رہنمائی کہ حسنِ اخلاق اپنائیں اور ضد نہ ہو 610
عائلی معاملات میں ظلم میں رشتہ داروں کا ساتھ شامل ہو جانا 617

عبادت

ہماری زندگی کا مقصد عبادت کرنا ہے 3
عبادتوں کو گلے کا بوجھ نہ سمجھیں 50
اللہ کی عبادت اس کی محبت ذاتی کے ساتھ ہونی چاہئے 203
خدا کی عبادت ایسے کرنی چاہئے گویا کہ وہ سامنے موجود ہے 206،204
اصلی عبادت وہی ہے جو محبت ذاتی سے ہو نہ کسی فائدہ کے لئے 208
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہودیوں کی حالت تھی کہ رسم اور عادت کے طور پر عبادت کرتے تھے 275
انسانیت کی خدمت کے زعم میں اپنی نمازوں اور عبادتوں کو نہیں چھوڑ سکتے 291
ہمارے اصل ہتھیار دعا اور عبادت 325
ہمیں اپنی عبادتوں اور دعاؤں میں پہلے سے بڑھ کر توجہ کرنے کی ضرورت ہے 327
اعمال کو اور اپنی عبادتوں کو وہ رنگ ہمیں دینے کی ضرورت ہے جو ہمارے لئے بہترین زادِ راہ ثابت ہوں 352
عبادتوں کی طرف توجہ دیں اور انہیں اس معیار پر لانے کی کوشش کریں جو معیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہم سے چاہتے ہیں 518
رسول کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں عیسائیوں کو عبادت کی اجازت دی 579
خدام الاحمدیہ اور لجنہ کو کوشش کرنی چاہئے کہ نوجوانوں کو نمازوں کا پابند بنائیں اس عمر میں صحت ہوتی ہے اور عبادتوں کا حق ادا ہو سکتا ہے 607
حضور انور کا عبادتوں کی طرف توجہ دلانے پر مخلص احمدیوں کا خوبصورت ردعمل اور مساجد میں حاضری بڑھنا 607
عبادتوں کی طرف توجہ دیں اور انہیں اس معیار پر لانے کی کوشش کریں جو معیار اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہم سے چاہتے ہیں 724

عفوودرگذر

اسلام تعلیم دیتا ہے کہ اپنے غصے کو دباؤ اور عفو کا سلوک کرو 585
تعزیری کارروائی میں عفو گناہ بن جاتا ہے 614
مومن کی نشانی، غصہ پر ضبط ہونا اور لوگوں سے عفو درگذر کرنا 612
ہمیں عفو نرمی اور درگزر اور محبت سے کام لینا چاہئے 617

عمل

اعمال کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات 19
اعمال کی اصلاح کے لئے تین چیزوں کی مضبوطی، قوت ارادی، علم کے زیادتی، قوت عملیہ میں طاقت 27
ہمیں اپنے اعمال کی اصلاح کے لئے اللہ تعالیٰ کے احکامات کا پابند ہونا ہوگا 39

آجکل ہونے والا ایک اعتراض کہ قرآن کی تعلیم اگر یہ ہے تو مسلمانوں کے عمل اس کے مطابق کیوں نہیں؟ 80
ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو ہمیں انجام دینے کی کوشش کرنی چاہئے 86
انسان خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے دو چیزوں کا محتاج ہے، بدی سے پرہیز کرنا، نیکی کے اعمال کو حاصل کرنا 155
سب اعمال صالحہ کا محرک معرفت ہے 156
مذہب کی جڑ خدا شناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے اور اس کی شاخیں اعمال صالحہ اور اس کے پھول اخلاق فاضلہ ہیں 164
اعمال کو اور اپنی عبادتوں کو وہ رنگ ہمیں دینے کی ضرورت ہے جو ہمارے لئے بہترین زادِ راہ ثابت ہوں 352
عمل صالح وہ عمل ہے جو موقع اور محل کے حساب سے ہے 362
حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مومن سے کوئی خطا ہو جائے تو اس کے اعمال صالحہ اس کے لئے ڈھال بن کر اسے تباہی سے بچا لیتے ہیں 461
اللہ تعالیٰ نے ایمان کو اعمال صالحہ کے ساتھ جوڑ کر مشروط کیا اور یہ حالت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء بھی بھیجتا ہے 566
صحیح اسلامی اعمال کی تصویر پیش کرنا ہر احمدی کا کام ہے 566
اعمال صالحہ اور ایمان کی ضرورت واہمیت 564 تا 576

عملی اصلاح

عملی اصلاح کے متعلق حضرت مصلح موعودؓ کے خطبات کی روشنی میں اعلیٰ معیار کے حصول کی ترغیب و تعلیم 19
حضرت مسیح موعودؑ کا مشن اور بعثت کا مقصد صرف عقائد کی اصلاح نہ تھی بلکہ اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے خدا کے بندے سے تعلق جوڑنا بھی تھا 19
عملی اصلاح کیلئے تین باتیں، قوت ارادی، پورا علم، قوت عملی اور اس کی پر معارف تشریح 22
عملی اصلاح کے بارہ خطبہ کا تسلسل قوت ارادی کی بابت تفصیل و توضیح 31
عملی اصلاح کیلئے عملی قوت یا علم کا ہونا، اس کی تفصیل 53
عملی کمزوری دور کرنے اور عملی قوت بڑھانے کی اہمیت اور طریق 59
عملی اصلاح کے مختلف پہلو 59
عملی اصلاح کے طریق کے تسلسل میں معرفت الٰہی کے حصول کی بابت رہنمائی اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کی پر معارف تشریح 154 تا 166
جماعتی انتظامات میں کمزوریوں پر صرف معذرت کرنا کافی نہیں اصل چیز اصلاح اور عملی کوشش.... 384

عہدہ، عہدیداران

جماعتی عہدیداران کیلئے عاجزی، انکساری اور دعا اور محنت کی ضرورت ہے 2
عہدیداران کو نصیحت، دل میں عہدے کا نہیں خدمتِ دین کا تصور پیدا ہو 2
نظام جماعت، عہدیدار اور ذیلی تنظیمیں عملی کمزوری دور کرنے کا ذریعہ بنیں 41
مربیان، امراء، عہدیداران، خلیفۃ المسیح کے خطبات کی روشنی میں اپنے پروگرام بنایا کریں 44
مربیان، عہدیداران کا فریضہ کہ اصلاح کی کوشش کریں اور اس کے لئے.... 49
مربیان اور عہدیداران کو بار بار جھوٹ سے بچنے کی تلقین کرنا ہوگی 54
بچوں کی تربیت کیلئے والدین اور ذیلی تنظیموں اور عہدیداران کی ذمہ داری 55
مربیان، واقفین زندگی، امراء اور عہدیداران کا مقام اور ذمہ داریاں 58
خلیفہ وقت کے قضاء کے فیصلوں پر اعتراض کرنے والے، اور عہدیداران اور مربیان کی ذمہ داریاں 66
عہدیداران کو نصیحت کہ استغفار اور درود شریف کثرت سے پڑھنا چاہئے تا کہ عاجزی قائم رہے اور خدمت کی توفیق صحیح رنگ میں ملتی رہے 252
عہدیداران کو نصائح، اطاعت کے معیار اعلیٰ سے اعلیٰ کریں جیسے آنحضرتؐ کے ایک صحابی عبداللہ بن مسعودؓ..... 344
عہدیداران اپنے آپ کو اولی الامر سمجھ کر اپنی اطاعت کروانے کے

اس وقت تک حقدار نہیں کہلا سکتے جب تک خلافت کی کامل اطاعت اپنے اوپر لاگو نہیں کرتے 353

عہدیداران کا غلط طرفداری کرنا 359

کسی عہدیدار کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کی محنت کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، یہ اللہ کی چلائی ہوئی ہوا ہے 379

جرمنی جلسہ کے حوالہ سے عہدیداران اور مرکزی کارکنان کو نصائح اور ہدایات..... 384

جو بھی کامیابیاں مل رہی ہیں انہیں اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے منسوب کریں اور عاجزی وانکساری اور شکرگذاری میں بڑھنے کی کوشش کریں 387

نیشنل عہدیداروں کو اپنے خولوں سے باہر آنے کی ضرورت ہے اپنے آپ کو افسر نہ سمجھیں بلکہ خادم سمجھ کر جماعت کی خدمت کریں 387

عہدیداران کو جذبات قابو میں رکھنے کی تعلیم 613

عہدیداران کو نصائح، دین کو دنیا پر مقدم کرنے کے عہد کو نبھانے کی ذمہ داری دوسروں سے بڑھ کر ادا کرے 628

عیسائیت، عیسائی

شرک سے بیزاری کی وجہ سے یورپ وغیرہ تمام بلاد میں عیسائی لوگ ہر روز اپنے مذہب سے متنفر ہو رہے ہیں 301

فرانس کے ایک عیسائی کا اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھ کر، جلسہ سالانہ میں حضور کا خطاب سن کر احمدی ہونا 382

عیسائیوں کا پہاڑوں کی غاروں میں چھپ کر اپنے ایمان کو محفوظ رکھنا.... 503

فریقہ میں ایک مسجد کا افتتاح اور چیف عیسائی کا شامل ہونا کہ میں دیکھوں یہ کون مسلمان ہیں جو ایک عیسائی کو دعوت دے رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ایسا اسلام اور مسجد وقت کی ضرورت ہے 567

رسول کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں عیسائیوں کو عبادت کی اجازت دی 579

جس طرح یہودی اور عیسائی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اسی طرح اسلام میں بھی ہیں 592

عیسائی اور یہودی آپس میں سخت مخالفت کرنے والے تھے لیکن آنحضرت ﷺ کے خلاف دونوں اکٹھے ہو جاتے تھے 658

عید

جمعہ کو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کے لئے عیدوں میں سے ایک عید قرار دیا ہے 462

غیبت

جھوٹ اور غیبت کی برائی 26

غصہ وغضب

تقویٰ کی کمی کے باعث غصہ بھڑکتا ہے 521

بد اخلاق کا غصہ چھوڑنا مشکل ہوتا ہے 574

اسلام تعلیم دیتا ہے کہ اپنے غصے کو دباؤ اور عفو کا سلوک کرو 585

غصہ اور غضب کی بری عادت 611

مومن کی نشانی، غصہ پر ضبط ہونا اور لوگوں سے عفو درگذر کرنا 612

غلبہ

ہمارے غالب آنے کے ہتھیار، استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت.... پانچ نمازوں کو ادا کرنا 448

غلبہ انشاء اللہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مقدر ہے 503

فتح

فتح اور ظفر کی کلید تجھے ملتی ہے 108

اللہ تعالیٰ کا کمزور مسلمانوں کو کفار پر فتح دلانا 146

آخری فتح ہماری ہے، اس فتح کے حصول کا سب سے زیادہ تیر بہدف نسخہ دعائیں ہیں 315

آخری فتح ہماری ہی ہوگی 321

اللہ تعالیٰ دعائیں قبول کرتے ہوئے فتح کے دروازے کھولے گا اور دشمن کو کوئی جائے فرار نہ ہوگی 321

جرمنی کیا اور یورپ کیا ہمیں تو انشاء اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو فتح کرنا ہے مگر تلوار سے نہیں بلکہ دل جیت کر 355

احمدیت کی فتح سے ہی دنیا کی بقا وابستہ ہے 484

فتنہ وفساد

پاکستان اور عرب ممالک سے مولویوں کا فتنہ وفساد پیدا کرنے کی غرض سے افریقہ میں کوشش 10

مسلمان حکومتوں اور تنظیموں کا فتنہ وفساد جس نے اسلام کے نام سے خوفزدہ کیا ہوا ہے، آنحضرتؐ رحمۃ للعالمین کی بدنامی کا باعث 649

فتویٰ

تنظیم اخوان المسلمین کا احمدیت کے بارہ اسلام سے خارج ہونے کا فتویٰ اور الٰہی نشان کہ الازھر نے ان کے خلاف فتویٰ دے دیا.... 561

فرقہ بازیاں

بورکینا فاسو، بنفورا ریجن کی ایک جماعت نیاکارا (Niankara) کے گاؤں میں لوگوں کا احمدیت قبول کرنا اور اس پر فرقہ انصار دین والوں کا زور لگانا کہ ہمارے فرقہ میں شامل ہوں لیکن ان نومبائعین کا اطمینان 8

فرقہ بازیاں بیرونی سازشوں کا نتیجہ 414

فرقہ واریت کے بارے میں حضور انور کا بعض سوالوں کے جواب دینا 592

آپس میں تفرقہ نہ کرو 735

فیس بک

فیس بک، گناہ کی طرف لے جانے والی مجلس 158

فیس بک پر خانہ کعبہ کی توہین کا مذموم الزام 475

قرآن کریم

احمدیت میں شامل ہونے کے بعد لوگ قرآن سے جڑ جاتے ہیں اس کے متعلق بیانات 8،7

بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے 49

قرآن کریم سے نیک فال نکالنے کا ایک واقعہ 53

قرآن شریف میں توریت کے بہت سارے واقعات کا ہونا 94

حضرت خلیفہ ثانیؓ نے قرآن کی تفسیر میں 8،10 ہزار صفحات لکھے، قرآن کی تفسیر جو آپ نے تحریر کی بے مثال 110، 112، 114

یورپ کے مستشرقین میں سے ایک کی ترجمہ قرآن وتفسیر کے متعلق رائے 115

میاں حنیف احمد صاحب نے بیس سال کی محنت وتحقیق کے بعد قرآنِ کریم کے حوالے سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تحریر وتفسیر کے بحرِ بے کراں کا احاطہ کرتے ہوئے قیمتی ارشادات اور اردو، فارسی اور عربی اشعار کا چناؤ اور الہام اکٹھے کر کے ''حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم فہم قرآن'' کے نام سے ایک بڑی اچھی اور ضخیم کتاب مرتب کی 119

قرآن کریم میں ایک اندازے کے مطابق موجود احکام الٰہی کی تعداد چھ سو سے زیادہ ہے 168

قرآن خدا کے ساتھ محبت ذاتی پیدا کرنے کے مضمون سے بھرا پڑا ہے 203

قرآن شریف اس تعلیم کو پیش کرتا ہے جس کے ذریعہ سے اور جس پر عمل کرنے سے اسی دنیا میں دیدارِ الٰہی میسر آ سکتا ہے 211

اللہ تعالیٰ کا قرب قرآن کریم کی پیروی سے ملتا ہے 271

قرآن کریم کی وہ کون سی تعلیم ہے جو ماٹو نہ بن سکے 287

قرآن شریف کی تعلیم کا اصل مقصد اور مدعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ جیسا وحدہٗ لاشریک ہے ایسا ہی محبت کی رُو سے بھی اس کو وحدہٗ لاشریک یقین کیا جاوے 296

حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا ترجمہ قرآن کرنے کے لئے لندن آنا 350

جو شخص قرآن کریم کے سات سو حکموں میں سے کسی ایک حکم کو بھی جان بوجھ کر چھوڑتا ہے تو اس کا بیعت کا دعویٰ عبث ہے 415

قرآن کریم کی اہمیت اور اس کے مقام اور اس پر عمل کرنے کی ضرورت.... 420

قرآن کی اہمیت، اسکی تلاوت کرنے اس کے مضامین کو سمجھنے اور

ان پر عمل کرنے کے متعلق مضمون 420 تا 435
تمام قسم کی بھلائیاں قرآن میں ہیں 428
حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نصیحت کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دینا 433
ڈنمارک کے اخبار میں ایک خاتون کا مضمون کہ قرآن بار بار سزا اور عذاب کا ذکر کرتا ہے محبت کا لفظ کہیں استعمال ہی نہیں ہوا 440
قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے 564
قرآن کے ساتھ سوا حکام 582
آپؐ کے بارے میں حضورؑ کا فرمانا کہ ''ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگ ہوتے تو اتنے بڑے قرآن شریف کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف بسم اللہ کی ''ب'' کافی تھی'' 640
گھانا کی علاقائی زبان چوئی (Twi) میں الحاج یوسف صاحب کا قرآن کریم کا ترجمہ کرنا 680
قرآن کریم کی جو پیشگوئیاں ہیں ان میں سے ایک پیشگوئی جو سواری کے متعلق ہے اس کی تفصیل 705

قربِ الٰہی

مادّی اشیاء کے لئے جذباتِ محبت یا مادی نقصان کے خوف سے جذباتِ خوف غالب آتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے سے انسان محروم رہ جاتا ہے 40
کہ اس زمانے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے غلامِ صادق سے جڑ کر اللہ تعالیٰ سے قرب کا تعلق پیدا کیا جا سکتا ہے 48
للہ تعالیٰ کے قرب پانے کے ذریعہ 211
خدا تعالیٰ کا قرب حاصل ہو سکتا ہے 265، 266
رخدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کا جو وسیلہ اور نمونہ اور تعلیم خدا تعالیٰ نے ہمارے سامنے رکھی ہے وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کامل اتباع ہے 268
اللہ تعالیٰ کا قرب، قرآن کریم کی پیروی سے ملتا ہے 271
قربِ الٰہی کیلئے نمازوں کا حق ادا کرنا ضروری ہے 274
قربِ الٰہی کے حصول کیلئے توبہ کی اہمیت 275
خدا کا قرب کون حاصل نہیں کر سکتا 277
اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے والے لوگوں سے خاص معاملات ہوتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کُنۡ فَیَکُوۡن والی چادر پہنا دیتا ہے 691
اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کے لئے پہلے خود کوشش کرنے کی ضرورت ہے تبھی اللہ تعالیٰ کا قرب حاصل ہوتا ہے 775

قربانی

مالی قربانیوں کے واقعات 11 تا 14
جماعت میں قربانی کرنے کی روح 312
قربانیوں کی جو مثالیں قائم کر رہے ہیں وہ کبھی رائیگاں نہیں جائیں گی اور آخری فتح ہماری ہے، اس فتح کے حصول کا سب سے زیادہ تیر بہ حدف نسخہ دعائیں ہیں 315
آنحضورؐ اور صحابہ کرام کی قربانیوں کے بے مثال نمونے 317، 318
احمدیت کی تاریخ میں پہلا موقع کہ تمام قربانی کرنے والیاں عورتیں اور بچیاں ہیں، گوجرانوالہ کا سانحہ 475
مسیح موعودؑ کو ماننے سے بڑی قربانیاں دینی پڑیں گی 467، 470، 472
خدا کے مامور کے ساتھ شامل ہونے والوں کو قربانیاں دینی پڑتی ہیں اور وہ ضائع نہیں جاتیں 499

قطع حقوق

قطع حقوق معصیت ہے 85

قوت قدسیہ

آنحضرتؐ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں صحابہ میں پیدا ہونے والا انقلاب قوت ارادی کی بہترین مثال 32، 33
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور کمال باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کبھی ہوا اور نہ آئندہ ہوگا 424، 427

کارکنان

ربوہ، قادیان اور لندن کے کارکنان ضیافت کو ہدایات، کنجوسی کا

اظہار نہ ہو، یہ لنگر خانہ آپ کا نہیں حضرت مسیح موعودؑ کا ہے 174
ہیومینٹی فرسٹ کے کارکنان کی اہمیت دین کے ساتھ جڑ کر خدمت انسانیت کرنے میں ہے 284
جلسہ سالانہ کے موقع پر مہمان نوازی کے حوالہ سے کارکنان جلسہ کو نصائح 364
جرمنی جلسہ کے حوالہ سے عہدیداران اور مرکزی کارکنان کو نصائح اور ہدایات 384
اللہ تعالیٰ کے فضل سے مختلف شعبہ جات میں اب کارکنان کی کافی تربیت ہو چکی ہے 517
جلسے کے کارکنان کے لئے ہدایات 527

کتب حضرت مسیح موعودؑ

یوسف اللطیف صاحب کا حضورؑ کی کتب پڑھ کر بیعت کرنا 17
آپؑ کی کتب پڑھنے سے افریقہ اور عرب ممالک کے احمدیوں میں روحانی انقلاب کا پیدا ہونا 62
آپؑ کی کتب ہدایت کا باعث بن رہی ہیں 89
حضرت اقدسؑ کی کتب اور تحریرات ایک نشان ہیں 93
حضورؑ کی عربی کتب کا نشان اور برکات کی کچھ مثالیں حضور انور نے جو پیش فرمائیں 94
بدر صاحب کا دمشق کے ایک احمدی نومبائع رضوان صاحب کو اسلامی اصول کی فلاسفی پیش کرنا اور ان کا احمدی ہونا 102
سیّد جعفر حسین صاحب کا تفسیر کبیر پڑھ کر بیعت کرنا 113
حضور انور کا نومبائعین سے سوال کہ آپ کو کس چیز نے بیعت کے لئے متأثر کیا تو ان کا جواب کہ اسلامی اصول کی فلاسفی نے 179
آپؑ کی کتب کو پڑھتے رہنا چاہئے 187
آپؑ کی کتب اور ارشادات کی اہمیت 342
فرانس کے ایک عیسائی کا اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھ کر، جلسہ سالانہ میں حضور کا خطاب سن کر احمدی ہونا 382

کونسل

مسلم جوڈیشل کونسل کے زیرِ اہتمام کانفرنس میں جماعت کی مخالفت میں پروگرام 9
آمد کے حصول کے حلال ذرائع اختیار کریں اور امانت، دیانت کے معیار اونچے کریں، کونسل کو دھوکہ دے کر Benifit حاصل کرنا 68
گھانا میں نیشنل پیس کونسل کا قیام 141

کشف

حضرت مسیح موعودؑ کا کشف ایک خط میں لکھا ہونا ئی ایم کو رلر (I am quarreler)۔ اور عربی میں یہ لکھا ہوا ہے۔ ھٰذَا شَاھِدٌ نَزَّاغٌ 74
عالم کشف میں حضرت مسیح موعودؑ کو دکھایا گیا کہ ایک بلا سیاہ رنگ چارپائے کی شکل پر جو بھیڑ کے قد کی مانند اس کا قد تھا (سیاہ رنگ کی بلا تھی۔ جانور کی شکل کی طرح تھی اور بھیڑ کے مطابق قد تھا۔) اور بڑے بڑے بال تھے اور بڑے بڑے پنجے تھے آپؑ پر حملہ کرنے لگی اور آپؑ دل میں ڈالا گیا کہ یہی صرع ہے 702
وہاب آدم صاحب کو مخالفت کی وجہ سے حج پر نہ جانے دینا اور حضرت خلیفہ ثالثؒ کا کشفاً آپ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دکھایا جانا 399
حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا کشفی حالت میں حضرت اقدس مسیح موعودؑ کو عبد الوہاب آدم صاحب اور امری عبیدی صاحب کے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھنا 392

کشف قبور

ایک سجادہ نشین کا کشف قبور کا دعویٰ اور حضرت مسیح موعودؑ کو چیلنج، حضورؑ کا جواب 186،185

گناہ

گناہ کو حقیر سمجھنا اس پر دلیر کر دیتا ہے 27،26
گناہوں کو مٹانے کا ایک طریق 49،48
یہ تصور کہ کچھ گناہ بڑے اور کچھ چھوٹے ہوتے ہیں اس کا نقصان 53

گناہوں سے نجات، نیکیوں کی توفیق اور دعا کے معیار کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر 156
انسان گناہ کی طرف کیوں گرتا ہے اور نفس امارہ دلوں پر کیوں قبضہ کرتا ہے؟ 157
گناہ کی طرف لے جانے والی مجالس، ٹی وی، انٹرنیٹ، فیس بک کے نقصانات وغیرہ 158
گناہوں سے بچنا بغیر معرفت الٰہی کے ممکن نہیں 159
گناہوں سے رکنے کے لئے معرفت الٰہی کی اہمیت 159
گناہ کبیرہ 208
گناہ کی حقیقت اور اس کا علاج 209، 211، 214
گناہ ایسی زہر ہے جس کے کھانے سے انسان ہلاک ہو جاتا ہے 275
گناہوں سے خوفزدہ لوگوں کیلئے اللہ تعالیٰ کی رحمت اور بخشش کا خوبصورت پیغام اور اس کی تفسیر 438
تعزیری کارروائی میں عفو گناہ بن جاتا ہے 614

گرہن

امریکہ میں ہونے والا گرہن 170
چاند، سورج گرہن کا نشان اور اس کی تفصیل 170، 172، 187

گستاخانہ خاکے

امریکہ اور جرمنی کی جماعت کو گستاخانہ خاکوں کے خلاف قانون کے دائرہ میں رہ کر احتجاج کرنے کی تلقین 413

گستاخانہ فلم

جرمنی میں گستاخانہ فلم چلائے جانے کا پروگرام بننا اور جماعت کا ردعمل 413

لا الٰہ الا اللہ

علامہ المغربی کا خلیفہ ثانی کو لوگوں کو لا الٰہ الا اللہ پر اکٹھا کرنے کی درخواست کرنا 228
ہمارا ماٹو قرآن کریم ہے اور اگر کسی دوسرے ماٹو کی ضرورت ہے تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' 282
لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ، قرآن کریم کا خلاصہ 288
لا الٰہ الا اللہ پر کاربند ہو کر اسلام کی محبت اور عظمت قائم ہو سکتی ہے 294

لالچ

امداد کی درخواست دینے والوں کو نصیحت کہ اپنی عزت نفس کا بھرم رکھا کریں اور دیکھا دیکھی کی لالچ کا رجحان نہ ہو 47
دنیا میں بدامنی مذہب کی وجہ سے نہیں پھیل رہی بلکہ لالچ اور سیاست اس کی وجوہات ہیں 147
نوجوان نسل کے جذبات ابھار کر انہیں اللہ تعالیٰ کا قرب دلانے کا لالچ دے کر ان علماء نے ظلم کی راہ پر لگایا ہوا ہے 412

لنگر خانہ، دارالضیافت

لنگر خانے کا خرچ حضورؓ کے زمانہ میں 173
حضرت مسیح موعودؑ کے کاموں کی ایک اہم شاخ جو ساری دنیا میں جاری ہے اور خلافت کی وجہ سے اب مستقل بنیادوں پر لندن میں قائم ہے، لنگر خانہ میں کام کرنے والوں کے لئے ہدایات 174
ربوہ، قادیان اور لندن کے کارکنان ضیافت کو ہدایات، کنجوسی کا اظہار نہ ہو، یہ لنگر خانہ آپ کا نہیں حضرت مسیح موعودؑ کا ہے 174
وَسِّعْ مَكَانَكَ کے اللہ تعالیٰ کے حکم کو آج بھی پورا کرنے کے لئے اپنے دلوں کو بھی مہمانوں کے لئے وسیع کرنا ہوگا۔ لنگر خانہ تو حضورؑ کے اہم کاموں میں سے ایک کام تھا 365
ایک خاتون کا لنگر خانوں کا نظام دیکھ کر بیعت کرنا 530

لیلۃ القدر

لیلۃ القدر دعاؤں کی قبولیت اور بندے کو خدا کے قریب تر کرنے کے جلوے دکھانے اور دیکھنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے 443
لیلۃ القدر کی اہمیت اور برکات 452
حضرت مصلح موعودؓ کا لیلۃ القدر کی بابت ایک اہم نکتہ 453
لیلۃ القدر انسان کیلئے اس کا وقتِ اصفٰی ہے 457

مالی قربانی (دیکھیں ''انفاق فی سبیل اللہ/ چندہ'')

ماٹو

ہمارا ماٹو قرآن کریم ہے اور اگر کسی دوسرے ماٹو کی ضرورت ہے

تو وہ ''لا الٰہ الا اللہ محمد رسول اللہ'' 282

حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جماعت کو جو ماٹو دیا یا جس طرف توجہ دلائی وہ ایسا ہے جس سے دین بھی مضبوط ہوتا ہے، ایمان بھی مضبوط ہوتا ہے 285

ہمارا ماٹو تو تمام قرآن کریم ہی ہے لیکن اگر کسی دوسرے ماٹو کی ضرورت ہے تو حضرت مصلح موعود نے فرمایا کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ سے مقرر کر دیا اور وہ ہے لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ 287 تا 291

''محبت سب کے لئے....'' ایک پرتاثیر ماٹو 537، 541، 595، 597

آرتی میف صاحب (قزاقستان) کا جلسہ سالانہ یوکے میں دعوت دینے پر خلیفۃ المسیح اور جماعت کا شکریہ ادا کرنا اور جماعت کے ماٹو ''محبت سب کیلئے اور نفرت کسی سے نہیں'' کو سب سے زیادہ پرکشش پیغام قرار دینا 538

محبت سب کے لئے

Love For All پر اعتراض کہ یہ کس طرح ہو سکتی ہے 203

''محبت سب کیلئے نفرت کسی سے نہیں'' جماعت احمدیہ کا یہ نعرہ اور اس کی حقیقت اور پُر معارف تشریح 280 تا 291

''محبت سب کے لئے....'' ایک پرتاثیر ماٹو 537، 541، 595، 597

آرتی میف صاحب (قزاقستان) کا جلسہ سالانہ یوکے میں دعوت دینے پر خلیفۃ المسیح اور جماعت کا شکریہ ادا کرنا اور جماعت کے ماٹو ''محبت سب کیلئے اور نفرت کسی سے نہیں'' کو سب سے زیادہ پرکشش پیغام قرار دینا 538

مخالفین احمدیت

مخالفین احمدیت چاہے جتنی طاقت رکھنے والے ہوں خس و خاشاک کی طرح اڑ جاتے ہیں ایک سوکھی ہوئی لکڑی کی طرح بھسم ہو جاتے ہیں 182

مخالفین جس کو بظاہر آجکل یہ اپنی کامیابیاں سمجھ رہے ہیں ان کی ناکامیاں بننے والی ہیں۔ جن دنیاوی سہاروں پر بھروسہ کر کے یہ لوگ ظلم کا بازار گرم کر رہے ہیں یہی سہارے دیمک زدہ لکڑیوں کی طرح ٹوٹ کر خاک میں ملنے والے ہیں 411

مخالفین کا جماعت کی سچائی دیکھ کر حسد میں جلنا 472

دشمنوں اور مخالفین پر وبال اور عذاب کی دعا نہیں، مشکلات کا یہ دور ختم کرنے اور ان لوگوں کی بہتری کے لئے دعا کریں ہاں اگر 492

مخالفین احمدیت پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی اور اس کا مشاہدہ 599

مخالفین احمدیت کی مخالفت کا سبب اور یہ مخالفین ہمارے ساتھ ہمیشہ نہیں رہیں گے 657، 658

باوجود نقصان اور مخالفت کے ہمارے دلوں سے ہمارے آقا و مطاع حضرت محمدؐ کی محبت نکال نہیں سکتے 767

مخالفین کو یاد رکھنا چاہئے کہ افراد جماعت کو دی جانے والی عارضی تکلیفیں جماعتوں کو ختم نہیں کر سکتیں، ایک حکومت تو کیا تمام حکومتیں مل کر بھی دنیا سے جماعت احمدیہ کو مٹا نہیں سکتی 770

مرتد

ایک شخص کو مسجد میں نماز پڑھتے ہوئے کسی کی کہنی لگنے پر اس کا ناراض ہونا اور مرتد ہو کر چلے جانا 361

مسجد

نماز باجماعت کیلئے مساجد کے انتظام کی اہمیت 3

سال 2013ء میں جماعت احمدیہ کو دنیا بھر میں مساجد کی تعمیر کی توفیق ملنا اور اس کا ایک جائزہ 3

جرمنی میں مختلف مساجد کا افتتاح اور اسلام کی خوبصورت تعلیم لوگوں تک پہنچانا 370

جرمنی میں مسجد کے افتتاح کے موقع پر غیروں کے تاثرات کہ جماعت نے ہمیشہ امن کا پیغام دیا 371 تا 377

ویزبادن کی مسجد کے سنگ بنیاد پر غیر مسلموں کے تاثرات 377

مسجد مہدی میونخ کے افتتاح کے موقع پر غیروں کے تاثرات 379

پریس اور میڈیا کا جرمنی جلسہ اور مساجد کے افتتاح کی کوریج دینا 384

افریقہ میں ایک مسجد کا افتتاح اور چیف عیسائی کی شمولیت 567

اقبال محمد خان صاحب مسجد حسن اقبال، جامعہ احمدیہ ربوہ بنانے والے 576

مساجد کی تعمیر کی اہمیت، آداب اور افادیت 578
رسول کریم ﷺ نے مسجد نبوی میں عیسائیوں کو عبادت کی اجازت دی 579
آنحضورؐ کی پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی مساجد لوگوں سے آباد تو ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی 598
آئرش ٹائمز اخبار کا حضور انور کے دورہ و مسجد مریم کے افتتاح کی خبر شائع کرنا 598
حضور انور کا عبادتوں کی طرف توجہ دلانے پر مخلص احمدیوں کا خوبصورت ردِ عمل کہ مساجد میں حاضری بڑھنا 607

مسلمان

نماز ہر مسلمان پر فرض ہے 3
آجکل ہونے والا ایک اعتراض کہ قرآن کی تعلیم اگر یہ ہے تو مسلمانوں کے عمل اس کے مطابق کیوں نہیں؟ 80
ایک یہودی کا حضرت عمرؓ سے کہنا کہ ہمیں مسلمانوں سے حسد ہے کہ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی بات نہیں جو اسلام کے احکامات میں موجود نہ ہو 86
مسلمانوں کی کمزوری اور مذہب سے دور جانے کی حالت کی پیشگوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی 146
اللہ تعالیٰ کا کمزور مسلمانوں کو کفار پر فتح دلانا 146
مسلمان ممالک کی بدقسمتی، اتفاق واتحاد کا فقدان 453
مسلمانوں کا باہم برسرِ پیکار اور قتل وغارت 482
ایک سروے کی رپورٹ کہ مسلمان سب سے زیادہ صدقہ و خیرات کرتے ہیں 522
قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی قدر و عظمت اور اب ابتر حالت 566،565
افریقہ میں ایک مسجد کا افتتاح اور چیف عیسائی کا شامل ہونا کہ میں دیکھوں یہ کون مسلمان ہیں جو ایک عیسائی کو دعوت دے رہے ہیں، اور کہتے ہیں کہ ایسا اسلام اور مسجد وقت کی ضرورت ہے 567
مساجد کی تعمیر کی اہمیت، آداب اور افادیت 578

معرفت

خدا تعالیٰ کی معرفت میں کمی سے ایمان ڈانواڈول رہتا ہے 45
معرفت الٰہی ہی سے اس آگ کو جلایا جا سکتا ہے جو گناہوں کو بھسم کر دیتی ہے 155
گناہوں سے بچنا بغیر معرفت الٰہی کے ممکن نہیں 159
گناہوں سے رکنے کے لئے معرفت الٰہی کی اہمیت 159
معرفت بھی ایک شے ہے جو کہ گناہ سے انسان کو روکتی ہے 159
عملی اصلاح کے طریق کے تسلسل میں معرفت الٰہی کے حصول کی بابت رہنمائی اور ارشادات حضرت مسیح موعودؑ کی پر معارف تشریح 154 تا 166
معرفت سے ہی خدا تعالیٰ کا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے 161
سچی معرفت اسی کا نام ہے کہ انسان اپنے نفس کو مسلوب اور لاشئے محض سمجھے 165
احکامِ الٰہی پر عمل بغیر معرفت الٰہی کے نہیں ہو سکتا 167
اعمال صالح کا محرک تو معرفت ہی ہے 168
جتنی زیادہ خدا تعالیٰ کی معرفت ہوگی اتنا زیادہ عبادات اور اعمال صالحہ کی روح کو سمجھتے ہوئے ان کو بجالانے کی طرف توجہ ہوگی 169
اگر معرفت کا دعویٰ کر کے کوئی اس پر نہ چلے تو یہ نری لاف گزاف ہی ہے 308
وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ کا منشاء خدا کی معرفت ہے 518

مدد

عملی اصلاح کیلئے جب تمام اندرونی قوتیں کمزور پڑ جائیں تو بیرونی امداد کی ضرورت ہوتی ہے 28،27،26
اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْب 73
ہمیں ایک دوسرے کا مددگار بننے کی ضرورت ہے 86
خدا میں پیوست ہو کر اس سے مدد چاہنا 270
الٰہی جماعتوں کی ترقی میں دنیاوی مدد کا کوئی کردار یا ہاتھ نہیں ہوتا 313
دنیا اگر مدد بھی کرتی ہے تو اپنے مفادات کو دیکھتے ہوئے 315
مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ...... اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ 326

يَنْصُرُكَ رِجَالٌ نُوْحِيْ اِلَيْهِمْ مِنَ السَّمَآءِ 388
متقی اللہ سے ہی مدد مانگتے ہیں 411
ہمارے سب کام کسی کی قابلیت اور کوشش سے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی مدد سے ہوتے ہیں 517
حلف الفضول، غریبوں کی مدد کے لئے اور ضروریات پوری کرنے کے لئے تنظیم بنائی گئی 656
روحانی اور مادی مدد بلا امتیاز ہم نے ہر ایک کی کرنی ہے 655
اللہ تعالیٰ کی استعانت جب تک نہ ہو اور خود وہ پاک ذات جب تک توفیق اور طاقت نہ دے کچھ بھی نہیں ہوسکتا 725
اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا خدا تعالیٰ اپنے مقربین کی حفاظت فرماتا ہے 740

مربیان/ واقفین زندگی

مبلغین سلسلہ کی دنیا بھر میں اسلام کی تعلیم اور اشاعت کے بارہ میں مساعی 4
مربیان، امراء، عہدیداران، خلیفۃ المسیح کے خطبات کی روشنی میں اپنے پروگرام بنایا کریں 44
ہماری جماعت کے اعمال میں کمزوری کی ایک وجہ مربیان، سلسلہ کے علماء اور واعظین کی عدم توجہگی 44
مربیان، عہدیداران کا فریضہ کہ اصلاح کی کوشش کریں اور اس کے لئے... 49
مربیان اور عہدیداران کو بار بار جھوٹ سے بچنے کی تلقین کرنا ہوگی 54
مربیان، واقفین زندگی، امراء اور عہدیداران کا مقام اور ذمہ داریاں 58
واقفین زندگی اور واقفین نو، جامعہ احمدیہ کے طلباء کیلئے ضروری نصیحت 64
دنیا کو دلائل سے زیادہ نمونہ کی ضرورت ہے اس کیلئے مربیان اور معلمین کی ذمہ داری.... 66،65
خلافت کا صحیح فہم و ادراک پیدا کرنا بھی مربیان کے کاموں میں سے ایک اہم کام ہے 66
خلیفہ وقت کے قضاء کے فیصلوں پر اعتراض کرنے والے اور عہدیداران اور مربیان کی ذمہ داریاں 66
ایک مربی صاحب کی جماعتی وقار کے خلاف حرکات اور وقف سے فراغت 405
بعض مربیان جو ہیں وہ محنت کرتے ہیں اور بہت محنت کرتے ہیں لیکن بعض ایسے بھی ہیں جو بالکل کام نہیں کرتے 405
ایم ٹی اے کے پروگرامز میں مربّیان کو وقار کے ساتھ بیٹھنے کی تاکید 689

مذہب

اسلام کے سوا کوئی ایسا مذہب نہیں جس کے پاس خدا تعالیٰ کا تازہ کلام ہو 44
ہمارے مذہب کی سچائی کا نشان یہ ہے کہ اس کے ماننے والوں کی دعائیں قبول ہوتی ہیں 51
لندن میں 1924ء میں مذاہب کانفرنس......ویمبلے کانفرنس کا مختصر جائزہ 121 تا 133
اگر کوئی مذہب خدا کے وجود کی کامل شناخت نہیں کرواسکتا تو وہ مذہب کہلانے کا مستحق نہیں ہے 126
اسلام ایک زندہ مذہب ہے 129
ہر سچے مذہب نے اپنے اپنے وقت میں انسانیت کو اعلیٰ اقدار سے نوازا ہے 139
برطانیہ میں 11 رفروری 2014ء کو منعقد ہونے والی مذہبی عالمی کانفرنس 140
مسلمانوں کی کمزور اور مذہب سے دور جانے کی حالت کی پیشگوئی بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی تھی 146
دنیا میں بدامنی مذہب کی وجہ سے نہیں پھیل رہی بلکہ لالچ اور سیاست اس کی وجوہات ہیں 147
مذہب کی جڑ خدا شناسی اور معرفت نعمائے الٰہی ہے اور اس کی شاخیں اعمال صالحہ اور اس کے پھول اخلاق فاضلہ ہیں 164
اسلام تو امن وسلامتی کا مذہب ہے 371، 524، 542، 594
مذہب کے معاملے میں یہ حکومت (برطانیہ) . . . دخل نہیں دیتی، پاکستان جیسے حالات اس ملک میں نہیں؟ 686

معجزہ

مردہ زندہ کرنے کا معجزہ کی حقیقت 107

جو معجزات آپؐ کو دیئے گئے بعض ان میں سے وہ پیشگوئیاں ہیں جو بڑے بڑے غیب کے امور پر مشتمل ہیں کہ بجز خدا کے کسی کے اختیار اور قدرت میں نہیں کہ ان کو بیان کر سکے 193

معروف

خلیفہ کے معروف فیصلہ کی پابندی، معروف کی تشریح اور وضاحت 349

منافق

منافقین کا باتیں کرنے کا انداز.... 6

جماعت کو منافقوں سے ہوشیار رہنا چاہئے 6

منافق کافر سے بدتر ہے 491

موازنہ مذاہب

نصیر احمد انجم صاحب کا ذکر خیر، موازنہ مذاہب میں ایک اتھارٹی تھے، خلافت کے ساتھ ان کو غیر معمولی تعلق اور پیار تھا اور حقیقی سلطان نصیر میں شامل تھے 449

مولوی

ساؤتھ افریقہ اور دیگر ممالک میں غیر احمدی مولویوں کی بھاگ دوڑ اور احمدیت کا غیر معمولی نفوذ 9

پاکستان اور عرب ممالک سے مولویوں کا فتنہ وفساد پیدا کرنے کی غرض سے افریقہ میں کوشش 10

بعض چینلز پر یا انٹرنیٹ پر مولوی جو اعتراض کرتے ہیں اُن کے جواب اور بعض دفعہ بڑے عمدہ اور احسن رنگ میں جواب ایک عام احمدی بھی دے دیتا ہے 45

پنجاب کے مولویوں کا حضورؑ کے خون کا پیاسا ہونا 175

صدقہ وخیرات کی بابت ایک مولوی کا وعظ 302

روزہ دار مولوی کا تصنّع 303

بعض مولویوں میں بھی شرافت موجود ہے 601

مومن

مسلم ممالک کی موجودہ حالت پر حقیقی مومن کی بے چینی 69

آدمی کس وقت سچا مومن کہلا سکتا ہے؟ 78

مؤمن کا رنگ عاشق کا رنگ ہوتا ہے 213

مومن ایک لاپروا انسان ہوتا ہے اسے صرف خدا تعالیٰ کی رضامندی کی حاجت ہوتی ہے 302

مومن کو ہر وقت تیار اور محتاط رہنا چاہئے 343

مومنین کی ایک نشانی، آپس میں رحم کے جذبات سے پُر ہوتے ہیں 412

حقیقی مومن کو قبولیت دعا کا خاص نظارہ دکھایا جاتا ہے 453

ایک خالص مومن کے خدا تعالیٰ سے تعلقات ایسے ہی ہوتے ہیں جیسے ایک دوست کے 459

حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ اگر مومن سے کوئی خطا ہو جائے تو اس کے اعمال صالحہ اس کے لئے ڈھال بن کر اسے تباہی سے بچا لیتے ہیں 461

ایک مومن کبھی خود غرض نہیں ہوتا 487

مومن کو ہمیشہ نبی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی اصلاح کے سامان کرتے رہنا چاہئے 493

حضرت مریمؑ کی صفات ایک حقیقی مومن کو اپنانی چاہئیں 587

ایک مومن کی نشانیاں اور اس کی ذمہ داری 606

اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حالات کے مطابق سہولتیں بھی دی ہیں مثلاً نماز مجبوری یا بیماری کے سبب سے بیٹھ کر، لیٹ کر بھی پڑھی جا سکتی ہے.... 607

مومن کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ ہمیشہ سچائی پر قائم رہے اور جھوٹ کے قریب بھی نہ پھٹکے 608

مومن کی نشانی، غصہ پر ضبط ہونا اور لوگوں سے عفو درگذر کرنا 612

مہدی

بغض کا جدا ہونا مہدی کی علامت ہے 77

یہ بھی الٰہی معجزہ تھا کہ امام مہدی کو فارسی الاصل پیدا کیا 97

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا دعویٰ مہدی ہونے کا تھا 126

مہدی کیلئے کسوف خسوف 170

مولوی لکھو کے والے کا ''احوال الآخرت'' میں مہدی موعود کے وقت کے بارہ میں شعر 173

محمد طاہر جس کی بددعا سے جھوٹا مہدی ہلاک ہوا 177

جَآءَ الْمَھْدِیْ، جَآءَ الْمَھْدِیْ 557

جب آپ نے مسیحیت اور مہدویت کا دعوٰی کیا تو لوگوں نے شور مچا دیا 645

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے مطابق وہ مسیح موعود اور مہدی معہود آ گیا 650

پاکستان میں ایک بڑے مولوی کا کہنا کہ امام مہدی نے نہیں آنا 708

مہمان نوازی

جلسہ سالانہ کے موقع پر مہمان نوازی کے حوالہ سے کارکنان جلسہ کو نصائح 364

جب خلیفہ وقت کی موجودگی کی وجہ سے مہمان آئیں تو اور بھی زیادہ مہمان کا خیال رکھنا چاہئے کسی قسم کے خرچ سے ڈرنا نہیں چاہئے 365

ابراہیمؑ کی مہمان نوازی کی اعلیٰ مثال 508،365

آنحضرتؐ کا مہمان نوازی سے چہرہ دمک اٹھنا کہ آج مدینہ کے صحابہ نے مہمانوں کے آرام کا خیال رکھا ہے 365

جرمنی میں مختلف مواقع پر مہمان نوازی کے بارہ میں ہدایات 366

میونخ میں مہمانوں کے لئے کھانے کے بارہ میں ایک کمی کی طرف حضور کا توجہ دلانا 367

مہمان نوازی، مہمان کا حق ہے اس کی مہمان نوازی کر کے باتیں بنانا ایک گھٹیا فعل ہے، حضور کے ساتھ آنے والے لوگوں کے ساتھ جذبات کو ٹھیس پہنچانے والی باتیں اور حضور کی تنبیہہ اور استغفار کی نصیحت 367

ابراہیم اخلف صاحب کا عبد الوہاب آدم صاحب کے متعلق خلافت کے احترام اور مہمان نوازی کا وصف بیان کرنا 404

آنحضرتؐ اور صحابہ کا اسوۂ مہمان نوازی 511

حضورؐ کا حضرت عائشہؓ سے مہمان نوازی کے لئے گھر میں کھانے کے متعلق پوچھنا 511

ربوہ میں جلسہ سالانہ پر اہلیان ربوہ کا جذبۂ مہمان نوازی 513

حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت، مہمان نوازی 514

نبوت/ نبی

بنی اسرائیل میں کثرت سے نبی آئے 85

اسلام ہی ایسا مذہب ہے جس کا نبی بھی زندہ ہے 155

اللہ تعالیٰ اپنے نبی کو غیب کی باتیں بتاتا ہے 171

حضرت مسیح موعودؑ نے اونٹوں کی مثال سے نبوت اور امامت کی اطاعت کے مسئلے کو حل فرمایا 324

مومن کو ہمیشہ نبی کی آواز پر لبیک کہتے ہوئے اپنی اصلاح کے سامان کرتے رہنا چاہئے 493

انبیاء کا وجود دنیا میں نمونہ ہوتا ہے 494

کوئی نبی نہیں جس سے ٹھٹھا نہیں کیا گیا 504

اللہ تعالیٰ نے ایمان کو اعمال صالحہ کے ساتھ جوڑ کر مشروط کیا اور یہ حالت پیدا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ انبیاء بھی بھیجتا ہے 566

ہر نبی میں کوئی نہ کوئی بات ایسی ہے جو اسے دوسروں سے ممتاز کرتی ہے 615

جتنے بھی نبی آئے انہیں اور ان کے ماننے والوں کو مخالفتوں کا سامنا کرنا پڑا 651

انبیاء کا دل بڑا شکر گزار ہوتا ہے 687

نبی کی صداقت کا ایک اصول 739

اللہ تعالیٰ دنیا میں اپنے انبیاء کی سچائی ظاہر کرتا رہتا ہے 748

نشان/ نشانات

حضرت مسیح موعودؑ کی تائید میں ہونے والے الٰہی نشانات اور تائیدات 72

حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ ظاہر ہونے والے نشانات کا تذکرہ اور حضور انور کی پر معارف تشریح 87

حضرت اقدسؑ کی کتب اور تحریرات ایک نشان ہیں 93

حضورؑ کی عربی کتب کا نشان اور برکات کی کچھ مثالیں حضور انور نے جو پیش فرمائیں 94

بورکینا فاسو کے ددگو (Dedougou) ریجن کے لوگوں کا بارش کا نشان دیکھ کر احمدیت قبول کرنا 103

حضرت مصلح موعودؓ کا اسیروں کی رستگاری کا باعث ہونے کا ایک زندہ نشان 115
آیات اللہ اور نشانات کی بابت اصولی بحث، فراست اور خوف خدا نہ ہو تو وہ محروم ہی رہتا ہے 186
لیکھرام کا پیشگوئی کے مطابق مرکر عظیم الشان نشان بننا 186
مخالفین کے ہلاک ہونے کا نشان 189
حضور انور کا قبول احمدیت کے واقعات بیان کرنے پر امریکہ سے کسی کا خط، خدا تعالیٰ کا نشان دکھانا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان واقعات میں مبالغہ نہیں ہوتا 550، 551
اللہ تعالیٰ کی غیر معمولی رہنمائی کے نشانات کے ذریعہ احمدیت قبول کرنے کی مثالیں 551 تا 625
طاعون کو حضورؑ کے لئے بطور نشان بھیجا جانا 654

نشہ

شراب کا جو نشہ ہے انسان کی عقل پر پردہ ڈال دیتا ہے اور نشے میں اُسے بالکل پاگل بنا دیتا ہے 35
مسجد فضل کی سڑکوں پر ایک شرابی کی مثال کہ شرابی کو نشے میں کچھ معلوم نہیں رہتا 33
گھانا میں ایک چوکیدار حضور انور نے رکھا جو نشہ کرتا تھا 33، 34
شیشہ یا حقہ۔ یورپ/ امریکہ میں ایک نیا رواج جس سے احتراز کی نصیحت 38
دنیاداری کی وجہ سے ساری بے سکونی اور بے چینی ہے نشوں میں گرفتاری بھی اسی وجہ سے.... 417

نصیحت، نصائح

مَیں نصیحت کرتا ہوں اور کہنا چاہتا ہوں کہ آپس میں اختلاف نہ ہو 77
حضرت مسیح موعودؑ کا نفرتوں کو دور کرنے کے بارے میں نصیحت فرمانا 283
ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے کہ ہماری عزتیں ہماری بڑائی کسی کو نیچا دکھانا یا اسی طرح ترکی بہ ترکی جواب دینے میں نہیں اور زیادتیوں کا بدلہ لینے میں نہیں بلکہ اللہ کی رضا کے حصول میں ہے 409
حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نصیحت کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دینا 433
حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نصیحت کہ قرآن کی ہدایت کے برخلاف قدم نہ اٹھاؤ 428
حضور انور کی صفائی کے متعلق خاص نصیحت 435
صحیح رنگ میں رہنمائی اور نصیحت سے طبیعتوں میں تبدیلی پیدا ہوتی ہے 509
حضرت مسیح موعودؑ کی بیعت کرنے والوں کو نصیحت 575
حضرت مسیح موعودؑ نے نرمی کی بہت تعلیم دی ہے اور سختی کو دور کرنے کی نصیحت فرمائی ہے 616

نظام

پاکستان میں اور مغربی ممالک کی پڑھائی کے نظام میں فرق 23
اطاعتِ خلافت اور احترامِ نظام کے حوالے سے بھی افرادِ جماعت کی تربیت کی ضرورت ہے 58
تمام برکتیں نظام میں ہیں 66
ایک غلط فہمی کہ اسلام کے اقتصادی نظام کا نظریہ شاید مودودی صاحب نے پیش کیا تھا.... 118
سیاسی لیڈر اور دیگر نظام دنیا میں امن قائم کرنے میں کامیاب نہیں ہو سکے 139
ایک خاتون کا لنگر خانوں کا نظام دیکھ کر بیعت کرنا 530
جہاں نظام اور ترتیب ہو وہاں خدا ہوتا ہے 536
اولوا الامر میں جماعتی نظام اور حکومتی نظام بھی شامل ہے 730

نفس امارہ

انسان گناہ کی طرف کیوں گرتا ہے اور نفس امارہ دلوں پر کیوں قبضہ کرتا ہے؟ 157
جب تک خدا تعالیٰ کی محبت ذاتی پیدا نہ ہو انسان نفس امّارہ کے

نیچے رہتا ہے 213

نقل

دنیاوی کاموں میں نقل کا شوق اور نقصانات اس کے برعکس صحابہ اور نیکیوں کی نقل کی طرف توجہ کی ضرورت 47
نقل اگر کرنی ہے تو صحابہ کے واقعات کی کریں 49
حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر کو خلیفہ ثانیؓ نے نقل کیا 638،637

نگرانی

والدین کی بچوں پر نگرانی، ترقی یافتہ ممالک میں بچوں کے معاملہ میں نگرانی ناجائز حد تک... 59
مختلف امور میں نگرانی کی ضرورت اور اہمیت 59
نگرانی، نظام اور جبر میں توازن اور اعتراض کا جواب 60
اصلاح عمل میں کامیابی کیلئے ضروری امور، ایمان، علم صحیح، نگرانی اور جبر.... 61

نگینہ

حضورؑ کا ملاوامل کو الہام نگینہ میں کھدوا کر مہر بنوانے کے لئے امرتسر بھجوانا 173

نماز

نماز باجماعت کیلئے مساجد کے انتظام کی اہمیت 3
نماز ہر مسلمان پر فرض ہے 3
نماز استسقاء 103
نماز خود دعا ہے نماز کو جس قدر سنوار کر ادا کرو گے اسی قدر گناہوں سے رہائی پاتے جاؤ گے 160
قرب الٰہی کیلئے نمازوں کا حق ادا کرنا ضروری ہے 274
انسانیت کی خدمت کے زعم میں اپنی نمازوں اور عبادتوں کو نہیں چھوڑ سکتے 291
نماز باجماعت کی طرف توجہ اور خاص اہتمام ہونا چاہئے 425
اصلاح کے ذرائع، نماز، قرآن شریف پر تدبر 425
ہمارے غالب آنے کے ہتھیار، استغفار، توبہ، دینی علوم کی واقفیت.... پانچ نمازوں کو ادا کرنا 448
نماز استخارہ 557
ہمیں اپنے جائزے لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم نمازوں کا حق ادا کر کے نمازیں پڑھتے ہیں 581
آنحضورؐ کی پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی مساجد لوگوں سے آباد تو ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی 598
خدام الاحمدیہ اور لجنہ کو کوشش کرنی چاہئے کہ نوجوانوں کو نمازوں کا پابند بنائیں اس عمر میں صحت ہوتی ہے اور عبادتوں کا حق ادا ہو سکتا ہے 607
اللہ تعالیٰ نے مومنین کو حالات کے مطابق سہولتیں بھی دیں ہیں مثلاً نماز مجبوری یا بیماری کے سبب سے بیٹھ کر، لیٹ کر بھی پڑھی جا سکتی ہے.... 607
نماز اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے 624
حضرت معاویہؓ کی نماز قضاء ہونے کا واقعہ 640

نیکی

حقیقی نیکی کے حصول کا طریق 14
ہر چھوٹی سے چھوٹی نیکی کو ہمیں انجام دینے کی کوشش کرنی چاہئے 86
انسان خدا تعالیٰ تک پہنچنے کے لئے دو چیزوں کا محتاج ہے، بدی سے پرہیز کرنا، نیکی کے اعمال کو حاصل کرنا 155
گناہوں سے نجات، نیکیوں کی توفیق اور دعا کے معیار کی بابت حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر 156
اصل نیکی خدا تعالیٰ کی ذات میں ہے اور اس کی طرف سے ہی نیکی آتی ہے 265
جو ماں کی طرح طبعی جوش سے نیکی کرتا ہے وہ کبھی خودنمائی نہیں کرسکتا 283
دشمنیاں ختم کرنے کی نیکی ایک بہت بڑی نیکی ہے 284
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے مختلف اشخاص کو ان کی کمزوریوں کو دیکھتے ہوئے معیّن نیکیاں بجالانے کی تلقین کی 289

اپنی کسی بھی نیکی کا اظہار کرنا یہ مخفی گناہ ہیں 303
ہر نیکی کے متعلق یہ خیال رکھنا چاہئے کہ وہ جائے نہیں۔۔۔قرآن کریم میں بھی وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ...... 461

واقفین زندگی (اس کے لئے دیکھئے ''مربیان'')

وطن

اسلام ملکی قانون کی پابندی اور وطن سے محبت کا حکم دیتا ہے 315

وفا

خدا سے سچا تعلق جوڑو اور جماعت کے ہمیشہ وفادار رہو 104
خلافت سے سچی وفا یہ ہے کہ حاسدین خلافت کے منصوبوں کو ہر سطح پر ناکام بنائیں 349
حضور انور کا خلافت کی اطاعت اور وفا پر خطبہ دینا اور دنیا بھر سے احمدی احباب کا اظہار اخلاص و وفا 369
اس وقت...... وہ اخلاص جس کا ذکر مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ میں ہوا ہے آسمان پر اٹھ گیا ہے۔ (کوئی اخلاص نہیں رہا۔) خدا تعالیٰ کے ساتھ صدق، وفاداری، اخلاص، محبت اور خدا پر توکل کالعدم ہو گئے ہیں 709

وقف

حضرت ابوبکر صدیق کی زندگی میں للہی وقف کا اعلیٰ معیار 14، 661
جماعت احمدیہ میں نیکیوں اور قربانیوں اور زندگی وقف کرنے والوں کے نمونہ رکھنے والے لوگ 312

وقف جدید

وقف جدید، خلافتِ رابعہ میں پاکستان سے باہر کی جماعتوں کو تحریک تاکہ افریقہ اور بھارت میں جماعتی کاموں کو وسعت دی جائے اور اس کے ثمرات 11
وقف جدید کے سال نو کا اعلان اور اس کے چندے کے ذریعہ افریقہ میں خاص طور پر اسلام کی خدمت 11
گزشتہ سال جو چھپن واں سال وقف جدید کا تھا اس میں اللہ تعالیٰ کے فضل سے وقفِ جدید میں چوّن لاکھ چوراسی ہزار
پاؤنڈ کی مالی قربانی جماعت نے پیش کی 14، 15
افریقی ممالک کو وقف جدید کے چندوں کی فہرست بھجوانے کی ہدایت 16
افریقہ کے نومبائعین اور بچوں کا چندوں میں شامل ہونے کا ذکر 16
گزشتہ چند سالوں سے حضور انور کا توجہ دلانا کہ تحریک جدید میں اور وقف جدید میں تعداد میں اضافہ ہونا چاہئے 674، 675

ویب سائیٹ

جماعت کی عربی ویب سائٹ پر موجود کتب کا مطالعہ کر کے لوگوں کا جماعت کی طرف رجحان 96
جماعت کی ویب سائیٹ کے ذریعہ نیک تبدیلی 101
مکرم عبدالکریم عباس صاحب سیریا کا ہانی طاہر صاحب کو جماعت کیلئے ایک خوبصورت ویب سائٹ ڈیزائن کر کے دینا 310
DAWN اخبار کی ویب سائیٹ پر ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کے بارے میں خبر 337

ویمبلے کانفرنس

لندن میں 1924ء میں مذاہب کانفرنس...... ویمبلے کانفرنس کا مختصر جائزہ 121 تا 133

ہائی کورٹ

پاکستان میں ہائی کورٹ میں ایک عورت کو پتھر مار کر شہید کیا جانا 341

ہدایت

جوں جوں متقی خدا تعالیٰ کے قریب ہوتا جاتا ہے ایک نور ہدایت اسے ملتا ہے 81
قرآن شریف سچی اور کامل ہدایتوں اور تاثیروں پر مشتمل ہے 88
حضرت مسیح موعودؑ کی کتابیں ہدایت کا باعث بن رہی ہیں 89
ہدایت اور نبوت صرف عربوں پر ہی منحصر نہیں 97
خدا کا نام اور اس کی دی ہوئی ہدایت کو پامال کیا جا رہا ہے 141
جلسے، ایمان میں ترقی اور ہدایت کا موجب 362
قرآن انسانوں کے لئے ایک عظیم ہدایت کے طور پر اتارا گیا 420

قرآن شریف پر عمل ہی ترقی اور ہدایت کا موجب ہے 428
حضرت مسیح موعودؑ کی مہمان نوازی کے متعلق ایک اصولی ہدایت 516
جلسے کے کارکنان کے لئے ہدایات 527
جو ہدایت دی جائے چاہے وہ کسی کی طرف سے ہو، اطاعت کرو 548
اطاعت کے متعلق ایک اہم ہدایت 548
ہدایت محض اللہ تعالیٰ کے فضل پر موقوف ہے 711

ہمدردی

مخلوقِ الٰہی کے ساتھ ہمدردی اور سلوک کا ایک بڑا حصہ مال کے خرچ کرنے کی ضرورت بتلاتا ہے 680،14
حضرت مسیح موعودؑ ۲ ہی مسئلے لے کر آئے تھے۔ اول خدا کی توحید اختیار کرو۔ دوسرے آپس میں محبت اور ہمدردی ظاہر کرو 77
جو شخص ہمدردی کو چھوڑتا ہے وہ دین کو چھوڑتا ہے 84
ہم نے اپنے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کو راتوں کو دنیا کی ہمدردی اور محبت میں تڑپتے دیکھا ہے 280
بنی نوع انسان سے ہمدردی، آنحضرتؐ کا اسوہ ہمیں اپنانے کی ضرورت ہے 281
انسانی ہمدردی کی تنظیم 718
پشاور سکول میں بچوں پر وحشیانہ حملہ اور حضور انور کا اظہار ہمدردی 754 تا 763

ہیومینٹی فرسٹ

ہیومینٹی فرسٹ کی اہمیت اسی میں ہے کہ وہ دین سے جڑے ہوئے ہیں بغیر اس کے خدمت انسانیت کا کوئی فائدہ نہیں 281
ہیومینٹی فرسٹ کے کارکنان کی اہمیت دین کے ساتھ جڑ کر خدمت انسانیت کرنے میں ہے 284

یہود

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہودیوں کی حالت تھی کہ رسم اور عادت کے طور پر عبادت کرتے تھے 275
ایک یہودی کی حضرت عمرؓ سے اسلام کے بارے میں دلچسپ گفتگو... 286
کیا یہودیوں میں بھی توحید موجود ہے؟ اس کا جواب 299
یہودیوں کا اسلامی حکومت کو روکنا 570
جس طرح یہودی اور عیسائی فرقوں میں بٹے ہوئے ہیں اسی طرح اسلام میں بھی ہیں 592
عیسائی اور یہودی آپس میں سخت مخالفت کرنے والے تھے لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف دونوں اکٹھے ہو جاتے تھے 658

انڈیکس اسماء

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
آپؐ کی قوت قدسیہ کے نتیجہ میں صحابہؓ میں پیدا ہونے والا انقلاب، قوت ارادی کی بہترین مثال 33،32
آپؐ کا فرمان کہ ’’خدا تعالیٰ نے مجھے حکم دیا ہے کہ شراب مسلمانوں پر حرام کر دی گئی ہے‘‘ 36
آپؐ کے اسوہ پر عمل کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے قرب کو پانے کی دعا 46
آپؐ جو اعلیٰ و افضل سب نبیوں سے اور اتم و اکمل سب رسولوں سے اور خاتم الانبیاء اور خیر الناس ہیں جن کی پیروی سے خدائے تعالیٰ ملتا ہے 88
آپؐ کا مقام و مرتبہ اور اسلام کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے مسیح موعودؑ کی پیشگوئیاں پوری ہوں گی 89
آپؐ کا خواب میں آکر حضورؑ کی طرف اشارہ کر کے فرمانا کہ یہ خدا کی طرف سے ہے 100
آپؐ اور حضورؑ کا واسطہ دے کر بارش کے لئے دعا کرنا اور بارش کا ہونا 103
آپؐ کی عظمت کا ایک نشان، پیشگوئی مصلح موعود 106
آپؐ کا لوگوں کی خوابوں میں آکر رہنمائی فرمانا...... 100،99
آپؐ کا خواب میں بعض لوگوں کی رہنمائی فرمانا 99تا104، 185، 555
آنحضرتؐ پر جنگوں کے اعتراض کا جواب 145
آپؐ کی مسلمانوں کی کمزوری اور مذہب سے دور جانے کی پیشگوئی 146
خدا تک پہنچنے کا ایک ہی راستہ آپؐ کی ذات 296،243
آنحضرتؐ کے وقت یہودیوں کی حالت 275
آنحضورؐ نے ظلم و تعدی کے باوجود بد دعا نہیں کی کہ بلکہ یہ دعا کی کہ اے اللہ میری قوم کو ہدایت دے 281
آپؐ کے اسوہ کو اپنانے کی ضرورت 281، 286
آپؐ کا مبارک وجود کہ جن کے نمونے سے دنیا میں توحید حقیقی قائم ہوئی 288
آنحضرتؐ کی محبت میں محو ہونے سے حضرت مسیح موعودؑ کو نظر آ گیا کہ آپؐ وفات پا گئے ہیں 289
احمدیوں پر آپؐ کی توہین کا الزام لگانے والوں نے، خود آپؐ کے مقام کو نہیں پہچانا اور نتیجۃً توحید سے بھی دور ہیں 289
توحید کو سمجھنے کیلئے آنحضرتؐ کا نمونہ 290
آپؐ پر ہونے والے مظالم اور آپؐ کا صبر و برداشت اور رحم کی داستانیں 317
آپؐ کی پیشگوئی کے مطابق خلافت کا عَلیٰ مِنْھَاجِ النُّبُوَّۃ کا قائم ہونا 349
آپؐ کا صحابہؓ کی کسی کی مہمان نوازی کرنے پر چہرہ دمک اٹھنا 365
آپؐ پر بے انتہا درود پڑھنے کا ارشاد 413
آپؐ کا استہزاء کرنے والوں کی دنیا میں بربادی 413
مسلم امّہ کیلئے دعا کی تحریک ان کی وجہ سے غیر مسلموں کو اسلام اور آنحضرتؐ کو بدنام کرنے کا موقع مل رہا ہے 413
آپؐ اور صحابہ کا اسوۂ مہمان نوازی 511
آپؐ کا مہمان نوازی کے متعلق صحابہ کی تربیت فرمانا 512
آنحضورؐ کی پیشگوئی کہ آخری زمانہ میں مسلمانوں کی مساجد آباد لوگوں سے آباد تو ہوں گی مگر ہدایت سے خالی ہوں گی 598
مسلمان حکومتوں اور تنظیموں کا فتنہ و فساد جس نے اسلام کے نام سے خوفزدہ کیا ہوا ہے، آپؐ رحمۃ للعالمین کی بدنامی کا باعث 649
آپؐ کی سچائی کی ایک دلیل، آجکل کے مسلمانوں کے اعمال 650
عیسائی اور یہودی آپس میں سخت مخالفت کرنے والے تھے لیکن آپؐ کے خلاف دونوں اکٹھے ہو جاتے تھے 658
آپؐ کی شان میں عبداللہ آتھم کی گستاخی 706

آپؐ کا فرمان کہ ’’خالد خدا کی تلواروں میں سے ایک تلوار ہے‘‘ 737

ہم دنیا کو آنحضرتؐ کے قدموں میں لا کر ڈال سکتے ہیں 738

آپؐ کا جمعہ کو مسلمانوں کے لئے عیدوں میں سے ایک عید قرار دیا ہے 462

آپؐ اور آپؐ کے صحابہ کے عاجزی و انکساری کے اعلیٰ نمونے اللہ تعالیٰ ہم میں دیکھنا چاہتا ہے 773

آپؐ کا جنگ کی صورت میں بھی غیر مسلموں کے بچوں اور عورتوں پر بھی تلوار اٹھانے کی سختی سے ممانعت فرمانا 756،755

آپؐ کی محبت دشمن ہمارے دلوں سے نہیں نکال سکتے 768،767

آپؐ کی سیرت پر احمد شمشیر سوکیہ صاحب کا ایک مختصر کتاب لکھنا 779

آ،ا

ڈپٹی/ چیف امام شیخ آدم صاحب (سیرالیون) کا جلسہ دیکھ کر احمدیت قبول کرنا 363

مرزا آدم بیگ صاحب 714

آرتی میف صاحب (قزاقستان) کا جلسہ سالانہ یوکے میں دعوت دینے پر خلیفۃ المسیح اور جماعت کا شکریہ ادا کرنا اور جماعت کے ماٹو ’’محبت سب کیلئے اور نفرت کسی سے نہیں‘‘ کو سب سے زیادہ پرکشش پیغام قرار دینا 538

آسیہ بیگم صاحبہ کا ذکر خیر 618

حضرت ابراہیمؑ کی مہمان نوازی 508،365

ابراہیم اخلف صاحب کا عبدالوہاب آدم صاحب کے متعلق خلافت کے احترام اور مہمان نوازی کا وصف بیان کرنا 404

شیخ ابراہیم تورے صاحب (کوٹ لوکو ریجن کے معلم) کا عبدالوہاب آدم صاحب کے متعلق ایک واقعہ بیان کرنا 363

امام ابراہیم چیچو صاحب کا اپنے ستر ساتھوں کے ساتھ جماعت میں داخل ہونا 542

مکرم ابراہیم عبدالرحمٰن بخاری صاحب کا ذکر خیر 766

ابراہیم قارون صاحب کا خواب میں حضرت مسیح موعودؑ کو دیکھنا اور بیعت کرنا 557

ابراہیم وان صاحب کا احمد نگر کے ہوسٹل میں مختلف غیر ملکیوں کے ساتھ رہائش پذیر ہونا 391

مولانا ابوالخیر محمد محب اللہ صاحب کے نام کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کا ’’محب اللہ‘‘ کا اضافہ فرمانا 249

مولانا ابوالعطاء صاحب کے پاس ڈاکٹر مہدی علی صاحب کا استفادہ کے لئے جایا کرنا 333

مولانا ابوالکلام آزاد کی تفسیر قرآن سید جعفر حسین صاحب ایڈووکیٹ کو احمدیت سے روکنے کے لئے دی جانا کہ ان کو پڑھو مگر ان کا تفسیر کبیر سے متاثر ہونا 114

حضرت ابوبکر صدیق کی زندگی میں للّٰہی وقف کا اعلیٰ معیار 661،14

آپؓ کے بارے میں حضورؐ کا فرمانا کہ ’’ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے لوگ ہوتے تو اتنے بڑے قرآن شریف کی ضرورت نہیں تھی۔ صرف بسم اللہ کی ’’ب‘‘ کافی تھی‘‘ 640

آپؓ اور حضرت عمرؓ کی سیاسی و دنیاوی سمجھ بوجھ کی مثالیں حضورؐ کا پیش فرمانا 729،736

ابوبکر جارہ صاحب کا حضورؐ کو خواب میں دیکھنا اور جماعتی کاموں اور چندہ دینے میں غفلت سے توبہ کرنا 666

ابوبکر کونتے صاحب کا جلسہ سالانہ یوکے کو عظیم الشان جلسہ قرار دینا اور جماعت کی ترقی کی دعا کرنا 546

حضرت ابوعبیدہؓ 736

حضرت ابوھریرہؓ 512،328

احسان احمد صاحب کے خلاف پولیس کا مقدمہ درج کرنا 322

مرزا احسن احمد صاحب 119

مولوی احسان الٰہی صاحب (معلّم وقف جدید) کا ذکر خیر 323

احسان اللہ مانگٹ صاحب (گیانا جنوبی امریکہ کے مبلغ انچارج) کی والدہ کی وفات اور ان کا ذکر خیر 55

صوفی احمد دین صاحب (ڈوری باف) کا حضرت حکیم عطاء محمد صاحب کا احباب جماعت سے تعارف کروانا 195

مکرم احمد شمشیر سوکیہ صاحب کا ذکر خیر 778

حضرت احمد یار صاحبؓ 618

اختر اورینوی صاحب (ایم۔اے صدر شعبہ اردو پٹنہ یونیورسٹی) کا تفسیر کبیر کے بارے میں ایک واقعہ 113

ادریس وان صاحب کا احمد نگر کے ہوسٹل میں مختلف غیر ملکیوں کے ساتھ رہائش

پذیر ہونا 391
ادریسو صاحب (کوتونو، افریقہ) کا قبولیت احمدیت کا واقعہ 50
ادیبہ یوسف صاحبہ 105
ارسلان سرور صاحب شہید کا ذکر خیر 41
اسامہ احمد صاحب (میلبرن) کا مولانا محمود احمد شاہد بنگالی صاحب کی شفقتوں اور محبت کے متعلق حضور انور کو لکھنا 259
اسحاق صاحب (ٹیلی ویژن ڈائریکٹر نائیجیریا) کا جلسہ سالانہ کے انتظامات اور روح پرور مناظر سے متاثر ہونا 533
اشتیاق احمد صاحب مربی سلسلہ کی والدہ کا ذکر خیر 618
اشعر علی صاحب 332
اعجاز الرحمٰن صاحب 618
اعیان احمد 105
حضرت مرزا افضل بیگ صاحب کی خطبہ الہامیہ کے متعلق ایک روایت 223
اقبال محمد خان صاحب کا اپنی اہلیہ کے نام پر مسجد حسن اقبال (جامعہ احمدیہ ربوہ) تعمیر کروانا 576
ملک اکرم صاحب مربی سلسلہ کا مولانا محمود احمد صاحب بنگالی کے دورہ راولپنڈی کے بارے میں چند باتیں حضور انور کو لکھنا 260
چوہدری اللہ دتہ صاحب کا حضرت مصلح موعودؓ کے ہاتھ پر بیعت کرنا 331
الطیب الفرح صاحب ایک مراکشی احمدی کا سپین کے علاقہ مرسیا سے نیک نمونہ اور ایم ٹی اے دیکھ کر احمدیت قبول کرنا 383
السینی سوما صاحب (گنی کناکری) کا خواب کے ذریعہ قبول احمدیت 557
حضرت امّ ناصر صاحبہ 450
امۃ الحمید صاحبہ (صدر لجنہ اماء اللہ آفن باخ جرمنی) کی گاڑی کو حادثہ اور ان کی وفات پر ان کا ذکر خیر 563
امۃ الشافی صاحبہ 105
امۃ المومن حنا صاحبہ 119
امری عبیدی صاحب (تنزانیہ) اور مولانا عبدالوہاب آدم صاحب کا مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کو دعا کے لئے کہنا اور کشفی حالت میں حضورؓ کا عبدالوہاب آدم صاحب کے سر پر ہاتھ رکھنا اور بعد میں امتحان میں عبدالوہاب صاحب کا اول آنا 392
امیر احمد باجوہ صاحب 763
حضرت میاں امیر الدّین صاحب کی خطبہ الہامیہ کے متعلق ایک روایت 225
سیّد امیر علی شاہ صاحب کے ایک خواب کا ذکر 223
امینہ اوصاف صاحبہ (کبابیر) کا ذکر خیر 765
انٹی گونی جلسہ سالانہ یوکے میں آنے والے ایک یونانی مہمان 532
انعام غوری صاحب ناظر اعلیٰ قادیان کا ماسٹر مشرق علی صاحب ایم اے کلکتہ انڈیا کے بارے میں چند باتیں حضور کو لکھنا 30
انعام الحق کوثر صاحب (مبلغ سلسلہ امریکہ) کا محمود احمد بنگالی صاحب کے بارے میں ایک واقعہ حضور انور کو لکھنا 251
ڈاکٹر انس احمد صاحب (شام) کا تفسیر کبیر سے متاثر ہونا 116
صاحبزادہ مرزا انور احمد صاحب کا ذکر خیر 450، 451
آپ کی شادی میں حضرت اماں جانؓ کی شرکت فرمانا 451
مس انگرتھ کے کمال احمد کرو صاحب (ڈنمارک) کے بارے میں تعریفی کلمات 135
اِوَان بارتَولو صاحب، مالٹا کے ایک صحافی کا حضور انور کا انٹرویو لینا 535
اے۔ جے۔ آربری برطانوی مستشرق کا تفسیر (Five Volume) کے بارے میں تبصرہ 115
ایڑوین صاحب، البانین مہمان کا جلسہ سالانہ جرمنی کے موقع پر بیعت کرنا 380
ایم۔ ایم شارپلز سے ویمبلے کانفرنس کے متعلق حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیرؓ کی ملاقات 123
ایمان خالد 105
ایمبوہنگورا صاحب کی حضور انور سے ملاقات اور حضور انور کو بتانا کہ جلسہ سالانہ یوکے کی کاروائی سیرالیون کے ٹی وی نے لائیو نشر کی ہے 539
ایمن کین کا آئرلینڈ کے پارلیمنٹیرین کے ساتھ ملاقات میں حضور انور کا تعارف کروانا 591
ایون ورنون ایک نو مبائع جن کا اسلامی نام حمزہ رشید ہے کا جلسہ کے انتظامات سے متاثر ہونا 541

ب، پ، ت، ٹ، ث

بدر صاحب کا دمشق کے ایک احمدی نو مبائع

رضوان صاحب کو اسلامی اصول کی فلاسفی پیش کرنا اور ان کا احمدی ہونا 102
مسز برتھا جو کہ ایک جرنلسٹ ہیں ان کا مسجد مریم کی افتتاحی تقریب میں شامل ہونا 594
ڈاکٹر برکت علی صاحب قریشی پرنسپل اسلامیہ کالج کا اس اجلاس کی صدارت کرنا جس میں حضرت مصلح موعودؓ کا لیکچر ہوا تھا 116
بشارت احمد بشیر صاحب مبلّغ گھانا کا بتانا کہ عبدالوہاب آدم صاحب کے والد کی بہت خواہش تھی کہ ان کا بیٹا مبلّغ بنے 390
آپ کی اہلیہ کا عبدالوہاب صاحب کی انکساری کا واقعہ حضور انور کو لکھنا 397
صوفی بشارت الرحمٰن صاحب کے پاس ڈاکٹر مہدی علی صاحب کا استفادہ کے لئے جایا کرنا 333
بشریٰ بیگم صاحبہ کی شہادت اور ان کا ذکر خیر 475
بشریٰ شمس صاحبہ کا امینہ اوصاف صاحبہ (کبابیر) کے عشق رسولؐ کا ایک واقعہ حضور انور کو لکھنا 765

حضرت مرزا بشیر احمد صاحبؓ
331،75
ویمبلے کانفرنس کے لئے جو خطاب حضرت مصلح موعودؓ نے لکھنا شروع کیا تھا آپؓ کو اس کے ترجمہ کی اصلاح کرنے کی سعادت ملنا 124
آپؓ کے بارے میں حضورؑ کا ایک الہام ”بَرَّقَ طِفْلِیْ بَشِیْر 189
آپؓ کی اطاعت کا نمونہ 346
بشیر بن صالح صاحب کو حضرت مصلح موعودؓ کا ربوہ بلانا 391

حضرت مرزا بشیر الدّین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثانیؓ
آپؓ کا لیکچر ”عربی زبان کا مقام السنۂ عالم میں“ 16
آپؓ اور حضورؑ کی کتب پڑھ کر یوسف اللطیف صاحب بوسٹن امریکہ کا بیعت کرنا 17
آپؓ کے عملی اصلاح کے خطبات 19
آپؓ کا ٹرین میں سفر اور پونچھ کے ایک کے وزیر کے بیٹے کا آپ کے سامنے نشے کی حالت میں بیٹھنا 35
آپؓ کے عہد میں واعظین مربیان اور عہدیداران کا مقام 58
پیشگوئی مصلح موعودؓ کی تفصیلات کا ایمان افروز تذکرہ 106 تا 108
آپؓ کی زندگی کا جائزہ اور پیشگوئی مصلح موعودؓ...... 109
آپؓ کی کتب کا ایک جائزہ 110
حضرت مصلح موعودؓ کا اسیروں کی رستگاری کا باعث ہونے کا ایک زندہ نشان 115
آپؓ کے لیکچرز کا غیروں پر اثر اور آپ کے گہرے علم کا اعتراف 116
عرب ممالک کے لوگوں کا حضرت مصلح موعودؓ کی تفسیر کو خراج تحسین 116
آپؓ کے لیکچر پر غیروں کی تعریف 117
آپؓ کے ایک لیکچر (اسلام کا اقتصادی نظام) پر سید عبدالقادر کا خراج تحسین 117
آپؓ کا اپنے تمام بیٹوں کو وقف کرنا 119
آپؓ کے علمی کارناموں کا ذکر، لندن میں 1924ء میں مذاہب کانفرنس...... ویمبلے کانفرنس کا جائزہ 121 تا 133
آپؓ کا پہلا دورۂ یورپ اور اس کی تفصیلات 122
آپؓ اور آپ کے ساتھیوں کو دیکھ کر ایک اٹالین ڈاکٹر کا کہنا کہ یسوع مسیح اور اس کے بارہ حواری 122
آپؓ کا ویمبلے کانفرنس کے موقع پر خطاب 124
آپؓ کے ارشادات کی روشنی میں عملی اصلاح کے عنوان سے خطبات کا سلسلہ 154 تا 166
آپؓ کا مولانا جلال الدّین صاحب شمس کو شام بھیجنا 228
آپؓ کی دمشق میں حضرت مسیح موعودؑ کی عربی تحریرات پر اعتراض کرنے والے شیخ عبدالقادر المغربی کے ساتھ گفتگو 227 تا 229
آپؓ کا مولانا ابوالخیر محمد محب اللہ صاحب کے نام کے ساتھ ”محب اللہ“ کا اضافہ فرمانا 249
آپؓ کے زمانہ میں ہونے والی بحث کہ جماعت کا ماٹو، مطمح نظر کیا ہونا چاہئے 285
آپؓ کی ایک نظم کے چند اشعار 336
آپؓ کے ایک ارشاد ”اگر جرمنی فتح ہو گیا تو یورپ فتح ہو گیا“ پر اعتراض اور حضور انور کا جواب 354
آپؓ کا گھانا سے تربیت کے لئے عبدالوہاب آدم صاحب اور بشیر بن صالح صاحب کو پاکستان بلوانا 391
آپؓ کے صاحبزادے مرزا انور احمد صاحب کی وفات اور ان کا ذکر خیر 450
آپؓ کا لیلۃ القدر کی بابت ایک اہم نکتہ 453

آپؓ کو حضورؓ کی ٹیپو (سلطان) کے بارے میں نصیحت 633،632
پیشگوئی مصلح موعود کا ایک پہلو، باوجود بیماری کے، معمولی پڑھائی کے لاکھوں کتب کا مطالعہ 635
آپؓ کی بیماری کی وجہ سے لکھائی اچھی نہ ہونے والا واقعہ 639،638
آپؓ کا حضورؑ پر محض بیٹا ہونے کی حیثیت سے ایمان نہ تھا بلکہ خود پرکھا 682
آپؓ کی بیان فرمودہ روایات بابت حضرت مسیح موعودؑ کا پرمعارف بیان اور تشریح 683تا689،739تا753
آپؓ کو حضورؑ کا دعا کے لئے کہنا جبکہ آپؓ کی عمر نو سال تھی 683
آپؓ کے زمانے میں فلپائن سے بیعت کے خط آنا 690
آپؓ کا سر بچپن میں چھوٹا تھا 685
آپؓ کا حضورؑ کی زبان سے یہ مضمون بارہا سننا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے ابتلاء آیا کرتے ہیں 693
آپؓ کے بچپن کا واقعہ کہ ایک طالب علم کے ساتھ اپنے دادا کی پرانی کتابوں میں سے ایک میں لکھا ہوا پانا کہ جبرائیل نازل نہیں ہوتا۔ آپؓ کا فرمانا کہ میرے ابا پر تو نازل ہوتا ہے......... حضورؑ کا فرمانا کہ جبرائیل اب بھی نازل ہوتا ہے 696
آپؓ کا نوجوانوں کو زندگی وقف کرنے کی تحریک فرمانا 714
آپؓ کا حفاظت مرکز کے لئے احباب جماعت کو تحریک فرمانا 715
آپؓ کے ارشادات کی روشنی میں حضور انور کی پرمعارف تفسیر 716تا726
آپؓ کا ایک واقعہ ان لوگوں کی بابت جو خدا کو نہیں مانتے 720
آپؓ کا جنگ عظیم اول کا واقعہ بیان فرمانا 1918ء میں جرمنی کا مقابلہ اتحادی فوجوں کے ساتھ، دہریہ بھی خدا سے دعا کرنے لگے 721تا723
آپؓ کا نپولین کا واقعہ بابت اطاعت اولی الامر بیان فرمانا 733تا735
آپؓ کا 1924 میں سر ڈگلس سے ملنا 748
آپؓ کی مارٹن کلارک والے مقدمہ کے متعلق دعا اور رؤیا 751،750
بشیر الدین صاحب (نائب وکیل المال قادیان) 669
سید بشیر احمد شاہ صاحب 698
بشیر احمد صاحب بھٹی 232
بشیر رفیق صاحب کی کتاب سے ایک واقعہ 418
بشیر کو یا سو صاحب، میکسیکو کے ایک نو مبائع کا جلسہ سالانہ کے انتظامات اور جماعت کی خلیفۃ المسیح سے محبت سے متاثر ہونا 542
بکری تراورے صاحب کا حضورؓ کو خواب میں دیکھ کر بیعت کرنا 199
بلال صاحب (مربی سلسلہ مالی) کا ایک واقعہ کہ ایک احمدی دوست کے مخالف ہمسایہ کے خواب میں حضورؓ کا آنا اور احمدیوں کی مخالفت پر ڈانٹنا 198
بنگے جارہ صاحب کا بذریعہ خواب احمدیت قبول کرنا 560
بو نیفا این تَوَ ابُوشِیوا صاحب کا جلسہ سالانہ کے انتظامات سے متاثر ہونا 531
لالہ بھیم سین صاحب 117
بیرونس سعیدہ وارثی صاحبہ کا جلسہ اور کانفرنس میں شرکت کو اعزاز سمجھنا 141
بیٹم ریڈز ہی صاحب کا مالی قربانی کا واقعہ 670
بیگم صاحب مقدونین سوئس احمدی کا مالی قربانی کا واقعہ اور خدا کا فضل فرمانا 671
پانا گی یُوتِس صاحب کو جماعتی لٹریچر کا گریک ترجمہ کرنے کی توفیق ملنا اور ان کا جلسہ کے انتظامات سے متاثر ہونا 532
مسٹر پرکاش رمادار (ٹرینیڈاڈ اور ٹوباگو کے منسٹر آف لیگل افیئرز) کا جماعت کا خلیفہ سے پیار اور جلسہ کے انتظامات سے متاثر ہونا 539
پُونے عبداللہ صاحب کے ہاں احمدیت کی برکت سے بیٹی کی پیدائش 555
پیر محمد صاحب 763
پیرا (حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ایک نوکر) کا مولوی محمد حسین بٹالوی کو نہایت لطیف جواب 646
ڈاکٹر تاثیر صاحب کا عبدالوہاب آدم صاحب کی اطاعت کے بارے میں ایک واقعہ 398
ڈاکٹر تھامس ڈبلیو آرنلڈ کا کمیٹی کو ویمبلے کانفرنس کے مقررین کے بارہ میں عبدالرحیم نیر صاحب سے مشورہ کرنے کی تجویز دینا 123
مسٹر تھیری ایٹی کوٹ کا جلسہ کی کارروائی اور

تلاوت قرآن کریم سے متاثر ہونا 536
سرتھیوڈر ماریسن کو کہ ویمبلے کانفرنس کے اجلاس کے صدر تھے ان کا حضرت مصلح موعودؓ کا تعارف کروانا اور خطاب کی دعوت دینا 124
ٹام ہیلے کا مسجد مریم کے افتتاح کے بعد کہنا کہ ''اللہ کرے کہ آپ کا پیغام ساری دنیا میں گونجے اور آپ لوگ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حقیقی سفیر بنیں'' 594
ٹیپو (سلطان) کے بارے میں حضورؓ کا حضرت مصلح موعودؓ کو نصیحت فرمانا کہ ''انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم ان کی نقل کر کے کتے کو ٹیپو کہتے ہو۔ خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا'' 633،632
ثمر منیب 479
مولوی ثناء اللہ صاحب کو حضرت مسیح موعودؑ کی مخالفت کی وجہ سے عزت ملنا 690
ثریا بیگم صاحبہ کا ذکر خیر 698

ج، چ، ح، خ

جاوید صاحب (صدر جماعت وکٹوریہ آسٹریلیا) کا محمود احمد بنگالی صاحب کی معاملہ فہمی اور تدبر کے بارے میں حضور انور کو لکھنا 258
جاذب صاحب 449
جان ربیٹ کا کہنا کہ آپ کی باتیں سن کے مجھے پتا لگا کہ ''اسلام واقعی پر امن، محبت و پیار اور ایک دوسرے کے لئے ہمدردی اور رواداری رکھنے والا مذہب ہے'' 592
جری اللہ صاحب آف قلعہ کالروالہ 479
سیّد جعفر حسین ایڈووکیٹ صاحب کا تفسیر کبیر کے متعلق ایک مکتوب 113
مولانا جلال الدّین صاحب شمس کو حضرت مصلح موعودؓ کا شام بھیجنا 228
الحاج جلال الدین لطیف صاحب صدر جماعت زائن 604
جلال الدین صاحب انسپکٹر کا حضورؑ کے مقدمہ کے متعلق ڈگلس کو وارنٹ کے متعلق پیغام 744،743
جمال صاحب (مراکش) کا کہنا کہ ''تفسیر کے مطالعہ نے میرے دل میں اسلام کی ایسی حسین تصویر پیش کی کہ جو روح تک اترتی چلی گئی'' 116
جمال الیاس صاحب 182
جمیل احمد گل صاحب کا ذکر خیر 563
جہاد صاحبہ (مصر) کا دعا کرنا اور اللہ تعالیٰ کا نشان دکھانا 561
جہانگیر سورو صاحب کا حضور انور کی تقریر سے متاثر ہونا 150
جیارا بخاری صاحب کا بذریعہ خواب احمدیت قبول کرنا 196
جینی مکلین کا حضور انور کے خطاب سے متاثر ہونا 593
چراغ دین ساکن جموں کا پیشگوئی کے مطابق اپنے بیٹوں سمیت طاعون سے ہلاک ہونا 190
چراغ دین کا کہنا کہ عیسیٰؑ نے خواب میں مجھے عصا دیا ہے 190
حضرت سیّد حامد شاہ صاحبؓ سیالکوٹی کا حضرت مسیح موعودؑ کا لکھنا کہ حافظ سلطان سیالکوٹی شدید مخالف ہے 191
حبیب الرحمٰن صاحب کا حضرت مسیح موعودؑ کی سیرت کی بابت روایات اکٹھی کرنا 632
حجاز صاحب آف الجزائر کا حضرت مسیح موعودؑ کی کتب کو وحی الٰہی قرار دینا 95
حراء تبسم۔ شہید گوجرانوالہ 475
حسّام الدّین صاحب عرب کا بیعت کے بعد حالات کا ذکر کرنا 499
ڈاکٹر سیّد حسن احمد کا محمود بنگالی صاحب کا ذکر خیر کرنا 259
حسن وہاب صاحب کا اپنے خاندان کا قبولیت احمدیت کی بابت بیان 389
ڈاکٹر حشمت اللہ صاحب کا یسوع مسیح اور بارہ حواری والی روایت بیان کرنا 122
حطامی صاحب آف یمن کے حضور کی کتب کے بارہ میں تاثرات 97،96
مکرم حلمی شافی صاحب مصر کے ابتدائی احمدی 766
حمادہ صاحب میں جماعت کی عربی ویب سائٹ پر حضورؑ کی کتاب ''التبلیغ'' سے انقلاب 96
حمزہ رشید صاحب کا جلسہ سالانہ کے ماحول اور انتظام کو سراہنا 541
حمیرہ فضل سانحہ گوجرانوالہ کی زخمی 479
مرزا حنیف احمد صاحب کا ذکر خیر 119،118
حنیفاں بی بی صاحبہ کا ذکر خیر 232
حیدر صاحب کا خواب کی بناء پر قبول احمدیت 381
حیدر سَیبِلیَا صاحب کا جماعت کے نظام کو سراہنا جلسے میں شمولیت سے اسلام کی طرف

توجہ کا پیدا ہونا ایمان میں ترقی 529
خالد صاحب آف مراکش کا کہنا کہ جماعتی
کتب پڑھ کر اکثر میری زبان پر رہتا ہے
کہ مجھے خزانہ مل گیا ہے 96
خالد احمد صاحب۔ انچارج رشین ڈیسک کا
محمود بنگالی صاحب کے متعلق ذکر خیر 261
عبدالوہاب آدم صاحب کا ان کو رشیا سے
آنے پر خوش قسمت کہنا 401
کلیم احمد وسیم صاحب کے متعلق ان کا ذکر
خیر کرنا 436
حضرت خالد بن ولید کا بستر مرگ پر شہادت
کی خواہش سے بے چین ہونا 318
حضرت خالدؓ بن ولید کو حضرت عمرؓ کا
معزول کر کے حضرت ابو عبیدہؓ کو امیر لشکر
مقرر فرمانا 736
ڈاکٹر خالد تسنیم احمد صاحب 119
خالد سیف اللہ صاحب 251، 256
ڈاکٹر خالد یوسف صاحب کا ذکر خیر 105
خدیجہ ماھم صاحبہ کا نصیر انجم صاحب کے
متعلق ذکر خیر کرنا 450
حضرت خضرؑ کی خطبہ الہامیہ میں موجودگی کی بابت
سید امیر علی شاہ صاحب کو خواب 224
خلیل احمد۔ گوجرانوالہ 476
خلیل احمد صاحب شہید بھوئیوال ضلع شیخوپورہ کا
ذکر خیر 321، 322
مکرم خورشید عالم بٹ صاحب آف کامرہ 629

د، ڈ، ر، ز

دامیلے صاحب کا قبول احمدیت کا واقعہ 197
میر داؤد احمد صاحب نے بار بار خط لکھ کر
محمود بنگالی صاحب کو بنگلہ دیش سے واپس
جامعہ بلوایا 250
قریشی داؤد صاحب کا عبد الوہاب آدم
صاحب کا ذکر خیر کرنا 400
دوشکوو وکسانوو کی جلسہ میں شمولیت حضور
انور کی تقریر کا گہرا اثر 371
دیپ اِندر صاحب کی بیعت اور ایک
خواب کا بیان 556
ڈرڈری میک کینا Deirdre Mc Kenna
593
کیپٹن ڈگلس (مقدمہ مارٹن کلارک)
743، 746، 751
سر ڈگلس کو خدا تعالیٰ نے اور بھی نشانات دکھائے
جو مرتے دم تک انھیں یاد رہے 745
سر ڈگلس کا ہندوستانی آئی سی ایس کو حضرت
مسیح موعودؑ کے مقدمہ کا واقعہ سنانا 747
حضرت مصلح موعودؓ کا 1924 میں سر ڈگلس
سے ملنا 748
سر ڈگلس کی 93 سال کی عمر میں وفات 748
سر ڈگلس کے نواسے کا حضور ایدہ اللہ
تعالیٰ کو بیعت لینے کا پیغام 749
کیپٹن ڈگلس کا کہنا کہ میں نے مرزا صاحب
جیسا وسیع الحوصلہ شخص کوئی نہیں دیکھا 751
اٹارنی جنرل یو کے رائٹ آنریبل ڈومینک
گریو نے وزیر اعظم برطانیہ کا پیغام
کانفرنس میں پڑھا 143
ڈیانا نعیمہ صاحبہ کا جلسے کی تعریف کرنا اور
جماعت کی ترقی کی بابت نیک خواہشات
کا اظہار 529
رابن ہسّی کا جماعت کی منعقدہ مذاہب کانفرنس
میں حضور انور کی تقریر کو سراہنا 150
لالہ رام چند مچندہ صاحب کا ''اسلام کا
اقتصادی نظام'' لیکچر کو سراہنا 118
راویل صاحب 436
راٹیکین چھوٹے سروالا ایک مشہور وکیل 685
چیف ربانی صاحب کا پیغام 149
شیخ رحمت اللہ صاحب کو حضورؑ کا کَلَامٌ
أُفْصِحَتْ کی خبر دینا 221
حضرت مولوی رحمت علی صاحبؓ 323
پادری رجب علی مہتمم مطبع سفیر ہند امرتسر 74
مولوی رسل بابا کا حضورؑ کی مخالفت میں
کتاب لکھنا 190
حضرت مرزا رسول بیگ صاحبؓ 715
مرزا رشید احمد صاحب صاحب 451
رشید احمد باجوہ صاحب 763
رشید احمد خان صاحب کا ذکر خیر 576
رشیدہ یاراشدہ بچی کا مالی قربانی کا واقعہ 667
رضوان صاحب۔ دمشق کا جماعت کے
متعلق رؤیا بیان کرنا 101
رضی الدّین صاحب کا ذکر خیر 104
رقیّہ بیگم صاحب 479
رمدان صاحب کی بیعت کا واقعہ 552
کروشیا سے ماسٹرز کی طالبہ روبرٹا کا حضور
انور سے اکابرین مذاہب اور امن کے
متعلق سوال 540
ڈاکٹر روبینہ کریم کا ذکر خیر 600
حضرت صوفی روشن علی صاحبؓ کا ویمبلے
کانفرنس میں تصوف کے مضمون کیلئے منتخب
کئے جانا 123
زبیر خلیل صاحب کا وہاب آدم صاحب کا
ذکر خیر کرنا 396
زرتشت منیر صاحب۔ امیر ناروے 260

زیب النساء صاحبہ 249
مولوی زین العابدین کا مولوی محمد علی
سیالکوٹی سے مباہلہ 191
سیّد زین العابدین شاہ صاحبؓ 119

س، ش، ص، ض

حضرت سارہ بیگم صاحبہ کے بیٹے میاں
حنیف احمد صاحب 118
سارہ وسیم صاحبہ 434
سراج الحق نعمانی صاحبؓ سے ان کے
بھائی کا کشف قبور دکھانے کا سوال اسپر
حضرت مسیح موعودؑ کا بیان 185
آپؓ کو حضورؑ کا چارپائی دینا 514
سراج الدّین عیسائی 211، 270، 274
مرزا سردار بیگ سیالکوٹی سخت مخالف طاعون
کی وجہ سے ہلاک ہوا 192
سردار کرم داد صاحب خان صاحبؓ کی
بیعت اور اس کی بابت ایک خواب 100
سردار محمد صاحب 322
سعید کولیبالی صاحب 199
سعیدہ سوکیہ صاحبہ 778
سکندر محمود 764
مرزا سلطان احمد صاحب 451
حافظ سلطان سیالکوٹی کا حضورؑ پر راکھ ڈالنے
کا ارادہ کرنا اور طاعون سے ہلاک ہونا 191
سلطان غوث صاحب 778
سلطانہ بیگم صاحبہ 560
ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب کا محمود بنگالی
صاحب کے متعلق ذکر خیر 254
آپ کا محمود بنگالی صاحب کی جانفشانی کا
ایک واقعہ بیان کرنا 255

آپ کا ڈاکٹر مہدی علی صاحب اور ڈاکٹر
محمود صاحب کے ساتھ ربوہ کا پہلا بلڈ
بنک کا آغاز کرنا 334
آپ کا ڈاکٹر مہدی علی صاحب کا غریبوں
کی مدد کرنے کا واقعہ بیان کرنا 336
سلیم نامی ایک نوجوان جس نے خلیل احمد صاحب
کو حوالات کے اندر فائرنگ کر کے شہید کیا 322
سلیمان۔کے۔آدم 389
مرزا سلیمان احمد صاحب۔امریکہ 119
سلینہ جمیلہ احمد 563
سنتوخ سنگھ صاحب 149
سہیل مبارک شرما صاحب صدر مجلس خدام الاحمدیہ
پاکستان کے دادا شیخ عبدالرشید شرما صاحب
کا ذکر خیر 57
شافیو صاحب 666
شاہد بیگم صاحبہ 763
لالہ شرمپت حضورؑ کی گمنامی کا گواہ 180
حضرت مرزا شریف احمد صاحبؓ کے کارخانے
میں مکرم شیخ عبدالرشید شرما صاحب کو اخلاص
کے ساتھ کام کرنے کا موقع ملا 56
شمشاد صاحب مبلّغ امریکہ 402
شمیم احمد 576
ڈاکٹر شنتا نوسنہا 339
میاں شہاب الدّین صاحب آف لودھی ننگل 477
شہباز شریف، وزیر اعلیٰ پنجاب نے سانحہ
گوجرانوالہ کا نوٹس لیا 477
شہاب الدین صاحب 668
مولوی شیر علی صاحبؓ کو خلیفہ ثانیؓ کے ویمبلے
کانفرنس کے مضمون کے ترجمہ کی اصلاح
سعادت ملنا 124

آپؓ کو الہام کَلَامٌ اُفْصِحَتْ کی اطلاع
دیا جانا 221
آپؓ کا خطبہ الہامیہ کی بابت بیان 224
حضرت مولوی شیر علی صاحب کا بمبئی میں
جماعت کو اطاعت کے مضمون پر خطبہ دینا 350
سجادہ نشین صاحبُ العلَم سندھ 185
سیّد صادق علی صاحب، سہارنپور 434
صبیحہ بیگم صاحبہ 451
صداقت صاحب کا جرمن فیملی کے متعلق
جلسہ میں شمولیت کے تأثرات 382
صدیق اکبر رحمان صاحب کا ذکر خیر 291
ماسٹر ضیاء الدّین صاحب کو 1974ء میں
سرگودھا سٹیشن پر شہید کیا جانا 331

ط، ظ

حضرت مرزا طاہر احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الرابعؒ 18، 576، 699

آپؒ نے شیخ عبدالرشید شرما صاحب کو چار
اضلاع سکھر، شکار پور، جیکب آباد اور گوٹکی کا
امیر مقرر فرمایا تھا 56
آپؒ کا محمود احمد بنگالی صاحب کے دور
صدارت کی تعریف کرنا 253
آپؒ کی وفات کے بعد فرانس سے آنے
والے ایک عرب دوست کا خواب میں
خلیفہ خامس کو دیکھنا 384
آپؒ نے سسٹر نعیمہ لطیف صاحبہ کو پیدائشی
احمدی کہا 604
آپؒ کا یوسف ایڈوسئی صاحب کو علاج کی
غرض سے امریکہ بھجوادنا 678
آپؒ کے خطبات کا فرنچ ترجمہ 779

طاہرہ اطہر صاحبہ کا محمود بنگالی صاحب کا ذکرِ خیر کرنا 259
طاہرہ بیگم صاحبہ 119
طلحہ انصر صاحب 479
طلحہ احمد، نائب وکیل المال کا کراچی کے ایک صاحب کا تحریک جدید میں مالی قربانی کا واقعہ بیان فرمانا 669
ملک ظفر صاحب 402
ظفر احمد۔ بنگلہ دیش 261
چوہدری ظفر اللہ خان صاحبؓ 436
آپؓ کو خلیفہ ثانیؓ کے ویمبلے کانفرنس کے مضمون کے ترجمہ کی اصلاح سعادت ملنا 124
آپؓ کا حضور کا مضمون پڑھ کر سنانا 125
حضرت خلیفۃ المسیح الرابعؒ کی ہدایت کے مطابق احمدیوں کو آسٹریلیا کے سبھی بڑے شہروں میں بسایا گیا 257
بشیر رفیق صاحب نے آپؓ کے متعلق کتاب لکھی 418
مسٹر ظفر علی خان کے والد نے اپنے اخبار میں حضرت مسیح موعودؑ کی ابتدائی زندگی کی گواہی دی کہ بہت پاکباز تھے 740
ظہور احمد صاحب ابن مبارک احمد شہید 764

ع

عابد وحید صاحب کا محمود بنگالی صاحب مرحوم کے متعلق ذکرِ خیر 259
حضرت عائشہؓ کا حضورؐ کا اسوہ بیان کرنا 494،493،290
مخالفین اسلام کا حضورؐ اور حضرت عائشہ کے متعلق گستاخانہ فلم بنانا 413
حضرت عائشہؓ کی روایت کہ جبرائیل ہر سال قرآن کا دور حضورؐ کو کرواتے 422
حضورؐ کا حضرت عائشہؓ سے مہمان نوازی کے لئے گھر میں کھانے کے متعلق پوچھنا 511
عائشہ اکواوورو 390
عائشہ لطیف 18
الحاج عاصم زکی بشیر الدّین صاحب امریکہ کا ذکرِ خیر 436
عاصم شہزاد 435
عاقب سلیم 478
عباس صاحب آف اٹلی۔ ایم ٹی اے العربیہ سے حضرت مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ سن کر نیک تاثرات کا اظہار 96
عباس صاحب، بیلجیئم کے ایک غانین دوست کا خواب کی بناء پر قبول احمدیت 382
عبدالاوّل صاحب کے محمود بنگالی صاحب کے بارہ میں تاثرات 256
عبدالباسط صاحب 449
حضورؑ کا عبدالرحمٰن صاحبؓ و دیگر احباب کو عربی تقریر کے متعلق الہام کا بتانا 221
مولوی عبدالرحمٰن سیاح 741
حضرت بھائی عبدالرحمٰن صاحب قادیانی کی حضورؓ کے لندن میں لیکچر کے متعلق روایات 133،130
سیٹھ عبدالرحمٰن صاحب تاجر مدراس کی مالی زبوں حالی 701
سیٹھ عبدالرحمٰن کی سرطان کا حضرت مسیح موعودؑ کے الہام کے مطابق دور ہونا 704
عبدالرحیم خاں کا حضورؑ کی دعا سے شفا یاب ہونا 188
عبدالرحیم صاحب مرحوم آف ملتان 698
شیخ عبدالرشید شرما صاحب کو خلیفہ رابعؒ نے چار اضلاع سکھر، شکارپور، جیکب آباد اور گوٹکی کا امیر مقرر فرمایا تھا 56
حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب نیّر سے ویمبلے کانفرنس کے جوائنٹ سیکرٹری کی ملاقات 123
حضرت میاں عبدالرشید صاحبؓ کا خواب کے ذریعہ بیعت کرنے کا واقعہ 99
شیخ عبدالرّشید شرما صاحب آف شکارپور سندھ کا ذکرِ خیر 56
عبدالحیٔ عرب صاحب کا قادیان میں تحقیق کی غرض سے آنا بیعت کرنا 225
ڈاکٹر عبدالخالق صاحب کا وہاب آدم صاحب کے متعلق ذکرِ خیر 401
حضرت عبدالستار صاحبؓ کا اپنے والد عبداللہ صاحب سے وفات مسیح کے متعلق سوال 99
ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب کے خاندان کے ایک صاحب مکرم محمود عبداللہ شبوطی صاحب مرحوم کے متعلق حضور بنصرہ العزیز کا ذکرِ خیر 699
عبدالستار رسوکیہ صاحب صدر جماعت ماریشس 778
عبدالسبحان منان دین صاحب 166
عبدالسلام میڈیسن 134
عبدالسلام ملک صدر جماعت کولمبس 334
عبدالشکور کنزے صاحب کا احمد نگر میں غیر ممالک کے طلباء کے ساتھ رہنا 391
حضورؑ کا عربی میں تقریر کرنے کے متعلق الہام کا حافظ عبدالعلی صاحب و دیگر احباب کو بتانا 221
آپ کا خطبہ الہامیہ کے متعلق بیان 223
آپ کا مولوی محمد علی صاحب سے خطبہ الہامیہ

کے متعلق پوچھنا 224
مکرم عبدالغفار صاحب مرحوم 714
عبدالقادر آف مالی کا چندہ دینے کا جذبہ 13
عبدالقادر آف مراکش کی بیعت 381
عبدالقادر صاحب وائس پرنسپل اسلامیہ کالج
کی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے لاہور میں
لیکچر کے متعلق رائے 177
شیخ عبدالقادر المغربی کا حضرت مسیح موعودؑ کی
عربی تحریرات پر اعتراض 227، 229
حافظ عبدالقدّوس صاحب کا ڈاکٹر مہدی علی
صاحب کے متعلق ذکر خیر کا بیان 336
ماسٹر عبدالقدّوس صاحب شہید کی پھوپھی
صاحبہ کا حضور کا جنازہ حاضر پڑھانا 618
حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ
آپؓ کا صبح کو عید کے دن حضرت صاحبؑ کو تقریر
کرنے کے خصوصیت سے عرض کرنا 219
آپؓ کو خطبہ الہامیہ کے وقت حضورؑ کا فرمانا
کہ لکھنے کے لئے قریب تر ہو کر بیٹھیں 220
متعلق آپؓ کو حضورؑ کا اطلاع دینا 221
آپؓ کا خطبہ الہامیہ سے عشق کا بیان 222
آپؓ کی خطبہ الہامیہ کی کتابت 223، 224
آپؓ سے حضورؑ کا جمعہ کے دن مسجد میں
نمازیوں کے متعلق پوچھنا 634
آپؓ کا حضورؑ کے متعلق دعا میں گریہ
زاری کے متعلق بیان 647
مولوی عبدالکریم صاحب نے حضرت مسیح
موعودؑ کو لوگوں کے طاعون سے بچنے کی دعا
کرتے ہوئے سنا 648
حضرت مولوی عبدالکریم صاحب کی وفات کا
واقعہ از حضرت مصلح موعودؓ 696
آپؓ کو بعض لوگوں کا حضورؑ کا دایاں فرشتہ کہنا 697
مولوی صاحب کی حضرت مسیح موعودؑ کے
الہامات کے مطابق وفات 703، 704
عبدالکریم صاحب آف سیریا کے متعلق ہانی
طاہر صاحب کا حضور انور کو لکھنا کہ مرحوم بہت
اخلاص اور محنت سے کام کرتے تھے 310
حاجی عبدالکریم صاحب 226
مولوی عبدالکریم شرما صاحب 56
عبدالکریم عباس صاحب 309
عبداللہ صاحب 99
ڈپٹی عبداللہ آتھم کی نسبت پیشگوئی
705 تا 707
حضرت مولوی عبداللہ بوتالوی صاحبؓ
کی سید عبدالحی صاحب عرب کے متعلق
روایت 225
آنحضرتؐ کے ایک صحابی عبداللہ بن
مسعودؓ کی اطاعت کی مثال 345
عبداللہ صاحب۔ معلّم مالی کا ایک مخالف
احمدیت کے متعلق بیان 197، 199
میاں عبداللہ صاحب سنوری 223
عبداللہ علی ابن ڈاکٹر مہدی علی صاحب
332، 340
عبداللہ شاہ 233
عبداللہ محمد عثمان السبوطی صاحب پہلے یمنی
احمدی 698
حضرت صاحبزادہ عبداللطیف صاحبؓ
شہید اس زمانہ میں قربانی کی روح کو سمجھنے
والی مثال ہیں 319
آپؓ کا قادیان آنا 647
مولانا عبداللطیف بہاولپوری 333
عبدالمالک صاحب۔ مبلغ افریقہ کا تبلیغ کا
واقعہ بیان کرنا 102
عبدالمتعالی صاحب نومبائع کا قبول احمدیت کا
واقعہ 556
عبدالمناف سوکیہ صاحب 778
عبدالمنّان بیدل صاحب کا تفسیر کبیر کی
بابت تبصرہ 113
عبدالمنان دین صاحب 166
خواجہ عبدالمنان 249
ڈاکٹر عبدالمنعم 600
عبدوفال آف سینگال کا احمدیت کے متعلق
رائے 542
عبدالوہاب آدم صاحب کے انتقال پر
الحاج یوسف صاحب نے کہا کہ اب میری
باری آنے والی ہے 679
خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا گھانا سے لڑکوں کو
تربیت کے لئے پاکستان بلوانا اور عبد
الوہاب آدم صاحب اور بشیر بن صالح
صاحب کا آنا 391
عبدالوہاب آدم صاحب کا مولانا غلام رسول
صاحب راجیکی کو دعا کے لئے کہنا اور کشفی
حالت میں حضورؓ کا عبدالوہاب آدم صاحب
کے سر پر ہاتھ رکھنا اور بعد میں امتحان میں
عبدالوہاب صاحب کا اول آنا 392
شیخ ابراہیم تورے صاحب (کوٹ لوکوریجن کے
معلم) کا عبدالوہاب آدم صاحب کے متعلق ایک
واقعہ بیان کرنا 363
عبدالوہاب آدم صاحب کا ذکر خیر 389 تا 406
آپ کو مخالفت کی وجہ سے حج پر نہ جانے
دینا اور حضرت خلیفہ ثالثؒ کا کشفاً آپ کو خانہ
کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دکھایا جانا 399
امریکہ میں آپ کے داماد کا قتل اور اس پر

آپ کے قابل رشک صبر کا مظاہرہ 399
گھانا کی ترقیات آپ کی دورِامارت میں 393
1973ء آپ کو مسلم ہیرلڈ کا نائب ایڈیٹر مقرر کیا گیا 394
1974ء میں امام مسجد فضل لندن کے ساتھ مل کر آپ کے نمایاں کام 394
سرکاری عہدیداران کا وہاب صاحب کو خراجِ تحسین 395،394
زبیر خلیل صاحب کا وہاب آدم صاحب کا ذکرِ خیر کرنا 396
قانات بیگ صاحب رشین کا گھانا جلسہ میں شامل ہونا اور عبدالوہاب صاحب کے بارہ میں تاثرات 399
قریشی داؤد صاحب کا عبد الوہاب آدم صاحب کا ذکرِ خیر کرنا 400
عتیق احمد 764
عثمان چینی صاحب۔ ہوسٹل جامعہ احمدیہ احمد نگر میں قیام 391
ڈاکٹر عثمان فوفا صاحب۔ سیرالیون 539
حضرت عزیرؑ کو بعض نے خدا کا بیٹا بنا لیا ہے 288
احمد ابن ابراہیم عبدالرحمٰن بخاری صاحب 766
عسکر عمرو صاحب 543
عشرت پروین 42
صاحبزادی عصمت صاحبہ کی بیماری اور وفات 643
عصمت اللہ صاحب 30
عطاء المجیب راشد صاحب کا محمود بنگالی صاحب کے متعلق ذکرِ خیر 261
آپ کا وہاب آدم صاحب کے متعلق ذکرِ خیر 403
آپ کا کلیم احمد وسیم صاحب مرحوم کی اطاعت کے متعلق بیان 435
عطاء الواسع 478
عطاء الوحید باجوہ صاحب (استاد جامعہ احمدیہ ربوہ) 602
حضرت حکیم عطاء محمد صاحبؓ 195
عطیۃ البصیر صاحبہ کا سانحہ گوجرانوالہ میں زخمی ہونا 479
عطیۃ النور (صاحبزادی رضی الدین صاحب شہید) 105
عکرمہ صاحب 499
علاء صاحب (مصر) کا خواب کے ذریعہ بیعت کرنا 558
علی حسن صاحب کا الازھر کے عالم سے جماعت کے متعلق سوال پوچھنا 226
علی شیر صاحب حضرت مسیح موعودؑ کی پہلی بیوی کے بھائی 643
ان کا گجرات کے دو بھائیوں کو حضرت مسیح موعودؑ سے ورغلانے کا واقعہ 644
نواب علی محمد خان صاحب رئیس لدھیانہ کے ایک خط کا ذکر 700

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

آپؓ سے ایک یہودی کا کہنا کہ ہمیں مسلمانوں سے حسد ہے کہ اسلام کی خوبی یہ ہے کہ دنیا کی کوئی ایسی بات نہیں جو اسلام کے احکامات میں موجود نہ ہو 286
آپؓ کا خط حضرت ابوعبیدہؓ حضرت خالدؓ بن ولید کی معزولی کے متعلق اور حضرت ابوعبیدہؓ کی دانشمندی 736
مکرم عمر صاحب 50
مولوی عمر الدین صاحب شملوی کا واقعہ کہ وہ بھی پرکھ کر احمدی ہوئے ہیں 741
عمران احسن (نیشنل سیکرٹری تربیت آسٹریلیا) 257
عنموائیل (پیشگوئی مصلح موعود)، عنموائیل اصل میں عمانوایل جیسا کہ انجام آتھم میں ہے 108
عبیات صاحب آف ایران کا ایم۔ٹی۔اے کے ذریعہ بیعت کرنا 98،97

حضرت عیسیٰ علیہ السلام

آپؑ کا آسمان پر زندہ بیٹھا رہنا اتنا نقصان دہ نہیں جتنا خدا کا ہمارے دلوں میں مردہ ہو جانا 62
ہمارے علماء حضرت عیسیٰؑ کو مارنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ اللہ کو زندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے 63
آپؑ سے اللہ تعالیٰ کا اذ کففت کا کہنا اور آنحضرتؐ سے **یعصمک** کا لفظ 92
مردہ زندہ کرنے کا معجزہ کی حقیقت 107
چراغ دین کا کہنا کہ عیسیٰؑ نے مجھے خواب میں عصا دیا ہے 190
سید امیر علی شاہ صاحب کا خطبہ الہامیہ کے وقت خواب کہ حضرت عیسیٰؑ و دیگر انبیاء اس خطبہ کو سن رہے ہیں 223
حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں غلط عقیدہ (عقیدہ الوہیت) پر حضرت مسیح موعودؑ کی تحریر 300
الازھر یونیورسٹی کے ایک بڑے عالم کے ساتھ ایک نومبائع کی گفتگو، عالم کا آپؑ کی وفات اور

حضرت مسیح موعودؑ کی نبوت کو ماننا 226
لوگوں کا آپؑ کو خدا قرار دینا 288
آنحضرتؐ کی محبت میں محو ہونے سے حضرت اقدسؑ کو نظر آ گیا کہ آپؑ وفات پا گئے ہیں 289
آپؑ کے حواریوں پر کیا کیا ظلم نہیں کئے گئے 503
آپؑ کے متعلق غیر احمدیوں کا نظریہ کہ آسمان سے اتریں گے 504
حضور انور کا احمدیوں کو یورپ کے لوگوں کو ان کے مذہب اور آپؑ کے بارہ میں بتانے کے متعلق ارشاد 584
آپؑ کی والدہ پر خدا نے ان کی نیکی اور تقویٰ کے معیار کو بھی دیکھ کر خدا نے پیار کی نظر ڈالی 586
آپؑ کا فرمانا کہ مجھے بنی اسرائیل کے علاوہ لوگوں سے کچھ غرض نہیں 612
عیسیٰ صاحب، دارالسلام تنزانیہ کا عیسائیت سے بیعت کر کے جماعت میں شامل ہونا 667

غ

مرزا غلام احمد مسیح موعود و مہدی معہود علیہ السلام

جوں جوں حضرت مسیح موعودؑ کے دور سے دور جا رہے ہیں ہمیں مکمل Planning کی ضرورت ہے 44
آپؑ کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے کی ہر ایک میں تڑپ ہو 46
آپؑ کی کتابیں ہدایت کا باعث بن رہی ہیں 89
آپؑ کی بیعت میں آئے ہو تو اس کی قدر کرو 104
آپؑ کے بارہ میں عربی زبان میں قادیان سے لائیو نشر ہونے والا پروگرام 170
آپؑ کے کاموں کی ایک اہم، شاخ لنگر خانہ جو ساری دنیا میں جاری ہے 174
ربوہ، قادیان اور لندن کے کارکنان ضیافت کو ہدایات، کنجوسی کا اظہار نہ ہو، یہ لنگر خانہ آپ کا نہیں حضرت اقدسؑ کا ہے 174
لالہ شرمپت حضورؑ کی گمنامی کا گواہ 180
ایم ٹی اے کے ذریعہ آپؑ کا پیغام دنیا بھر میں جانا 181
آپؑ کا ایک سجادہ نشین کو جواب جو کشف قبور کا دعویٰ کرتا تھا اور اس نے حضورؑ کو چیلنج کیا 186،185
آنحضرتؐ کا مشاہیر فقراء کو رؤیا اور خواب میں بتانا کہ حضرت مسیح موعودؑ سچے ہیں جیسے سجادہ نشین، صاحبُ العَلَم سندھ، خواجہ غلام فرید چاچڑاں شریف اور ان کی پیشگوئیاں 185
آپؑ کی کتب کو پڑھتے رہنا چاہئے 187
آپؑ کے زمانہ میں لوگوں کا الٰہی رہنمائی کے ذریعہ احمدیت قبول کرنا اس کے بعض واقعات 193
الازہر یونیورسٹی کے ایک عالم کا حضورؑ کی تائید کرنا لیکن ملازمت کے خوف سے احمدی نہ ہونا 227،226
حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی خواب جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے ربنالا تزغ ... دعا پڑھنے کی طرف توجہ دلائی 328
آپؑ کی کتب اور ارشادات کی اہمیت 342
یَنْصُرُكَ رِجَالٌ .... حضرت مسیح موعودؑ اور آپ کے بعد خلیفہ وقت کے پاس ایسے آنے والے لوگ 388
حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا کشفی حالت میں حضرت اقدسؑ کو عبد الوہاب آدم صاحب اور امری عبیدی صاحب کے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھنا 392
آپؑ کی بیعت میں آ کر اسلام کی حقیقی تصویر بننے کی کوشش کرنے والے ہوں 418
گوجرانوالہ کے سانحہ پر جرمنی سے کسی خاتون کا لکھنا کہ آپؑ کا الہام ہے کہ آگ سے ہمیں مت ڈراؤ...... تو پھر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ 473
غلبہ انشاء اللہ حضرت مسیح موعودؑ کی جماعت کا مقدر ہے 503
آپؑ کا اپنی فتوحات اور غلبے کا ذکر 504
افریقہ میں بیٹھے ہوئے شخص کو آپؑ نے مالی قربانی کی توجہ دلائی 674
صحابہؓ آپؑ کے ادب اور آپ کے مقام کا کس قدر لحاظ رکھتے تھے، حضرت مصلح موعودؓ کا ایک واقعہ 688
آپؑ کا کرکٹ کھیلنے کے متعلق استفسار پر جواب 689
رات کو بارش آنے پر حضرت مصلح موعودؓ کا بچپن میں اپنا ہاتھ آپؑ کے سر پر رکھنا کہ بجلی مجھ پر گرے آپؑ پر نہیں 696
آپؑ کا اپنی مرض کی بابت ایک کشف 702
آپؑ کے بڑے بھائی کو صرع کا مرض تھا 702

سعید فطرت لوگ آپؑ کے دعوے کو سمجھتے ہیں 713،709
آپؑ کی بیعت میں آ کر اَطِیۡعُوا اللّٰہَ وَاَطِیۡعُوا الرَّسُوۡلَ.... کا ایسا نمونہ بنیں جو دنیا کی توجہ اپنی طرف کھینچنے والا ہو 737
آپؑ کی قادیان کی بابت رؤیا کہ وہ بیاس تک پھیلا ہوا ہے 752
آپؑ کی صداقت کی ایک دلیل 753
آپؑ کی بابت خلیفہ ثانی کی بیان فرمودہ روایات کا پُر معارف بیان اور تشریح
683 تا 689، 739 تا 753
آپؑ کا اسلام کی خوبصورت تعلیم کو پھیلانے کے لئے درد 758
آپؑ کے قائم کردہ جلسہ کے نظام کا بین الاقوامی حیثیت اختیار کر جانا 768
اس سلسلہ کو آپؑ نے خود قائم فرمایا ہے 771
آپؑ کی سیرت، مہمان نوازی 514
آنحضرتؐ کے صحابہ کے نمونے آپؑ ہم میں دیکھنا چاہتے ہیں 773
آپؑ کی کتاب کشتی نوح کا فرنچ ترجمہ احمد شمشیر سوکیہ صاحب نے کیا 779

بعثت کا مقصد

آپؑ کے مشن اور بعثت کا مقصد صرف عقائد کی اصلاح نہ تھی بلکہ اعمال کی اصلاح کرتے ہوئے خدا کے بندے سے تعلق جوڑنا بھی تھا 19
اصلاح کی ضرورت تا کہ حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کے مقصد کو پورا کرنے والے ہوں 28
حضرت مسیح موعودؑ کی بعثت کا مقصد انسانیت کو گناہوں سے بچا کر اللہ تعالیٰ سے تعلق پیدا کرنا 50
لنگر خانہ، آپؑ کے کاموں میں سے ایک اہم کام 365
آپؑ کی بعثت کا مقصد دنیا کو زندگی دینا 497
ایک نو مسلم کا آپؑ کی خدمت میں آ کر نشان مانگنا 711،710

مقام و مرتبہ

آپؑ کی عربی زبان کی مہارت 98
آپؑ کی عربی کتب کا عربوں پر اثر 94
ہزار ہا انسانوں نے محض اس وجہ سے آپؑ کی بیعت کی کہ خواب میں انکو بتلایا گیا کہ یہ سچا ہے اور خدا کی طرف سے ہے اور بعض نے اس وجہ سے بیعت کی کہ آنحضورؐ کو خواب میں دیکھا 185
تمام انبیاء کے نام آپؑ کو دیئے جانا 193
آپؑ کی مسیح ناصریؑ سے تشبیہ، تعلیم میں نرمی پر زور دیا جانا 616
حضرت مصلح موعودؓ کے بچپن کا واقعہ کہ ایک طالب علم کے ساتھ اپنے دادا کی پرانی کتابوں میں سے ایک میں لکھا ہوا پانا کہ جبرائیل نازل نہیں ہوتا۔ آپؑ کا فرمانا کہ میرے ابا پر تو نازل ہوتا ہے۔۔۔ حضورؓ کا فرمانا کہ جبرائیل اب بھی نازل ہوتا ہے 696

معجزات و نشانات و برکات

آپؑ کی صداقت اور نشانات، دعا کی بابت حضرت اقدسؑ کا اقتباس 10
آپؑ اور آپ کے صحابہؓ اور بزرگان سلسلہ کا اللہ تعالیٰ کی نصرت اور نشانات کے واقعات کا تذکرہ ہونا چاہئے 48
آپؑ کی کتب پڑھنے سے افریقہ اور عرب ممالک کے احمدیوں میں روحانی انقلاب کا پیدا ہونا 62
آپؑ کی تائید میں ہونے والے الٰہی نشانات اور تائیدات 72، 176
آپؑ کے ذریعہ ظاہر ہونے والے نشانات کا تذکرہ اور حضور انور کی پُر معارف تشریح 87
آپؑ کی کتب بھی ایک نشان ہیں 93
آپؑ کا لندن میں تقریر کرنے کا رؤیا حضرت مصلح موعودؓ کے ذریعہ سے پورا ہوا 124
آپؑ کو عربی زبان کی فصاحت اور بلاغت کا نشان دیا جانا 177، 178
جو معجزات آپؑ کو دیئے گئے بعض ان میں سے وہ پیشگوئیاں ہیں جو بڑے بڑے غیب کے امور پر مشتمل ہیں کہ بجز خدا کے کسی کے اختیار اور قدرت میں نہیں کہ ان کو بیان کر سکے 193
نشان ''خطبہ الہامیہ'' اور اس کی تفصیل
218 تا 232
آپؑ کے قبولیت دعا کے واقعات 700 تا 715
طاعون کو حضورؑ کے لئے بطور نشان بھیجا جانا 709
آپؑ کو مولوی محمد حسین بٹالوی کی ذلت کی خبر مارٹن کلارک والے مقدمہ میں قبل از وقت دی گئی 743، 744، 745

آپؑ کے الفاظ کی عملاً تائید کہ قومیں تیار ہوکر اس میں مل رہی ہیں 769، 770

پیشگوئیاں

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک پیشگوئی کے ظہور کا ذکر (دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں) 73 تا 75

آنحضورؐ کا مقام و مرتبہ اور اسلام کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لئے آپؑ کی پیشگوئیاں پوری ہوں گی 89

حضرت مسیح موعودؑ کی سچائی کے بارہ میں آپؑ کی تین پیشگوئیاں 147

آپؑ کو آپ کے والد کی وفات کی خبر قبل از وقت تفصیل کے ساتھ دی جانی 172

آپؑ کی جماعت کی ترقی کی بابت پیشگوئی اور اس کے ثمرات 174

ہر ایک فرقہ کی شہادت اور نیز انگریزی اخباروں کی شہادت سے آپؑ کی پیشگوئی پوری ہوگئی کہ مضمون بالا رہا 179

آپؑ نے اونٹوں کی مثال سے نبوت اور امامت کی اطاعت کے مسئلے کو حل فرمایا 324

خلافت آپؑ کی نیابت میں آپ کے نام پر بیعت لے گی۔ جب آپ کے نام پر بیعت لی جارہی ہے تو پھر خلافت کی بیعت اور اطاعت کی کڑی بھی آپؑ سے جا کے ملتی ہے 344

زلزلے کی بابت آپؑ کی ایک پیشگوئی کا پورا ہونا 720

ارشادات ونصائح

مالی قربانی کی بابت آپؑ کا ارشاد 14

اعمال کے متعلق آپؑ کے ارشادات 19

تمبا کونوشی کی ممانعت اور آپؑ کے صحابہؓ کا حقہ نوشی ترک کر دینا 37

آپؑ کی اپنی جماعت کی عملی حالت کے بارے میں فکر، اقتباسات اور حضور انور کی پُرمعارف دلنشیں تشریح 75 تا 86، 154 تا 166

گناہوں سے نجات، نیکیوں کی توفیق اور دعا کے معیار کی بابت آپؑ کی تحریر 156

معجزات کی بابت آپؑ کے ارشادات کی پرمعارف تشریح 167 تا 182

آپؑ کے تائیدی نشانات کے بارہ میں اقتباسات کی پرمعارف تشریح 184 تا 200

آپؑ کے اقتباسات اور تحریرات محبت الٰہی کی بابت 201 تا 217

خطبہ الہامیہ کے بارہ میں آپؑ کی خدام کو تحریک کہ اس کو حفظ کیا جائے 222

خدائے تعالیٰ کی حقیقت اور معرفت کی بابت آپؑ کے اقتباسات اور پرمعارف تشریح 234 تا 247

اللہ تعالیٰ کے قرب کی حقیقت، اہمیت اور طریق، آپؑ کی تحریرات اور حضور انور کی تشریحات کی روشنی میں 265 تا 279

توحید کے بارہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے ارشادات کی روشنی میں پرمعارف بیان 293 تا 309

حضرت عیسیٰؑ کے عقیدہ الوہیت کے ردّ میں آپؑ کی تحریر 300

جلسہ سالانہ کے متعلق آپؑ کی نصائح 356

آپؑ کی اپنی جماعت سے توقعات 360

حضورؑ کا فرمانا: ''اب جو جماعت اتقیاء ہے خدا اس کو ہی رکھے گا اور دوسری کو ہلاک کرے گا'' 409

آپؑ کی ایک نصیحت کہ قرآن کی ہدایت کے برخلاف قدم نہ اٹھاؤ 428

حضرت مسیح موعودؑ کی ایک نصیحت کہ قرآن شریف کو مہجور کی طرح نہ چھوڑ دینا 433

آپؑ کی بیعت کرنے والوں کو نصیحت 575

اپنے جذبات پر قابو رکھنے کی بابت آپؑ کے ارشادات 613

آپؑ نے فرمایا ہے کہ برطانوی حکومت بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک رحمت ہے 686، 687

آپؑ کا فرمانا کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دو قسم کے ابتلاء آیا کرتے ہیں 693

ابتلاؤں کی حکمت کی بابت آپؑ کا ارشاد 695

آپؑ نے فرمایا کہ سچے دل سے اطاعت دل میں ایک نور پیدا کرتی ہے 731، 732

آپؑ کے اس ارشاد کو ہر وقت سامنے رکھنے کی ضرورت ہے کہ قوم بننے کے لئے یگانگت اور فرمانبرداری انتہائی ضروری ہے 735

آپؑ نے جلسے میں شامل ہونے کی طرف خاص توجہ دلائی ہے 507

آپؑ کی مہمان نوازی کے متعلق ایک اصولی ہدایت 516

آپؑ کے مطابق جلسے کا مقصد 523

ٹیپو (سلطان) کے بارے میں حضورؑ کا حضرت مصلح موعودؓ کو نصیحت فرمانا کہ ''انگریز نے تو دشمنی کی وجہ سے اپنے

کتوں کا نام ایک صادق مسلمان کے نام پر ٹیپو رکھ دیا ہے اور تم ان کی نقل کر کے کتّے کو ٹیپو کہتے ہو۔خبردار آئندہ ایسی حرکت نہ کرنا'' 633،632
آپؑ نے جلسہ کی مناسبت سے بندوں کے حقوق ادا کرنے کی طرف بھی بہت توجہ دلائی ہے 772
حضرت مسیح موعودؑ کا جلسہ میں شامل ہونے والوں کو تقویٰ و پرہیزگاری کی طرف توجہ دلانا 772
جلسے کے مہمانوں کی بابت فرمایا کہ سب سے ایک جیسا سلوک ہونا چاہئے 777

اعتراضات ومخالفت

ایم ٹی اے پر راہِ ھدیٰ پروگرام میں آپؑ کے ایک الہام پر اعتراض اوراس کا جواب، دس دن کے بعد موج دکھاتا ہوں 71
مولوی رسل بابا کا حضورؑ کی مخالفت میں کتاب لکھنا 190
حضرت مسیح موعودؑ کے دور سے ہی جماعت پر مظالم ہورہے ہیں 317
حضرت سیّد حامد شاہ صاحبؓ سیالکوٹی کا آپؑ کو لکھنا کہ حافظ سلطان سیالکوٹی شدید مخالف ہے 191
اگر مسلم امّہ آپؑ کی مخالفت کی بجائے مددگار ہوجائے تو یہ بے چینیاں ختم ہوجائیں اور جہاد کے نام پر فتنہ وفساد باہمی محبت اور پیار میں بدل جائے 412
آپؑ پر مقدمہ دیوار کا واقعہ 684
غلام احمد صاحب مبلغ سلسلہ (یمن) 698
غلام باری سیف صاحب 401
غلام حیدر کیپٹن ڈگلس کے ہیڈ کلرک 745
مولوی غلام دستگیر قصوری کا رسالہ فتح رحمانی میں مباہلہ کی دعا 177،176
مولوی غلام رسول قلعہ والے 191
حضرت مولانا غلام رسول صاحب راجیکی کا کشفی حالت میں حضرت اقدسؑ کو عبدالوہاب آدم صاحب اور امری عبیدی صاحب کے سر پر ہاتھ رکھے ہوئے دیکھنا 392
خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے کا حضورؑ کی تائید میں خواب 185
منشی غلام قادر (سنور والے) 223
غلام قادر صاحب درویش قادیان کا ذکر خیر 714
مرزا غلام قادر صاحب کا مرض صرع میں مبتلا ہوکر انتقال کرنا 702
صوفی غلام محمد صاحب 778
آپؑ نے خطبہ الہامیہ زبانی یاد کیا 222

ف

فاتح صاحب۔مبلغ مالی 199
فاتح رعنا۔جرمنی 563
فاہمی صاحبہ کی خواب کے ذریعہ بیعت 197
فراس صاحب آف ابوظہبی کا ایم ٹی اے پر الحوار المباشر اور حضور کی تحریرات کے متعلق تاثرات 95
فرانس فوربی۔سیرالیون کے عیسائی دوست کا جلسہ کی بابت اظہار خیال 546
فرانسس ہوسو، بینن کے وزیر داخلہ، جلسے کے انتظامات کی تعریف کرنا 532
فتح محمد صاحب کا حضرت اقدسؑ کی بیعت کرنا 104
فتح محمد صاحب شیخوپورہ (خلیل احمد صاحب شہید کے والد) 321
چوہدری فتح محمد سیال صاحب کو سر ڈگلس نے مقدمہ کا واقعہ سنایا 748
فتح مسیح (پادری) 202
چوہدری فرزند علی (والد ڈاکٹر مہدی علی صاحب شہید) 331
فرید صاحب پرنسپل جامعہ احمدیہ گھانا کا وہاب صاحب کی وفات پر سٹیٹ ہاؤس میں بیان 406
فضل احمد 476
مولوی فضل دین صاحب مارٹن کلارک کے مقدمہ میں حضورؑ کے وکیل 742
ماسٹر فقیر اللہ صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کے متعلق حضرت مسیح موعودؑ کو شکایت کی 636
مسٹر فنٹن 596
فہیم بھٹی صاحب کے وہاب آدم صاحب کے بارے میں تاثرات 404
فیروز دین صاحب کا گھر سانحہ گوجرانوالہ میں جلا دیا جانا 479
فیروز عالم صاحب کا محمود بنگالی صاحب کے بارے میں تاثرات 256
فیض الرحمٰن صاحب 291

ق

شیخ قدیر صاحب کی اہلیہ کا خواب کے ذریعہ بیعت کرنا 560
قانات بیگ صاحب رشین کا گھانا جلسہ میں شامل ہونا اور عبدالوہاب صاحب کے

بارہ میں تاثرات 399

ک۔گ

کارڈینل پیٹرٹرکسن (پوپ کی کیبنٹ کے پریذیڈنٹ) 140
کائنات تبسّم صاحبہ سانحہ گوجرانوالہ میں شہید ہوگئیں 475
ڈاکٹر کائیتا حمّأُ اللہ صاحب کے جلسہ کے بارہ میں تاثرات 543
حضرت شیخ کرم الٰہی صاحبؓ (صحابی حضرت مسیح موعودؑ) 194
ڈاکٹر کیٹرینا کا جماعت احمدیہ یوکے کے سوسال مکمل ہونے کی تقریب میں بیان 142
ڈاکٹر کرسپس چیونگا (یوگنڈا کے ڈیفنس منسٹر) کے جلسہ کے بارے میں تاثرات 532
کمال احمد کرو صاحب ڈنمارک کا ذکر خیر 134
رانا کرامت اللہ صاحب (مانسہرہ) پر السلام علیکم کہنے پر پہلا مقدمہ قائم ہونا 563
کریم بخش ٹھیکہ دار۔ لاہور (حضورؑ کا مخالف) 191
پروفیسر کریم صاحب سیرالیون جنرل سیکرٹری مسلم کانگرس کی جلسہ برطانیہ میں شمولیت 539
صدر کلنٹن سے ملاقات میں یوسف اللطیف صاحب کا باوجود پاکستانی نہ ہونے کے شلوار قمیص پہن کر جانا 17
کلیم احمد وسیم صاحب کارکن ایم ٹی اے کا ذکر خیر 434
لالہ کنور سین صاحب (سابق چیف جسٹس کشمیر) حضرت مصلح موعودؓ کے لیکچر کی تعریف کرنا 117
کوثر صاحب مبلغ 678
بشپ کیمن مکڈونلڈ، کیتھولک چرچ کے بشپ کا مذاہبِ عالم کی کانفرنس میں شامل ہونا 140
مسٹر کینیتھ کمال کرو صاحب کے بارے میں بیان 135
مس گارنزکی ویمبلے کانفرنس میں شمولیت اور حضرت مصلح موعودؓ کے لیکچر کی تعریف کرنا 132
گلاب شاہ لدھیانہ کی حضرت مسیح موعودؑ کے بارہ میں پیشگوئی 129،98
گریگور یوگونزالیز کا جلسے کے بارے میں تاثرات 542
گیری گیتو (ہیٹی، منسٹری آف کلچر کے ڈائریکٹر کا جلسے میں شامل ہونا 540

ل،م

لال دین صاحب کی خواب کے ذریعہ بیعت 559
لاجی صاحب (برکینا فاسو) کی مالی قربانی 663
لطیف عالم بٹ صاحب (شہید، کامرہ ضلع اٹک) 629
لطیفہ الیاس صاحبہ کا ذکر خیر 182
مولوی لکھوکے والے کا ''احوال الآخرت'' میں مہدی موعود کے وقت کے بارہ میں شعر 172
لئیق احمد۔ جرمنی 322
لئیقہ فوزیہ صاحبہ۔ نائیجیریا 57
لیکھرام کا پیشگوئی کے مطابق مرکز عظیم الشان نشان بننا 273،186
مسٹرلین کا ویمبلے کانفرنس کے بارے میں بیان 130
ماجد احمد (عبد الماجد طاہر صاحب) کا وہاب صاحب کے متعلق ذکر خیر 400
ڈاکٹر مارٹن کلارک کا آپؑ پر خون کا مقدمہ کرنا اور اللہ تعالیٰ کا وعدہ و اللہ یعصمک من الناس 175
اس کے پڑپوتے کا حضور انور سے اظہار افسوس کہ اس کا پڑدادا غلط تھا اور حضورؑ سچے تھے 749،176
اس کے مقدمہ کے وقت حضورؑ کا حضرت مصلح موعودؓ کو دعا کے لئے کہنا 683
اس نے جھوٹا مقدمہ اقدام قتل کا بنایا 740، 741، 744 تا 750
پروفیسر مارگولیتھ کا حضرت مصلح موعودؓ کو ویمبلے کانفرنس میں شمولیت کے لئے دعوت نامہ بھیجنا 124
مارونڈا صاحب تنزانیہ کی مالی قربانی کی مثال 668
مسٹر مائیکل کا کمال احمد کرو صاحب کے بارے میں بیان 136
مائیکل پی رِکٹ کا مسجد مریم، گالوے، کے افتتاح کے موقع پر تاثرات 593
مائیکل گریک صاحب (مالٹا) 36
مایا صاحبہ کا حضور انور سے گفتگو کرنا 540
مبارک احمد صاحب باجوہ کی شہادت اور ان کا ذکر خیر 763
شیخ مبارک احمد شرما صاحب کا مخالفانہ فسادات کے دوران شکارپور میں شہید 56
مبارک ساقی صاحب 434
مبارک صدیقی صاحب کا ڈاکٹر مہدی علی صاحب شہید کے بارے میں بیان 402،335
مبارک ظفر صاحب کا وہاب آدم صاحب کی مہمان نوازی کے متعلق بیان 397

مولوی مبارک علی صاحب 131
مکرم مبارک احمد باجوہ صاحب شہید کا ذکرِ خیر 764،763
حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کی خواب جس میں حضرت مسیح موعودؑ نے ربنالا تزغ ...دعا پڑھنے کی طرف توجہ دلائی 328
مبشّر احمد صاحب پر مخالفین احمدیت کا مقدمہ 321
مبشّر احمد کھوسہ صاحب کا ذکرِ خیر 601
مبشر ایاز صاحب کا نصیر انجم صاحب کے بارہ میں ذکرِ خیر 450
مبشّرہ جری صاحبہ کا سانحہ گجرانوالہ میں زخمی ہونا 479
مجیب الرحمٰن صاحب ایڈووکیٹ کا محمود بنگالی صاحب کے بارے میں بیان 250
مجید بشیر کا وہاب آدم صاحب کے بارہ میں ذکرِ خیر 401
مجید عامر صاحب کے محمد العباس صاحب کی وفات پر تاثرات 311
محمد امتیاز احمد صاحب کی شہادت کا واقعہ 448
محمد بن احمد جرمنی میں انجینئرنگ کے طالبعلم کا جماعت کے بارہ میں بیان 101،100
محمد ساکو صاحب آگ گنی کراکری کا مالی قربانی کا واقعہ 11
محمد طاہر جس کی بددعا سے جھوٹا مہدی ہلاک ہوا 177
مولوی محمد علی سیالکوٹی کا مولوی زین العابدین سے مباہلہ 191
منشی محبوب عالم صاحبؓ 191
مولوی محمد علی صاحب سے میر ناصر صاحب کا اختلاف 76
اِن کا خطبہ الہامیہ زبانی یاد کر کے حضرت اقدسؑ کو سنانا 224،222
ان کا بیان کہ خطبہ الہامیہ آپؑ کی طاقت سے بالا ہے 225،224
چوہدری محمد عمر دین صاحب 322
مکرم محمد کریم قریشی صاحب 600
سیٹھ محمد یوسف صاحب شہید سابق امیر ضلع نواب شاہ 449،105
محمد یوسف صاحب فیصل آباد 41
ڈاکٹر محمود صاحب نے ڈاکٹر مہدی علی صاحب اور ڈاکٹر سلطان مبشّر صاحب کے ساتھ ربوہ کا پہلا بلڈ بنک شروع کیا 334
محمود ابن ابراہیم عبدالرحمٰن صاحب 766
سیّد محمود شاہ صاحب آف کراچی کا ذکرِ خیر 233
محمود احمد بنگالی صاحب کے اوصاف حمیدہ کا تذکرہ 248 تا 264
آپ کو میر داؤد احمد صاحب کا بار بار خط لکھ کر بنگلہ دیش سے جامعہ واپس بلوانا 250
آپ کے بارے میں انعام الحق کوثر صاحب مبلغ سلسلہ امریکہ کا ایک واقعہ حضور انور کو لکھنا 251
آپ کے بارے میں محمود مجیب صاحب انجینئر کے تاثرات 252
آپ کی سلسلہ کیلئے جانفشانی کا ایک واقعہ 255
آپ کی شفقتوں اور محبت کے متعلق اسامہ احمد صاحب (میلبرن) کا حضور انور کو لکھنا 259
آپ کے دورہ راولپنڈی کے بارے میں ملک اکرم صاحب مربی سلسلہ کا حضور انور کو لکھنا 260
آپ کی خدمات کا ایک جائزہ 262
محمود عبداللہ شبوطی صاحب کا ذکرِ خیر 698
محمود مجیب اصغر صاحب انجینئر کا محمود بنگالی صاحب کے بارے میں کا ذکرِ خیر کرنا 252
محمود ناصر ثاقب صاحب۔ امیر جماعت مالی کا وہاب آدم صاحب کا ذکرِ خیر کرنا 398
مختار احمد صاحب 104
ڈاکٹر ملک مدثر احمد صاحب 57
حضرت مریمؑ کی صفات ایک حقیقی مومن کو اپنانی چاہئیں 587
حضرت مسیح موعودؑ کے مریمؑ ہونے سے مراد 96
مخالفین، انکی اولاد در اولاد مریمؑ کے بیٹے کو آسمان سے اترتا نہ دیکھیں گے 504
آپ کی طرح ایک حقیقی مومن کو اللہ تعالیٰ کا فرمانبردار بننا چاہئے 587
عزیزہ مریم 766
مریم عبدل صاحبہ جرنلسٹ کا جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کے بارے میں اپنے جذبات کا اظہار کرنا 537
مریم وہاب 406

حضرت مرزا مسرور احمد صاحب
خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

آپ کی طرف سے نئے سال کی مبارکباد 1
حضور انور کا ایک خواب کی بناء پر رب کل شیء کی دعا کی تحریک 329
حضور انور کا فرمانا کہ دنیا کا کوئی ملک نہیں جہاں رات سونے سے پہلے چشم تصور میں میں پہنچتا نہ ہوں...... 348

آپ کا خلافت کی اطاعت اور وفا پر خطبہ دینا اور دنیا بھر سے احمدی احباب کا اظہار اخلاص ووفا 369
مراکشی خاتون کا خواب کی بناء پر احمدیت قبول کرنا، حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کو خواب میں دیکھنا 381
فرانس کے ایک عیسائی کا اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھ کر اور جلسہ سالانہ میں حضور کا خطاب سن کر احمدی ہونا 383
آپ کو فرانس سے آنے والے ایک عرب دوست کا خلیفہ رابعؒ کی وفات کے بعد خواب میں دیکھنا.... 384
حضور کا ایک عزیز کے خواب کا ذکر کرنا رمضان بڑی جلدی ختم ہو گیا ابھی تو میں نے جماعت سے اور زیادہ دعائیں کروانی تھیں 482
آپ کا ایک پرانا خواب جس میں جماعت کو ابتلاؤں سے بچانے کا طریقہ 484
آپ کا قبول احمدیت کے واقعات بیان کرنے پر امریکہ سے کسی کا خط، خدا تعالیٰ کا نشان دکھانا تا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان واقعات میں مبالغہ نہیں ہوتا 550، 551
آپ کا عبادتوں کی طرف توجہ دلانے پر مخلص احمدیوں کا خوبصورت ردعمل کہ مساجد میں حاضری بڑھنا 607
آپ کو سر ڈگلس کے نواسے کا پیغام 749
پشاور سکول میں بچوں پر وحشیانہ حملہ اور آپ کا اظہار ہمدردی 754 تا 763

ارشادات ونصائح

یورپ میں اسائیلم لینے والوں کی ایک غلطی اور حضور انور کی رہنمائی کہ مختصر اور صحیح بات کریں 26
حضرت مسیح موعودؑ کی اپنی جماعت کی عملی حالت کے بارے میں فکر، اقتباسات اور حضور انور کی پر معارف دلنشیں تشریح 75 تا 86
تیسری عالمگیر جنگ کی طرف بڑھتے ہوئے قدم اور حضور کی رہنمائی 147
آپ کی جلسہ میں شامل ہونے والوں کو نصیحت کہ اپنے جائزے لیں 360
آپ کی صفائی کے متعلق خاص نصیحت 435
بی بی سی کی ایک خاتون نمائندے کے ننگے سر کو ڈھانپنے کی حرکت اور حضور کی اصولی رہنمائی 544
آپ کا فرمانا میری کسی سے دشمنی نہیں ہے بعض مجھے گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط لکھ دیتے ہیں ان کے لئے بھی کبھی میرے دل میں غصہ نہیں آیا 615
حضرت مصلح موعودؓ کے ارشادات کی روشنی میں آپ کی پر معارف تفسیر 716 تا 726
قادیان میں ہونے والے جلسہ میں شاملین کو آپؓ کی ہدایات 767

دورہ جات

آپ کے دورہ جات کی وجہ سے اسلام کی تعلیم اور جماعت کا تعارف اور برکات، امریکہ، کینیڈا وغیرہ کے دورہ کا ایک جائزہ 4
حضور انور کے جرمنی کے جلسہ اور دورہ کی بابت تفصیلی تاثرات 369 تا 387

قبولیت دعا

کینیا، ایلڈوریٹ (Eldoret) کے مبلغ کے خلاف ایک گھناؤنی سازش اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا دعائیہ جواب اور غیر معمولی نصرت 53، 54

غیروں کی آراء

آپ کے بارہ میں میگل گارسیاہ کا بیان 152
حضور انور کے خطبات، خطابات کا حیرت انگیز اور روح پرور انقلابی اثر اور اس کا جذباتی اظہار، ایک جرمن کا کہنا کہ 'یوں لگتا تھا کہ یہ خلیفہ کا خطاب میں نے لکھا ہے کیونکہ اس کا ہر لفظ میرے دل کی آواز تھی' 377

سوال وجوابات وانٹرویو

میسیڈونیا کی ایک جرنلسٹ کا حضور سے پوچھنا کہ آپ (جرمنی) جلسہ کے انتظامات سے مطمئن ہیں؟ اور حضور کا جواب 385
آپ کا ایک ٹی وی چینل کو انٹرویو کہ جس خلافت کو تم سمجھ رہے ہو یہ کوئی خلافت نہیں وہ جاری ہو چکی 413
آپ کا BBC سے انٹرویو جس میں آپ نے فرمایا کہ جماعت جو تعلیم دیتی ہے وہ اسلام کی حقیقی تعلیم ہے 498
آپ سے طالبان اور isis کے بارہ میں سوال 597
آپ سے ایک عرب کا سوال کہ اگر حضرت اقدسؑ کو شوگر تھی تو روزے کیوں رکھے؟ 703
میر مسعود احمد صاحب (مبلغ، ڈنمارک) 134
مشتاق احمد صاحب 449

ماسٹر مشرق علی صاحب ایم اے آف کلکتہ کا ذکر خیر 29
حافظ مشہود صاحب کا وہاب آدم صاحب کے بارے میں بیان 399
مشہودی صاحب (پورتونووو) کی مالی قربانی کی 664
مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب (مصر کے ابتدائی احمدی) 766
مظفر احمد شرما صاحب کو 1997ء میں شہید کیا گیا 56
حضرت معاویہؓ کی نماز قضاء ہونے کا واقعہ 640
میاں معراج الدین صاحب آف لاہور کا حضرت مسیح موعودؑ کو ایک مباحثہ کی بابت لکھنا 191
ملاوامل کو حضورؑ نے اَلَیْسَ اللّٰہُ بِکَافٍ عَبْدَہٗ والے الہام کی انگوٹھی بنوانے کیلئے امرتسر بھجوایا 173
ملہم العدس صاحب کی مکرم عبدالکریم عباس صاحب مرحوم آف سیریا کو تبلیغ 309
صاحبزادہ مرزا منصور احمد صاحب کے مشورہ سے عبدالرشید شرما صاحب کا شکار پور جانا 57
منصور احمد صاحب 764
چوہدری منظور احمد صاحب چیمہ کا ذکر خیر 715
منیب احمد لودھی کا سانحہ گوجرانوالہ میں زخمی ہونا 479
منیر احمد صاحب 475
منیر عودہ صاحب ڈائریکٹر ایم ٹی اے پروڈکشن 765
منیہ صاحبہ کا بیعت کرنا 552
مولانا مودودی 114
ایک غلط فہمی کہ اسلام کے اقتصادی نظام کا نظریہ شاید مودودی صاحب نے پیش کیا تھا.... 118
حضرت موسیٰ علیہ السلام 186
آپؑ خطبہ الہامیہ کے وقت موجود تھے، منشی غلام قادر صاحب آسنور کا خواب 223
شیخ موفق صاحب ۔دروزی کمیونٹی کے رہنما کا مذاہب کانفرنس میں شرکت کرنا اور اپنی کمیونٹی کا تعارف کروانا 140
حضرت مہتاب بی بی صاحبہ 618
ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب کی شہادت کا ذکر 330، 341
آپ کا مجموعہ کلام ''برگ خیال'' 332
آپ کے بارے میں آپ کے بھائی ہادی علی صاحب مبلّغ سلسلہ کا ذکر خیر کرنا 333
آپ کا مولانا ابوالعطاء صاحب کے پاس استفادہ کے لئے جایا کرنا 333
آپ کا ڈاکٹر سلطان مبشّر کے ساتھ بلڈ بنک کا آغاز کرنا 334
آپ کی غرباء پروری کا واقعہ بزبانی ڈاکٹر سلطان مبشّر 336
آپ کی شہادت کی خبر اور تعارف Dawn اخبار کی ویب سائٹ پر 337
آپ کی شہادت کی خبر بی بی سی پر نشر ہونا 340
ڈاکٹر مہدی صاحب کی شہادت کے بعد ربوہ کی انتظامیہ کو چوکس رہنے کی ہدایت 340
آپ کی شہادت کے ذکر پر ایک خاتون کا حضور انور کو لکھنا کہ ''خلیفۃ المسیح نے جب اپنے ایڈریس میں ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کا ذکر کیا تو میں برداشت نہ کر سکی اور رونے لگی'' 379
میری لینتھا جوانی (صدر لجنہ، مارشل آئی لینڈ) نو مبائع احمدی کا جلسہ سالانہ میں شمولیت اور جذبات کا اظہار 541
میگل گارسیاہ کا حضور انور کے بارے میں بیان 151
مینا مبارکہ صاحبہ 119
مینائی (رام پور کے مشہور شاعر) 642

ن،و

حضرت مرزا ناصر احمد صاحب خلیفۃ المسیح الثالثؒ 18، 426، 436
آپؒ نے ''وہ علوم ظاہری و باطنی سے پُر کیا جائے گا'' کے متعلق فرمایا تھا کہ اس میں ہی اتنی وسعت ہے کہ اس کو بیان کرتے چلے جائیں تو ختم نہیں ہوسکتا 110
آپؒ کا محمود احمد شاہد بنگالی کو صدر خدام الاحمدیہ بنانا 250
خلیفہ ثالثؒ کا کم ووٹوں والے کو صدر بنا کر سبق دینا کہ خلافت کا انتخاب ہی بہتر ہوتا ہے 252
آپؒ کا فرمانا کہ تمام برکتیں خلافت کی اطاعت میں ہیں 252
بعض دعاؤں کی تحریک جو خلیفہ ثالثؒ نے جماعت کی جوبلی کے لئے بھی فرمائی تھیں ان کو بھولنا نہیں، مستقل اپنی زندگیوں کا حصہ بنانا چاہئے 327، 328
وہاب آدم صاحب کو مخالفت کی وجہ سے حج پر نہ جانے دینا اور حضرت خلیفہ ثالثؒ

کا کشفاً آپ کو خانہ کعبہ کا طواف کرتے ہوئے دکھایا جانا 399
جن ممالک میں احمدیوں پر ظلم ہو رہا ہے وہاں کے اکثر شرفاء کی شرافت حضرت خلیفۃ ثالثؒ کے بقول گونگی شرافت ہے 485
ناصر احمد صاحب۔ امریکہ 42
میر ناصر نواب صاحبؓ کا حضرت مصلح موعودؓ کے بچپن میں بدخطی کے واقعہ کا بیان 638،637
آپؓ سے مولوی محمد علی صاحب کے اختلاف پر حضرت مسیح موعودؑ کا ارشاد 76
حضرت ناصر دین صاحبؓ مانگٹ 55
حضرت سیّد ناظر حسین شاہ صاحبؓ 233
نبیلہ امتیاز صاحبہ 449
نپولین کا واقعہ از حضرت مصلح موعودؓ بابت اطاعت 733 تا 735
نسرین بٹ صاحبہ کا ذکر خیر 323
محترمہ نسرین شاہ صاحبہ 699
ڈاکٹر نسیم رحمت اللہ صاحب کا ڈاکٹر مہدی علی صاحب کے بارے میں تاثرات 334
نصرت جبین صاحبہ 105
حضرت نصرت جہاں بیگم صاحبہؓ
حضرت امّاں جان کا زیور جلسے کے مہمانوں کے انتظام کیلئے پیش کرنا 514
آپؓ کا مرزا انور احمد صاحب کی شادی میں شرکت فرمانا 451
نصیر احمد صاحب 764
مرزا نصیر احمد صاحب کے وہاب آدم صاحب کے بارہ میں تاثرات 401
نصیر احمد انجم صاحب کا ذکر خیر 449
آپ کے بارہ میں مبشر ایاز صاحب کے تاثرات 450
نصیر دین صاحب ریجنل امیر لندن 166
آپ کا ایک احمدی کی تحریک جدید میں مالی قربانی کی بابت کا واقعہ بیان کرنا 671
سیّد نصیر شاہ صاحب۔ یوکے 233
نعمت اللہ خان۔ وزیر آباد کے ذریعہ سے نوابشاہ کے شہید محمد امتیاز صاحب کے دادا نے بیعت کی 449
نعمت اللہ ولی کی حضرت مسیح موعودؑ کی آمد کے بارے میں پیشگوئی 185
نعیم اللہ خان آف قرغستان کا ذکر خیر 463
الحاجہ سسٹر نعیمہ لطیف صاحبہ کا ذکر خیر 604
حضرت نظام الدّین صاحب کی اپنی حضرت مسیح موعودؑ سے ملاقات کی بابت روایت 194
نواب بی بی صاحب مانگٹ اونچا ضلع حافظ آباد کا ذکر خیر 55
حضرت حکیم مولانا مولوی نورالدّین صاحب خلیفۃ المسیح الاوّلؓ 328
بھوپال کے اپنے استاد کا واقعہ 62
آپؓ کو الہام کَلَامٌ أُفْصِحَتْ کی اطلاع دی جانا 221
آپؓ کو حضورؑ کا خطبہ الہامیہ سے قبل دعا کیلئے دوستوں کے اسماء کی فہرست تیار کرنے کے لئے کہنا 219
آپؓ کا خطبہ الہامیہ کی کتابت کرنا 224،223،220
آپؓ کا فرمان کہ غسّال کے ہاتھ میں میّت کی طرح اپنے آپ کو امام کے ہاتھ میں دو 346
آپؓ کے علامہ المغربی سے گہرے آپؓ کے متعلق بعض لوگوں کا کہنا کہ آپ حضورؑ کا دایاں فرشتہ ہیں 697
آپؓ کی وفات کا وقت 752
نور احمد مخالف احمدیت کا طاعون سے مرنا 191
حافظ نور احمد کا حضرت مسیح موعودؑ سے ملنا اور الہام کی بابت اپنے غلط عقیدے کے متعلق استفسار کرنا 74،73
ڈاکٹر نوری صاحب طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ کا ڈاکٹر مہدی علی صاحب کا ذکر خیر کرنا 335
آپ کو میاں انور احمد صاحب کی خدمت کا موقع تین دہائیوں تک ملنا 451
حضرت چوہدری نور علی صاحب صاحبؓ 715
علامہ نیاز فتح پوری صاحب۔ تفسیر کبیر کے بارے میں تاثرات 112
حضرت مرزا نیاز بیگ صاحبؓ 715
نیکلچو گوشیوسکی جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی بابت جذبات کا اظہار 371
واجد کا مبارک احمد باجوہ صاحب کو اغوا کر کے چھریوں سے شہید کرنا 764
سر والٹر ریلے کا وفاداری اور اطاعت و محبت کے جذبے کی مثال رقم کرتے ہوئے ملکہ کے آگے کوٹ بچھانا 622،621
ڈاکٹر والٹر والش کا حضرت خلیفہ ثانیؓ کا ویمبلے کانفرنس کا لیکچر سننا اور سراہنا 129
وجیہہ مہدی 332
میاں وسیم احمد صاحب 114
وقاص احمد صاحب 475
حضرت سیّد ولی اللہ شاہ صاحب 230

دوستانہ مراسم 227
ولیم لافٹس ہیئر کا ویمبلے کانفرنس کے انعقاد کی تجویز پیش کرنا 122

ہ،ی

ہاجرہ صاحبہ اہلیہ محمود بنگالی صاحب 249
ہادی علی صاحب مبلّغ سلسلہ کے اپنے بھائی مہدی علی قمر صاحب کے بارے میں تاثرات 333
ہاشم علی صاحب 332
ہالہ صاحبہ آف لیبیا کا بیعت کرنے کا واقعہ 555
ہانی طاہر صاحب کا حمادہ صاحب کے کام کی بابت بیان 96
آپ کا عبدالکریم صاحب آف سیریا کے بارے میں تاثرات 310
ہرجان صاحب کا اپنا قبولیت احمدیت کا واقعہ بیان کرنا 554
ہمیش چندر شرما کا جماعت کی منعقدہ مذاہب کانفرنس میں شرکت اور اظہار خیال 139
ہندہ صاحبہ کا جلسہ سالانہ یو۔کے سے واپسی پر حادثہ کا شکار ہونا 563
ہنریک جینسن صاحب کا کمال کرو صاحب کا ذکر خیر کرنا 135
یاسر احمد صاحب۔جرمنی 42
یانا لوپیز ریخون کی جلسہ سالانہ یوکے میں شمولیت کی بابت اظہار خیال 540
یزید 332
حضرت شیخ یعقوب علی عرفانیؓ صاحب 515،10
آپؓ کا حضورؑ کا بے تکلفی کا ایک واقعہ تحریر کرنا 516
یوسف صاحب (معلّم مالی) کا ایک بزرگ کا قبول احمدیت کا واقعہ لکھنا 198
الحاج یوسف ایڈوسئی مبلغ گھانا کا ذکر خیر 676تا681
آپ کو خلیفہ رابعؒ کا جلسہ سالانہ یوکے میں اپنی تقریر کے دوران بلانا 679
یوسف اللطیف صاحب بوسٹن امریکہ کا ذکر خیر 17
یوسف لطیف صاحب ابن یوسف اللطیف صاحب 18
یول اولا یا نومبائع کا بیعت کے بعد اپنے حالات اور جلسے میں شمولیت کی بابت اظہار خیال کرنا 543

Abdou Fall 542
Antigoni 532
Reverend Canon Dr. Anthony Cane 150
Arjan 554
Ayesha Akua Woro 390
Bakary Tarore 199
Baroness Berridge 148
Mrs.Bertha 594
Bange Diarra 560
Betim Redzepi 670
Bekim 671
Billy Tranger 149
Boniface Ntwa Boshie Wa 531
Dr. Charles Tannock ME 148
Dr.Crispus Kiyonga 532
David Samuel Margoliouth 124
Rt. Hon. Dominic Grieve 143
Deirdre Mc Kenna 593
Mr. Kenneth 135
Diana Naima 529
Mr.Diavia Abdou 542
Dusko Vuksanov 371
Eamon O'Cuin 591

Father Ethelwine 150
Evan Vernon 541
Mr.Fintan 596
Francis Houessou 532
Gregoria Gonzales 542
Gary Guiteau 540
HE Joselyn Whiteman 148
Mr.Henrik Jensen 135
Ivan Bartolo 535
Ms. Ingerrethe 135
John Rabbit 592
Jenny Mc Clean 593
Jiara Boukhari 196
Kay Carter 149
Dr. Lydia 150
Mak Chishty 148
Mr.Mikael 136
Mery Lintha Johnny 541
Michael P.Kitt 593
Michael Grech 536
Miguel Garcia 151
Nikolcho Goshevski 371
Mr.Prakash Ramadhar 539
Panagiotis 532
Stein Villumstad 148
Prof. Dr. T. Sunier 149
Mr.Thierry Atticot 536
TomOvergoor 553
Tom Healy 594
Sir Walter Raleigh 621,622
Dr.Walter Walsh 129
William Loftus Hare 122
Yanna Lopez Rejon 540
Yul Adelf Olaya 543

مقامات

ا

ابوظہبی 434،95
اتر پردیش 17
اٹلانٹک ایریا 12
اٹلی 384،96
نپولین کا اٹلی کے ایک جزیرہ میں قید کیا جانا 733
اجنیاوالا (ضلع شیخوپورہ) 55
احمد نگر 391
اڑیسہ 676،17
اسٹونیا 370
اسرائیل میں دروزی کمیونٹی کا پایا جانا 140
اسرائیل کے ایک ربائی (Rabbai) کا
کا کہنا کہ یہاں ہر طرف مذہبی اور سیاسی
کشمکش جاری ہے اور فساد برپا ہے 141
اسرائیلی ربائی کو حضور کی نصیحت کہ اسرائیل
کی حکومت کو امن کے متعلق بتائیں 149
اسرائیل کا فلسطینیوں پر مظالم ڈھانا 482،454
اسلام آباد 56،16
افریقہ 50،62،187،567،647،
769،689،675،665

افریقہ میں مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں
بہت کام ہوا ہے اس کام کا مختصر خلاصہ 3
افریقہ میں جماعت کی ترقی سے علماء کا
پریشان ہونا 7
ساؤتھ افریقہ اور دیگر ممالک میں غیر
احمدی مولویوں کی بھاگ دوڑ اور احمدیت
کا غیر معمولی نفوذ 9
حضور انور کی افریقہ میں جماعت کے
کاموں کو وسعت دینے کی ہدایت 11
افریقہ میں وقفِ جدید کے چندے کا
بہت سا استعمال ہونا 11
افریقی ممالک کو وقف جدید کے چندوں
کی فہرست بھجوانے کی ہدایت 16
افریقہ کے نومبائعین اور بچوں کا چندوں
میں شامل ہونے کا ذکر 16
افریقہ میں احمدیت کی سچائی کے واقعات 102
افریقہ میں (گھانا، سیرالیون) پریس اور میڈیا
سے رابطوں کے سلسلہ میں اچھا کام ہونا 138
افریقہ میں ایک مسجد کا افتتاح اور عیسائی
چیف شمولیت 567
افغانستان 647
اکرا (Accra) 681

الاڈاریجن (تنزانیہ) 667
الازہر (یونیورسٹی مصر) 9
البانیہ 370
البانین ایڑوین صاحب کی بیعت 380
الجزائر 95
امرتسر 449،73
حضورؑ کا الہام کہ تم امرتسر جاؤ گے 73
حافظ نور احمد صاحب کا امرتسر جانے سے
ایک سماوی سبب سے روکے جانا 74
حضورؑ کا امرتسر جانے کے متعلق ایک
پیشگوئی کا پورا ہونا 75
جگن ناتھ جو کہ ایک متعصب ہندو تھا اس کا
امرتسر میں سررشتہ دار ہونا 80
امرتسر کے ایک اخبار ریاض ہند میں حضورؑ
کا ایک اشتہار کا شائع ہونا 108
حضورؑ کا ملاوامل کو الہام نگینہ میں کھدوا کر مہر
بنوانے کے لئے امرتسر بھیجنا 173
امرتسر میں ایک پادری کے مطبع میں براہین
احمدیہ کا چھپنا 180
ایک زمانہ میں حضورؑ اکیلے کتاب چھپوانے
کے لئے امرتسر جایا کرتے تھے 181
امرتسر کے ایک مخالف رسل بابا کا حضورؑ کی
مخالفت میں ایک کتاب لکھنا 190

حضورؓ کے دعویٰ کے وقت لوگوں کا شور مچانا کہ مامور آنا ہوتا تو لاہور یا امرتسر یا کسی بڑے شہر میں آتا 645
عبدالحمید کو پادریوں کا امرتسر میں ایک مستری کے گھر بھجوانا 747
امریکہ 15، 16، 42، 55، 115، 119، 142، 187، 233، 251، 254، 331، 332، 336، 391، 399، 402، 436، 437، 510، 550، 604، 647، 674، 676، 678، 689، 769، 770، 777
حضور انور کے دورہ امریکہ کا ذکر 4
امریکہ کے صدر کلنٹن کا یوسف اللطیف صاحب کو وائٹ ہاؤس دعوت پر بلانا 17
امریکہ میں شیشہ یا حقہ کا ایک نیا رواج جس سے احتراز کی نصیحت 38
امریکہ کی جماعت کا پریس اور میڈیا کے ساتھ روابط میں کچھ عرصہ سے بہتری آنا اور اچھا کام کرنا 138
امریکہ میں فیس بک کی وجہ سے بے چینی 158
امریکہ میں ہونے والا گرہن 170
علامہ مغربی صاحب کا خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو کہنا کہ آپ یورپ، امریکہ اور افریقہ کے کفار اور نصاریٰ کو تبلیغ کریں نہ کہ عرب، مصر و شام 228
ڈاکٹر مہدی علی صاحب کا امریکہ سے وقف عارضی پر پاکستان آنا 330
حضور انور کے دورہ امریکہ کے دوران مہدی صاحب کی خدمت دین 334
ڈاکٹر مہدی علی قمر صاحب کو امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کی جانب سے فزیشن ریکگنیشن کا بھی ایوارڈ دیا جانا 337
امریکی نیوز چینلز و اخبارات میں ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کی مذمت 338، 339
حضور انور کا فرمانا کہ امریکہ بھی تمہارا ہوگا اور افریقہ بھی...... 354
وہاب آدم صاحب کو انٹرنیشنل فیڈریشن فار ورلڈ پیس امریکہ کی طرف سے امن کے لئے خدمات پر سے اعزاز دیا جانا 393
امریکہ اور جرمنی کی جماعت کو گستاخانہ خاکوں کے خلاف قانون کے دائرے میں رہ کر احتجاج کرنے کی تلقین 413
بینن کے وزیر داخلہ کا جلسہ کے انتظامات کی تعریف میں کہنا کہ امریکہ جیسے سپر پاور کے انتظامات بھی دیکھے ہیں مگر بڑی بڑی طاقتوں کو بھی اس طرح کے منظم اور پُر امن انتظام کرتے نہیں دیکھا 532
حضور انور کا قبول احمدیت کے واقعات بیان کرنے پر امریکہ سے کسی کا خط، خدا تعالیٰ کا نشان دکھانا تا کہ یہ معلوم ہوجائے کہ ان واقعات میں مبالغہ نہیں ہوتا 550، 551
امریکہ میں ہونے والی دہشت گردی کی مذمت 754
انڈونیشیا 15، 254، 669، 674، 689، 714
انڈونیشیا میں احمدیوں پر پولیس کی نگرانی میں تشدد 596
انڈیا 13، 17، 29، 114، 130، 131، 449، 559، 560، 576، 668، 669، 674، 676
انڈیا میں مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بہت کام ہوا ہے اس کام کا مختصر خلاصہ 3
ساؤتھ افریقہ میں پاکستانی، انڈین اور سعودی عرب کے مولویوں کے گروپس کا آنا اور مسلم جوڈیشل کونسل کے زیر اہتمام کانفرنس میں جماعت کی مخالفت میں پروگرام بنانا 9
انگلستان 391، 538، 576
1924ء انگلستان میں ویمبلے کانفرنس کا انعقاد 122
حضرت مصلح موعودؓ کو ویمبلے کانفرنس میں شرکت کے لئے انگلستان کے بڑے بڑے مستشرقین کا دعوت دینا 124
انگلستان کے گلڈ ہال میں جماعت احمدیہ برطانیہ کے سو سال مکمل ہونے پر ایک تقریب اور مہمانوں کے تاثرات 137 تا 150
وزیر اعظم برطانیہ کا جماعت احمدیہ انگلستان کی خدمات کو سراہنا 143، 144
عبدالسبحان منان دین صاحب، انگلینڈ آنے والے ابتدائی احمدیوں میں سے تھے 166
تاریخ انگلستان کے ایک واقعہ کی مثال، سر والٹر ریلے کا ملکہ الزبتھ اول کی خاطر کیچڑ میں اپنی قیمتی پوشاک بچھانا...... 621

پہلی جنگ عظیم میں انگلستان کی فوج کا ایک واقعہ 722،721
انگلینڈ 775،689، 647
چرچ آف انگلینڈ کو جماعت کے زیر اہتمام ہونے والے کانفرنس میں دعوت دیا جانا 652
چرچ آف انگلینڈ کا پہلی دفعہ ایک عورت کو بشپ بنانا 756
اودولو(Odulu) 102
اوکینے(Okene) 667
ایڈمنٹن 676
ایڈیلیڈ 676، 257
ایران 97
ایران کے بادشاہ کے متعلق ایک کہاوت 502
ایسٹ افریقہ 500
ایشیا 770،463،354
بی بی سی ایشیا پر حضور انور کا انٹرویو دکھایا جانا...... 498
ایلڈوریٹ کے مبلغ کے خلاف ایک گھناؤنی سازش اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس کا دعائیہ جواب اور غیر معمولی نصرت 53،52
ایمسٹرڈم 553
ایوان توحید (راولپنڈی) 42
ایوان محمود ربوہ 255
ایوان محمود میں ایک دفعہ آگ لگنا 254

آ

آٹوا 676،17
آسام 30،29
آسٹریلیا
760،676،674،556،233،16،15
آسٹریلیا میں مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بہت کام ہوا ہے اس کام کا مختصر خلاصہ 3
آسٹریلیا کے دورہ کے موقعہ پر میڈیا کی وسیع کوریج 4
آسٹریلیا میں حضور انور کے انٹرویو کے سلسلہ میں خدائی تائید کا نشان 5-4
آسٹریلیا کے نیشنل اور انٹرنیشنل ٹی وی چینلز کا حضور کے دورہ کی خبر شائع کرنا 5
امیر جماعت آسٹریلیا مکرم محمود احمد شاہد صاحب بنگالی کی وفات کا ذکر 248 تا 263
امیر صاحب کا آسٹریلیا میں ذیلی تنظیموں کی تشکیل مرکزی خطوط پر کرنا 257
حضرت خلیفۃ المسیح الرابع کی ہدایت پر احمدیوں کو آسٹریلیا کے سبھی بڑے شہروں میں بسایا گیا 257
جماعت احمدیہ آسٹریلیا کی تعمیر و تنظیم میں محمود احمد بنگالی صاحب کا بنیادی کام کرنا 259
آسٹریلیا کے اطفال کی مالی قربانی کا ذکر 672
جلسہ سالانہ قادیان میں آسٹریلیا کی نمائندگی 770
آسنور 13
آندرا پردیش 676،560،17

آفن باخ(Offenbach) 675،563
آئرلینڈ 607،600،599،590،150
آئرلینڈ میں جماعت احمدیہ کی پہلی مسجد کا افتتاح اور کوائف 588،583،577
حضور انور کی آئرلینڈ میں ارکان پارلیمنٹ اور سپیکر سے ملاقات 591
آئرلینڈ کے نیشنل اخبار آئرش ٹائمز کا حضور انور کا انٹرویو لینا اور مسجد اور حضور انور کی تصویر شامل اشاعت کرنا 598
آئرلینڈ کی قومی اسمبلی کی ممبر کا لجنہ اماء اللہ کی چیریٹی کی تعریف کرنا 595
آئیوری کوسٹ
778،662،616،392،254
آیا کوپے(Ayakope) 7

ب - پ - ت - ٹ

بٹورو (Botoro) گاؤں میں تمام لوگوں کا احمدی ہو جانا 7
برکینا فاسو/ بورکینا فاسو
675،663،662،501،392،196،16،8
بورکینا فاسو کے ددگو(Dedougou) ریجن کے لوگوں کا بارش کا نشان دیکھ کر احمدیت قبول کرنا 103
عبد الوہاب آدم صاحب کا بطور مرکزی نمائندہ برکینا فاسو کا دورہ 392
برکینا فاسو کی جماعت کا عبد الوہاب آدم صاحب کے ذریعہ قیام 398

بالٹی مور۔ یو ایس اے 182
بالہم 16
بٹالہ 744،741،190
حضورؑ کا پیرا کو بٹالہ کام کے لئے بھجوانا 646
بٹورو میں تمام لوگوں کا احمدی ہوجانا 7
بدین 675
براملے اینڈ ایملوشم 16
برسبین 676،257
برطانیہ 254،144،16،15،
675،975،674
1924ء میں برطانیہ کی کالونیوں کا پوری
دنیا میں پھیل جانا 123،122
جماعت احمدیہ برطانیہ کے سو سال مکمل
ہونے پر تقریب 137 تا 143
برطانیہ کے اخبارات اور نیوز چینلز کا پشاور
سکول میں بچوں پر کئے گئے حملے کی
مذمت کرنا 338
جلسہ سالانہ برطانیہ سے قبل حضور انور کا مہمان نوازی
کے بارے میں ہدایات دینا 506 تا 508
جلسہ سالانہ برطانیہ کا آغاز اور حضور انور کا
فرمانا کہ یہ جمعہ بھی جلسہ کا حصہ ہے 518
برلن جرمنی میں گستاخانہ فلم چلائی جانے کا
پروگرام بننا 413
برمنگھم سینٹرل 675
برمنگھم ویسٹ 16
برنی کونی شہر میں ایک چھوٹا سا گاؤں

بٹورو (Botoro) میں تمام لوگوں کا
احمدی ہوجانا 7
بروخسال 675
بروفئی ایڈور 390
بروک لن یونیورسٹی 331
بریڈفورڈ ساؤتھ 16
بلاور (Blavor) 664
بلغاریہ 375،371،370
بلوچستان اور سندھ کو جماعتی اور تنظیمی سطح
پر جماعت کراچی کے سپرد 260
بلیک ٹاؤن 676
بمبئی 350
بنفورا ریجن (بورکینا فاسو) 8
بنگال 676،250،30،29
بنگلور 676،17
بنگلہ دیش 261،251،250،249
محمود بنگالی صاحب کو حضور انور کا بنگلہ دیش
کے جلسہ پر بطور نمائندہ بھجوانا 256
بو (سیرالیون) 119
بوآ 555
بورن متھ 675
بوسٹن 17
بوسنیا 376،370
بولگا ٹانگا (Bolgatanga) 676

بھارت 11
بھاؤ گھسیٹ پور 642
بھٹی بھوڑ و چک ضلع شیخوپورہ 232
بھڑی چٹھہ تحصیل حافظ آباد 191
بہشتی مقبرہ (قادیان) 323،30
بھوپال 62
بھوئیوال ضلع شیخوپورہ 321
بیاس (دریا)
حضرت مسیح موعودؑ کی ایک رؤیا کہ
قادیان بیاس تک پھیلا ہوا ہے 752
بیت الفتوح 675
بیلجیئم 381،370،150،254،15
بینن 665،392،16،11،8،
779،675،666
بینن کی ایک خاتون کی مالی قربانی کا ذکر 12
بینن کے وزیر داخلہ فرانسس ہوسو کا
جلسہ سالانہ کی تعریف کرنا 532
بینن کے امیر صاحب کا ایک احمدی کی مالی
قربانی کا ذکر 664
بینن میں مبلغ احمد شمشیر سوکیہ صاحب کا اپنے
والدین کی طرف سے مسجد تعمیر کروانا 778
پارہ چنار 764
پاکستان 313،70،56،23،16،
411،401،364،356،338،316،
675،656،630،618،484،449،
768،767،763،756،754

ساؤتھ افریقہ میں پاکستانی، انڈین اور سعودی عرب کے مولویوں کے گروپس کا آنا اور مسلم جوڈیشل کونسل کے زیرِ اہتمام کانفرنس میں جماعت کی مخالفت میں پروگرام بنانا 9
کیمرون میں پاکستان سے آنے والے تبلیغی گروپ کا احباب جماعتِ احمدیہ کو نشانہ بنانے کی کوشش کرنا 9
پاکستان سے بیس مولویوں کا گروپ افریقہ گیا ہوا ہے 9
خلافت رابعہ تک وقف جدید کی تحریک صرف پاکستان میں تھی 11
پاکستان کے حالات کے باوجود جماعت احمدیہ پاکستان کا قربانیوں میں نمایاں کردار 15
پاکستان میں بھی ٹی وی پر تفریح کے نام پر بیہودگیاں نظر آنا 21
پاکستان کے طالبعلموں کو رٹا لگانے میں مہارت حاصل ہونا 23
پاکستان میں احمدیوں پر ہونے والے مظالم کا ذکر اور دعاؤں کی ضرورت 69
پاکستان سمیت دیگر اسلامی ممالک کے لئے دعا کی تحریک 86
پاکستان کے حالات کے بارے میں دعا کریں کہ احمدی محفوظ رہیں 152، 153
شام، مصر اور پاکستان کے احمدیوں کے لئے خاص دعا کی تحریک 182
پاکستان سے تعلق رکھنے والے ہر احمدی کو خدا تعالیٰ سے قرب اور تعلق بڑھانے کی ضرورت ہے 279
دشمن کے منصوبے بہت خطرناک ہیں، خاص طور پر پاکستان میں 326
پورا ملک ظلم کی داستان بن کر رہ گیا ہے ہائیکورٹ میں ایک عورت کو پتھر مار کر شہید کر دینا 341
پاکستان میں احمدیوں پر ظلم کرنے والوں کے لئے حضور انور کی تنبیہ 341
دنیا کے احمدی بھی پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کریں 341
پاکستان کے احمدیوں کو اگر جلد ان مشکلات سے نکلنا ہے تو پہلے سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے حضور جھکنا چاہئے 356
بیعت کے موقع پر پاکستان والوں کو شکوہ کے بیعت کے الفاظ اکثر انگریزی میں دوہرائے جاتے ہیں اور اردو میں بہت کم 386
پاکستان کے ہر شہر اور ہر گلی میں جھوٹ کے پلندوں پر مشتمل احمدیت مخالف اشتہار لگائے جانا 469
حکومت پاکستان کا احمدیوں کی مخالفت میں ہاں میں ہاں ملانا 471
پاکستان میں ملاؤں کے زیر اثر احمدیوں پر مظالم کئے جانا 482
احمدیت کے حوالہ سب سے زیادہ ظلم پاکستان میں ہو رہا ہے، پاکستانی احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 484
پاکستان میں احمدیوں پر پولیس کی نگرانی میں تشدد 596
پاکستان میں اسلام کے نام پر مساجد کو نقصان پہنچایا جانا 596
پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 603
پاکستان میں غیر احمدیوں کی مساجد کی آبادی کا بڑھنا مگر سوائے نفرتوں کے درس کے اور کیا دیا جاتا ہے؟ 624
ایم ٹی اے پاکستان کو ایک نصیحت 689
پاکستان میں بچوں پر ہونے والے بدترین حملہ کی مذمت 755
پاکستان میں جلسوں پر پابندی 767
پٹنہ یونیورسٹی 113
پرتھ 676
پرتھا پریم 17
پشاور سکول میں بچوں پر وحشیانہ حملہ اور حضور انور کا اظہار ہمدردی 754 تا 763
پنجاب 17، 676، 690
پنجاب کے مولویوں کا حضورؑ کے خون کا پیاسا ہونا 175
پنجاب اور ہندوستان کے مولویوں کا اعزاز حضورؑ کی مخالفت کی وجہ سے 690
پنجاب یونیورسٹی 116
پورتونووو 664
پونچھ 35
پیدروآباد 151

پیس ولیج 676،17
پیل (Peulh) 665
پینگاڈی 676، 17
تامل ناڈو 676،17
ترکی 655
ترکی میں فلسطینیوں پر مظالم پر سوگ 545
تسمانیا 676
تعلیم الاسلام سکول (قادیان) 224
تنزانیہ 675،668،392،232،16،13
تنزانیہ میں غیر احمدی مسلمانوں کی تنظیم بکواٹا (Bakwata) کی جماعت کی مخالفت 500
دارالسلام تنزانیہ کے ایک احمدی دوست کے قبولیت احمدیت کا واقعہ 667
تیونس 552
ٹرینیڈاڈ 391
ٹمالے 676،405
ٹوبہ ٹیک سنگھ 764،675
ٹوگو 7
ٹونگو فیلڈ (Tongo Field) 55
ٹیچی مان (Techiman) 52
ٹینیسی اسٹیٹ (امریکہ) 17

ج۔چ۔ح

جاپان 647،29،16
جاپان کے ایک اخبار کا حضور انور کا انٹرویو لینا 5
جارج ٹاؤن 676
جالا کروجی (Jala Koroji) 198
جامعہ احمدیہ ربوہ 390،249،64، 778،698،602،449،391
جامعہ کے استاد نصیر احمد انجم صاحب کا ذکر خیر 449
وہاب آدم صاحب کا جامعہ احمدیہ تعلیم کے دوران دعا کے لئے غلام رسول راجیکی صاحب کے پاس جانا 392
جامعہ احمدیہ ربوہ میں اقبال محمد خان صاحب کا اپنی اہلیہ کے نام پر مسجد تعمیر کروانا 576
جامعہ احمدیہ غانا 406،399
جامعۃ المبشرین 390
جاوا 647
جڈ چرلہ (انڈیا) 668
جرسی 605
جرمنی 254،42،17،16،15،4، 554،392،391،386،385،322، 721،675،670،557
جرمنی کی تاریخ میں پہلی مرتبہ نیشنل ٹی وی پر جماعت کے متعلق خبر نشر کی گئی 5
جرمنی کے محمد بن احمد صاحب کا بیعت کا واقعہ 100
جرمنی میں تاثر کہ ہٹلر ڈکٹیٹر بن کر رہا اس لئے دوسری جنگ عظیم میں شکست ہوئی 347
حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد کہ ''جرمنی فتح ہو گیا تو یورپ فتح ہو گیا'' اس پر ایک اعتراض اور اس کا جواب 354
حضرت مصلح موعودؓ کا ارشاد ''یورپ کے لیڈر جرمن ہیں'' اور اس کا پورا ہونا 355
جرمنی کیا اور یورپ کیا ہمیں تو انشاء اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو فتح کرنا ہے مگر تلوار سے نہیں بلکہ دل جیت کر 355
جرمنی میں جماعت کی وسعت 364
میونخ میں مسجد مہدی کا افتتاح 367
جلسہ سالانہ جرمنی کے حالات و واقعات اور مہمانوں کے تاثرات کا ذکر 369 تا 375
جرمنی جلسہ میں شامل ہونے والے ہمسایہ ممالک کے افراد 370
جرمنی کے کسی عہدیدار کو یہ نہیں سمجھنا چاہئے کہ اس کی محنت کی وجہ سے یہ سب کچھ ہوا ہے، یہ اللہ کی چلائی ہوئی ہوا ہے 379
جلسہ سالانہ جرمنی کے موقعہ پر نومبائعین کی بیعت اور ان کے واقعات 380 تا 384
پریس اور میڈیا کا جرمنی جلسہ اور مساجد کے افتتاح کی کوریج دینا 384
جرمنی جلسہ کے حوالہ سے عہدیداران اور مرکزی کارکنان کو نصائح اور ہدایات... 384
میسیڈونیا کی ایک جرنلسٹ کا حضور سے پوچھنا کہ آپ (جرمنی) جلسہ کے انتظامات سے مطمئن ہیں؟ حضور کا جواب 385

جرمنی جلسہ پر ساؤنڈ سسٹم کی خرابی کے بارہ میں حضورانور کی ہدایات 385
جرمنی کے نیشنل عہدیداروں کو اپنے خولوں سے باہر آنے کی ضرورت...... 387
مخالفین اسلام کا ایک نئی مخالفانہ فلم بنانا اور واشنگٹن اور جرمنی (برلن) میں چلائے جانے کا پروگرام اور جماعت کا ردّعمل 413
جرمن جماعت کو قانون کے دائرے میں رہتے ہوئے احتجاج کرنے کی ہدیت 413
جرمنی سے گوجرانوالہ کے سانحہ پر کسی خاتون کا لکھنا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام آگ سے ہمیں مت ڈراؤ......تو پھر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ 473
جرمنی میں لیف لیٹ تقسیم کرنے کا واقعہ 505
جلسہ سالانہ جرمنی پر ایک غیر مسلم جوڑے کا تنقید اور اعتراض کرنے کی خاطر شامل ہونا اور بیعت کر کے واپس جانا 524
جرمنی میں مختلف ذرائع سے میڈیا کی جماعت مخالفت میں بھی نظر آتی ہے 724
جڑانوالہ 41
جزائر 770،354
جلنگھم 675،16
جماپور ضلع لدھیانہ 185
جموں کشمیر 676،17،13
جمیکا 392
جیکب آباد 56
چاچڑاں شریف 185
چاردکھیہ ضلع چاندپور (بنگلہ دیش) 249
چاؤ 9
چرچ آف انگلینڈ 756
چک سکندر 642
چک نمبر 55 گ ب فیصل آباد 41
چک نمبر 312 ج ب کتھووالی 763
چنائی 67،17
چندرپور مہاراشٹر 560
چیم 675
چین 647،552، 391
حافظ آباد 191، 55
حماس 454
حیدرآباد 676،602، 17،16

د۔ڈ۔ر۔ز

دارالبرکات (ربوہ) 331
دارالسلام (تنزانیہ) 667
دبئی 669
ددگو (برکینافاسو) 662،103
درائے ایش 675
دمشق 101
دہلی 688،676،249،17،9
ڈارمشٹڈ 675
ڈارون 676
ڈبلن 579
ڈرہم 676،17
ڈنمارک 134
ڈنمارک کے ایک اخبار میں ایک خاتون کے مضمون میں قرآن پر اعتراض 440
ڈونگے کبے 555
ڈیٹرائٹ 676،17
ڈیٹسن باخ 675
ڈیرہ غازی خان 601
ڈیلس 17
ڈیون اینڈ کارنوال 16
رام پور 642،641
راولپنڈی 600،260،73،41،16
راؤن ہیم (جرمنی) 17
ربوہ
،256،251،249،232،119،18،16،2
،390،337،335،331،262،260
530،479،449،403،401،397،391،369
779،778،714،699،698،675،669
یوسف اللطیف صاحب کا ربوہ اور قادیان زیارت کے لئے آنا 18
صاحبزادہ حنیف احمد صاحب کا طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں انتقال ہونا 118

ربوہ میں سکولوں کو آغا خان بورڈ کے ساتھ منسلک کیا جانا 23
ربوہ اور قادیان کی لنگر خانہ کی ضیافت کی ٹیموں کو مہمان نوازی کے متعلق ایک ہدایت 174
محمود بنگالی صاحب کا جامعہ تعلیم کے دوران ربوہ کے سخت موسم کا اپنے والد سے ذکر کرنا اور والد صاحب کی نصیحت 250
ربوہ پر شریر فطرت افسر کا مسلط کیا جانا 260
ربوہ میں محمود بنگالی صاحب کا بالعموم پیدل یا سائیکل پر تقریبات میں شرکت کرنا 260
ربوہ میں ڈاکٹر مہدی صاحب کا شہید کیا جانا 330
ربوہ کے محلہ دارالرحمت غربی کی مسجد کے لئے ڈاکٹر مہدی علی صاحب کا ایک بڑی رقم دینا 332
ربوہ سے ڈاکٹر مہدی علی صاحب کو ایک خاص محبت ہونا یہاں تک کہ جان بھی اس سرزمین میں دی 333
ربوہ کا پہلا بلڈ بنک ڈاکٹر مہدی علی شہید، ڈاکٹر سلطان مبشر صاحب اور ڈاکٹر محمود صاحب نے شروع کیا 334
پولیس اہلکار کا ربوہ کے ہسپتال اور علاج کروانے والوں کے خلاف پمفلٹ کے متعلق بیان 339
ربوہ میں انتظامیہ کو چوکس اور ہشیار رہنے کی ہدایت 340
مہدی علی صاحب شہید کا ربوہ کی سرزمین پر خون بہا کر ہمیں دعاؤں اور تدبیروں کی طرف توجہ دلانا 341
ربوہ کی بنجر زمین کے آباد ہونے کے متعلق گھانا کے سفیر کا تفصیل سن کر بیان 391
وہاب آدم صاحب کو حضرت خلیفہ ثالثؒ کا ربوہ میں امیر مقامی مقرر فرمانا 392
ربوہ میں جماعت کا کارکنوں کو سستی قیمت پر پلاٹ دینا 405
ربوہ میں جلسہ سالانہ پر اہلیان ربوہ کا جذبۂ مہمان نوازی 514،513
ربوہ میں ختم نبوت کانفرنس 665
ربوہ کے ایک ایم ٹی اے کے پروگرام میں آداب کا خیال نہ رکھنے پر حضورؓ کی ناراضگی ونصائح 689
ربوہ میں جلسہ سالانہ پر پابندی اور اس کے نتائج 768
رشی نگر 17
روڈرگ جزیرہ 779
رومانیہ 370
رونڈرمارک 675،17
ریڈشٹڈ 675
رینز پارک 675،16
ری یونین آئی لینڈ 779
زائن 604

س۔ش

سالٹ پونڈ (گھانا) 390
ساوے ریجن (بینن) 665
ساؤتھ افریقہ 675
ساؤتھ افریقہ میں پاکستانی، انڈین اور سعودی عرب کے مولویوں کے گروپس کا آنا اور مسلم جوڈیشل کونسل کے زیر اہتمام کانفرنس میں جماعت کی مخالفت میں پروگرام بنانا 9
ساؤتھ لندن 16
ساؤتھ ملٹن 676
سبغ تینگا 398
سپن ویلی 675،576،16
سپین 151
سپین کے علاقہ مرسیا سے ایک مراکشی کا احمدیت قبول کرنا 383
سڈنی 257،249
سرگودھا 745،675،331،330،16
سسکاٹون 676،17
سعودی عرب 478،100
مختلف ممالک کے علماء کا سعودی عرب کے خرچ پر سیرالیون جا کر جماعت اور شیعہ احباب کے خلاف لوگوں کو اکسانا 10،9
سکندر آباد 114
سکھر 56
سلور سپرنگ 17
سلووینیا 370
سلیکون ویلی 675،17
سماٹرا 647
سندھ 323،56

سندھ اور بلوچستان کو جماعتی اور تنظیمی سطح پر جماعت کراچی کے سپرد کیا جانا 260
سنگاپور 254,16
سولور 676
سوئٹزرلینڈ 689،674،670،16
سویڈن 381,233
سویو (Soyo) 667
سہارنپور (یوپی) 249،434
سیاٹل 676،17
سیالکوٹ 675،477،223،16
سیرالیون 363،254،119،16، 675،558،402،392
مختلف ممالک کے علماء کا سعودی عرب کے خرچ پر سیرالیون جا کر جماعت اور شیعہ احباب کے خلاف لوگوں کو اکسانا 10،9
پریس اور میڈیا سے رابطوں کے سلسلہ میں افریقہ میں گھانا اور سیرالیون میں اس بارے میں اچھا کام ہو رہا ہے 138
سیرالیون اور نائیجیریا کے نیشنل ٹی وی کا جلسہ سالانہ یو۔کے کے پروگرام دکھانا 545
سیریا 309،101،86،70،69
سیریا، مصر، خاص طور پر شام اور پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 86
شام، مصر، فلسطین وغیرہ عرب ممالک میں توسوائے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کسی بھی خلیفہ کا دورہ نہیں ہوا 122
سینٹرل جرسی 17
سینٹرل ورجینیا 17
سینیگال 675،254
شادیوال 714
شام 763،140
سیریا، مصر، خاص طور پر شام اور پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 86
شام، مصر، فلسطین وغیرہ عرب ممالک میں توسوائے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کسی بھی خلیفہ کا دورہ نہیں ہوا 122
شام اور پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 182
شام میں ہی حکومتی اور سنّی فسادوں میں ایک رپورٹ کے مطابق ایک لاکھ تیس ہزار کے قریب لوگ مارے گئے ہیں 756
شبینہ کالج پٹنہ 113
شکارپور سندھ 56
شو (Show) (مالی) 560
شیانگاریجن (تنزانیہ) 500

ط۔ع

طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ 335
صاحبزادہ حنیف احمد صاحب کا طاہر ہارٹ انسٹیٹیوٹ ربوہ میں انتقال ہونا 118
ڈاکٹر مہدی صاحب کا طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ میں وقف عارضی پر آنا 330
بی بی سی اردو کا طاہر ہارٹ انسٹی ٹیوٹ کے خلاف چھپنے والے پمفلٹ کا عکس شائع کرنا جس میں لکھا ہوا ہے کہ طاہر ہارٹ میں علاج کروانا حرام اور گناہ کبیرہ ہے 340
عراق 763،756
عرب 655،225،187،10
شام، مصر، فلسطین وغیرہ عرب ممالک میں توسوائے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کسی بھی خلیفہ کا دورہ نہیں ہوا 122
قادیان سے عرب دنیا کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں تین دن لائیو عربی پروگرام کا ٹیلی کاسٹ کیا جانا 187
عمرکوٹ 675،601

ف

فادا 662
فار ایسٹ، انڈیا اور افریقہ میں مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بہت کام ہوا ہے اس کام کا مختصر خلاصہ 3
فرانس 734،733،370،199،16
فرانس کے ایک عیسائی کا اسلامی اصول کی فلاسفی پڑھ کر، جلسہ سالانہ میں حضور کا خطاب سن کر احمدی ہونا 382
فرانس سے آنے والے ایک عرب دوست کا خلیفہ رابعؒ کی وفات کے بعد

خواب میں خلیفہ خامس کو دیکھنا 383
فرینکفرٹ 675
فضل عمر ہسپتال 331
فلپائن 689، 690
فلسطین 94، 463، 482
سیریا، مصر، خاص طور پر شام اور پاکستان کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 86
شام، مصر، فلسطین وغیرہ عرب ممالک میں توسوائے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی کے کسی بھی خلیفہ کا دورہ نہیں ہوا 122
دورزی کیمونٹی کا فلسطین، شام اور اسرائیل میں پایا جانا 140
اسرائیل کا معصوم فلسطینیوں پر ظلم و تشدد کرنا 454
فلسطین کے احمدیوں کے لئے دعا کی تحریک 463
فلوئر زہائم 675
فولڈا (جرمنی) 17
فیڈ برگ 17
فیصل آباد 16، 41، 675
پنجاب میڈیکل کالج (فیصل آباد) 331

ق۔ک۔گ

قادیان
17، 29، 30، 76، 100، 104، 114، 115،
119، 120، 173، 180، 195، 227، 316،
434، 449، 559، 676، 685، 692، 701،
714، 741، 749، 753، 768، 778
یوسف اللطیف صاحب کو قادیان اور ربوہ کی زیارت کا موقعہ ملا 18
قادیان میں حضرت مرزا شریف صاحب کے کارخانہ میں شیخ عبدالرشید صاحب کا محنت و اخلاص سے کام کرنا 56
قادیان سے ایک عالم کا حضورؓ کو جلسوں میں مخالفین کو جواب کے ذریعہ زچ کرنا کا ذکر اور اس پر حضور انورؓ کی نصیحت 64
حضرت مسیح موعودؑ کی پیشگوئی کہ ایسا وقت بھی آئے گا کہ قادیان میں ایسے مخلص جمع ہوں گے اور اُن کے لئے صُفّے تیار کئے جاویں گے 91
گلاب شاہ بزرگ کا خبر دینا کہ عیسیٰ قادیان میں پیدا ہو گیا ہے 98
قادیان کے محقق علماء کا تفسیر قرآن پر خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی قیادت میں کام کرنا 115
قادیان سے عرب دنیا کے لئے حضرت مسیح موعودؑ کے بارے میں تین دن لائیو عربی پروگرام کا ٹیلی کاسٹ کیا جانا 170، 187
ربوہ اور قادیان کی ضیافت کی ٹیموں کو مہمان نوازی کے متعلق ایک ہدایت 174
قادیان میں ایک ہندو کا آنا اور حضورؑ کو مذہبی جلسہ میں اپنے مذہب کی خوبیوں پر مضمون لکھنے کے لئے کہنا 178
قادیان کے آریہ بھی حضورؑ کی گمنامی کی حالت کے گواہ 180
قادیان میں جدید سہولیات کے ساتھ پریس کا ہونا 181
خدائی پیشگوئی کا پورا ہونا کہ حضورؑ کو قادیان سے باہر کوئی نہ جانتا تھا...... 187
قادیان کے چھوٹے بچوں کا گلی کوچوں میں خطبہ الہامیہ کے فقروں کا دہرانا 222
قادیان میں عرب کے ایک دوست کا تحقیق کی غرض سے ٹھہرنا اور بیعت کرنا 225، 226
قادیان کے بہشتی مقبرہ میں مولوی رحمت علی صاحب کا بطور مالی مقرر ہونا 323
قادیان اور جماعت کے لئے حضورؑ کا دعا کرنا اور الہام ہونا 330
قادیان کے بزرگ صحابی سے جمعہ پڑھانے کی بمبئی کی جماعت کی درخواست 350
قادیان کے کشادہ راستے 685
قادیان کے لڑکوں کا کرکٹ کی ٹیم بنانا اور حضرت مصلح موعودؓ کو کہنا کہ حضورؓ کو بھی بلا لیں، اس پر حضورؓ کا جواب 689
قادیان میں لوگوں کا آنا بھی ایک نشان ہے 711
حضرت مسیح موعودؑ کی ایک رؤیا کہ قادیان بیاس تک پھیلا ہوا ہے 752
جلسہ سالانہ قادیان میں اکتیس (31) ممالک کی نمائندگی 770
جلسہ سالانہ قادیان میں شامل ہونے

والوں کے لئے رہائش اور بستر وغیرہ کی
بابت ہدایات 775
جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر
دارالضیافت یا فلاں فلاں گیسٹ ہاؤس
میں ٹھہرنے کے مطالبات غلط ہیں 776
قرغزستان 50، 463، 553
قصور 675
قلعہ کالروالا ضلع سیالکوٹ 479
کافح (Kaffeh) 363
کالی کٹ 17، 676
کامرہ ضلع اٹک 629
کامونکی ضلع گوجرانوالہ 629
کبابیر 765
کچی پمپ والی عرفات کالونی 475
کراچی 16، 104، 233، 434، 601،
602، 669، 675
سندھ اور بلوچستان کو جماعتی اور تنظیمی سطح پر
جماعت کراچی کے سپرد کیا جانا 260
کرناٹک 17، 676
کروشیا 370
کشمیر 104، 602
کشمیری بازار (لاہور) 191
کلکتہ، کولکتہ 17، 29، 676
کماسی 677
کنانورٹاؤن 676
کنری 601
کوسووو 370
کوگی (Kogi) 668
کوبلنز 17
کوتونو ریجن (بینن) 12، 50، 666
کوٹ لوکو ریجن 363
کوٹلی 104، 764
کوجرومیدے (Kodjromede) 8
کولمبس 332، 334
کولون 17
کولی کورو 198، 199، 560
کوموروز 779
کوئنٹری 675
کوہاٹ 764
کیرالا 17، 669، 676
کیرنگ 17
کیرولائی 17، 676
کیلگری 17، 676
کیمبرج یونیورسٹی 778
کیمرون 675
کیمرون میں پاکستان سے آنے والے
تبلیغی گروپ کا احباب جماعتِ احمدیہ کو
نشانہ بنانے کی کوشش کرنا 9
کینبرا 257
کینانورٹاؤن 17
کینبرا (آسٹریلیا) 676
کینیا 9، 52، 53، 675
کینیا، ایلڈوریٹ (Eldoret) کے مبلغ
کے خلاف ایک گھناؤنی سازش اور حضرت
خلیفۃ المسیح الخامس کا دعائیہ جواب اور غیر
معمولی نصرت 52، 53
کینیڈا 15، 16، 17، 233، 331،
338، 392، 674، 676، 699
حضور انور کے کینیڈا کے دورے کے
دوران ساڑھے آٹھ ملین لوگوں تک
پیغام کا پہنچنا 4
کینیڈا کی جماعت کا ہدایات ملنے پر عملی
اقدامات اور حضور انور کی تعریف 386
کینیما ریجن (سیرالیون) 558
گالوے 590، 594، 595، 598
مسجد مریم گالوے کے کوائف 558
مسجد مریم کے افتتاح کے موقع پر مہمانوں
کے تاثرات 592، 593
گان زُور گُو (Ganzourgou) 501
گجرات (پاکستان) 16، 675، 764
گجرات کے دو مخلص بھائیوں کو مرزا علی
شیر کا قادیان میں پھسلانے کی ناکام

کوشش کرنا 642
گجرات کے ایک علاقہ سے مکرم مبارک احمد صاحب باجوہ کے قاتلوں کا پکڑا جانا 763
حضورانور کا گجرات کے غلام قادر صاحب درویش کی نماز جنازہ غائب پڑھانا 714
گراس گراؤ 675
گلڈ ہال ،لندن کی قدیم ترین عمارتوں میں سے ایک عمارت،اس میں حضورانور کا خطاب 137
انگلستان میں گلڈ ہال میں جماعت احمدیہ کی تقریب اور مہمانوں کے تاثرات 137 تا 150
گنی کنا کری 11، 557، 675
گوجرانوالہ 16، 629، 675
گوجرانوالہ میں شہید ہونے والے احمدیوں کا ذکر خیر 466 تا 477
گوجرانوالہ کے سانحہ پر جرمنی سے کسی خاتون کا لکھنا کہ حضرت مسیح موعودؑ کا الہام آگ سے ہمیں مت ڈراؤ... تو پھر یہ سب کچھ کیوں ہوا؟ 473
گورداسپور 688، 745، 749
گوکھووال 331
گوئی ضلع کوٹلی 104
گھانا 16، 52، 254، 389، 390، 396، 398، 399، 400، 403، 405، 406، 546، 674، 675، 676
گھانا کے سرکاری ٹی وی کا ایم ٹی اے کے پروگرام دکھانا 5-6
گھانا کے علاقے ٹمالے میں حضور انورؒ کے ایک واچ مین کا واقعہ 33-34
پریس اور میڈیا سے رابطوں کے سلسلہ میں افریقہ میں گھانا اور سیرالیون میں اس بارے میں اچھا کام ہو رہا ہے 138
گھانا کے صدر مملکت کا لندن میں یوکے جماعت کے سو سال ہونے مذہبی کانفرنس کے موقع پر پیغام 141
ربوہ کی بنجر زمین کے آباد ہونے کے متعلق گھانا کے سفیر کا تفصیل سن کر متاثر ہونا 391
گھانا جماعت کا وہاب صاحب کے دور میں غیر معمولی ترقی کرنا 393
گھانا کے نائب صدر مملکت کا کہنا کہ وہاب صاحب ہماری قوم کا ایک عظیم الشان رہنما تھا 394
گھانا کے وزیر خارجہ کے نمائندہ کا کہنا کہ وہاب صاحب کے متعلق کہنا کہ ہم نے مسلم کمیونٹی کا بڑا ستون کھو دیا ہے 395
گھانا میں مہمان نوازی کے لئے کوکونٹ پیش کرنا اور وہاب صاحب کی مہمان نوازی 397
قانات بیگ صاحب رشین کا گھانا جلسہ میں شامل ہونا اور عبدالوہاب صاحب کے بارہ میں تاثرات 399
گھانا کے جنرل الیکشن میں وہاب صاحب کے کشیدگی کو ختم کرنے میں کردار 402
گھانا کے نیشنل ٹی وی کا جلسہ کے پروگرام دکھانا 445
گھانا میں الحاج یوسف صاحب کا چالیس، پینتالیس مساجد تعمیر کروانا 679
گھانا کی علاقائی زبان ٹوئی (Twi) میں الحاج یوسف صاحب کا قرآن کریم کا ترجمہ کرنا 680
گھوٹکی 56
گیانا (Guyana) 55
گیمبیا 16، 254، 675
گیمبیا کی دو خواتین کی مالی قربانی کا ذکر 12
گیمبیا کے ایک شخص کے قبول احمدیت کا واقعہ 555، 559

ل-م

لاس اینجلس اِن لینڈ امپائر 17
لاس اینجلس ایسٹ 17، 676
لاہور 16، 191، 755، 195، 675
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کا لاہور میں لیکچر "عربی زبان کا مقام" 116، 117
لاہور کی ایک احمدی خاتون کی مالی قربانی کا ذکر 670
صاحبزادہ مرزا حنیف احمد صاحب کا لاہور کالج سے ایل ایل بی کرنا 119
لاہور کے انگریزی اخبار سول اینڈ ملٹری گزٹ کا بیان کہ "مضمون بالا رہا" 179
لائبیریا 254، 392
لائبیریا کی جماعت نگبینا کی مالی قربانی کا ذکر 663
لائبیریا کی جماعت بلاور کی مالی قربانی کا ذکر 664

لائیڈمنسٹر(کینیڈا) 676
لبنان 655
لتھوینیا 370
لدھیانہ 98،176،185،700،750
لکشدیپ 676
لکھنؤ 688
لمنگٹن سپا 675
لندن 16،123،255،261،323،
335،323،336،133،148،350،
434،510،576،671،672،675،
690،748،753
لندن کے جلسہ سالانہ میں یوسف اللطیف صاحب کی شمولیت 18
لندن میں ویمبلے کانفرنس کا انعقاد اور حضرت مصلح موعودؓ کا شریک ہونا 121
حضرت مسیح موعودؑ کا ایک رؤیا جس میں آپ لندن میں تقریر فرما رہے ہیں 124،127
گلڈ ہال، لندن کی قدیم ترین عمارتوں میں سے ایک عمارت، اس میں حضورانور کا خطاب 137
لندن کی تقریب میں دلائی لامہ کا پیغام پڑھا جانا 139
لندن کی یورپین پارلیمنٹ کے نمائندے کا گلڈہال کی تقریب میں بیان 148
حضرت مولوی شیر علی صاحبؓ کا ترجمہ قرآن کرنے کے لئے لندن آنا 350
لندن میں وہاب صاحب کا نائب امام مسجد مقرر ہونا 390
لندن میں وہاب صاحب کا تبلیغ کا واقعہ 402
لندن میں ایک سیاسی لیڈر کا رہائش کے متعلق چوہدری ظفراللہ خان صاحب کو مشورہ دینا اور آپ کی ان کو نصیحت 418
لندن میں ایک صاحب کے گھر ڈکیتی کا واقعہ اور چندہ کی رقم کا محفوظ رہنا 672
لندن میں سر ڈگلس کے ساتھ حضرت مصلح موعودؓ کی ملاقت 748
لوکوجا(Lokoja) 668
لویری والا 618
لیبیا 70،554،756،763
لیمبرگ(Limburg) 563
مارزڈن پارک 676
مارک برگ 675
ماریشس 16،675،777،779
ماسک ویسٹ 675
مالٹا کے ایک صحافی کا حضورانور کا انٹرویو لینا...... 535
مالی 13،189،197،198،199،
392،398،557،665
مالی، Bala کے علاقہ کے تیجانیہ فرقہ کے امام صاحب کا بذریعہ رؤیا احمدیت قبول کرنا ان کی وجہ سے چالیس سے زائد گاؤں احمدی ہوئے 196
مانگٹ اونچا ضلع حافظ آباد 55
مانچسٹر 698
مانسہرہ میں السلام علیکم کہنے پر پہلا مقدمہ 563
ماؤنٹ ڈرواِٹ (آسٹریلیا) 676
مائنز 17
متھیوتم 17
مدرسہ احمدیہ 119،224
مدینہ 705
مڈغاسکر 779
مڈل ایسٹ 15،16،674،689
مڈل سیکس 16،675
مڈلینڈ 16،675
مرادآباد 688
مراکش 96،116،197
مراکشی خاتون کا خواب کی بناء پر احمدیت قبول کرنا 381
مرسیا 383
مسجد اقصیٰ 223،752
مسجد بیت السلام(میلبرن) 257
مسجد بشارت(سپین) 151
مسجد فضل 16،33،675
مسجد قبا 309
مسجد مبارک(قادیان) 194،
224،451،638،647،699
مسجد مبارک کی چھت پر صحابہ سے حضورؑ کا خطبہ الہامیہ سننا 222

مسجد مبارک کے سامنے مخالفین کا دیوار کھینچنا 684
مسجد مریم 586
مسجد مریم گالوے کے کوائف 558
مسجد مریم کے افتتاح کے موقع پر مہمانوں کے تاثرات 592، 593
مسجد مہدی (میونخ) 379
مشرق بعید 750
مشرقی پاکستان 250
مصر 86، 187، 226، 558، 561، 766
مختلف ممالک کے علماء کا سعودی عرب کے خرچ پر سیرالیون جا کر جماعت اور شیعہ احباب کے خلاف لوگوں کو اکسانا 9، 10
مصر اور لیبیا کے خراب حالات کا ذکر 70
شام، مصر، فلسطین وغیرہ عرب ممالک میں تو سوائے حضرت خلیفة المسیح الثانی کے کسی بھی خلیفہ کا دورہ نہیں ہوا 122
مصر کے احمدیوں کے لئے خاص دعا کی تحریک 182
مصر کی ایک خاتون کا بذریعہ رؤیا قبول احمدیت 196
مطبع سفیر ہند 74
مغربی افریقہ 254
مکہ 656، 705
دشمنوں سے حسن سلوک کی اعلیٰ ترین مثال آپؐ کا فتح مکہ کے موقعہ پر دشمنوں کو معاف فرما دینا 145

حضرت عائشہ کا شمار مکہ کی امیر ترین عورتوں میں ہوتا تھا 316
متواتر تیرہ سال مکہ میں آپؐ پر مظالم کا ہونا 317
ملائیشیا 254
ملتان 698
مِلٹن 17
من ہائیم 675
موضع موجہاوالی 559
مونٹی نیگرو 370
مونسے (Monsie) 102
موئر فیلڈن 675
مہارشٹر 17
مہدی آباد 675
میرپور خاص 600، 602
میسیڈونیا 370
میسیڈونیا کی ایک جرنلسٹ کا حضور سے پوچھنا کہ آپ (جرمنی) جلسہ کے انتظامات سے مطمئن ہیں؟ اور حضور کا جواب 385
میلبرن 257، 259، 676
مینڈر ضلع پونچھ (کشمیر) 104
میونخ میں مہمانوں کے لئے کھانے کے بارہ میں ایک کمی کی طرف حضور کا توجہ دلانا 367
مسجد مہدی میونخ کے افتتاح کے موقع پر غیروں کے تاثرات 379

ن۔و

نارتھ ایسٹ 675
نارتھ ایمپٹن 16
نارووال 16، 675
ناروے 16، 260
نائیجر 16، 675
نائیجیریا 9، 57، 102، 392، 667، 674، 675
نائیجیریا کے نیشنل ٹی وی کا جلسہ سالانہ یوکے کے پروگرام دکھانا 545
نگینا (Nagbina) 663
ننسپیٹ 553
ننکانہ صاحب 16، 675
نوابشاہ (پاکستان) 80، 448، 449
نورنگر ضلع عمرکوٹ 601
نوئیس 17، 675
نوئے ویڈ 675
نیا کارا (Niankara) گاؤں میں دو سو دس افراد کا احمدی ہونا 8
نیپال 29
نیدا (جرمنی) 17، 675
نیومولڈن 16، 675
وا (Wa) 401

واشنگٹن 690
مخالفین اسلام کا ایک نئی مخالفانہ فلم بنانا اور واشنگٹن اور جرمنی (برلن) میں چلائے جانے کا پروگرام اور جماعت کا ردعمل 413
واگا میں احمدیت کا نفوذ 8
والتھم فاریسٹ 291
والڈورف 675
وان (کینیڈا) 17، 676
وائی ایم سی اے ہال 116
وُرس برگ 675
وزیر آباد 449
وکٹوریہ 258
ولور (Vilor) 663
ومبلڈن 16
ووسٹر پارک 16، 675
وولور ہیمپٹن 675
وومبا (Foumban) 9
ویزبادن 675
ویزبادن (جرمنی) مسجد کا سنگ بنیاد اور حضور کے تاثرات 675
ویسٹ بنگال 17
ویسٹ ورجینیا یونیورسٹی 604
ویسٹ ہل 675
وینکوور 17، 676

ہ۔ی

ہالینڈ 252، 553، 554، 689
ہریانہ 13
ہندوستان 5، 17، 47، 113، 187، 690،
ہندوستان میں بہت سے معلمین کو فارغ کیا جانا 65
ہندہ 563
ہنگری 370، 382
ہنوفر 17
ہنومان گڑھ 559
ہونسلو نارتھ 16
ہیرس برگ 676
ہیمبرگ 675
یارک شائر 576
یمن 97، 552، 698
یو پی 249
یورپ 23، 26، 38، 254، 584، 662، 672، 671، 721، 769، 770، 777
یورپ میں مساجد کی تعمیر کے سلسلہ میں بہت کام ہوا ہے اس کام کا مختصر خلاصہ 3
یورپ میں اسائلم لینے والوں کی ایک غلطی اور حضور انور کی رہنمائی کہ مختصر اور صحیح بات کریں 26
یورپ میں شیشہ یا حقہ کا ایک نیا رواج جس سے احتراز کی نصیحت 38
یورپ کے مستشرقین میں سے ایک کی ترجمہ قرآن و تفسیر کے متعلق رائے 115
حضرت مصلح موعودؓ کا سفر یورپ اور ویمبلے کانفرنس کا انعقاد 122، 124
حضورؓ کا فرمانا کہ آج اس عاجز کو یورپ وغیرہ تک کے لوگ جانتے ہیں 187
یورپ میں تبلیغ کریں بجائے عرب وغیرہ میں علامہ مغربی صاحب کا خلیفۃ المسیح الثانیؓ کو منت کرنا 228
یورپ میں عیسائی لوگوں کا ہر روز اپنے مذہب سے متنفر ہونا 301
یورپ بھی تمہارا ہوگا اور ایشیا بھی... 354
حضرت مصلح موعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا ارشاد کہ ”جرمنی فتح ہوگیا تو یورپ فتح ہوگیا“ اس پر ایک اعتراض اور اس کا جواب 354
یورپ کے لیڈر جرمن کی وضاحت 355
جرمنی کیا اور یورپ کیا ہمیں تو انشاء اللہ تعالیٰ تمام دنیا کو فتح کرنا ہے مگر تلوار سے نہیں بلکہ دل جیت کر 355
یورپ میں رہنے والے احمدیوں کو کسی کمپلیکس میں مبتلا ہونے کی ضرورت نہیں 379
یورپ میں پہلے افریقن مرکزی مشنری وہاب آدم صاحب 392
یورپ میں شور کہ مرد سختی کرتے ہیں اس کے متعلق نصیحت 545
یورپ کے ممالک بھی دنیا میں فسادات

کے حوالے سے شامل ہیں نہ کہ صرف
اسلامی ممالک 597
یورپ کے شرک کرنے والے لوگ جوک
درجوک اسلام میں داخل ہورہے ہیں 647
یورپ میں جماعت کا چیریٹیز کو رقم دینے پر
ایک اعتراض کا جواب 655
یورپ کا مذہب اندر سے کھوکھلا ہے 721
یورپ سے قادیان جلسہ میں شامل ہونے کے
لئے جانے والوں کو حضورؓ کی نصیحت 776
یورپین پارلیمنٹ برسلز 151
یوکے (UK) 33،390،674،698
جلسہ سالانہ یو۔کے پر بیعت کرنے
والوں کے تاثرات 529تا530
جلسہ یوکے ،مرکزی پریس اور یوکے
پریس ٹیم کی حسنِ کارکردگی 544
یوگنڈا 675
یونیورسٹی آف ایمسٹرڈم 149
یونیورسٹی آف Antwerpen 150
Accra 402,581
Amritsar 71,73
Adansi 390
Adelaide 257
Aknopey 8
Ayakope 7
Bala 196

Bamako 197,199
Belize 53
Blavor 66
Bo 11
Botoro 7
Bolgatanga 67
Brisbane 25
Brofoyedru 390
Brong Ahafo 390
Canada 338
Canberra 257
China 426
Dedougou 103
Eldoret 52
Far East 3
Foumban 9
Ganzourgo 501
Grenada 148
Guildhall 137
Guyana 55
Hessen 337
Inner Park 576,618
Jala Koroji 198
Kasterlee 534
Kodjromede 8
Kogi 668
Koulikoro 198,199,56
Limburg 563
Lokoja 668

Melbourne 257
Monsie 102
Nagbina 663,664
Niankara 8
Odulu 102
Offenbach 563
Okene 667
Peulh 665
Santiago Catala Rubio 151
School of Oriental Studies 123
Seattle 437,676
Show 560
Sikaso 198
Soyo 667
Spen Valley 576
Tamale 33
Techiman 52
Tongo Field 558
UK 390,317
University of Cape coast 393
Vilor 663
Wa 401
Waga 8
Waltham Forest 291
Washington 338
Y.M.C.A Hall 116

کتابیات

ا

آئرش ٹائمز اخبار کا حضور انور کے دورہ اور مسجد مریم کے افتتاح کی خبر شائع کرنا 598

آئینہ کمالات اسلام 156، 168، 713

اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

ابوداؤد

329، 345، 346، 349، 430، 466

اتمام الحجۃ

اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

ادب المسیح ایک بڑا اچھا شاہکار 119

ازالۂ اوہام 268، 761

اسلام کا اقتصادی نظام

متعدد افراد کا حضرت خلیفہ ثانیؓ کے اس لیکچر کو سراہنا نیز حضور انور کا فرمان کہ بیرونی دنیا میں بھی اس کی کتابی شکل میں اشاعت ہونی چاہئے 117، 118

اسلامی اصول کی فلاسفی

242، 321، 519

یوسف اللطیف صاحب کا اپنے خرچ پر نابینا افراد کیلئے اس کتاب کو شائع کرنا 18

مراکش کے شخص کا اس کتاب کا عربی ویب سائٹ پر مطالعہ اور تعریف 96

دمشق کے شخص کا اس کتاب کو پڑھ کر بیعت کرنا 102

کمال احمد کرو صاحب کی اس کتاب کے ڈینش ترجمہ کی نظرثانی 134

اس کتاب کی تشہیر ہونی چاہئے اور بطور لٹریچر اس کو دینا چاہئے 179

فرانس کے ایک دوست کا اس کتاب کو پڑھ کر اور جلسہ میں شامل ہونے کے بعد بیعت کرنا 382

ایک رشین خاتون کو اس کتاب سے اسلام کی بابت سوالات کے جوابات ملنا 554

اصحاب احمد 226، 365

اعجاز احمدی 189

اس کتاب کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

اعجاز المسیح

اس کتاب کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

رسالہ الانذار 728

البشریٰ، رسالہ

ماسٹر مشرق علی صاحب کا اس رسالہ کو بنگالی زبان میں شائع کرنا اور خود ہی پوسٹ کرنا 29

اس کتاب کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

التبلیغ

مراکش کے شخص کا اس کتاب کا ویب سائٹ پر مطالعہ اور تعریف 96

حمادہ صاحب کا اس کے متعلق کہنا کہ اس نے میرا سینہ کھول دیا ہے 96

اس کتاب کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

الجامع لشعب الایمان

433، 495، 598

الجزیرۃ 339

اس کے تجزیہ نگار کا احمدیت پر مظالم کی بابت مثبت بیان 339

الحکم 351، 457، 483، 730

طاعون کے متعلق الہام کا الحکم میں شائع ہونا 190

خطبہ الہامیہ کا پس منظر الحکم اخبار میں 219، 220

رسالہ الحقائق عن الاحمدیہ 229

سنن الدار قطنی 170، 598

السیرۃ النبویۃ 579، 656

الفضل انٹرنیشنل

خطبہ جمعہ فرمودہ 14 مارچ کا الفضل

میں چھپنے کے لئے تحریری شکل میں حضور انور کے سامنے آنا اور اس میں حضرت مسیح موعودؑ کے ایک اقتباس کی وضاحت 167

الفضل ربوہ
750،748،690،645،633
حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کے دور میں الفضل میں علماء کی ایک بحث کہ جماعت کا ماٹو کیا ہونا چاہئے 285

الفضل قادیان 129، 131، 132، 633،
752،751،688،687،639

الموعود 638

سنن النسائی 627،442

الوصیۃ 470،344
اس رسالہ میں حضرت مسیح موعودؑ کے بیان کردہ خلافت کے نظام کو افراد جماعت کا کامل اطاعت سے قبول کرنا 324

الہدیٰ
اس کتاب کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

انجام آتھم 178،96
حضرت مسیح موعودؑ کا اس کتاب میں اپنی کتب کے اسماء درج فرمانا جن کی نظیر مخالف علماء پیش نہ کر سکے 178
انجام آتھم میں عمنوائیل کی بجائے عمانوایل لکھا جانا 108

انجیل متی 616

اندرونہ بائبل
عبداللہ آتھم کا اپنی اس تصنیف میں آنحضرتؐ کے بارہ میں سخت الفاظ استعمال کرنا 705

انوار العلوم 120، 124، 125،
640،638،632،128355،127،
698،684،682،654،648،641،
751،741،740
حضرت مصلح موعودؓ کی کتب، لیکچر اور تقاریر کا مجموعہ ''انوار العلوم'' کے نام سے فضل عمر فاؤنڈیشن کا شائع کرنا 110
اس وقت اس کی 24 جلدوں میں حضرت مصلح موعودؓ کے 633 لیکچر، تقاریر و کتب آچکی ہیں 110

ایکٹو اسلام، رسالہ 134

ایک عیسائی کے تین سوال اور ان کے جوابات 426

ب - ت

صحیح بخاری
408،365،344،328،281،206،59
521،513،489،442،422،409،
732،626،622،548،525
حضرت مسیح موعودؑ کی خلیفہ ثانی کو تاکید کہ خلیفہ اول سے قرآن اور بخاری پڑھ لو 638،636

البدر 190، 219، 421

براہین احمدیہ
71، 72، 73، 75، 87، 88، 89، 90،
91، 92، 94، 98، 147، 160، 162،
235، 236، 238، 268، 291، 423،
430، 432، 707، 712، 770
براہین احمدیہ میں کسوف وخسوف کی پیشگوئی 171
اس میں جماعت احمدیہ کی ترقی کی پیشگوئی 174
اس میں حضورؑ کے آفات سے بچنے کی پیشگوئی 175
اس میں حضورؑ کی عربی زبان میں فصاحت کی پیشگوئی 177
اس کتاب کا امرتسر میں پادری رجب علی کے مطبع میں چھپنا 180
اس کتاب میں اس زمانہ کے متعلق ساری خبروں کا موجود ہونا 187
براہین احمدیہ کی پیشگوئیوں کا پورا ہونا 188
خلیفہ اولؓ کا خلیفہ ثانیؓ کو براہین احمدیہ کی مثال دیکر اونٹ چالی اور ٹوڈا بتالی کی حقیقت بتلانا 639

برگ خیال
ڈاکٹر مہدی علی صاحب کا مجموعہ کلام 332

تاریخ احمدیت
112، 113، 115، 116، 117، 118،
122، 123، 124، 125، 129، 130
133، 222، 714

تاریخ الطبری 737

تحریرات مبارکہ 328
تحفہ بغداد
اس کتاب کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
تحفہ قیصریہ 589،148
تذکرہ 72، 223، 326، 328، 329، 330، 364، 388، 473، 523
تذکرہ میں خطبہ الہامیہ کو شامل کرنے کی بابت حضور انور کی ہدایت 219
تذکرۃ الشہادتین 99، 505
اس کتاب کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
ترغیب المؤمنین
اس کتاب کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
رسالہ تشحیذ الاذہان 638
تفسیر حضرت مسیح موعودؑ
351، 421، 457، 488، 728، 730
تفسیر کبیر 690
حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کا اس کے متعلق تعریف کرنا کہ اگر کوئی انسان اس تفسیر کو شائع کرتا تو یہ تفسیر اُس کو دنیا کی نگاہ میں بزرگ ترین انسانوں میں سے ایک انسان بنانے کے لئے کافی تھی 110
تفسیر کبیر کی تعریف میں غیر احمدیوں کے تبصرے 112 تا 116

سید جعفر حسین صاحب کا اس کو پڑھ کر بیعت کرنا 113

چ۔ح۔خ

چشمۂ مسیحی 209
چشمۂ معرفت 93، 200، 271، 272، 612، 707، 708
چند خوشگوار یادیں 418
حجۃ اللہ 278
اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
حضرت مسیح موعود کی تعلیم فہم قرآن
میاں حنیف احمد صاحب نے بڑی اچھی اور ضخیم کتاب مرتب کی 119، 120
حقیقۃ الوحی 147، 171، 172، 174، 175، 177، 178، 179، 181، 189، 221، 246، 271، 467، 683، 701، 702، 703، 704، 705، 707
حمامۃ البشریٰ
اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
خدا تعالیٰ دنیا کی ہدایت کیلئے ہمیشہ نبی مبعوث فرماتا ہے (خطاب حضرت مصلح موعودؓ) 648
خطبات محمود
21، 22، 23، 25، 28، 33، 35، 36، 41، 45، 49، 54، 63، 65، 67، 68، 286، 287، 288، 289، 290، 291، 361، 622، 623، 624، 635، 639، 641، 683، 684، 685، 686، 692، 694، 718، 723، 735، 743، 753
خطبہ الہامیہ
اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
پس منظر، تاریخ اور صحابہ کے بیانات 218 تا 232
تذکرہ میں خطبہ الہامیہ کو شامل کرنے کی بابت حضور انور کی ہدایت 219
حضرت مسیح موعودؑ کا صحابہ سے خطبہ الہامیہ زبانی سننا 222

د۔ڈ۔ر

دافع البلاء و معیار اہل الاصطفاء 190
درّثمین
ایک شاعر کا درّثمین پڑھ کر بیعت کرنا 642، 654
دلائل النبوۃ 145
دورہ یورپ 127
ڈان اخبار (Dawn)
اس میں ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کی خبر شائع ہونا 337، 338
رجسٹر روایات صحابہؓ 99، 100، 194، 195، 223، 224، 225، 514

ریاض الصالحین 552

ریاض ہند (امرتسر)، اخبار

حضرت مسیح موعودؑ کا ایک اشتہار ''رسالہ سراجِ منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر'' کے نام سے ریاض ہند میں شائع ہونا 108

س۔ش۔ص۔ض

ست بچن 276،268

سر الخلافہ

اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

سر الخلافہ میں حضورؑ کی مخالفین پر طاعون پڑنے کی دعا 189

سراج الدین عیسائی کے چار سوالوں کا جواب 274،270،211

رسالہ سراجِ منیر مشتمل بر نشانہائے رب قدیر 777،108

سرمہ چشم آریہ 431،428،427،165

سوانح فضل عمر 696،682،634،633

سیرت الابدال

اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

سیرت حضرت سید ولی اللہ شاہ صاحبؓ 230

سیرت حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (از شیخ یعقوب علی عرفانی صاحب) 516،515،10

سیرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام (از مولوی عبدالکریم صاحب) 633

سیرت المہدی 77،37

سیر روحانی 751

شہادۃ القرآن 357، 358، 514، 519، 520، 521، 523

صدق جدید، اخبار

سید جعفر حسین صاحب ایڈووکیٹ کا قبول احمدیت کے متعلق ایک مضمون صدق جدید کے ایڈیٹر کو بھجوانا 113

ضرورۃ الامام 731

ع۔ف۔ق

عربی زبان کا مقام السنۂ عالم میں 116

علامات المقربین ملحقہ تذکرۃ الشہادتین

اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

فتح اسلام 467

رسالہ فتح رحمانی

مولوی غلام دستگیر قصوری کا اپنی کتاب رسالہ فتح رحمانی میں مباہلہ کے رنگ میں ایک بددعا حضورؑ کے خلاف لکھنا 176

فتوح البلدان 570،566

قادیان کے آریہ اور ہم 215

قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے متعلق تاکید (تقریر حضرت مصلح موعودؓ) 640

ک۔گ

کرامات الصادقین

اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

کشتی نوح 90، 215، 216، 246، 278، 283، 415، 429، 433، 582، 613، 616، 762

احمد شمیر سوکیہ صاحب کو کشتی نوح کا فرنچ ترجمہ کرنے کی سعادت ملنا 779

کشف الغطاء 216

کولمبس ڈسپیچ، اخبار

اس میں ڈاکٹر مہدی علی صاحب شہید کے بیٹے کے انٹرویو کی اشاعت 340

گناہ سے نجات کیونکر مل سکتی ہے 758

ل۔م۔ن

لجۃ النور

اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178

لیکچر سیالکوٹ 157

لیکچر لاہور 212، 237، 238، 243، 269، 273

لیکچر لدھیانہ 589،282،159

مانچسٹر گارڈین، اخبار
اس اخبار کا ویمبلے کانفرنس کے حوالے سے لکھنا کہ یہ ہلچل ڈالنے والا واقعہ ہے 132
مجمع البحرین 127
مجمع بحار الانوار 176
مجموعہ اشتہارات 107، 109، 576، 769، 775
صحیح مسلم 617، 713، 723
اس میں عبادت کے معنی احسان کا ذکر 206
اونٹنیوں کے بیکار ہونے کے بارے میں مسلم کی حدیث 705
رسالہ مسلم ہیرلڈ
وہاب آدم صاحب کو مسلم ہیرلڈ کا ایڈیٹر مقرر کیا جانا 394
مسند احمد بن حنبل 290، 365، 408، 442، 494، 650، 737، 755
مشعل راہ 253
معیار صداقت 740، 741
مکتوبات احمد 277، 581
ملفوظات 14، 19، 20، 29، 37، 49، 78، 79، 80، 82 تا 86، 103، 159، 160 تا 166، 186، 188، 192، 213، 215، 220، 273، 274، 275، 276، 277، 282، 283، 294، 296، 298، 300 تا 309، 327، 344، 352، 408، 409، 417، 421، 424، 425، 426، 428، 429، 430، 431، 433، 445، 448، 481، 485، 487، 488، 490، 491، 517، 562، 563، 564، 571، 572، 573، 574، 575، 579، 586، 588، 599، 608، 610، 611، 612، 613، 619، 623، 654، 661، 695، 703، 709، 711، 716، 725، 761، 771، 773، 774
اس کی کسی بھی جلد کو لے لیں اس میں آپ نے جماعت سے توقعات اور جماعت کو نصائح، عملی حالتوں کی تبدیلی کا یہ مضمون مختلف حوالوں اور مختلف زاویوں سے ہر جگہ، ہر مجلس میں بیان فرمایا ہوا ہے 77
مواھب الرحمٰن
اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
نجم الہدیٰ
اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
نزول المسیح 89، 90، 91، 92، 93، 94، 220، 221، 710
نسیم دعوت 244، 282
نور الحق حصّہ اول
اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
نور الحق حصّہ دوم
اس کی نظیر مخالف آج تک پیش نہیں کر سکے 178
نور القرآن 202، 203، 207، 283

و ۔ ی

واشنگٹن پوسٹ، اخبار
اس میں ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کی خبر شائع ہونا 339
وال سٹریٹ جرنل، اخبار
اس میں ڈاکٹر مہدی علی صاحب کی شہادت کا واقعہ اور جماعت کا تعارف دیا جانا 338
یاد ایام 682، 698